عنایاتِ رحمانی

شرح

الشاطبیہ

www.KItaboSunnat.com

مؤلفہ

استاذ القراء والمجودین حضرت مولانا

قاری فتح محمد پانی پتی ١٤٠٧

قرأت اکیڈمی

لاہور

إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرءوا ما تيسر منه

متفق عليه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یادیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

حِرْزُ الامانی ووجہُ التہانی

المعروف باسم

الشَّاطِبِيَّة

أبو القاسم بن فِيرُّه بن خلف الشاطبي الرعيني الاندلسي رحمہ اللہ تعالیٰ

المتوفی ۵۹۰ ھ

عنایاتِ رحمانی

جلد اوّل

مؤلفہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا المقری قاری فتح محمد بن محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی

قرأت اکیڈمی ®

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 7122423

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

235.3
ع ح ن ب

انتباہ

قرآءت اکیڈمی رجسٹرڈ کی تمام مطبوعات کے کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت حقوق طباعت محفوظ ہیں۔لہذا ادارہ کی کسی بھی کتاب کی فوٹو کاپی یا کسی بھی دوسرے طریقہ سے اشاعت غیر قانونی ہے۔بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

قانونی مشیر

شفیق احمد چاولہ

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ' لاہور

کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب ---------- عنایات رحمانی (جلد اول)

مولف ---------- قاری فتح محمد پانی پتی

ایڈیشن ---------- اول

ناشر و طابع ---------- قرآءت اکیڈمی اردو بازار' لاہور

کمپوزنگ ---------- یونیک گرافکس

---------- الفضل مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

16849

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

حرز الامانی و وجہ التھانی المعروف شاطبیہ قراءات سبع میں علامہ شاطبی علیہ الرحمہ کا مایہ ناز منظوم متن ہے۔ جس کے بغیر قراءات سبع کا حصول ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ شاطبیہ اپنے لطیف اشارات و رموز اور خوبصورت استعاراتی پیرایہ زبان کی بدولت اس بات کی ہمیشہ مقتضی رہی کہ اس کی تشریح و توضیح وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوتی رہے۔ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے علم قرآءت کے ماہر و محقق علماء شاطبیہ پر کام کرتے رہے ہیں۔

اردو ادب میں بھی اس سلسلہ میں کام ہوا ہے۔ جن میں امانیہ شرح شاطبیہ اور شرح شاطبیہ کے نام سے دو شروح استاذ القراء و المجودین قاری اظہار احمد التھانوی علیہ الرحمہ کی کاوش جلیلہ ہیں۔ جو مختصر' جامع اور طلباء کی مشکلات کی تحلیل میں حد درجہ ممد و معاون ہیں۔

لیکن ایک جامع' مفصل اور تمام امور کا احاطہ کرنے والی شرح کے طور پر "عنایات رحمانی" للعلامہ قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ بہت شاندار علمی تالیف ہے جو بڑے سائز کی تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور یقیناً علم قراءات میں ایک بہت بلند مقام کی حامل ہے۔

اس سے قبل یہ کتاب واجبی کتابت و طباعت کے ساتھ مارکیٹ میں کافی تگ و دو کے بعد دستیاب ہوتی تھی اور شرح کی تیسری جلد تو عرصہ سے نایاب ہے۔ علمی حلقوں کی اس مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآءت اکیڈمی نے عنایات رحمانی کو جدید خطوط پر مزین کر کے چھاپنے کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلے کی پہلی کاوش جلد اول کی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہے۔

کتاب کی جدید ترتیب و تزئین میں جن ذہنی مشکلات سے گزرنا پڑا وہ یہاں بہرحال بیان نہیں ہو سکتیں۔ مگر قرآن اور علم قرآءت کی ہمہ وقت خدمت کے جذبے کی وجہ سے ہم نے اپنی ہمتوں اور صلاحیتوں کو کمزور نہیں ہونے دیا۔

کتاب کی ترتیب جدید' مفید اضافہ جات کے سلسلہ میں جناب قاری نجم الصبیح التھانوی کی محنت شاقہ قابل تحسین ہیں اور یقیناً انہی کی کوششوں کی وجہ سے شرح کی پہلی جلد چھپنے کے قابل ہو سکی۔

ان معروضات کے بعد چند اہم نکات' کمپیوٹر کی کتابت کی وجہ سے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

ا۔ شعر نمبر' پرانی کتابت کے مطابق نہیں ہیں لیکن سمجھنے میں بہت سہل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- کچھ الفاظ جو کمپیوٹر اردو رسم الخط میں کمپوز نہیں کر سکتا وہ عربی رسم الخط میں لکھے ہیں وہ الفاظ اردو میں ہی سمجھے جائیں- جیسے قنبل' تفخیم' تغلیظ' تثنیہ وغیرہ-

۳- فہرست مضامین کتاب کے آغاز کی بجائے اختتامی صفحات پر لگائی گئی ہے- وہاں پر ملاحظہ فرمائیں-

۴- چونکہ رکوع اور اس پر درج نمبر بھی کمپیوٹر کی بدولت مروجہ طریق پر نہیں آسکے لہٰذا وہ بھی جدید طریقے پر ہیں- پرانی کتابت میں یہ اس طرح تھا مثلاً "ع" لیکن اب موجودہ ترتیب پر اس طرح ہیں "ع ۷"-

۵- مقدمہ اور شرح کے پرانی ترتیب میں نمبر جدا جدا تھے جو کہ اب ایک ہی ترتیب پر کر دیئے گئے ہیں-

۶- شرح مذکور میں اشعار کی رموز پرانی ترتیب میں شعر کے درمیان ہی بریکٹوں کی صورت میں تھی لیکن جدید ترتیب میں یہ شعر کے نیچے چھوٹے سے لفظ کی صورت میں لکھی گئی ہیں-

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اسی طرح قرآن اور علوم قرآن کی خدمت لیتا رہے- آمین یارب العلمین-

شائقین کے لیے یہ خبر بھی مژدا جانفزا ہے کہ تیسری جلد کی کمپوزنگ بھی جاری ہے جو انشاء اللہ جلد چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہوگی-

والسلام

عزیر احمد التھانوی

مدیر ادارہ

۷ جنوری ۱۹۹۷ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے اسلام کی نظر میں

تقریظات

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اما بعد قراء ات سبعہ متواترہ میں جو مرتبہ عظیم کتاب شاطبیہ کا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، منظوم ہونے کی وجہ سے اس کی توضیح اور تشریح کے لئے اب تک جتنی شروح مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں، وہ سب عربی میں ہیں، جن سے عربی داں حضرات ہی فایدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سلیس اور آسان بامحاورہ اردو زبان میں اس کی کوئی شرح نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ قاری فتح محمد صاحب نے اس کمی کو پورا کر دیا اور بڑی کاوش اور تحقیق کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں آسان اور سلیس اردو میں پوری کتاب کی شرح لکھ دی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء مقدمتہ القصیدہ اور شرح کو میں نے متعدد جگہ سے دیکھا، مقدمہ میں اصطلاحات قصیدہ کی تشریح نہایت وضاحت کے ساتھ کی ہے۔ قراء اور رواۃ کے نام اور ان کی رموز حرفی اور کلمی مفرد اور جمع کی عمدہ شرح کے علاوہ وہ ضروری فوائد اور مضامین متعلقہ اصطلاحات قصیدہ جن پر تمام کتاب کا سمجھنا موقوف تھا، ایسے طرز سے بیان کئے ہیں، جو آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بقیہ کتاب بھی کافی تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ اس ایک شرح کا مطالعہ متعدد شرحوں کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ ایسی نافع شرح ضرور چھپ کر شائع ہو جائے، تاکہ طلبائے قراءۃ مستفید ہو سکیں۔

خادم القرآن و التجوید عبدالمالکؒ صدر شعبہ تجوید دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار (حیدر آباد، سندھ)، (۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ)

۱۔ یہ شرح اردو میں مفصل و مشرح لکھی گئی ہے، جو اردو جاننے والوں کے لئے نعمت عظمٰی ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب طبع ہو کر اہل ذوق میں پھیلے، اللہ تعالٰی اہل کرم اصحاب کو توفیق بخشے کہ وہ اس فرض کو محسوس کریں۔ اللہ تعالٰی شارح موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ظاہری بصارت سے محرومی کے باوجود اس عظیم الشان کام کو انجام دیا۔

(سید سلیمان نور اللہ مرقدہ ۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ)

۲۔ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی، اپنے فن تجوید میں زمانے کے مغتنمات میں سے ایک ہیں۔ یہ شرح صرف اللہ تعالٰی کی توفیق ہے، کہ آنکھوں سے معذوری کے باوجود اتنی بڑی علمی خدمت انجام دی، اگر اہل ثروت اس گراں بہا کتاب کو اپنی ہمت سے چھپوا دیں تو علاوہ اجر آخرت کے یہ بہت بڑی قدر دانی اور مرتبہ شناسی ہو گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والسلام' (بندہ احتشام الحق تھانویؒ' کراچی)۔

۳۔ فن تجوید و قراءۃ کی ہر قرن و ہر زمانہ اور ہر زبان میں اتنی خدمت ہوئی کہ اس پر تصانیف کا شمار نہیں ہو سکتا اور زیر نظر تصنیف اس کی ایک اہم کڑی اور اپنی شان میں نرالی ہے۔ (بندہ محمد شفیعؒ ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ)

۴۔ قرآن کے عشاق حضرات سے التجا ہے کہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اس انمول کتاب کی اشاعت میں حصہ لے کر اس فن کے پیاسوں کی پیاس بجھا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (احقر الخلق شمس الحق فرید پوری صدر مہتمم مدرسہ اشرف العلوم' ڈھاکہ)

۵۔ حضرت قاری صاحب موصوف چونکہ اس فن کے بہترین ماہر ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ اس سے مخلوق کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل خیر و وسعت کو توفیق عطا فرمائے کہ حتی المقدور اس کی اشاعت و طباعت میں بیش از بیش کوشش و سعی فرماویں۔ (بندہ عبدالرحمٰنؒ غفرلہ' مدرس دارالعلوم ٹنڈوالہ یار' حیدر آباد' سندھ)

۶۔ مقام مسرت ہے کہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی نے کتاب شاطبیہ کی شرح اردو زبان میں سہل و مفصل لکھ کر تمام مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ (بندہ خیر محمد جالندھریؒ ۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ)

۷۔ شرح نہایت عمدہ اور مفید ہے۔ مبارک اور خوش نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ' جو اس دینی و علمی خدمت کی نشر و اشاعت میں اعانت و امداد کرے آمین۔ (بندہ محمد ادریسؒ غفرلہ' شیخ الجامعہ ریاست بہاول پور)

۸۔ شاطبیہ کا مقدمہ جو جناب نے لکھا' دیکھ کر دل اس قدر خوش ہوا کہ الفاظ اس کی ادا سے قاصر ہیں۔ بارہا دل میں آیا کہ آپ کی خدمت میں اپنی خوشی ظاہر کروں۔ اس تحریر میں تصوف کی جان اور روح درج فرمائی گئی۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر حضرت تھانویؒ ملاحظہ فرماتے آپ کو بہت دعا دیتے آپ کے الفاظ بھی اس کتاب میں الہامی ہیں۔ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ذریعہ قرب و رضا فرمائیں۔ اس کا ایک نسخہ احقر کے نام وی پی فرمائیں۔ (محمد حسنؒ دعا جو و دعاگو مہتمم جامع اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

اظہار افسوس

کم قسمتی سے شرح شاطبیہ کی پہلی جلد ایسے وقت میں چھپ کر مکمل ہوئی کہ میرے شیخ باطن حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ بھی دس سال کا عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ اور استاذ ناشیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی غفر اللہ لہ بھی گیارہ ماہ ہوئے واصل باللہ ہو چکے۔ اس لئے ان شیوخ کی قیمتی رائے شامل نہ ہو سکی ناظرین سے درخواست ہے کہ ان دونوں شیوخ کو بھی خصوصی دعاؤں میں یاد فرمالیا کریں۔

قاری فتح محمد پانی پتیؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح شاطبیہ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد! چونکہ علم تجوید و علم قراء ت دونوں کا تعلق کلام الٰہی کے الفاظ کے ساتھ ہے۔ اس لیے یہ دونوں علم باقی تمام علوم سے افضل ترین علم ہیں۔ علم تجوید وہ علم ہے جس میں حروف کو صحت اور خوبصورتی سے پڑھنے کے قواعد بیان کیے جاتے ہیں اور علم قراء ت اس علم کا نام ہے جس میں وہ الفاظ و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ جو نزول کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی کئی طرح آئے ہیں۔ علماء سلف کی نظر میں علم قرآء ت کا یہی مقام تھا۔ اسی بناء پر اس کی خدمت کے لیے انہوں نے اپنی عمریں وقف کر دی تھیں اور تعلیم و تصنیف دونوں طریقوں سے اس کی خدمت کرتے رہے تیسری صدی ہجری سے دسویں صدی تک دو سو ساٹھ کے قریب کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن اس کے بعد گذشتہ چار سو سال میں صرف گنتی کی دو چار کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس فن کی تصنیفات مختصر بھی تھیں اور مطول بھی۔ اور نثر میں بھی تھیں اور نظم میں بھی۔ نظم میں لکھنے کا منشاء یہ تھا کہ رغبت و شوق کے سبب اس فن کو آسانی سے یاد کیا جا سکے۔ اور ان دو سو سات کے قریب کتب میں سے تقریباً بیس کتابیں طبع ہوئی ہیں باقی سب شاید بیرونی ممالک کے کتب خانوں میں ہوں گی اور کیڑوں کی غذا بن رہی ہوں گی۔ ان مطبوعہ میں سے ہندوستان میں صرف دو' تین چھپی ہیں باقی سب مصر کی مطبوعات ہیں۔ ان میں نشر نہایت بلند پایہ اور محققانہ کتاب ہے جو آٹھویں صدی میں لکھی گئی اور بعد کے تمام علماء اسی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں اردو میں علماء کرام نے تجوید پر تو چھوٹے بڑے کافی رسالے لکھے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ لیکن علم قرآء ت پر جہاں تک مجھے علم ہے صرف چار تصانیف وجود میں آئیں۔

(ا) قرآن مجید جو ساڈھورہ ضلع انبالہ میں چھپا تھا اس کے شروع میں مقدمہ کے طور پر اس فن کے ماہر و امام مئو ناتھ ضلع اعظم گڑھ کے ایک قاری صاحب نے جو مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ القراءات تھے ہر روایت کے اصول الگ الگ لکھے تھے اور فرشی اختلافات حاشیہ میں درج فرمائے تھے۔ فَرَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) ہدایت القراء مطبوعہ بھوپال مصنفہ مولانا قاری ہادی حسن صاحب بھوپالی جو قرآآت سبعہ میں ہے۔

(۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع اس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ہر روایت کے تھوڑے تھوڑے اصول الگ الگ بتلا کر چوتھائی سپارے میں سب قراء توں کو جمع کے ساتھ پڑھنے کی ترکیب بیان فرمائی ہے لیکن افسوس کہ پاکستان میں یہ تینوں تصانیف نایاب ہیں۔ (تنشیط الطبع بہترین اور عمدہ طریق پر زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قرآء ت اکیڈمی سے دستیاب ہے۔ جس کے ہمراہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد التھانویؒ کے مفید حواشی بھی ہیں۔)

(۴) شرح سبعہ۔ مصنفہ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتیؒ۔ اس میں فن کی عجیب و غریب معلومات اور قراء اور رواۃ اور مصنفین قراء ت کے مختصر حالات بھی دلچسپ پیرائے میں درج ہیں اور قرآء ت کے مسائل بھی پوری تحقیق و جانفشانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ پس اس کتاب میں تاریخ و علم قرآء ت یہ دونوں چیزیں ہیں لیکن افسوس کہ قلت وسعت کے سبب اس کی دوسری جلد نہ چھپ سکی گو تیار رکھی ہوئی ہے اس لیے اس کا فائدہ بھی نامکمل رہا اور ابو جعفر و یعقوب و خلف کی آٹھویں' نویں' دسویں قراء ات پر تو اردو میں آج تک کوئی کتاب بھی نہیں لکھی گئی۔ اب پاکستان و ہندوستان میں اس فن اور اس کی کتابوں کے جاننے والے اس قدر کم ہیں کہ ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اس لیے قوی اندیشہ ہے کہ کہیں ان حضرات کے ختم ہونے کے ساتھ ہی خدانخواستہ یہ مبارک فن بھی ہمارے ملک سے ختم نہ ہو جائے پس اس کی حفاظت اور بقا کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ عربی کے تمام مدارس میں شعبہ تجوید و شعبہ قرآء ت دونوں کو ضروری قرار دیا جائے اور بحمد اللہ بعض علماء کو اس کمی کا احساس ہے بھی۔ چنانچہ مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ مہتمم دارالعلوم ٹنڈوالہ یار نے اس فن کے لیے شیخ القراء مولانا قاری عبدالمالکؒ صاحب کی خدمات حاصل کی تھیں اور مولانا خیر محمدؒ صاحب مہتمم خیرالمدارس ملتان کو بھی اس فن کے قریب قریب ختم ہو جانے کا بہت زیادہ احساس تھا۔ اسی طرح اگر دوسرے علماء بھی اس طرف توجہ فرمائیں تو قوی امید ہے کہ انشاء اللہ یہ فن پھر عروج حاصل کر لے گا۔

دوسرے یہ کہ علماء دیگر فنون کی طرح اس فن پر بھی تصنیف و تالیف فرمائیں اور اہل وسعت ان کتابوں کی نشرو اشاعت کی طرف توجہ کریں۔

قصیدہ شاطبیہ

اب اصل مقصود کی طرف آیئے شاطبیہ (جس کا اصل نام حرز الامانی و وجہ التہانی ہے اور اسی کو قصیدۂ لامیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا ہر شعر لام الف پر ختم ہوتا ہے) فن قرآء ت کا عجیب و غریب قصیدہ ہے اس کی خوبیوں اور لذتوں سے پوری طرح تو وہی حضرات واقف ہیں جو شوق و رغبت کے ساتھ ہمیشہ اس کے پڑھنے اور پڑھانے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشغول ہیں لیکن ان میں سے چند خوبیاں جن کو عوام بھی سمجھ سکتے ہیں یہ ہیں (۱) عربی میں ہے جو سب زبانوں کی سردار ہے (۲) الفاظ بھی نہایت فصیح اور بلیغ ہیں (۳) تشبیہات و مجازات بھی استعمال کیے ہیں جن سے کلام کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے (۴) نظم میں ہے جو طبعی طور پر دل پسند ہوتی ہے (۵) قرآن پاک کے الفاظ بھی جابجا آتے رہتے ہیں جن سے اس کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں (۶) یہ کہ اس میں پراثر نصیحتیں بھی ہیں (۷) قراءات بیان کر کے بہت سے مواقع میں صرفی و نحوی اعتبار سے اس کی وجہ بھی بتلاتے ہیں جو عربی کے طلباء کے لیے خصوصی طور پر مفید ہوتی ہے (۸) چونکہ قرآءات سبعہ کے تمام مسائل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور تھوڑے سے الفاظ سے بہت سے مطالب نکالنے پڑتے ہیں۔ اس لیے یہ نظم علمی واقفیت کے ساتھ طلباء کی عقل و فہم اور ذہانت میں بھی نمایاں ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اور صرفی و نحوی استعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے (۹) ان سب کے علاوہ چونکہ اس کے مصنف اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں اور یہ نظم انہوں نے اللہ ہی کے لیے لکھی ہے جیسا کہ ایک جگہ خود بیان فرمایا ہے۔ اس لیے بھی باعث برکت ہے۔ (۱۰) نیز ناظم نے قصیدے کے یاد کرنے والوں کے لیے دعا بھی کی ہے جس کی قبولیت کے آثار پڑھنے والوں کو کھلی آنکھوں نظر آتے ہیں اور بعض شارحین نے اس کا اقرار بھی کیا ہے کہ اس قصیدے کے یاد کرنے کے بعد ہمیں اپنی استعداد میں نمایاں ترقی معلوم ہوئی اور اب بھی جس کا جی چاہے اس کو شوق و رغبت سے پڑھے اور تجربہ کر کے دیکھ لے (۱۱) مخارج کے بیان میں ناظم نے اپنی خداداد ذہانت سے ایک انوکھا طرز اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مصنفین تو ہر مخرج کے ساتھ یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ اس سے فلاں فلاں حروف نکلتے ہیں لیکن ناظم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہر مخرج کے ساتھ اس کے حروف کی تعداد تو بیان کی ہے کہ اس مخرج سے اتنے حروف نکلتے ہیں لیکن ان حروف کو متعین نہیں کیا کہ وہ کون کون سے ہیں۔ پھر مخارج ختم کرنے کے بعد دو شعروں کے ۲۶ کلمات میں انتیس کے انتیس حروف کو جمع کر دیا ہے۔ اور کلمات سے ان کے حاصل کرنے کا طریق بھی بتا دیا ہے پھر لطف یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے جو کلمات استعمال کئے ہیں وہ بے معنی نہیں بلکہ ان میں قرآءت اور قاری کے متعلق نہایت بااثر اور مفید مضمون بیان کیا ہے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہوگا اس پیرایہ میں جو لطف ہے اس کو قدر دان ہی خوب جانتے ہیں اور وہی اس کی قدر کر سکتے ہیں۔

شرح شاطبیہ

چونکہ اردو زبان میں اس کتاب کی کوئی شرح نہ تھی اس لیے اردو دان طبقہ اس کی لذتوں سے محروم تھا۔ الحمدللہ کہ مدتوں کی کوششوں کے بعد اس کی ایک شرح نہایت آسان اردو میں تیار ہو گئی ہے۔ شائقین کے لیے مسرت کا موقع ہے اور درحقیقت یہ میرے ایک دوست قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتیؒ سابق مدرس دینیات نور محمد ہائی اسکول حیدر آباد سندھ کی انتھک محنت اور مستعدانہ ہمت کا نتیجہ ہے کیونکہ میں خود تو بوجہ آنکھوں سے معذور ہونے کے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے ناظرین سے درخواست ہے کہ موصوف اور ان کی اہلیہ کی صحت اور دیگر جملہ مقاصد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دل سے دعا فرماتے رہیں تاکہ ان کی محنت کی پوری نہیں تو کسی درجہ میں تو قدر دانی ہو جائے۔ اور جن حضرات نے اس کوشش میں کسی قسم کا بھی حصہ لیا ہے ان سب کے لیے اور ان کے والدین کے لیے خاتمہ بالخیر اور مغفرت کی دعا فرماتے رہیں۔

وہ کتابیں جن سے شرح میں مدد لی گئی ہے

(۱) شرح ملا علی قاریؒ یہ نہایت نفیس اور جامع شرح ہے جو مضمون صرف و نحو و لغت وغیرہ سے متعلق ہے وہ اکثر و بیشتر اسی سے لیا ہے (۲) ابراز المعانی مصنفہ امام کبیر عبدالرحمٰن ابن اسماعیل ابن ابراہیم ابن عثمان دمشقی شافعی جو ابو شامہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ المتوفی ۶۶۵ھ یہ بھی قصیدے کی عمدہ شرح ہے۔ (۳) ارشاد المرید جو علی ابن محمد ضباع کی تصنیف ہے جو اس زمانے میں مصر کے شیخ القراء اور یکتائے روز گار ہیں یہ قصیدے کی بہت مختصر شرح ہے اس میں فن کے تمام مسائل نہایت تحقیق کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا وَعَنْ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ (۴) سراج القاری لابن القاصح یہ بھی قصیدے کی شرح ہے۔ (۵) نشر کبیر مصنفہ علامہ شمس الدین ابو الخیر محمد ابن محمد جزری یہ دو جلدوں میں ہے اور اس فن کا بیش بہا خزانہ ہے۔ مسائل کی تحقیق اس قدر کی ہے کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ درحقیقت موصوف نے امت محمدیہؐ پر بہت ہی بڑا احسان فرمایا ہے۔ (۶) غیث النفع للسیدؒ علی النوری الصفاقسیؒ یہ بھی اپنے طرز میں نرالی اور محققانہ تصنیف ہے۔ (۷) اتحاف فضلاء البشر فی القرآت الاربع عشر للشیخ احمد ابن محمد میاطی جو بناء سے مشہور ہیں۔ متوفی ۱۱۱۷ھ یہ بھی نہایت محققانہ تصنیف ہے۔ اور چودہ قراتوں میں ہے (۸) شرح سبعہ مصنفہ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب قدس سرہ پانی پتی یہ فن کا تاریخی اور علمی بیش بہا خزانہ ہے عبارت بھی نہایت فصیح اور بلیغ ہے اور اپنی مثال آپ ہی ہے اللہ کرے اس کی دوسری جلد بھی چھپ کر امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید ہو (۹) بیان القرآن مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ وغیرہ وغیرہ۔

شرح کی خصوصیات اور اصطلاحات

(۱) شعر کے ترجمہ میں مطلب واضح کرنے کے لیے کچھ عبارت بڑھائی گئی ہے۔ لیکن اس زائد عبارت کو قوسین میں (یعنی دو لکیروں کے درمیان) لکھا ہے تاکہ اصل ترجمہ اور اس کے مطلب میں جدائی رہے (۲) ترجمہ ترکیب خیز کیا ہے۔ پس جو حضرات صرف و نحو سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ ترجمہ ہی میں غور کرنے سے نحوی ترکیب بھی نکال سکیں گے اور گو بعض جگہ عبارت اردو محاورے کے خلاف بھی ہو گئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی ترکیبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ ہی کو اہم سمجھا گیا ہے کیونکہ اس سے صرفی اور نحوی استعداد کو قوت پہنچتی ہے اور وہ قرآن و حدیث کے مطالب کے سمجھنے میں معین ہوتی ہے۔ (۳) جو ہے کا لفظ خبر کو مبتدا کے ساتھ مرتبط کرنے کے لیے استعمال کیا ہے پس جس لفظ کے بعد جو ہے آئے اس کو مبتدا سمجھیں۔ (۴) ترجمہ میں لفظ (یعنی) بدل بتانے کے لیے استعمال کیا ہے پس یعنی کے بعد والے لفظ کو ترکیب میں بدل تصور کریں۔ (۵) پہلے شعر کا ترجمہ لکھا گیا ہے پھر شرح اور ضرورت کے موقعوں پر نحوی ترکیب بھی بتائی گئی ہے جہاں زیادہ تفصیل تھی وہاں النحو و العربیہ کے زیر عنوان اور دوسرے موقعوں میں حواشی پر درج کی گئی ہے۔ (۶) شرح میں صرف مطلب لکھا ہے اور زیادہ مفصل مضمون کو فائدہ اور توضیح کا عنوان لکھ کر اس میں بیان کیا گیا ہے اور ایک بات کو دوسری سے جدا کرنے کے لیے یا تو نمبر لگائے گئے ہیں یا الف با جیم وغیرہ حروف لکھے گئے ہیں۔ تاکہ ہر ایک چیز کے یاد کرنے اور سمجھنے میں آسانی رہے (۷) بعض حروف پر دو یا تین حرکتیں بھی لکھی گئی ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ باعتبار لغت اس میں دو یا تین وجوہ جائز ہیں۔ اسی طرح اگر ضمیر کی ہا پر پڑا زیر بھی ہو اور کھڑا بھی یا سیدھا پیش بھی ہو اور الٹا بھی تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس ہا میں عدم صلہ اور صلہ دونوں جائز ہیں۔ (۸) با تا ثا ھا خا را طا ظا فا ہا یا یہ گیارہ حروف اصل کے اعتبار سے سہ حرفی ہیں یعنی ان میں الف کے بعد ہمزہ بھی ہے پس با کی اصل باء اور تا کی اصل تاء ہے پھر آسانی کے لیے ہمزہ کو حذف کر دیا اس لیے اگر یہ حرف کسی مصرع یا شعر کے آخر میں ہوں گے تب تو ان میں ہمزہ کا حذف امام حمزہ کی قرآءت کے موافق وقفاً" اور لغتاً" ہوگا اور اگر درمیان میں ہوں گے تو پھر ہمزہ کا حذف شعری ضرورت کی بناء پر ہو گا۔ (۹) لفظ محقق سے ہر جگہ علامہ جزری صاحب نشر مراد ہوں گے جن کی بابت علماء کا اتفاق ہے کہ زمانے میں آپ کے بعد کوئی ایسا بلند پایہ محقق آپ کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ موصوف نے اپنی کتاب نشر میں قرآءت کے ہر ہر مسئلہ کی پوری تحقیق درج فرمائی ہے اور بعد کے تمام علماء آپ ہی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ (۱۰) اگر کسی الف پر مد بنا ہوا ہو اور اس کے بعد ہمزہ نہ ہو تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ اصل میں اس الف کے بعد ہمزہ تھا جو حذف ہو گیا اور یہ حذف بھی شعر و مصرعہ کے آخر میں حمزہ کی قرآءت کے موافق لغتاً" اور درمیان میں ضرورتاً" ہوگا۔ (۱۱) بعض اشعار پر ص لکھا گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شعر میں شارحین نے اصلاح کی ہے۔ احقر نے اس قسم کے تمام اشعار کو ایک جگہ ایک رسالہ کی شکل میں جمع کر دیا ہے جس کا نام "اصلاحات شاطبیہ" ہے۔ (۱۲) "صَضْ" یہ صُرِفَ ضَرُوْرَۃً کا مختصر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جس اسم پر یہ علامت ہو وہ دراصل غیر منصرف تھا پھر شعری ضرورت کی بنا پر منصرف کر لیا گیا ہے۔ (۱۳) بعض جگہ کئی کئی اشعار کی شرح یکجا لکھی گئی ہے اور ہر شعر کا مطلب دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے عبارت میں اشعار کے نمبر لگا دیئے ہیں۔ (۱۴) کتابوں کی عبارتیں اکثر جگہ الفاظ کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنی اور مفہوم کے لحاظ سے لی گئی ہیں یعنی آسانی کی غرض سے الفاظ میں قدرے تغیر کر دیا۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امید و آرزو

اب مقدمے میں نہایت ضروری و مفید اور عجیب و غریب مضامین جمع کیے جاتے ہیں اور منشا صرف یہ ہے کہ علماء کرام خصوصاً اور دیگر حضرات عموماً اس عظیم الشان اور جلیل القدر فن کی پوری طرح قدر کریں اور اپنی خصوصی توجہات اس کی طرف مبذول فرمائیں اور عربی مدارس کے لیے اس علم کی کتب کو درسیات کا جزو لازم قرار دیں اگر اہل علم تمہید کے بعد مقدمہ کی چھٹی اور آٹھویں فصل کا پورے غور سے مطالعہ فرمائیں گے تو مجھے قوی امید بلکہ یقین ہے کہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس فن کی محبت عشق کے درجہ میں ہونی چاہیے پھر وہ اس کے فروغ دینے کے لیے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ حق تعالیٰ میری اس امید کو پورا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

(قاری) فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اس کے دو حصے ہیں حصہ اول اس میں قرآءت کے مبادی اور مقری اور قاری کی تعریف اور ان کے آداب ان تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اول قراءت کے مبادی (ابتدائی اصطلاحات) جو شخص کسی علم میں ماہر بننا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس علم کے مبادی بھی معلوم کر لے پس قرآءت کے مبادی یہ دس چیزیں ہیں: تعریف، موضوع، ثمرہ، فضیلت، نسبت، واضع، علم کا نام، علم کا استمداد (کہ اس کا سہارا اور ثبوت کس ذریعہ سے ہوتا ہے) فن کا حکم، فن کے مسائل۔ (۱) تعریف یہ ہے کہ قرآءت اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور اختلاف معلوم ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لینے کی بنا پر ہے اپنی رائے کی بنا پر نہیں۔ (۲) قرآءت کا موضوع قرآن مجید کے کلمات ہیں کیونکہ اس علم میں ان کلمات ہی کے تلفظ کے حالات کی بحث کی جاتی ہے۔ (۳) اس کا ثمرہ (فائدہ) یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید تبدیل اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور آئمہ کی سب قراءتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ (۴) اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ سب علوم سے افضل ہے کیونکہ اس کا تعلق کلام الٰہی کے ساتھ ہے جو اشرف الکلام ہے۔ (۵) اس کی نسبت دوسرے علوم کے ساتھ تباین ہے یعنی یہ دوسرے علوم سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ (۶) اس کے واضع قراءت کے آئمہ ہیں کیونکہ اس کو انہیں حضرات نے مرتب کیا ہے اور بعض کے قول پر ابو عمر حفص ابن عمر دوری ہیں۔ (۷) اس کا نام علم قراءت ہے اور قرآآت قراءت کی جمع ہے یعنی وہ وجہ جس کے موافق پڑھا جائے۔ (۸) اس کا استمداد اور سہارا آئمہ کی ان صحیح اور متواتر نقلوں سے ہے جو ان کو آنحضرت سے پہنچی ہیں یعنی کسی کا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے۔ (۹) اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایہ ہے پس اگر ایک بھی نہ سیکھے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ (۱۰) اس کے مسائل قواعد ہیں مثلاً جب دو ہمزہ قطعی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو حرمی اور بصری ان میں سے دوسرے کی تسہیل کرتے ہیں اور جو ہمزہ ساکنہ فاکلمہ میں ہو ورش اس کا ماقبل کی حرکت کے موافق حرف مد سے ابدال کرتے ہیں دوم (ا) مقری (یعنی قرآءت کا استاد) وہ ہے جو قرآءت کو جانتا بھی ہو اور زبان سے ادا کرنے پر بھی قادر ہو اور ان کو ایسے استاد سے روایت کرتا ہو جس کے درس میں طلباء قراءت کو زبان سے ادا کر کے پڑھتے ہوں اور اس نے بھی اپنے اساتذہ سے اسی طرح پڑھا ہو پس اگر کوئی استاد سے پڑھے بغیر کسی کتاب سے قراءت نقل کرنے لگے تو وہ مقری نہیں۔ (ب)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مقری کے لیے شرط یہ ہے کہ اس میں یہ صفات ہوں مسلم ہو' عاقل ہو' بالغ ہو' اعتماد کے قابل ہو' مامون ہو کہ اس کی طرف سے بے دینی کا اندیشہ نہ ہو۔ ضابط ہو کہ جو کچھ اساتذہ سے پڑھا ہے اس کو صحیح طور پر یاد رکھتا ہو۔ فاسق فاجر نہ ہو کہ علانیہ شریعت کے خلاف کام کرتا ہو۔ کمینوں اور کم ہمتوں کے سے کام نہ کرتا ہو۔ (ج) نیز قراء ت کے استاد پر واجب ہے کہ خالص حق تعالیٰ کی رضا کی نیت سے پڑھائے اور دنیاوی اغراض میں سے کسی غرض کا طالب نہ ہو جیسے تنخواہ لینا کہ اسی نیت سے پڑھائے کہ مجھے تنخواہ ملے گی اور حق تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو یا یہ کہ لوگ میری تعریف کریں گے یا ان کے دلوں پر میرا سکہ بیٹھ جائے گا اور وہ میری عزت کریں گے۔ (د) اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے شاگردوں سے کسی ادنیٰ نفع کی بھی امید نہ رکھے نہ خدمت کی نہ مال کی خواہ تھوڑا ہی ہو اور چاہے ہدیہ ہی کے طور پر ہو۔ جس کی صورت یہ ہو کہ اگر وہ اس کے پاس نہ پڑھتا تو اس کو وہ ہدیہ نہ دیتا اور اگر حالت یہ ہو کہ پڑھنا شروع کرنے سے پہلے بھی ہدیہ دیا کرتا ہو یا اس کی محبت سے اندازہ ہوتا ہو کہ پڑھنے کے بعد بھی یہی دستور رکھے گا۔ تو اس صورت میں ہدیہ کے قبول کر لینے میں مضائقہ نہیں۔

مسئلہ : قرآن مجید کے پڑھانے پر تنخواہ لینے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پس امام ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت کے مذہب پر تو ناجائز ہے اور ایک دوسری جماعت (حسنؒ' ابن سیرینؒ و شعبیؒ) کے مذہب پر جائز ہے جبکہ اس طرح شرط نہ کرے کہ تنخواہ ملے گی تو پڑھاؤں گا ورنہ نہیں اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ و عطاءؒ کے نزدیک اگر شرط کر لے تب بھی جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ معاملہ کو شرعی قواعد کے موافق طے کر لے کہ تنخواہ کی مقدار اور کام کرنے کا وقت دونوں چیزوں کو معین کر لے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شہر میں تعلیم کا کام کرنے والے اس کے علاوہ اور لوگ بھی ہوں غالباً مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے سوا کوئی اور کام کرنے والا نہ ہو تو شرط کر کے تنخواہ لینا جائز نہیں اور چونکہ بعض علماء کے نزدیک تنخواہ لینا ناجائز بھی ہے اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی کارسازی پر بھروسہ کر کے لوجہ اللہ کام شروع کر دے اور اگر اتنی ہمت نہ ہو یا عیال وغیرہ کا ساتھ ہو اور ان کے حقوق کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو تنخواہ لے لے۔ مگر لینے کے وقت جیسا کہ صاحب غیث وغیرہ نے فرمایا ہے یہ نیت کرے کہ یااللہ میں آپ کا بندہ ہوں میرے ذمہ آپ کے دین کی خدمت ضروری ہے اور میں یہ تنخواہ اس کے عوض کے طور پر نہیں بلکہ اپنی حاجات کی غرض سے لیتا ہوں۔ معلم کے آداب استاد کے لیے مناسب ہے کہ پسندیدہ اخلاق اختیار کرے یعنی دنیا کی طرف زیادہ رغبت نہ رکھے اور دنیا کے مال و دولت سے اور دنیا داروں سے بے پروا رہے اور سخاوت بردباری صبر شریفانہ اخلاق اختیار کرے۔ لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آئے لیکن اس قدر نہ ہو کہ ہنسی اور ٹھٹھے کی حد تک پہنچ جائے۔ تقویٰ اور عاجزی اور خشوع و خضوع اختیار کرے۔ اپنے نفس کو ریا اور حسد اور کینہ اور غیبت سے پاک رکھے۔ کسی کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ خودپسندی سے بھی پرہیز کرے مگر اس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ اپنی نظر کی بھی حفاظت رکھے کہ بلا ضرورت ادھر ادھر نہ دیکھے۔ ہاتھوں سے فضول حرکت نہ کرے۔ بغلوں کی بدبو بھی دور کرے۔ بدبودار چیزوں کے استعمال سے بچے۔ اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت بھی شرع کے موافق رکھے یعنی مونچھیں اور ناخن کترے اور داڑھی میں کنگھا کرے۔ تمام اعضا کو ساکن رکھے۔ قرآن مجید کے معانی میں غور کرتا رہے۔ جو چیزیں دھیان بٹانے والی ہوں ان سے اپنے دل کو فارغ رکھے۔ اگر شاگرد کسی جگہ بھول جائے یا کوئی غلطی کرے تو زمین پر ہاتھ مار کر یا خود ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کر دے تاکہ وہ اپنی غلطی کو سمجھ جائے اور ذرا ٹھہرا رہے کہ اس کو غلطی یاد آجائے اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اس کو غلطی سے آگاہ کر دے اس طرح عمل کرنے سے تدبر کا موقعہ زیادہ ملتا ہے۔ اپنی ہیئت بھی خوبصورت بنائے اور کپڑے صاف اور ستھرے رکھے۔ ناجائز لباس سے پرہیز رکھے اور اس لباس سے بھی بچے جو اساتذہ کی شان کے لائق نہیں۔ تمام حالات میں ظاہر و باطن دونوں سے حق تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔ یہ خواہش نہ کرے کہ میرے پاس لوگ کثرت سے آئیں تاکہ مجلس بارونق رہے۔ جب درسگاہ میں پہنچے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اگر مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہو تو ان نفلوں کا اور بھی زیادہ خیال رکھے لیکن تنخواہ دار کے لیے مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا جائز نہیں۔ یہ بھی مستحب ہے کہ بیٹھنے کے لیے کشادہ جگہ اختیار کرے تاکہ سب شاگردوں کے لیے کافی ہو جائے۔ شاگردوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔ سب کا برابر خیال رکھے البتہ اگر ان میں سے کوئی مسافر ہو یا سمجھ اور قابلیت زیادہ رکھتا ہو تو اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں۔ جو پہلے آیا ہو اس کو سب سے پہلے اور اس کے بعد والے کو اس کے بعد پڑھائے ہاں اگر پہلے آنے والا دوسرے کو خوشی سے اجازت دے دے تو اس کو پہلے پڑھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جو شخص تعظیم و اکرام کے لائق ہو فاضل طلباء میں سے ہو یا اور لوگوں میں سے اگر استاد اس کے آنے پر کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ استاد کو چاہیے کہ شاگردوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور عزت اور خیر خواہی کا برتاؤ رکھے۔ جو چیزیں ان کے لیے مفید ہوں ان پر آگاہ کرتا رہے۔ ان کے آنے پر مرحبا کہے اور خوشی ظاہر کرے اور ان کی دلجوئی کرتا رہے اور مہربانی سے پیش آئے۔ اپنی حیثیت کے موافق ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی امداد کرتا رہے۔ ان کو شوق دلاتا رہے کہ وہ معلم بننے کی استعداد پیدا کریں قرآن کی قرآءت اور تمام شرعی علوم میں مشغول رہنے کی فضیلت بھی سناتا رہے تاکہ ان کا شوق روز بروز بڑھتا چلا جائے۔ دنیا سے کم رغبتی کی عادت ڈالے۔ دنیا کا فانی اور بے حقیقت ہونا بتاتا رہے تاکہ ناپائیدار زندگی پر بھروسہ کر کے آخرت سے غافل نہ ہو جائیں۔ ان کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ ان کی تعلیمی ضروریات کا پورا اہتمام رکھے۔ ان کی شرارت اور بے ادبی پر صبر کرتا رہے کیونکہ آدمی اپنی اولاد کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔ اگر کوئی شاگرد کسی اور معتبر استاد سے بھی پڑھنا چاہے جس سے اس کو نفع پہنچنے کی امید ہو تو اس کو خوشی سے اجازت دے دے اور یہ خیال نہ کرے کہ جب یہ دوسرے سے بھی پڑھے گا تو اس کے دل میں میری وقعت نہیں رہے گی یا دوسرے استاد کو مجھ سے بڑھ کر سمجھنے لگے گا۔ ان کے ساتھ بڑا اور اونچا بن کر نہ رہے بلکہ تواضع کا معاملہ رکھے تاکہ جو بات پوچھنے کی ہو بے تکلف پوچھ سکیں۔ جو بھلائیاں اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی ان کے لیے پسند کرے اور جن چیزوں کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا ان کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ ان کو آہستہ آہستہ شرعی آداب اور عمدہ عادتیں سکھاتا رہے۔ اس بات کی عادت ڈالے کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا بھی شوق دلائے کہ اعمال میں خلوص اور صداقت اور نیت میں عمدگی پیدا کریں۔ اپنے تمام حالات میں حق تعالیٰ ہی کی طرف دھیان رکھیں۔ ان کو تعلیم دینے اور مسائل کے سمجھانے پر اس قدر حریص رہے کہ اپنے ذاتی کام جو غیر ضروری ہوں ان سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر سمجھے۔ اس کی بھی تاکید رکھے کہ پڑھے ہوئے حصہ کو لوٹاتے رہیں۔ اگر کسی شاگرد میں کوئی شرافت یا علمی کمال پائے تو اس پر اس کی تعریف بھی کرے۔ بشرطیکہ اس سے تکبر اور عجب کی بلا میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر وہ کوئی قصور کرے تو اس کو خفیف سی سزا بھی دے مگر اس حد تک نہ ہو کہ اس کو علم سے نفرت ہو جائے۔ اگر اس کی نیت میں کچھ خرابی معلوم ہو تو اس سے تعلیم کو بند نہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کی نیت کے درست کرنے کی کوشش کرے۔ علم کی بیقدری بھی نہ کرے پس پڑھانے کے لیے کسی کے مکان پر نہ جائے چاہے وہ خلیفہ ہو یا کوئی اور عہدہ دار ہو۔ راستہ میں چلتے ہوئے پڑھانا بھی جائز ہے گو بعض حضرات نے اس کو معیوب سمجھا ہے مگر اس پر فتویٰ نہیں لیکن قرآن کھول کر نہ پڑھے۔ کیونکہ راہ چلتے لوگوں کی پیٹھ ہوگی البتہ حفظ پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ قرآن مجید کی تعظیم کا پورا لحاظ رکھا جائے جو شاگرد اس لائق ہو جائے کہ اس کو پڑھانے کی اجازت دے دی جائے تو کچھ مال وغیرہ حاصل کرنے کے لالچ سے اجازت دینے میں دیر نہ کرے کیونکہ اجازت کوئی قیمت کی چیز نہیں۔ جس کو مال کے بدلے بیچا جائے۔ سوم۔ شاگرد کے آداب قاری اس کو کہتے ہیں جس نے قراء تیں پڑھی ہوں اور اس میں ان کے نقل کرنے کے بھی اہلیت ہو پس اگر تین قراء تیں پڑھی ہیں تو مبتدی ہے اور اگر چار یا پانچ پڑھی ہیں تو متوسط ہے اور اگر اکثر قراءات کے نقل کرنے کی لیاقت رکھتا ہے تو منتہی ہے اور قاری اور شاگرد کے لیے ضروری ہے کہ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے۔ نیت خالص رکھے جو چیزیں علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے سے روکتی ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ جوانی کے اوقات کو غنیمت جان کر ان میں علم حاصل کرنے کی کوشش کرے گو مسائل کا لکھ لینا بھی نہایت مفید ہے لیکن اس پر اعتماد کرکے بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ طالب علم کے لیے بڑی آفت ہے۔ اگر کسی کو کوئی علمی اور کام کی بات معلوم ہو تو اس سے پوچھنے میں عار اور تکبر نہ کرے۔ استاد ایسے شخص کو بنائے جو علمی معلومات اور استعداد اور دینداری میں کمال رکھتا ہو اور جو شرطیں اوپر معلم کے آداب میں بیان ہوئی ہیں۔ اس میں وہ سب یا اکثر پائی جاتی ہوں۔ اپنے دل کو گناہوں کی ظلمتوں اور دنیاوی تعلقات سے پاک رکھے تاکہ اس میں قرآن کے قبول کرنے اور اس کے حفظ کرنے اور اس کے معانی اور مطالب کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو۔ علم سیکھنے کے لیے ہروقت حریص اور بے صبر بنا رہے لیکن طاقت سے زیادہ محنت نہ کرے۔ جو قراءات اور مسائل پڑھ چکا ہے پوری پابندی کے ساتھ ان کی حفاظت رکھے اگر ساتھیوں میں سے کسی کو حق تعالیٰ نے کوئی فضیلت عطا فرمائی ہو تو اس کی وجہ سے اس سے حسد نہ رکھے بلکہ اس کی فضیلت کا اقرار کرے اور اس پر اس کی تعریف بھی کیا کرے۔ اپنے استاد کے ساتھ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے۔

اس کے ساتھ ادب اور احترام اور تعظیم سے پیش آئے۔ اس کے سامنے عاجز بن کر رہے اگرچہ وہ شہرت اور نسب اور نیک بختی میں اس سے کمتر ہی ہو اور عمر میں اس سے چھوٹا ہو جو بات اور جو حرکت کرے سوچ سمجھ کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ بچوں کی طرح بے پروائی اختیار نہ کرے اگر وہ کھڑا ہو تو اس کا کپڑا نہ پکڑے۔ جب اس کو تکان ہو اس وقت تنگ نہ کرے۔ اسکی صحبت سے کبھی سیر نہ ہو۔ اگر زیادہ دیر تک صحبت میسر آجائے تو اس کو غنیمت سمجھے۔ اس کا تابعدار رہے۔ اپنے تمام معاملات میں اس سے مشورہ لیتا رہے۔ اس کی مجلس میں شاگردوں کی طرح بیٹھے نہ کہ استادوں کی طرح نیز کسی اور کے ساتھ ہاتھ کے یا آنکھ کے اشارے سے بات نہ کرے۔ اس کی بابت یہ اعتقاد رکھے کہ یہ استعداد اور اہلیت میں اپنے زمانہ کے تمام شیوخ سے افضل ہے۔ اس کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی پر مقدم رکھے اگر وہ کسی جگہ کسی خاص ضرورت سے گیا ہو تو وہاں اس کے پاس اجازت کے بغیر نہ جائے۔ اس کا بھید کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اس کے سامنے اس کے ہمعصروں میں سے کسی کا ذکر نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ فلاں شخص آپ کی تحقیق کے خلاف اس طرح کہتا ہے۔ اگر کوئی استاد کی غیبت کرنے لگے تو اس کی تردید کر دے اور اس کو روک دے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔ جب شیخ کی درسگاہ کے قریب پہنچے تو حاضرین کو السلام علیکم کہے اور شیخ کے ساتھ زیادہ تعظیم سے پیش آئے اور جاتے وقت بھی استاد اور حاضرین سب کو سلام کرے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھاند کر نہ جائے بلکہ مجلس میں جہاں بھی جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ ہاں اگر شیخ خود یا اس کے ساتھی ایثار کر کے آگے بڑھنے کی اجازت دیدیں تو مضائقہ نہیں اور کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے اگر کوئی خود ہی ایثار کر کے اپنی جگہ دینا چاہے تو اس کو تین حالتوں میں قبول کرے۔ شیخ کا بھی یہی حکم ہو۔ اس کے وہاں بیٹھنے میں حاضرین کو کچھ فائدہ پہنچتا ہو۔ اس ایثار کرنے والے کو قسم دے کہ آیا وہ اس میں خوش بھی ہے۔ حلقہ کے بیچ میں بھی نہ بیٹھے مگر ضرورت کے وقت مضائقہ نہیں۔ دو آدمیوں کے درمیان بھی ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور جو لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوں ان کے ساتھ مجلس کے آداب کا لحاظ رکھے۔ پڑھنے اور بات کرنے میں آواز کو زیادہ بلند بھی نہ کرے۔ ضرورت کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرے۔ دائیں بائیں بھی نہ دیکھے بلکہ شیخ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی تقریر کو غور سے سنے۔ شیخ کے سامنے نہ تو کسی کی غیبت کرے نہ اس کی مجلس میں کسی سے مشورہ کرے۔ جب یہ دیکھے کہ شیخ کسی کام میں مشغول ہے یا تکان اور غم اور تشویش اور بھوک اور پیاس اور نیند کی حالت یا ان کے سوا کوئی اور ضرورت درپیش ہے تو اس وقت سبق نہ پڑھے کیونکہ اس صورت میں پڑھانے سے شیخ کو بہت تکلیف ہو گی۔ پوری حضوری اور خوشدلی کے ساتھ نہیں پڑھا سکے گا۔ اگر اس کی طرف سے کوئی ناگواری یا بدخلقی کی بات پیش آئے تو اس کو بھی برداشت کرے یہ نہ ہو کہ اس کے سبب اس کی صحبت کو ترک کر دے یا اس کے کمال کا معتقد نہ رہے اگر یہ دیکھے کہ شیخ سو رہا ہے یا کسی ضروری کام میں مشغول ہے تو چاہے اس کے جاگنے اور فارغ ہونے تک منتظر رہے اور چاہے لوٹ جائے۔ اگر شیخ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کرے اور سبق ناغہ نہ کرے ہاں اگر شیخ کی عادت یہ ہو کہ وہ ایک خاص وقت ہی میں پڑھاتا ہو تو ناغہ میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ مجبوری کی بنا پر ہے۔ اگر تلاوت کرتے وقت اس کا شیخ یا کوئی ایسا شخص آجائے جو کسی طرح کی فضیلت یا بزرگی رکھتا ہو مثلاً عالم ہو نیک بخت ہو یا عمر میں اس سے بڑا ہو یا اسلامی حاکم ہو یا کوئی اور دینی فضیلت رکھتا ہو تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا بھی جائز ہے اور نووی نے اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستحب بتایا ہے۔ لیکن یہ شرط لگائی ہے کہ تعظیم کی غرض سے ہو ریا کے طور پر نہ ہو۔

مقدمہ کا دوسرا حصہ۔ اس میں بارہ فصلیں ہیں :۔ پہلی فصل ان چند امور میں جن کا معلوم کرلینا فائدے سے خالی نہیں۔

قراءات و روایات و طرق کا فرق

اختلاف کی نسبت اگر پورے امام کی طرف ہو تو قراء ت ہے اور اگر راوی کی طرف ہو تو روایت اور راوی کے شاگرد کی طرف ہو تو طریق ہے پس راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں برابر ہے کہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو۔ غرض اس کے سلسلہ میں داخل ہو جیسے دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا ابن کثیر کی قراء ت ہے اور قالون کی راویت ہے نافع سے اور ابو عدی کا طریق ہے ابن سیف سے جس کو انہوں نے ازرق سے اور ازرق نے ورش سے نقل کیا ہے۔

اختلاف واجب اور جائز کا فرق

جو اختلاف اماموں اور راویوں اور شاگردوں سے اس طرح منقول ہو کہ اس میں اختیار نہ دیا ہو کہ اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں اور دوسری طرح بھی اس کو اختلاف واجب کہتے ہیں اس کی مثال وہی بسم اللہ ہو سکتی ہے جو ابھی بیان ہوئی کیونکہ مذکورین نے اس کے پڑھنے نہ پڑھنے میں اختیار نہیں دیا بلکہ صرف پڑھنے کو ضروری سمجھا ہے اس قسم کے تمام اختلافات کا پڑھنا ضروری ہے جبکہ قراء ت کو جمع کر کے پڑھ رہے ہوں اس کے بغیر جمع کی تکمیل نہ ہو گی اور ورش کے لیے بدل کی تینوں وجوہ بھی اسی قسم سے ہیں اور جس میں ناقلین نے اختیار دیا ہو وہ اختلاف جائز ہے جیسے الرَّحِيْم اور الْعٰلَمِيْنَ اور نَسْتَعِيْنُ اور مَآب وغیرہ کی وقفی وجوہ کہ ان میں ناقلین نے طول' توسط' قصر' اسکان' اشمام' روم میں اختیار دیا ہے۔ اس قسم کی تمام وجوہ کا ہر جگہ جمع کرنا ضروری نہیں ہاں اگر طالب علم کو سکھانے کے لیے چند مواقع میں جمع کر لی جائیں تو مضائقہ نہیں اور حمزہؒ کی وقفی وجوہ بھی اسی قبیل سے ہیں مگر چونکہ ان کا سمجھنا دشوار ہے اس لیے دستور یہ ہے کہ ان کو ہر جگہ جمع کر لیتے ہیں۔

دوسری فصل افراد و جمع قراءات میں

طرق و روایات کے الگ الگ پڑھنے کو افراد اور کئی روایتوں اور قراء توں کے یا ایک قراء ت کے اکٹھا پڑھنے کو جمع کہتے ہیں سلف صالحین چونکہ بلند ہمت تھے اس لیے وہ طرق اور روایات کو الگ الگ پڑھتے تھے تاکہ علم میں پوری مہارت حاصل ہو جائے اور پانچویں صدی کے شروع تک یہی حال رہا اس کے بعد روایات اور قراء ات کو جمع کر کے پڑھنا ظہور میں آیا مگر اس وقت بھی احتیاط والے آئمہ جمع کو سلف صالحین کے طریق کے خلاف ہونے کی بنا پر مکروہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے تھے اور جو آئمہ جمع پڑھاتے تھے وہ بھی مبتدی کو ہرگز نہیں پڑھاتے تھے بلکہ جب روایات کو علیحدہ علیحدہ پڑھ کر خوب ماہر ہو جاتا تھا تب جمع کی اجازت دیتے تھے اور چھٹی صدی تک یہی حال رہا کہ مبتدی کو اولاً کسی ایک قراء ت کے جمع کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی تھی ہاں جو اساتذہ طلبا کے حق میں نرمی اور تساہل برتتے تھے وہ مبتدی کو بھی ایک ایک قراء ت کے جمع کرنے کی اجازت دیدیتے تھے لیکن قالون ورش خلف اور خلاد کی روایتوں کو وہ بھی الگ الگ پڑھاتے تھے۔ محقق فرماتے ہیں کہ جب میں دمشق کے شیوخ سے افراداً قراء ت پڑھ چکا تو میں نے استاد امین الدین عبدالوہاب کو ابو عمرو اور حمزہ کی قراء ت ایک ایک ختم میں سنا کر (تمام قرا آت کو) جمعاً" پڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا چونکہ تم نے مجھے افراداً تمام قراآت نہیں سنائیں اس لیے میں جمعاً" نہیں سنتا پھر اصرار پر نافع ابن کثیر کی قرا آت جمع کرا دیں انتہی کس قدر احتیاط تھی کہ اتنے بڑے ماہر کو بھی جمع کی اجازت نہیں دی نیز فرماتے ہیں کہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے امام تقی الدین ابو عبداللہ الصائغ سے اکیس ختم سنائے بغیر قراآت سبعہ جمعاً" پڑھی ہوں ہاں اگر کسی کی بابت أئمہ کو یہ اطمینان ہو جاتا تھا کہ یہ کسی دوسرے استاد سے افراداً اور جمعاً" پڑھا چکا ہے تو اس کو اپنے یہاں افراداً پڑھنے پر مجبور نہیں کرتے تھے بلکہ جمع کی اجازت دیدیتے تھے۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ پسندیدہ اور احتیاط کی بات تو یہی ہے کہ ہر روایت کو علیحدہ علیحدہ پڑھا جائے لیکن اگر جمعاً" پڑھنا چاہیں تو اس میں اس کا ضرور لحاظ رکھیں کہ اولاً قراآت کو افراداً پڑھیں پھر جمعاً" پڑھیں اور جمع میں ذیل کی چار شرطوں کا لحاظ رکھیں :۔

(۱) وقف کی خوبی کی رعایت کہ وقف نامناسب موقعہ پر نہ ہو پس وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ میں اِلَّا سے پہلے وقف کرکے وجوہ پوری نہ کرے کیونکہ اس صورت میں معنی نامناسب ہو جاتے ہیں (۲) ابتدا کی خوبی کی رعایت کہ یہ بھی نامناسب موقع سے نہ ہو مثلاً اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ اور اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ اور وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا سے ابتدا نہ کرے کیونکہ اس میں بھی مراد کے خلاف معنی کا وہم ہوتا ہے۔ (۳) حسن ادا کی رعایت کہ تجوید کی پوری پابندی کی جائے اس کا آج کل بالکل خیال نہیں کیا جاتا بلکہ قابل و ناقابل سب کو قراء ات پڑھا دی جاتی ہیں اور اس کی سے قراء ات کے اختلافات جو قرآن مجید کے کمالات ظاہر کرتے ہیں وحشت ناک بن جاتے ہیں اور عام طبیعتیں قراء ات کی طرف مائل ہونے کے بجائے ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اب خیال فرما لیا جائے کہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے اور سلف کے طریقے کے کس قدر خلاف ہے۔ (۴) اس کی رعایت کہ قراء ت میں ترکیب نہ ہونے پائے پس جس قاری کی وجہ سب کے اخیر میں پڑھی ہو آئندہ ابتدا بھی اسی قاری کی وجہ سے کرے۔ اس بات کا خیال رکھنا جمع بالحرف میں ضروری اور جمع بالوقف میں بہتر ہے کیونکہ جمع بالحرف میں اس کے خلاف کرنے سے بعض صورتوں میں ایسی ترکیب پیدا ہو جاتی ہے جس سے کلام نحو کے خلاف ہو کر مہمل بن جاتا ہے جیسے سورۂ حدید میں وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ ہے کہ اس میں اولاً اَخَذَ میں ہمزہ اور خا دونوں کا فتحہ پھر ابو عمرو کے لیے ہمزہ کا ضمہ اور خ کا کسرہ پڑھا جائے گا۔ اس کے بعد مِيْثَاقَكُمْ میں ابتدا بھی ابو عمرو ہی کے لیے قاف کے رفع سے ضروری ہو گی اور اگر مِيْثَاقَكُمْ میں قاف کے نصب سے ابتدا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گی تو فعل مجہول کے فاعل کا منصوب ہونا لازم آئے گا اور جمع بالوقف میں چونکہ یہ صورت پیدا نہیں ہوتی اس لیے اس میں اس بات کی رعایت (کہ جس کی قراءت پر وقف ہو اسی کی قراءت سے ابتداء بھی ہو) ضروری نہیں بہتر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ میں حمزہؒ کے لیے سکتہ پڑھ کر یَکْذِبُوْنَ پر وقف کریں تو آئندہ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ میں ابتدا بھی حمزہؒ ہی کی قراءت سے ہونی چاہیے اس کے بعد اوروں کو پڑھا جائے۔ رہی قرآء کے ناموں کی ترتیب سو اس کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے ہاں اکثر کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ پہلے قالون کو پڑھیں پھر ورش کو پھر ترتیب وار کسائی کے دوری تک پہنچ جائیں لیکن ضروری نہیں اس لیے بعض حضرات ترتیب میں تناسبُ کی رعایت رکھتے ہیں۔ قراء کے ناموں کی نہیں پس اگر پہلے قصر پڑھتے ہیں تو اس کے بعد سب سے کم مرتبہ کا مد پھر اس سے زائد مرتبہ کا مد پڑھتے ہیں یہاں تک کہ مد کے مراتب کے اخیر تک پہنچ جاتے ہیں اور بعض اس کا الٹ کرتے ہیں کہ مد طویل سے شروع کر کے قصر پر ختم کرتے ہیں اور بعض فتح اور امالہ کے لحاظ سے پڑھتے ہیں۔ پس پہلے فتحہ پھر امالہ صغریٰ پھر امالہ کبریٰ پڑھتے ہیں اور بعض اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے نقل پھر تحقیق بلا سکتہ پھر سکتہ قلیلہ (نوٹ: سکتہ قلیلہ اور سکتہ لطیفہ وہ ہے جس میں بہت کم ٹھہرے جیسے امام حمزہ یا خلف کا وہ سکتہ جو ہمزہ سے پہلے ساکن پر کرتے ہیں جیسے وَالْاَرْضَ اور عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور رَحِیْمٌ ۝ الٓمّٓصٓ میں ہے جس کا بیان باب النقل میں آئے گا اور اسی طرح حفص کا وہ سکتہ جو عِوَجًا اور مِنْ مَّرْقَدِنَا اور مَنْ رَاقٍ اور بَلْ رَانَ میں کرتے ہیں اور سکتہ طویلہ وہ ہے جس میں کچھ زیادہ دیر ٹھہرے جیسے ورش' ابو عمرو ابن عامر کا وہ سکتہ جو دو سورتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ واللہ اعلم منہ) پھر سکتہ طویلہ مثلاً لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ الٓمّٓصٓ ۝ میں پہلے ورش کو نقل کے ساتھ پھر ابو عمرو' ابن عامر کو تحقیق بلا سکتہ کے ساتھ پھر حمزہؒ کو تحقیق معہ سکتہ قلیلہ کے ساتھ پھر ورش' ابو عمرو' ابن عامر کو اس سکتہ طویلہ کے ساتھ جو دو سورتوں کے درمیان ہوتا ہے مگر اس مناسبت کی رعایت سے ترتیب پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو قراءت میں پورا ماہر اور محقق ہو۔ (اور اس جمع کی کیفیت میں تین مذہب ہیں) (۱) جمع بالوقف اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جس راوی کو اپنے نزدیک مقدم سمجھ رکھا ہو اس کی قراءت کو شروع کر کے اس موقعہ تک پڑھتا چلا جائے جس کے بعد سے ابتدا بہتر ہو پھر وہاں وقف کر دے پھر اس راوی یا قاری کو پڑھے جو مرتبہ میں اس پہلے قاری کے بعد ہو۔ اگر پہلے قاری کے ساتھ متفق نہ ہو ورنہ پڑھنے کی ضرورت نہیں پھر ہر راوی کو اسی طرح یکے بعد دیگرے پڑھتا چلا جائے اور ہر ایک کے لیے ابتدا اسی جگہ سے کرے جس جگہ سے پہلے قاری کے لیے کی تھی یہاں تک کہ تمام قراء کو پورا کر دے اور ہر مرتبہ میں وقف اسی موقعہ پر کرے جس پر پہلے کیا تھا پھر اس وقف کے مابعد سے اسی طریق سے ابتدا کرے اور یہ اہل شام کا مذہب ہے (۲) جمع بالحرف اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاری قراءت کو شروع کرے اور ایسے کلمہ پر پہنچے کہ جس میں اختلاف ہو تو اس پر وقف کر کے فقط اسی کلمہ کو لوٹاتا رہے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام اختلافات کو پورا کر دے پھر اگر اس کلمہ پر وقف جائز ہو تو اس پر وقف کر دے اور اس کے بعد والے کلمہ سے ابتدا کرے اور اس کلمہ میں سب سے پہلے اس قاری کی وجہ پڑھے جس کی وجہ پہلے کلمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سب کے آخیر میں پڑھی تھی تاکہ ترکیب پیدا نہ ہو اور اگر پہلے کلمہ پر وقف جائز نہ ہو تو اسی قاعدہ کے موافق اس کا دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دے اور اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ وقف کے موقعہ تک پہنچ جائے پھر وقف کر دے اور اگر اختلاف ایسا ہو جو دو کلموں سے تعلق رکھتا ہو تو دوسرے کلمہ پر وقف کر کے اختلاف کو پورا کرے پھر اسی حکم کے موافق اس کے بعد والے کلمہ کو پڑھے اور یہ اہل مصر کا مذہب ہے اور یہ طریق اختلافی وجوہ کے پورا کرنے میں نہایت مضبوط اور حاصل کرنے میں آسان ہے اور پہلا طریق یعنی جمع بالوقف حفظ کرنے میں نہایت مضبوط ہے کہ اس سے اختلافات خوب یاد ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر مرتبہ ابتداء وقف سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہر قراءت دوسری سے پوری طرح ممتاز اور جدا ہو کر خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ محقق فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں طریقوں کو ملا کر ایک تیسرا طریق نکالا ہے۔ اس کا نام جمع مرکب ہے اور یہ جمع کی خوبیوں کے بارے میں نہایت خوبصورت اور عمدہ ہے۔ پس میں ایک قاری کو شروع کرتا ہوں اور خیال رکھتا ہوں کہ قراء میں سے کونسا قاری اس کے ساتھ زیادہ موافق ہے پھر جب ایسے کلمہ پر پہنچتا ہوں جس میں ان دونوں قاریوں کا (یعنی جس کو پڑھ رہا ہوں اس کا اور زیادہ موافقت والے کا) اختلاف ہو تو اس کلمہ پر وقف کر کے اس زیادہ موافقت والے کی وجہ کو بھی اسی کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور ان دونوں کو شریک کر لیتا ہوں پھر اس کلمہ کا وصل کر دیتا ہوں یہاں تک کہ وقف کے جائز موقعہ تک پہنچ کر وقف کر دیتا ہوں اور اختلافات کے پورا ہونے تک اسی طرح کرتا رہتا ہوں یعنی جو قراء باقی رہ گئے ہیں ان کے لیے پھر اسی جگہ سے پڑھتا ہوں جس جگہ سے پہلے شروع کیا تھا اور ان میں بھی اسی دستور کو کام میں لاتا ہوں جو اوپر مذکور ہوا۔ (۳) وہ جمع جو آج کل مروج ہے اور محقق کے نکالے ہوئے طریق کی مکمل ترین صورت ہے اور اس کو مصر و شام کے علماء نے جاری کیا ہے اور یہ بھی پہلے دو طریقوں سے مرکب ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے قالون کو اس موقعہ تک پڑھیں جس پر وقف صحیح ہو اب جو قرا اول سے آخر تک ان کے ساتھ شریک رہے ہوں وہ تو ان کے ساتھ ہی پورے ہو گئے۔ ان کے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور جو رہ گئے ہیں ان میں سے دیکھنا چاہیئے کہ وقف کے زیادہ قریب کون ہے اس کو پہلے پڑھیں پھر اس کو جو اس سے پہلے رہا ہو۔ اسی طرح اوپر تک دیکھتے اور پڑھتے چلے جائیں اور اگر ایک ہی جگہ کئی قاری رہ گئے ہوں تو ان کو اس ترتیب سے پڑھیں جس طرح شاطبی میں نام آئے ہیں یا جس کتاب کے طرق سے پڑھ رہے ہوں اس کی ترتیب کا لحاظ رکھیں اور اگر فتحہ اور امالہ میں کئی قاری رہ گئے ہوں تو فتحہ والوں کو پہلے اور امالہ والوں کو بعد میں پڑھیں۔ صاحب غیث فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تمام شیوخ سے اسی طرح پڑھا ہے اور اسی طرح پڑھاتا ہوں۔ مزید تفصیل کے لیے شرح سبعہ کا مطالعہ فرمائیے۔ اس میں فاتحہ میں اور بقرہ کی چند آیات میں اس جمع کی تشریح بھی درج کی گئی ہے۔

تیسری فصل قرآن اور اس کے خادموں کے فضائل

(۱) ارشاد باری تعالیٰ۔ ہم ہی نے اس نصیحت نامہ کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (۲) یہ کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت والی ہے۔ اس میں غلط بات نہ آگے سے آکر شامل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے۔ (۳) یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیت ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور اسی لیے وہ ہر زمانے میں اپنے بے شمار بندوں کو اس کی خدمت اور حفاظت کے لیے کمربستہ رکھتا ہے جو قرآن کو سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں اور سفر میں ہوں خواہ حضر میں دریا میں ہوں یا خشکی میں پہاڑ پر ہوں یا نرم زمین پر ہر حال میں رات و دن لوح قلب سے اس کی تلاوت کرتے ہیں نہ ان کو کتاب کی ضرورت ہے نہ صحیفہ کی اور آج تک کوئی اس میں ایک نقطہ کی بھی تبدیلی نہ کر سکا۔ بخلاف دوسری الہامی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت انبیاء علیہم السلام اور زاہدوں اور علماء کے سپرد تھی۔ جب یہ حضرات نہ رہے تو ان میں تبدیلی ہو گئی۔ وہ اپنی حفاظت کے لیے صحیفہ کی محتاج تھیں اور آنکھ کی مدد ہی سے پڑھی جاتی تھیں۔ اسی لیے اور امتوں کو ہر زمانے میں نبی کی ضرورت رہتی تھی قرآن کا اس طرح محفوظ چلا آنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعلیٰ ترین دلیل ہے قرآن کے خادموں کے بارے میں بہت احادیث آئی ہیں: (۱) میری امت میں سے شریف لوگ حاملین قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں (بیہقی عن ابن عباسؓ) (۲) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں (طبرانی عن ابن مسعودؓ) (۳) تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں (بخاری و ترمذی عن عثمان) امام عاصم کے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے یہاں (کوفہ کی جامع مسجد میں) بٹھا رکھا ہے حالانکہ موصوف بڑے عالم اور بڑے درجہ کے تابعی تھے اور لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید ہی پڑھاتے رہے (۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو قرآن کی تلاوت کے سبب میرے ذکر کی اور مجھ سے سوال کرنے کی فرصت نہ ملے میں اس کو مانگنے والوں سے بہتر چیز دوں گا اور خدا کے کلام کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی بزرگی تمام مخلوق پر۔ (ترمذی عن ابی سعید خدریؓ) اس لیے اسلاف کرام قرآن پڑھانے کو ہر چیز سے مقدم جانتے تھے (۵) میری امت کی بہترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے (بیہقی عن نعمان ابن بشیر) (۶) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا پس تیرا مقام اس آخر آیت پر ہے جس کو تو پڑھے (ترمذی عن ابن عمرؓ) (۷) اسی لیے ابن مسعودؓ قرآن مجید کی تلاوت کو روزہ سے اور سفیان ثوری قرآن پڑھانے کو جہاد سے افضل سمجھتے تھے (۸) ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھنے والا اس نکمی عمر سے محفوظ رہتا ہے جس میں انسان علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے (۹) عبدالملک ابن عمیر کہتے ہیں کہ قراء قرآن کی عقلیں سب لوگوں سے زیادہ دیر تک باقی رہتی ہیں

www.KitaboSunnat.com

چوتھی فصل قرآءت کا مدار نقل پر ہے

(۱) عمر۔ علی ۔ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے۔ اَمَرَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَقْرَءُوْا الْقُرْاٰنَ كَمَا عُلِّمْتُمْ تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھو جس طرح تمہیں سکھایا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (۲) ابن المنکدر عروہ ابن زبیر عمرابن عبدالعزیز اور عامر شعبی فرماتے ہیں کہ قراءت سنت متبعہ ہے کہ پچھلا پہلے سے اخذ کرتا چلا آتا ہے پس تم کو جس طرح پڑھائی جائے اسی طرح پڑھو (۳) امام نافع اور ابو عمرو کا ارشاد ہے کہ اگر یہ پابندی نہ ہوتی کہ جس طرح ہم نے پڑھا ہے اسی طرح پڑھیں تو ہم فلاں حرف کو اس طرح اور فلاں حرف کو اس طرح پڑھتے (۴) شاطبیہ میں ہے۔

وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَآءَةِ مَدْخَلٌ فَدُوْنَكَ مَافِيْهِ الرِّضَا مُتَكَفِّلَا

قراءت میں قیاس کو کوئی دخل نہیں پس تو ان کی حفاظت کا ذمہ دار بن کر اس کو مضبوط پکڑ لے جس میں ناقلین کی پسندیدگی ہے (۵) ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد محقق اپنے نشر میں فرماتے ہیں کہ قراءت کا فقہی قیاس اور اجتہادی رائے سے کوئی تعلق نہیں ہے انتہی۔ پس یہ خیال بالکل غلط ہے کہ قراءتیں قراء اور اماموں نے خود بنالی ہیں (۶) ہم اسی سلسلہ میں علامہ جعبری کی (جو قصیدہ کے معتبر شارح اور فن کے مسلم امام ہیں) ایک مفید تقریر بھی نقل کرتے ہیں جو سوال و جواب کی صورت میں ہے وَهُوَ هٰذَا

سوال نمبر۱ جب قراءت کی تمام وجوہ کا سرچشمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور سب قراءتیں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہیں تو پھر قراءتوں کی نسبت آپ ہی کی طرف کیوں نہیں کی گئی اور مثلاً نافع ابن کثیروغیرہ کی قراءت کیوں کہتے ہیں

سوال نمبر۲ اگر کسی دلیل کی بناء پر ان حضرات کی طرف قراءت کی نسبت جائز اور صحیح ہے تو پھر ایک معین جماعت کے ساتھ خاص کر دینے کی کیا وجہ ہے جب کہ خود ان کے زمانے میں اور ان سے پہلے اور ان کے بعد اور حضرات بھی فن کے جاننے والے تھے ان کی طرف نسبت کیوں نہیں کی گئی۔ سوال نمبر۳ اگر یہ خصوصیت و انحصار بھی کسی دلیل سے ثابت ہے تو پھر قریب زمانے والوں کو چھوڑ کر ان کی طرف نسبت کرنے کی وجہ کیا ہے جن کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے۔ جواب۔ چونکہ قراءت کی وجوہ عرب کی اقسام اور ان کے لغات کے موافق نازل ہوئی ہیں اس لیے ہر وجہ کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے جس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ تاکہ ان تمام وجوہ کو ناقلین سے معلوم کرکے پوری طرح یاد اور محفوظ کر سکیں۔ نیز ہم ایک متواتر طریق (کثیر مجمع) کے محتاج ہیں جس سے اس وجہ کے قرآن ہونے کا یقین اور علم حاصل ہو جائے جو ہم تک پہنچی ہے اسی لیے ناقلین نے ہر وجہ کی نسبت اس شخص کی طرف کی جو اپنے زمانے میں اس کو پڑھتا تھا۔ پس صحابہ کے زمانے میں عثمانؓ علیؓ زید ابن مسعودؓ ابی وغیرہ رضی اللہ عنہم کی قراءت کہتے تھے اور تابعین کے زمانہ میں ابو جعفرؒ مجاہد سلمی وغیرہ رحمہم اللہ کی قراءت کہلاتی تھیں۔ پھر تابعین کے بعد علماء کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے (۱) وہ جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن پڑھانے اور اس کا طریقہ ادا سکھانے کے لیے مخصوص اور فارغ کر دیا۔ (۲) وہ جو قرآن کے مطالب حل کرنے اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۳) وہ جو ان کے علاوہ دوسرے علوم میں مشغول ہو گئے۔ (۴) وہ جو مخلوق سے الگ تھلگ ہو کر خالص حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس جس نے جس علم کے لیے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو فارغ کیا وہ اسی میں مشہور ہو گیا اور اس علم کی نسبت اسی کی طرف ہونے لگی حالانکہ اسی زمانہ میں دوسرے حضرات بھی اس علم میں ماہر تھے۔ لیکن چونکہ اس قدر مشہور نہ تھے اور نہ خالص اسی کے لیے فارغ تھے اس لیے ان کی طرف نسبت نہیں کی گئی کیونکہ جو شخص کسی علم میں مشہور ہوتا ہے اور اس کے لیے اپنے آپ کو مخصوص کر دیتا ہے اس کی طرف لوگوں کے دل زیادہ مائل ہوتے ہیں اور مقلدین اور شاگرد اس کی فرمانبرداری بھی بڑے شوق سے کرتے ہیں پس اس کی تحقیقات کو بھی اعتماد کے قابل سمجھتے ہیں اور مقصود یہی ہے کہ علمی مسائل کی تحقیق صحیح طریقہ سے کی جائے اس صورت میں یہ مقصود آسانی سے پورا ہو جاتا ہے اور غیر مشہور آدمی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ اس کی تحقیقات پر اعتماد نہیں ہوتا پھر جب ان سات یا دس مشہور اماموں کا زمانہ آیا تو چونکہ ان پر عوام و خواص سب اعتماد کرتے تھے اس لیے اب قراءت کی نسبت ان حضرات کی طرف ہونے لگی اور اس وقت حالت یہ تھی کہ صدر اول جو علم کے عروج کا زمانہ تھا وہ دور ہو چکا تھا اور اس فن کے حاصل کرنے کی طرف توجہ کم ہو گئی تھی ہمتوں میں ضعف آگیا تھا۔ ترقی کی طرف قدم ست پڑ چکے تھے اور زمانہ میں شدت کے ساتھ یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان حضرات کے بعد اتنے بڑے عالم پیدا نہ ہو سکیں گے اس لیے اس وقت کے ارباب حل و عقد (بڑے بڑے علماء) نے فن کی امامت کا عہدہ ان ہی حضرات کے سپرد کیا اور ان کو امام مان کر خود ان کے مقلد بن گئے اور قریب و بعید سب کے مقابلے میں انہیں کو پسند کیا پھر ان کے شاگرد شاخ در شاخ ہو کر ملکوں میں پھیل گئے اور ان کے تمام علوم کو نقل کر کے دنیا میں پھیلا دیا (یہ وجہ ہے ان کی طرف قراءت کے منسوب ہونے کی کہ ان حضرات کے ذریعہ علم قراءت نے رواج و شہرت پائی) اور جب تم میری اس تقریر میں غور کرو گے تو تمہارے پیچیدہ سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اِنْتَہٰی بِمَفْہُوْمِہٖ

پانچویں فصل صاحب اختیار آئمہ

صاحب اختیار ان اماموں کو کہتے ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہوئی وجوہ میں سے آحاد' غیر مشہور' شاذ کو چھوڑ کر اپنے لیے ان وجوہ کو اختیار کر لیا تھا جو ان کے نزدیک عربیت میں قوی تر اور رسم کے موافق تھیں اس اختیار کا سلسلہ بے حد وسیع تھا اور صدر اول میں چونکہ علم عروج پر تھا اس لیے صاحب اختیار ائمہ بھی بے شمار تھے۔ ابو محمد مکی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کتابوں میں ان ستر اماموں کی قراءتیں مذکور ہیں جو قراء سبعہ پر مقدم تھے۔ اس سے قیاس کر لو کہ ان کے ہم مرتبہ اور کم اور کمتر کتنے ہوں گے۔ محقق شمس الدین ابوالخیر محمد ابن الجزری فرماتے ہیں کہ ابوعبید' قاضی اسماعیل' امام ابو جعفر ابن جریر طبری نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ قراءتیں بیان کی ہیں جو صحابہؓ کے زمانے میں پڑھی جاتی تھیں اور جن سے وہ نماز پڑھتے تھے واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ دو طرح کے ہیں۔ (ا) متفق علیہ جن کو تمام صحابہ نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ (ب) مختلف فیہ جن کو لغات کے مختلف ہونے کی بناء پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے۔ دوسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کے الفاظ میں سے اماموں نے اپنے شیوخ کی قراء ت سے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جدا جدا ترتیبیں اختیار کرلیں تھیں مثلاً ایک نے صلہ' اظہار' تسہیل' فتحہ کو لیا۔ دوسرے نے عدم صلہ' اظہار' تسہیل' فتحہ کو اختیار کیا۔ تیسرے نے اپنی ترتیب میں عدم صلہ' تسہیل' لوغام' امالہ کو رکھ لیا۔ اسی طرح اور بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی مخصوص ترتیب واجب نہیں تھی اس لیے گنجائش تھی کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ جو ترتیب چاہیں اختیار کرلیں اسی لیے صدر اول میں قراء تیں بے شمار تھیں جن کے مقابلے میں موجودہ دس یا چودہ قراء تیں دریا کے مقابلے میں ایک جرعہ ہیں یہ اختیار کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا اور خدا جانے اس عرصہ میں کتنے صاحب اختیار پیدا ہوئے پھر ان اماموں کے شاگرد بھی انگنت تھے اور ہر ایک کی جانشین ایک جماعت بنی اور کسی مصنف کی طاقت نہیں کہ ان اماموں کا احاطہ کرسکے (شرح سبعہ)

چھٹی فصل۔ ضابطہ قراآت

(۱) محقق نشر میں فرماتے ہیں۔ اماموں کے شاگرد پھر ان شاگردوں کے شاگرد بے شمار تھے ان میں بعض تو وہ تھے جن کا حافظہ نہایت مضبوط اور عقل کامل تھی اور روایت میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے اور بعض میں ان میں سے کسی وصف کی کمی تھی اس لیے اختلاف ظہور میں آنے لگا اور قریب تھا کہ حق و باطل میں کوئی تمیز نہ رہے اور غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھنے لگیں لیکن امت میں سے علماء محققین و ماہرین کتاب اللہ کی خدمت کے لیے کھڑے ہو گئے انہوں نے طرق و روایات کو جانچا حروف کی پڑتال کی متواتر کو آحاد سے مشہور کو شاذ سے ممتاز کیا ان میں فرق کرنے کے لیے ارکان و اصول مقرر کر دیئے۔ چنانچہ ہم ان کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح متقدمین نے ان اصول و ارکان پر اعتماد کیا ہے ہم بھی انہیں پر اعتماد کرتے ہیں جو قراء ت (۱) نحوی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو (۲) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کی رسم کے مطابق ہو عام ہے کہ یہ مطابقت ظاہراً ہو یا احتمالاً اور تقدیراً (۳) صحیح اور متصل سند سے ثابت ہو یعنی اس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو۔ جس میں یہ تینوں رکن پائے جائیں وہ قراء ت صحیح ہے اور ان سات حروف (لغات) میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور اس کا رد و انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ وہ سبعہ میں سے ہو یا عشرہ میں سے یا عشرہ کے بھی بعد والیوں میں سے ہو اور اگر ان تینوں رکنوں میں سے کوئی رکن خلل پذیر ہو جائے تو وہ ضعیف یا شاذ یا باطل ہے عام ہے کہ قراء سبعہ سے ہو۔ یا ان اماموں سے ہو جو مرتبہ میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ سلف اور خلف میں سے تمام محققین اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔ (۲) ابو محمد مکی نے متعدد مقامات میں اور حافظ ابو عمرو عثمان ابن سعید دانیؒ اور ابو العباس احمد ابن عمار مہدوی نے بھی یہی بیان کیا ہے اور ابو شامہ کی تحقیق بھی یہی ہے اور باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں۔ (۳) حافظ ابو شامہ مرشد الوجیز میں فرماتے ہیں کہ اس مغالطے اور دھوکے میں رہنا مناسب نہیں کہ وہ ہر ایک وجہ صحیح ہے جو قراء سبعہ میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہو اور صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور منزل من اللہ کہلاتی ہو بلکہ صرف وہی وجہ صحیح ہے جو مذکورہ بالا ضابطہ میں آجائے اور اس میں تینوں رکن موجود ہوں پس اس صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہو سکتا اور نہ وہ ان قراء سبعہ کے ساتھ مخصوص ہو سکتی ہے۔ بلکہ جو قراء تیں ان کے سوا اور اماموں سے منقول ہیں اگر ان میں تینوں رکن موجود ہوں تو ان کو بھی صحیح ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اصل اعتماد ان تین ارکان پر ہے نہ کہ اس امام پر جس کی طرف اس قراءت کی نسبت کی گئی ہو۔

ان تینوں رکنوں کی مزید توضیح

پہلا رکن نحوی وجہ کی موافقت

(۱) محققین کے مختار مذہب پر نحو کی موافقت کے رکن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی لفظ یا جملے میں نحوی قواعد کی رو سے کئی وجوہ ہوں تو قراءت ان میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو عام ہے کہ وہ وجہ فصیح ہو یا فصیح تر نیز متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ کیونکہ جو قراءت مشہور اور شائع ہو اور صحیح سند سے ثابت ہونے کی بناء پر آئمہ نے اس کو قبول کیا ہو۔ نحاۃ کے اختلاف سے اس کے معتبر ہونے میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ صحیح سند ہی سب سے بڑی اصل اور مضبوط ترین رکن ہے چنانچہ بہت سی قراءتوں کا بعض یا اکثر نحویوں نے انکار کیا ہے۔ (مثلاً بَارِئْكُمْ يَأْمُرْكُمْ وغیرہ اور مِنْ سَبَأْ نمل ع ۲ لِسَبَأْ۔ سبا ع ۲، يٰبُنَيْ۔ مَكْرَ السَّيِّئْ فاطر ع ۵ نُجِّي الْمُؤْمِنِيْنَ انبیاء ع ۶۔ نِعْمَّا بقرہ ع ۳۷ و نساء ع ۸ لَا يَهِدِّيْ یونس ع ۴ کے اسکان اور بزی کی تاآت اور ابو عمرو کے ادغامات اور حمزہ کی قراءت پر فَمَا اسْطَّاعُوْا میں اجتماع ساکنین اور نَرْتَعِيْ اور يَتَّقِيْ اور اَفْئِيْدَةً میں صلہ کی یا اور ابو جعفر کی قراءت پر لِلْمَلٰٓئِكَةُ اسْجُدُوْا میں تا کا ضمہ اور لِيُجْزٰى قَوْمًا جاثیہ ع ۲ میں قَوْمًا کا نصب اور كُنْ فَيَكُوْنَ میں نون کا نصب اور قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَآئِهِمْ انعام ع ۱۶ میں مضاف اور مضاف الیہ میں مفعول سے جدائی اور وَلَا تَتَّبِعٰنِ یونس ع ۹ میں نون کی تخفیف اور وَاِنَّ الْيَاسَ صٰفّٰت ع ۴ میں ہمزہ وصلی اور وَالْاَرْحَامِ میں حمزہ کے لیے میم کا جر اور نافع ابن کثیر' ابن عامر' ابو جعفر کی قراءت پر شعراء ع ۱۰ و صٓ ع ۱ میں اَصْحَابُ لَيْكَةَ اور قنبل کی روایت پر سَاقِيْهَا نمل ع ۳ کا ہمزہ اور ابو عمرو کی قراءت پر اِنَّ هٰذَيْنِ طٰهٰ ع ۳ کا الف وغیرہ وغیرہ) لیکن ان کا انکار درجہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ جن ائمہ کے ارشادات پیروی کے لائق ہیں ان کا ان سب قراءتوں کے قبول کرنے پر اجماع ہے۔

(۲) حافظ ابو عمرو دانی جامع البیان میں بَارِئْكُمْ کے اسکان پر سیبویہ کا اعتراض نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اسکان نقلاً "صحیح تر اور اداء" اکثر کا مذہب ہے اور میرے نزدیک مختار ہے اور میں اسی کو لیتا ہوں پھر ابو عمرو کے رواۃ کی تصریحات نقل کر کے کہتے ہیں قراءت کے امام قرآن کے کسی حرف میں اس پر عمل نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور اور عربیت میں قیاس کے زیادہ موافق ہو بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں جو اثر کے اعتبار سے ثابت تر اور نقل و روایت کے لحاظ سے صحیح تر ہو۔ اور جب کوئی حرف اس طرح ثابت ہو جائے تو اس کو نہ عربیت کا قیاس رد کر سکتا ہے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ لغت کی شہرت کیونکہ قراء ت سنت متبعہ ہے جس کا قبول کرنا واجب اور اس پر اعتماد لازم ہے۔

دوسرا رکن رسم کی موافقت

قراء ت کے رسم عثانی کے مطابق ہونے سے مراد یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آٹھ مصاحف لکھوائے تھے وہ قراء ت ان میں سے کسی ایک مصحف میں لکھی ہوئی ہو گو سب میں نہ ہو۔ اب تعریف ان کلمات کو بھی شامل ہو جائے گی جو صرف بعض مصاحف عثمانیہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ سب میں نہیں چنانچہ (۱) وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ بقرہ ع ۱۳ کو ابن عامر (۲) وَسَارِعُوا اٰل عمران ع ۱۴ کو نافع، ابن عامر، ابو جعفر واؤ عاطفہ کے بغیر قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہ اور سَارِعُوا پڑھتے ہیں۔ (۳) وَالزُّبُرِ وَالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ اٰل عمران ع ۱۹ میں ہشام دونوں اسموں میں با زیادہ کر کے وَبِالزُّبُرِ وَ بِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ پڑھتے ہیں۔ (۴) تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ براءۃ ع ۱۳ میں ابن کثیر مِنْ زیادہ کر کے مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ پڑھتے ہیں۔ (۵) مِنْھَا مُنْقَلَبًا کہف ع ۵ میں نافع، ابن کثیر، ابن عامر، ابو جعفر مِنْھَا میں ھا اور الف کے درمیان میم زیادہ کر کے تثنیہ کی ضمیر سے مِنْھُمَا مُنْقَلَبًا پڑھتے ہیں۔ (۶) فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ حدید ع ۳ کو نافع، ابن عامر، ابو جعفر ھو کے بغیر فَاِنَّ اللّٰہَ الْغَنِیُّ پڑھتے ہیں۔ اور ۱ و ۳ شامی مصحف میں اور نمبر ۲ و ۶ مدنی و شامی اور نمبر ۴ مکی نمبر ۵ مکی شامی مصاحف میں اسی طرح لکھے ہوئے بھی ہیں اسی طرح اور بھی بہت سے کلمات ہیں جن کے بارے میں مصاحف مختلف ہیں کہ بعض میں تو مرسوم ہیں اور بعض میں نہیں اور تمام مقامات کے ائمہ کی قراء ت بھی ان کلمات میں اپنے اپنے مصاحف کے مطابق وارد ہوئی ہے اور اگر یہ کلمات ان مصاحف میں اس طرح مرسوم نہ ہوتے تو یہ سب قراء تیں متفق علیہ رسم کے خلاف ہونے کی بناء پر شاذ ہو جاتیں۔ نمبر ۲ رسم کے بارے میں احتمالاً اور تقدیراً اس لیے کہا گیا کہ رسم کی موافقت دو طرح پر ہے۔ اول تحقیقی اور وہ یہ ہے کہ کلمہ کی رسم اور لکھائی صراحتاً" اور ظاہراً اس کے تلفظ کے موافق ہو اور اکثر و بیشتر کلمات ایسے ہی ہیں جن کی کتابت ان کے تلفظ کے مطابق ہوتی ہے۔ دوم۔ احتمالی اور تقدیری اور وہ یہ ہے کہ کسی معقول علت اور حکمت کی بناء پر کلمہ کی رسم اس کے تلفظ کے خلاف دوسری طرح ہو پس اس حکمت کے سبب اس رسم کو حکماً" موافق ہی سمجھا جاتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ متعدد قراء توں کے لحاظ سے رسم کی تین صورتیں ہیں:۔

اول: یہ کہ کلمہ ایک قراء ت پر ظاہراً اور دوسری پر احتمالاً و تقدیراً رسم کے موافق ہو۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ میں جو مٰلِکِ ہے وہ تمام مصاحف میں الف کے بغیر لکھا ہوا ہے پس الف کے حذف والی قراء ت تو تحقیقاً" اور ظاہراً رسم کے موافق ہے اور اس صورت میں مَلِکُ بادشاہ کے معنی میں ہوگا چنانچہ مَلِکِ النَّاسِ میں بھی بالاتفاق الف کے بغیر ہے اور اسی معنی میں ہے اور الف والی قراء ت احتمالاً اور تقدیراً رسم کے موافق ہوگی اور اب یہ مالک کے معنی میں ہوگا جیسا کہ مٰلِکَ الْمُلْکِ آل عمران ع ۳ میں بالاجماع الف کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور رسم الف کے بغیر ہے پس اس الف کا حذف اختصار کی بناء پر ہوگا جو فاعل کے وزن میں جبکہ وہ عَلَمُ ہو شائع اور مشہور ہے اور اَلنَّشْاَۃَ عنکبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع ۲ وَالنَّجْمِ ع ۳ واقعہ ع ۲ تینوں جگہ تمام مصاحف میں شین کے بعد الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے پس الف مدہ والی قراءت ظاہراً اور الف کے حذف والی تقدیراً اور احتمالاً رسم کے موافق ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہمزہ قیاس کے خلاف الف کی صورت میں لکھا گیا ہو جیسا کہ مُؤَیِّلاً میں قیاس کے خلاف ہمزہ یا کی صورت میں مرسوم ہے۔

دوم: یہ کہ تمام قراءتیں احتمالاً رسم کے مطابق ہوں ظاہراً نہ ہوں چنانچہ تمام مصاحف میں اَلسَّمٰوٰتِ اَلصّٰلِحٰتِ دونوں الفوں کے حذف سے اور اَلَّیْلِ ایک لام سے اور اَلصَّلٰوۃِ اَلزَّکٰوۃِ اَلرِّبٰوا وغیرہ واؤ کے ساتھ اور جِاْیْٓءَ زمر ع ۷ اور فجر دونوں جگہ بعض مصاحف میں جیم کے بعد الف کے ساتھ اور لِنَنْظُرَ یونس ع ۲ ضعیف روایت کی بناء پر بعض مصاحف میں ایک نون سے لکھا ہوا ہے حالانکہ قراءت ان میں سے کسی ایک کلمے میں بھی ظاہراً رسم کے مطابق نہیں ہے۔

سوم: یہ کہ تمام قراءتیں ظاہراً رسم کے مطابق ہوں جیسے اَنْصَارَ اللّٰہِ صف ع ۲ (اس میں دو قراءتیں اول تنوین اور لام جارہ دونوں کے بغیر، دوم راء پر تنوین اور لام جارہ دونوں کے اثبات کے ساتھ اَنْصَارًا لِّلّٰہِ لیکن حروف کی شکلوں کے لحاظ سے دونوں قراءتوں پر رسم ایک ہی طرح ہے) اور جیسے نَادٰىہُ الْمَلٰٓئِكَةُ تَعْلَمُوْنَ۔ ھِیْتَ۔ یَّغْفِرْ اِنْ نَّعْفُ نُعَذِّبْ اور ان کے مانند دیگر کلمات کیونکہ مصاحف عثمانیہ میں نقطے اور حرکتیں نہیں تھیں۔ اس لیے اکثر کلمات میں ایک ہی رسم سے تمام قراءتیں نکل آتی تھیں اور حذف و اثبات کے موقعوں میں بعض مصاحف میں ایک طرح اور بعض میں دوسری طرح لکھا تھا۔ (۳) اور اس رسم الخط سے بالخصوص علم ہجا میں صحابہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور تمام علوم کی تحقیق میں ان کی سمجھ کی نورانیت کا پتہ چلتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ جب علم ہجا میں ان کا یہ حال تھا تو معنی کی تحقیق میں کیا شان ہو گی۔ پس وہ اللہ نرالی شان والا ہے جس نے ان کو یہ کمالات عطا فرمائے۔ اور امت کے باقی افراد پر فوقیت دی۔ دیکھو امام شافعی رحمۃ اللہ نے ان کے کمالات کا کس خوبی سے اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن، توریت اور انجیل میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کو وہ سبقت اور فضیلت عطا کی ہے جو بعد کے لوگوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرما کر ان کی کوششوں کا بدلہ عطا فرمائے اور ان کو شہدا اور صدیقین اور صالحین کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز فرمائے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک پہنچائیں۔ اور اس بابرکت زمانے میں آپ کی زیارت کی جبکہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ آپ کی مراد کو خوب سمجھتے تھے کہ یہ حکم عام ہے اور یہ خاص ہے اور اسی طرح فرض، سنت، مستحب کو بھی جانتے تھے۔ اور ان کو وہ احادیث بھی معلوم تھیں جنہیں ہم جانتے ہیں اور وہ بھی جن سے ہم واقف نہیں۔ اور وہ تمام علوم، اجتہاد، پرہیزگاری عقل میں اور جن عبارتوں سے احکام نکلتے ہیں ان کے سمجھنے میں ہم پر فائق تھے اور ان کی رائے ہمارے لیے ہماری رائے سے بدرجہا محمود اور اولیٰ ہے۔ انتہی۔

فائدہ: (۱) صحابہ کی تعریف ہی کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور اور نہایت عجیب ہے کہ صِرَاطَ اور اَلْمُصَیْطِرُوْنَ دونوں اصل لغت میں سین کے ساتھ ہیں لیکن اس پر بھی ان دونوں کو اصل کے خلاف صاد سے لکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو سین سے بدلا ہوا ہے تاکہ صاد والی قراء ت تو رسم صریح سے نکل آئے اور سین والی مِنْ وَجْہٍ رسم کے خلاف ہونے کے باوجود اصل سے سمجھ لی جائے اور دونوں قراء تیں اس بات میں معتدل اور برابر ہو جائیں کہ صاد تو رسم کے موافق اور اصل کے خلاف ہے اور سین اصل کے موافق اور رسم کے کسی قدر خلاف ہے اور اشمام والی قراء ت کو رسم احتمالاً اور تقدیراً شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں کلمات کو اصل کے موافق سین سے لکھتے تو نہ تو اعتدال ہی باقی رہتا اور نہ رسم اشمام والی قراء ت کو احتمالاً شامل ہو سکتی بلکہ اس صورت میں خالص صاد والی اور اشمام والی دونوں قراء تیں رسم واصل دونوں ہی کے خلاف ہو جاتیں اور یہ خلاف قابل تحمل نہ رہتا اور یہی وجہ ہے کہ مشہور قراآت کی بناء پر فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اعراف ع ۹ میں تو خلاف ہے کہ بعض اس کو صاد سے اور بعض سین سے پڑھتے ہیں۔ لیکن بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ بقرہ ع ۳۲ میں خلاف نہیں بلکہ یہ مشہور قراء توں میں سین ہی کے ساتھ ہے (اور گو ابن شنبوذ کے تمام طرق سے قنبل کے لیے اس میں صاد بھی ہے لیکن سین کی طرح مشہور نہیں گو صحیح ہے) اور یہ فرق اس لیے ہے کہ بَصْۜطَةً اعراف میں تو صاد سے لکھا ہوا ہے اور اس میں سین کی طرف اشارہ موجود ہے لیکن بقرہ میں سین سے لکھا ہوا ہے جس سے صاد کی طرف اشارہ نہیں نکلتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بَسْطَةً بقرہ میں صاد کی قراءت رسم کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسم صریح کی جو مخالفت ادغام' ابدال' اثبات' حذف' وصل' فصل کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ اہل رسم اس کو مخالفت شمار نہیں کرتے۔ بشرطیکہ وہ قراء ت سنداً صحیح اور ائمہ کے نزدیک مشہور اور شائع ہو مثلاً (۱) اَتُمِدُّوْنَنِیْ نمل ع ۳ میں حمزہ کے لیے ادغام ہے اور وہ اس کو ایک نون سے پڑھتے ہیں حالانکہ رسم دو نونوں کے ساتھ ہے اور (۲) بِضَنِیْنٍ تکویر میں ابن کثیر اور ابو عمرو' کسائی' رویس ضاد کے بجائے ظاء پڑھتے ہیں حالانکہ رسم ضاد کے ساتھ ہے اور (۳) وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ منافقون میں ابو عمرو وَاَكُوْنَ میں واؤ کا اثبات اور نون کا نصب پڑھتے ہیں حالانکہ رسم واؤ کے بغیر ہے اسی طرح نافع' ابن کثیر' ابو عمرو' حمزہ' کسائی' ابو جعفر' یعقوب' (۴) یاآت زوائد کا اثبات کرتے ہیں حالانکہ وہ یاآت لکھی ہوئی نہیں ہیں اور (۵) كَاَيِّنْ میں ابو عمرو نون کو حذف کر کے یا پر وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ نون کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح (۶) فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ کہف ع ۹ میں ابن ذکوان یا کو حذف کرتے ہیں حالانکہ تمام مصاحف میں یا کے ساتھ ہے اور وَیْكَاَنَّهٗ قصص میں کسائی یا پر اور ابو عمرو کاف پر وقف کرتے ہیں حالانکہ رسماً ''ھا تک کا پورا کلمہ متصل ہے ان میں سے (۱) ادغام کی اور (۲) ابدال کی اور (۳ و ۴) اثبات کی اور (۵ و ۶) حذف کی اور (۷) وصل و فصل کی مثالیں ہیں۔ پس اس قسم کی مخالفت کو قابل رد نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ یہ خلاف معمولی اور درگزر کر دینے کے لائق ہے اس لیے کہ دونوں قراء تیں مآل کے اعتبار سے متحد ہیں۔ نیز یہ قراء تیں صحیح بھی ہیں اور مشہور بھی اور آئمہ نے ان کو قبول بھی کیا ہے یہ تائیدات مزید برآں ہیں۔ البتہ اگر کوئی ایسا کلمہ زیادہ کر دیا جائے جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک میں بھی نہ ہو یا کم کر دیا جائے جو بعض یا تمام مصاحف میں موجود ہو یا مقدم یا موخر کر دیا جائے۔ تو اس طرح کی مخالفت جائز نہیں گو وہ حروف معانی میں سے ہو۔ اور ایک ہی حرف ہو وہ بھی اس بارے میں پورے کلمے کے حکم میں ہے۔ کہ یہ زیادت اور نقصان اور تقدیم و تاخیر ایک حرف میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی جائز نہیں اور یہی وہ حد فاصل ہے جس سے رسم کی موافقت و مخالفت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے خلاصہ یہ کہ معمولی سا خلاف ہو تو قابل قبول ہے اور بڑے درجہ کا ہو تو لائق رد ہے۔ (از نشر مَعَ زِیَادَةٍ عَلَیْهِ لِلتَّشْرِیْحِ)

فائدہ: (۲) اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ رسم کی موافقت دو طرح پر ہے (۱) تحقیقی (۲) تقدیری' پس مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ الف کے حذف والی قراءت تحقیقاً" اور اثبات والی قرآءت پر تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ اور یہ اختلاف تغایر اور جدائی کا ہے جو موافق کے حکم میں ہے تناقض اور ضدیت کا نہیں اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ خط کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے ہو یعنی اس کو ایک ہی طریقہ سے لکھ سکتے ہوں دوسری طرح لکھنے کی گنجائش نہ ہو پس اگر کوئی اس خط کے خلاف تلفظ کرے گا تو وہ رسم کی مخالفت کرنے والا شمار ہو گا (۲) وہ جو لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے نہ ہو۔ بلکہ اس کو کئی طرح لکھ سکتے ہوں لیکن ان میں سے ایک طریق پر لکھا گیا ہو۔ یہاں کتابت کے موافق تلفظ کرنے والے کو تحقیقاً اور اس کے خلاف دوسری طرح تلفظ کرنے والے کو تقدیراً رسم کی موافقت کرنے والا تصور کریں گے۔ اس بناء پر کہ اس لفظ کے لکھنے کی جہتیں متعدد ہیں کیونکہ بدل مبدل کے حکم میں ہے۔ پس بِظَنِیْنٍ اور بِضَنِیْنٍ دونوں متحد ہیں اور جو حرف زائد ہو وہ معدوم کے حکم میں ہے۔ پس اَلدَّاعِیْ اور اَلدَّاعِ دونوں ایک ہیں اور محذوف ثابت کے حکم میں ہے پس فَلَا تَسْئَلْنِ' فَلَا تَسْئَلْنِیْ کے قائم مقام ہے اور جو کلمہ رسماً" موصول ہو وہ مفصول کے اور جو مفصول ہو وہ موصول کے حکم میں ہے اور ان دونوں کی مثالیں مَالِ هٰذَا اور وَیْکَاَنَّهٗ وغیرہ ہیں اور اس کا حاصل یہ ہے کہ بدل' زیادت' حذف' وصل' فصل ان پانچوں کی تین تین صورتیں ہیں اور تفصیل یہ ہے۔

بدل: رسم میں ایک حرف کے عوض دوسرا حرف لکھنا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) وہ عوض میں آنے والا حرف رسم میں بھی ہو اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو جیسے اِضْطُرَّ اس میں افتعال کی تا کے عوض طا لکھی ہوئی ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی طا ہی کے ساتھ ہیں۔ (۲) عوض والا حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق متروک ہو جیسے اَلصَّلٰوۃ۔ اَلزَّکٰوۃ وغیرہ ان میں واؤ لکھا ہوا تو ہے لیکن پڑھنے میں کسی قراءت پر بھی نہیں آتا (۳) عوض والا حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے بِالْغَدٰوۃ انعام ع ۶ و کہف ع ۴ اس میں دونوں جگہ الف کے عوض واؤ لکھا ہوا ہے لیکن ابن عامر دونوں جگہ بِالْغُدْوَۃِ واؤ کے ساتھ اور باقی حضرات بِالْغَدٰوۃِ واؤ کے بغیر الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

زیادت: رسم میں کوئی حرف زیادہ لکھ دینا جیسے لَاۡاَوۡضَعُوۡا اور لَاۡاَذۡبَحَنَّهٗ میں لام کے بعد الف اور مِنْ وَّرَآئِ اور اٰنَآئِ میں یَا اور اُولُوۡا اور اُولَاتِ میں واؤ زائد ہے اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) وہ زائد حرف لکھنے میں بھی آئے اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو جیسے حِسَابِیَهْ الحاقہ ع ۱ اس میں ھا زائد ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی ھا ہی کے ساتھ ہیں اتحاف میں یہی مثال لائے ہیں۔ لیکن چونکہ یعقوب اس میں بھی وصلاً ھا کو حذف کرتے ہیں اس لیے بجائے اس کے کوئی دوسری مثال مناسب تھی۔ (۲) وہ زائد حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متروک ہو جیسے اُولٰٓئِکَ مِائَۃٌ اول میں واؤ اور ثانی میں الف زائد ہے لیکن قراء تیں تمام کی تمام واؤ اور الف کے حذف ہی کے ساتھ ہیں۔ (۳) وہ زائد حرف رسم میں تو ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے مَالِیَہْ سُلْطٰنِیَہْ مَاھِیَہْ ان تینوں میں سکتے کی ھا رسماً تو ہے لیکن حمزہ اور یعقوب اس کو وصلاً حذف کرتے ہیں اور باقی حضرات دونوں حالتوں میں پڑھتے ہیں۔

حذف: رسم میں سے کسی حرف کو کم کر دینا اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) حرف رسم سے بھی محذوف ہو اور تلفظ بھی بالاتفاق حذف ہی سے ہو جیسے بِسْمِ اللّٰہِ یٰرَبِّ اول میں اسم کا ہمزہ اور ثانی میں متکلم کی یا نہ رسم میں ہے نہ قراءت میں (۲) حرف رسم سے تو محذوف ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق ثابت ہو جیسے اَلرَّحْمٰنُ اس میں میم کے بعد کا الف رسم میں تو نہیں ہے لیکن قراء تیں تمام کی تمام الف کے ساتھ ہیں (۳) حرف رسم سے محذوف ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو جیسے وَاتَّقُوْنِ بقرہ ع ۲۵ اس میں متکلم کی یا رسماً محذوف ہے لیکن ابو عمرو، ابو جعفر، یعقوب اس میں یا کو ثابت رکھتے ہیں اور باقی حضرات رسم کے مطابق حذف کرتے ہیں۔

وصل: رسم میں دو کلموں کو متصل کر دینا جیسے فِیْ مَا سے فِیْمَا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) رسم میں ایک حرف دوسرے کے ساتھ متصل ہو اور اس کی قراءت بھی رسم کے مطابق ہو جیسے مَنَاسِکَکُمْ اور عَلَیْھِمْ یہاں کُمْ اور ھِمْ قراۃً بھی ماقبل کے ساتھ متصل ہے اور رسماً بھی اسی لیے مَنَاسِکَ اور عَلٰی پر وقف جائز نہیں (۲) کلمہ یا حرف رسماً دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً رسم کے خلاف جدا جدا ہوں جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ اور یَبْنَؤُمَّ اول میں پانچوں حرف رسماً متصل ہیں لیکن قراءۃً سب جدا ہیں اسی لیے ابو جعفر حروف ھجاء میں سے ہر ایک پر سکتہ کرتے ہیں اور ثانی میں بھی تینوں کلمے رسماً متصل ہیں لیکن اس میں وقفاً حمزہ کے لیے اُمَّ کے ہمزہ میں دو وجوہ ہیں (۱) ہمزہ کی تحقیق (۲) واؤ کے مانند تسہیل اور یہ اسی لیے ہیں کہ اس میں ہمزہ کو متوسط بغیرہ قرار دیا ہے کیونکہ اگر متوسط بنفسہ ہوتی تو اس میں صرف تسہیل ہوتی (۳) رسماً ایک کلمہ دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً اختلاف ہو جیسے وَیْکَاَنَّ کہ یہ رسماً تو متصل ہے لیکن اس میں کسائی یَا پر اور ابو عمرو کاف پر وقف کرکے اس کو جدا کر دیتے ہیں اور باقی حضرات صرف نون پر وقف کرتے ہیں یا اور کاف پر نہیں کرتے۔

فصل: کلمہ یا حرف کو دوسرے سے جدا لکھنا اور اس کی تین صورتیں یہ ہیں (۱) کلمہ یا حرف رسماً بھی دوسرے سے جدا ہو اور قراءۃً بھی جیسے حٰمٓ عٓسٓقٓ اس میں حٰمٓ کتابت میں مابعد سے جدا ہے اسی بناء پر تمام قراء کے لیے اس پر وقف جائز ہے۔ (۲) رسماً تو دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً متصل ہو جیسے اِسْرَاءِیْلَ اس میں یْلَ ماقبل سے جدا ہے لیکن اِسْرَا پر وقف کسی کے لیے بھی جائز نہیں (۳) کلمہ یا حرف رسماً دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً اس میں اختلاف ہو جیسے مَالِ ھٰذَا کہف ع ۶ فرقان ع ۱ اس میں لام مَا کے ساتھ متصل ہے لیکن اس میں کسائی بخلاف اور ابو عمرو بلاخلاف مَا پر وقف کرکے مَا کو لام سے جدا کر دیتے ہیں اور باقی حضرات ما پر وقف نہیں کرتے۔

فائدہ: (۳) اور مصاحف کی رسم اکثر جگہ تو عربی قواعد کے موافق ہے لیکن بعض کلمات ایسے بھی ہیں جن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسم ان قواعد کے مطابق نہیں بلکہ دوسری طرح وارد ہوئی ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ان کو اسی رسم الخط سے لکھیں یہ گنجائش نہیں کہ ان کو عربی قواعد کے موافق لکھ دیں ان میں سے کچھ کلمات تو ایسے ہیں جن کے اس طرح مرسوم ہونے کی حکمتیں ہمیں معلوم ہوگئی ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کی حکمتوں کے سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں اور ہم ان کے علم سے محروم ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ نے بھی ان کلمات کو بلا لحاظ حکمت و مصلحت جس طرح چاہا لکھ دیا تھا۔ بلکہ ان حضرات نے خاص حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر ایسا کیا تھا جو ان کے نزدیک ثابت اور صحیح تھیں۔

رسم کے جملہ تغیرات ان چھ چیزوں میں منحصر ہیں

(۱) بدل (۲) زیادت (۳) حذف (۴) فصل و وصل (۵) ہمز یعنی ہمزہ کی مختلف شکلیں (۶) وہ کلمہ جس میں دو قراءتیں ہوں اس کو ایک کے موافق لکھا جاتا ہے۔ پس اسی رسم سے ایک قراءت تحقیقاً" اور دوسری تقدیراً نکل آتی ہے ان میں سے بدل اکثر و بیشتر الف' تانیث کی تا اور وَلَیَکُونًا یوسف ع ۴ اور لَنَسْفَعًا علق کے نون خفیفہ اور اِذًا کے نون اور کَاَیِّنْ کے تنوین میں واقع ہوا ہے پس جو الف یا سے بدلا ہوا ہو اس کے بجائے یا اور جو واؤ سے بدلا ہوا ہو اس کے بجائے واؤ اور نون خفیفہ اور اِذًا کے نون کے بجائے الف اور کَاَیِّنْ کے تنوین کے بجائے نون لکھا جاتا ہے اور تانیث کی تا کے بجائے ھا لکھی جاتی ہے اور زیادت و حذف بھی اکثر حروف مدہ میں واقع ہوئے ہیں اور وصل و فصل کا کچھ بیان بَابُ الْوُقُفِ عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ میں اور ہمزہ کی رسم کا کچھ ذکر وقف حمزہ و ہشام میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (اتحاف) یہ رسم کی اصولی بحثیں ہیں باقی رسم کے قواعد کی پوری تفصیل اگر حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا فرمائی تو علامہ شاطبی کے قصیدہ رائیہ کی شرح میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔

تیسرا رکن قراءت کا صحیح اور متصل سند سے ثابت ہونا

(۱) سنداً صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس قراءت کو ایسا شخص روایت کرے جو خود بھی عادل (معتبر) ضابط (قوی حافظہ والا) ہو اور جس سے روایت کرے وہ بھی ایسا ہی ہو اور سند کے آخر تک کے تمام راویوں کا یہی حال ہو۔ نیز وہ قراءت اس فن کے ضابط ائمہ کے نزدیک مشہور ہو اور وہ اس کو غلط شمار نہ کرتے ہوں اور بعض متاخرین نے اس رکن میں تواتر (کثیر جماعت سے منقول ہونے) کی شرط بھی لگائی ہے اور سند کی صحت کو کافی نہیں سمجھا اور ان کا خیال یہ ہے کہ قرآن تواتر ہی سے ثابت ہوتا ہے اور آحاد کی روایت سے قرآن ثابت نہیں ہوتا (یہ مصر کے بعض علماء کی رائے تھی جس پر وہ صدیوں تک قائم رہے اسی لیے سید علی النوری صفاقسی نے غیث النفع میں تواتر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط نہ لگانے والوں کا بڑے شد و مد سے رد کیا ہے تفصیل کے لیے شرح سبعہ کا مطالعہ کیجئے) اور اس میں جو خرابی ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ جب کوئی وجہ تواتر سے ثابت ہو جائے تو پھر باقی دو رکنوں (رسم و نحو کی موافقت) کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اس لیے کہ جو اختلافی وجوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ان کا قبول کرنا واجب اور ان کے قرآن ہونے کا پختہ یقین کرنا ضروری ہے عام ہے کہ وہ رسم کے موافق ہوں یا خلاف ہوں اور جب ہم اختلافی وجوہ میں سے ہر ہر وجہ میں تواتر کی شرط لگا دیں گے تو بہت سی اختلافی وجوہ ختم ہو جائیں گی جو قراء سبعہ اور ان کے ماسوا سے ثابت ہیں۔ صاحب نشر فرماتے ہیں کہ پہلے میری بھی یہی رائے تھی پھر جب اس کی خرابی ظاہر ہوئی تو میں نے آئمہ سلف اور خلف کی رائے کی طرف رجوع کر لیا۔

(۲) امام کبیر ابو شامہ فرماتے ہیں کہ متاخرین میں سے جو حضرات قرآن کے معلم ہیں ان میں کی ایک جماعت میں اس بات کا بڑا چرچا ہے کہ قراء سبعہ کی ہر ہر وجہ متواتر ہے اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا قطعی یقین کرنا واجب ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن صرف ان وجوہ میں جن کے ان قراء سے نقل کرنے پر تمام طرق کا اجماع ہو اور ان پر تمام جماعتوں کا اتفاق ہو اور ان میں سے کسی نے بھی انکار نہ کیا ہو نیز مشہور و شائع ہو لیکن چونکہ ان ہی کی بعض وجوہ ایسی بھی ہیں جن میں تواتر نہیں پایا جاتا اس لیے ان میں ضابطہ کے تینوں رکن پائے جانے کی شرط ضرور لگانی پڑے گی۔

(۳) قصیدۂ شاطبیہ کے معتبر شارح ابو محمد ابراہیم ابن عمر جعبریؒ فرماتے ہیں کہ اس ضابطہ میں شرط تو ایک ہی ہے اور وہ نقل و سند کی صحت ہے جس قراءت میں یہ ہوگی اس میں باقی دو چیزیں رسم و نحو کی موافقت لازمی طور پر پائی جائیں گی۔ پس یہی ایک شرط ہے جو قراءت سبعہ اور ان کے سوا دوسری قراءتوں کی صحت معلوم کرنے کا ضابطہ ہے اور جو ناقلین کے حالات سے خوب واقف ہو اور عربیت میں گہری نظر رکھتا ہو اور رسم عثمانی کو پوری مضبوطی سے محفوظ رکھتا ہو اس کے لیے یہ شبہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

(۴) ابو محمد مکی کتاب الکشف کے تکملہ میں فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اول وہ جس میں تینوں رکن موجود ہوں اس کو یقینی طور پر صحیح اور برحق ماننا پڑے گا اور یہ مقبول بھی ہے اور اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے۔ کیونکہ یہ رسم کے بھی موافق ہے اور اجماع سے لی گئی ہے اور اس کا منکر کافر ہے (جیسے مَالِكِ مَلِكِ وَمَا يُخٰدِعُوْنَ وَمَا يَخْدَعُوْنَ وَوَصّٰى وَاَوْصٰى وغیرہ وہ تمام قراءتیں جو مشہور ہیں) دوم وہ جو آحاد ثقہ (قلیل اور معتبر افراد) سے منقول ہو اور نحو کی کسی وجہ کے بھی موافق ہو لیکن رسم کے خلاف ہو (جیسے (۱) وَالَّيْلِ میں اِذَا تَجَلّٰى کے بعد وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى یعنی مَا خَلَقَ کے بغیر۔ یہ ابن مسعودؓ اور ابوالدرداءؓ کی قراءت ہے۔ (۲) کہف ع ۱۰ میں وَكَانَ اَمَامَهُمْ وَّرَاءَهُمْ کے بجائے وَكَانَ وَرَاءَهُمْ اور كُلَّ سَفِيْنَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ اور وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ کے بعد كَافِرًا یہ ابن عباسؓ کی قراءت ہے اسی طرح اس قسم کی وہ تمام قراءتیں جو ثقات کی روایت سے ثابت ہوں) یہ مقبول تو ہے مگر اس کا پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ اول تو اس کو اجماع (کثیر جماعت) کے بجائے آحاد (قلیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد) سے لیا گیا ہے اور خبر واحد (قلیل جماعت کے نقل سے) قرآن ثابت نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ اس رسم کے بھی خلاف ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے اس لیے اس کو یقینی طور پر صحیح نہیں کہہ سکتے اور اسی لیے قرآن میں اس کا پڑھنا صحیح نہیں لیکن اس کا منکر کافر نہیں گو انکار برا ہے۔ سوم۔ وہ جو ہر وجہ سے اس لغت و عربیت کے خلاف ہو جس پر قرآن نازل ہوا ہے عام ہے کہ اس کو غیر ثقہ نے نقل کیا ہو خواہ ثقہ نے۔ انتہی

اس قسم میں سے غیر ثقہ کی روایت کی مثالیں شاذ قراآت کی کتابوں میں بہت ہیں جن کی سند کا اکثر حصہ ضعیف ہے (۱) یونس ع ۹ کے نُنَجِّیکَ میں جیم کے بجائے حاء مہملہ اور اس کے بعد خَلۡفَکَ اٰیَۃً میں لام کا فتحہ یہ ابن سمیفع ابوالسمال وغیرہ کی قراءت ہے (۲) فاطر ع ۴ کے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا میں اللہ کی ھا کا رفع اور اَلۡعُلَمٰٓؤُا کے ہمزہ کا نصب یہ ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کی طرف منسوب ہے اس کو ابو الفضل محمد ابن جعفر خزاعی نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور ابوالقاسم ہذلی وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ بالکل بے اصل ہے۔ ابو العلاء واسطی کہتے ہیں کہ خزاعی نے خود ایک کتاب قراءت میں لکھی اور اس کو امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کر دیا نیز دار قطنی اور ایک جماعت کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب محض من گھڑت اور بے اصل ہے اور اکثر مفسرین کو اس کی تفسیر میں دشواری پیش آئی ہے اور اس کی توجیہ میں تکلف اختیار کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمتہ اللہ اس سے بالکل بری ہیں۔ اسی تیسری قسم میں سے ان قراءتوں کی مثالیں (جن کو ثقہ نے نقل کیا ہو اور عربیت کے بالکل خلاف ہوں اور یہ صورت صرف سہواً اور غلطی ہی سے پائی جا سکتی ہے) نہایت قلیل ہیں (۱) مَعَایِشَ میں یا کے بجائے ہمزہ اس کو خارجہ نے نافع سے روایت کیا ہے (۲) وَاِنۡ اَدۡرِیۡ اَقَرِیۡبٌ انبیاء ع ۷ میں یا کا فتحہ اور اَقَرِیۡبٌ کے ہمزہ کا اثبات اس کو ابن بکار نے ایوب سے اور ایوب نے یحیٰی سے اور انہوں نے ابن عامر سے روایت کیا ہے نیز زید اور ابو حاتم نے یعقوب سے نقل کیا ہے (۳) سِحۡرٰنِ تَظّٰھَرَا قصص ع ۵ میں ظا پر تشدید اس کو ابو علی عطار نے عباسؓ سے اور انہوں نے ابو عمرو سے روایت کیا ہے اور اس تیسری قسم میں وہ وجوہ بھی داخل ہیں جن کو شاطبیہ کے شارحین میں سے بعض متاخرین نے امام حمزہ کے لیے وقفاً" عربیت کے خلاف بیان کر دیا ہے جیسے بِاَسۡمَآئِہِمۡ اور اُولٰٓئِکَ میں دوسری ہمزہ کا خالص یا سے اور شُرَکَآؤُھُمۡ وَاَحِبَّآؤُہٗ میں خالص واوَ سے اور بَدَاَکُمۡ اور اَخَاہُ میں خالص الف سے ابدال اور فَادّٰرَءۡتُمۡ میں ہمزہ کا حذف اور اس کو رسمی تخفیف کہتے ہیں اور میں (یعنی صاحب نشر) نے ان کی خوب تحقیق کی ہے ان کو حمزہ سے نہ ثقات کے طریقہ سے منقول پایا نہ غیر ثقات کے طریق سے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایک چوتھی قسم اور ہے یعنی جو حرف رسم کے مطابق اور نحو کی کسی وجہ کے موافق ہو لیکن منقول نہ ہو اس کا رد و منع واجب اور انکار لازم ہے اور اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر محمد ابن حسن ابن مقسم جو اشنانی کے شاگرد ہیں اور چوتھی صدی میں گذرے ہیں ان کی رائے یہ تھی کہ ایسی وجوہ کا قبول کر لینا جائز ہے۔ امام ابو طاہر ابن ابی ہاشم اس رائے کی بابت اپنی کتاب "البیان" میں کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعت ہے جس نے ان لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کر دیا۔ محقق فرماتے ہیں کہ اسی رائے کی وجہ سے بغداد میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء اور قراء جمع ہوئے سب نے بالا جماع اس رائے کا انکار کیا اس پر قائل کو سزا کے لیے کھڑا کیا گیا پھر اس نے توبہ کی اور اس رائے سے رجوع کر لیا اور اس کے متعلق ایک محضر نامہ بھی لکھوا لیا گیا۔ (ابوبکر خطیب فی تاریخ البغداد)
اور اسی لیے قراء ت میں قیاس مطلق پر عمل کرنا ناجائز ہے اور مطلق اسی لیے کہا کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس مطلق اور اس کو قیاس الکلی علی الکلی بھی کہہ سکتے ہیں (۲) قیاس مقید اس کو قیاس الجزائی علی الکلی بھی کہہ سکتے ہیں اول ناجائز اور مردود اور ثانی جائز و مقبول ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ قیاس مطلق وہ ہے جس کے لیے نہ تو کوئی اصل ہو جو اس کا مرجع بن سکے اور نہ کوئی مضبوط رکن ہو جو اس کا معتمد علیہ اور موید بن سکے بلکہ بلا سند ہی ایک مستقل اور منقول قاعدے پر قیاس کر کے دوسرا مستقل قاعدہ اپنی طرف سے بنا لیا جائے مثالیں نمبرا نَرَى اللّٰهَ اور وَسَيَرَى اللّٰهُ میں سوسی کے لیے امالے کی تقدیر پر اللہ کے لام میں تفخیم و ترقیق دونوں صحیح اور ثابت ہیں اس پر قیاس کر کے بعض حضرات اَغَيْرَ اللّٰهِ ذِكْرُ اللّٰهِ جیسی مثالوں میں را کی ترقیق کے بعد بھی جو ورش کے لیے ہوا کرتی ہے اللہ کے لام میں دونوں وجہ جائز بتاتے ہیں حالانکہ را کی ترقیق کے بعد لام کی ترقیق نقل کے بھی خلاف ہے اور یہ قیاس بھی مع الفارق ہے کیونکہ امالے کی صورت میں ترقیق کا سبب یہ ہے کہ کامل فتح باقی نہیں رہتا اور را کی ترقیق پر اس کا فتحہ اور ضمہ پورا کا پورا باقی رہتا ہے پھر لام کی ترقیق کا سبب کیا ہے نمبر(۲) جس طرح فِرْعَوْن اَلْفِرْدَوْسَ میں اور وقفاً" خَيْرٌ" اور اَلطَّيْرَ میں را کی ترقیق ہوتی ہے اسی طرح بعض حضرات مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ جیسی مثالوں میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں بھی را کی ترقیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب را سے پہلے کسرے اور یا کا آنا ترقیق کا سبب ہے تو انہیں دونوں چیزوں کا را کے بعد آنا بھی ترقیق کا باعث ہونا چاہیے یہ قیاس بھی نقل کے خلاف ہے نمبر (۳) میم ساکن اصلی کے بعد با ہو۔ جیسے هُمْ بِهٖ میں ہے تو اس میم میں اخفا۔ اظہار دونوں صحیح ہیں اور اخفاء اولیٰ ہے اس پر قیاس کر کے بعض کند ذہن لوگ اَنْۢبِيَآءَ اور اَلِيْمٌۢ بِمَا جیسی مثالوں میں نون ساکن اور تنوین سے بدلے ہوئے میم میں بھی اظہار جائز رکھتے ہیں۔ جو محض بے سند ہے نمبر(۴) اسی طرح غیر منقول کا منقول پر اور ضعیف وجہ کا قوی پر قیاس کرنا بھی قیاس مع الفارق ہے۔ محقق فرماتے ہیں ہم نے ان تمام اقسام میں سلف کا طریق اختیار کیا ہے اور متاخرین کی ملمع کاری کی طرف مائل نہیں ہوئے اور اسی لیے بعض آئمہ نے قراء آت میں ترکیب اور خلط کر دینے کو ناجائز رکھا ہے۔ اور قیاس مقید وہ ہے جو منعقد شدہ اجماع یا کسی قابل اعتماد قاعدے پر کیا گیا ہو۔ پس جب کسی مقام میں نص نہ ملنے کی بناء پر یہ فیصلہ دشوار ہو جائے کہ یہاں اس قاری کے لیے کون سی وجہ پڑھی جائے تو وہاں ایسے قیاس کا قبول کر لینا جائز ہے اور اس کا رد کرنا مناسب نہیں بالخصوص جبکہ اس مقصد کے لیے اس کی ضرورت بھی پیش آرہی ہو کہ یہ قیاس وجہ ترجیح کے لیے موید اور قراء ت کے صحیح ادا کرنے پر معین بن جائے اور حق یہ ہے کہ اس کو اصطلاحاً" قیاس کہنا بھی نہ چاہیئے کیونکہ اس کی حقیقت تو صرف اس قدر ہے کہ ایک جزئی جس کا حکم معلوم نہیں تھا اس کو اس کلی میں داخل کر دیا جس کا حکم معلوم تھا۔ مثالیں نمبر(۱) بعض ہمزوں کی وہ تخفیف جس کو اہل ادا نے پسند کیا ہے نمبر(۲) بعض قراء کے لیے بِسْمِ اللّٰهِ کا اثبات اور اس کا ترک نمبر(۳) كِتٰبِيَهْ اِنِّيْ حاقہ میں ورش کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل نمبر(۴) اسی نقل پر قیاس کر کے مَالِیَہْ هَلَکَ میں ادغام کیونکہ جب کِتٰبِیَہْ اِنِّیْ میں ھا کی طرف ہمزہ کی حرکت نقل کر دی تو ہائے سکتہ زائدہ اصلی حرف کے قائم مقام بن گئی اسی لیے مَالِیَہْ کی ھا کو بھی اصلی حرف کا حکم دے کر بعد کی ھا میں ادغام کر دیا نمبر(۵) قَالَ رَبِّ اور قَالَ رَبُّکُمْ اور قَالَ رَبُّنَا اور قَالَ رَبُّکَ وغیرہ میں لام کا را میں ادغام ابو عمرو سے نصا" بھی ثابت ہے اور اداء" بھی اس پر قیاس کر کے قَالَ رَجُلٰنِ اور وَقَالَ رَجُلٌ میں بھی ادغام کر دیا کیونکہ یہ ہر اعتبار سے قَالَ رَبِّ اور قَالَ رَبُّکَ وغیرہ کی طرح ہیں۔ اور نص و ادا سے کوئی تائید مل نہیں سکی اسی طرح وہ تمام قیاسات جو نہ تو کسی نص کے خلاف ہوں اور نہ کسی معتبر قاعدے اور اجماع کے منافی ہوں اور ایسے مواقع نہایت کم ہیں۔'

اور تبصرہ کے آخر میں مکی ابن ابی طالب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جس کو میں نے پڑھا بھی ہے اور نقل بھی کیا ہے اور فن کی کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ (۲) وہ جس کو میں نے پڑھا ہے اور اساتذہ سے خود پڑھ کر یا ان سے سن کر حاصل کیا ہے لیکن فن کی کتابوں میں نہیں ہے۔ (۳) وہ جس کو نہ تو میں نے پڑھا ہے اور نہ کتابوں میں پایا ہے' لیکن اس کو پڑھے ہوئے پر قیاس کیا ہے اس لیے کہ روایت نہ ہونے کے وقت اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں اور یہ قسم نہایت ہی قلیل ہے (نشر) قیاس کی ان دونوں قسموں کو ذہن نشین کر لینے سے یہ اشکال رفع ہو جائے گا کہ قصیدے میں بعض جگہ تو قیاس کرنے کا حکم دیتے ہیں باب الامالہ شعر نمبر ۳۲ اور بعض جگہ فرماتے ہیں کہ قراءت میں قیاس کا کوئی دخل نہیں باب الراآت شعر نمبر ۱۲ اور اسی طرح اور بھی بہت سے شبہات حل ہو جائیں گے۔

ساتویں فصل۔ خلط روایات و طرق

اگر کوئی ایک قراءت یا روایت پڑھتے ہوئے دوسری بھی پڑھ دے تو اس بارے میں پانچ قول ہیں: (۱) ہر حال میں ناجائز ہے چنانچہ امام ابوالحسن سخاوی جمال القراء میں کہتے ہیں کہ ایک قراءت کا دوسری کے ساتھ ملانا خطا ہے (۲) امام ابو زکریا نووی تبیان میں کہتے ہیں جب کوئی شخص قراء سبعہ میں سے کسی قاری کی قراءت پڑھے تو اس کو لازم ہے کہ مضمون کے ختم تک وہی قراءت پڑھتا رہے اس کے بعد دوسری پڑھ سکتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی قراءت پڑھے (۳) جعبری کہتے ہیں اگر ایک کلمہ دوسرے سے متعلق ہو تو دو قراءتوں کو ملا کر پڑھنا منع ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مکروہ ہے (۴) بہت سے ائمہ نے ہر حال میں جائز بتایا ہے اور ناجائز کہنے والوں کو غلطی پر کہتے ہیں (۵) بعض اعتدال کی طرف گئے ہیں (۶) محقق فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر ایک قراءت دوسری پر مرتب ہو۔ (مثلاً کوئی فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ بقرہ ع ۴ میں دو قراءتوں کو مرکب کر کے اٰدَمُ اور كَلِمٰتٍ دونوں کا رفع یا دونوں کا نصب پڑھے یا کوئی وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّآءُ آل عمران ع ۴ میں اسی طرح فا کی تشدید اور ہمزہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع سے یا فا کی تخفیف اور ہمزہ کے نصب سے پڑھے یا کوئی اَخَذَ مِیثَاقَکُمْ حدید ع ۱ میں اَخَذَ کو معروف کے صیغہ سے اور مِیثَاقُکُمْ کو قاف کے رفع سے اُخِذَ مِیثَاقُکُمْ پڑھے یا اَخَذَ کو مجہول اور مِیثَاقَکُمْ کو قاف کے نصب سے اُخِذَمِیثَاقَکُمْ پڑھے) تو اس طرح ملا کر پڑھنا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس سے کلام اس لغت اور عربیت کے بالکل خلاف ہو جاتا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور اگر ایک قراء ت دوسری پر مرتب نہ ہو تو دو قرآتوں کو ملا کر پڑھنا روایت کے موقع پر تو منع ہے کیونکہ اس سے روایت میں کذب اور ایک معتبر امام کی طرف اس وجہ کی نسبت کرنا لازم آتا ہے جو اس نے نہیں پڑھی۔ اور اگر تلاوت میں ایک قراء ت کے ساتھ دوسری پڑھ دی جائے تو بلاشبہ جائز صحیح و مقبول ہے کوئی ممانعت و حرج نہیں کیونکہ ہر وجہ حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے اور قرآن ہے۔ پس جو حرف پڑھا جائے وہی کافی ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خطا یہ ہے کہ قرآن میں وہ چیز پڑھی جائے جو قرآن نہ ہو باقی ایک وجہ کو دوسری وجہ سے ملا کر پڑھنا خطا نہیں۔ انتہی

لیکن جو شخص طرق و روایات میں ماہر اور قرآات کے اختلافات کا عارف ہو اس کے لیے ہم اس کو بھی عیب جانتے ہیں کیونکہ اس سے علماء اور عوام مساوی ہو جاتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ مکروہ یا حرام ہے اس بارہ میں حضرت محققؒ کا یہ بہترین فیصلہ ہے خدائے تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور یہی وہ اصول ہے جس پر صاحب مذاہب ائمہ نے قراء تیں اختیار کی ہیں۔ (از شرح سبعہ)

آٹھویں فصل۔ قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام ابن حکیم کو سورۂ فرقان دوسری طرح پڑھتے ہوئے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ سورۃ تم نے کس سے پڑھی ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ میں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور واقعہ عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے سن کر درست بتایا۔ اور فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ (بخاری و مسلم مثلہ)

(۲) امام ابو عبیدؒ کہتے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے اور محققؒ نے اس کے طرق کو علیحدہ ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو متن کے اختلاف کے ساتھ حضرت عمرؓ ہشام ابن حکیم ابن حزامؓ عبدالرحمٰن ابن عوفؓ ابیؓ ابن کعب، عبداللہ ابن مسعود، معاذ ابن جبل، ابوہریرہ، عبداللہ ابن عباس، ابو سعید خدری، حذیفہ ابن الیمان، ابوبکرہ، عمرو ابن العاص، زید ابن ارقم، انس ابن مالک، سمرہ ابن جندب، عمر ابن ابی سلمہ، ابو جہم، ابو طلحہ، ام ایوب انصاری۔ یہ ان اٹھارہ صحابہ اور ایک صحابیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

(۳) حافظ ابو یعلی موصلی مسند کبیر میں کہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے ایک روز ممبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے کہا میں ان حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہوں۔ اِنَّ الْقُرْاٰنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُنزِلَ عَلٰی سَبعَةِ اَحرُفٍ کُلُّھَا شَافٍ کَافٍ وہ کھڑے ہو جائیں۔ اس پر صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہو گئی۔ جس کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ اور سب نے اس پر گواہی دی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں بھی اس پر گواہ ہوں۔

(۴) اہل علم نے اس حدیث پر مختلف عنوانوں سے بحث کی ہے۔ اور حافظ ابو شامہ نے ان کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ ان کے بعد بعض علماء نے چند نئی بحثیں بھی کی ہیں۔ محقق کہتے ہیں۔ مجھے غور کرنے سے یہ تمام مباحث دس عنوانوں میں منحصر معلوم ہوتے ہیں :۔

(۱) سات حروف پر نازل ہونے کا سبب (۲) حروف کے حقیقی اور مجازی معنی (۳) حروف کا مقصد کہ قوی قول کی بناء پر حروف کے معنی کیا ہیں (۴) اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا زیادہ اور کم پر کس لیے نہیں ہوا۔ (۵) آیا حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں۔ (۶) سات حروف کے کتنے معنی ہیں آیا ضبط و احاطہ میں آسکتے ہیں یا نہیں (۷) آیا یہ سات حروف قرآن میں متفرق ہیں۔ (۸) آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں۔ (۹) جو قراءت اس وقت پڑھی جاتی ہیں۔ آیا وہ سات حروف کا کل ہیں یا بعض۔ (۱۰) قراآت کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد۔

اول۔ سات حروف پر نازل ہونے کا سبب امت کو آسانی اور وسعت دینا ہے

چونکہ حق تعالیٰ نے اس امت کو اعلیٰ ترین کتاب اور اشرف ترین رسول عطا فرما کر سب امتوں پر فوقیت دی تھی اور ان کو وسعت دینا اور رحمت فرمانا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا قبول کرنا منظور تھا۔ اس لیے امت کی مزید آسانی اور سہولت کے پیش نظر قرآن کو سات حروف پر نازل فرمایا۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن مجید کو ایک ہی حرف پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت اور مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ میری امت اس پر عمل نہیں کر سکے گی۔ اور آپ بار بار سوال کرتے رہے۔ حتی کہ شمار سات حروف تک پہنچ گیا اور صحیح روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے رب نے میرے پاس یہ حکم بھیجا کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں۔ سو میں نے پھر درخواست کی۔ کہ میری امت کے لیے آسانی کر دیجئے۔ اور آپ بار بار درخواست پیش کرتے رہے حتی کہ شمار سات حروف تک پہنچ گیا۔ نیز صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا۔ اور پہلی کتابیں ایک ہی دروازے سے ایک ہی حرف پر نازل ہوتی تھیں اور یہ فرق اس لیے تھا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کو صرف ان کی قوم کے لیے بھیجا جاتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم' سرخ و سیاہ' تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔ اور قرآن عرب کے لغت میں نازل ہوا تھا اور ان کے لغات جدا جدا تھے۔ اور زبانیں متفرق تھیں اور ایک لغت اور حرف والے کو دوسروں کے لغت اور حرف میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض پڑھ ہی نہیں سکتے تھے اور تعلیم و تدبیر سے بھی ممکن نہیں تھا۔ خصوصاً بڈھوں' عورتوں' ان پڑھ لوگوں کو اور بھی دشواری تھی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری امت سے اس پر عمل نہیں ہو سکے گا۔ پس اگر اس حالت میں یہ حکم ہوتا کہ چار ناچار سب کو ایک ہی لغت میں پڑھنا ہوگا۔ تو یہ تکلیف تحمل سے باہر ہوتی یا سخت مشقت پیش آتی اور طبعیتیں اس کی تلاوت سے ہٹ جاتیں۔ اور اسی لیے علماء کا اختلاف ہوا ہے کہ کیا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ اس میں تین قول ہیں:- {(ا) ہر صورت میں جائز (۲) ہر حالت میں ناجائز (۳) اگر عربی میں پڑھنے سے بالکل عاجز ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ لیکن اس کو ترجمہ کہیں گے نہ کہ قرآن۔} رہا یہ کہ ان میں سے ترجیح کس کو ہے۔ سو یہ اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ ابو محمد عبداللہ ابن قتیبہ اپنی کتاب "مشکل" میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آسانی عطا کرنے کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو ان کی زبان اور عادت کے مطابق الفاظ میں قرآن پڑھائیں چنانچہ ھذیل حَتّٰی کے بجائے عَتّٰی بولتے تھے اور اسدی تِعْلَمُوْنَ اور تِعْلَمُ۔ وَتِسْوَدُّ وُجُوْہٌ اور اَلَمْ اِعْهَدْ اِلَيْكُمْ میں علامت مضارع کو کسرے سے ادا کرتے تھے۔ اور بنی تمیم یَأْلَمُوْنَ۔ شِئْتَ۔ یُؤْمِنُوْنَ میں ہمزہ پڑھتے تھے اور قریش ابدال کرتے تھے اور بعض قِیْلَ لَهُمْ اور غِیْضَ الْمَآءُ میں اشمام کرتے تھے اور مَالَكَ لَا تَأْمَنَّا میں ادغام اور ضمہ کا اشمام کرتے تھے۔ اور بعض عَلَيْهُمْ۔ فِيْهُمْ اور بعض عَلَيْهِمُوْ۔ مِنْهُمُوْ پڑھتے تھے۔ اور بعض قَدْ اَفْلَحَ۔ قُلْ اُوْحِيَ۔ خَلَوْا اِلٰی میں نقل کرتے تھے۔ اور بعض مُوْسٰی۔ عِیْسٰی دُنْیَا کو امالے سے اور بعض تقلیل (تھوڑے امالے) سے اور بعض خَبِیْرًا اور بَصِیْرٌ کو ترقیق سے اور بعض اَلصَّلٰوۃَ اور اَلطَّلَاقُ کو لام کی تفخیم سے پڑھتے تھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں اگر ان حضرات میں سے ہر گروہ یہ چاہتا کہ وہ اپنے لغت کو اور اپنی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کی پڑی ہوئی عادت کو چھوڑ دے تو اس میں ان کو بڑی دشواری پیش آتی اور بڑی محنت پڑتی اور عرصہ تک مشق کرنے اور زبان کو مسخر کرنے اور عادت کے ترک کرنے کے بعد ممکن ہوتا۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ نے جس طرح امت کو دین میں آسانی دی تھی۔ اسی طرح اپنے لطف و انعام سے قرآن کے لغات اور حرکات میں بھی وسعت عطا کر دی۔ (نشر) اور آسانی کے علاوہ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ اسراء ۱۰ پیش کر کے تمام مخلوق کو چیلنج دیا تھا کہ قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر لائیں۔ پس اگر قرآن ایک ہی لغت میں نازل ہوتا تو دوسرے لغت والوں کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی کہ اگر ہمارے لغت میں ہوتا تو ہم اس کا مثل بنا لاتے اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں کذب کا وہم ہو جاتا حالانکہ وہ اس سے پاک اور بری ہیں۔ **سوال:** جب سات حروف سے مراد سات لغات ہیں جن میں ایک لغت قریش کا بھی ہے تو پھر سورۂ فرقان میں عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم کی قراءتیں جدا جدا کیوں تھیں کیا وہ دونوں قرشی نہیں تھے؟ **جواب:** دونوں قرشی تو تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کا لغت بھی ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص قریشی ہو اور اس کی پرورش کسی دوسری قوم میں ہوئی ہو اور اس نے ان کا لغت سیکھ لیا ہو اور اسی زبان میں گفتگو کرتا ہو۔ اور عربوں میں یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت سے پائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں اور میری زبان سعد ابن بکر کی زبان ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ میں خالص عرب ہوں اور قریش میں پیدا ہوا ہوں۔ اور بنی سعد میں پرورش پائی ہے میرے پاس لحن غلطی کہاں سے آسکتی ہے اور قرآن میں ہے وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ پس عرب کو عام رکھا ہے اور کسی قبیلہ کو خاص نہیں کیا اور ان سات حروف میں وہ دس قراء تیں بھی داخل ہیں جو ہمیں تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں اور وہ قراء تیں بھی جو پہلے انہیں کی طرح متواتر تھیں لیکن اب باقی نہیں رہیں۔ کیونکہ قرآن مجید ہمیشہ غلطی سے محفوظ رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (غیث النفع)

دوم۔ حروف کے معنیٰ

اہل لغت کے قول پر حرف ان چھ معنی میں آتا ہے۔ (۱) حافہ (۲) ناحیہ (کنارہ) (۳) وجہ (۴) طرف (۵) حد (۶) کسی چیز کا ٹکڑا۔ اور اسی لیے حروف ہجا میں سے کسی ایک کو بھی حرف کہتے ہیں گویا وہ بھی کلمہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ حافظ ابو عمرو دانیؒ کے قول پر حدیث میں جو اَحْرُف ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) وجہ یہ لغوی معنی ہیں یعنی قرآن سات وجوہ پر نازل ہوا ہے اور وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ج ع ۲ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی بعض لوگ اللہ کی عبادت ایک وجہ پر کرتے ہیں پھر آگے اس کی توضیح فرمائی ہے کہ اگر اس کو خیر (نعمت و راحت' مال' عافیت' دعا کی قبولیت یہ چیزیں) حاصل ہوتی ہے تو ایمان پر جما رہتا ہے اور عبادت کرتا رہتا ہے اور اگر سختی اور نقصان کی حالت پیش آجاتی ہے۔ تو کفر اختیار کر لیتا ہے اور عبادت چھوڑ دیتا ہے۔ (۲) قراءت یہ مجازی معنی ہیں اس بناء پر کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کسی شے کا وہ نام بھی رکھ دیتے ہیں جو اس کے جزو یا مقارب و مناسب یا سبب کا یا اس سے تعلق رکھنے والی چیز کا نام ہوتا ہے۔ پس چونکہ مختلف قراء تیں حرف ہی میں تغیر ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ (چنانچہ حرکات کی تبدیلی ایک حرف کا دوسرے سے ابدال' تقدیم و تاخیر' امالہ' زیادتی و کمی یہ سب تبدیلیاں حرف ہی میں ہوتی ہیں) اس لیے عرب کی عادت اور ان کے استعمال پر اعتماد کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کو (گو وہ طویل کلام ہو) مجازاً حرف فرما دیا۔ پس یہاں کل کے بجائے جزو کا نام استعمال کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث میں جو حرف ہے وہ لغتاً" وجہ کے اور مجازاً قراءت کے معنی میں ہے۔ محقق فرماتے ہیں کہ حدیث میں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن قوی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ میں تو احرف سے وجوہ مراد لی جائیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے قول (سَمِعْتُ هِشَامًا يَّقْرَءُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَّمْ يُقْرِئْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) میں حروف سے قراآت مراد لی جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوم- سات حروف کا مقصد

اس میں تقریباً چالیس قول ہیں- لیکن علامہ دانیؒ اور اکثر محققین اور جمہور اہلِ ادا کی رائے پر سات حروف سے سات لغات مراد ہیں لیکن ان تین باتوں پر اجماع ہے- (۱) جِبْرِیْلَ- اَرْجِهْ- هَیْتَ- اُفٍّ- هَیْهَاتَ وغیرہ قلیل کلمات کے سوا ہر ایک کلمہ سات طرح نہیں پڑھا جاتا- (۲) عوام کے گمان کے موافق ان سات سے قراء سبعہ کی قراءتیں مراد نہیں ہیں کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سات حروف کی حدیث ارشاد فرمائی تھی- اس وقت قراء سبعہ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے- ان کی قراءتوں کو سب سے پہلے چوتھی صدی میں ابوبکر ابن مجاہد نے جمع کیا ہے- (۳) قراء سبعہ کی قراءتیں بھی ان سات حروف میں داخل ہیں- پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ سات لغات کس کس قبیلے کے ہیں- پس ابو عبید کے قول پر قریش' ہذیل' ثقیف' ہوازن' کنانہ' تمیم' یمن' ان سات قبیلوں کے لغات ہیں یعنی قرآن کا کچھ حصہ قریش کے لغت میں ہے اور کچھ ہذیل کے لغت میں اور باقی پانچ کو بھی اسی طرح سمجھ لو اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ پانچ لغت تو ہوازن کے پانچ شعبوں (سعد و ثقیف' کنانہ' ہذیل' قریش) کے ہیں اور دو لغت تمام اہل عرب کی زبانوں کے ہیں- محقق فرماتے ہیں کہ یہ اقوال شبہ سے خالی نہیں ہیں کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عمرؓ اور ہشامؓ رضی اللہ عنہما نے سورۂ فرقان کی قراءت میں اختلاف کیا حالانکہ دونوں قریشی ہیں جن کا قبیلہ بھی ایک ہے اور لغت بھی ایک ہے (اور اس کا جواب پہلے عنوان کے آخر میں گذر چکا ہے) نیز محقق نے چار قول اور بیان کیے ہیں (۱) بعض کہتے ہیں کہ ان سات سے احکام کے معنی (حلال' حرام' محکم' متشابہ' امثال' انشاء' اخبار) مراد ہیں (۲) اور بعض کے قول پر ناسخ' منسوخ' خاص' عام' مجمل' مبین' مفسر ہیں- (۳) بعض کی رائے پر امر' نہی' طلب' دعا' خبر' استخبار' زجر ہیں (۴) بعض کے قول پر وعد' وعید' مطلق' مقید' تفسیر' اعراب' تاویل ہیں- پھر فرماتے ہیں کہ یہ چاروں قول بھی صحیح نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کا اختلاف تفسیر و احکام میں نہیں تھا بلکہ کلمات کی قراءت میں تھا- سوال: طبرانی نے عمر ابن سلمہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اور کتابیں تو آسمان کے ایک دروازے سے اترتی تھیں اور قرآن سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ ابواب یا حروف یہ ہیں:- حلال' حرام' محکم' متشابہ' ضرب امثال' امر' زاجر- پس اس کے حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام سمجھو اور اس کے محکم پر عمل کرو اور متشابہ میں رائے کو دخل دینے سے رک جاؤ اور اس کی امثال سے عبرت حاصل کرو- کیونکہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور غور و فکر تو عقل والے ہی کرتے ہیں- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات حروف سے سات چیزیں مراد ہیں پھر ان سب اقوال کو غیر صحیح کہنا کیونکر درست ہوگا- جواب: (۱) سبعہ (سات) کا لفظ اس حدیث میں بھی آیا ہے اور سَبْعَةِ اَحْرُفٍ والی حدیث میں بھی لیکن سات سے یہاں اور چیزیں مراد ہیں اور وہاں اور چیزیں اور دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبعہ کی تفسیر ان سات چیزوں سے فرمائی ہے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے کا حکم بھی دیا ہے- اور اخیر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّ کُلًّا مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا لاکر اس کو موکد بھی کر دیا ہے۔ (۲) یا یوں کہو کہ سَبْعَةِ اَحْرُفٍ تو دونوں جگہ ایک ہی ہے اور اس سے دونوں جگہ وجوہ اور قراءت ہی مراد ہیں۔ لیکن حَلَالٍ وَّ حَرَامٍ الخ ابواب کی تفسیر ہے۔ نہ کہ اَحْرُف کی۔ (۳) یا یوں کہو کہ حَلَالٍ وَّ حَرَامٍ نہ سَبْعَةِ اَحْرُفٍ کی تفسیر ہے نہ سَبْعَةِ اَبْوَابٍ کی بلکہ اس میں ایک مستقل اور جدا بات بتائی ہے کہ قرآن میں یہ چیزیں بھی ہیں اور یہ بھی سات ہیں۔

چہارم۔ اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا کم یا زیادہ پر کیوں نہیں ہوا

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ عرب کے اصل اور بڑے بڑے قبیلے سات ہی تھے یا فصیح لغات سات تھے۔ (اسی لیے سات ہی پر نازل ہوا) لیکن یہ دونوں محض دعویٰ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سبعہ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں۔ جس میں زیادتی و کمی کی گنجائش نہ ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس میں وسعت و سہولت دیکر حق تعالیٰ نے اجازت دیدی ہے کہ قرآن کو عرب کے لغات میں سے جس لغت میں پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نزول کے خلاف نہ ہو اور اہل عرب کی عادت ہے کہ سَبْعَه۔ سَبْعِیْنَ۔ سَبْعِمِائَةٍ بولتے ہیں اور اس سے معین عدد کے بجائے کثرت مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ بقرہ ع ۳۶ اور اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً توبہ ع ۱۰ اور حدیث وَالْحَسَنَةُ اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ اور اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً اسی قبیل سے ہے۔ یہ توجیہ بظاہر تو عمدہ تھی لیکن حقیقت کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ ذیل کی حدیث جو بہت سے طرق سے آئی ہے۔ اس کے معارض ہے۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کو ایک حرف پر لے کر آئے تو میکائیلؑ نے آپ سے عرض کیا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ اس پر آپ نے حق تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے آسانی کی درخواست کی۔ پھر دو حرفوں میں لے کر آئے۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا کہ زیادتی کی درخواست کیجئے۔ سو آپ نے پھر آسانی کا سوال کیا تو تین حرفوں پر لائے اور اسی طرح ہوتا رہا۔ حتی کہ شمار سات حروف تک پہنچ گیا۔ ابوبکرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد میں نے میکائیلؑ کو دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے اس سے سمجھ لیا کہ اب شمار ختم ہو چکا ہے (اس پر زیادتی نہیں ہو گی) پس یہ دلیل ہے اس پر کہ معین عدد مراد ہے نہ کہ کثرت۔ محقق فرماتے ہیں کہ میں قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث میں تیس سال سے زیادہ تک غور و فکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر اس کا ایک مطلب ظاہر فرما دیا۔ ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو وہ یہ ہے کہ میں نے صحیح، شاذ، ضعیف، منکر، تمام قراءتوں کو تلاش کیا تو ان کے تغیر کو ذیل کی سات قسموں سے باہر نہیں پایا۔ انہیں سات قسموں میں سے کسی نہ کسی طرح کا تغیر ہوتا ہے (۱) حرکات میں تغیر ہو جائے لیکن لفظ کی صورت اور معنی میں بالکل نہ ہو جیسے بِالْبُخْلِ بِالْبَخَلِ اس میں چار وجوہ ہیں۔ جن میں سے باقی دو شاذ ہیں اور جیسے يَحْسَبُ۔ يَحْسِبُ (۲) حرکات اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت میں نہ ہو جیسے فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اور اٰدَمَ مِنْ رَّبِّهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کَلِمٰتٌ (۳) حروف اور صورت میں تغیر ہو جائے لیکن معنی میں نہ ہو جیسے بَصْطَةً- بَسْطَةًاور اَلصِّرَاطَ- اَلسِّرَاطَ (۴) حروف اور معنی میں تغیر ہو جائے لیکن صورت میں نہ ہو جیسے تَبْلُوْا- تَتْلُوْا اور نُنَجِّيْكَ نُنَحِّيْكَ (۵) حروف و معنی و صورت تینوں ہی میں تغیر ہو جائے جیسے اَشَدَّ مِنْكُمْ- اَشَدَّ مِنْهُمْ- يَاْتَلِ يَتَاَلَّ اور فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۶) تقدیم و تاخیر کا تغیر ہو جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ اور فَيُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ اور شاذ قرآءت پر وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ (۷) حروف کی زیادتی و کمی کا تغیر جیسے وَاَوْصٰى وَوَصّٰى اور وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور رہے اصولی اختلافات جیسے اظہار' ادغام' روم' اشمام' تفخیم' ترقیق' مد' قصر' امالہ' فتحہ' تحقیق' تسہیل' ابدال' نقل سو ان میں لفظ و معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی- بلکہ صرف کیفیت ہی میں ہوتی ہے اور اگر یہ مان لیں کہ ان سے بھی لفظ میں تغیر ہوتا ہے تو پھر یہ ان سات میں سے پہلی قسم میں داخل ہوں گے پھر ہم نے دیکھا تو ابوالفضل رازی اور ابن قتیبہ نے بھی دوسرے عنوان سے یہی تقریر کی ہے جو ہم نے کی ہے یعنی ان حضرات نے بھی سات حروف سے لفظی تغیر کی سات قسمیں مراد لی ہیں-

پنجم- آیا سات حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں؟

ہاں اس اختلاف سے بہت سے احکام اور علمی فوائد نکلتے ہیں جن میں ضدیت و مخالفت قطعاً" نہیں ہوتی- جس کی توضیح اسی فصل کے دہم میں اختلاف کی حقیقت کے ذیل میں آئے گی- یہاں نمونے کے طور پر علمی فوائد کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

(۱) متفق علیہ حکم کا اظہار جیسے نساء ع ۲ میں وَلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ کے بعد سعد ابن ابی وقاصؓ کی قرآءت میں مِنْ اُمٍّ کا لفظ بھی ہے- اس سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں وہ بہن بھائی مراد ہیں جو اخیافی (ماں شریک) ہوں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور اسی لیے مسئلہ مشترکہ میں علماء کی رائے مختلف ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرنے والے نے چار قسم کے وارث چھوڑے- (۱) میاں بیوی میں سے کوئی ایک (۲) ماں یا دادی اور نانی میں سے کوئی ایک (۳) اخیافی بہن بھائی (۴) عینی بھائی بہنوں میں سے ایک یا زائد- پس اکثر صحابہ اور ان کے بعد والے لوگوں کی رائے پر اخیافی اور عینی دونوں قسم کے بہن بھائی ایک تہائی میں شریک ہوں گے- کیونکہ سب ایک ماں سے ہیں اور یہی شافعیؒ' مالکؒ' اسحٰقؒ وغیرہ کا مذہب ہے اور صحابہؓ وغیرہ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ صحیح قرآءت کے ظاہر الفاظ کی بناء پر تہائی حصہ صرف اخیافی بہن بھائیوں کو ملے گا اور عینی بھائی بہن محروم رہیں گے- اور یہی ابو حنیفہؒ اور ان کے تینوں اصحاب کا اور احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری وغیرہ کا مذہب ہے-

www.KitaboSunnat.com

(۲) مختلف فیہ مسئلے میں ایک جانب کو ترجیح دینا- جیسے قسم کے کفارے میں جو غلام آزاد کیا جاتا ہے- شافعیؒ وغیرہ کے مذہب پر اس کا مومن ہونا شرط ہے اور ابو حنیفہؒ کے مذہب پر شرط نہیں بلکہ کافر غلام سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے- پس مائدہ ع ۱۲ میں اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کے بعد مُؤْمِنَةٍ کی قرآءت سے شافعیؒ کے مذہب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا جواب یہ ہے کہ مشہور قرآءت میں مُؤْمِنَةٍ کا لفظ نہیں ہے اس لیے مطلق کو مقید کرنا مناسب نہیں-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) دو مختلف حکموں کو جمع کر دینا جیسے بقرہ ع ۲۸ میں ہے حَتّٰی یَطْهُرْنَ اور یَطَّهَّرْنَ پس گویا یوں ارشاد ہوا ہے حَتّٰی یَطْهُرْنَ وَیَطَّهَّرْنَ پہلے یَطْهُرْنَ میں دو احتمال تھے۔ (ا) یہ کہ خون بند ہو جائے۔ (۲) غسل کر لیں مگر تشدید کی قرآءت نے بتا دیا کہ حیض والی عورتوں سے صحبت کرنا اس وقت جائز ہے جب دونوں شرطیں پائی جائیں۔ یعنی خون بند بھی ہو جائے اور غسل بھی کر لیں (۴) دو قرآءتوں سے دو جدا جدا حکموں کا اظہار مثلاً وَاَرْجُلَكُمْ مائدہ ع ۲ میں ایک قرآءت پر لام کا نصب اور دوسری پر جر ہے پس نصب کی قرآءت یہ چاہتی تھی کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہو اور جر والی قرآءت کا تقاضا یہ تھا کہ پیروں کا مسح فرض ہو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان سے ظاہر فرما دیا کہ پاؤں کا دھونا تو اس پر فرض ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور مسح کی فرضیت اس کے لیے ہے جس نے موزے پہن رکھے ہوں اور مزید تفصیل نمبر ۳ کی بقرہ میں اور نمبر ۴ کی مائدہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی لیے زمخشری نے محض وہم کی بناء پر ہود ع ۷ کے اِلَّا امْرَاَتَكَ میں رفع اور نصب کی قرآءتوں کے اختلاف کو مفسرین کے اختلاف پر محمول کر لیا۔ (۵) مراد کے خلاف دوسرے معنی کے اس وہم کو دور کر دینا جو ایک قرآءت کے ظاہر سے پیدا ہوتا ہے جیسے جمعہ ع ۲ میں فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کے بجائے فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پس دوسری قرآءت نے یہ بتا دیا کہ پہلی قرآءت سے جو یہ وہم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد جمعہ کے لیے دوڑ کر چلنا چاہیے یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ صرف چلنا کافی ہے گو آہستہ ہو۔ (٦) اس مشکل لفظ کی تفسیر کر دینا جس میں یہ احتمال ہو کہ سننے والا سمجھ نہیں سکے گا جیسے القارعہ میں كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ کے بجائے كَالصُّوْفِ الْمَنْفُوْشِ پس لفظ صوف نے بتا دیا کہ عِهْن اون کے معنی میں ہے (۷) اہل حق کے لیے حجت اور اہل باطل اور کج روی اختیار کرنے والوں کے رد کا سبب بن جانا جیسے دہر ع ۱ میں ابن کثیر وغیرہ کی ایک قرآءت پر وَمُلْكًا كَبِيْرًا میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے اور یہ اس بات کی اعلیٰ ترین دلیل ہے کہ آخرت میں مومنین کو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نصیب ہو گا۔ پس معتزلہ کا انکار بالکل مردود ہے۔ (۸) بعض علماء کے قول کی ترجیح و تقویت کا باعث بن جانا جیسے اَوْلَمَسْتُمُ النِّسَآءَ (نساء ع ۷ و مائدہ ع ۲) کیونکہ لمس جماع کے بھی معنی دیتا ہے اور چھونے کے بھی چنانچہ انعام ع ۱ میں ہے فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ ای مَسُّوْهُ اور حدیث میں ہے لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْلَمَسْتَ اور شاعر کا قول ہے وَلَمَسْتُ كَفِّي كَفَّهٗ طَلَبَ الْغِنٰى (۹) بعض نحاۃ کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل بننا جیسے بِهٖ وَالْاَرْحَامِ نساء ع ۱ میں میم کے جر کی قرآءت سے معلوم ہو گیا کہ کوفیین کا یہ قول صحیح ہے کہ ضمیر مجرور پر جار کے اعادے کے بغیر عطف کرنا جائز ہے اور جیسے لِيُجْزٰى قَوْمًا بِمَا كَانُوْا جاثیہ ع ۲ میں ابو جعفر کی قرآءت پر لِيُجْزٰى فعل مجہول ہے اور اس کا نائب فاعل سمین کے قول پر بِمَا ہے اور یہ اخفش اور کوفیین کے مذہب کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ وہ مفعول بہ کے ہوتے ہوئے غیر مفعول کا نائب فاعل قرار دینا جائز رکھتے ہیں اور دوسری تقدیر یہ ہے کہ لِيُجْزٰى کا نائب فاعل اَلْجَزَاءُ مقدر ہو جو مَا يُجْزٰى بِهٖ کے معنی میں ہے نہ کہ مصدری معنی میں کیونکہ مصدر کا نائب فاعل بنانا ضعیف ہے بالخصوص جبکہ مفعول بہ بھی موجود ہو (قاضی بیضاوی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ششم۔ سات حروف کے کے معنی ہیں؟

چونکہ یہ حروف صحیح اور شاذ دونوں قسم کی قراءتوں میں آتے ہیں اور بار بار واقع ہوتے ہیں اس لیے ان کے معنی تعداد کے لحاظ سے ضبط و احاطہ میں نہیں آسکتے لیکن مآل اور انجام کے اعتبار سے حروف کے دو معنی ہیں یعنی دو کلیاں ہیں جن میں تمام جزئیات داخل ہیں (۱) لفظ میں فرق ہوتا ہے معنی میں نہیں ہوتا جیسے خُطُوٰتِ۔ خُطْوٰتِ۔ هُزُؤًا۔ هُزْوًا۔ هُزُوًا۔ صِرَاطَ۔ سِرَاطَ۔ يَحْسَبُ۔ يَحْسِبُ۔ عَلَيْهِمْ۔ عَلَيْهُمْ۔ قُدُسِ۔ قُدْسِ (۲) لفظ و معنی دونوں میں تغیر ہوجاتا ہے جیسے قُلْ رَبِّ۔ قَالَ رَبِّ۔ يَنْشُرُكُمْ۔ يُسَيِّرُكُمْ۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ۔ لَنُثْوِيَنَّهُمْ۔ يَقُصُّ۔ يَقْضِ۔ يَكْذِبُونَ۔ يُكَذِّبُونَ۔ نُنْشِزُ۔ نُنْشِرُ۔ نُنْشِرُ۔ مَافَتِنُوا۔ مَافُتِنُوا۔ مَافَتَنُوا۔ لَقَدْ عَلِمْتَ۔ عَلِمْتُ۔ عَلِمَتْ۔ اور تیسری قسم یہ بھی ہے کہ لفظ و معنی دونوں متحد رہیں لیکن تلفظ کی کیفیت میں قسم قسم کی تبدیلیاں ہو جائیں۔ جیسے تغلیظ و ترقیق' مد و قصر' تحقیق و تسہیل' فتحہ و امالہ' صلہ و عدم صلہ وغیرہ تمام اصولی اختلافات' محقق فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس قسم کے اختلاف سے لفظ و معنی میں کوئی تغیر نہیں آتا اور ابو عمرو' ابن حاجب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہفتم۔ آیا یہ ساتوں حروف قرآن میں متفرق ہیں؟

محققؒ نے چونکہ سات حروف سے لفظی تغیر کی سات قسمیں مراد لی ہیں جو اسی فصل میں چہارم کے آخر میں گذری ہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ بے شک ہر روایت و قراءت میں قرآن میں سات حروف متفرق ہیں۔ پس اگر کوئی قرآن کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے۔ جس میں وہ ساتوں طرح کے تغیرات آگئے ہوں تو اس پر بھی یہ صادق آئے گا کہ اس نے سات حروف پڑھ لئے لیکن اس کو سات حروف کے پورے مجموعہ کا پڑھنے والا نہیں کہیں گے کیونکہ وہ تو دریائے بے پایاں ہے اور علامہ دانیؒ نے چونکہ حروف کی تفسیر لغات سے کی ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں سات لغات کا کل نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض ہیں۔

ہشتم۔ آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں؟

فقہاء اور قراء اور متکلمین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہاں ہیں۔ کیونکہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور امت کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کوئی چیز ترک کرے اور جمہور علماء و آئمہ' متقدمین و متاخرین کہتے ہیں کہ عثمانی مصاحف میں وہ سات حروف ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری دور میں باقی رہ گئے تھے جو آپ ہر سال جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کیا کرتے تھے ان میں سے ایک حرف بھی ترک نہیں ہوا۔ محقق کہتے ہیں یہی حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے۔ (شرح سبعہ)

نہم۔ جو قراآت اس وقت پڑھی جاتی ہیں آیا وہ سات لغات کا کل ہیں یا بعض؟

اس کا جواب اس سے پہلی بحث پر موقوف ہے۔ فقہاء وغیرہ کہتے ہیں کہ کل ہیں اور دوسرے گروہ کے قول پر بعض ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ موجودہ قراءتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانے کی قرآءتوں کے مقابلے میں اس قدر کم ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں ایک گھونٹ اور کثیر کے مقابلے میں قلیل ہوتا ہے۔ (شرح سبعہ)

سورہ فاتحہ کی وہ شاذ قرآءتیں جو نحوی وجہ اور رسم کے موافق ہیں اور انکی توجیہات

(۱) اَلْحَمْدُ لُلّٰہِ (ابراہیم ابن ابی عیلہ) اس میں لام کا ضمہ دال کے ضمہ کی مناسبت سے ہے۔

(۲) اَلْحَمْدِ لِلّٰہِ اس میں دال کا کسرہ لام کے کسرے کی مناسبت سے ہے اور نحوی وجہ کے لحاظ سے ۱ و ۲ دونوں میں بعد ہے۔

(۳) اَلْحَمْدَ لِلّٰہِ اس میں دال کا نصب اس لیے ہے کہ الحمد احمدوا مقدر کا مفعول مطلق ہے۔

(۴) اَلْحَمْدَ لَلّٰہِ اس میں دال کا نصب مذکورۂ بالا تقدیر کی بناء پر ہے اور لام جارہ کا فتحہ دال کے فتحہ کی مناسبت سے ۔

حسن بصریؒ

(۵) ھَا کے کسرے کی وجہ سے لِلّٰہِ کے الف میں امالہ (قتیبہ عن الکسائی)

(٦) رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں با کا رفع یا نصب (ابو زید سعید ابن اوس انصاری نَاقِلًا ذٰلِکَ عَنِ الْعَرَبِ) کیونکہ جب کئی صفتیں پے در پے آجاتی ہیں تو ان کے اعراب میں اتحاد رکھنا واجب نہیں رہتا بلکہ یہ جائز ہو جاتا ہے کہ بعض کو فعل مقدر کا مفعول بنا کر نصب دے دیں اور بعض کو مبتدا محذوف کی خبر بنا کر رفع دیدے لیکن ایک صفت کو جر سے رفع اور نصب کی طرف منتقل کر لینے کے بعد آئندہ صفات میں جر جائز نہیں رہتا۔ (۷) بعد کے کسرے کی بناء پر اَلْعَالَمِیْنَ اور اَلرَّحْمٰنِ کے الف میں امالہ (قتیبہ عن الکسائی بخلاف) (۸) مُلِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ اس بناء پر کہ تقدیر یَا مُلِکَ ہے (ابو صالح و محمد ابن سمیفع یمانی) اور یہ عمدہ قرآءت ہے۔ (۹) مَلِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ (ابو حیوۃ) (۱۰) مَلَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ اس بناء پر کہ مَلَکَ فعل اور یَوْمَ اس کا مفعول ہے (علی ابن ابی طالب) (۱۱) مَلْکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اس میں لام کا سکون تخفیف کی بناء پر ہے (عبدالوارث عن ابی عمرو و نُسِبَ ایضاً الی عمر ابن عبدالعزیز) (۱۲) مِلْکُ یَوْمِ الدِّیْنِ ای ھُوَ مِلْکٌ اور اس میں مِلْکٌ کو یَوْمَ کا عامل قرار دیا ہے۔ (عاصم جحدری) (۱۳) مُلِکُ یَوْمِ الدِّیْنِ (عون ابن ابی شداد عقیلی وغیرہ) (۱۴) مَلَّاکِ یَوْمِ الدِّیْنِ مبالغہ کے صیغے سے کیونکہ اس دن حق تعالیٰ کا مالک ہونا بخوبی واضح ہو جائے گا (علی ابن ابی طالب) اور یہ حمزہ و کسائی کی قراءت پر عَلَّامِ الْغَیْبِ سباع اکی طرح تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ (۱۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مَلِیکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (یمانی) اور یہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کی اور ابو عمرو کی قرآءت پر وَاَکُوْنَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ منافقون کی طرح تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ (۱۶) مُلِکِ کے الف میں امالہ (سورہ ابن المبارک و قتیبہ عن الکسائی) (۱۷) اِیَاکَ میں دونوں جگہ یَا کی تخفیف (عمرو ابن فائد اسواری) اور چونکہ یہ تلفظ میں اِیَا الشَّمْسِ ای ضِیّاءُ ھَا کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ اور اس معنی کا وہم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی روشنی کو پوجتے ہیں اس لیے بعض متاخرین نے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔ (۱۸) اَیّاکَ میں دونوں جگہ ہمزہ کا فتحہ (فضل ابن محمد رقاشی و ایضاً سفیان الثوری عن علی) اور کسرے کی طرح ہمزہ کا فتحہ بھی لغت ہے۔ (۱۹) ہمزہ کے کسرے کے سبب اِیّاکَ میں دونوں جگہ الف کا امالہ (عبداللہ ابن داوٗد خریبی عن ابی عمرو) (۲۰) تخفیف کی غرض سے نَعْبُدْ میں دال کا سکون جیسا کہ یَاْمُرْکُمْ وغیرہ میں ابو عمرو کی قرآءت ہے (بعض اہل مکہ) اور ایک قول پر سکون کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے نزدیک راس آیت ہے اس لیے سنت پر عمل کرنے کے لیے وقف کی نیت کرلی اور وصل کو وقف کا قائمقام بنا دیا۔

(۲۱) مَالِکِیْ کردم عن نافع و اہوازی عن ورش

(۲۲) نَعْبُدُوْ

اور یہ یَا اور واوٗ کسرے اور ضمہ کے صلہ سے پیدا ہوئی ہے۔

(۲۳) اِیّاکَ یُعْبَدُ (حسن بصریؒ) اور اس کی توجیہ مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں غیبت' استعارہ اور التفات کی بناء پر ہے اور تقدیر اِیّاکَ الَّذِیْ یُعْبَدُ ہے یعنی آپ ہی وہ ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ (۲۴) نِسْتَعِیْنُ میں پہلے نون کا کسرہ (یحیٰی ابن وثاب) اور یہ مشہور اور عمدہ لغت ہے۔ (۲۵) اَلزِّرَاطَ میں صاد کے بجائے خالص زا (اصمعی عن ابی عمرو و ایضاً عن حمزہ) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب صفیر کے حروف میں سے ایک کو دوسرے سے بدل لیتے ہیں اور سین کی قرآءت کی طرح زا والی بھی تقدیراً رسم کے موافق ہے۔ عَلَیْھِمْ میں تین قرآءتیں تو مشہور ہیں۔ (۱) عَلَیْھِمْ (۲) عَلَیْھِمُ (۳) عَلَیْھُمْ اور سات قرآءتیں اور ہیں اس لیے کل دس ہو جاتی ہیں۔

(۲۶) عَلَیْھُمُ (عبدالرحمٰن ابن ہرمز الاعرج وغیرہ) (۲۷) عَلَیْھِمِ (حسن بصریؒ و عمرو ابن فائد)۔

(۲۸) عَلَیْھُمُ (۲۹) عَلَیْھِمُ } ابن ہرمز الاعرج۔

(۳۰) عَلَیْھِمِ (۳۱) عَلَیْھُمِ (۳۲) عَلَیْھِمِ } ابو الحسن اخفش

اور یہ سب لغات ہیں اور وقف کی صورت میں میم بالاتفاق ساکن پڑھا جائے گا۔

(۳۳) غَیْرُ الْمَغْضُوْبِ میں را کا رفع اس بناء پر کہ یہ ھُمْ یا اُولٰٓئِکَ مقدر کی خبر ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) (۳۴) غَیْرَ میں را کا نصب اس بناء پر کہ غَیْرَ یا تو حال ہے یا صِرَاطَ کی صفت ہے (حسن و خلیل ابن احمد عن ابن کثیر) (۳۵) وَلَا الضَّاۗلِّیْنَ یعنی الف کے بجائے فتحہ والی ہمزہ اور یہ کلام عرب میں قلیل ہے (ایوب سختیانی)

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہم- قرآءت کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد

یہ اختلاف تنوع اور تغایر کی قسم سے ہوتا ہے- تضاد اور تناقض کے قبیل سے نہیں ہوتا یعنی قرآءت کے اختلاف سے طرح طرح کے عجیب و غریب معنی پیدا ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوتے ہیں- مگر ان معنی میں ضدیت اور مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ کتاب اللہ میں یہ محال ہے- چنانچہ ارشاد ہے- اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ (الیٰ) کَثِیْرًا نساء ع ۱۱- پس ناممکن ہے کہ ایک قرآءت میں امر اور دوسری میں نہی ہو یا اور کسی طرح تعارض ہو سکے- (شرح سبعہ)

مصداق کے متحد رہنے اور بدل جانے کے لحاظ سے اختلاف کی قسمیں

محققؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام قرآءتوں کے اختلاف میں غور و فکر کیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مصداق کے اعتبار سے اختلاف کی تین قسمیں ہیں- اول: یہ کہ لفظ میں تبدیلی ہو جائے لیکن معنی دونوں قرآءتوں پر ایک ہی رہیں جیسے اَلصِّرَاطَ- اَلسِّرَاطَ- عَلَیْہِمْ- اَلْقُدُسِ- یَحْسَبُ- یُؤَدِّہٖ اور اسی طرح قرآءت کی وہ تمام تبدیلیاں جن کی بابت فن کے علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب اس لفظ کے لغات ہیں یعنی لغت کی تبدیلی سے معنی نہیں بدلتے- دوم: لفظ اور معنی دونوں میں تبدیلی ہو جائے لیکن دونوں کا مصداق ایک ہو یعنی دونوں ایک ہی ذات پر صادق آتے ہوں جیسے (۱) فاتحہ میں مٰلِکِ اور مَلِکِ دونوں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں- اس لیے کہ وہ قیامت کے دن کے مالک بھی ہیں اور اس روز کے بادشاہ بھی ہیں- چنانچہ اس دن مجازی سلطنتیں بھی سب ختم ہو جائیں گی- (۲) بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ اور یُکَذِّبُوْنَ بقرہ ع ۲ اس میں دونوں قرآءتوں پر فعل کی ضمیر منافقین کے لیے ہے اور پہلی قرآءت پر معنی یہ ہیں کہ یہ منافقین اپنے آپ کو مومن بتانے میں جھوٹ بولتے ہیں اور دوسرے قرآءت کے معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا بتاتے ہیں- (۳) کَیْفَ نُنْشِزُھَا اور نُنْشِرُھَا بقرہ ع ۳۵ اس میں بھی دونوں قرآءتوں پر مفعول کی ضمیر مونث عظام (ہڈیوں) کے لیے ہے اور پہلی قرآءت کے معنی یہ ہیں کہ ہڈیوں کو دیکھو ہم ان کو کس طرح (ایک کو دوسرے پر) چڑھاتے ہیں حتی کہ وہ سب جڑ کر ایک ہو جاتی ہیں- اور راء والی قرآءت پر معنی یہ ہوں گے کہ دیکھو ہم ہڈیوں میں جان ڈال کر ان کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں- پس حق تعالیٰ نے دونوں معنی کو دو قرآءتوں کے ذریعہ بیان کر دیا- سوم: لفظ و معنی دونوں میں تبدیلی ہو جائے اور دونوں کا مصداق بھی جدا جدا ہو لیکن کوئی ایسی وجہ بھی نکل سکے جو دونوں کو متحد کر دے اور ضدیت پیدا نہ ہونے دے مثالیں (۱) وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ انعام ع ۲ میں جماعت قراء کی مشہور قرآءتوں پر تو پہلا فعل معروف اور دوسرا مجہول ہے اور دوسری قرآءت پر اس کا عکس ہے یعنی وَھُوَ یُطْعَمُ وَلَا یُطْعِمُ اور تیسری پر دونوں فعل معروف ہیں- یعنی وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعِمُ اور آخری دونوں قرآءتیں شاذ ہیں پس اگر تینوں میں ھُوَ کی ضمیر کا مرجع حق تعالیٰ کو قرار دیں تو قرآءتوں میں تناقض اور ضدیت کا شبہ ہو جائے گا اور مطلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نکلے گا کہ حق تعالیٰ بھی دوسروں کو رزق دیتے ہیں اور دوسرے لوگ انہیں رزق دیتے ہیں اور اس کا حل یہ ہے کہ پہلی اور تیسری قرآءت پر ھُوَ کی ضمیر حق تعالیٰ کے لیے ہے اور دوسری پر وَلِیًّا کے لیے جو آیت میں موجود ہے اور پہلی قرآءت پر معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو رزق دیتے ہیں اور اللہ کو کوئی رزق نہیں دیتا کیونکہ وہ رزق کے محتاج نہیں ہیں اور دوسری قرآءت پر یہ معنی ہوں گے کہ اس ولی کو حق تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ خود کسی کو بھی رزق نہیں دے سکتا اور تیسری پر مطلب یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں رزق دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں رزق نہیں دیتے۔ (۲) وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا اور قَدْ كُذِّبُوْا یوسف ع ۱۲ پس ذال کی تخفیف والی قرآءت پر ظن وہم کے معنی میں ہے اور جمع کی تینوں ضمیریں مُرْسَلَ اِلَیْهِمْ (یعنی کفار) کے لیے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ کفار کو یہ وہم ہو گیا کہ رسولوں نے جو خبریں ہمیں دی ہیں ان میں ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے اور تشدید کی صورت میں ظن یقین کے معنی میں ہے اور تینوں ضمیریں رسولوں کے لیے ہیں یعنی رسولوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب ان کی قوم نے انہیں پوری طرح جھٹلا دیا اور ضد اور مخالفت کے سبب اب ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہیں رہی ۳۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اور لَتَزُوْلُ مِنْهُ الْجِبَالُ ابراہیم ع ۷ پس پہلی قرآءت پر اِنْ نافیہ ہے اور کسرے والا لام نفی کی تاکید کے لیے ہے اور مضارع ان مقدرہ کی بناء پر منصوب ہے اور اَلْجِبَالُ سے مجاز کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دین اسلام اور قرآن مراد ہے یعنی کفار کی تدبیریں گو فی نفسہا بڑی بڑی اور مضبوط تھیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کی تدبیر ایسی نہ تھی جن سے پہاڑ (نبوت و قرآن و دین حق) اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دین الٰہی مٹ جاتا بلکہ ان کی مخالفت کے باوجود بھی دین حق غالب ہی رہا اور ان کی تدبیریں نیست و نابود ہو گئیں۔ اور دوسری قرآءت پر اِنْ مخففہ ہے جو اصل میں اِنَّ تھا اور لَتَزُوْلُ کے پہلے لام پر فتحہ ہے اور یہ لام ابتدائیہ ہے اور دوسرے لام کا رفع ہے اور اَلْجِبَالُ حقیقی معنی میں ہے پس اس سے یہی ظاہری پہاڑ مراد ہیں یعنی یہ بات یقینی ہے کہ کفار کی تدبیریں اس قدر مضبوط اور سنگین تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے لیکن اس پر بھی وہ دین الٰہی کو مغلوب نہ کر سکے جو دین اور نبی ﷺ کی صداقت پر ظاہر ترین دلیل ہے۔ (۴) لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا اور فَتَنُوْا نحل ع ۱۴ پس فعل مجہول کی ضمیر مہاجرین کے لیے ہے اور معروف کی اَلْخَاسِرُوْنَ کے لیے ہے اس صورت میں ذرا بھی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔ (۵) قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ اور عَلِمْتُ اسراء ع ۱۲ پس تَا کے فتحہ کی صورت میں عَلِمْتَ کا فاعل اور مخاطب فرعون ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹنے کے لیے فرمایا کہ اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ آیات و معجزات حق تعالیٰ نے نازل کئے ہیں۔ پس علم کے باوجود تیرا انکار ضد اور عناد کی بناء پر ہے شک و شبہ کے طور پر نہیں اور تَا کے ضمہ والی قراءت پر فاعل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس میں فرعون کے قول (اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ) کا رد ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مجنون کہا تھا۔ پس قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ میں فرمایا کہ مجھے اس بات کا پورا علم ہے کہ یہ احکام و آیات آسمان اور زمین کے رب کے نازل کئے ہوئے ہیں او آیا مجنون عالم ہو سکتا ہے پس عالم کو مجنون کہنے والا خود جنون میں گرفتار ہے۔ ان مثالوں میں غور کرنے سے خوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو جائے گا۔ کہ ضدیت و منافات کسی قرآءت میں بھی نہیں ہے۔ (اگر ہمیں کسی قرآءت میں ضدیت کا شبہ ہوتا ہے) تو وہ ہماری ہی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ کلام الٰہی اس سے بالکل بری اور پاک ہے اور جو قرآءت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے اس کا قبول کرنا واجب ہے اور امت میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ اس کو رد کر دے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی کہ ہر قرآءت حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر ایک قرآءت کا دوسری کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ہے پس ہر آیت کی طرح ہر قرآءت پر بھی ایمان لانا واجب ہے اور وہ آیت اور قرآءت جس معنی پر مشتمل ہے۔ اعتقاداً بھی اس کی پیروی کرنا واجب ہے اور عملاً بھی اور یہ بھی جائز نہیں کہ دو قرآءتوں میں تعارض و مخالفت کا گمان کر کے ایک پر تو عمل کر لے اور جو حکم دوسرے سے نکلتا ہے اس کو نظر انداز کر دے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ لَا تَخْتَلِفُوْا فِی الْقُرْآنِ وَلَا تَنَازَعُوْا فِیْهِ فَاِنَّهٗ لَا یَخْتَلِفُ وَلَا یَتَسَاقَطُ الخ قرآن میں اختلاف اور جھگڑا نہ کرو کیونکہ نہ تو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے نہ اس کا کوئی حصہ حذف ہو سکتا ہے۔ فقہاء اور قراء کے اختلاف میں یہی فرق ہے۔ یعنی فقہاء کا اختلاف اجتہادی ہوتا ہے اور قراء کا اختلاف روایتی۔ اسی وجہ سے فقہ کی اختلافی وجوہ میں سے واقع میں ایک صحیح حق اور درست ہے اور ہر مذہب دوسرے کی نسبت سے درست ہے لیکن خطا کا احتمال رکھتا ہے اور قرآءت کی اختلافی وجوہ میں سے واقع میں ہر ایک صحیح، حق اور منزل من اللہ اور کلام الٰہی ہے۔ جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ جس صحابی یا تابعی کی طرف اس وجہ کی نسبت ہوتی ہے اس نے اس کو اسی طرح پڑھا تھا اور اپنے لیے لازم کر رکھا تھا اور وہ اس کے لیے اضبط اور اقراء تھا۔ یعنی اس کو سب سے زیادہ محفوظ رکھتا تھا اور نہایت عمدگی سے پڑھتا تھا اور قرآءت کے اماموں اور راویوں کی طرف جو قرآات اور روایات کی نسبت ہوتی ہے اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ قاری اور راوی نے معتبر حضرات سے پڑھ کر ان وجوہ کو ماسوا پر اختیار کر لیا تھا اور اپنے لیے ہمیشہ کے واسطے لازم کر رکھا تھا۔ اور ہمیشہ انہیں کو پڑھتا اور پڑھاتا تھا اور لوگ اس سے روایت کرتے تھے۔ پس یہ نسبت ترتیب و اختیار و لزوم اور ہمیشگی کی وجہ سے ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس نے ان وجوہ کو اپنے اجتہاد و رائے سے خود بنا لیا تھا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف وجوہ پڑھنے والوں میں سے ہر ایک کو اَحْسَنْتَ۔ اَصَبْتَ اور هٰکَذَا اُنْزِلَتْ فرما کر درستی پر بتایا تھا۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اسی بیان میں اوپر گزر چکی۔ ابیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورۂ نحل اس کے خلاف پڑھی۔ جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تجھے یہ سورت کس نے پڑھائی ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی سورۂ نحل پڑھی اور ہم دونوں کے خلاف تیسری طرح پڑھی میں نے اس سے بھی پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا۔ جس سے میرے دل میں شک پیدا ہوا اور میں ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے ایک سے سن کر فرمایا اَحْسَنْتَ تو نے اچھی طرح پڑھی اور دوسرے سے سن کر فرمایا اَصَبْتَ تو درستی کو پہنچا۔ پھر مجھ سے سن کر فرمایا۔ هٰکَذَا اُنْزِلَتْ یہ سورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح نازل کی گئی ہے اور پھر میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا۔ اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ یَا اُبَیُّ مِنَ الشَّکِّ اے ابیؓ میں تمہیں شک و شبہ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں ان میں سے جو وجہ پڑھو وہ ہی درست ہے۔ مگر شک نہ کرو۔ کیونکہ ان میں شک کرنا کفر ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک حرف پڑھے۔ وہ اس کو ترک کر کے دوسرے کی طرف نہ جائے یعنی کسی وجہ کا انکار نہ کرے۔

امت کے لیے وسعت اور آسانی پیدا کرنے کے علاوہ قراءت کے اختلاف کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں ان میں سے چند فوائد یہ ہیں۔ (۱) انتہا درجہ کی بلاغت اور کامل درجہ کا اعجاز اور مکمل ترین اختصار اس لیے کہ جب ہر قراءت ایک آیت کے مرتبے میں ہے تو ایک کلمہ کی متعدد قراءتیں کئی آیتوں کے قائم مقام ہوں گی۔ پس اگر ہر قراءت کے بجائے ایک مستقل آیت نازل ہوتی تو ظاہر ہے کہ عبارت بہت ہی طویل ہو جاتی۔ (۲) یہ اختلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر عظیم الشان اور واضح ترین دلیل ہے۔ اس لیے کہ جدا جدا قراءتوں میں طرح طرح کا اختلاف ہوتے ہوئے بھی ضدیت و مخالفت نہیں ہے بلکہ ہر ایک قراءت سے دوسری کی تصدیق و تشریح و تائید و تفسیر ہوتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں ہو سکتی ہے۔ پس جب قرآن کلام الٰہی ہے تو جس نبی پر یہ نازل ہوا ہے وہ بھی بلاشک صادق ہے (۳) اسی انتہائی بلاغت و اختصار کے سبب امت کو قرآن کا یاد کرنا اور اس کا نقل کرنا آسان ہو گیا۔ کیونکہ ہر قراءت کے لیے مستقل جملوں اور آیتوں کا یاد کرنا' نقل کرنا دشوار ہے اور ایک ہی کلمہ میں اس کی متعدد قراءتوں کا یاد کر لینا (بالخصوص جبکہ اس کلمہ کا رسم الخط بھی ایک ہی ہو) آسان ہے۔ (۴) اسی اختلاف کے سبب امت کے علماء کے اجر و ثواب میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ہر قراءت کے معنی تلاش کرنے اور ہر لفظ کی دلالت سے احکام نکالنے اور پوشیدہ بھیدوں اور اشارات کے ظاہر کرنے میں پوری طرح کوشش کرتے ہیں اور گہری نظر سے توجہ کر کے اپنے علم و فہم کے اندازے کے مطابق ہر قراءت کی توجیہ' تعلیل اور اس کی ترجیح کے اسباب اور اس کے مضمون کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ محنت و مشقت کے اندازے کے موافق اجر عطا فرمایا کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ آل عمران ع ۲۰ (۵) اسی سے باقی امتوں کے مقابلے میں اس امت کی فضیلت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اسی نے کتاب الٰہی کو پورے شوق اور کامل توجہ کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا۔ اس کے ایک ایک لفظ کی بحث کی۔ ایک ایک صیغے کی تحقیق کی۔ اس کی صحت و درستی کو آشکارا کیا اس کی تصحیح کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اس کی تجوید کی حفاظت کی۔ اور کسی گمراہ کو اس میں ادل بدل اور زیادتی و کمی کرنے کا موقع نہیں دیا۔ حرکت و سکون' تفخیم و ترقیق حتی کہ مدات کی مقداروں امالوں کے تفاوت کو بھی ضبط کیا۔ غرض اس قدر اہتمام کیا کہ کسی اور امت کا فکر و وہم بھی اس حد تک نہ پہنچ سکا اور توفیق و الہام الٰہی کے بغیر اس درجہ تک کسی کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ فَسُبْحَانَ مَنِ اصْطَفٰھُمْ وَ وَفَّقَھُمْ لِحِفْظِ کِتَابِہِ الْجَلِیْلِ وَ اَعْطَاھُمْ بِذٰلِکَ الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ (۶) ہر قاری اپنی اختیار کی ہوئی وجوہ کو متصل سند کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔ جس سے اہل باطل کے شبہات کا قلع و قمع ہو جاتا ہے اور یہ صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی امت اور اسی کتاب کی خصوصیت ہے اور یہ ایسی عظیم الشان فضیلت اور اعلیٰ ترین فائدہ ہے کہ اگر اس کے سوا اختلاف قراءت کا اور کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو یہی کافی و وافی تھا۔ (۷) حق سبحانہ و تعالیٰ ہر زمانے میں ایسے اماموں کو موجود رکھتا ہے جو فن میں حجت ہوتے ہیں اور ان کا وجود صرف قراآت کی خدمت کے لیے وقف ہوتا ہے اور وہ طرق و روایات و وجوہ کی تحقیق کرتے رہتے ہیں اور ان کی بقا سے قرآن عظیم لوگوں کے سینوں اور مصاحف میں صحت و درستی کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اس سے قدرت الٰہی کا کرشمہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی کتاب پاک کی کس کس طرح حفاظت فرماتے ہیں (از نشر)

نویں فصل۔ سات احرف سے قراءت سبعہ مراد نہیں

(۱) اکثر لکھے پڑھے لوگ کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں جو سَبْعَةِ اَحْرُفٍ ہے اس سے قراء سبعہ کی سات قراءتیں مراد ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قراء سبعہ کا وجود بھی نہیں تھا۔ اس لیے کہ ابن عامر ۲۱ھ میں ابن کثیر ۴۵ھ میں عاصم اس کے قریب نافع ۷۰ھ میں ابو عمرو ۶۸ھ میں حمزہ ۸۰ھ میں کسائی تقریباً ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض نے صحابہ و تابعین دونوں سے اور بعض نے صرف تابعین سے اور بعض نے تبع تابعین سے قراءتیں پڑھی ہیں اور ان میں سے اکثر حضرات دوسری صدی میں ہوئے ہیں۔ صحابہؓ و تابعین کے زمانے میں ان قراء کی ترتیب دی ہوئی قراءتیں موجود نہیں تھیں۔ (۲) ابو محمد مکی کہتے ہیں کہ ابو حاتم وغیرہ نے ابن عامر، حمزہ، کسائی کی قراءتیں بیان نہیں کیں۔ اور سبعہ کے علاوہ دوسرے بیس اماموں کی قراءتیں بیان کی ہیں اور یہ سب قراء سبعہ سے پہلے زمانے میں گذرے ہیں۔ پھر یہ گمان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ پچھلے زمانے کے ان سات قاریوں کی قراءتیں ان حروف سبعہ میں سے ایک ایک ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ کہنا واقعہ کے خلاف ہے اور آیا یہ دعویٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کی بناء پر کیا جاتا ہے یا کسی اور سند سے اور یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ کسائی مامون کے زمانے میں تھے اور کل قراء سبعہ میں داخل کیے گئے ہیں۔ پہلے یعقوبؒ حضرمیؒ بصریؒ کی قراءۃ ساتویں تھی۔ ابن مجاہد نے ان کے بجائے کسائی کو لے لیا۔ (۳) دانیؒ جامع البیان میں حروف سبعہ کے معنی بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں بلاشبہ قراء سبعہ اور ان کے مانند دوسرے اماموں کی ان قراءتوں کی پیروی واجب ہے جو شاذ نہ ہوں۔ ہذلیؒ کہتے ہیں کہ کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ ان قراءتوں کو شاذ کہہ دے جو اسے نہ پہنچی ہوں کیونکہ جو قراءۃ پڑھی جائے اور روایت کی جائے اور رسم کے موافق ہو اور اجماع کے خلاف نہ ہو وہ صحیح ہے۔ (۴) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف قراآت سبعہ متواترہ ہیں باقی شاذ ہیں یہ خطا ہے۔ (الف) آیا صحابہؓ کرام اور تابعینؒ عظام جن قراآت سے قرآن و نماز پڑھتے تھے وہ شاذ تھیں۔ (ب) کیا کوئی عقل سلیم اس بات کا یقین کر سکتی ہے کہ دونوں مقدس جماعتیں جن کی نقل پر دین کا مدار ہے قرآن میں کوئی ایسی چیز پڑھیں جو منزل من اللہ اور قرآن نہ ہو۔ نَعُوْذُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ الْبَاطِلَۃِ (ج) کیا یہ ممکن ہے کہ صحابہ و تابعین کو تو متواتر و شاذ کا علم نہ ہو اور دوسری صدی کے لوگ اس کی تحقیق کرلیں (د) کیا قراء سبعہ کی قرآت جن قراء توں سے لی گئی ہیں وہ شاذ تھیں۔ (۵) محققؒ فرماتے ہیں بعض بے علم خیال کرتے ہیں کہ قرآت صحیحہ صرف وہی ہیں جو قراء سبعہ سے منقول ہیں بلکہ بعض جاہل یہ یقین رکھتے ہیں کہ صحیح قراء ات صرف وہی ہیں جو تیسیر و شاطبیہ میں ہیں اور حدیث میں انہیں کی طرف اشارہ ہے اور جو چیز ان دونوں کتابوں میں نہیں وہ شاذ ہے حالانکہ بعض وجوہ جو قراء سبعہ کے علاوہ دوسرے اماموں سے منقول ہیں۔ وہ تیسیر و شاطبیہ کی بیان کی ہوئی وجوہ سے صحیح تر ہیں۔ ان لوگوں کو یہ شبہ اس لیے ہو گیا کہ انہوں نے پہلے تو اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ والی حدیث سنی پھر قراء سبعہؒ کی قرآت دیکھیں۔ اسی لیے متقدمین میں سے اکثر امام ابن مجاہد کے قراء سبعہ ہی کی قراءت کے بیان پر بس کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ اور ان کو غلطی پر بتاتے تھے۔ چنانچہ مہدوی کہتے ہیں بعض متاخرین نے قراء سبعہ کو انحصار کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ عام لوگوں نے اس کو لازمی فرض سمجھ لیا۔ اب اگر اس کے خلاف کچھ سنتے ہیں تو پڑھنے والے کو غلط کار اور کافر تک کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات وہ وجہ ظاہر تر اور مشہور تر ہوتی ہے۔ پھر کم ہمت لوگوں نے قراء سبعہ میں سے بھی ہر امام کے دو دو راویوں پر بس کرلی۔ اگر انہیں کے کسی اور راوی کی روایت سنتے ہیں تو اس کو باطل کہہ دیتے ہیں خواہ وہ ان راویوں سے مشہور تر ہو۔ سبعہ کے بیان پر بس کرنے والے کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس سے عام لوگ دھوکے میں مبتلا ہو گئے اور معلومات کی کمی نے ان کو غافل کر دیا۔ کاش ابن مجاہدؒ سبعہ سے کم یا زیادہ قراء تیں بیان کرتے تاکہ یہ شبہ نہ ہوتا۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس قراء ت میں تینوں رکن پائے جائیں اس کا قبول کرنا واجب ہے اور کسی کے لیے اس کا رد و انکار جائز نہیں۔ خواہ ائمہ سبعہ سے ہو یا کسی اور سے۔ (۶) شیخ الاسلام ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد رازی حروف سبعہ کی حدیث سے پیدا ہونے والے شبہ کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ بعد کے علماء نے اسی وہم کو دور کرنے کے لیے آٹھ آٹھ اور دس دس قراء توں میں کتابیں لکھی ہیں کیونکہ حروف سبعہ پر نازل ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ خاص افراد یا کسی مخصوص زمانے کے لوگوں کی قرآت پڑھی جائیں۔ اگر امت کے ان گنت افراد کسی زمانے یا کسی مقام میں منقول قرآت میں سے اختیار کی شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی اپنی قراء ت الگ الگ مقرر کرلیں تو وہ ان حروف سبعہ سے خارج نہ ہوں گی جو حق تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئے ہیں بلکہ اس میں قیامت تک وسعت ہے۔ (۷) امام ابو العباسؒ بن یوسف کواشی موصلی تبصرہ کی تفسیر میں کہتے ہیں جو قراء ت تینوں ارکان کے موافق ہو۔ وہ ان حروف سبعہ میں سے ہے جو حدیث میں مذکور ہیں۔ گو اس کو ستر ہزار افراد مجتمع یا متفرق طور پر روایت کریں۔ قراءۃ کے قبول کرنے کا یہی ضابطہ ہے۔ خواہ سبعہ سے ہو یا ستر ہزار سے اور جب کسی رکن میں فرق آجائے تو وہ شاذ ہے۔ (۸) امام اسماعیل ابن ابراہیم بن محمد القراب شافی میں کہتے ہیں۔ حروف سبعہ کی حدیث سے یہ وہم نہ ہونا چاہیے۔ کہ اس میں ان قراء سبعہ کی طرف اشارہ ہے جو تابعین کے بعد پیدا ہوئے کیونکہ اس صورت میں حدیث اس وقت تک بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ جب تک یہ قراء سبعہ پیدا ہو کر تعلیم نہ پائیں اور قراء ت اختیار نہ کریں۔ اور ان سے نقل نہ کی جائیں۔ نیز لازم آئے گا کہ صحابہؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کو اس وقت تک قرآن پڑھنا جائز نہ ہو جب تک وہ یہ معلوم نہ کرلیں کہ یہ قراء فلاں فلاں قراءت اختیار کریں گے یہ عین جہالت ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ قراآت کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ معتبر امام سے لفظاً سیکھی جائیں۔ اور متصل سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی جائیں۔ (اُخِذَ کُلُّ مَا فِیْ ھٰذَا الْفَصْلِ مِنْ شَرْحِ سَبْعَۃٍ)

دسویں فصل۔ سبعہ کے بعد کی تین قراء تیں شاذ نہیں

گزشتہ بیان اور قراءت کے ضابطے میں غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سبعہ کے بعد والی تین قراء تیں شاذ نہیں ہیں۔ لیکن طلباء کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے قراءت ثلثہ کے متعلق چند عبارتوں کے خلاصے اور درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) ملا علیؒ قاری فرماتے ہیں۔ ماہر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو وجوہ اور قراآت شاطبیہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ یقینی طور پر متواتر ہیں۔ اور عثمانی مصاحف کی رسم کے موافق اور صرفی اور نحوی قواعد کے مطابق ہیں۔ اور مدار پہلی بات پر ہے۔ رہیں سبعہ کے بعد کی تین قراء تیں سو حنفیہ میں سے عام علماء اور شافعیہ میں سے جمہور فقہاء ان کو شاذ کہتے ہیں۔ اور رافعی اور نووی سے بھی یہی منقول ہے۔ صرف جزریؒ اور سبکیؒ وغیرہ نے بغویؒ کی پیروی کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا ہے اور دس کے بعد والی قراء تیں بالاتفاق شاذ ہیں۔ جن کا پڑھنا حرام اور روایت جائز ہے۔ تعجب ہے کہ ملا علیؒ قاری جیسے علامہ روز گار اور فاضل نے یہ رائے کیونکر قائم کرلی۔ جو صراحتاً حقیقت کے خلاف ہے اول تو شافعیؒ اور حنفیؒ کی تفریق کے کیا معنی ہیں کیا یہ بھی اجتہادی بحث ہے جس میں فقہاء رائے زنی کرسکیں۔ دوم ہزار سال کے بعد کا ایک عالم متقدمین کے خلاف کس شہادت کی بنا پر ایسا فیصلہ کرتا ہے۔ (۲) ابو العلاء ہمدانی غایت میں کہتے ہیں۔ یہ ان قراء عشرہ کے اختلافات کا تذکرہ ہے جن کی قراءات کا حجازی' شامی' عراقی حضرات اقتدا کرتے ہیں۔ (۳) ابو حیان کہتے ہیں کہ ابو جعفر مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں جس میں بے شمار علماء موجود تھے۔ نیز آپ مفسر قرآن ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ ناممکن ہے کہ اس مرتبہ کا شخص کتاب اللہ میں ایسی چیز پڑھے جو ناجائز و حرام ہو حالانکہ اس وقت تک سند بھی طویل نہیں ہوئی تھی۔ اور کم حافظے والے لوگ بھی سلسلے میں داخل نہیں ہوئے تھے اور یعقوب حضرمی بصرہ کی جامع مسجد میں روزانہ مسلمانوں کی امامت کرتے تھے اور بصرہ علماء سے بھرا ہوا تھا۔ کبھی کسی نے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کیا۔ نیز آپ سلام طویلؒ کے اور وہ عاصمؒ کے شاگرد ہیں۔ پس یعقوب کا مرتبہ یحییٰؒ علیمیؒ اور دوریؒ کے برابر ہے۔ (۴) امام ابوالحسن منہاج کی شرح میں کہتے ہیں ہمارے فقہاء کی رائے ہے کہ قراءات سبعہ سے نماز درست ہے۔ شاذ سے نہیں۔ اس سے لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ سبعہ مشہورہ کے علاوہ تمام قراء تیں شاذ ہیں۔ حالانکہ بغویؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ سبعہ کی طرح ابو جعفر و یعقوب کی قراءت کے پڑھنے پر بھی اجماع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بغوی کی رائے پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ مقری (محدث) مفسر اور علوم کے جامع تھے اور شاذ قراء توں سے نماز نہیں ہوتی۔ عام ہے کہ وہ قراء سبعہ سے منقول ہوں (کیونکہ ان سے بھی ایسی بعض وجوہ آئی ہیں گو کم ہیں) یا دوسرے اماموں سے۔ (۵) جمع الجوامع کی شرح منع الموانع میں قاضی القضاۃ ابو نصرؒ ابن امام سبکیؒ کہتے ہیں۔ عشرہ کے سوا باقی سب قراء تیں شاذ ہیں اور ابو جعفرؒ یعقوبؒ خلفؒ کی تین قراء توں کو شاذ کہنا حد سے گرا ہوا قول ہے۔ جس کی بات کا دین میں اعتبار کیا جائے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اور محقق جزری کے استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ''الحمدللہ قراآت سبعہ جو شاطبی نے بیان کی ہیں اور ان کے بعد کی تین قراء تیں متواترہ معلومہ اور ضروریات دین سے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حرف جس کو عشرہ میں سے کوئی ایک امام روایت کرے منزل من اللہ اور ضروریات دین سے ہے۔ اس میں جاہل ہی مکابرہ کر سکتا ہے۔ اور یہ قراآت انہیں کے لیے متواتر نہیں۔ جنھوں نے ان کو روایتاً'' پڑھا ہو بلکہ کلمہ شہادت پڑھنے والے ہر مسلمان کے لیے متواتر ہیں۔ گو وہ ایسا عامی ہو جس نے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو۔ (۶) ان متقدمین اور محققین کے مقابلے میں وہ رائے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جو بلا تحقیق محض تقلیدی طور پر قائم کی گئی ہے (۷) حقیقت یہ ہے کہ ابو جعفر نے ابن عباس وغیرہ سے اور یعقوب نے معتبر حضرات کے واسطے سے ابو موسیٰ اور ابن عباس سے قرآن پڑھا ہے اور اسی طرح خلف نے بھی معتبر اماموں سے پڑھا ہے اور ابو جعفر کی قرآء ت نافع کی قرآء ت کے اور یعقوب کی قراء ت ابو عمرو کی قراء ت کے اور خلف کی قراء ت حمزہ کی قراء ت کے مشابہ ہے اور ان حضرات نے کوئی حرف ایسا نہیں پڑھا جو ضابطے کے خلاف اور غیر مشہور ہو اور خلف کی قراء ت کسی جگہ بھی کوفیین کی قراء ت کے خلاف نہیں ہے پھر ان کو شاذ کہنے کی وجہ کیا ہے اس کو بیان کیا جائے۔ اگر اختلافی حروف کی بناء پر شاذ ہیں تو وہ حروف بتائے جائیں جو ان تینوں اماموں نے ضعیف یا فاسد یا شاذ اختیار کئے ہیں۔ حالانکہ ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے اور اگر ترتیب کی بناء پر شاذ ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ قراء سبعہ کی ترتیب منزل من اللہ ہے اور یہی وہ ترتیب ہے جو حدیث میں مذکور ہے اور یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ صحابہ اور تابعین انہیں ترتیبوں کے موافق قرآن پڑھتے تھے اور اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ (اُخِذَ جَمِيعُ مَافِي هٰذَا الْفَصْلِ مِنْ شَرْحِ سَبْعَه)

گیارہویں فصل۔ قراءت سبعہ تیسیر و شاطبیہ اور تبصرہ و عنوان وغیرہ میں منحصر نہیں ہیں

(۱) بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قراء سبعہ سے صرف اتنی ہی وجوہ منقول ہیں۔ جو تیسیر و شاطبیہ وغیرہ میں درج ہیں۔ لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ کیونکہ ان مختصر کتابوں میں ہر ایک امام کے دو دو راوی بیان کیے گئے ہیں حالانکہ ان سات اماموں نے پچھتر سال سے ننانوے سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے قرآن مجید کی خدمت میں ساٹھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برس سے زیادہ صرف کئے تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ بیشمار طلباء درس میں شریک ہوتے تھے۔ نافع فجر سے پہلے پڑھانا شروع کر کے عشاء تک برابر پڑھاتے رہتے تھے۔ اور ہر شخص کے لیے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا بڑی کوشش پرورش ؒ کو تہجد کے بعد زیادہ وقت ملا تھا۔ ابو عمرو کے گرد طلباء کا زیادہ مجمع دیکھ کر حسن بصریؒ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء ارباب بن گئے۔ عاصمؒ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ کسائیؒ سے دور اور قراءۃ کے طور پر پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ طلباء کی کثرت کی بناء پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی۔ اسی لیے کسائی ممبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ کی قراءت سے حاصل کرتے جاتے تھے۔ دوسرے اماموں کا بھی یہی حال تھا۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ ان سے کتنی مخلوق نے پڑھا۔ اور فیض حاصل کیا۔ اسلامی دنیا کی کون سی بستی ان کے خوشہ چینوں اور شاگردوں سے خالی تھی کیا ان حالات میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہر ایک امام کے دو ہی راوی تھے۔ (۲) ابو حیان فرماتے ہیں۔ ان اماموں کے زمانے میں قراءت کے نقل کرنے والے اور اختیار کرنے والے بے شمار تھے۔ حق تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ علم کم ہو جائے پڑھانے والوں نے جب لوگوں کا کسل اور ان کی ہمتوں میں قصور و فتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر پھر ان میں سے بھی قلیل حصے پر اکتفا کر لی۔ (۳) بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ تیسیر و شاطبیہ کی بیان کی ہوئی تمام وجوہ متواتر ہیں اور جو وجوہ باقی کتابوں میں ہیں وہ غیر متواتر و شاذ ہیں۔ یہ جاہلوں کی اصطلاح ہے حقیقت یہ ہے کہ تیسیر و شاطبیہ میں بھی ضعیف وجوہ موجود ہیں جو اپنے موقعوں پر بیان کی جائیں گی لیکن چونکہ ان دونوں کتابوں میں متواتر و صحیح وجوہ بکثرت ہیں اور ضعیف بہت ہی کم ہیں۔ اس لیے قرآءت کے فن میں دانیؒ اور شاطبیؒ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا حدیث میں بخاری و مسلم کا۔ (۴) خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جن جن وجوہ سے قرآن پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں یعنی جس صحابی کو جو حرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا وہ اس کے لیے بلاشک حجت تھا چونکہ صحابہؓ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءتیں پڑھی تھیں اس لیے نہ ان کو کسی کی تائید و تصدیق کی ضرورت تھی نہ کسی گواہ و دلیل کی۔ اور ان کے لیے نہ کوئی قراءت شاذ تھی نہ ضعیف۔ پھر صحابہؓ نے عثمانی مصاحف پر اجماع کر لیا تو امت کے لیے ان کی پیروی ضروری ہو گئی۔

تابعینؒ نے صحابہؓ سے قرآن پڑھا اور عثمانی مصاحف کے مطابق تبع تابعین کو پڑھایا اور ان دونوں متبرک جماعتوں میں کے بہت سے حضرات نے کئی کئی شیوخ سے پڑھا اور مشہور وجوہ کو چن کر اپنے لیے جدا جدا قرآآت اختیار کر لیں۔ اور رسم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اختیار کی ہوئی قراءت کو آحاد و غیر مشہور سے بچایا۔ اور جو وجہ صرف و نحو کے لحاظ سے قوی تر تھی اس کو اختیار کیا اور چونکہ ان حضرات نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءتیں نہیں سنی تھیں۔ اس لیے ان کے حق میں کچھ قراءتیں شاذ اور ضعیف بھی ہو گئی تھیں۔ (۵) پہلے تینوں زمانوں میں بے شمار قراءتیں پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ پھر جب تیسری صدی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر مصنف اپنی کتاب میں وہ قراءتیں بیان کرتا تھا جو اس کو متصل اور صحیح سند سے پہنچی تھیں۔ چنانچہ ابو عبیدؒ اور قاضی اسماعیلؒ نے پچیس پچیس قرآآت بیان کی ہیں۔ پھر ان بہترین زمانوں کے بعد جب سند طویل ہو گئی اور اکثر لوگوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سستی پیدا ہو گئی۔ اور بعض کے ضبط اور حافظہ اور شوق و ہمت میں ضعف آگیا۔ تو علماء نے پہلی تعداد میں کمی کر دی چنانچہ ابوبکر ابن مجاہد بغدادی نے جو قراءت کے معلم اور اپنے وقت کے سب سے بڑے امام تھے۔ سب سے پہلے کتاب السبعہ لکھی جس میں اس وقت کی مروج قراءتوں میں سے صرف قراء سبعہ کی قراءتیں بیان کیں۔ اس بنا پر کہ بہ نسبت دوسروں کے ان کی قراءتوں میں صحیح اور مشہور وجوہ زیادہ تھیں جو عربیت میں بھی قوی تر اور رسم سے بھی بہت زیادہ موافق تھیں اور اسی کتاب کے موافق روایات و قراءت پڑھائی شروع کر دیں اور یہ بات منجانب اللہ تھی کہ ابن مجاہد کو انہیں کے منتخب کرنے کا خیال آیا حالانکہ ابو محمد مکی کے قول کے موافق اس وقت ستر اماموں کی قراءتیں اور بھی موجود تھیں۔ جو زمانے کے لحاظ سے قراء سبعہ سے مقدم تھے۔ اور سبعہ کے بعد والے تین اماموں کے قراءتیں تو ہر لحاظ سے ان کے برابر تھیں۔ لیکن امام ابن مجاہدؒ کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ ان کے سوا دوسری قراءتیں شاذ یا غیر صحیح ہیں اور اس وقت کے اکثر بڑے بڑے اماموں نے اس عمل کو ناپسند کیا۔ اور سات کی تعداد پر تو خاص طور سے اعتراض تھا مگر چونکہ امام ابن مجاہد بہت مشہور تھے اور اس فن میں اپنی نظیر آپ ہی تھے اس لیے ان کی کتاب السبعہ خوب مشہور ہو گئی اور باقی قراآت کی تعلیم میں کمی آنے لگی۔ پھر ابو عبداللہ قیروانی' ابوالقاسمؒ طرسوسی' ابو العباسؒ مہدوی نے مشرق میں سبعہ کو اور مشہور کر دیا۔

چوتھی صدی کے آخر تک اندلس اور مغربی شہروں میں قراآت سبعہ کا رواج نہ تھا سب سے پہلے ابو عمر طلمنکیؒ نے پھر ابو محمد مکی قیروانیؒ اور علامہ حافظ ابو عمرو دانیؒ نے مصر وغیرہ سے پڑھ کر سبعہ قراآت اندلس میں پہنچائیں۔

پانچویں صدی کے شروع تک قراآت سبعہ اکثر مشہور طرق و روایات کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ چنانچہ علامہ دانیؒ نے جامع البیان میں پانچ سو روایات و طرق بیان کیے ہیں۔ پھر ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلباء مزید اختصار کی درخواست کرنے لگے اس پر علامہ دانی نے تیسیر لکھی اور اس میں ہر امام سے فقط دو دو روایتیں بیان کیں تاکہ طلباء آسانی سے یاد کر سکیں۔ پھر علامہ شاطبی نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات و طرق کو چار چاند لگا دیئے اور تمام عالم میں مشہور کر دیا۔ جن قراءتوں کا رواج کم ہوتا گیا وہ ختم ہوتی گئیں اسی طرح سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں بھی غائب ہو جاتیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابن مہران ابن غلبون' ابن شیطا اہوازی قلانسی' ابو العلا اور محقق ابن جزری وغیرہ اماموں کو توفیق عطا فرمائی اور وہ ان کے پڑھنے اور پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور اہل مصر بھی خدمت کرتے رہے۔ اس لیے محفوظ رہ گئیں اور قراء سبعہ کی باقی روایات بھی تیسیر کے بعد ختم ہو گئیں۔ اور سبعہ کی یہ روایات اور ان سے پہلے اماموں کی قراآت اس لیے غائب نہیں ہوئیں کہ وہ شاذ تھیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ علماء فوت ہو گئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہیں بنا اب امت کے پاس صرف دس متواتر قراءتیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں ان کے علاوہ چار قراءتیں اور ہیں جو صرف کتابوں میں درج ہیں پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں۔ دس قراءتیں پڑھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کی حفاظت کریں۔ اور طلباء یہ بھی یاد رکھیں کہ کوئی قراءت اول سے آخر تک شاذ نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک قراءت کی وہی وجوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاذ ہوتی ہیں جو ضابطہ قراء ت کے خلاف ہوں۔ (کُلُّہٗ مِنْ شَرْحِ السَّبْعَۃِ)

بارہویں فصل۔ فن قراءت کے مصنّفین اور ان کی تصنیفات

یہاں ان کو سن وفات کے اعتبار سے صدی وار بیان کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ تصنیف کا سال اس سے پہلی صدی میں ہو۔

تیسری صدی میں سات کتابیں لکھی گئیں

(۱) کتاب القراآت یہ سبعہ سمیت پچیس قراء توں میں ہے۔ ابو عبید قاسم ابن سلام کی تصنیف ہے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ شافعیؒ فہم میں احمد پرہیز گاری میں اسحاق حافظہ میں سب پر فائق ہیں اور ابو عبید لغت و عربیت میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں ذہبی کہتے ہیں بیس سے زیادہ تصانیف آپ کی یادگار رہیں جو ان کو دیکھتا ہے اس کو آپ کے حفظ و ضبط علم و فضل کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) کتاب القراآت اس میں پچیس قراء تیں ہیں لیکن سبعہ میں سے ابن عامرؒ حمزہؒ اور کسائیؒ کی اس میں درج نہیں یہ ابو حاتم سہل ابن محمد بن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری کی تصنیف ہے۔ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ ۲۴۸ھ میں وفات پائی رحمتہ اللہ علیہ۔

(۳) کتاب القراآت' اس میں سبعہ سمیت بیس سے زیادہ قراء تیں ہیں یہ قاضی اسماعیل ابواسحٰق بن اسحاق بن اسماعیل کی تصنیف ہے جو قالون کے شاگرد ہیں۔ احکام القرآن اور معانی القرآن بھی آپ ہی کی تصنیف ہیں۔ ۱۷۹ھ تا ۲۸۲ھ۔ (۴) کتاب القراآت۔ (۵) کتاب الشواذ۔ یہ دونوں ثعلب ابوالعباس احمد بن یحیٰی بن زید بن یسار شیبانی کوفی ثم البغدادی کی تصنیف ہیں ۲۰۰ھ تا ۲۹۱ (۶) کتاب القراء ت۔ احمد بن جبیر بن محمد کوفی نزیل انطاکیہ متوفی ۲۵۸ھ۔ (۷) آداب القراء ت' عبداللہ ابن مسلم نحوی بغدادی معروف بابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ (شرح سبعہ)

چوتھی صدی :

اس میں پچیس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں اور نصف سے زیادہ بغداد سے ہیں۔ (۱) الجامع۔ بیس سے زیادہ قراء توں میں۔ طبری ابو جعفر۔ محمد ابن جریر ابن کثیر ۲۲۴ھ تا ۳۱۰ھ مشہور مورخ ہیں۔ (۲) کتاب القراء ت اس میں آٹھ قراء تیں ہیں۔ داجونی ابوبکر محمد ابن احمد بن عمر بن احمد بن سلیمان کی تصنیف ہے۔ ۳۲۴ھ میں وفات پائی رحمتہ اللہ علیہ۔ (۳) کتاب السبعہ۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں قراء ت سبعہ پر اکتفا کی گئی ہے اور نافع کو سب سے پہلے لائے ہیں اور اسی کتاب سے قرآء ت سبعہ کا رواج ہو گیا بعد کے سب حضرات انہیں کے مقلد ہیں۔ ابوبکر ابن مجاہدؒ موصوف کی تصنیف ہے۔ (۴) البیان سات قراء توں میں عبدالواحد موصوف کی تصنیف ہے (۵) کتاب السبعہ (۶) معجم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبیر (۷) معجم اوسط (۸) معجم صغیر۔ چاروں نقاش موصوف کی تصنیف ہیں۔ (۹) کتاب القراء ت شذائی' ابوبکر احمد بن نصر بن منصور بن عبدالجید بن عبدالمنعم کی تصنیف ہے۔ ابن بویان' داجونیؒ اور ابن شنبوذؒ وغیرہ سے قرآت پڑھیں۔ ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۰) الغایہ فی العشرہ۔ یہ دس قراء توں میں ہے۔ (۱۱) شامل' دونوں ابوبکر احمد بن حسین ابن مہران کی تصانیف ہیں۔ ابن بویانؒ ابوبکر بن مقسمؒ بکار وغیرہ آئمہ سے قرآت پڑھیں۔ شوال ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ (۱۲) کتاب القرآت۔ یہ ان کتابوں میں سب سے پہلی کتاب ہے جس میں اول اصول پھر فروش بیان کیے ہیں اور بعد کے مصنفین نے یہ ترتیب اسی کتاب سے لی ہے۔ دار قطنیؒ' ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بغدادی کی تصنیف ہے۔ ۳۶۰ھ تا ۳۸۵ھ ۸ رذیقعدہ (۱۳) ارشاد فی العشرہ۔ دس قراء توں میں (۱۴) مُعَدِّل۔ دونوں ابو الطیب عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبونؒ بن مبارک حلبی ثم المصری کی تصنیف ہیں۔ آپ معلم قراءۃ ہیں۔ ابو سہل وراق وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ جمادی الاول ۳۸۹ھ میں وفات پائی۔ (۱۵) تذکرہ فی الثمان۔ یہ آٹھ قراء توں میں ہے۔ سات تو سبعہ مشہورہ کی ہیں اور آٹھویں یعقوب کی۔ ابوالحسن طاہر ابن امام ابو الطیب عبدالمنعم موصوف کی تصنیف ہے۔ (۱۶) منشاء القراء ت یہ آٹھ قراء توں میں ہے اور آٹھویں ابو جعفر کی ہے اور سات سبعہ کی۔ ابو الفتحؒ موصوف کی تصنیف ہے۔ (۱۷) احتجاج القراء۔ لابن السراج شمس الدین محمد ابن اسدی مصری متوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۸) کتاب القراء ت (۱۹) ابن مجاہد کی کتاب السبعہ کی شرح دونوں ابن خالویہ حسین بن عبداللہ نحوی متوفی ۳۷۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۰) ابن مجاہدؒ کی کتاب السبعہ پر شرح۔ جو بڑی بڑی تین جلدوں میں ہے۔ ابو علی الحسنؒ بن احمد فارسی متوفی ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے (۲۱) تذکرہ فی سبعہ۔ ابو الحسنؒ طاہر بن احمد نحوی بغدادی المتوفی ۳۸۰ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۲) المفصح۔ عبیداللہ بن محمد اسدی نحوی متوفی ۳۸۷ھ۔ (۲۳) المحتسب یہ ابن مجاہدؒ کی کتاب الشواذ کی شرح ہے۔ ابو الفتح عثمان بن جنیؒ نحوی متوفی ۳۹۲ھ (۲۴) توضیح المشکل۔ ابو عثمان سعید بن محمد معروف بابن حداد قیروانی مقتول ۴۰۰ھ (شرح سبعہ)

پانچویں صدی

اس میں پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اکثر محققانہ اور معتبر متن ہیں ان میں سے نصف کے قریب اندلس کے علماء نے لکھیں۔

(۱) المنتہی فی العشر۔ دس قراء توں میں اس میں تمام متقدمین سے زیادہ طرق وغیرہ جمع کیے ہیں۔ خزاعی ابوالفضل محمد ابن جعفر آپ نے ابو احمد سامری مطوعی' شذائی وغیرہ بزرگوں سے قرآتیں پڑھیں۔ ۴۰۸ھ میں وفات پائی رحمتہ اللہ علیہ۔ (۲) الہادی فی السبعہ۔ سات قرآتوں میں ابو عبداللہ محمد ابن سفیان قیروانی مالکی نزیل مکہ۔ ابن غلبون وغیرہ سے قراء ت پڑھیں مہدوی جیسے مجتہد آپ کے شاگرد ہیں۔ یکم صفر ۴۱۵ھ کی رات کو مدینہ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ (۳) المجتبیٰ فی السبعہ سات قراء توں میں ابوالقاسم عبدالجبار ابن احمد بن عمر طرسوسی نزیل مصر۔ ابو احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامری ابوبکر اذفوی ابن نفیس وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ۴۲۰ھ ربیع الاول کی آخری تاریخ کو مصر میں وفات پائی۔ (۴) الروضہ فی العشرہ۔ دس قرآت میں ابو عمر احمد ابن عبداللہ بن طالب طلمنکی قرطبی اندلسی۔ ابن غلبون کے شاگرد ہیں ذی الحج ۴۲۹ھ میں قرطبہ میں وفات پائی۔ (۵) الہدایہ فی السبعہ (۶) التیسیر۔ دونوں ابو العباس احمد بن ابی العباس مہدوی کی تصنیف ہیں۔ ابو الحسن قنطری اور ابو عبداللہ قیروانی کے شاگرد ہیں۔ حدیث و فقہ میں فاضل تفسیر و قراءات و عربیت میں امام تھے ذہبی کے قول پر ۴۳۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (۷) تبصرہ فی السبعہ (۸) تذکرہ (۹) ابن الفارسی کی اس شرح کا اختصار جو انہوں نے ابن مجاہدؒ کی کتاب سبعہ پر لکھی تھی (۱۰) کتاب الادغام (۱۱) کشف (۱۲) موجز (۱۳) یا آت مشددہ۔ ساتوں کتابیں ابو محمد مکی ابن ابی طالب ابن محمد ابن مختار قیسی قیروانی ثم الاندلسی کی تصنیف ہیں ابن غلبون اور ان کے شیخ ابو عدی مصری سے قراءات پڑھیں تمام علوم میں فاضل عربیت اور قراءت میں امام تھے۔ ۲۰ محرم ۴۳۷ھ کو قرطبہ میں وفات پائی۔ (۱۴) الروضہ فی العشرہ (۱۵) قراۃ اعمش۔ دونوں ابو علی الحسن محمد ابن ابراہیم مالکی بغدادی نزیل مصر کی تصنیف ہیں۔ رمضان ۴۳۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۱۶) المفید فی العشر ابو نصر احمد بن مسرور بن عبدالوہاب بغدادی جمادی الاول ۴۴۲ھ میں وفات پائی۔ (۱۷) جامع البیان اس میں پانسو روایات اور طرق ہیں (۱۸) تمہید (۱۹) مفردۂ یعقوب (۲۰) الایجاز (۲۱) الموضح فی الفتح والامالہ (۲۲) المحتوی فی الشواذ (۲۳) المقنع فی الرسم (۲۴) التیسیر جو سبعہ کی مایہ ناز کتاب ہے (۲۵) طبقات القراء یہ نو کتابیں حافظ ابو عمرو عثمان ابن سعید ابن عثمان ابن سعید اموی دانی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ ۳۷۱ھ تا ۴۴۴ھ وسط شوال ان نو کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں صرف قرات اور اس کے متعلقات پر یادگار ہیں۔ اور مختلف علوم پر ایک سو بیس کتابیں لکھیں۔ اس وقت روئے زمین پر آپ ہی کی سند سے قراء تیں پڑھیں جاتی ہیں۔ (۲۶) تذکار فی العشر۔ اس میں ایک سو طرق درج ہیں۔ ابوالفتح عبدالواحد حسین ابن شیطا بغدادی صفر ۴۴۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۲۷) الوجیز فی الثمان آٹھ قراء توں میں۔ (۲۸) مفردات السبعہ (۲۹) الایضاح (۳۰) الاتضاح (۳۱) الموجز (۳۲) النیر الجلی فی قراءۃ زید ابن علی (۳۳) جامع المشہور (۳۴) قراءت حسن (۳۵) قراءت ابن محیصن (۳۶) الاقناع فی الشواذ' یہ دس کتابیں ابو علی الحسن ابن علی بن ابراہیم بن یزداذ بن ہرمز اہوازی نزیل دمشق کی تصنیف ہیں۔ ۴ ذی الحجہ ۴۴۶ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ (۳۷) القاصد۔ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن حسن بن سعید خزرجی قرطبی اندلسی ۴۴۶ھ میں قرطبہ میں وفات پائی۔ (۳۸) کتاب الاشارہ ابو نصر منصور ابن احمد عراقی وفات نامعلوم (۳۹) الجامع فی العشرہ (۴۰) قراءۃ اعمش دونوں ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن علی بن فارس بغدادی خیاط کی تصنیف ہیں۔ ۴۵۰ھ کے قریب وفات پائی۔ (۴۱) العنوان یہ سبعہ کی بہترین کتابوں میں سے ہے (۴۲) الاکتفاء (۴۳) کتاب السبعہ کی شرح مصنفہ ابن فارسی کا خلاصہ تینوں ابو طاہر اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری کی تصنیف ہیں ۴۵۵ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۴۴) الجامع فی العشرہ ابو الحسین نصر بن عبدالعزیز ابن احمد فارسی ۴۶۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (۴۵) مدخل فی القراءت (۴۶) الاکتفا نافع ابو عمرو کی قرآت میں دونوں ابو عمر یوسف ابن عبداللہ ابن محمد ابن عبداللہ بن عاصم نمری مالکی قرطبی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ ربیع الثانی ۳۶۸ھ تا ۴۶۳ھ قرطبہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات پائی۔ (۴۷) کامل۔ پچاس قراء توں میں دس تو عشرہ متواترہ ہیں اور چالیس دوسری ہیں اور چودہ سو انسٹھ روایات و طرق ہیں۔ ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ بن محمد بن عقیل ھذلی نزیل نیشا پور۔ تین سو پینسٹھ شیوخ سے پڑھا ۴۶۵ھ میں نیشا پور میں وفات پائی۔ (۴۸) الکافی۔ سبعہ میں مشہور متن ہے ابو عبداللہ محمد بن شریح بن احمد بن محمد بن شریح رعینی اندلسی اشبیلی شوال ۴۷۶ھ میں اشبیلیہ میں وفات پائی۔ (۴۹) تلخیص فی الثمان۔ مشہور متن ہے۔ (۵۰) سوق العروس۔ ضخیم کتاب ہے۔ اس میں پندرہ سو پچاس روایات و طرق درج ہیں دونوں ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری شافعیؒ نزیل مکہ کی یادگار ہیں۔ ۴۷۸ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ (۵۱) الروضہ۔ ابواسمٰعیل موسیٰ بن حسین بن اسمٰعیل بن موسیٰ معدل معاصرین کا یہی زمانہ ہے۔ (۵۲) قصیدۂ حصریہ نافع کی قراءٔت میں ابوالحسن علی بن عبدالغنی حصری ۴۸۸ھ میں وفات پائی۔ (۵۳) النبذ النامیہ فی الثمان۔ ابوالحسین یحیٰی بن ابراہیم بن بیاز مرسی اندلسی ۴۹۴ھ میں سو سال کی عمر پاکر مرسیہ میں وفات پائی۔ (۵۴) المستنیر فی العشرہ۔ اس میں ایک سو چھپن روایات و طرق ہیں۔ ہر اختلافی حرف کو متصل سند کے ساتھ اماموں تک پہنچایا ہے۔ ابو طاہر احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن سوار بغدادی ۴۹۶ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۵۵) کتاب المہذب فی العشر ابو منصور محمد بن احمد بن علی الخیاط بغدادی سبط الخیاط کے دادا اور استاد ہیں ۴۹۹ھ ۱۶ محرم کو وفات پائی۔ (شرح سبعہ)

چھٹی صدی

اس میں تیس کتابیں لکھی گئیں اکثر محققانہ اور بعض زندہ جاوید متون ہیں اور علماء بغداد و مصر و اندلس کی یادگار ہیں۔

(۱) تلخیص العبارات' ابو علی الحسن بن خلف بن عبداللہ بن بلیمہ ہواری قیروانی نزیل اسکندریہ ۱۳ رجب ۵۱۴ھ کو اسکندریہ میں وفات پائی۔ (۲) التجرید فی السبعہ (۳) مفردہ یعقوب دونوں ابو القاسم عبدالرحمٰن بن ابی بکر عتیق بن خلف بن الفحام صقلی کی یادگار ہیں۔ ذیقعدہ ۵۱۶ھ میں اسکندریہ مین وفات پائی۔ (۴) ارشاد المبتدی (۵) کفایہ کبری دونوں ابوالعز محمد بن حسین بن بندار قلانسی واسطی کی تصنیف ہیں۔ شوال ۵۶۱ھ کو واسط میں وفات پائی۔ (۶) المفتاح (۷) الموضح دونوں ابو منصور محمد بن عبدالملک بن حسن ابن خیرون عطار بغدادی حصری کی تصنیف ہیں۔ ۱۶ رجب ۵۳۹ھ کو بغداد میں وفات پائی (۸) الاقناع (۹) الغایہ۔ دونوں سبعہ میں ہیں اور اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ابو جعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن باذش انصاری غرناطی اندلسی نحوی کی تصنیف ہیں۔ جمادی الثانی ۵۴۰ھ کو غرناطہ میں وفات پائی۔ (۱۰) تبصرہ (۱۱) ارادۃ الطالب۔ عشرہ میں (۱۲) کفایہ فی الست (۱۳) ایجاز (۱۴) المُبْہِج فی الثمان۔ پانچوں ابو محمد عبداللہ بن علی بن احمد بن عبداللہ بغدادی سبط الخیاط کی تصنیف ہیں۔ ربیع الثانی ۵۴۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ (۱۵) المصباح الزاہر فی العشرۃ المتواترہ۔ اس میں پانسو طرق ہیں ابوالکرم مبارک بن حسن ابن احمد بن علی بن فتحان شہرزوری بغدادی ۱۲ ذی الحجہ ۵۵۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ (۱۶) المفیدیہ ابو معشر طبری کی تلخیص کا خلاصہ ہے جس میں فوائد کا اضافہ بھی کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد بن موفق لورقی اندلسی نزیل دمشق مناظرے میں بے مثل تھے۔ سیف المناظرین کے لقب سے مشہور تھے۔ ۶۶۱ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ (۱۷) ابراز المعانی۔ شاطبیہ کی نفیس شرح ہے۔ (۱۸) مفردہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں یادگار ہیں۔ (۱۹) شاطبیہ کی شرح کبیر یہ تینوں ابو القاسم عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی دمشقی شافعیؒ عرف ابو شامہ کی تصنیف ہیں۔ ۵۹۹ھ تا ۶۶۵ دو بدنصیبوں نے سخت ضربوں سے زخمی کر دیا تھا۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اپنا معاملہ خدائے تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے انہیں ضربوں کے باعث شہید ہوئے۔ تکلف سے بہت نفرت تھی۔

(۲۰) حرز المعانی عرف قصیدۂ دالیہ۔ یہ شاطبیہ کا اختصار ہے۔ تعجب ہے کہ مختصر کو بھی مختصر کر دیا۔ جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک نحوی جیانی اندلسی نزیل دمشق صرف و نحو کا مشہور قصیدہ الفیہ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ ۶۷۲ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ نمبر۲۱ تا ۲۶ شاطبیہ کی چھ شرحیں۔ (۲۱) ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۴۰ھ (۲۲) مجیب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی متوفی ۶۴۳ھ (۲۳) منتخب الدین حسین ابن ابی العز بن رشید ہمدانی اسکندری متوفی ۶۴۳ھ (۲۴) ابو عبداللہ محمد بن حسن ابن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ (۲۵) عماد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ۔ (۲۶) تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی ۶۸۸ھ (۲۷) عنوان کی شرح۔ عبدالطاہر بن نشوان رومی متوفی ۶۴۹ھ (۲۸) المبہرہ فی العشرہ۔ (۲۹) الجہرہ فی العشرہ منظوم۔ احمد بن محمد بن ابی المکارم متوفی ۶۵۳ھ (۳۰) المواقیت فی القراآت۔ موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف کواشی موصلی متوفی ۶۸۰ھ۔ (از شرح سبعہ)

آٹھویں صدی

اس میں پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اکثر مقلدانہ ہیں اور عربیت کے قیاسات سے پر ہیں ان میں سے پچیس شاطبیہ کے متعلق ہیں۔ ۱۱ شرحیں ۱۲ خلاصے اور ۲ تکملے۔

(۱) شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ۶۹۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ محققانہ ہے۔ صحیح وجوہ درج ہیں۔ لغوی اور نحوی تحقیقات کے بعد فن کے لحاظ سے ایسے نکات و فوائد بیان کیے ہیں جو آپ ہی کا حصہ تھا۔ اسے دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کَمْ تَرَکَ الْاَوَّلُوْنَ لِلْاٰخِرِیْنَ (۲) احکام الہمزہ۔ ہشام و حمزہ (۳) الشرعۃ فی السبعہ (۴) نزہۃ البررہ فی العشرہ (۵) نہج الاباثہ فی الثلثہ۔ منظوم تین قراءتوں میں (۶) خلاصۃ الابحاث فی شرح نہج الاباثہ (۷) رسالہ شواذ۔ ساتوں علامہ جعبری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل کی تصنیف ہیں جو ابو شامہ کے شاگرد اور ابوبکر جندی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں۔ ۷۳۲ھ میں بلدۂ خلیل میں وفات پائی (۸) شاطبیہ کی شرح (۹) الشرعۃ فی السبعہ جو نہایت عمدہ بدیع الترتیب کتاب ہے۔ فروش کو بھی اصول ہی کے ابواب میں بیان کیا ہے۔ دونوں شرف الدین ابو القاسم ہبۃ اللہ ابن عبدالرحیم بارزی حموی شافعی امام ابو المعالی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں۔ ۷۳۸ھ میں حماۃ میں وفات پائی۔ (۱۰) کفایہ منظوم (۱۱) الکنز (۱۲) المختار۔ تینوں دس قراءتوں میں ہیں۔ ان میں کنز نہایت عمدہ ہے۔ جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد بن موفق لورقی اندلسی نزیل دمشق مناظرے میں بے مثل تھے۔ سیف المناظرین کے لقب سے مشہور تھے۔ ۶۶۱ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ (۱۷) ابراز المعانی۔ شاطبیہ کی نفیس شرح ہے۔ (۱۸) مفردہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں یادگار ہیں۔ (۱۹) شاطبیہ کی شرح کبیر یہ تینوں ابو القاسم عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی دمشقی شافعیؒ عرف ابو شامہ کی تصنیف ہیں۔ ۵۹۹ھ تا ۶۶۵ دو بدنصیبوں نے سخت ضربوں سے زخمی کر دیا تھا۔ نام پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اپنا معاملہ خدائے تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے انہیں ضربوں کے باعث شہید ہوئے۔ تکلف سے بہت نفرت تھی۔

(۲۰) حرز المعانی عرف قصیدۂ دالیہ۔ یہ شاطبیہ کا اختصار ہے۔ تعجب ہے کہ مختصر کو بھی مختصر کر دیا۔ جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک نحوی جیانی اندلسی نزیل دمشق صرف و نحو کا مشہور قصیدہ الفیہ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ ۶۷۲ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ نمبر۲۱ تا ۲۶ شاطبیہ کی چھ شرحیں۔ (۲۱) ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۴۰ھ (۲۲) مجیب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی متوفی ۶۴۳ھ (۲۳) منتخب الدین حسین ابن ابی العز بن رشید ہمدانی اسکندری متوفی ۶۴۳ھ (۲۴) ابو عبداللہ محمد بن حسن ابن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ (۲۵) عماد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ۔ (۲۶) تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی ۶۸۸ھ (۲۷) عنوان کی شرح۔ عبدالطاہر بن نشوان رومی متوفی ۶۴۹ھ (۲۸) المبہرہ فی العشرہ۔ (۲۹) الجہرہ فی العشرہ منظوم۔ احمد بن محمد بن ابی المکارم متوفی ۶۵۳ھ (۳۰) المواقیت فی القراآت۔ موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف کواشی موصلی متوفی ۶۸۰ھ۔ (از شرح سبعہ)

آٹھویں صدی

اس میں پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اکثر مقلدانہ ہیں اور عربیت کے قیاسات سے پر ہیں ان میں سے پچیس شاطبیہ کے متعلق ہیں۔ ۱۱ شرحیں ۱۲ خلاصے اور ۲ تکملے۔

(۱) شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ۶۹۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ محققانہ ہے۔ صحیح وجوہ درج ہیں۔ لغوی اور نحوی تحقیقات کے بعد فن کے لحاظ سے ایسے نکات و فوائد بیان کیے ہیں جو آپ ہی کا حصہ تھا۔ اسے دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کَمْ تَرَکَ الْاَوَّلُوْنَ لِلْاٰخِرِیْنَ (۲) احکام الہمزہ۔ لہشام و حمزہ (۳) الشرعۃ فی السبعہ (۴) نزہتہ البررہ فی العشرہ (۵) نہج الابانۃ فی الثلثہ۔ منظوم تین قراءتوں میں (۶) خلاصۃ الابحاث فی شرح نہج الابانۃ (۷) رسالہ شواذ۔ ساتوں علامہ جعبری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل کی تصنیف ہیں جو ابو شامہ کے شاگرد اور ابوبکر جندی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں۔ ۷۳۲ھ میں بلدۂ خلیل میں وفات پائی (۸) شاطبیہ کی شرح (۹) الشرعۃ فی السبعہ جو نہایت عمدہ بدیع الترتیب کتاب ہے۔ فروش کو بھی اصول ہی کے ابواب میں بیان کیا ہے۔ دونوں شرف الدین ابو القاسم ہبت اللہ ابن عبدالرحیم بارزی حموی شافعی امام ابو المعالی کے شیخ اور محقق کے شیخ الشیخ ہیں۔ ۷۳۸ھ میں حماۃ میں وفات پائی۔ (۱۰) کفایہ منظوم (۱۱) الکنز (۱۲) المختار۔ تینوں دس قراءتوں میں ہیں۔ ان میں کنز نہایت عمدہ ہے۔ جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دانی کی تیسیر اور قلانسی کی ارشاد کو جمع کیا ہے۔ تینوں نجم الدین ابو محمد عبداللہ بن عبدالمومن بن وجیہ واسطی کی تصنیف ہیں۔ شوال ۷۴۰ھ میں وفات پائی۔ (۱۳) روضۃ القریر فی الخلف بین الارشاد و التیسیر (۱۴) جمع الاصول فی المشہور و المنقول دونوں بلند پایہ قصیدے ہیں۔ ابو الحسن علی بن ابی محمد بن ابی سعد دیوانی واسطی کی تصنیف ہیں۔ ۷۴۳ھ میں واسطہ میں وفات پائی۔

قراء سبعہ اور یعقوب کی آٹھ قراءتوں پر جدا جدا آٹھ قصیدے

(۱۵) النافع (۱۶) الاثیر (۱۷) المورد القمر (۱۸) المزن الھامر (۱۹) الروض الباسم (۲۰) الرمزہ (۲۱) تقریب النسائی (۲۲) غایۃ المطلوب (۲۳) عقد اللآلی فی السبع العوالی۔ یہ نہایت بلند پایہ قصیدہ ہے جو شاطبیہ کے وزن اور روی پر ہے اور رموز سے خالی ہے۔ یہ نو کتابیں ابو حیان۔ شیخ النحاۃ و المحدثین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیانؒ غرناطی اندلسی کی تصنیف ہیں۔ ۶۵۴ھ میں غرناطہ کے قصبہ مخارش میں پیدا ہوئے۔ پانسو شیوخ سے علم پڑھا۔ ۹۱ سال کی عمر پا کر ۲۸ صفر ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ (۲۴) بستان ثلثہ عشرہ میں (۲۵) جعبری کی شرح پر مزید شرح نہایت اعلیٰ پایہ کتاب ہے۔ سیف الدین ابوبکر عبداللہ' اید ندی بن عبداللہ شمسیؒ قاہری مصری۔ شوال ۷۶۵ھ کو قاہرہ میں وفات پائی۔ (۲۶) دانی کی تیسیر کی شرح۔ ابو محمد عبدالواحد بن محمد بن علی باہلیؒ اندلسی متوفی ۷۰۵ھ۔

شاطبیہ کی سات شرحیں

(۲۷) علاء الدین علی بن احمد متوفی ۷۰۶ھ (۲۸) ابن الخطیب یوسف بن ابی بکر میت الاباریؒ متوفی ۷۲۵ھ (۲۹) شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عبدالولی بن جبارہ مقدسی ان کی شرح شاطبی بعید احتمالات سے پر ہے متوفی ۷۲۸ھ۔ (۳۰) ابن ام قاسم بدر الدین حسن بن القاسم مرادی مصری متوفی ۷۴۹ھ (۳۱) شہاب الدین احمد بن یوسف حلبی متوفی ۷۵۶ھ (۳۲) الشریف عبداللہ بن محمد بن حسین متوفی ۷۷۶ھ (۳۳) تقی الدین عبدالرحمٰن بن احمد واسطی متوفی ۷۸۱ھ (۳۴) التکملۃ المفیدہ۔ یہ بھی شاطبیہ پر ہے۔ اس میں مکی کی تبصرہ ابن شریح کی کافی اہوازی کی وجیز سے منتخب کر کے زیادات نظم کی ہیں۔ ابو الحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی تیجاتی اندلسی متوفی ۷۲۳ھ (۳۵) تکملۃ النظیریہ فخر الدین احمد بن علی بن احمد معروف بابن فصیح ہمدانی متوفی ۷۵۵ھ۔ (۳۶) شاطبی کا اختصار۔ عبدالصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ (۳۷) الدرر الجلاء یہ شاطبیہ کا خلاصہ ہے۔ (۳۸) عمدۃ الخلف۔ یہ خلف کی دسویں قراءت میں ہے (۳۹) غایۃ الاختصار ابو عمرو کی قراءت میں ہے۔ تینوں امین الدین عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی حنفی متوفی ۷۶۸ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۰) لذۃ السمع فی السبع۔ ابو جعفر احمد بن حسن مالقی نحوی متوفی ۷۲۸ھ (۴۱) علم الاہتدا۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن علی بن ہمام متوفی ۷۴۵ھ (۴۲) النجوم الزاہرہ فی السبعہ۔ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان مقدسی بکری شامی متوفی ۷۸۱ھ (۴۳) قصیدہ طاہریہ فی العشرہ۔ (۴۴) قصیدہ اختلاف آیات دونوں شیخ طاہر بن عرب شاہ بن احمد اصبہانی متوفی ۷۸۶ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۵) احکام السبعہ (۴۶) نہایت الجمع فی السبع۔ دونوں زین الدین سریحا ابن محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملطی متوفی ۷۸۸ھ کی تصنیف ہیں۔ (۴۷) سراج القاری یہ شاطبیہ کی شرح ہے۔ (۴۸) مصطلح الاشارات یہ تیرہ قراءتوں میں ہے۔ (۴۹) العلویہ فی السبعہ (۵۰) شرح العلویہ (۵۱) قرۃ العین فی الفتح والامالہ و بین اللفظین اس میں فتح اور امالے کا بیان ہے۔ یہ پانچ کتابیں لکھیں جو عربیت کے قیاسات سے پر ہیں۔ پانچوں کتابیں نور الدین ابو البقا علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح عزری بغدادی متوفی ۸۰۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (شرح سبعہ)

نویں صدی

اس میں تیس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں افسوس کہ اب بغداد سے سلسلہ بند اور اندلس سے قطعاً مسدود ہو گیا۔

(۱) اصول قراءت (۲) التحبیر علی التیسیر نثر میں (۳) الدرۃ علی الشاطبیہ منظوم دونوں سبعہ کے بعد والی تین قراءتوں میں (۴) الطیبہ فی العشرہ منظوم (۵) غایۃ المبہرہ فی الزیادۃ علی العشرہ دس کے بعد والی شاذ قراءتوں میں (۶) قراآۃ شاذہ منظوم (۷) النشر الکبیر فی العشرہ دو ضخیم جلدوں میں (۸) تقریب النشر نشر کا خلاصہ (۹) مقدمہ جزریہ تجوید میں (۱۰) الاہتدا فی الوقف و الابتدا (۱۱) طبقات القراء صغری (۱۲) طبقات القراء کبری بارہ کتابیں قراء ت میں اور بہت سی کتابیں حدیث و فقہ و تفسیر پر یادگار ہیں۔ ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری دمشقی ثم الشیرازی شافعی ۲۵ رمضان شنبہ کی رات میں ۷۵۱ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو جمعہ کے دن دوپہر کے وقت شیراز میں وفات پائی۔ (۱۳) فوائد مظفریہ جس میں ہمدانی کے اختصار کو نظم کیا۔ کمال الدین احمد متوفی بعد از ۸۰۶ھ (۱۴) شاطبیہ پر تکملہ تین قراآت میں شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی شرعی متوفی بعد ۸۲۰ھ (۱۵) مسند القراآت اسماعیل بن اسحاق ازدی متوفی ۸۲۰ھ (۱۶) قراءۃ یعقوب منظوم محمد بن محمد بن عرفہ درغمی ٹیونسی مالکی متوفی ۸۲۳ھ (۱۷) جعبری کی شرح شاطبی پر حاشیہ مولی شمس الدین محمد بن حمزہ فناری متوفی ۸۳۴ھ (۱۸) قراآت ثلثہ (۱۹) قراآت زائدہ علی العشرہ دونوں منظوم اول میں سبعہ کے بعد والی تین اور ثانی میں دس کے بعد والی چار قراء تیں ہیں۔ دونوں شہاب الدین احمد بن حسین رملی مقدسی متوفی ۸۴۴ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۰) ایضاح الرموز چودہ قراءتوں میں شمس الدین محمد بن خلیل بن القباقبی متوفی ۸۴۹ھ (۲۱) آلہ فی معرفۃ الوقف و الامالہ وقف و امالہ کے بیان میں (۲۲) نکات علی الشاطبیہ (۲۳) حل الرمز فی وقف حمزہ و ہشام علی الہمز۔ تینوں برہان الدین ابراہیم بن محمد کرکی مقری شافعی متوفی ۸۵۳ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۴) غایۃ المطلوب فی قراۃ ابی جعفر و خلف و یعقوب۔ زین الدین عبدالباسط بن احمد مکی متوفی ۸۵۳ھ۔

طیبہ کی تین شرحیں

(۲۵) ابو بکر احمد جو محقق جزری کے صاحبزادے ہیں۔ (۲۶) زین الدین عبدالدائم از ہری متوفی ۸۶۰ھ (۲۷) ابوالقاسم محمد نویری مالکی متوفی ۸۷۵ھ (۲۸) الضوابط و الاشارات نہایت عمدہ کتاب ہے۔ (۲۹) کفایہ فی القراءۃ برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن عمر بقائی متوفی ۸۸۵ھ (۳۰) عبقری' جعبری شرح شاطبیہ کی شرح۔ ابو عمرو شمس الدین ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العباس احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ (۳۱) درہ کی شرح جو محقق کے کسی شاگرد نے لکھی - (۳۲) البدور الزاہرہ فی العشرۃ المتواترہ (۳۳) المکرر فی السبعہ (۳۴) البدر المنیر شرح تیسیر دانیؒ (۳۵) القطر المصری فی قراءۃ ابی عمرو بصری- چاروں ضربی وجوہ کی حامل اور سراج الدین ابو حفص عمر بن قاسم بن محمد انصاری عرف نشار کی تصنیف ہیں جو علامہ قسطلانی کے شیخ ہیں-

دسویں صدی

اس میں مصر کے علماء نے پندرہ کتابیں لکھیں-

(۱) شاطبیہ کی شرح (۲) الدر النثیر فی قراءۃ ابن کثیر دونوں جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی قاہری مصری کی تصنیف ہیں ۸۴۹ھ تا ۹۱۱ھ چار سو کے قریب تصانیف یادگار ہیں- تفسیر اتقان اور الدر المنثور بھی انہیں میں سے ہیں اور تفسیر جلالین آپ کی اور آپ کے شیخ جلال الدین محلی کی تصنیف ہے (۳) شاطبیہ کی شرح (۴) کنز فی وقف حمزہ و ہشام علی الھمز (۵) لطائف الاشارات بفنون القراآت- تینوں قراآت میں ہیں اور لطائف الاشارات بے حد نافع اور بہت بڑی کتاب ہے- جس میں قراءۃ کے ہر مسئلہ سے بحث کی گئی ہے- شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی شافعی مصری ۸۵۲ھ تا ۹۲۳ھ کی تصنیف ہیں- مواہب لدنیہ' سیرۃ النبیؐ پر اور بخاری کی مشہور شرح قسطلانی بھی آپ ہی کی یادگار ہے- (۶) ابن القاصح کی قرۃ العین کا خلاصہ (۷) الدقائق الحکمہ مقدمہ جزریہ کی شرح- دونوں زین الدین ابو یحییٰ زکریا ابن محمد خزرجی انصاری ازہری قاہری' مصری' شافعی کی تصنیف ہیں- ۹۲۶ھ میں مصر میں وفات پائی- آپ ایک واسطہ سے علامہ جزری کے شاگرد ہیں اور اس وقت روئے زمین پر قراآت اور صحاح ستہ آپ ہی کی سند سے پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں (۸) الغایہ شاطبیہ کی شرح (۹) الجوہرہ فی العشرہ (۱۰) الغرہ شرح درہ- (۱۱) کشف عن احکام ہمز فی الوقف (۱۲) کفایتہ المحررہ منظوم (۱۳) تحفۃ البررہ دونوں عشرہ میں چھٹوں کتابیں' جمال الدین حسین بن علی الحصنی مصری کی تصنیف ہیں- متوفی ۹۶۴ھ (۱۴) قراآت ثلثہ شاطبیہ کے وزن اور روی پر (۱۵) اسی قراآت ثلثہ کی شرح دونوں محمد عمری عدوی متوفی قبل ۱۰۰۰ھ کی تصنیف ہیں- (۱۶) شرح درہ جو اسی زمانے کے کسی عالم نے لکھ کر سلطان محمد خان کی نذر کی-

گیارھویں صدی

اس میں دو کتابیں تصنیف ہوئیں-

(۱) شرح ملا علی قاری- یہ شاطبیہ کی عجیب اور محققانہ شرح ہے- اس کے مضامین سخاوی اور جعبری اور ابو شامہ کی شروح سے لیے گئے ہیں- ہر شعر کی صرفی اور نحوی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے-

(۲) المنح الفکریہ- مقدمہ جزریہ کی محققانہ شرح ہے- دونوں ملا علی قاری- ہروی' حنفی' نزیل مکہ کی تصنیف ہیں ۱۰۱۴ھ میں مکہ میں وفات پائی- ان کے علاوہ آپ کی دوسرے فنون میں بھی مفید اور نہایت نافع تصانیف ہیں- حنفیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو مجدد کہتے ہیں۔

بارہویں صدی

اس میں صرف دو لیکن معتبر اور محققانہ کتابیں تصنیف ہوئیں۔
(۱) اتحاف فضلاء البشر بالقراآت الاربع عشر۔ آج یہی ایک کتاب امت کے پاس ہے جس میں چودہ قرآتیں نہایت تحقیق کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ احمد بن محمد دمیاطی عرف البناء۔ محرم ۱۱۱۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
(۲) غیث النفع۔ نشر کے بعد ایسی محققانہ بدیع الترتیب کتاب نہیں لکھی گئی۔ ان کا ترجمہ اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ شیخ شحاذہ یمنی کے شاگرد ہیں۔ سید علی نوری الصفا قسی مصری بارہویں صدی میں وفات پائی۔

یہ چار چیزیں منجملہ قراءۃ کی دوسری کتابوں کے اتحاف کی خصوصیات میں سے ہیں

(۱) عثمانی رسم خط کا علم (۲) جن آیات میں اختلاف ہے کہ بعض نے اس جگہ آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی ان کا بیان (۳) چودہ قراء توں کا بیان نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ یعنی ضعیف وجوہ سے بالکل پرہیز کیا ہے (۴) عربیت کے لحاظ سے قراآت کی توجیہ اور تحقیق غرض کتاب نہایت جامع ہے اور موصوف علم باطن میں بھی نہایت بلند پایہ تھے۔ بہت سے شاگرد بھی آپ سے فیوض حاصل کر کے ظاہری اور باطنی علوم میں امامت کے درجہ پر فائز ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ علامات قیامت پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اور صرف ایک جلد میں سیرۃ حلبیہ کا خلاصہ بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ اب دنیا ایسے فاضلوں کو ترس رہی ہے۔

تیرہویں صدی

(۱) الوجوہ المسفرہ۔ نشر میں نہایت اختصار کے ساتھ علامہ جزری کی درہ کے طرز پر سات کے بعد والی تین قراء توں میں۔ (۲) نَظْمُ اَحْکَامِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی آٰلْـٰٔنَ اس میں سینتیس شعر ہیں جن میں آلن میں ورش کی وجوہ بیان کی ہیں۔
(۳) الفوائد المعتبرہ۔ یہ دس کے بعد والی چار قراء توں میں ہے جو شاذ ہیں اور اس کے ۵۷۲ شعر ہیں۔ تینوں علامہ محمد بن احمد شمس متولی کی یادگار ہیں۔ اہل فن آپ کو خاتمۃ القراء و المحققین کہتے ہیں۔ آپ مصر میں شیخ القراء تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ اس صدی کی اور تصانیف مجھے معلوم نہیں ہو سکیں۔

چودہویں صدی

اس صدی میں کافی کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) ارشاد المرید یہ شاطبیہ کی مختصر اور محققانہ شرح ہے (۲) البہجۃ المرضیۃ یہ محقق بن الجزری کی درہ کی مختصر شرح ہے (۳) فتح الکریم المنان یہ غالبًا قرآن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آداب میں ہے اور نووی کی تبیان کے حاشیہ پر چھپی ہے (۴) تقریب النفع یہ قرآت سبعہ میں ہے اور محققانہ ہے (۵) صریح النص یہ حفص کی روایت کے اختلافی کلمات میں ہے (۶) الفرائد المرتبہ علی الفوائد المھذبہ اس میں حفص کی وہ وجوہ بیان کی ہیں جو طیبہ کے طریق سے ہیں (۷) المطلوب اس میں غالباً ابو یعقوب ازرق کی وجوہ کا بیان ہے جو ورش کی روایت کا ایک طریق ہے۔ ساتوں علی بن محمد عرف ضباعؒ کی تصانیف ہیں۔ جو قریب زمانہ میں مصر میں شیخ القراء تھے اور مصاحف اور قراءۃ کی کتابوں کی تصحیح کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہے۔ اعلیٰ پایہ کے محقق ہیں مَتَّعَ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ بِطُوْلِ فُيُوْضِهٖ (۸) درہ کی ایک اور شرح قلمی مصنف نے اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اس میں قرآت کی توجیہات بھی نہایت عمدہ عمدہ درج ہیں مختصر اور جامع شرح ہے (۹) محقق بن الجزری رحمۃ اللہ کی طیبہ کی شرح یہ بھی قلمی ہے جو قاری عبدالمالک صاحب اور قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی اور قاری حبیب اللہ صاحب ٹونکی مقیم کراچی کے یہاں موجود ہے اور جس جگہ بھی دیکھی گئی ہے ناتمام ہی ہے یعنی شروع کے پندرہ سولہ شعر نہیں ہیں۔ اس کے بعد سب ہیں۔ (۱۰) سعادۃ الدارین۔ اس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف نہایت تحقیق اور جامعیت اور اختصار سے بیان کیا ہے۔ (۱۱) السُّيُوْف السَّاحقه یہ ان بے دین لوگوں کے رد میں ہے جو قرآآت کے نازل شدہ ہونے کے منکر ہیں۔ (۱۲) الکواکب الدریہ اس میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو قرآن کے سات لغات (اور مختلف وجوہ) پر نازل ہونے کے بارہ میں آئی ہیں یہ تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی عرف حداد کی تصانیف ہیں ان میں سے سعادۃ دارین کی تصنیف یکم رجب ۱۳۴۳ھ کو ختم ہوئی۔ (۱۳) اَلْآيَاتُ الْبَيِّنَات قراءۃ کے جمع کرنے کے حکم میں ابوبکر خلف الحسینی (۱۴) البرہان القویم۔ اس بیان میں کہ قرآن کی آیات کا شمار کرنا بھی ضروری ہے۔ احمد امین الدین (۱۵) البہجۃ الفریدہ۔ ابو عمرو کی قراءۃ میں محمد قندیل (۱۶) الدر المنیر۔ ابن کثیر کی قراءۃ میں شیخ موسیٰ احمد کینیسی (۱۷) الرحیق المختوم۔ یہ علامہ متولی کے کسی قصیدہ کی شرح ہے۔ حسن بن خلف (۱۸) رسالہ ورش القاری۔ فِيْمَا خَالَفَ فِيْهِ حَفْصًا بِنِ الْقَارِیْ اس میں وہ موقع بتائے ہیں جن میں ورش نے حفص سے اختلاف کیا ہے۔ (۱۹) زبدۃ العرفان۔ اس میں دس متواتر قراء تیں ہیں۔ شیخ محمد امین آفندی۔ (۲۰) شرح السمنودی۔ یہ محقق بن جزری رحمۃ اللہ کی درہ کی شرح ہے۔ (۲۱) عقیلۃ اتراب القصائد۔ شاطبی کے قصیدۂ رائیہ کی شرح موسیٰ بن جار اللہ فازانی روستو فدونی یہ ۱۳۲۶ھ میں لکھی گئی اور کل دس روز میں پوری ہو گئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس وقت سوائے قرآن پاک اور عقیلہ کے چند نسخوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ مختصر اور محققانہ شرح ہے۔ (۲۲) غنیۃ المقری۔ شرح مقدمہ ورش المصری للقاری یہ ورش کی قراءۃ کے کسی رسالہ کی شرح ہے۔ (۲۳) الکلمات الحسان۔ سات لغات کے اور قرآن کے جمع کیے جانے کے بیان میں شیخ نجیت (۲۴) الکوکب المنیر۔ ابن کثیر کی قراءۃ میں یہ شیخ محمد سعودی کی نظم ہے (۲۵) منار الھدی۔ یہ وقف و ابتدا کے بیان میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ عبدالکریم اشمونی۔ (۲۶) المقصد۔ جس میں الاسلام زکریا انصاری کی المرشد کا خلاصہ درج ہے اور یہ منارالھدی کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ اس وقت جو منار الھدیٰ بندہ کے استعمال میں ہے اس کے ساتھ تبیان چھپی ہے۔ شاید کسی مرتبہ کی طباعت میں اس کے ساتھ المقصد بھی چھپی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ (۲۷) منجد المقرئین و مرشد الطالبین۔ محمد بن جوزی (۲۸) المنظومہ السخاویہ۔ اس میں وہ آیات درج ہیں۔ جن میں حفاظ کو متشابہ لگ جاتے ہیں۔ علم الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالصمد سخاوی ان کا ذکر اوپر ساتویں صدی میں بھی آچکا ہے۔ (۲۹) وجوہ المثانی۔ اس میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ ساتوں قراء تیں اور ان کی توجیہات درج ہیں اور خاتمہ میں قواعد بھی بیان کیے ہیں۔ لیکن اس میں بہت سی ضعیف وجوہ بھی آگئی ہیں۔

(۳۰) تنشیط الطبع۔ اردو میں اس میں قراآت سبعہ میں سے ہر ہر روایت کے قواعد بتا کر پاؤ سپارہ میں قراآت کو جمعاً" پڑھنے کی ترکیب بتائی ہے۔ اور ان کا اجرا کرایا ہے۔ دونوں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ اسرارہم کی تصنیف ہیں۔ آپ نے رجب کی سترہویں شب میں سہ شنبہ اور چہار شنبہ کے درمیان ۱۳۶۲ھ میں وفات پائی۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

(۳۱) ہدایۃ القراء۔ اردو میں اس میں قراآت سبعہ نہایت آسان عبارت میں بیان کی گئی ہیں اور گویا یہ شاطبیہ کی شرح سراج القاری کا ترجمہ ہے اس میں بعض وجوہ ضعیف بھی آگئی ہیں۔ مولانا قاری حافظ ہادی حسن صاحب بھوپالی رحمتہ اللہ۔

(۳۲) شرح سبعہ۔ اردو میں اس میں قراء سبعہ اور ان کے رواۃ کے مختصر حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں۔ اس کے بعد قراآت سبعہ کے اصولی اور فرشی مسائل نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ فصیح اور بلیغ اور مختصر اور جامع عبارت میں بیان کیے گئے ہیں۔ قابل مطالعہ ہیں لیکن افسوس کہ اس کی ایک ہی جلد صرف اصول والی چھپی تھی اور وہ بھی انقلاب کے سبب نایاب ہو گئی۔ استاذنا شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحب قدس اللہ سرہ و نور مرقدہ ۱۳۵۳ھ میں رحلت فرمائی۔ رَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَاتِهٖ وَ اَعْلٰى مَرَاتِبَهٗ عمر کا اکثر و بیشتر حصہ کتاب اللہ کی مخلصانہ اور بلا معاوضہ خدمت میں گذرا ہے۔

(۳۳) منہاج التجوید۔ فارسی میں اِس میں بھی قراآت سبعہ اور ان کے متعلقات پوری تفصیل اور تحقیق سے درج ہیں لیکن افسوس کہ چھپ نہیں سکی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کی تحقیق میں مصنف نہایت بلند پایہ تھے۔ مولانا حافظ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی۔

(۳۴) شاطبیہ کا ترجمہ فارسی میں یہ پشاور کے مطبع میں شعلہ اور علی قاری کے ساتھ چھپا ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں۔

(۳۵) شاطبیہ کی شرح اردو میں قلمی تھی بڑے محنت سے لکھی گئی تھی۔ جس میں قراآت کی وجوہ بھی درج تھیں۔ لیکن انقلاب کے سبب پانی پت ہی میں رہ گئی۔ مولانا قاری عبدالسلام صاحب مرحوم و مغفور صاجزادہ حضرت مولانا محدث قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ رحمتہ واسعتہ۔

(۳۶) شاطبیہ کی شرح قلمی اردو میں جو بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے۔ مولانا الحافظ القاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی جو مظاہر العلوم سہارن پور میں شیخ القراء ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۷) دلیل القاری علی کلام الباری اس میں تجوید اور وقف و ابتدا کے مسائل ہیں۔ فاضل قندھاری۔

(۳۸) افضل الدرر۔ علامہ شاطبی کے قصیدۂ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح شیخ الشیوخ امام الفن المحقق المدقق مولانا الحافظ القاری عبدالرحمٰن خاں صاحب مکی ثم الہ آبادی بن محمد بشیر خاں آپ کا اصلی وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد ہے۔ پھر جب والد صاحب ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب مکہ پہنچے۔ اور آپ اپنے بھائی قاری عبداللہ صاحب سے جن کا ذکر آگے آئیگا۔ تجوید و قرآت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ اور کانپور مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرآت کے مدرس رہے۔ پھر شیخ عبداللہ صاحب آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و تدریس فرماتے رہے یہ مدرسہ طویل عرصہ تک علم قرآت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں۔ ان میں سے مشہور اور معروف یہ ہیں۔ مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی و مولانا قاری عبدالوحید صاحب (نیز حضرت قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوری" حضرت مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھی" صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بھی قابل ذکر ہیں) پھر یہاں سے کسی رنجیدگی کی بناء پر مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشریف لے آئے اور یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ۔

(۳۹) طیبہ کی شرح اردو میں جو مختصر اور جامع اور محققانہ ہے۔ لیکن چونکہ کاتب نے بہت سے غلطیاں کر دی ہیں اس لیے تصحیح کی محتاج ہے۔ اس کی تصنیف ربیع الاول ۱۳۲۶ھ سے شروع ہو کر اسی سال کے رجب کی درمیانی تاریخوں یعنی ساڑھے چار مہینہ میں ختم ہوئی۔

(۴۰) المعانی الجلیلہ شرح عقیلہ ۔ یعنی رائیہ کی شرح اردو میں اس میں بھی کافی محنت اور جانفشانی کے بعد صحیح مضامین جمع کیے گئے ہیں اور لفظی تحقیق بھی درج ہے۔ دونوں مولانا الحافظ القاری عبداللہ صاحب گنگوہی و تھانوی ثم مراد آبادی غفر اللہ لہ و رحمہ رحمتہ واسعتہ کی تصنیف ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهٖ وَ عَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ آپ ایک عرصہ تک جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں خدمت تجوید و قرآت کی مسند پر متمکن رہے۔ اور آپ نے قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی و قاری ضیاء الدین احمد صاحب سے فیض حاصل کیا اور ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ

(۴۱) تنویر شرح تیسیر۔ یہ فن کے زبردست امام علامہ ابو عمرو دانی کی مشہور کتاب تیسیر کی اردو شرح ہے جو نہایت محنت اور جانفشانی اور پوری تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہر اعتبار سے مکمل ہے جو ماشاء اللہ حلہ طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے مطالعہ میں آچکی ہے۔ مولانا الحافظ القاری رحیم بخش صاحب پانی پتی سابق صدر مدرس درجہ قرآت مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان موصوف کی یہ خدمت قدر و تحسین کے لائق ہے۔ نیز آپ کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لیے امتیازی خصوصیت عنایت فرمائی تھی تعلیم کا طریق نہایت مفید اور کامیاب تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ کو وفات پا چکے ہیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

(۴۲) ایک قرآن شریف جو ساڈھورہ ضلع انبالہ میں طبع ہوا اس کے شروع میں سبعہ میں سے ہر ہر روایت کے قواعد جدا جدا اور دوسرے متعلقات نہایت تحقیق سے درج کر کے قرآن مجید کے حاشیہ پر ساتوں قاریوں کے فرشی اختلافات تحریر تھے۔ مولانا قاری محمد عنایت اللہ صاحب ساکن مئوناتھ بھجن ضلع اعظم گڈھ آپ قراءۃ الفرقان کانپور میں خدمت قراآت پر اپنے شیخ قاری ضیاء الدین صاحب کے بجائے متمکن رہے اس قرآن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فن میں آپ کا پایہ بھی بلند ہے۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَرَحِمَهٗ وَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْقُرْآنِ وَاَهْلِهٖ خَيْرَ الْجَزَآءِ

(۴۳) نظم القرآن فی رسم القرآن۔ یہ قرآن کے رسم الخط کے مسائل میں عربی میں ہے اور ساتھ ہی نیچے اردو میں ترجمہ بھی ہے۔ قاری محمد نذر صاحب نابینا مدرس دوئم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ آپ استاد قراءۃ اور قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد تھے۔ غَفَرَ اللّٰهُ وَرَحِمَهٗ

(۴۴) معرفتہ الرسوم۔ اردو میں اس میں رسم کے قواعد نہایت آسان اور جامع عبارت میں درج ہیں۔

(۴۵) کاشف الابہام۔ یہ حمزہ اور ہشام کی ان وقفی وجوہ میں ہے جو ہمزہ والے کلمہ میں وقف کرتے وقت پیدا ہوتی ہیں۔

(۴۶) ضیاء البرہان (فی الجواب) علی خط القرآن۔ ایک عالم نے قرآن مجید کی غیر قیاسی رسم کا انکار کیا ہے اس رسالہ میں اس کا مدلل جواب ہے۔ تینوں فخر القراء جناب مولانا قاری محب الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد و خطیب و امام جامع مسجد الہ آباد کی تصنیف ہیں آپ قاری ضیاء الدین احمد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ علمی دنیا آپ کی ذات گرامی سے بخوبی واقف ہے کیونکہ آپ کی تصنیفات قراءۃ اور تجوید میں بہت سی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ان کتب کے مطالعہ کے بعد علم کے قدر دان اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فن کی تصنیفات کے لیے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ عبارت نہایت آسان زوائد سے خالی اور علمی مضامین سے پر ہوتی ہے کاش شاطبیہ کی وہ شرح جس کے کام میں میں نااہل اپنی عدم لیاقت کے اقرار کے باوجود دلی شوق اور تقاضہ کی بناء پر مصروف ہوں۔ اس کو بھی موصوف ہی تصنیف فرماتے اس صورت میں یہ شرح بھی نہایت نفیس اور جامع ہوتی۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بھی نہایت وسیع ہے۔

تجوید کی کتابیں

اس فن میں عربی اور اردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ سب کا احاطہ تو بہت دشوار ہے اور درازی کا خوف بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ان میں سے مشہور کتابوں کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

(۱) انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور شیخ وہبہ سرور محلی مختصر اور جامع کتاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) تحفۃ الراغبین فی تجوید کتاب المبین۔ (۳) فتح المجید فی علم التجوید۔
(۴) القول السدید فی بیان حکم التجوید تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی عرف حداد کی تصنیف ہیں۔
(۵) تحفۃ المرید لمعرفۃ التجوید شیخ حسین بن ادریس بن احمد۔
(٦) تقویم اللسان لقاری القرآن سید محمد قاوقجی مع حواشی صفحات سینتیس۔
(۷) تہذیب الولید۔ سوال و جواب کی شکل میں۔
(۸) مبتدیوں کی تجوید۔
(۹) اشعۃ الضیاء۔
(۱۰) ضیاء المراسلہ تینوں اردو میں مولانا قاری محمد اظہر صاحب امروہوی کی تصنیف ہیں جو قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی کے لائق اور ممتاز شاگردوں میں سے ہیں اور آج کل اسلامیہ عربیہ کالج کرنول علاقہ مدراس میں تجوید و قراءۃ کے مدرس ہیں اور ان کے علاوہ شاطبیہ۔ جزریہ اور تحفۃ الاطفال کی مفصل شروح بھی آپ کے فکر صائب کا نتیجہ ہیں۔ لیکن افسوس یہ تینوں قلمی ہی صورت میں ہیں طبع نہیں ہو سکیں اور یہ بھی اردو میں ہیں۔
(۱۱) الحواشی الازھریہ فی الفاظ المقدمۃ الجزریہ۔ یہ بھی جزریہ کے حواشی ہیں۔
(۱۲) جزریہ کی شرح دونوں خالد ازہری کی تصنیف ہیں۔
(۱۳) الرسالۃ الشریفہ فی التجوید جواد العاملی۔
(۱۴) زینۃ الانسان فی علم تجوید القرآن۔ شیخ محمد شقریہ صفحات بتیس۔
(۱۵) سبعۃ ابواب التجوید فی التجوید و کیفیۃ مخارج الحروف صفحات اٹھائیس طبع بغداد۔
(۱٦) الشرح الجدید فی احکام التجوید مصطفیٰ احمد ابو سنہ۔
(۱۷) العقد الفرید فی فن التجوید۔ سنا ہے کہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ شیخ علی بن احمد صبرہ۔
(۱۸) متن تحفۃ الاطفال منظوم۔ اکسٹھ شعروں میں سلیمان جمزوری۔
(۱۹) فتح الاقفال شرح تحفۃ الاطفال۔ فتح الملک المتعال شرح تحفۃ الاطفال شیخ محمد المیہی۔
(۲۰) مجموعۃ خمسۃ متون فی التجوید۔ یہ پانچ متون ہیں۔ جن میں سے پہلا شیخ نبہان الحضرمی کا ہے۔
(۲۱) المجموع الوحید فی علم التجوید شیخ عبدالہادی سالم بن عثمان۔
(۲۲) مجموعۃ سبعۃ متون فی التجوید و التوحید۔ یہ سات متن ہیں۔ نبہان حضرمی۔
(۲۳) المسائل التجویدیہ۔ سوال و جواب کی صورت میں شیخ عبدالکریم مراد۔
(۲۴) ہدایۃ المستفید فی علم التجوید۔ سوال و جواب کی شکل میں شیخ محمد المحمود۔
(۲۵) النزہۃ الریاضیہ فی الاسئلۃ التجویدیہ۔ محمد جمال الدین مفتی۔
(۲٦) النصح الرشید لحافظ القرآن المجید۔ محمد مختار الباجوری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۷) نہایۃ القول المفید۔ طویل اور مفصل کتاب ہے۔ شیخ محمد نصر مکی۔
(۲۸) الدرۃ الفرید۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۲۹) القلائد الجوہریہ۔ یہ جزری کی شرح ہے۔ سعید احمد۔
(۳۰) تحفہ نذریہ فارسی میں نہایت جامع رسالہ ہے۔
(۳۱) فیوض رحمانی۔ فارسی میں اس میں چند سوالات کے جوابات ہیں اور اس سلسلہ میں علمی تحقیقات بھی درج ہیں۔ دونوں حضرت مولانا الحافظ القاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی کی تصنیف ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور شاہ اسحاق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد اور خلیفہ مجاز اور اللہ کے بڑے ولی اور قرآن کے عاشق تھے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ سے تبرکاً" حدیث کی اجازت لی تھی۔ آپ کے مفصل حالات تذکرۂ رحمانیہ مصنفہ مولانا عبدالحلیم صاحب پانی پتی مرحوم میں درج ہیں۔ تقریباً چھیاسٹھ سال پانی پت میں حدیث اور قرآن اور قرآت سبعہ کی اشاعت محض حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے فرماتے رہے۔ خاندان کی عورتوں کو بھی آپ نے سبعہ قرآت پڑھائیں۔ آپ کے بعد کوئی ایسا جامع فاضل اور محقق پانی پت میں پیدا نہیں ہوا۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو پیر کے دن عصر سے ذرا پہلے وفات پائی۔ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَرَحِمَہٗ وَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ عَنْ جَمِیْعِ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اردو زبان میں تجوید کی کتابیں

(۳۲) تبیین الضاد۔ تحفہ نذریہ مذکورہ کا ترجمہ۔ مولانا رحیم الدین صاحب طرب دہلوی (۳۳) فیوض رحمانی کا ترجمہ۔ مولانا عبدالسلام صاحب صاحبزادۂ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ آپ بھی ایک زمانہ تک وعظ و تذکیر اور قرآت سبعہ اور تجوید کی اشاعت کی خدمت پر فائز رہے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ۔
(۳۴) مختصر التجوید۔ مولانا حافظ قاری قادر بخش صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ جو قاری مصلح الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بادشاہ زادوں کے استاد بھی رہے۔
(۳۵) عذار القرآن اس میں بڑے محنت اور جانفشانی سے بہت کتابوں سے منتخب کر کے تجوید کے مسائل جمع کیے ہیں اور یہ کوشش کی ہے کہ یہ ایک ہی کتاب بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے۔
(۳۶) قاعدہ مصباح القرآن۔ اس میں بچوں کے پڑھانے کے مفید طریقہ بتائے ہیں اور بعض عمدہ تحقیقات بھی ہمز وغیرہ کے متعلق اس سلسلہ میں آگئی ہیں۔ دونوں حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کاتب و خوشنویس بن شیخ محمد رمضان کی تصنیف ہیں جو اس وقت لاہور انار کلی پیسہ اخبار میں تعلیم القران کی خدمت پر فائز ہیں۔ حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

(۳۷) پانی پتی قاعدہ۔ اس میں تجوید کے متعلق چالیس قاعدہ نہایت آسان عبارت میں درج کیے گئے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ صاحب پانی پتی جو ایک زمانہ تک آگرہ میں پڑھاتے رہے اور آج کل سکھر (سندھ) میں مقیم ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۸) تعلیم قرآن کا آسان قاعدہ۔ اس کے پہلے حصہ میں بچوں کے لیے تختیاں اور معلمین کے لیے ہدایتیں درج ہیں اور ہمزہ اور الف کے متعلق ایک مفید تحقیق بھی ہے اور دوسرے حصہ میں مخارج اور صفات اور تجوید کے تمام ضروری قواعد آسان طرز میں بتائے ہیں اور تیسرے حصہ میں کچھ عربی الفاظ اور ان کا ترجمہ لکھا ہے تاکہ طلباء اپنی مذہبی زبان سے بھی قدرے آشنا ہو جائیں۔ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتیؒ سابق مدرس دینیات نور محمد ہائی اسکول حیدر آباد سندھ آپ علم قراآت کی اشاعت کے پورے شائق اور متمنی ہیں اور اس علم سے خصوصی درجہ کی محبت رکھتے ہیں۔

(۳۹) فوائد مکیہ۔ مشہور و معروف اور تجوید کی جامع کتاب ہے اور اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔ مولانا قاری حافظ عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی موصوف۔

(۴۰) تعلیقات مالکیہ۔ یہ فوائد مکیہ کا مفصل حاشیہ ہے۔ مولانا قاری عبدالمالک صاحب علی گڈھیؒ ایک عرصہ تک آپ مکہ میں تعلیم پاتے رہے۔ پھر ہندوستان کے مختلف مقامات ٹونک' آگرہ' لکھنؤ وغیرہ میں تعلیم قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اکثر اہل علم آپ کی شخصیت سے واقف ہیں۔ پاکستان تشریف لاکر آپ ڈیڑھ سال کے قریب دارالعلوم ٹنڈوالله یار سندھ میں شیخ القراآت رہے۔ پھر لاہور چرچ روڈ دارالعلوم پرانی انار کلی میں اسی خدمت پر مامور رہے علم قراآت اور اس کی کتب سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اکثر کتب آپ کے یہاں موجود ہیں۔ بعض نایاب قلمی کتابیں بھی ہیں چنانچہ رائیہ کی شرح جعبری مکمل اور شاطبیہ کی جعبری حصہ فروش بھی آپ کے کتب خانہ میں ہے۔ قراآت میں تکلف اور بناوٹ سے بہت نفرت ہے۔ سادگی کے ساتھ خوش الحانی کو پسند فرماتے ہیں۔

(۴۱) ضیاء القراآت نہایت مختصر اور جامع رسالہ ہے۔ عبارت بھی بہت آسان ہے اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اکثر جگہ نصاب میں شامل ہے اور پچاس ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۴۲) خلاصۃ البیان۔ یہ عربی میں ہے دونوں مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی کی تصنیف ہیں۔ آپ قصبہ نارہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد کانپور قاری عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں تشریف لے جا کر تجوید و قراءۃ کی تکمیل کی اور ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیرالدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں بھی متوسطات تک پڑھیں۔ پھر قراءۃ کے مدرس ہو کر امروہ تشریف لے گئے اور یہاں مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا احمد حسن صاحب امروہوی سے درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں بھی بہت طلباء آپ سے قراآت اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے۔ اور یہیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل ہو گئی۔ پھر مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور اور فرقانیہ لکھنؤ اور قراءۃ الفرقان کان پور اور مدرسہ فاروقیہ جامع مسجد جونپور ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں سے قاری عبدالمالک صاحب موصوف (حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ قاری ضیا الدین صاحبؒ کے شاگرد نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے روایت حفص حضرت قاری عبداللہ مکی صاحبؒ سے اور قراء ات سبعہ اور قراء ات عشرہ بطریق درۃ و طیبہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادیؒ سے پڑھی ہیں مزید تفصیل ہماری کتاب "تذکرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منبع علوم و فنون" جو حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی علیہ الرحمہ کی سوانح ہے' کے مقدمہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے) اور قاری عبداللہ صاحب موصوف اور قاری محمد صدیق صاحب بنگالی اور قاری عبدالمعبود صاحب اور قاری محمد عنایت اللہ صاحب موصوف اور قاری محمد نذر صاحب موصوف بھی ہیں۔ اور مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر آپ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بھی بہت سے طلباء فارغ ہو کر جابجا مدرس بن گئے۔ انہیں میں سے مولانا قاری محمد سلیمان صاحب شیخ القراءۃ مظاہر العلوم سہارنپور بھی ہیں۔ پھر مولانا ابوبکر صاحب کی طلبی پر علی گڑھ کالج میں تشریف لے گئے۔ وہاں بھی انگریزی کے طلباء ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے۔ پھر معذور ہو جانے پر گوشہ نشینی اختیار کی اور رائیہ اور خلاصۃ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ مَغْفِرَةً كَامِلَةً وَّرَحْمَةً وَّاسِعَةً

(۴۳) شرح ہندی جزری اس میں مطلب کے آسان کرنے اور سمجھانے کی کافی کوشش کی گئی ہے گو اس کی اردو پرانے زمانے کی ہے۔ مولانا شاہ کرامت علی صاحب جونپوری غفر اللہ لہ ورحمہ۔

(۴۴) فوائد مرضیہ شرح جزریہ اس میں تجوید کے مسائل اور لفظی تحقیق دونوں چیزیں ہیں اور کافی محنت اور جانفشانی سے کام لیا گیا ہے۔

(۴۵) رہنمائے تجوید۔ اس میں بھی فن کو آسان کر کے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ضیاء التجوید یہ بھی مختصر اور جامع ہے۔ تینوں مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیو بندی شیخ القراءۃ مظاہر العلوم سہارنپور کی تصنیف ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ وَوَفَّقَهٗ وَاِيَّایَ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى

(۴۶) تنویر المرآت شرح ضیاء القراآت۔ اس میں ضیاء القراآت کی شرح عجیب پیرایہ سے کی ہے اور بہت سے علمی مضامین جمع فرما دیئے ہیں جو طلباء بلکہ مدرسین و معلمین کے لیے بھی نہایت درجہ مفید ہے۔

(۴۷) معرفۃ التجوید۔ اس میں اختصار کے ساتھ تیس قاعدوں میں فن کی تمام ضروریات بتائی ہیں۔

(۴۸) معرفۃ الوقوف۔ اس میں وقف و ابتدا کے متعلق تمام چیزیں شرح و بسط سے بیان کی ہیں۔

(۴۹) تحفۃ المبتدی۔ اس میں مضامین کو اسباق پر تقسیم کیا ہے اور عجیب پیرایہ میں کافی مضامین جمع کر دیئے ہیں اور حصہ ہو جانے کے باعث طلباء کو یاد کرنے میں بھی بہت آسانی ہو گئی ہے۔

(۵۰) جامع الوقف اس میں بھی اختصار کے ساتھ علم الوقف کے متعلق کافی ذخیرہ جمع کیا ہے۔

(۵۱) قاعدہ تعلیم القرآن۔ (۵۲) حواشی مرضیہ۔ یہ فوائد مکیہ پر حاشیہ ہے۔ (۵۳) حاشیہ جمال القرآن۔

(۵۴) حاشیہ نزہۃ القاری۔

(۵۵) حاشیہ ضیاء القراآت اور کاشف الابہام اور ضیاء البرہان اور معرفۃ الرسوم کا ذکر کتب قرات میں آچکا ہے۔ یہ تیرہ کی تیرہ مولانا قاری حافظ محب الدین احمد صاحب جانشین و صاحبزادہ قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی صدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرس مدرسہ سبحانیہ و خطیب جامع مسجد الہ آباد کی تصنیف ہیں۔ حقیقت میں آپ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ کے مصداق ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اس خدمت کا پورا سلیقہ عطا فرمایا ہے اور اسی کے لیے پیدا کیا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان تصنیفات کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے مجھے نہایت قوی امید ہے کہ اگر شرح شاطبی میری زندگی میں پوری نہ ہو سکی تو موصوف اس کو اسی موجودہ طرز پر پوری فرمائیں گے۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے مشہور شاگرد یہ ہیں۔ مولانا محمد حسین صاحب مالیگانوی جو مفید الاطفال کے مصنف ہیں اور مولانا محمد عثمان صاحب جو مصباح التجوید کے مصنف ہیں۔

(۵۶) فیض العزیز عرف مفتاح التجوید سوال و جواب کی شکل میں ہے اور بہت سی علمی چیزیں جو طلباء کے لیے مفید ہیں۔ جمع فرمائی ہیں۔ مولانا قاری سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور ساکن اجرارہ ضلع میرٹھ۔

(۵۷) موجز البیان۔ تجوید کی ضروریات پر مشتمل ہے اور آخر میں خاتمہ سے پہلے لکھتے ہیں کہ اول تو شروع ہی سے اس رسالہ کو مختصر لکھنے کا خیال تھا تاکہ ابتدائی طلباء کو علم تجوید کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ دوسرے اس سے زیادہ اور خصوصاً تجوید کی باریک اور مشکل باتوں کا لکھنا قراء کا کام ہے نہ کہ مجھ نابلد محض اور صرف جاہل کا۔ لہٰذا اب میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور خاتمہ میں اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ والی حدیث کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ جس سے قرآن کی قراء توں کا ثبوت ہوتا ہے۔ سید علی نقی اثنا عشری یعنی شیعی دیکھئے ہر جماعت میں کتاب اللہ کے عاشق اور خدمت گذار پائے جاتے ہیں۔

(۵۸) ارشاد فی مسئلہ الضاد۔ چونکہ ضاد کے بارہ میں لوگ بہت کمی اور زیادتی کرتے ہیں اور قسم قسم کے جھگڑے اور فساد اس کی بناء پر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے مصنف نے اس کے بارہ میں تجوید اور فتاویٰ کی کتابوں کی عبارتیں نقل کر کے سمجھانے اور اختلاف دور کرنے کی کوشش کی ہے اور رسالہ نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبداللطیف صاحب۔

(۵۹) رفع التضاد عن احکام الضاد۔ اس میں بھی ضاد ہی کے بارہ میں حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت تھانوی و حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اور بغداد کے مفتی سید محمود آلوسی کے فتوے اور عبارتیں درج ہیں اور فساد کے رفع کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ۔ سابق رکن دستور ساز اسمبلی پاکستان آپ کی شخصیت سے اکثر حضرات خوب واقف ہیں۔ اور آپ دین کی اکثر کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

(۶۰) تیسیر التجوید۔ اس میں تجوید کے تمام قواعد اور وقف کے مسائل نہایت آسان عبارت میں بیان کیے گئے ہیں یہ مطبوعہ ہے۔

(۶۱) ایک اور کتاب ہے جو اس سے مفصل ہے جس کی ابتدا میں قاری عبداللہ صاحب مکی کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ ابھی طبع نہیں ہوئی۔ جو صاحب نقل کرنا چاہیں قاری عبدالمالک صاحب کے پاس سے کر سکتے ہیں۔ نیز اس کی طباعت کے لیے دعا جاری رکھیں۔ دونوں مولانا الحافظ الحاج القاری عبدالخالق صاحب علی گڑھی کی تصنیف ہیں۔ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری عبدالمالک صاحبؒ کے بڑے بھائی ہیں اور قاری عبداللہ صاحب مکی کے شاگرد ہیں۔ قرآن پاک نہایت بے تکلفی سے پڑھتے ہیں تکلف اور بناوٹ کو پسند نہیں کرتے۔ طویل مدت سے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں کتاب اللہ کی خدمت میں پرخلوص محبت سے مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ خلعت قبولیت سے مشرف فرمائے اور موصوف کو اور ان کی برکت سے اس عاجز کو بھی حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ سالہا سال سے جامع مسجد سہارنپور کے امام بھی آپ ہی ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ جملہ شرور و فتن سے آپ کو اور تمام اہل ہند کو محفوظ رکھے۔

(٦٢) ہدیتہ الوحید۔ نہایت نفیس اور جامع کتاب ہے۔ آخر میں فن کے متعلق ستر ضروری فوائد بھی درج ہیں اور خاتمہ میں حضرت مصنف نے اپنی سند بھی درج فرمائی ہے۔ مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادی۔ آپ کا تاریخی نام سعادت علی خاں ہے۔ آخری حصہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پورے خلوص اور درد سے اس کے خواہش مند تھے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد تجوید اور قرآن کی تصحیح کی دولت سے مالا مال ہوں۔ سند سے پہلے اپنے حالات بھی درج فرمائے ہیں۔ جن کا خلاصیہ یہ ہے کہ آپ اپنے وطن الہ آباد میں ربیع الاول ١٢٩٦ھ میں پیدا ہوئے اور ١٣١٣ھ میں تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں قرآن مجید کے حفظ اور فارسی کتب سے فارغ ہو گئے۔ پھر ١٣١٤ھ میں درس نظامی شروع کیا۔ اور ١٣٢٠ھ تک درس نظامی کے ساتھ ساتھ فن تجوید و قراءۃ کی درسی کتب بھی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی سے پورے شوق اور محبت کے ساتھ پڑھتے رہے۔ ١٣١٩ھ میں حفص کی روایت اور فن کی درسی کتب کی اور ١٣٢٠ھ میں قرآت سبعہ متواترہ اور اس کی مخصوص درسی کتابوں کی سند اور اجازت مرحمت ہوئی۔ پھر ٢١ھ کے شروع میں حضرت قاری صاحب اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے ذریعہ آپ دیوبند مدرسہ عالیہ میں تجوید و قرآت کے صدر مدرس ہو کر تشریف لائے۔ اور اس فن کی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ اپنی درسی کتابوں کی بھی تکمیل کرتے رہے۔ چنانچہ ٢٨ھ کے عظیم الشان جلسہ میں اکابر علماء کے ساتھ آپ کو بھی فراغ کی سند عطا ہوئی۔ پھر ٢٩ھ میں حج کو تشریف لے گئے تو حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی کی شاگردی بھی نصیب ہوئی اور حضرت کے یہاں سے بھی قرآت سبعہ اور درسی کتابوں کی سند و اجازت عطا ہوئی پھر جب حافظ و قاری عبدالرحمٰن صاحب جالندھری حج کو گئے تو ان کے ذریعہ حضرت قاری عبداللہ صاحب کے یہاں سے قرآت عشرہ کی بھی اجازت و سند مل گئی اور تقریباً پینتالیس سال یا اس سے کچھ کم و بیش دارالعلوم ہی میں خدمت کتاب اللہ پر فائز رہے اور غالبًا وہاں ہی وفات پائی۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

(٦٣) ردالطغیان فی اوقاف القرآن مولوی حفیظ الدینؒ اور مولانا سید نذیر حسینؒ صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے سجاوندی کی مقرر کردہ اوقاف قرآنی کی رموز اور ان پر وقف کرنے کو بدعت بتایا تھا اور آیات پر وقف کرنا ضروری اور واجب قرار دیا تھا۔ اس رسالہ میں اس کا شافی اور مدلل جواب ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان موقعوں پر وقف کرنا سنت کے خلاف نہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے علمی تبحر اور اسم گرامی سے اکثر اہل علم بلکہ بہت سے عوام بھی بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے ٨ یا ٩ جمادی الثانی بروز جمعہ ١٣٢٣ھ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات پائی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ مَغْفِرَةً كَامِلَةً وَّرَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّاحْشُرْنَا فِيْ خُدَّامِهٖ

(۶۴) مفید الاطفال۔ بچوں کے لیے نہایت مفید ہے یعنی اسم بامسمی ہے۔ مشکل الفاظ سے پرہیز کیا ہے۔

(۶۵) مفید الاقوال۔ یہ عربی کی مشہور نظم تحفۃ الاطفال کی شرح ہے چونکہ اس میں عربی الفاظ کی صرفی اور نحوی تحقیق بھی ہے۔ اس لیے عربی مدارس کے طلباء کے لیے خصوصاً اور دوسرے شائقین کے لیے عموماً مفید ہے دونوں مولانا قاری محمد حسین صاحب مالگانوی مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤں کی تصنیف ہیں۔

(۶۶) مسائل ضروریہ۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتیؒ کو اس کا احساس ہوا کہ قرآت سبعہ کے جاننے والے بہت کم ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ملک میں سے بالکل ختم ہو جائیں اس لیے بہت سے حضرات کو خود پڑھائیں بھی اور مردوں کے علاوہ خاندان کی عورتوں کو بھی اس دولت سے مشرف فرمایا پھر اس کی کوشش فرمائی کہ ایک قرآن شریف میں تمام قراء تیں چھپ جائیں تاکہ ان کا نفع عام و تام ہو جائے اور ہر شائق آسانی سے قرآت سبعہ پڑھ سکے۔ چنانچہ اس ارشاد عالی کی تعمیل میں حضرت کے صاحبزادہ مولانا قاری عبدالعلیم صاحب غفراللہ لہ' نے قرآن مجید طبع کرایا جس کے شروع میں مسائل ضروریہ کے نام سے تجوید و قرآت سبعہ کے متعلق ضروری باتیں درج کیں اور قرآت کے اختلافات اس قرآن میں تمام شامل کیے لیکن چونکہ نگرانی صحیح طور پر نہ ہو سکی۔ اس لیے بہت سی غلطیاں ہو گئیں اور مفید صورت میں طبع نہ ہو سکا۔

(۶۷) قواعد التجوید فی ذکر التمجید۔ سوال و جواب کی شکل میں حافظ قاری شیخ احمد صاحب آپ قاری قادر بخش صاحب کے شاگرد ہیں جو مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے چچا تھے۔

(۶۸) تعلیم القرآن۔ حافظ محمد کرم الٰہی صاحب علی گڑھی۔

(۶۹) سراج القراءۃ۔ مختصر رسالہ ہے جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے دیگر متعلقات کے ساتھ مد عارضی و قفی کی وجوہ بھی تفصیل سے سمجھائی ہیں اور ایک فصل میں حفص کے وہ اختلافات بتائے ہیں جو طیبہ کے طرق سے ہیں۔ مولانا قاری عبداللہ صاحب مراد آبادی یہ رسالہ مجموعہ ضیاء القراءۃ میں چھپا ہے۔

(۷۰) میزان التجوید۔ اس میں الف سے لیکر یا تک ہر ایک حرف کا شمار بتایا ہے کہ قرآن میں مثلاً الف کتنے ہیں اور با کتنی ہیں۔ نیز تحفہ نذریہ کی طرح اس میں ایک باب تجوید کا بھی ہے جس میں ہر ایک حرف کے پڑھنے کا طریقہ جدا جدا ایک ایک فصل میں بتایا ہے اور اسی طرح صفات بھی ہر ایک حرف کی الگ الگ فصلوں میں بتائی ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نابینا پنجابی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ

(۷۱) تسہیل الفرقان۔ یہ حضرت تھانوی کی جمال القرآن کا بہترین حاشیہ ہے۔ اس میں بعض جدید و مفید تحقیقات بھی تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور انہیں میں سے ضاد کے ادا کرنے کے طریقہ کی عمدہ تقریر بھی ہے یہ حاشیہ اس جمال القرآن پر ہے جو ناظم کتب خانہ امدایہ دیو بند کی فرمائش پر تجلی برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی ہے۔

(۷۲) رائیہ کی شرح افضل الدرر مصنفہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی کا اردو ترجمہ جو طبع نہیں ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں استاذنا و شیخنا مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتا بگڈھی مدظلہم العالی کی تصنیف ہیں جو شیخ الشیوخ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی کے شاگرد ہیں۔ اور بندہ کو بھی موصوف ہی کے دربار عالی سے قرآت عشرہ درہ و طیبہ کی سند اور اجازت مرحمت ہوئی ہے۔ ایک عرصہ سے آپ دارالعلوم دیوبند میں خدمت تجوید و قراءۃ میں مصروف ہیں۔

(۷۳) جمال القرآن مشہور و معروف رسالہ ہے۔ اردو نہایت آسان اور سہل ہے اختصار اور جامعیت کے ساتھ فن کی ضروریات پر مشتمل ہے۔

(۷۴) تجوید القرآن۔ یہ نظم میں ہے اور جامع اور مختصر ہے۔ جو بالخصوص بچوں کے لیے لکھی گئی ہے اس کے یاد کرنے اور سمجھ لینے کے بعد طلباء بہت سے رسالوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں اور عقل و سمجھ میں بھی ترقی کی قوی امید ہے اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی یہ رسالہ نصاب میں داخل رہا ہے۔

(۷۵) یادگار حق القرآن۔ یہ بھی نظم میں ہے اور کل پانچ صفحات میں ہے جو ضروریات کے لیے کافی و وافی ہے تینوں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا القاری الحافظ الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ اسرارہم کے دریائے علم کی نہریں ہیں۔ اس ذات گرامی کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت و اصلاح ہی کے لیے پیدا فرمایا تھا کوئی فن ایسا نہیں جس میں حضرت کی تصنیفات نہ ہوں۔ مفصل حالات اشرف السوانح میں ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهٖ خَيْرَ الْجَزَآءِ وَجَمَعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فِىْ دَارِهٖ دَارِ السَّلَامِ۔ آمین یارب العالمین۔

(۷۶) تعلیم الوقف۔ اس میں وقف کرنے کے طریقہ بتائے ہیں اور یہ تجوید القرآن مصنفہ حضرت حکیم الامت کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ مولانا الحافظ القاری عبداللہ صاحب مکی آپ اپنے والد محمد بشیر خاں صاحب کے ساتھ اپنے وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ جبکہ وہ یہاں سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ آپ نے وہاں شیخ القراء ابراہیم سعد سے تجوید و قرآت حاصل کیں اور وہاں ہی مدرسہ صولتیہ میں طویل عرصہ تک قرآت کے صدر مدرس رہے دور دور کے حضرات آپ سے فیض حاصل کر کے سند و اجازت لیکر گئے اور بہت سے مقامات پر قرآت کے شیوخ بنے آپ کے مشہور شاگردوں میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی اور مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادی بھی ہیں۔ بہت سے حضرات آپ کی شخصیت سے واقف اور علمی مہارت کے معترف ہیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں وفات پائی۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

(۷۷) مفتاح القرآن منظوم۔ اس میں حرکات۔ تشدید، مدات، نقطوں، حروف، کلمات، آیات سب کی تعداد بتائی ہے اور تجوید کے قواعد بھی درج ہیں اور مشق کے لیے سوالات بھی ہیں۔ شیخ محمد رفیق صاحب ولد محمد رحمت اللہ صاحب رامپوری

(۷۸) رموز القرآن۔ اس میں قرآنی وقوف کی تفصیل اور حصوں یعنی منزلوں اور احزاب اور تلاوت کے سجدوں اور ان میں چاروں اماموں کے مذہبوں کی کافی تفصیل ہے اور ان بحثوں کے لحاظ سے یہ کتاب بے مثل ہے۔ چوبیس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات میں کافی چیزیں جمع کر دی ہیں۔ مولانا محمد حسن صاحب باتفی شاہجہانپوری تصنیف کی تاریخ جمعہ ماہ رجب ۱۲۷۰ھ لکھی ہے۔

(۷۹) مجموعہ بست وسہ رسائل قراءۃ' یہ قرآءۃ کے تیئس رسالہ ہیں جو ایک ہی جلد میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کے مصنفین بھی جدا جدا ہیں اور بعض فارسی میں بھی ہیں۔

(۸۰) کشف الغطاء لمشابہتہ الضاد بالظاء۔ یہ پنجابی زبان میں ہے۔ (۸۱) روح التجوید (۸۲) زبدۃ ترتیل القرآن دونوں عربی میں ہیں اور مولانا قاری محمد صدیق صاحب خراسانی مرحوم و مغفور کی تصنیف ہیں۔ قرآن مجید کے بڑے عاشق اور شائق تھے اور نہایت مخلص بندگان میں سے تھے۔ غفر اللہ لہ۔ (۸۳) زبدۃ ترتیل القرآن کا ترجمہ جو قاری صاحب مذکور کے کسی شاگرد نے لکھا ہے۔

(۸۴) جہد المقل۔ عربی میں اس میں بھی تجوید کے مسائل کی کافی تشریح اور تحقیق کی ہے۔

(۸۵) عمدۃ الراعیہ۔ عربی میں ابو محمد مکی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جن کا ذکر اوپر پانچویں صدی میں آچکا ہے۔

(۸۶) مفید القاری۔ اردو میں اس میں بھی کافی مضامین جمع کیے ہیں اور وقوف کی بحث قدرے تفصیل سے کی ہے اور سجدۂ تلاوت کے مسائل بھی بیان کیے ہیں اس کے مصنف جہاں پور نگری کے رہنے والے ہیں۔ جو خود ڈھاکہ کا نام ہے یا اس کے قریب کوئی بستی ہے۔

(۸۷) فوائد القراءۃ یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو قلمی صورت میں شاید گنگوہ میں کسی صاحب کے یہاں ہو حضرت نے خود اس کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آپ خواب میں سردار دو عالم نبی ﷺ کے سامنے بیٹھے تھے اور دو آدمی قرآن مجید پڑھ رہے تھے نبی ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہ پڑھو پھر خود حضور ﷺ نے پڑھ کر سنایا تاکہ میں قراءۃ کا علم سیکھ لوں۔ نیز آپ اپنی زبان مبارک میرے منہ میں ڈال رہے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ میں قراءۃ کا علم سیکھ لوں۔ پس نبی ﷺ کی زیارت کی برکت سے آپ کو قراءۃ کا علم آگیا اور اس کے بعد آپ نے فوائد القراۃ لکھی۔ آپ نے جمادی الاخر ۹۲۴ھ یا ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (۸۸) تجوید محمدی۔ عربی میں چھوٹا سا رسالہ ہے (۸۹) سجاوندی۔ یہ وقوف کی ان رموز کے بارہ میں اصل ہے جو آج کل قرآنوں میں مستعمل ہیں اور امام ابو جعفر طیفور کی تصنیف ہے آپ اس فن کے زبردست عالم تھے آپ نے امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ رموز مقرر فرما کر بے موقع وقف کرنے سے بچا دیا اور وقف کے مواقع بتا دیئے یہ علم بہت ہی دقیق ہے جو کلام کے تعلقات کی گہرائیوں کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا الْجَزَآءِ وَبَلَّغَهٗ اَعْلٰى مَقَامِ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (۹۰) مدلل۔ یہ سجاوندی کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ اس میں ان تمام رموز کے دلائل بیان کیے ہیں جو بڑا کارنامہ ہے اور احقر نے اس کا ترجمہ تو لکھوا لیا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے عمدہ ترین صورت میں مرتب کرا کر قرآن مجید کے عشاق اور قرآنی علوم سے محبت رکھنے والوں کی لذت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہترین سامان فرمائے۔ امین یا رب العلمین۔

(۹۱) اِمْلَاءُ مَامَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ عربی میں اس میں قرآت کی توجیہات اور اعرابی وجوہ تفصیل سے بتائی ہیں نیز حاشیہ پر ایک نہایت مفید کتاب اور ہے جس میں اختصار کے ساتھ ان شبہات کے جواب دیئے ہیں جو قرآنی آیات پر ظاہر معنی کے اعتبار سے وارد ہوتے ہیں۔ (۹۲) تعلیم القرآن (۹۳) معلم القراءۃ (۹۴) ہدیتہ القاری (۹۵) ہدایتہ القاری چاروں سندھی زبان میں ہیں اور مولانا الحافظ القاری محمد صاحب مدنی کی تصنیف ہیں آپ کی ذات گرامی بھی سندھ میں فیوض کا چشمہ اور رحمت الہٰی کا سایہ ہے بہت سے حضرات نے آپ سے تجوید و تصحیح کی جن میں سے بعض کامیاب درجہ کے مدرس بھی بن گئے ہیں۔ تقریباً ہر رمضان میں آپ کے یہاں دورۂ قرآت ہوتا ہے جس میں طلباء دور دور سے آکر فیض حاصل کرتے ہیں اور اپنے قرآن صحیح کرتے ہیں جن میں بعض علماء اور مدرس بھی ہوتے ہیں۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں قرآن حفظ کیا اور ساڑھے تین سال وہاں رہے اور مسجد نبوی میں رمضان میں قرآن بھی پڑھتے رہے۔ اس وقت آپ میرٹھ ضلع داووں مدرسہ دارالقرآت میں ہیں۔ یہ آپ ہی کا مدرسہ ہے جہاں جانے کے لیے اسٹیشن رادھن پر اترتے ہیں۔ آپ کے عم بزرگوار مولانا عبدالکریم صاحب بھی بہت سی کتابوں کے مصنف اور علم قرآت کے سچے عاشق اور شیدائی ہیں بلکہ ۹۲ و ۹۳ بھی آپ ہی کی تصنیف ہیں (۹۶) جمال القران۔ مصنفہ حضرت حکیم الامت کا ترجمہ سندھی زبان میں مولانا الحاج القاری شیر محمد صاحب ساکن گوٹکی ضلع سکھر آپ حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز بھی ہیں۔ آپ سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے فیوض جاری ہیں ماشاء اللہ فہیم اور ذہین بھی ایسے ہیں کہ حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کی ذہانت کی تعریف فرماتے تھے ایک کتاب آپ نے صفات وغیرہ کی تشریح کے متعلق اردو میں بھی تحریر فرمائی ہے جو طبع نہیں ہو سکی۔ (۹۷) حجتہ القاری۔ تجوید میں (۹۸) ایک دوسری کتاب وقوف میں دونوں مولانا قاری محمد علی صاحب جلال آبادی صاحب منہاج التجوید کی تصنیف ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ (۹۹) مصباح التجوید۔ مولانا محمد عثمان صاحب جو قاری محب الدین احمد صاحب الہ آبادی کے شاگرد ہیں۔ (۱۰۰) قاعدۂ نورانی' نہایت مشہور و معروف اور مفید ترین قاعدہ ہے۔ تجربہ کار مدرسین کی رائے یہ ہے کہ موجودہ قواعد میں یہی سب سے زیادہ مفید ہے اس میں بڑی محنت سے تمام ضروریات کو جمع کیا ہے اور معلمین کے لیے مفید ترین ہدایتیں اور تجوید کے کچھ قواعد بھی درج ہیں۔ ترتیب بدل کر حروف کو کئی کئی طرح لائے ہیں تاکہ بچوں کو خوب ذہن نشین اور محفوظ ہو جائیں۔ مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی آپ کو قرآن کے مدارس جابجا کھلوانے کا بہت ہی شوق تھا۔ ام المدارس آپ کا ذاتی مدرسہ لدھیانہ میں تھا جو آج کل شرقپور ضلع شیخوپورہ میں ہے اور آپ کے پوتے مولانا عبدالحمید صاحبؒ دل و جان سے اس کی خدمت میں لگے رہے ہیں۔ موصوف نے اپنی زمین کا کافی حصہ بھی مدرسہ کے نام وقف کر دیا تھا۔ جس کی آمدنی اب تک مدرسہ ہی کے اخراجات میں صرف ہوتی ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ وَغَفَرَلَهٗ وَرَحِمَهٗ آپ کے بعد ایک عرصہ تک آپ کے صاحبزادے حافظ احمد حسن صاحب اس مدرسہ کے مہتمم رہے اور خدمت کرتے رہے۔ تقریباً ایک سال ہوا کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ مَغْفِرَةً كَامِلَةً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَّرَحْمَةٌ وَّاسِعَةٌ

اس صدی میں جتنی کتابیں مذکور ہیں ان میں سے جن کے ساتھ قلمی کا لفظ نہ ہو ان کو مطبوع تصور کریں اور ان میں سے جو عربی میں ہیں ان کو ابنائے مولوی محمد بن غلام رسول السورتی تاجر کتب جالی محلہ بمبئی ۳ سے اور جو اردو میں ہیں ان کو مدرسہ سبحانیہ الہ آباد قاری محب الدین احمد صاحب اور امداد الغرباء سہارنپور اور کتب خانہ رشیدیہ دہلی وغیرہ سے طلب فرمائیں۔ ان میں سے جن کتابوں کے مصنفین کے نام اور حالات نہ ملیں ان کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ لکھوانے والے کو ان کا علم نہیں ہو سکا۔ فن کی تصنیفات اور مصنفین کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ ان خدمات کو دیکھ کر ہمارے زمانے کے اہل علم خصوصاً اور دوسرے حضرات عموماً کتاب اللہ کی خدمت کے لیے پورے شوق اور عشق سے قدم اٹھائیں۔

تتمہ ان فقہی مسائل میں جو تجوید و قراآت سے متعلق ہیں

اول: تجوید و قراآت کے تین شعبہ ہیں۔ (ا) اپنی طاقت اور گنجائش کی حد تک حروف کا صحیح کرنا اور وقوف کی رعایت کہ جس جگہ وقف کرنے سے مراد کے خلاف معنی کا وہم ہوتا ہو وہاں وقف نہ کرے ہاں اگر سانس کے تنگ ہو جانے یا کھانسی وغیرہ کی مجبوری سے ایسے موقع پر وقف کر لے تو یہ معاف ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ پھر ایک دو کلمہ اوپر سے لوٹا لے یہ دونوں باتیں (حروف کا صحیح ادا کرنا اور بے موقع وقف نہ کرنا) تو یقیناً اور ہر شخص پر واجب ہیں۔ البتہ جو پوری محنت کے بعد بھی ان دونوں چیزوں پر عمل نہ کر سکے وہ شرعاً معذور ہے اس کو گناہ نہ ہوگا۔ (۲) قراء سبعہ یا عشرہ کے اختلافات کا یاد کرنا یہ تمام امت پر واجب علی الکفایہ ہے۔ اگر بعض حضرات ان کے جاننے والے موجود ہوں یا بعض ایک قراءۃ کے حافظ ہوں اور بعض دوسری کے تو یہ واجب سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ (۳) صفات عارضہ (ادغام، تفخیم، اظہار، اخفا وغیرہ) کا ادا کرنا یہ مستحب ہے یہ تمام تفصیل فقہ اور قراءۃ کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

دوم: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دینے کا حکم۔ قاضی خاں میں ہے اگر اس تبدیلی سے معنی بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں جن میں بدون مشقت کے فرق و جدائی کر سکتے ہوں تو ایسے موقعوں میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہو جائے گی جیسے صاد کو طا سے بدل کر اَلصّٰلِحٰتِ کے بجائے اَلطّٰلِحٰتِ پڑھے اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کر سکتے ہوں جیسے ضاد، ظاء، صاد، سین، طاء، تاء تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہیں ہوگی اور قاضی خاں ہی میں یہ بھی ہے کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ا) وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا کے بجائے ظَبْحًا (۲) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال (۳) طَلْعُهَا هَضِیْمٌ میں ضاد کے بجائے ظاء یا ذال (۴) فَتَرْضٰی وَالضُّحٰی میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال (۵) فَرَضَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قصص اور فَرَضَ فِيْهِنَّ بقرہ میں ضاد کے بجائے ظا پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی۔ (۱) وَلَا الضَّالِّيْنَ میں (۲) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ میں (۳) ءَاِذَا ضَلَلْنَا میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی۔

سوم: جس جگہ عوام اور ناواقف لوگوں کی کثرت ہو اور قراآت سبعہ وعشرہ کے اختلافات سے لوگ واقف نہ ہوں مناسب یہ ہے کہ وہاں حفص کی روایت کے سوا دوسرے اختلافات نہ پڑھے جائیں ورنہ عوام اپنی ناواقفیت کے سبب اعتقادی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے چنانچہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اور چیزوں میں تو اختلاف تھا ہی ان قاریوں نے قرآن میں بھی اختلاف کر دیا اور یہ قاعدہ شرعیہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اگر خواص کے مستحب پر عمل کرنے سے عوام کے حرام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو جائے تو خواص کے لیے بھی اس مستحب پر عمل کرنا منع ہو جاتا ہے یہ بھی ضروری ہے کہ دوسری قراآت روایت حفص اور تجوید کی تکمیل کے بعد پڑھائی جائیں نیز قراآت سے محض اللہ کا خوش کرنا مقصود ہو کیونکہ اگر شہرت اور ناموری کے لیے قراآت میں محنت کی جائے گی تو دکھلاوے اور ریا کا گناہ الگ ہو گا اور محنت بھی بے فائدہ ہوگی اور یہ عمل نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق بن جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى یہ مسائل امداد الفتاویٰ سے لیے گئے ہیں۔

تنبیہہ: چونکہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب دو ساکن دو کلموں میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا مدہ ہو تو وہاں پہلے ساکن کا حذف کرنا واجب ہے جیسے وَاَمَّا الَّذِيْنَ۔ فِي الْاَرْضِ۔ قَالُوا اٰتِنَا اس بناء پر معلوم ہوگیا کہ وَقَالَا الْحَمْدُ (نمل ع ۲) میں بھی الف کا حذف ضروری ہے رہا یہ کہ بعض حضرات اس میں قدرے الف کا اظہار کرتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر الف کو ظاہر نہیں کریں گے تو یہ پتہ نہیں لگے گا کہ یہاں قَالَ تثنیہ کا صیغہ ہے یا واحد کا سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ دَعَوَا اللّٰهَ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ اور قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ وغیرہ میں بھی تثنیہ کے الف اور جمع کے واو کو ظاہر کیا جائے حالانکہ ان میں کوئی بھی قائل نہیں۔ رہا صیغہ کا معلوم نہ ہونا سو جو لوگ معنی جانتے ہیں وہ تو ماقبل اور مابعد کے قرینہ سے معلوم کرلیں گے اور جو معنی نہیں جانتے وہ الف کے ظاہر کرنے کے بعد بھی نہیں سمجھیں گے۔ پس حق یہی ہے کہ کلیہ قاعدہ کی رو سے وَقَالَا الْحَمْدُ میں بھی الف کو حذف ہی کیا جائے۔ کیونکہ اس کو کسی نے بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ امداد الفتاویٰ میں بھی اس سوال کا یہی جواب تحریر فرمایا ہے۔

اب شرح کے شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظمؒ کے مختصر حالات بھی درج کر دیے جائیں تاکہ موصوف کا کسی قدر تعارف بھی ہو جائے اور ناظرین کے دل میں قصیدۂ شاطبیہ کی محبت بھی بدرجہ عشق پیدا ہو جائے۔

ترجمہ ناظمؒ

آپ کا اسم گرامی قاسم ہے جیسا کہ نشر سے معلوم ہوتا ہے۔ پس ابو القاسم جو مشہور ہے وہ آپ کی کنیت ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ابو القاسم بن خلف بن احمد رعینی شاطبی اندلسی ہیں علاقہ اندلس کی بستی شاطبہ میں ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآآت ابو الحسن علی بن ہذیل سے اور انہوں نے ابو داؤد سلیمان بن خلف سے اور انہوں نے علامہ ابو عمرو دانیؒ سعید بن عثمان مصنف تیسیر سے پڑھیں اور دانی کی سند تیسیر میں مذکور ہے۔ نیز آپ نے عبداللہ محمد بن العاص النفزی سے بھی قراء آت پڑھیں اور انہوں نے اپنے زمانے کے شیوخ کبار سے پڑھیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپ اللہ کے ولی اور اپنے زمانے کے بڑے درجہ کے امام تھے۔ نیز قراءۃ و تفسیر میں امام اور حدیث کے حافظ تھے آپ کے حافظہ سے لوگ مسلم و بخاری کے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے اور ضرورت کے موقعوں پر آپ ان نسخوں میں اپنے ذہن سے حواشی کے طور پر نکات بھی لکھواتے جاتے تھے اس کے علاوہ آپ نحو کے استاد اور تعبیر کے علم میں بھی ماہر تھے۔ جب علوم سے فارغ ہو کر ۵۷۲ھ میں مصر پہنچے۔ تو قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ میں شیخ القرآآت مقرر ہوئے اور آپ سے اتنی مخلوق نے پڑھا جس کا شمار نہیں ہو سکتا آپ کی بہت سی کرامات ہیں جو مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی موذن کے (غیبی طور پر) اذان کی آواز سن لیتے تھے۔ فضول کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ اور طلباء کے پڑھانے کے وقت آپ نہایت ادب اور پاکی اور وضو اور عاجزی اور خشوع اور خضوع سے بیٹھتے تھے اور کشف کے سبب اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیا کرتے تھے نیز ان کو قرآن اور علم کے سوا اور چیزوں میں غور و خوض کرنے سے منع فرماتے تھے۔ آپ نابینا تھے لیکن کمال درجہ کے ذہین اور فہیم ہونے کے سبب نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔ سخت بیمار ہو جاتے تب بھی عیادت کرنے والوں کے جواب میں صرف العافیہ فرما دیتے۔ قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ اس قصیدہ کی تصنیف سے فارغ ہو چکے تو اس کو ساتھ لیکر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کیے اور جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الْعَظِیْمِ اِنْفَعْ بِھَا کُلَّ مَنْ قَرَاَھَا نیز ناظم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہو کر خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ اس قصیدہ پر نظر فرمائیے۔ پس آپ نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا اور فرمایا ھِیَ مُبَارَکَۃٌ مَّنْ حَفِظَھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ کہ یہ بابرکت ہے جو اس کو حفظ کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور قرطبی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو اس حالت میں مرے کہ اس کے گھر میں یہ قصیدہ ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور اس قصیدۂ لامیہ (شاطبیہ) کے سوا جو ایک ہزار ایک سو تہتر اشعار میں ہے۔ آپ نے اور قصائد بھی لکھے ہیں چنانچہ ایک قصیدہ رائیہ ہے جو مصحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے اس کے دو سو اٹھانوے اشعار ہیں اور تیسرا ناظمتہ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے یہ دو سو ستانوے شعروں میں ہے اور چوتھا قصیدہ دالیہ ہے اس کے پانچ سو اشعار ہیں اس میں آپ نے ابن عبدالبر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی۔ افسوس آپ نے تقریباً ترپن سال کی عمر پا کر ۲۸ جمادی الثانی ۵۹۰ھ کو اتوار کے روز عصر کے بعد مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی علامہ ابو اسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی اور پیر کے دن مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغریٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبرہ قاضی فاضل میں دفن کیے گئے حق تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت میں چھپائے اور کشادہ جنت میں جگہ عطا فرمائے اور ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ علی ضباعؒ اپنی شرح ارشاد المرید میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی معروف و مشہور ہے۔ انتہی علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور برکات حاصل کرتے ہیں اگرچہ قراآت کو نظم میں لکھنے کے موجد ابو الحسن حصری ہیں لیکن پوری قراآت سبعہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے نظم کیا آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد بہت سے اماموں نے قراءۃ پر قصیدے لکھے لیکن کوئی شاطبیہ کی گرد کو بھی نہ پا سکا۔ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شاطبیہ کے بغیر قراآت سبعہ پر کامل عبور حاصل نہیں ہو سکتا اور گو یہ ذیل کی چند وجوہ سے مشکل کتاب ہے۔ (۱) عربیت بہت اونچی ہے (۲) وہ لغات استعمال کیے ہیں جو فن کی کتابوں میں نہیں آتے۔ (۳) خاص اصطلاحات و رموز سے کام لیا ہے جن کی وجہ سے چیستاں معلوم ہوتی ہے (۴) کئی کئی مذہب ایک ایک دو دو شعروں میں بیان کیے ہیں ایک مذہب بیان کر کے دوسرا قاری کے فہم پر چھوڑ دیا ہے (۵) بعض جگہ کلمہ قرآنی کے تلفظ کو کافی سمجھ کر حرکات ضبط نہیں کیں مگر مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ پچاس کے قریب شروح و حاشیہ۔ نکات و تکملے اس پر لکھے گئے۔ (از شرح سبعہ و قدرے از ارشاد المرید و شرح علی قاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصیدۂ لامیہ یعنی شاطبیہ

کا

دیباچہ

بسم اللہ درود و حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فِي النَّظْمِ أَوَّلَا تَبَارَكَ رَحْمَانًا رَحِيمًا وَمَوْئِلَا

ترجمہ: میں نے نظم میں اول بار بسم اللہ سے ابتداء کی ہے۔ وہ اللہ بہت برکتوں (اور خوبیوں) والا ہے (اس حیثیت سے یا اس حال میں) کہ وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (یعنی بڑی نعمتیں بھی دیتا ہے اور چھوٹی نعمتیں بھی) اور (مخلوق کے لیے) مرجع (اور ٹھکانا) بھی ہے۔

شرح: یعنی میں اپنی نظم کی ابتداء میں سب سے پہلے بسم اللہ لایا ہوں، پھر درود پھر حمد۔ کیونکہ بسم اللہ میں اللہ کا نام ہے۔ اور اللہ بے انتہا برکتوں اور خوبیوں والا ہے۔ وہ اپنے خزانہ سے اس نظم پر بھی برکتیں نازل فرما کر اس میں نفیس اور عجیب مضامین بیان کرا دیں گے۔ اور وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ یہ دونوں پاک صفتیں بھی بسم اللہ میں موجود ہیں۔ پس وہ اپنی رحمت سے اس کو قبول فرما کر اس کے نفع کو عام اور تام کر دیں گے۔ نیز اس لیے بھی اللہ کا نام لایا ہوں کہ انہیں کی طرف تمام مخلوق کا مرجع اور ٹھکانا ہے اور غلام کی توجہ تمام احوال میں اپنے آقا ہی کی طرف رہنی چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اس کے سوا اور کوئی آقا بھی ایسا نہ ہو۔ شعر: توانی ازاں در بپرداختن که دانی که بے اوتواں ساختن

فائدہ: اس میں ناظم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحِیۡمِ فَھُوَ اَقۡطَعُ کہ جو شاندار مقصد بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اسی بناء پر سلف و خلف سب اپنی کتابوں کے شروع میں بسم اللہ اور حق تعالیٰ کی تعریف اور درود لاتے ہیں اور اس شعر میں عجیب خوبی ہے کہ ناظم نے شعر بھی پورا کر دیا اور بسم اللہ کے سب الفاظ بھی لے آئے۔

النحو و العربیہ: (ا) بَدَأَ باء کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور باء کے بغیر بھی۔ پہلی صورت میں قَدَّمَ کے اور دوسری تقدیر پر خَلَقَ کے معنی دیتا ہے اور اَللّٰہُ یَبۡدُؤُا الۡخَلۡقَ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (ب) اَوَّلاً میں تین احتمال ہیں (ا) یہ کہ بَدَأۡتُ کا ظرف ہو اَیۡ بَدَأۡتُ فِیۡ اَوَّلِ مَرۡتَبَۃٍ مِّنۡ مَّرَاتِبِ الۡاِبۡتِدَاءِ اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس معنی پر اَوَّلاً ثَنَّیۡتُ اور ثَلَّثۡتُ کی طرح شمار کے لیے ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ بن جاتے ہیں کہ میں نظم میں اول بار بسم اللہ اور دوسری مرتبہ درود اور تیسری بار حمد لایا ہوں۔ پس یہ پہلا شعر ان دونوں شعروں کے ساتھ پوری طرح مرتبط ہو جاتا ہے۔ (۲) یہ کہ اَوَّلاً نظم کی صفت ہو اَیۡ فِی النَّظۡمِ الَّذِیۡ ظَھَرَ مِنِّیۡ اَوَّلاً اور ان دونوں صورتوں میں اَوَّلاً کا الف اس تنوین سے بدلا ہوا ہوگا جو مضاف الیہ کے عوض میں تھی (۳) یہ کہ اَسۡبَقَ کے معنی میں ہو اور وصف اور وزن فعل کی بنا پر غیر منصرف ہو اس صورت میں الف اطلاق کے لیے ہوگا۔ اور اَوَّلاَ نظم سے حال ہوگا یعنی اس حالت میں کہ یہ نظم فن کی سب نظموں پر سبقت لے جانے والی ہے کیونکہ اس سے پیشتر اس شان کی کوئی نظم نہیں لکھی گئی جو مختصر بھی ہو اور فن کے تمام مسائل پر حاوی بھی ہو۔ اور اپنی لفظی اور معنوی خوبیوں میں بھی بے نظیر ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(ج) تَبَارَکَ بمعنی تَکَاثَرَ خَیۡرُہٗ وَتَوَاتَرَ نِعۡمَتُہٗ مستانفہ ہے (د) رَحۡمٰن۔ رَحِیۡم۔ مَوۡئِل تینوں کا نصب تمیز یا حال موکدہ ہونے کی بنا پر ہے اور اظہر یہ ہے کہ ان کو اَعۡنِیۡ کا مفعول کہا جائے اور رحمٰن کا منصرف ہونا یا تو بعض لغات کی بناء پر ہے یا شعری ضرورت کے لیے ہے۔ (ہ) مَوۡئِلٌ چونکہ بسم اللہ کے الفاظ میں سے نہیں ہے۔ اس لیے اس پر واؤ کا لانا مستحسن ہوگیا اور اگرچہ یہ اللہ کے ناموں میں سے نہیں ہے۔ لیکن اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ اور اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ کی طرح اس کا اطلاق بھی ذات باری پر صحیح ہے۔

۲ (ص) وَثَنَّیۡتُ صَلَّی اللّٰہُ رَبِّیۡ عَلَی الرِّضَا مُحَمَّدِنِ الۡمُھۡدٰی اِلَی النَّاسِ مُرۡسَلاً

ترجمہ: اور میں نے دوسری مرتبہ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ (یعنی) میرا رب پسندیدگی والی ذات (یعنی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے جو (امت کو) تحفہ کے طور پر دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ (تمام) لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (تحفہ کہنے میں حدیث اِنَّمَا اَنَا رَحۡمَۃٌ مُّھۡدَاۃٌ کی طرف اشارہ ہے "میرا وجود ایسی رحمت ہے جو لوگوں کو تحفہ کے طور پر دی گئی ہے" اور مُرۡسَلاً میں وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ کی طرف اشارہ ہے ہم نے آپ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے")

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ وَعِتْرَتِهٖ ثُمَّ الصَّحَابَةِ ثُمَّ مَنْ تَلَاهُمُ عَلَى الْاِحْسَانِ بِالْخَيْرِ وُبَّلَا

ترجمہ : اور (حق تعالیٰ) آپ کی آل (اور اہل بیت) پر پھر صحابہ پر پھر ان تابعین پر بھی (رحمت نازل فرمائے) جنہوں نے احسان (خلوص نیت) کے طریق پر ان (آل و اصحاب) کی پیروی کی ہے۔ اس حالت میں کہ (صرف) یہ (تابعین یا صرف صحابہ یا دونوں گروہ) بھلائی (علم قراء ت اور علم حدیث وغیرہ کے پہنچانے) میں تیز بارشوں کے ساتھ تشبیہ دیئے گئے ہیں (کیونکہ بارش سے زمین سبز اور شاداب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان کے پہنچائے ہوئے علوم سے دلوں کو تازگی اور ارواح کو رونق اور دائمی کامیابی نصیب ہوتی ہے)۔

شرح : چونکہ درود بے انتہا برکتوں والی چیز ہے اور جس کلام کے شروع اور آخر میں باری تعالیٰ کی تعریف اور درود و سلام ہو اس میں کمال اور جامعیت پیدا ہو کر اس کا نفع عام اور تام ہو جاتا ہے اس لیے تمام مصنفین اپنی کتابوں کے شروع اور آخر میں حمد اور درود و سلام لاتے ہیں۔ اور ناظم نے بھی اپنے تمام قصیدوں میں اسی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور درود میں اس کے علاوہ دنیا اور آخرت کے اور بھی بے شمار منافع ہیں۔ چنانچہ ایک بار درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونا۔ دس نیکیاں ملنا۔ دس درجہ بلند ہونا۔ دس گناہ معاف ہونا۔ نبی ﷺ کی کامل محبت پیدا ہو کر آپ کی سنتوں کی پوری پابندی میسر آنا اور اس سے حق تعالیٰ کے یہاں بھی محبوب بن جانا۔ نیز دنیا و آخرت کی بڑی بڑی مصیبتوں سے محفوظ ہو جانا۔ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہونا وغیرہ وغیرہ بہت سے فوائد ہیں۔ یہاں ان کے بیان کا موقع نہیں ورنہ میں شرح کے مقصود سے دور چلا جاؤں گا۔ پس یہاں چند ضروری چیزیں درج کی جاتی ہیں۔

مسئلہ: عمر میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور کلمہ توحید کا بھی یہی حکم ہے اور جس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے اس میں اول بار تو درود پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد جب نام نامی آئے تو مستحب ہے۔ نیز جب آپ کا مقدس نام لکھا جائے تب زبان سے بھی درود پڑھیں اور تحریر میں بھی لائیں ورنہ تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ابو زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حدیث لکھتے وقت کاغذ کے بچانے کی غرض سے درود نہیں لکھتا تھا۔ اس کی نحوست سے اس کے دائیں ہاتھ میں آکلہ کی بیماری پیدا ہو گئی جس سے اس کا ہاتھ گل گیا۔

مصیبت کا علاج : اگر آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں تو درود تُنَجِّینَا ایک ہزار مرتبہ پڑھئے انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی اور وہ یہ ہے :- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یہ علاج خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک جہاز طوفان میں آ گیا تھا۔ اور طوفان بھی اقلابیہ ہواؤں کا تھا جس سے جہاز بہت ہی کم بچتا ہے۔ سب پریشان تھے اور شیخ صالح موسیٰ الضریر بھی اسی جہاز میں تھے۔ ان کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسلم نے درود تنجینا تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والوں سے کہدو کہ اس کو ایک ہزار مرتبہ پڑھیں۔ جب یہ بیدار ہوئے تو واقعہ بیان کیا' جہاز والوں نے اس درود کو تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ طوفان رفع ہو گیا۔ اور جہاز کو نجات مل گئی۔ نیز درود ذیل کو تہجد کی نماز کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر ایک ہزار مرتبہ پڑھنا بھی دفع مصیبت کے لئے نہایت مفید ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَحُلُّ بِھَا عُقْدَتِیْ وَ تُفَرِّجُ بِھَا کُرْبَتِیْ وَ تُنْقِذُنِیْ بِھَا مِنْ وَّ حْلَتِیْ وَ تَقِیْلُ بِھَا عَثْرَتِیْ وَ تَقْضِیْ بِھَا حَاجَتِیْ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یہ دو عمل نہایت مفید ہیں۔ نمبرا جمعہ کی رات کو دو نفل پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھو۔ پھر سلام کے بعد یہ درود سو بار پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ اس کے بعد پاک بستر پر سو جاؤ۔ اور تین جمعوں تک یہی عمل کرتے رہو۔ نمبر۲ رات کو سورۃ الکوثر ایک ہزار بار پڑھ کر باوضو سو جاؤ۔ مزید تفصیل کے لئے زادالسعید مصنفہ حضرت حکیم الامتہ تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس بارے میں مولانا سید حسن صاحب دیوبندی کی کتاب ھَبُّ النَّسِیْم نہایت جامع ہے۔ حق تعالیٰ کسی عالم کو توفیق عطا فرمائے کہ اس کا خلاصہ بطور اختصار لکھ کر طبع کرا دیں۔ میں نے بھی درود کا مضمون اسی کتاب سے لیا ہے۔

فائدہ : (ا) عِتْرَۃٌ درخت کی وہ جڑ ہے جو اس کے کاٹنے کے بعد باقی رہ جاتی ہے اور اس سے دوبارہ شاخیں نکل آتی ہیں اور قریبی رشتہ داروں کو بھی کہتے ہیں اور یہاں اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار مراد ہیں۔ جو مومن ہوں۔

(ب) صحابی۔ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور صحبت بھی نصیب ہوئی ہو۔ اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہا ہو۔ درمیان میں مرتد نہ ہوا ہو۔ اور تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی زیارت کی ہو۔ (ج) اہل بیت کے قرآن اور حدیث میں دو معنی آئے ہیں نمبرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں' نمبر۲ آپ کی عترۃ (قریبی رشتہ دار) پس کہیں اول اور کہیں ثانی اور کسی جگہ دونوں معنی مراد ہوتے ہیں اور سورہ احزاب کے چوتھے رکوع میں جو اہل البیت ہے اس سے صرف آپ کی پاک بیویاں مراد ہیں۔ کیونکہ پورے رکوع میں انہیں کا ذکر ہے۔ پس اس کے خلاف تفسیر کرنا قرآن مجید کی تحریف ہے اور اس کی مزید تفصیل بیان القرآن میں اسی رکوع کی تفسیر کے بعد انیسویں فائدے میں ہے۔

النحو والعربیہ : ثَنّٰی بِہٖ۔ اَیْ جَعَلَہٗ ثَانِیًا پس تعدیہ کی باء کو شعری ضرورت کی بنا پر حذف کر دیا۔ صَلَّی اللّٰہُ لفظاً" خبریہ اور معناً" انشائیہ ہے اور یہ جار مقدر کی بنا پر تَثْنِیَتٌ کا منصوب ہے۔ اَیْ تَثْنِیَتَ بِھٰذَا اللَّفْظِ۔ یا یوں کہو کہ قائل کا مفعول ہے۔ الرِّضٰی کا اطلاق مبالغہ کی بنا پر ہے۔ اَیْ نَفْسِ الرِّضٰی یا الرَّضِیِّ یا اَلْمَرْضِیِّ کے معنی میں ہے۔ یا تقدیر ذِی الرِّضٰی تاکہ دونوں پر صادق آ سکے اور لَعَلَّکَ تَرْضٰی اور تُرْضٰی۔ طٰہٰ میں انہیں دونوں معنی کی طرف اشارہ ہے اور رِضًی مقصود تو بالاتفاق مصدر ہے۔ اور رِضَآءٌ ممدود ہو تو بعض کے نزدیک اسم اور بعض کے قول پر مصدر ہے۔ مُحَمَّدٌ۔ محمود کا مبالغہ ہے جو وصفیت سے منقول ہو کر عَلَم بن گیا ہے اور آپ کا یہ نام آپ کے دادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب نے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ اولین اور آخرین میں ان کی تعریف ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ یا تو الرِّضٰی سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ اِلیٰ یا تو الْمُھْدے کے متعلق ہے یا مُرْسَلاً کے ثُمَّ الصَّحَابَۃِ میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے اور ثُمَّ ترتیب اور عطف دونوں کے لئے ہے اور علی قاریؒ کے قول پر صرف عطف کے لئے ہے۔ عَلَی الْاِحْسَانَ بِالْخَیْرِ میں عَلٰی اور باء دونوں تَلاَ کے یا اول تَلاَ کے اور ثانی وُبَّلاً کے متعلق ہے یا عَلٰی باء کے معنی میں ہے مَرَرْتُ عَلٰی زَیْدٍ کی طرح اس تقدیر پر بِالْخَیْرِ عَلَی الْاِحْسَانِ سے بدل یا اس کی تاکید ہوگا وُبَّلاً وَابِلٌ کی جمع ہے۔ جو تیز بارش کے معنی میں ہے اور یہ تَلاَ کے فاعل یا مفعول یا دونوں سے حال ہے۔ اور چونکہ مَنْ لفظ کے اعتبار سے واحد اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ اس لئے تَلاَ کی ضمیر کو واحد اور وُبَّلاً کو بصیغہ جمع لائے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وُبَّلاً کو تَلاَ کے فاعل کا حال قرار دیا جائے اَیْ مُشَبَّھِیْنَ وُبَّلاً۔

۴ (ص) وَثَلَّثْتُ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ دَائِمًا   وَمَا لَیْسَ مَبْدُوْءً ا بِہٖ اَجْذَمُ الْعُلَا

ترجمہ: اور میں نے تیسری مرتبہ یہ بات کہی کہ تمام تعریفیں حق تعالیٰ کے لئے ہیں اس حالت میں کہ یہ تعریف ہمیشگی والی ہے (یا حق تعالیٰ ہمیشگی والے ہیں) اور جو مقصد اس (اللہ تعالیٰ کی تعریف) کے ساتھ شروع نہ کیا گیا ہو اس کی بلندی کٹی ہوئی ہے۔

شرح: یعنی جس مقصد اور رسالہ کے شروع میں حق تعالیٰ کی تعریف نہیں کی جاتی اس میں سے خیر و برکت اور بلندی اور شرافت جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ ابوداودؒ نے ابو ہریرہؓ سے یہی مضمون روایت کیا ہے۔ اس لئے میں بسم اللہ اور درود کے بعد تیسری مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دَائِمًا کہکر حق تعالیٰ کی تعریف بھی کرتا ہوں۔ تاکہ مزید لطف و کرم شامل حال ہو کر میرا یہ قصیدہ طرح طرح کی برکات سے مالا مال ہو جائے۔

فائدہ: (ا) ابتداء کی تین قسمیں ہیں۔ حقیقی۔ اضافی۔ عرفی (ب) ابتداء کی حدیث میں بِبِسْمِ اللّٰہِ اور بِحَمْدِ اللّٰہِ اور بِذِکْرِ اللّٰہِ تینوں آئے ہیں (ج) کسی شے کا سب سے پہلے ہونا ابتداء حقیقی ہے اور بعض سے پہلے ہونا اضافی ہے گو بعض کے بعد ہو اور مقصد سے پہلے ہونا عرفی ہے۔

النحو والعربیہ: اِنَّ الْحَمْدَ کی تقدیر یا تو بِاَنَّ الْحَمْدَ ہے یا بِقَوْلِیْ اِنَّ الْحَمْدَ ہے۔ پہلی صورت میں اِنَّ کے ہمزہ پر فتحہ اور دوسری تقدیر پر کسرہ ہو گا اور اَلْحَمْدُ کی دال پر روایتاً تو نصب ہی ہے اور حکایتاً رفع بھی جائز ہے لیکن اِنَّ کو نَعَمْ کے معنی میں لے کر مرفوع قرار دینا بعید ہے۔ لِلّٰہِ اِنَّ کی خبر ہے نہ کہ اَلْحَمْدُ کی۔ دَائِمًا یا تو اَلْحَمْدُ کے مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے اَیْ حَمْدًا دَائِمًا مُسْتَمِرًّا اَزَلِیًّا اَبَدِیًّا یا حَاصِلٌ یا حَصَلَ کی ضمیر سے حال ہے جو لِلّٰہِ کا متعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور اللہ سے حال نہیں ہے۔ جیسا کہ ابو شامہؒ نے فرما دیا ہے ہاں اگر حال موکدہ کہا جائے تو صحیح ہو سکتا ہے۔ بہٖ کی ضمیر حمد کے لئے ہے نہ کہ سخاویؒ کے قول کے مطابق اللہ کے لئے کیونکہ مقام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس بنا پر کہ بسم اللہ اور درود میں اللہ کا نام آ چکا ہے جَذْم قَطع کے معنی میں ہے۔ اور لغتاً" ذال اور زاء دونوں کے ساتھ صحیح ہے۔ اَجْذَمُ مجذوم کے معنی میں ہے اور اَجْذَمُ الْعَلَا حَسَنُ الْوَجْهِ کی طرح ہے۔ پس اَلْعَلَا میں تینوں اعراب جائز ہیں۔ اَلْعَلَا مد کے ساتھ بلندی اور شرافت کے معنی میں ہے اور اس میں اور قصیدہ کے تمام ممدود الفاظ میں جو کسی شعر یا مصرعہ کے آخیر میں ہوں۔ حمزہؒ کی قراءت کے موافق لغتاً" قصر ہے۔ اس بنا پر کہ حمزہؒ ہر اس ہمزہ کو جو الف کے بعد کلمہ کے اخیر میں ہو جیسے یَشَآءُ مِنَ السَّمَآءِ وقفاً" الف سے بدل لیتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک الف کو حذف کر دیتے ہیں۔ اس تحقیق کو یاد رکھو یہ بہت جگہ کام آئے گی۔ پس یہاں اَلْعَلَا میں شعری ضرورت کی بنا پر قصر نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہو گیا ہے۔ از شرح ملا علی قاریؒ بِتَصَرُّفٍ یَسِیْرٍ اور جو ممدود الفاظ درمیان میں آئے ہیں ان میں ضرورت کی بنا پر قصر ہو گا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید اور قراء کے فضائل

٥ وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰهِ فِيْنَا كِتَابُهٗ ۝ فَجَاهِدْ بِهٖ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلَا

ترجمہ: اور (میں تعریف اور درود کے) بعد (کہتا ہوں کہ) ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی رسی (ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ) ان کی کتاب ہے۔ پس تو اس کتاب (کی دلیلوں) کے ذریعہ سے دشمنوں کی مصیبت کی کوشش کر (اس حال میں) کہ تو (ان کا) جال سے شکار کرنے والا ہو۔

شرح: یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ معلوم کر لینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے لئے حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ان کی کتاب ہی ہے کہ اسی پر عمل کر کے ہم ان کو خوش کر سکتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو اس کتاب کی قوی دلیلوں کے ذریعہ دین کے دشمنوں سے مناظرہ کر کے ان کی دلیلوں کو بیکار کر دینا چاہئے تاکہ وہ ایسے بے بس ہو جائیں جیسے جال میں پھنسنے کے بعد پرندہ بے بس ہو جاتا ہے۔

فائدہ: (ا) پہلے مصرعہ کے متعلق یہ مضمون ہے۔ آیت (۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا حدیث (۲) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ حدیث (۳) كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ اور دوسرے مصرعہ کے متعلق یہ مضمون ہے۔ آیت (۱) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ (سورہ فرقان ع ۵) حدیث (۲) رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (بیہقی عن جابرؓ) حدیث (۳) سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ الخ (مشکوۃ فی فضائل القرآن عن علیؓ) (ب) قرآن مجید کو اللہ کی رسی کہنا استعارہ اور مجاز کی بنا پر ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والا کنوئیں وغیرہ میں گرنے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآن مجید پر پختگی

16849

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ عمل کرتا ہے وہ اس کو عذاب اور جہنم اور گمراہی کے گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچالیتا ہے۔
النحو والعربیہ: (ا) بَعْدُ ظرف زمان مبہم ہے جس کی تعیین مضاف الیہ سے ہوتی ہے اور جب اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے تو یہ ضمہ پر مبنی ہو جاتا ہے اور یہاں اس کا عامل قُلْتُ مقدر ہے اور فا جعبری کے قول پر تعقیب کے لئے ہے۔ لیکن اس میں یہ شبہ ہے کہ تعقیب تو لفظ بَعْدُ ہی سے سمجھی جا رہی ہے اور ممکن ہے کہ یہ تاکید اور تابید پر محمول ہو یا اضافت کے وہم کے رفع کرنے کے لئے ہو جیسا کہ یہ بھی جعبری نے بیان کیا ہے اور اظہریہ ہے کہ فاء اَمَّا مُتَوَهّم مقدر کی بنا پر ہے اور واوٗ اَمَّا کے عوض میں ہے اور دونوں کے جمع کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں نمبر۲ حَبْل وصل اور فصل کے سبب سے استعارہ ہے اور قرآن مجید بھی معرفت اور فضیلت کا سبب ہے۔ نمبر۳ فِیْنَا یا تو حَبْلُ کے متعلق ہے اس بنا پر کہ یہ عہد اور وصل کے معنی میں ہے اور کِتَابُهٗ خبر ہے یا فِیْنَا حَبْلُ کی اور کِتَابُهٗ هُوَ مقدر کی خبر ہے نمبر۴ فَجَاهِدْ کی فاء سببیہ ہے اور مجاہدہ کے معنی ہیں کسی کام میں مقدور بھر کوشش کرنا۔ نمبر۵ حِبْل حَا کے کسرے سے داھیَہ (مصیبت) کے معنی میں ہے۔ نمبر۶ اَلْعِدَا عَدُوٌّ کا اسم جمع ہے نمبر۷ مُتَحَبِّلاً اَیْ مُتَصَیِّدًا بِالْحِبَالَةِ وَهِیَ الشَّبْكَةُ اور حبالہ کی جمع حبائل ہے اور حدیث اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ بھی اسی قبیل سے ہے اور اس سے قرآن مجید کی وہ واضح دلیلیں مراد ہیں جو حضرت رحمٰن کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ نمبر۸ حَبْل اور حِبْل میں صنعت تجنیس ہے۔

۶ وَاَخْلِقْ بِهٖ اِذْ لَیْسَ یُخْلِقُ جِدَّةً جَدِیْدًا مُّوَالِیْهِ عَلَی الْجِدِّ مُقْبِلَا

ترجمہ: اور قرآن مجید (جہاد کے لئے) کس قدر عجیب ہے کیونکہ اس کا نیا پن پرانا نہیں ہوتا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے (یا اس حالت میں) کہ (یہ عظمت والا ہے) اس کا دوست رکھنے والا مفید مقصد پر ہے جبکہ اس کی حالت یہ ہو کہ وہ (تلاوت و عمل سے اس کی طرف) متوجہ ہو۔
شرح: یعنی دشمنوں سے مناظرہ کرنے کے لئے قرآن نہایت عجیب کتاب ہے کیونکہ یہ ہر وقت نیا ہی معلوم ہوتا رہتا ہے اور یہ اس کے کتاب اللہ ہونے کا ظاہر ترین ثبوت ہے اور اس سے محبت رکھنے والا نہایت مفید کام کر رہا ہے۔ جس سے آخرت میں کامل نفع پائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ تلاوت اور عمل کے ساتھ اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔
فائدہ: اس شعر کے متعلق یہ مضمون ہے نمبر۱ قرآن مجید اللہ کی رسی ہے اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور یہ بار بار پڑھنے سے پرانا بھی نہیں ہو گا۔ اس کو بیہقی نے مدخل میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور موقوفاً بھی نمبر۲ قرآن مجید کے فضائل میں احادیث بے شمار ہیں لیکن ان سب میں واضح اور صحیح یہ ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَلَّمَهٗ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور اس کو پڑھائے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن مجید کے خدام کے فضائل میں اور کوئی بھی حدیث نہ آتی تو یہی ایک حدیث کافی تھی کہ اس میں سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سب سے بہتر اور برتر بتایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی فضیلت ہوگی۔ اہل دانش کو چاہئے کہ اس کی قدر کریں نمبر۳ ابوذرؓ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کو پڑھتے رہے۔ نمبر۴ تمیم داریؓ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ کو نمبر۵ سعید ابن جبیرؓ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ الخ کو رات بھر لوٹاتے رہے۔ نمبر۶ ابو زائدہؓ کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس خلوت کے مسئلہ کے معنے دریافت کرنے کے لئے گیا۔ پس جب عشاء کی نماز پڑھ لی اور لوگ چلے گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی یہاں تک کہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا تک پہنچے۔ پھر اسی کو بار بار پڑھتے رہے حتیٰ کہ مؤذن نے فجر کی اذان پڑھ دی۔

النحو والعربیہ: نمبر۱ اَخْلَقُ بِهٖ هُوَ خَلِيْقٌ بِكَذَا سے ہے اور یہ مَآ اَخْلَقَهٗ سے زیادہ موکد ہے کیونکہ یہ امر کا وزن ہونے کی بنا پر دوسرے کو تعجب پر آمادہ کرتا ہے نمبر۲ اِذْ تَعْلِيْلِيَّةٌ ہے اِذْ ظَّلَمْتُمْ کی طرح اور اپنے مُعَلَّلْ کے ساتھ متعلق ہے اور اِذْ ماضی کے اور اِذَا مستقبل کے لئے آتا ہے نمبر۳ يُخْلِقُ یا تو افعال سے ہے یا نَصَرَ سے اور جِدَّةً اس کے فاعل سے تمیز ہے۔ نمبر۴ جَدِيْدًا یا تو نئے کے معنی میں ہے یا عَظِيْمًا کے اور ثانی اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں لفظی موافقت کے ساتھ معنوی مغایرت ہے جو فصاحت لغویہ کو ظاہر کرتی ہے نیز تاکید سے تاسیس اولیٰ ہے۔ اور اس صورت میں یہ جَدُّ بمعنی عظمت سے ہو گا تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا کی طرح۔ نمبر۵ مُوَالِيْهِ ها کے صلہ کے ساتھ ہے اور یہی روایت ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کی ترکیبیں دو ہیں اول یہ کہ مُوَالِيْهِ مبتداء اور عَلَى الْجِدِّ خبر اور مُقْبِلًا خبر کی ضمیر سے حال ہے۔ دوم یہ کہ مُوَالِيْهِ جَدِيْدًا کا فاعل ہے اور عَلَى الْجِدِّ پہلا اور مُقْبِلًا دوسرا حال ہے یا مُقْبِلًا مُوَالِيْهِ کی ضمیر سے حال ہے اور عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلًا کے متعلق ہے اور اس تقدیر پر بھی جَدِيْدًا قرآن ہی کی ضمیر سے حال ہو گا لیکن اب جدید ہونے کی صفت قاری میں پائی جائے گی اور یہ رَاَيْتُ زَيْدًا كَرِيْمًا غُلَامُهٗ کے قبیل سے ہو جائے گا کہ اس میں كَرِيْمًا زید سے حال ہے۔ لیکن کرامت کی صفت زید کے بجائے اس کے غلام میں پائی جا رہی ہے اور اس صورت میں قرآن کا جدید ہونا بدرجہ اولیٰ اور پوری تاکید کے ساتھ ثابت ہو گا۔ یعنی قرآن مجید خود تو نیا ہے ہی کہ سننے اور پڑھنے والوں کو ہر وقت زیادہ سے زیادہ رونق دار اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی بدولت اس کا قاری بھی نیا اور تازہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم نشین اس کی صحبت سے کسی وقت بھی نہیں اکتاتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اس کی مجلس زیادہ سے زیادہ میسر آئے۔ تاکہ خوب فیوض حاصل کرتے رہیں اور ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت سے محظوظ ہوتے رہیں نمبر۶ جِدّ (مفید) ہزل (لغو) کی ضد ہے اور مُوَالِيْهِ عَلَى الْجِدِّ میں اس اہتمام اور کوشش کی طرف اشارہ ہے جو اسلاف کرام قرآن پاک کے لئے برداشت کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری کے فضائل اور اس کے لئے بشارت

۷ وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهُ ۔۔ كَالْاُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيحًا وَّمُوكِلَا

ترجمہ: اور اس قرآن کا پڑھنے والا جو پسندیدہ ہو اس کی مثال نارنگی کی طرح (یعنی) اس کی دونوں حالتوں کی طرح ثابت ہوئی ہے۔ اس حالت میں کہ وہ خوشبو دینے والی اور مزہ دینے والی ہے۔

شرح (۱): یعنی قرآن مجید کا پڑھنے والا اگر نیک اعمال کر کے حق تعالیٰ کا پسندیدہ بن جائے تو اس کی مثال حدیث میں ترنج کی طرح آئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی عمدہ ہے۔ (یعنی جس طرح خوشبو والے کے پاس بیٹھنے سے ہم نشینوں کا دماغ معطر ہو جاتا ہے اسی طرح قاری کے پاس بیٹھنے والے قرآن مجید سن کر ثواب سے مالا مال ہوتے ہیں اور جس طرح نارنگی کا مزہ عمدہ ہے اسی طرح مومن کا باطن بھی ایمان کی وجہ سے نورانی ہے۔ اور قرآن و ترنج میں اس کے علاوہ دو مناسبتیں اور بھی ہیں (ا) حدیث میں ہے کہ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جائے اس میں سے شیطان (جن) بھاگ جاتا ہے اور اسی طرح یہ بھی آیا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو اس گھر میں جن داخل نہیں ہوتے (ب) جس طرح قرآن پاک کا ہر ہر حرف منافع اور فوائد سے پر ہے۔ اسی طرح نارنگی کا بھی ہر جزو مفید ہے۔ حتیٰ کہ اس کا چھلکا بھی کپڑوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کپڑوں میں رکھا جاتا ہے) نمبر۲ اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہوتا ہے۔ لیکن خوشبو نہیں ہوتی۔ (اسی طرح اس مومن کا باطن تو ایمان کی وجہ سے نورانی ہے لیکن تلاوت نہ کرنے کے سبب دوسروں کو نفع نہیں پہنچتا) نمبر۳ اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال ریحان کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزا کڑوا ہوتا ہے (اسی طرح اس منافق کی تلاوت سے دوسروں کو تو نفع حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا باطن ایمان کے نور سے خالی ہے۔ پس خوشبو تو ہے لیکن مزا ندارد) نمبر۴ اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اندرائن کی طرح ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور مزہ بھی تلخ ہوتا ہے۔ (اسی طرح یہ منافق خود اور اس کے ہم نشین سب تلاوت کے ثواب سے بھی محروم ہیں اور اس کا باطن بھی ایمان کے نور سے خالی ہے۔ پس خوشبو اور مزہ دونوں ندارد) اس میں اشارہ ہے کہ قاری کو چاہئے کہ اپنے نفس کو بری عادتوں (بخل۔ حسد۔ تکبر۔ ریا۔ کینہ وغیرہ) سے پاک کر کے اخلاق حمیدہ صبر و شکر و رضا و تفویض و توکل و تسلیم وغیرہ کے ساتھ مزین ہو' اور اپنے ظاہر اور باطن کو نورانی بنائے۔ تاکہ اس کا وجود مخلوق کے لئے نافع بن جائے۔

النحو والعربیہ: (ا) اَلْمَرْضِيُّ یا تو قَارِئُهُ کی صفت ہے اور قَرَّ مِثَالُهُ الخ خبر ہے یا اَلْمَرْضِيُّ خبر ہے یعنی قرآن کا قاری اسی کو کہنا چاہئے جس کا طریق عمل بہتر اور اخلاق نہایت عمدہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف قَرَّ خبر ہو اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کا پسندیدہ قاری جو ہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اس کا معاملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست اور صحیح رہے گویا یہ ناظم کی طرف سے قاری کے لئے دعا ہے۔ پھر مَثَالُهُ سے مستقل جملہ چلے گا نمبر۲ اُتْرُجّ راء کے بعد نون ساکن اور جیم کی تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور نون کے بغیر جیم کی تشدید سے بھی۔ اور ناظم نے حدیث کی موافقت کی بنا پر ثانی کو اختیار کیا ہے اور روایۃ دونوں صحیح ہیں لیکن حدیث میں ادغام کی اور شعر میں نون کے اخفاء کی روایت غالب ہے۔ اور قاموس کی تحقیق پر اُتْرُجّ۔ اُتْرُجَّةٌ تَرِيْجٌ تَرِيْجَةٌ چاروں لغت ہیں نمبر۳ حَالَيْهِ اُتْرُجّ کا بدل الاشتمال ہے۔ نمبر۴ مُرِيْحًا اَرَاحَ الطِّيْبُ اَىْ اَعْطَى الرَّائِحَةَ سے اور مُؤْكِلًا اَكَلَ الزَّرْعُ اِذَا اَطْعَمَ سے ہے اور یہ دونوں اُتْرُجّ سے حال ہیں۔

۸ هُوَالْمُرْتَضٰى أَمًّا إِذَا كَانَ أُمَّةً ۔۔۔ وَيَمَّمَهُ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلاَ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: وہ قاری ارادہ کے اعتبار سے بھی پسندیدہ ہو گا جبکہ وہ (خوبیوں کا) جامع ہو جائے اور ثبات (اور عقل کی پختگی) کا سایہ اس قاری (کے پاس آنے) کا ارادہ کرے گا اس حالت میں کہ وہ سایہ کسریٰ کے تاج یا ریت کے ٹیلے کے ساتھ تشبیہ دیا گیا ہو گا۔

شرح: یعنی جب یہ پسندیدہ قاری قرآن مجید کی خدمت اور تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اس قدر خوبیوں والا ہو جائے کہ جو خوبیاں لوگوں کی ایک جماعت میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں وہ اس میں مجتمع طور پر ہوں اور اس بنا پر وہ اس مصرعہ کا مصداق بن جائے "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" تو اب اس کا ارادہ بھی ایسا پاکیزہ ہو جائے گا کہ وہ اچھے ہی کاموں سے متعلق ہو گا اور بری باتوں کا ارادہ بالکل نہیں کرے گا اور عقل کی پختگی جیسی نعمت جس کو اور لوگ بڑی تمناؤں اور کوششوں سے حاصل کرتے ہیں اس قاری کے کمالات کی وجہ سے وہ خود اس پر شیدا ہو جائے گی اور اپنے آپ کو اس کے سر کا تاج بنانا چاہے گی۔

فائدہ:۔ (ا) ان دونوں شعروں سے ناظم کا مطلب یہ ہے کہ قاری کو چاہئے کہ اخلاق حمیدہ حاصل کر کے پسندیدہ بن جائے تاکہ وہ ترنج کی طرح ہو کر اپنے لئے بھی نافع ہو جائے اور دوسروں کے لئے بھی اور اس کا ارادہ بھی پاکیزہ ہو جائے اور عزت اس کو تلاش کرتی پھرے۔ غرض یہ ہے کہ قاری میں یہ دو وصف ہونے چاہئیں۔ نمبر۱ سب بھلائیوں کا جامع ہو نمبر۲ مستقل مزاج اور کامل العقل ہو۔ اور خلوص کے ساتھ قرآن مجید کی خدمت میں لگے رہنے سے یہ دونوں صفتیں نصیب ہو جائیں گی (ب) انسؓ سے روایت ہے۔ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ مَتَّعَهُ اللّٰهُ بِعَقْلِهٖ حَتّٰى يَمُوْتَ یعنی جو (اپنے سینے میں) قرآن کو جمع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اخیر عمر تک اس کی عقل سے نفع پہنچائیں گے (یعنی اس کی عقل بڑھاپے میں بھی بیکار نہیں ہو گی) (ج) عبدالملک ابن عمیر سے ہے کہ پہلے لوگ بیان کیا کرتے تھے۔ اِنَّ اَبْقَى النَّاسِ عُقُوْلًا قُرَّاءُ الْقُرْآنِ کہ قرآن کے قراء ہی ایسے حضرات ہیں جن کی عقلیں تمام لوگوں سے زیادہ عرصہ تک باقی رہتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ (د) حَامِلُ الْقُرْاٰنِ حَامِلُ لِوَاءِ الْاِسْلَامِ مَنْ اَکْرَمَہٗ فَقَدْ اَکْرَمَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَھَانَہٗ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ (دَیْلَمِی فِی مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ)

ترجمہ: صاحب قرآن اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے ہے جو اس کی تعظیم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور جو اس کی توہین کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

النحو والعربیہ: (ا) اُمَّۃٌ لغت میں جماعت کے معنی میں ہے اور کبھی اس کا اطلاق ایسے ایک شخص پر بھی ہوتا ہے جس میں بہت سی خوبیاں جمع ہوں کیونکہ وہ اکیلا بمنزلہ جماعت کے ہوتا ہے اور کبھی اس سردار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جس کی لوگ پیروی کرتے ہوں اور اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً میں آخیر کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور پہلے معنی کا مراد نہ ہونا ظاہر ہے۔ (۲) یَمَّمَہٗ کا جملہ فعلیہ ھُوَا الْمُرْتَضٰی پر معطوف ہے جو جملہ اسمیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ قاری میں دو وصف ہیں اس کا ارادہ بھی پسندیدہ ہے اور عقل بھی کامل ہے۔ نمبر۳ قَنْقَلًا مُشَبَّھًا محذوف کا مفعول بہ ہے اور مُشَبَّھًا حال ہے اور جن مقامات میں اسم جامد حال واقع ہوا ہے ان سب میں یہی تاویل جاری ہے چنانچہ قصیدے کے دوسرے شعر کا وُبَّلًا اور بقرہ شعر نمبر ۳۴ میں وَانْقَادَ مَعْنَاہٗ یُعَمَّلًا بھی اسی قبیل سے ہے اور قَنْقَلٌ وزن کرنے کے موٹے اور بھاری پیانے کے اور ریت کے ٹیلے کے معنی میں آتا ہے اور کسریٰ کا ایک تاج تھا اسے بھی قَنْقَلٌ کہتے تھے اور اس تیسرے معنی پر قَنْقَلٌ مُتَوَّجًا کے معنی میں ہو کر حال بنے گا۔ نمبر۴۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یَمَّمَہٗ اِذَا کَانَ اُمَّۃً پر معطوف ہے اور اب معنی یہ ہوں گے کہ جب یہ قاری تمام خوبیوں کا جامع اور کامل العقل بن جائے گا تو اس بات کے لئے پسندیدہ ہو جائے گا کہ لوگ اس کی اقتدا کریں اور ارادہ کرکے اس کے پاس آئیں۔

۹ ھُوَالْحُرُّ اِنْ کَانَ الْحَرِیَّ حَوَارِیًا لَہٗ بِتَحَرِّیْہِ اِلٰی اَنْ تَنَبَّلَا

ترجمہ: وہ قاری آزاد ہے اگر وہ لائق ہو اس (قرآن مجید) کا دوست رکھنے والا (یا اس کی مدد کرنے والا ہو) اس میں کوشش کرنے کے ساتھ یہاں تک کہ وفات پالے (یا کامل ہو جائے)

شرح: یعنی اگر قاری اخلاق حمیدہ حاصل کر کے اپنے کو قرآن مجید کی خدمت کے لائق بنا لے اور مرتے دم تک پورے فکر اور تدبر کے ساتھ اس کی تلاوت میں اور اس کے موافق عمل کرنے میں کوشش کرتا رہے تو اس کو دنیا اور نفسانی خواہش اپنا غلام نہیں بنا سکے گی بلکہ پھر وہ اس کی خدمت کی برکت سے حق تعالیٰ ہی کا ہو جائے گا اور ذیل کی آیات اس کو دنیا سے بالکل نفرت دلا کر آخرت کا طالب و شیدائی بنا دیں گی پھر وہ ہروقت آخرت ہی کی فکر میں لگا رہے گا۔ اور وہ آیات یہ ہیں۔ (۱) وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (آل عمران ع ۱۹) و (انعام ع ۴) (۲) وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ (عنکبوت ع ۷) (۳) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ (طٰہٰ ع ۸) (۴) زُیِّنَ لِلنَّاسِ (آل عمران ع ۲) (۵) لَا یَغُرَّنَّکَ (اِلٰی) خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ (آل عمران ع ۲۰)

النحو والعربیہ: (ا) ھُوَ الْحُرُّ اسمیہ ہے اور اس نے اِنْ شرطیہ کو جواب سے مستغنی کر دیا اور بعض کے قول پر اِنْ اِذْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَعْلِیْلِیَّه کے معنی میں ہے اور حُرّ سے مراد وہ ہے جو اپنے نفس پر پوری طرح قابو رکھتا ہو۔ نمبر۲ حَوَارِیًا یا تو کَانَ کی دوسری خبر ہے یا اَلْحَرِیَّ کی ضمیر سے حال ہے اور اس کی یا میں لُغتاً" تخفیف کی گئی ہے نہ کہ ابوشامہ اور ان کے مقلدین کی رائے کے مطابق ضرورۃ" اور لِلْحَوَارِیِّنَ میں بھی نَخعِی کی قراءت یا کی تخفیف کے ساتھ ہے۔ نمبر۳ بًا حَوَارِیًا کے اور اِلٰی تَحَرِّیْهِ کے متعلق ہے اور اس کی اضافت فاعل (قاری) اور مفعول (قرآن) دونوں کی طرف ہو سکتی ہے اور تَحَرِّیْهِ کی ہا میں صلہ ہے۔

قرآن مجید کے فضائل کی طرف رجوع

۱۰ وَاِنَّ كِتَابَ اللهِ اَوْثَقُ شَافِعٍ وَاَغْنٰى غَنَاءٍ وَاهِبًا مُتَفَضِّلًا

ترجمہ: اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کی کتاب (سب سفارش کرنے والوں سے) زبردست سفارش کرنے والی ہے (کیونکہ اور چیزوں کی سفارش تو عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد نجات دلائے گی اور قرآن کی شفاعت عذاب کو آنے سے پہلے ہی روک دے گی) اور سب بے پروا کرنے والی (اور کافی ہونے والی) چیزوں سے زیادہ بے پروا کرنے والی (اور کافی ہونے والی) ہے (اس حالت میں کہ بزرگی اور ثواب) دینے والی ہے (اور) زیادہ بزرگی دینے والی ہے (یا بقدر ضرورت چیز دینے والی بھی ہے اور ضرورت سے زیادہ دینے والی بھی ہے۔ یعنی اس کتاب پاک کی برکت سے دونوں قسم کی چیزیں ملتی ہیں)۔

شرح: یعنی سفارش کرنے والی اور عذاب سے بچانے والی اور چیزیں بھی ہیں لیکن قرآن مجید ان سب میں بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی سفارش رد نہیں کی جائے گی اور گو دنیا کے مال و دولت سے بھی کسی قدر کفایت اور بے نیازی حاصل ہوتی ہے لیکن قرآن مجید کے سبب ایسی غنا اور کفایت نصیب ہوتی ہے جس کے بعد محتاجگی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا پس اس کی کفایت سب کفایتوں سے بڑھ کر ہے نیز اس کے سچے خادم کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اس کی برکت سے بلند ترین درجات عطا ہوں گے۔

فائدہ: پہلے مصرعہ میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) قرآن مجید پڑھو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ مَرْفُوْعًا") (۲) قیامت کے دن قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ نجات پائے گا۔ (۳) قرآن مجید ایسا سفارش کرنے والا ہے جس کی سفارش مقبول ہے اور ایسا شکایت کرنے والا ہے جس کی شکایت مان لی جائے گی۔ جس نے اس کو اپنے آگے رکھا۔ یعنی اپنا پیشوا بنایا۔ یہ اس کو جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے اس کو پیچھے رکھا یعنی عمل سے غفلت کی یہ اس کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ") (۴) جب انسان قبر میں داخل ہو گا تو ایک فرشتہ اس کے بائیں جانب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آئے گا اور قرآن بھی آئے گا۔ فرشتہ کہے گا۔ مَالِیْ وَلَکَ تو مجھے کیوں روکتا ہے واللہ یہ تجھ پر عمل نہیں کرتا تھا۔ قرآن کہے گا کیا میں اس کے سینہ میں نہیں تھا۔ سو اسی طرح کوشش کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے خادم کو نجات دلا دے گا۔ (اِبْنُ مَنْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ) اور دوسرے مصرعہ میں ان روایات کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) قرآن مجید ایسی بے پرواہ کرنے والی چیز ہے جس کے بعد محتاجگی نہیں رہتی اور اس کو چھوڑ کر کفایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (رَوَاہُ اَبُو یَعْلٰی عَنْ اَنسؓ) (۲) وہ شخص ہماری جماعت سے نہیں ہے جس نے قرآن مجید سے کفایت حاصل نہ کی۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) (۳) جس نے قرآن مجید پڑھا اور کسی دوسرے شخص کی بابت یہ خیال کیا کہ اس کو اس سے بہتر چیز ملی ہے جو مجھے ملی ہے تو اس نے چھوٹی چیز کو بڑا اور بڑی چیز کو چھوٹا سمجھا رَوَاہُ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُؓ اور گویا اس حدیث کا مضمون وَلَقَدْ آتَیْنٰکَ سَبْعًا اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَتَیْنِ سے لیا گیا ہے اور ان آیات کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کے پاس بڑائی والا قرآن شریف موجود ہے تو اہل دنیا کی نعمتوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھئے بلکہ ان پر عبرت کی نظر ڈالئے۔

النحو والعربیہ: (۱) غَنَاءٍ غ کے فتحہ اور مد کے ساتھ کفایت کے معنی میں ہے اور اس کا فعل باب افعال سے اَغْنٰی آتا ہے۔ مجرد سے نہیں آتا اور اس شعر میں جو اَغْنٰی ہے وہ ماضی نہیں بلکہ اسم تفضیل ہے جس کا غیر ثلاثی مجرد یعنی افعال سے بنانا قیاس کے خلاف ہے بلکہ ایسے موقعوں میں اَشَدُّ غَنَاءً اور اَتَمُّ غَنَاءً کہا جاتا ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے۔ اَلْقُرْاٰنُ اَکْفٰی مِنْ ذِیْ کِفَایَةٍ (۲) یا یہ غَنِیَ بمعنی اِسْتَغْنٰی سے ہے۔ یعنی قرآن ہر کفایت کرنے والی چیز سے زیادہ بے نیاز ہے۔ (۳) یا غَنِیَ بِالْمَکَانِ اِذَا اَقَامَ بِهٖ سے ہے چنانچہ کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا بھی اسی معنی میں ہے یعنی قرآن کفایت پر ہر کفایت کرنے والی چیز سے زیادہ مقیم ہے کہ ہمیشہ کافی و وافی ہے اور ہر تقدیر پر اَغْنٰی کے بعد مضاف محذوف ہوگا۔ اَیْ اَغْنٰی ذِیْ غَنَاءٍ کیونکہ اسم تفضیل اپنے مصداق کے بعض کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے اور قرآن کفایت کا بعض نہیں ہے اور مضاف کو مقدر نہ مانیں گے تو غَنَاءٍ کا نصب ضروری ہوگا حالانکہ روایتہ صرف جر ہے۔ سوال؟ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ غیر ثلاثی مجرد سے افعل التفضیل کا بنانا شاذ ہے حالانکہ سیبویہ سے منقول ہے کہ وہ اَعْطٰهُمْ لِلْمَالِ اور اَوْلٰهُمْ لِلْمَعْرُوْفِ کو جائز بتاتے ہیں۔ جواب جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح تو ہے لیکن قلیل لغت کی بنا پر ہے مشہور و جید لغت یہی ہے کہ صرف اس ثلاثی مجرد سے بنایا جائے جو لون و عیب کے معنی میں نہ ہو۔

فائدہ: ناظم کے کسی شیخ نے ان سے سوال کیا کہ کیا قرآن میں غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل اَفْعَلُ کے وزن پر آیا ہے تو موصوف نے جواب میں وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ پڑھ دیا۔

۱۱ وَخَیْرُ جَلِیْسٍ لَّا یُمَلُّ حَدِیْثُهٗ ۔۔۔ وَتَرْدَادُهٗ یَزْدَادُ فِیْهِ تَجَمُّلَا

ترجمہ: اور (قرآن) ایسا بہترین ہم نشین ہے جس کی بات ناگوار نہیں سمجھی جاتی (یعنی اس کی تلاوت سے مومن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نہ تو ناگواری ہوتی ہے نہ نفرت) اور اس کا بار بار پڑھنا اس (قاری) میں (یا قرآن میں) خوبصورتی کو بڑھا دیتا ہے۔

شرح: یعنی قرآن مجید ایسا ہم نشین اور ساتھی ہے جس کی ہر بات یعنی ہر آیت خوشگوار اور مزیدار معلوم ہوتی ہے اور کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے نفرت اور رنجیدگی پیدا ہوتی ہو اور اس میں یہ بات کیوں نہ ہو جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کی شان میں احسن الحدیث (عمدہ بات) فرمایا ہے اور اس کے ہر حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ بخلاف دوسرے ہم نشینوں کے کہ ان کی بعض باتیں ناگوار بھی گذرتی ہیں اور رنجیدگی اور نفرت کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔ پس قرآن ہی ہم نشین اور ساتھی بنانے کے لائق ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بار بار تلاوت کرنے سے اس کی خوبصورتی اور خوشگواری پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور دوسرے کلاموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ پس یہ اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ قرآن ایسی ذات کا کلام ہے جس کے کمالات بے انتہا اور بے شمار ہیں اسی بنا پر اس کے کلام کے کمالات بھی ختم نہیں ہوتے۔

فائدہ: (۱) اس شعر میں اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ الخ کی طرف اشارہ ہے پس یہ قرآن چمکتا ہوا نور اور سچا کلام ہے اور صحیح بیان ہے اور احسان کا چراغ ہے جنت کی کنجی ہے اگر اس کا مطلب مشرح بیان کیا جائے تو شافی ہے اور مختصر بیان کیا جائے تو کافی ہے اور اگر بار بار پڑھا جائے تو حق تعالیٰ کو یاد دلانے والا ہے علوم کا دریا ہے اور عقلوں کا دفتر ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْآنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ یعنی قرآن میں تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ (۲) امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا تقرب حاصل کرنے والے جن ذریعوں سے آپ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سب سے افضل ذریعہ کیا ہے فرمایا اے احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے تب یا بے سمجھے بھی۔ فرمایا سمجھ کر ہو یا بے سمجھے۔ (۳) قتادہ سے منقول ہے کہ جو قرآن شریف کی مجلس میں بیٹھتا ہے وہ وہاں سے زیادتی یا نقصان لیکر اٹھتا ہے گویا یہ مضمون وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ اور یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا سے لیا گیا ہے یعنی قرآن مجید عمل کرنے والے مومنین کے لیے شفا اور رحمت ہے اور عمل نہ کرنے والوں کے لیے گمراہی اور نقصان کا سبب ہے اور حدیث وَالْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْعَلَیْکَ بھی اسی کی موید ہے یعنی قرآن یا تو تیرے نفع کی دلیل ہوگا یا نقصان کی اور یہ شعر بھی اسی معنی میں ہے۔

زِیَادَۃُ الْمَرْءِ فِیْ دُنْیَاہُ نُقْصَانٌ　　　وَرِبْحُہٗ غَیْرَ مَحْضِ الْخَیْرِ خُسْرَانٌ

جو لوگ دنیا میں ترقی کر رہے ہیں وہ عین نقصان میں ہیں اور خالص بھلائی کے سوا جو نفع بھی کمایا جائے وہ کھلا ٹوٹا ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) خَیْرٌ اصل میں اَخْیَرُ تھا پھر تخفیفاً یا کی حرکت خاء کو دیکر ہمزہ کو حذف کر دیا اور وزن فعل نہ رہنے کی بنا پر منصرف ہوگیا۔ (۲) لَا یُمَلُّ بِصِیْغَۃٍ مجہول یا تو خَیْرٌ کی صفت ہے یا جَلِیْسٌ کی اور ثانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابلغ ہے یا مبتدائے مقدر اَلْقُرآنُ کی دوسری خبر ہے۔ (۳) تَرْدَاد تَرْدِیْد کی طرح رَدَّدَ کا مصدر ہے اور اس کی اضافت یا تو فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف۔ پہلی صورت میں ہا قاری کے لیے اور دوسری تقدیر پر قرآن کے لیے ہوگی۔ (۴) فِیْهِ کی (ہا) یا تو قاری کے لیے ہے پس فِیْ اَصَل کے موافق ظرفیت کے لیے ہوگا یا قرآن کے لیے ہے اس صورت میں فِیْ با سَبَبِیّہ کے معنی میں ہوگا یعنی قرآن کی تلاوت کی وجہ سے قاری خوبصورت اور بارونق ہو کر مخلوق کی نظروں میں بھی محبوب بن جاتا ہے۔

قبر کے ہولناک منظر میں قرآن مجید کی روشنی

۱۲ وَحَيْثُ الْفَتٰى يَرْتَاعُ فِىْ ظُلُمَاتِهٖ مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُّتَهَلِّلَا

ترجمہ: اور جس جگہ جوان اپنی برائیوں کی ان اندھیریوں میں ڈرے گا جو قبر سے پیدا ہوں گی۔ وہاں یہ قرآن مجید اس سے اس حالت میں ملے گا کہ روشن اور خوش ہونے والا ہوگا۔ (یا چاند کی طرح چمکنے والا ہوگا)

۱۳ هُنَالِكَ يَهْنِيْهِ مَقِيْلًا وَّرَوْضَةً وَمِنْ اَجْلِهٖ فِىْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلَا

ترجمہ: وہاں (یا اس وقت) وہ (قبر) اس (قاری) کو خوشگوار معلوم ہوگی۔ قیلولہ کی جگہ اور باغ ہونے کے اعتبار سے اور یہ (قاری) اس (قرآن) کی وجہ سے عزت کی بلندی میں جھانک کر دیکھا جائے گا (یعنی اس کا معاملہ عظیم الشان ہوگا پس وہ تمام آفات سے محفوظ رہے گا)

شرح: یعنی قبر جیسی ہیبت ناک جگہ میں جہاں گنہگار انسان اپنے اعمال کی اندھیریوں سے گھبرائے گا وہاں یہ قرآن مجید اس کے لیے روشنی بن جائے گا اور اس بات پر خوش ہوگا کہ قاری کے بارے میں میری سفارش قبول ہوگئی۔ اور اس سے قاری کی دہشت بالکل رفع ہو جائے گی اور اس وقت قبر اس کے لیے مزیدار اور آرام کی جگہ اور باغ بن جائے گی اور جنت میں اس کو ایسے بلند مکان ملیں گے کہ یہ ان میں ہوگا اور دوسرے لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر تعجب سے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ سبحان اللہ قرآن مجید کس قدر نافع ہے کہ قبر جیسی سخت منزل میں بھی رفیق اور مددگار بن کر کام آئے گا اور جنت کے بلند ترین بالا خانے بھی دلائے گا۔ پس ہمیں چاہیے کہ اس پر پوری طرح عاشق ہو جائیں اور ہروقت اسی کی خدمت میں لگے رہیں۔

فائدہ: ان دونوں شعروں کے متعلق یہ مضمون ہے۔ احادیث (۱) فرمایا کہ میں نے جتنے منظر دیکھے ہیں ان میں قبر کا منظر سب سے زیادہ گھبراہٹ والا اور خوفناک ہے۔ عَنْ عُثْمَانَ مَرْفُوْعًا۔ (۲) عثمانؓ کی حالت یہ تھی کہ جب آپ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنے روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ پس آپ سے کہا جاتا کہ آپ جنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے نہیں روتے اور اس قبر (کے دیکھنے) سے روتے ہیں تو فرماتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر کوئی اس سے نجات پالے گا تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہیں پائے گا تو اس کے بعد والی منزلیں اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گی۔ (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) (۳) کسی صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا لیا ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ پھر دیکھتے کیا ہیں کہ وہ کسی آدمی کی قبر ہے جو سورۃ الملک پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے سورت ختم کر دی اس صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے نجات دلانے والی ہے یہ اس کو قبر کے عذاب سے بچا رہی ہے۔ (تِرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ) اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ہم سورۃ الملک کو سورہ مانعہ (عذاب کے روکنے والی) کہا کرتے تھے۔ (۴) سعد ابن معاذؓ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جس کے لیے عرش حرکت میں آیا اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے جس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے اس کو بھی قبر میں نہایت سختی سے بھینچا گیا۔ پھر وہ بھچاؤ اس سے ہٹا لیا گیا۔ (۵) اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظلم قیامت کے دن بہت سی اندھیریوں کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ (۶) جس کی موت آگئی اس کی قیامت ابھی سے برپا ہو گئی۔ (۷) آیت جنت والے اس روز ٹھکانے کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں گے اور آرام گاہ کے اعتبار سے بھی اچھے ہوں گے (فرقان ع ۳ بیان القرآن)

احادیث (۱) یقیناً ان دلوں پر بھی زنگ آجاتا ہے جس طرح لوہے پر زنگ آجاتا ہے اور ان کی قلعی استغفار ہے۔ (۲) قبر یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے۔ (۳) قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور درجوں پر چڑھ۔ یقیناً تیرے لیے ہر آیت کے بدلے ایک درجہ ہے۔ اور فِي ذِرْوَةِ الْعِزِّ میں اسی حدیث ۳ کی طرف اشارہ ہے۔

النحو والعربیہ: شعر نمبر ۱۲ حَيْثُ کی ث پر تینوں حرکتیں ہیں لیکن ضمہ اکثر ہے اور یہ اکثر استعمال میں اضافت کی بنا پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظرف مکان ہے اور بعض کے قول پر ظرف زماں ہے اور اس کا عامل يَلْقَاهُ باشباع ھا ہے (۲) اَلْفَتٰی شریف اور کامل الاخلاق کے معنی میں ہے اور فُتُوَّتٌ سے ہے (۳) اَلْفَتٰی يَرْتَاعُ اسمیہ ہے اور يَرْتَاعُ اصل میں يَرْتَوِعُ تھا اور یہ رَوْعٌ بمعنی خوف سے ہے۔ (۴) ظُلُمَات اگرچہ قبر کی ہوں گی لیکن اس کی اضافت اَلْفَتٰی کی ضمیر کی طرف اس تعلق کی بنا پر ہے کہ یہ ظلمات اس کے اعمال سے پیدا ہوں گی اور یہ ان میں گھرا ہوا ہوگا۔ (۵) مِنَ الْقَبْرِ یا تو ظلمات کی صفت ہے یا حال ہے اَیْ فِي ظُلُمَاتِهِ النَّاشِئَةِ اَوْنَاشِئَةً مِّنَ الْقَبْرِ یا يَلْقَاهُ کے متعلق ہے۔ (۶) يَلْقَاهُ کی ضمیر مرفوع قاری کے اور منصوب قرآن کے لیے ہے یا اس کا عکس ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے سے ملے گا۔ (۷) سَنًا مُّنَهِّلًا دونوں يَلْقَا کے فاعل یا مفعول سے حال ہیں اَیْ ذَا سَنًا یا سَانِيًا مُّسْتَنِيْرًا وَ بَآشًّا مَّسْرُوْرًا (۸) سَنَا مقصور روشنی کے اور ممدود بلندی کے معنی میں آتا ہے اور یہاں سَنًا وادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے سَنَا بَرْقِهٖ (نور ع ٦) کی طرح شعر نمبر ۱۳- (۱) هُنَا مکان قریب اور هُنَالِکَ بعید کے لیے ہے اور کاف خطاب عام کے واسطے ہے اور یہاں اس کو زمان کے لیے بھی کہہ سکتے ہیں اور کسی نے خوب ہی کہا ہے۔

مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَكَ فِي الثَّرَا ... بِ شِبْرَانِ فَهُوَ بِغَايَةِ الْبُعْدِ

یعنی جو شخص مرکر خاک میں مل جائے گو اس کی قبر تم سے صرف دو بالشت کے فاصلہ پر ہو تب بھی وہ نہایت درجہ بعید ہو چکا ہے کیونکہ وہ قیامت تک تم سے نہیں ملے گا۔ (۲) يُهَنِّيْهِ اصل میں يُهَنِّئُهٗ تھا ہمزہ کو تخفیفا" ساکن کرکے قلیل الاستعمال لغت کی بنا پر یا سے بدل لیا گیا اور اس کے مضارع کے عین میں لغتا" ضمہ اور کسرہ دونوں ہیں اور یہ یا تو هَنَأْتُ الرَّجُلَ اِذَا اَعْطَيْتَهٗ سے ہے یا هَنَأَ لِيَ الطَّعَامُ اَیْ لَذَّلِیْ طَعْمُهٗ سے ہے پس يُهَنِّيْهِ کے دو معنی ہو گئے۔ (۱) يَطِيْبُ لَهُ الْقَبْرُ۔ (۲) يُعْطِيْهِ الْقُرْاٰنُ اول معنی پر مَقِيْلًا وَّرَوْضَةً کو تمیز اور دوسرے معنی پر يُهَنِّيْهِ کا دوسرا مفعول کہیں گے۔ (۳) ذُرْوَةٌ ہر چیز کا بلند حصہ اور اس کی ذال میں روایتا" تو ضمہ اور کسرہ ہے اور لغتا" فتح بھی ہے (۴) يُجْتَلَا ۔ بمعنی يُنْظَرُ اِلَيْهِ ظَاهِرًا اِجْتَلَيْتُ الْعُرُوْسَ اِذَا نَظَرْتَ اِلَيْهَا بَارِزَةً فِيْ زِيْنَتِهَا بُرُوْزًا بَاهِرًا سے ہے اور اس کی اصل کشف اور ظہور ہے اور جَلَوْتُ السَّيْفَ بھی اسی معنی میں ہے۔

۱۴ يُنَاشِدُ فِيْ اِرْضَائِهٖ لِحَبِيْبِهٖ ... وَاَجْدِرْ بِهٖ سُؤْلًا اِلَيْهِ مُوَصَّلَا

ترجمہ: یہ قرآن مجید اپنے دوست کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے بارے میں کثرت سے سوال کرے گا (یعنی یہ کہے گا کہ اس سے خوش ہو جایئے) اور یہ (قرآن مجید) کس قدر عجیب ہے اس سوال (یعنی مقصود) کے اعتبار سے جو اس قاری یا قرآن کی طرف پہنچا دیا جائے گا (یعنی قرآن کی یہ درخواست منظور ہو جائے گی اور حق تعالیٰ قاری سے خوش ہو جائیں گے)

شرح: یعنی قرآن مجید حق تعالیٰ سے پوری کوشش کے ساتھ سوال کرے گا کہ آپ میرے پڑھنے والے اور دوست رکھنے والے سے خوش ہو جایئے پھر تعجب کا صیغہ لاکر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیسی عجیب چیز ہے کہ اس کا سوال رد نہیں ہوگا بلکہ اس کی درخواست کے موافق حق تعالیٰ قاری سے خوش ہو جائیں گے اور یہ وہ دولت ہے جو جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اس پر بھی اگر ہم قرآن پاک کی قدر نہ کریں تو ہم سے زیادہ ناشکرا کون ہوگا۔

فائدہ: اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو ترمذی میں ابو ہریرہ سے ہے کہ قیامت کے دن قرآن مجید آکر کہے گا کہ یا رب اس کو لباس پہنا دیجئے پس اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا قرآن پھر کہے گا یا رب (اس کو اور) زیادہ دیجئے پس اس کو عزت کا جوڑا پہنا دیا جائے گا قرآن پھر کہے گا۔ یا رب اس سے راضی ہو جایئے تو حق تعالیٰ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قرآن کہے گا کہ اے اللہ میرے دوست کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مجھے خوش کر دیجئے۔

النحو والعربیہ: (۱) یُنَاشِدُ میں چونکہ رغبت کے معنی بھی ہیں اس لیے اس کو فی کے ذریعہ سے متعدی کر دیا۔ (۲) لِحَبِیْبِہٖ کا لام یُنَاشِدُ کے متعلق ہے۔ (۳) اِرْضَائِہٖ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور ضمیر حق تعالیٰ کے لیے ہے اور فاعل مقدر ہے اَیْ فِیْ اِرْضَاءِ الْقُرْاٰنِ اللّٰہَ اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ ترمذی کی روایت میں جو اَیْ رَبِّ اَرْضَ عَنْہُ آیا ہے یہ اس کے موافق ہے یا یہ کہ اِرْضَاء مصدر مجہول ہے یعنی اپنے خوش کیے جانے میں کثرت سے سوال کرے گا۔ (۳) یا یہ کہ اِرْضَاء کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور ضمیر حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور حَبِیْبِہٖ مصدر کا مفعول ہے اور اس پر لام اسی واسطے لائے ہیں کہ یہ مصدر کا معمول ہے۔ عَجِبْتُ مِنْ ضَرْبٍ لِزَیْدٍ کی طرح۔ (۴) بِہٖ کی ہا قرآن یا اِرْضَاء یا مُنَاشَدَتْ کے لیے ہے۔ (۵) سُؤْلاً۔ مَسْؤُلاً کے معنی میں ہے۔

فضائل قرآن پر تفریع

۱۵ فَیَا اَیُّہَا الْقَارِیْ بِہٖ مُتَمَسِّکًا ۔۔۔ مُجِلاًّ لَّہٗ فِیْ کُلِّ حَالٍ مُّبَجِّلاً

ترجمہ: پس اے وہ قاری جس کی حالت یہ ہے کہ کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنے والا ہے اور ہر حال میں اس کو بڑا جاننے والا ہے۔ اس کی عزت کرنے والا ہے۔

۱۶ ہَنِیْئًا مَّرِیْئًا وَّالِدَاکَ عَلَیْہِمَا ۔۔۔ مَلَابِسُ اَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلٰی

ترجمہ: (یہ ندا کا جواب ہے) کہ تو خوش ہو کر زندگی گذار (کیونکہ) تیرے والدین جو ہیں ان پر انوار کے لباس (یعنی) تاج اور زیور ہوں گے۔

۱۷ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِہٖ ۔۔۔ اُولٰٓئِکَ اَہْلُ اللّٰہِ وَالصَّفْوَۃُ الْمَلَا

ترجمہ: (جب قاری کے ماں باپ کو تاج اور زیور ملیں گے) تو (اے قراء یا اے عوام) تمہارا کیا گمان ہے (کہ خود) اس بیٹے پر اس کے جزا دیے جانے کے وقت (کیا کیا انعام فائز ہوں گے یعنی جو چاہو گمان کر لو۔ مختصر یہ ہے کہ یہ (قرا) اللہ کے اہل (اور مقرب) ہیں اور ایسی جماعت ہیں جو خالص اشراف ہیں۔

۱۸ اُولُوا الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقٰی ۔۔۔ حُلَاہُمْ بِہَا جَاءَ الْقُرْاٰنُ مُفَصَّلاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (یہ حضرات) بر (اطاعت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے) اور احسان (خلوص نیت اور دل سے نیک کام کرنے والے) اور صبر (نفس کو گناہوں اور ناجائز خواہشوں سے روکنے والے) اور تقویٰ (خدائے تعالیٰ سے ڈرنے اور شرک سے بچنے والے اور ماسوا کے وسوسہ سے دل کو خالی کرنے) والے ہیں (یہ چاروں) ان کی صفات ہیں ان کے ساتھ قرآن مُبَیِّنْ (یا مُزَیِّنْ) ہو کر آیا ہے (یعنی قرآن ان کی ان صفات کو وضاحت کے ساتھ بیان بھی کرتا ہے اور یہ صفات قرآن پاک کی زینت بھی ہیں جس طرح جواہر سے ہاروں کی زینت ہوتی ہے۔)

شرح: قرآن مجید کے فضائل کے بعد تفریع اور نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ شعر (۱۵) جو قاری ایسا ہو کہ قرآن پر عمل کرنے میں نہایت پختہ ہو اور ہر حال میں (پڑھتے ہوئے بھی اور سنتے ہوئے بھی) قرآن مجید کی تعظیم کرتا ہو اور پوری توجہ سے پڑھتا اور سنتا ہو اس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ شعر (۱۶) تو بے فکر ہو کر خوشی کے ساتھ زندگی گذار کیونکہ تجھے عنقریب ہی قیامت میں بڑی عزت حاصل ہونے والی ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرے ماں باپ کو جنت کے تاج اور زیور ملیں گے آگے۔ شعر (۱۷) فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ میں عام لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ جب قاری کے والدین کو اتنی بڑی عزت اور کرامت نصیب ہوگی تو اب تم ہی بتلاؤ کہ ان کے اس لڑکے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کو کیسی کیسی نعمتیں اور درجات ملیں گے حقیقت یہ ہے کہ اس کو جو عزتیں اور مقامات اور انعامات عطا ہوں گے وہ بیان کے احاطہ سے باہر ہیں۔ البتہ ان کے درجات کا مختصر اور اجمالی بیان یہ ہے کہ یہ قراء اہل اللہ اور پسندیدہ جماعت ہے (اور ان پر ہر طرح کا انعام ہونا ظاہر ہے) شعر (۱۸) اور اسی طرح ان کے فضائل بھی بے شمار اور بے حساب ہیں اس بارے میں بھی صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضرات نیکو کار اور خلوص والے اور صبر اور تقویٰ والے ہیں اور ان اوصاف والوں کے انعامات اور ثواب قرآن مجید کی آیات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں پس ان کے فضائل کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ان کا ذکر کتاب الٰہی میں ہے جو ابدی اور سرمدی ہے چنانچہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اور وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ اور فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ میں انہی اوصاف والوں کے انعامات مذکور ہیں۔

فائدہ: (۱) مُتَمَسِّكًا میں آیت وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ الخ کی طرف اشارہ ہے امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود اپنے نفس کو گناہوں سے نہیں بچاتا اس کا علم اسے نہیں بچا سکتا۔ (۲) منجملہ قرآن مجید کی تعظیم کے یہ بھی ہے کہ اس کے خادموں کی عزت کرے اور اس کے ناقلین کی توقیر کرے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور قرآن کو توجہ کے ساتھ سنے اور اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہے اور قاری اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچائے جو اس کے دین کو عیب دار بناتی ہیں۔ (۳) مِنَ التَّاجِ میں حدیث مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ كَانَتْ فِیْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا اَبُوْدَاؤدَ عَنْ مُعَاذِنِ الْجُهَنِیِّ کی طرف اشارہ ہے یعنی جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے احکام پر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی اس وقت کی روشنی سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی جبکہ وہ دنیا کے گھروں میں آجائے پس تمہارا خود اس کی بابت کیا خیال ہے جس نے اس پر عمل کیا ہوگا اور وَالْحُلَا میں حدیث یُکْسٰی وَالِدَاہُ حُلَّۃً لَّا تَقُوْمُ لَھَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (مُسْنَد بَقِی بن مخلد عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃ) کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کے ماں باپ کو ایسا جوڑا پہنایا جائے گا کہ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں بھی اس کی قیمت نہیں بن سکیں گی۔ (۵) اہل اللہ میں حدیث اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَ خَآصَّتُہٗ ابن ماجہ عَنْ اَنَس کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اہل (خاص متعلقین) بھی ہیں دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا کہ اہل قرآن اللہ کے اہل اور اس کے برگزیدہ حضرات ہیں۔ (٦) اَلْمَلَا میں اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَ اَصْحَابُ اللَّیْلِ (عن ابن عباس) وَفِیْ رِوَایَۃٍ قُرَّآءُ الْقُرْاٰنِ وَقُوَّامُ اللَّیْلِ اور حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ عُرَفَآءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (عَنْ عَلِیٍّ وَّ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ غَیْرِھِمَا) کی طرف اشارہ ہے یعنی میری امت کے اشراف قرآن مجید کے خدام اور شب بیدار لوگ ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ قراء قرآن اور رات کے قیام کرنے والے حضرات ہیں اور تیسری روایت میں ہے کہ قرآن کے ناقلین اہل جنت کے سردار ہوں گے نیز آیت ثُمَّ اَوْرَثْنَا الخ کی طرف اشارہ ہے پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے اس کام کے لیے چن لیا تھا۔

النحو و العربیہ: شعر ۱۵- (۱) اَلْقَارِیْ کے ہمزہ کو ضرورت کی بنا پر ساکن کرکے یا سے بدل لیا اور اس کے بعد کے تینوں منصوبات اسی کی ضمیر سے حال ہیں کیونکہ یہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ کے معنی میں ہے۔ (۲) اِجْلَال اور تَبْجِیْل قریبُ المعنٰی ہیں۔ شعر ۱٦- (۱) ھَنِیٌّ اس عمدہ اور مزیدار چیز کو کہتے ہیں جو آفتوں سے خالی اور کدورتوں سے پاک اور صاف ہو اور آسانی سے مل جائے۔ (۲) مَرِیٌّ وہ چیز ہے جس کا انجام اچھا ہو اور حلق میں آسانی سے اتر جائے اور اصل کے اعتبار سے ہنئ اور مَرِی دونوں طعام اور شراب کے اوصاف میں سے ہیں پھر مجازاً ہو ایک خوشی کی چیز کے ملنے پر مبارک بادی کے معنی میں مستعمل ہونے لگے اور یہاں تقدیر عِشْ عَیْشًا ھَنِیًّا مَّرِیًّا ہے۔ (۳) مَلَا بِسُ اس مَلْبَسٌ کی جمع ہے جو میم اور ب کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ لُبْسٌ کی طرح مصدر ہے یا مِلْبَسٌ کی جمع ہے جو میم کے کسرہ اور ب کے فتحہ کے ساتھ ہے اور مِلْبَسٌ اور لِبَاسٌ پہننے کی چیز کو کہتے ہیں چنانچہ مِیْزَرٌ اِزَارٌ اور مِلْحَفٌ لِحَافٌ بھی مِلْبَسٌ اور لِبَاسٌ کے ہموزن ہیں اور اَنْوَارٍ کی طرف اس کی اضافت مُلَا بَسَتْ کی بنا پر ہے (۴) مِنَ التَّاجِ وَالْحُلَا مَلَابِسُ کا بیان اور اس سے حال ہے اور اَلْحُلَا یا تو حِلْیَۃٌ کی جمع ہے اور یہ وہ ہیئت ہے جو زیور کے پہننے سے حاصل ہوتی ہے یا حُلَّۃٌ کی جمع ہے اور تَضْعِیْف کے دوسرے حرف کو حرف علت سے بدل لیا ہے جو ضرورتاً جائز ہے اور حدیث میں جو یُکْسٰی وَالِدَاہُ حُلَّۃً ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ شعر ۱۷- (۱) فَمَا ظَنُّکُمْ اسمیہ انشائیہ ہے اور امر کے معنی میں ہے اَیْ ظُنُّوْا بِہٖ مَا شِئْتُمْ اور ظَنَّ کے دونوں مفعول محذوف ہیں اَیْ مَا تَظُنُّوْنَہٗ وَاقِعًا اور عِنْدَ اسی وَاقِعًا مُقَدَّر کا ظرف ہے۔ (۲) نَجْل (نسل) بیٹے پوتے کے معنی میں ہے اور واحد اور جمع دونوں میں مستعمل ہے چنانچہ جَزَائِہٖ میں نَجْل کے لفظ کی اور اُولٰئِکَ میں معنی کی رعایت ہے۔ (۳) اَھْلٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَکْبٌ اور رَھْطٌ کی طرح اسم جمع ہے اور حدیث میں اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ اور سورۂ فتح کے وَاَھْلُوْنَا اور اَھْلِیْھِمْ اَبَدًا میں جمع سالم کے صیغے سے آیا ہے اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی جمع سالم ہی کا صیغہ استعمال کیا ہو لیکن کاتب نے اسم جمع سمجھ کر واو کے بغیر لکھ دیا ہو۔ (۴) اَلصَّفْوَۃُ ہر وہ چیز جو خالص ہو اور اس کے صاد پر تینوں حرکتیں ہیں لیکن روایتاً ضمہ نہیں ہے اور اصفہانی کے قول پر فتح فصیح تر اور کسرہ صحیح تر ہے اور سخاویؒ کے نزدیک یہ صَفِیٌّ کی جمع ہے صَبِیٌّ اور صِبْیَۃٌ کی طرح اور اَلصَّفْوَۃُ سے مراد خاصہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ اور حدیث ہی کی موافقت کے لیے اس پر واوٴ لائے ہیں اور اس کی تقدیر وَالْمَجْمُوْعُ الصَّفْوَۃُ ہے (۵) اَلْمَلَا مَھْمُوْزُ اللَّام ہے اور اشراف کے معنی میں ہے اس کا ہمزہ وقفی سکون کی بنا پر الف سے بدل گیا ہے اور یہ مِلْءٌ سے ہے جو بھرنے کے معنی میں ہے اور مناسبت یہ ہے کہ اشراف بھی سینوں کو رعب اور جلال سے اور آنکھوں کو جمال سے اور محفل کو خدام سے پر کر دیتے ہیں۔ شعر۱۸۔ (۱) اُولُوا الْبِرِّ یا تو بحذف عاطف اُولٰئِکَ کی خبر پر معطوف ہے یا ہُمْ مقدر کی خبر ہے (۲) تُقٰی اصل میں وُقٰی تھا وَقٰی یَقِیْ سے پھر اس کی واو کو تا سے بدل دیا اور وِقَایَۃٌ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ مُتَّقِیْ بھی اپنے آپ کو دوزخ سے بچاتا ہے (۳) حُلَاھُمْ اَیْ صِفَاتُھُمْ مبتدا ہے یا اس کی تقدیر ھٰذِہٖ حُلَاھُمْ ہے یا پہلے چاروں اسموں کی صفت ہونے کی بنا پر مجرور المحل ہے (۴) بِھَا جَاءَ کے متعلق ہے (۵) مُفَصَّلًا یا تو تَفْصِیْلٌ بمعنی تَبْیِیْنٌ سے ہے یا تَفْصِیْلُ الْقَلَائِدِ بِالْفَرَائِدِ کے باب سے ہے جو تَزْیِیْنٌ کے معنی میں ہے جیسا کہ امراؤ القیس کے شعر میں ہے۔

فَاَدْبَرْنَ کَالْجِزْعِ الْمُفَصَّلِ بَیْنَہٗ بِجِیْدٍ مُّعَمٍّ فِی الْعَشِیْرَۃِ مُخْوَلِ
اِذَا مَا الثُّرَیَّا فِی السَّمَآءِ تَعَرَّضَتْ تَعَرُّضَ اَثْنَاءِ الْوِشَاحِ الْمُفَصَّلِ

اور بعض نے ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ (سورۂ ہود ع ۱) کی تفسیر میں بھی یہی معنی بیان کیے ہیں ای فُصِّلَتْ بِدَلَائِلِ التَّوْحِیْدِ وَالْاَحْکَامِ وَالْمَوَاعِظِ وَالْقَصَصِ اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی یہی معنی مراد لیے ہوں کیونکہ قرآن مجید میں ابرار اور کفار دونوں کا ذکر ہے پس ابرار کی صفات ان جواہر کی طرح ہیں جو ہاروں میں زینت کے لیے لگائے جاتے ہیں اور یہ فرق خود قرآنی عبارت کے اعتبار سے ہے کہ بعض حصے چاندی کے ٹکڑوں کی طرح ہیں اور بعض جواہر کے مانند ہیں ورنہ ہمارے اعتبار سے تو دونوں برابر ہیں کیونکہ دونوں حصے کلام الٰہی ہیں۔

فائدہ: (اَلْمَلَا کی مفید تحقیق میں) یہ لفظ قرآن مجید میں بھی بہت جگہ آیا ہے اور سب جگہ اشراف کے معنی میں ہے اور قصیدہ میں میم کی تینوں حرکتوں کے ساتھ بیس جگہ آیا ہے۔ چھ جگہ تو مَلَاءٌ میم کے فتحہ سے فَعَلٌ کے وزن پر ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) (دیباچہ شعر نمبر۱۷) (۲) (آل عمران شعر نمبر۳۴) (۳) (مائدہ شعر نمبر۱) (۴) (ہود شعر نمبر۵) (۵) (کہف شعر نمبر۲۵) (۶) (باب المخارج والصفات شعر نمبر۱۶) ان سب میں وقفی سکون کی بنا پر لام کلمہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمزہ الف سے بدل گئی ہے اور سب جگہ اشراف کے معنی میں ہے لیکن آل عمران میں دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اصل میں مَلآءٌ بفتحہ میم فَعَالٌ کے وزن پر ہو اور اصل میں ممدود ہو پھر حمزہ کی قراءت کے موافق وقفاً" قصر کر لیا گیا ہو اس صورۃ میں یہ معاینہ اور ظہور کے معنی میں ہوگا ان میں سے ۱ و ۳ تو ماقبل کی صفت ہے اور ۲ و ۴ اور ۶ مضاف الیہ ہے اور ۵ یا تو شعبہ کا مضاف الیہ ہے یا سَکَنُوْا کی ضمیر سے بدل ہے اور چار جگہ مِلَاءٌ میم کے کسرہ اور مد کے ساتھ فعال کے وزن پر آیا ہے اور چاروں میں حمزہ کی قراءت کے موافق وقفاً" قصر ہے۔ (۱) (آل عمران شعر نمبر۴۱) (۲) (مائدہ شعر نمبر۱۵) (۳) (اعراف شعر نمبر۳۰) (۴) (الکہف شعر نمبر۱۲) ان میں سے ۲ میں تو مَلْآنٌ کی جمع ہے اور صفت ہے یعنی علم سے بھرے ہوئے اور باقی ۳ میں مَلِیْئٌ بمعنی غَنِیٍّ و قَوِیٍّ وَثِقَۃٍ کی جمع ہے اور (۱) میں یاآتُھَا کی یا اَنْصَارِیْ کی اور ۳ و ۴ میں نَفَرٍ کی صفت ہے نیز ۴ میں تمیز بھی ہو سکتا ہے اور دس جگہ مُلآءٌ میم کے ضمہ اور مد کے ساتھ فُعَالٌ کے وزن پر ہے اور یہ مُلَاءَۃٌ بمعنی مِلْحَفَۃٍ (چادر) کی جمع ہے اور مراد دلائل ہیں اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح چادر گرمی اور سردی سے بچاتی ہے اسی طرح دلائل بھی مدلول کو اعتراض سے محفوظ رکھتے ہیں اور وہ مقامات یہ ہیں (۱) (باب ۲۲ یَاءَاتُ الِاَضَافَۃِ۱۶) (۲) (مائدہ شعر نمبر۱۳) (۳) (انفال شعر نمبر۶) (۴) (یونس شعر نمبر۱۲) (۵) (ابراہیم شعر نمبر۵) (۶) (الکہف شعر نمبر۱۰) (۷) (کہف شعر نمبر۲۴) (۸) (اسراء شعر نمبر۱۱) (۹) (مریم شعر نمبر۷) (۱۰) (محمد سے رحمٰن تک شعر نمبر۶)

۱۹ عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِاَنْفَاسِهَا الْعُلَا

ترجمہ: تو ان (مذکورہ بالا نفیس) صفتوں کو لازم (اور مضبوط) پکڑ لے جب تک تو اس (دنیا) میں زندہ رہے اس حالت میں کہ تو ان (کے حاصل کرنے) میں (اوروں پر) غالب آنے والا ہو اور تو ان صفات کی بلند خوشبوؤں کے بدلے اپنے حقیر نفس کو بیچ ڈال۔

شرح: یعنی تو اپنی زندگی بھر ان صفتوں پر پختگی کے ساتھ جمارہ یہ نہ ہو کہ کبھی ان کے حاصل کرنے کا شوق ہو جائے اور کبھی ان کی طرف سے غفلت اختیار کر لے کیونکہ اس طرح ان سے انکا اصلی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اگر فانی اور حقیر نفس کے ناپائیدار آرام و راحت کے مقابلہ میں ہمیشہ باقی رہنے والی اور اعلیٰ درجہ کی چیز حاصل ہو جائے تو یہ ایسی ترقی ہے جس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے اور نفس کے بیچنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو پوری محنت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے احکام کی پابندی کا عادی بناؤ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی اور یہ محنت اور مجاہدہ نہایت خوش مزہ چیز ہے لیکن اس کی قدر وہی جانتے ہیں جنھوں نے اس کو چکھا ہے بقول شاعر۔

لذت اس مئے کی نہ پہچانو گے جب تک نہ پیو — ہم قسم کھا کے خدا کی یہ کہے دیتے ہیں
دررہ وادی لیلی کہ خطرہاست بجاں — شرط اول قدم آن ست کہ مجنوں باشی
اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی — بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نفس کو حقیر اس لیے کہا ہے کہ یہ آغاز و انجام میں غور نہ کرنے کے سبب ذلیل اور بے قدر بن گیا ہے اور کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

مَابَالُ مِنْ اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ وَجِيْفَةٌ آخِرُهٗ يَفْخَرُ

لَافَخْرَ اِلَّافَخْرُ اَهْلِ التُّقٰى غَدًا اِذَا ضَمَّهُمُ الْمَحْشَرُ

یعنی تعجب ہے کہ وہ شخص بھی بڑا بنتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ شروع میں تو نطفہ تھا اور اخیر میں مردار بن جائے گا۔ اچھا یہاں بڑائی کر لیں کل جب سب لوگ محشر میں جمع ہوں گے اس وقت اہل تقویٰ کے علاوہ سب کی بڑائی ختم ہو جائے گی اور اس انیسویں شعر کے الفاظ بھی بدیع ہیں اور معنی بھی جلیل القدر ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ناظم اللہ کے ولی تھے (ابراز المعنی لِاَبِیْ شَامَّۃَ)

فائدہ: اس شعر میں نحل کے تیرہویں رکوع کی آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا الخ کی اور ان دو حدیثوں کی طرف اشارہ ہے (۱) تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کی عمریں دراز ہوں اور اعمال اچھے ہوں۔ (۲) بعض روایات میں علی کرم اللہ وجہ سے ہے کہ مومن کی بقیہ عمر نہایت بیش قیمت ہے جس کے ذریعہ سے ان اعمال کی تلافی کر سکتا ہے جو اس سے فوت ہوگئے ہیں اور اپنی ان روحانی قوتوں کو زندہ کر سکتا ہے جن کو مردہ کر چکا ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) فِيْهَا کا تعلق یا تو عِشْتَ کے ساتھ ہے اَیْ عِشْتَ فِی الدُّنْیَا اور چونکہ عِشْتَ دنیا پر دال ہے اس لیے وہ مذکور کے مانند ہو گئی یا مُنَافِسًا کے ساتھ ہے اور مُنَافَسَتْ کے معنی ہیں رغبت اور شوق کے سبب کسی چیز میں مزاحمت کرنا اور دوسروں سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا (۲) اَلدُّنْیَا ادنیٰ کا مونث ہے (۳) اَنْفَاسِ نَفَسٌ .بفتحہ فا کی جمع ہے۔ اَیْ بِاَرْوَاحٍ طِيْبِهَا اور ضمیر کی ھا حُلَاهُمْ کے لیے ہے جو پہلے شعر میں ہے۔ (۴) اَلْعُلَا عین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اور اس میں دو وجہ ہیں۔ (۱) یہ کہ عُلْیَا کی جمع ہو جو اَعْلٰی کا مونث ہے اس صورت میں تو یہ لفظاً اور معناً" اپنے موصوف کے مطابق ہوگا۔ (۲) یہ کہ مصدر ہو جس طرح علاء عین کے فتحہ اور مد اور ہمزہ کے ساتھ بھی مصدر ہے اس صورت میں اَلْعُلَا رَجُلٌ عَدْلٌ کے باب سے ہوگا اَیْ ذَوَاتِ الْعُلَا اور پہلی وجہ اولیٰ ہے۔ عُلَا کی اس تحقیق کو خوب یاد کر لو۔ کیونکہ یہ قصیدے میں بہت جگہ آئے گا (ابراز)

قراءت کے علماء کی تعریف اور محسن شناسی اور شکر گذاری کے طور پر ان کے لیے دعا

۲۰ جَزَى اللّٰهُ بِالْخَيْرَاتِ عَنَّا اَئِمَّةً لَنَا نَقَلُوا الْقُرْاٰنَ عَذْبًا وَسَلْسَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: حق تعالیٰ ہماری طرف سے ان اماموں کو بہت سی بھلائیوں کے ساتھ جزا دے جنھوں نے ہمارے لیے قرآن مجید کو نقل کیا جس کی حالت یہ ہے کہ شیریں اور صاف ہے (یا آسان ہے)

شرح: یعنی جن اماموں نے قرآن مجید آنحضرت ﷺ سے نقل کر کے ہم تک پہنچایا ہے انکا بھی ہم پر بڑا احسان ہے اس لیے ناظم نے تنبیہہ فرمائی کہ پچھلے لوگوں کو چاہیے کہ پہلوں کی تعظیم کریں اور ان کے لیے دعائے خیر کریں۔ اور انسانی فطرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ محسن کے احسان کی قدر کی جائے اور وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِھِمْ (حشرع ۱) میں حق تعالیٰ نے بھی سلف کی تعظیم کے واجب ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

فائدہ: (۱) احادیث (۱) جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے تم اس کو بدلہ دو پس اگر بدلہ دینے کی طاقت نہ پاؤ تو اس کے لیے دعا ہی کر دو۔ (۲) جس کے ساتھ کسی نے احسان کیا پھر اس نے احسان کرنے والے سے جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہا اس نے اس کی تعریف کا پورا حق ادا کر دیا۔

فائدہ: (۲) (الف) قراء ت کے نقل کرنے والے امام چاروں خلفاء اور صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین کے بہت سے گروہ ہیں جو مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں اور اصل یہ ہے کہ اسلاف کرام کو قرب الٰہی کی دولت بدرجہ کمال حاصل تھی اس کی برکت سے ان کے حوصلے نہایت فراخ اور ہمتیں بہت بلند تھیں وہ قرآن و حدیث کے لفظی اور معنوی تمام علوم کے جامع تھے وہ قاری بھی تھے اور مفسر بھی فقیہہ بھی تھے اور غازی بھی۔ مجاہد بھی تھے اور زاہد بھی، متقی بھی تھے اور عابد بھی۔ پھر بعد کے لوگوں میں چونکہ قرب کے درجے میں کمی آگئی اس لیے ان کے حوصلے اس قدر فراخ نہیں رہے۔ ان حضرات نے اپنی اپنی استعداد اور سمجھ کے مطابق ایک ایک علم کو اختیار کیا اور اس میں ماہر بن گئے کوئی قراء ت کی طرف مائل ہوا کوئی تفسیر کی طرف۔ کسی نے حدیث میں کمال حاصل کیا۔ کسی نے فقہ میں کوئی صرفی بن گیا کوئی نحوی۔ اور بعض خلوت نشین درویش بن گئے۔ (ب) اس مقام پر ملا علی قاری رحمہم اللہ نے جعبریؒ کی ایک تقریر نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام وہ ہے جس میں ذیل کی صفات پائی جاتی ہوں (۱) کلام مجید نہایت پختہ یاد ہو (۲) ہمیشہ اس کے درس میں مشغول ہو (۳) الفاظ کی تجوید میں بھی پوری طرح ماہر ہو (۴) تجوید کی ابتدائی اور انتہائی تمام چیزوں سے واقف ہو۔ (۵) قراء ات اور روایات بھی خوب ضبط ہوں (۶) نحوی ترکیب اور لغوی تحقیق میں بھی ماہر ہو (۷) اشتقاق و صرف سے بھی واقف ہو (۸) ناسخ و منسوخ میں بھی پورا رسوخ حاصل ہو (۹) قرآن کی تفسیر اور تاویل میں بھی پورا ملکہ ہو (۱۰) مسائل کے نقل کرنے میں اپنی رائے اور محض صرف و نحو کے قواعد کو دخل نہ دیتا ہو (۱۱) صاحب وقار اور مستقل مزاج ہو (۱۲) مجسم حیا ہو۔ عادل ہو اور شیطانی فریب کے سمجھنے کے لیے پورا ہوشیار ہو۔ (۱۳) پرہیز گار ہو دنیا سے نفرت رکھتا ہو اور آخرت کی طرف پوری طرح متوجہ ہو۔ (۱۴) حق تعالیٰ سے قریب ہو۔ جس میں یہ سب صفات ہوں وہی اس لائق ہے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کی تحقیق پر اعتماد کیا جائے۔ اس کے قول کی پیروی کی جائے اور اس کے افعال سے ہدایت حاصل کی جائے اور قراء سبعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کا ذکر آگے آرہا ہے ان میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔

النحو و العربیہ : (۱) جملہ جَزَى اللّٰهُ "لفظاً" خبریہ اور معناً" انشائیہ ہے اور جَزٰی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا کی طرح اور ناظم نے دوسرے مفعول (خَيْرَات) پر با زیادہ کی ہے اور یہ خَيْرَةٌ کی جمع ہے جو ہر چیز کے فاضل حصہ کے معنی میں ہے۔ (۲) لَنَا یا تو نَقَلُوْا کا معمول ہے یا اَئِمَّةٌ کی صفت ہے (۳) عَذْبًا وَّسَلْسَلًا یا تو نَقْلًا مقدر کی صفت ہیں یعنی اس طرح نقل کیا ہے جو کمی اور زیادتی اور تبدیل و تحریف سے پاک ہے یا اَلْقُرْاٰنَ کا حال لازمہ ہے یعنی جس طرح نقل کیا تھا اب تک بھی اسی شیرینی پر ہے اس میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا (۴) قرآن یا تو کتاب کا نام ہے یا مصدر ہے جیسا کہ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ میں ہے اور اس سے مراد اصول اور وجوہ اور قراءات اور روایات ہیں اور قراءت کی نقل میں شیرینی یہ ہے کہ انہوں نے اس میں رائے کو ذرا بھی دخل نہیں دیا اور صحیح سند سے ثابت ہے اور رسم عثمانی اور عرب کے لغت کی فصیح وجہ کے موافق ہے (۵) عَذْب عمدہ پانی سَلْسَل وہ جو حلق میں آسانی سے اتر جائے۔

۲۱ فَمِنْهُمْ بُدُوْرٌ سَبْعَةٌ قَدْ تَوَسَّطَتْ سَمَاءَ الْعُلَا وَالْعَدْلِ زُهْرًا وَّكُمَّلًا

ترجمہ : پس ان بہت سے اماموں میں سے بعض ایسے چاند ہیں جو سات ہیں جو بلندی اور عدل و صداقت کے آسمان کے درمیان پہنچ گئے ہیں جن کی حالت یہ ہے کہ منور اور کامل ہیں۔

شرح : یعنی ان ناقلین میں سے قراء سبعہ بھی ہیں جو ظاہر اور مشہور ہونے میں اس چاند کی طرح ہیں جو آسمان کے درمیان ہوتا ہے کیونکہ اس وقت چاند کی روشنی ہر طرف برابر پہنچتی ہے اس لیے خوب ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا نفع بھی نہایت کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ آئمہ بھی پوری طرح مشہور ہیں اور علم میں کامل اور بلند شان والے ہیں اور ان کے فیوض عالم کے تمام اطراف میں پہنچ گئے ہیں اور ان کو شموس کے بجائے بدور (چاند) اس لیے فرمایا کہ جس طرح چاند کی روشنی سورج کے فیض سے ہے اسی طرح ان حضرات نے بھی اپنے علوم کو تابعین اور صحابہ کے واسطے سے نبی ﷺ کی ذات گرامی سے حاصل کیا ہے اور آپ انبیاء علیہم السلام کے سورج ہیں۔

فائدہ : (۱) ساتوں قاریوں کو بدور اس لیے کہا کہ یہ کامل چاند کے مشابہ ہیں چونکہ یہ حضرات فن کے پورے عارف اور بلند مرتبہ اور ضبط و حافظہ میں مشہور تھے اور ان کے طرق (شاگرد) بھی اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے تھے اس لیے اس زمانہ کے لوگوں نے ان کو بالاتفاق امام مان لیا۔ (۲) ان کے بارے میں ابو مزاحم خاقانی کہتے ہیں۔

اشعار

وَاِنَّ لَنَا اَخْذَ الْقِرَآءَةِ سُنَّةٌ عَنِ الْاَوَّلِيْنَ الْمُقْرِئِيْنَ ذَوِى السِّتْرِ

ہمارے لیے یہ بات سنت ہے کہ قراءت کو ان متقدمین سے حاصل کریں اور نقل کریں۔ جو قراءت کے استاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھیدوں اور باریکیوں سے واقف تھے۔

فَلِلسَّبْعَةِ الْقُرَّآءِ حَقٌّ عَلَى الْوَرٰى لِاِقْرَائِهِمْ قُرْآنَ رَبِّهِمُ الْوِتْرِ

پس ساتوں قاریوں کا مخلوق پر حق ہے اس لیے کہ انہوں نے اپنے یکتا پروردگار کا قرآن پڑھایا ہے۔

فَبِالْحَرَمَيْنِ ابْنُ الْكَثِيْرِ وَنَافِعٌ وَبِالْبَصْرَةِ ابْنُ لِلْعِلَآءِ اَبُوْعَمْرٍ

پس حرمین (مکہ اور مدینہ) میں ابن کثیر اور نافع ہیں اور بصرہ میں علاء کے بیٹے ابو عمرو ہیں۔

وَبِالشَّامِ عَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ عَامِرٍ وَ عَاصِمُ نِالْكُوْفِيُّ وَهُوَ اَبُوْبَكْرٍ

اور شام میں عبداللہ ہیں جن کی کنیت ابن عامر ہے اور عاصم کوفی ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

وَحَمْزَةُ اَيْضًا وَّالْكِسَائِيُّ بَعْدَهٗ اَخُو الْحَذْقِ بِالْقُرْآنِ وَالنَّحْوِ وَالشِّعْرِ

اور حمزہ بھی انہیں سات میں سے ہیں اور ان کے بعد کسائی ہیں جو قرآن اور نحو اور شعر تینوں علوم میں حاذق (ماہر) تھے۔

(۳) علامہ دانی فرماتے ہیں:

فَهٰؤُلَآءِ السَّبْعَةُ الْاَئِمَّةُ هُمُ الَّذِيْنَ نَصَحُوْا لِلْاُمَّةِ

پس یہ سات امام ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے امت کے ساتھ بڑی خیر خواہی اور شفقت کا برتاؤ کیا ہے۔

وَنَقَلُوْا اِلَيْهِمُ الْحُرُوْفَا وَدَوَّنُوا الصَّحِيْحَ وَالْمَعْرُوْفَا

انہوں نے قرآن کے الفاظ کو نبی ﷺ سے نقل کیا ہے اور صحیح اور معروف و مشہور کو کتابوں میں جمع کیا ہے

وَمَيَّزُوا الْخَطَاءَ وَالتَّصْحِيْفَا وَطَرَحُوا الْوَاهِيَ وَالضَّعِيْفَا

انہوں نے لغزش اور غلطی کو جدا اور ممتاز کر دیا ہے اور کمزور اور ضعیف کو علیحدہ ڈال دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَنَبَذُوا الْقِيَاسَ وَالْآرَاءَا وَسَلَكُوا الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَآءَ

اور قیاس اور آراء کو الگ پھینک دیا اور صاف اور سفید راستہ اختیار کیا ہے۔

بِالْاِقْتِدَا بِالسَّادَةِ الْاَخْيَارِ وَالْبَحْثِ وَالتَّفْتِيْشِ لِلْآثَارِ

نیز انہوں نے سردار اور بہترین بزرگوں کی پیروی کی ہے اور آثار اور احادیث میں پوری بحث اور تفتیش سے کام لیا ہے۔

(۴) قاضی اسماعیل ابن اسحاق سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید تو تبدیلی سے محفوظ رہا اور دوسری آسمانی کتابوں میں مخالفین نے بہت سی تبدیلیاں کر دیں فرمایا پہلی کتابیں تو ان کے علماء کے سپرد کی گئیں تھیں کہ وہ خود ان کی حفاظت کریں چنانچہ ارشاد باری ہے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اس بنا پر کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت کا مطالبہ کیا گیا تھا) اور قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجرع ۱) اور اس کی شان میں یہ بھی فرمایا ہے۔ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ کہ اس کتاب میں غلط بات نہ آگے کی طرف سے آکر شامل ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے سے اور حدیث میں بھی اس حفاظت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ اس علم کو پچھلے زمانہ کے لوگوں میں سے تمام عادل اور معتبر لوگ سیکھتے رہیں گے جو حد سے تجاوز کرنے والوں کی ادل بدل اور اہل باطل کی آمیزش کو اس سے بالکل علیحدہ رکھیں گے۔ نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو بھیجتے رہیں گے جو امت کے لیے اس کے دین کو قوی اور مضبوط کر دے گا۔ (ابو داؤد و الحاکم وا لبیھقی فی المعرفته عن ابی ہریرۃ مرفوعا)

النحو و العربیہ: (۱) مِنْهُمْ یا تو خبر ہے یا بُدُوْرٌ سَبْعَةٌ کا رافع ہے (۲) اَلْعُلَا عین کے ضمہ اور قصر کے ساتھ بلندی اور شرافت کے معنی میں ہے اور عین کے فتحہ اور مد اور ہمزہ کے ساتھ ہو تب بھی یہی معنی دیتا ہے۔ یہ دونوں مصدر ہیں یا یوں کہو کہ عُلَا عُلْيَةٌ کی جمع ہے اس صورت میں یہ موصوف مقدر کی صفت ہوگا۔ اَیْ سَمَآءَ الْمَنَاقِبِ الْعُلَا اَوِ الْمَرَاتِبِ الْعُلَا (۳) زُهْرًا یا تو اَزْهَرُ کی جمع ہے اَحْمَرُ حُمْرٌ کی طرح یا زَاهِرٌ کی بَاذِلٌ اور بُذَّلٌ کی طرح اور اَزْهَرُ روشن کے معنی میں ہے اور اس کا اطلاق چاند پر بھی ہوتا ہے اور اس شخص پر بھی جس کا چہرہ روشن اور چمکدار ہو اور كُمَّلًا كَامِلٌ کی جمع ہے اور یہ دونوں تَوَسَّطَتْ کے فاعل سے حال ہیں اول مُقَیِّدَه ہے اور ثانی موکدہ ۔سوال۔ کمال تو لفظ بدر ہی سے سمجھا جا رہا ہے پھر كُمَّلًا کے حال بنانے کا کیا فائدہ ہوا۔ جواب۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ چاند کا جسم کامل ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ گہن وغیرہ کے عیب سے بری ہے (۴) قراء کو چاند سے تشبیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکر یہ کہنا کہ یہ آسمان کے درمیان پہنچ گئے ہیں۔ استعارہ تَرشِیحِیَّہ ہے اور اسی طرح قراء کو بدور کہہ کر آئندہ شعر میں رواۃ کو شہب (ستارے) کہنا یہ بھی تَرشِیحِیَّہ ہے جس کا استعمال کلام کی خوبیوں میں سے ہے نیز طرز بیان کی خوبی دیکھئے کہ قراء اور رواۃ کے مشہور اور نافع ہونے کو کیسے عجیب طریق سے ظاہر کیا ہے کہ قراء چاند ہیں جو عدالت اور بلندی کے آسمان کے بیچوں بیچ پہنچ گئے ہیں اور رواۃ ستارے ہیں جنہوں نے ان چاندوں سے روشنی حاصل کر کے تمام عالم کو روشن کر دیا ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّاَبِیْہِ

۲۲ لَہَا شُہُبٌ عَنْہَا اسْتَنَارَتْ فَنَوَّرَتْ سَوَادَ الدُّجٰی حَتّٰی تَفَرَّقَ وَانْجَلٰی

ترجمہ: ان چاندوں کے لیے ایسے روشن چمکدار ستارے ہیں جنہوں نے ان سے روشنی حاصل کی ہے پھر ان ستاروں نے (رات کی) اندھیریوں کی سیاہی (کی جگہ) کو روشن کر دیا یہاں تک کہ سیاہی بالکل جدا ہو گئی اور (سیاہی کی جگہ) ظاہر (اور روشن) ہو گئی۔

شرح: یعنی ان ساتوں اماموں کے لیے کچھ رواۃ اور شاگرد ہیں جو ستاروں کے مشابہ ہیں اور انہوں نے ان ساتوں اماموں سے قرآن کے علوم حاصل کر کے ان کو عالم میں پھیلا دیا۔ سو ان علوم کے سبب کفر و جہالت کی اندھیریاں مٹ گئیں اور عالم میں قرآن کے انوار پھیل گئے۔

النحو و العربیہ: (۱) شُہُبٌ (ستارے) شِہَابٌ کی جمع ہے جو اصل میں آگ کے شعلہ کے معنی میں ہے بِشِہَابٍ قَبَسٍ کی طرح پھر ان ستاروں کا نام بن گیا جو ان جنات کو سزا دینے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں جو نبی ﷺ کے زمانہ میں آسمانی باتیں چوری سے سن کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق طویل کلام اور عمدہ معنی ہیں جن کو میں نے شقراطسی کے قصیدے کی شرح میں بیان کیا ہے اور چونکہ اِسْتَنَارَتْ میں اخذت کے معنی بھی ہیں اس لیے اس کو عن سے متعدی کر دیا (۲) دُجٰی دُجْیَۃٌ (ظُلْمَۃٌ) کی جمع ہے اور اندھیری سے جہالت اور روشنی سے علم مراد ہے۔

۲۳ وَسَوْفَ تَرَاہُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِہٖ مُتَمَثِّلَا

ترجمہ: اور تو عنقریب ہی ان ساتوں کو اس حالت میں دیکھے گا کہ ایک دوسرے کے بعد اپنے شاگردوں میں سے دو کے ساتھ معین ہو کر آئے گا۔

شرح: یعنی قراء کا ذکر اس طرح کیا جائے گا کہ ہر ایک قاری کا الگ الگ نام آئے گا اور اس کے ساتھ اس کے دو شاگردوں کو بھی بیان کیا جائے گا۔

فائدہ: انسان کے اصحاب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی پیروی کریں اصحاب الشافعیؒ اور اصحاب ابی حنیفہؒ کی طرح پس یہاں اصحاب سے ناقلین مراد ہیں اور ان ساتوں اماموں کے شاگردوں کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو خود امام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد ہیں اور یہ نافع عاصم اور کسائی کے اصحاب ہیں۔ دوم وہ کہ امام کے اور ان کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ ابو عمرو اور حمزہ کے اصحاب ہیں پس ابو عمرو اور ان کے اصحاب کے درمیان یحیٰی یزیدی کا اور حمزہ اور ان کے راویوں کے درمیان سلیم کا واسطہ ہے۔ سوم وہ جن کے درمیان کئی واسطے ہیں اور وہ ابن کثیراور ابن عامر کے راوی ہیں چونکہ نظم میں ایک واسطہ کا بیان کرنا آسان تھا اور کئی واسطوں کا ذکر کرنا دشوار تھا اس لیے اول کو بیان کر دیا اور ثانی کو ترک کر دیا۔

النحو والعربیہ: تَرَاهُمْ کی ضمیر بدور کے لیے ہے شعلہ کے قول کے موافق بدور یا شُهُبْ یا دونوں کے لیے نہیں ہے اور تَرٰی اگر بَصَرِیْ رُؤْیَتْ سے ہو تو وَاحِدًا مفعول سے حال ہوگا یعنی مُرَتَّبِیْنَ اَیْ وَاحِدًا وَّاحِدًا چنانچہ بَیَّنْتُ حِسَابَهٗ بَابًا بَابًا اور بَابًا بُعْدَ بَابٍ دونوں طرح بولتے ہیں گویا ان حضرات کا وہ ظہور جو نظم میں کتابت اور سماعت کے ذریعہ ہوا ہے اس کو معین اور مشخص اجسام کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اس لیے تَرٰی کو بَصَرِیْ رُؤْیَتْ سے مان لیا یا وَاحِدًا تَرٰی کے مفعول (هُمْ) سے بدل ہے اور اگر تَرٰی علمی رُؤْیَتْ سے ہو تو وَاحِدًا دوسرا مفعول ہوگا اَیْ تَعْلَمُهُمْ کَذَالِکَ اور بَعْدَ وَاحِدٍ اور مُتَمَثِّلاً دونوں صورتوں میں وَاحِدًا کی صفتیں ہیں۔ اور مَعَ اثْنَیْنِ وَاحِدًا کا ظرف ہے اور مِنْ اَصْحَابِهٖ اِثْنَیْنِ کی صفت ہے یا مَعَ اثْنَیْنِ مُبْتَدَاءٍ مقدر کُلًّا کی خبر ہے یا تقدیر کُلاًّ مَّعَ اثْنَیْنِ ہے۔ اس صورت میں کُلاًّ۔ وَاحِدًا سے بدل ہوگا اَیْ تَرٰی کُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مَّعَ اثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تقدیر اس طرح ہو وَاحِدًا مَّعَ اثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَعْدَ وَاحِدٍ مَّعَ اثْنَیْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ پھر اول کو حذف کر دیا ہو کیونکہ ثانی اس پر دلالت کرتا ہے۔

۲۴ تَخَیَّرَهُمْ نُقَّادُهُمْ كُلَّ بَارِعٍ وَلَیْسَ عَلٰی قُرْاٰنِهٖ مُتَاكِلًا

ترجمہ: ان (بدور اور ستاروں) کو ان کے پرکھنے والوں نے منتخب کر لیا ہے یعنی ہر ماہر کو اور (ہر ایسے شخص کو) جو اپنے قرآن کو معاش کا ذریعہ بنانے والا نہیں تھا۔

شرح: یعنی جو علماء ضعیف اور قوی اور کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے والے تھے انہوں نے ان اماموں اور روایوں میں دو ممتاز صفتیں پائیں۔ (۱) قراء ت کے فن میں یہ حضرات اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق تھے اور کوشش اور محنت کے سبب اپنی مثال آپ ہی تھے (۲) قرآن مجید کے پڑھانے پر نہ تنخواہ لیتے تھے اور نہ اس کو دنیا کے پیشوں کی طرح سمجھتے تھے اس بنا پر کہ حدیث میں ہے کہ قرآن کو کھانے اور معاش کا ذریعہ نہ بناؤ نیز ارشاد ہے کہ جس نے قرآن مجید اس لیے پڑھا کہ اس کو کھانے پینے کا ذریعہ بنائے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر صرف ہڈیاں ہوں گی گوشت بالکل نہ ہوگا۔ (اَبُوْ نَعِیْم عَنْ زَاذان وَالْبیهقی عَنْ بریدةؓ مرفوعًا) نیز ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے سوال کرے کیونکہ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن مجید پڑھ کر حق تعالیٰ کے بجائے لوگوں سے سوال کریں گے۔ (ترمذی عن عمران) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اہل علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک جماعت قرآن مجید کو معاش کا ذریعہ بنانے سے پرہیز کرتی تھی باوجود اس کے کہ بعض اماموں کے نزدیک یہ ان کے لیے جائز بھی تھا اور امام حمزہؒ اس بارے میں بہت ہی محتاط تھے۔ غرض مذکورہ بالا روایات کی بنا پر یہ حضرات اس خدمت کے عوض دنیائے فانی کے مال وجاہ کے طالب نہ تھے بلکہ صرف حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور اسی کے لیے تمام زندگی وقف کر دی تھی ان دو صفتوں کی بنا پر اس زمانے کے معتبر علماء و فقہا و محدثین و مفسرین سب نے بالاتفاق ان کو امام القراءت تسلیم کیا اور ان کی اختیار کی ہوئی وجوہ کو بلا انکار قبول کر کے پڑھنے اور پڑھانے لگے۔ کیونکہ یہ سب وجوہ وہی تھیں جو نبی ﷺ سے پہنچی تھیں پس ان حضرات کی طرف قراءات کی نسبت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ اس فن میں یکتائے زمانہ بن گئے تھے ورنہ قراءت کے جاننے والے اور پڑھنے پڑھانے والے تو اس وقت بھی بے شمار تھے جیسا کہ اجتہادی مسائل کی نسبت چاروں اماموں کی طرف اسی لیے کی جاتی ہے کہ اس بارے میں ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ ورنہ قرآن اور حدیث سے مسائل کے نکالنے والے اور حضرات بھی بے شمار تھے۔ فَتَأَمَّلْ

النحو و العربیہ: (۱) علی قاری کے قول پر هُمْ کی دونوں ضمیریں بُدُوْر اور شُهُب دونوں کے لیے ہیں اور یہی اولیٰ ہے اور ابو شامہ کے نزدیک بُدُوْر یا شُهُب یا دونوں کے لیے ہیں اور شعلہ کی رائے پر صرف بدور کے لیے ہیں (۲) كُلَّ بَارِعٍ تَخَيَّرَ کے مفعول سے بدل ہے یا اس کا نصب مدح کی بنا پر ہے اور لَيْسَ اس کے معنی پر معطوف ہے۔ اَیْ كُلَّ مَنْ بَرَعَ وَمَنْ لَّيْسَ گویا یہ دو صفتیں ہیں اَیْ كُلَّ بَارِعٍ غَيْرِ مُتَاكِلٍ (۳) عَلٰى (با) سببیہ کے معنی میں ہے اور مُتَاكِلًا کے متعلق ہے (۴) قرآن میں نقل بھی جائز ہے لیکن ترک اولیٰ ہے اور روایت بھی نقل کے بغیر ہی ہے (۵) مُتَاكِلًا تَاكَّلَ بِكَذَا جَعَلَهٗ سَبَبًا لِّلْاَكْلِ سے ہے اور ابو شامہ نے اس کے دو معنی اور بیان کیے ہیں (ا) ممکن ہے کہ مُتَاكِلًا تَاكَّلَ الْبَرْقُ وَالسَّيْفُ اِذَا هَاجَ لَمَعَانَهٗ سے ہو اَیْ لَمْ يَنْتَصِبْ ظَاهِرَ الشُّعَاعِ لِاَهْلِ الدُّنْيَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَزِيْزِ فَيَجْعَلَهٗ وُصْلَةً اِلٰى دُنْيَاهُمْ (ب) یا یہ تَاكَّلَتِ النَّارُ اِذَا هَاجَتْ سے ہو اَیْ لَمْ يُكْثِرِ الْحِرْصَ عَلَى الدُّنْيَا اس صورت میں عَلٰى مَعَ کے معنی میں ہوگا عَلٰى حُبِّهٖ (بقرہ و دہر) اور عَلٰى ظُلْمِهِمْ (رعد) اور عَلَى الْكِبَرِ (ابراہیم) کی طرح۔

سات قاریوں اور ان کے چودہ راویوں کا بیان جن کی مجموعی تعداد اکیس ہے

۲۵ فَاَمَّا الْكَرِيْمُ السِّرِّ فِي الطِّيْبِ نَافِعٌ ۔۔۔ فَذَاكَ الَّذِي اخْتَارَ الْمَدِيْنَةَ مَنْزِلَا

ترجمہ: پس لیکن خوشبو کے بارے میں شریف بھید والے (نیز خوشبو کی وجہ سے یا خوشبو کے بارے میں پاک باطن والے) کہ جو نافع ہیں۔ پس یہ وہ (خوش نصیب بزرگ ہیں) جنہوں نے مدینہ (جیسے مبارک مقام) کو ٹھکانا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطن بنایا ہے۔

۲۶ وَقَالُونُ عِيسَى ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ بِصُحْبَتِهِ الْمَجْدَ الرَّفِيعَ تَأَثَّلَا

ترجمہ: اور قالون (یعنی) عیسیٰ پھر عثمان ان قرا میں کے ورش جو ہیں ان دونوں نے امام نافع کی صحبت کی وجہ سے بلند بزرگی کو جمع کر لیا تھا (اور سردار بن گئے تھے)

شرح: یعنی پہلے قاری امام نافع مدنی ہیں جو خوشبو کی وجہ سے پاک باطن یا شریف بھید والے ہیں۔ جب آپ قرآن پڑھتے تھے یا بات کرتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ کسی نے دریافت کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن یا اے ابو رویم جب آپ پڑھانے اور پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں فرمایا نہ تو میں خوشبو لگاتا ہوں اور نہ میں خوشبو کے نزدیک ہی جاتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ میرے منہ میں (یعنی منہ سے منہ ملاکر) قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے اور شریف بھید سے یہی خواب کا واقعہ مراد ہے۔ دیکھو قرآن مجید کی مخلصانہ خدمت پر دنیا میں بھی کیسے کیسے اعزاز نصیب ہوتے ہیں جن کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے۔ پھر آخرت کی سلطنت کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ آپ نے مدینہ میں ہی ۱۶۹ھ میں ننانوے سال یا اس سے کچھ کم عمر پاکر وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک مسجد نبوی کے قریب جنت البقیع میں ہے اور آپ کے دو راوی ہیں۔ (۱) قالون یہ ان کا لقب ہے جو ان کی قراءت کے عمدہ ہونے کی وجہ سے امام نافع یا امام مالک کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا کیونکہ قالون رومی زبان میں عمدہ چیز کو کہتے ہیں اور ان کا نام عیسیٰ ابن مینا اور کنیت ابو موسیٰ ہے آپ کانوں سے بہرے تھے لیکن یہ کرامت تھی کہ قرآن مجید کے سننے میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ ۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ (شرح سبعہ قراآت) (۲) ورش یہ ان کا لقب ہے جو نافع نے اس بنا پر مقرر کیا تھا کہ ان کا رنگ گورا تھا۔ اور نام عثمان ہے۔ آپ مصری ہیں ۱۹۷ھ میں ۸۷ عمر ستاسی سال مصر ہی میں وفات پائی۔

فائدہ: امام نافع کے مزید حالات میں آپ نافع ابن عبدالرحمٰن ہے، جعونہ ابن شعوب اللیثی کے آزاد کردہ غلام تھے جو حمزہ ابن عبدالمطلب کے حلیف تھے اصل کے اعتبار سے اصفہانی ہیں رنگت سیاہ تھی، قراءت کی وجوہ اور عربیت کے عالم تھے۔ نبی ﷺ کی احادیث پر مضبوطی کے ساتھ عامل تھے۔ نیز دارالہجرت مدینہ طیبہ کے امام تھے۔ ابو جعفر کے بعد آپ کی امامت پر اجماع تھا۔ آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ صحابہ میں سے طفیل اور ابن ابی انیس رضی اللہ عنہما کی زیارت کی ہے۔ اس لیے آپ تابعی ہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نافع کی قراءت سنت اور پسندیدہ ہے۔ اسحاق مسیبی نے عرض کیا کہ آپ کا چہرہ کیسا اچھا ہے اور اعضا کی بناوٹ اور ساخت کس قدر خوبصورت ہے فرمایا ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ نبی ﷺ نے مجھ سے خواب میں مصافحہ فرمایا ہے۔ ستر تابعین سے قرآن پڑھا انہیں میں سے امام ابو جعفر یزید ابن قعقاع بھی ہیں جو قراءت کے آٹھویں امام اور ابن عباس رضی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں نافع خود کہتے ہیں کہ جب میں ابو جعفر سے پڑھتا تھا۔ اس وقت میری عمر نو سال کی تھی اور دوسرے شیخ شیبہ ابن نصاح اور تیسرے عبدالرحمٰن ابن ہرمز الاعرج ہیں۔ ان تینوں نے ابن عباس اور ابی ابن کعب سے اور ان دونوں نے نبی ﷺ سے پڑھا اور آپ نے جبرئیلؑ سے اور انہوں نے رب جلیل سے یا لوح محفوظ سے حاصل کیا اور آپ کے راوی بہت ہیں اور سب معتبر ہیں جیسے اسماعیل' مسیبی' اصمعی' ابن خویلد' ابن جماز' امام مالک ابن انس' ابو عمرو ابن العلا وغیرہ' لیکن یہاں ناظم نے ان میں سے دو مشہور راویوں کو بیان کیا ہے۔

النحو و العربیہ : (۱) اَمَّا حرف شرط ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فاء کا آنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ مجمل کی تفصیل کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی پہلے ایک مضمون مختصراً بیان کیا جاتا ہے (جیسے یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرائے بدور سات ہیں اور ہر ایک کے دو دو راوی ہیں) پھر اَمَّا سے اس کی تفصیل شروع ہوا کرتی ہے اور اس کا فعل بھی لازمی طور پر حذف ہوتا ہے اور خبر اور جواب کو اس کا عوض بناتے ہیں چنانچہ رضی کہتے ہیں کہ اَمَّا زَیْدٌ فَقَائِمٌ کی اصل یہ تھی مَایَکُنْ مِّنْ شَیْءٍ فَزَیْدٌ قَائِمٌ (۲) اَلْکَرِیْمُ السِّرِّ حَسَنُ الْوَجْہِ کے باب سے ہے پس السِّرّ کی را میں تینوں اعراب جائز ہیں لیکن رِوَایَۃً صرف جر ہے (۳) فِی الطِّیْبِ یا تو اَلسِّرِّ کے متعلق ہے یا اَلْکَرِیْمُ کے (۴) نَافِعٌ یا تو اَلْکَرِیْمُ سے بدل ہے یا عطف بیان (۵) فَذَاکَ کی فاء شرط کے جواب کے لیے ہے اور فاء کے بعد کا پورا جملہ اسمیہ ہے جو اَلْکَرِیْمُ السِّرِّ کی خبر ہے (۶) اَلْمَدِیْنَۃَ اِخْتَارَ کا مفعول ہے اور مدینہ کا دوسرا نام طیبہ ہے لیکن اول کثیر الاستعمال ہے۔ (۷) مَنْزِلاً اِخْتَارَ کے مفعول اَلْمَدِیْنَۃَ سے تمیز ہے اور اگر یہ مان لیں کہ اِخْتَارَ۔ اِتَّخَذَ کے معنی کو مُتَضَمِّنْ ہے تو پھر مَنْزِلاً دوسرا مفعول ہوگا یا یوں کہو کہ یہ وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ کی طرح حذف وایصال کے قبیل سے ہے یعنی اصل میں اِخْتَارَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ مَنْزِلاً تھا پھر جار کو حذف کر کے اَلْمَدِیْنَۃَ کو فعل کے ساتھ متصل کر دیا گویا یہ حرف جر مُقَدَّرَ کے سبب تَقْدِیْرًا مجرور ہے (۸) ناظم تیسیر و ابن مجاہد کی پیروی کرتے ہوئے نافع کو اوروں سے پہلے لائے ہیں نیز اس لیے بھی کہ یہ مدنی ہیں اور مدینہ امام مالک کے نزدیک تمام مقامات سے حتیٰ کہ مکہ سے بھی افضل ہے اور ناظم بھی مالکی ہیں اور ابو العز ابن کثیر کو اور اہوازی۔ ابن عامر کو سب سے پہلے لائے ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک وجہ ہے جو ظاہر ہے (۹) قالون کا غیر منصرف قرار دینا (باوجود اس کے کہ یہ لقب بننے سے پہلے رومی زبان میں اسم جنس تھا علم نہیں تھا) یا تو کوفیین کی رائے پر ہے غالباً ان کے نزدیک منقول ہونے کے بعد کی علمیت بھی کافی ہے۔ گو پہلے سے نہ ہو یا اس لیے غیر منصرف ہے کہ قالون عجمی زبان میں بھی علم ہی ہوگا جیسا کہ حَسَن اور سَہل عَلَم بھی ہیں اور صفت مشبہ بھی اور اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ قالون' قارون اور ہارون کے وزن پر ہے۔ (۱۰) عیسیٰ بدل ہے عطف بیان نہیں کیونکہ یہاں لقب اسم سے مشہور تر ہے اور اسی لیے قالون کو عیسیٰ کی طرف مضاف بھی نہیں مان سکتے کیونکہ معروف یہ ہے کہ اسم کی اضافت لقب کی طرف ہو چنانچہ سعید کرز کہتے ہیں نہ کہ بالعکس اور سورۂ ام القرآن شعر نمبر ۴ میں قالون کو منصرف کر کے لائے ہیں۔ اسی طرح غلبون کو باب المدو القصر شعر نمبر ۸ میں غیر منصرف اور باب الھمز المفرد شعر نمبر ۸ میں منصرف استعمال کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غلبون ابو الفتح کی رائے پر منصرف اور ان کے شیخ ابو علی کی رائے پر غیر منصرف ہے اور قالون بھی غلبون کا ہموزن ہے اس میں بھی یہی دونوں صورتیں جاری ہو سکتی ہیں (اور اسی لیے) یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صرف و عدم صرف دونوں میں سے بلا تعیین ایک اصل اور دوسرا ضرورت کی بناء پر ہے۔ اور غلبون غلبہ سے اور حمدون حمد سے اور سعدون سعد سے بنا ہے۔ ابن برہان لمع کی شرح میں کہتے ہیں کہ حمدون ابو علی کی رائے پر غیر منصرف ہے اور متنبیٰ کے ایک ہی شعر میں حمدون دونوں طرح آیا ہے۔ ابن جنی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ حمدون کا غیر منصرف ہونا ضرورت کی بنا پر ہے۔ نتیجہ یہ کہ قالون' غلبون' حمدون' سعدون' اور ان کے ہموزنوں میں علماء کے دو مذہب ہیں (۱) صرف (۲) عدم صرف (ابراز) (۱۱) ثُمَّ تراخی کے لیے ہے رتبتاً" ہو خواہ اخباراً (۱۲) وَرُشُهُمْ صَالِحُهُمْ اور اَبُوْ عَمْرِهِمْ وغیرہ میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بنا پر ہے۔

۲۷ وَمَكَّةُ عَبْدُ اللهِ فِيهَا مَقَامُهُ ۔۔۔ هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَى

ترجمہ: اور مکہ جو ہے اس میں عبداللہ کی اقامت کی جگہ ہے یہ ابن کثیر ہیں (اپنی) قوم (یا قراء میں) کے غالب اور نام آور ہیں اس حالت میں کہ بلند ہیں۔

۲۸ رَوٰى اَحْمَدُ الْبَزِّىُّ لَهٗ وَمُحَمَّدٌ ۔۔۔ عَلٰى سَنَدٍ وَّهُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

ترجمہ: ان (ابن کثیر) سے احمد بزی نے اور محمد نے (قراءت کو) سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ (محمد) جو ہیں ان کو قنبل لقب دیا گیا ہے۔

شرح: یعنی دوسرے قاری ابن کثیر ہیں یہ ان کی کنیت ہے اور نام عبداللہ ہے آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک سب مقامات میں اشرف ہے اور بڑے درجے کے تابعی بھی ہیں۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ۴۵ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور کچھ عرصہ تک عراق میں رہے پھر مکہ میں واپس آگئے اور ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۲۰ھ میں مکہ ہی میں ۔بعمر پچھتر سال وفات پائی آپ کے بھی دو راوی ہیں۔ (۱) ابو الحسن احمد بن محمد بزی ان کو بزی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے پردادا کی کنیت ابو بزہ تھی۔ آپ چالیس سال تک مسجد الحرام مکہ کے امام و موذن رہے اور اپنے زمانہ میں مسلم شیخ القراء تھے۔ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۰ھ میں اور تیسیر اور علی قاری کے قول پر ۲۴۰ھ میں وفات پائی (۲) ابو عمر محمد ابن عبدالرحمٰن اور ان کا لقب قنبل ہے جو گاڑھی اور مضبوط چیز کے معنی میں ہے اور آپ کے تمام گھرانے کو قنابلہ کہتے تھے۔ آپ حجاز کے شیخ القراء تھے۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۹۱ھ میں ۔بعمر چھیانوے سال وفات پائی اور ان دونوں کے اور ابن کثیر کے درمیان کئی واسطے ہیں اسی لیے ناظم نے عَلٰى سَنَدٍ فرمایا ہے اور سند یہ ہے کہ بزی نے عکرمہ سے اور انہوں نے اسمٰعیل بن عبداللہ قسط سے اور انہوں نے شبل بن عباد سے اور انہوں نے ابن کثیر سے پڑھا اور قنبل نے قواس سے اور انہوں نے ابو الاخریط سے اور انہوں نے اسمٰعیل سے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے شبل سے اور انہوں نے ابن کثیر سے پڑھا ہے۔ پس بزی اور ابن کثیر کے درمیان تین اور قنبل سے ابن کثیر تک چار واسطے ہیں۔

فائدہ ۱: دانی تیسیر میں پہلے قنبل کو لائے ہیں پھر بزی کو اور ناظم نے اس کا الٹ کیا ہے اس کی تین وجوہ ہیں (۱) بزی اور ابن کثیر کے درمیان واسطے کم ہیں (۲) بزی قنبل کے استاد بھی ہیں (۳) حدیث کے عالم بھی ہیں۔

فائدہ ۲: ابن کثیر کے مزید حالات میں ان کو کَاثِرُ الْقَوْمِ (قراء میں غالب اور نام آور) اس لیے کہا کہ (۱) آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک تمام مقامات سے افضل ہے (ب) نیز آپ نے عبداللہ ابن سائب مخزومیؓ صحابی سے قرآن پڑھا ہے جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے زید ابن ثابت اور قریش کی ایک جماعت سے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان کو مدینہ اور مکہ' کوفہ اور بصرہ' شام اور بحرین اور یمن ان سات شہروں میں تقسیم کرایا اور ایک مصحف اپنے لیے رکھا جس کو امام کہتے ہیں اس وقت عبداللہ ابن سائبؓ کو ایک مصحف دیکر مکہ میں بھیجا اور فرما دیا کہ لوگوں کو اسی مصحف کے موافق پڑھانا چنانچہ وہ وہاں تشریف لائے اور اکثر مصنفین کے بیان کے مطابق ابن کثیر نے بھی ان سے قرآن پڑھا اور گو ابن عامر نے بھی صحابہ کی ایک جماعت سے پڑھا ہے جن میں ابو دردؓ بھی ہیں لیکن ایک دم دو فضیلتیں جو الف اور ب کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں ابن کثیر ہی کو حاصل ہوئی ہیں اور ممکن ہے کہ ناظم نے بھی جمہور ہی کے اس مذہب کو پسند کیا ہو کہ مکہ تمام مقامات سے افضل ہے اور یہی صحیح تر ہے اور آپ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی جیسے ابو ایوب انصاریؓ' انسؓ اور ابن زبیرؓ آپ مکہ میں عطر کی تجارت کرتے تھے اس لیے آپ کو داری (عطار) کہتے تھے اور آپ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جن کو کسریٰ نے کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی طرف بھیجا تھا اور حدیث کے بھی امام تھے اور اپنے اصحاب میں وعظ بھی فرماتے تھے اور آپ کے جلیل القدر ہونے ہی کی بناء پر ابو عمرو' خلیل ابن احمد' سفیان ابن عینیہ' شافعی جیسے بڑے بڑے امام بھی آپ سے قراءت نقل کرتے ہیں۔ آپ نے مشہور مفسر مجاہد اور درباس اور ابن سائب صحابی مذکور سے پڑھا اور مجاہد و درباس نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے ابیؓ اور زید ابن ثابتؓ سے اور ابن سائب نے ابیؓ سے اور ابیؓ اور زیدؓ نے نبی ﷺ سے پڑھا۔

النحو والعربیہ: (۱) شعر نمبر ۲۷ کے پہلے مصرعہ میں تین مبتدا ہیں اور فِیْهَا تیسرے کی خبر ہے پھر یہ جملہ دوسرے کی اور دوسرا اپنی خبر سمیت پہلے کی خبر ہے یا یوں کہو کہ مُقَامُهٗ فِیْهَا کا فاعل ہے (۲) مُقَامُهٗ میم کے ضمہ کے ساتھ اقامت یا جائے اقامت کے معنی میں ہے اور شعلہ کے قول پر میم کے فتحہ سے جائے قیام کے معنی میں ہے لیکن یہ مقام کے مناسب نہیں کیونکہ مکہ ابن کثیر کے مقیم ہونے کی جگہ ہے نہ کہ کھڑا ہونے کی (۳) کَاثِرُ الْقَوْمِ هُوَ کی دوسری خبر ہے اور کَثَرَ بفتح ثاء سے ہے جو غَلَبَ کے معنی میں ہے اور کَاثَرَ کا مطاوع ہے چنانچہ کَاثَرَنِیْ فَکَثَرْتُهٗ ای غَلَبْتُهٗ بِالْکَثْرَةِ کہتے ہیں اور فَاخَرَنِیْ فَفَخَرْتُهٗ اور خَاصَمَنِیْ فَخَصَمْتُهٗ بھی اسی معنی میں ہیں۔ (۴) مُعْتَلًا کَاثِرُ کے فاعل سے تمیز ہے ای اَکْثَرُهُمْ اِعْتِلَاءً یا اس کی ضمیر سے حال ہے (۵) اَلْبَزِّیُّ صفت ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی یا میں لُغَۃً تخفیف ہے ابو شامہ کے قول کے مطابق ضرورۃ نہیں اور بصری اور مکی بھی اسی قبیل سے ہیں (٦) لَہٗ کا لام عَنْ کے معنی میں ہے لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا احقاف ع ۲ کی طرح (۷) عَلٰی سَنَدٍ اَحْمَدُ وَ مُحَمَّدٌ دونوں سے حل ہے ای مُعْتَمِدَیْنِ عَلٰی سَنَدٍ یا عَلٰی با کے معنی میں ہے ای مُتَلَبِّسِیْنِ بِسَنَدٍ (۸) قُنْبُلًا ۔ اَلْمُلَقَّبُ کا مفعول بہ ہے۔

۲۹ وَاَمَّا الْاِمَامُ الْمَازِنِیُّ صَرِیْحُھُمْ اَبُوْ عَمْرِ وِ الْبَصْرِیُّ فَوَالِدُہُ الْعَلَا

ترجمہ: اور رہے امام مازنی جو ان قراء میں کے خالص عرب یعنی ابو عمرو بصری ہیں پس ان کے والد علا ہیں (جو خوب مشہور اور درجہ میں ہمعصروں پر مقدم تھے)

۳۰ اَفَاضَ عَلٰی یَحْیَی الْیَزِیْدِیِّ سَیْبَہٗ فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

ترجمہ: ابو عمرو نے اپنے علم کی بارش کو (ابو محمد) یحیٰ (ابن مبارک) یزیدی پر برسایا اور بہایا۔ پس وہ (یحیٰ) شیریں (اور) پیاس دور کرنے والے پانی کے ساتھ سیراب (علم سے مالا مال) ہو گئے۔

۳۱ اَبُوْ عُمَرَ الدُّوْرِیُّ وَصَالِحُھُمْ اَبُوْ شُعَیْبٍ ھُوَالسُّوْسِیُّ عَنْہُ تَقَبَّلَا

ترجمہ: ابو عمر دوری اور ان قراء میں کے صالح جو ابو شعیب ہیں اور وہ سوسی ہیں ان دونوں نے ان (یزیدی) سے (قراءت کو) قبول کیا ہے (اور روایت کیا ہے)

شرح: (شعر نمبر ۲۹) یعنی تیسرے قاری ابو عمرو ہیں اور چونکہ ان کے آباء اجداد سب خالص عرب ہیں اس لیے ان کو صریح یعنی خالص فرمایا ہے یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کو مازنی اس لیے کہتے ہیں کہ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتے تھے۔ بزمانہ عبدالملک ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ میں منصور کی خلافت کے زمانہ میں ۔عمر چھیاسی سال کوفہ میں وفات پائی۔

(شعر نمبر ۳۰، ۳۱) آپ کے بھی دو راوی ہیں (۱) ابو عمر حفص دوری ازدی یہ نابینا تھے۔ ۱۵۰ھ میں اپنے وطن دور میں پیدا ہوئے جو بغداد کے قریب مشرق کی جانب میں ہے اور چھیانوے سال کی عمر پا کر ۲۴۶ھ میں وفات پائی آپ نے سب سے پہلے قراءت میں کتاب لکھی۔ (۲) ابو شعیب صالح ابن زیاد سوسی۔ آپ کا پیدائشی وطن سوس ہے جو اہواز کے علاقہ میں ہے۔ پھر رقہ میں رہنے لگے تھے جو ربیعہ کی سرزمین میں فرات کے کنارے پر آباد تھا اور رقہ میں محرم ۲۶۱ھ میں تقریباً ۔عمر نوے سال وفات پائی ان دونوں نے یزیدی سے اور یزیدی نے ابو عمرو سے پڑھا ہے۔ یزیدی نے ۲۰۲ھ میں ۔عمر چوہتر سال وفات پائی ان کو یزیدی اس لیے کہتے ہیں کہ مہدی کے ماموں یزید ابن منصور کے ہم نشین تھے اور ان کے لڑکوں کے استاد بھی تھے۔

فائدہ: (۱) ابو عمرو عادل، معتبر، زاہد، امور خیر میں مال خرچ کرنے والے، قراءت، نحو، لغت، تاریخ، انساب،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشعار ان چھ علموں میں ماہر تھے۔ (۲) اس کے باوجود بھی خود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن میں ایک حرف بھی نقل کے بغیر اپنی رائے سے نہیں پڑھا۔ آپ کی قرآت دل نشین اور تکلف سے بالاتر تھی جب مدینہ تشریف لے گئے تو لوگ آپ سے پڑھنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور جس نے آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہو اہل مدینہ اس کو قاری شمار نہیں کرتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں ابو عمرو کی قراءت مجھے بہت پسند ہے آپ کے دادا عمار علی کرم اللہ وجہ کے اصحاب میں سے تھے (۳) آپ نے سترہ شیوخ سے قرآن پڑھا جن میں سے ابن کثیر عاصم ابو جعفر ابن محیصن خواجہ حسن بصریؒ بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نے ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پڑھا اور بعض بالواسطہ اور بعض بلا واسطہ عمرؓ عثمانؓ علیؓ زیدؓ ابو موسیٰؓ ابیؓ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے ایک ہزار مسئلہ پوچھے تو آپ نے ہر مسئلہ کا جدا جدا جواب دیا اور ہر مسئلہ پر زمانہ جاہلیت کے شعراء کے کلام سے دلائل پیش کیے آپ کے شیخ خواجہ حسن بصریؒ نے آپ کے گرد طلباء کا اژدہام دیکھ کر تعجب سے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیا علماء ارباب بن گئے اور جس عزت کی بنیاد علم پر نہ رکھی گئی ہو اس کا انجام ذلت ہے (۴) آپ کے نام میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس بارے میں تیس قول ہیں سب میں صحیح تر یہ ہے کہ آپ کا نام زَبَّان ہے اور آپ کے راوی بے شمار ہیں اور سب معتبر ہیں ان میں سے ناظم نے ایک راوی یزیدی کا ذکر کیا ہے جن سے دو راویوں نے پڑھا ہے جب آپ بصرہ میں پوشیدہ تھے تو فرزدق شاعر عیادت کے لیے آئے اور چند اشعار پڑھے جن میں سے پہلا شعر یہ تھا۔

مَازِلْتُ اَفْتَحُ اَبْوَابًا وَّاُغْلِقُهَا حَتّٰى رَاَيْتُ اَبَا عَمْرِو بْنَ عَمَّارٍ

آپ کے راویوں میں یزیدی کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ ابو العتاہیہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حافظہ سے دس ہزار ورق لکھے تھے اور یہ سب وہ تھا جو آپ نے ابو عمرو سے حاصل کیا تھا اور جو خلیل وغیرہ سے سیکھا تھا وہ اس کے علاوہ تھا (شرح سبعہ و علی قاری)

النحو و العربیہ: (۱) اَمَّا کو تفصیل میں مکرر بھی لے آتے ہیں اور کبھی اول ہی کو کافی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی لیے ابن کثیر اور حمزہ کے بیان میں تو ترک کر دیا ہے اور باقی پانچ کے ذکر میں اَمَّا لائے ہیں۔ (۲) مازن ابو عمرو کی گیارہویں پشت میں ایک صاحب کا نام ہے ان کی نسبت سے ان کو مازنی کہتے ہیں۔ (۳) مازنی اور صریح دونوں صفتیں ہیں اور صریح خالص کے معنی میں ہے۔ قراء میں سے صرف ابو عمرو ہی ایسے ہیں جن کے خالص عربی النسل ہونے پر اجماع ہے (۴) ابو عمرو اور ابو شعیب دونوں یا تو بدل ہیں یا عطف بیان۔ (۵) بصرہ کی باء میں از ہری کے بیان کے مطابق تینوں حرکتیں ہیں لیکن نسبت میں فتح اور کسرہ ہی آتا ہے اور کسرہ فصیح تر ہے تاکہ حجارۂ بیضاء کی نسبت سے ممتاز رہے اور ضمہ اس لیے نہیں آتا کہ اس صورت میں بصریٰ کی نسبت سے ملتبس ہو جاتا ہے جو ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے اور فا اما کے جواب میں ہے (۶) آپ کے والد عَلاء حجاج کے یہاں بہت معزز تھے ان کی وجہ سے بھی آپ کو بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہرت حاصل ہوئی اسی لیے فَوَالِدُہُ الْعَلَا کہا ہے (۷) فَاضَ لازم اور اَفَاضَ متعدی ہے جیسے تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (پ ۷ ع ۱) اور اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا (پ ۸ ع ۱۳) (۸) عَلٰی یَحْیٰی۔ اَفَاضَ کا دوسرا اور سَیْبُہٗ (عَطَاءُہٗ) پہلا مفعول ہے اور جار مجرور کو مفعول قرار دینا مآل کے طور پر ہے (۹) عَزْب میٹھا اور عمدہ پانی اور اَلْفُرَات کے بھی یہی معنی ہیں پس یہ تاکید ہے اور علی قاری کے قول پر فرات پیاس دور کرنے والے کو کہتے ہیں (۱۰) پہلی بار پانی پینے کو نَہَلٌ اور اس کے بعد پینے کو عَلَلٌ کہتے ہیں اور مُعَلَّلًا اَصْبَحَ ․معنی صَارَ کی خبر ہے (۱۱) اَلثَّوْرِیْ صفت ہے (۱۲) صَالِحُھُمْ میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بنا پر ہے اور یہ عَلَم ہے نہ کہ وصف (۱۳) ھُوَا السُّوْسِیُّ معترضہ ہے (۱۴) عَنْہُ میں اشباع سے قصر اولیٰ ہے۔ اور چونکہ تَقَبَّلَ میں اَخَذَ کے معنی بھی ہیں اس لیے اس کو عَنْ سے متعدی کر دیا اور اس کا الف تثنیہ کے لیے ہے۔

فائدہ: عمرو اور عمر میں فرق کرنے کے لیے اول کے ساتھ نصبی حالت میں الف اور رفعی اور جری حالت میں واؤ لکھا جاتا ہے لیکن ذیل کی تین صورتوں میں واؤ نہیں لکھتے (۱) مصغر ہو (۲) مضاف ہو (۳) قافیہ میں آرہا ہو۔

۳۲ وَاَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُابْنِ عَامِرٍ فَتِلْكَ بِعَبْدِاللّٰهِ طَابَتْ مُحَلَّلَا

ترجمہ: اور رہا شام کے علاقہ کے دمشق جو ابن عامر کا وطن ہے سو یہ عبداللہ (ابن عامر) کے سبب (طلباء کی) جائے نزول ہونے کے اعتبار سے عمدہ ہوگیا تھا۔

۳۳ هِشَامٌ وَّعَبْدُاللّٰهِ وَهُوَانْتِسَابُهٗ لِذَكْوَانَ بِالْاِسْنَادِعَنْهُ تَنَقَّلَا

ترجمہ: ہشام اور عبداللہ اور یہ (عبداللہ جو ہیں) ان کی نسبت ذکوان کی طرف ہے ان دونوں نے ابن عامر سے (قراءت کو) سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شرح: (شعر نمبر ۳۲) یعنی چوتھے قاری عبداللہ ابن عامر دمشق کے رہنے والے ہیں جو ملک شام میں ہے اور چونکہ آپ سے طلباء علوم حاصل کر کے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے اس لیے طلباء کو دمشق کا آنا جانا اور وہاں ٹھہرنا بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا آپ ایک قول پر نبی ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے ۸ھ میں اور دوسرے قول پر ۲۱ھ میں قریہ جابیہ میں پیدا ہوئے اور شام کی فتح کے بعد دمشق میں مقیم ہو گئے تھے اس وقت آپ نو سال کے تھے ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۱۸ھ میں ․عمر ستانوے یا ایک سو دس سال دس محرم کو وفات پائی۔

(شعر نمبر ۳۳) آپ کے بھی دو راوی ہیں۔ (۱) ابو الولید ہشام بن عمار سلمی ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۵ھ یا ۲۴۴ھ میں ․عمر بانوے یا اکیانوے سال وفات پائی۔ (۲) ابو عمرو عبداللہ ابن احمد ابن بشیر جن کو ابن ذکوان القرشی اور فہری کہتے ہیں۔ اور ذکوان ان کے پردادا کا نام تھا نہ کہ والد کا انہیں کی نسبت سے ان کو ابن ذکوان کہتے ہیں اور جملہ معترضہ میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے کہتے ہیں کہ ۱۷۳ھ میں دس محرم کو پیدا ہوئے اور دمشق یا کوفہ میں ۲۴۲ھ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر انہتر سال وفات پائی اور ان دونوں کے اور ابن عامر کے درمیان بھی واسطے ہیں اس طرح پر کہ ہشام نے ابو العباس صدقہ ابن خالد اور ابو محمد سوید ابن عبدالعزیز اور امام ابو الضحاک عراک ابن خالد مزی تابعی اور امام ابو سلیمان ایوب ابن تمیم تمیمی سے پڑھا اور یہ چاروں دمشق کے رہنے والے ہیں ان سب نے یحییٰ ابن حارث زماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر سے پڑھا اور ابن ذکوان نے ابو سلیمان ایوب ابن تمیم سے انہوں نے یحییٰ ذماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر سے پڑھا۔

فائدہ ۱: (ا) عبداللہ ابن عامر یحصبی ولید کے زمانہ میں دمشق کے قاضی اور عمر ابن عبدالعزیز کے عہد میں خطیب بھی تھے جبکہ دمشق دار الخلافہ تھا نیز تابعی اور قراءت و حدیث کے امام تھے خود فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ ابن اسقع کی زیارت کی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے اس ہاتھ سے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے۔ کہا ہاں پس میں نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔ (۲) ان کو کوفیین سے پہلے اس لیے لائے ہیں کہ ان کی سند بلند ہے کیونکہ آپ نے ابو الدردا سے پڑھا ہے اور بعض کے قول پر عثمان، فضالہ ابن عبید، واثلہ ابن اسقع، مغیرہ ابن ابی شہاب رضی اللہ عنہم سے بھی پڑھا ہے اور ان حضرات نے نبی ﷺ سے پڑھا ہے اور آپ کے بھی بے شمار راوی ہیں اور سب معتبر ہیں جیسے ولید ابن عتبہ، ولید ابن مسلم، عبدالرزاق الوراق ناظم نے ان میں سے صرف دو کو بیان کیا ہے۔

فائدہ ۲: ہشام اپنے زمانہ میں دمشق کے قاضی مفتی مقری محدث اور خطیب تھے اور حدیث کے سبب مشہور ہونے ہی کی بناء پر ان کو تیسیر کے خلاف ابن ذکوان سے پہلے لائے ہیں۔ ابن ذکوان دمشق میں جمعہ کے سوا پنجگانہ نمازوں کے امام تھے۔

النحو و العربیہ: (۱) دِمَشْق میں دال کا کسرہ ہے اور میم میں فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں اور شام کی طرف اس کی اضافت۔ اضافۃ الخاص إلی العام کے قبیل سے اضافت بیانیہ ہے یا دمشق کا محل بتانے کے لیے ہے اس صورت میں اضافت ظرفیہ بتقدیر فی ہوگی۔ (۲) دَارُ ابْنِ عَامِرٍ یا تو بدل ہے یا صفت (۳) فَا شرط کے جواب کے لیے ہے اور اس کے بعد کا پورا جملہ خبر ہے (۴) بِعَبْدِ اللّٰهِ میں ابن عامر کا نام بتانے کی غرض سے وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ ہے (۵) مُحَلَّلٌ یا تو اسم ظرف ہے یا مصدر میمی اور طَابَتْ کے فاعل کی نسبت سے تمیز ہے ای طَابَ لِلنَّاسِ نُزُوْلُهَا (۶) وَهُوَ انْتِسَابُهٗ لِذَكْوَانَ مبتدا اور خبر کے درمیان معترضہ ہے (۷) بِالْاَسْنَادِ۔تَنَقَّلَا کی ضمیر تثنیہ سے حال ہے اَیْ مُتَلَبِّسَیْنِ بِالْاَسْنَادِ (۸) عَنْهُ میں اشباع سے قصر اولیٰ ہے اور یہی روایت بھی ہے (۹) تَنَقَّلَ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ نقل کیا تَبَصَّرَ اور تَفَهَّمَ کی طرح۔

۳۴ وَبِالْكُوْفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ اَذَاعُوْا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًا وَّقَرَنْفُلَا

ترجمہ: اور روشن کوفہ میں ان (بدور) میں سے ایسے تین امام ہیں جنہوں نے (کوفہ میں علم) کو ظاہر کیا (اور پھیلایا) سو وہ (کوفہ) عود اور قرنفل (لونگ) کی خوشبو کے اعتبار سے مہک اٹھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵ فَاَمَّا اَبُوْبَكْرٍ وَّعَاصِمٌ اِسْمُهٗ فَشُعْبَةُ رَاوِيْهِ الْمُبَرِّزُ اَفْضَلَا

ترجمہ: پس لیکن ابوبکر جو ہیں اور عاصم ان کا نام ہے پس شعبہ ان کے ایسے راوی ہیں جو (اپنے ساتھیوں پر سبقت لے جانے والے ہیں۔ (اس حالت میں کہ وہ) افضل کام کرنے والے ہیں۔

۳۶ وَذَاكَ ابْنُ عَيَّاشٍ اَبُوْبَكْرٍ الرِّضَا وَحَفْصٌ وَّبِالْاِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلَا

ترجمہ: اور یہ (شعبہ) جو ہیں ابن عیاش یعنی ابوبکر پسندیدہ (اعلیٰ درجہ کے عابد اور حدیث میں حفص سے زیادہ ضابط) ہیں اور (عاصم کے دوسرے راوی) حفص ہیں اور یہ ضبط (اور حافظہ) میں (شعبہ پر) فضیلت دیئے گئے تھے۔

شرح: (شعر نمبر ۳۴) یعنی بدور میں سے تین قاری کوفی ہیں ان حضرات نے کوفہ میں اس قدر علم پھیلایا کہ ہر طرف علم کی شہرت ہوگئی۔ اور علم خوشبوؤں کی طرح پھیل گیا۔ (شعر نمبر ۳۵) اور کوفیین میں سے پہلے اور قراء سبعہ میں سے پانچویں قاری عاصم ابن ابی النجود (ابن بہدلہ) اسدی ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ یہ بڑے فصیح متقی فاضل تجوید دان اور خوش آواز تھے اور اس بارے میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ قرآن نہایت عمدگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پچاس سال کے قریب کوفہ میں قراء ت کی مسند پر قائم رہے اور مروان کی خلافت کے آخر زمانہ میں کوفہ یا سماوہ میں ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ وفات کے وقت ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ الخ بار بار پڑھتے تھے گویا کہ محراب میں قرآن سنا رہے ہیں ان کے پہلے راوی ابوبکر شعبہ ابن عیاش ہیں اور یہ اپنے وقت کے امام اور بڑے عالم تھے۔ وفات کے وقت ان کی ہمشیرہ رونے لگیں تو فرمایا روتی کیوں ہو مکان کے اس گوشہ کی طرف دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کیے ہیں اور اپنے لڑکے سے یہ بھی فرمایا کہ بیٹا اس گوشہ میں اللہ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں ۔عمر اٹھانوے یا ننانوے سال وفات پائی۔ شرح سبعہ میں ابوبکر کی وفات میں جمادی الاول کے بجائے جمادی الثانی سہواً لکھا گیا ہے۔ ابو شامہ اور صاحب نشر دونوں نے جمادی الاول ہی لکھا ہے۔

(شعر نمبر ۳۶) شعبہ کی کنیتیں دو ہیں (۱) ابن عیاش (۲) ابوبکر چونکہ شعبہ ان کا بھی نام ہے اور ابو بسطام شعبہ ابن حجاج کا بھی اس بناء پر شبہ دور کرنے کے لیے ان کی کنیت بیان کر دی اور دوسرے راوی ابو عمرو حفص ابن سلیمان اسدی ہیں اور عاصم کی قراء ت کے ضبط کے بارے میں ان کو ابوبکر شعبہ سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں حفص قراء ت میں ثقہ۔ ضابط اور ثبت تھے لیکن حدیث میں یہ حال نہ تھا ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں ۔عمر نوے سال کوفہ میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

فائدہ: عاصم کے مزید حالات میں آپ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام تھے چونکہ ان کی سند بلند ہے اس لیے ان کو حمزہ اور کسائی سے پہلے لائے ہیں آپ قرآن اور حدیث' نحو' لغت' فقہ کے امام اور تابعی تھے۔ حارث ابن حسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صحبت پائی تھی نیز عابد تھے نماز بکثرت پڑھتے تھے جمعہ کے دن عصر کی نماز تک جامع مسجد ہی میں رہتے تھے آپ نے ابو عبدالرحمٰن عبداللہ ابن حبیب ابن ربیع سلمی نابینا' ابو مریم زر ابن حبیش اسدی' ابو عمر سعد ابن الیاس شیبانی سے قرآن پڑھا اور یہ تینوں کوفی اور بڑے درجے کے تابعی ہیں ان تینوں نے عثمان' علی' ابن مسعود' ابی' زید رضی اللہ عنہم سے اور ان پانچوں نے نبی ﷺ سے پڑھا اور آپ کے بے شمار راویوں میں سے مفضل' حماد' ابو حنیفہ رحمہم اللہ بھی ہیں یہاں ان میں سے صرف دو راویوں کو بیان کیا ہے اول ابوبکر ہیں چونکہ یہ بڑے عالم تھے اس لیے ان کو پہلے لائے ہیں یہ اپنی کنیت اور والد کی نسبت سے مشہور ہیں اور ان کے نام میں تیرہ قول ہیں۔ محمد ابن سعید نے ان کا شمار اہل کوفہ کے ساتویں طبقہ میں کیا ہے۔ حدیث کے حافظ تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ' صدوق' صالح' صاحب قرآن اور صاحب سنت تھے خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ تیس سال سے ہر روز ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔ ابن مبارکؒ کہتے ہیں میں نے آپ سے زیادہ سنت پر عمل کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ احمسی کہتے ہیں۔ آپ سے بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ ستر سال عبادت میں مصروف رہے ان میں سے چالیس سال اور ایک روایت پر پچاس سال تک آپ کے لیے بستر نہیں بچھایا گیا اور اس عرصہ میں رات کے وقت زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ چوبیس ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا اور امام عاصم سے تین مرتبہ قرآن پڑھا پہلی مرتبہ پانچ پانچ آیتیں پڑھ کر تین سال میں ختم کیا۔ سخت گرمی اور بارش ہوتی تب بھی سبق ناغہ نہیں کرتے تھے۔ بسا اوقات پانی میں سے گذر کر جانا پڑتا تھا۔ اور پانی کمر تک یا اس سے بھی اوپر تک آجاتا تھا اور آپ کی وفات جمادی الاول ۱۹۳ھ میں ہوئی اور ہارون رشید کی بھی مقام طوس میں اسی مہینہ اور سن میں وفات ہوئی اور عاصم کے دوسرے راوی حفص ہیں یہ آپ کے لے پالک بیٹے بھی تھے ابوبکر خطیب کہتے ہیں کہ متقدمین قرآءت کے بارے میں حفص کو ابوبکر سے زیادہ قوی حافظہ والا شمار کرتے تھے اور جو قراءت آپ نے عاصم سے پڑھی تھی اس کے بارے میں آپ کو ضابط اور حافظ بتاتے تھے۔ یحییٰ بن معین' ابن عمرو' ایوب ابن متوکل سے نقل کرتے ہیں کہ حفص کی قراءت ابوبکر ابن عیاش سے صحیح تر ہے اور ابوبکر ابو عمرو (حفص) سے زیادہ ثقہ ہیں اور گو اس وقت دس قرائتیں متواتر اور بالکل صحیح امت کے پاس موجود ہیں اور سبعہ کے خلاف تو کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا اور ان میں سے مکہ اور مدینہ والوں کی قراءت خاص قریشی ہونے کی وجہ سے زیادہ امتیاز رکھتی ہے لیکن اس پر بھی یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب اور مدارس میں حفص ہی کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے اور ایک ہزار حافظوں میں سے نو سو ننانوے کو یہی ایک روایت یاد ہے اور ایسا کوئی بھی نہیں نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہو ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ حالانکہ نحاۃ کے گمان کے موافق تو عاصم کی قراءت مروج ہونی ہی نہ چاہیے تھی کیونکہ ہمزوں کی تحقیق وغیرہ کی وجہ سے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں (از شرح سبعہ و قدرے از ابراز و علی قاری)۔

النحو و العربیہ: (۱) کوفہ کو علماء کی کثرت کی وجہ سے روشن کہا ہے (۲) مِنۡھُمۡ ثَابِتَۃٌ کے متعلق ہے جو ثَلَاثَۃٌ کی خبر ہے یا ثَابِتَۃٌ کی ضمیر سے حال ہے اور اس تقدیر پر وَبِالۡکُوۡفَۃِ کو خبر قرار دیں گے۔ (۳) ضَاعَتۡ کی ضمیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراآت کے لیے بھی ہو سکتی ہے (۴) شَذًا اور قَرَنْفُلاً تمیز ہے ای ضَاعَ شَذَا هَا وَقَرَنْفُلُهَا اور یہ تمیزیا تو مزید وضاحت کے لیے ہے یا اس لیے ہے کہ ضَوّع کا استعمال بدبو میں بھی ہوتا ہے پس تمیز لا کر اس وہم کو دفع کر دیا یا ان دونوں کا نصب مفعول مطلق مقدر کی صفت ہونے کی بنا پر ہے اَیْ ضَوْعًا مِّثْلَ ضَوْعِ شَذًا وَّقَرَنْفُلٍ (۵) فَاَمَّا اَبُوْبَکْرٍ مبتدا ہے اور عَاصِمٌ نِ اسْمُهٗ جملہ معترضہ ہے اور فَشُعْبَةُ کا تمام جملہ خبر ہے (۶) اَفْضَلاً یا تو حال ہے ای آتِیًا بِشَیْءٍ اَفْضَلَ یا لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا کی طرح تمیز ہے اور فَاضِلاً کی جگہ اَفْضَلاً مبالغہ کے لیے لائے ہیں۔ (۷) ابوبکر ابن عیاش کا عطف بیان ہے (۸) بِالْاِتْقَانِ مُفَضَّلاً کے متعلق ہے۔

۳۷ وَحَمْزَةُ مَا اَزْکَاهُ مِنْ مُّتَوَرِّعٍ اِمَامًا صَبُوْرًا لِّلْقُرَانِ مُرَتِّلاَ

ترجمہ: اور حمزہ کس قدر پاکیزہ ہیں پرہیز گار امام بہت صابر اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والے ہونے کے اعتبار سے۔

۳۸ رَوٰی خَلَفٌ عَنْهُ وَخَلاَّدُ نِ الَّذِیْ رَوَاهُ سُلَیْمٌ مُّتْقِنًا وَّمُحَصِّلاَ

ترجمہ: خلف اور خلاو نے (بواسطہ سلیم) حمزہ سے اس (خلاف) کو روایت کیا ہے جس کو سلیم نے (خود حمزہ سے) نقل کیا ہے اس حالت میں کہ وہ خلاف محفوظ و مضبوط کیا ہوا اور جمع کیا ہوا ہے۔

شرح: (شعر نمبر ۳۷) یعنی چھٹے قاری حمزہ ابو عمارہ ابن حبیب ابن اسماعیل الزیات تیمی ہیں یہ کوفہ کے دوسرے قاری ہیں۔ نہایت پاکیزہ اور پرہیز گار اور امام اور بڑے صابر تھے یعنی حق تعالیٰ کی طاعت اختیار کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے پر نفس کو مجبور کرتے تھے اور قرآن مجید کو ترتیل سے یعنی ٹھہرا ٹھہرا کر ہر ہر حرف کو جدا جدا کر کے مدات کو پوری کشش کے ساتھ پڑھتے تھے۔ عبدالملک کے زمانہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۶ھ میں بعمر چھہتر سال منصور یا مہدی کے زمانے میں حلوان میں وفات پائی اور بعض کے قول پر وفات کا سن ۱۵۴ھ یا ۱۵۸ھ ہے۔

(شعر نمبر ۳۸) اور آپ کے بھی دو راوی ہیں (۱) ابو محمد خلف ابن ہشام بزار (براء مہملہ) ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بغداد میں جمادی الثانی ۲۲۸ھ میں یا ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔ (۲) ابو عیسیٰ خلاد ابن خالد یا خلید الصَّیْرَفِیّ انہوں نے ۲۲۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ ان دونوں نے ابو عیسیٰ سلیم ابن عیسیٰ حنفی سے اور سلیم نے حمزہ سے پڑھا سلیم نے ابو شامہ کے قول پر ۱۸۸ھ یا ۱۸۹ھ میں اور علی قاری کے قول پر پورے ۲۰۰ھ میں بعمر ستر یا بیاسی سال کوفہ میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

فائدہ ۱۔: تَوَرُّع کے معنی ہیں گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے مباح چیز کو چھوڑ دینا پس حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے مشتبہات کو چھوڑ دینا صلاح (نیک کرداری) ہے وَرَع نہیں ہے۔

فائدہ ۲۔: حمزہ کو کسائی سے پہلے اس لیے لائے ہیں کہ یہ ان کے شیخ ہیں عاصم کے بعد کوفہ میں آپ ہی سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑے امام القراء ت تھے۔ آپ نے قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی انصاری امام جعفر صادق وغیرہ آٹھ شیوخ سے قرآن پڑھا۔ یہ آٹھوں بھی بالواسطہ عثمان و علی ابن مسعود وزید۔ ابی رضی اللہ عنھم کے شاگرد ہیں۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ فارس کے قیدیوں کی اولاد میں سے تھے۔ حد درجہ کے زاہد اور پرہیز گار تھے۔ ابن معین کہتے ہیں۔ عبادت زہد فضل دین تقویٰ میں بہترین بندوں میں سے تھے۔ ابن فضل کہتے ہیں حمزہ کے باعث کوفہ سے بلا دور ہوتی ہے۔ آپ کے شیخ اعمش آپ کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ قرآن کے عالم ہیں اور وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الخ پڑھتے آپ پڑھانے پر تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ شاگردوں کے ہاتھ سے گرمی کے دنوں میں بھی پانی تک پینا گوارا نہیں تھا۔ ناظم نے ان دونوں صفتوں کی طرف مُتَوَرِّع میں اشارہ کیا ہے۔ شعیب ابن حرب کہتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا تو سفیان ثوری اور شریک ابن عبداللہ کو دیکھا کہ امام حمزہ کے سامنے بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کاش ان کے ساتھ تیسرا میں بھی ہوتا حمزہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے ایک ہزار حدیثیں سند کے ساتھ روایت کی ہیں ان دونوں صفتوں کی طرف اِمَامًا میں اشارہ کیا ہے اور پڑھانے کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ظہر اور عصر کے اور مغرب اور عشاء کے درمیان بھی نماز پڑھتے تھے اور رات کا اکثر حصہ بیدار رہ کر گزارتے تھے اس کی طرف صَبُوْرًا میں اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں آپ کو جس وقت بھی کوئی دیکھتا پڑھاتے ہی ہوئے ملتے۔ نیز روایت ہے کہ ہر مہینہ اٹھائیس یا ستائیس یا پچیس قرآن ترتیل کے ساتھ ختم کرتے تھے اس کی طرف مُرَتِّلاً میں اشارہ کیا ہے اور ترتیل کے معنی ہیں مخارج اور صفات کی رعایت رکھتے ہوئے حروف کو خوبصورتی سے ادا کرنا اور ہمزات کو تحقیق (تخق) سے پڑھنا اور مدات حرکات و سکنات تشدید اور غنہ کو پورے طور پر ادا کرنا اور یہ بھی لحاظ رکھنا کہ اعتدال کی حد سے باہر نہ ہو جائے۔ حمزہ خود فرماتے ہیں مَافَوْقَ الْجُعُوْدَةِ قَطَطٌ وَمَا فَوْقَ الْبَيَاضِ بَرَصٌ وَمَا فَوْقَ الْقِرَاءَةِ الْمُعْتَدِلَةِ لَيْسَ بِالْقِرَاءَةِ الْمُكَمَّلَةِ یعنی زلفوں میں معمولی سے زیادہ خم پیدا ہو جائے تو وہ قَطَطْ الجھے ہوئے بال کہلاتے ہیں اور پسندیدہ نہیں رہتے اور سفیدی حد سے بڑھ کر بَرَص بن جاتی ہے۔ اسی طرح جو قراء ت مدات و غنہ جات کی مقدار میں اعتدال کی حد سے باہر ہو جائے وہ کامل قراء ت نہیں بلکہ ناقص اور لحن ہے۔ انتہی۔ یہاں سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو لہجہ کو مزیدار اور خوشگوار بنانے کے شوق میں مست ہو کر غنہ اور اخفاء اور الفات کو حد سے زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ جگہ سکتہ کرتے ہیں۔ اور بلاوجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند حروف پڑھنے کے بعد جابجا سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے اور ایسے حضرات ایک مجلس میں ایک دو رکوع سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ ایسے خود ساختہ تکلفات کے باعث ہم نے کلام الٰہی کی تلاوت کو ایک پہاڑ بنا لیا ہے۔ اللہ پناہ دے۔ ہم نے قرآن کو بھی اپنی تفریح کا سامان بنا لیا ہے اور سننے والوں کا مذاق بھی اس قدر بگڑ گیا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی تلاوت کو پسند کرتے ہیں دوستو اللہ کے کلام کو اسی کے خوش کرنے کی نیت سے پڑھو اور جس قدر ہو سکے عمدہ سے عمدہ لہجوں میں پڑھو اور آواز کو نفیس اور عمدہ بنانے کی کوشش کرو۔ لیکن تجوید کی حدود سے ذرا بھی باہر نہ جاؤ۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۳۔: آپ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ کوفے سے زیتون لیجا کر حلوان میں اور وہاں سے پنیر اور اخروٹ لا کر کوفہ میں فروخت کرتے تھے ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام حمزہ قراءت اور علم فرائض میں بلا شبہ ہم سب پر فائق ہیں اور آپ کے دو راوی ہیں (۱) خلف انہوں نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور تیرھویں سال حدیث کی سماعت شروع کی۔ خود فرماتے ہیں مجھے عربیت میں ایک مشکل پیش آئی تو میں نے اس کے لیے اسی ہزار درہم خرچ کیے حتیٰ کہ اس کو حل کر لیا۔ آپ سُلیم کے ممتاز شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شیوخ سے پڑھا۔ آپ سے مسلم ابو داؤد وغیرہ علماء حدیث روایت کرتے ہیں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ دانی فرماتے ہیں کہ امام خلف نے امام نافع کی قراءت اسحاق مسیبی سے اور عاصم کی یحییٰ سے پڑھی اور خود بھی دسویں قراءت اختیار کی صاحب سنت ثقہ مامون اور حدیث میں بھی مقدم تھے۔ (۲) خلاد آپ امام ثقہ محقق مجود قوی الحافظ تھے دانی کہتے ہیں کہ سلیم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط اور جلیل تھے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں آپ سے ایک ایک حدیث منقول ہے۔ یہ دونوں سلیم کے اور وہ حمزہ کے شاگرد ہیں جب سلیم آتے تھے تو امام حمزہ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ مودب اور ہوشیار ہو کر اور جم کر بیٹھ جاؤ۔ سلیم آگئے ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے حمزہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھا آپ حمزہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط تھے اور کسی جگہ بھی حمزہ کی قراءت کے خلاف نہیں کیا۔

النحو و العربیہ: (۱) مَا تعجُّبِیَّہ مبتدا ہے اور اَزْکیٰ۔ زَکیٰ طَہُرَ وَ کَثُرَ سے ہے اور یہ خبر ہے اور اس کی ضمیر مرفوع مَا کا عائد ہے۔ (۲) مِنْ مُتَوَرِّعٍ۔ اَزْکَاہُ کے فاعل سے تمیز ہے چنانچہ مَا اَکْرَمَہٗ مِنْ رَّجُلٍ اور رَجُلاً دونوں طرح بولتے ہیں اور بعد کے تینوں اسمؔ بھی تمیز ہیں یا چاروں حال ہیں یا اَمْدَحُ یا اَعْنِیْ کے مفعول ہیں۔ پھر مَا اپنے صلہ سے مل کر حمزہ کی خبر ہے یا یوں کہو کہ حمزہ مبتدا ہے اور آئندہ شعر رَوٰی خَلَفٌ خبر ہے۔ اور جملہ مَا اَزْکَاہُ معترضہ ہے جو تعریف کی غرض سے لایا گیا ہے (۳) مُرَتِّلاً مُبَیِّنًا اَوْمُکْثِرًا اَوْ مُتَاَنِّیًا (۴) عَنْہُ میں صرف اشباع ہے اور رَوَاہُ کی ضمیر منصوب میں اشباع سے قصر اولیٰ ہے اور یہی روایت بھی ہے (۵) چونکہ دوسرے رَوٰی کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے۔ اس لیے اس کے فاعل سلیم کو وجوبا موخر لائے ہیں (۶) مُتْقَنًا وَّ مُحَصَّلاً قاف اور صاد کے فتحہ کے ساتھ رَوَاہُ کے مفعول سے اور کسرہ کے ساتھ فاعل (سلیم) سے حال ہیں۔

۳۹ وَاَمَّا عَلِیٌّ فَالْکِسَائِیُّ نَعْتُہٗ ۔۔۔ لِمَا کَانَ فِی الْاِحْرَامِ فِیْہِ تَسَرْبَلَا

ترجمہ: اور لیکن علی جو ہیں پس کسائی ان کی صفت ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے احرام کے وقت کمبل پہنا تھا۔

۴۰ رَوٰی لَیْثُہُمْ عَنْہُ اَبُو الْحَارِثِ الرِّضَا ۔۔۔ وَحَفْصٌ ھُوَ الدُّوْرِیُّ وَفِی الذِّکْرِ قَدْ خَلَا

ترجمہ: اس (کسائی) سے ان قراء میں کے لیث نے جو ابو الحارث پسندیدہ ہیں اور حفص نے (قراءت کو) نقل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے (اور) یہ (حفص) دوری ہیں اور یہ (ابو عمرو کے) ذکر میں گذر چکے ہیں۔

شرح: (شعر نمبر ۳۹) یعنی ساتویں قاری ابو الحسن علی ابن حمزہ ابن قیس (بہمن) ابن فیروز نحوی ہیں ان کو کسائی کہتے ہیں اس بناء پر کہ کسائی کے معنی ہیں کمبل والا اور انہوں نے حج کے لیے کمبل کا احرام باندھا تھا یا اس لیے کہ یہ امام حمزہ کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے پس حمزہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ اور ممکن ہے کہ دونوں وجوہ ہوں۔ انہوں نے ۱۸۹ھ میں بعمر ستر سال علاقہ رے کے ایک قریہ رنبویہ میں ہارون رشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے وفات پائی۔ امام محمدؒ بھی وہاں ہی مدفون ہیں اس لیے ہارون رشید نے کہا تھا کہ ہم نے یہاں قرآن اور علم فقہ دونوں چیزوں کو دفن کیا ہے۔

(شعر نمبر ۴۰) آپ کے بھی دو راوی ہیں (۱) ابو الحارث لیث ابن خالد بغدادی آپ ثقہ، ضابط، صالح، محقق اور قراءت کے ماہر اور کسائی کے بزرگ ترین شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے بغداد میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی آپ نے یحیٰی ابن مبارک یزیدی سے اور یزیدی نے ابو عمرو سے اور انہوں نے حسن سے اور حسن نے انسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اَلْقُرْاٰنُ غِنًی لَّا فَقْرَ بَعْدَہٗ وَلَا غِنًی دُوْنَہٗ (۲) حفص ان کو دوری کہتے ہیں اور یہ وہی دوری ہیں جن کا نام ابو عمرو کے راویوں میں آچکا ہے اور وفات بھی وہیں بیان ہو چکی ہے پس یہ ابو عمرو کے بھی راوی ہیں اور کسائی کے بھی۔

فائدہ (۱): کسائی بنی اسد کے آزاد کردہ غلام ہیں اصلاً فارسی ہیں اور تبع تابعین میں سے ہیں آپ پر نحو لغت کی امامت اور قراء کا طبقہ دونوں چیزیں منتہی ہوتی ہیں چونکہ آپ کے پاس شاگردوں کا مجمع زیادہ ہوتا تھا اس لیے کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر پڑھاتے تھے پس آپ پڑھتے جاتے تھے اور شاگرد مصاحف میں قراءتیں لکھتے جاتے تھے۔ آپ نے حمزہ سے چار مرتبہ قرآن پڑھا اور عیسیٰ ابن عمرؒ طلحہ ابن مصرف سے بھی پڑھا ان دونوں نے ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے علقمہ ابن قیس سے اور علقمہ نے ابن مسعود سے اور انہوں نے نبی ﷺ سے پڑھا نیز آپ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد (امام محمد ابن حسن شیبانی) کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ نے پہلے خلیل ابن احمد سے نحو پڑھی پھر ان کی تحریک پر نجد تہامہ جاکر اعراب میں رہے اور عربیت کا اتنا ذخیرہ جمع کیا جس کے لکھنے میں سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے واپسی پر بغداد میں قیام کر کے پہلے ہارون کو پھر اس کے بیٹے امین کو پڑھایا بڑے بڑے آئمہ آپ کے شاگرد ہیں۔ معانی القرآن، کتاب النحو، کتاب نوادر کبیر وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ سیبویہ سے مناظرے ہوتے تھے یزیدی سے اکثر ہم نشینی رہتی تھی۔

فائدہ (۲): قراء سبعہ کی یہ ترتیب ابن مجاہد کے بیان کے مطابق ہے ورنہ شیوخ و طبقات کے لحاظ سے ترتیب اس طرح ہے۔ ابن عامر، عاصم، ابن کثیر، نافع، ابو عمرو، حمزہ، کسائی نیز ابن مجاہد اور دانی وغیرہ نے قنبل کو بزی سے ابن ذکوان کو ہشام سے دوری کو ابو الحارث سے پہلے بیان کیا ہے باقی میں موافق ہیں ابن مجاہد اور شاطبی کی پیروی میں چوتھی اور چھٹی صدی سے اکثر مصنفین اور تمام اہل ادا اسی ترتیب پر عامل رہے ہیں لیکن نہ یہ واجب ہے اور نہ مسنون۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری جس کو چاہے مقدم موخر کرسکتا ہے مگر جمع پڑھتے ہوئے کسی ایک ترتیب پر رہنا چاہیے تاکہ غلطی نہ ہو اور مناسب ہے کہ اسی پر رہے ایجاد کی ضرورت نہیں (از شرح سبعہ)

فائدہ (۳): جعبری کہتے ہیں کہ حفص دو راویوں کا نام ہے (۱) غاضری کا جو عاصم کے راوی ہیں (۲) دوری کا جو ابو عمرو بصری اور کسائی دونوں کے راوی ہیں اور جب حفص کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے عاصم کے راوی مراد ہوتے ہیں کیونکہ یہ بہ نسبت دوری کے مشہور تر ہیں جیسے مَعْهُ حَفْصٌ اَخُو وِلاَ (ھاء الکنایہ شعر نمبر ۲) اور دوری کے اسم صریح حفص کو صرف کسائی کی قراء ت میں ایک جگہ استعمال کیا ہے اور کسائی کی قید بھی ظاہر کر دی ہے اور وہ یہ ہے وَرُؤْيَاكَ مَعْ مَثْوَایَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ (باب الفتح والامالہ شعر نمبر ۱۵) اور دوری کو صرف ابو عمرو ہی کی قراء ت میں استعمال کرتے ہیں اور قید بھی ظاہر نہیں کرتے جیسے بقرہ شعر نمبر ۱۱ میں ہے وَكَمْ جَلِيْلٍ عَنِ الدُّوْرِيِّ مُخْتَلِسًا جَلاَ۔ فَتَاَمَّلْ فَاِنَّهٗ غَنِيْمَةٌ بَارِدَةٌ انتہی خلاصہ یہ ہے کہ حفص کے ساتھ قید نہ ہو تو اس سے عاصم کے راوی مراد ہوں گے اور دوری بلا قید آئیں تو ابو عمرو کے راوی مراد ہوں گے نہ کہ کسائی کے رہیں رمزیں سودہ سب کی الگ الگ ہیں ان میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

النحو و العربیہ: کَانَ یا تو ناقصہ ہے اور تَسَرْبَلاَ خبر ہے یا تامہ ہے اور تَسَرْبَلاَ اس کی ضمیر سے حال ہے اور پہلا فِیْ وقت کے اور دوسرا بَا کے معنی میں ہے ای تَسَرْبَلَ بِهٖ وَقْتَ الْاِحْرَامِ اور مَا دونوں صورتوں میں مصدر یہ ہے اور فِيْهِ یا تو اَلْاِحْرَام کے متعلق ہے یا تَسَرْبَلَ کے پہلی صورت میں مفعول مقدر ہوگا اَیْ تَسَرْبَلَ الْكِسَاءَ وَقْتَ الْاِحْرَامِ فِي الْكِسَاءِ اور دوسری تقدیر پر فِیْ زائد ہوگا یا فِیْ سے متعدی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تَسَرْبَلَ میں حَلَّ کے معنی بھی ہیں اور سربال یا تو قمیص کا نام ہے یا ہر وہ چیز ہے جو پہنی جاتی ہے۔

قرا کے عربی یا عجمی النسل ہونے کا بیان

۴۱ اَبُوْ عَمْرِهِمْ وَالْيَحْصَبِيُّ ابْنُ عَامِرٍ صَرِيْحٌ وَّبَاقِيْهِمْ اَحَاطَ بِهِ الْوَلاَ

ترجمہ: ان (قرا) میں کے ابو عمرو اور (وہ) یحصبی جو ابن عامر ہیں (دونوں) خالص عرب ہیں اور ان قراء کا باقی (مجموع) جو ہے اس کو عجمیت نے گھیر لیا ہے۔

شرح: یعنی قراء سبعہ میں سے صرف ابو عمرو اور ابن عامر خالص عربی ہیں باقی سب نسلاً عجمی ہیں اور یہ اکثر کے قول پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عامر بھی خالص عربی نہیں اور بعض کے قول پر ابن کثیر اور حمزہ بھی خالص عربی ہیں اور نافع عاصم کسائی بالاتفاق عجمی النسل ہیں اور ابن عامر کو یحصبی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ قبیلہ یَحْصَبْ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن میں تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحو والعربیہ: (۱) ابو عمرو کی اضافت معنی کے اعتبار سے ہے کیونکہ مصداق مفرد ہے لفظ کے لحاظ سے نہیں کیونکہ لفظاً" مرکب ہے (۲) یَحْصَبِیْ کے صاد پر رِوایۃً" تو فتح ہے اور لُغۃً کسرہ اور ضمہ بھی جائز ہے (۳) ابْنُ عَامِرٍ یا تو یَحْصَبِیْ سے بدل ہے یا عطف بیان اور صَرِیْحٌ۔ اَبُوْعَمْرِهِمْ اور اَلْیَحْصَبِیْ دونوں کی خبر ہے اور صَدِیْقٌ" و رَفِیْقٌ کی طرح اس کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور زائد پر بھی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ صَرِیْحٌ ان دونوں میں سے کسی ایک کی خبر ہے اور چونکہ یہ دوسرے کی خبر پر بھی دال ہے اس لیے ایک کی خبر کو حذف کر دیا (۴) وَلَا غالباً اتصال اور تعلق کے معنی میں ہے چونکہ مَوَالِیْ کا استعمال اہل عجم کی اولاد میں غالب ہے جس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں (۱) اہل عجم نے عربوں کی مدد کی تھی اور مددگار کو مولیٰ کہتے ہیں (۲) ان کے قلعہ عربوں کے ہاتھ پر فتح ہوئے تھے پس گویا اہل عجم عربوں کے آزاد کردہ غلام ہیں اِس بنا پر وَلَا سے عجمی ہونا مراد لے لیتے ہیں پس یہاں یہ وِلَادَۃُ الْعُجَمِ کے معنی میں ہے اور بعض نے اس سے وَلَاءُ الْعِتَاقَۃِ مراد لیا ہے جس کے معنی ہیں غلامی کا تعلق لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ معنی صحیح نہیں ہو سکتے اس بنا پر کہ نہ تو باقی پانچ قراء سب کے سب خود ہی غلام ہیں اور نہ ان سب کے آباو اجداد میں غلامی پائی جاتی ہے۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے۔ اور وَلَاءُ الْحَلْفِ بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عربی ہونے کے منافی نہیں۔

ان چودہ راویوں کے طرق کا اجمالی بیان

۴۲ لَهُمْ طُرُقٌ يُهْدٰى بِهَا كُلُّ طَارِقٍ ۔۔۔ وَلَا طَارِقٌ يُخْشٰى بِهَا مُتَمَحِّلَا

ترجمہ: (قراء کے) ان (رواۃ) کے لیے ایسے طرق ہیں جن کی طرف (اس فن کا) ہر عالم (طلباء کو) ہدایت کرتا ہے اور ان (طرق) میں کوئی ایسا مدلس عالم نہیں ہے جس سے اندیشہ کیا جائے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ دھوکہ دینے والا ہو (بلکہ سب کے سب معتبر اور اعتماد کے قابل ہیں)۔

۴۳ وَهُنَّ اللَّوَاتِيْ لِلْمُوَاتِيْ نَصَبْتُهَا ۔۔۔ مَنَاصِبَ فَانْصَبْ فِيْ نِصَابِكَ مُفْضِلَا

ترجمہ: اور یہ طرق وہ ہیں جن کو میں نے موافقت کرنے والے کے لیے علامتیں (یا اصول) بنا دیا ہے۔ پس (اے علم قراءت کے طالب) تو اپنی اس اصل یعنی علم کے خالص کرنے میں (یا اپنی نیت یا اپنی ذات کے درست کرنے کے بارے میں) تکلیف برداشت کر (یعنی خالص رضائے حق کے لیے علم حاصل کر) اس حالت میں کہ تو افضل کام کرنے والا ہے۔

شرح: (شعر نمبر ۴۲، ۴۳) یعنی ان چودہ راویوں کے لیے طرق بھی ہیں جن کی نسبت ان کے شاگردوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف ہوتی ہے جیسا کہ روایت کی نسبت راوی کی طرف اور قراء ت کی نسبت قاری کی طرف ہوتی ہے مثلاً نافع کی قراء ت اور قالون کی روایت اور ابو نشیط کا طریق کہتے ہیں۔ اور مثال مقدمہ شرح کے دوسرے حصہ کی پہلی فصل کے شروع میں گزر چکی ہے۔ پس طریق راوی کے شاگرد کو کہتے ہیں اور چونکہ اس فن کے علماء طلباء کو طرق بھی بتلاتے رہتے ہیں اس لیے یہ مشہور اور ظاہر ہیں اور ان طرق میں جتنے بھی حضرات ہیں سب ثقات اور معتبر ہیں۔ مدلس کوئی بھی نہیں ہے۔ (مدلس وہ ہے جو استاد کے شیخ کو اپنا شیخ بتائے تاکہ واسطے کم ہو کر اس کی سند بلند ہو جائے نیز وہ بھی ہے جو اپنی سند کو غیر معتبر ہونے کی بنا پر بیان نہ کرے) پس ان کی طرف سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہیے کہ راویوں کی طرف ایسے خلاف کی نسبت کر دیں گے جو ان سے منقول نہ ہو۔ آگے وَهُنَّ اللَّوَاتِيْ الخ میں فرماتے ہیں کہ قراء ت کی جو وجوہ میں نے بیان کی ہیں ان کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا پتہ لگانے کے لیے میں نے انہیں طرق کو علامتیں بنا دیا ہے۔ پس ان راویوں کی جو وجہ ان طرق سے ہو گی وہ تو صحیح ہوگی اور جو دوسرے طرق سے ہوگی وہ غیر صحیح اور اولیٰ کے خلاف سمجھی جائے گی۔ لیکن یہ طرق اسی شخص کے لیے علامتیں ہیں جو میری اصطلاحات اور رموز میں میری موافقت کرے اور ان سے وہی معنی لے جن کے لیے میں نے ان کو مقرر کیا ہے اور جو مخالفت کر کے دوسرے معنی لے گا اس کے لیے یہ طرق علامات نہیں رہیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں تو مطلب بالکل برعکس ہو جائے گا۔ نیز اس بات میں بھی میری موافقت کرے کہ جس طرح میں قراء ت سبعہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں اسی طرح وہ بھی قراء ت سبعہ ہی کے حاصل کرنے کا شوق رکھتا ہو اور جو سبعہ کے بعد کی آٹھویں، نویں، دسویں یا ان کے بھی بعد والی قراء ات حاصل کرنا چاہتا ہو اس کے لیے یہ طرق علامت نہیں ہیں۔ کیونکہ ان قراء توں کے طرق اور ہیں نیز وہ قراء تیں اس قصیدہ سے معلوم نہیں ہو سکیں گی۔ بلکہ ان کو فن کی دوسری تصانیف سے معلوم کرنا چاہیے۔ جعبریؒ کہتے ہیں کہ اس شعر کے معنی بہت سے قراء پر بھی مخفی ہو گئے اور وہ پوری طرح سمجھ نہیں سکے اور ان کی جہالت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب کوئی ایسی قراء ت سنتے ہیں جو اس نظم میں نہ ہو تو اس کو شاذ کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات وہ ان کے برابر یا قوت میں ان سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جب کوئی ایسی قراء ت سنے جو اس کے علم میں نہ آئی ہو تو اس کو چاہیے کہ پرکھنے والے ماہر علماء سے اور معتبر کتابوں سے اس کی تحقیق کرے (اور یوں ہی شاذ نہ کہہ دے) انتہی۔ ابن القاصح کہتے ہیں کہ ان حضرات نے یہ بات اس واسطے کہہ دی کہ اس فن کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس فن میں صرف یہی ایک قصیدۂ شاطبیہ ہوگا۔ اور میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس میں سبعہ کے علاوہ چھ قراء تیں اور بیان کی ہیں۔ پس جو شاطبیہ اور اس مختصر رسالہ کے موافق قراء تیں پڑھے گا۔ اس کو تیرہ قراء تیں حاصل ہو جائیں گی اور یہ چھ قراء تیں جو میں نے بیان کی ہیں یہ بھی انہیں حروف سبعہ میں سے ہیں جو حدیث میں آئے ہیں۔ انتہی۔ اس کے بعد ناظمؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اتنی احتیاط کی ہے تو تمہیں بھی اپنی اصل (نیت) کے درست کرنے میں اور مسائل کی تحقیق میں پوری کوشش سے کام لینا چاہیے۔ ایسا کرنے سے تم محقق اور امام القراء ت بن جاؤ گے اور یہ تمہارا افضل ترین کارنامہ ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہہ: ناظم نے اس شعر میں اپنی نظم کے طرق کی طرف صرف اشارہ کیا ہے اور اس کی اصل (تیسیر) پر اعتماد کرکے ان کو بیان نہیں کیا اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قالون کا طریق ابو نشیط محمد ابن ہارون (متوفی شوال ۲۵۸ھ) سے ہے۔ اور ورش کے لیے ابو یعقوب یوسف الازرق (متوفی قریب ۲۴۰ھ) ہیں اور بزی کے لیے ابو ربیعہ محمد ابن اسحاق (متوفی رمضان ۲۹۴ھ بمکہ) ہیں اور قنبل کے لیے ابوبکر ابن مجاہد (متوفی ۱۹ شعبان ۳۲۴ھ بغداد) ہیں اور دوری کے لیے ابو الزعراء عبدالرحمٰن بن عبدوس (متوفی ۲۸۰ھ) ہیں اور سوسی کے لیے ابو عمران موسیٰ بن جریر (متوفی ۳۱۶ھ) ہیں اور ہشام کے لیے ابو الحسن احمد بن یزید الحلوانی (متوفی ۲۵۰ھ بحلوان) ہیں اور ابن ذکوان کے لیے ابو عبداللہ ہارون ابن موسیٰ الاخفش (متوفی ۲۹۲ھ عمر ۹۲ سال) ہیں اور ابوبکر شعبہ کے لیے ابو زکریا یحیٰی ابن آدم الصلحی (متوفی ۲۰۳ھ بمقام فم صلح) ہیں۔ اور حفص کے لیے ابو محمد عبید بن صباح النشلی (متوفی ۲۳۵ھ) ہیں اور خلف کے لیے ابو الحسن احمد بن عثمان بن بویان ہیں انہوں نے ابو الحسن ابن عبدالکریم الحداد سے اور انہوں نے خود خلف سے پڑھا ہے اور خلاد کے لیے ابوبکر محمد ابن شاذان الجوہری (متوفی ۲۸۶ھ عمر ۷۳ سال بغداد) ہیں اور ابو الحارث کے لیے ابو عبداللہ محمد ابن یحیٰی بغدادی ہیں جن کا عرف کسائی صغیر ہے (متوفی ۳۰۰ھ بغداد) اور دوری کے لیے ابو الفضل جعفر ابن محمد النصیبینی (متوفی ۳۰۷ھ) ہیں۔ اور جس جگہ ناظم نے ان چودہ راویوں میں سے کسی کا ایسا اختلاف بیان کیا ہے جو ان طرق سے نہیں ہے تو وہ حکایت کے طور پر اور فائدے کے کامل کرنے کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ اس کو پڑھا بھی جائے۔ کیونکہ ایک طریق کے اختلافات پڑھتے ہوئے دوسرے طریق کے اختلافات کا پڑھنا قراء کے نزدیک ناجائز ہے مثلاً ناظم نے قالون کی روایت کو ابو نشیط سے نقل کیا ہے تو قالون کا طریق ابو نشیط سے ہوا۔ پس قالون کی جو وجہ ان کے دوسرے شاگرد حلوانی سے منقول ہوگی وہ ناظم کے طریق کے خلاف کہلائے گی۔ اسی لئے وَالْمُؤْتَفِکَتُ میں قالون کے لیے ہمزہ کا واؤ سے ابدال اگرچہ ثابت و صحیح ہے مگر چونکہ ابو نشیط سے نہیں ہے بلکہ حلوانی سے ہے اس لیے نظم کے طریق سے اس کا پڑھنا صحیح نہیں ہوگا یعنی احتیاط کے خلاف ہوگا۔

فائدہ: لَھُمْ طُرُقٌ الخ جعبریؒ کے قول پر طرق سے اصطلاحی طرق مراد ہیں۔ یعنی راویوں کے شاگرد بلاواسطہ ہوں یا ایک یا کئی واسطوں سے ہوں اور قصیدۂ ہذا کی شرح ارشاد المرید میں علی ضباعؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے جو قریب زمانے میں مصر کے شیخ القراء تھے اور احقر کے ذوق میں بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تیسیر و نشر' اتحاف' غیث النفع' تقریب النفع میں بھی قراء و رواۃ کے بعد انہیں اصطلاحی طرق کو بیان کیا ہے اور طیبہ میں قراء اور رواۃ کے ناموں کے بعد فرمایا ہے۔ وَھٰذِہِ الرُّوَاۃُ عَنْھُمْ طُرُق کہ ان رواۃ کے لیے طرق بھی ہیں۔ پس ان تائیدات سے یہ بات تقریباً واضح اور مصرح ہوگئی کہ ناظم لَھُمْ طُرُقٌ میں انہیں اصطلاحی طرق کی طرف اجمالی اشارہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس میں بھی تیسیر کی پیروی ہو جائے۔ لیکن علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں اصطلاحی طرق مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ اول تو قصیدہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اس تقدیر پر آئندہ شعر نمبر ۴۳ میں جو ھُنَّ کی ضمیر ہے وہ ان طرق کی طرف راجع نہیں ہو سکتی کیونکہ اس شعر میں یہ فرمایا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ طرق وہ ہیں جن کو میں نے بیان کر دیا ہے حالانکہ اصطلاحی طرق کو ناظم نے کسی جگہ بھی بیان نہیں کیا اس لیے موصوف طرق سے قراء کے مذاہب اور اختلافات مراد لیکر لَهُمْ طُرُقٌ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ ان قراء اور رواۃ کے لیے قرآن مجید کے الفاظ میں مذاہب اور اختلافات ہیں جن میں سے کچھ اصولی ہیں اور کچھ فرشی اور اس فن کے علماء ہر زمانے میں طلباء کو ان کی تعلیم بھی دیتے رہتے ہیں اور کتابوں میں جمع کرتے رہتے ہیں اس بنا پر وہ مشہور اور متواتر ہو کر ایسے ہو گئے ہیں کہ اب ان میں کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا اور میں نے ان مذاہب اور اختلافات کو علامات اور اصول بنا دیا ہے کہ جو حضرات ان کو یاد کریں گے ان کو بڑی عزت اور بزرگی حاصل ہو گی اور گویا یہ مذاہب ان کی عزت کی علامتیں ہیں جو میری مقرر کی ہوئی اصطلاحات اور رموز میں میری موافقت کریں۔ الخ

النحو و العربیہ: وَلَا طَارِقٌ کی خبر یُخْشٰی یا بِهَا یا مُتَمَحِّلًا ہے اور بِهَا کے خبر ہونے کی صورت میں یُخْشٰی صفت ہے اور یَهْدِیْ معروف کا صیغہ ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے اور بِهَا کی باآرالٰی کے معنی میں ہے یعنی یُرْشِدُ الطَّالِبِیْنَ اِلٰی تِلْکَ الطُّرُقِ۔ طَارِق ارادہ کرنے والا یا راہ چلنے والا یا رات کو آنے والا یہ تو لغوی معنی ہیں اور چونکہ ستارہ بھی رات کو ظاہر ہوتا ہے اس لیے مجازاً طارق سے ستارہ بھی مراد لے لیتے ہیں اور کبھی مجاز در مجاز کے طور پر طارق عالم کے معنی میں بھی آتا ہے چنانچہ یہاں عالم ہی مراد ہے کیونکہ ستارہ اور عالم دونوں راستہ بتانے کے وصف میں شریک ہیں اور دوسرے طارق سے مراد مدلس ہے اور ایک روایت پر یُهْدٰی بصیغہ مجہول ہے اس صورت میں طارق اپنے اصلِ معنی پر رہے گا یعنی طالب اور ارادہ کرنے والا الْمُوَاتِیْ اصل میں مُؤَاتِیْ تھا پھر جوازاً ہمزہ کو واؤ سے بدل لیا تاکہ اَللَّوَاتِیْ کے مطابق ہو جائے۔ مَنَاصِبَ نَصَبْتُ کا دوسرا مفعول ہے اس طور پر کہ نَصَبْتُ بطریق تضمین جَعَلْتُ کے معنی میں ہے یا پہلے مفعول سے حال ہے یا تمیز ہے نِصَاب شے کی اصل کو کہتے ہیں چونکہ نیت بھی اعمال کی اصل ہے اس مناسبت سے بعض شارحین نے نصاب سے نیت مراد لی ہے اور ابو شامہ نے اس کو اصل ہی کے معنی میں لیا ہے اور ان کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ تو اپنی اصل کے درست کرنے میں تکلیف برداشت کر اور تیری اصل علم ہے کیونکہ جس طرح لوگوں کو ان کے باپ دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح تیری نسبت علم کی طرف کی جائے گی مثلاً امام القراءت یا شیخ القراء کہلائے گا۔ مُفْضِلًا آتِیًا بِشَیْءٍ اَفْضَلَ کے معنی میں ہے۔

۴۴ وَهَا أَنَذَا أَسْعٰى لَعَلَّ حُرُوْفَهُمْ يَطُوْعُ بِهَا نَظْمُ الْقَوَافِيْ مُسَهَّلَا

ترجمہ: اور خبردار ہو (اور سن) میں وہ ہوں کہ کوشش کرتا ہوں امید ہے کہ قراء کے اختلافات جو ہیں اشعار کی نظم ان کی گنجائش کر جائے اس حالت میں کہ یہ نظم آسان کی ہوئی ہے۔

شرح: چونکہ نظم میں مقصد کو مختصر الفاظ کے ساتھ بیان کیا جائے گا اس لیے ھَا (خبردار ہو) کہہ کر تنبیہہ فرما دی کہ اس کے تمام الفاظ کو کامل غور کے ساتھ دیکھنا اور سمجھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کسی لفظ کی طرف دھیان نہ کیا جائے اور اس سے مقصد کے سمجھنے میں کمی رہ جائے جس سے بعض قراءات تو نکل آئیں اور بعض رہ جائیں۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسان اس واسطے فرمایا کہ نظم بہ نسبت نثر کے جلدی یاد ہو جاتی ہے اور اس کے یاد کرنے کی طرف رغبت بھی زیادہ ہوتی ہے اور گو اس میں اشکال بھی ہے مگر اتنا نہیں جس سے مطلب کا نکالنا دشوار ہو۔

النحو و العربیہ: (ا) اَسْعٰی ذَا (اسم اشارہ) کے معنی سے حال ہے اَیْ اَنَا الْمُشَارُ اِلَیْہِ حَالَ کَوْنِیْ اَسْعٰی یا ذَا اَنَا سے بدل ہے اور اَسْعٰی خبر ہے یا ذَا اَلَّذِیْ کے معنی میں ہے اور مع صلہ کے خبر ہے اور یہ جملہ لفظاً اور ترکیباً "ھٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَھُمْ آل عمران کی طرح ہے۔ (۲) حروف سے قراء کی رموز یا مختلف قراآت یا دونوں مراد ہیں صاحب عین کہتے ہیں کہ جو کلمہ کئی طرح پڑھا جاتا ہو اس کو حرف کہتے ہیں الخ اور رموز بھی حرف ہیں کیونکہ یہ قراء پر دلالت کرتی ہیں اور آئندہ شعر سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ گویا کسی نے سوال کیا کہ حروف سے کون سے حروف مراد ہیں پس جواب میں جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ کہہ کر بتا دیا کہ وہ اَبْجَدْ کے حروف ہیں۔ یَطُوْعُ میں یَنْقَادُ کے معنی کا بھی احتمال ہے اور گویا یہ یَسْمَحُ کے معنی کو متضمن ہے اسی لیے اس کو با سے متعدی کر دیا قوافی اشعار کے وہ آخری کلمے ہیں جو کسی ایک ضابطہ کے ماتحت ہوں۔

وہ رموز و اصطلاحات جو قصیدہ میں استعمال کی گئی ہیں

۴۵ (ص) جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ عَلٰی کُلِّ قَارِئٍ　　دَلِیْلًا عَلَی الْمَنْظُوْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا

ترجمہ: میں نے اَبْجَدْ (کے حروف) کو ہر قاری پر یعنی ان پر کہ جو (اس سے پہلے) نظم میں بیان کیے گئے ہیں دلالت کرنے والے بنا دیا ہے اس حالت میں کہ (ابجد کے حروف میں کا) اول حرف (قراء میں سے) اول (قاری) کے لیے ہے۔

شرح: یعنی میں نے انتصار کی غرض سے قراء اور رواۃ کے ناموں کے بجائے ابجد کے حروف استعمال کیے ہیں اس طرح پر کہ ان حروف میں سے پہلے حرف کو قاریوں اور راویوں میں سے پہلے کے لیے اور دوسرے حرف کو دوسرے کے لیے استعمال کیا ہے اور باقی حروف اور باقی قراء کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ (۱) اور ان حروف کی ترتیب یہ ہے۔ اَبَجْ۔ دَھَزْ۔ حُطِّیْ۔ کَلِمْ۔ نَصَعْ۔ فَضَقْ۔ رَسَتْ یہ حروف بھی اکیس ہیں اور قاریوں اور راویوں کے نام بھی اکیس ہیں ان حروف کو ترتیب وار ناموں پر تقسیم کر لو۔ اس طرح پر کہ اَبَجْ کا ہمزہ نافع اور با قالون اور جیم ورش کے لیے اور دَھَزْ کی دال ابن کثیر اور ھا بزی اور زاء معجمہ قنبل کے لیے اور حُطِّیْ کی حا ابو عمرو اور طا دوری اور یائے تحتانیہ سوسی کے لیے ہے۔ اور کَلِمْ کا کاف ابن عامر اور لام ہشام اور میم ابن ذکوان کے لیے اور نَصَعْ کا نون عاصم اور صاد ابوبکر اور عین حفص کے لیے اور فَضَقْ کی فا حمزہ اور ضاد معجمہ خلف اور قاف خلاد کے لیے اور رَسَتْ کی راء کسائی اور سین ابو الحارث اور تا دوری کے لیے ہے۔ (۲) اس بارے میں ناظم نے اہل مشرق کی مشہور ترتیب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے اہل مغرب کی ترتیب کو استعمال کیا ہے اس کو ناظم نے تو بیان نہیں کیا لیکن شارحین نے قصیدہ کے اشعار کے تلاش کرنے کے بعد متعین کیا ہے۔ (۳) آئندہ اشعار میں آئے گا کہ ثَخَذٌ کی ثا تینوں کوفیین (عاصم، حمزہ، کسائی) کے اور خا نافع کے سوا باقی چھ کے اور ذال ابن عامر اور کوفیین کے لیے ہے اور ظَغَشٌ کی ظا ابن کثیر مکی اور کوفیین کے اور غین ابو عمرو بصری اور کوفیین کے اور شین حمزہ اور کسائی کے لیے ہے اور واؤ کو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا اور یہ تمام حروف جو اٹھائیس ہیں ہر جگہ کلمہ کے شروع میں آئیں گے۔ رہا الف سو وہ چونکہ کلمہ کے اول میں آہی نہیں سکتا اس لیے اس کو رمز نہیں بنایا ان حروف میں سے ایک کو رمز اور کئی کو رموز کہتے ہیں اور رمز اشارہ کرنے کے معنی میں ہے چونکہ ان حروف سے بھی قراء کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لیے ان کو رمز کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ آٹھ رمزیں اور ہیں اور وہ بھی آئندہ اشعار میں آرہی ہیں۔ ان کو بھی یہیں یاد کرلو تاکہ سب جمع ہو جائیں اور وہ یہ ہیں۔ صُحْبَةٌ صِحَابٌ عَمَّ سَمَا۔ حَقٌّ۔ نَفَرٌ۔ حِرْمِیٌّ۔ حِصْنٌ ان میں سے صُحْبَةٌ ابوبکرو حمزہ اور کسائی کے اور صِحَاب حفص و حمزہ اور کسائی کے اور عَمَّ نافع، ابن عامر کے اور سَمَا نافع، ابن کثیر ابو عمرو کے اور حَقٌّ ابن کثیر، ابو عمرو کے اور نَفَرٌ ابن کثیر، ابو عمرو، ابن عامر کے اور حِرْمِیٌّ نافع، ابن کثیر کے اور حِصْنٌ نافع اور تینوں کوفیین کے لیے ہے۔ پس کل رمزیں پینتیس ہیں اور چھتیسواں واو ہے جو جدائی کے لیے ہے۔ (۵) پھر ان رمزوں کی تین قسمیں ہیں (ا) رمز صغیر حرفی مفرد جو ایک ایک قاری یا ایک ایک راوی کے لیے ہو اور یہ اَبَجْ سے رَسَتْ تک کی اکیس رمزیں ہیں (ب) رمز صغیر حرفی مرکب جو کئی کئی قاریوں کے لیے ہو اور یہ ثَخَذٌ اور ظَغَشٌ کی چھ رمزیں ہیں یہ صرف کلمہ کے پہلے حرف میں آئیں گی۔ (ج) رمز کبیر کلمی یہ صُحْبَةٌ سے حِصْنٌ تک کی آٹھ رمزیں ہیں ان میں پورا کلمہ رمز بنتا ہے۔ پس رمز حرفی اور رمز کلمی دونوں شعر کے نیچے الگ سے لکھی جائیں گی۔ اس سے سمجھ لینا کہ یہ رمز ہے اور واؤ فاصل حرفی اور کلمی دونوں قسم کی رمزوں کے بعد یہ بتانے کے لیے آئے گا کہ اب پہلا مسئلہ ختم ہو گیا ہے اور دوسرا شروع ہوتا ہے اور جہاں شبہ نہیں ہو گا وہاں دونوں قسم کی رمزوں کے بعد واؤ کو ترک بھی کردیں گے۔

رموز کے استعمال کے متعلق مفید ترین فوائد

فائدہ (ا): (ا) رموز کے لیے مفرد اور بے معنی حروف کے بجائے ایسے کلمات استعمال کیے ہیں جو قراءت کی یا قاری کی تعریف اور قراءت کی توجیہ اور اسی قسم کے دوسرے فوائد پر بھی مشتمل ہیں اور ان کلمات کا پہلا حرف رمز کا بھی کام دیتا ہے جیسے باب البسملہ شعر نمبرا ام القرآن، شعر نمبرا سورۃ القیامتہ شعر نمبر۲ (ب) ان میں سے جو حروف واؤ فاصل کے بعد آرہے ہوں۔ وہ دو شرطوں سے رمز بنتے ہیں۔ (ا) یہ کہ واؤ زائد ہو اصلی حروف میں سے نہ ہو۔ (۲) یہ کہ واؤ مسئلہ کے شروع میں ہو ختم پر رموز والے حروف کے درمیان نہ ہو۔ اسی لیے اَلَا وَ عَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحِرْمِیْ اعراف شعر نمبر ۱۲ اور وَ کَمْ صُحْبَۃٍ یا کاف یونس شعر نمبر ۲ اور وَ حُکْمُ صِحَابٍ شوریٰ شعر نمبر ۷ تینوں میں واؤ کے بعد والے حروف رمز ہیں اور وَ عَلٰی نَفَرٍ ہائے کنایہ شعر نمبر ۹ میں عین اور وَ صِلَا مُحِل شعر نمبر ۲ میں صاد رمز نہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں واؤ فا کلمہ ہے۔ اور حَقٌّ وَ ذُو جَلَا بقرہ شعر نمبر ۶۷ میں ذال اور جیم اور حَقٌّ وَ ذُو مَلَا آل عمران شعر نمبر ۳۴ میں ذال اور میم رمز نہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں واؤ مسئلہ کے ختم پر رمزیہ حروف کے درمیان ہے۔

فائدہ ۲۔: نافع چونکہ نظم کی ترتیب میں سب سے پہلے قاری ہیں اس بناء پر ان کے لیے ابجد کے پہلے ہی حرف کو رمز بنایا ہے جو لفظاً ''ہمزہ اور رسماً'' الف ہے اور دوسرے شارحین اس کو الف سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس شرح میں درہ کی ایک عربی شرح کے مطابق اس کو ہر جگہ ہمزہ ہی کہا جائے گا یاد رکھنا اور یہ ہمزہ قطعی بھی ہوتا ہے جیسے اٰمِنًا قیامہ شعر نمبر ۱ اور وصلی بھی جیسے لَہٗ الرُّحْبُ ہائے کنایہ شعر نمبر ۸ اور بِنَفَرٍ الْعُلَا یاء آت الاضافہ شعر نمبر ۱۲ اور لَہُ الْحُلَا ایضاً شعر نمبر ۲۹ اور کَمَا انْجَلَا۔ شوریٰ شعر نمبر ۱۱ وَاِنَّ اَفْتَحُوْا الْجَلَا سورہ محمدؐ شعر نمبر ۱۰ لیکن ہمزہ وصلی چونکہ درج میں ساقط ہو جانے کے سبب خفی ہے اس لیے اس کو رمز نہ بناتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رمز کا واضح ہونا اولیٰ ہے اور اسی لیے وَاَقْبَلَا عَلٰی حَقٍّ نِ السَّدَّیْنِ کہف شعر نمبر ۱ میں یہ اشکال پیدا ہو گیا کہ اَقْبَلَا کا ہمزہ نافع کی رمز ہے اور حفص مکی اور بصری کی طرح اُن کے لیے بھی السَّدَّیْنِ میں سین کا فتحہ ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ انتہی اور اس کا جواب یہ ہے کہ واؤ کے بعد والے ہمزہ وصلی کو قصیدہ میں کسی جگہ بھی رمز نہیں بنایا اس لیے وَاَقْبَلَا (کہف) میں یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

فائدہ ۳۔: بعض جگہ وزن کے درست کرنے اور شعر کے پورا کرنے کی غرض سے امام کی ایک رمز کے بجائے دونوں راویوں کی دو رمزیں بھی لے آتے ہیں جیسے سَنَا تَلَا باب الامالہ شعر نمبر ۲۲ باب الوقف علی مرسوم الخط شعر نمبر ۱۰ اور زَاکِیہِ ھَلَّلَا بقرہ شعر نمبر ۴۸ اور لَہٗ مُلَا مائدہ شعر نمبر ۱۳۔

فائدہ ۴۔: جس جگہ رمز کے حرف کے ساتھ ضمیر متصل ہو جیسے عَنْھُمْ لَھُمْ تو اگر وہ ضمیر قراء کی طرف راجع ہو تب تو اس حرف کو رمز نہیں بناتے اور اس ضمیر کو اسم ظاہر کے درجہ میں رکھتے ہیں جس کے بارے میں ناظم کا دستور یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اسم ظاہر لے آتے ہیں تو پھر اس مسئلہ کے ختم ہونے تک رمز نہیں لاتے جیسے وَیَبْصُطُ عَنْھُمْ غَیْرُ قُنْبُلٍ بقرہ شعر نمبر ۷۰ یعنی وَیَبْصُطُ میں انہیں کے لیے صاد ہے جن کے لیے وَصِیَّۃً میں تا کا رفع ہے۔ اور جیسے وَضَمَّ اُولُوْ حَقٍّ وَّلَا غِیَۃٌ لَھُمْ یعنی لَا غِیَۃٌ کا رفع بھی انہیں ہمزہ اور حق والوں کے لیے ہے جن کے لیے یُسْمَعُ میں پہلے حرف کا ضمہ ہے پس عَنْھُمْ میں عین حفص کی اور لَھُمْ میں لام ہشام کی رمز نہیں کیونکہ یہ ضمیریں قراء کے لیے ہیں اور اگر حرف کے ساتھ والی ضمیر قراء کے لیے نہ ہو تو پھر اس حرف کو رمز بنا دیتے ہیں جیسے لَہُ الرُّحْبُ ہاء کنایہ شعر نمبر ۸ اور لَہُ الْحُلٰی یاء ات الاضافہ شعر نمبر ۲۹ پس ان دونوں میں لام ہشام کی رمز ہے کیونکہ اول میں ضمیر قصر کے اور ثانی میں خُلْف کے لیے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۵-: باب المد، باب الامالہ، یاء ات الزوائد، باب الفرش میں کچھ حروف ایسے بھی ہیں جو رمز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن واقع میں رمز نہیں ہیں اس لیے انہیں اشکال ہوتا ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ باب البسملہ میں ایک موقعہ ایسا ہے کہ جس میں اوروں نے تو رمز بتائی ہے لیکن میرے نزدیک رمز نہیں ہے اور غالباً اس سے مراد شعر نمبر ۳ ہے اور صاحب نشر کی تحقیق کی بناء پر احقر کی رائے بھی یہی ہے کہ اس شعر میں جِیۡدُہٗ کا جیم رمز ہے چنانچہ انشاء اللہ اس کا ذکر موقعہ پر آئے گا۔

فائدہ ۶-: جس جگہ ایک ہی قاری کے لیے دو یا تین قراء تیں جمع ہو جاتی ہیں۔ وہاں تین طرح عمل کرتے ہیں (ا) ہر ایک کے لیے الگ الگ اسم یا رمز لاتے ہیں جیسے وَفِیۡہِ لَمۡ یُنَوِّنۡ لِحَفۡصٍ کَیۡدِ بِالۡخَفۡضِ عُوِّلَا انفال شعر نمبر ۳ یعنی مُوۡھِنُ میں تنوین کا ترک اور کَیۡدِ میں دال کا جر دونوں حفص ہی کے لیے ہیں۔ (۲) دونوں کے لیے ایک ہی اسم یا رمز کو کافی سمجھتے ہیں جیسے وَاِنۡنَا۔ یَکُوۡنَ مَعَ الۡاَسۡرٰی الۡاُسَارٰی حُلاً حَلاَ انفال شعر نمبر ۱۰ یعنی اَنۡ یَّکُوۡنَ میں تانیث کی تا اور مِنَ الۡاَسۡرٰی میں مِنَ الۡاُسَارٰی دونوں حا والے (ابو عمرو) ہی کے لیے ہیں۔ اور سَنَکۡتُبُ الخ آل عمران شعر نمبر ۳۶ میں تین قراء توں کے لیے ایک ہی رمز فا لائے ہیں جو شعر کے آخر میں ہے۔ (۳) پہلی قراء ت کے لیے تو رمز لے آتے ہیں اور دوسری کا عطف کے ذریعہ اسی رمز سے تعلق کر دیتے ہیں جیسے وَفِیۡ ضَمِّہٖ افۡتَحُوۡا۔وَفِی الۡکَسۡرِ حِقًّا وَّالنُّعَاسَ ارۡفَعُوۡا وِلاَ انفال شعر نمبر ۲ یعنی النُّعَاسَ کا رفع بھی انہیں حق والوں کے لیے ہے۔ جن کے لیے یُغۡشِّیۡ میں یَغۡشٰی ہے پس وَالنُّعَاسَ کا واؤ عطف کے لیے ہے جس کے ذریعہ سے اس کا تعلق حق کے ساتھ ہوگیا اور وِلَا کا واؤ فاصل ہے اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ النُّعَاسَ کا تعلق پہلی ہی رمز کے ساتھ ہے ورنہ اس واؤ سے پہلے ایک رمز اور لاتے از ابراز۔

فائدہ ۷-: بعض مصنفین نے حروف تہجی (الف، با، تا، ثا) والی ترتیب استعمال کی ہے اور ناظم نے حدیث کی موافقت کی غرض سے ابجد کی ترتیب رکھی ہے اس بناء پر کہ حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے تَعَلَّمُوۡا اَبَا جَادٍ قِیۡلَ مَا اَبُوۡ جَادٍ۔ فَقَالَ الۡاَلِفُ آلَاۗءُ اللّٰہِ وَالۡبَاۗءُ بَھَاۗءُ اللّٰہِ وَالۡجِیۡمُ جَلَالُ اللّٰہِ وَالدَّالُ دِیۡنُہٗ وَالۡھَاۗءُ ھَاوِیَۃٌ وَالۡوَاوُ وَیۡلٌ لِّمَنۡ ھَوٰی وَالزَّاۗءُ زَاوِیَۃٌ فِیۡھَا وَالۡحَاۗءُ حَطُّ الۡخَطَایَا عَنِ الۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ وَالطَّاۗءُ طُوۡبٰی لَھُمۡ وَالۡیَاۗءُ یَدُاللّٰہِ عَلٰی خَلۡقِہٖ وَالۡکَافُ کَلَامُ اللّٰہِ لَا تَبۡدِیۡلَ لَہٗ وَالۡلَامُ لَازِمٌ اَھۡلُ الۡجَنَّۃِ بِالتَّحِیَّۃِ وَالۡمِیۡمُ مُلۡکُ اللّٰہِ وَالنُّوۡنُ نُوۡنٌ وَالۡقَلَمِ لَوۡحٌ مِّنۡ نُّوۡرِہٖ قَلَمٌ مِّنۡ نُّوۡرِہٖ یَکۡتُبُ مَا ھُوَ کَاۗئِنٌ۔ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ حُرُوۡفُ اَبِیۡ جَادٍ مَا مِنۡھُنَّ حَرۡفٌ اِلَّا وُجِدَ مَکۡنُوۡنًا فِیۡ صَفۡحَاتِ الۡعَرۡشِ بِالنُّوۡرِ وَ مَا مِنۡھَا کَلِمَۃٌ اِلَّا فِیۡ آجَالِ قَوۡمٍ وَّ اَعۡمَالِ قَوۡمٍ وَّ مُدَّۃِ قَوۡمٍ (قاری عن الجعبری)

النحو و العربیہ: (ا) ابجد کی اصل اَبُوۡ جَادٍ تھی تکرار سے بچنے کے لیے واؤ کو حذف کر دیا اس بناء پر کہ ایک واؤ ہوز میں بھی آرہا ہے۔ (۲) عَلَی الۡمَنۡظُوۡمِ عَلٰی کُلِّ قَارِیٍٔ سے بدل ہے اور دونوں جار دَلِیۡلاً کے متعلق ہیں۔ (۳) اَوَّلَ اَوَّلَا متکلم کی ضمیر سے حال ہے۔ ای مُرَتَّبًا اَوَّلاً فَاَوَّلاً اور پہلا لفظ اول درمیان میں ہونے کی وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا لام کے معنی کو متضمن ہونے کی بناء پر مبنی ہے اور الف اطلاق کے لیے ہے۔

(ص)

۴۶ وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الْحَرْفَ أُسْمِي رِجَالَهُ ... مَتَىٰ تَنْقَضِي آتِيكَ بِالْوَاوِ فَيْصَلَا

ترجمہ: اور میں اپنے کلمہ قرآنی کے ذکر کرنے کے بعد اس (کلمہ) کے قراء کو نام یا رمز کے ساتھ ذکر کروں گا۔ جب یہ رموز ختم ہو جائیں گی تو میں تیرے پاس واؤ لاؤں گا اس حالت میں کہ میں (اس واؤ کے ذریعہ دو مسئلوں میں) جدائی کرنے والا ہوں گا۔

(ص)

۴۷ سِوَىٰ أَحْرُفٍ لَا رِيبَةٌ فِي اتِّصَالِهَا ... وَبِاللَّفْظِ أَسْتَغْنِي عَنِ الْقَيْدِ إِنْ جَلَا

ترجمہ: (میں واؤ فاصل تمام کلمات میں لاؤں گا) سوائے ان کلمات (رمزیہ) کے جن کے (دوسرے کلمہ قرآنی کے ساتھ) متصل ہو جانے (کی صورت) میں شبہ نہیں ہے (پس ایسے مقامات میں واؤ نہیں لاؤں گا) اور اگر (کسی جگہ صرف تلفظ مقصود کو) ظاہر کر دے گا تو میں (کلمہ کے) تلفظ ہی کے ساتھ (اس کی) قید (کے بیان کرنے) سے بے نیاز ہو جاؤں گا۔

شرح: (شعر نمبر ۴۶ و ۴۷) ان دونوں شعروں میں تین باتیں بیان کی ہیں: اول بیان کی ترتیب یہ رہے گی کہ (الف) پہلے کلمہ قرآنی لائیں گے پھر اس کی قیود (حرکات و سکون و تشدید وغیرہ) کو بیان کریں گے پھر اس کے قاریوں کی رمزیں لائیں گے۔ پھر واؤ فاصل آئے گا جو دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لیے ہوگا۔ پس واؤ کے آنے سے یہ سمجھ لینا کہ یہاں پہلا مسئلہ ختم ہو گیا اب دوسرا شروع ہوتا ہے اور اس واؤ کے بعد جو رموز آئیں گی ان کا تعلق پہلے مسئلہ کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اور باب الاظہار والادغام میں إِذْ قَدْ تانیث کی تا اور هَلْ بَلْ کے ذکر میں دو واؤ لائیں گے جن میں سے پہلا ادغام کے حروف اور رموز میں اور دوسرا رموز اور آئندہ مسئلہ میں جدائی کرنے کے لیے ہوگا (ب) اس ترتیب کا لحاظ وہاں رکھا گیا ہے جہاں قراء کے ناموں کے بجائے حرفی رمزیں استعمال کی گئیں ہیں عام ہے کہ وہ حرفی رمز ایک ایک قاری یا ایک ایک راوی کے لیے ہو جیسے وہ اکیس رموز جو أَبَجْ سے رَسَتْ تک کے سات کلمات میں آرہی ہیں یا کئی قاریوں کے لیے ہو۔ جیسے وہ چھ رمزیں جو ثَخِذْ ظَغَشْ کے چھ حروف میں جمع ہیں اور جس جگہ رمز کو ترک کر کے قاری کے نام یا کنیت یا لقب کو استعمال کیا ہے یا کلمی رمز آئی ہے برابر ہے کہ وہ اکیلی ہو یا حرفی رمز کے ساتھ ہو۔ وہاں اس ترتیب کو ضروری نہیں سمجھا بلکہ قاری کے نام اور کلمی رمز کو آزادی کے ساتھ استعمال کیا ہے یعنی کسی جگہ کلمہ قرآنی سے پہلے اور کسی جگہ بعد میں (ج) ناظم نے ہر ہر رمز کے لیے ایک ایک کلمہ استعمال کیا ہے جو مقام کے مناسب مفید اور صحیح معنی بھی ظاہر کرتا ہے اور اس کلمہ کا پہلا حرف رمز کا کام بھی دیتا ہے اور طلباء کو شبہ سے بچانے کے لیے ہر جگہ کلمہ کے پہلے ہی حرف کو رمز بنایا ہے درمیانی یا آخری حرف کو کسی جگہ بھی نہیں بنایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم: جن موقعوں میں رموز کے دوسرے کلمہ کے ساتھ متصل ہو جانے سے شبہ پیدا ہوگا ان میں واؤ فاصل ہر جگہ لائیں گے صرف ایک جگہ قصص شعر نمبر۴ و ۵ میں شبہ کے باوجود بھی سہواً واؤ نہیں لائے اور دُخْلُلَا کے بعد نَمَا نَفَرٌ فرما دیا ہے جس سے یہ شبہ ہوگیا کہ وَقَالَ مُوسٰی کو واؤ کے بغیر پڑھنے میں ابن کثیر کے ساتھ نَمَا نَفَرٌ والے باقی حضرات بھی شریک ہیں حالانکہ نَمَا نَفَرٌ کا تعلق یُرْجِعُونَ کے ساتھ ہے جو اس کے بعد آرہا ہے۔ اور اظہریہ ہے کہ یہاں شہرت کو کافی سمجھ کر واؤ نہیں لائے اور جن موقعوں میں رموز کے دوسرے کلمہ کے ساتھ متصل ہو جانے سے بھی شبہ نہیں ہوگا ان میں اکثر جگہ تو واؤ لائیں گے۔ ام القرآن شعر نمبر۱' آل عمران شعر نمبر۳' قیامہ شعر نمبر۳ اور بعض جگہ ضرورت نہ ہونے کا خیال کر کے واؤ کو ترک بھی کر دیں گے (چنانچہ شعر ۷۴ کے پہلے مصرعہ میں اسی کو بیان کیا ہے) جیسے وَیُنۡبِتُ نُونٌ صَحَّ یَدْعُونَ عَاصِمٌ نحل شعر نمبر۱ یہاں شبہ نہ ہونے کے سبب یَدْعُونَ کو واؤ کے بغیر لائے ہیں کیونکہ یُنْبِتُ میں ابوبکر کے لیے یا کے بجائے نون بیان کیا ہے اور وہ یَدْعُونَ میں ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ نَدْعُونَ کوئی بھی صیغہ نہیں۔

سوم: جس جگہ شعر کے وزن کے سبب کلمہ کے تلفظ ہی سے اس کی قیدیں بھی ظاہر ہو جائیں گی وہاں اس کی حرکات و سکون و تشدید وغیرہ کو بیان نہیں کریں گے صرف کلمہ لے آئیں گے اور اس کو باب استغناء کہتے ہیں جیسے وَحَمْزَةُ اَسْرٰی فِیْ اُسٰرٰی یہاں دونوں قراء توں میں حرکات بیان نہیں کی گئیں تلفظ ہی سے سمجھی گئی ہیں اور اگر قید کے بغیر مقصد ظاہر نہیں ہوگا تو قید ضرور بیان کی جائے گی جیسے وَضَمُّهُمْ تُفَادُوهُمْ وَالْمُدُّ یہاں ضمہ اور مد دونوں کو بیان کر دیا اور واؤ فاصل اور باب استغناء کی مزید تفصیل کے لیے فوائد کا مطالعہ فرمائیں۔

فائدہ ا۔: (۱) الحرف سے مراد قرآن مجید کا وہ کلمہ ہے جس میں قراء کا اختلاف ہو (عام ہے کہ یہ کلمہ ایک ہو بقرہ شعر نمبر۹ خواہ دو ہوں بقرہ شعر نمبر۵۹ یا تین ہوں بقرہ شعر نمبر۳ یا چار ہوں ھاء کنایہ شعر نمبر۳ یا قاعدہ کلیہ ہو جو بہت سے کلمات کو شامل ہو بقرہ شعر نمبر۵۰ تا ۵۳) (۲) رموز اکثر جگہ تو قیدوں کے پورا ہونے کے بعد آتی ہیں اور شاذ و نادر موقعوں میں قیدوں کے درمیان بھی آجاتی ہیں بقرہ شعر نمبر۲۷ و ۷۳ یہاں ثُقِّلَا اور وَاقْصُرْ قیدیں ہیں اور کَمَا دَارَ میں کاف اور دال رمزیں ہیں اور آل عمران شعر نمبر۲۵ و ۲۶ یہاں کسر اور مکسوراً قیدیں ہیں اور دَلَا کی دال رمز ہے اور سَکِّنْ لَّهُمْ غافر شعر نمبر۲۔ میں لَهُمْ کی ضمیر ثُمِّلَا کی ثا والوں کے لیے ہے۔ پس گویا یہاں رمز دوبارہ آرہی ہے اس لیے اس ثا کو قیدوں کے درمیان نہیں سمجھیں گے اور کبھی رمز کو تمام قیدوں سے پہلے بھی لے آتے ہیں بقرہ شعر نمبر۶۴ (۳) واؤ چونکہ عطف کے لیے ہے اور قراءت بھی مسائل ہیں۔ جو ایک دوسرے پر معطوف ہوتے ہیں اور نظم میں اس کا لانا آسان بھی تھا اس بناء پر فاصلہ کے لیے واؤ ہی کو اختیار کیا اور یہ واؤ فاصل اصلی اور غیر عاطفہ بھی ہوگا جیسے وَعَلٰی نَفَرٌ ہاء الکنایہ شعر نمبر۹ یہاں واؤ فا کلمہ ہے اور زائد اور عاطفہ بھی ہوگا۔ وَاَنْهَلَا ہاء الکنایہ شعر نمبر۴ بقرہ شعر نمبر۶۸ توبہ شعر نمبر۵' علق شعر نمبر۴ (۴) اگر واؤ کو فاصل مقرر نہ کرتے تو غیر رمز کے رمز ہونے کا شبہ ہو جاتا اور مسائل خلط ملط ہو جاتے۔ بالخصوص ان جملوں میں جن کو شعر کا وزن پورا کرنے کی ضرورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دو مسئلوں کے درمیان لاتے رہتے ہیں بقرہ شعر نمبر ۵۹، ۶۷، ۶۸ پس ان تینوں مثالوں میں آخری واؤ کے بعد والے حرف رمز نہیں ہیں (۵) کبھی قافیہ پورا کرنے کی ضرورت سے مسئلہ کی قیدوں کے درمیان بھی واؤ لے آتے ہیں۔ پس ایسے واؤ کو فاصل نہ سمجھنا چاہیے سورہ سبا شعر نمبر ۱ و ۲، صافات شعر نمبر ۷ و ۸ پس ان میں وِلاَ اور وُصّلاَ کا واؤ فاصل نہیں ہے۔ (۶) اسی طرح قیود کے الفاظ کے پہلے حروف بھی رمز نہیں ہوتے بلکہ رمز اکثر جگہ قیود کے ختم ہونے کے بعد ہی آیا کرتی ہے (۷) اسی طرح واؤ فاصل وہ ہوتا ہے جو قید اور رمز دونوں کے ختم ہونے کے بعد آیا کرتا ہے (۸) جو واؤ کلمہ کے اول میں ہو اس کو ہر جگہ فاصل نہ سمجھ لینا کیونکہ وہ بعض جگہ کلمہ قرآنی کا اور تقیید کے الفاظ کا بھی ہوتا ہے انعام شعر نمبر ۱ محمدؐ شعر نمبر ۱ (۹) اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کبھی واؤ والا کلمہ تقیید کے کلمات کے درمیان بھی آتا ہے حالانکہ وہ قید کے لیے نہیں ہوتا بلکہ قافیہ کے پورا کرنے کے لیے اصل مقصود سے زائد ہوتا ہے نساء شعر نمبر ۱۴ اس میں وِلاَ کا واؤ اسی قبیل سے ہے اور اس کے بعد کے تین واؤ بھی قیود کے ساتھ آرہے ہیں فاصل نہیں ہیں۔ فاصل تو صرف وہ ہے جو رموز کے ختم ہونے کے بعد شعر ۱۶ کے شروع میں ہے (۱۰) جس کلمہ کے شروع میں واؤ فاصل ہوتا ہے کبھی تو وہ پورا کلمہ فصل ہی کے لیے ہوتا ہے اعراف شعر نمبر ۱۹ اس میں وَاِفِ کو فصل ہی کے لیے لائے ہیں گو اس سے قراء ت کی تعریف بھی ظاہر ہو رہی ہے جو ایک مفید معنی ہیں اور کبھی صرف واؤ ہی فصل کے لیے ہوتا ہے رہا بعد والا کلمہ سو وہ یا تو قرآن کا لفظ ہوتا ہے نساء شعر نمبر ۱۶ علق شعر نمبر ۶ یا قاری کا نام ہوتا ہے۔ ہمز المفرد شعر نمبر ۱۱، بقرہ شعر نمبر ۲۲، محمدؐ شعر نمبر ۱۰ یا اختلافی کلمہ کی قید ہوتا ہے آل عمران شعر نمبر ۳۴، انعام شعر نمبر ۱، اعراف شعر نمبر ۲۱، محمدؐ شعر نمبر ۵ اور قلیل موقعوں میں واؤ کے بعد والا حرف بھی رمز ہوتا ہے جیسا کہ شعر ۴۵ کے فائدہ میں گذر چکا ہے (۱۱) کبھی ایک قراء ت کی رمز اور دوسری کی قید کو بھی واؤ کے بغیر متصل لے آتے ہیں۔ نساء شعر نمبر ۱۶ اور آل عمران شعر نمبر ۱۰ و ۱۱ **فائدہ ۲: باب استغنا کے متعلق** (۱) چونکہ شعر حرکات و سکنات و حروف کے ایک گنے چنے مجموعہ اور وزن کا نام ہے اس لیے اکثر جگہ تلفظ ہی سے قراء ت ظاہر ہو جاتی ہیں یعنی شعر کا وزن ہی قراء ت کو ظاہر کر دیتا ہے کیونکہ دوسری طرح پڑھنے سے وزن درست نہیں رہتا۔ یہ اصطلاح گویا ایک چیستان ہے جس میں نہایت عجیب قسم کا اختصار ہے بلکہ اعجاز کے قریب قریب ہے (۲) اس اصطلاح کو تین طرح استعمال کیا ہے (ا) دونوں قراء توں کو تلفظ ہی سے ظاہر کر دیتے ہیں بقرہ شعر نمبر ۲۲، آل عمران شعر نمبر ۱۳، حج شعر نمبر ۱، سبا شعر نمبر ۱ (ب) ایک قراء ت کے موافق تلفظ کرتے ہیں اور دوسری کے ظاہر کرنے کے لیے قید لے آتے ہیں آل عمران شعر نمبر ۱۹ کا دوسرا مصرعہ (ج) صرف ایک قراء ت پر تلفظ کرتے ہیں اور اس تلفظ ہی سے مذکورہ قراء ت کی قید نکلتی ہے پھر اس قید کی ضد سے دوسری قرآء ت نکلتی ہے جیسے وَمَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ام القرآن شعر نمبر ۱ چونکہ یہاں مَالِکِ کو الف ہی کے ساتھ پڑھنے سے وزن سالم رہتا ہے اس لیے گویا یہاں بالمد بھی فرمایا ہے اور مد کی ضد سے نکل آیا کہ دوسروں کے لیے قصر الف کا حذف ہے اور کبھی دونوں کا تلفظ کر دیتے ہیں اور ان میں سے صرف ایک کے لیے بعض قیدیں بھی بتا دیتے ہیں۔ تمام قیود بیان نہیں کرتے۔ سورۂ محمدؐ شعر نمبر ۱۳ کا مصرعہ اول اور سورۂ نون تا قیامہ شعر نمبر ۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) کبھی ایک قراءت تو تلفظ یا بیان سے نکل آتی ہے اور دوسری اسی قسم کے ان کلمات سے نکلتی ہے جن کو سب نے ایک ہی طرح پڑھا ہے اور کہیں اسی قسم کے اس لفظ سے بھی نکلتی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہو (۴) طٰہٰ شعر نمبر ۸ کے پہلے مصرعہ کے تینوں فعلوں میں دوسری قراءت کو بیان نہیں کیا اور اس بارے میں شہرت کو کافی سمجھ لیا۔ پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ مقام استغنا کے باب سے ہے حالانکہ دوسری قراءت کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے استغنا حاصل نہیں ہوا۔ (۵) مناسب یہ تھا کہ استغنا کی اصطلاح کو شعر ۵۷ وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ تا شعر نمبر ۶۳ وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيرِ الخ کے سلسلہ میں بیان کرتے کیونکہ شعر ۴۵ جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ الخ سے شعر نمبر ۵۶ وَمَهْمَا اَتَتْ تک رموز اور ان کے متعلقات کا اور شعر نمبر ۵۷ تا ۶۳ میں ضدوں اور قیدوں کا بیان ہے اور باب استغنا قیود کے قبیل سے ہے نہ کہ رموز کے قسم سے (۶) جس جگہ تلفظ سے مقصود ظاہر نہیں ہوتا وہاں کلمہ کے ساتھ وہ قیدیں لگا دیتے ہیں جو شعر ۵۷ تا ۶۲ میں مذکور ہیں پھر اس کلمہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ شعر کا وزن صرف ایک قراءت پر تلفظ کرنے سے درست رہتا ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں (ا) کلمہ کا تلفظ اسی قراءت پر کیا گیا ہو جس کی قیدیں بیان کی جا رہی ہیں بقرہ شعر نمبر ا و ۲ اور شعر نمبر ۹ کا دوسرا مصرعہ' آل عمران شعر نمبر ۷' کہف شعر نمبر ۲۰ کا دوسرا مصرعہ' شعراء شعر نمبر ا (ب) کلمہ کا تلفظ قید والی قراءت کے علاوہ دوسری قراءت پر کیا گیا ہو اور یہ نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں قراءتیں ظاہر ہو جاتی ہیں ایک تلفظ سے دوسری قید سے بقرہ ۵۸ کا دوسرا مصرعہ' نساء شعر نمبر ۲ مائدہ شعر نمبر ۲ یوسف علیہ السلام شعر نمبر ا کا دوسرا مصرعہ' دوم یہ کہ شعر کا وزن دونوں قراءتوں کے موافق تلفظ کرنے سے سالم رہتا ہو اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ جس قراءت کی قیدیں بیان ہو رہی ہیں اس کے علاوہ دوسری قرآءت پر تلفظ کیا جائے تاکہ تحصیل حاصل بھی لازم نہ آئے اور قراءت نکالنے میں بھی سہولت ہو جائے کہ ایک قراءت قید سے اور دوسری تلفظ سے نکل آئے ام القرآن شعر نمبر ۳' انعام شعر نمبر ا پس اول میں عَلَيْهِمْ وغیرہ میں هَا کا کسرہ اور ثانی میں يُصْرَفْ میں یا کا ضمہ اور را کا فتحہ اور لَمْ يَكُنْ میں تانیث کی تا سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

النحو و العربیہ: شعر ۴۶ (ا) مِنْ ابتدا غایت کے لیے ہے اور بعض نسخوں میں ذِكْرِ الْحَرْفِ متکلم کی یاء کے بغیر ہے پس مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہوگی اور اُسْمِيْ اُسَمِّيْ دونوں کے ایک معنی ہیں (۲) اُسْمِيْ اَضَعُ کے معنی میں ہو تو دو مفعولوں کو چاہتا ہے اور اَذْكُرُ کے معنی میں ہو جیسا کہ یہاں ہے تو ایک مفعول کو چاہتا ہے (۳) تَنْقَضِيْ اور آتِيْ میں اور اَلَمْ يَاْتِيكَ وَالْاَنْبَاءُ تَنْمِيْ میں اور قنبل کی روایت پر سورۂ یوسف کے نَرْتَعِيْ اور مَنْ يَتَّقِيْ میں یاء کا اثبات ان لوگوں کے لغت پر ہے جو یا میں تقدیری جزم کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یا اشباع سے پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ سخاوی نے نقل کیا ہے کہ بعض نے ورش کے لیے واؤ سے پہلے ضمہ میں اشباع پڑھا ہے جیسے نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ (۴) مَتٰى کی جگہ اِذَا لاتے تو زیادہ فصیح ہوتا کیونکہ اِذَا کے ساتھ شعر میں مضارع کا جزم ضروری نہیں (۵) فَيْصَلًا متکلم کی ضمیر سے حال ہے اور یہ ضَيْغَمٍ وَبَيْئَسٍ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور یا زائد ہے اور وزن کے اعتبار سے تَنْقَضِيْ میں تو یاء کو حذف نہیں کر سکتے البتہ آتِيكَ میں زحاف جائز کے طور پر حذف کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں لیکن چونکہ طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس لیے ناظم نے ایسا نہیں کیا۔ شعر ۴۷۔ (۶) سِوٰی کے سین میں تینوں حرکتیں ہیں لیکن کسرہ فصیح تر ہے اور یہ استثناء کا حرف ہے اور مستثنیٰ منہ آتِیْکَ بِالْوَاوِ فِیْ جَمِیْعِ الْکَلِمَاتِ ہے۔ پس سِوٰی محل نسب میں ہے (۷) اَحْرُف جمع قلت ہے جو کثرت کے معنی میں ہے۔ (۸) لَا لَیْسَ کے معنی میں ہے (۹) اِنْ کا جواب مقدر ہے اس لیے کہ اَسْتَغْنِیْ اس پر دال ہے اور جَلَا جَلَوْتُ الْاَمْرَ اِذَا کَشَفْتُہٗ سے ہے۔

۴۸ وَرُبَّ مَکَانٍ کُرِّرَ الْحَرْفُ قَبْلَہَا لِمَا عَارِضٍ وَّالْاَمْرُ لَیْسَ مُہَوِّلَا

ترجمہ: اور کم مواقع ایسے بھی (موجود) ہیں جن میں اس (واؤ فاصل) سے پہلے کسی عارض (یا مانع) کی وجہ سے حرف (رمز) مکرر لایا گیا ہے اور یہ معاملہ گھبراہٹ میں ڈالنے والا نہیں ہے (کیونکہ جب ایک رمز کو زائد سمجھ لو گے تو کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا۔)

شرح: یعنی بعض جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی عارض یعنی کلام کے خوبصورت بنانے یا قافیہ پورا کرنے کی ضرورت سے واؤ فاصل کے موقعہ سے پہلے رمز دو مرتبہ آگئی ہے اور یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے جس سے طالب علم پریشان ہو۔

فائدہ: (۱) شرح میں واؤ فاصل کے موقعہ سے پہلے اس لیے کہا کہ بعض جگہ مکرر رمز کے بعد واؤ نہیں آتی۔ پس وہاں واؤ کے موقعہ سے پہلے مکرر ہوتی ہے نہ کہ واؤ فاصل سے پہلے۔ (۲) رمز کے تکرار کی دو صورتیں ہیں (۱) مفرد رمز مکرر ہو جیسے حُلًا حَلَا انفال شعر نمبر ۱۰ اس کے بعد واؤ فاصل نہیں ہے اس صورت میں پہلی کو رمز بناتے ہیں اور دوسری زائد ہوتی ہے (۲) کسی قاری کے لیے مفرد رمز بھی آرہی ہو اور وہی قاری مرکب رمز میں بھی شامل ہو خواہ پہلے مفرد ہو پھر مرکب۔ خواہ اس کا عکس ہو جیسے اِذْ سَمَا کَیْفَ عُوِّلَا بقرہ شعر نمبر ۶۶ اور جیسے سَمَا الْعُلٰی بقرہ شعر نمبر ۹۹ ان دونوں مثالوں میں نافع سَمَا میں بھی ہیں اور اِذْ اور اَلْعُلَا کا ہمزہ بھی انہیں کی رمز ہے اور جیسے ذَا اُسْوَۃٍ تَلَا بقرہ شعر نمبر ۷۵ اس میں کسائی کے دوری ذال میں بھی ہیں جو ابن عامر اور کوفین کے لیے ہے اور تَلَا کی تابھی انہیں کی رمز ہے اس صورت میں صرف مرکب کو رمز قرار دے کر مفرد کو زائد سمجھنا چاہیے اور رمز کی طرح واؤ فاصل بھی دو مرتبہ آجاتا ہے اعراف شعر نمبر ۱۹

النحو والعربیہ: (۱) رُبَّ تقلیل کے لیے ہے اور مجرور سے مل کر مبتداء ہے اور اس کی خبر مَوْجُوْدٌ مقدر ہے جو لِمَا عَارِضٍ کے بعد نکالی جائے گی اور علی قاری کے قول پر رُبَّ متعلق سے مستغنی ہے اور ابو شامہ اسی یُوْجَدُ (یا مَوْجُوْدٌ) مقدر کو اس کا عامل کہتے ہیں (۲) کُرِّرَ رواۃ یا ”معروف ہے اور اس کی ضمیر مکان کے لیے ہے اس کو مجازاً مکرر کہہ دیا اور مناسبت یہ ہے کہ تکرار اس میں واقع ہے پس یہ تکرار کا ظرف ہے اور لَیْلٌ نَائِمٌ بھی اسی قبیل سے ہے یا کَرَّرَ کی ضمیر ناظم کے لیے ہے اس تقدیر پر اس میں اَسْتَغْنِیْ کے تکلم سے غیبت کی طرف التفات ہوگا جو علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کی خوبیوں میں سے ہے اور یہ سورۂ اسراء کے لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ کی طرح ہے یہ تقریر معروف کی صورت میں ہے اور اظہر یہ ہے کہ کُرِّرَ کو مجہول کہا جائے چنانچہ ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے (۳) لِمَا میں مَا یا تو نکرہ موصوفہ ہے ای لِاَمْرٍ عَارِضٍ یا زائدہ ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ کی طرح ای لِمَانِعٍ اور لام تعلیلیہ ہے۔

۴۹ وَمِنْهُنَّ لِلْكُوفِيْ (ثَاءٌ) مُثَلَّثٌ وَسِتَّتُهُمْ بِالْخَاءِ لَيْسَ بِاَغْفَلَا

ترجمہ: اور ان (ابجد کے حروف) میں سے ثاء مثلثہ (تین نقطوں والی) کوفیین کے لیے ہے (بقرہ شعر نمبر ۲۱) اور ان (قراء) میں کے چھ (جو ہیں وہ) خاء کے ساتھ (رمز بیان کیے گئے) ہیں (اس حالت میں کہ) یہ خا بے نقطہ والی نہیں ہے۔

۵۰ عَنَيْتُ الْاُلٰى اَثْبَتُّهُمْ بَعْدَ نَافِعٍ وَكُوفٍ وَّشَامٍ ذَالُهُمْ لَيْسَ مُغْفَلَا

ترجمہ: میں نے (ان چھ سے) ان (قراء) کو مراد لیا ہے جن کو میں نے (بیان میں) نافع کے بعد ثابت کیا ہے (یعنی خا نافع کے سوا باقی چھ کے لیے ہے۔ بقرہ شعر نمبر ۱۶) اور (تینوں) کوفی و شامی (ابن عامر جو ہیں) ان کی ذال بے نقطہ نہیں ہے۔ (بقرہ شعر نمبر ۱)

۵۱ وَكُوفٍ مَعَ الْمَكِّيِّ بِالظَّاءِ مُعْجَمًا وَكُوفٍ وَّبَصْرٍ غَيْنُهُمْ لَيْسَ مُهْمَلَا

ترجمہ: اور (تینوں) کوفی (اس حالت میں کہ) وہ (ابن کثیر) مکی کے ساتھ (ہوں) ظاء کے ساتھ (رمز مقرر کیے گئے) ہیں۔ (اس حالت میں کہ) وہ (ظا) نقطہ دی گئی ہے (یونس شعر نمبر ۵) اور (تینوں) کوفی اور (ابو عمرو) بصری (جو ہیں) ان کا غین بے نقطہ نہیں ہے۔ (فرقان شعر نمبر ۴)

۵۲ وَذُوالنَّقْطِ شِيْنٌ لِّلْكِسَائِيْ وَحَمْزَةٍ وَقُلْ فِيْهِمَا مَعْ شُعْبَةٍ صُحْبَةٌ تَلَا

ترجمہ: اور نقطہ والا (حرف یعنی) شین حمزہ اور کسائی کے لیے ہے (بقرہ شعر نمبر ۲۰) اور تو کہہ دے کہ صُحْبَةٌ ان دونوں (حمزہ اور کسائی) کے بارے میں ہے (اس حالت میں کہ یہ دونوں ابوبکر) شعبہ کے ساتھ (ہوں۔ انعام شعر نمبر ۱) اس (کلمی رمز) نے (حرفی رمزوں کی) پیروی کی ہے (یعنی ان کے بعد آئی ہے)

۵۳ صِحَابٌ هُمَا مَعْ حَفْصِهِمْ عَمَّ نَافِعٌ وَشَامٍ سَمَا فِيْ نَافِعٍ وَّفَتَى الْعَلَا

ترجمہ: صِحَابٌ ان دونوں (حمزہ و کسائی) کی (رمز) ہے۔ اس حالت میں (کہ یہ) ان (قراء) میں کے حفص کے ساتھ ہوں (توبہ شعر نمبر ۴) اور عم نافع اور (ابن عامر) شامی (کی رمز) ہے (آل عمران شعر نمبر ۱۱) اور سَمَا نافع اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عُلَا کے جو ان (ابو عمرو) اور مکی کے بارے میں ہے (انفال شعر نمبر۲)

۵۴ وَمَكٍّ وَّحَقٌّ فِيْهِ وَابْنِ الْعَلَاءِ قُلْ ۔۔۔ وَقُلْ فِيْهِمَا وَالْيَحْصَبِيْ نَفَرٌ حَلَا

ترجمہ: اور تو کہہ دے کہ حَقٌّ اس (مکی) کے اور (ابو عمرو) اِبْنُ الْعَلَاء کے بارے میں ہے (آل عمران شعر نمبر۳۴) اور تو کہہ دے کہ نَفَرٌ ان دونوں اور (ابن عامر) یَحْصبی کے بارے میں ہے (ہاء الکنایہ شعر نمبر۹) یہ (نَفَرٌ) عمدہ اور شیریں ہو گیا ہے۔

۵۵ وَحِرْمِيٌّ الْمَكِّيْ فِيْهِ وَنَافِعٌ ۔۔۔ وَحِصْنٌ عَنِ الْكُوْفِيْ وَنَافِعِهِمْ عَلَا

ترجمہ: اور حِرْمِیٌّ (جو ہے) اس میں مکی اور نافع ہیں (یا آت الاضافہ شعر نمبر۱۱) اور حِصْنٌ کوفیین اور ان (قراء) میں کے نافع سے بلند ہوا ہے۔ (یوسفؑ شعر نمبر۳)

نوٹ: ان چھوں شعروں کا مطلب واضح ہے۔ شرح کی حاجت نہیں۔

فائدہ ا۔: حِرْمِیٌّ حاء کے کسرہ اور را کے سکون کے ساتھ لغت ہے حَرَمِیٌّ میں اور یہ صریح اسم نہیں ہے کیونکہ واحد کی نسبت سے منقول ہو کر دو کے لیے علم بن گیا ہے۔ اسی واسطے اس میں یائے نسبت کی تخفیف اور حذف ممتنع ہے۔

فائدہ ۲: (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ان ساتوں قاریوں میں سے ہر ایک کے لیے ایسے اختلافات بھی ہیں جو اسی قاری کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور میں نے ان اختلافات کو ایک تصنیف میں عمدہ ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ جمع بھی ہوتا ہے اس بات میں بھی ساتوں شریک ہیں اور بعض جگہ ایک ہی قراءت پر تین یا چار یا پانچ یا چھ امام بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کے لیے عام نہیں (۲) صُحْبَةٌ صِحَابٌ، عَمَّ، سَمَا، حَقٌّ، نَفَرٌ، حِرْمِیٌّ، حِصْنٌ یہ آٹھ کلمے اپنی اسی صورت پر بھی آتے ہیں اور هُمْ یا ھا یا کاف ضمیر کی طرف مضاف ہو کر بھی جیسے صُحْبَتُهُمْ، صِحَابُهُمْ، صُحْبَتِهٖ، صِحَابِهٖ اور حَقُّكَ الخ (۳) یہ ضروری نہیں کہ جب یہ مرکب رموز والے قاری کسی قراءت پر متفق ہوں تو ان کے لیے ہر جگہ مرکب رمز ہی استعمال کی جائے کیونکہ کبھی اجتماع کی صورت میں بھی سب کے لیے مفرد رموز لے آتے ہیں مثلاً حمزہ اور کسائی کے لیے شین ہے اس کے بجائے ان دونوں کے لیے بعض جگہ فا اور را بھی لے آتے ہیں (۴) ان مرکب رموز کو کوفیین اور نافع سے شروع کیا ہے اور انہیں پر ختم کیا ہے۔ اس میں آغاز و انجام کے حسن کے علاوہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انشاء اللہ یہ قصیدہ اول و اخیر میں اور دنیا اور آخرت میں ہر جگہ اور ہر حال میں نافع ہوگا۔

النحو و العربیہ: (۱) مِنْهُنَّ خبر کی ضمیر سے حال ہے اور یہ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی طرح مآل کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ یہ چھ حروف بھی آئندہ مذکور ہیں اس لیے ان کو ایسا سمجھ لیا کہ گویا پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے جمع کی ضمیر لے آئے جو تمام حروف کی طرف راجع ہے اور لَیۡسَ بِاَغۡفَلَا حال ہے اور مُثَلَّثٌ کو مذکر اس واسطے لائے ہیں کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں۔ نیز ان حروف کے مصداق بھی مذکر ہیں۔ اور کوفی سے جنس مراد ہے۔ جو تینوں کو شامل ہے (۲) کُوۡفٍ، شَامٍ، بَصۡرٍ، مَکِّیّ میں اولاً نسبت کی یاء میں تخفیف کی گئی۔ پھر تنوین کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا اور یہ لغت کے اعتبار سے ہے ضرورت کی بناء پر نہیں جیسا کہ ابو شامہ نے فرمایا ہے۔ اور کوفی شامی سے پہلے الف لام مقدر ہے یا تقدیر کُوۡفِیُّھُمۡ ہے اس لیے ان کا مبتدا بننا صحیح ہوگیا اور الۡاُوۡلٰی، اَلَّذِیۡنَ کے معنی میں ہے۔ (۳) مہمل بے نقطہ حرف کو اور معجم نقطہ دار کو کہتے ہیں اور یہ اَعۡجَمۡتُ الۡکِتَابَ اَیۡ اَزَلۡتُ عُجۡمَتَہٗ سے ہے یعنی میں نے اس کا گونگا پن دور کر دیا کیونکہ حروف نقطوں کے سبب بے نقطے والے حروف سے جدا اور ممتاز ہو جاتے ہیں اور حروف کے مخارج و صفات کے اعتبار سے رموز اور مرموزین میں مناسبت بیان کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ اگر اس کا عکس کرتے تو اس کی بھی توجیہ ہو سکتی تھی۔ (۴) چونکہ صُحۡبَۃٌ سے کلمی رمزیں شروع ہو گئی ہیں اس لیے تَلَا کہہ کر اس پر تنبیہہ فرما دی۔ (۵) وَابۡنِ الۡعُلَاءِ جار کے اعادہ کے بغیر فِیۡہِ کی ضمیر مجرور پر معطوف ہے اور یہ حمزہ کی قراءت پر بِہٖ وَالۡاَرۡحَامِ نساء (ع ۱) کی طرح ہے کیونکہ وہ اس کو میم کے جر سے پڑھتے ہیں اور یہ عطف کوفیین کے مذہب پر جائز ہے اور بصری حرف جر مقدر مان کر عطف کرتے ہیں اور شعر میں بالاتفاق بلا اعادہ جائز ہے اور فِیۡھِمَا وَالۡیَحۡصُبِیُّ میں بھی یہی تقریر ہے۔ (۶) شعر ۵۴ کے پہلے مصرعہ میں قُلۡ نِیَّۃٌ مقدم ہے۔ (۷) حَلَا یا مستانفہ ہے یا نَفَرٌ کی صفت ہے یا خبر ہے یعنی نَفَرٌ حَلَا فِیۡھِمَا وَالۡیَحۡصُبِیُّ اور حَلَا کی ضمیر لفظ کے اعتبار سے نَفَرٌ کے لیے ہے (۸) عَلَا یا حِصۡنٌ کی خبر ہے یا نافع سے حال ہے یا مستانفہ ہے یعنی عَلَا الۡمَذۡکُوۡرُ وَانۡکَشَفَ الۡمَسۡطُوۡرُ

۵۶ وَمَھۡمَا اَتَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ بَعۡدُ کِلۡمَۃٌ — فَکُنۡ عِنۡدَ شَرۡطِیۡ وَاقۡضِ بِالۡوَاوِ فَیۡصَلَا

ترجمہ: اور جب (ان آٹھ کلمات میں سے) کوئی کلمہ (رمزیہ اس حرفی رمز سے) پہلے یا (اس کے) بعد آئے تو میری شرط (اصطلاح) کے پاس (حاضر ہونے والا) رہ (یعنی اب بھی ہر اصطلاح سے وہی معنی لے جس کے لیے میں نے اس کو مقرر کیا ہے) اور واؤ کے ساتھ حکم کر دے (اس حالت میں کہ) یہ (واؤ دو مسئلوں میں) جدائی کرنے والا ہے۔

شرح: شعر ۴۶ و ۴۷ کی شرح میں حرف با کے ذیل میں تین باتیں معلوم ہو چکی ہیں (ا) حرفی رمز جب اکیلی ہو گی تو ہمیشہ کلمہ قرآنی کے بعد آئے گی (ب) کلمی رمز کلمہ قرآنی سے پہلے اور بعد دونوں طرح آجائے گی۔ (ج) حرفی رمز کلمی کے ساتھ ہوگی۔ تو وہ بھی اس کے تابع ہو کر دونوں طرح استعمال ہوگی اب اس شعر میں دو باتیں اور بتاتے ہیں۔ اول۔ اگر کسی جگہ کلمی اور حرفی دونوں قسم کی رمزیں جمع ہو جائیں (جس کی تین صورتیں ہیں (ا) پہلے کلمی ہو پھر حرفی جیسے وَعَمَّ فَتًی نساء شعر نمبر ۱۹ اور وَصُحۡبَۃٌ کَہۡفُ، قصص شعر نمبر ۳ (ب) پہلے حرفی ہو پھر کلمی جیسے صِفَا حَقُّ غَیۡبٍ (آل عمران شعر نمبر ۳۸) (ج) کلمی دو حرفی رمزوں کے درمیان ہو جیسے صَفۡوُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمیہ رضیٰ بقرہ شعر نمبر۷۰ تو وہاں میری شرط (اصطلاح) پر عمل کرنا اس شرط پر عمل کرنے کے بھی شارحین نے تین مطلب بتائے ہیں (۱) اس صورت میں بھی دونوں قسم کی رمزیں اپنے اپنے مفہوم پر رہیں گی پس کلمی سے کلمی والوں کو اور حرفی سے حرفی والوں کو مراد لینا۔ غرض اب بھی ان سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کے لیے ہم نے ان رمزوں کو مقرر کیا ہے۔ پس یہ شبہ نہ کرنا کہ جب یہ جمع ہو کر آئی ہیں تو شاید ان سے کچھ اور مراد ہو ابو شامہ نے یہی مطلب بتایا ہے اور چونکہ یہی زیادہ مفید بھی ہے۔ اس لیے احقر کے ذوق میں بھی یہی پسندیدہ ہے (۲) اس صورت میں اگر حرفی والا کلمی والوں میں بھی آرہا ہو تو وہاں حرفی کو رمز نہ بنانا اور یہ سمجھ لینا کہ یہ حرفی رمز شعری ضرورت یا کلام کی تحسین کی غرض سے مکرر آگئی ہے جیسا کہ شعر۴۸ میں بیان ہو چکا ہے جیسے اِذْ سَمَا کَیْفَ عُوِّلَا بقرہ شعر نمبر۶۶۔ چونکہ یہاں اِذْ کے ہمزہ والے نافع سما میں بھی آرہے ہیں اسی لیے اس ہمزہ کو زائد سمجھیں گے اور اگر حرفی والا کلمی میں نہ آرہا ہو تو وہاں حرفی کو بھی رمز بنا لینا جیسے مِنْ صِحَابِ (بقرہ شعر نمبر۶۹) یہاں مِنْ کے میم والے ابن ذکوان صحاب میں نہیں آرہے ہیں اس لیے یہاں میم کو بھی رمز بنائیں گے (۳) جمع ہونے کی صورت میں حرفی میں صرف کلمہ کے پہلے حرف کو اور کلمی میں پورے کلمہ کو رمز بنانا کیونکہ اگر کلمی میں بھی صرف پہلے حرف کو رمز بنائیں گے تو مطلب بالکل بدل جائے گا مثلاً صحاب حفص، امام حمزہ اور کسائی کے لیے ہے اگر اس میں سے فقط صاد کو رمز بنائیں گے تو ابوبکر مراد ہو جائیں گے۔ دوم۔ جس طرح حرفی رموز کے بعد واؤ فاصل آئے گا۔ اور جہاں شبہ نہیں ہوگا وہاں نہیں آئے گا جیسا کہ شعر۴۶ و ۴۷ کی شرح میں معلوم ہو چکا ہے۔ اسی طرح کلمی رموز کے بعد بھی واؤ فاصل آئے گا۔ پس اس سے یہ سمجھ لینا کہ اب یہ قراءت ختم ہو چکی ہے جیسے قَصْرُ صُحْبَتِہٖ حِلاً وَ خَاطَبَ بقرہ شعر نمبر۴۳ و ۴۴ پس وَخَاطَبَ کا واؤ فاصل ہے اور جہاں رموز کے مل جانے سے شبہ نہیں ہوگا وہاں کلمی رموز کے بعد بھی واؤ نہیں آئے گا جیسے وَخَفَّفَ حَقٌّ سُجِّرَتْ ثِقْلُ نُشِّرَتْ (نبا شعر نمبر۵) یہاں نُشِّرَتْ کو واؤ کے بغیر لائے ہیں۔

فائدہ: (۱) کِلْمَۃٌ سے یا تو رمز کبیر مراد ہے یا صغیر یعنی جب رمز کبیر کا کوئی کلمہ رمز صغیر سے پہلے یا اس کے بعد آجائے یا رمز صغیر والا کلمہ جس میں صرف پہلا حرف رمز بنتا ہے۔ رمز کبیر کے آٹھ کلموں میں سے کسی کلمہ سے پہلے یا اس کے بعد آجائے تو وہاں بھی ہر ایک رمز سے وہی قاری مراد ہوں گے جن کے لیے ہم نے اس کو مقرر کیا ہے یعنی صغیر سے صغیر والے اور کبیر سے کبیر والے۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ کِلْمَۃٌ سے کلمہ قرآنی مراد ہو یعنی جب کوئی کلمہ قرآنی رمز کبیر سے پہلے یا اس کے بعد آجائے الخ۔ پہلی دو صورتوں میں اس شعر سے یہ حکم نکلے گا کہ جب رمز کبیر و صغیر دونوں جمع ہو رہی ہوں تو ان کو کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آئیں گے اور بعد میں بھی رہا یہ کہ رمز کبیر اکیلی ہو تو اس کو کس طرح استعمال کریں گے۔ سو اس کا حکم شعر۶۴ سے معلوم ہوگا کہ یہ بھی کلمہ قرآنی سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آجائے گی اور تیسرے احتمال پر ترتیب برعکس ہو جائے گی کہ اکیلی رمز کبیر کا حکم اس شعر سے اور حرفی کے ساتھ جمع ہونے کا حکم شعر۶۴ سے نکلے گا۔ خوب سمجھ لو۔ (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس شعر کو شعر۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ کے بعد لانا چاہیے تھا تاکہ شعر نمبر ۶۴ سے کلمی رمز کا محل معلوم ہو جاتا پھر اس شعر میں حرفی کے ساتھ جمع ہونے کی کیفیت اور حکم بیان کر دیتے۔ (علی قاری)

النحو و العربیہ: (۱) مَهْمَا یہاں اور باب البسملہ شعر نمبر ۷ میں شَيْئٌ مَّا کے معنی میں ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ مَهْمَا اصل میں مَا مَا تھا ان میں سے پہلا مَا شرطیہ اور دوسرا موکدہ اور زائدہ تھا پھر مَا شرطیہ کے الف کو هَا سے بدل لیا اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ مَا شرطیہ میں ظرف کے معنی بھی ہوتے ہیں اسی لیے اس کو ظرفیہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ توبہ ع ۲ میں ہے۔ پس مَهْمَا، مَتٰى مَا کے معنی میں ہوا اور جو مَا ظرفیہ نہ ہو اگر اس کا الف ھا سے بدل جائے تو وہ مَتٰى مَا کے معنی میں نہیں ہوگا (ابراز) (۲) كِلْمَةٌ میں تین لغت ہیں (۱) کاف کا کسرہ، لام کا سکون، (۲) کاف کا فتحہ، لام کا سکون، (۳) کاف کا فتحہ، لام کا کسرہ اور وزن پہلی دو صورتوں میں صحیح رہے گا۔ (۳) عِنْدَ حَاضِرًا مقدر کا ظرف ہے جو كُنْ کی خبر ہے (۴) فَيْصَلًا یا حال ہے یا تمیز اور قبل اور بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اسی لیے یہ ضمہ پر مبنی ہو گئے۔ أَيْ مِنْ قَبْلِ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ أَوْ بَعْدَ الرَّمْزِ الْحَرْفِيِّ اور خاص اسی کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اس شعر وَمَهْمَا الخ کو دونوں قسم کی رمزوں کے ختم ہونے کے بعد لائے ہیں۔

اضداد کا بیان

۵۷ (ص) وَمَا كَانَ ذَا ضِدٍّ فَإِنِّيْ بِضِدِّهٖ غَنِيٌّ فَزَاحِمْ بِالذَّكَاءِ لِتَفْضُلَا

ترجمہ: اور جو وجہ ضد والی ہوگی تو میں اس کی ضد کے (ذکر کرنے کے) ذریعہ (اس وجہ سے) بے نیاز ہو جاؤں گا (یعنی ضد ہی کو بیان کروں گا اور ضدیں عقلی بھی ہیں اور اصطلاحی بھی اور یہاں دونوں ملی جلی بیان کی گئی ہیں جن میں وہی شخص تمیز کر سکتا ہے جو ذہین ہو) پس تو سمجھ کی تیزی سے (ان ضدوں کو جدا جدا کر کے اور غیر مذکور وجہ کو نکال کر ان علماء پر) سبقت لیجا (جو ضدوں کے احوال میں ماہر اور ان سے خوب واقف ہیں) تاکہ تو (فن کے اور ساتھیوں پر) فضیلت میں غالب آجائے۔

ضدوں کی مثالیں

۵۸ (ص) كَمَدٍّ وَّاِثْبَاتٍ وَّفَتْحٍ وَّمُدْغَمٍ وَهَمْزٍ وَّنَقْلٍ وَّاخْتِلَاسٍ تَحَصَّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (ان ضد والی وجوہ کی مثالیں) ۱- مد (اور قصر) اور ۲- اثبات (اور حذف) اور ۳- فتحہ (اور امالہ اور تقلیل) اور ۴- ادغام (اور اظہار) اور ۵- ہمزہ (اور اس کی تخفیف) اور ۶- نقل (اور عدم نقل) اور اس ۷- اختلاس (اور اتمام حرکت) کی طرح ہیں جو (روایۃً) حاصل (و ثابت) ہوا ہے۔

۵۹ وَجَزْمٍ وَّتَذْكِيرٍ وَّغَيْبٍ وَّخِفَّةٍ ... وَجَمْعٍ وَّتَنْوِينٍ وَّتَحْرِيكٍ اِعْمِلَا (ص)

ترجمہ: اور (یہ مثالیں) ۸- جزم (رفع) اور ۹- تذکیر (و تانیث) اور ۱۰- غیبت (و خطاب) اور ۱۱- تخفیف (و تشدید) اور ۱۲- جمع (و توحید) اور ۱۳- تنوین (و ترک تنوین) اور اس ۱۴- تحریک (واسکان) کی طرح ہیں جو (تینوں قسم کے کلمات میں) استعمال کی گئی ہیں۔

۶۰ وَحَيْثُ جَرَى التَّحْرِيكُ غَيْرَ مُقَيَّدٍ ... هُوَالْفَتْحُ وَالْاِسْكَانُ اٰخَاهُ مَنْزِلَا (ص)

ترجمہ: اور جس جگہ تحریک بلا قید ہو کر آئی ہے تو وہاں وہ (تحریک) فتحہ ہے اور اسکان جو ہے اس نے جگہ کے اعتبار سے اس (تحریک) کے ساتھ بھائی بندی کی ہے (یعنی چونکہ تحریک واسکان دونوں ایک ہی حرف پر آتے ہیں اس لیے دونوں وطنی بھائیوں کی طرح بن گئے جو ایک دوسرے کے قائم مقام ہوا کرتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ تحریک کی ضد اسکان ہے مگر تحریک کی دو قسمیں ہیں - (۱) تحریک بلا قید' جس میں صرف یہ کہا جائے کہ اس ساکن کو حرکت دو اور یہ نہ بتایا جائے کہ فلاں حرکت دو۔ ایسے موقعوں میں تو ساکن کو فتحہ کی حرکت دینا۔ (۲) تحریک معہ قید۔ جس میں یہ بتایا جائے کہ اس ساکن کو کسرہ کی یا ضمہ کی حرکت دو وہاں ضمہ اور کسرہ دے دینا۔ پس رَاْفَةٌ نور شعر نمبر۱ میں مکی کے لیے ہمزہ کو فتحہ دیں گے کیونکہ یہاں تحریک بلا قید مذکور ہے اور اِقْتَدِهْ (انعام شعر نمبر۲۱) میں ابن عامر کے لیے ہاء ساکنہ کو کسرہ دیں گے کیونکہ یہاں کسرہ کی قید لگی ہوئی ہے اور الرُّعْبُ اور رُعْبًا (آل عمران شعر نمبر۲۷) میں ابن عامر اور کسائی کے لیے عین ساکن کو ضمہ دیں گے کیونکہ یہاں ضمہ کی قید مذکور ہے۔ رہی ضد سو وہ دونوں تحریکوں کے لیے اسکان ہی ہے اسی بناء پر تینوں مثالوں میں غیر مذکورین کی قراءت سکون کے ساتھ ہے)۔

۶۱ وَاٰخَيْتُ بَيْنَ النُّوْنِ وَالْيَا وَفَتْحِهِمْ ... وَكَسْرٍ وَّبَيْنَ النَّصْبِ وَالْخَفْضِ مَنْزِلَا

ترجمہ: اور میں نے ۱۵- نون اور یا کے درمیان اور ان قراء کے ۱۶- فتحہ اور کسرہ کے درمیان اور ۱۷ نصب اور جر کے درمیان بھائی بندی کر دی ہے (یعنی ضدیت کا تعلق پیدا کر دیا ہے کہ ایک کا ذکر دوسرے سے بے نیاز کر دیتا ہے) اس حالت میں کہ میں (ان چھٹوں ضدوں کو ان کی جگہ پر) اتارنے والا (لانے والا) ہوں۔

۶۲ وَحَيْثُ اَقُوْلُ الضَّمُّ وَالرَّفْعُ سَاكِتًا ... فَغَيْرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالنَّصْبِ اَقْبَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور جب میں (دوسروں کی قراءت کی قید سے) خاموش رہ کر یہ کہوں کہ (اس قاری یا جماعت کے لیے) ضمہ یا رفع ہے تو وہاں ان مذکورین کے سوا (دوسرے قراء) فتحہ اور نصب کے ساتھ آئے ہیں۔ (یعنی بلا قید ضمہ سے دوسروں کے لیے فتحہ اور بلا قید رفع سے دوسروں کے لیے نصب سمجھ لینا اور جس جگہ ضمہ اور رفع کے ساتھ قید لگی ہوئی ہو جیسے ضَمَّ الْکَسْرَ سورۃ ن شعر نمبر ۱۳ اور رَفْعُ الْجَرِّ مومنون شعر نمبر ۵ وہاں دوسروں کی قراءت وہ ہوگی جو اس قید سے نکلے گی۔ پس ۱۸ ضمہ اور فتحہ اور ۱۹ رفع و نصب بھی ضدوں میں سے ہیں)

شرح: یعنی میں ضد والی دو وجہوں میں سے صرف ایک وجہ بیان کروں گا۔ پس جو قراء مذکور ہوں گے ان کے لیے تو وہی وجہ ہوگی اور دوسروں کے لیے اس کی ضد ہوگی لیکن میں اس کو بیان نہیں کروں گا کیونکہ ہر ایک ضد التزاماً دوسری پر دلالت کرتی ہے اور اس سے دو فائدے ہوں گے۔ (۱) اختصار (۲) جب طلباء اس قراءت کو اپنی ذہانت سے نکالیں گے تو خوب یاد بھی رہے گی اور عقل و فہم میں بھی ترقی ہوگی اور کسی شے کی ضد وہ ہوتی ہے جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور ضد کا بیان نہ کرنا جواز کے طور پر ہے وجوباً" نہیں اس لیے عام دستور تو یہی ہے کہ ضد کو بیان نہیں کرتے لیکن جہاں گنجائش ہوتی ہے وہاں دونوں قراءتوں کو بھی بیان کر دیتے ہیں جیسے وَلٰکِنْ خَفِیْفٌ وَّالشَّیٰطِیْنَ رَفْعُہٗ کَمَا شَرْطُوْا وَالْعَکْسُ نَحْوٌ سِمَا الْعُلٰی (بقرہ شعر نمبر ۳۰) یعنی ابن عامر حمزہ اور کسائی کے لیے وَلٰکِنْ کا نون بلا تشدید اور کسرہ کے ساتھ ہے اور اَلشَّیٰطِیْنُ کے نون کا رفع ہے اور عاصم اور حرمی اور بصری کے لیے اس کا عکس یعنی وَلٰکِنَّ کے نون پر تشدید اور فتحہ اور اَلشَّیٰطِیْنَ کا نصب ہے اور جس جگہ دوسری قراءت ضد سے نہیں نکل سکتی وہاں دونوں کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جیسے اَوْصٰی بِوَصّٰی کَمَا اِعْتَلَا (بقرہ شعر نمبر ۴۳) یعنی نافع ابن عامر کے لیے وَاَوْصٰی اور باقی پانچ کے لیے وَوَصّٰی ہے اور جب دونوں قراءتوں کا تلفظ کر دیتے ہیں جیسا کہ اس مثال میں کیا ہے تو پھر قیود کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر کسی جگہ بیان کریں گے تو وہ بیان مزید وضاحت کے لیے ہوگا۔ اور ناظم نے یہاں انیس ضدیں بیان کی ہیں جن میں سے سات تو کَمَدٍّ الخ میں ہیں اور سات وَجَزْمٍ الخ میں اور تین وَآخَیْتُ الخ میں اور دو وَحَیْثُ اَقُوْلُ الخ میں ہیں اور پہلی چودہ کے ساتھ ان کی ضدیں واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیں لیکن ترجمہ میں ان کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اٹھائیس تو یہ ہوگئیں اور دس ان کے بعد ہیں پس کل اڑتیس ہوگئیں جنکے انیس جوڑے بن گئے اور ترجمہ میں ہر جوڑے پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ ہر جوڑے میں سے ایک کو دوسرے کی ضد سمجھو اور انیس کے انیس جوڑوں کو خوب یاد کر لو۔ اس سے یہ نفع ہوگا کہ آگے جو ضدوں کی مزید توضیح آئے گی وہ بھی خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی اور اس کے بعد باب الفرش میں ضد والی قراآت بھی آسانی کے ساتھ نکل سکیں گی اور ان کے یاد کیے بغیر ان دونوں مقصدوں میں دشواری پیش آئے گی اور ان انیس جوڑوں کی دو قسمیں ہیں (۱) اصطلاحی جس کو ناظم نے خود مقرر کیا ہے اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۸ اور ۱۵ تا ۱۹ ان چھ جوڑوں میں آرہی ہیں یعنی ۱ جزم و رفع اور یہ دونوں مضارع ہی میں آتے ہیں اور ۲ متکلم کا نون اور غیبت کی یا یہ بھی مضارع ہی کے ساتھ مخصوص ہیں ۳ فتحہ اور کسرہ ۴ نصب اور جر ۵ ضمہ اور فتحہ ۶ رفع اور نصب یہ عقل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں سمجھی جاتیں کیونکہ عقلاً" تو یہ بھی جائز ہے کہ مضارع میں جزم کی ضد نصب ہو اور متکلم کے نون کی ضد یا کے بجائے تا ہو۔ (۲) عقلی' جو عقل سے سمجھی جاتی ہیں اور یہ تیرہ جوڑے ہیں جو ۱ تا ۷ اور ۹ تا ۱۴ میں مذکور ہیں مثلاً مد کے معنی ہیں کھینچنا۔ اب ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کی ضد نہ کھینچنا ہے۔ جس کو قصر کہتے ہیں اور باقی بارہ کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ پھر ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) مطرد: جن میں صرف ایک طرف سے مقابلہ ہو اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۸ و ۱۸ و ۱۹ میں مذکور ہیں۔ پس مضارع میں جزم بول کر دوسروں کے لیے ضد سے رفع تو مراد لیا جائے گا لیکن جب رفع بولیں گے تو دوسروں کے لیے جزم کے بجائے نصب مراد ہوگا اور اسی طرح مذکورین کے لیے ضمہ بول کر دوسروں کے لیے فتحہ تو مراد ہوگا لیکن فتحہ بول کر دوسروں کے لیے ضمہ کے بجائے کسرہ مراد لیں گے اور اسی طرح جب رفع بیان کریں گے تو ضد سے دوسروں کے لیے نصب تو مراد ہوگا۔ لیکن نصب بول کر دوسروں کے لیے رفع کے بجائے جر مراد لیں گے پس معلوم ہوگیا کہ ان میں صرف ایک طرف سے مقابلہ ہے۔

(۲) مطرد اور منعکس: جن میں مقابلہ دونوں طرف سے ہو۔ اور یہ وہ ضدیں ہیں جو ۱ تا ۷ اور ۹ تا ۱۷ ان سولہ جوڑوں میں مذکور ہیں مثلاً مد بول کر دوسروں کے لیے قصر اور قصر بول کر دوسروں کے لیے مد اور مضارع میں متکلم کا نون بول کر دوسروں کے لیے غیبت کی یا اور یا بول کر دوسروں کے لیے نون مراد لیا جائے گا اور باقی چودہ جوڑوں کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔ ذیل کے الفاظ کے معنی کا یاد رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ فتحہ' نصب (زبر) کسرہ' جر خفض (زیر) ضمہ' رفع (پیش) یہ حرکتوں کے نام ہیں جو حرکتیں عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں ان کو فتحہ' کسرہ' ضمہ اور جو بدل جاتی ہیں ان کو نصب' جر' خفض' رفع کہتے ہیں اس فرق کو تو عربی والے ہی سمجھتے ہیں آپ تو صرف یہ یاد رکھیں کہ تینوں حرکتوں میں سے ہر ایک کے دو دو نام ہیں اور زیر کے لیے تیسرا نام (خفض) بھی ہے۔

فائدہ: طلباء کو ماہر اور مشاق بنانے کے لیے ان تمام ضدوں کی مزید توضیح اول' مد و قصر (۱) مد اس کے دو معنی ہیں (۱) اس کلمہ میں حرف مد کا زیادہ کرنا جس میں پہلے سے موجود نہ ہو اور قصیدہ میں اکثر اور بیشتر جگہ مد کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے اور باب الفرش میں سورۂ انعام کے اَقْتَدِهْ میں ہا کے ساتھ صلہ کی یا کا اور اسراء کے لِيَسُوْءُا میں ہمزہ کے بعد واؤ کا زیادہ کرنا اور باقی سب جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا مراد ہے۔ پس اگر الف کے بعد ہمزہ ہو جیسے دَكَّآءَ اور شُرَكَآءَ میں ہے یا سکون ہو جیسے ءَآلسِّحْرُ میں ہے تو اس میں مد طویل ہوگا ورنہ اس کی مقدار ایک الف کے برابر ہوگی جس کو مد اصلی اور طبعی کہتے ہیں جیسے مَكَانَتَ مَدًّا النُّوْنَ فِي الْكُلِّ شُعْبَةٌ (انعام شعر نمبر ۳۸) پس مَكَانَاتِ میں ہر جگہ ابوبکر شعبہ کے لیے مد سے الف کا زیادہ کرنا اور دوسروں کے لیے ضد سے قصر یعنی الف کا حذف نکل آیا اور بقرہ شعر نمبر ۳۲ اور باب الهمزتين من كلمة کے شعر نمبر ۱۴ و ۱۷ و ۱۸ میں بھی مد سے الف ہی کا زیادہ کرنا مراد ہے (۲) حرف مد کو اس کی اصلی مقدار سے زیادہ دراز کرنا۔ چنانچہ باب المد میں اور باب الهمزتين من كلمة کے شعر نمبر ۱۰ اور من کلمتین کے شعر نمبر ۷ میں یہی معنی مراد ہیں (۲) قصر اس کے بھی دو معنی ہیں (۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف مد کا حذف کر دینا پس ہاء کنایہ میں صلہ کی یا اور واؤ کا اور باب الفرش میں سے رُؤُفٌ میں واؤ کا اور باقی سب جگہ الف کا حذف کرنا مراد ہے اور ہمز تین من کلمۃ کے شعر نمبر ۱۱ میں بھی قصر اسی معنی میں آیا ہے جیسے وَفِی عَاقَدَتْ قَصْرٌ ثَوٰی (نساء شعر نمبر ۱۳) پس کوفیین کے لیے عَاقَدَتْ میں قصر سے الف کا حذف اور باقی چار کے لیے ضد سے مد الف کا اثبات نکل آیا نیز اعراف شعر نمبر ۲۶۔ (۲) حرف مد کو اس کی اصلی مقدار پر رکھنا چنانچہ باب المد میں اور ہمزتین من کلمتین کے شعر نمبر ۷ اور وقف حمزہ و ہشام کے شعر نمبر ۵ میں قصر اسی معنی میں آیا ہے لیکن باب المد کے شعر نمبر ۱۳ میں قصر توسط کے معنی میں ہے جس کو طول کی نسبت سے قصر کہہ دیا ہے اور ہمزتین من کلمتین کے شعر نمبر ۷ میں قصر اور مد دونوں جمع ہیں پس اکثر جگہ مد سے الف کا زیادہ کرنا اور قصر سے الف کا حذف مراد ہوتا ہے اس کو یاد رکھو یہ بہت جگہ کام آئے گا اور توسط بھی مد ہی میں داخل ہے۔ مزید مثالیں کہف شعر نمبر ۱۷، شعراء شعر نمبر ۱، واقعہ و الحدید شعر نمبر ۶ دوم، اثبات و حذف اور ان کے ہم معنی دیگر الفاظ (۱) اثبات کسی حرف کا زیادہ کر دینا جیسے وَزَادَاہُ نُوْنًا اِنَّنَا (رعد شعر نمبر ۶) پس ابن عامر اور کسائی کے لیے زَادَا سے اِنَّنَا میں نون کا اثبات اور باقین کے لیے ضد سے ایک نون کا حذف نکل آیا یا آت الزوائد شعر نمبر ۲ و بقرہ شعر نمبر ۷ اور مائدہ شعر نمبر ۸ (۲) حذف کسی حرف کا کم کر دینا جیسے وَالْحَذْفُ عَنْ شَاکِرٍ دَلَا (یاءات الاضافۃ شعر نمبر ۳۲) پس حفص، حمزہ، کسائی اور ابن کثیر کے لیے یٰعِبَادِیَ زخرف میں یا کا حذف ہے اور باقی ساڑھے تین کے لیے حذف کی ضد سے اثبات نکل آیا۔ بقرہ شعر نمبر ۹، ۳۲، ۷۸ اور آل عمران شعر نمبر ۲۶ اور اعراف شعر نمبر ۵ کہف شعر نمبر ۱۰ اور قصص شعر نمبر ۴ سوم۔ فتحہ اور امالہ اور تقلیل (۱) فتحہ آواز کا درست اور سیدھا رکھنا یعنی زبر اور اس کے بعد کے الف کو امالہ کے بغیر پڑھنا جیسے وَالْفَتْحُ عَنْہُ تَفَضَّلَا (یوسف شعر نمبر ۵) یعنی یٰبُشْرٰی میں (ابو عمرو) کے لیے فتحہ افضل ہے پھر امالہ محضہ پھر تقلیل اور فتحہ اس معنی میں دو ہی جگہ آیا ہے۔ یعنی باب الامالہ شعر نمبر ۲۵ و یوسف شعر نمبر ۵ میں (۲) امالہ محضہ یا کبریٰ یا اضجاع زبر کو زیر کی اور الف کو یا کی طرف زیادہ مائل کرنا جیسے وَرَاءُ تَرَاءٰ فَازَ (باب الامالہ شعر نمبر ۲۰) یعنی حمزہ کے لیے شعراء کے تَرَاءٰ کی را میں امالہ محضہ ہے پس اوروں کے لیے ضد سے فتحہ نکل آیا ایضاً شعر نمبر ۲۸ تقلیل زبر کو زیر اور الف کو یا کی طرف کم مائل کرنا جیسے وَعَنْ عُثْمَانَ فِی الْکُلِّ قَلِّلَا (انعام شعر نمبر ۱۶) یعنی عثمان (ورش) کے لیے رَاٰی کے دونوں حرفوں میں ہر جگہ تقلیل ہے۔ ایضاً باب الفتح و الامالہ شعر نمبر ۲۵، ۳۶ و یوسف شعر نمبر ۵ اس جوڑے میں سے امالہ اور تقلیل ہی کو استعمال کیا ہے کیونکہ فتحہ کی ضد کسرہ بھی ہے اس لیے اس سے ان کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ چہارم، ادغام و اظہار (۱) ادغام دو حرفوں سے دوسرے حرف جیسا ایک مشدد حرف بنا لینا اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) صغیر جس میں مدغم پہلے سے ساکن ہو جیسے قَدْ دَخَلُوْا اِذْ دَّخَلُوْا جیسے فَادْغَمَهَا رَاوٍ (ذکر لام هَلْ وَ بَلْ شعر نمبر ۲) یعنی کسائی نے هَلْ وَبَلْ کے لام کا آٹھوں حرفوں میں ادغام کیا ہے و نسا شعر نمبر ۱۶ (۲) کبیر جس میں مدغم کو ساکن کر کے ادغام کیا جائے جیسے تُمِدُّوْنَنِ الْاِدْغَامُ فَازَ (نمل شعر نمبر ۶) یعنی اَتُمِدُّوْنَنِ میں حمزہ نے نون کا نون میں ادغام کیا ہے پس باقی چھ کے لیے ضد سے اظہار نکل آیا اور با سے پہلے میم میں جو اخفا ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ وہ بھی ادغام کبیر ہی میں داخل ہے کیونکہ اس میں بھی میم کو ساکن کرنا پڑتا ہے گو با میں ملایا نہیں جاتا یا یوں کہو کہ ادغام سے مراد چھپانا ہے جو اس کے لغوی معنی ہیں اس صورت میں یہ اخفا خود ہی ادغام میں داخل ہو جائے گا جیسے فَتَخْفٰی تَنَزُّلًا (باب ادغام الحرفین المتقاربین شعر نمبر۲۱) یعنی ابو عمرو با سے پہلے میم کو ساکن رکھ کے اس میں اخفا کرتے ہیں جبکہ وہ حرکت کے بعد ہو۔ پس اوروں کے لیے میم کا اظہار نکل آیا اور اخفا اس معنی میں صرف اسی جگہ آیا ہے۔ (۲) اظہار دونوں حرفوں کو جدا جدا پڑھنا جیسے وَمَکِّنَنِیْ اَظْھِرْ دِلِیلاً (کہف شعر نمبر ۲۵) یعنی ابن کثیر کے لیے مَکَّنَنِیْ میں دو نون ہیں جن میں سے پہلے کا اظہار ہے۔ پس باقی چھ کے لیے ضد سے ادغام نکل آیا۔ ایضاً ذکر دال قد شعر نمبر ۲ و انفال شعر نمبر۶ پنجم، ہمزہ اور اس کی تخفیف۔ ہمزہ کے تین معنی ہیں (۱) تحقیق یعنی سختی سے پڑھنا جیسے وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَۃٌ (ہمزتین من کلمتہ شعر نمبر۸) یعنی ابوبکرو حمزہ اور کسائی کے لیے ءَاٰمَنْتُمْ میں دوسرے ہمزہ کی تحقیق ہے۔ پس اوروں کے لیے ضد سے تسہیل نکل آئی اور تحقیق کی ضد تخفیف ہے جو تین طرح ہوتی ہے (۱) تسہیل سے (ہمزتین من کلمتہ شعر نمبر۱) اور (بقرہ شعر نمبر۶۵) (ب) ابدال سے (باب الھمزا المفرد شعر نمبر ۱) (ج) حذف سے باب الھمزتین من کلمتین شعر نمبر۱ (۲) ہمزہ کو اس حرف علت کی جگہ لے آنا جو خود ہمزہ کی یا اس سے پہلے حرف کی حرکت کے مناسب ہو۔ چنانچہ اَلتَّنَاوُشُ ابو عمرو اور صحبہ والوں کی اور یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ عاصم کی اور ضِیْزٰی مکی کی اور مُؤْصَدَۃٌ ابو عمرو، حفص، حمزہ کی اور ضِیَاءً قنبل کی روایت پر ہمزہ کے ساتھ ہیں اور اس کی ضد وہ حرف علت ہے جس کی جگہ یہ ہمزہ آتا ہے۔ جو ان الفاظ میں غیر مذکور کی قراءت ہے (۳) زیادت۔ یعنی ہمزہ زیادہ کرنا جیسے وَعَلٰی نَفَرٍ اَرْجِئْہُ بِالْھَمْزِ سَاکِنًا (ہاء کنایہ شعر نمبر۹) یعنی نفر والوں نے اَرْجِئْہُ میں جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کیا ہے پس اوروں کے لیے ضد سے ہمزہ کا حذف نکل آیا۔ ایضاً بقرہ شعر نمبر۲۷ و توبہ شعر نمبر۳۔ ششم، نقل و عدم نقل، نقل، ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دینا۔ (باب النقل شعر نمبر ۹) و بقرہ شعر نمبر۵۸ و نساء شعر نمبر۱۲ عدم نقل۔ ہمزہ کو بلا نقل پڑھنا اس کے لیے قصیدہ میں کوئی لفظ نہیں آیا ہے کیونکہ اس سے نقل کی تعین نہیں ہوتی۔ اس بناء پر کہ یہ کئی طرح سے ہوتی ہے۔ ہفتم۔ اختلاس و اتمام حرکت (۱) اختلاس یا اخفا یا اسراع، حرکت کا ایک تہائی حذف کر کے دو تہائی ادا کرنا یہ چھ جگہ آیا ہے بقرہ شعر نمبر۱۱ و ۴۲ و ۹۲ و نساء شعر نمبر۲۶ و یونس شعر نمبر۱۱ و یٰسین شعر نمبر۳ جیسے وَاَخْفَا ھُمَا طُلِّقَ (بقرہ شعر نمبر۴۲) یعنی اَرِنَا اور اَرِنِیْ میں دوری کے لیے را کے کسرہ میں اختلاس ہے پس اوروں کے لیے ضد سے کامل کسرہ نکل آیا۔ اور وقف میں کسرہ اور ضمہ کا تیسرا حصہ ادا کرنے کو رَوْم کہتے ہیں۔ (۲) اتمام۔ حرکت کو پورا پورا ادا کرنا چنانچہ تمام حرکات میں یہی اصل ہے۔ یہ بھی قصیدہ میں مذکور نہیں بلکہ اختصار کے پیش نظر اختلاس ہی کو استعمال کیا ہے۔ ہشتم۔ جزم و رفع۔ (۱) جزم۔ مضارع کے واحد غائب یا حاضر یا جمع متکلم کے آخری حرف کو ساکن کر دینا جیسے وَنُکَفِّرُ سے وَنُکَفِّرْ اور قصیدہ میں جزم کا ذکر انھیں صیغوں کے بارے میں ہے اور سات جگہ آیا ہے بقرہ شعر نمبر۹۳ و ۱۰۰ و اعراف شعر نمبر۲۹ و مریم شعر نمبر۱ و طٰہٰ ۹ و ۱۴ جیسے وَجَزْمُھُمْ یَذَرْھُمْ شَفَا (اعراف شعر نمبر۲۹) یعنی حمزہ اور کسائی کیلئے یَذَرْھُمْ کی را پر جزم ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اوروں کیلئے را کا رفع نکل آیا (۲) رفع۔ مضارع کے یا اسم کے آخری حرف کو ضمہ دینا جیسے تَكُوْنَ اور مَيْتَةٌ اور جزم کے ساتھ رفع صرف ضد ہی سے نکلتا ہے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں باقین کی قراءت بتائی ہے اور ذکر میں صرف جزم ہی آتا ہے اور جب مضارع میں رفع کہیں گے تو اس کی ضد نصب ہوگا نہ کہ جزم جیسے فَأَطَّلِعَ ارْفَعْ غَيْرَ حَفْصٍ (طول شعر نمبر ۳) یعنی حفص کے سوا اوروں کیلئے فَأَطَّلِعَ میں عین کا رفع ہے پس حفص کیلئے رفع کی ضد سے نصب نکل آیا۔ نتیجہ یہ کہ جزم اور رفع صرف مطرد ہیں اور جس جگہ رفع کی ضد جزم ہوتا ہے وہاں جزم کی قید لگا کر لاتے ہیں جیسے يُضَاعَفُ وَيَخْلُدْ رَفْعُ جَزْمٍ كَذِيْ صِلَا (فرقان شعر نمبر ۵) یعنی ابن عامر ابوبکر کیلئے يُضَاعَفُ وَيَخْلُدُ میں فا اور دال کے جزم کے بجائے رفع ہے۔ پس اوروں کیلئے جزم ہے جو لفظ جزم سے نکلا ہے نہ کہ ضد سے۔ ایضاً طه شعر نمبر ۸ و قصص شعر نمبر ۴ اور مناسب یہ تھا کہ جزم کو شعر ۶۲ میں ضمہ اور رفع کے ساتھ بیان کرتے کیونکہ یہ تینوں صرف مطرد ہیں۔ نہم۔ تذکیر و تانیث (۱) تذکیر ماضی کے واحد غائب کے آخر سے تا جدا کرکے اور مضارع کے اول میں یا لا کر صیغہ کو مذکر کیلئے بنا دینا جیسے نَادَتْهُ تَوَفَّتْهُ اِسْتَهْوَتْهُ سے نَادَاهُ تَوَفَّاهُ اِسْتَهْوَاهُ اور تَكُوْنَ سے يَكُوْنَ یا اسم کے آخر میں سے تانیث کی تا دور کر دینا جیسے سَيِّئَةً سے سَيِّئُهُ اور جیسے وَذَكِّرْ تَكُنْ شَافِ (کہف شعر نمبر ۱۱) یعنی حمزہ اور کسائی کیلئے وَلَمْ تَكُنْ میں تذکیر کی یا ہے۔ پس باقی پانچ کیلئے ضد سے تانیث کی تا نکل آئی (۲) تانیث۔ ماضی کے واحد غائب کے آخر میں اور مضارع کے اول میں تا لاکر مونث کیلئے بنا دینا جیسے تَوَفَّتْهُ اور تَنَزَّلُ جیسے وَيَغْشٰى اَنِّثُوْا شَائِعًا (آل عمران شعر نمبر ۲۷) یعنی يَغْشٰى میں حمزہ اور کسائی کیلئے تانیث کی تا ہے پس باقی پانچ کیلئے ضد سے تذکیر کی یا نکل آئی اور تذکیر و تانیث کو فعلوں ہی میں استعمال کیا ہے اور اسم میں صرف سَيِّئَةً اسْرَاء اور نِعْمَةً لقمٰن میں تذکیر کا ذکر آیا ہے۔ دہم۔ غیبت و خطاب۔ (۱) غیبت مضارع کے اول میں یا لاکر غائب کا صیغہ بنا دینا جیسے وَبِالْغَيْبِ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ هُنَا دَنَا (بقرہ شعر نمبر ۱۸) یعنی مکی کیلئے پہلے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ میں غیبت کی یا ہے۔ پس اوروں کیلئے ضد سے خطاب کی تا نکل آئی۔ (۲) خطاب۔ مضارع کے اول میں تا لاکر حاضر کا صیغہ بنا دینا جیسے وَخَاطَبَ شَامٍ يَعْمَلُوْنَ (انعام شعر نمبر ۳۷) یعنی شامی کیلئے عَمَّا يَعْمَلُوْنَ میں خطاب کی تا ہے پس اوروں کیلئے غیبت کی یا نکل آئی اور تحقیق یہ ہے کہ غیبت کی ضد حضور ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خطاب (۲) تکلم لیکن چونکہ غیبت و خطاب کا اختلاف زیادہ جگہ واقع ہوا ہے۔ اس لئے ان دونوں کو تو ضدیں قرار دیدیا اور خطاب و تکلم کا خلاف کم جگہ آیا ہے۔ اس لئے اس کو حذف واثبات سے بیان کر دیا۔ اعراف شعر نمبر ۱۹ یازدہم۔ خفت (تخفیف) و تشدید (۱) تخفیف حرف کو تشدید سے خالی کردینا جیسے وَيُنْزِلُ خِفُّهُ (بقرہ شعر نمبر ۲۴) یعنی مکی اور بصری کے لئے يُنْزِلُ اور تُنْزِلُ وغیرہ میں زا کی تخفیف ہے۔ پس اوروں کیلئے تشدید نکل آئی ایضا واقعہ والحدید شعر نمبر ۲۔ تشدید یا تثقیل حرف کو تشدید والا بنا دینا جیسے اِذَا فُتِحَتْ شَدِّدْ لِشَامٍ (انعام شعر نمبر ۸) یعنی شامی کیلئے فُتِحَتْ کی تا پر تشدید ہے پس اوروں کیلئے تخفیف نکل آئی۔ ایضاً ص شعر نمبر ۲۔ دوازدہم۔ جمع و توحید۔ (۱) جمع۔ صیغہ کا دو سے زیادہ کیلئے بنا دینا یہ صحیح بھی ہوتی ہے اور مکسر بھی جیسے عَشِيْرَاتُكُمْ بِالْجَمْعِ صِدْقٌ صِفْ (توبہ شعر نمبر ۲) یعنی ابوبکر کیلئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَشِيْرٰتُكُمْ جمع کے صیغہ سے ہے را کے بعد الف کے ساتھ اور باقین کیلئے توحید ہے الف کے حذف کے ساتھ۔ (۲) توحید یا افراد صیغہ کو ایک کے لیے بنا دینا جیسے خَطِيْئَتُهُ التَّوْحِيْدُ عَنْ غَيْرِ نَافِعٍ (بقرہ شعر نمبر۱۹) یعنی خَطِيْئَتُهُ میں نافع کے سوا اوروں کے لیے توحید ہے۔ الف کے حذف کے ساتھ۔ پس نافع کے لیے جمع ہے۔ ہمزہ کے بعد الف کے ساتھ اور اس شعر میں خَطِيْئَتُهُ کو دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں ایضاً رِسَالَاتِ فَرْدًا (انعام شعر نمبر۳۳) یعنی مکی اور حفص کے لیے رِسٰلَتَهُ میں توحید ہے پس اوروں کے لیے جمع ہے اور جمع کی ضد توحید ہے نہ کہ تثنیہ کیونکہ ذہن فرع سے اصل کی طرف منتقل ہوتا ہے نہ کہ دوسری فرع کی طرف۔ اگر شعر میں جمع کا صیغہ لائیں گے تو اس کا سالم و تکسیر ہونا خود ہی واضح ہو جائے گا۔ انعام شعر نمبر۳۳ اور اگر واحد کا صیغہ لائیں گے تو اس کی ضد کہیں جمع سالم ہوگی بقرہ شعر نمبر۱۹ اور کسی جگہ تکسیر ہوگی مومنون شعر نمبر۱ دوسرا مصرعہ اور واحد اور تثنیہ کا اختلاف صرف ضمیروں میں آیا ہے۔ ظاہر میں نہیں اور نہایت قلیل ہے۔ اسی لیے اس کو کبھی حذف و اثبات سے بیان کر دیتے ہیں۔ کہف شعر نمبر۱۰۔ اور کبھی مد و قصر سے شوریٰ شعر نمبر۷ سیزدہم۔ تنوین و ترک تنوین یا دیگر الفاظ جو انہیں کے ہم معنی ہوں (۱) تنوین۔ اسم کے آخر میں صرف تلفظ میں نون زیادہ کر دینا اور اسی لیے تنوین کو مجازاً نون اور ترک تنوین کو دُوْنَ نُوْنٍ اور بِلَا نُوْنٍ بھی کہہ دیتے ہیں۔ جیسے وَفِيْ دَرَجٰتٍ النُّوْنُ (انعام شعر نمبر۲۰) یعنی نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ انعام اور یوسف میں کوفیین کے لیے نون (تنوین) ہے پس باقین کے لیے تنوین کا ترک ہے (۲) ترک تنوین۔ اسم کے آخیر سے۔ اس نون کو حذف کر دینا جیسے وَفِيْهِ لَمْ يُنَوَّنْ لِحَفْصٍ (انفال شعر نمبر۴) یعنی حفص کے لیے مُوْهِنُ میں تنوین کا حذف ہے پس اوروں کے لیے تنوین کا اثبات نکل آیا اور چونکہ تنوین کے ترک کے سبب تین ہیں (۱) بنا جیسے لَا رَيْبَ لاء نفی جنس کے اسم میں (۲) منع صرف جیسے سَلٰسِلَ (۳) اضافت جیسے كِتٰبُنَا اور ہمزہ کی تخفیف بھی کئی طرح ہوتی ہے جیسا کہ اسی توضیح کے نمبر۵ میں معلوم ہو چکا ہے۔ اسی تفصیل کی بنا پر ضدوں کے پانچویں اور تیرہویں جوڑ کو حذف و اثبات میں شامل نہیں کیا گو ابو شامہ اس کو جائز بتاتے ہیں لیکن ہمزہ کے بارے میں یہ صورت صرف اسی کلمہ میں صحیح ہو سکتی ہے جس میں نہ تو ہمزہ خود مرسوم ہو اور نہ تلفظ میں اس کے بجائے کوئی اور حرف پڑھا جاتا ہو جیسے نُنْسِهَا اور وَالصّٰبِـُٔوْنَ بخلاف ضِيَاءً اور يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ کے کہ ان میں ایسا نہیں ہو سکتا اور چونکہ تنوین اسم کے آخر میں اور متکلم کا نون فعل کے اول میں آتا ہے۔ اس لیے تنوین کو نون کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی ضد یا ہو۔ چہاردہم، تحریک و اسکان۔ (۱) تحریک۔ ساکن کو حرکت دینا جیسے قَدْرُهٗ سے قَدَرُهٗ اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) تحریک بلا قید (۲) تحریک مع قید اور دونوں کی مثالیں معہ مطلب کے شعر۶۰ کے ترجمہ کے بعد قوسین میں گزر چکی ہیں (۲) اسکان، متحرک کو ساکن کر دینا جیسے شَنَاٰنُ سے شَنْاٰنُ یہ دونوں طرح کی تحریک کی ضد ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسکان بلاقید اس کی ضد فتحہ کی حرکت ہے جیسے وَسُكُوْنُ الْمَعْزِ حِصْنٌ (انعام شعر نمبر۴۵) یعنی نافع اور کوفیین کے لیے وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ میں عین کا سکون ہے اور ضد سے نکل آیا کہ نفر کے لیے عین پر فتحہ کی حرکت ہے (۲) اسکان مع قید۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے ظاہر ہوگی جیسے وَنُشْرًا سُكُوْنُ الضَّمِّ فِي الْكُلِّ ذُلِّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اعراف شعر نمبر۸) یعنی ابن عامر اور کوفیین کے لیے نشراً میں شین کے ضمہ کے بجائے سکون ہے۔ پس باقین کے لیے ضمہ ہے جو ضم کے لفظ سے نکلا ہے اور بعض جگہ دونوں قراء توں کو الگ الگ بیان کر دیتے ہیں جیسے وَحَیْثُ اَتَاکَ الْقُدُسِ (بقرہ شعر نمبر۲۳) یعنی اَلْقُدُسِ میں چاروں جگہ ابن کثیر کے لیے دال کا سکون اور باقی چھ کے لیے ضمہ ہے۔ اور وَحَرِّکْ وَسَکِّنْ کَافِیًا (انعام شعر نمبر۲۷) میں تحریک واسکان دونوں جمع ہیں یعنی ابن عامر کے لیے درست میں سین ساکن کو فتحہ کی حرکت دو۔ اور تاء متحرکہ کو ساکن کر دو۔ پس باقین کے لیے تحریک کی ضد سے سین کا سکون اور اسکان کی ضد سے تا کا فتحہ نکل آیا اور وَاِسْکَانُ بَارِئِکُمْ (بقرہ شعر نمبر۱۰ و ۱۱) استغناء کے قبیل سے ہے جو شعر ۴۷ میں بیان ہو چکا ہے یعنی بَارِئِکُمْ کے بعد کے پانچوں کلمات میں دوسروں کے لیے را کا ضمہ تلفظ سے نکلا ہے۔ کیونکہ وزن کی درستی اس پر موقوف ہے کہ ان پانچوں مضارعوں کی را پر حرکت پڑھی جائے اور فتحہ اس لیے صحیح نہیں کہ ناصب ندارد پس ضمہ متعین ہوگیا رہا بَارِئِکُمْ سو یہ استغناء کے باب سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں وزن کے لحاظ سے ہمزہ کا ساکن پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر ابو شامہ کے قول کے موافق وَاِسْکَانُ بَارِئِکُمْ کے بجائے وَبَارِئِکُمْ سَکِّنْ کہتے تو دوسروں کے لیے جو کسرہ ہے وہ بھی تلفظ ہی سے معلوم ہو جاتا اور یہ بھی استغناء کے قبیل سے ہو جاتا۔

تحریک کے متعلق ابو شامہ کی مفید و عجیب تحقیق

(۱) تحریک و حرکت کی تین صورتیں ہیں (۱) یہ کہ صرف تحریک لائیں اور یہ کہیں کہ حرکت دیدو یا حرکت دی ہے یا دی گئی ہے لیکن حرکت کی قسم کو معین نہ کریں کہ فتحہ دو یا کسرہ یا ضمہ۔ اس صورت میں مذکورین کے لیے فتحہ اور دوسروں کے لیے سکون ہوگا۔ (۲) یہ کہ تحریک کا بھی ذکر کریں اور حرکت کی قسم بھی بتائیں مثلاً رفع کی حرکت دی ہے اس صورت میں مذکورین کے لیے تو اسی قسم کی حرکت ہوگی جس کا نام لیں گے اور دوسروں کے لیے تحریک کی ضد سے سکون ہوگا (بقرہ شعر نمبر۳۵) اس میں رفع کی قید لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو غیر نافع کے لیے تُسْئَلُ میں لام کا فتحہ سمجھا جاتا اور مائدہ شعر نمبر۷ میں حمزہ کے لیے وَلْیَحْکُمْ میں یہ فرمایا ہے کہ وہ لام کو کسرہ کی اور میم کو نصب کی حرکت دیتے ہیں۔ پس یُحَرِّکُہٗ سے یہ نکل آیا کہ باقی چھ کے لیے لام اور میم دونوں کا سکون ہے جو تحریک کی ضد ہے اور اگر یُحَرِّکُہٗ نہ لاتے تو ضد سے دوسروں کے لیے لام کا فتحہ اور میم کا جزم سمجھا جاتا۔ (۳) یہ کہ صرف حرکت کی قسم کا نام لیں جیسے نصب و جر وغیرہ اور حرکت و تحریک کا لفظ نہ لائیں اس صورت میں مذکورین کے لیے تو وہی حرکت ہوگی جس کا نام لیں گے اور دوسروں کے لیے اس حرکت کی ضد دوسری حرکت ہوگی۔ سکون ہرگز نہ ہوگا۔ (علق شعر نمبر۲ و ۳) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب سمجھ لو کیونکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کو مضبوط اور محفوظ رکھتے ہیں (ابراز) (۲) شعر ۶۰ میں اَخَاہُ کی ضمیر بارز یا تو تحریک غیر مقید کے لیے ہے یا تحریک عام کے لیے یعنی بلاقید ہو خواہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قید کے ساتھ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اسکان نے تحریک بلاقید کے ساتھ بھائی بندی کی ہے۔ یعنی جس طرح تحریک بلا قید سے فتحہ مراد ہوتا ہے اسی طرح اسکان بلا قید کی ضد بھی فتحہ ہی ہوگا (بقرہ شعر نمبر٦٦) اس میں سکون بلا قید ہے اس لیے اس کی ضد طاء کا فتحہ ہے اور جس جگہ اسکان کی ضد کسرہ یا ضمہ ہوگی وہاں اسکان کے ساتھ قید لگا کر لائیں گے تاکہ دوسری قراءت قید سے ظاہر ہو جائے (یوسف شعر نمبر٤) اور اس کی ہر جگہ پابندی کی ہے لیکن محمدؐ شعر نمبر ٩ میں سہواً مُسْكِنَ الْكَسْرِ کے بجائے مُسْكِنَ الْعَيْنِ فرما دیا ہے۔ جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے اَلصّٰعِقَةُ میں عین کا فتحہ ہوگا حالانکہ حقیقتاً" کسرہ ہے اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اسکان نے تحریک کے ساتھ اس طرح بھائی بندی کی ہے کہ اسکان تحریک کی ضد ہے۔ پس اسکان بلا قید کی ضد فتحہ ہوگی اس طرح پر کہ اسکان کی ضد تحریک بلا قید ہے اور اس سے فتحہ ہی مراد ہوا کرتا ہے جیسا کہ اسی شعر کے اول میں صراحتا" مذکور ہے پس خلاصہ مطلب یہ ہوگا کہ تحریک بلا قید خواہ صراحتا" مذکور ہو خواہ ضد (اسکان) سے سمجھی گئی ہو دونوں صورتوں میں اس سے مراد فتحہ ہی ہوگا اور ابو شامہ نے ان دونوں باتوں کو واضح کرنے کے لیے شعر٦٠ کو اس طرح بدل دیا ہے۔

وَاِنْ اُطْلِقَ التَّحْرِيْكُ نَصًّا وَّلَازِمًا مِنَ الضِّدِّ فَهُوَ الْفَتْحُ حَيْثُ تَنَزَّلَا

یعنی اگر تحریک بلا قید بولی جائے خواہ صراحتا" ہو یا ضد سے التزاما" سمجھی جا رہی ہو دونوں صورتوں میں اس سے ہر جگہ فتحہ ہی مراد ہوگا۔ پانزدہم مضارع میں متکلم کا نون اور یا (١) ن جیسے وَيَنُوْنَهُ يُذِيْقَ نَ کا (روم شعر نمبر١) یعنی لِيُذِيْقَهُمْ میں قنبل کے لیے متکلم کا نون ہے پس اوروں کے لیے یا ہے جو نون کی ضد سے نکلی ہے (٢) یا جیسے وَفِيْ وَنَقُوْلُ الْيَاءُ حِصْنٌ (عنکبوت شعر نمبر٤) یعنی وَنَقُوْلُ ذُوْقُوْا میں نافع اور کوفیین کے لیے یا ہے۔ پس اوروں کے لیے یا کی ضد سے نون نکل آیا اور غیر مضارع میں یا کے ساتھ قید لگا دیتے ہیں تاکہ یاء سے دوسروں کے لیے نون کا شبہ نہ ہو جیسے وَفِي النَّاءِ يَاءٌ شَاعَ (بقرہ شعر نمبر٤٦) شازدہم۔ فتح و کسرہ (١) فتح۔ جیسے نافع کے لیے مُرْدِفِيْنَ (انفال شعر نمبر١) میں دال کا فتحہ ہے۔ پس اوروں کے لیے کسرہ نکل آیا۔ کسرہ جیسے تُشَاقُّوْنَ میں نافع کے لیے نون کا کسرہ ہے (نحل شعر نمبر٢) پس اوروں کے لیے فتحہ نکل آیا اور بعض جگہ دونوں کو جمع کر دیتے ہیں (انعام شعر نمبر٤٨) اور جب فتحہ اور کسرہ کے ساتھ کوئی قید لگی ہوئی ہو تو وہاں دوسری قرآءت وہ ہوتی ہے جو قید سے نکلتی ہے۔ نساء شعر نمبر ١٣ و انعام شعر نمبر٢٩ و اعراف شعر نمبر١٥ و ١٦ و شوریٰ شعر نمبر٨ ہفدہم۔ نصب اور جر (١) نصب جیسے وَاللّٰهِ رَبِّنَا میں حمزہ اور کسائی کے لیے با کا نصب ہے پس اوروں کے لیے جر نکل آیا (انعام شعر نمبر٢) (٢) جر یا خفض جیسے وَالْكُفَّارَ میں ابو عمرو اور کسائی کے لیے را کا جر ہے۔ پس اوروں کے لیے نصب نکل آیا۔ (مائدہ شعر نمبر٩) ہشدہم۔ ضمہ اور فتحہ (١) ضمہ اس کی دو قسمیں ہیں (١) بلا قید اور اس کی ضد فتحہ ہے جیسے وَفِيْ اِذْ يَرَوْنَ الْيَاءُ بِالضَّمِّ كُلِّلَا (بقرہ شعر نمبر٤٩) یعنی اِذْ يَرَوْنَ میں ابن عامر کے لیے یا کا ضمہ ہے پس اوروں کے لیے ضد سے یا کا فتحہ نکل آیا۔ (٢) ضمہ مع القید۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے نکلے گی جیسے وَجُزْءًا وَّ جُزْءٌ ضَمَّ الْاِسْكَانِ صِفْ (بقرہ شعر نمبر٨٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ابوبکر کے لیے جُزُءًا اور جُزُءٌ میں زا کے سکون کے بجائے ضمہ ہے پس اوروں کے لیے زا کا سکون ہے جو اسکان سے نکلا ہے۔ نوزدہم۔ رفع اور نصب (۱) رفع۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں اور اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے۔ (۱) رفع بلا قید اس کی ضد نصب ہے جیسے وَفِي الرِّيحِ رَفْعٌ صَحَّ (سبا شعر نمبر ۳) یعنی ابوبکر کے لیے وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيحَ میں حا کا رفع ہے اور جیسے وَتَكُونَ الرَّفْعُ حَجَّ شُهُودُهٗ (مائدہ شعر نمبر۱۱) یعنی اَلَّا تَكُوْنَ میں ابو عمرو و حمزہ اور کسائی کے لیے نون کا رفع ہے۔ پس غیر مذکورین کے لیے دونوں مثالوں میں رفع کی ضد سے نصب نکل آیا۔ (۲) رفع معہ قید۔ اس کی ضد وہ ہوگی جو قید سے ظاہر ہوگی جیسے وَخُضْرٍ بِرَفْعِ الْخَفْضِ عَمَّ حُلًا عُلًا (سورۃ القیامۃ شعر نمبر ۵) یعنی سُنْدُسٍ خُضْرٍ میں نافع، ابن عامر، ابو عمرو، حفص کے لیے را کے جر کے بجائے رفع ہے پس باقین کے لیے را کا جر ہے جو خفض کے لفظ سے نکلا ہے اور جیسے يُصَدِّقُنِي ارْفَعْ جَزْمَهٗ فِي نُصُوْصِهٖ (قصص شعر نمبر۴) یعنی حمزہ اور عاصم کے لیے يُصَدِّقُنِيْ میں قاف کے جزم کے بجائے رفع ہے پس اوروں کے لیے جزم ہے جو لفظ جزم سے سمجھا گیا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جزم اور رفع اور ضمہ اور فتحہ اور رفع اور نصب یہ تینوں جوڑے صرف مطرد ہیں ان میں سے پہلی تو مذکور ہوتی ہے اور دوسری ضد سے نکلتی ہے مذکور نہیں ہوتی اور باقی سولہ جوڑوں میں دونوں میں سے ہر ایک مذکور بھی ہوتی ہے اور ضد سے بھی نکلتی ہے۔ سوال: فتحہ تین جوڑوں میں آیا ہے ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ جواب: تیسرے جوڑے میں جو فتحہ ہے اس کی ضد امالہ اور تقلیل ہے اور یہ مذکور بھی ہوتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور سولھویں جوڑے میں جو فتح ہے اس کی ضد کسرہ ہے اور یہ مطرد اور منعکس ہیں اور یہ فتح ذکر میں بھی آتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور اٹھارہویں جوڑے میں جو فتح ہے وہ مذکور نہیں ہوتا ضمہ کی ضد ہی سے نکلتا ہے۔ سوال: رفع اور نصب بھی دو دو جگہ آئے ہیں ان میں کیا فرق ہے۔ جواب: آٹھویں جوڑے میں جو رفع ہے وہ حرف جزم کی ضد سے نکلتا ہے مذکور نہیں ہوتا اور مضارع میں آتا ہے اور انیسویں جوڑے میں جو رفع ہے وہ مذکور ہوتا ہے اور اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے اور نصب جو سترہویں جوڑے میں آیا ہے اس کی ضد جر ہے اور یہ ذکر میں بھی آتا ہے اور ضد سے بھی نکلتا ہے اور انیسویں جوڑے میں جو نصب ہے وہ ضد سے نکلتا ہے مذکور نہیں ہوتا۔ سوال: یا تین جگہ آئی ہے اول کو تذکیر کی اور دوسری کو غیبت کی یا کہتے ہیں اور تیسری متکلم کے نون کی ضد میں آتی ہے ان تینوں یاء وں میں کیا فرق ہے۔ جواب: یا تینوں جگہ غیبت ہی کی ہے لیکن جس جگہ فاعل مونث غیر حقیقی ہوتا ہے یا فعل و فاعل مونث میں فاصلہ ہوتا ہے۔ یا مرجع کے مذکر اور مونث ہونے میں اختلاف ہوتا ہے جو یا اس صیغہ میں آتی ہے۔ اس کو مذکر کے صیغہ میں ہونے کی بناء پر تذکیر کی یا کہتے ہیں۔ اور یہ اختلاف اکثر واحد کے صیغوں میں ہوتا ہے۔ اور جن صیغوں میں فاعل کے غائب اور مخاطب ہونے میں اختلاف ہوتا ہے اس کو غیبت کی یا کہہ دیتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اس کا غائب کے لیے ہونا اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور یہ اختلاف جمع کے صیغوں میں زیادہ اور واحد کے صیغوں میں کم جگہ آیا ہے اور نون اور یا کا اختلاف ان صیغوں میں ہے جن میں فاعل حق سبحانہ و تعالیٰ ہیں۔ اور ضدوں کے پانچ جوڑے اور ہیں ان کو بھی یاد کر لو۔ ان کو ناظم نے یہاں بیان نہیں کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن باب الفرش میں استعمال کیا ہے۔ بستم' ترقیق و تفخیم و تغلیظ (۱) ترقیق' را اور لام کو باریک پڑھنا (۲) تفخیم۔ را اور تغلیظ لام کو پڑ کر کے پڑھنا (باب الراءات شعر نمبر۱) اور (باب اللامات شعر نمبر۱) بست و یکم' تقدیم و تاخیر یا قلب تحویلی یعنی کلمات یا حروف کی ترتیب بدل کر پہلے کو دوسرے کی اور دوسرے کو پہلے کی جگہ لے آنا جیسے حمزہ اور کسائی کے لیے وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا آل عمران ع ۲۰ اور فَیُقْتَلُوْنَ وَیُقٰتِلُوْنَ براءۃ ع ۱۴ کے بجائے وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا اور فَیُقٰتِلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ہے (آل عمران شعر نمبر۴۰) اور لَا یَایْئَسُ اور لَا تَایْئَسُوْا وغیرہ میں بزّی کے لیے لَا یَایَسُ اور لَا تَایَسُوْا (یوسف شعر نمبر۱۱) اور ابن ذکوان کے لیے وَنَاٰ میں وَنَآءَ اور حمزہ کے لیے وَیَتَنَاجَوْنَ میں وَیَنْتَجُوْنَ اور کسائی کے لیے خِتٰمُهٗ میں خَاتَمُهٗ اور غیر مذکور کے لیے اس کی ضد سے ان سب کلمات میں تاخیر نکل آئی یعنی یہ حضرات تبدیلی نہیں کرتے۔ بست و دوم قطع و وصل۔ (۱) قطع۔ کلمہ کو ہمزۂ قطعی مفتوح سے پڑھنا جیسے اَخِی اشْدُدْ میں شامی کے لیے ہمزہ قطعی ہے اور باقین کے لیے وصلی ہے (طٰهٰ شعر نمبر۳ (۲) وصل کلمہ کو ہمزہ وصلی سے پڑھنا جیسے بَلِ ادّٰرَکَ میں نافع' ابن عامر اور کوفیین کے لیے ہمزہ وصلی اور حق والوں کے لیے قطعی ہے (نمل شعر نمبر۱۰) اور وصل جمع کے میم میں صلہ کا واؤ اور ہاء کنایہ میں صلہ کی یا اور واؤ زیادہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس کی ضد اس صلہ کا ترک ہے اور وصل سکتہ وقف کے مقابلے میں بھی آتا ہے (باب البسملہ شعر نمبر۲) بست و سوم۔ اعجام و اہمال۔ (۱) اعجام بے نقطہ والے کو نقطہ والا اور اہمال نقطہ والے کو بے نقطہ کر دینا جیسے یَقْضِ الْحَقَّ اور یَقُصُّ الْحَقَّ (انعام شعر نمبر۱۱) بست و چہارم استفہام و اخبار (۱) استفہام کلمہ کو دو ہمزوں والا کر دینا (۲) اخبار کلمہ کو ایک ہمزہ والا بنا دینا (جیسے واقعہ شعر نمبر۱) میں ابوبکر کے لیے ءَاِنَّا اور مریم شعر نمبر۱ میں ابن ذکوان کے لیے۔اِذَا مَامُتُّ

فائدہ: کوفیین بنائی اور اعرابی حرکات کے ناموں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور بصریین فرق کے قائل ہیں ناظم نے اختصار حاصل کرنے کی غرض سے ایک دستور یہ بھی رکھا ہے کہ بنائی حرکات کو فتح' کسرہ' ضمہ سے اور اعرابی حرکتوں کو نصب' جر یا خفض اور رفع سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ اعرابی حرکات کلمہ کے اخیر ہی میں آیا کرتی ہیں اس لیے حرکت کا نام لیتے ہی سننے والا خود سمجھ جاتا ہے کہ یہ حرکت آخری حرف کو دی جائے گی ناظم کو بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس اصطلاح کے فائدے کی مزید وضاحت

اول: مریم شعر نمبر۴ کے مِنْ تَحْتِهَا میں کسرہ میم پر اور جر دوسری تاء پر آئے گا۔ دوم: نبا شعر نمبر۱۲ کے وَالْوَتْرِ بِالْکَسْرِ میں کسرہ اور فتحہ کا اختلاف واؤ میں ہوگا کیونکہ اگر را میں ہوتا تو بالکسر کے بجائے بالجر کہتے۔ سوم: ایضاً نباء شعر نمبر۱۴' ۱۵ میں رفع' فَکُّ کے کاف اور اِطْعَامُ کے میم پر اور جر' رَقَبَةٍ کی تاء پر اور کسرہ اِطْعَامُ کے ہمزہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر آئے گا حالانکہ ناظم نے ان حروف کی تعیین نہیں کی ہے۔ چہارم: اس اصطلاح کی ہر جگہ پابندی کی ہے صرف شوریٰ شعر نمبر۱۱ میں سہواً رعایت نہیں کر سکے۔ کیونکہ وہاں وَقِيلِهٖ میں لام کی حرکت اعرابی ہے اور اس کے باوجود بھی اس کو اِخْفِضْ اور اُجْرُرْ کے بجائے اِکْسِرْ سے تعبیر کر دیا ہے۔ پنجم: اگر کسی جگہ دونوں قراء توں میں پابندی نہیں کر سکتے تو ایک قراءت پر ضرور کرتے ہیں چنانچہ بقرہ شعر نمبر۶۷ کے تُضَارُرْ وَ ضَمُّ الرَّاءِ حَقٌّ میں ابن کثیر و ابو عمرو کی قراءت پر لَا تُضَارُّ کی را کا رفع ہے لیکن اس اعرابی حرکت کو ضمہ سے اس لیے بیان کر دیا ہے کہ اس کی ضد سے یہ معلوم ہو جائے کہ باقی پانچ کی قراءت راء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہاں دونوں قراء توں میں اس اصطلاح کی رعایت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے ایک پر کی اور بنائی حرکت کو اختیار کیا جو لغت اور فرق نہ کرنے والوں کے مذہب دونوں کے موافق ہے اور لَا تُضَارُّ کو دونوں قراء توں پر معروف بھی کہہ سکتے ہیں اور مجہول بھی رفع کی صورت میں مضارع منفی کا صیغہ ہوگا اور یہ خبر نہی کے معنیٰ میں ہوگی اور فتحہ کی صورت میں نہی کا صیغہ ہے چونکہ جزم و ادغام کے سبب دو ساکن جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے دوسرے ساکن کو فتحہ دیدیا۔ ششم: مائدہ شعر نمبر۱۰ اور انعام شعر نمبر۴۳ کے رِسٰلَتَهٗ اور اعراف شعر نمبر۲۶ کے ذُرِّيَّتَهُمْ تینوں کلموں میں توحید اور جمع کا اختلاف ہے یعنی رِسٰلَتَهٗ اور رِسٰلٰتِهٖ اور ذُرِّيَّتَهُمْ اور ذُرِّيّٰتِهِمْ پڑھتے ہیں اور تینوں کلمہ دونوں قراء توں پر منصوب ہیں اور اس پر بھی ناظم نے اول میں تاء کے کسرہ سے اور باقی دو میں تاء کے فتحہ سے بیان کیا ہے۔ سو اس کی ایک نفیس وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسرہ اور فتحہ کے بجائے تینوں جگہ نصب سے تعبیر کرتے تو سامع کو ضد سے یہ شبہ ہوتا کہ یہ تینوں کلمے دوسری قراءت پر مجرور ہوں گے پھر یہ سوچتا کہ کسی جار کے بغیر جر کہاں سے آگیا۔ پس اس شبہ سے بچانے کے لیے تینوں جگہ قراءت کو نصب کی علامت سے بیان کر دیا کہ توحید کی قراءت پر نصب کی علامت تا کا فتحہ ہے اور جمع کی قراءت پر کسرہ ہے اور رِسٰلَتَهٗ کو جمع اس واسطے لائے ہیں کہ اس سے مراد توحید اور احکام اور ان کے متعلقات ہیں اور افراد کی صورت میں بھی رسالت ان سب کو شامل ہے کیونکہ رسالت ان تمام چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ پس گویا یہ تمام چیزیں توحید میں اجمالاً اور جمع میں قدرے تفصیل کے ساتھ آگئیں اور ذُرِّيَّتَهُمْ میں بھی توحید و جمع کی تقریباً یہی تقریر ہے۔

فائدہ دوم: (۱) چونکہ ضمہ اور فتحہ اور رفع اور نصب میں دونوں طرف سے ضدیت نہیں ہے اس لیے ان کے بارے میں آخَيْتُ نہیں فرمایا (۲) ان ضدوں کو اثبات کی شکل میں بھی استعمال کیا ہے اور نفی کی صورت میں بھی پس جب کسی ضد کو نفی کی صورت میں لائیں تو اس سے دوسری ضد کا اثبات سمجھ لینا مثلاً وَلَا ضَمَّ (بقرہ شعر نمبر۱۲) پس جب مذکورین کے لیے نَغْفِرْ میں نون کا ضمہ نہیں ہے تو اس کی ضد فتحہ ہے (۳) ان قیدوں کو اکثر جگہ تو بلا تعیین لائے ہیں اور بعض جگہ تعیین بھی کر دیتے ہیں کہ یہ حرکت اس حرف کو دو (بقرہ شعر نمبر۶۲) اس میں دو مثالیں ہیں۔ آل عمران شعر نمبر۲۲، مائدہ شعر نمبر۱۰، انعام شعر نمبر۲، محمدؐ شعر نمبر۹ (۴) ن شعر نمبر۱ میں فِیْ یُزْلِقُوْنَکَ کے بجائے یَا یُزْلِقُوْنَکَ کہتے تو التباس نہ رہتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت مفید و ضروری تنبیہات

اول: بعض جگہ کئی کئی ضدیں حتی کہ پانچ تک ایک ہی لفظ میں جمع ہو گئیں ہیں۔ جیسے یُصْلِحَا (نساء شعر نمبر ۲۲) میں کوفیین کے لیے یا کا ضمہ صاد کا سکون اور اس کی تخفیف اور قصر یعنی صاد کے بعد والے الف کا حذف اور لام کا کسرہ ہے۔ پس باقی چار کے لیے ضمہ کی ضد سے یا کا فتحہ اور سکون کی ضد سے صاد پر بھی فتحہ کی حرکت اور تخفیف کی ضد سے صاد پر تشدید اور قصر کی ضد سے صاد کے بعد الف اور کسرہ کی ضد سے لام کا فتحہ نکل کر یَصَّالَحَا ہو گیا غرض جس جگہ جتنی ضدیں آرہی ہوں سب کو ہوشیاری سے نکالنا چاہیے۔ دوم: ناظم کی عام عادت ہے کہ جس جگہ دوسری قراءت ضد سے نہیں نکلتی وہاں ضد کے ساتھ قید لگا دیتے ہیں جیسے سُكُونُ الضَّمِّ چونکہ سکون کی ضد فتحہ ہے اس لیے ضم کی قید لگا کر بتا دیا کہ مذکورین کے لیے سکون اور دوسروں کے لیے ضمہ ہے۔ فتحہ نہیں اور اس کی ہر جگہ پابندی کی ہے لیکن صرف سورۂ (محمدؐ شعر نمبر ۹) میں قید سہواً ترک ہو گئی کہ وہاں وَفِي الصَّعْقَةُ اقْصُرْ مُسْكِنَ الْعَيْنِ رَاوِيًا فرما دیا ہے یعنی کسائی کے لیے الصَّعِقَةُ میں قصر الف کا حذف اور عین کا سکون ہے اور یہاں سکون کی ضد سے دوسروں کے لیے عین کا فتحہ نکلتا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ پس یہاں مُسْكِنَ الْكَسْرِ فرمانا چاہیے تھا تاکہ کسرہ کے لفظ سے دوسروں کی قراءت نکل آتی۔ سوم: (ا) پس اگر ضد اور قید دونوں اسم ہوں تو جو قراءت پہلے لفظ سے نکلے گی وہ مذکورین کے لیے اور جو دوسرے لفظ سے نکلے گی۔ وہ دوسروں کے لیے ہوگی۔ مثالیں (ا) وَجُزْءًا وَجُزْءًا ضَمَّ الْاِسْكَانِ صِفْ (بقرہ شعر نمبر ۸۰) دیکھو یہاں ضَمَّ الْاِسْكَانِ میں ضم اور اسکان دونوں اسم ہیں۔ پس جُزْءًا اور جُزُءًا میں ابوبکرؒ کے لیے زا کا ضمہ اور باقین کے لیے زا کا سکون نکل آیا۔ (۲ و ۳) توبہ شعر نمبر ۱۲ اس شعر میں دو مثالیں ہیں (۴) (یوسفؑ شعر نمبر ۴) کا پہلا مصرعہ لیکن کبھی قید کو پہلے بھی لے آتے ہیں۔ پس وہاں پہلی قراءت غیر مذکور کے لیے اور دوسری مذکور کے لیے ہوگی (مائدہ شعر نمبر ۳) اس لیے خوب ہوشیاری سے کام لینا چاہیے۔ (ب) اور اگر ان دونوں لفظوں میں سے ایک اسم اور دوسرا فعل ہو تو اسم والی قراءت غیر مذکور کے لیے اور فعل سے ظاہر ہونے والی مذکور کے لیے ہوگی مثالیں (ا) وَرَفْعُكَ لَيْسَ الْبِرُّ يُنْصَبُ فِي عُلًا (بقرہ شعر نمبر ۵۴) یہاں رفع اسم ہے اور یُنْصَبُ فعل ہے۔ پس حفص اور حمزہ کے سوا اوروں کے لیے لَيْسَ الْبِرَّ میں را کا رفع اور ان دونوں کے لیے را کا نصب نکل آیا۔ (۲) (بقرہ شعر نمبر ۵۹) (۳) (مائدہ شعر نمبر ۱۵) اور چونکہ ایسے مقامات قصیدہ میں بکثرت ہیں۔ اس لیے اس تیسری تنبیہہ کی دونوں صورتوں کا یاد رکھنا نہایت مفید ہوگا۔ چہارم: جب کسی ایک حرکت کا نام لیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ یہ حرکت فلاں حرف کو دو تو وہاں کلمہ کا پہلا حرف مراد ہوتا ہے جیسے وَدًّا بِهِ الضَّمُّ اُعْمِلَا (ان شعر نمبر ۶) یعنی نافع کے لیے وُدًّا میں ضمہ ہے پس اس سے واؤ کا ضمہ مراد ہوگا اور اسی لیے وَفِي عَمَلٌ (ہود شعر نمبر ۵) میں شارحین نے تغیر کیا ہے کیونکہ اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ فتحہ اور کسرہ کا اختلاف عین میں ہوگا حالانکہ حقیقتاً میم میں ہے۔ پنجم: اصل یہ ہے کہ جو قراءت شعر میں بیان کی جارہی ہو کلمہ قرآنی کو اس کے علاوہ دوسری قراءت کے موافق لکھا جائے اس بناء پر اس شرح میں بھی اسی پر عمل ہوگا۔ پس آپ ایک قراءت بیان سے اور دوسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابت سے نکال سکیں گے۔ لیکن یہ وہاں ہوگا۔ جہاں شعر کا وزن اس کی اجازت دے گا اور ترجمہ میں غور فرمائیں گے تو اس سے بھی قراءت نکل آئے گی۔ غرض کئی ذریعے ہیں جن کی وجہ سے معاملہ بالکل آسان رہے گا۔ **ششم:** کبھی شعری ضرورت و مجبوری کے سبب کلمہ کی حرکات و قیود کو شروع کی طرف سے بیان کرنے کے بجائے آخیر کی طرف سے بھی بیان کرتے ہیں چنانچہ آل عمران و انفال کے یَمِیْزَ میں ایسا ہی کیا ہے (آل عمران شعر نمبر ۳۵) اور یہ ناظمؒ کا کمال ہے کہ مضمون کو کسی نہ کسی طرح شعر میں لے ہی آتے ہیں۔ **ہفتم:** جو باتیں عربی قواعد کے اعتبار سے واضح ہوتی ہیں ان کا بیان کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے اسی لیے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ میں ابوبکر کے لیے میم کا تشدید تو بیان کیا لیکن کاف کا فتحہ بیان نہیں کیا اور باقین کے لیے کاف کا سکون بھی نہیں بتایا۔ **ہشتم:** وَالْغَيْرُ كَالْحَرْفِ اَوَّلاً بقرہ شعر نمبر ۱ میں اس پر تنبیہہ فرمائی ہے کہ بعض جگہ دوسروں کی قراءت اسی قسم کے ان الفاظ سے بھی نکلتی ہے جن کو سب نے ایک ہی طرح پڑھا ہے۔ ضد سے نہیں نکلتی چنانچہ دوسری قراءت بقرہ کے وَمَا يَخْدَعُوْنَ میں بقرہ اور نساء کے يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ سے اور فرقان کے سُرُجًا میں نوح و نباء کے سِرَاجًا سے اور ذاریات کے الصّٰعِقَةُ میں بقرہ اور نساء کے اَلصّٰعِقَةُ سے نکلتی ہے اور ہاء کنایہ میں ضمیر کی ہا کا کسرہ اور ضمہ اور صلہ بھی اسی قاعدہ سے نکلتا ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ضمیر کی ہا کا کسرہ اس قاعدہ سے نکلتا ہے کہ ضمیر کی ہا اگر کسرہ اور یا کے بعد ہو تو مکسور ہوتی ہے۔ ورنہ مضموم اور صلہ اصل کی موافقت سے نکلتا ہے۔ **نہم:** خُلْفٌ اور خلاف سے دو وجوہ مراد ہوتی ہیں پس جس قاری کے نام اور رمز کے بعد خُلْفٌ آئے گا اس کے لیے دو وجوہ ہوں گی اور تفصیل یہ ہوگی کہ اگر خُلْفٌ ایک اسم یا رمز کے بعد ہو تو اسی کے لیے ہوگا۔ (ہاء الکنایہ شعر نمبر ۴ و بقرہ شعر نمبر ۶۵ و اعراف شعر نمبر ۳) اور اگر اس کے ساتھ هُمَا ہو تو پھر دو کے لیے ہوگا (باب المد شعر نمبر ۱۲) اور اگر هُمْ ہو تو دو سے زائد کے لیے ہوگا۔ (باب ذکر حروفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا شعر نمبر ۸۔ و قیامہ شعر نمبر ۲) اور اگر لفظ خُلْف واؤ کے بعد ہو تو پھر اس رمز کے لیے ہوگا جو خُلْف کے بعد آ رہی ہو پہلی رموز کے لیے نہ ہوگا۔ (باب الوقف علی مرسوم الخط شعر نمبر ۶ و آل عمران شعر نمبر ۱ و ۳۲) اور لفظ خُلف کے ساتھ با ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں یہی تفصیل ہے۔ **دہم:** قراءت کی کتابوں میں معاً اس لفظ کے ساتھ آتا ہے جو دو جگہ آرہا ہو اور دونوں جگہ اس کا حکم ایک ہی ہو اور یہ لفظ اکثر جگہ مُصْطَحِبَيْنِ (مل کر آنے والے) کے معنی میں ہو کر حال ہوتا ہے لیکن آسانی کی غرض سے اس کا ترجمہ دونوں جگہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

النحو و العربیہ: شعر ۵۷ تا ۶۲۔ شعر ۵۷۔ (۱) ماشرطیہ مبتدا ہے (۲) کَانَ یا تامہ ہے یا ناقصہ پس ذا بھی یا حال ہے یا خبر (۳) بِهٖ یا بِذِكْرِهٖ کے بجائے بِضِدِّهٖ کہنا اس بناء پر ہے کہ بہ نسبت ضمیر کے لفظ ضد میں ابہام اور عموم زیادہ ہے پس یہ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بقرہ ع ۳۹) کی طرح ہے کہ یہاں بھی ضمیر کے بجائے اِحْدٰهُمَا اسی لیے آیا ہے اور فَتُذَكِّرَهَا الْاُخْرٰى نہیں فرمایا یعنی اَيَّتُهُمَا نَسِيَتْ ذَكَّرَتْهَا الْاُخْرٰى اَىْ اَسْتَغْنِىْ بِاَحَدِ الضِّدَّيْنِ عَنِ الْاٰخَرِ (۴) فَزَاحِمْ کی فا تعقیب کے لیے ہے اور زَاحِمْ کے دو معنی ہیں سبقت حاصل کر۔ معلوم کر (۵) لِتَفْضُلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا الف اطلاق کے لیے ہے شعر ۵۸- (۱) کَمَدٍّ اور اس کے معطوفات اَلْوَجْهُ الْمُسْتَغْنٰی عَنْهُ مقدر کی خبر ہیں (۲) مُدْغَمٍ یا اسم مفعول ہے یا مصدر میمی اور ما قبل و مابعد کی مناسبت کی بناء پر ثانی اولیٰ ہے (۳) تَحَصَّلاَ اَیْ حَصَلَ وَ ثَبَتَ فِی الرِّوَایَۃِ اختلاس کی صفت ہے شعر ۵۹- اُعْمِلاَ یا تو تحریک کی صفت ہے یا مستانفہ ہے یعنی نصب' جر' رفع کو حرف کی صفت بنا دیا گیا ہے- شعر ۶۰ (۱) حَیْثُ ظرف مکان ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی ہیں اور ھُوَ الْفَتْحُ جزا ہے اور اس پر سے فا ضرورت کی بناء پر محذوف ہے (۲) مَنْزِلاً آخَا کے فاعل سے تمیز ہے اور یہ یا تو مصدر میمی ہے یا ظرف مکان اور بعض اس کو مفعول فیہ کہتے ہیں شعر ۶۱ (۱) وَالْیَا میں ضرور تا" قصر ہے- (۲) وَفَتْحِھِمْ کی تقدیر وَبَیِّنْ فَتْحِھِمْ ہے ماقبل اور مابعد کے قرینہ سے بین کو حذف کر دیا (۳) مُنْزِلاً آخَیْتُ کے فاعل سے حال ہے اور اَنْزَلَہٗ اِذَا اَحَلَّہٗ بِالْمَکَانِ سے لیا گیا ہے- شعر ۶۲ (۱) حَیْثُ شعر نمبر ۶۰ کی طرح ظرفیہ اور شرطیہ ہے اور شعلہ کا یہ قول عجیب و غریب ہے کہ اَقُوْلُ میں واؤ کا حذف نہ کرنا شعری ضرورت کی بناء پر ہے- تعجب ہے کہ حَیْثُ کو جازم کیسے سمجھ لیا (۲) اَلضَّمُّ وَالرَّفْعُ میں واؤ اَوْ کے معنی میں ہے اور اس کی خبر لِقَارِیٍٔ یا لِجَمْعٍ مقدر ہے اور جملہ مقولہ ہے اور فا جزائیہ ہے (۳) اَقْبَلاَ کا الف اطلاقیہ ہے اور اس میں ضمیر کا واحد لانا غیر کے لفظ کے اعتبار سے ہے (۴) ضمہ اور رفع اور فتحہ اور نصب میں لف و نشر مرتب کی صنعت ہے-

باب اطلاق یا ایک بلیغ اور نہایت مختصر اصطلاح

۶۳ وَفِی الرَّفْعِ وَالتَّذْکِیْرِ وَالْغَیْبِ جُمْلَۃٌ ۔۔۔ عَلٰی لَفْظِھَا اَطْلَقْتُ مَنْ قَیَّدَ الْعُلَا

ترجمہ: اور رفع اور تذکیر اور غیبت میں کچھ ایسے (مواقع) بھی ہیں جن میں میں نے اس شخص کو جو بلندی (یا بلندیوں) کا طالب ہو (اور اس نے مذکورہ بالا ضدوں کو سمجھ لیا ہو اور یاد کر لیا ہو) ان کے تلفظ پر چھوڑ دیا ہے (کہ صرف الفاظ قرآنی لے آیا ہوں اور ان کے ساتھ ان تینوں میں سے کوئی قید نہیں لگائی تاکہ وہ ان کو اپنی سمجھ سے نکال کر قابلیت کے بلند ترین درجہ پر پہنچ جائے)-

شرح: یعنی رفع اور تذکیر اور غیبت کے کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جن میں میں دونوں میں سے ایک ضد کو بھی بیان نہیں کروں گا صرف کلمہ قرآنی اور اس کے قاریوں کو لے آؤں گا پس جو کلمہ بلا قید آئے اگر اس میں رفع اور نصب کا احتمال ہو تو مذکورین کے لیے رفع اور دوسروں کے لیے نصب سمجھ لینا اور اگر اس کلمہ میں تذکیر کی یا اور تانیث کی تا کا احتمال ہو تو مذکورین کے لیے یا اور دوسروں کے لیے تا سمجھ لینا اور اگر اس کلمہ میں غیبت کی یا اور خطاب کی تا کا احتمال ہو تو اس میں بھی مذکور قاریوں کے لیے یا اور دوسروں کے لیے تا سمجھ لینا- مثالیں (۱) وَکُلٌّ وَّعَدَ اللّٰہُ (واقعہ و الحدید شعر نمبر ۴) پس ابن عامر کے لیے وَکُلٌّ کے لام کا رفع ہے جو اطلاق سے نکلا ہے اور باقی چھ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے نصب ہے جو ضد سے سمجھا گیا ہے (۲) وَيُؤْخَذُ غَيْرُ الشَّامِ (واقعہ و الحدید شعر نمبر۵) پس لَا يُؤْخَذُ میں شامی کے سوا اوروں کے لیے اطلاق سے تذکیر کی یا اور شامی کے لیے ضد سے تانیث کی تا نکل آئی (۳) وَبَلْ يُؤْثِرُوْنَ حِزْ (سورۃ نبا تا علق شعر نمبر۱۰) پس بَلْ يُؤْثِرُوْنَ میں ابو عمرو کے لیے اطلاق سے غَيْبَتْ کی یا اور باقی چھ کے لیے ضد سے خطاب کی تا نکل آئی اور اس قاعدہ کی بالکل آسان تقریر اس طرح ہے کہ اس باب کا جو کلمہ بلا قید آئے اگر وہ اسم ہو تو اس میں مذکورین کے لیے رفع اور دوسروں کے لیے نصب ہوگا اور اگر وہ کلمہ فعل ہو تو اس میں مذکورین کے لیے یا تحتانیہ اور دوسروں کے لیے تاء فوقانیہ ہوگی اور انشاء اللہ اس قاعدہ کو ہر جگہ اسی طرح پاؤ گے۔ لیکن وَحَقِّكَ يَوْمُ لَا حق (نباء شعر نمبر۶) میں يَوْمُ اسم ہے فعل نہیں۔

فائدہ ۱: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ میں رفع کی تقدیر پر كُلًّا مبتدا ہے اور نصب کی صورت میں وَعَدَ کا مفعول ہوگا اور لَا يُؤْخَذُ میں تذکیر و تانیث اس لیے ہے کہ فِدْيَةٌ مونث غیر حقیقی ہے اور بَلْ يُؤْثِرُوْنَ کی ضمیر غَيْبَت کی تقدیر پر اَشْقٰی کی جنس کے لیے ہوگی اور خطاب کی صورت میں اس کی اسناد مخاطبین کی طرف ہے اور ابیؓ کی قراءت بَلْ اَنْتُمْ تُؤْثِرُوْنَ اس کی موید ہے۔ از شرح علی قاریؒ

فائدہ ۲: اعراف شعر نمبر۴ میں اس قاعدہ کی تینوں مثالیں جمع ہیں لیکن وہاں خَالِصَةٌ میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا رفع اعراف شعر نمبر۳ کے وَلِبَاسَ الرَّفْعُ پر معطوف ہونے سے نکلا ہے جس طرح سُكِّرَتْ دَنَا (حجر شعر نمبر۱) میں ابن کثیر کے لیے سُكِرَتْ میں کاف کی تخفیف وَرُبَّ خَفِيفُ پر معطوف ہونے سے سمجھی گئی ہے اور جیسا کہ وَالصَّادَانِ مِنْ بَعْدُ دُمْ صِلًا (واقعہ و الحدید شعر نمبر۵) میں ابن کثیر و ابوبکر کے لیے اِنَّ الْمُصَدِّقِيْنَ وَالْمُصَدِّقٰتِ میں دونوں صادوں کی تخفیف وَمَا نَزَلَ الْخَفِيفُ پر معطوف ہونے سے سمجھی گئی ہے اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بعض مقامات میں قراءتیں عطف سے بھی نکلتی ہیں۔

سوال: کلمہ کو بلا قید لے آنے کا ذکر شعر ۴۷ میں بھی آیا ہے اور یہاں شعر ۶۳ میں بھی۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

جواب: چونکہ وہاں اَسْتَغْنِيْ سے اور یہاں اَطْلَقْتُ سے بیان فرمایا ہے اس لیے اول کو باب استغناء اور ثانی کو باب اطلاق کہتے ہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ استغناء میں تو کلمہ کا صرف ایک قراءت پر تلفظ کرنے سے وزن صحیح رہتا ہے اور اطلاق میں دونوں طرح کے تلفظ سے وزن برابر رہتا ہے مثلاً وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ام القرآن شعر نمبر ۱ میں مَالِكِ کو الف کے ساتھ پڑھیں تو شعر کا وزن درست رہتا ہے۔ اور الف کے بغیر پڑھنے سے غلط ہو جاتا ہے اور وَكُلٌّ كَفٰى میں وَكُلٌّ پڑھیں خواہ وَكُلًّا دونوں طرح وزن صحیح رہتا ہے۔ پس مَالِكِ باب استغناء سے ہے اور وَكُلٌّ باب اطلاق سے خوب سمجھ لو۔

تنبیہ: وَفِيْ وَنَقُوْلُ الْيَاءُ حِصْنٌ وَّيَرْجِعُوْ : نَ صِفْوُ (عنکبوت شعر نمبر۴) میں ابوبکر کے لیے يُرْجَعُوْنَ میں غَيْبَتْ کی یا اطلاق سے نکلی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر الْيَاءُ پر عطف کر کے نکالیں گے تو وَنَقُوْلُ کی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یُرجعُونَ میں بھی دوسری قراءت نون کے ساتھ ہوگی کیونکہ یا کی ضد نون ہے اور نُرجعُونَ کوئی بھی صیغہ نہیں ہے اور اسی طرح وَیَعْمَلْ یُؤْتِہا بالْیَاءِ شَمْلَلَا (روم تا سبا شعر نمبر ۱۵) کے وَیَعْمَلْ میں حمزہ اور کسائی کے لیے یا اطلاق سے نکالنی چاہیے اور اگر بِالْیَاءِ سے نکالیں گے تو یُؤْتِہا کی طرح وَیَعْمَلْ میں بھی دوسری قراءت نون کے ساتھ ہوگی اور یہ غلط ہے۔

النحو و العربیہ : (ا) جُمْلَۃً ای جُمْلَۃُ مَوَاضِعَ مبتداء موخر ہے اور موصوف ہے (۲) اطلاق اور تقیید کے جمع کرنے میں صنعت تضاد ہے (۳) مَنْ قَیَّدَ الْعُلَا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے بلا قید لانے کا عمل اس طالب علم کے لیے اختیار کیا ہے جو ضدیں یاد کر لینے کی وجہ سے اس فن میں بلندی حاصل کرنے کا طالب ہوگیا ہو کیونکہ جس نے ضدیں یاد نہ کی ہوں وہ مقصد کو نہیں سمجھ سکے گا اس لیے اس کو بلندی بھی حاصل نہ ہوگی۔

۶۴ وَقَبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ اٰتِیْ بِکُلِّ مَا رَمَزْتُ بِہٖ فِی الْجَمْعِ اِذْ لَیْسَ مُشْکِلَا

ترجمہ : اور میں ان تمام کلمات کو جن کو میں نے جماعت (کئی کئی قاریوں) کے بارے میں رمز بنایا ہے کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آؤں گا اور اس کے بعد بھی کیونکہ یہ (رمز کا اس طرح لانا) مشکل (میں ڈالنے والا) نہیں ہے۔

شرح : یعنی حرفی رمزیں (جن کو رمز صغیر بھی کہتے ہیں) وہ تو ہمیشہ کلمہ قرآنی کے بعد ہی آئیں گی جیسا کہ شعر ۴۶ میں معلوم ہو چکا ہے خواہ وہ کئی قاریوں کے لیے ہوں خواہ ایک کے لیے۔ اس لیے کہ ان کو آگے پیچھے لانے میں رمز کے رمز ہونے اور نہ ہونے میں شبہ پڑ جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ذہن کو دونوں طرف متوجہ کرنا پڑتا ہے۔ اس بنا پر بعد ہی میں لائی جاتی ہیں۔ اور کلمی رمزیں جن کو رمز کبیر بھی کہتے ہیں کلمہ قرآنی سے پہلے بھی آجائیں گی اور بعد میں بھی کیونکہ غور سے کام لینے والے کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا اسی طرح جو حرفی رمز کلمی کے ساتھ جمع ہو کر آرہی ہو وہ بھی کلمی کے تابع ہو کر کلمہ قرآنی سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح آجائے گی۔

فائدہ ۱ : (ا) اس شعر کے دو مطلب ہیں (الف) اس میں صغیر و کبیر دونوں قسم کی رمزوں کے جمع ہونے کی صورت کا حکم بتایا ہے کہ یہ کلمہ قرآنی سے پہلے اور بعد دونوں طرح آجائیں گی۔ (ب) صرف رمز کبیر کا حکم بیان کیا ہے کہ دونوں طرح استعمال ہوگی کیونکہ مَا سے یا تو رمز صغیر مراد ہے اور اس صورت میں فِیْ مَعَ کے معنی میں ہوگا۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کی طرح یعنی میں ان تمام حروف کو جن کو میں نے رمز صغیر بنایا ہے جبکہ وہ جماعت کے رمزیہ کلمات کے ساتھ شامل ہو کر آرہے ہوں کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آؤں گا اور بعد میں بھی ابو شامہ فرماتے ہیں۔ چونکہ شعری ضرورت نہ ہونے کے باوجود بھی لِلْجَمْعِ کے بجائے فِی الْجَمْعِ لائے ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ یہی معنی مراد ہیں یا مَا سے صرف کلمی رموز مراد ہیں اس صورت میں فِیْ اپنے معنی پر رہے گا اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۲) رموز کے استعمال کی ترتیب کا شعر ۴۶ و ۵۶ و ۶۴ میں ذکر کیا ہے شعر ۴۶ میں حرفی کا اور باقی دو میں کلمی کا اور دونوں کے جمع ہونے کا۔ اس لیے مناسب یہ تھا کہ ان تینوں شعروں کو یکجا لاتے (ابراز) نیز فِی الْجَمْعِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے فِی الْکَلِمِ اولیٰ تھا (قاریؒ)

فائدہ ۲: کلمی رمز کے استعمال کی تین صورتیں ہیں (۱) کلمہ قرآنی اور قراءت کے بیان دونوں سے پہلے ہو (نحل شعر نمبر ۳) (۲) دونوں کے بعد ہو (باب الامالہ شعر نمبر ۱۹ و آل عمران شعر نمبر ۱۱ و ۲۵) (۳) یہ کہ دونوں کے درمیان ہو (انعام شعر نمبر ۱۰ و ابراہیمؑ شعر نمبر ۴ و کہف شعر نمبر ۲۶) غرض کلمی رمز ہر طرح آجاتی ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور اگر حرفی کلمی کے ساتھ ہو تو وہ بھی کلمی کے حکم میں ہے (آل عمران شعر نمبر ۲۴ و بقرہ و کہف شعر نمبر ۶ و نبا تا علق شعر نمبر ۵) اور اگر حرفی رمز اکیلی ہو تو ہمیشہ کلمہ قرآنی کے بعد آتی ہے (بقرہ شعر نمبر ۹)

تنبیہہ: چونکہ یہاں ضدوں کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اس لیے انشاء اللہ باب الفرش میں صرف اجمالی اشاروں سے کام لیا جائے گا اور ضدیں ناظرین کو خود متعین کرنی پڑیں گی۔

النحو و العربیہ: (۱) وَقَبْلَ وَبَعْدُ الْحَرْفِ کی تقدیر وَقَبْلَ الْحَرْفِ وَبَعْدَ الْحَرْفِ ہے پس ثانی کے قرینہ سے اول کو حذف کر دیا۔ (۲) مَا یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ۔

۶۵ وَسَوْفَ أُسَمِّيْ حَيْثُ يَسْمَحُ نَظْمُهُ بِهِ مُوْضِحًا جِيْدًا مُعَمًّا وَّمُخْوَلَا

ترجمہ: اور میں عنقریب ہی (قاری کا) نام بھی لے آؤں گا جس جگہ اس (نام یا شعر) کی نظم اس (کے ذکر) کے ساتھ آسان ہوگی (یعنی گنجائش رکھے گی) اس حالت میں کہ میں (ان قراء کو) خوب واضح کرنے والا ہوں گا۔ اس گردن (کے واضح کر دینے) کی طرح جو چچاؤں اور ماموؤں والی ہو (کیونکہ دستور ہے کہ جس لڑکی کے رشتہ دار زیادہ ہوتے ہیں وہ اس کی گردن کو زیوروں اور طرح طرح کی چیزوں سے آراستہ کیا کرتے ہیں اس لیے وہ ننگی گردنوں کے مقابلہ میں واضح معلوم ہوا کرتی ہے)

شرح: یعنی میں ہر جگہ قراء کے ناموں کے بجائے رمزیں ہی استعمال نہیں کروں گا بلکہ جہاں نظم میں نام لانے کی گنجائش ہوگی وہاں قاری کا نام یا کنیت یا نسبت بھی لے آؤں گا۔ چنانچہ اکیس کے اکیس حضرات کے نام لائے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوگی کہ اس قاری کو خوب واضح کردوں جس طرح چچاؤں اور ماموؤں والی کی گردن زیورات کی وجہ سے خوب واضح ہوا کرتی ہے۔

فائدہ ۱: (الف) نام لانے کی چار صورتیں ہیں (۱) عَلَم جیسے نافع وغیرہ باب النقل شعر نمبر ۹ و قیامہ شعر نمبر ۴ (۲) کنیت جیسے ابو عمرو، ابن عامر وغیرہ ادغام کبیر شعر نمبر ۱ وہاء الکنایہ شعر نمبر ۲ (۳) نسبت جیسے بصری، شامی نساء شعر نمبر ۱ (۴) ضمیر یونس شعر نمبر ۳ (ب) حرمی اگرچہ نسبت ہے لیکن اس کو رمز کے مرتبہ میں رکھا ہے۔ اسی لیے یہ رمز کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے (قیامہ تانبا شعر نمبر ۶) (ج) قصیدہ کے تلاش کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اسم ظاہر کے ساتھ رمز کو ایک ترجمہ میں جمع نہیں کرتے اور اس سے بہت سے اشکالات رفع ہو جاتے ہیں چنانچہ مُخْتَلِسًا جَلَا (بقرہ شعر نمبر ۱۱) میں جیم کے رمز ہونے کا شبہ اسی لیے نہیں ہوتا کہ دوری کے اسم ظاہر کے بعد آرہا ہے اور نساء شعر نمبر ۲ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفا کے بعد واو فاصل نہ لانے کے باوجود بھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ نافع یَصْلَوْنَ میں یا کا ضمہ پڑھنے والوں میں شامل ہیں اور جَلاَ کا جیم وَاحِدَةٌ کے رفع کی رمز ہے (د) البتہ دو ترجموں میں یا ایک مسئلہ کے دو حکموں میں رمز اور اسم ظاہر کو جمع کر دیتے ہیں چنانچہ لَهُ دَارِ جُهَّلاً ۔ وَقَالُوْنُ ذُوْخُلْفٍ (بَابُ اِدْغَامِ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا شعر نمبر ۸ و ۹) اور شَافٍ وَّعَاصِمٌ (اعراف شعر نمبر ۹) بھی اسی قبیل سے ہے۔ (ہ) چونکہ ضمیر اسم ظاہر کے حکم میں ہے اس لیے ہاء کنایہ شعر نمبر ۴ میں حفص کے اسم ظاہر کا عَنْهُمْ پر عطف کر دیا (و) بعض جگہ چند قراء کے لیے رمز لاتے ہیں پھر اسم ظاہر لا کر ان میں سے ایک کو مستثنٰی کر دیتے ہیں (یونس شعر نمبر ۱ و حج شعر نمبر ۲ و ۱۰)

فائدہ ۲: اُسَمِّیْ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قاری کے اسم ظاہر کو کلمہ قرآنی سے پہلے بھی لے آئیں گے اور بعد میں بھی کیونکہ دونوں ممکن ہیں (بقرہ شعر نمبر ۲۲ و نبا شعر نمبر ۱)

النحو و العربیہ: (۱) اُسَمِّیْ اَذْكُرُ الْقَارِیَ بِاِسْمِهٖ وَ كُنْيَتِهٖ وَ نِسْبَتِهٖ وَ ضَمِيْرِهٖ (۲) حَيْثُ اُسَمِّیْ کا مفعول فیہ ہے (۳) يَسْمَحُ يَجُوْدُ وَ يَسْهُلُ (۴) نَظْمُهٗ اور بِهٖ دونوں کی ہاء اُسَمِّیْ کے مفعول مقدر اسم کے لیے ہے یا نَظْمُهٗ کی شعر کے لیے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھا گیا ہے (۵) بِهٖ یا يَسْمَحُ کے متعلق ہے یا مُوْضِحًا کے (۶) جِيْدًا یا تُوَيْشَبُهٗ مقدر کا مفعول بہ ہے یا تقدیر اِيْضَاحَ جِيْدٍ ہے اور مُعَمًّا اور مُخْوَلاً دونوں اسم مفعول ہیں۔ یحیٰ ابن عروہ ابن زبیر کا شعر ہے۔

اَنَا وَ اللهِ الْمُعَمُّ الْمُخْوَلُ ۔ تَفَرَّقَتِ الْعَرَبُ عَنْ عَمِّیْ وَ خَالِیْ

واللہ میں چچا اور ماموں والا ہوں۔ عرب میرے چچا اور ماموں ہی سے پھیلے ہیں۔ یعنی عبداللہ ابن زبیر اور مروان ابن الحکم سے۔

۶۶ وَمَنْ كَانَ ذَا بَابٍ لَهٗ فِيْهِ مَذْهَبٌ فَلَا بُدَّ اَنْ يُسْمٰى فَيُدْرٰى وَيُعْقَلَا

ترجمہ: اور جو قاری ایسے باب والا ہوگا کہ اس کے لیے اس (باب) میں کوئی مذہب ہوگا۔ تو (وہاں) یہ ضروری ہوگا کہ اس کا نام صراحتاً لیا جائے تاکہ وہ جان لیا جائے اور سمجھ لیا جائے۔

شرح: یعنی اگر کسی بارے میں کسی قاری یا راوی کے لیے مخصوص مذہب اور قواعد کلیہ ہوں گے تو اس کے لیے ایک باب مقرر کر کے اس کے اول میں اس باب اور قاری کا نام لیا جائے گا پس ایسے موقعہ پر رمز استعمال نہیں کی جائے گی تاکہ خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ قواعد اس قاری کے لیے ہیں جیسے وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ (باب وقف حمزہ و ہشام شعر نمبر ۱) اور جیسے وَرَقَّقَ وَرْشٌ كُلَّ رَاءٍ (باب الراءات شعر نمبر ۱) پس اگر کوئی دوسرا قاری کسی قاعدہ میں اس کے موافق ہوگا یا اسی جیسا کوئی مذہب رکھتا ہوگا تو اس کو کبھی رمز سے بیان کریں گے اور کبھی نام سے (ہاء الکنایہ باب النقل باب الامالہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اس تصریح کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس قاری کا کسی باب میں نام لیا جائے گا۔ اگر اس کا بیان باقی رہنے تک کوئی حرف رمز بننے کے قابل آئے گا تو اس کو رمز نہیں بنایا جائے گا جیسے وَيَخْلُ لَكُمْ عَنْ عَالِمٍ طَيِّبِ الْخَلَا (باب الادغام الکبیر شعر نمبر ۹) پس اس میں عین اور طاء رمز نہیں ہیں اور جیسے وَلَا مَاتِ تَعْرِيفٍ لِمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا (وقف حمزہ و ہشام شعر نمبر ۱۵) پس اس میں لام، قاف، تاء، رمزیں نہیں ہیں اور جیسے وَفِي قَدْ هَدَانِي لَيْسَ أَمْرُكَ مُشْكِلَا (باب الفتحہ و الامالہ شعر نمبر ۹) پس اس میں لام، ہمزہ، میم رمزیں نہیں ہیں البتہ اگر اس قاری کا بیان ختم ہو کر اوروں کا شروع ہو جائے گا تو پھر رمز کے قابل حروف کو رمز بنا لیا جائے گا جیسے وَرَاءُ تَرَاءٍ فَازَ (باب الامالہ شعر نمبر ۲۰) پس یہاں فا حمزہ کی رمز ہے اور مَشَارِبُ لَامِعٌ (باب الامالہ شعر نمبر ۴۰) میں لام ہشام کے لیے ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) أَنْ يُسَمَّى بِتَقْدِيرِ مِنْ لَا بُدَّ کی خبر ہے اور لَا بُدَّ مِنْ كَذَا کے معنی ہیں لَا فِرَارَ مِنْ كَذَا (۲) فَيُدْرِى نفی کا جواب ہے اور يُعْقَلَا میں الف اطلاق کے لیے ہے اور دونوں ان مقدرہ کی بنا پر منصوب ہیں۔

قصیدے کی تعریف

۶۷ أَهَلَّتْ فَلَبَّتْهَا الْمَعَانِي لُبَابُهَا وَصُغْتُ بِهَا مَا سَاغَ عَذْبًا مُسَلْسَلَا

ترجمہ: اس (قصیدہ کے الفاظ) نے (اس کے معانی کو) بلند آواز سے پکارا (اور تلاش کیا) تو ان معانی نے (یعنی) ان میں کے عمدہ اور خالص نے ان الفاظ کو لبیک کہہ کر جواب دیا اور میں نے ان معانی میں اس (لفظ) کو مضبوط کر دیا۔ (اور نظم کر دیا) جو آسان ہیں (اس حالت میں کہ) وہ (لفظ) ایسا شیریں ہے جو صاف کیا ہوا ہے۔

شرح: یعنی جب میں نے اس قصیدہ میں بیان کرنے کے لیے مضامین کو تلاش کیا تو میرے ذہن میں نہایت نفیس مضامین آگئے پھر میں ان کے بیان کرنے کے لیے الفاظ بھی نہایت عمدہ لے آیا۔ پس اس قصیدہ کے الفاظ بھی عجیب ہیں اور معانی بھی بدیع ہیں۔

النحو و العربیہ: (۱) اِهْلَال آواز کا بلند کرنا (۲) أَهَلَّتْ کی ضمیر معلوم ہونے کی بناء پر قصیدہ کے لیے ہے۔ گو وہ لفظاً مذکور نہیں ہے (۳) لَبَّتْ أَجَابَتْ بِقَوْلِهَا لَبَّيْكَ (۴) لُبَابُهَا الْمَعَانِي سے بدل البعض ہے نہ کہ اشتمال (۵) الْمَعَانِي میں تنازع ہے یعنی أَهَلَّتْ اس کو مفعول اور لَبَّتْ فاعل بنانا چاہتا ہے۔ پس بصریین کے مذہب پر ثانی کو عمل دیا گیا ہے۔ اور ثانی پر اعتماد کر کے اول میں سے مفعول کو حذف کر دیا اور یہی اظہر ہے کیونکہ اگر اول کو عمل دیا جائے گا تو یہ ماننا پڑے گا کہ الْمَعَانِي کی یا کو ضرورتاً ساکن کیا گیا ہے (۶) صُغْتُ أَحْكَمْتُ وَأَتْقَنْتُ کے معنی میں ہے (۷) سَاغَ سَاغَ الشَّرَابُ أَي سَهُلَ وَطَابَ سے ہے (۸) عَذْبًا سَاغَ کے فاعل سے حال ہے اور مُسَلْسَلَا اس کی صفت ہے یا دونوں حال ہیں یا مصدر کے معنی میں ہو کر تمیز ہیں اور دونوں کو سَوْغًا مقدر کی صفت بھی کہہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں۔

۶۸ وَفِیْ یُسْرِهَا التَّیْسِیْرُ رُمْتُ اخْتِصَارَهٗ فَاَجْنَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ مِنْهُ مُؤَمَّلَا

ترجمہ: اور اس قصیدہ کی آسانی میں (یعنی اس کے آسان اور تھوڑے سے اشعار میں) تیسیر (کا مضمون) ہے میں نے اس (تیسیر) کے مختصر کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر یہ (قصیدہ) اللہ تعالیٰ کی مدد کے سبب اس (تیسیر) سے زیادہ پھل لے آیا حالانکہ امید اس تیسیر ہی کی گئی تھی۔

شرح: یعنی اس آسان قصیدہ میں تیسیر کے وہ سب مضامین آگئے ہیں جو اس میں قراءت کے متعلق ہیں میرا ارادہ تو یہی تھا کہ اس قصیدہ میں صرف تیسیر کو مختصر کروں لیکن حق تعالیٰ نے ایسی عنایت فرمائی کہ اس میں اختصار کے رہتے ہوئے اس تیسیر سے زیادہ مضامین بیان ہو گئے جس کے مختصر کرنے کی امید کی گئی تھی۔

فائدہ: اس قصیدہ کی آسانی میں تیسیر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تھوڑے سے شعروں میں تیسیر کے مضامین آگئے ہیں اور اس کو آسان بھی اسی بنا پر کہا ہے کہ اس کے اشعار تھوڑے ہیں اور اوراق کم ہیں اور تیسیر اس کتاب کا نام ہے جو ابو عمرو دانی سعید ابن عثمان کی تصنیف ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) پہلا مصرعہ یا تو دو جملے ہیں اول اسمیہ ثانی فعلیہ یا فِیْ یُسْرِ هَا رُمْتُ کے یا اختصار کے متعلق ہے باقی سب جملہ اسمیہ ہے یا اَلتَّیْسِیْرَ اِضْمَار عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کی بنا پر منصوب ہے اور فِیْ یُسْرِهَا فعل کا متعلق ہے اور جملہ فعلیہ ہے (۲) یُسْرِهَا میں مصدر کی اضافت یا تو مفعول کی طرف ہے۔ اَیْ فِیْ تَیْسِیْرِ اللّٰهِ اِیَّاهَا یعنی فِیْمَا یَسَّرَهَا اللّٰهُ یا فاعل کی طرف ہے۔ اَیْ فِیْ سُهُوْ لَتِهَا وَقِلَّةِ اَبْیَاتِهَا وَ صِغْرِ حَجْمِهَا (۳) اختصار کے معنی ہیں بہت سے مضامین کو کم الفاظ میں بیان کرنا (۴) اَجْنَتْ یا تو اَدْرَکَ جَنَاهَا کے معنی میں ہے یا کَثُرَتْ کے اور یہاں یہی مراد ہے اور یہ استعارہ ہے (۵) مِنْهُ کی هاء تیسیر کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور ضمیر کی دونوں تقدیروں پر مُؤَمَّلَا اس سے حال بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مِنْهُ اَجْنَتْ کے متعلق ہوگا اور مِنْهُ میں هَاء میں قصرو اشباع دونوں ہیں (۶) مُؤَمَّلًا شَیْئًا محذوف کی صفت ہے اور مجموعہ موصوفین اَجْنَتْ کا مفعول بہ ہے اور مِنْهُ مُؤَمَّلًا کے متعلق ہے اور ضمیر مجرور اللہ کے لیے ہے ای شَیْئًا مُؤَمَّلًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی یہ قصیدہ ایسی شے کا پھل لے آیا جس کی اس اللہ سے امید کی گئی تھی۔

۶۹ وَاَلْفَافُهَا زَادَتْ بِنَشْرِ فَوَائِدٍ فَلَفَّتْ حَیَاءً وَجْهَهَا اَنْ تُفَضَّلَا

ترجمہ: اور اس (قصیدہ) کے گنجان درخت (مضامین) بہت سے فائدوں کے ظاہر کرنے کے سبب تیسیر سے بڑھ گئے تو اس قصیدہ نے حیا کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اس اندیشہ کے سبب کہ اس (قصیدہ) کو (تیسیر پر) فوقیت دی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی چونکہ اس میں کچھ مضامین تیسیر سے زیادہ بیان ہو گئے ہیں جیسے بعض مسائل کی تعلیل اور بعض وجوہ کی زیادتی اور ان ہی میں سے مخارج و صفات کا بیان بھی ہے اس لیے قصیدہ نے شرم کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا اس طرح پر کہ قراء کے ناموں کے بجائے رموز استعمال کیں پس اس قصیدے نے رموز کو اپنے چہرے کا پردہ بنا لیا اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ تیسیر کے ہوتے ہوئے میری تعریف کی جائے یا ناظم نے شرم کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا جیسے چھوٹا بڑے کے اور پچھلا پہلے کے اور مرید شیخ کے سامنے منہ چھپا لیتا ہے اور اسی طرح فرع بھی اصل کے سامنے شرمندہ ہو جاتی ہے اور یہ انتہا درجے کا ادب ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) اَلْفَافٌ لَفٌّ (گنجان درخت) کی جمع ہے اور جَنّٰتٍ اَلْفَافًا بھی اسی معنی میں ہے۔ اَیْ ذَوَاتِ اَلْفَافٍ (۲) اَجْنَتُ کے بعد اَلْفَاف کا لانا استعارہ ترشیحیہ ہے اور عجیب حسن رکھتا ہے کیونکہ معانی اور ابیات اس میں لپٹے ہوئے ہیں گویا ہر شعر دوسرے کے ساتھ لپٹ رہا ہے (۳) فَوَائِد اگرچہ منتہی الجموع ہے لیکن اس کو تخییر کی بنا پر منصرف کیا گیا ہے۔ ضرورت کی وجہ سے نہیں۔ اور اس کے جواز کی طرف ابن حاجب نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔

وَذَاكَ فِي الْجَمْعِ اَتٰى كَثِيْرًا حَتّٰى ادَّعٰى قَوْمٌ بِهٖ تَخْيِيْرًا

(اور یا ات الزوائد شعر نمبر ا کا زَوَائِدًا بھی اسی قبیل سے ہے) (۴) حَيَاءً یا تو لَفَّتْ کا مفعول لہ ہے اور اَنْ تَفَضَّلَا بتقدیر مِنْ حَيَاءً کا معمول ہے یا لَفَّتْ کا ای خَشْيَةَ اَنْ تُفَضَّلَا اور اس میں الف اطلاق (یعنی کھینچنے کی اجازت کے لیے) ہے اور بِنَشْرٍ کی با یا تو سببیہ ہے یا زائد ہے اور نَشْرُ ادَتْ کا مفعول ہے۔ نیز حَيَاءً کو مفعول مطلق بھی کہہ سکتے ہیں جو لَفَّتْ کے معنی کی تاکید اور اس کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ چہرے کا لپیٹنا حیا کو ظاہر کرتا ہے۔

۷۔ وَسَمَّيْتُهَا حِرْزَ الْاَمَانِيْ تَيَمُّنًا وَوَجْهَ التَّهَانِيْ فَاهْنِهٖ مُتَقَبَّلَا

ترجمہ: اور میں نے برکت حاصل کرنے کے لیے اس قصیدہ کا نام حِرْزُ الْاَمَانِيْ اور وَجْهُ التَّهَانِيْ رکھ دیا ہے۔ پس تو اس نظم کو خوش ہو کر لے لے اس حالت میں کہ تو قبول کرنے والا ہے (یا یہ قبول کی ہوئی ہے)

شرح: یعنی میں نے فال حاصل کرنے کے لیے اس (قصیدہ) کا نام حرز الامانی اور وجہ التہانی رکھ دیا کیونکہ حرز الامانی کے معنی ہیں آرزوؤں کی حفاظت کی جگہ اور وجہ التہانی کے معنی ہیں لذت حاصل کرنے کی چیزوں میں سے بہترین چیز پس میں نے اس کا یہ نام اس لیے رکھ دیا کہ حق تعالیٰ اس کو بھی ایسا بنا دے کہ اس میں طلباء اپنی آرزوؤں کو محفوظ پائیں۔ اور اس سے خوب لذتیں حاصل کریں۔ جب یہ نظم ایسی ہے تو اس کی طرف خوشی سے متوجہ ہو کر اس کو قبول کر اور اس پر اعتماد کر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحو و العربیہ: (۱) حِرز وہ شی ہے جس میں دوسری شے امانت رکھی جائے اور محفوظ کی جائے (۲) اَمَانِیُّ اُمْنِیَّۃٌ (بمعنی خواہش) کی جمع ہے (۳) وَجْہُ الشَّیْئِ اَحْسَنُہٗ کے معنی میں ہے (۴) تَہَانِیُّ تہنیت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ شے جس سے لذت حاصل کی جائے اور اَمَانِیُّ کی تخفیف اور تَہَانِیُّ میں ہمزہ کا یاء سے ابدال دونوں ازدواج کی بنا پر ہیں عَشَایَا اور غَدَایَا کی طرح (۵) فَاہْنِہٖ ہَنَاہٗ بالالف سے قیاس کے خلاف امر ہے۔ اور ابن مجاہد کی نقل کے مطابق شاذ قراءت پر اَنْبِہُمْ بقرہ بھی اسی طرح ہمزہ کے بغیر آیا ہے۔

۷۱ وَنَادَیْتُ اَللّٰھُمَّ یَا خَیْرَ سَامِعٍ اَعِذْنِی مِنَ التَّسْمِیعِ قَوْلاً وَّمَفْعَلاَ

ترجمہ: اور میں نے دعا کی اور ندا کے صیغہ کے ساتھ کہا کہ اے اللہ اے سننے والوں میں کے بہتر سننے والے مجھے (اپنے اوصاف) سنانے (کی نیت) سے پناہ دیجئے۔ قول کے اعتبار سے بھی اور فعل کے اعتبار سے بھی۔

شرح: تَسْمِیع دوسروں کو اپنے کمالات سنانے اور شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا ریاء دوسروں کو دکھلانے کی غرض سے عمل کرنا اور دونوں بدترین اخلاق میں سے ہیں جن سے اعمال کی نورانیت اور برکت جاتی رہتی ہے۔ چونکہ ناظمؒ نے پچھلے تین شعروں میں قصیدہ کے کمالات اور اوصاف بیان کیے تھے اس لیے اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ ریا اور سمعت بن جائے اس بنا پر اس شعر میں پناہ مانگی کہ اے اللہ اے سب سننے والوں میں کے بہترین سننے والے اور دعا کے قبول کرنے والے مجھے ریاء اور شہرت سے اس طرح بچا لیجئے کہ نہ میرا کوئی قول دکھانے اور سنانے کی غرض سے ہو اور نہ فعل ورنہ میری محنت ضائع جائے گی۔

فائدہ: اس میں حدیث مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَ مَنْ رَاأی رَاءَی اللّٰہُ بِہٖ کی طرف اشارہ ہے یعنی جس نے کوئی کام سنانے اور دکھانے کی غرض سے کیا حق تعالیٰ اس کے عیب دوسروں کو سنائیں گے اور دکھائیں گے (مسلم و احمد)

النحو و العربیہ: (۱) اَللّٰھُمَّ میں ہمزہ وصلی کا قطعی قرار دینا ضرورت کی بناء پر ہے اور میم مشدد حرف ندا کا عوض ہے اور ندا کا مکرر لانا دعا کے قبول ہونے کی حرص کی بناء پر ہے (۲) تَسْمِیع سَمَّعَ بِکَذَا اِذَا فَعَلَہٗ لِیُسْمِعَ غَیْرَہٗ سے ہے جیسا کہ رَاأی اِذَا فَعَلَہٗ لِیَرَاہُ النَّاسُ سے ہے (۳) قَوْلاً وَّ مَفْعَلاً دونوں اَعِذْنِی کے مفعول سے حال ہیں اَیْ قَائِلاً وَّ فَاعِلاً یا جار مقدر کی بنا پر منصوب ہیں ای فِیْھِمَا اَوْبِھِمَا اس صورت میں ان دونوں کا تعلق تَسْمِیع سے ہوگا یا یائے متکلم سے بدل الاشتمال ہیں۔ اَیْ اَعِذْ قَوْلِی وَ فِعْلِی یا دونوں تمیز ہیں۔

۷۲ اِلَیْکَ یَدِی مِنْکَ الْاَیَادِی تَمُدُّھَا اَجِرْنِی فَلاَ اَجْرِی بِجَوْرٍ فَاَخْطَلاَ

ترجمہ: میرا ہاتھ آپ کی طرف (پھیلا ہوا) ہے آپ کی جانب کی عنایتیں اور نعمتیں اس ہاتھ کو پھیلا رہی ہیں مجھے پناہ دیجئے تاکہ میں ظلم نہ کروں جس کی وجہ سے میں فضول بکواس کرنے لگوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: ناظم نے پہلے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے قصور کا اقرار کرتے ہوئے یہ عذر بیان کیا کہ اے اللہ آپ کی طرف سے جو مجھ پر ہر وقت انعامات اور احسانات ہوتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے مجھ کو آپ سے دعا کرنے اور مقصد کے لیے درخواست کرنے کی جرات اور ہمت ہوگئی ورنہ میں ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ آپ کے سامنے ہاتھ اٹھاتا کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں اور مجھ میں بہت عیوب ہیں اب آئندہ کے لیے مجھ کو لغزشوں سے محفوظ رکھئے ایسا نہ ہو کہ میں کوئی خطا کر گزروں اور اس کی نحوست سے میرے اقوال اور افعال سب غلط ہو جائیں اور میں فضول باتیں بکنے لگوں۔

فائدہ: ناظم نے باوجود ولی اللہ ہونے کے اپنے کو حق تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانے کے قابل نہیں سمجھا اس سے معلوم ہوا کہ کامل وہی ہے جو اپنے آپ کو ہر حال میں ناقص سمجھے اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جن کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی ایک کام بھی اچھا ہو جاتا ہے تو اترانے اور اپنے کو اوروں سے بہتر سمجھنے لگتے ہیں۔

النحو و العربیہ: (۱) یَدِیْ مبتداء اور مَمْدُوْدَۃٌ خبر ہے جو محذوف ہے اور اِلَیْکَ اس کے متعلق ہے (۲) مِنْکَ الْاَیَادِیْ سے حال ہے اور اس ترکیب پر پہلے مصرعہ میں دو جملے اسمیہ ہیں اور دوسرا پہلے کا بیان ہے اور اَلْاَیَادِیْ اَیْدٍ کی اور وہ یَدٌ (نِعْمَۃٌ) کی جمع ہے (۳) یا یَدِیْ مبتدا ہے اور اِلَیْکَ یَمُدُّ کے متعلق ہے اور جملہ اسمیہ خبر ہے (۴) یا یَدِیْ اضمار علیٰ شریطۃ التفسیر کی بناء پر منصوب ہے باقی اسمیہ ہے (۵) جِرْنِیْ اَعِذْنِیْ کے معنی میں ہے (۶) فَلَا اَجْرِیْ کی فا دعا کے جواب میں ہے اور اس کی یا اس لیے ساکن ہے کہ یہ اصل میں فَاَنَا لَا اَجْرِیْ تھا۔ پس فا جملہ اسمیہ پر داخل ہوئی ہے نہ کہ مضارع پر (۷) فَاَخْطَلَا نفی کا جواب ہے اور اسی بنا پر بتقدیر اَنْ منصوب ہے اور خَطِلَ بالکسر بیہودہ گوئی کے معنی میں ہے۔

۷۳ اَمِیْنَ وَاَمْنًا لِلْاَمِیْنِ بِسِرِّهَا وَاِنْ عَثَرَتْ فَهُوَالْاَمُوْنُ تَحَمُّلَا

ترجمہ: میری دعا قبول کر لیجئے اور اس قصیدہ کے بھید کے امانت دار کو امن (دیجئے) اور اگر یہ قصیدہ (یعنی ناظم) لغزش کر جائے تو وہ (امین) برداشت کرنے کے اعتبار سے قوی اونٹ کی طرح ہو۔

شرح: اے اللہ میں جو آپ کی تعریف کر رہا ہوں اس کو سن لیجئے اور میری دعا قبول فرما لیجئے اور اس شخص کو تمام غموں سے بے خوف کر دیجئے جو اس قصیدہ کی باریکیوں اور اس کے اصل مضامین کو یاد کر کے ان کے ساتھ امانت داروں کا سا معاملہ کرے کہ اس کے مضامین کو اہل کے سامنے پیش کرے اور نااہلوں کے سامنے ظاہر نہ کرے اور اگر ناظم سے کہیں غلطی ہو جائے تو غیر مستقل لوگوں کی طرح جلدی سے اعتراض نہ کر بیٹھے بلکہ مستقل مزاج لوگوں کی طرح برداشت کرے اور اس اعتراض کو دور کرنے کی کوشش کرے اور وہ برداشت کرنے کی صفت میں قوی اونٹ کی طرح ہو جو مشقتوں کو سہتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے۔

فائدہ ا: ناظمؒ نے یہ بات کسر شان کی بنا پر اور اپنے ناقص ہونے کا اقرار کرنے کے لیے کہی ہے۔ ورنہ جو شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر مقامات میں صحیح لکھے اور ایک دو جگہ غلطی ہو جائے وہ اکابر ہی میں شمار ہوتا ہے البتہ انبیاء علیہم السلام جن کا صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہونا ثابت ہوچکا ہے وہ اس حکم سے علیحدہ ہیں کیونکہ ان سے کوئی غلطی ہوتی ہی نہیں۔ پس کامل وہ ہے جس کی نیکیاں غالب ہوں اور ناقص وہ ہے جس کی برائیاں زیادہ ہوں۔

فائدہ ۲: یہاں ناظمؒ نے ان لوگوں کے لیے دعا کی ہے جو اس قصیدہ کو اور اس کی باریکیوں کو یاد کریں اور دوسروں کو سکھائیں۔ پس جس کو ناظمؒ جیسے اللہ کے خاص ولی کی دعا لینی ہو وہ اس کے یاد کرنے میں ضرور کوشش کرے اور بعض لوگوں نے بیان بھی کیا ہے کہ ہمیں اس کے یاد کرنے سے بہت نفع ہوا اور اس سے ناظمؒ کی دعا کا مقبول ہونا ظاہر ہے۔

النحو والعربیہ: (۱) پہلا اٰمِیۡنَ یا تو اسم صوت ہے یا اسم فعل اور اسی لیے فتحہ پر مبنی ہے اور اٰمِیۡنَ اور لِلۡاٰمِیۡنِ میں تجنیس ہے اور ان دونوں میں اور اَمۡن اور اَمُوۡن میں صنعت اشتقاق ہے۔ (۲) اٰمۡنَا ھٰبَ مقدر کا مفعول ہے اور یہ اٰمِیۡنَ پر معطوف ہے جو اَللّٰھُمَّ اسۡتَجِبۡ کے معنی میں ہے (۳) سِرّ سے مراد عمدہ معانی ہیں جو شعر ۶۷ کے لُبَابُھَا میں گزرے ہیں چنانچہ سِرُّ النَّسَب خالص اور افضل نسب کو اور سِرُّ الۡوَادِیۡ وادی کے افضل مقام کو کہتے ہیں اور بِسِرِّھَا کی با عَلٰی کے معنی میں ہے۔ (۴) اَمُوۡن وہ اونٹنی ہے جس کے اعضا کی بناوٹ نہایت مضبوط ہو اور ضعف سے مامون ہو۔ (۵) تَحَمُّلًا تمیز ہے۔ ھُوَ حَاتِمٌ جَوَادًا اور زُھَیۡرٌ شَاعِرًا کی طرح۔

۷۴ اَقُوۡلُ لِحُرٍّ وَّالۡمُرُوۡءَةُ مَرۡءُھَا　　لِاِخۡوَتِهِ الۡمِرۡاٰةُ ذُوالنُّوۡرِ مِکۡحَلَا

ترجمہ: میں اس شخص سے کہتا ہوں جو (دنیا اور نفسانی خواہش سے) آزاد ہو اور شرافت جو ہے اس کا انسان اپنے بھائیوں کے لیے نور دار آئینہ ہے اس حالت میں کہ وہ آئینہ آنکھوں کے روشن کرنے میں سلائی کے مانند ہے۔

۷۵ اَخِیۡ اَیُّھَا الۡمُجۡتَازُ نَظۡمِیۡ بِبَابِهٖ　　یُنَادٰی عَلَیۡهِ کَاسِدَ السُّوۡقِ اَجۡمِلَا

ترجمہ: (میں آزاد اور شریف انسان سے یہ کہتا ہوں کہ) اے میرے (دینی) بھائی (یعنی) اے وہ شخص جس کے دروازہ کے پاس سے میری نظم اس حالت میں گزر رہی ہے کہ اس پر (توجہ کرنے کے لیے) پکارا جا رہا ہے اس حالت میں کہ وہ بازار میں بیقدر ہے تو اس کے بارے میں ضرور اچھی بات کہہ۔

۷۶ وَظُنَّ بِهٖ خَیۡرًا وَّسَامِحۡ نَسِیۡجَهٗ　　بِالۡاِغۡضَاءِ وَالۡحُسۡنٰی وَاِنۡ کَانَ هَلۡهَلَا

ترجمہ: اور اس نظم کے ساتھ اچھا گمان کر اور اس کے بنے ہوئے کپڑے (عبارت) سے چشم پوشی کرنے کے ساتھ اور اچھی عادت کے ساتھ سہل انگاری کر اور (عیوب تلاش نہ کر) اگرچہ یہ (نظم) کمزور (کپڑے کی طرح) ہے چونکہ نظم کو کپڑے سے تشبیہ دی تھی اس لیے اس کے عیب کو بھی کمزور اور عیب دار کپڑے جیسا بتایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۷ وَسَلِّمْ لِإِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ إِصَابَةً ۔۔۔ وَالْأُخْرَىٰ اجْتِهَادٌ رَامَ صَوْبًا فَأَمْحَلَا

ترجمہ: اور دو بہتر حالتوں میں سے ایک کی وجہ سے (اپنے آپ کو ناظم پر ملامت کرنے سے) محفوظ رکھ (ان دو میں سے) ایک بہتری تو درستی کو پہنچ جانا ہے اور دوسری ایسی کوشش کرنا ہے جس میں اس کوشش (ناظم) نے بارش (درستی کو پہنچنے) کا ارادہ کیا تھا (اور اس امید پر تخم پاشی کر دی تھی) پھر بارش بند ہو گئی اور زمین خشک ہو گئی اور قحط پڑ گیا (یعنی درستی کو نہ پہنچ سکا۔)

شرح: شعر ۷۴۔ یعنی جو بات آئندہ شعروں میں آتی ہے وہ آزاد اور شریف آدمی سے کہتا ہوں اور شریف اور وفادار آدمی وہ ہے جو اپنے بھائیوں کو نفع پہنچانے میں آئینہ کی طرح ہو جو چہرہ کے عیب اور اس کی خوبی کو ظاہر کر دیتا ہے۔ پس انسان کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ آئینہ کی طرح اپنے بھائی کا عیب اس پر ظاہر کر کے خوبی کے ساتھ اس کی اصلاح کر دے اور اس عیب کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اس کو رسوا نہ کرے کیونکہ آئینہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ عیب کو عیب والے پر تو ظاہر کرتا ہے لیکن دوسروں سے نہیں کہتا۔ شعر ۷۵۔ اور وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ میرے قصیدے کو غفلت کی حالت میں سن رہے ہیں اور بے پرواہی سے مطالعہ کر رہے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ بھائیو! اس کھوٹے اور بے قدر قصیدے کے ساتھ اچھا معاملہ کرو یعنی اس کے الفاظ کو درست کر دو اور معنی کو خوبصورت بنا دو اور اس میں سے اعتراضات اور عیوب کو دور کر دو۔ شعر ۷۶۔ اور ناظمؒ اور نظم کے بارے میں اچھا گمان کرو۔ اور اس کے اس کلام سے درگذر کرو جو بُنے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہے (کیونکہ عبارت میں ایک کلمہ کو دوسرے سے ملایا جاتا ہے جس طرح کپڑے کی بناوٹ میں ایک دھاگے کو دوسرے سے ملاتے ہیں) یا تو اس طرح پر کہ جو خوبیاں اور خرابیاں اس نظم میں ہیں ان سے اپنے آپ کو انجان اور بے خبر بنا لو یعنی ایسے ہو جاؤ کہ گویا تمہیں ان غلطیوں اور خوبیوں سے واقفیت ہی نہیں ہوئی یا اس طرح پر کہ جو خرابیاں اس میں ہیں ان کی اصلاح کر دو اور اگرچہ یہ نظم ردی اور کمزور کپڑے کی طرح ہے کہ اس کے الفاظ بھی معمولی ہیں اور معنی بھی کمزور ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تم اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔ شعر ۷۷۔ اور مجھ پر ملامت اور اعتراض نہ کرو کیونکہ مجھ کو دو بہتر حالتوں میں سے ایک نہ ایک تو ہر صورت میں حاصل ہے ہی۔ وہ یہ کہ یا تو میں دو اجروں کا مستحق ہوں یا ایک اجر کا یعنی جن موقعوں میں مضامین صحیح بیان ہو گئے ہیں ان میں تو مجھے دو اجر ملیں گے ایک کوشش کرنے کا اور دوسرا صحیح بیان کرنے کا اور جن موقعوں میں کوئی غلطی ہو گئی ہے ان میں بھی ایک اجر تو ضرور ملے گا جو میری کوشش کے بدلے میں ہو گا اور اس صورت میں میری مثال اس کاشتکار کی سی ہو گی جو بارش کے انتظار میں تھا لیکن قحط سالی ہو گئی اور بارش نہیں ہوئی اس صورت میں اس کاشتکار کو کوئی بھی قصور وار نہیں سمجھتا بلکہ تقدیری معاملہ کی وجہ سے اس کو مجبور سمجھا جاتا ہے۔ پس اسی طرح غلطی ہو جانے کی صورت میں مجھے بھی مجبور سمجھنا چاہیے اور اعتراض نہ کرنا چاہیے اور یہ سب عذر اس لیے کر رہے ہیں کہ ایک تو ناموں کی جگہ رموز استعمال کی ہیں دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انوکھا طریقہ بیان اختیار کیا ہے۔

فائدہ ۱: شریف انسان کو آئینہ کہنے میں ابو داؤد کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے اور ترمذی میں ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ اَخِیْہِ فَاِذَا رَاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ یعنی مسلمان اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس جب اس میں کوئی خرابی دیکھے تو اس (خرابی) کو اس سے دور کردے۔

فائدہ ۲: ناظمؒ نے یہ بات عاجزی کے طور پر فرمائی ہے کہ یہ نظم بازار میں بے قدر ہے اور اس میں قصیدے کی ابتدائی حالت بتائی ہے، ورنہ اب تو یہ قصیدہ اپنی شہرت میں اہل مشرق اور اہل مغرب کی تمام تصانیف پر فائق ہو چکا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

فائدہ ۳: دو اجر اور ایک اجر پانے کا بیان اس حدیث میں ہے جس کو دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ جس نے علم طلب کیا پھر اس کو پالیا تو اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں (یعنی دگنا اجر ہے) اور اگر اس نے علم کو نہیں پایا تو اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہوگا۔ اور اسی کے معنی میں وہ حدیث بھی ہے جو صحیحین میں ہے کہ جب عالم (کسی مسئلہ میں) کوشش کرے اور درستی کو پہنچ جائے۔ (اس کو صحیح بیان کردے) تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ ایک کوشش کا اور دوسرا صحیح بیان کرنے کا اور جب کوشش کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے یعنی کوشش کرنے کا۔

النحو و العربیہ: (۱) اَقُوْلُ کا مقولہ اَخِیْ الخ ہے اور وَالْمُرُوْءَۃُ الخ معترضہ ہے۔ جس کو نصیحت اور خیر خواہی کا سبب بتانے کے لیے لائے ہیں (۲) حُرّ کے وہی معنی ہیں جو شعر ۹ میں گزرے (۳) اَلْمُرُوْءَۃُ کمال رُجُلِیَّتُ یہ اَلْمَرْءُ سے بنا ہے جیسا کہ انسانیت انسان سے بنا ہے اور اَلْمُرُوْءَۃُ سے مراد انسان کی وہ شریف صفات ہیں جو اس کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں (۴) مَرْءُ ھَا وہ شخص جس میں مروت کی صفت پائی جاتی ہو (۵) لِاِخْوَتِہٖ یا تو مضاف مقدر کے متعلق ہے۔ اَیْ نَفْعُ مَرْءِھَا لِاِخْوَتِہٖ کَنَفْعِ الْمِرْآۃِ لَھُمْ یا اَلْمِرْآۃُ کی صفت اَلْکَائِنَۃُ کے متعلق ہے (۶) ذُوالنُّوْرِ یا تو مَرْءُھَا کی دوسری خبر ہے یا اس کی صفت ہے یا اَلْمِرْآۃُ کی صفت ہے جبکہ اس کو مذکر مان لیا جائے کیونکہ یہ اَلشَّیْءُ الْمُنَوَّرُ یا اَلصَّیْقَلُ کے معنی میں ہے اور لَیْلَۃٌ غَمٌّ بھی اسی قبیل سے ہے (۷) مِکْحَلًا اَلْمِرْاۃُ سے حال ہے۔ ای مُشْبِھًا مِکْحَلًا یا مَرْءُھَا سے یا اَلْمِرْآۃُ سے حال ہے اور عامل وہی مضاف مقدر نَفْعُھَا ہے جو اوپر گزرا یا ذُوالنُّوْرِ سے حال ہے کیونکہ یہ صاحب النور کے معنی میں ہے زَیْدٌ ذُوْمَالٍ مُقِیْمًا کی طرح یا مِکْحَلًا تمیز ہے زَیْدٌ ذُوالْحُسْنِ وَجْھًا کی طرح ای مِکْحَلُہٗ ذُوْنُوْرٍ یعنی وہ انسان آئینہ کی طرح روشن ہے جو عیوب کی اصلاح کرتا ہے جیسا کہ سلائی بیمار آنکھ کو شفا دیتی ہے (۸) جملہ معترضہ میں اَلْمُرُوْءَۃُ پہلا اور مَرْءُھَا دوسرا مبتدا ہے۔ اور لِاِخْوَتِہِ الْمِرْآۃُ ثانی کی اور پورا جملہ اول کی خبر ہے (۹) اَلْمِرْاٰۃُ کَالْمِرْاٰۃِ سے بلیغ تر ہے (۱۰) اَیُّھَا اَخِیْ سے بدل ہے (۱۱) یُنَادِیْ نَظْمِیْ سے حال ہے اور اس کا فاعل علیہ ہے اور اس کی ہا میں قصر اور اشباع دونوں جائز ہیں (۱۲) کَاسِدَ السُّوْقِ عَلَیْہِ کی ہا سے حال ہے (۱۳) اَجْمِلْ ندا کا جواب ہے۔ اَیْ اِیْتِ بِالْقَوْلِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْجَمِيْلِ فِيْهِ اور اَجْمِلاً کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے اور یہ صورت کئی جگہ واقع ہوئی ہے المد و القصر شعر نمبر ۶ الیاآت الزوائد و محمدؐ شعر نمبر ۳ و ادغام الحرفین المتقاربین شعر نمبر ۱۴ یا الف تثنیہ کا ہے جو تکرار کے لیے ہے اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ کی طرح یعنی اَجْمِلْ اَجْمِلْ (۱۴) ظَنٌّ سَامِحٌ سَلِّمْ تینوں اَجْمِلْ پر معطوف ہیں (۱۵) سَامِحٌ سَاهِلٌ کے معنی میں ہے (۱۶) نَسِيْجٌ یا تو ناسج کے معنی میں ہے یا منسوج کے اور ثانی اولیٰ ہے (۱۷) اَلْحُسْنٰى اَلْكَلِمَةُ یَا اَلْخَصْلَةُ یا الطَّرِيْقَةُ مقدر کی صفت ہے (۱۸) اِصَابَةً کی تا میں تینوں اعراب جائز ہیں لیکن روایتہ" رفع ہے۔

۷۸ وَاِنْ كَانَ خَرْقٌ فَادَّرِكْهُ بِفَضْلَةٍ مِنَ الْحِلْمِ وَلْيُصْلِحْهُ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

ترجمہ: اور اگر اس کپڑے (نظم) میں کوئی پھٹن پائی جائے (یعنی عیب ہو) تو تو اس کو (اپنی اس معرفت اور علم کی) زیادتی کی وجہ سے درست کر دے جو حلم (اور بردباری) سے (صادر ہونے والی) ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کو وہ شخص درست کرے جو زبان اور بیان کے اعتبار سے احسن اور فصیح ہو۔

شرح: یعنی اگر اس نظم میں کوئی عیب پایا جائے تو کامل علم والے بردبار عالم کو چاہیے کہ اس کو بردباری کے ساتھ درست کر دے اور مناسب یہ ہے کہ اس کی اصلاح وہ عالم کرے جس کی زبان فصیح اور عمدہ ہو۔

فائدہ: اصلاح عام ہے تقریر سے ہو یا تحریر سے۔ تاویل کے ذریعہ ہو خواہ تغییر کے۔ لیکن اصلاح ایسے شخص کو کرنی چاہیے جو قواعد عربیہ میں ماہر ہو۔ اور ان معانی میں بھی محقق ہو جو روایت قرآنیہ کے اصول کی تحقیق پر موقوف ہیں کیونکہ غلطی پر مطلع ہونے والا ہر شخص اصلاح نہیں کر سکتا بلکہ محقق (ماہر) ہی کر سکتا ہے اور اس مبارک قصیدہ میں عبارت کے اعتبار سے تو کوئی خلل ہے نہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی جگہ تفصیل کی ضرورت تھی لیکن اجمال رہ گیا یا قید کی ضرورت تھی لیکن بیان نہیں کی گئی یا عبارت میں اولویت پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ ابو شامہؒ اور جعبریؒ اور علی قاریؒ نے ایک ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں قصیدہ کے ان ابیات کو جمع کیا ہے جن میں انہوں نے تغیر کر کے اصلاح کی ہے اور موقعہ بموقعہ ان اصلاحات کو اپنی شروح میں بھی بیان کیا ہے اور احقر نے بھی ان اصلاح شدہ اشعار کو چند اوراق میں جمع کیا ہے اور اس سلسلہ میں بعض جگہ نہایت مفید علمی اور دلچسپ بحثیں بھی آگئی ہیں۔ انشاء اللہ وہ اشعار بھی بشکل رسالہ ہدیہ ناظرین ہوں گے۔

طلباء اور سالکین کی اصلاح اور ان کے لیے عمدہ اور مفید نصیحتیں

۷۹ وَقُلْ صَادِقًا لَوْلَا الْوِئَامُ وَرُوحُهُ لَطَاحَ الْاَنَامُ الْكُلُّ فِي الْخُلْفِ وَالْقِلَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور تو سچ بولنے والا بن کر کہہ دے کہ اگر موافقت اور اس کی حقیقت نہ ہوتی تو البتہ سب لوگ اختلاف اور بغض میں ہلاک ہو جاتے۔

شرح: یعنی لوگوں کو یہ سچی اور اٹل بات بتا دو کہ آپس کے اتفاق سے زندگی اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور مخالفت سے ہلاکت اور بربادی ہوتی ہے۔

فائدہ ۱: (۱) اس شعر میں ایک مشہور مثل بیان کی ہے۔ لَوْلَا الْوِئَامُ لَطَاحَ الْاَنَامُ اور الْوِئَامُ کے بعد رُوْحُهٗ کا اضافہ بھی کیا ہے اور اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ موافقت اور محبت میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کی مصلحتیں ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے۔ لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور موافقت کی روح سے مراد وہ حیات ہے جو اس کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ موافقت ہی لوگوں کے باقی رہنے اور ان میں دوستی پیدا ہونے کا سبب ہے۔ نیز روح اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے حیات حاصل ہوتی ہے چنانچہ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ نحل ع ۱ میں روح سے مراد وحی ہے اور اس کو روح اس لیے کہا کہ اس سے مردہ دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے اور یہاں اصل مقصود یہ ہے کہ موافقت کی روح اور حقیقت حاصل کرنے کا شوق دلایا جائے۔ لیکن مبالغہ کے لیے روح کو موافقت پر معطوف کر کے لائے ہیں تاکہ اس کی مزید خصوصیت پر تنبیہ ہو جائے۔ چنانچہ يُعْجِبُنِیْ زَيْدٌ وَّ حُسْنُهٗ بھی اسی قبیل سے ہے کہ اصل مقصود تو حسن پر تعجب کرنا ہے لیکن مبالغہ کے لیے اس کو صاحب حسن (زید) پر معطوف کر کے لائے ہیں (۲) اَنَامُ انسان کو یا انسان اور جن دونوں کو یا ہر جاندار کو کہتے ہیں (۳) خُلْفٌ اور قِلًا کو مجازاً ظرف قرار دیا ہے یا فِیْ با کے معنی میں ہے۔

فائدہ ۲: یہ اصلاح اور نصیحتیں حدیث اَلَا اِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ کی بنا پر محض دینی خیر خواہی کی غرض سے کر رہے ہیں اس خوف سے نہیں کہ لوگ مجھ پر اعتراض اور ملامت کریں گے اور میں نے جو اصطلاحات مقرر کی ہیں ان میں میری مخالفت کریں گے اور اس کی وجہ سے میری غیبت میں مبتلا ہوں گے۔

۸۰ وَعِشْ سَالِمًا صَدْرًا وَّعَنْ غِيْبَةٍ فَغِبْ ‌ ‌ ‌ تُحَضَّرْ حِظَارًا لْقُدْسِ اَنْقٰى مُغَسَّلَا

ترجمہ: اور تو سینے (کی خرابیوں بغض اور کینہ) کے اعتبار سے خالص ہو کر زندگی بسر کر اور (لوگوں کی) غیبت سے غائب (اور کنارہ کش) ہو جا تاکہ تو (جنت کے) مقدس باغ میں اس حالت میں حاضر کیا جائے کہ تو خوب پاک اور صاف کیا ہوا ہو۔

شرح: یعنی اپنے دل کو کینہ اور بغض اور گھٹیا درجہ کی حالت سے پاک کر لے اور اپنے کانوں کو ردی باتوں کے سننے سے باز رکھ اور جن مجلسوں میں غیبت ہو رہی ہو ان میں نہ بیٹھا کر اگر ایسا کرے گا تو حق تعالیٰ تجھ کو گناہوں اور عیوب سے پاک و صاف کر کے جنت میں پہنچا دیں گے۔

فائدہ: (۱) غیبت کی تعریف ابو داؤد کی حدیث میں ہے۔ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ (یعنی اپنے بھائی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے اوصاف بیان کرنا جن کو وہ ناپسند رکھتا ہو) (۲) آیت وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے) (۳) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (یعنی اس روز مال اور دولت میں سے کوئی چیز بھی نفع نہیں دے گی لیکن نفع وہی شخص پائے گا جو حق تعالیٰ کے پاس سالم و خالص اور برے عقیدوں سے پاک اور صاف دل لے کر آئے گا) (۴) بالخصوص غیبت ہی سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قراء اور علماء میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ غیبت قراء کا میوہ ہے۔ (۵) حدیث اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنٰى (۶) بشر ابن حارث کہتے ہیں کہ قراء ان دو خصلتوں (غیبت اور خود پسندی) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ حاصل یہ کہ غیبت کرنے والوں کے پاس بیٹھنا اور ان کی موافقت کرنا اور ان کی باتوں کی طرف کان لگانا تینوں بدترین عیوب ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور اگر کسی مجبوری کے سبب اس مجلس سے جدا نہ ہو سکے تو اپنے دل اور کانوں کو ان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ ظاہراً تو ان میں موجود ہو گا لیکن حقیقتاً ان سے علیحدہ سمجھا جائے گا۔ (۷) اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنے ظاہر اور باطن کی حفاظت کرے گا وہ پوری جزا کا مستحق ہو گا۔

النحو و العربیہ: شعر ۷۸ مِقْوَلُ آلَہٗ بیان کو کہتے ہیں شعر ۷۹ صَادِقًا حال ہے یا قَوْلًا مقدر کی صفت ہے۔

شعر ۸۰۔ (۱) غِيْبَتُ اور غِبُّ میں تجنیس اور غِبُّ اور تُحْضَرُ میں طباق ہے اور تُحْضَرُ حضور سے ہے جو غیبت کی ضد ہے (۲) حِظَار حَظِيْرَةٌ کے معنی میں ہے اور حظیرہ اس مکان کو کہتے ہیں جو اونٹ کو سردی اور ہوا سے بچانے کے لیے لکڑیوں سے بنا لیا جاتا ہے (۳) اَلْقُدُسِ پاکی کے معنی میں ہے پس حِظَارَ الْقُدُسِ کے معنی یہ ہوئے کہ تو پاکی کے مکان میں حاضر کیا جائے گا اور وہ جنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حِظَارَ الْقُدُسِ آسمان میں ایک جگہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں۔

۸۱ وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ مَنْ لَّكَ بِالَّتِيْ ۔۔۔ كَقَبْضٍ عَلٰى جَمْرٍ فَتَنْجُوْ مِنَ الْبَلَا

ترجمہ: اور یہ (ہمارا زمانہ) صبر کا زمانہ ہے کون ہے جو (جوانمردی کر کے) تیرے لیے ایسی حالت (کا حاصل ہونا بخش دے) جو چنگاری پر قبضہ کرنے (اور اس کے پکڑنے) کے مانند ہو تاکہ تو بلا (آخرت کے عذاب) سے نجات پا لے۔

شرح: یعنی ہمارا یہ زمانہ تکلیف اور نقصان پر صبر کرنے کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانہ میں اچھی باتوں کے ساتھ اجنبیت اور بے خبری کا اور بری باتوں کے ساتھ آشنائی اور خبرداری کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ اور نیتیں فاسد ہو گئی ہیں اور خیانتیں ظاہر ہو گئی ہیں اور اہل حق کے ساتھ تکلیف اور ذلت کا برتاؤ کیا جا رہا ہے اور اہل باطل کو باعزت اور معتدل سمجھا جا رہا ہے تو ایسے وقت میں کون ہے کہ جو تم میں ایسی حالت پیدا کر دے کہ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور تکلیفوں کے برداشت کرنے میں اس شخص کے برابر ہو جاؤ جو چنگاری ہاتھ میں لیے ہوئے ہو اور اس کی سہار کر رہا ہو تاکہ تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات حاصل ہو جائے یعنی اس زمانہ میں صبر کرنا ایسا مشکل ہے جیسا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنگاری کا ہاتھ میں تھامنا محال ہے پس ایسے وقت میں صبر کرنے کے لیے اپنے اندر پورا پورا تحمل پیدا کر لینے کی ضرورت ہے جو اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے اور ان کا تابعدار اور مخلص غلام بننے سے نصیب ہوتا ہے کیونکہ وہ خود بھی دین میں مضبوط ہیں اور اپنے ہم نشینوں اور غلاموں کو بھی ایسا ہی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فائدہ : (۱) اس شعر کے متعلق یہ روایات ہیں۔ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْهِ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ (ترمذی) یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا چنگاری تھامنے والے کے مانند ہوگا۔ (۲) اچھی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو یہاں تک کہ جب تم یہ دیکھو کہ حرص کی اطاعت اور خواہش کی اتباع ہونے لگے اور دنیا کو (دین اور آخرت پر) ترجیح دی جائے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر خوش ہونے لگے تو اس وقت خصوصاً اپنے ہی نفس کی حفاظت کرنا اور عام لوگوں کو (ان کی حالت پر) چھوڑ دینا کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آئیں گے جن میں صبر کرنا چنگاری تھامنے کے مانند ہوگا۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کو ایسے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا جو تمہارے عملوں جیسے عمل کرتے ہوں عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیْ اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص تنہائی اختیار کرے گا وہ قسم قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہے گا چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ رشک کے قابل اس مومن کی حالت ہے جو مفلس ہو۔ نماز اور روزے سے ایک بڑا حصہ (اپنے پاس) رکھتا ہو جس نے اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کی ہو اور ظاہر کے علاوہ چھپ کر بھی اس کی اطاعت کی ہو اور جو لوگوں میں اس طرح پوشیدہ ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو پھر اس نے اس حالت پر صبر کیا اور اس کی موت جلدی سے آگئی اور اس کی رونے والیاں بھی کم نکلیں اور اس کی میراث بھی کم رہی (احمد ترمذی عن ابی امامہؓ) پس صبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) پسندیدہ' یہ عبادت پر جما رہنا اور گناہوں سے صبر کرنا ہے (۲) ناپسندیدہ۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ سے دوری ہو اور اس حالت پر صبر کرے۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کی معرفت میں کامل ہو اور دنیا والوں سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہو۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَ اجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی آمین یارب العالمین

اس صبر کے زمانے کا حال ناظم نے اپنے ایک اور قصیدہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اِلَی اللّٰهِ اَشْکُوْ وَ حُدَیْتِیْ فِیْ مَصَائِبِیْ ۔۔۔ وَهٰذَا زَمَانُ الصَّبْرِ لَوْ کُنْتَ حَازِمًا

عَلَیْكَ بِالْاِسْتِرْجَاعِ اِنَّكَ فَاقِدٌ ۔۔۔ حَیَاةَ الْعُلٰی وَابْغِ السُّلُوَّ مِنَّا دِمًا

(ابراز)

۸۲ وَلَوْاَنَّ عَیْنًا سَاعَدَتْ لَتَوَکَّفَتْ ۔۔۔ سَحَائِبُهَا بِالدَّمْعِ دِیْمًا وَّهُطَّلًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور اگر (یہ بات ہوتی کہ) آنکھ موافقت اور مدد کرتی تو اس کی بدلیاں (یعنی غدود) آنسو بہاتیں۔ اس حالت میں کہ وہ (بدلیاں) آہستگی کے ساتھ ہیشگی والی اور پے در پے آنے والی تیز بارشوں کے مانند ہوتیں۔

شرح: یعنی ہم سے جو حق تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ یہ حالت اس قدر رنج کے قابل ہے کہ اگر آنکھ کہنا مانتی تو دن رات کثرت سے روتی رہتی اس شعر میں اس پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ نفس سے حساب لینا چاہیے اور حق تعالیٰ کی یاد اور ان کے فکر سے خالی رہنے پر نادم ہونا چاہیے۔

فائدہ: اس شعر کے متعلق یہ مضمون ہے۔ (۱) آیت فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا الخ یعنی ان لوگوں کو چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ۔ (۲) حدیث لَيْسَ يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَىٰ سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهَا یعنی جنت والے (کسی چیز پر بھی) افسوس نہیں کریں گے لیکن جو ساعت ان پر اس طرح گزری ہوگی کہ اس میں انہوں نے حق تعالیٰ کی یاد نہ کی ہوگی اس پر ان کو بھی حسرت ہوگی۔

النحو و العربیہ: ازہری کہتے ہیں وَكَفَ الْبَيْتُ وَ تَوَكَّفَ اى هَطَلَ اور تَوَكَّفَتْ کی تفسیر تَوَقَّعَتْ سے کرنا شعر کے معنی سے بھی ناواقفیت کی دلیل ہے اور لغتہ" بھی غلط ہے۔ (۲) دِيَمًا دِيمَةٌ کی جمع ہے جو ہیشگی کے ساتھ آہستہ برسنے والی بارش کے معنی میں ہے جیسا کہ جِيدٌ جِيدَةٌ (کنارے) کی اور لِينٌ لِينَةٌ (کھجور) کی جمع ہے اور اکثر استعمال میں دِيمَةٌ کی جمع دِيَمٌ بفتحہ یا آتی ہے۔ اور هُطَّلًا هَاطِلٌ کی جمع ہے جو پے در پے اور تیز برسنے والی بارش کے معنی میں ہے اور یہ دونوں سَحَائِبُهَا سے حال ہیں۔

۸۳ وَلٰكِنَّهَا عَنْ قَسْوَةِ الْقَلْبِ قَحْطُهَا فَيَا ضَيْعَةَ الْأَعْمَارِ تَمْشِي سَبَهْلَلَا

ترجمہ: اور لیکن قصہ یہ ہے کہ دل کی سختی سے اس (آنکھ کی بارش) کا قحط (ظاہر ہو رہا) ہے۔ پس اے لوگو! عمروں کے ضائع ہونے سے ڈرو۔ جن کی کیفیت یہ ہے کہ وہ بیکار ہونے کی حالت میں گذر رہی ہیں۔

شرح: یعنی ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ رنج کی وجہ سے آنکھیں کثرت سے آنسو بہاتیں لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے کے سبب دل میں سختی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے آنسو نہیں نکلتے پس جب یہ حالت ہے تو لوگوں کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی یاد کثرت سے کیا کریں اور عمروں کو بیکار ضائع نہ کریں اور کوئی ایسا عمل کرلیں جو کل قیامت میں کام آئے ورنہ دلوں کی غفلت اور سختی اور بھی بڑھ کر دین سے بالکل بیگانگی ہو جائے گی۔

فائدہ: آیت و روایات (۱) فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ زمرع ۳ پس ان لوگوں کے لیے خرابی ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں (۲) عَنْ عُمَرَ إِنِّي لَأَكْرَهُ أَنْ أَرَى أَحَدَكُمْ سَبَهْلَلًا لَا فِي عَمَلِ دُنْيَاهُ وَلَا فِي عَمَلِ أُخْرَاهُ یعنی میں اس بات کو ناپسند رکھتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اس حالت میں دیکھوں کہ نہ تو وہ اپنی دنیا ہی کے کام میں ہو اور نہ اپنے آخرت کے کام میں ہو (بلکہ محض بیکار ہو) (۳) أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَیْنٍ لَّا تَدْمَعُ یعنی میں نہ ڈرنے والے دل اور نہ رونے والی آنکھ سے اللہ کی طرف پناہ میں آتا ہوں (۴) وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ یعنی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ دل ہوگا جو سخت ہو۔ (۵) اَرْبَعَۃٌ مِّنَ الشَّقَاءِ جُمُوْدُ الْعَیْنِ وَ قَسَاءُ الْقَلْبِ وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصُ عَلَی الدُّنْیَا مسند بزار عن انس یعنی چار چیزیں محرومی کی نشانی ہیں۔ آنکھ کا آنسوؤں سے خشک ہونا اور دل کی سختی اور امید کی درازی اور دنیا کی حرص۔ (۶) لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ الٰہی ہمیں بھی ڈرنے والے دل اور رونے والی آنکھیں نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

النحو و العربیہ : (۱) فَیَا ضَیْعَۃَ الْاَعْمَارِ کی تقدیر یہ ہے فَیَا قَوْمِ احْذَرُوْا ضَیْعَۃَ الْاَعْمَارِ یہ کسائی کی قراءت پر اَلَّا یَسْجُدُوْا نمل کی طرح ہے یعنی اَلَا یَا قَوْمِ اسْجُدُوْا یا یوں کہو کہ یَا ضَیْعَۃَ الْاَعْمَارِ یٰحَسْرَتٰی کی طرح خود منادیٰ ہے۔ دستور ہے کہ سخت مصیبت کے وقت حسرت اور ہلاکت وغیرہ ایسی چیزوں کو بھی پکارا کرتے ہیں جو ذوی العقول میں سے نہیں ہوتیں اور (۲) تَمْشِیْ یا تو الْاَعْمَارِ سے حال ہے یا مستانفہ ہے جو ضَیْعَۃَ الْاَعْمَارِ کے لیے موکد و مفسر ہے (۳) سَبَهْلَلًا فارغ کو کہتے ہیں اور جَاءَ فُلَانٌ سَبَهْلَلًا اَیْ اِنَّہٗ غَیْرُ مَحْمُوْدِ الْمَجِیْءِ یعنی جَاءَ وَ ذَهَبَ فِیْ غَیْرِ شَیْءٍ

۸۴ بِنَفْسِیْ مَنِ اسْتَهْدٰی اِلَی اللّٰہِ وَحْدَہٗ وَکَانَ لَہُ الْقُرْاٰنُ شِرْبًا وَمَغْسَلًا

ترجمہ : میں اپنے نفس کو اس شخص پر (فدا کرتا ہوں) جس نے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ہدایت طلب کی۔ اس حالت میں کہ سب کو چھوڑ کر حق تعالیٰ ہی کا ہو رہا اور اس پر بھی (فدا کرتا ہوں) کہ قرآن مجید اس کے لیے (دنیا میں) حصہ اور پاک کرنے والا بن گیا۔

شرح : یعنی جو شخص ایسا ہو کہ محض حق تعالیٰ ہی سے ہدایت طلب کرے یا سب کو چھوڑ کر ان ہی کا ہو رہے اور دنیا کی تمام چیزوں میں سے قرآن مجید ہی کو اپنا حصہ اور سیراب ہونے کا ذریعہ بنا لے کہ رات دن اسی کے الفاظ کی تلاوت میں اور اس کے معانی میں غور کرنے میں لگا رہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لے میں اس پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے اور اس کی مصیبتیں خود جھیلنے کے لیے تیار ہوں یعنی ایسا آدمی نہایت خوش قسمت ہے اور اس کے ساتھ سب کو دلی محبت ہونی چاہیے۔ اور اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا چاہیے کیونکہ اس کے اور ساتھی تو دنیاوی مراتب کے حاصل کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ ان سب کو فانی سمجھ کر ان کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا۔

فائدہ : اس میں آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ الخ کی طرف اشارہ ہے اور یہ مستهدی بھی اسی طرح کہتا ہے جیسا کہ بعض اہل حال نے فرمایا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْجُهَّالِ مَالٌ
فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ وَإِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا يَزَالُ

یعنی حضرت جبار کی جو ہمارے درمیان تقسیم ہے ہم اس سے خوش ہو گئے کہ ہمارے لیے تو علم ہے اور جاہلوں کے لیے مال ہے کیونکہ مال تو عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

النحو و العربیہ: (۱) مَنْ یا تو موصوفہ ہے یا موصولہ اور یہ اَفْتَدِیْ مقدر کا مفعول ہے (۲) وَحْدَہٗ کی ضمیر یا تو حق تعالیٰ کے لیے ہے یا قاری مستہدی کے لیے پہلی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا طالب ہے اور اس کا مقصود اس کے سوا کچھ بھی نہیں اور دوسری تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ وہ اکیلا ہی حق تعالیٰ سے ہدایت طلب کر رہا ہے اور کوئی بھی اس کا شریک کار نہیں کیونکہ اس زمانے میں حق کی طرف سے لوگوں کی توجہ کم ہو رہی ہے اور باطل کی طرف بڑھتی جاتی ہے (۳) شِرْبًا پانی کی باری اور حصہ (۴) مُغْتَسَلًا یا تو مصدر میمی ہے اَیْ ذَا غُسْلٍ یا اسم ظرف ہے اور اس صورت میں مجاز ہوگا۔

۸۵ وَطَابَتْ عَلَيْهِ اَرْضُهٗ فَتَفَتَّقَتْ بِكُلِّ عَبِيْرٍ حِيْنَ اَصْبَحَ مُخْضَلًا

ترجمہ: اور (اس پر بھی اپنے نفس کو فدا کرتا ہوں کہ) اس کی زمین اس پر خوش ہوگئی (اور راس آگئی) پھر وہ زمین ہر زعفران یا مرکب خوشبو کے ساتھ پھٹ گئی (اور اس کو ظاہر کر دیا) جبکہ یہ (قاری مستہدی حق تعالیٰ کی رحمت سے) تر (اور گناہوں سے پاک) ہوگیا۔

شرح: (۱) یعنی جب حق تعالیٰ نے قاری پر اپنی حدود کا پابند رہنے کی وجہ سے انعام فرمایا اور وہ نعمت اور رحمت سے تر ہوگیا تو اس کی زمین (جس پر وہ رہتا تھا) اس کو موافق آگئی یعنی طاعت اور صلاحیت کی برکت سے اس کو فراخدلی حاصل ہوئی پھر وہاں کے رہنے والوں نے اس قاری کے عمدہ عمدہ اوصاف جو زعفران کے یا اس خوشبو کے مشابہ ہیں جو زعفران اور دوسری خوشبوؤں سے مرکب کی گئی ہو بیان کرنے شروع کر دیئے (۲) یا یہ کہ جب قاری تلاوت کی برکت سے عیوب اور نجاستوں کی کدورتوں سے پاک و صاف ہوگیا تو اس کی طاعت کی برکت اور فرائض و عبادات کی پابندی کی وجہ سے وہ زمین شاداب ہوگئی جس پر وہ رہتا تھا اور پھٹ کر اپنے طول اور عرض میں بڑھ گئی اور ضرورت کی چیزیں اس میں کثرت سے پیدا ہوئیں اور لوگوں کی حاجات پوری ہوگئیں یعنی قرآن مجید کی خدمت سے خود اس خادم کو بھی بے شمار منافع نصیب ہوئے اور اس کی برکت سے اس کے ہم نشین اور وطنی بھائی بھی ظاہری او باطنی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے (۳) یا ارض کی ضمیر حق تعالیٰ کے لیے ہے یعنی اس قاری کی تلاوت کی برکت سے تمام زمین شاداب ہو گئی۔ یا ضمیر قرآن کے لیے ہے اور اس کو مجازاً زمین کہا گیا ہے گویا قاری جب اس کے معنی میں غور اور فکر کرتا ہے تو یہ اس مسافر کی طرح ہوتا ہے جو کسی راستہ کو طے کر رہا ہو۔ یعنی بار بار غور و فکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور محنت کرنے کی وجہ سے قرآن کی زمین یعنی خود قرآن اس پر آسان ہو گیا۔ پھر مضامین کی ایسی آمد ہوئی کہ اس کا ذہن قرآن پاک کے عجائب و غرائب کا سرچشمہ بن گیا اور اس کو علمی اور عملی دونوں قسم کے بے شمار فوائد نصیب ہوئے۔ اس لیے میں اس پر اپنی جان فدا کرتا ہوں۔

۸۶ فَطُوبَىٰ لَهُ وَالشَّوْقُ يَبْعَثُ هَمَّهُ وَزَنْدُ الْأَسَىٰ يَهْتَاجُ فِي الْقَلْبِ مُشْعِلًا

ترجمہ: پس اس (مستعدی) کے لیے خوشخبری ہے اور اس کی زندگی کس قدر مزیدار اور پاکیزہ ہے۔ اس حالت میں کہ شوق اس کے (حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے) ارادے کو بھڑکاتا رہتا ہے اور افسوس (اور غم) کی چقماق دل میں جوش مارتی رہتی ہے اس حالت میں کہ وہ (چقماق) شعلہ ڈالنے والی ہے۔

شرح: ارادے کے بھڑکانے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس میں سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو شوق اس کے ارادے کو پختہ کر دیتا ہے یعنی اس قاری مستعدی کی یہ حالت نہایت مبارک ہے کہ اس کے دل میں جو حق تعالیٰ کی ملاقات کا اور ان سے بڑا ثواب حاصل کرنے کا شوق ہے وہ اس کی قوت ارادی کو اور مضبوط کرتا رہتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر وقت نیکیوں اور عبادتوں کا اور مرتبہ وصول کا اور حق تعالیٰ کے دیدار حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کے لیے سامان کرتا رہتا ہے اور اس کی عمر کا جو حصہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کیے بغیر ضائع ہو گیا ہے۔ اس پر اس قدر غمگین ہوتا ہے کہ گویا کوئی اس کے دل میں چقماق کے ذریعہ شعلہ بھڑکا رہا ہے یعنی معرفت الٰہی حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی کوشش کو کمتر سمجھ کر غمگین رہتا ہے۔ یہ اس شخص کی حالت ہے جو ابتدائی مقامات سے ترقی کر کے انتہائی درجات تک پہنچ گیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ جو قاری ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جو شعر چوراسی تا چھیاسی میں بیان کیے گئے ہیں۔ میں خود بھی اس سے دلی محبت رکھتا ہوں اور دوسرے حضرات کو بھی اس سے ایسی ہی محبت رکھنی چاہیے۔

فائدہ: اس میں ایک آیت اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ رعد ع ۴۔ اور ان پانچ حدیثوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) طُوبٰى لِلْمُخَاطِبِيْنَ أُولٰئِكَ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى تَنْجَلِيْ عَنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ (۲) طُوبٰى لِمَنْ يُّبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ قَلْبُهُ مَحْشُوٌّ بِالْقُرْاٰنِ وَ الْفَرَائِضِ وَ الْعِلْمِ (دیلمی عن ابی ہریرۃؓ) یعنی اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا دل قرآن مجید اور فرائض اور علم سے بھرا ہوا ہوگا۔ طُوبٰى لِلسَّابِقِيْنَ اِلٰى ظِلِّ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا سُئِلُوْهُ بَذَلُوْهُ وَ الَّذِيْنَ يَحْكُمُوْنَ لِلنَّاسِ بِحُكْمِهِمْ اَنْفُسَهُمْ (الحکیم الترمذی۔ عن ثوبانؓ) (۴) طُوبٰى لِمَنْ بَاتَ حَاجًّا وَاَصْبَحَ غَازِيًا رَجُلٌ مَسْتُوْرٌ ذُوْعِيَالٍ مُتَعَفِّفٌ قَانِعٌ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الدُّنْيَا يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ ضَاحِكًا وَّ يَخْرُجُ مِنْهُمْ ضَاحِكًا وَّالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ هُمُ الْحَاجُّوْنَ الْغَازُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (دیلمی عن عائشۃؓ) (۵) طُوبٰى لِمَنْ تَوَاضَعَ فِيْ غَيْرِ مَنْقَصَةٍ وَ ذَلَّ نَفْسَهُ فِيْ غَيْرِ مَسْكَنَةٍ اَنْفَقَ مِنْ مَّالٍ جَمَعَهُ فِيْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَّ خَالَطَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَهْلَ الْفِقْهِ وَ الْحِكْمَةِ وَ رَحِمَ اَهْلَ الذِّلِّ وَ الْمَسْكَنَةِ طُوْبٰى لِمَنْ ذَلَّ نَفْسُهٗ وَ طَابَ كَسْبُهٗ وَ حَسُنَتْ سَرِيْرَتُهٗ وَ كَرُمَتْ عَلَانِيَتُهٗ وَ عَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ طُوْبٰى لِمَنْ عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَ اَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ وَ اَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهٖ (بخاری فی التاریخ لہ و الطبرانی و البیہقی عن ابی ہریرۃؓ)

النحو و العربیہ: (۱) طُوْبٰی سے مراد جنت ہے یا بلند مرتبہ درخت یا اچھی حالت یا خوشخبری کے معنی میں ہے اور یہ جملہ دعائیہ ہے یا خبریہ (۲) چقماق میں اوپر والے پتھر کو زند اور نیچے والے کو زندہ .بفتحہ زاء کہتے ہیں۔ اس میں استعارہ ہے۔ حرارت سے۔ (۳) اَسٰی حزن کے معنی میں ہے فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ کی طرح (۴) مُشْعِلًا (ای مُوْقِدًا اَوْمُلْقِیَ الشُّعْلَةِ) یَهْتَاجُ کی ضمیر سے حال ہے جو زَنْدُ الْاَسٰی کی طرف لوٹتی ہے اور افسوس کا سبب وہ عمر ہے جو ضائع ہوگئی ہے۔ اور یَبْعَثُ کے معنی ہیں آمادہ کرتا ہے۔ (۵) جعبریؒ نے فرمایا ہے کہ فَطُوْبٰى لَهٗ کو جملہ معترضہ کہا جائے تو وَالشَّوْقُ الخ مَنْ کے صلہ یعنی اِسْتَهْدٰى پر معطوف ہوگا۔ ورنہ حال ہوگا۔

۸۷ هُوَ الْمُجْتَبٰى يَغْدُوْ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ قَرِيْبًا غَرِيْبًا مُّسْتَمَالًا مُّؤَمَّلًا

ترجمہ: یہ (ان صفات والا قاری حق تعالیٰ کا) پسندیدہ ہے اس حالت میں کہ وہ سب لوگوں کے پاس سے ان حالات میں گزرتا ہے کہ (رحمت الٰہیٰ سے یا لوگوں سے) قریب ہوتا ہے' اجنبی ہوتا ہے' اس کی توجہ طلب کی جاتی ہے' اس سے امید کی جاتی ہے۔

شرح: یعنی چونکہ اس قاری میں اعلیٰ درجہ کی صفات موجود ہیں اس لیے مخلوق کی نظر میں بھی مقبول ہے اور خالق کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے اور اس کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ کسی سے کسی قسم کی طمع نہیں رکھتا بلکہ لوگ ہی اس سے طمع اور لالچ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے تو ان حالات میں گزرتا ہے (۱) تواضع اور عاجزی کی وجہ سے لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور اپنے کمالات پر نظر کر کے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا یا یہ کہ اس پر حق تعالیٰ کی حضوری اس درجہ غالب ہے کہ لوگوں کے پاس سے گزرنے کے باوجود بھی حق تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے۔ پس اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دل با یارو دست در کار۔ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الخ سورۂ نور رکوع ۵۔ (۲) لوگوں کو اجنبی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ یہ حق پر مضبوطی اور ثابت قدمی کے ساتھ جما ہوا ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور اس حالت میں اس کا اجنبی معلوم ہونا ظاہر ہے (۳) جو اس کے حالات اور اعمال سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں (۴) جو لوگ مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس کی دعا کی برکت سے ان بلاؤں کے دور ہونے کی امید رکھتے ہیں اور خلاصہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ لوگ تو اس سے طمع رکھتے ہیں لیکن یہ کسی سے کوئی طمع نہیں رکھتا۔ اس کی نظر ہر وقت حق تعالیٰ پر ہی رہتی ہے۔ پس اس کی حالت پر یہ شعر صادق آتا ہے۔ ؎

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ما ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بہ کس نگا ہے

اور ہمارے زمانہ میں اس کے مصداق حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی غفر اللہ لہ مغفرۃ ظاہرۃ وَ باطنۃ لا تغادر ذنبا" تھے اور مقصود یہ ہے کہ خادم قرآن کو ایسا ہی بننا چاہیے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِذٰلِکَ

فائدہ: آیات و روایات (۱) ثُمَّ اَوْرَثْنَا فاطر ع ۴۔ (۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ اعراف ع ۷ (۳) اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِیْبًا وَّ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ (مسلم وَغَیْرُہٗ۔ عن جماعتہ من الصحابۃِ مرفوعا"۔ الخ) (علی قاری) یعنی اسلام ابتدا میں بھی لوگوں کو اجنبی معلوم ہوتا تھا اور آخر میں بھی یہی حالت ہو جائے گی۔ اس لیے کہ آخیر زمانہ میں لوگوں سے تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے مومن اجنبی معلوم ہونے لگے گے اور اسی وجہ سے طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ فرمایا (۴) قِیْلَ مَنْ ھُمْ قَالَ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِیْ (ترمذی) یعنی آپ سے دریافت کیا گیا کہ غرباء کون ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کی درستی کریں گے۔ جن کو لوگ فاسد کر دیں گے (۵) اس شعر میں صوفیہ کے پسندیدہ طریق کی طرف اشارہ ہے جن کی نسبت عالیہ کا مدار کائن اور بائن ہونے پر ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے تو وہ مخلوق کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اور باطن کے لحاظ سے الگ سے جدا ہوتے ہیں اور مخلوق ان سے قریب ہونا اور گفتگو کرنا چاہتی ہے لیکن وہ غناء قلبی کی وجہ سے ان سے جدا رہتے ہیں پس یہ حضرات ارواح کے اعتبار سے عرشی اور اجسام کے اعتبار سے فرشی ہیں۔

النحو و العربیہ: یَغْدُوْ یا تو اَلْمُجْتَبٰی کے فاعل سے حال ہے یا مستانفہ ہے نیز یہ یا تو یَمُرُّ کے معنی میں ہے یا یَصِیْرُ کے۔ پہلی صورت میں چاروں منصوبات صرف حال ہوں گے اور دوسری تقدیر پر عَلَی النَّاسِ، یَصِیْرُ کی خبر ہوگا اور منصوبات یا خبر ثانی ہوں گے یا حال۔

۸۸ یَعُدُّ جَمِیْعَ النَّاسِ مَوْلٰی لِاَنَّھُمْ عَلٰی مَا قَضَاہُ اللّٰہُ یُجْرُوْنَ اَفْعُلَا

ترجمہ: یہ (قاری) سب لوگوں کو (اپنا) سردار یا (اللہ کا غلام) سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ لوگ افعال کے اعتبار سے اس کے موافق چل رہے ہیں۔ جس کا حق تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے۔

شرح: اس شعر کے دو مطلب ہیں اس بنا پر کہ مولیٰ دو معنی میں آتا ہے (۱) سردار۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچانے کے لیے سب لوگوں کو اپنا سردار سمجھتا ہے کیونکہ وہ سب قضاء الٰہی کے موافق چل رہے ہیں پس یہ ان میں سے کسی کو بھی حقیر نہیں سمجھتا بلکہ چھوٹوں اور بڑوں سب سے تواضع کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اس بنا پر کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ خاتمہ کے اعتبار سے مجھ سے بہتر ہوں۔ (۲) غلام۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ خادم قرآن سب لوگوں کو حق تعالیٰ کا غلام سمجھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب کے سب قضاء الٰہی کے تابع ہیں نہ یہ اپنے نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔ اس لیے نہ تو ان سے کوئی امید رکھتا ہے اور نہ ان سے ڈرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: شاذلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے انہیں چیزوں کی طمع رکھ جن کو انہوں نے اپنے فیصلہ میں تیرے لیے مقدر فرما دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور چیزوں کی ان سے بھی طمع نہ رکھ۔ یعنی اس بات کا پختہ یقین کر لے کہ جو مقدر ہو چکا ہے اس سے زیادہ ایک ذرہ بھی نہیں مل سکتا۔ (انتہی) اور جس کا حق تعالیٰ کے ساتھ یہ حال ہوگا وہ ماسوا کی طرف تو ذرا بھی توجہ نہ کرے گا کیونکہ جو شخص حوادث کو فنا کی نظر سے دیکھے گا اس کو عالم بقا میں صرف حق تعالیٰ ہی کی ذات نظر آئے گی۔ اور یہ توحید کا انتہائی درجہ اور اہل تفرید کا انتہائی مقام ہے۔ (از شرح ملا علی قاری)

النحو والعربیہ: (۱) یَعُدُّ بمعنی یَحْسَبُ ہے (۲) مَوْلًی مفعول ثانی ہے اور اس کو جمع کے لفظ کے اعتبار سے مفرد لائے ہیں۔ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ کی طرح (۳) یَجْرُوْنَ یا کے فتحہ سے یَمُرُّوْنَ کے معنی میں ہے اور یا کے ضمہ سے بمعنی یُمْضُوْنَ ہے اور اَفْعُلًا تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے اور اس کو انواع کے قصد سے جمع لائے ہیں۔ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا کی طرح اور یہ جمع قلت ہے جو جمع کثرت کے معنی میں ہے اور یُجْرُوْنَ کی دوسری تقدیر پر اَفْعُلًا مفعول ہے۔

۸۹ یَرٰی نَفْسَہٗ بِالذَّمِّ اَوْلٰی لِاَنَّھَا عَلَی الْمَجْدِ لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبْرِ وَالْاٰلَا

ترجمہ: وہ اپنے نفس کو (بہ نسبت تعریف کے) ملامت کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے کیونکہ اس (نفس) نے بزرگی کے (حاصل کرنے) کے لیے صبر اور اَلآ (تلخ چیزوں کو) نہیں چکھا (یعنی مشقتیں برداشت نہیں کیں)

شرح: یعنی چونکہ نفس نے بلند مراتب حاصل کرنے کے لیے تکلیفیں برداشت نہیں کیں۔ اس لیے وہ اپنے نفس کو ملامت ہی کے لائق سمجھتا ہے یا بہ نسبت دوسروں کے اپنے آپ کو بدتر جانتا ہے۔ پس کامل وہی ہے جو اپنے آپ کو ہیچ سمجھے۔

فائدہ: منقول ہے کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کو اپنا عیب لوگوں کے عیوب کی طرف متوجہ نہ ہونے دے یعنی جو اپنے عیب پر نظر رکھے اور دوسروں کی عیب جوئی نہ کرے اور اس شعر سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے شعر میں مولیٰ سردار کے معنی میں ہے چنانچہ متنبی نے خوب کہا ہے۔ مصرعہ لَوْلَا الْمَشَقَّۃُ لَسَادَ النَّاسُ کُلُّھُمْ اگر مشقت نہ ہوتی تو سب لوگ سردار بن جاتے۔ سوال: تقصیر تو اہل ہدایت میں ہوتی ہے منتہی لوگوں میں کوتاہی رہنے کی کیا وجہ ہے۔ جواب: توحید بعض موحدین کے اعتبار سے تو واحد ہے اور بعض کے اعتبار سے متعدد ہے پس اول معنی کے اعتبار سے اس کے لئے انتہا نہیں ہے کیونکہ اس کی تجلیات ازل سے ابد تک ختم نہ ہوں گی۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ سَیْر اِلَی اللّٰہِ (اخلاق کی درستی) کے لیے تو انتہا ہے اور سَیْر فِی اللّٰہِ (اخلاق عالیہ میں رسوخ پیدا کرنے) کے لیے انتہا نہیں ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ اَلنِّھَایَۃُ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ (از شرح ملا علی قاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحو و العربیہ : (ا) صَبِرٌ میں تین لغت ہیں (ا) صاد کا فتحہ با کا سکون (۲) صاد کا کسرہ با کا سکون (۳) صاد کا فتحہ با کا کسرہ۔ ناظم نے ان تینوں کو مِنْهِيَّہٗ میں بیان کیا ہے اور بعض اول وجہ کا انکار کرتے ہیں اور صبر اس کڑوی چیز کا نام ہے جو تلخی میں ضرب المثل ہے اور اَلَا میں لغتہ " قصر ہے یہ اُلَاءٌ کی جمع ہے اور اُلَاءٌ ایک درخت ہے جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں تلخ ہوتا ہے اور بعض کے قول پر اس کا نام دفلی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک یہ تر رہتا ہے اس وقت تک تو کھانے کے کام آتا ہے اور سوکھنے کے بعد زہریلا بن کر کاٹنے لگتا ہے اور اس سے چمڑے کو دباغت دی جاتی ہے اور چونکہ صبر بہنے والی اور اَلَا گاڑھی چیز ہے اس لیے لَمْ تَلْعَقْ کو لَمْ تَذُقْ کے معنی میں لینا اولیٰ ہے تاکہ دونوں کو شامل ہو جائے یا اُلَا لَا سے پہلے لَمْ تَاكُلْ مقدر مان لیا جائے۔ شیخ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر لَمْ تَصْبِرْ عَلَى الصَّبِرِ وَ الْاَ لَا کہتے تو بہتر ہوتا کیونکہ اَلَا چاٹنے کی چیزوں میں سے نہیں ہے اور یہ ایک بوٹی ہے جو بو اور مزہ میں شَيْحٌ (یہ ایک بوٹی ہے جس کی بہت سی قسمیں ہیں اور سب عمدہ خوشبودار ہوتی ہیں) کے مشابہ ہوتی ہے۔ نیز اس کا چاٹنا دشوار نہیں بلکہ دوسری چیز نہ ملنے کے وقت اس پر صبر کرنا دشوار ہے اور مِنَ الصَّبِرِ سے مراد مِنْ مِّثْلِ الصَّبِرِ ہے۔ الخ (۲) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَّرُمْحًا اور عَلَفْتُهَا تِبْنًا وَّمَآءً کے قبیل سے ہے۔ ای لَمْ تَلْعَقْ مِنَ الصَّبِرِ وَ لَمْ تَاكُلْ مِنَ الْاَلَا یعنی تلخ چیزوں میں سے بہتی چیزوں کو چاٹ کر اور گاڑھی کو کھا کر استعمال نہیں کیا اور اگر لَمْ تَلْعَقْ کے بجائے لَمْ تَطْعَمْ لے آتے تو دونوں کو شامل ہو جاتا۔

۹۰ وَقَدْ قِيلَ كُنْ كَالْكَلْبِ يُقْصِيهِ اَهْلُهٗ ۔۔۔ وَمَا يَأْتَلِيْ فِيْ نُصْحِهِمْ مُّتَبَذِّلَا

ترجمہ : اور (مَثَل میں) کہا گیا ہے (کہ اے مخصوص مخاطب) کتے کی طرح ہو جا جس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مالک اس کو دور کرتے ہیں اور وہ ان کی خیر خواہی میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا اس حالت میں کہ (اپنے نفس اور قدرت کو) صرف کرنے والا ہوتا ہے۔

شرح : یعنی اور کچھ نہیں تو وفاداری میں کم سے کم کتے ہی جیسی صفت پیدا کرلے جو ذلیل ترین اور ناپاک ترین جانور ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ اس کا مالک اس کو اپنے پاس سے مار مار کر ہٹاتا اور دور کرتا ہے لیکن اس پر بھی کتا اس کی خیر خواہی میں اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے۔ پس انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کو بھی چاہیے کہ اپنے مالک حقیقی کو کبھی نہ چھوڑے یا یہ کہ لوگ تمہارے حقوق میں کوتاہی بھی کریں تب بھی تم ان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آؤ کیونکہ کتا بھی ایسا ہی کرتا ہے۔

فائدہ (ا) : بعض کہتے ہیں کہ ناظم سالک عارف کی تکمیل کے بعد اس شعر میں طالب کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی خدمت بجا لانے میں کتے سے کمتر نہ رہ کہ کبھی اس کا مالک اس کو تکلیف دینے کے لیے بھوکا بھی رکھتا ہے لیکن وہ پھر بھی پوری کوشش کے ساتھ اس کی حفاظت میں لگا رہتا ہے۔ پس حق تعالیٰ تجھے بھی کبھی بھوکا رکھتے ہیں تاکہ تیرا قلب درست ہو جائے۔ اور تکلیف دیتے ہیں تاکہ وہ گناہوں کا کفارہ بن جائے اور تیری قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلند ہو جائے۔ پس تو اس کی عبادت میں کمی نہ کر جس کا نفع تجھ کو دنیا اور آخرت دونوں میں حاصل ہوگا۔

فائدہ (۲): ابوبکر محمد بن خلف ابن مرزبان نے ایک جزو لکھا ہے جس میں کتے کی کچھ صفات بیان کی ہیں اور اس کا نام تَفْضِيْلُ الْكِلَابُ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ لَّبِسَ الثِّيَابُ رکھا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتے میں دس خصلتیں ہیں جن میں سے ہر ایک سے انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے اور وہ سب کی سب خصلتیں ایک دم ابدال ہی میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) وہ بھوکا رہتا ہے یہ صالحین کے آداب میں سے ہے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے یہ صابرین کی علامت ہے (۲) اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا یہ متوکلین کی علامت ہے۔ (۳) رات کو بہت ہی کم سوتا ہے یہ شب بیداران مجبتین کی صفات میں سے ہے (۴) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ زاہدین کی صفات میں سے ہے (۵) اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا یہ سچی اور پکے مریدین کی علامت ہے (۶) ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہوجاتا ہے یہ متواضعین کی علامت ہے (۷) اس کے مکان پر کوئی قابض ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ راضین کی علامت ہے (۸) اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آجاتا ہے اور کینہ نہیں رکھتا یہ خاشعین کی علامت ہے۔ (۹) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا رہتا ہے یہ مساکین کی علامت ہے۔ (۱۰) کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا یہ محزونین کی علامت ہے۔

فائدہ (۳): اس شعر میں ایک اثر کی طرف اشارہ ہے جو وہب ابن منبہ سے منقول ہے کہ ایک راہب نے ایک شخص کو وصیت کی اِنْصَحْ لِلّٰهِ حَتّٰى تَكُوْنَ كَنُصْحِ الْكَلْبِ لِاَهْلِهٖ فَاِنَّهُمْ يُجِيْعُوْنَهٗ وَيَضْرِبُوْنَهٗ وَيَاْبٰى اِلَّا اَنْ يُّحِيْطَهُمْ نُصْحًا اور اس کا مطلب وہی ہے جو شرح میں بیان ہو چکا ہے قاموس میں ہے کہ حومل نامی ایک عورت تھی اس کے یہاں ایک کتیا تھی جسے وہ دن کو بھوکا رکھتی تھی اور رات کو بھی باندھ کر اس کی چوکسی کرتی تھی حتیٰ کہ بھوک کے مارے اس نے اپنی دم کھالی پس یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا کہ بھوکے کو کہتے ہیں۔ اَجْوَعُ مِنْ كَلْبَةِ حَوْمَلَ یہ تو حومل کی کتیا سے بھی زیادہ بھوکا ہے۔

النحو و العربیہ: (۱) يَاْتَلِيْ، اَلَا يَاْلُوْ سے ہے جو کمی کرنے کے معنی میں ہے اور وَلَا يَاْتَلِ نور ع ۳ اَلِيَّةٌ بمعنی حلف سے ہے (۲) نُصْحِهِمْ کی ضمیر کو اہل کے معنی کے اعتبار سے جمع لائے ہیں تاکہ اہل اور ان کے نوکروں وغیرہ سب کو شامل ہو جائے اور اگر نُصْحِهٖ مفرد کی ضمیر سے لے آتے تو اہل کے لفظ کے لحاظ سے یہ بھی صحیح تھا اور وزن اس میں بھی درست رہتا ہے۔

۹۱ لَعَلَّ اِلٰهَ الْعَرْشِ يَا اِخْوَتِيْ يَقِيْ جَمَاعَتَنَا كُلَّ الْمَكَارِهِ هُوَّلَا

ترجمہ: اے میرے بھائیو (اگر تم میری ان نصیحتوں کو قبول کر لو گے تو) امید ہے کہ عرش کا مالک ہماری جماعت کو (دنیا آخرت کی) تمام تکلیفوں سے بچاوے گا اور نجات دیدے گا جن کی حالت یہ ہے کہ وہ گھبراہٹ میں ڈالنے والی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی اگر تم میری ان نصیحتوں کو قبول کر لو گے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں آخرت کی تمام تکلیفات سے محفوظ رکھے گا۔

النحو و العربیہ: هُوَّلًا هَائِلٌ کی جمع ہے جو هَالَ يَهُولُ بمعنی افزع سے ہے اور یہ الْمَكَارِه سے حال ہے

۹۲ وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُونُ كِتَابُهُ شَفِيعًا لَهُمْ إِذْ مَا نَسُوهُ فَيَمْحَلَا

ترجمہ: اور (یہ بھی امید ہے کہ) وہ (حق تعالیٰ) ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جن کے لیے اس کی کتاب سفارشی ہو گی اس لیے کہ انہوں نے اس کو بھلایا نہیں تھا (یعنی عمل سے غافل نہیں ہوئے تھے) تاکہ وہ (کتاب) ان کی شکایت کرے۔

شرح: یعنی نہ تو اس کی طرف سے بے توجہی کی تھی اور نہ اس کی بے قدری کی تھی اور نہ عمل ترک کیا تھا جس سے اس کی نوبت آتی کہ قرآن شریف ان کی ظاہراً یا خفیتاً شکایت کرتا۔

فائدہ: روایات و آیات (۱) اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّ مَا حِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهُ اَمَامَهُ قَادَهُ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ سَاقَهُ اِلَى النَّارِ (عن ابن مسعود مرفوعا") (۲) اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ (مشکوۃ) یعنی قرآن یا تیرے نفع کی دلیل ہو گا یا نقصان کی اس جملہ میں پہلی روایت کا مضمون بھی اجمالاً آگیا ہے (۳) عُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ اُمَّتِي فَلَمْ اَرَفِيهَا ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ اَوْ آيَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ اُوْتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا یعنی مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے سو میں نے ان میں کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو۔ (۴) یہ روایت حق تعالیٰ کے ارشاد وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (اِلٰى) تُنْسٰى طٰهٰ ع ۷ سے لی گئی ہے اور قرآن پاک پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا بھی منجملہ بھلانے ہی کے ہے بلکہ اصل بھلانا یہی ہے (۵) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْ الخ اعراف ع ۲۲ بھی اسی قبیل سے ہے (۶) سخاویؒ دعا میں فرمایا کرتے تھے لَا تَجْعَلِ الْقُرْآنَ بِنَا مَاحِلًا ای ذَاكِرًا اِلَّمَا اَسْلَفْنَا مِنَ الْمَسَاوِيْ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَالدَّعَاوِيْ فِيْ خِدْمَتِهٖ کہ قرآن مجید کو ہماری شکایت کرنے والا نہ بنائے یعنی ہم نے جو اس کی صحبت میں برائیاں کی ہیں اور اس کی خدمت کے دعوے کیے ہیں ان کو بیان کر کے ہماری شکایت نہ کرے۔ (۷) اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَا حِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَجَا وَ مَنْ مَّحَلَ بِهِ الْقُرْآنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ آخری دو جملوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن قیامت کے دن جس کی شفاعت کرے گا وہ نجات پائے گا اور یہی قرآن قیامت کے دن جس کی شکایت کرے گا اس کو حق تعالیٰ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیں گے۔ پس قیامت کے دن قرآن کی دو حالتیں ہوں گی عمل کرنے والے کے لیے شفاعت اور جو عمل سے غافل رہا اس کی شکایت۔

النحو و العربیہ: (۱) يَجْعَلُ يَبْقِي پر معطوف ہے (۲) مَنْ یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ (۳) اِذْ شَفِيْعًا کا ظرف ہے جیسا کہ زخرف ع ۴ کے اِذْ ظَلَمْتُمْ میں اِذْ وَلَنْ يَّنْفَعَ کا ظرف ہے اور دونوں جگہ اِذْ ظرفیہ اور تعلیلیہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: شعر میں شفاعت اور آیت میں عدم نفع مذکور ہے اور یہ دونوں قیامت میں ہوں گے اور عدم نسیان جو شعر میں ہے اور ظلم جو آیت میں ہے یہ دونوں دنیا میں ہیں۔ پس جب ظرف اور عامل کا زمانہ ایک نہیں ہے تو دونوں جگہ اِذْ کو شَفِیْعًا اور لَنْ یَّنْفَعَکُمْ کا ظرف کہنا کیونکر صحیح ہوگا جواب: شعر میں شفاعت اور آیت میں عدم نفع مسبب ہیں اور عدم نسیان اور ظلم سبب ہیں اور بعض جگہ مسبب کو ایسا سمجھ لیتے ہیں کہ گویا سبب کے زمانے ہی میں واقع ہے۔ پس جب دونوں ایک زمانے میں ہو گئے تو ظرفیت کا صحیح ہونا ظاہر ہے اور ابو علی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے علم میں دنیا اور آخرت دونوں ایک اور بالکل متصل ہیں اور گویا آخرت فی الحال واقع ہے اور آیت میں جو اَلْیَوْم ہے گویا وہ ماضی ہے۔ اس لیے بعض صوفیا نے کہا ہے کہ لَا صَبَاحَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا مَسَآءَ یعنی میرے رب کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام۔ پس زمانہ ٹکڑوں اور حصوں والا نہیں ہے بلکہ تمام کا تمام ایک شے اور ایک دن کے مرتبہ میں ہے اور جب یہ بات ہے تو گویا شفاعت اور عدم نسیان اور عدم نفع و ظلم دونوں ایک دن اور ایک وقت میں واقع ہیں اس لیے ظرف بنا صحیح ہوگیا اور بعض کے قول پر تقدیر۔ بَعْدَ اِذْ مَا نَسُوْہُ اور بَعْدَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ ہے اس صورت میں اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور بعض اِذْ کو یَجْعَلُ کا ظرف کہتے ہیں لیکن اس کا فاسد ہونا بالکل ظاہر ہے (۴) مَحَلُ کے معنی ہیں کسی کی شرارتوں کی شکایت حاکم وغیرہ کے پاس پہنچانا۔

۹۳ وَبِاللّٰہِ حَوْلِیْ وَاعْتِصَامِیْ وَقُوَّتِیْ وَمَالِیَ اِلَّا سِتْرُہٗ مُتَجَلِّلَا

ترجمہ: اور میرا (گناہوں سے) پھرنا (اور ایک کام سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا) اور میرا محفوظ ہونا اور میرا (طاعت پر) قدرت پانا سب اللہ تعالیٰ کی مدد ہی کے ساتھ ہے اور میرے لیے حق تعالیٰ کے چھپانے کے سوا کوئی شے اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ اس حالت میں کہ میں اسی کے پردہ میں چھپنے والا ہوں۔

شرح: یعنی حق تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ سے گناہ چھوٹ سکتے ہیں اور نہ عیب کی باتوں اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہوں اور نہ کوئی عبادت بجا لا سکتا ہوں۔ غرض ان کی مدد کے بغیر مجھ سے کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا اور اپنے گناہوں کے چھپانے کے بارے میں میرا اعتماد حق تعالیٰ ہی کے پردہ پر ہے یعنی اور کسی پردہ میں میرے گناہوں کے چھپانے کی قابلیت نہیں ہے۔ پس انہیں کے چھپانے سے چھپ سکتے ہیں اور انہیں کے معاف کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اس شخص کا حال ہے جس نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ ہی کے سپرد کر دیا ہو اور اپنے تمام معاملات میں ماسوا کی طرف دھیان نہ رکھتا ہو۔

فائدہ: اس میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ کے معنی کو نظم کیا ہے اور جب ابن مسعودؓ نے نبی ﷺ کی خدمت میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ پڑھی تو آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اس کی تفسیر کیا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں تو آپ نے اس کی تفسیر فرمائی۔ لَا حَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللّٰہِ وَلَا قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے (ابو موسیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الصحاح الستہ) اور مراد یہ ہے کہ میں حق تعالیٰ ہی کا محتاج ہوں یہ معنی نہیں کہ حق تعالیٰ کا فضل مجھ ہی پر ہے کیونکہ ان کا فضل تو سب کے لیے عام ہے۔ نووی نے فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ استسلام و تفویض تام کا کلمہ ہے یعنی اس کے ذریعہ سے اپنے تمام امور حق تعالیٰ کے سپرد کیے جاتے ہیں کیونکہ بندہ اپنے لیے کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا اور خداوند تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہ تو برائی دفع کرنے کے لیے کوئی تدبیر ہے اور نہ بھلائی کے حاصل کرنے کے لیے کوئی قوت ہے۔

النحو والعربیہ: اِلَّا سِتْرُہٗ اپنے مستثنیٰ منہ یعنی شَیْءٌ مُعْتَمَدٌ سے مل کر مبتداء موخر اور لِیْ خبر مقدم ہے اور مَا کا عمل اِلَّا کی وجہ سے باطل ہوگیا اور مُتَجَلِّلًا بمعنی مُتَغَطِّیًا۔ لِیْ کی یا سے حال ہے۔

۹۴ فَيَا رَبِّ اَنْتَ اللهُ حَسْبِيْ وَعُدَّتِيْ عَلَيْكَ اعْتِمَادِيْ ضَارِعًا مُتَوَكِّلًا

ترجمہ: پس اے میرے رب آپ اللہ ہیں (اور) مجھ کو کافی ہیں اور میرا اسباب ہیں (جس کو میں نے مصیبت کے دفع کرنے کے لیے تجویز کیا ہے) اور میرا بھروسہ آپ ہی پر ہے۔ اس حالت میں کہ میں عاجزی کرنے والا (اور آپ پر) توکل کرنے والا ہوں۔

شرح: الفاظ کا مطلب ترجمہ ہی سے ظاہر ہوگیا روایت میں آیا ہے کہ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ہر ڈرنے والے کے لیے امن کا سبب ہے (دیلمی عن شداد) یہ کلمہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صحابہ کرام نے اور قرآن مجید میں بھی ہے۔ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پس اَللهُ حَسْبِيْ کہہ کر ناظم نے بھی انہیں حضرات کی سنت پر عمل کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر بفضلہ تعالیٰ قصیدہ کے خطبہ کی شرح ختم ہوگئی۔ اب مقصود یعنی باب الاستعاذہ شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ الْاِسْتِعَاذَةِ

پہلا باب۔ اَعُوْذُ پڑھنے کے بیان میں

(اس میں پانچ شعر ہیں۔)

چونکہ تلاوت کے شروع میں اَعُوْذُ پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے اس باب کو سب سے پہلے لائے ہیں۔ کسی شے کا باب وہ ہوتا ہے جس سے اس شے تک پہنچیں۔ اس باب میں اَعُوْذُ کی کیفیت اور اس کا محل اور اس کے بارے میں قراء کے مذاہب یہ تین چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس لیے ناظم نے بھی ایسا ہی کیا۔ استعاذہ کے معنی ہیں پناہ چاہنا اور اصطلاحی معنی ہیں قراءت کی ابتداء میں اَعُوْذُ بِاللهِ پڑھنا اور یہ اجماعاً" قرآن مجید میں سے نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۹۵ إِذَا مَا أَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ جِهَارًا مِنَ الشَّيْطَانِ بِاللهِ مُسْجَلَا

ترجمہ: جب تو کسی زمانہ میں (قرآن) پڑھنے کا ارادہ کرے تو (اَعُوْذُ پڑھ کر) شیطان (کی برائی) سے اللہ کی طرف پناہ لے (اس حالت میں کہ) تو جہر کرنے والا ہو (نیز اس حالت میں کہ) یہ (استعاذہ) بلا قید کیا ہوا ہے۔ (یعنی عام ہے کہ قراء ت کی ابتداء کسی سورت کے شروع سے ہو۔ خواہ درمیان سے نیز چاہے جس قاری کی قراء ت پڑھیں ہر حال میں اَعُوْذُ پڑھی جائے گی)

۲/۹۶ عَلٰى مَا أَتٰى فِي النَّحْلِ يُسْرًا وَإِنْ تَزِدْ لِرَبِّكَ تَنْزِيهًا فَلَسْتَ مُجَهَّلَا

ترجمہ: (تو پناہ لے اس حالت میں کہ تو استعاذہ کے بارے میں) اس (کلام) پر (اعتماد کرنے والا ہو) جو سورۂ نحل میں آیا ہے (کہ انہیں الفاظ سے استعاذہ کرے اور انہیں کو دلیل بنائے اس حالت میں کہ وہ کلام مختصر ہونے کی بنا پر) آسانی والا (یا آسان کیا ہوا) ہے۔ اور اگر تو (نحل کے الفاظ میں) اپنے رب کی پاکی بیان کرنے کے الفاظ زیادہ کر دے گا۔ تو تو (اس عمل میں) جہالت کی طرف نسبت کیا ہوا نہیں ہوگا۔ (یعنی جاہل نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس قسم کی زیادتی بھی نقل سے ثابت ہے۔ اور کتاب و سنت میں کوئی نص ایسی نہیں جو اس کو ناجائز قرار دیتی ہو۔)

شرح ۱: یعنی شیطان کے شر سے حق تعالیٰ کی طرف پناہ لینے کے لیے جہری قراء ت کی ابتداء میں خواہ کسی سورت کے شروع سے ہو یا درمیان سے ہر حالت میں تمام قراء کے لیے اَعُوْذُ بِاللهِ آواز سے پڑھنا چاہیے۔ (۲) اور قراء ت کے شروع میں اَعُوْذُ کا پڑھنا جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔ اور بعض کے قول پر واجب ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حق تعالیٰ کی خاص حفاظت شامل حال ہو جاتی ہے۔ اور قاری شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (۳) اولیٰ یہ ہے کہ اَعُوْذُ کے الفاظ کی ترتیب وہ ہو جو سورۂ نحل میں آ رہی ہے۔ یعنی اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ یہ مختصر ہونے کی بنا پر آسان بھی ہے اور اس میں قرآن مجید کی موافقت بھی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی پاکی کے لیے اس میں الفاظ کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ إِنَّ اللهَ يا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور چونکہ اس قسم کی زیادتی بھی روایت سے ثابت ہے (جیسا کہ علامہ دانیؒ نے جامع البیان میں اہل مغرب سے اور مشائخ کی ایک جماعت نے بہت سے قراء اور رواۃ سے نقل کیا ہے) اس لیے ایسا کرنے میں کوئی تم کو جاہل نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ یہ زیادتی نہ کی جائے۔ رہا شیطان کی برائی کے لیے استعاذہ میں الفاظ کا زیادہ کرنا۔ (جیسے مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اللَّعِيْنِ الْغَوِيِّ وغیرہ) سو یہ قراء ت میں جائز نہیں۔ اگرچہ غیر قراء ت میں یہ بھی جائز ہے۔ اور اسی طرح ابو القاسم ہذلی کی کامل میں دو طرح کے الفاظ اور آئے ہیں (۱) اَعُوْذُ بِاللهِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَادِرِ (۲) اَعُوْذُ بِاللهِ الْقَوِيِّ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ لیکن یہ دونوں بھی روایۃً صحیح نہیں اور مشہور الفاظ میں کمی کر کے اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا بھی جائز ہے۔ (ابو داودؒ عن جبیر بن مطعمؓ) مگر قوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں سورۂ نحل کے الفاظ کی پوری موافقت نہیں ہوتی۔

فائدہ ۱: ناظم نے جہر میں کوئی قید نہیں لگائی جس سے یہ نکلتا ہے کہ اَعُوْذُ کو ہر حال میں آواز سے پڑھنا چاہیے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس میں تفصیل کی جائے جیسا کہ صاحب اتحاف البریہ نے ان دو شعروں میں کی ہے۔ شعر

اِذَا مَااَرَدْتَ الدَّهْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ وَبِالْجَهْرِ عِنْدَ الْكُلِّ فِی الْكُلِّ مُسْجَلًا

بِشَرْطِ اسْتِمَاعٍ وَّابْتِدَاءِ دِرَاسَةٍ وَلَامُخْفِيًا اَوْفِی الصَّلَاةِ فَفُصِّلَا

یعنی اَعُوْذُ کی چار صورتیں ہیں (۱) کوئی سننے والا بھی موجود ہو۔ (۲) قراءت و تعلیم کی ابتداء ہو ان دو صورتوں میں تو اَعُوْذُ کا آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ سننے والا شروع ہی سے متوجہ ہو جائے اور قراءت کا کوئی حصہ اس سے فوت نہ ہونے پائے اور قراءت کے درمیان اَعُوْذُ کے پڑھنے سے آیتوں میں جدائی ہو جاتی ہے۔ (۳) قرآن آہستہ پڑھ رہے ہوں۔ (۴) نماز میں پڑھ رہے ہوں۔ ان دو صورتوں میں اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا بہتر ہے (ارشاد المرید) کیونکہ تیسری صورت میں اَعُوْذُ کو آواز سے پڑھیں گے تو قراءت کے تمام حصے یکساں نہیں رہیں گے اور نماز میں آواز سے پڑھیں گے تو یہ شبہ ہوگا کہ اَعُوْذُ بھی قرآن کا جزو ہے۔ کیونکہ نماز میں اکثر قرآن ہی آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے نماز میں آہستہ ہی پڑھنے پر اجماع ہے (علی قاریؒ) اور خلاصہ یہ ہے کہ اَعُوْذُ قراءت کے تابع ہے۔ پس اگر قرآن آہستہ پڑھ رہے ہوں تو اَعُوْذُ کو بھی آہستہ پڑھیں گے اور آواز سے پڑھ رہے ہوں تو اَعُوْذُ کو بھی آواز سے پڑھیں گے۔

فائدہ ۲: اگر قاری کسی مجبوری سے قراءت کو بند کر دے جیسے کھانسنے لگے یا قراءت کے متعلق کوئی بات پوچھنے لگے تو اَعُوْذُ کو نہ لوٹائے اور اگر قراءت کے سوا اور کوئی بات کی ہو (گو سلام کا جواب ہی دیا ہو) یا بالکل ختم کرنے کی نیت سے قراءت کو بند کر دیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اَعُوْذُ کو لوٹائے اور تلاوت کے سجدے کے بعد بھی اَعُوْذُ کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے شاگرد عطاء ابن سائب فرماتے ہیں کہ جب ہم سجدے کی آیت پڑھتے تو شیخ اور ہم سب سجدہ کرتے تھے۔ سجدۂ تلاوت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب اور باقی تین اماموں کی رائے پر سنت ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی رائے پر کل سجدے چودہ ہیں۔ اس طرح پر کہ امام ابو حنیفہؒ حج کے دوسرے کو اور شافعیؒ ص والے کو شمار نہیں کرتے۔ باقی سجدوں کو دونوں شمار کرتے ہیں۔ اور امام مالکؒ کے قول پر گیارہ ہیں وہ چار سجدوں (حج کے دوسرے، نجم، انشقاق، علق) کو شمار نہیں کرتے۔

فائدہ ۳: اَعُوْذُ کا موقعہ جمہور کے نزدیک قراءت سے پہلے ہے اور بعض فَاسْتَعِذْ کی فاء کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ تلاوت کے بعد پڑھی جائے اور اس کو امام حمزہؒ سے بھی نقل کیا ہے لیکن یہ ان کے مشہور مذہب کے خلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قراءت سے پہلے بھی پڑھیں اور بعد میں بھی تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو جائے اور ممکن ہے کہ امام حمزہؒ کے آخیر میں پڑھنے کی روایت کا بھی یہی مطلب ہو۔

النحو و العربیہ : باب الاستعاذہ (ا) کتابوں میں بَابٌ۔ فَرْعٌ۔ فَصْلٌ۔ تَنْبِيْهٌ وغیرہ آتے ہیں۔ یہ سب ھٰذَا مقدر کی خبر ہوتے ہیں اور کبھی اس مبتدا کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔ (۲) يُقَالُ عَاذَ بِكَذَا اَیْ اِسْتَجَارَ بِهٖ شعر ۹۵۔ (۱) اِذَا ظرف زمان ہے اور مستقبل کے لیے ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی ہیں اور یہ اپنے جواب کا مفعول فیہ ہوا کرتا ہے۔ اسی لیے یہاں یہ فَاسْتَعِذْ کا ظرف ہے۔ (۲) اَلدَّهْرَ اَرَدْتَّ کا مفعول فیہ ہے اور تَقْرَأُ اسی کا مفعول بہ ہے اور اسی لیے یہاں اَنْ مقدر مانا گیا ہے تاکہ یہ اسم بن جائے اور تَقْرَأُ میں روایۃً تو رفع ہے لیکن ترکیباً نصب بھی جائز ہے جیساکہ طرفہ کے قول میں ہے۔ شعر

اَلَا اَيُّهٰذَا اللَّائِمِیْ اَحْضَرَ الْوَغٰی   وَاَنْ اَشْهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِیْ

ترجمہ : اے مجھے ملامت کرنے والے "جنگ و مجلس لذات میں حاضری پر" تو مجھے ملامت کرتا ہے یہ بتا کہ تو مجھے ابدی زندگی دے سکتا ہے۔

اور تَسْمَعُ بِالْمُعَيْدِيِّ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَرَاهُ میں رفع و نصب دونوں جائز بتائے گئے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں فعل بول کر اس کا ایک جزو معنی مصدری مراد لیے ہیں اور وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ (روم ع ۳) بھی اسی قبیل سے ہے۔ (۳) جِهَارًا یا تو جَهَرَ کا مصدر ہے کَتَبَ كِتَابًا کی طرح یا جَاهَرَ کا مصدر ہے قَاتَلَ قِتَالًا کی طرح اور یہ یا تو مصدر مقدر اِسْتِعَاذَةً کی صفت ہے اَیْ اِسْتِعَاذَةً ذَاتَ جَهْرٍ یا اِسْتَعِذْ کے فاعل سے حال ہے۔ (۴) دونوں جار اِسْتَعِذْ کے متعلق ہے۔ (۵) مِنَ الشَّيْطَانِ بِاللّٰهِ میں شعری ضرورت کے سبب قرآنی ترتیب کا عکس کیا گیا ہے۔ (۶) شیطان سے مراد ابلیس ہے کیونکہ وہ شیاطین کا سردار ہے۔ یا ابلیس اور اس کی تمام جماعت مراد ہے مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ کی طرح اس صورت میں یہ جنس شیطان کے معنی میں ہوگا اور یہ یا تو شَطَنَ بمعنی بعد سے ہے۔ کیونکہ شیطان بھی حق تعالیٰ کی رحمت سے دور اور محروم ہے یا شَاطَهٗ سے ہے جو هَلَكَ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ جب وہ درجات قرب سے محروم ہو کر قیامت تک کے لیے لعنتوں کا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق بن گیا تو یقیناً ہلاک و برباد ہو گیا۔ پہلی صورت میں فَيْعَالٌ کے اور دوسری تقدیر پر فَعْلَانُ کے وزن پر ہوگا۔ (۷) مُسْجَلًا بمعنی مطلقاً" تَعَوُّذًا مقدر کی صفت ہے۔ (۸) اَرَدْتَّ میں محل کی آیت کی شرح کی ہے کہ قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ کی تقدیر اَرَدْتَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ ہے چونکہ ارادہ ہر فعل کا سبب ہوتا ہے۔ اس لیے شدت اتصال کی بناء پر مسبب (قراءت) بول کر مجازاً سبب (ارادہ قراءت) مراد لیا ہے اور اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ مائدہ ع ۲ اور وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اعراف ع ۱ اور حدیث اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ (شیخان و مالک والنسائی عن ابن عمرؓ) بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (۹) حافظ اصبہانی کہتے ہیں کہ جب میں ۸۲۲ھ میں عصر کے بعد اپنے شیخ علامہ جزری سے ان کی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نثر پڑھ رہا تھا۔ اس وقت موصوف نے یہ نکتہ بیان فرمایا تھا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نحل کی آیت کی تقدیر اِذَا اَرَدْتَ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ کے بجائے اِذَا ابْتَدَأْتَ اَوْ شَرَعْتَ مانی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قراءت کا ارادہ تو کرے لیکن پھر کسی وجہ سے قراءت شروع نہ کر سکے تو اس صورت میں استعاذہ کے کچھ بھی معنی نہ ہوں گے۔ انتہی۔ شعر نمبر۹۶۔ (۱) عَلٰی یا تو کَائِنَةً کے متعلق ہے جو مفعول مطلق اِسْتِعَاذَةً مقدر کی صفت ہے یا مُعْتَمِدًا کے متعلق ہے جو اِسْتَعِذْ کے فاعل سے حال ہے۔ (۲) یُسْرًا مصدر ہے ای ذَا یُسْرٍ اَوْ مُیَسَّرًا (۳) تَنْزِیْھًا۔ تَزِدْ کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مقدر ہے ای وَاِنْ تَزِدِ الْاِسْتِعَاذَةَ اَلْفَاظَ تَنْزِیْهٍ (اگر تو استعاذہ کو اپنے رب کی پاکی کے الفاظ زیادہ دیدے۔ الخ) یا تقدیر یہ ہے وَاِنْ تَزِدْ عَلٰی اَلْفَاظِ النَّحْلِ لَفْظًا اس صورت میں تَزِدْ کو ایک ہی مفعول کی حاجت ہوگی اور تَنْزِیْھًا، تَزِدْ کا مفعول لہ ہوگا (۴) لِرَبِّکَ یا تو تَنْزِیْھًا کے متعلق ہے اور ظرف کا مصدر پر مقدم کرنا جائز ہے یا تَزِدْ کے متعلق ہے (۵) فَلَسْتَ کی فا شرط کے جواب کے لیے ہے (۶) لَسْتَ میں لام کے فتحہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ فعل جامد ہے۔ جس کے صرف ماضی کے دو چار صیغے مستعمل ہوتے ہیں کیونکہ اگر متصرف ہوتا تو ھِبْتَ۔ سِرْتَ۔ شِئْتَ وغیرہ کی طرح یائے محذوفہ پر دلالت کرنے کے لیے لَسْتَ میں بھی لام پر کسرہ آتا۔

۳/۹۷ وَقَدْ ذَکَرُوْا لَفْظَ الرَّسُوْلِ فَلَمْ یَزِدْ ۔۔۔ وَلَوْ صَحَّ ھٰذَا النَّقْلُ لَمْ یُبْقِ مُجْمَلًا

ترجمہ: اور علم قراءت کے مصنفین نے (نافعؒ اور ابن مسعودؓ کی روایتوں سے استعاذہ کے بارے میں) نبی ﷺ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ سو (ان روایتوں کے اعتبار سے) آپ نے (نحل کے الفاظ پر کوئی لفظ بھی) زیادہ نہیں کیا۔ (لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں) اور اگر یہ نقل صحیح ہوتی تو (نحل کی آیت میں) اجمال باقی نہ رہنے دیتی۔ (بلکہ استعاذہ کے لیے نحل ہی کے الفاظ متعین ہو جاتے۔)

شرح: یعنی قراء اور محدثین نے عبداللہ بن مسعودؓ اور نافعؒ کی روایتوں کی بنا پر استعاذہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ سو ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے استعاذہ میں نحل کی آیت کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ جیسا کہ ناظم اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ نقل (روایت) صحیح ہوتی تو نحل کی آیت میں اجمال باقی نہ رہنے دیتی۔ بلکہ اس روایت سے آیت کی شرح ہو جاتی اور صاف معلوم ہو جاتا کہ استعاذہ انہی الفاظ سے ہونا چاہیے لیکن چونکہ روایت ضعیف ہے اور آیت مجمل ہے۔ اس لیے الفاظ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوسکا۔ اور اسی لیے دوسری روایت کی بنا پر حق تعالیٰ کی پاکی کے الفاظ کا زیادہ کرنا بھی جائز قرار دیا گیا۔ لیکن پھر بھی اولیٰ یہی ہے۔ کہ استعاذہ نحل ہی والے الفاظ سے کیا جائے۔ کیونکہ اس میں آیت کی بھی موافقت ہے۔ گو وہ آیت مجمل ہی سہی۔ اور حدیث کی بھی مطابقت ہے۔ جو اگرچہ ظاہراً تو صحیح نہیں ہے۔ لیکن صحیح ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔ اور نحل کی آیت میں اجمال یہ ہے کہ اس میں استعاذہ کا حکم تو مذکور ہے۔ لیکن یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوئی کہ اس کے لیے الفاظ کون سے ہوں۔ پس جن الفاظ سے بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعاذہ کر لیں گے۔ مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ کی پاکی کے لیے اَلسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وغیرہ کی زیادتی کو جائز رکھا گیا اور وَسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (سورۂ نساء ع ۵) بھی اسی قبیل سے ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ ضروری نہیں بلکہ جن الفاظ سے بھی درخواست کر لیں گے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اور آیت میں اجمال سے مراد اطلاق ہے۔ اور لغتہ" دونوں قریب المعنی ہیں لیکن اصول فقہ میں مطلق اور مجمل کے معنی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

فائدہ ا: اس شعر میں جس روایت کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی حضوری میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ اے ام عبد کے بیٹے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ یہ جبرئیلؑ سے پھر میکائیلؑ سے پھر لوح محفوظ سے اسی طرح ہے۔ مجھ کو جبرئیلؑ نے قلم سے پھر لوح محفوظ سے اخذ کر کے اسی طرح پڑھایا ہے لیکن ابو شامہؒ کی تحقیق پر حدیث کی کتابوں میں اس روایت کے لیے کوئی اصل نہیں ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ نافعؒ نے جبیر بن مطعمؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے جبرئیلؑ کے روبرو اسی طرح پڑھا ہے اس کو ابو داؤدؒ نے دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ مِنْ نَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ نے نحل کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی لیکن چونکہ یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ اور ان احادیث کے خلاف ہیں جو ان کے مقابلہ میں صحیح تر ہیں۔ اور انہیں میں سے وہ حدیث بھی ہے۔ جس کو ابو داؤدؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ پڑھتے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ اس باب میں یہ حدیث مشہور تر ہے۔ اس لیے ناظمؒ نے وَلَوْصَحَّ الخ فرمایا ہے۔ **فائدہ ۲:** یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب نبی ﷺ نے نحل کے الفاظ پر زیادتی نہیں کی جیسا کہ شعر ۹۷ کے فَلَمْ یَزِدْ سے معلوم ہوتا ہے تو پھر آپ نے شعر ۹۶ میں حق تعالیٰ کی پاکی کے الفاظ کا زیادہ کرنا کس بناء پر جائز بتایا ہے پس ناظم نے وَلَوْصَحَّ الخ میں اس کا جواب دے دیا کہ جس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے زیادتی نہیں کی وہ روایت ثابت نہیں ہے۔ اس بنا پر زیادتی کو جائز رکھا گیا۔ البتہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو پھر نحل ہی کے الفاظ استعاذہ کے لیے مقرر ہو جاتے اور حدیث سے آیت کی شرح ہو جاتی کیونکہ حدیث قرآن مجید کے غیر واضح مطالب کو واضح کیا کرتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ (نحل ع ٦) سے معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ بات متعین ہو جاتی کہ نحل کے الفاظ سے استعاذہ کرنا یا تو اولیٰ ہے یا واجب ہے اور اب اجمال کی صورت میں یہ دونوں معنی آیت سے نہیں نکلتے اگر ان دونوں میں سے ایک معنی بھی ثابت ہو جاتے تو تخییر باقی نہ رہتی۔

النحو و العربیہ: (ا) لَمْ یَزِدْ کی ضمیر یا تو رسول کے لیے ہے یا لفظ کے لیے اور جعبری کے قول پر اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں ای لَمْ یَزِدِ الْاِسْتِعَاذَۃَ شَیْئًا اور اظہر یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ لَمْ یَزِدْ عَلَی الْاِسْتِعَاذَۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ اَوْ عَلَی الْمُبْنِیَّۃِ عَلٰی مَا اَتٰی فِی النَّحْلِ شَیْئًا یا یوں کہو کہ لَمْ یَزِدْ قاصر ہے اور ایک ہی مفعول کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہے ای لَمْ یَزِدْ لَفْظَةً عَلٰی مَا اَتٰی فِی النَّحْلِ (۲) اَلنَّقلُ۔ ھٰذَا کی صفت یا بدل ہے (۳) لَوْ کے جواب میں سے لام کو اس لیے حذف کر دیا کہ لَلَمْ یَبْقِیْ میں دو لاموں کا جمع ہونا مکروہ تھا۔ (۴) مُجْمَلًا یا تو مصدر میمی ہے یا لَفْظًا" مقدر کی صفت ہے۔ اور مفعول کا صیغہ ہے اور مجمل وہ ہے جس کی دلالت ظاہر نہ ہو اور اس کا مقابل مفصل ہے یعنی وہ جس کے معنی واضح ہوں۔

$\frac{4}{98}$ وَفِیْهِ مَقَالٌ فِی الْاُصُوْلِ فُرُوْعُهٗ فَلَا تَعْدُ مِنْهَا بَاسِقًا وَمُظَلِّلَا

ترجمہ: اور اس (تعوذ یا لفظ امر یا لفظ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی بحث ہے جس کی تفصیلیں (قراءت کی) مفصل کتابوں میں (درج) ہیں۔ پس تو ان (تفصیلات) میں سے دراز اور سایہ ڈالنے والی (فوائد سے بھری ہوئی اور قوی تفصیل) سے تجاوز نہ کر (یعنی فن کی مطول کتابوں کا مطالعہ کر کے ان میں سے قوی اور صحیح تفصیل کو اختیار کر لو۔ اور قوی کو ترک کر کے ضعیف کی طرف نہ جاؤ)

شرح: اس شعر کے تین مطلب ہیں (ا) تعوذ کی بحث قراءت کی بڑی بڑی کتابوں (مثلاً ہذلیؒ کی کامل اور اہوازیؒ کی ایضاح اور شہرزوریؒ کی مصباح اور دانیؒ کی جامع البیان) میں مفصل طور پر مذکور ہے۔ پس ان کتابوں میں سے قوی اور عمدہ تفصیل کو اختیار کر۔ (ب) استعاذہ کی قسموں میں سے قوی اور اعلیٰ قسم کو اختیار کر کے باقی تفصیلوں اور قسموں کو چھوڑ دو۔ (ج) استعاذہ کے بارے میں بہت کچھ کلام ہے (کہ آیا اس کے لیے محل ہی کے الفاظ متعین ہیں یا دوسرے الفاظ سے بھی جائز ہے) جس کی فروع (اقسام) تم کو اصول (بڑی کتابوں) میں ملیں گی۔ یعنی بڑی بڑی کتابوں میں استعاذہ کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں سے جو قول ظاہر ہو اور دلیل کے اعتبار سے واضح ہو تم اس سے تجاوز نہ کرنا۔ اور اسی کو اختیار کر لینا۔

فائدہ: اصول سے مراد یا تو قراءت کی بڑی بڑی کتابیں ہیں یا احادیث کے اصول ہیں یعنی اس کی تفصیلیں حدیث کے اصول میں ہیں۔ اس لیے کہ علماء نے حدیث اور سند کی صحت اور اس کے رجال کے حکم کے متعلق بحث کی ہے۔ یا فیہ کی ضمیر لفظ امر کے لیے ہے۔ جو فَاسْتَعِذْ سے سمجھا گیا ہے۔ اور اصول سے مراد اصول فقہ ہیں۔ یعنی اس لفظ امر میں ایسی بحث ہے جو اصول فقہ میں درج ہے۔ کیونکہ اس میں بحث کی گئی ہے کہ اِفْعَلْ کا صیغہ وجوب و استحباب و اباحت وغیرہ میں سے کس کے لیے ہے پس بعض نے وجوب کو اور بعض نے استحباب کو اور بعض نے اباحت کو حقیقی معنی کہا ہے۔ اور بعض تینوں معنی میں مشترک بتاتے ہیں۔ اور داؤد اور ایک جماعت استعاذہ کے واجب ہونے کی قائل ہے۔ لیکن مستحب کہنا بہتر ہے کیونکہ تعوذ شرط کے طور پر مذکور ہے اور اس کا مشروط یعنی قراءت واجب نہیں تو پھر شرط کیونکر واجب ہو سکتی ہے۔ بخلاف اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ کے کہ اس میں مشروط (نماز) واجب ہے اس لیے شرط (وضوء) بھی واجب ہے اور ان دونوں شعروں کا حاصل یہ ہے کہ آیت کی موافقت اور روایات کی کثرت اور شہرت کی بنا پر تَعَوُّذ میں نحل کے الفاظ مختار ہیں۔ اور ان پر زیادتی بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ روایت کے موافق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ رہے غیر مروی الفاظ سو ظاہر یہ ہے کہ آیت کے مجمل ہونے کی بنا پر ان کا زیادہ کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اولیٰ وہی الفاظ ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں اور سخاویؒ نے جمال القراء میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نحل کے الفاظ پر اکتفا کیا جائے اور یہی چاروں اماموں اور تمام فقہاء کے نزدیک مختار ہے۔ لیکن امام مالکؒ نماز میں تعوّذ کو جائز نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک نماز میں حدیث سے ثابت نہیں اور حمزہؒ سے جو اَعُوْذُ کی بجائے اَسْتَعِیْذُ منقول ہے اور اس کو حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے بھی پسند کیا ہے۔ سو یہ نہ روایۃ ’’ صحیح ہے نہ درایۃ‘‘ درایۃ ’’ تو اس لیے کہ اس میں پناہ مانگنے کی طلب ہے اس سے امر کی اطاعت نہیں ہوتی کیونکہ امر کی اطاعت یہ ہے کہ اَعُوْذُ (میں پناہ میں آتا ہوں) کہا جائے (نہ یہ کہ میں پناہ طلب کرتا ہوں) اور روایۃ ’’ اس لیے کہ متواتر آیات اور معتبر روایات سب میں لفظ اَعُوْذُ آیا ہے جیسے قُلْ اَعُوْذُ اور اِنِّیْ اَعُوْذُ اور روایت میں ہے تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ اس پر صحابہؓ نے کہا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ اور مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی التحیات پڑھ لے تو اس کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگے۔ پس یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

النحو و العربیہ: (۱) فِیْهِ کی ضمیر لَفْظَ الرَّسُوْلِ کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ (۲) مَقَالٌ مصدر میمی ہے۔ (۳) اُصُوْلٌ اَصْلٌ کی جمع ہے جو تین معنیٰ میں آتا ہے (ا) وہ جس سے کوئی چیز پیدا ہو۔ (ب) مرجع۔ (ج) موقوف علیہ۔ اسی طرح فَرْعٌ کے بھی تین معنیٰ ہیں۔ جو ان تینوں کے مقابل ہیں۔ (۴) فَلَا تَعْدُ کا فاعل ہر مخاطب ہے۔ (۵) بِاسِقًا طَوِیْلًا۔ فَرْعًا مقدر کی صفت ہے اور موصوفین کا مجموع فَلَا تَعْدُ کا مفعول ہے۔

۹۹ وَاِخْفَاءُهُ فَصْلٌ اَبَاهُ وُعَاتُنَا وَكَمْ مِنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِيْ فِيْهِ اَعْمَلَا

ترجمہ: اور (فاء اور ہمزہ والوں حمزہ اور نافع کے لیے) اس (اَعُوْذُ) کا آہستہ پڑھنا (قراءت کی فصول اور اس کے ابواب میں سے ایک ایسی) فصل (اور ایسا باب) ہے جس کا ہمارے حفاظ (و ماہرین) نے انکار کیا ہے (اور اس کو مکروہ سمجھا ہے اور عملاً اختیار نہیں کیا۔ یا اس کا آہستہ پڑھنا قرآن و غیر قرآن میں جدائی کرنا ہے۔ اس اخفاء کا ہمارے حفاظ نے انکار کیا ہے) اور (مصنفین میں سے) بہت سے قوی جوان جو ہیں (اور وہ ابو العباسؒ احمد بن عمار) مہدوی کے مانند (ہیں) اور انہوں نے اس (اخفاء کے صحیح اور ثابت کرنے) میں (اپنے فکر کو) استعمال کیا ہے (اور اس کے لیے دلیلیں بیان کی ہیں)

شرح ا: ابو شامہؒ اور جعبریؒ کے قول پر اس شعر میں فَصْلٌ کی فاء حمزہ کی اور اَبَاهُ کا ہمزہ نافع کی رمز ہے اور وُعَاتُنَا اور وَكَمْ کے دونوں واو فاصل ہیں۔ اور قصیدے میں یہ پہلا موقعہ ہے جس میں ناظم نے رموز استعمال کی ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ حمزہ اور نافع سے اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا بھی منقول ہے لیکن محققین کے نزدیک یہ روایت ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ (۲) اور ظاہر الفاظ کے لحاظ سے اس شعر کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ فَصْلٌ اسم ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث اور باب کے معنی میں ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا فن قراء ت کی بحثوں میں سے ایک بحث ہے۔ جس کو ماہرین و محققین نے مکروہ سمجھا ہے اور اس کو اختیار نہیں کیا۔ دوم یہ کہ فَصْلُ مصدری معنی میں ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اَعُوْذُ کا آہستہ پڑھنا قرآن اور غیر قرآن میں جدائی کرنا ہے۔ کیونکہ جب اَعُوْذُ کو آہستہ اور بِسْمِ اللّٰہِ اور آیت کو آواز سے پڑھیں گے تو سننے والا آسانی سے سمجھ جائے گا کہ اَعُوْذُ قرآن میں سے نہیں ہے۔ لیکن ماہرین و محققین نے آہستہ پڑھنے کی روایت کا انکار کیا ہے کیونکہ استعاذہ کے بارے میں نحل کی آیت مطلق ہے اس میں اخفاء کی قید لگانا صحیح نہیں۔ البتہ جہر کی قید لگانا ظاہر کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جہر سے مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کا شعار ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ عیدین میں تکبیرات اور حج میں لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ کہنے سے بھی اسلامی شعار کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں سننے والا شروع ہی سے قراء ت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کوئی حصہ فوت نہیں ہوتا۔ اور اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کی صورت میں سننے والے کو قراء ت کا کچھ حصہ فوت ہونے کے بعد خبر ہوتی ہے لیکن نماز میں سب کے نزدیک آہستہ ہی پڑھنا مختار ہے کیونکہ وہاں تو مقتدی پہلے ہی سے خاموش ہوتا ہے۔ اس لیے وہ خود بخود قراء ت کے شروع ہی سے متوجہ ہو جائے گا۔ (۳) پس اس دوسرے معنی پر فَصْلُ میں آہستہ پڑھنے کی حکمت اور فائدے کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے قرآن اور غیر قرآن میں جدائی ہو جاتی ہے پہلے معنی پر جملہ اَبَاہُ وُعَاتُنَا۔ فَصْلُ کی صفت بنے گا اور دوسرے معنی پر مستانفہ ہوگا۔ کیونکہ حفاظ نے آہستہ پڑھنے سے انکار کیا ہے۔ اس حکمت کا انکار نہیں کیا اور صفت قرار دینے سے اس حکمت کا انکار لازم آئے گا۔ اور دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ فن کے بہت سے معتبر علماء نے اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کو پسند کیا ہے۔ اور اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور انہیں میں سے مہدویؒ بھی ہیں جو تفصیل، تحصیل، ہدایہ اور اس کی شرح جیسی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور یہ مہدیہ کے رہنے والے ہیں۔ جو مغربی افریقہ کے ابتدائی حصہ میں آباد ہے اور اہوازیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور اس بارہ میں روایات کی تفصیل یہ ہے کہ نافع سے اسحق مسیبی کی روایت پر تمام قرآن میں اَعُوْذُ آہستہ ہے اور حمزہ سے اس بارے میں تین روایتیں آئی ہیں (۱) سُلَیْم سے ابن زربی کی روایت پر تمام قرآن میں آہستہ (۲) خلادؒ کی روایت پر تمام قرآن میں تخییر یعنی آہستہ پڑھو خواہ آواز سے (۳) جامع البیان میں دانیؒ کی روایت کے لحاظ سے فاتحہ پر آواز سے اور باقی قرآن میں آہستہ اور خلفؒ نے بھی حمزہ سے یہی نقل کیا ہے۔ پس اس شعر کا باطنی مطلب تو یہ ہے کہ اس میں رموز لا کر یہ بتایا ہے کہ حمزہؒ اور نافعؒ سے اَعُوْذُ کے آہستہ پڑھنے کی روایت بھی آئی ہے۔ اور ظاہری مقصد یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور بعض شارحین کے قول پر اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں لیکن پہلا قول قوی اور صحیح ہے اور وجہ ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَعُوْذُ کو آہستہ اور آواز سے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ لیکن آواز سے پڑھنا زیادہ قوی اور مختار اور طرق کے موافق ہے۔

تتمہ: اَعُوْذُ میں سب کے لیے دو وجوہ ہیں۔ (۱) اَلرَّجِیْمِ پر وقف (۲) اس کا آیت کے ساتھ وصل۔ لیکن اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کے شروع میں اَللّٰہ یا اَلرَّحْمٰن یا حق تعالیٰ کی کوئی اور صفت ہو تو اس صورت میں الرَّحِیْم کا وصل نہ کرنا اولیٰ ہے۔ اور اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں سب کے لیے چار وجوہ ہیں (۱) فصل کل یعنی الرَّجِیْم۔ الرَّحِیْم دونوں پر وقف۔ (۲) فصل اول وصل ثانی یعنی الرَّجِیْم پر وقف اور الرَّحِیْم کا سورۃ کے ساتھ وصل (۳) وصل اول فصل ثانی یعنی اَلرَّجِیْم کا وصل اور الرَّحِیْم پر وقف (۴) وصل کل یعنی اَلرَّجِیْم۔ اَلرَّحِیْم دونوں کا وصل یہ اس صورت میں ہے جبکہ سورت کے اول سے شروع کریں۔ لیکن اگر درمیان کی کسی آیت سے شروع کرنا ہو تو وہاں صرف پہلی اور تیسری دو وجوہ جائز ہیں اور یہ چاروں وجوہ اتحاف البریہ کے اس شعر میں مذکور ہیں۔

وَوَقْفٌ عَلَيْهِ ثُمَّ وَصْلٌ بِاَرْبَعٍ لَهُمْ وَاسْتَعِذْ نَدْبًا اَوْ اَوْجِبْ وَ وُهِّلَا

یعنی تمام قراء کے لیے اَعُوْذُ میں وقف و وصل دونوں جائز ہیں۔ اور اَعُوْذُ بِسْمِ اللّٰہِ میں چار وجوہ ہیں۔ اور اَعُوْذُ کا پڑھنا ایک قول پر مستحب اور دوسرے قول پر واجب ہے اور یہ قول ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

فائدہ ۱: بعض کہتے ہیں کہ اَعُوْذُ دعا ہے لہٰذا اس کو اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا الخ کی بنا پر آہستہ پڑھنا چاہیے نیز اس حدیث کی بناء پر جس کا حاصل یہ ہے کہ آہستہ والی دعا فضیلت میں جہری دعا سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ لیکن اس میں اخفا اور جہر دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اَعُوْذُ قراءت کے تابع ہے کہ آہستہ تلاوت میں اَعُوْذُ آہستہ اور آواز سے پڑھنے کی حالت میں اَعُوْذُ بھی آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ رہی بِسْمِ اللّٰہِ سو اس میں اماموں کا خلاف ہے جو مشہور ہے پس امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے آہستہ پڑھنا منقول ہے اور امام شافعیؒ نے کتاب ام میں جہر و اخفا دونوں کو برابر بتایا ہے اور ان ہی کی کتاب املا میں فقط جہر ہے اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک جہر ہی مختار ہے اور یاد رہے کہ اخفا کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ قاری خود سن لے۔ پس محض حروف کا سوچ لینا اور زبان چلا لینا کافی نہ ہوگا اور جہر اخفا کی ضد ہے۔ پس اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دوسرا سن لے۔

النحو و العربیہ: (۱) وُعَاتُنَا وَاعٍ (حَافِظٌ) کی جمع ہے اور وَعٰی یَعِیْ سے ہے (۲) کَمْ تکثیر کے لیے ہے اور اپنی تمیز فَتًی سے مل کر مبتدا ہے اور مِنْ زائد ہے اور اَعْمَلَا اَخَذَ بِہٖ خبر ہے (۳) کَالْمَھْدِیْ کی تقدیر وَھُوَ کَالْمَھْدِیِّ ہے اور یہ معترضہ ہے اور نسبت کی یاء میں لغت یا ضرورت کی بناء پر تخفیف کی گئی ہے۔

بَابُ الْبَسْمَلَةِ

دوسرا باب۔ بِسْمِ اللّٰہِ کے بیان میں

(اس میں آٹھ شعر ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ قراءت سے پہلے اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ دونوں پڑھی جاتی ہیں- اس لیے اَعُوْذُ کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ کا بیان لائے ہیں-

۱/۱۰۰ وَبَسْمَلَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ بِسُنَّةٍ ، رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً وَّتَحَمُّلَا

ب ر ن د

ترجمہ: اور (قالون کسائی عاصم' ابن کثیر کے لیے) دو سورتوں کے درمیان سنت (حدیث) کے موافق (عمل کرتے ہوئے اور حدیث کو دلیل بناتے ہوئے) ان لوگوں نے بسم اللہ پڑھی ہے جنھوں نے اس (سنت) کو (یا بسم اللہ کو) مرفوع کیا ہے (اور سند کے ساتھ نبی ﷺ تک پہنچایا ہے) اس حالت میں کہ یہ (حضرات) جاننے والے اور نقل کرنے والے ہیں (یعنی عقل و نقل کے جامع ہیں)

۲/۱۰۱ وَوَصْلُكَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فَصَاحَةٌ ، وَصِلْ وَاسْكُتَنْ كُلٌّ جَلَايَاهُ حَصَّلَا

ف ك ج ح

ترجمہ: اور تیرا (فا والے حمزہ کے لیے) دو سورتوں کے درمیان وصل کرنا (متعدد احکام کا) ظاہر کر دینا ہے (جن کی تفصیل فائدہ میں آئے گی) اور (کاف' جیم' حا والوں ابن عامر' ورش' ابو عمرو کے لیے سورت کے اخیر کا دوسری سورت کے ساتھ) وصل کر یا (سورت کے آخیر پر) سکتہ کر (یعنی اختیار ہے چاہو وصل کرو چاہو سکتہ اور اس کو تخییر کہتے ہیں جس کے معنی ہیں اختیار دیدینا- ان اختیار دینے والوں میں سے) ہر ایک نے اپنی (قراءت کی یا اس تخییر کی) ظاہر دلیلوں کو حاصل کر لیا ہے (یعنی یہ تخییر شیوخ کے اقوال کی بناء پر ہے- کسی کی انفرادی رائے کی بنا پر نہیں)

۳/۱۰۲ وَلَا نَصَّ كَلَّا حُبَّ وَجْهٌ ذَكَرْتُهُ ، وَفِيْهَا خِلَافٌ جِيْدُهُ وَاضِحُ الطُّلَا

و ج و

ترجمہ: اور (اس تخییر کے بارے میں ان اڑھائی قاریوں کی) کوئی نص (صاف عبارت) نہیں ہے (جس میں انھوں نے دو سورتوں کے درمیان وصل و سکتہ کا حکم دیا ہو) خبردار (علماء کی طرف اس چیز کی نسبت نہ کرنا جو ان سے منقول نہ ہو پس یہ نہ کہنا کہ ان حضرات سے نص آئی ہے یا ہاں یہ صحیح ہے کہ ان سے نص نہیں آئی پس کَلَّا یا تو ردع کے معنی میں ہے یا نَعَمْ کے لیکن) وہ وجہ (تخییر شیوخ کے یہاں) پسند کی گئی ہے- جس کو میں نے بیان کیا ہے (یعنی ان اڑھائی قاریوں کے لئے وصل و سکتہ شیوخ نے اپنی رائے سے اختیار کیا ہے اور نص نہ ہونے کے وقت ایسے موقعوں میں رائے پر عمل کر لینا جائز ہے اس کی تفصیل مقدمہ میں قیاس مقید کے تحت میں گذر چکی ہے) اور (جیم والے ورش کے لیے) اس (بَسْمَلَه) میں (بھی ایسا) خلاف ہے جس کی گردن ظاہر کناروں والی ہے (یعنی ورش کے لیے بسم اللہ کی وجہ بھی اس طرح مشہور ہے- جس طرح چھوٹی گردن والوں میں بڑی گردن والا مشہور ہوتا ہے- پس ابو عمرو' ابن عامر کے لیے تو وصل و سکتہ دو ہی وجوہ رہیں اور ورش کے لیے تین ہو گئیں- یہ دونوں اور بسم اللہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح ۱/ ۱۰۰: یعنی بِسُنَّةٍ کی بَا رِجَالٌ کی را نَمَوْهَا کے نون اور دِرْیَةٌ کی دال والے ساڑھے تین قاری (قالون' کسائی' عاصم' ابن کثیر) حدیث کے موافق دو سورتوں کے درمیان (یعنی جبکہ پہلی سورۃ ختم ہو کر دوسری شروع ہو) بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتے ہیں اور چونکہ بِسْمِ اللّٰہِ کا اختلاف حذف و اثبات کے قبیل سے ہے اس لیے .بسملہ کی ضد سے نکل آیا- کہ باقی ساڑھے تین کے لیے بِسْمِ اللّٰہِ کا ترک ہے-

۲/ ۱۰۱ : پھر ان میں سے فَصَاحَةٌ کی فا والے حمزہؒ پہلی سورت کے اخیر کا دوسری سورۃ کے شروع کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ کے بغیر وصل کرتے ہیں- پس ان کے نزدیک تمام قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے اور کُلٌّ کے کاف اور جَلَا یَاہُ کی جیم اور حُصِّلَا کی حا والے ڈھائی قاریوں (ابن عامر' ورش' ابو عمرو) کے لئے دو وجوہ ہیں- (۱) بِسْمِ اللّٰہِ کے بغیر وصل- (۲) سورۃ کے اخیر پر سانس لیے بغیر سکتہ کر کے دوسری سورۃ شروع کرنا یعنی اختیار ہے- دونوں میں سے جو وجہ چاہو پڑھو لو مگر دانیؒ وغیرہ کی رائے پر سکتہ اولیٰ ہے-

۳/ ۱۰۲ : لیکن اس تخییر (ان دونوں وجوہ) کو ان کے لیے شیوخ نے اپنی رائے سے پسند کیا ہے خود ان حضرات سے اس بارے میں کوئی صاف عبارت منقول نہیں اور جِیدُہٗ کے جیم والے ورش کے لیے بِسْمِ اللّٰہِ میں بھی خلاف ہے جو خوب مشہور ہے- پس ابو عمرو و ابن عامر کے لیے تو دو ہی وجوہ رہیں- وصل و سکتہ اور ورش کے لیے تین ہو گئیں وصل و سکتہ و بسم اللہ اور تیسری وجہ زیادات قصیدہ سے ہے-

خلاصہ : یہ کہ دو سورتوں کے درمیان قالون' ابن کثیر' عاصم' کسائی کے لیے فقط بسم اللہ ہے اور حمزہؒ کے لیے بِسْمِ اللّٰہِ کے بغیر وصل ہے اور ابو عمرو' ابن عامر کے لیے دو وجوہ ہیں- بِسْمِ اللّٰہِ کے بغیر وصل و سکتہ اور ورش کے لیے تین ہیں یہ دونوں اور بِسْمِ اللّٰہِ عام ہے کہ یہ دونوں سورتیں ترتیب وار ہوں جیسے فاتحہ کے بعد بقرہ یا بقرہ کے بعد آل عمران پڑھیں- یا بلا ترتیب ہوں جیسے نساء کے بعد اعراف یا انفال وغیرہ شروع کریں دونوں حالتوں میں یہی تفصیل ہے لیکن اگر انفال کے بعد براۃ شروع کی جائے تو اس پر سب کے لیے حتیٰ کہ حمزہ کے لیے بھی تین وجوہ ہیں اور تینوں بسم اللہ کے بغیر ہیں- (۱) عَلِیْمٌ پر وقف اور محقق کی رائے پر یہی اولیٰ ہے- (۲) عَلِیْمٌ پر سکتہ (۳) عَلِیْمٌ کا وصل بَرَآءَةٌ کے ساتھ اس کو شیخ المشائخ العلامہ متولی نے صاحب نشر کی پیروی کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے ورش' ابو عمرو' ابن عامر کے لیے وقف کو اور حمزہؒ کے لیے سکتہ کو ناجائز بتایا ہے ان کا قول التفات کے قابل نہیں- انتہی- اور ذیل کی چار صورتوں میں سب کے لیے بالاتفاق بسم اللہ ہے- (۱) براۃ کے سوا کسی اور سورۃ کے اول سے پڑھنا شروع کریں- (۲) سورۂ فاتحہ پر عام ہے کہ اسی سے پڑھنا شروع کر رہے ہوں یا ختم قرآن میں سنت پر عمل کرنے کے لیے وَالنَّاسِ کے بعد فاتحہ پڑھیں - (۳) ایک سورۃ کو ختم کر کے پھر اسی کو شروع کریں جیسا کہ وظائف میں اور قرآن یاد کرنے کے وقت کرتے ہیں (۴) بسم اللہ نہ پڑھنے والوں کے لیے سورۃ کے اخیر پر وصل و سکتہ کے بجائے وقف کر دیں اور سانس لے لیں- رہی سورۂ براۃ سو اس سے شروع کرتے وقت سخاویؒ وغیرہ کے قول پر تو برکت کے لیے بسم اللہ پڑھ لی جائے جیسا کہ درمیان کی آیتوں سے شروع کرتے وقت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ اسی لیے پڑھتے ہیں اور دوسرے حضرات کے قول پر نہ پڑھی جائے کیونکہ اس سورت کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔ پس اگر پڑھیں گے تو رسم و اجماع کے خلاف ہوگا لیکن سخاویؒ کی دلیل قوی ہے۔

فائدہ ۱: (الف) تیسرے شعر وَلَا نَصَّ الخ میں تین قول ہیں۔ (۱) اس میں صرف جِیْدُہٗ کا جیم رمز ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ورش، ابو عمرو، ابن عامر کے لیے (جن کی رمزیں کُلٌّ جَلَا یَاہُ حَصَّلَا میں آچکی ہیں) اہل ادا نے نص کے بغیر وصل و سکتہ کو پسند کیا ہے اور جِیْدُہٗ کے جیم والے ورش کا بسم اللہ میں بھی خلاف ہے۔ پس ابو عمرو، ابن عامر کے لیے تو دو ہی وجوہ رہیں وصل و سکتہ اور ورش کے لیے تین ہو گئیں۔ وصل و سکتہ و بسم اللہ اور نشر میں محققؒ کے بیان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ شاطبیہ میں ابو عمرو، ابن عامر کے لیے تو وصل اور سکتہ دو وجوہ ہیں اور ورش کے لیے تین ہیں۔ وصل، سکتہ، بسم اللہ اور یہ مطلب اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ وَلَا نَصَّ الخ میں صرف جِیْدُہٗ کے جیم کو رمز مانیں۔ (۲) اس میں تین رمزیں ہیں کَلَّا کا کاف حُبَّ کی حاء اور جِیْدُہٗ کا جیم اب مطلب یہ ہوگا کہ ابو عمرو، ابن عامر کے لیے تو نص کے بغیر وصل و سکتہ ہے اور ورش کے لیے وصل و سکتہ اور بسم اللہ تینوں ہیں۔ یہ پہلے مطلب کے ساتھ بالکل متحد ہے۔ لیکن صرف یہ کمی ہے کہ اس میں نص کی نفی کو ابو عمرو و ابن عامر کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے حالانکہ واقعہ میں ورش بھی ان کے ساتھ شریک ہیں کہ ان سے بھی نص نہیں آئی ہے۔ (۳) اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں یعنی ورش، ابو عمرو، ابن عامر کے لیے نص کے بغیر وصل اور سکتہ ہے اور تینوں کا بسم اللہ میں بھی خلاف ہے یعنی تینوں کے لیے تین، تین وجوہ ہیں یہ مطلب صاحب نشر کی اس تحقیق کے خلاف ہے جو ابھی نمبر ایک میں گذری ہے کہ وہ شاطبیہ میں ابو عمرو و ابن عامر کے لیے وصل و سکتہ دو اور ورش کے لیے تینوں وجوہ بتاتے ہیں اور ان تینوں میں سے پہلا مطلب بالکل صاف اور بے غبار ہے۔

(ب) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وَلَا نَصَّ الخ کا حاصل یہ ہے کہ ورش، ابو عمرو، ابن عامر سے بسم اللہ میں بھی خلاف منقول ہے (یعنی بسم اللہ اور ترک دونوں ہیں) بلکہ اکثر مصنفین نے ابن عامر کے لیے صرف بسم اللہ بیان کی ہے اور ہم نے مصنفین کی عبارتیں شرح کبیر میں درج کی ہیں اور بسم اللہ کے ترک پر آیا یہ حضرات حمزہ کی طرح وصل کرتے ہیں یا سکتہ کرتے ہیں اس بارے میں ان سے کوئی نص نہیں آئی۔ ہاں شیوخ نے ان کے لیے دونوں وجوہ بیان کی ہیں اور ان کو مستحب سمجھا ہے اور ہم نے اس بارے میں تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے جو شافی اور کافی ہے غرض ہماری رائے پر اس شعر میں ایک بھی رمز نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کَلَّا کے کاف اور حُبَّ کی حا کو رمز مان لیں تو نص کی نفی ابو عمرو و ابن عامر کے ساتھ مخصوص ہو جائے گی حالانکہ نص ورش سے بھی نہیں آئی ہے اور اگر جِیْدُہٗ کے جیم کو رمز مان لیں تو بسم اللہ میں جو خلاف ہے وہ ورش کے ساتھ مخصوص ہو جائے گا اور یہ منقول کے خلاف ہے۔ اس لیے ہمیں اس کا قائل ہونا پڑا کہ اس شعر میں کوئی بھی رمز نہیں ہے۔ انتہی اور تحقیق وہ ہے جو الف کے ذیل میں گذری کہ تینوں میں سے پہلا مطلب حق اور صحیح ہے۔

فائدہ ۲: (ا) دِرَیَۃً وَّ تَحَمُّلًا کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے عقل و نقل کی مخالفت نہیں کی کیونکہ اصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں عقل کے خلاف ہونے کو بھی حدیث کے موضوع ہونے کا سبب بتایا ہے۔ بسم اللہ کا اختلاف حذف و اثبات کے قبیل سے ہے جو حضرات دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ روایتیں ہیں اور شعر میں جو بِسْمَتِہٖ ہے اس سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔ (الف) صحابہ نے بسم اللہ کو مصاحف میں لکھا ہے اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو مصاحف میں ہے اسے پڑھو۔ (ب) جب تک بسم اللہ نازل نہیں ہوتی تھی اس وقت تک نبی ﷺ کو سورۃ کے ختم ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا۔ (ج) ابن عباس اور سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ پر بسم اللہ نازل ہو جاتی تھی تو آپ سمجھ لیتے تھے کہ اب پہلی سورت ختم ہو گئی۔ (د) بسم اللہ براۃ کے سوا ہر سورۃ کے اول میں لکھی ہوئی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بسم اللہ کئی بار نازل ہوئی ہے (ہ) ابن عمرؓ فرماتے ہیں فَلِمَ کُتِبَتْ فِی الْمَصَاحِفِ اِنْ لَّمْ تُقْرَاءُ اگر بسم اللہ پڑھی نہیں جاتی تو مصاحف میں کس لیے لکھی گئی ہے۔ (و) ابن مجاہدؒ کے شاگرد، ابو طاہر ابن ابی ہاشم کہتے ہیں کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ابن عمرؓ کے نزدیک بسم اللہ کا چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں سے) اس کے سوا کسی اور آیت کو چھوڑ دیا جائے جو مصحف میں لکھی ہوئی ہو کیونکہ جس طرح اور آیتیں مصاحف میں لکھی ہوئی ہیں اسی طرح بسم اللہ بھی۔ کسی فرق کے بغیر کتابت میں موجود ہے۔ نیز متعدد شہروں (مکہ اور مدینہ، شام) کے آئمہ، قراء ت کا اور عاصم و کسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے پر اجماع ہے۔ (ز) حنفیہ میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کی مستقل آیت ہے جو دو سورتوں میں جدائی کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے اور سورتوں کے اجزاء میں سے نہیں ہے رہا یہ کہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھیں یا آواز سے۔ سو فرض اور واجب نمازوں میں تو ہمارے تمام علماء کا آہستہ ہی پڑھنے پر اتفاق ہے لیکن تراویح میں اختلاف ہے۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ آواز سے پڑھی جائے ورنہ سننے والوں کا قرآن روایت کے موافق کامل نہ ہوگا اور دوسرے تمام علماء آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں اس بناء پر کہ نماز میں امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تراویح میں آواز سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن قوی یہی ہے کہ آہستہ پڑھیں مزید تفصیل کے لیے رسالہ احکام رمضان کا مطالعہ کیجئے۔ (۲) بِسْمِ اللّٰہِ نہ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھتے تھے پھر جب بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰہِ لکھنے لگے پھر جب قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوا تو ہم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لکھنے لگے۔ پھر وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نمل ع ۲ نازل ہوا تو ہم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شروع زمانے میں بسم اللہ نہیں تھی بلکہ دو سورتوں کے درمیان وصل تھا اس لیے ترک کرنے والوں نے وصل کی صورت میں اس حالت کا اور ابتدا کی صورت میں آخر زمانے کا لحاظ کیا ہے اور بسم اللہ والوں کی دلیل زیادہ قوی ہے جیسا کہ روایات بالا سے ظاہر ہو چکا ہے (۳) فَصَاحَۃٌ ظاہر کرنا یعنی ایک سورت کا دوسری سے وصل کرنا ان چار باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (۱) سورت کے آخری حرف پر یا تو تینوں حرکتوں میں سے کوئی سی حرکت ہے یا سکون ہے جیسے اَلْاَ بْتَرُ قُلْ اور فَارْغَبْ وَالتِّیْنِ (۲) دوسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورت کے پہلے حرف کا ہمزہ وصلی یا قطعی ہونا جیسے الْحٰکِمِیْنَ اقْرَاْ اور وَلِیَ دِیْنِ اِذَا (۳) اجتماع ساکنین کی بناء پر پہلے ساکن کو کسرہ دیا جائے گا یا حذف ہو جائے گا جیسے قَدِیْرُنِالْحَمْدُ اور لَخَبِیْرُنِالْقَارِعَةُ اور وَاعْبُدُوا اقْتَرَبَتْ (۴) سورۃ کے آخری حرف پر خلف کے لیے سکتہ اور ورش کے لیے نقل جیسے حَامِیَةٌ اَلْهٰكُمْ اور فَحَدِّثْ اَلَمْ نَشْرَحْ چنانچہ ابو علی اہوازی سے منقول ہے کہ امام حمزہؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک سورۃ کا دوسری کے ساتھ وصل اس لیے کیا ہے کہ قاری کو سورتوں کے آخری حروف کے اعراب کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ (۵) دانیؒ کے قول پر ورش، ابو عمرو، ابن عامر کے لیے سکتہ وصل سے اولیٰ ہے۔ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ یہی اکثر اہل ادا کا مذہب ہے کیونکہ سکتہ سے دونوں سورتوں کا جدا جدا ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور ایک روایت پر حمزہؒ سے بھی سکتہ آیا ہے۔ پس ان حضرات نے دونوں جانبوں کا لحاظ رکھا ہے کیونکہ سکتہ سے دونوں سورتوں کا جدا جدا ہونا وصل سے تمام قرآن کا ایک سورت کے حکم میں ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اور یہاں وصل، سکتہ، وقف، فصل کی ضد ہے۔ رہا وہ سکتہ جو یَنْؤُنَ۔ اَلْاَرْضَ۔ مَنْ اٰمَنَ جیسی مثالوں میں ہمزہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی طرح وہ سکتہ جو معنوی تعلق کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے جو چار جگہ حفص کے لیے روایت کے طور پر ہے اور چار جگہ علمائے وقف نے مقرر کیا ہے سو یہ دونوں سکتے چونکہ وصل ہی میں ہوتے ہیں اس لیے وصل ان کی ضد نہیں ہے اور اسی لیے اَمْثَالُکُمْ اِنَّا فَتَحْنَا میں خلف کے لیے وصل و سکتہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور سکتہ کے باوجود بھی یہ صادق آتا ہے کہ یہاں خلف نے وصل کیا ہے۔ اور دو سورتوں کے درمیان والا اور معنوی ان دونوں سکتوں میں وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں جیسے روم و اشمام اور ابدال اور عدم نقل اور سکتہ میں آواز تو بند کر لیتے ہیں لیکن سانس نہیں لیتے اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہرتے ہیں اور اس کو سکتہ لطیفہ اور یسیرہ اور قصیرہ اور وقفہ اور وقیفہ بھی کہتے ہیں۔ اور وقف میں آواز بھی بند ہو جاتی ہے۔ اور سانس بھی لیتے ہیں۔ اور کسی قدر زیادہ ٹھہرتے ہیں۔

النحو والعربیہ: بَابُ الْبَسْمَلَةِ۔ یہ وضعی مصدر نہیں جعلی ہے جو کلام کے اجزا سے اختصار کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسے هَلَّلَ۔ حَمْدَلَ۔ حَسْبَلَ۔ حَيْعَلَ۔ حَوْقَلَ۔ پس بَسْمَلَ کے معنی ہیں قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور باقی پانچ کلمات کو بھی اسی طرح سمجھ لو۔

شعر/۱۰۰: (۱) بِسُنَّةٍ یا تو رِجَالٌ کا حال مقدم ہے۔ ای آخِذِیْنَ اَوْ مُتَمَسِّکِیْنَ بِسُنَّةٍ یا کَائِنَةً کے متعلق ہے۔ جو بَسْمَلَةً مقدر کی صفت ہے ای بَسْمَلَةً کَائِنَةً وَّ مُتَلَبِّسَةً بِسُنَّةٍ مَّنْقُوْلَةٍ (۲) رِجَالٌ میں اشارہ ہے کہ بسم اللہ والے حضرات رجلیت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں (۳) نَمَوْهَا کی ضمیر فاعل رِجَالٌ کے لیے ہے اور ضمیر مفعول یا تو بَسْمَلَةً کے لیے ہے یا بِسُنَّةٍ کے لیے ہے اور اول مناسب تر اور ثانی قریب تر ہے اور نَمَوْهَا یا تو رِجَالٌ کی صفت ہے یا بِسُنَّةٍ کی۔ (۴) دِرْيَةً دَرٰی۔ يَدْرِیْ کا مصدر ہے اور یہ حال ہے ای ذَوِیْ دِرْيَةٍ وَّ تَحَمُّلٍ اَوْ دَارِیْنَ وَ مُتَحَمِّلِیْنَ یا تمیز ہے۔ اَیْ اَوْ صَلُوْهَا بِاعْتِبَارِ الدِّرَايَةِ وَ الرِّوَايَةِ اور مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات عقل و نقل کے جامع ہیں یعنی ان کا عمل عقل کے بھی موافق ہے اور نقل کے بھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر ۲/۱۰۱: (۱) بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ یا تو وصل کا ظرف ہے یا مفعول بہ ہے (۲) فَصَاحِبٌ بَیَانٌ وَّاِظْهَارٌ (۳) وَاسْکُتَنْ کا واوٗ اَوْ کے معنی میں ہے۔ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ کی طرح (جعبری) ابو شامہ فرماتے ہیں چونکہ سکتہ اور وصل دونوں ایک حالت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کلام کی تقدیر یہ ہے۔ صِلْ اِنْ شِئْتَ وَاسْکُتْ اِنْ شِئْتَ اب اس میں تخییر کے معنی پیدا ہو جائیں گے ورنہ اصل وضع میں واوٗ تخییر کے لیے نہیں ہے۔ اور بعض کے قول پر کبھی مجازاً تخییر کے لیے بھی آتا ہے اور وَاسْکُتَنْ کا نون تاکید کے لیے ہے اور ممکن ہے کہ اس میں سکتہ کے اولیٰ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو۔ (۴) کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ کُلٌّ وَّاحِدٍ مِنَ الْمُخَیِّرِیْنَ (۵) جَلاَ یا جَلِیَّۃٌ (وَاضِحَۃٌ) کی جمع ہے اور ضمیر مجرور یا تو تخییر کے لیے ہے جو واوٗ بمعنی اَوْ سے سمجھی گئی ہے۔ یا لفظ کُلٌّ کے لیے ہے یعنی ہر ایک نے اپنے مذہب کی دلیلوں کو حاصل کر لیا ہے (۶) حَصَّلاَ کا الف اطلاق کے لیے ہے کیونکہ یہ شعر کے آخیر میں ہے اور نہ تو تنوین سے بدلا ہوا ہے نہ کلمہ کا اصلی حرف ہے نہ تثنیہ کے لیے ہے۔ پس ایسے الف کو ہر جگہ اطلاق کے لیے سمجھنا چاہیے۔

شعر ۳/۱۰۲: (۱) وَلاَ نَصَّ ای لاَ تَصْرِیْحَ اور لائے نفی جنس کی خبر محذوف ہے اَیْ فِی التَّخْیِیْرِ اَوْ فِی الْبَسْمَلَۃِ اور حجازی لغت میں اکثر محذوف ہی ہوتی ہے۔ (۲) کَلاَّ ردع اور جھڑکنے کے لیے ہے اور نضر ابن شمیل کے قول پر کبھی حرف جواب بھی ہوتا ہے جو نَعَمْ کے معنی دیتا ہے۔ (۳) حُبَّ مجہول ہے اور ضَرَبَ سے ہے جو وَدَّہٗ اور اَحَبَّہٗ کے معنی میں آتا ہے۔ پس یہاں یہ متعدی ہے اور کرم سے لازم ہے اور پسندیدہ ہونے کے معنی دیتا ہے۔ (۴) طُلاَ۔ طُلَیْقٌ یا طُلاَۃٌ کی جمع ہے۔ جو مشہور لغت پر کنارہ گردن کے معنی میں ہے اور چونکہ گردن کے کنارے دو ہی ہوتے ہیں اس لیے التباس نہ ہونے کے سبب تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ استعمال کر لیا۔ عَرِیْضُ الْحَوَاجِبِ اور طَوِیْلُ الشَّوَارِبِ کی طرح اور بعض کے قول پر طُلاَ خود گردنوں کے معنی میں ہے۔ یعنی اس خلاف کی گردن بہ نسبت دوسری گردنوں کے واضح اور اونچی ہے اور گردن اور سر کی بلندی سے کنایۃً "مرتبہ کی بلندی مراد لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی قیامت کے دن موذن سب لوگوں سے زیادہ بلند مرتبہ والے ہوں گے۔

۴/۱۰۳ وَسَکْتُهُمُ الْمُخْتَارُ دُوْنَ تَنَفُّسٍ ۔۔۔ وَبَعْضُهُمُ فِی الْاَرْبَعِ الزُّهْرِ بَسْمَلاَ

ترجمہ: اور ان (تینوں ورش، ابو عمرو، ابن عامر) کا پسندیدہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہے اور ان (شیوخ میں) کے بعض جو ہیں انہوں نے چار روشن (مشہور) سورتوں میں ان (سکتہ کرنے والوں) کے لیے نص کے بغیر بسم اللہ پڑھی ہے۔ (ص)

۵/۱۰۴ لَهُمْ دُوْنَ نَصٍّ وَّهُوَ فِیْهِنَّ سَاکِتٌ ۔۔۔ لِحَمْزَۃَ فَافْهَمْهُ وَلَیْسَ مُخَذَّلاَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور یہی بعض (شیوخ) ان چار سورتوں میں حمزہؒ کے لیے سکتہ کرتے ہیں پس تو اس کو سمجھ لے اور یہ عمل متروک نہیں ہے۔

نوٹ: لَهُمْ دُوْنَ نَصِّ کا ترجمہ شعر ۴/۱۰۳ میں گزر چکا ہے۔

شرح: یعنی ورش' ابو عمرو' ابن عامر نے جس سکتہ کو اختیار کیا ہے اور وصل کے مقابلہ میں اولیٰ سمجھا ہے وہ سکتہ سانس لینے کے بغیر ہوتا ہے اور بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں جن میں سے دو کے اول میں لاَ اور دو کے اول میں وَیْلٌ ہے یعنی قیامہ' بلد' تطفیف' ہمزہ میں ان تینوں کے لیے بسم اللہ پڑھی ہے۔ لیکن یہ صرف معنی کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔ اس بارے میں خود ان قاریوں سے کوئی صاف عبارت نہیں آئی اور انہیں بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں حمزہ کے لیے سکتہ کو پسند کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات نے نقل کے بغیر معنوی مناسبت کی وجہ سے ان چار سورتوں میں سکتہ والوں کے لیے بسم اللہ اختیار کی ہے اور وصل والوں کے لیے سکتہ پسند کیا ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ اَلْمَغْفِرَةِ اور جَنَّتِیْ کے بعد لاَ کا آنا اور لِلّٰہِ اور بِالصَّبْرِ کے بعد فاصلے کے بغیر وَیْلٌ کا آنا بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اور سکتہ سے جو فاصلہ ہوتا ہے وہ چونکہ تھوڑا ہے اس لیے نہ ہونے کے حکم میں ہے اور یہ مذہب ایسا ضعیف نہیں ہے۔ جس کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس پر عمل کرنا ہی صحیح ہے لیکن محققین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ دوسری سورتوں کی طرح ان سورتوں میں بھی سکتہ والوں کے لیے سکتہ اور وصل والوں کے لیے وصل ہی کیا جائے اور بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ نہ کیا جائے تاکہ سب سورتوں کا حکم یکساں رہے۔ رہا معنوی مناسبت کا نہ رہنا سو اس میں یہ شبہ ہے کہ اَلرَّحِیْمِ کے بعد بھی تو ان الفاظ کا آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ پس بسم اللہ اور سکتہ سے فاصلہ کرنے کا کچھ بھی نفع نہ ہوا حاصل یہ کہ ان چار سورتوں میں ورش' ابو عمرو' ابن عامر کے لیے دو وجوہ ہیں۔ (۱) اگر اور سورتوں کو بسم اللہ کے بغیر وصل سے پڑھ رہے ہوں تو ان سورتوں پر بعض شیوخ کے مذہب پر سکتہ اور محققین کے مذہب پر اور سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل (۲) اور اگر دوسری سورتوں کو سکتہ سے پڑھ رہے ہوں تو ان چار سورتوں پر محققین کے نزدیک وہی سکتہ اور بعض شیوخ کے مذہب پر بسم اللہ' اور حمزہ کے لیے بھی دو وجوہ ہیں۔ (۱) محققین کے نزدیک دوسری سورتوں کی طرح ان میں بھی وصل (۲) بعض شیوخ کے مذہب پر ان چار سورتوں سے پہلے سکتہ اور اولیٰ یہی ہے کہ ان سورتوں اور دوسری سورتوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

فائدہ ۱: صاحب ارشاد المرید کہتے ہیں کہ اگر فرق والے قول کو لیا جائے تو جب ان سورتوں کو دوسری سورت کے ساتھ جمع کر کے پڑھا جائے گا تو ان کی دو حالتیں ہوں گی۔ اول یہ کہ مثلاً مزمل سے قیامہ تک پڑھیں۔ اس صورت میں جو بسم اللہ پڑھنے والے ہیں وہ تو حسب دستور مدثر اور قیامہ دونوں پر فقط بسم اللہ پڑھیں گے اور جو مزمل اور مدثر کے درمیان سکتہ سے پڑھتے ہیں اور وہ ورش ابو عمرو' ابن عامر ہیں۔ ان کے لیے مدثر اور قیامہ کے درمیان دو وجوہ ہوں گی۔ (۱) بسم اللہ (۲) سکتہ اور جو مزمل اور مدثر کے درمیان وصل سے پڑھتے ہیں اور وہ یہ تینوں اور حمزہ ہیں ان کے لیے بھی مدثر اور قیامہ کے درمیان دو وجوہ ہوں گی (۱) سکتہ (۲) وصل۔ دوم یہ کہ مدثر کے اخیر سے سورۂ دہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک پڑھا جائے اس صورت میں مدثر اور قیامہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے والوں (ورش' ابو عمرو' ابن عامر) کے لیے تو قیامہ اور دہر کے درمیان بسم اللہ اور سکتہ ہوگا۔ اور مدثر اور قیامہ کے درمیان سکتہ کرنے والوں (ان تینوں اور حمزہ) کے لیے سورۂ دہر کے شروع میں سکتہ اور وصل ہوگا اور وصل والوں (یعنی انہیں تینوں اور حمزہ) کے لیے قیامہ اور دہر میں بھی وصل ہوگا اور ایک اور جماعت کا عمل یہ ہے کہ (وہ ان چار سورتوں پر سب کے لیے ہر حال میں سکتہ ہی پسند کرتی ہے برابر ہے کہ ان کے علاوہ دوسری سورتوں کو وصل سے پڑھ رہے ہوں یا سکتہ سے) اور بسم اللہ والوں کے لیے وہ وجہ نہیں پڑھتے جس میں بسم اللہ کا ان سورتوں کے شروع کے ساتھ وصل ہو (اور یہ بات فصل اول وصل ثانی اور وصل کل ان دو وجہوں میں پائی جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جماعت بسم اللہ والوں کے لیے ان چار سورتوں میں صرف ایک وجہ یعنی فصل کل کو اختیار کرتی ہے۔) اور اس زمانے میں ہمارا عمل اس پر ہے کہ ان سورتوں میں اور دوسری سورتوں میں فرق نہیں کرتے۔ اور اگر فرق والے دونوں مذہبوں کو اختیار کر لیا جائے تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ انتہی بحاصلہ۔

فائدہ ۲: بعض شیوخ نے ان چار سورتوں میں جس طرح حمزہ کے لیے سکتہ اختیار کیا ہے۔ اسی طرح ورش' ابو عمرو' ابن عامر کے لیے بھی سکتہ کرتے ہیں یعنی تمام وصل والوں کے لیے سکتہ اختیار کیا ہے پس سَاكِتٌ لِحَمْزَةَ میں حمزہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ وصل کے بارے میں اصل ہیں احتراز کے لیے نہیں پس اگر لِحَمْزَةَ کے بجائے لِذِي الْوَصْلِ کہتے تو سب کو شامل ہو جاتا۔ (قاری) ابو شامہ فرماتے ہیں اگر فاصلے کے واسطے سب کے لیے سکتہ ہی اختیار کر لیا جائے تو یہ بھی کافی ہے اور وَلَيْسَ مُخَذَّلاً کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سکتہ ورش و ابو عمرو' ابن عامر کے یہاں بھی متروک نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ ورش' ابو عمرو' ابن عامر کے لیے چار وجوہ ہیں۔ (۱) قرآن کی تمام سورتوں میں سکتہ یہ ابو الفتح کا اور مصنفین قراءت کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ (۲) لَا اور وَيْلٌ والی چار سورتوں پر بسم اللہ اور باقی تمام سورتوں پر سکتہ یہ ابو الطیب ابن غلبون اور ان کے صاحبزادے طاہر اور مکی کا مذہب ہے یہ دونوں مذہب تیسیر میں مذکور ہیں (۳) تمام قرآن میں وصل یہ ابو عبداللہ ابن سفیان اور صاحب عنوان اور معتبر علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے (۴) ان چار سورتوں میں سکتہ اور باقی تمام قرآن میں وصل یہ ابو العباس مہدوی کا مختار مذہب ہے اور دانیؒ نے ابن مجاہد سے بھی نقل کیا ہے اور یہ دونوں مذہب زیادات قصیدہ سے ہیں یہاں ابو شامہؒ نے ابو الحسن حصری کے یہ دو شعر نقل کیے ہیں۔

وَلَمْ اَرَبَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ مُبَسْمِلاً ۔۔۔ لِوَرْشٍ سِوٰى مَاجَآءَ فِي الْاَرْبَعِ الْغُرِّ
وَحُجَّتُهُمْ فِيهِنَّ عِنْدِيْ ضَعِيْفَةٌ ۔۔۔ وَلٰكِنْ يُقِرُّوْنَ الْمَقَالَةَ بِالنَّصْرِ

النحو والعربیہ: شعر ۴/۱۰۳ (۱) اَلْمُخْتَارُ سَكْتُهُمْ کی خبر ہے پس وَاسْكُتَنْ میں تو سکتہ کا وصل سے اولیٰ ہونا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نون تاکید کے ذریعے اشارۃً" بیان کیا تھا۔ یہاں صراحتاً" بتا دیا (۲) دُوْنَ تَنَفُّسٍ یا تو دوسری خبر ہے یا حال ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ سکتہ میں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرنا چاہیے ورنہ سننے والے کو یہ شبہ ہو جائے گا کہ قاری نے قراآت کو بالکل ختم کر دیا ہے اور جعبری کی رائے پر یہ بھی جائز ہے کہ اَلْمُخْتَارُ۔ سَکْتُهُمْ کی صفت اور دُوْنَ تَنَفُّسٍ خبر ہو اور یہ صفت تاکید کے لیے ہوگی اور چونکہ ایک بار نون خفیفہ سے بھی تاکید آچکی ہے اس لیے یہ تاکید کی تاکید ہوگی اور سکتہ کو اولیٰ اور پسندیدہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصل کے مقابلہ میں اولیٰ ہے پس اصفہانی کا یہ اعتراض رفع ہو گیا کہ اَلْمُخْتَارُ کو صفت قرار دینے سے یہ وہم ہوگا کہ سکتہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) پسندیدہ (۲) ناپسندیدہ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں یا اَلْمُخْتَارُ خبر ہونے کی صورت میں اولیٰ کے اور صفت ہونے کی تقدیر پر صحیح کے معنی میں ہے جو فاسد کا مقابل ہے (۳) بَعْضُهُمْ کی ضمیر شیوخ کے لیے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھے گئے ہیں (۴) فِی الْاَرْبَعِ میں نقل بھی جائز ہے لیکن بلا نقل اولیٰ ہے۔ (۵) اَلزُّهْرِ۔ زَهْرَآءُ کی جمع ہے جو اَزْهَرُ (روشن) کا مونث ہے۔ اس میں کنایہ ہے کہ یہ سورتیں اہل فن میں خوب مشہور ہیں۔ اسی لیے ان کا نام لینے کی حاجت نہیں ہوئی۔ شعر ۱۰۴/۵ (۱) لَهُمْ بَسْمِلِ کے متعلق ہے جو شعر ۱۰۳/۴ میں ہے (۲) دُوْنَ نَصٍّ مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے۔ اَیْ بَسْمَلَةً غَیْرَ مَنْصُوْصَةٍ (۳) لَیْسَ کی ضمیر سکت یا بعض یا مذہب کے لیے ہے (۴) مُخَذَّلًا اَیْ مَتْرُوْکَ النُّصْرَةِ

$\frac{6}{105}$ وَمَهْمَا تَصِلْهَا اَوْ بَدَأْتَ بَرَآءَةً ۔۔۔ لِتَنْزِیْلِهَا بِالسَّیْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلًا

ترجمہ: اور جب تو اس (براۃ) کو (انفال کے ساتھ) ملا کر پڑھے یا براۃ کو (علیحدہ) شروع کرے تو تو اس (سورۃ) کے سیف (جہاد کی آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ) پر (شامل ہوکر) نازل ہونے کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے والا نہیں ہوگا۔

شرح: یعنی سورۂ براءۃ پر کسی قاری کے لیے کسی حالت میں بھی بسم اللہ نہیں ہے خواہ اس کو انفال کے بعد شروع کریں۔ یا اسی سے ابتدا کریں۔ اس بناء پر کہ اس کی ابتداء میں جہاد کی آیتیں آئی ہیں اور بسم اللہ میں رحمت ہے پس رحمت اور عذاب و غصہ کا جمع کرنا مناسب نہیں تھا۔ یہ اس پر بسم اللہ نہ ہونے کی حکمت اور نکتہ ہے جو علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اور ابوبکر بن باقلانی کہتے ہیں کہ جمہور اہل علم اسی پر ہیں اور بسم اللہ نہ ہونے کی اصل علت یہ ہے کہ صحابہ نے اس پر مصاحف میں بسم اللہ نہیں لکھی اور نہ اس پر نازل ہوئی ہے یا یہ ہے کہ یہ معناً" انفال کے ساتھ متصل ہے۔ پس دونوں ایک سورۃ کے حکم میں ہیں۔

النحو و العربیہ: (۱) مَهْمَا جعبری کے قول پر تَقْرَاُ مقدر کا مفعول فیہ ہے اور تَصِلْهَا اس کا مفسر ہے (۲) تَصِلْ اور بَدَاْتَ دونوں کا بَرَآءَةً کی مفعولیت میں تنازع ہے اور بصریین کے مختار مذہب پر ثانی کو عامل بنایا ہے اور اول میں جوازاً مفعول کی ضمیر لائے ہیں لیکن اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا کہف ع ۱۱ کی طرح اول میں سے مفعول کا حذف فصیح تر ہے اور بعض کے قول پر بَرَآءَةً تَصِلْهَا کی ضمیر سے بدل ہے اس صورت میں بَدَاْتَ کا مفعول مقدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا۔ سخاوی نے اسی کو پسند کیا ہے۔ (۳) بَرَآءَۃً یا تو ضرورت کی بناء پر منصرف ہے یا اس لیے کہ تقدیر سُوْرَۃُ بَرَاءَۃٍ ہے اور سورۃ میں عموم ہے عَلَمِیَّت نہیں پس سُوْرَۃُ بَرَاءَۃً کے معنی یہ ہوں گے ای بَدَءْتَ سُوْرَۃً اِسْمُھَا بَرَاءَۃٌ (۴) لِتَنْزِیْلِھَا نفی کی علت ہے اور اس پر مقدم ہے (۵) بِالسَّیْفِ کی با مُتَلَبِّسَۃً کے متعلق ہو کر ضمیر مجرور سے حال ہے۔ (۶) لَسْتَ مُبَسْمِلاً شرط کا جواب ہے اور فا ضرورت کی بناء پر محذوف ہے۔ اور جعبری کہتے ہیں کہ جب جواب وہ ماضی ہو جس پر قَدْ نہ ہو تو فا کا لانا ممتنع ہے لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ بات تو افعال متصرفہ میں ہے اور لَیْسَ فعل جامد ہے اسی لیے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ (آل عمران ع ۳) اور وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ (احقاف ع ۴) میں فا آرہی ہے۔

(ص)
۱۰۶ وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي ابْتِدَائِكَ سُورَةً   سِوَاهَا وَفِي الْأَجْزَاءِ خُيِّرَ مَنْ تَلَا

ترجمہ: اور تیرے براءۃ کے سوا کسی اور سورۃ کو شروع کرنے کی حالت میں وہ (بسم اللہ) ضروری ہے اور (سورتوں کے درمیانی) حصوں میں اس شخص کو اختیار دیا گیا ہے جو تلاوت کرے۔

شرح: یعنی جب سورۂ براءۃ کے سوا کسی اور سورۃ کے اول سے قراءۃ شروع کی جائے عام ہے کہ یہ شروع کرنا وقف کے بعد ہو یا قطع کے۔ دونوں صورتوں میں تمام قراء کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اور سورۃ کے اجزا میں (یعنی سورۃ کے شروع کے بعد خواہ ایک ہی کلمہ کے بعد ہو جن کو اہل مصر احزاب اور اعشار کہتے ہیں) پڑھنے والے کو اختیار ہے، بسم اللہ پڑھے چاہے نہ پڑھے اور دونوں وجوہ ثابت اور صحیح ہیں۔ چنانچہ جمہور اہل عراق کے مذہب پر بسم اللہ ہے اور جمہور اہل مغرب کے مذہب پر ترک مختار ہے اور بعض نے مُبَسْمِلِیْن کے لیے بسم اللہ کو اور تارکین کے لیے ترک کو پسند کیا ہے اور سورۃ براءۃ کے درمیانی آیتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ جب ان سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے خواہ نہ پڑھے کیونکہ ناظم نے یہ فرمایا ہے کہ اجزا میں پڑھنے والے کو اختیار ہے پس اجزا کو عام رکھا ہے جو براءۃ اور باقی سورتوں سب کے اجزا کو شامل ہے لیکن متقدمین سے اس بارہ میں کوئی نص نہیں ہے اور بعض علماء نے اسی سبب (جہاد کے لیے نازل ہونے) کے باقی رہنے کا اعتبار کر کے براءۃ کی ابتدا کی طرح اس کے درمیانی حصوں میں بھی بسم اللہ کو جائز نہیں رکھا اور دونوں مذہب صحیح ہیں۔

فائدہ ۱: دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے والے اس کو ہمزۂ قطعی کے اور نہ پڑھنے والے ہمزۂ وصلی کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں۔ اسی لیے جب سورۃ کے اول سے شروع کرتے ہیں تو سب بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب پڑھتے پڑھتے کوئی سورۃ شروع ہوتی ہے تو وہاں مُبَسْمِلِیْن تو پڑھتے ہیں اور تارکین حذف کر دیتے ہیں کیونکہ ہمزۂ وصلی بھی درج میں حذف ہو جاتا ہے۔

فائدہ ۲: چونکہ قراءۃ کی کتابوں میں اصلی مقصود اختلافی مسائل کا بیان کرنا ہوتا ہے اور اتفاقی مسائل کہیں کہیں تابع ہو کر آجاتے ہیں اس لیے یہاں ناظم دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کے مسئلہ کو پہلے لائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ اختلافی ہے اور سورۃ کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ کو بعد میں بیان کیا کیونکہ اس میں سب قراء کا اتفاق ہے۔

النحو والعربیہ: (۱) لَا بُدَّ ای لَا فِرَاقَ (۲) ابتدا کے معنی ہیں کسی شے کو اول بنا دینا اور اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ بھی اسی معنی میں ہے۔ (۳) سُوْرَةً کی تقدیر بِسُوْرَةٍ ہے بَرَآءَةً کی طرح کیونکہ با کے بغیر بَدَءْتُ الشَّيْئَ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے اس کو ابتدا بنا دیا نیز مغرب میں ہے کہ اِبْتَدَأَ زَيْدًا اور بَدَأَ زَيْدًا نہیں کہتے کیونکہ ارادہ اور ابتدا کا تعلق خارجی اشیاء کے ساتھ نہیں ہوا کرتا اسی لیے سُوْرَةً سے پہلے با مقدر مانی گئی اور کلام موجب میں نکرہ صرف معنی کے اعتبار سے عام ہوا کرتا ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ کی طرح پس سُوْرَةً ای سُوْرَةٍ کے معنی میں ہے اسی لئے سِوَاهَا کا استثناء صحیح ہوگیا۔ (۴) وَفِي الْاَجْزَآءِ ای وَفِي الْاِبْتِدَآءِ بِالْاَجْزَآءِ (۵) خُيِّرَ شارحین کے قول پر مجہول بھی ہے اور معروف بھی اور ابو شامہؒ کی رائے پر مجہول اولیٰ ہے۔

۱۰۷ وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعْ اَوَاخِرِ سُوْرَةٍ ۔۔۔ فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيهَا فَتَثْقُلَا

ترجمہ: اور جب تو اس (بسم اللہ) کا سورتوں کے آخر کے ساتھ وصل کر دے (یعنی سورۃ کے آخر پر وقف نہ کرے) تو (اب) اس (بسم اللہ) پر کبھی بھی وقف نہ کرنا (کیونکہ اگر تو اس پر وقف کر دے گا) تو تو گراں بار ہو جائے گا (اور گھبراہٹ میں پڑجائے گا) اس لیے کہ تجھ پر یہ اعتراض ہوگا کہ بسم اللہ ہے تو سورتوں کے شروع کے لیے اور تمہارے اس عمل سے یہ وہم ہوتا ہے کہ پہلی سورۃ کے آخر کے لیے ہے یا معنی یہ ہیں کہ تو قراء پر گراں ہو جائے گا۔ اس بناء پر کہ اس عمل سے تیری جہالت ظاہر ہوگی۔ اور ان کو تیرے ساتھ مناسبت نہیں رہے گی۔

شرح: اگر سورۃ کے آخر کا بسم اللہ کے ساتھ وصل کر دیا جائے تو اب بسم اللہ پر وقف نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کا بھی آئندہ سورۃ کے ساتھ وصل ہی کرنا چاہیے۔

فائدہ: (۱) دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ والوں کے لیے عقلاً چار وجوہ نکلتی ہیں (۱) فصل کل سورۃ کے آخر اور اَلرَّحِيْمُ دونوں پر وقف کیونکہ دونوں پر وقف تام ہے (۲) وصل کل یہ اصل ہے (۳) فصل اول وصل ثانی سورۃ کے آخر پر وقف کرنا اور اَلرَّحِيْم پر نہ کرنا یہ مستحب اور سب سے اولیٰ ہے کیونکہ اس سے مقصود خوب واضح ہو جاتا ہے کہ بسم اللہ بعض کے نزدیک تو ابتدا کو بابرکت بنانے کے لیے ہے اور بعض کی رائے پر سورۃ کے اول کا جزو ہے سو اس وجہ میں دونوں کی طرف اشارہ موجود ہے (۴) وصل اول فصل ثانی سورۃ کے آخر پر وقف نہ کرنا اور اَلرَّحِيْم پر کر دینا یہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے مقصود کے خلاف شے کا اظہار ہوتا ہے۔

(۲) علماء قراءۃ کی ایک جماعت ذیل کی نو سورتوں (محمدؐ، قیامہ، عبس، تطفیف، بلد، بینہ، تکاثر، ہمزہ، تبت) کے ساتھ بسم اللہ کا وصل (یعنی فصل اول وصل ثانی اور وصل کل) ناجائز بتاتی ہے۔ پس وہ ان میں صرف فصل کل پڑھتے ہیں۔ (۳) ذیل کی گیارہ سورتوں کے شروع میں ہمزۂ وصلی ہونے کی بنا پر بسم اللہ کے وصل کو اولیٰ کہتے ہیں اور وہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں- فاتحہ' انعام' کہف' انبیاء' سبا' فاطر' قمر' الرحمٰن' الحاقہ' علق' القارعۃ-

النحو و العربیہ: (۱) مُهمَا علی قاریؒ کے قول پر ای البسملۃ کے معنی میں ہے- (۲) مَعْ میں عین کا سکون بھی لغت ہے- (۳) اَوَاخِر جمع ہے جو واحد کے معنی میں ہے یا سُوْرَۃٍ واحد ہے جو جمع کے معنی میں ہے کیونکہ جو حکم بیان ہو رہا ہے وہ تمام سورتوں کا ہے کسی خاص کا نہیں پس اصل میں مَعْ اَوَاخِرِ سُوَرٍ تھا- (۴) فِیْ عَلٰی کے معنی میں ہے فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کی طرح-

سُوْرَۃُ اُمِّ الْقُرْآنِ یعنی سورہ فاتحہ

(اس میں آٹھ شعر ہیں)

(۱) سورۃ کلام کا وہ حصہ ہے جس کا اول و آخر بھی ہو اور تین آیتوں سے کم نہ ہو یہ یا تو سُؤْرٌ سے ہے جو (بَقِیَّۃٌ) کے معنی میں ہے- یا سُوْرُ الْبَلَدِ سے ہے جو احاطہ اور فصیل کے معنی میں ہے- (۲) اُمّ اصل کے معنی میں ہے چونکہ یہ سورۃ تمام سورتوں کے مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس کو اُمُّ الْقُرْآن (قرآن کی اصل) کہتے ہیں اور اسی لیے اس کو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد سب سے پہلے لائے ہیں اور اس لیے بھی کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین کو اسی سے شروع کیا ہے اور متقدمین نے بھی یہی ترتیب رکھی ہے اور اس کے اصولی اور فرشی سب اختلافات بیان کیے ہیں لیکن اَلرَّحِیْمِ مَلِکِ کے ادغام کو اس کے بعد مستقل باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے-

۱/۱۰۸ وَمَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رَاوِيْهِ نَاصِرٌ ۔۔۔ وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَّالسِّرَاطِ لِ قُنْبُلَا
(ر ، ن)

ترجمہ: اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو ہے اس کا (الف کے ساتھ) روایت کرنے والا (اپنے موافق کی یا اس قراءۃ کی) مدد کرنے والا ہے اور تو سِرَاطٍ اور السِّرَاط میں (ان کو سین کے ساتھ پڑھنے میں) قنبل کی پیروی کر (اور ان کی موافقت کر)-

۲/۱۰۹ بِحَيْثُ اَتٰى وَالصَّادَ زَايًا اَشِمَّهَا ۔۔۔ لَدٰى خَلَفٍ وَّاَشْمِمْ لِخَلَّادَ الْاَوَّلَا

ترجمہ: یہ (لفظ سِرَاط) جس جگہ بھی آئے اور (اس کے) صاد کو (ہر جگہ اور ہر حال میں) زا کی بو دے خلف کے لیے اور خلاد کے لیے (فقط) اول (لفظ کے صاد) کو زا کی بو دے-

شرح: یعنی رَاوِیْہِ کی را اور نَاصِرٌ کے نون والے (عاصم اور کسائی) مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں مَلِکِ کے میم کے بعد الف زیادہ کرکے پڑھتے ہیں اور باقی پانچ الف کے بغیر مَلِکِ پڑھتے ہیں اور سِرَاط اَلْ کے بغیر ہو یا اَلْ کے ساتھ ہو اس کو ہر جگہ قنبل بجائے صاد کے (اصل کے موافق) سین سے پڑھتے ہیں اور خلف ہر جگہ اس کے صاد کا زا کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اشمام کرتے ہیں اور خلاد نے فقط فاتحہ کے اول لفظ میں اشمام کیا اور فاتحہ کے دوسرے صِرَاط میں اور باقی تمام جگہ خالص صاد پڑھا ہے اور باقی ساڑھے پانچ قراء کے لیے ہر جگہ خالص صاد ہے اور اس اشمام کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زا سے مرکب کر کے ایک ایسا حرف بنا لیا جائے جو صاد زا کے درمیان ہو کہ نہ تو خالص صاد ہی ہو اور نہ زا ہی ہو یعنی صاد سے تفخیم اور زا سے جہر لیا جائے اور ملا کر اس طرح ادا کیا جائے کہ سننے میں ایسا معلوم ہو جیسا زا کو پر ادا کر رہے ہو۔ رہی صحیح ادائیگی سو وہ مشاق اور ماہر شیخ سے سننے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

فائدہ ۱: اس قصیدہ کے الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلاد کے لیے فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں فقط اشمام ہے اور تیسیر میں بھی یہی ہے لیکن تقریبُ النفع میں ہے کہ خلاد کے لیے فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں اشمام اور صاد خالص دونوں ہیں اور دانیؒ نے ابو الفتح سے اشمام اور ابو الحسن سے خالص صاد پڑھا ہے اور شاطبی و تیسیر میں فقط اشمام بیان کیا گیا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اشمام اور صاد خالص دونوں وجوہ پڑھی جائیں جیسا کہ علامہ متولیؒ نے اپنی کتاب روض میں اس پر تنبیہہ فرمائی ہے۔ انتہی۔

تنبیہہ: سورۂ فاتحہ کے پہلے الصِّرَاطَ میں خلاد کے لیے اشمام اور خالص صاد دونوں پڑھو۔ اگر یہاں اشمام پڑھا ہو تو آگے چل کر شَیْءٍ اور اَلْ میں عدم سکتہ پڑھو یہ ابو الفتح کا طریق ہے اور الصِّرَاطَ میں خالص صاد پڑھ کر آئے ہو تو شَیْءٍ اور اَلْ میں سکتہ پڑھو یہ ابو الحسن کا طریق ہے اس کے خلاف کرنے سے طرق میں خلط ہو جائے گا۔ (ارشاد المرید من النشر و جامع البیان) مزید تفصیل باب الطرق میں دیکھو۔

فائدہ ۲: یہ صاد جس میں اشمام ہوتا ہے۔ حرف فرعی ہے اور ایسے حروف پانچ ہیں۔ (۱) اشمام والا صاد (۲) امالہ کا الف (۳) پر حروف کے بعد والا الف (۴) اخفا والا نون (۵) اشمام والی یا۔ اور اشمام کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) خلط حرف بالحرف جیسے صِرَاطِ بِمُصَیْطِرٍ اور اَصْدَقُ وغیرہ (۲) خلط حرکت بالحرکت جیسے قِیْلَ۔ غِیْضَ وغیرہ میں ہے۔ (۳) بعض روم کو بھی اشمام کہتے ہیں جیسے لَا تَاْمَنَّا (۴) ہونٹوں کو گول کر کے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا جیسا کہ موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے۔ اور یہاں ان میں سے پہلی قسم مراد ہے۔

فائدہ ۳: (۱) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ رَاوِیہٖ نَاصِرٌ میں اشارہ ہے کہ مَلِکِ افضل ہے کیونکہ یہ بلیغ تر ہے پس یہ کیفیت کے لحاظ سے راجح ہے اور مَالِکِ اکمل ہے۔ کیونکہ اس میں ایک حرف زیادہ ہے جو اجر کی زیادتی کا باعث ہے اور میں دو رکعتوں میں دونوں کو جمع کر لیتا ہوں اور پہلی میں مٰلِکِ پڑھتا ہوں کیونکہ یہ اکثر کی قراءۃ ہے اور علامہ جزری بھی اسی طرح کرتے تھے مگر وہ الف والی قراءۃ کو مقدم رکھتے تھے تاکہ ایک حرف کی زیادتی کے سبب پہلی رکعت دوسری سے قدرے طویل ہو جائے اور ابو شامہؒ بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعیین نہیں کی کہ پہلے کون سے قراءۃ پڑھتے تھے۔ (۲) امام کبیر حافظ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ مٰلِکِ اور مَلِکِ دونوں حق تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور قراءات و تفاسیر کے مصنفین نے اس بارہ میں بہت کچھ کلام کیا ہے کہ دونوں میں سے کون سی قراءۃ افضل ہے حتیٰ کہ بعض نے تو اس قدر مبالغہ کیا ہے جس سے دوسری قراءۃ تقریباً ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ دونوں قراء تیں ثابت ہیں۔ اور دونوں سے حق تعالیٰ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے ان کا یہ فعل پسندیدہ نہیں ہے اور حد سے تجاوز کرنا مناسب نہیں پھر لکھتے ہیں کہ دونوں قراء تیں نبی ﷺ صحابہ' تابعین' تبع تابعین سے منقول ہیں اور تینوں جماعتوں میں سے بہت سے حضرات کے نام بھی درج کیے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں ان حضرات کی عبارتیں میں نے شرح کبیر میں ذکر کی ہیں اور میں دونوں قراء توں کو مستحب جانتا ہوں اور کبھی اس کو پڑھتا ہوں اور کبھی اس کو حتی کہ نماز میں ایک رکعت میں ان میں سے ایک اور دوسری میں دوسری قراءۃ پڑھتا ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ان قراء توں کے اتباع کی اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو نقلاً" صحیح ہیں (۳) مٰلِکِ میں الف تلفظ سے سمجھا گیا ہے اور یہ استغنا کے باب سے ہے جیسا کہ شعر نمبر۴۶' ۴۷ و ۶۳ کی شرح میں بھی معلوم ہو چکا ہے اور صِرَاط میں قنبل کے لیے سین تین چیزوں کے مجموعہ سے ظاہر ہوا ہے۔ (۱) تلفظ (۲) کتابت کہ قصیدہ میں سِرَاط اور اَلسِّرَاط سین سے لکھے ہوئے ہیں (۳) ناظم نے اس کی باقی دو قراء تیں بھی بتا دی ہیں کہ ایک میں اشمام ہے اور دوسری میں خالص صاد ہے اور یہ سین تلفظ اور کتابت کی تائید ان دو چیزوں سے متعین نہیں ہوا۔ بلکہ تیسری چیز باقی دو قراء توں کی تعیین بھی ملانی پڑے گی۔ پس یہ استغنا کے باب سے نہیں ہے ۔ کیونکہ اس باب سے وہی قراءۃ ہو سکتی ہے جس پر شعر کے وزن کی درستی موقوف ہو یعنی قراءۃ وزن ہی سے ظاہر ہو جائے اور یہاں صِرَاط کی تینوں قراء توں میں سے ہر قراءۃ پر وزن درست رہتا ہے (قاری عن الجعبری) (۴) مٰلِکِ اسم فاعل اور مَلِکِ صفت مشبہ ہے اور اول تقدیراً اور ثانی تحقیقاً" رسم کے موافق ہے جیسا کہ مقدمہ کی چھٹی فصل کے دوسرے رکن میں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ جو حرف تخفیف کی بناء پر محذوف ہو وہ موجود کے حکم میں ہے اور اَللّٰہ اور اَلرَّحْمٰن بھی اسی قبیل سے ہیں اور سِرَاط میں سین اصل ہے کیونکہ یہ سَرْطٌ سے بنا ہے جو نگلنے کے معنی میں ہے چونکہ راستہ پر چلنے والا کچھ دیر کے بعد نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس لیے گویا راستہ اس کو نگل جاتا ہے۔ پھر ان وجوہ کی بناء پر اس کو صاد سے لکھا ہے۔ (۱) صراط حجازی لغت میں صاد ہی سے ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوانے کے وقت فرمایا تھا کہ اگر (کسی لفظ میں) تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کے لغت پر لکھنا کیونکہ قرآن (کا اکثر و بیشتر حصہ) انہیں کے لغت میں نازل ہوا ہے۔ (۲) صاد سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ سین سے بدلا ہوا ہے۔ پس اس میں سین والی قراءۃ کی طرف اشارہ موجود ہے اور سین کو صاد سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ سین اور طاء میں مناسبت نہیں تھی کیونکہ سین مہموسہ مستفلہ ہے اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے۔ پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے سین کو صاد سے بدل لیا جو سین اور طاء دونوں سے مناسبت رکھتا ہے۔ سین سے ہمس' صفیر اور ہم مخرج ہونے میں اور طاء سے استعلاء اور اطباق میں۔ رہا زا کے ساتھ اشمام۔ سو وہ مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے۔ کیونکہ زا میں طاء کی طرح جہر بھی ہے جو صاد میں نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ قراءۃ کے ثبوت کے لیے یہ بات کافی و وافی ہے۔ کہ صحیح اور متواتر سند سے ثابت ہو جائے پس رسم و عربیت کی موافقت کا ذکر محض تقویت و تائید کے لیے کیا جاتا ہے شرط کے طور پر نہیں (قاری) (۵) سِرَاطِ وَّ السِّرَاطِ میں اشارہ ہے کہ صِرَاطَ الَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خالی ہو یا اَلْ کے ساتھ ہو نہ یہ کہ معرفہ ہو خواہ نکرہ۔ کیونکہ الف لام سے خالی ہونے کی صورت میں صِرَاط نکرہ بھی ہوتا ہے جیسے صِرَاطِ اور اضافت کی بناء پر معرفہ بھی جیسے صِرَاطِی۔ صِرَاطَکَ۔ صِرَاطِ اللّٰہِ اور بقرہ شعر نمبر۵۸ کا وَنَقْلُ قُرَانٍ وَّالْقُرَانُ اور شعر نمبر۵۹ کا وَکَسْرُ بُیُوْتٍ وَّالْبُیُوْتَ بھی اسی قبیل سے ہیں کہ بُیُوْت اور قُرَاٰن بھی اَلْ سے خالی ہونے کی صورت میں نکرہ بھی ہوتے ہیں اور معرفہ بھی اور اسی لیے ان موقعوں میں فِی الْعُرْفِ وَالنُّکْرِ نہیں فرمایا اور ہمز المفرد شعر نمبر۱۰ میں کہا ہے کیونکہ لُؤْلُوءٍ اَلْ سے خالی ہو تو نکرہ ہی ہوتا ہے اور اگر ان سب کو نکرہ کی صورت میں لے آتے تب بھی مقصود حاصل ہو جاتا کیونکہ اَلْ کلمہ سے علیحدہ ہوتا ہے چنانچہ ہمز المفرد شعر نمبر۹ میں بِئْسَ کو واوٗ فا لام کے بغیر لائے ہیں۔ حالانکہ حکم وَبِئْسَ اور فَبِئْسَ اور لَبِئْسَ سب کے لیے عام ہے اور چونکہ اَلْ ایک ہی ہے اور مضاف الیہ متعدد ہیں اس لیے اَلْ ہی والے پر تنبیہہ فرمائی نہ کہ مضاف پر (۶) حَیْثُ عموم ظاہر کرنے اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ صِرَاط کا یہ حکم ہر جگہ ہے اگر اس کو نہ لاتے تو یہ وہم ہوتا کہ یہ حکم فاتحہ ہی کے صِرَاط کا ہوگا کیونکہ ناظم کی اصطلاح یہ ہے کہ جب کسی کلمہ کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا یہ حکم صرف اسی جگہ ہے۔ بقرہ شعر نمبر۲ انعام شعر نمبر۱۱ نحل شعر نمبر۱ کا دوسرا مصرعہ اور جس کلمہ کا دو جگہ ایک ہی حکم ہوتا ہے تو اس کے ساتھ معاً" کی قید لگا دیتے ہیں اور دو جگہ سے زیادہ میں ایک ہی حکم ہو تو وہاں جَمِیْعًا کُلاًّ حَیْثُ وغیرہ لے آتے ہیں اور قلیل موقعوں میں اس اصطلاح کے خلاف بھی کیا ہے کہ ضرورت کے باوجود بھی عموم کا لفظ نہیں لائے جیسے اَلتَّوْرٰۃَ وَکَاَیِّنْ آل عمران وغیرہ (۷) صِرَاط میں صاد کی قراءۃ وَالصَّادَ زَایًا سے معلوم ہوئی ہے کیونکہ یہ وَالْبَاقُوْنَ بِالصَّادِ کے معنی میں ہے اور صاد والی قراءۃ قوی تر اور فصیح تر ہے کیونکہ یہ صراحتہ" رسم کے موافق ہے (ابراز)

النحو و العربیہ: شعر ۱۰۸/۱ (۱) مُلِکٍ پہلا متبدا ہے اور جر حکایت کی بناء پر ہے۔ (۲) رَاوِیْہٖ کی ضمیر مد کے لیے ہے مُلِکٍ کے لیے (۳) عِنْدَ۔ فِیْ کے معنی میں ہے (۴) لِ قُنْبُلاَ میں لِ جارہ نہیں بلکہ وَلِیَ یَلِیْ بمعنی تَبِعَ سے امر ہے اسی لیے اس کو قُنْبُلاَ سے جدا لکھا ہے اور اس کے ساتھ سکتہ کی ہا بھی نہیں لائے۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ کوئی لِہٗ اور لِ قُنْبُلاَ کو جار مجرور سمجھ لیتا شعر ۱۰۹/۲ (۱) بِحَیْثُ کی با زائد ہے (۲) اَتٰی کی ضمیر کُلٌّ وَّاحِدٍ مِّنْھُمَا کے لیے ہے (۳) وَالصَّادَ کے دال میں روایتہ" نصب اور رفع دونوں ہیں اور نصب اکثر ہے جو اضمار علی شریطۃ التفسیر کی بناء پر ہے پس وَالصَّادَ کو اَشِمَّ مذکور کا مفعول نہیں کہہ سکتے اور ضمیر مونث اَشِمَّ مذکور کا پہلا اور زَایًا دوسرا مفعول ہے اور اَشِمَّ مقدر کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ اَیْ اَشِمَّ الصَّادَ زَایًا اَشِمَّھَا زَایًا یا زَایًا مقدر کا دوسرا مفعول ہے اور اَشِمَّ مذکور کا دوسرا مفعول محذوف ہے اَیْ زَایًا اور وَالصَّادُ کا رفع مبتدا ہونے کی بناء پر ہے لیکن چونکہ اس کے بعد کا فعل امر ہے اور انشاء کا خبر بننا تاویل یا فعل کی تقدیر پر موقوف ہے اس لیے وَالصَّادَ میں نصب ہی مختار ہے اور رفع کو مختار بتانے والے غلطی پر ہیں اور وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ الخ (مائدہ ع ۶) میں بھی ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فَاقْطَعُوْا خبر نہیں ہے بلکہ یہ سیبویہ کے نزدیک تو دو جملے ہیں اَیْ وَالسَّارِقُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالسَّارِقَةُ حُكْمُهُمَا فِيمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا اور مبرد کے قول پر ایک جملہ ہے اور فَاقْطَعُوْا کی فا سببیہ ہے جو خبر پر اس لیے داخل ہوئی ہے کہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے ای وَالَّذِیْ سَرَقَ وَالَّتِیْ سَرَقَتْ فَاقْطَعُوْا پس فَاقْطَعُوْا جزا کا قائم مقام ہے۔ (۴) لَدٰی۔ عِنْدَ کے معنی میں ہے پس لَدٰی خَلْفٍ۔ عِنْدَ خَلْفٍ ای فِیْ مَذْهَبِهٖ کے معنی میں ہے (۵) وَاشْمِمْ کے ہمزۂ قطعی کو وصلی قرار دیکر حذف کرنا ضرورت کی بناء پر ہے اور اگر واو عاطفہ کو حذف کر دیتے تو ہمزۂ قطعی سالم رہتا۔ (۶) اِشْمَمْ۔ اَشَمَّ الطِّیْبُ سے ہے ای اَوْصَلَ اِلَیْهِ شَیْئًا یَسِیْرًا مِمَّا یَتَعَلَّقُ بِهٖ وَهُوَ الرَّائِحَةُ (۷) اَلْاَوْلَا کا الف اطلاق کے لیے ہے اور لام عہدی ہے نہ کہ جنسی اور اس کی تقدیر اَلْحَرْفَ الْاَوَّلَ ہے اور یہ اَشِمَّ کا پہلا اور زَایًا دوسرا مفعول ہے جو مقدر ہے۔ اس میں اول کے ہمزہ کی حرکت نقل کر کے اَلْ کے لام کو دی گئی ہے۔ پس اگر اس عارضی حرکت کا اعتبار کر لیں تب تو لِخَلَّادٍ کے تنوین کا حذف شعری ضرورت کی بناء پر ہوگا اور اگر اس کا اعتبار نہ کریں۔ اور لام کو اب بھی حکماً ساکن ہی قرار دیں تو پھر تنوین کا حذف اجتماع ساکنین کی بناء پر ہوگا اور کبھی تنوین کو حروف علت کا قائم مقام سمجھ کر بھی حذف کر دیتے ہیں چنانچہ شاذ قراء توں میں اَحَدُ اللّٰهُ الصَّمَدُ بھی تنوین کے بغیر آیا ہے۔

۱۱۰　عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ حَمْزَةٌ وَلَدَيْهِمُ　　جَمِيْعًا بِضَمِّ الْهَاءِ وَقْفًا وَمَوْصِلَا

ترجمہ: عَلَيْهِمْ (اور) اِلَيْهِمْ اور لَدَيْهِمْ کو حمزہ نے تمام موقعوں میں وصل کرتے ہوئے بھی اور وقف کرتے ہوئے بھی (دونوں حالتوں میں) ہا کے (کسرہ کے بجائے) ضمہ سے (عَلَيْهُمْ اِلَيْهُمْ لَدَيْهُمْ) پڑھا ہے۔

شرح: ان تینوں کلمات میں حمزہ کے لیے وقف و وصل دونوں حالتوں میں، ہر جگہ ہا کا ضمہ اور باقی چھ کے لیے تینوں میں ہر جگہ ہا کا کسرہ ہے جو اس بات سے سمجھا گیا ہے کہ ضمہ تو حمزہ کے ساتھ مخصوص ہو گیا اور فتحہ کوئی لغت ہی نہیں۔ پس کسرہ متعین ہوگیا۔ اور جعبریؒ کے قول پر کسرہ وَفِی الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ سے نکلا ہے۔ جو ساتویں شعر میں آئے گا اور ضد سے نہیں نکلا۔ کیونکہ ضمہ کی ضد فتحہ ہے نہ کہ کسرہ۔

فائدہ ا: (۱) شعر کے تینوں کلمات میں روایتہً ہا کا کسرہ اور ضمہ دونوں ہیں اور ضمہ مشہور تر ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کو ہا کے کسرہ ہی سے پڑھا جائے تاکہ باقین کی قراءۃ بھی تلفظ سے نکل آئے اور لَدَيْهُمْ میں ھا کے ضمہ کے ساتھ میم کا صلہ کرنے سے جو قراء توں میں ترکیب پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے بھی نجات ہو جائے۔ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ بِضَمِّ الْهَاءِ کے بجائے بِضَمِّ الْكَسْرِ کہتے تو باقین کی قراءۃ لفظ کسر سے ظاہر ہو جاتی اور ممکن ہے کہ ارادہ یہی کیا ہو پھر لکھواتے وقت زبان کی سبقت کی بناء پر بِضَمِّ الْهَاءِ نکل گیا ہو اور ابھی ساتویں شعر کے كَسْرُ الْهَاءِ اور آٹھویں کے وقف لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ سے واضح ہو جائے گا کہ خلاف ھا کے کسرہ اور ضمہ میں ہے۔ (۲) حمزہ کے لیے وقف و وصل دونوں کی تعمیم اس لیے کی ہے کہ اسی سورۃ کے آٹھویں شعر کے وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ سے یہ شبہ نہ ہو کہ ان کلمات میں وقفاً حمزہ کے لیے بھی کسرہ ہوگا۔ پس ان کے لیے بہرحال ضمہ ہے (۳) ناظم کا دستور یہ ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف کے موقع کے مشہور ہونے اور کسی دوسرے مطلب کا احتمال نہ ہونے کی صورت میں بھی قیود کا خیال رکھتے ہیں چنانچہ بقرہ شعر نمبر۵ و ٦ کے ھُوَ اور ھِیَ میں باقین کے لیے ھُوَ کی ھَا کا ضمہ اور ھِیَ کی ھَا کا کسرہ اسی لیے بیان کردیا ہے اور بقرہ شعر نمبر ۳ و ۴ کے سات کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں اور اگر گنجائش نہیں ہوتی تو ہر کلمہ کو اس کی سورۃ میں جدا جدا بیان کرتے ہیں اسی لیے بقرہ اور انفال و قتال کے اَلسَّلْمِ کو اور احزاب اور فتح کے بِمَا یَعْمَلُوْنَ کو جدا جدا دو جگہ بیان کیا ہے اور یہ جمع اور تفریق قاری کے متحد ہونے کی صورت میں بھی واقع ہوتی ہے اور جدا جدا ہونے کی حالت میں بھی۔

فائدہ ۲: ضمیر کی ھا کی اصلی حرکت ضمہ ہے اسی لیے جب اس سے پہلے یا اور کسرہ نہیں ہوتا تو اجماعاً" ضمہ ہی آتا ہے جیسے مِنْهُمَا۔ مِنْهُمْ۔ مِنْهُنَّ پھر الف کی وجہ سے فتحہ آجاتا ہے جیسے فِيْهَا۔ عَلَيْهَا اور کسرہ اور یائے ساکنہ کی مناسبت سے کسرہ آجاتا ہے جیسے بِهِمَا۔ بِهِمْ۔ بِهِنَّ۔ عَلَيْهِ عَلَيْهِمَا۔ عَلَيْهِنَّ پس عَلَيْهِمْ وغیرہ میں ضمہ کی قراءۃ اصل کے موافق ہے اور یہ قریش اور اہل حجاز اور ان کے ہمسایہ (یمن کے فصیح لوگوں) کا لغت ہے اور کسرہ کی قراءۃ یا کی مناسبت سے ہے یہ قیس۔ تمیم۔ نبی ﷺ کے ماموؤں (بنی سعد) کا لغت ہے اور لغۃ کسرہ ہی احسن ہے جیسا کہ اَلصِّرَاط میں صاد فصیح تر ہے اور چونکہ عَلَيْهِمْ۔ اِلَيْهِمْ۔ لَدَيْهِمْ کی یا الف سے بدلی ہوئی ہے اور الف کے بعد ضمیر کی ہا پر اجماعاً" ضمہ آتا ہے۔ اس لیے اصل کا لحاظ کر کے حمزہ نے انہیں کلموں میں ضمہ پڑھا ہے اور جمع مذکر ہی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قراءۃ میں ساکن سے پہلے اور صلہ والوں کی قراءۃ میں ہر حال میں اسی کے میم پر ضمہ آتا ہے پس ھا کا ضمہ میم کے تقدیری ضمہ کی بناء پر ہے اور یعقوب نے اس کا لحاظ نہیں کیا اسی لیے وہ یائے ساکنہ کے بعد واحد کی ضمیر کے سوا باقی سب ضمیروں میں ھا کو ضمہ دیتے ہیں۔

۴
۱۱۱ وَصِلْ ضَمَّ مِيْمِ الْجَمْعِ قَبْلَ مُحَرَّكٍ　　دِرَاكًا وَّقَالُوْنُ بِتَخْيِيْرِهٖ جَلَا

ترجمہ: اور ضمیر جمع کی میم کے ضمہ کا متحرک (حرف) سے پہلے (واؤ کے ساتھ) صلہ کر اس حالت میں کہ تو (نقل کی) پیروی کرنے والا ہے اور قالون جو ہیں انہوں نے اپنے (صلہ اور عدم صلہ میں) اختیار دیدینے کی وجہ سے (صلہ و عدم صلہ دونوں لغتوں کو) ظاہر کردیا ہے۔

۵
۱۱۲ وَمِنْ قَبْلِ هَمْزِ الْقَطْعِ صِلْهَا لِوَرْشِهِمْ　　وَاَسْكَنَهَا الْبَاقُوْنَ بَعْدُ لِتَكْمُلَا

ترجمہ: اور ہمزہ قطعی سے پہلے اس (میم جمع) کا ان (قراء) میں کے ورش کے لیے صلہ کر اور جو قراء ان (نافع ابن کثیر) کے بعد باقی رہے انہوں نے اس میم کو ساکن پڑھا ہے (اور میں نے اس خلاف کو) اس لیے (بیان کردیا ہے) کہ (قراءۃ کی وجوہ) کامل ہو جائیں۔

شرح: یعنی میم جمع (جو هُمْ۔ كُمْ۔ تُمْ میں ہوتی ہے) جب متحرک حرف سے پہلے ہو اور یہ متحرک خواہ ہمزہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعی ہو خواہ کوئی اور حرف ہو (جیسے عَلَيْهِمْ غَيْرِ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ) تو دِرَاکافی دال والے ابن کثیر بلا خلاف اور قالون بخلاف اس میم کو ضمہ دے کر اس کا واؤ کے ساتھ صلہ کرتے ہیں اور عَلَيْهِمْ غَيْرِ اور وَلَهُمْ عَذَابٌ اور وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ پڑھتے ہیں اور اگر میم جمع کے بعد ہمزہ قطعی ہو (جیسے لَهُمْ اٰمِنُوْا اور لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اور عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ) تو اس میم میں ابن کثیر کی طرح ورش بھی بلا خلاف صلہ کرتے ہیں پس ہر اس میم جمع میں جس کے بعد متحرک ہو ابن کثیر کے لیے فقط صلہ اور قالون کے لیے صلہ و عدم صلہ دونوں ہیں اور ورش کے لیے صرف ہمزہ قطعی سے پہلے فقط صلہ ہے اور ہمزہ قطعی سے پہلے میم میں صلہ کرنے سے مد منفصل پیدا ہو جاتا ہے۔ جس میں ابن کثیر کے لیے صرف قصر اور قالون کے لیے قصر اور دو الفی مد اور ورش کے لیے صرف مد ہوتا ہے۔ جس کی مقدار پانچ الف کے برابر ہے اور قالون' ابن کثیر اور ورش کے سوا باقی پانچ متحرک سے پہلے ہر میم جمع کو ساکن پڑھتے ہیں اور اگر میم جمع کے بعد والا حرف ساکن ہو (جیسے عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ بِهِمُ الْاَسْبَابُ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ۔ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ) تو اس میں کسی کے لیے بھی صلہ نہیں ہے۔ اسی لیے ناظم نے صلہ کے لیے متحرک سے پہلے ہونے کی شرط لگا دی یہ حکم تو وصل کا ہے اور اگر میم جمع پر وقف کر دیا جائے تو اس میں سب کے لیے (صلہ والے ہوں خواہ عدم صلہ والے) فقط سکون ہے۔

فائدہ ۱: (۱) صلہ سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو دراز کیا جائے تاکہ واؤ ساکنہ پیدا ہو جائے (۲) جعبری کہتے ہیں کہ ضم سے یہ معلوم ہوگیا کہ میم جمع کا صلہ واؤ کے ساتھ ہوتا ہے یا کے ساتھ نہیں ہوتا انتہی۔ (۳) قالون کے لیے دونوں وجوہ برابر ہیں لیکن صلہ اصل کے موافق ہے (۴) متحرک سے مراد عام ہے تحقیقاً" ہو یا تقدیراً تاکہ تشدید کی قراءۃ پر كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ اور فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ کے صلہ کو بھی شامل ہو جائے نیز منفصل ہو تاکہ متصل نکل جائے جیسے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا اور دَخَلْتُمُوْهُ کیونکہ اس صورت میں بالاتفاق صلہ ہے اور منفصل ہونے کی قید وَاَسْكَنَهَا الْبَاقُوْنَ بَعْدُ سے سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ ساکن وہی میم ہو سکتی ہے جو رسماً" مابعد سے جدا ہو (۵) میم جمع کہنے سے فَاَحْكُمْ اور يَعْلَمْ اور يَعْتَصِمْ جیسے الفاظ نکل گئے۔

فائدہ ۲: یہ تخییر خود نافع سے بھی منقول ہے اور ایک روایت پر قالون کے لیے ورش کی طرح فقط ہمزہ قطعی سے پہلے صلہ ہے اور ابن کثیر کے لیے باقی قراء کی طرح عدم صلہ ہے لیکن آج کل ان پر عمل نہیں ہے۔

فائدہ ۳: (۱) ورش نے جو صرف ہمزۂ قطعی سے پہلے صلہ کیا ہے اس کی تین وجوہ ہیں (۱) صلہ کے سبب مد پیدا ہو کر اس میں حسن آجاتا ہے (۲) میم جمع نقل کی وجہ سے اپنی حرکت (ضمہ) کے سوا اور حرکتوں کے ساتھ متحرک نہ ہو (۳) ان کی روایت میں صلہ اور عدم صلہ دونوں لغت جمع ہو جائیں اور جمہور نے تخفیف کے لیے صلہ کو حذف کر کے مزید سہولت کے لیے میم کو ساکن بھی کر دیا کیونکہ ضمہ بھی حروف علت کی جنس سے ہے اس کے باقی رہنے سے بھی ثقل رہتا اور چونکہ صلہ کی ضد سے یہ وہم ہوتا تھا کہ اوروں کے لیے صلہ کے بغیر میم کا ضمہ ہوگا۔ اس لیے بتا دیا کہ باقین کے لیے میم کا اسکان ہے (۲) جعبری نے فرمایا ہے کہ ناظم کے قول صِلْهَا (تو صلہ کر) سے سمجھا جاتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلہ وصلاً ہی ہوگا کیونکہ صلہ کی شرط یہ ہے کہ میم کے بعد متحرک حرف ہو اور یہ شرط وقف میں باقی نہیں رہتی تو مشروط (صلہ) بھی نہیں رہے گا۔ پس اس سے ابو شامہ کا یہ اعتراض رفع ہوگیا کہ جو وصلاً صلہ کرتے ہیں وہ وقفاً" عدم صلہ پر متفق ہیں اور ناظم نے اس پر تنبیہہ نہیں فرمائی انتھی۔ اور حق یہ ہے صِلُهَا سے صراحتہ" اس پر تنبیہہ نہیں ہوتی کہ وقفاً" عدم صلہ ہے۔ کیونکہ عقلاً" تو یہ بھی جائز ہے کہ جو واؤ صلہ سے پیدا ہوا تھا اس پر وقف کر دیا جائے یعنی وقفاً" هُمُو كُمُو پڑھا جائے اور قَبْلَ مُحَرَّكٍ سے یہ مراد لیا جائے کہ ابتداء کی حالت میں متحرک سے پہلے ہو۔

فائدہ ۴: (۱) صلہ اور عدم صلہ دونوں فصیح لغت ہیں اور نظم و نثر میں بکثرت آتے ہیں لبید کہتے ہیں وَهُمُو فَوَارِسُهَا وَ هُمْ حُكَّامُهَا (۲) جمع میں صلہ کے واؤ کی زیادتی ایسی ہے جیسا کہ تثنیہ میں الف زائد ہوتا ہے پس اَنْتُمَا۔ اَنْتُمُو۔ اَلزَّيْدَانِ اور اَلزَّيْدُوْنَ کی طرح ہیں (۳) ساکن سے پہلے صلہ اس لیے نہیں کرتے کہ اس سے دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں (۴) اگر میم جمع کے بعد ضمیر متصل آجائے جیسے دَخَلْتُمُوهُ اَنُلْزِمُكُمُوهَا۔ يُرِيكُمُوهُمْ تو اس میں سب کے لیے صلہ ہوتا ہے اور وہ واؤ لکھنے میں بھی آتا ہے اور یہ فصیح لغت ہے۔ سوال۔ اجتماع ساکنین علٰی حدھا تو جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلا ساکن مدہ اور دوسرا مدغم ہو اسی لیے ابو عمرو کی قراءۃ پر قَالَ رَّبُّ اور بزی کی روایت پر عَنْهُ تَّلَهّٰى میں اور اسی طرح دَآبَّةٍ میں مدہ کو حذف نہیں کیا گیا۔ پس چاہیے تھا کہ هُمُ الَّذِيْنَ اور هُمُ السُّفَهَآءُ جیسی مثالوں میں بھی صلہ کو جائز رکھتے۔ جواب: فرق یہ ہے کہ پہلی تین مثالوں میں تو ادغام مدہ کی موجودگی میں ہوا ہے پس اگر مدہ کو بھی حذف کر دیتے تو دو تعلیلیں جمع ہو جاتیں اور هُمُ الَّذِيْنَ اور هُمُ السُّفَهَآءُ میں ادغام وضعی طور پر لزوماً" ہے مدہ کے وجود پر موقوف نہیں پس مدہ کے حذف میں کوئی خرابی نہیں تھی اس لیے حذف کر دیا اور اُدْخُلَا النَّارَ اور وَفِي النَّارِ اور قَالُوا اطَّيَّرْنَا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

اس میم جمع کا حکم جس کے بعد ساکن ہو

۱۱۳ وَمِنْ دُوْنِ وَصْلٍ ضَمُّهَا قَبْلَ سَاكِنٍ ۔ لِكُلٍّ وَبَعْدَ الْهَاءِ كَسْرُ فَتَى الْعَلَا

۱۱۴ مَعَ الْكَسْرِ قَبْلَ الْهَا اَوِ الْيَآءِ سَاكِنًا ۔ وَفِي الْوَصْلِ كَسْرُ الْهَاءِ بِالضَّمِّ شَمْلَلَا

ترجمہ: اور اس (میم جمع) کا ساکن سے پہلے تمام (قراء) کے لیے صلہ کے بغیر ضمہ ہے اور ھا کے بعد عَلَاء کے جوان کا (میم کو) کسرہ دینا (ثابت ہے اس حالت میں کہ وہ میم اس) کسرہ کے ساتھ (ہو جو) ھا سے پہلے (ہو) یا (اس) یا (کے ساتھ ہو کہ وہ بھی ھا) سے (پہلے ہو اس حالت میں کہ وہ یا) ساکن ہو اور ھا کا کسرہ جو ہے وہ وصل میں ضمہ کو جلدی سے لے آیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸/۱۱۵ كَمَا بِهِمُ الْاَسْبَابُ ثُمَّ عَلَيْهِمُ الْ　　قِتَالُ وَقِفْ لِلْكُلِّ بِالْكَسْرِ مُكْمِلَا

ترجمہ: (اس اختلاف والی قسم کی مثال) بِهِمُ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ کی طرح ہے اور تو (اس میم جمع پر) تمام قراء کے لیے (ھا کے) کسرہ کے ساتھ وقف کر اس حالت میں کہ تو (قراءۃ کی وجوہ کی معرفت کو) کامل کرنے والا ہو۔

شرح: ان تینوں شعروں میں اس صورت کا بیان ہے جس میں میم جمع کے بعد کا حرف ساکن ہو جیسے لَهُمُ الرَّسُوْلُ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ پس اس صورت میں تمام قراء اس میم کو صلہ کے بغیر ضمہ دیتے ہیں لیکن اگر یہ میم ھا کے بعد ہو اور ھا سے پہلے کسرہ ہو یا یائے ساکنہ ہو جیسے بِهِمُ الْاَسْبَابُ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ تو ان دو قسموں میں ابو عمرو ھا اور میم دونوں کا کسرہ پڑھتے ہیں۔ پس بِهِمِ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهِمِ الْقِتَالُ ہو جاتا ہے اور انہیں دونوں قسموں میں شَمْلَلَا کے شین والوں (حمزہ اور کسائی) کے لیے ھا اور میم دونوں کا ضمہ ہے (یعنی بِهُمُ الْاَسْبَابُ اور عَلَيْهُمُ الْقِتَالُ) اور باقی چار (نافع، ابن کثیر، ابن عامر، عاصم) کے لیے ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ ہے اور وقفاً ان دونوں قسموں میں ساتوں کے لیے ھا کا کسرہ اور میم کا سکون ہے لیکن حمزہ کے لیے عَلَيْهُمْ۔ اِلَيْهُمْ۔ لَدَيْهُمْ میں ھا کا ضمہ ہے جیسا کہ شعر ۱۱۰/۳ عَلَيْهِمْ اِلَيْهِمْ الخ میں معلوم ہو چکا ہے۔

فائدہ: (۱) جس میم جمع کے بعد ساکن ہو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول: یہ کہ وہ میم کاف یا تا کے بعد ہو (جیسے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ) دوم یہ کہ میم ھا کے بعد ہو اور ھا سے پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ نہ ہو (جیسے مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ) ان دونوں قسموں میں تمام قراء کے لیے میم جمع اور اس سے پہلے حرف (دونوں) کا ضمہ ہے۔ سوم یہ کہ میم ھا کے بعد ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو یا یائے ساکنہ ہو (جیسے بِهِمُ الْاَسْبَابُ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ) اس قسم میں خلاف ہے یعنی ابو عمرو کے لیے ھا اور میم دونوں کا کسرہ ہے ھا کے کسرہ کی وجہ یا اور کسرہ کی مناسبت ہے اور میم کا کسرہ ھا کے کسرہ کے اتباع کی وجہ سے ہے اور حمزہ اور کسائی کے لیے دونوں کا ضمہ ہے میم کا ضمہ اس لیے کہ میم جمع میں اصل ضمہ ہی ہے اور ھا کا ضمہ اس کی مناسبت سے ہے اور اوروں کے لیے ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ ہے ھا کا کسرہ یا اور کسرہ کی مناسبت سے اور میم کا ضمہ اصل ہونے کی بناء پر اور یہ بنی اسد اور اہل حرمین کا لغت ہے (۲) وَفِي الْوَصْلِ وضاحت کے لیے ہے احتراز کے لیے نہیں کیونکہ کلام وصل ہی میں ہو رہا ہے ورنہ میم کے ضمہ کے لیے بھی وصل کی شرط لگانے کی حاجت تھی۔ نیز وَقِفْ لِلْكُلِّ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس سے پہلے جس خلاف کا بیان ہو رہا ہے وہ وصل میں ہے اور چونکہ میم جمع پر وقف اسکان ہی سے ہوتا ہے حتیٰ کہ اس میں روم و اشمام بھی جائز نہیں اس لیے اس سے بھی ظاہر ہو گیا کہ میم کا ضمہ وصل ہی میں ہو گا اسی بناء پر بیان کی ضرورت نہیں سمجھی اور ساکن سے پہلے جمع کے میم کو ضمہ دینا اجتماع ساکنین کی بناء پر ہے اور ضمہ کی خصوصیت اس لیے ہے کہ اس میم میں یہی اصل ہے اور یہ ساکن ہر جگہ ہمزۂ وصلی کے بعد ہوتا ہے اور وقفاً سب ھا کو کسرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کیونکہ حمزہ اور کسائی نے وصلاً" ھا کو ضمہ دو وجوہ سے دیا تھا۔ (۱) ہا میں ضمہ ہی اصل ہے (۲) میم کے ضمہ کی مناسبت سے اور وقف میں میم کا ضمہ نہیں رہا اس لیے مناسبت بھی ختم ہو گئی۔

النحو و العربیہ: شعر ۳/۱۱۰ (۱) عَلَیۡھِمۡ کے بعد واوٗ عاطفہ محذوف ہے اور تینوں معطوفات قَرَأَ مقدر کے مفعول ہیں اور حَمۡزَۃُ فاعل ہے (۲) جَمِیۡعًا یا تو تینوں کلمات سے حال ہے یا مفعول فیہ ای فِیۡ جَمِیۡعِ الۡمَوَاضِعِ (۳) وَقۡفًا اور مُوۡصِلًا دونوں مصدر ہیں اور حَمۡزَۃُ سے حال ہیں ای ذَا وَقۡفٍ وَّ وَصۡلٍ اَوۡ فِیۡ حَالَۃِ وَقۡفِہٖ وَ وَصۡلِہٖ (۴) مُوۡصِلًا وَصۡلٌ کی طرح مصدر ہے اور مُرۡجِعٌ اور رَجۡعٌ کا بھی یہی حال ہے۔ شعر ۴/۱۱۱ (۱) قَبۡلَ یا تو ظرف ہے یا حال (۲) دِرَاکًا دَارَکَہٗ تَابَعَہٗ کا مصدر ہے اور صِلۡ کے فاعل سے حال ہے ای تَابِعًا۔ لِلنَّقۡلِ (۳) قَالُوۡنَ میں صرف و عدم صرف دونوں جائز ہیں اور مزید تحقیق کے لیے دیباچہ کے شعر ۲۵ و ۲۶ کا مطالعہ کیجئے (۴) تخییر کی اضافت یا تو فاعل قالون کی طرف ہے یا مفعول (اَلصِّلَۃَ وَعَدَمَھَا) کی طرف ہے (۵) جَلَا۔ کَشَفَ شعر ۵/۱۱۲ لِتَکۡمُلَا بالف اطلاق اَعۡلَمۡتُ بِذٰلِکَ مقدر کی علت اور اسی کے متعلق ہے شعر ۶/۱۱۳ (۱) ضَمُّھَا مشہور روایت کی بناء پر مصدر ہے اور لِکُلٍّ اس کی خبر ہے اور مِنۡ اسی کے متعلق ہے اور دوسری روایت پر ضُمَّھَا امر ہے اور یہ صِلۡ کے اور مصدر والی روایت کسر کے مناسب ہے (۲) کَسۡرُ مصدر کا مفعول اَلۡمِیۡمُ مقدر ہے اور اسی طرح اس کی خبر بھی ثَابِتٌ مقدر ہے شعر ۷/۱۱۴ (۱) مَعَ الۡکَسۡرِ۔ اَلۡمِیۡمُ سے حال ہے (۲) قَبۡلَ الۡھَا۔ اَلۡکَسۡرُ کی صفت ہے (۳) اَوۡ تنویع کے لیے ہے (۴) سَاکِنًا کی تذکیر اس لیے ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں (۵) شَمۡلَلَا۔ اَسۡرِعۡ کے معنی میں ہے۔ اَیۡ اَتٰی بِالضَّمِّ سَرِیۡعًا اور گو کسرہ اور ضمہ ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے لیکن اس پر بھی کسرہ کی طرف اتیان بالضم کی نسبت مجاز کی بناء پر ہے اور علاقہ یہ ہے کہ دونوں قراء تیں معناً" متحد ہیں اور صحیح ہیں اور دونوں حرکتوں میں سے ہر ایک دوسری کی جگہ آجاتی ہے شعر ۸/۱۱۵ (۱) کَمَا میں مَا زائد ہے اور اس کی تقدیر مِثَالُ الۡقِسۡمِ الۡمُخۡتَلَفِ فِیۡہِ کَبِھِمُ الۡاَسۡبَابُ ہے۔ (۲) ان دونوں مثالوں میں مشہور روایت کی بناء پر ھا اور میم دونوں کا کسرہ ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان میں اکثر کی قراءۃ کے موافق ھا کا کسرہ اور میم کا ضمہ پڑھا جائے۔

بَابُ الۡاِدۡغَامِ الۡکَبِیۡرِ

تیسرا باب ادغام کبیر کے بیان میں

(اس میں سولہ شعر ہیں)

چونکہ سورۂ فاتحہ میں اَلرَّحِیۡمِ مَّلِکِ میں ادغام کبیر واقع ہوا ہے اس مناسبت سے اس باب کو فاتحہ کے بعد لائے ہیں یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتا ہے اور دو کلموں میں بھی۔ (الف) لغت میں ادغام کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری چیز میں داخل کر دینا اور چھپا دینا اور اصطلاحی معنی ہیں دو حرفوں سے دوسرے حرف جیسا ایک مشدد حرف بنا کر ادا کرنا یا ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخرج سے بلا فاصلہ اول ساکن پھر متحرک حرف کا ادا کرنا اور لغوی معنی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ادغام میں بھی مدغم چھپ جاتا ہے اور ظاہر نہیں رہتا (ب) اس کا فائدہ تخفیف ہے کہ مثلین اور متقاربین اور متجانسین کے جمع ہونے کی صورت میں ادغام کے سبب ان کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے (ج) تغیر کی کمی اور زیادتی کے لحاظ سے ادغام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیر جس میں مدغم پہلے ہی سے ساکن ہو جیسے اِذْ ذَّهَبَ اِذْ ظَّلَمُوْا (۲) کبیر جس میں مدغم پہلے سے متحرک ہو پھر ساکن کر کے ادغام کیا جائے جیسے فِيْهِ هُّدًى خَلَقَكُّمْ (د) اس کو کبیر کہنے کی تین وجوہ ہیں (۱) اس میں عمل زیادہ ہوتا ہے کہ متحرک کو ساکن کرتے ہیں پھر بلا ابدال یا ابدال کے بعد ادغام کرتے ہیں (۲) یہ بہ نسبت صغیر کے قرآن میں زیادہ جگہ آیا ہے۔ (۳) یہ مثلین و متقاربین و متجانسین تینوں میں ہوتا ہے۔ (ہ) پھر ادغام کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ سبب، شرط، موانع (یعنی رکاوٹوں) سے خالی ہونا اور سبب تین ہیں۔ (۱) تماثل دو حرفوں کا مخرج میں اور جملہ صفات میں متحد ہونا جیسے با اور با تا اور تا (۲) تجانس دونوں حرفوں کا مخرج میں متحد اور صفات میں مختلف ہونا جیسے تا اور طا ثا اور ذال (۳) تقارب دونوں حرفوں کا مخرج میں یا صفات میں یا دونوں میں قریب ہونا جیسے دال و سین یا دال و شین یا لام و را۔ اور شرطیں دو ہیں (۱) مدغم اور مدغم فیہ رسماً متصل ہوں۔ اسی لیے اَنَا نَذِيْرٌ میں نون کا نون میں اور اَنَا لَكُمْ میں نون کا لام میں ادغام نہیں ہوتا کیونکہ ان میں الف فاصل ہے اور اِنَّهٗ هُوَ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دونوں ھائیں کتابت میں متصل ہیں۔ اور صلہ کا واؤ جو صرف تلفظ میں ہے وہ چونکہ حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس لیے اس کو فاصل نہیں سمجھا گیا۔ (۲) جب ادغام ایک کلمہ میں ہو تو مدغم فیہ کم از کم دو حرفی ہو اسی لیے خَلَقَكَ وغیرہ میں ادغام نہیں ہوتا۔ موانع پانچ ہیں (۱) پہلا حرف متکلم کی (۲) اور مخاطب کی تا ہو جیسے كُنْتُ تُرٰبًا۔ اَنْتَ تُكْرِهُ۔ كُنْتَ ثَاوِيًا (۳) پہلے حرف پر تنوین ہو جیسے وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (۴) اول حرف پر تشدید ہو جیسے فَتَمَّ مِيْقَاتُ۔ وَهَمَّ بِهَا (۵) مدغم کے بعد سے جزم کی بناء پر کوئی حرف علت ساقط ہو گیا ہو یہ صورت اگر مثلین میں ہو تب تو ادغام و اظہار دونوں جائز ہیں اسی لیے يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران ع ۹) اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ (یوسف ع ۲) وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا (غافر ع ۴) تینوں میں دونوں وجوہ ہیں اور اگر متقاربین میں سے ہو تو ادغام منع ہے اور یہ صورت صرف وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً (بقرہ ع ۳۲) میں پائی جاتی ہے۔ (و) ادغام و اظہار کے لحاظ سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں اہل ادغام کے قول پر ادغام واجب ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ شرط و سبب موجود ہوں اور موانع نہ ہوں (۲) وہ جن میں اظہار واجب ہے اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ یا تو شرط نہ ہو یا مانع پایا جا رہا ہو۔ (۳) وہ جن میں اظہار و ادغام دونوں جائز ہیں اور یہ صورت ذیل کے بارہ کلمات میں پائی جاتی ہے۔ (۱) يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ (آل عمران ع ۹) (۲) يَخْلُ لَّكُمْ (یوسف ع ۲) (۳) يَكُ كَاذِبًا (غافر ع ۴) (۴) وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ (طلاق ع ۱) یہ چار تو مثلین میں سے ہیں اور باقی آٹھ متقاربین و متجانسین میں سے ہیں (۵) الزَّكٰوةَ ثُمَّ (بقرہ ع ۱۰) (۶) التَّوْرٰىةَ ثُمَّ (جمعہ ع ۱) (۷) وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ (نساء ع ۱۵) (۸) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (اسراء ع ۳) (۹) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (روم ع ۴) (۱۰) الرَّاْسُ شَيْبًا (مریم ع ۱) (۱۱) جِئْتِ شَيْئًا (مریم ع ۲) (۱۲) طَلَّقَكُنَّ (تحریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع ا)- ان سب میں دو دو وجوہ ہیں اور دونوں صحیح ہیں (۴) وہ جن میں ادغام قوی ہے- (۵) وہ جن میں اظہار قوی ہے- اور یہ دونوں صورتیں بھی انہیں مذکورہ بالا بارہ کلمات میں پائی جاتی ہیں- پس ان کی تین قسمیں ہیں- (ا) بعض میں تو اظہار و ادغام دونوں برابر ہیں اور (۲) بعض میں ادغام قوی ہے اور (۳) بعض میں اظہار قوی ہے اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی اور اظہار اصل ہے اور ادغام فرع ہے کیونکہ اول سبب پر موقوف نہیں اور ثانی موقوف ہے-

فائدہ: (ا) جب شرط اور سبب ہو اور مانع نہ ہو تو اول کو ساکن کر کے ثانی میں ادغام کرتے ہیں- مثلین میں بلا ابدال اور متقاربین میں ابدال کے بعد پس اول کو ثانی سے بدل کر اس میں ملا کر دونوں کو ایک کر دیتے ہیں او رپہلے کے عوض میں تشدید لے آتے ہیں- اور با سے پہلے میم کا اخفا بھی ادغام ہی میں شامل ہے کیونکہ متحرک کو ساکن کرنے کی صفت میں دونوں شریک ہیں (۲) چونکہ اخفا ادغام و اظہار کے درمیانی حالت کا نام ہے اس لیے اس میں اختلاف ہے- صاحب مصباح اور اہوازی کہتے ہیں کہ اخفاء میں قدرے تشدید بھی ہوتی ہے اور دانیؒ اور مکیؒ کی رائے پر تشدید سے خالی ہوتا ہے اور جعبریؒ کہتے ہیں کہ یہی تحقیق اور حق ہے کیونکہ اس میں پہلے حرف کو دوسرے میں ملایا نہیں جاتا (اسی لیے تشدید بھی نہیں ہوتی) اور احقر کو بھی یہی حق معلوم ہوتا ہے اور علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا ملاؤ تو ہوتا ہی ہے اور اہل فن جو اُدْغِمَ هٰذَا فِی هٰذَا (فلاں حرف کا فلاں حرف میں ادغام کیا گیا ہے) اور اُخْفِیَ هٰذَا عِنْدَ هٰذَا (یہ حرف اس حرف کے قریب اخفا سے پڑھا جاتا ہے) کہتے ہیں اس سے ملاؤ کی نفی نہیں ہوتی- بلکہ یہ اس لیے ہے کہ دونوں میں شدت و ضعف کا فرق ہے کہ ادغام میں ملاؤ قوی اور کامل اور اخفاء میں ضعیف اور معمولی ہوتا ہے- پس خلاف لفظی ہے حقیقی نہیں-

$\frac{1}{116}$ وَدُونَكَ الْإِدْغَامَ الْكَبِيرَ وَقُطْبُهُ ۞ أَبُو عَمْرِوِ الْبَصْرِيُّ فِيهِ تَحَفَّلَا

ترجمہ: اور تو ادغام کبیر (کے قواعد) کو لے لے- حالانکہ اس (ادغام) کا مدار (اور اس بارہ میں اصل) ابو عمرو بصری ہے- یہ (ادغام) اس (ابو عمرو) میں جمع ہوگیا ہے- (یعنی اس کے قواعد انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ابو عمرو نے اس ادغام کا اہتمام کیا ہے-)

شرح: یعنی تم ادغام کبیر کے قواعد کو یاد کر لو اور اس کو قراء سبعہ میں سے صرف ابو عمرو بصری نے اختیار کیا ہے- اور انہیں نے اس کے حروف کو ضبط کیا ہے اور نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی دلیلیں بھی بیان کی ہیں اور زیادہ مشہور بھی انہیں سے ہے اگرچہ حسنؒ، اعمشؒ وغیرہ نے بھی ادغام کیا ہے- لیکن ان سے اتنا مشہور نہیں-

فائدہ: (الف) مثلین، متقاربین اور متجانسین میں ابو عمرو کے لیے دو طریق ہیں ادغام و اظہار اور اسی طرح ہمزہ ساکنہ میں بھی دو وجوہ ہیں- ابدال اور تحقیق اور ان دونوں کے ملانے سے عقلاً" چار طریق نکلتے ہیں- (ا) اظہار و ابدال (۲) اظہار اور ہمزہ میں تحقیق (۳) ادغام اور ہمزۂ ساکنہ میں ابدال (۴) ادغام و تحقیق- ان میں سے چوتھا طریق ناجائز ہے کیونکہ یہ ابو عمرو سے صحیح نقل کے ساتھ منقول نہیں اور بعض نے یہ علت بیان کی ہے کہ اس سے ثقیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مثلین وغیرہ) میں تو تخفیف ہو جاتی ہے اور اثقل (ہمزۂ ساکنہ) میں نہیں ہوتی اور پہلی علت صحیح ہے کیونکہ دوسری پر یعقوب کی قراءۃ سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں یہی صورت ہے اور درست بھی ہے۔ یعنی مثلین وغیرہ میں ادغام اور ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور باقی تین طریق جائز اور صحیح ہیں۔ (ب) جس طرح ابو عمرو کے لیے ادغام کے ساتھ ہمزہ کی تحقیق صحیح نہیں اسی طرح ادغام کے ساتھ مد منفصل میں مد بھی درست نہیں۔ پس دوری اور سوسی دونوں کے لیے مثلین وغیرہ میں ادغام و اظہار اور ہمزۂ ساکنہ میں ابدال و تحقیق دونوں صحیح ہیں لیکن ہمزۂ ساکنہ میں تحقیق اور منفصل میں مد پڑھنے کی صورت میں مثلین وغیرہ میں صرف اظہار ہوگا۔ پس مثلین وغیرہ اور ہمزۂ ساکنہ دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں حَيْثُ شِئْتُمَا جیسی مثالوں میں عقلاً چار وجوہ نکلتی ہیں (۱) اظہار و تحقیق۔ حَيْثُ شِئْتُمَا (۲) اظہار و ابدال جیسے حَيْثُ شِيْتُمَا (۳) ادغام و ابدال یعنی حَيْثُّ شِيْتُمَا (۴) ادغام و تحقیق یعنی حَيْثُّ شِئْتُمَا ان میں سے چوتھی ناجائز ہے اور باقی تین صحیح ہیں اور مد منفصل اور مثلین وغیرہ جمع ہو جائیں جیسے وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ میں ہیں تب بھی چار وجوہ نکلتی ہیں۔ (۱) منفصل میں قصر اور مثلین میں اظہار وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ (۲) قصر و ادغام وَلَا اَقُوْلُّ لَكُمْ (۳) مد و اظہار (۴) مد و ادغام ان میں سے بھی چوتھی ناجائز اور باقی تین صحیح ہیں اور مد منفصل و ہمزۂ ساکنہ کے جمع ہونے کی صورت میں بھی چار وجوہ نکلتی ہیں (۱) تحقیق و قصر (۲) تحقیق و مد (۳) ابدال و قصر (۴) ابدال و مد اور چاروں صحیح ہیں پس يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ میں دوری کے لیے چاروں وجوہ جائز ہیں اور سوسی چونکہ منفصل میں مد نہیں کرتے اس بناء پر ان کے لیے صرف دو وجوہ ہوں گی جو (۱ و ۳) میں درج کی گئی ہیں۔ اور جب مثلین وغیرہ اور ہمزۂ ساکنہ مد منفصل تینوں چیزیں جمع ہو جائیں تو وہاں عقلاً آٹھ وجوہ نکلتی ہیں۔ (۱) اظہار تحقیق قصر قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا (۲) اظہار، تحقیق، مد (۳) اظہار، ابدال، قصر قَالَ لَا يَاتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا (۴) اظہار، ابدال مد (۵) ادغام ابدال قصر قَالْ لَّا يَاتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا (۶) ادغام۔ ابدال مد (۷) ادغام، تحقیق، قصر (۸) ادغام، تحقیق مد ان میں سے اول کی پانچ صحیح اور باقی تین غیر صحیح ہیں اور سوسی کے لیے صرف تین (۱ و ۳ و ۵) صحیح ہیں (اتحاف) لیکن ناظم اپنی تلاوت میں دوری کے لیے اظہار و تحقیق اور سوسی کے لیے ابدال و ادغام پڑھا کرتے تھے چنانچہ قصیدہ کے سب سے پہلے شارح ابو الحسن سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم شاطبیؒ ادغام کبیر سوسی ہی کے طریق سے پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے اسی طرح پڑھا تھا اور اتحاف البریہ میں ہے وَالِادْغَامُ بِالسُّوْسِيِّ خُصَّ ادغام سوسی ہی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے (انتہی) (ج) اظہار اور تحقیق کی وجہ اصل کی موافقت ہے اور ابدال اور ادغام تخفیف کی بناء پر ہے۔

ایک کلمہ کے مثلین کا ادغام

۱۱۷ فَفِيْ كِلْمَةٍ عَنْهُ مَنَاسِكَكُّمْ وَمَا ... سَلَكَكُّمْ وَبَاقِي الْبَابِ لَيْسَ مُعَوَّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: پس ایک کلمہ میں اس (ابو عمرو) سے مَنَاسِكَكُمْ اور مَاسَلَكَكُمْ (کا ادغام) ہے اور اس (ایک کلمہ کے مثلین کے) باب کا باقی (حصہ) جو ہے وہ ادغام کے بارہ میں اعتماد کیا ہوا نہیں ہے (یعنی مَنَاسِكَكُمْ اور مَاسَلَكَكُمْ کے سوا ایک کلمہ کے مثلین میں کسی جگہ بھی ادغام نہیں ہے)

شرح: اس باب میں صرف مثلین کے ادغام کا بیان کرنا مقصود ہے اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتا ہے اور دو میں بھی۔ پس جب مثلین ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سے ابو عمرو نے صرف دو کلموں مَنَاسِكَكُمْ بقرہ ع ۲۵ اور مَاسَلَكَكُمْ مدثر ع ۲ میں ادغام کیا ہے (کیونکہ ان میں حرکات و حروف زیادہ ہیں) باقی سب جگہ اظہار ہے پس بِشِرْكِكُمْ جِبَاهُهُمْ وُجُوهُهُمْ۔ بِأَعْيُنِنَا میں گو بعض ناقلین نے ادغام بیان کیا ہے لیکن یہ روایت اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ پس ان میں اظہار ہی صحیح اور قوی ہے اور چونکہ ان میں حرکات مَنَاسِكَكُمْ اور سَلَكَكُمْ سے کم ہیں اس لیے ادغام سے تخفیف کی ضرورت نہیں سمجھی۔ پس مَنَاسِكَكُمْ اور سَلَكَكُمْ کی تخصیص اس لیے ہے کہ قوی تر اور صحیح تر روایت کی پیروی ہو جائے اور دونوں لغت بھی جمع ہو جائیں اسی لیے وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ انفال ع ۲ میں بالاتفاق اظہار اور حشر ع ۱ میں سب کے لیے ادغام ہے۔ رہا يَرْزُقُكُمْ اور خَلَقَكُمْ وغیرہ سو یہ متقاربین میں سے ہیں اس لیے ان کا ذکر آئندہ باب میں آئے گا۔

فائدہ: (۱) کلمہ کی تعریف میں قراء کے نزدیک رسم کا اور اہل عربیت کے یہاں معنی کا اعتبار ہے پس قراء کے نزدیک کلمہ وہ ہے جو رسم میں دوسرے سے جدا ہو اور اہل عربیت کے نزدیک کلمہ وہ ہے جو جدا معنی کو ظاہر کرے اسی بناء پر مَنَاسِكَكُمْ قراء کے نزدیک ایک کلمہ ہے کیونکہ رسم میں مَنَاسِكَ كُمْ سے متصل ہے جدا نہیں چنانچہ مَنَاسِكَ پر وقف جائز نہیں اور اہل عربیت کے نزدیک اس میں دو کلمے ہیں اس بناء پر کہ اس سے دو معنی جدا جدا ظاہر ہوتے ہیں اور سَلَكَكُمْ کا بھی یہی حال ہے اور ءَأَنْذَرْتَهُمْ سَأُورِيكُمْ اور اٰبَآؤُهُمْ تینوں میں قراء کے نزدیک ایک ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کی رائے پر تین تین کلمے ہیں اور أَنُلْزِمُكُمُوهَا قراء کے قول پر ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کی رائے پر اس میں چار کلمے ہیں اسی لیے مَنَاسِكَكُمْ اور سَلَكَكُمْ کو ایک کلمہ کہا گیا خوب سمجھ لو اور اس تحقیق کو یاد کر لو کیونکہ یہ بہت جگہ کام آئے گی (۲) بعض کلمات میں بعض دوسرے قراء نے بھی ادغام کیا ہے جو اپنے موقعوں پر آئیں گے۔

النحو و العربیہ: شعر ۱۱۶/۱ (۱) دُونَكَ اسم فعل ہے جو اَلْزِمْ اور خُذْ کے معنی میں ہے یہ فعل پر آمادہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ (۲) ادغام افعال اور افتعال دونوں سے آتا ہے یہ چھپانے اور داخل کرنے کے معنی میں ہے۔ چنانچہ جس گھوڑے کی سیاہی پوشیدہ ہو اس کو اَدْغَمُ کہتے ہیں نیز اَدْغَمْتُ اللِّجَامَ فِي فَمِ الْفَرَسِ اور اَدْغَمْتُ رَأْسَ الْفَرَسِ فِي اللِّجَامِ بولتے ہیں (۳) قُطْب کے تین معنی ہیں (۱) شے کی اصل (۲) مدار جس پر کوئی چیز قائم ہو (۳) سردار اور وَقُطْبُهٗ کا واؤ یا تو حالیہ ہے یا استینافیہ (۴) ابو عمرو یا تو خبر ہے پس تَحَفَّلاً مستانفہ ہوگا یا عطف بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس تقدیر پر تَحَفَّلاَ خبر ہوگا (۵) فِیْہِ کی ضمیر ابو عمرو کے اور تَحَفَّلاَ کی ادغام کے لیے ہے یا اس کا عکس ہے پہلی صورت میں تَحَفَّلاَ اِجْتَمَعَ کے معنی میں ہوگا چنانچہ تَحَفَّلَ الْمَجْلِسُ وَ تَحَفَّلَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ اور تَحَفَّلَ الْوَادِیْ اِذَا امْتَلَأَ بِالْمَاءِ بھی اسی معنی میں ہے اور دوسری تقدیر پر اِهْتَمَّ کے معنی میں ہوگا چنانچہ جب اِحْتَفَلَ اور تَحَفَّلَ کا صلہ لام اور فِیْ اور بَا سے آتا ہے تو دونوں اسی معنی میں ہوتے ہیں اسی طرح اِکْتَسَبَ اور تَکَسَّبَ بھی معناً متحد ہیں۔ شعر ۲/۱۱۷ (۱) مَنَاسِکُکُمْ اَیْ اِدْغَامُ مَنَاسِکُکُمْ مبتدا ہے اس میں دِرَایَۃً تو اظہار و عدم صلہ ہے اور یہی اولیٰ ہے اور روایتہً ادغام و صلہ ہے۔ یعنی مَنَاسِکُکُّمُوْ اس میں دو قراء توں میں ترکیب لازم آتی ہے جو مجبوری کے بغیر جائز نہیں (۲) وَبَاقِی الْبَابِ کی تقدیر وَاِدْغَامُ بَاقِیْ بَابِ الْمِثْلَیْنِ ہے۔ (۳) مُعَوَّلاً اَیْ مُعْتَمَداً عَلَیْہِ اَوْ عَلٰی اِدْغَامِہٖ۔

دو کلموں کے مثلین کا ادغام

۳/۱۱۸ وَمَا کَانَ مِنْ مِّثْلَیْنِ فِیْ کِلْمَتَیْهِمَا ۔۔۔ فَلاَ بُدَّ مِنْ اِدْغَامِ مَا کَانَ اَوَّلاَ

ترجمہ: اور جو (دو حروف کا مجموع اس حالت میں کہ وہ) مثلین میں سے (ہو) اپنے دو کلموں میں پایا جائے۔ تو (اس میں سے) اس (حرف) کا ادغام ضروری ہے جو اول ہو۔

۴/۱۱۹ کَیَعْلَمُ مَا فِیْہِ هُدًی وَّطُبِعَ عَلٰی ۔۔۔ قُلُوْبِهِمْ وَالْعَفْوَ وَاْمُرْ تَمَثَّلاَ

ترجمہ: (دو کلموں میں جمع ہونے والے مثلین کی مثال) یَعْلَمُ مَا (اور) فِیْہِ هُدًی اور طُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور اَلْعَفْوَ وَاْمُرْ کی طرح ہے تو (ان مثالوں کو) ضرور جان لے (اور باقی کو ان پر قیاس کرلے یا ادغام کے ضروری ہونے کا بیان مذکور مع مثالوں کے معین اور مُشَکَّل اور ظاہر ہوگیا ہے۔)

ادغام کے چار موانع

۵/۱۲۰ اِذَا لَمْ یَکُنْ تَا مُخْبِرٍ اَوْ مُخَاطَبٍ ۔۔۔ اَوِ الْمُکْتَسِیْ تَنْوِیْنَہٗ اَوْ مُثَقَّلاَ

ترجمہ: (مثلین میں سے اول حرف کا دوسرے میں اس وقت ادغام ہوتا ہے) جبکہ وہ (پہلا) حرف متکلم یا مخاطب کی تا نہ ہو یا وہ حرف نہ ہو جو اپنے تنوین کو لباس بنانے والا ہو یا مشدد نہ ہو۔

۶/۱۲۱ کَکُنْتُ تُرَابًا اَنْتَ تُکْرِہُ وَاسِعٌ ۔۔۔ عَلِیْمٌ وَّاَیْضًا تَمَّ مِیْقَاتُ مُثِّلاَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (ان موانع کی مثالیں) کُنْتُ تُرَابًا (اور) أَنْتَ تُكْرِهُ (اور) وَاسِعٌ عَلِيْمٌ کی طرح ہیں اور تَمَّ مِيقَاتُ (کی طرح) بھی (ہیں اس شعر میں) مذکور (یا موانع میں سے ہر ایک) مثال کے ذریعہ بیان کر دیا گیا ہے۔

شرح: شعر ۱۱۸/۳ یعنی اگر مثلین دو کلموں میں جمع ہو رہے ہوں اور دونوں متحرک ہوں اور رسماً متصل ہوں اور ان چار موانع میں سے کوئی مانع بھی نہ ہو جو آئندہ شعر اِذَا لَمْ يَكُنْ میں آرہے ہیں تو وہاں اہل ادغام کے قول پر پہلے حرف کا دوسرے میں ادغام ضروری ہوگا۔ شعر ۱۱۹/۴ جیسے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اور وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ اور فِيهِ هُدًى اور الْعَفْوَ وَأْمُرْ شعر ۱۲۰/۵ و ۱۲۱/۶ اور موانع چار ہیں۔ (۱) مدغم (پہلا حرف) متکلم کی تا ہو جیسے كُنْتُ تُرَابًا (۲) پہلا حرف مخاطب کی تا ہو جیسے أَنْتَ تُكْرِهُ اور كِدْتَ تَرْكَنُ (۳) پہلے حرف پر تنوین ہو جیسے وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۴) پہلے حرف پر تشدید ہو جیسے فَتَمَّ مِيقَاتُ پس ان چار صورتوں میں اظہار ضروری ہوگا ادغام ہرگز نہ ہوگا۔

فائدہ ۱: (۱) مثلین کی تین حالتیں ہیں (۱) پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو جیسے إِذْ ذَهَبَ اور يُدْرِكْكُمْ (۲) پہلا متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ میں دوسرا لام اور دوسری تا ساکن ہے نمبر ایک میں سب کے لیے ادغام واجب ہے لیکن اگر پہلا ساکن مدہ ہو جیسے فِي يَوْمٍ اور وَمَا تُوَاوِهِمْ تو پھر ادغام نہ ہوگا اور نمبر دو میں سب کے لیے اظہار واجب ہے۔ (۳) مثلین متحرک ہوں اس صورت میں صرف ابو عمرو کے لیے ادغام ہوگا جو ان سترہ حرفوں میں واقع ہوا ہے۔ جو بَتَد ثَحُ۔ رَسَ۔ عَغَ۔ فَقَ۔ كَلَ۔ مَنَ۔ وَهِيَ میں جمع ہیں۔ **تفصیل (۱):** با کا با میں ستاون جگہ جیسے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ (۲) تا کا تا میں تیرہ جگہ۔ الشَّوْكَةِ تَكُونُ (۳) ثا کا ثا میں تین جگہ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (۴) حا کا حا میں دو جگہ النِّكَاحِ حَتَّىٰ (۵) را کا را میں پینتیس جگہ شَهْرُ رَمَضَانَ (۶) سین کا سین میں تین جگہ النَّاسَ سُكَارَىٰ (۷) عین کا عین میں اٹھارہ جگہ يَشْفَعُ عِنْدَهُ (۸) غین کا غین میں ایک جگہ يَبْتَغِ غَيْرَ (۹) فا کا فا میں تیئیس جگہ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ (۱۰) قاف کا قاف میں پانچ جگہ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ (۱۱) کاف کا کاف میں سینتیس جگہ إِنَّكَ كُنْتَ (۱۲) لام کا لام میں دو سو بیس جگہ لَا قِبَلَ لَهُمْ (۱۳) میم کا میم میں ایک سو اکتالیس جگہ الرَّحِيمِ مَلِكِ (۱۴) نون کا نون میں انہتر جگہ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ (۱۵) واؤ کا واؤ میں اٹھارہ جگہ۔ هُوَ وَالَّذِينَ (۱۶) ھا کا ھا میں پچانوے جگہ فِيهِ هُدًى (۱۷) یا کا یا میں آٹھ جگہ يَأْتِيَ يَوْمٌ کل سات سو اڑتالیس رہے باقی بارہ حروف سو ان میں سے الف تو اکیلا آہی نہیں سکتا اور ہمزہ کی تخفیف تسہیل و ابدال وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے ادغام کی حاجت نہیں اور خَزَصَطَظَ کے پانچ حروف نہ مثل سے پہلے آئے ہیں نہ جنس و قریب سے اور جَذْذُ شَضَ کے پانچ مثل سے پہلے نہیں آئے جب انتیس میں سے یہ بارہ نکل گئے تو وہی سترہ باقی رہے جو اوپر درج کیے گئے ہیں۔ اور متقاربین و متجانسین میں سے ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جو بَتَدَ ثَجَحَ۔ ذَذَ۔ رَسَشَ۔ ضِقَ۔ كَلِمَنَ میں جمع ہیں اور ان کی اور ان کے مدغمات کی تفصیل آئندہ باب میں آئے گی۔ (۲) دو کلموں میں جو ادغام ہوتا ہے وہ وصل ہی میں ہوا کرتا ہے اور یہ قید مثلین کے دو کلموں میں جمع ہونے سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ جب اول پر وقف کر دیں گے تو مثلین جمع نہیں رہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۲: کَیۡعَلَمُ مَا الخ کی چار مثالوں میں وہ تینوں قسمیں آگئیں جن پر پورے باب کا مدار ہے کیونکہ مدغم سے پہلا حرف یا تو متحرک ہوتا ہے یا ساکن اور ساکن حرف علت بھی ہوتا ہے اور حرف صحیح بھی پس یَعۡلَمُ مَا اور طُبِعَ عَلٰی میں پہلے حرف پر حرکت ہے (اول معرب ہے اور ثانی مبنی) اور فِیۡهِ هُدًی میں مدغم سے پہلا ساکن حرف علت ہے جس میں بحالت ادغام طول' توسط' قصر تین وجوہ جائز ہیں اور اَلۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ میں مدغم سے پہلے فا ساکن صحیح ہے اور چونکہ اس صورت میں ادغام کے ادا کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس لیے ابن مجاہد وغیرہ اس میں ادغام نہیں کرتے بلکہ اختلاس سے پڑھتے ہیں اس کی تفصیل پانچویں باب کے آخر میں آئے گی اور اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ مثلین عام ہیں۔ حرف صحیح ہوں خواہ حرف علت نیز یہ کہ مدغم اور مدغم فیہ کا رسماً" متصل ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ چاروں مثالوں میں ایسا ہی ہے۔ اسی لیے اَنَا نَذِيۡرٌ میں ادغام نہ ہوگا۔

فائدہ ۳: (۱) متکلم اور مخاطب کی تا کا ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ فاعل ہے جس کا حذف درست نہیں اور مدغم تقریباً حذف ہو جاتا ہے اور اَنۡتَ میں فقط تا کو ضمیر کہنا مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً" تو پورا کلمہ ضمیر ہے (۲) جس حرف پر تنوین ہو اس کا ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ تنوین کتابت میں نہ ہونے کے باوجود بھی مثلین کے درمیان قوی فاصل ہے کیونکہ یہ حرف صحیح ہے جو شعر کے وزن میں بھی معتبر ہے اور اس کی طرف ہمزہ کی حرکت بھی نقل کی جاتی ہے اور اجتماع ساکنین کی صورت میں اس پر کسرہ آتا ہے۔ سوال: جس طرح تنوین کتابت میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح صلہ کی یا اور واؤ بھی نہیں ہوتی تو پھر اس کی وجہ کیا ہے کہ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ اور غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ وغیرہ میں تو تنوین کو فاصل قرار دے کر ادغام نہیں کرتے اور مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ اور اِنَّهٗ هُوَ جیسی مثالوں میں ھا کا ھا میں ادغام کر دیتے ہیں اور صلہ کی یا اور واؤ کو فاصل نہیں مانتے۔ جواب: دونوں میں فرق یہ ہے کہ تنوین حرف صحیح ہونے کی وجہ سے مستقل حرف ہے اور مقصود بالذات ہے جو اسم کے متمکن اور منصرف ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اجتماع ساکنین کے سبب اس پر کسرہ بھی آتا ہے اور رَامٍ اور قَاضٍ وغیرہ میں حرف علت کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں حرف علت تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن تنوین باقی رہتا ہے اور صلہ کی یا اور واؤ حرکت کے دراز کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی مستقل حرف نہیں ہے اسی لیے بِهِ اللّٰهُ اور لَهُ الرَّسُوۡلُ وغیرہ میں اجتماع ساکنین کے سبب صلہ حذف ہو جاتا ہے۔ پس قوت و ضعف و مستقل و غیر مستقل ہونے کے اس فرق کی بناء پر تنوین کو فاصل قرار دیا اور اس کے ہوتے ہوئے ادغام نہیں کیا۔ اور صلہ کے حرف کو فاصل نہ مان کر ادغام کر دیا۔ (۳) مشدد کا ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ اس میں ایک حرف کو حذف کرنا پڑتا ہے۔

فائدہ ۴: قرشی نے عبدالوارث سے كِدۡتَّ تَرۡكَنُ (اسراع ۸) میں اور ابن غالب نے فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا (ہود ع ۳) میں اور داجونی نے سوسی سے رَاَيۡتَ ثَمَّ (دہرع ۱) میں اور ابو زید نے ہر مشدد کا اور ابن جبیر نے یزیدی سے وَالۡعَشِيِّ يُرِيۡدُوۡنَ (انعام ع ۶ و کہف ع ۴) اور لِاَيِّ يَوۡمٍ مرسلات میں ادغام نقل کیا ہے اور بعض نے اَنۡصَارُ رَبَّنَا میں بھی ادغام بتایا ہے مگر یہ سب روایات شاذ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحو و العربیہ: شعر ۳/۱۱۸ (۱) پہلا مَا موصولہ ہے جو شرط کے معنی کو متضمن ہے (۲) پہلا کَانَ تامہ ہے اور دوسرا ناقصہ۔ شعر ۴/۱۱۹ (۱) فِیهِ میں رواتیا" صلہ ہے اور وزن کے لحاظ سے حذف بھی صحیح ہے (۲) تَمَثَّلَا یا تو امر ہے اور الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ اَیْ تَصَوَّرَنْ وَاعْلَمَنْ یا ماضی کا صیغہ ہے اور الف اطلاق کے لیے ہے اَیْ تَشَکَّلَ الْمَذْکُوْرِ وَ تَمَثَّلَ الْمَسْطُوْرِ شعر ۵/۱۲۰ (۱) جعبریؒ کے قول پر لَمْ یَکُنْ کا مجموعہ اِذَا کی بناء پر مجزوم ہے لیکن چونکہ اِذَا کا جازم ہونا ضعیف لغت کی بناء پر ہے اس لیے ضرورت کے بغیر اس پر حمل نہ کرنا اولیٰ ہے اور جعبریؒ کی رائے پر اس کا ماقبل اس کو جواب سے مستغنی کر رہا ہے۔ اَیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ اَحَدُ هٰذِهِ الْمَوَانِعِ یُدْغَمُ اور علی قاری کی رائے پر یہ اسی باب کے تیسرے شعر کے ادغام کا ظرف ہے۔ اس لیے جواب کا محتاج نہیں (۲) اَوْ تنویع کے لیے ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ چاروں میں سے ہر ایک مستقل مانع ہے نہ کہ سب کا مجموعہ (۳) اَلْمُکْتَسِیْ میں اَلْ موصولہ ہے اور اس کی یا پر نصب کے بجائے سکون ایک لغت کی بناء پر ہے جیسا کہ مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا (بقرہ ع ۳۸) میں حسن بصری کے لیے یا کا سکون بھی اسی لغت کی بنا پر ہے جو شاذ قراءۃ ہے اور ترجمہ میں تنوین کو لباس بنانے والا ہو جو کہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تنوین حرف کا زیور اور اس کی زینت ہے اسی لیے اس کا حذف کرنا مناسب نہیں شعر ۶/۱۲۱ (۱) اس شعر میں لف و نشر مرتب کے طریق پر موانع کی چار مثالیں بیان کی ہیں جعبریؒ کے قول پر ان میں جملوں کا جملوں پر عطف ہے لیکن چونکہ اظہر یہ ہے کہ یہ کَهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ کے معنی میں ہیں اس لیے عطف مفرد علی المفرد کے قبیل سے ماننا اولیٰ ہے اور وَاسِعٌ عَلَیْهِ جملہ بھی نہیں ہے (۲) اَیْضًا اٰضَ رَجَعَ کا مصدر ہے ای اَقُوْلُ رَاجِعًا اِلَی الْاِتْمَامِ (۳) مُثِّلَا کی ضمیر یا تو مذکور کے لیے ہے یا تَمَّ مِیْقَاتُ کے لیے پہلی صورت میں مستانفہ اور دوسری تقدیر پر تَمَّ مِیْقَاتُ کی خبر ہوگا۔ ای وَتَمَّ مِیْقَاتُ مُثِّلَ بِهٖ اَیْضًا کَمَا مُثِّلَ بِالثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ اور پہلی صورت میں مُثِّلَ جَمِیْعُ الْمُسْتَثْنٰی کے معنی میں ہے۔

۱۲۲/۷ وَقَدْ اَظْهَرُوْا فِی الْکَافِ یَحْزُنْکَ کُفْرُهٗ ۔۔۔ اِذِ النُّوْنُ تُخْفٰی قَبْلَهَا لِتُجَمَّلَا

ترجمہ: اور ناقلین نے کاف میں (یعنی) یَحْزُنْکَ کُفْرُهٗ (لقمٰن ع ۳) میں اظہار کیا ہے اس لیے کہ نون جو وہ اس (کاف) سے پہلے اخفاء کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تاکہ یہ (کلمہ یا نون) خوبصورت بنا دیا جائے (یعنی نون اپنی لفظی قوت کے فوت ہو جانے اور صفت غنہ کے باقی رہنے کے سبب عمدہ ہو جائے یا کلمہ اپنی اصلی صورت پر باقی رہنے کے سبب خوبصورت معلوم ہو۔)

شرح: (۱) یعنی فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُهٗ (لقمٰن ع ۳) میں ادغام کا قاعدہ تو پایا جا رہا ہے کہ مثلین (دو کاف) بھی جمع ہیں اور گذشتہ چار موانع میں سے کوئی مانع بھی نہیں ہے لیکن اس پر بھی اہل ادا نے اس میں ادغام نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کاف سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے یہ علت ابو طاہر ابن ابی ہاشم وغیرہ نے بیان کی ہے یعنی چونکہ اخفاء اس حالت کا نام ہے جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے۔ اس لیے اخفاء ادغام کے مرتبہ میں ہوگیا۔ پس فلا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَحْزُنْکَ میں نون مدغم کے اور اس کے بعد والا کاف مدغم فیہ کے مرتبہ میں ہو کر تقریباً مشدد ہوگیا۔ اور مشدد کا ادغام ناجائز ہے جیسا کہ موانع میں معلوم ہوچکا ہے اسی لیے فَلَا یَحْزُنْکَ میں کاف کا ادغام نہیں کیا۔ (۲) یہ علت کُنْتُ تُرَابًا اور اَنْتَ تُکْرِہُ وغیرہ میں متکلم اور مخاطب کی تا کے اظہار کو اور بھی قوی کر دیتی ہے کیونکہ ان میں بھی تا سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے۔ پس تا مدغم فیہ اور مشدد کے مرتبہ میں ہو گئی۔ پس اب تا کے اظہار کے لیے دو علتیں ہوگئیں (ا) یہ خطاب کی تا ہے اور بمنزلہ فاعل کے ہے اگر اس کا ادغام کریں گے تو فاعل تقریباً محذوف ہو جائے گا۔ (۲) اس سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے۔ اس لیے تا مدغم فیہ اور مشدد کے حکم میں ہو گئی۔ جس کا ادغام ناجائز ہے (۳) اِذْ اور لام دونوں اظہار کی علتیں ہیں یعنی کاف کا اظہار اس لیے بھی کیا ہے کہ اس سے پہلے نون میں اخفا ہو رہا ہے اور کاف مشدد کے مرتبہ میں ہوگیا ہے اور اس لیے بھی کہ کلمہ اپنی اصلی صورت پر باقی رہنے کے سبب حسین اور عمدہ رہے یا اِذْ اظہار کی اور لام اخفا کی علت ہے یعنی کاف کا اظہار نون کے اخفا کی وجہ سے ہے اور نون کا اخفا اس لیے ہے کہ نون نفیس اور عمدہ بن جائے کیونکہ صفات عارضہ حروف کی زینت ہیں۔ اسی لیے ان کو صفات مزینہ اور محلیہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: (ا) چونکہ اخفاء کے سبب نون کا مخرج خیشوم کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس لیے اس کے بعد تشدید کا ادا کرنا دشوار تھا۔ نیز کاف پہلے ہی مدغم فیہ اور مشدد کے مرتبہ میں ہے اب اگر ادغام کرتے تو کلمہ میں دو تشدیدیں جمع ہو جاتیں اور ثقل پیدا ہو جاتا۔ جو ادغام کے مقصد کے بالکل منافی ہے (۲) بعض کی رائے پر اخفا ہی سے تخفیف حاصل ہو گئی اس لیے ادغام کی حاجت نہیں رہی۔ (۳) جعبریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے چار موانع توکلی تھے اور مدغم سے پہلے اخفاء کا پایا جانا جزئی مانع ہے۔ (۴) تقریب النشر میں ہے کہ فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ میں اظہار پر اتفاق ہے۔ (۵) اخفاء لغت میں چھپانے کو اور اصطلاح میں اس حالت کو کہتے ہیں جو ادغام و اظہار کے درمیان ہے۔

(ص)
۸/۱۲۳ وَعِنْدَهُمُ الْوَجْهَانِ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ تَسَمَّى لِأَجْلِ الْحَذْفِ فِيهِ مُعَلَّلَا

ترجمہ: اور ان (ادغام والوں) کے نزدیک دو وجوہ ہیں ہر ایسے کلمہ میں کہ جس نے معلل نام پایا ہو اس حذف کی وجہ سے جو اس میں ہوا ہے۔

(ص)
۹/۱۲۴ كَيَبْتَغِ مَجْزُومًا وَّإِنْ يَّكُ كَاذِبًا وَيَخْلُ لَكُمْ عَنْ عَالِمٍ طَيِّبِ الْخَلَا

ترجمہ: (اور ایسے کلمات) یَبْتَغِ اور اِنْ یَّکُ کَاذِبًا اور یَخْلُ لَکُمْ کی طرح ہیں اس حالت میں کہ (ان میں سے) ہر ایک جزم دیا گیا ہے (تو ان کو) ایسے شخص سے (نقل کر دے) جو عمدہ علم والا ہے۔

شرح: ۱۲۳/۸ یعنی جو حضرات ابو عمرو سے ادغام نقل کرتے ہیں وہ ایسے کلمہ میں ادغام اور اظہار دونوں وجوہ بتاتے ہیں جس کے آخر میں سے کوئی حرف علت حذف ہوگیا ہو اور اس لیے مثلین جمع ہو گئے ہوں اور اس حذف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سبب وہ کلمہ معلل کہلانے لگا ہو- ۹/۱۲۴ اور ایسے کلمات صرف تین آئے ہیں (۱) وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ (آل عمران ع ۹) (۲) يَخْلُ لَكُمْ (یوسف ع ۲) (۳) وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا (غافر ع ۴) یہ تینوں مجزوم ہیں اس لیے ان میں دونوں وجوہ صحیح ہیں پس اگر دوسرے موقعوں میں ادغام پڑھ کر آئے ہوں تو ان تینوں میں اور اسی طرح ان تمام کلمات میں جن میں آئندہ باب میں دو وجوہ بتائی جائیں گی ادغام و اظہار دونوں پڑھ سکتے ہیں اور اگر دوسرے موقعوں میں اظہار پڑھ کر آئے ہوں تو پھر ان دو وجوہ والے کلمات میں بھی اظہار ہی ہوگا ادغام کسی میں بھی نہ ہوگا اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے-

فائدہ: (۱) تیسیر میں ہے کہ میں نے ان تینوں کلمات کو دونوں طرح پڑھا ہے اور ابن مجاہد کے مذہب پر اظہار اور ابو العز کے مذہب پر ادغام ہے- (۲) ادغام اس لیے ہے کہ تلفظ و رسم میں مثلین جمع ہیں اور اظہار کی تین وجوہ ہیں (۱) یہ اصل ہے اور حذف کے سبب کلمہ میں ضعف بھی آگیا ہے (۲) کلمہ میں حذف سے تخفیف ہو چکی ہے اس لیے ادغام کی حاجت نہیں رہی (۳) جو حرف حذف ہوا ہے وہ موجود کے حکم میں ہے پس گویا مثلین جمع ہی نہیں ہوئے اور تیسری وجہ ظاہر تر ہے بالخصوص يَكُ كَاذِبًا میں کیونکہ اس میں سے دو حرف حذف ہو گئے ہیں-

۱۰/۱۲۵ وَيَا قَوْمِ مَالِي ثُمَّ يَا قَوْمِ مَنْ بِلَا خِلَافٍ عَلَى الْإِدْغَامِ لَا شَكَّ أُرْسِلَا

ترجمہ: اور يٰقَوْمِ مَالِيْ پھر يٰقَوْمِ مَنْ دونوں بلا خلاف ادغام پر چھوڑے گئے ہیں (اس میں) شک نہیں-

شرح: اس شعر میں اس مقدر شبہ کا جواب دیا ہے کہ جس طرح يَبْتَغِ- يَخْلُ- يَكُ کے آخر میں سے حروف حذف ہوئے ہیں اسی طرح يٰقَوْمِ کے آخر میں سے بھی متکلم کی یا حذف ہو گئی ہے کیونکہ یہ اصل میں يٰقَوْمِيْ تھا پس جس طرح ان تینوں کلمات میں دونوں وجوہ ہیں اسی طرح وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ (ہود ع ۳) اور وَيٰقَوْمِ مَالِيْ (غافر ع ۵) میں بھی اظہار و ادغام دونوں جائز ہونے چاہئیں اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں میں صرف ادغام ہے اور ان کا يَبْتَغِ وغیرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ جو حروف ان کے آخر میں سے حذف ہوئے ہیں وہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے تھے اور يٰقَوْمِ میں سے جو متکلم کی یا حذف ہوئی ہے وہ ایک علیحدہ کلمہ ہے قَوْمِ کے اصلی حروف میں سے نہیں اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ يٰقَوْمِ شروع ہی سے یا کے بغیر ہے نہ یہ کہ اس میں پہلے یا تھی پھر حذف ہوگئی پس اس کو معلل نہیں کہہ سکتے-

www.KitaboSunnat.com

۱۱/۱۲۶ وَإِظْهَارُ قَوْمٍ آلَ لُوطٍ لِكَوْنِهِ قَلِيلَ حُرُوفٍ رَدَّهُ مَنْ تَنَبَّلَا

۱۲/۱۲۷ (ص) بِإِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا، وَلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ بِإِعْلَالِ ثَانِيهِ إِذَا صَحَّ لَاعْتَلَا

ترجمہ: اور ایک جماعت کا آلَ لُوطٍ (کے لام) کو اس (آلَ) کے کم حرفوں والا ہونے کی بناء پر اظہار سے پڑھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جو ہے) اس (اظہار) کا لک کیدًا کے ادغام کے ذریعہ اس (عالم) نے رد کیا ہے جو (علم میں) کامل ہوگیا ہے (پس یہ رد قوی اور صحیح ہے یا جو وفات پا چکا ہے پس یہ رد قدیم ہے) اور اگر اظہار کرنے والا (حروف کی کمی کے بجائے) اس (اٰلَ) کے دوسرے حرف کی تعلیل کو (اظہار کی) دلیل بناتا بشرطیکہ یہ (اظہار نقلاً'') صحیح بھی ہوتا تو وہ (اظہار کرنے والا) بلند (اور غالب) ہوجاتا (یعنی اس کی دلیل اور اظہار دونوں کو تسلیم کر لیا جاتا۔ لیکن چونکہ دونوں باتیں نہیں ہیں اس لیے دلیل اور اس کی بناء پر اظہار دونوں لائق رد ہیں۔)

آلَ کی تعلیل کا بیان

۱۳/۱۲۸ فَاَبْدَالُهُ مِنْ هَمْـزَةٍ هَاءٍ اَصْلُهَا ۔ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَّاوٍ اُبْدِلَا

ترجمہ: پس اس (اٰلَ کے الف) کا ابدال اس ہمزہ سے ہے جس کی اصل ھا تھی اور بعض لوگوں (ابو الحسن بن شنبوذ) نے کہا ہے کہ یہ (الف) واؤ سے بدلا گیا ہے۔

شرح: ۱۱/۱۲۶ و ۱۲/۱۲۷ یعنی بغداد کے عام علماء جن میں سے ابوبکر بن مجاہد بھی ہیں اور موقعوں میں ادغام پڑھتے ہوئے بھی اٰلَ لُوْطٍ (حجر ع ۴ و ع ۵ و نمل ع ۴ و قمر ع ۲) میں چاروں جگہ لام کا اظہار کرتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اٰلَ میں حروف کم ہیں اگر ادغام کریں گے تو ایک حرف اور کم ہو جائے گا یا یہ کہ جب اس میں حروف کم ہیں تو تخفیف حاصل ہے ادغام کے ذریعہ مزید تخفیف حاصل کرنے کی حاجت نہیں۔ دانیؒ نے جو اس فن کے جلیل القدر عالم ہیں ان کا رد اس طرح کیا ہے کہ لَکَ کَیْدًا (یوسف ع ۱) میں ادغام پر اجماع ہے اس میں آپ حضرات بھی ادغام ہی کرتے ہیں حالانکہ لَکَ میں اٰلَ سے بھی کم حروف ہیں کیونکہ اٰلَ میں تو تین حرف ہیں اور لَکَ میں دو ہی ہیں پس اگر حروف کی کمی ادغام کے ناجائز ہونے کا سبب ہوتی تو لَکَ کَیْدًا میں بھی ادغام نہ ہونا چاہیے تھا پس معلوم ہوا کہ یہ دلیل صحیح نہیں پھر وَلَوْ حَجَّ مُظْهِرٌ الخ میں فرماتے ہیں کہ اگر اٰلَ میں اظہار نقلاً'' صحیح ہوتا تو اس کی صحیح اور معتبر دلیل یہ ہوتی کہ اٰلَ کے دوسرے حرف میں دوبار تعلیل ہو چکی ہے جس کا ذکر ابھی فَاِبْدَالُهُ الخ میں آرہا ہے اگر اس میں ادغام کریں گے تو کلمہ میں تین تعلیلیں جمع ہو جائیں گی لیکن اظہار نقلاً'' صحیح نہیں کیونکہ دانیؒ نے تیسیر کے سوا اور کتابوں میں فرمایا ہے کہ مجھے یزیدی کے طریق سے اس کا اظہار معلوم نہیں ہوا اور اظہار والوں کی دلیل بھی نامناسب ہے اس لیے دلیل اور اس کی بناء پر اظہار دونوں نامقبول ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اور موقعوں میں ادغام پڑھ رہے ہوں تو اٰلَ لُوْطٍ میں بھی ادغام ہی پڑھیں گے۔ ۱۳/۱۲۸ اور اٰلَ کی تعلیل میں دو مذہب ہیں (۱) اٰلُ اَهْلُ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اُهَیْلٌ'' آتی ہے ھا کو ہمزہ سے بدل لیا تاکہ اس کو الف سے بدلنے کی صورت نکل آئے اس لیے اَءْلُ'' ہوگیا اب چونکہ اس میں دو ہمزہ جمع تھے اور دوسرا ساکن تھا اس لیے دوسرے کو وجوبی طور پر الف سے بدل لیا جیسا کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قاعدہ الہمزالمفرد شعر نمبر ۱۲ میں آئے گا۔ اس لیے اٰلُ ہوگیا یہ سیبویہ اور اکثر متقدمین کا مذہب ہے۔ (۲) اَلُ اَوَلُ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اُوَیْلٌ آتی ہے پھر قَالَ کے مشہور قاعدہ کی بناء پر واؤ الف سے بدل گیا اٰلُ ہوگیا یہ کسائی اور ان کے متبعین کا مذہب ہے اور ابو شامہ اور بعض متاخرین نے اسی کو قوی بتایا ہے اور یہ دوسری تعلیل زیادات میں سے ہے۔

فائدہ: (۱) بعض کہتے ہیں کہ لَکَ کَیۡدًا سے رد کرنا درست نہیں کیونکہ لَکَ میں کاف ضمیر ہے جو اسم ظاہر کی جگہ آیا کرتی ہے پس لَکَ اصل کے اعتبار سے لِیُوۡسُفَ تھا سو جس طرح لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ میں ادغام ہوتا ہے اسی طرح لَکَ کَیۡدًا میں ہوگیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ضمیر پر اسم ظاہر کے تمام احکام جاری کیے جائیں گے تو وَجَدَ عَلَیۡہِ اُمَّۃً (قصص ع ۳) میں تسہیل والوں کے لیے اُمَّۃً کے ہمزہ کی تسہیل بھی ضروری ہوگی کیونکہ یہ بھی اصل میں عَلَی الۡمَاءِ اُمَّۃً تھا اور اسم ظاہر کی طرح ضمیر کو معرب بھی ماننا پڑے گا اور اس کا لغو ہونا ظاہر ہے۔ (۲) سیبویہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ اٰلُ کی اصل اَھۡلُ تھی محض دعویٰ ہے اور عربی لغت کی حکمت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کیونکہ عرب اپنے کلام میں آسانی پیدا کرنے کے لیے ثقیل حروف کو آسان حرفوں سے بدلتے رہتے ہیں اور چونکہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اس لیے اس میں طرح طرح کی تبدیلیاں کرتے ہیں جیسا کہ ظاہر اور معلوم ہے کہ پس ھا کو جو آسان حرف ہے ہمزہ سے بدلنا اس مقصد کے بالکل منافی ہے پھر بدلنے کے بعد بھی وہ ہمزہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس کا الف سے بدلنا ضروری ہوگا پس بلا دلیل اتنا زیادہ تغیر اختیار کرنے پر کون سی ضرورت داعی ہے اور رہا مَاءٌ سو اس میں ھا کا ہمزہ سے بدلنا اس لیے ہے کہ اعراب پر قوی ہو جائے کیونکہ ھا خفی حرف ہے اور اَرَقۡتُ اور ھَرَقۡتُ میں اول اصل ہے اور ثانی فرع ہے اس میں ھا ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور یہ قیاس کے موافق ہے پس اٰل کی دوسری تعلیل صحیح اور حق ہے چنانچہ اہل لغت اٰلَ کو مادہ اَوَلٌ ہی میں بیان کرتے ہیں پس یہ اٰلَ یَؤُلُ سے بنا ہے جو رجوع کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ انسان کی اٰل دین اور نسب میں اسی کی طرف رجوع ہوا کرتی ہے (ابراز) (۳) تصغیر سے بھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اُھَیۡلٌ بھی آتی ہے اور اُوَیۡلٌ بھی اور اصل یہ ہے کہ اٰل اور اَھۡل دو جدا جدا لفظ ہیں کیونکہ اول تو دونوں کی تصغیر جدا جدا آتی ہے اور دوسرے اٰلُ مرتبہ میں اَھۡل سے بڑھ کر ہے کیونکہ اٰل کا استعمال انہیں میں ہوتا ہے جن میں کسی قسم کی شرافت ہو دنیاوی ہو یا اخروی جیسے اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اور اٰلِ اِبۡرٰھِیۡمَ اور اَھۡل ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں میں مستعمل ہے۔ (۴) ناظمؒ نے اٰلُ کی دوسری تعلیل کو اظہار کی دلیل ہونے کی حیثیت سے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ تو اظہار کے بجائے ادغام سے مناسبت رکھتی ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس میں دو تعلیلوں کا پایا جانا اظہار کو چاہتا ہے اسی طرح اس میں ایک تعلیل بھی ہے جو ادغام کا سبب بن سکتی ہے اور اگر ایک تعلیل کو بھی اظہار کی دلیل مان لیں۔ تو لازم آئے گا کہ قَالَ لَہٗ میں بھی اظہار کیا جائے کیونکہ قَالَ میں بھی ایک تعلیل ہوئی ہے۔ پھر یہ فرق بیان کرنا پڑے گا کہ قرآن میں قَالَ زیادہ جگہ آیا ہے اس لیے اس میں ادغام کیا گیا اور اٰلَ کم جگہ آیا ہے اس لیے اس میں بعض نے اظہار کیا ہے اور ابو عمرو سے جو اٰلَ کے بارہ میں لِقِلَّۃِ حُرُوۡفِہٖ آیا ہے اس سے محققؒ نے یہی مراد لیا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کلمہ کم جگہ آیا ہے کیونکہ کلمہ کا قلت اور کثرت سے آنا بھی ادغام میں معتبر ہے۔ (۵) جعبریؒ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یہ وَاَلٌ ہو پھر قلب مکانی کے سبب اَوَلٌ بن گیا ہو اس طرح اس میں بھی دو تعلیلیں جمع ہو جائیں گی لیکن یہ تکلف و تعسف ہے۔ (قاری)

۱۴ / ۱۲۹ وَوَاوُ هُوَ الْمَضْمُومِ هَاءً كَهُوَ وَّمَنْ فَأَدْغِمْ وَمَنْ يُّظْهِرْ فَبِالْمَدِّ عَلَّلَا

ترجمہ: اور اس ھُوَ کی واؤ جو ھَا کے اعتبار سے ضمہ دیا گیا ہو (یعنی اس کی ھَا پر ضمہ ہو اور اس کی مثال) ھُوَ وَّمَنْ کی طرح ہے پس تو اس (کے واؤ) کا (بعد کے واؤ میں) ادغام کر اور جو (اس واؤ کا) اظہار کرتا ہے اس نے (اس واؤ کے) مدہ ہو جانے کے ساتھ علت بیان کی ہے (یعنی جب اس واؤ کو ادغام کے لیے ساکن کریں گے تو یہ واؤ مدہ بن جائے گا۔ اور مدہ کا ادغام منع ہے۔)

مذکورہ بالا علت پر نقض

۱۵ / ۱۳۰ وَيَأْتِي يَوْمُ اَدْغَمُوْهُ وَنَحْوَهُ وَلَا فَرْقَ يُنْجِي مَنْ عَلَى الْمَدِّ عَوَّلَا

ترجمہ: حالانکہ تمام ناقلین نے یَاْتِیَ یَوْمٌ اور اس جیسے (اور کلمات نُوْدِیَ یّٰمُوْسٰی) کا ادغام کیا ہے اور (ھُوَ وَّمَنْ اور یَاْتِیَ یَّوْمٌ میں) کوئی ایسا فرق (موجود) نہیں جو اس شخص کو (اعتراض سے) بچاوے جس نے (واؤ کے) مدہ (ہونے) پر اعتماد کیا ہے۔

شرح: یعنی اگر ھُوَ کی ھَا پر ضمہ ہو اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ ھُوَ سے پہلے واؤ فا لام نہ ہو اور اس کے بعد دوسرا واؤ آجائے جیسے ھُوَ وَّ الَّذِیْنَ اور ھُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ اور یہ صورت تیرہ جگہ واقع ہوئی ہے تو وہاں ناظم اور جمہور کے مذہب پر تو ھُوَ کے واؤ کا بعد والے واؤ میں مثلین کے عام قاعدہ کے موافق صرف ادغام ہے یعنی ھُوَ وَّالَّذِیْنَ اور ھُوَ وَّمَنْ پڑھتے ہیں اور ابن مجاہد اور ان کے متبعین اظہار کرتے ہیں اور بعض نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جب واؤ کو ادغام کے لیے ساکن کریں گے تو وہ مدہ ہو جائے گا اور مدہ کا ادغام منع ہے چنانچہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا اور مَاتُوْا وَھُمْ اور فِیْ یَوْمٍ میں اسی لیے ادغام نہیں ہوتا کیونکہ مدہ ایک الف کے برابر کشش کو چاہتا ہے اور ادغام میں تشدید آجانے کے سبب کشش باقی نہیں رہتی پس مدہ کا مدہ ہونا فوت ہو جاتا ہے اور جمہور اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یَاْتِیَ یَوْمٌ اور نُوْدِیَ یّٰمُوْسٰی وغیرہ میں ادغام پر اجماع ہے ان میں آپ بھی ادغام ہی کرتے ہیں حالانکہ ان میں بھی یَا ساکن ہونے کے بعد مدہ ہو جاتی ہے پس ھُوَ وَّمَنْ اور یَاْتِیَ یَّوْمٌ میں ذرا بھی فرق نہیں نیز بہ نسبت یَا کے واؤ میں ثقل بھی زیادہ ہے تو اس کا ادغام بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیے اور تحقیق یہ ہے کہ مدۂ اصلیہ کا ادغام منع ہے نہ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عارضی کا پس مَاتُوْا وَھُمْ اور فِيْ يَوْمٍ میں واؤ اور یا اصل کے لحاظ سے مدہ ہیں کیونکہ پہلے ہی سے ساکن ہیں۔ اس لیے ان کی ذات ہی کشش کو چاہتی ہے اور هُوَ وَّمَنْ اور يَاتِيْ يَّوْمٌ میں واؤ اور یا ادغام کے سبب ساکن ہو کر عارضی طور پر مدہ بن جاتے ہیں اس لیے ان کی مدیت کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں وَبِهٰذَا تَبَيَّنَ فَرْقُ الْبَابَيْنِ اور هُوَ کی ھا میں ضمہ کی قید لگا کر اس هُوَ کو نکال دیا جو واؤ فا' لام کے بعد ہو جیسے وَهُوَ۔ فَهُوَ۔ لَهُوَ کیونکہ اس کی ھا ابو عمرو کی قراءۃ میں ساکن ہوتی ہے پس اگر اس هُوَ کے بعد دوسرا واؤ آجائے جو صرف تین جگہ آیا ہے (۱) وَهُوَ وَّلِيُّهُمْ (انعام ع ۱۵) (۲) فَهُوَ وَّلِيُّهُمُ (نحل ع ۸) (۳) وَهُوَ وَّاقِعٌ (شوریٰ ع ۳) تو اس صورت میں بلا خلاف ادغام ہے کیونکہ یہ واؤ ساکن ہونے سے مدہ نہیں ہوتی پس ابو شامہ نے اور نظم کی شرح کنز المعانی عرف شعلہ میں امام عبداللہ موصلی نے جو ان تینوں موقعوں میں اظہار بتایا ہے وہ معتبر نہیں ہے محقق فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ الْعَفْوَ وَّاْمُرْ اور وَهُوَ وَّلِيُّهُمْ اور فَهِيَ يَوْمَئِذٍ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ابو عمرو اور ان کے اصحاب سے اس کے خلاف کوئی نص صحیح طور پر نہیں آئی اور ابو العلا واسطی ابن مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ابو عمرو کے مذہب کا قیاس یہی ہے کہ الْعَفْوَ وَّاْمُرْ اور اللَّهْوُ وَّمِنَ کی طرح ان تین کلمات میں بھی ادغام ہی کیا جائے۔

فائدہ: (۱) جو حضرات هُوَ وَّالَّذِيْنَ وغیرہ میں اظہار کرتے ہیں انہوں نے یہ علتیں بھی بیان کی ہیں (۱) هُوَ میں واؤ کا اضافہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ضمیر کی ھا میں قوت پیدا ہو جائے پس اگر اس واؤ کا ادغام کر دیں گے تو اس مقصد میں ایک طرح کا خلل آجائے گا۔ (۲) غیر فصیح لغت میں هُوَ کے واؤ پر تشدید بھی آیا ہے پس ادغام کرنے سے یہ شبہ پیدا ہو جائے گا۔ کہ قرآن بھی اسی لغت پر نازل ہوا ہوگا حالانکہ وہ غیر فصیح لغات سے بالکل پاک و بری ہے (۳) بعض کہتے ہیں کہ هُوَ کا واؤ اصل میں مشدد تھا پھر اس میں تخفیف کر لی گئی اس لیے ادغامی تخفیف کی حاجت نہیں رہی (۴) جو حضرات وَهُوَ وَّلِيُّهُمْ وغیرہ میں اظہار کرتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ هُوَ کی ھا کے ساکن ہونے سے کلمہ میں تخفیف ہو گئی اس لیے یہی کافی ہے۔

۱۶/۱۳۱ (ص) وَقَبْلَ يَئِسْنَ الْيَاءُ فِي اللَّاءِ عَارِضٌ ۔ سُكُوْنًا اَوَ اَصْلًا فَهُوَ يُظْهِرُ مُسْهِلَا

ترجمہ: اور يَئِسْنَ سے پہلے (یعنی) اَلّٰئِ میں یا عارضی ہے سکون کے اعتبار سے بھی اور اصل کے اعتبار سے بھی پس وہ (یعنی ابدال کرنے والوں کا پورا گروہ یا فقط ابو عمرو اس میں) اظہار کرتے ہیں اس حالت میں کہ وہ آسانی (کا طریق) اختیار کرنے والے ہیں۔

شرح: اَلّٰئِ کو بزی اور ابو عمرو دو طرح پڑھتے ہیں۔ اول یا کے بغیر ہمزہ کی تسہیل سے دوم ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال کر کے مد لازم کے ساتھ پہلی صورت میں تو اس میں کسی جگہ بھی ادغام کا قاعدہ نہیں پایا جاتا کیونکہ مثلین جمع نہیں ہوتے اور دوسری صورت میں صرف وَالّٰئِ يَئِسْنَ (طلاق) میں ادغام کا قاعدہ پایا جاتا ہے کیونکہ ہمزہ کا یا سے ابدال کرنے کے سبب مثلین (دویاء ات) جمع ہو جاتی ہیں لیکن ابو عمرو اس میں ادغام نہیں کرتے کیونکہ پہلی یا کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون بھی عارضی ہے اس لیے کہ ہمزہ متحرکہ سے بدلی ہوئی ہے اور یا اصل کے اعتبار سے بھی عارضی ہے کیونکہ اصل میں ہمزہ تھی اس لیے اس کو اظہار ہی سے پڑھتے ہیں یہ تو ناظمؒ کا مذہب ہے جس کو انہوں نے دانی وغیرہ کی پیروی کرتے ہوئے اختیار کیا ہے اور اہل ادا کی ایک جماعت کے مذہب پر پہلی یا کا دوسری میں ادغام ہے اور نشر میں صرف سوسی ہی کے لیے نہیں بلکہ پورے ابو عمرو اور بزی کے لیے دونوں وجوہ کو صحیح بتایا ہے اور آج کل عمل بھی اسی پر ہے اظہار کی صورت میں وَالّٰئِي يَئِسْنَ اور ادغام کی تقدیر پر وَالّٰيِّ يَئِسْنَ پڑھیں گے۔

فائدہ: (۱) بعض نے اظہار کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کلمہ میں بزی و ابو عمرو کی قراءۃ پر دو تعلیلیں تو پہلے ہی ہو چکی ہیں کیونکہ وَالّٰئِيْ سے وَالّٰئِ ہوا پھر وَالّٰيْ ہوگیا اب اگر ادغام بھی کریں گے تو کلمہ میں تین تعلیلیں ہو جائیں گی۔

سوال: جب ان کی قراءۃ پر وَالّٰيْ میں یا ساکن ہے تو اس کو ادغام صغیر میں بیان کرنا چاہیے تھا پھر کبیر میں کس لیے لائے ہیں۔ جواب: چونکہ یہ یا ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور اس پر حرکت تھی اس لیے اس کو کبیر میں لے آئے۔ (۲) بعض کہتے ہیں اظہار کا سبب یہ ہے کہ اس میں مثلین جمع ہی نہیں ہوتے کیونکہ ابو عمرو اس کو تسہیل ہی سے پڑھتے ہیں اور انہوں نے ابن مہران کے اس قول کو دلیل بنایا ہے کہ ادغام اس لیے نہیں ہوا کہ ہمزہ خالص یا سے نہیں بدلی ہے بلکہ اس میں تسہیل ہو رہی ہے اور جن لوگوں نے ابو عمرو سے یائے ساکنہ نقل کی ہے ان کو وہم ہو گیا ہے اور ان کو تسہیل کا پتہ نہیں لگا۔ لیکن اس قول کو دلیل بنانا بحث میں مصادرہ ہے کیونکہ (۱) ناظمؒ نے اَلْيَاءُ عَارِضٌ کہا ہے (۲) تیسیر میں ہے کہ بزی اور ابو عمرو کے لیے اَلّٰئِ میں وقف و وصل دونوں حالتوں میں ہمزہ کے بجائے یائے ساکنہ ہے (۳) مصباح میں ہے کہ دوری اور سوسی نے یزیدی سے نقل کر کے اَلّٰئِ کو ہمزہ کے بغیر یائے ساکنہ سے پڑھا ہے اور دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر الف میں مد کیا ہے۔ (۴) ابو علی اہوازی کہتے ہیں کہ یزیدی نے ابو عمرو سے اَلّٰئِ کو ہمزہ کے بغیر یائے ساکنہ سے نقل کیا ہے پس ابن مہران کا ایسے معتبر لوگوں کی نقل کو وہم بتانا تو اثر میں قدح (اعتراض) پیدا کرنا ہے جو معتبر نہیں۔ (۳) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ نے اظہار کی دو علتیں بیان کی ہیں۔ (۱) سکون (۲) یا دونوں کا عارضی ہونا لیکن دونوں ہی درست نہیں بیٹھتیں کیونکہ سکون عارضی بھی ادغام کے لیے مانع نہیں چنانچہ وَاصْبِرْ لِّحُكْمِ اور يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ میں ادغام ہوتا ہے اور اگر یا کو عارضی مانیں تو اس میں يَبْتَغِ وغیرہ کی طرح دونوں وجوہ ہونی چاہئیں یعنی اصلی حالت کے لحاظ سے اظہار اور موجودہ حالت کے لحاظ سے ادغام۔ (۴) اور یا کو اصل کے لحاظ سے عارضی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ کی اصل میں غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ یا ہمزہ کے بجائے آئی ہے اس لیے عارضی ہے یہ معنی نہیں کہ اس کی اصل یعنی ہمزہ عارضی ہے پس ابو شامہ کا یہ اعتراض رفع ہو گیا کہ یا کی اصل کو عارض کہنا صحیح نہیں اس لیے اَصْلاً“ کے بجائے لَفْظاً“ کہنا اظہر تھا۔

النحو و العربیہ: ۱۲۲/۷ (۱) يَحْزُنْكَ یا تو مفعول ہے یا فِي الْكَافِ کا عطف بیان ہے اور اظہر یہ تھا کہ فِي الْكَافِ کے بجائے فِيْ كَافِ يَحْزُنْكَ کہتے ای اَوْقِعُوا الْاِظْهَارَ فِيهِ (۲) لِتُجَمَّلَا میں سے ایک تا محذوف ہے۔

۱۲۳/۸ (۱) عِنْدَهُمْ خبر مقدم ہے اور ضمیر ادغام کے رواۃ کے لیے ہے نہ کہ ابو شامہ کے قول کے موافق مصنفین کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے (۲) اَلْوُجْهَانِ میں اَلْ عہد کے لیے ہے (۳) فِیْهِ الْحَاصِلِ مقدر کے متعلق ہے جو اَلْحَذْفِ کی صفت ہے (۴) مجزوم کو معلل کہنا لغوی نام ہے تصریفی نہیں کیونکہ لغت میں ہر اس کلمہ کو معتل کہتے ہیں جس میں کسی جگہ بھی حرف علت ہو پھر اگر اس حرف میں کسی وجہ سے تغیر ہو جائے تو اس کلمہ کو معل یا معلل کہتے ہیں گویا اس میں مرض اور بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ ۱۲۴/۹ (۱) کَیَبْتَغِ کا کاف زائد ہے کیونکہ مجزوم کے قرآن میں یہی تین کلمہ آئے ہیں۔ پس فَیَبْتَغِ کہتے تو اولیٰ ہوتا (۲) مَجْزُوْمًا حال ہے اور اس کا عامل مقدر ہے ای خُذْهُ اَوِ انْقُلْهُ (۳) عَنْ اسی مقدر کے متعلق ہے یا تقدیر اَلْوُجْهَانِ مَرْوِیَّانِ عَنْ عَالِمٍ ہے (۴) طَیِّب صفت مشبہ ہے (۵) اَلْخَلَا بِالْقَصْرِ تر گھانس کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مجاز کے طور پر علم یا بات مراد ہے کیونکہ جس طرح گھانس کو توڑتے اور چنتے ہیں اسی طرح علم کو بھی حاصل کرتے ہیں پس طَیِّبِ الْخَلَا حَسَنُ الْعِلْمِ اَوِ الْحَدِیْثِ کے معنی میں ہے اور عالم سے ابو عمرو یا یزیدی یا سوسی یا دانی یا خود ناظمؒ مراد ہیں نہ کہ ابن مجاہد کیونکہ وہ تو اس میں اظہار کرتے ہیں دو وجوہ نہیں پڑھتے۔ ۱۲۵/۱۰ (۱) اُرْسِلَا بصیغہ تثنیہ خبر ہے اور بِلَا خِلَافٍ مُنْلَبِسَیْنِ کے متعلق ہو کر حال ہے (۲) لَا شَکَّ اِی فِیْهِ معترضہ ہے ۱۲۶/۱۱ (۱) کَوْن یا تو ناقصہ ہے یا تامہ پس قَلِیْلُ حُرُوْفٍ بھی یا خبر ہے یا حال اور جعبری کی رائے پر گَانَ ناقصہ سے مصدر نہیں آتا لیکن حق یہ ہے کہ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں اس کا مصدر کثرت سے آتا ہے (۲) مَنْ یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ ۱۲۷/۱۲ (۱) حَجَّ یہاں اِحْتَجَّ کے معنی میں ہے یعنی اس نے دلیل پیش کی اور اس کے مشہور معنی غَلَبَ فِی الْحُجَّةِ ہیں چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ لیکن یہاں یہ معنی نہیں لے سکتے کیونکہ اس صورت میں لَا عُتْلَا بے فائدہ ہو جائے گا اس لیے کہ جو حجت میں غالب ہوتا ہے اس کو بلندی تو حاصل ہو ہی جاتی ہے (۲) بِاِعْلَالِ ثَانِیْهِ کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کلمہ کے دوسرے حرف میں تعلیل ہوئی ہو اور اس معنی پر شبہ ہوتا ہے کہ پھر قَالَ لَهٗ میں بھی اظہار ہونا چاہیے۔ اس لیے یہاں مضاف مقدر مانیں گے ای بِتَکَرُّرِ اِعْلَالِ ثَانِیْهِ اسی لیے علی قاریؒ نے اس شعر میں اس طرح تغیر کیا ہے۔ بِاِدْغَامِ لَکَ کَیْلَا لِوَاحْتَجَّ مُظْهِرٌ۔ بِتَکَرُّرِ اِعْلَالِ الخ ۱۲۹/۱۴ (۱) هَاءً تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے (۲) فَادْغِمْ کی فا اس لیے ہے کہ مبتدا میں شرط کے معنی بھی ہیں اور امر کا خبر بننا تاویل پر موقوف ہے ای مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ اَدْغِمْهُ اور اگر روایتہً رفع نہ ہوتا تو وَوَاوٌ کے واو پر نصب راجح ہوتا ۱۳۰/۱۵ (۱) یَاْتِیْ یَوْمٌ یا تو مبتدا ہے یا اِضمار علی شریطة التفسیر کے قبیل سے ہے (۲) اَدْغَمُوْهُ کی ضمیر مرفوع اہل اظہار و ادغام دونوں جماعتوں کے لیے ہے (۳) لَا کی خبر مقدر ہے ای حَاصِلٌ (۴) یُنْجِیْ فرق کی صفت ہے ۱۳۱/۱۶ (۱) اَلْیَاءُ فِی الّٰئِ کی تقدیر اَلْیَاءُ الْکَائِنُ فِی الّٰئِ ہے اور جعبریؒ کے قول پر فِی الّٰئِیْ بدل البعض ہے اور قَبْلَ خبر کا ظرف ہے (۲) اَوْ تنویع کے لیے ہے اور سخاویؒ کے قول پر بَلْ انتقالیہ کے معنی میں ہے نہ کہ اضرابیہ کے اور فراء کے قول پر اَوْ یَزِیْدُوْنَ (صٰفّٰت ع ۵) بھی اسی قبیل سے ہے (۳) فا عاطفہ تفریعیہ ہے (۴) هُوَ یا تو ابو عمرو کے لیے ہے یا مبدل کے لیے (۵) مُسْهِلًا اَسْهَلَ اِذَا رَکِبَ الطَّرِیْقَ السَّهْلَ سے ہے (۶) سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اَصْلًا کا نصب مصدریت کی بناء پر ہے مَا فَعَلْتُهٗ اَصْلًا کی طرح اور اَوْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَلْ کے یا واؤ کے معنی میں ہے گویا مجموع کو ایک علت قرار دیا ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مقصود ہوتا تو سُکُوْنًا اَوْ اَصْلاً کے بجائے سُکُوْنًا وَّاَصْلاً کہتے۔

بَابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَیْنِ الْمُتَقَارِبَیْنِ فِیْ کِلْمَةٍ وَّفِیْ کِلْمَتَیْنِ

چوتھا باب ان دو حرفوں کے ادغام کے بیان میں جو مخرج اور صفت کے اعتبار سے قریب ہوں اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتے ہیں اور دو کلموں میں بھی

(اس باب میں چھبیس شعر ہیں)

شرح: مثلین میں تو پہلے حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں ملا دیتے ہیں اور متقاربین و منجانسین میں ساکن کر کے دوسرے سے بدلتے بھی ہیں پھر دوسرے میں ملاتے ہیں اور ادغام میں دونوں حرفوں کے ادا کرنے کے لیے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے اور پہلے حرف کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا اور اس باب میں متقاربین اور متجانسین دونوں کے ادغام کا بیان آئے گا۔

ایک کلمہ کے متقاربین کا بیان

1/132 وَاِنْ کِلْمَةٌ حَرْفَانِ فِیْهَا تَقَارَبَا فَاِدْغَامُهٗ لِلْقَافِ فِی الْکَافِ مُجْتَلٰی

ترجمہ: اور اگر کوئی ایسا کلمہ (پایا جائے) جس میں ایسے دو حرف ہوں جو (مخرج یا صفت کے اعتبار سے) قریب ہوں تو وہاں اس (ابو عمرو) کا قاف کا کاف میں ادغام کرنا دیکھا ہوا ہے (یعنی مشہور و ظاہر ہے)

2/133 وَهٰذَا اِذَا مَا قَبْلَهٗ مُتَحَرِّكٌ (ص) مُبِیْنٌ وَبَعْدَ الْکَافِ مِیْمٌ تَخَلَّلَا

ترجمہ: اور یہ (قاف کا کاف میں ادغام اس وقت ہوتا ہے) جبکہ اس (قاف) سے پہلے (ایسا) متحرک (حرف) واقع ہو جو ظاہر ہو اور کاف کے بعد میم (واقع) ہو وہ (ابو عمرو اسی قاف کے ادغام کے ساتھ) مخصوص ہوگئے ہیں (جس میں دونوں شرطیں ہوں پس ہر ایک قاف کا کاف میں ادغام نہیں کیا (ابراز) یا کاف کے بعد ایسا میم واقع ہو جو اصل کے اعتبار سے کلمہ کے درمیان آ رہا ہو یعنی جمع کا میم ہو کیونکہ هُمْ کُمْ کی اصل هُمُ کُمُ تھی پھر واؤ تخفیفاً حذف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا نہ یہ کہ کاف دوسرے کلمہ کی وجہ سے درمیان میں آرہا ہو کیونکہ اس سے میم کا جمع کے لیے ہونا متعین نہیں ہوتا۔ نیز لازم آئے گا کہ "وقفا" قاف کا کاف میں ادغام نہ ہو کیونکہ اب میم کے بعد دوسرا کلمہ نہیں رہے گا۔)

۳/۱۳۴ کیَرْزُقکُمْ وَاثقکُمْ وَخَلَقکُّمْ وَمِیثَاقکُمْ اَظْهِرْ وَنَرْزُقکَ انْجَلَا

ترجمہ: (جس مدغم میں دونوں شرطیں جمع ہوں اس کی مثالیں) یَرْزُقکُّمْ (اور) وَاثقکُّمْ اور خَلَقکُّمْ کی طرح ہیں اور مِیثَاقکُمْ اور نَرْزُقکَ (کے قاف) کو اظہار سے پڑھ (مدغم و مظہر دونوں کی مثالوں سے ابو عمرو کا) مذہب (پوری طرح) ظاہر ہو گیا (یا مِیثَاقکُمْ کو اظہار سے پڑھ اور نَرْزُقکَ بھی بلا ادغام ظاہر ہوا ہے)

شرح: یعنی ایک کلمہ کے متقاربین میں سے ابو عمرو صرف قاف کا کاف میں ادغام کرتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ ذیل کی دو شرطیں پائی جائیں (۱) قاف سے پہلا حرف متحرک ہو (۲) کاف کے بعد میم ہو جیسے یَرْزُقکُّمْ وَاثقکُّمْ خَلَقکُّمْ اسی لیے مِیثَاقکُمْ اور نَرْزُقکَ میں اور ان جیسی اور مثالوں میں اظہار کرتے ہیں کیونکہ اول میں قاف سے پہلا حرف ساکن ہے اور ثانی میں کاف کے بعد میم نہیں ہے اور بِوَرِقکُمْ بِخَلَاقِکُمْ اَوْصَدِیقکُمْ خَلَقکَ عُنُقکَ وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

فائدہ: (۱) متحرک کہہ کر ساکن کو نکال دیا اور مُبِیْنٌ (ظاہر) کہنے سے مراد یہ ہے کہ تحقیقا" متحرک ہو اس سے الف نکل گیا چونکہ اس پر اعراب نہیں آتا اس لیے اس کو متحرک کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں پس معنی یہ ہوں گے کہ قاف سے پہلے الف بھی نہ ہو اور بعض کے قول پر مُبِیْنٌ صرف تاکید و تبیین کے لیے ہے پس اب اس تکلف کی حاجت نہ ہوگی کہ متحرک کی دو قسمیں ہیں (۱) تحقیقی (۲) تقدیری (۲) روایۃ" تو پہلی تینوں مثالوں میں ادغام و صلہ ہی ہے تاکہ تینوں یکساں رہیں لیکن وزن کے لحاظ سے یَرْزُقکُمْ میں اظہار و عدم صلہ بھی جائز ہے اور یہی اولیٰ بھی ہے تاکہ بقدر امکان قراءتوں میں ترکیب پیدا ہونے سے احتراز رہے کیونکہ ادغام کے ساتھ صلہ صرف ابن محیصن کی قراءۃ میں ہے جو شاذ ہے (۳) طوسی نے سوسی سے اور انہوں نے یزیدی سے ساکن کے بعد بھی قاف کا ادغام بتایا ہے اور ابن سعدان نے صرف مِیثَاقکُمْ میں بتایا ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں (۴) یہ دونوں شرطیں اس لیے ہیں کہ ایک کلمہ کے مثلین اور متقاربین دونوں کا ادغام مناسب و ہم شکل ہو جائے کیونکہ مَنَاسِککُّمْ اور مَاسَلَککُّمْ میں بھی یہی دونوں چیزیں پائی جاتی تھیں۔

النحو و العربیہ: ۱۳۲/۱ (۱) وَاِنْ کَلِمَةٌ حَرْفَانِ کی تقدیر وَاِنْ کَلِمَةٌ وُجِدَ فِیهَا حَرْفَانِ ہے پس وُجِدَ اس فعل کا مفسر ہو گا جو اِنْ شرطیہ کے بعد مقدر ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ (توبہ ع ۱) کی طرح (۲) حَرْفَانِ یا تو مبتدا ہے یا کَلِمَةٌ سے بدل البعض ہے (۳) تَقَارَبَا یا تو حَرْفَانِ کی صفت ہے یا خبر اور اس کو مفسر بھی کہہ سکتے ہیں ای وَاِنْ تَقَارَبَ الْحَرْفَانِ فِیْ کَلِمَةٍ (۴) لِلْقَافِ ادغام کا مفعول ہے اور لام تخصیص کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لِمُجْتَبٰی اور لِمُحَمَّدٍ کی طرح یا لِلْقَافِ فِی الْکَافِ خبر ہے اس صورت میں مُجْتَلاً حال ہوگا (۵) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مُجْتَلاً کے الف کا یا کی صورت میں لکھنا اولیٰ ہے لیکن قصیدہ کے اشعار کے آخری الفات تمام جگہ الف ہی کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں عام ہے کہ یا سے بدلے ہوئے ہوں یا نہ ہوں ۲/۱۳۳ (۱) اِذَا کَائِنٌ مقدر کا ظرف ہے جو ھٰذَا کی خبر ہے اور علی قاریؒ کے قول پر یہاں اِذَا جواب کا محتاج نہیں اور جعبریؒ کی رائے پر اس کا ماقبل جواب سے مستغنی کر رہا ہے اور ان دونوں قولوں کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے (۲) ما زائد ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ کی طرح (۳) قَبْلَهٗ کی ضمیر قاف کے لیے ہے گو وہ بعید ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ قریب (کاف) کی طرف راجع کرنے سے مطلب درست نہیں رہتا اور یہ ثَبَتَ مقدر کا ظرف ہے (۴) مُبِيْنٌ اَبَانَ بمعنی ظَهَرَ سے ہے اور لازم ہے (۵) مِيْمٌ وَقَعَ مقدر کا فاعل ہے (۶) تَخَلَّلَا یا تو مِيْمٌ کی صفت ہے پس ضمیر میم ہی کے لیے ہوگی یا مستانفہ ہے اور ضمیر ابو عمرو کے لیے ہے۔ پہلی صورت میں تَخَلَّلَتُ الْقَوْمَ اِذَا دَخَلْتَ بَيْنَ خَلَلِهِمْ وَ خِلَالِهِمْ سے ہوگا میں قوم کے درمیان داخل ہوگیا یعنی میم اپنے سے پہلے اور بعد والے حروف کے درمیان آرہا ہو اور دوسری تقدیر پر تَخَلَّلَ الْمَطَرُ اِذَا خَصَّ وَلَمْ يَكُنْ عَامًّا سے ہوگا۔ احقر کی رائے میں تَخَلَّلَ کے یہ معنی نہایت عمدہ اور تکلف سے خالی ہیں۔ ۳/۱۳۴ (۱) مِيْثَاقَكُمْ کے قاف کا فتحہ نصبی ہے۔ اعراب حکائی کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اظہار کا حکم منصوب کے ساتھ مخصوص ہو جائے گا حالانکہ مِيْثَاقَكُمْ بقرہ اور اعراف میں نصب سے اور حدید ع ۱ میں ابو عمرو کی قراءۃ پر رفع سے اور باقین کی قراءۃ پر نصب سے آیا ہے اور سب جگہ قاف کا اظہار ہی ہے۔ (۲) نَرْزُقُكَ یا تو مِيْثَاقَكُمْ پر معطوف ہے اور اِنْجَلَا مستانفہ ہے یا مبتدا ہے اور اِنْجَلَا خبر ہے اور مطلب کی تقریر ترجمہ میں گذر چکی ہے۔

(ص) ۴/۱۳۵ وَاِدْغَامُ ذِي التَّحْرِيْمِ طَلَّقَكُنَّ قُلْ اَحَقُّ وَبِالتَّأْنِيْثِ وَالْجَمْعِ اُثْقِلَا

ترجمہ: اور تو کہہ دے کہ تحریم والے (یعنی) طَلَّقَكُنَّ کا (بہ نسبت اظہار کے) ادغام سے پڑھنا بہتر ہے اور یہ (لفظ) تانیث اور جمع (اور نون متحرک اور مشدد) کی وجہ سے ثقیل پایا گیا ہے (اسی لیے کاف کے بعد میم نہ ہونے کے باوجود بھی تخفیف حاصل کرنے کی غرض سے ادغام کیا گیا ہے)

شرح: یعنی طَلَّقَكُنَّ (تحریم ع ۱) میں کاف کے بعد جمع کا میم نہیں ہے اس لیے قاعدہ سے تو صرف اظہار ہونا چاہیے تھا لیکن نقل کے اعتبار سے اظہار و ادغام دونوں ثابت و صحیح ہیں اور چونکہ کلمہ میں تانیث و جمع کی وجہ سے ثقل پایا جا رہا ہے اس لیے ادغام اولیٰ ہے اور یہاں دو وجوہ اَحَقُّ سے سمجھی گئی ہیں جو اولیٰ کے معنی میں ہے اور اظہار اہل عراق سے ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ادغام سے کلمہ میں تین تشدید جمع ہو جاتے ہیں نشر میں ہے کہ شہروں کے وہ تمام قراء جنہیں ہم جانتے ہیں اس میں علی الاطلاق دو وجوہ بتاتے ہیں (غیث)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: اَحَقُّ کے دو معنی ہیں (۱) ادغام اظہار سے اولیٰ ہے اس صورت میں تو اس سے اظہار بھی سمجھا جائے گا جو جعبریؒ کے قول پر زیادات میں سے ہوگا لیکن چونکہ ناظمؒ کی عبارت سے احتمال کے طور پر نکالا گیا ہے اس لیے یہ معتبر نہیں کہ اس کو زیادات میں سے کہا جائے۔ (۲) اس کا ادغام جمع مذکر کے ادغام سے اولیٰ ہے کیونکہ جمع مذکر میں تو میم ہے اور وہ ساکن ہے اور جمع مونث میں نون ہے جس پر تشدید ہے پس اس میں ثقل زیادہ ہے اس صورت میں اظہار نہیں نکلے گا اور تیسیر کی عبارت سے یہی زیادہ موافق ہے کیونکہ دانیؒ نے اس میں خلاف بتایا ہے اور اظہار کی نسبت ابن مجاہد کی طرف کی ہے اور یہی دوری کا طریق ہے اور کہتے ہیں کہ میں نے اس میں ادغام پڑھا ہے اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ اس میں تانیث اور جمع کی وجہ سے ثقل پایا جا رہا ہے پس معلوم ہوا کہ اظہار کا ذکر دوسروں کا مذہب بتانے کے لیے ہے۔ (۳) یزیدی سے منقول ہے کہ ابو عمرو کے لیے ضروری تھا کہ اس میں ادغام کرتے بعض کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ یزیدی نے اس میں ابو عمرو سے ادغام روایت نہیں کیا۔ ناظمؒ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یزیدی کے قول کا مطلب یہ ہو کہ چونکہ ابو عمرو کے لیے اس میں ادغام کرنا ضروری تھا اس لیے انہوں نے اپنے قاعدہ کے موافق اس میں ادغام کیا ہے پس اس احتمال کے ہوتے ہوئے یقینی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ یزیدی نے ابو عمرو سے اس کا ادغام روایت نہیں کیا اور حق یہ ہے کہ نقل میں استدلال سے کام نہیں چلتا اس میں تو اقوال کی تائید ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے۔

دو کلموں کے متقاربین کا بیان

۵/۱۳۶ وَمَهْمَا يَكُوْنَا كِلْمَتَيْنِ فَمُدْغِمٌ اَوَائِلَ كِلْمِ الْبَيْتِ بَعْدُ عَلَى الْوِلَا

ترجمہ: اور جب وہ دو (حرف قریب المخرج) دو کلموں والے ہوں (یا وہ دو حرف اس حالت میں پائے جائیں کہ دو کلموں والے ہوں) تو (ابو عمرو) اس شعر کے سولہ کلمات کے اول اول حروف کا ادغام کرتے ہیں جو اس (شعر) کے بعد (آرہا) ہے اس حالت میں کہ وہ (اول حروف) پے در پے آئیں گے۔

شرح: یعنی دو کلموں میں جمع ہونے والے متقاربین اور متجانسین میں سے ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جو آئندہ شعر کے سولہ کلمات کے شروع شروع میں آرہے ہیں۔ بشرطیکہ شرط موجود ہو اور وہ موانع بھی نہ ہوں جو اس کے بعد تیسرے شعر میں آرہے ہیں۔

۶/۱۳۷ شِفَا لَمْ تَضِقْ نَفْسًا بِهَا رُمْ دَوَا ضَنٍ ثَوٰى كَانَ ذَا حُسْنٍ سَاٰى مِنْهُ قَدْ جَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: شِفَا (نام محبوبہ) نفس کے اعتبار سے تنگ نہیں ہے (بلکہ اس کے اخلاق نہایت کشادہ ہیں) تو اس کے (وصل کے) ذریعہ ایسے لاغر (بیمار عاشق) کی دوا طلب کر (جس میں) وہ (لاغری و بیماری) ٹھہر گئی ہے (اور) وہ (پہلے تو) حسن والا تھا (لیکن اب) وہ اس (لاغری) کے باعث بدنما ہوگیا ہے (یا وہ بدنما ہوگیا ہے اس حالت میں کہ وہ بدنمائی اس عاشق سے ظاہر ہو رہی ہے اور) اس (لاغری) نے (اس کے حال کو) ظاہر کر دیا ہے۔

شرح: (۱) پس دو کلموں کے متقاربین اور متجانسین میں سے ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے جن پر شعر میں نمبر لگے ہوئے ہیں اور ان کا مجموعہ نظم کی ترتیب کے لحاظ سے تو یہ ہے۔ شَلْتَنَ۔ بَرْدَضَ۔ تَكْذَحَ۔ سَمْقَجَ اور حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے یہ ہے۔ بَثْ۔ تَجْحَ۔ دَذْ۔ رَسْشَ۔ ضَقَ۔ كَلْمَنَ یہ تو مدغم ہیں رہا یہ کہ ان کا ادغام کس کس حرف میں ہوتا ہے سو اس کی تفصیل اسی باب کے شعر ۸ سے شروع ہو کر شعر ۲۲ پر ختم ہوتی ہے۔ (۲) نظم میں گنجائش نہ ہونے کے سبب اجمال میں تو تیسیر کی ترتیب پر عمل نہیں ہو سکا لیکن تفصیل میں ان حروف کو اسی ترتیب سے بیان کیا ہے اور اکثر جگہ مخارج کی ترتیب کی بھی رعایت رکھی ہے چنانچہ تفصیل کی ترتیب یہ ہے حَقُّ كَجُ شَضُ۔ سَدَ تَثُ۔ ذَرُ۔ لَنُ۔ مَبَ

فائدہ: ناظمؒ نے اس شعر میں اور ان تمام اشعار میں جن میں حروف کا مجموعہ ظاہر کرنے کے لیے الفاظ لائے ہیں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ وہ کلام بے معنی نہ ہو اور اس سلسلہ میں عجیب و غریب مضامین بیان کیے ہیں جہاں دیکھو گے ایسا ہی پاؤ گے چنانچہ اس شعر میں آخرت کی طرف رغبت دلانے کے لیے وہاں کی عورتوں میں سے ایک محبوبہ اور اس کے عاشق کا ذکر کیا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ شفانام محبوبہ کے اخلاق نہایت وسیع اور ظاہری صورت عجیب و غریب ہے اس محبوبہ کی وصل و قرب کے ذریعہ اس عاشق کے مرض عشق کا علاج طلب کر جو لاغر اور ضعیف ہوگیا ہے اور اس کا اچھا ہونا دشوار معلوم ہو رہا ہے اور اس محبوبہ کے تعلق سے پہلے وہ بہت خوبصورت تھا لیکن اب اس کی حالت بدل گئی اور بیماری نے اس کے حال کو ظاہر کر دیا سو اس کا بھید آشکارا ہوگیا۔ پس اے طریق کے سالک (اور آخرت کے طالب) اگر تو اس رفیقہ کا وصل چاہتا ہے تو تو بھی عشق کے ذریعہ اپنے میں یہی صفات پیدا کر لے اور حقیقی محبوب کی رضا طلب کرنے کے لیے اپنے اخلاق رذیلہ کو فنا کر کے پسندیدہ اور عمدہ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کر لے۔

النحو و العربیہ: ۱۳۶/۵ (۱) كِلَمٍ كِلْمَةٌ کی جمع ہے اور دونوں میں تین لغت ہیں (۱ و ۲) کاف کے فتحہ کے ساتھ لام کا کسرہ اور سکون (۳) کاف کا کسرہ لام کا سکون (۲) بَعْدُ الْآتِیْ یا اٰتِیًا کا ظرف ہے جو اَلْبَيْتِ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے ۱۳۷/۶ (۱) شِفَا مصدریت سے منقول ہو کر مونث کا علم بن گیا ہے اور تنوین اسی لیے نہیں لائے کہ یہ تانیث و علمیت کی یا کوفیین کی رائے پر صرف تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے اور عرب عموماً اور قریش خصوصاً عورتوں کا نام شفا رکھتے تھے گویا ناظمؒ نے بھی اس سے معین حور مراد لی ہے اور اس میں اور دَوًا میں ضرورت یا نیت وقف کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء پر قصر ہے اور شِفَا کے ساتھ دوا کا لانا عجیب حسن رکھتا ہے (۲) ضَنٍ حَزَنٌ کی طرح صفت مشبہ ہے اور اس میں قَاضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ ضِنٰی سے ہے جو لاغری اور مرض کے معنی میں ہے ای دَوَاءٌ عَاشِقٍ ضَعِیْفٍ مَّرِیْضٍ اور اس سے تثنیہ، جمع، مونث سب صیغہ آتے ہیں اور ضَنًا بفتحہ نون سے نہیں آتے بلکہ یہ اسی حالت میں ہر ایک کے معنی دیتا ہے (۳) ثَوٰی کی ضمیر ضِنٰی کے لیے ہے جو ضَنٍ سے سمجھی گئی ہے (۴) سَائٰی۔ سَآءَ کا مقلوب ہے نَائٰی اور نَآءَ کی طرح (۵) مِنْهُ کی ضمیر یا تو ضِنٰی لاغری کے لیے ہے اور مِنْ سَائٰی کے متعلق ہے یا ضَنٍ کے موصوف مُحِبّ کے لیے ہے اس صورت میں مِنْ ظَاهِرًا کے متعلق ہو کر سَائٰی کے فاعل سے حال ہوگا۔ (۶) تَلَبُّس واتصال کی بناء پر ثَوٰی کے بعد والے تینوں جملوں پر سے عاطف کو حذف کر دیا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (رعدع ۱) اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ الخ کی طرح۔

ادغام متقاربین کے موانع

۱۳۸ اِذَا لَمْ یُنَوَّنْ اَوْ یَكُنْ تَا مُخَاطَبٍ وَمَا لَیْسَ مَجْزُوْمًا وَّلَا مُتَثَقِّلَا

ترجمہ: (ابو عمرو ادغام اس وقت کرتے ہیں) جبکہ وہ (مدغم) تنوین نہ دیا گیا ہو یا وہ مخاطب کی تا نہ ہو اور اس (حرف) کا (ادغام کرتے ہیں) جو نہ تو مجزوم ہو اور نہ مشدد ہو۔

شرح: (الف) یعنی اگر پہلے حرف پر (۱) تنوین ہو جیسے نَذِیْرٌ لَّكُمْ اور نَصِیْرٍ لَّقَدْ تَّابَ (۲) یا خطاب کی تا ہو جیسے كُنْتَ تَاوِیًا۔ خَلَقْتَ طِیْنًا۔ فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا (۳) یا پہلا حرف مجزوم ہو جو صرف وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً (بقرہ ع ۳۲) میں ہے (۴) یا اس پر تشدید ہو جیسے وَهَمَّ بِهَا اور اَلْحَقُّ كَمَنْ (۵) یا دونوں حرف رسمًا" متصل نہ ہوں جیسے اَنَا لَكُمْ تو ان پانچوں صورتوں میں ادغام نہیں کرتے ان میں سے پہلے چار موانع ہیں اور دونوں حرفوں کا رسمًا" متصل ہونا شرط ہے پس جب موانع نہ ہوں اور شرط موجود ہو تو وہاں ادغام کرتے ہیں اور اس ادغام کی دو قسمیں ہیں (۱) جزئی اور سماعی جو صرف بعض جگہ ہوتا ہے (۲) کلی و قیاسی جو ہر جگہ ہوتا ہے (ب) جِئْتِ شَیْئًا (مریم ع ۲) میں تا خطاب کی تو ہے لیکن اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں۔

فائدہ: (۱) یہاں متکلم کی تا کو مانع اس لیے نہیں بتایا کہ وہ جنس و قریب سے پہلے آتی ہی نہیں (۲) چونکہ بہ نسبت متقاربین کے مثلین کا ادغام قوی ہے کیونکہ یہ ثقیل تر ہیں اس لیے کلمہ کا مجزوم و معلل ہونا مثلین میں خلاف کے ساتھ اور متقاربین میں بلاخلاف مانع ہے۔ یعنی یَبْتَغِ غَیْرَ وغیرہ میں ادغام و اظہار دونوں ہیں اور وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً میں صرف اظہار ہے اور وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اور اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی میں خلاف اس لیے ہے کہ سَعَةً کے سین کی بہ نسبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طا اور ذال تا سے قریب تر ہے۔ (۳) ناظم نے یہاں موانع کی مثالیں بیان نہیں کیں اور ابو شامہ نے ان کو اس شعر میں جمع کیا ہے۔

نَذِيرٌ لَكُمْ تَمَثَّلَ بِهِ كُنْتَ ثَاوِيًا وَلَمْ يُؤْتَ قَبْلَ السِّيْنِ هَمَّ بِهَا انْجَلَا

چونکہ بحر طویل میں فَعَلَتُنْ کا وزن نہیں ہے اس لیے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً کے بجائے وَلَمْ يُؤْتَ قَبْلَ السِّيْنِ کہا ہے (۴) ابن شاذان نے یزیدی سے رَاَيْتَ ثَمَّ (دہر) میں اور ابن یزیدی نے اپنے والد سے فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا (ہود ع ۳) اور دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (کہف ع ۵) میں اور ابو اللیث نے شجاع سے خَلَقْتَ طِيْنًا (اسراع ۷) میں اور مدنی نے اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ (طٰہٰ ع ۲) میں تا کا ادغام نقل کیا ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں۔

ان حروف کی تفصیل جن جن میں ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے

۸/۱۳۹ فَزُحْزِحَ عَنِ النَّارِ الَّذِيْ حَاهُ مُدْغَمٌ وَفِي الْكَافِ قَافٌ وَّهُوَ فِي الْقَافِ اُدْخِلَا

ترجمہ: پس زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ایسی مثال ہے جس کی حا کا (عین میں) ادغام کیا گیا ہے اور کاف میں قاف (کا ادغام کیا گیا) ہے اور وہ (کاف) قاف میں داخل کیا گیا ہے۔

۹/۱۴۰ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَّكَ قُصُوْرًا وَّاُظْهِرَا إِذَا سَكَنَ الْحَرْفُ الَّذِيْ قَبْلُ اُقْبِلَا

ترجمہ: (جس قاف اور کاف کا ادغام کیا گیا ہے اس کی مثال) خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور لَكَ قُصُوْرًا ہے اور یہ (دونوں قاف و کاف اس وقت) اظہار سے پڑھے گئے ہیں جب وہ حرف ساکن ہو جو (قرآن میں) اس (مدغم یعنی قاف و کاف) سے پہلے لایا گیا ہے۔

شرح: یعنی ان سولہ میں سے پہلے حرف حا کا عین میں صرف ایک جگہ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (آل عمران ع ۱۹) میں ادغام ہوتا ہے (کیونکہ اس کلمہ میں دو زا اور دو حا جمع ہونے کی وجہ سے ثقل تھا) پس جُنَاحَ عَلَيْهِ اور ذُبِحَ عَلَى وغیرہ میں حا کا عین سے پہلے ہر جگہ اظہار ہوگا اور دوسرے حرف قاف کا کاف میں گیارہ جگہ اور تیسرے حرف کاف کا قاف میں بتیس جگہ ان دو شرطوں سے ادغام ہوتا ہے۔ (۱) دونوں دو کلموں میں ہوں (۲) دونوں سے پہلے حرف پر حرکت ہو جیسے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَكَ قُصُوْرًا اور جَنَّتَكَ قُلْتَ وغیرہ پس اگر دونوں ایک کلمہ میں ہوں جیسے خَلَقَكَ اور عُنُقِكَ یا ان سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے وَفَوْقَ كُلِّ اور اِلَيْكَ قَالَ تو ہر جگہ اظہار ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) چونکہ قاف اور کاف متقاربین ہیں اور ماقبل پر حرکت ہونے کی صورت میں ثقل ہے۔ اور سکون کی صورت میں نہیں ہے اس لیے پہلی صورت میں ادغام اور دوسری میں اظہار ہوتا ہے۔ (۲) یہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ ادغام ہر جگہ ثقل کے دور کرنے کے لیے ہوتا ہے اور ان دو حرفوں میں ہوتا ہے جن میں مخرج و صفات دونوں کے یا صرف مخرج یا صرف صفات کے اعتبار سے مناسبت و اتحاد ہو اس کلیہ کے پیش نظر ادغام ہونے اور نہ ہونے کی وجہ ہر جگہ سمجھ میں آجائے گی (۳) چونکہ یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ میں کاف سے پہلا حرف ساکن ہے نیز اس میں اخفا بھی ہو رہا ہے جس کی بناء پر یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ میں بھی اظہار کیا گیا ہے حالانکہ اس میں مثلین جمع ہیں اس لیے یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ میں بھی اظہار ہی صحیح ہے پس اس میں ادغام کرنا نہایت بعید ہے (۴) حا کا عین میں سماعی اور قاف کا کاف میں اور کاف کا قاف میں قیاسی ہے (۵) یزیدی سے منقول ہے کہ ابو عمرو نے کہا ہے کہ بعض عرب حا کا عین میں ادغام کرتے ہیں۔ اس قول کو خصوص و عموم دونوں کی دلیل بنا سکتے ہیں یعنی صرف زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ میں ادغام ہونے کی بھی اور حا کا عین میں ہر جگہ ادغام ہونے کی بھی لیکن خصوص کی دلیل بنانا اولیٰ ہے اس لیے کہ حلقی حروف قدرے دشواری سے ادا ہوتے ہیں جس میں ادغام سے اور اضافہ ہو جائے گا اس لیے اس کا عام کرنا مناسب نہیں۔ نیز فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وغیرہ میں اظہار پر اجماع ہے۔ پس متحرک کا ادغام بدرجہ اولیٰ منع ہونا چاہیے۔ (۶) قاف کا کاف میں ادغام کبیر کی قسم سے ہو تو قاف کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا اور اگر صغیر کے قبیل سے ہو جو صرف اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ (مرسلات) میں ہے تو اس میں قاف کے استعلاء کی صفت کا باقی رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اور ثانی اولیٰ ہے (از شرح سبعہ)

۱۴۱/۱۰ وَفِي ذِي الْمَعَارِجْ تَعْرُجُ الْجِيمُ مُدْغَمٌ ۔ وَمِنْ قَبْلُ اَخْرَجْ شَّطْأَهٗ قَدْ تَثَقَّلَا

ترجمہ: اور ذِي الْمَعَارِجْ تَّعْرُجُ (کی تا) میں جیم (کا) ادغام کیا گیا ہے اور اس (کلمہ) سے پہلے (فتحنا ع ۴ میں) اَخْرَجْ شَّطْأَهٗ (کا شین بھی ادغام کی بناء پر) مشدد ہو گیا ہے۔

شرح: یعنی چوتھے حرف جیم کا صرف دو حرفوں تا اور شین میں ایک ایک جگہ ادغام ہوا ہے (۱) ذِي الْمَعَارِجْ تَّعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ (معارج ع ۱) کی تا میں (۲) اَخْرَجْ شَّطْأَهٗ (فتحنا ع ۴) کے شین میں پس مُخْرَجَ صِدْقٍ اور وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وغیرہ میں اظہار ہوگا۔

فائدہ: (۱) جیم اور تا چار صفتوں میں اور جیم و شین مخرج اور تین صفتوں میں شریک ہیں اور آئندہ بھی اسی طرح سوچ کر مناسبت نکال لینی چاہیے تاکہ بار بار بیان کرنے کی حاجت نہ ہو (۲) جیم کے بعد تا اور شین صرف انہیں دو موقعوں میں آئے ہیں (۳) وزن جیم کے سکون و اظہار سے بھی درست رہتا ہے لیکن اس سے قرآت میں ترکیب پیدا ہو جائے گی یعنی سکون ابو عمرو کی اور اظہار دوسروں کی قراءۃ سے ہوگا اس لیے ادغام ہی سے پڑھنا اولیٰ ہے۔

۱۴۲/۱۱ وَعِنْدَ سَبِيْلًا شِيْنُ ذِي الْعَرْشِ مُدْغَمٌ ۔ وَضَادَ الْبَعْضِ شَاْنِهِمْ مُدْغَمًا تَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور سَبِیْلاً (کے سین) میں ذِی الْعَرْشِ کے شین کا ادغام کیا گیا ہے اور اس (ابو عمرو) نے لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ کے ضاد کو اس حالت میں پڑھا ہے کہ وہ (اس کا شین میں) ادغام کرنے والے ہیں (یا لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ کا ضاد جو ہے اس نے مدغم ہو کر دوسرے مدغمات کی پیروی کی ہے)

شرح: یعنی پانچویں حرف شین کا سین میں صرف ایک جگہ ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلاً (اسراء ع ۵) میں اور چھٹے حرف ضاد کا بھی شین میں صرف ایک جگہ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ (نور ع ۹) میں ادغام کیا ہے پس الْاَرْضَ شَقًّا اور وَالْاَرْضِ شَیْئًا وغیرہ میں اظہار ہو گا۔

فائدہ: (۱) دانیؒ نے ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلاً میں تیسیر میں یزیدی سے صرف ادغام بیان کیا ہے اور انہیں کی دوسری کتابوں میں ہے کہ میں نے اس میں دونوں وجوہ پڑھی ہیں پس ناظم نے صرف ادغام بیان کرنے میں تیسیر کی پیروی کی ہے۔ (۲) ضاد اور شین متقاربین ہیں اور رخاوۃ میں بھی شریک ہیں (۳) ابن الیزیدی نے ضاد کا شین میں ہر جگہ جیسے وَالْاَرْضِ شَیْئًا اور الْاَرْضَ شَقًّا اور زا میں الْاَرْضِ زِیْنَةً اور الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا میں اور ذال میں بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ اور وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ میں ادغام روایت کیا ہے اور ابن غالب سے الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اور اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ہی میں صحیح ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں۔ (۴) دانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد ضاد کے ادغام کی اسی کو اجازت دیتے تھے جو اس کے ادا کرنے میں خوب ماہر ہوتا تھا۔ سخاویؒ ناظمؒ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے یہاں اختلاس کو ادغام کہا ہے کیونکہ صحیح ساکن کے بعد ادغام آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ (۵) نحاۃ کے قول پر ضاد و شین کا ادغام ان کے مثل ہی میں جائز ہے اور یہ صورت قرآن میں واقع نہیں ہوئی۔

(ص)

۱۴۳/۱۲ وَفِیْ زُوِّجَتْ سِیْنُ النُّفُوْسِ وَمُدْغَمٌ ۔۔۔ لَهُ الرَّأْسُ شَیْبًا بِاخْتِلَافٍ تَوَصَّلَا

ترجمہ: اور زُوِّجَتْ (کی زا) میں النُّفُوْسُ کے سین کا (ادغام کیا گیا ہے) اور اس (ابو عمرو) کے لیے الرَّأْسُ (کے سین کا) شَیْبًا (کے شین میں) ادغام کیا گیا ہے اس حالت میں کہ یہ (کلمہ ایسے) اختلاف کے ساتھ ہے (جو ہم تک) پہنچا ہے۔

شرح: یعنی ساتویں حرف سین کا دو حرفوں میں ادغام ہوتا ہے (۱) زا میں صرف ایک جگہ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر) میں بلا خلاف (۲) شین میں بھی صرف ایک جگہ الرَّأْسُ شَیْبًا (مریم ع ۱) میں لیکن اس میں ادغام و اظہار دونوں ہیں۔ جو بِاخْتِلَافٍ سے سمجھے گئے ہیں یعنی اور موقعوں میں ادغام پڑھتے ہوئے اس میں اظہار بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اظہار مطوعی کے طرق سے ہے جس کو انہوں نے ابن جریر سے اور انہوں نے سوسی سے نقل کیا ہے اور ادغام باقی طرق سے ہے اور دانیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہمارے طرق سے اس میں ادغام ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا جائے (ارشاد المرید) پس لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا میں فقط اظہار ہے کیونکہ سین ساکن کے بعد مفتوح ہے اس لیے تخفیف حاصل ہے۔

فائدہ: اَلرَّأْسُ شَیْبًا میں اظہار اس لیے ہے کہ سین و شین قریب المخرج نہیں ہیں نیز ابدال سے تخفیف حاصل ہو گئی ہے اور ادغام اس لیے ہے کہ دونوں پانچ صفتوں میں شریک ہیں۔

۱۳/۱۴۴ وَلِلدَّالِ كِلْمٌ تُرْبُ سَهْلٍ ذَكَا شَذًا ضَفَا ثَمَّ زُهْدٌ صِدْقُهٗ ظَاهِرٌ جَلَا

ت س ذ ش ض ث ز ص ظ ج

ترجمہ: اور دال کے (ادغام کے) لیے چند کلمہ ہیں (یعنی تُرْب سے جَلَا تک کے دس کلمات کے شروع والے دس حروف ہیں اور ان کلمات کے معنی یہ ہیں کہ ابو محمد) سہل (ابن عبداللہ تستری کی قبر) کی مٹی (ایسی) تیز خوشبو کے اعتبار سے مشتعل ہوگئی ہے (اور مہک گئی ہے جو) دراز ہوگئی ہے (اور ہمیشہ رہی ہے اس میں ان کے نیک اعمال اور کمالات و کرامات کی طرف اشارہ ہے جو مشہور و معروف ہیں) وہاں (ان کی قبر میں) ایسا زہد (دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف توجہ اور اپنے مالک سے خوش ہونے کی صفت مدفون) ہے جس کی سچائی ظہور کے اعتبار سے ظاہر ہے (یعنی خوب واضح ہے اور ریاء اور بناوٹ سے بالکل خالی ہے یا اس زہد نے ان کے کمالات کو خوب واضح کر دیا ہے یہ اللہ کے ایک ولی تھے قشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں معاملات و پرہیز گاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب کرامات تھے۔ آپ نے حج کے سال مکہ میں ذوالنون مصری رحمتہ اللہ سے بھی ملاقات کی تھی دو سو تراسی یا دو سو تہتر میں وفات پائی اور دوسرے قول پر سہل سے ہر وہ مومن مراد ہے جس میں وہ صفات ہوں جو اس شعر میں مذکور ہیں کیونکہ حدیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ هَيِّنٌ لَيِّنٌ" مومن نرم عادتوں والا ہوتا ہے اور جعبری نے اسی کو پسند کیا ہے پس اس سے وہ ہر ایک شخص مراد ہو سکتا ہے جس کی بات عمدہ اور حالت نفیس ہو اور جو باکمال ہو اور اس کی قبر انوار کی بناء پر پاکیزہ ہو اور خوشبودار ہو اور جو دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کے شوق کی وجہ سے کامل ثواب کا مستحق ہو۔)

(ص)

۱۴/۱۴۵ وَلَمْ تُدَّغَمْ مَفْتُوحَةً بَعْدَ سَاكِنٍ بِحَرْفٍ بِغَيْرِ التَّاءِ فَاعْلَمْهُ وَاعْمَلَا

ترجمہ: اور یہ دال ساکن کے بعد مفتوح ہونے کی حالت میں (ان دس میں سے) تا کے سوا (اور) کسی حرف میں بھی مدغم نہیں ہوتی تو اس (شرط) کو جان لے (اور سمجھ لے) اور (اس پر) عمل (بھی) ضرور کر۔

شرح: ۱۳/۱۴۴ یعنی ان سولہ حرفوں میں سے آٹھویں حرف دال کا ان دس حرفوں میں تینتالیس جگہ ادغام ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جن پر نمبر لگا دیئے گئے ہیں جو تَسْ ذَشَضَ ثَزْ۔ صَظَجَ میں جمع ہیں اور حروف تہجی کی ترتیب سے تَثْ جَذْزَ سَشْ صَضَظَ میں جمع ہیں اور مثالیں اسی ترتیب سے بیان کی جائیں گی۔ ۱۴۵/۱۴ لیکن اگر دال ساکن کے بعد ہو اور اس پر فتحہ ہو تو پھر اس کا صرف تا میں ادغام ہوتا ہے۔ غرض اجمالی طور پر دال کا ان دس حرفوں میں ادغام ہوتا ہے۔ اس اجمال کی نہایت مفید تفصیل یہ ہے کہ دال کی تین حالتیں ہیں۔ اول یہ کہ دال پر بھی کوئی حرکت ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہی ہو جیسے عَدَدَ سِنِيْنَ الْمَسٰجِدِ تِلْكَ نَفْقِدُ صُوَاعَ دوم یہ کہ دال سے پہلا حرف ساکن ہو اور دال پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ يُرِيْدُ ظُلْمًا ان دونوں صورتوں میں تو دال کا دس کے دس حرفوں میں ادغام ہوتا ہے لیکن پہلی صورت میں دال کے بعد ان میں سے پانچ ہی حرف آئے ہیں جو تَذْ سَشَصَ میں جمع ہیں (۱) تا میں ایک جگہ اَلْمَسٰجِدُ تِّلْكَ (بقرہ ع ۲۳) (۲) ذال میں ایک وَالْقَلَآئِدُ ذّٰلِكَ (مائدہ ع ۱۳) (۳) سین میں ایک جگہ عَدَدَ سِّنِيْنَ (مومنون ع ٦) (۴) شین میں دو جگہ وَشَهِدَ شَّاهِدٌ (یوسف ع ۳ و احقاف ع ۱) (۵) صاد میں دو جگہ نَفْقِدُ صُّوَاعَ (یوسف ع ۹) مَقْعَدُ صِّدْقٍ (قمر ع ۳) اور دوسری صورت میں شین کے سوا باقی نو حروف آتے ہیں اور سب میں ادغام ہوتا ہے (۱) تا میں دو جگہ اَلصَّيْدُ تَّنَالُهٗ (مائدہ ع ۱۳) تَكَادُ تَّمَيَّزُ (ملک ع ۱) (۲) ثا میں دو جگہ يُرِيْدُ ثَّوَابَ (نساء ع ۱۹) لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُّمَّ (اسراء ع ۲) (۳) جیم میں دو جگہ دَاوٗدُ جَّالُوْتَ (بقرہ ع ۳۳) اَلْخُلْدُ جَّزَآءً (فصلت ع ۴) (۴) ذال میں پندرہ جگہ جیسے مِنْۢ بَعْدُ ذّٰلِكَ اَلْمُرُ فُوْدُ ذّٰلِكَ وغیرہ (۵) زا میں دو جگہ يُّرِيْدُ زِّيْنَةَ (کہف ع ۴) يَكَادُ زَّيْتُهَا (نور ع ۵) (٦) سین میں تین جگہ اَلْاَصْفَادُ سَّرَابِيْلُهُمْ (ابراہیم ع ۷) كَيْدُ سّٰحِرٍ (طٰہٰ ع ۳) يَكَادُ سَّنَا بَرْقِهٖ (نور ع ٦) (۷) صاد میں دو جگہ اَلْمَهْدُ صَّبِيًّا (مریم ع ۲) بَعْدُ صَّلٰوةِ الْعِشَآءِ (نور ع ۸) (۸) ضاد میں تین جگہ مِنْۢ بَعْدُ ضَّرَّآءَ (یونس ع ۳ فصلت ع ٦) مِنْۢ بَعْدُ ضُّعْفٍ (روم ع ٦) (۹) ظا میں تین جگہ يُرِيْدُ ظُّلْمًا (آل عمران ع ۱۱، غافر ع ۴) مِنْۢ بَعْدُ ظُّلْمِهٖ (مائدہ ع ٦) سوم یہ کہ دال ساکن کے بعد ہو اور اس پر فتحہ ہو اس صورت میں فقط تا میں ادغام ہوتا ہے جو دو جگہ آئی ہے۔ كَادَ تَّزِيْغُ (توبہ ع ۱۴) بَعْدَ تَّوْكِيْدِهَا (نحل ع ۱۳) کیونکہ دال اور تا کا مخرج ایک ہے پس ان میں ثقل ہے جو تخفیف کو چاہتا ہے۔ تیسیر میں اسی طرح تفصیل سے بیان کیا ہے کہ دال متحرک کے بعد ہو تو پانچ حرفوں میں اور ساکن کے بعد ہو اور اس پر ضمہ یا کسرہ ہو تو نو میں اور اگر ساکن کے بعد دال پر فتحہ ہو تو صرف تا میں مدغم ہوتی ہے اور ناظمؒ نے دس حرفوں میں ادغام بتایا ہے یعنی ان سے زائد میں نہیں ہے اس میں تینوں صورتیں آگئیں۔

فائدہ: (۱) دال و تا متجانسین ہیں اور چار صفتوں میں شریک ہیں اور تَذْزَسَ۔ صَضَظَ کے سات حروف میں ادغام اس لیے ہے کہ دال اور یہ قریب المخرج ہیں اور دال و شین تین اور دال و جیم چھ صفتوں میں شریک ہیں اور ساکن کے بعد دال پر فتحہ ہو تو ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ فتحہ خود بھی خفیف ہے اور سکون سے خفت میں اور اضافہ ہوگیا اور اسی صورت میں تا میں ادغام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دال اور تا میں متجانسین ہونے کی بناء پر ثقل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہے حتیٰ کہ اگر ایسی دال کے بعد طا آتی تو اس کا بھی یہی حکم ہوتا۔ (۲) اَلْخُلْدُ جَزَآءً میں ابن مجاہد نے دوسری سے اور خزاعی نے سوسی سے اجتماع ساکنین کی بناء پر اظہار نقل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں جو اختلاف ہے وہ ادغام و اختلاس میں ہے یعنی ابن مجاہد اور خزاعی دال کے کسرہ کو اختلاس سے پڑھتے ہیں لیکن دانیؒ جیسے اکثر محققین کے مذہب پر کسرہ کے قوی ہونے کے سبب ادغام کامل ہی اولیٰ ہے۔

۱۵/۱۴۶ وَفِیْ عَشْرِهَا وَالطَّاءِ تُدْغَمُ تَاؤُهَا ... وَفِیْ اَحْرُفٍ وَجْهَانِ عَنْهُ تَهَلَّلَا

ترجمہ: اور اس (دال) کے دس (حرفوں) میں اور طا میں ان (سولہ حرفوں) میں کی (یا اس دال کی یا دال کے دس حرفوں میں کی یا حروف تہجی میں کی) تا کا ادغام کیا جاتا ہے اور (اسی تا کے) چند (پانچ) کلمات میں ان (ابو عمرو) سے (ایسی) دو وجوہ ہیں جو مشہور (یا چاند کی طرح روشن اور ظاہر) ہوگئی ہیں۔

۱۶/۱۴۷ (ص) فَمَعْ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ الزَّكٰوةَ قُلْ ... وَقُلْ اٰتِ ذَا الْ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ عَلَا

ترجمہ: پس تو کہہ دے کہ (دو وجوہ والا کلمہ ایک تو) اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ ہے اس حالت میں کہ یہ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ کے ساتھ ہے اور تو کہہ دے کہ (دو وجوہ والا تیسرا کلمہ) اٰتِ ذَا الْ اور چوتھا وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ بھی ہے (ان پانچوں میں یہ (خلاف) بلند (اور قوی) ہوگیا ہے (یا تلاوت میں وَاٰتِ ذَا پر مقدم ہوگیا ہے)

۱۷/۱۴۸ وَفِیْ جِئْتِ شَیْئًا اَظْهَرُوْا لِخِطَابِهٖ ... وَنُقْصَانِهٖ وَالْكَسْرُ الْاِدْغَامَ سَهَّلَا

ترجمہ: اور ان ناقلین نے جِئْتِ شَیْئًا میں اس کے مخاطب (کی تا والا) ہونے اور (تعلیل کے سبب) اس (لفظ) کے (حروف) کم ہو جانے کی بناء پر (تا کا) اظہار کیا ہے اور (اس میں تا کا) کسرہ جو ہے اس نے (ثقل کے سبب) ادغام کو آسان (اور جائز) کر دیا ہے (پس اس میں بھی دونوں وجوہ ہیں)

شرح: ۱۵/۱۴۶ یعنی سولہ حرفوں میں سے نویں حرف تا کا گیارہ حرفوں میں نوے جگہ ادغام ہوتا ہے جو تَثْجَذَ زَسَ- شَصَضَ- طظ میں جمع ہیں ان میں سے دس تو وہی ہیں جن میں دال کا ادغام ہوتا ہے اور گیارویں طا ہے (۱) تا میں تیرہ جگہ اَلشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لیکن یہ مثلین کی قسم سے ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔ اس کا ذکر دوبارہ اس لیے آگیا کہ ناظمؒ نے اختصار کے پیش نظر یہ فرما دیا ہے کہ تا کا ادغام دال کے دس حرفوں اور طا میں ہوتا ہے (۲) ثا میں سترہ جگہ جیسے بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ لیکن اَلزَّكٰوةَ ثُمَّ (بقرہ ع ۱۰) اور اَلتَّوْرٰىةَ ثُمَّ (جمعہ ع ۱) میں دونوں وجوہ ہیں۔ (۳) جیم میں سترہ جگہ جیسے اَلصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ (۴) ذال میں گیارہ جگہ جیسے وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا لیکن وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (اسراء ع ۳) اور فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (روم ع ۴) میں دونوں وجوہ ہیں (۵) زا میں تین جگہ جیسے اَلْجَنَّةِ زُمَرًا (۶) سین میں چودہ جگہ جیسے بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا (۷) شین میں چار جگہ جیسے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ لیکن ان میں سے جِئْتِ شَیْئًا (مریم ع ۲) میں دونوں وجوہ ہیں (۸) صاد میں تین جگہ جیسے وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ صَفًّا (۹) ضاد میں ایک جگہ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا میں (۱۰) طاء میں پانچ جگہ جیسے اَلْمَلٰٓىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ اور ان میں سے وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ (نساء ع ۱۵) میں دونوں وجوہ ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) ظا میں دو جگہ جیسے اَلْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ (نساء ع ۱۴ و نحل ع ۴) ۱۶/۱۴۷ و ۱۷/۱۴۸ ذیل کے چھ موقعوں میں ادغام و اظہار دونوں ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ (۱) اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ (بقرہ ع ۱۰) (۲) اَلتَّوْرٰىۃَ ثُمَّ (جمعہ ع ۱) (۳) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (اسراء ع ۳) (۴) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی (روم ع ۴) (۵) وَلْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ (نساء ع ۱۵) (ان میں سے ۱ و ۲ میں اظہار اس لیے ہے کہ الف کے بعد تا پر فتحہ ہے جو خفیف ہے اور ادغام اس لیے ہے کہ کلمہ طویل ہے اور باقی تین میں اظہار اعلال کی بناء پر ہے اور ادغام اس لیے ہے کہ تا پر کسرہ ہے جو ثقیل ہے اور جعبریؒ کے قول پر ۱ و ۲ میں اظہار اور باقی تین میں ادغام مشہور تر ہے نیز ۱ و ۲ تو تُدْغَمُ تَاؤُھَا سے اور باقی تین وَمَا لَیْسَ مَجْزُوْمًا سے مستثنیٰ ہیں اور وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً میں جزم و فتحہ کی بناء پر بلا خلاف اظہار ہے) (۶) جِئْتِ شَیْئًا (مریم ع ۲) اس میں اظہار اس لیے ہے کہ تا خطاب کی ہے نیز تعلیل کے سبب اس میں سے یا حذف ہو کر کلمہ کے حروف کم ہو گئے ہیں کیونکہ جِئْتِ اصل میں جَیَاْتِ تھا یا کو الف سے بدل کر اجتماع ساکنین کے سبب حذف کر دیا اور اس یا پر دلالت کرنے کے لیے جیم کو کسرہ دیدیا پس اب ادغام کے ذریعہ اور کمی کرنا مناسب نہیں اور ادغام اس لیے ہے کہ اس تا پر کسرہ ہے جو ثقیل حرکت ہے نیز یہ تا تانیث کے لیے ہے ۔ متقاربین و متجانسین میں سے تا اور دال دونوں کا دس دس حروف میں ادغام ہوتا ہے لیکن دال کے بعد طا اور تائے متحرکہ کے بعد دال واقع نہیں ہوئی پس نو حرفوں میں تو دونوں شریک ہیں اور طا تاء کے ساتھ اور تاء دال کے ساتھ مخصوص ہے۔

فائدہ: ابن مجاہد ۱ تا ۵ میں اظہار کو پسند کرتے تھے (۲) اَلصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ (ہود ع ۱۰) میں مصباح میں سوسی کے لیے اظہار بھی بتایا ہے لیکن یہ ہمارے طرق سے نہیں ہے (۳) تا اور تا مثلین اور تا اور طاء متجانسین ہیں اور باقی نو اور تا متقاربین ہیں اور بعض تاء کے ساتھ صفات میں بھی شریک ہیں (۴) بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ (نساء ع ۱۱) میں دوری اور سوسی دونوں کے اور حمزہؒ کے لیے بلا خلاف ادغام ہے اور چونکہ اس کی تا میں اختلاف ہے کہ یہ اصل میں ساکن تھی یا متحرک اس لیے اس کے ادغام کو ساکن بتانے والوں نے صغیر اور متحرک کہنے والوں نے کبیر قرار دیا ہے اور ثانی حق اور صحیح ہے اسی لیے اس کو سورۂ نساء میں بیان کیا ہے (۵) دال کی طرح تا میں یہ نہیں بتایا کہ اگر یہ ساکن کے بعد مفتوح ہو تو اس کا حکم کیا ہوگا کیونکہ ایسی تا یا تو خطاب کی ہوتی ہے یا الف کے بعد ہوتی ہے۔ سو خطاب والی تو خود ہی مانع ہے اور الف کے بعد ان تین کلموں میں آئی ہے اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ اور اَلتَّوْرٰىۃَ ثُمَّ ان میں تو دونوں وجوہ ہیں اَلصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ (ہود ع ۱۰) اس میں تا اور طا کے متجانسین ہونے کی بناء پر صرف ادغام ہے اور جِئْتِ شَیْئًا (مریم) میں اظہار کی اصل علت خطاب کی تاء ہے اور نقصان کو اس کی تائید کے لیے ذکر کیا ہے اس لیے نہیں کہ یہ مستقل علت ہے کیونکہ نہ تو محض خطاب علت ہے نہ محض کمی اس لیے کہ اِنَّکَ کُنْتَ اور لَکَ کَیْدًا میں ادغام پر اجماع ہے پس علت خطاب کی تاء نقصان دونوں کا مجموعہ ہے اور واو اپنے معنی پر ہے اور جعبریؒ کے قول کے مطابق اَوْ کے معنی میں نہیں اور وَالْکَسْرُ کہہ کر جِئْتَ شَیْئًا (کہف ع ۱۰ کے دونوں) کو نکال دیا کیونکہ ان میں تا پر فتحہ ہے اس لیے ان میں صرف اظہار ہے اور جو ثقل ادغام کا سبب ہے وہ کسرہ کا ثقل ہے نہ کہ ضمہ کا اسی لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُ تُرَابًا میں ادغام نہیں۔
النحو و العربیہ: ۹/۱۴۰ اُقْبِلَا - اَقْبَلْتُهُ الشَّیْءَ اِذَا جَعَلْتَهٗ یَلِیْ قِبَالَتَهٗ ای تِجَاهَهٗ سے ہے یعنی میں نے ایک شی کو دوسری کی طرف متوجہ کردیا اور اَقْبَلْنَا الرِّمَاحَ نَحْوَ الْقَوْمِ اور اَقْبَلْنَا الْاِبِلَ اَفْوَاهَ الْوَادِیْ بھی اسی معنی میں آتے ہیں۔ ۱۱/۱۴۲ (۱) وَضَادُ کے دال میں مشہور روایت کی بناء پر نصب ہے اور چونکہ اس کا عامل تَلَا بمعنی قَرَءَ غیر مشتغل ہے اس لیے وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ کی طرح نصب ہی اولیٰ ہے (۲) مُدْغَمًا غین کے فتحہ سے ضاد سے اور کسرہ کے ساتھ تَلَا کے فاعل ابو عمرو سے حال ہے اور دوسری روایت پر ضاد کی دال کا رفع ہے اس صورت میں تَلَا تَبِعَ الْمُدْغَمَاتِ کے معنی میں ہوگا ۱۲/۱۴۳ سِیْنُ النُّفُوْسُ کی خبر مقدر ہے کیونکہ اَلرَّاْسُ کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے ای مدغم نہ کہ کَائِنٌ اس لیے کہ اس صورت میں حکم نہیں سمجھا جائے گا۔ ۱۳/۱۴۴ (۱) لِلدَّالِ خبر ہے جو مبتدا کے نکرہ ہونے کی بناء پر وجوبا" مقدم ہے (۲) تُرْبُ اِلٰی اٰخِرِهٖ کِلْمٌ سے بدل ہے ای لِاِدْغَامِ الدَّالِ حُرُوْفٌ اَوَائِلُ هٰذِهِ الْکَلِمِ اور کِلْمٌ میں روایتہ" کاف کا کسرہ ہے (۳) تُرْبُ ای تُرَابُ (۴) ضَفَا طَالَ (۵) صِدْقُ قول کا واقع کے مطابق ہونا اور یہاں اس سے اخلاص مراد ہے (۶) جَلَا سخاوی کے قول پر اصل میں ممدود تھا ای جَلَاءً ظُهُوْرًا یہ ظَاهِرٌ کے فاعل سے تمیز ہے اور دوسرے قول پر جَلَا مقصور ہے اور ماضی ہے اس صورت میں مستانفہ ہوگا۔ ۱۴/۱۴۵ (۱) بِغَیْرِ التَّاءِ بِحَرْفٍ سے بدل البعض ہے (۲) وَاعْمُلَا کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بجائے وَافْعَلَا اولیٰ تھا تاکہ قول و عمل دونوں کو شامل ہو جاتا لیکن قاموس کی تحقیق پر فعل و عمل دونوں مرادف ہیں۔ تفصیل رسالہ تغیرات میں ملاحظہ ہو۔ ۱۵/۱۴۶ (۱) وَفِیْ عَشْرِهَا کی ضمیر دال کے لیے ہے اور سخاویؒ کی رائے پر دال کے دس حروف کے لیے ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں اضافہ الشئی الٰی نفسہ لازم آتی ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ ان دس میں کے دس حروف میں (۲) وَالطَّاءِ عَشْرِ پر معطوف ہے۔ شعلہ کے قول کے موافق ھا پر نہیں کیونکہ دال کے تو دس حرف ہیں لیکن طاء کے نہیں اس لیے کہ متقاربین میں سے طاء مدغم ہی نہیں ہوتی ۱۶/۱۴۷ (۱) قُلْ اور فَانِیَةً مقدم ہیں۔ (۲) ذَا الْ کو دو الفوں سے لکھنا چاہیے جن میں سے پہلا ذَا کا ہے اور دوسرا اَلْ کا اور ابن القاصح کے قول کے موافق تلفظ کے اعتبار کرتے ہوئے دونوں الفوں کے بغیر لکھنا صحیح نہیں اور یہاں ضرورت کی بناء پر اَلْ کو قُرْبٰی سے جدا کر دیا ہے لیکن اِتِ ذَا کہنا اولیٰ تھا چنانچہ ابو شامہ کی بھی یہی رائے ہے۔
(قاری)

۱۸/۱۴۹ وَفِیْ خَمْسَةٍ وَّهْیَ الْاَوَائِلُ ثَاؤُهَا وَفِی الصَّادِ ثُمَّ السِّیْنِ ذَالُ تَدَخَّلَا

ترجمہ: اور ان (سولہ حرفوں) میں کی (یا اس دال کی یا دال کے دس حرفوں میں کی یا اپنے پانچ حرفوں میں کی یا حروف تہجی میں کی) ثا پانچ (حرفوں) میں (مدغم ہوتی ہے) اور وہ (دال کے دس حرفوں میں سے) پہلے (پانچ حرف) ہیں اور ذال صاد اور سین میں داخل (مدغم) ہوئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی دسویں حرف ثاء کا دال کے دس میں سے پہلے پانچ میں تیرہ جگہ ادغام ہوتا ہے جو تَذْ سَشَض میں جمع ہیں۔ (۱) تا میں دو جگہ حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ (حجر ع ۵) اَلْحَدِیْثُ تَعْجَبُوْنَ (نجم ع ۳) (۲) ذال میں ایک جگہ وَالْحَرْثُ ذٰلِکَ (آل عمران ع ۲) (۳) سین میں چار جگہ وَوَرِثُ سُّلَیْمٰنُ (نمل ع ۲) حَیْثُ سَّکَنْتُمْ (طلاق ع ۱) اَلْحَدِیْثُ سَّنَسْتَدْرِجُهُمْ (نٓ ع ۲) اَلْاَجْدَاثُ سِّرَاعًا (معارج ع ۲) (۴) شین میں پانچ جگہ حَیْثُ شِّئْتُمَا (بقرہ ع ۴ و اعراف ع ۲) حَیْثُ شِّئْتُمْ (بقرہ ع ۲۶ و اعراف ع ۲۰) ذِیْ ثَلٰثُ شُّعَبٍ (والمرسلت ع ۱) (۵) ضاد میں ایک جگہ حَدِیْثُ ضَّیْفِ (ذریت ع ۲) اور گیارویں حرف ذال کا دو حرفوں میں تین جگہ ادغام ہوتا ہے (۱) سین میں دو جگہ فَاتَّخَذُ سَّبِیْلَهٗ اور وَاتَّخَذُ سَّبِیْلَهٗ (کہف ع ۸) (۲) صاد میں ایک جگہ مَااتَّخَذُ صَّاحِبَةً (جن ع۱) اور چونکہ صاد میں استعلاء اور اطباق کی صفت ہے اس لیے ناظمؒ اس کو سین سے پہلے لائے ہیں باوجود اس کے کہ حروف ہجا میں بھی سین صاد سے پہلے ہے اور قرآن میں بھی سین کی مثالیں پہلے آئی ہیں۔

فائدہ: ثا ذال کے ساتھ مخرج اور چار صفتوں میں اور سین اور شین کے ساتھ پانچ صفتوں میں شریک ہے نیز تاء اور سین ثاء کے مقارب ہیں اور شین کا مخرج گو ثاء سے دور ہے لیکن اس میں تفشی کی صفت ہے یعنی اس کی ادا میں ہوا منہ میں پھیلتی ہے جو ثا کے مخرج تک پہنچ جاتی ہے اور ضاد کے مخرج کا منہ کی طرف والا آخری حصہ ثا کے مخرج سے قریب ہے اور رخاوۃ میں بھی دونوں شریک ہیں (۲) ذال سین و صاد کے ساتھ مخرج کے کچھ حصہ میں متحد ہے اور کچھ حصہ میں قریب ہے اور سین کے ساتھ چار اور صاد کے ساتھ دو صفتوں میں شریک ہے۔ (۳) تیسیر کی ترتیب کے خلاف ثا کو ذال سے پہلے اس واسطے لائے ہیں کہ ثا میں دال کے حروف کا حوالہ دے دینا کافی ہے نیز اس میں اصل کی رعایت بھی ہے اور ذال میں دونوں باتیں نہیں۔

۱۹/۱۵۰ وَفِي اللَّامِ رَاءٌ وَّهِيَ فِي الرَّا وَاُظْهِرَا ۝ اِذَا انْفَتَحَا بَعْدَ الْمُسَكَّنِ مُنْزَلَا

ترجمہ: اور را لام میں (مدغم ہوتی ہے) اور وہ (لام) را میں (مدغم ہوتا ہے) اور یہ دونوں (اس وقت) اظہار سے پڑھے جاتے ہیں جب یہ دونوں ساکن حرف کے بعد محل کے اعتبار سے مفتوح ہوں (یا جب یہ دونوں ساکن کے بعد مفتوح ہوں اس حال میں کہ وہ ساکن نازل کیا گیا ہو)

۲۰/۱۵۱ سِوٰی قَالَ ثُمَّ النُّوْنُ تُدْغَمُ فِيْهِمَا ۝ عَلٰی اِثْرِ تَحْرِيْكٍ سِوٰی نَحْنُ مُسْجَلَا

ترجمہ: (ساکن کے بعد ہر لام مفتوح کا اظہار کیا جاتا ہے) سوائے قَالَ (کے لام) کے (کہ وہ الف ساکن کے بعد بھی ہے اور اس پر فتحہ بھی ہے لیکن پھر بھی اس کا را میں ادغام کیا جاتا ہے کیونکہ قَالَ قرآن میں را سے پہلے سینتالیس جگہ آیا ہے نیز بعض کے قول پر قاف کے بعد والا الف بھی فتحہ کے حکم میں ہے اس لیے تخفیف کی حاجت پیش آگئی) پھر نون حرکت کے بعد انہیں دونوں (لام و را) میں مدغم ہوتا ہے اس حالت میں کہ وہ نون بلا قید کیا ہوا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی عام ہے خواہ کوئی سا نون ہو ہر ایک کا حرکت کے بعد ہونا شرط ہے اور یہ لام و را کی طرح نہیں ہے اور ساکن کے بعد ہر ایک نون اظہار سے پڑھا جاتا ہے) سوائے نَحْنُ (کے نون) کے (کہ اس کا دوسرا نون ساکن کے بعد ہے۔ لیکن پھر بھی لام میں مدغم ہوتا ہے کیونکہ اس کا ضمہ بنائی ہونے کے سبب ثقیل ہے نیز نون مکرر ہے یا سوائے نَحْنُ کے اس حالت میں کہ وہ نَحْنُ عام کیا ہوا ہے کہ اس کا دسوں جگہ ادغام ہوتا ہے پس نَحْنُ کے کسی کلمہ کے ساتھ خاص نہیں۔)

شرح: یعنی بارھویں حرف را کا لام میں پچاسی جگہ اور تیرہویں حرف لام کا را میں چوراسی جگہ ادغام ہوتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ را اور لام کی تین حالتیں ہیں (۱) دونوں حرکت کے بعد ہوں جیسے سَخَّرَ لَنَا۔ یَغْفِرُ لِمَنْ۔ جَعَلَ رَبُّكِ۔ كَمَثَلِ رِيحٍ۔ رُسُلُ رَبِّكَ (۲) لام و را ساکن کے بعد ہوں اور دونوں پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے بِالذِّكْرِ لَمَّا بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ۔ اَلْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اور سَبِيْلِ رَبِّكَ اور يَقُوْلُ رَبَّنَا ان دونوں حالتوں میں تو را کا لام میں اور لام کا را میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے۔ (۳) را اور لام ساکن کے بعد ہوں اور ان دونوں پر فتحہ ہو جیسے اَلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا اور فَيَقُوْلَ رَبِّ اور رَسُوْلَ رَبِّهِمْ اس صورت میں ہر جگہ دونوں کا اظہار ہوتا ہے لیکن صرف قَالَ کے لام کا را میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے قَالَ رَبِّ وَقَالَ رَجُلٌ وغیرہ۔ اور چودھویں حرف نون کا را اور لام دو حرفوں میں ادغام ہوتا ہے را میں پانچ جگہ اور لام میں تہتر جگہ کل اٹھتر جگہ اور تفصیل یہ ہے کہ نون کی دو حالتیں ہیں (۱) نون حرکت کے بعد ہو اس صورت میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے تَاَذَّنَ رَبُّكَ (اعراف ع ۲۱) تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ (ابراہیم ع ۲) خَزَآئِنُ رَحْمَةِ (اسراء ع ۱۱ و ص ع ۱) خَزَآئِنُ رَبِّكَ (طور ع ۲) اٰمَنَ لِمُوْسٰى اَذِنَ لَكُمْ لِنُبَيِّنَ لَهُ وغیرہ (۲) نون ساکن کے بعد ہو اور اس پر چاہے جو حرکت ہو اس صورت میں دونوں حرفوں سے پہلے ہر جگہ اظہار ہوتا ہے جیسے يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مُسْلِمَيْنِ لَكَ وغیرہ لیکن صرف نَحْنُ کے نون کا لام میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے جیسے وَنَحْنُ لَهٗ اس کو ابن جبیر کے سوا یزیدی کے تمام شاگردوں نے نصاً" روایت کیا ہے۔ (شرح سبعہ)

فائدہ ۱: (۱) تیسیر میں قَالَ کو اظہار سے مستثنیٰ کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ قَالَ رَبِّ قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ رَبُّنَا میں (عام ہے کہ رَبِّ کے ساتھ ضمیر متصل ہو یا نہ ہو) ابو عمرو سے ادغام نصاً" بھی ثابت ہے اور اداء" بھی کیونکہ اس میں مدۂ قوی الف موجود ہے جو فتحہ کے حکم میں ہے (اس لیے تخفیف حاصل کرنے کی غرض سے ادغام کر دیا) اور اسی پر قیاس کر کے قَالَ رَجُلٰنِ اور قَالَ رَجُلٌ میں بھی اہل ادا نے بلا خلاف ادغام کیا ہے۔ انتہی جعبریؒ فرماتے ہیں کہ اداء" (قَالَ میں) ہر جگہ ادغام ثابت ہوگیا اور تجرید میں اس کی تصریح بھی کی ہے دانی نے غیر تیسیر میں فرمایا ہے کہ اہل ادا کا اس پر اتفاق ہے کہ قَالَ رَبِّ کے ہم مثلوں (قَالَ رَجُلٌ قَالَ رَجُلٰنِ) میں بھی یہی قیاس مطرد و جاری ہے اور میں نے بھی ان سب مثالوں میں ادغام ہی پڑھا ہے اگرچہ یزیدی سے نص قَالَ رَبِّ ہی میں وارد ہوئی ہے۔ انتہی اور مقدمہ ۳۶ صفحہ پر تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ایسے موقعوں میں قیاس پر عمل کرنا جائز ہے (۲) یزیدی نے فرمایا ہے کہ قَالَ رَبِّ میں ادغام اس بنا پر ہوا ہے کہ اس میں الف لام کے فتحہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ (۳) لام اور را سیبویہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے پر متقاربین اور فراء کے قول پر متجانسین ہیں اور دونوں چھ صفتوں میں شریک ہیں اور لام و را کی تین حالتوں میں سے پہلی حالت میں تو ماقبل کی حرکت کی بناء پر ثقل ہے اور دوسری حالت میں سکون کے بعد کسرہ اور ضمہ ثقیل ہے اور تیسری صورت میں سکون کے بعد فتحہ خفیف ہے اور قَالَ کا کثرت سے واقع ہونا لام کے ادغام کا سبب ہے اور نون میں پہلی صورت میں تو حرکت کے سبب ثقل ہے اور دوسری صورت میں اظہار اس لیے ہے کہ نون کا ذاتی غنہ باقی رہے اور سکون کے بعد فتحہ تو خفیف تھا ہی لیکن کسرہ اور ضمہ کو بھی اسی کے مرتبہ میں سمجھ لیا اور نَحۡنُ کا ضمہ لازمی ہونے کی بناء پر ثقیل تھا اس لیے ادغام سے تخفیف کی گئی۔

فائدہ ۲: بصرہ کے نحاۃ اور خلیل و سیبویہ لام میں را کے ادغام کو اس بناء پر ضعیف و ناجائز بتاتے ہیں کہ عرب سے اَخۡبَرَ لَبَطۡتَهٗ کا اظہار ثابت ہوا ہے لیکن یہ رائے التفات کے قابل نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصل کی موافقت یا کسی خاص متکلم کے لغت کی بناء پر اظہار کیا گیا ہو پس اس سے اظہار کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ادغام کا ناجائز ہونا نیز یہ ابو عمرو' فراء کسائی اور ابو جعفر کی اس نقل کے خلاف ہے کہ انہوں نے عرب سے صَارِلِّیۡ اور صَارُلَّکَ میں را کا ادغام روایت کیا ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے اس لیے ادغام کے جائز بتانے والوں کا قول صحیح ہوگا نہ کہ ناجائز کہنے والوں کا اور زمخشری کی یہ توجیہ بھی مردود ہے کہ ابو عمرو نے را کو لام سے پہلے خوب ساکن کر کے پڑھا ہوگا اور راوی نے وہم کی بناء پر ادغام سمجھ لیا ہوگا کیونکہ جب راوی نے اخفا و ادغام میں فرق کر کے با سے پہلے میم میں اخفا اور باقی موقعوں میں ادغام بتایا ہے حالانکہ یہ فرق کسی قدر باریک بھی ہے تو کیا وہ مظہر و مدغم میں فرق نہیں سمجھ سکتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اظہار کی صورت میں را ساکن اور لام بلا تشدید ہوگا اور ادغام کی صورت میں را لام میں مدغم ہو جائے گی اور لام پر تشدید آجائے گا اس فرق کو موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے دوسرے اس سے قراۃ متواترہ پر طعن لازم آتا ہے جو حجۃ قاطعہ ہے پس یہ قائل کی بے دینی ہے (علی قاریؒ)

النحو و العربیہ: ۱۴۹/۱۸ (۱) ثَاءُهَا کی ضمیر کے مرجع پانچ ہیں جو ترجمہ میں ظاہر کر دیئے گئے ہیں اور سب صورتوں میں عموماً اور چوتھی صورت میں بالخصوص اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے (۲) تَدۡخُلَ دَخَلَ قَلِیۡلاً قُلَیۡلاً کے معنی میں ہے۔ ۱۵۰/۱۹ (۱) هِیَ اور اُظۡهِرَا میں اشارہ ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں اور اس میں تفنن بھی ہے (۲) مُنَزَّلاً یا تو اُنۡفَتِحَا کے فاعل سے تمیز ہے ای اِذَا انۡفَتَحَ مَحَلُّهُمَا یا اَلۡمُسَکَّنُ کے فاعل سے حال ہے ۱۵۱/۲۰ مُسۡجَلاً یا تو تُدۡغَمُ کی ضمیر سے حال ہے یا اِدۡغَامًا مقدر کی صفت ہے یا نَحۡنُ سے حال ہے اور تینوں میں سے اول اولیٰ ہے۔

۲۱/۱۵۲ وَتُسۡکَنُ عَنۡهُ الۡمِیۡمُ مِنۡ قَبۡلِ بَائِهَا عَلٰی اِثۡرِ تَحۡرِیۡکٍ فَتَخۡفٰی تَنَزُّلَا

ترجمہ: اور ان (ابو عمرو) سے میم اپنی (یا ان سولہ حرفوں میں کی) با سے پہلے حرکت کے بعد ساکن کی جاتی ہے پھر وہ (میم تلفظ میں) کمی ہونے کے لیے اخفا والی ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی اگر میم سے پہلے حرف پر حرکت ہو اور اس کے بعد با آجائے جیسے اٰدَمُ بِالْحَقِّ اور اَعْلَمُ بِمَا تو ابو عمرو اس میم کو ساکن کرکے اخفا سے اٰدَمْ بِالْحَقِّ اور اَعْلَمْ بِمَا پڑھتے ہیں اور اس اخفاء سے میم کے تلفظ میں کمی اور ضعف آجاتا ہے کیونکہ میم کے اخفا کے معنی ہیں میم کا کسی قدر چھپا دینا اور ہلکا کر دینا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ میم کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو نرمی سے بند کرتے ہیں جس سے میم کا کچھ حصہ غائب ہو جاتا ہے اور اس سے ادغام کا مقصد ایک حد تک حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اس میم کو صرف ساکن کرتے ہیں نہ تو با سے بدلتے ہیں اور نہ اس میں ملاتے ہیں پس اَعْلَمُ بِمَا اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وغیرہ میں تشدید قطعاً نہیں ہوتی اور اگر میم سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے اِبْرٰهِمُ بَنِيهِ اَلْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ تو پھر میم کو ساکن نہیں کرتے بلکہ اس کی حرکت پر باقی رکھ کر اظہار سے پڑھتے ہیں۔

فائدہ: (۱) نون کے اخفاء کے معنی ہیں نون کی ذات کو معدوم کرکے غنہ کی صفت کا باقی رکھنا اور میم کے اخفاء کے معنی ہیں میم کو کسی قدر ضعیف کردینا اور کچھ حصہ کا غائب کر دینا اور چونکہ آواز کو خیشوم میں لیجانے سے مخرج کے ساتھ تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اس لیے بعض نے تعریف اس طرح کر دی ہے کہ اخفا آواز کے ناک میں چھپانے کو کہتے ہیں لیکن یہ پوری تعریف نہیں بلکہ تعریف الشئی بلازمہ ہے (۲) چونکہ یہ میم ساکن کیے جانے کی صفت میں مدغم کے ساتھ شریک ہے اس مناسبت سے اس کو اس باب میں لائے ہیں (۳) اس میم میں اور نون ساکن اور تنوین سے بدلے ہوئے میم میں جیسے اَعْلَمُ بِمَا اَنْ بُوْرِكَ اور اَلِيْمٌۢ بِمَا دونوں میں صرف اخفاء ہوتا ہے اور جو میم پہلے سے ساکن ہو اور اصلی ہو اور اس کے بعد با آجائے اس میں اخفا و اظہار دونوں جائز ہیں اور اخفا اولیٰ ہے (۴) با سے پہلے میم میں اخفاء اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں مخرج اور چار صفتوں میں شریک ہیں اور ادغام اس لیے نہیں کیا کہ اس سے میم کا غنہ فوت ہو جاتا اور اظہار میں اتصال کی رعایت کم تھی اس لیے نہیں کیا اور لام و را میں مدغم ہونے کی صورت میں نون کے غنہ کے فوت ہونے کا خیال اس لیے نہیں کیا جاتا کہ نون کو تجانس یا تقارب کے سبب لام و را سے مناسبت زیادہ ہے (۵) میم سے پہلے حرف پر حرکت کی شرط اس لیے ہے کہ ثقل متحقق ہو جائے (۶) تُسْكَنُ اور تَخْفٰى میں اشارہ ہے کہ اس میم میں اسکان و اخفاء ہی ہوتا ہے ادغام نہیں ہوتا کیونکہ تشدید نہیں پائی جاتی۔ دانی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور بعض حضرات اس میم کے اسکان کو ادغام سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مَنْ يَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ اور وَلِيٍّ وَّلَا ۔ بَسَطْتَّ وغیرہ میں نون ساکن اور تنوین کا غنہ اور طا کا اطباق باقی رہنے کے باوجود بھی نون اور طا کے اسکان پر ادغام کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح اَعْلَمُ بِمَا وغیرہ میں میم کے اسکان کو بھی ادغام کہہ سکتے ہیں لیکن ناظم و دانی کی رائے حق اور صواب ہے اور فرق ظاہر ہے (۷) ابو جعفر اور سوسی نے ابو عمرو سے اِبْرٰهِمُ بَنِيهِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ وغیرہ میں بھی میم کا اخفا نقل کیا ہے اور اَلرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ کو مستثنیٰ کیا ہے لیکن نظم اور تیسیر کے طرق سے اس پر عمل نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲ / ۱۵۳ وَفِی مَن یَّشَآءُ بِا یُعَذِّبُ حَیثُ مَا اَتیٰ مُدغَمٌ فَادرِ الاُصُولَ لِتَاصُلاَ

ترجمہ: اور یُعَذِّبُ کی بَا مَنْ یَّشَآءُ کے میم میں مدغم ہوتی ہے اس حالت میں کہ یہ (یُعَذِّبُ کی با) جس جگہ بھی آئے پس تو (ادغام کے) ان قواعد کو جان لے (اور یاد کر لے) تاکہ تو اصل (اور مرجع اور بزرگ) بن جائے۔

شرح: یعنی سولھویں حرف با کا میم میں صرف یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ میں ہر جگہ ادغام ہوتا ہے اور یہ پانچ جگہ آیا ہے۔ (۱) (آل عمران ع ۱۳) (۲ و ۳) (مائدہ ع ۳ و ع ۶) (۴) (عنکبوت ع ۲) (۵) (فتحنا ع ۲) پس یَضْرِبُ مَثَلاً سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَكُذِّبَ مُوْسٰى وغیرہ میں میم سے پہلے با کا ہر جگہ اظہار ہے پھر ادغام کے احکام ختم کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ تو ان قواعد کو یاد کر لے تاکہ اور لوگ ان کے معلوم کرنے کے لیے تیری طرف رجوع کیا کریں۔

فائدہ: (۱) با اور میم متجانسین ہیں اور چار صفتوں میں شریک ہیں۔ (۲) یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کے ساتھ خاص ہونے کی دو وجوہ ہیں (۱) ذال کے کسرہ کے بعد با پر ضمہ ثقیل تھا (۲) یَغْفِرُ لِمَنْ اور وَیَرْحَمُ مَنْ میں جو دوسرا ادغام اس کے قریب ہی واقع ہے اس کی مناسبت۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن اوفی نے ابو شعبان سے اور انہوں نے یزیدی سے فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ (مائدہ ع ۶) میں با کا میم میں ادغام اور وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (ہود ع ۱۰) میں با کا اظہار نقل کیا ہے کیونکہ اول میں دوسرا ادغام بھی واقع ہے جو دال کا ظاء میں ہے اور ثانی میں نہیں ہے (۳) رہا وَيُعَذِّبْ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ ع ۴۰) سو اس میں چونکہ ابو عمرو کی قراءۃ میں با ساکن ہے اس لیے وہ ادغام صغیر کے باب سے ہے اور اس میں ان کے لیے ادغام واجب ہے (۴) عباس نے ابو عمرو سے لَا رَيْبَ فِيْهِ جیسی مثالوں میں ہر جگہ با کا فا میں ادغام روایت کیا ہے۔ (۵) فَادْرِ الْاُصُوْلَ میں اشارہ ہے کہ یہاں متقاربین کا بیان ختم ہو گیا ہے پس اس کے بعد جو تین تنبیہات یا قاعدہ آئیں گے وہ مثلین و متقاربین دونوں کے متعلق ہوں گے۔

پہلی تنبیہہ

(ص)

۲۳ / ۱۵۴ وَلَا یَمنَعُ الاِدغَامُ اِذ هُوَ عَارِضٌ اِمَالَةَ کَالاَبرَارِ وَالنَّارِ اَثقَلاَ

ترجمہ: اور ادغام چونکہ وہ عارضی ہے (اس لیے) وہ (ادغام) مشدد (اور کامل) ہونے کی حالت میں بھی اَلْاَبْرَارِ اور اَلنَّارِ جیسے کلمات کے امالہ کو منع نہیں کرتا (بلکہ ادغام کی صورت میں بھی امالہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اظہار کی صورت میں تھا)

شرح: یعنی جن کلمات کے الف میں وصلاً آخری را کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جیسے وَالنَّهَارِ النَّارِ۔ اَلْاَبْرَارِ اگر ان کی را کا دوسری را میں یا لام میں ادغام ہو جائے جیسے وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ اور اَلنَّارِ رَبَّنَا اور اَلْاَبْرَارِ رَبَّنَا تب بھی امالہ بدستور باقی رہتا ہے اور اگر اس را پر سکون کے ساتھ وقف کر دیں تب بھی امالہ محضہ والوں کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محضہ اور بین بین والوں کے لیے بین بین باقی رہتا ہے کیونکہ کسرہ جو امالہ کا سبب ہے وہ تو اصلی ہے اور ادغام و وقف دونوں عارضی ہیں اور اصل یہ ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے اس لیے ادغام و وقف کے باوجود بھی کسرہ کو موجود سمجھ کر امالہ کرتے ہیں اور اگر اس را میں ادغام کے بجائے روم پڑھا جائے جیسا کہ آئندہ شعر میں آئے گا کہ ادغام کے موقعوں میں روم بھی جائز ہے گو اس سے ادغام نہیں رہتا یا اس را پر روم کے ساتھ وقف کریں تو ان دونوں صورتوں میں امالہ محضہ یا بین بین بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا کیونکہ روم کی صورت میں تو کسرہ کا کچھ حصہ بھی باقی رہتا ہے پس اثقل سے مراد ادغام کامل ہے جب اس میں امالہ باقی رہتا ہے حالانکہ کسرہ بالکل نہیں ہوتا تو روم کی صورت میں بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا اور ناظمؒ نے ادغام کا حکم یہاں اور وقف کا حکم باب الامالہ میں بیان کیا ہے اور مناسب یہ تھا کہ دونوں کو ایک ہی جگہ بیان کرتے اسی لیے شارحین نے اس شعر میں تغیر کیا ہے۔

فائدہ ۱: اس قسم میں امالہ کا بدستور باقی رکھنا ابن مجاہد اور اکثر قراء اور صرف کے اماموں کا مذہب ہے اور عمل بھی اسی پر ہے کیونکہ کسرہ نیت میں باقی ہے اور ابن جریر نے سوسی سے امالہ نہ کرنا بھی نقل کیا ہے جس کا سبب یہ ہے کہ کسرہ ظاہراً باقی نہیں رہا اور نشر کے طرق سے یہ بھی صحیح ہے۔ (۲) اس مسئلہ کو یہاں اس لیے بیان کر دیا کہ شبہ ادغام ہی سے پیدا ہوتا ہے لیکن اولیٰ یہی تھا کہ اس کو باب الامالہ میں بیان کرتے۔

النحو و العربیہ: ۲۱/۱۵۲ تَنَزُّلًا یا تو تمیز ہے ای يَخْفٰى تَنَزُّلُهَا فِي اللَّفْظِ یا مفعول لہ ہے۔ اور ترجمہ میں اسی کو لیا ہے۔ ۲۲/۱۵۳ (۱) حَيْثُ مَا اَتٰى حال ہے اور مَا زائد ہے۔ (۲) لِنَا اُصُلًا ای لِتَشَرُّفَ وَتَصِيْرَ اَصْلًا وَّ مَرْجِعًا ۲۳/۱۵۴ (۱) كَا لْاَبْرَارِ کا کاف اسم ہے جو مثل کے معنی میں ہے يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِّ کی طرح کیونکہ کَا لْاَبْرَارِ قرآن میں نہیں ہے اور حرف کی طرف اضافت نہیں ہوا کرتی اور ابو شامہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ یہ کاف خطاب کا ہو اور اِمَالَۃُ کے ساتھ متصل ہو لیکن ناظم کے نابینا ہونے کی بناء پر لکھنے والے نے جدا لکھ دیا ہو اور جعبری کی رائے پر اس میں یہ کمی ہے کہ اس صورت میں حکم انہیں دونوں کلموں کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے۔ (۲) اَثْقَلَا اطلاق الف کے ساتھ اَلْاِدْغَامُ کا حال موکدہ ہے اور ثقل سے مراد وہ ثقل ہے جو تشدید سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ ادغام بہ نسبت اظہار کے ثقیل ہے کیونکہ وہ تو تخفیف ہی کی غرض سے کیا جاتا ہے اور بعض کی رائے پر حال مقیدہ ہے یعنی کامل ادغام کی حالت میں اور اس میں روم سے احتراز ہوگیا اور یہ بھی مراد لے سکتے ہیں حَالَ كَوْنِهٖ اَثْقَلَ بِلَا اِدْغَامٍ یعنی یہ اظہار کی حالت میں ثقیل تھے۔

دوسری تنبیہ

۲۴/۱۵۵ وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِيْ غَيْرِ بَاءٍ وَمِيْمِهَا مَعَ الْبَاءِ اَوْمِيْمٍ وَكُنْ مُتَاَمِّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور تو اشمام کر اور روم کر با اور ان (حروف) میں کی (یا اس با کی) میم کے سوا (باقی مدغم حروف) میں اس حالت میں کہ یہ دونوں (حرف) با کے ساتھ ہوں یا (دونوں) میم کے ساتھ ہوں اور تو (اشمام و روم کی تعریف میں) غور کرنے والا (اور انتظار کرنے والا) رہ (انشاء اللہ ہم ان کی تعریف باب الوقف علیٰ اواخر الکلم میں بیان کریں گے یا ان قواعد میں خوب غور کرو اور سوچو کہ با اور میم میں عام مصنفین کے بیان کے موافق اشمام و روم دونوں منع ہیں یا صرف اشمام ناجائز ہے۔)

شرح: یعنی مثلین و متقاربین و متجانسین میں سے جن حروف کا ادغام کیا جاتا ہے ان میں حرکت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اشمام و روم بھی جائز ہیں چونکہ مدغم کا سکون و قفی سکون کے مشابہ ہے اس لیے وقف کے احکام اس میں بھی جاری ہو گئے اور روم میں اشارہ کامل ہوتا ہے اور اشمام میں ناقص لیکن اشمام کی صورت میں تو ادغام کامل باقی رہے گا کیونکہ اشمام ہونٹوں کے ملانے سے ہوتا ہے اور اس کے ساتھ تشدید کا باقی رہنا ظاہر ہے اور روم کی حالت میں چونکہ کسرہ یا ضمہ کا کچھ حصہ ادا ہوتا ہے اس لیے ادغام باقی نہیں رہتا اور ضمہ میں تو اشمام اور روم دونوں ہوتے ہیں پس اس میں تین وجوہ ہو گئیں (۱) اشارہ کے بغیر کامل ادغام (۲) اشمام کے ساتھ ادغام (۳) روم جیسے سَیُغۡفَرُ لَنَا اور یہاں اشمام حرف کے تلفظ کے ساتھ ہی ساتھ ہوتا ہے وقف والے اشمام کی طرح تلفظ کے بعد نہیں ہوتا اسی لیے و قفی سکون میں تو با اور میم میں اشمام ہوتا ہے اور ادغامی سکون میں نہیں ہوتا کیونکہ با اور میم کا تلفظ اور اشمام کا اشارہ دونوں ہونٹوں ہی سے ہوتے ہیں اس لیے دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے اور کسرہ میں فقط روم ہوتا ہے پس اس میں دو وجوہ ہو گئیں کامل ادغام و روم جیسے مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ اور فتحہ میں دونوں نہیں ہوتے صرف کامل ادغام ہوتا ہے۔ اشارہ کے بغیر جیسے وَشَهِدَ شَاهِدٌ اور یہ اشارہ تمام حروف میں ہوتا ہے لیکن با او ر میم میں اشمام و روم ناجائز ہیں جبکہ ان کے بعد بھی با اور میم ہی آ رہے ہوں اور ان کی چار صورتیں ہیں (۱) با کے بعد با ہو جیسے نُصِيۡبُ بِرَحۡمَتِنَا (۲) با کے بعد میم ہو جیسے يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ (۳) میم کے بعد میم ہو جیسے يَعۡلَمُ مَا (۴) میم کے بعد با ہو اور اس صورت میں اخفا ہوا کرتا ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے جیسے اَعۡلَمُ بِمَا اور بعض نے فا کے ساتھ فا کو بھی مستثنیٰ کیا ہے جیسے تَعۡرِفُ فِيۡ پس ان کی رائے پر پانچ صورتوں میں ناجائز ہیں اور بعض نے کسی صورت کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔

فائدہ: ان صورتوں میں اشمام و روم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ با اور میم ہونٹوں کے پوری طرح ملانے سے ادا ہوتے ہیں اور اشمام ناتمام ملانے سے ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں میں ضدیت ہے کہ دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں اور روم میں بھی قدرے دشواری ہے اور اسی طرح فا کا مخرج بھی ہونٹوں ہی میں ہے پس اس میں بھی اشارہ کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ لیکن محققین کی رائے پر ان صورتوں میں صرف اشمام ناجائز ہے کیونکہ دشواری اور ضدیت اسی میں ہے روم میں نہیں جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ جس طرح با اور میم کی پوری حرکت ادا ہو سکتی ہے اسی طرح تہائی حرکت کا ادا کرنا بھی چنداں دشوار نہیں اور اگر مدغم سے پہلے حرف مد یا حرف لین ہو جیسے قَالَ لَهٗ الرَّحِيۡمِ مَّلِكِ يَقُوۡلُ رَبَّنَا قَوۡمِ مُّوۡسٰى كَيۡفَ فَعَلَ تو مد و قفی کی طرح اس مدہ اور لین میں طول و توسط و قصر بھی جائز ہیں اور اشمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و روم بھی اور اب فتحہ کی صورت میں تین اور کسرہ کی صورت میں چار (طول و توسط و قصر سکون کے ساتھ اور روم قصر کے ساتھ) اور ضمہ کی صورت میں سات (طول و توسط و قصر سکون کے ساتھ اور یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر روم قصر کے ساتھ) وجوہ ہو جائیں گی اور سورۂ یوسفؑ شعر نمبر ۲ و ۳ میں آئے گا کہ لَا تَاْمَنَّا کے نون میں تمام قراء کے لیے روم و اشمام دو وجوہ ہیں۔

تیسری تنبیہہ

۱۵۶/۲۵ وَاِدْغَامُ حَرْفٍ قَبْلَهٗ صَحَّ سَاكِنٌ عَسِيْرٌ وَّبِالْاِخْفَاءِ طَبَّقَ مَفْصِلَا

ترجمہ: اور اس حرف کا ادغام کرنا دشوار ہے جس سے پہلے صحیح ساکن ہو اور وہ (قاری ایسے حرف میں) اخفا (اختلاس) کرنے کے ذریعے درستی کو پہنچ گیا ہے (یعنی اس قسم میں ادغام کے بجائے اختلاس اختیار کرے گا تو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہما لازم آنے کے اعتراض سے بچ جائے گا۔)

۱۵۷/۲۶ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَفِي الْمَهْدِ ثُمَّ الْخُلْدِ وَالْعِلْمِ فَاشْمُلَا

ترجمہ: (جس مدغم کا ماقبل حرف صحیح ساکن ہو اس کی مثالیں) خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ پھر مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ اور فِي الْمَهْدِ (صَبِيًّا) اَلْخُلْدِ (جَزَآءً) اور الْعِلْمِ (مَا لَمْ يَاْتِكَ) ہیں اور (تو اس قاعدہ میں اور مثالوں کو بھی) ضرور شامل کر لے (کیونکہ اس کی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔ یا ان قواعد کے یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے میں جلدی کر)

شرح: یعنی جس جگہ مدغم سے پہلے واو الف یا کے سوا کوئی اور حرف ساکن ہو جس کو ساکن صحیح کہتے ہیں وہاں ادغام کرنا دشوار ہے کیونکہ حرف صحیح ساکن کے بعد تشدید دشواری سے ادا ہوتا ہے جیسے وَنَحْنُ لَهٗ شَهْرُ رَمَضَانَ اور اس کی توجیہ بیان کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ اس سے اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہما ہو جاتا ہے جس کو اہل عربیت جائز نہیں رکھتے پس جن لوگوں نے اس میں ادغام کے بجائے اخفا (اختلاس) اختیار کیا ہے وہ درستی کو پہنچ گئے ہیں کیونکہ ان پر اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہما لازم آنے کا اعتراض نہیں ہوتا اس لیے کہ نہ وہ ادغام کرتے ہیں اور نہ دو ساکن جمع ہوتے ہیں اور ناظم خُذِ الْعَفْوَ الخ میں پانچ مثالیں لائے ہیں اور سب میں مدغم سے پہلا حرف صحیح ساکن ہے حرف علت کسی میں بھی نہیں ہے۔ ا و ۵ میں مثلین اور باقی تین میں متقاربین جمع ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ حرکت اور حرف علت ساکن کے بعد تو ادغام و تشدید کا ادا کرنا آسان ہے اور ساکن صحیح کے بعد ادا کرنا دشوار ہے لیکن ناجائز نہیں بلکہ نقلاً صحیح اور ثابت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ وقف کی طرح ادغام میں بھی اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہما جائز ہے کیونکہ وقف اور ادغام دونوں سہولت کے لیے کیے جاتے ہیں پس جب دونوں کی غرض ایک ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیے اور جن لوگوں نے ادغام کی متواتر قراءۃ پر اعتراض کیا ہے اس سے خود وہی بے دینوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ (قاری)

فائدہ ا: (الف) اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اس قسم میں متقدمین تو ادغام اور اختلاس دونوں کو جائز بتاتے ہیں اور نشر میں بھی دونوں کو صحیح بتایا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور متاخرین اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما سے بچنے کے لیے صرف اختلاس کرتے ہیں کیونکہ صرفیوں کی اصطلاح یہ ہے کہ اگر دو ساکنوں میں سے پہلا ساکن صحیح ہو تو اس کو اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما کہتے ہیں اور اگر پہلا ساکن حرف علت ہو مدہ ہو خواہ لین تو اس کو اجتماع ساکنین علیٰ حدھما کہتے ہیں اور اول کو صرف وقف میں اور ثانی کو وصل و وقف دونوں میں جائز رکھتے ہیں ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ساکن صحیح کے بعد ادغام ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس ساکن کو معمولی سی حرکت نہ دے دیں گو وہ غیر محسوس ہو اور اگر حرکت نہ دیں گے تو وہ حرف حذف ہو جائے گا جس کو ادغام کے لیے ساکن کیا تھا اور تم اسی خیال میں رہو گے کہ وہ مدغم ہو رہا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عرب جب ساکن صحیح کے بعد ایک کلمہ میں ادغام کرتے ہیں تو اس ساکن کو حرکت دے دیتے ہیں جیسے اِسۡتَعِدَّ اِسۡتَعِفَّ اور اسی لیے جب نِعۡمَ کے میم کا دوسرے میم میں ادغام کرتے ہیں تو عین ساکن کو کسرہ دے دیتے ہیں جیسے فَنِعِمَّا هِیَ حالانکہ دوسرے موقعوں میں اس کا عین ساکن رہتا ہے جیسے نِعۡمَ الۡعَبۡدُ پس جب ساکن صحیح کے بعد ادغام کا ممتنع ہونا ثابت ہو گیا تو اب اس میں اظہار یا اختلاس ہی باقی رہ گیا جس کو روم و اخفا بھی کہہ دیتے ہیں اور مجاز کے طور پر اس کو ادغام سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں جوہری کہتے ہیں کہ شَهۡرُ رَمَضَانَ میں پہلی را کی حرکت میں صرف اختلاس ہے اور اس را کا ساکن کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے پہلے ھا بھی ساکن ہے۔ پس وصل میں ایسے دو ساکنوں کا جمع کرنا لازم آئے گا جن میں سے پہلا حرف علت نہیں ہے اور یہ صورت عرب کے کسی لغت میں بھی نہیں پائی جاتی اور نَحۡنُ نَزَّلۡنَا اور اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّیۡ اور يَخِصِّمُوۡنَ وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں اور قراء جو اس قسم کے کلمات میں ادغام بتاتے ہیں ان کا یہ قول معتبر نہیں کیونکہ وہ اس باب کو عمل میں نہیں لا سکتے (یا لغت سے اس کے نظائر پیش نہیں کر سکتے) اور ایک جماعت متقدمین کی تائید میں کہتی ہے کہ نحاۃ نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ آحاد میں سے ہے اور قراء کی نقل متواتر ہے اور اگر متواتر نہ ہو تب بھی انہیں کے قول پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ اکثر بھی ہیں اور بہ نسبت نحاۃ کے عادل تر اور معتبر بھی ہیں۔ **سوال:** اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما کے ناجائز ہونے پر نحاۃ کا اجماع ہے کیا اس پر بھی ان کے قول کو صحیح نہیں مانا جائے گا۔ **جواب:** (ا) چونکہ قراء میں سے بھی بعض حضرات نحوی ہیں۔ (۲) نیز لغت کے نقل کرنے میں نحاۃ کے ساتھ شریک ہیں پس ان کے شامل ہوئے بغیر نحاۃ کا اجماع معتبر نہیں ہو سکتا۔ (۳) پھر یہ حضرات پرہیزگار بھی ہیں اور نقل بھی نبی ﷺ سے کرتے ہیں جن کا غلطی سے محفوظ ہونا ثابت اور مسلم ہے۔ (۴) پھر ایسا اجتماع ساکنین اکثر قراءتوں میں واقع ہوا ہے تو پھر ادغام کبیر میں خصوصی انکار کی وجہ کیا ہے۔ (۵) پھر اجتماع ساکنین علیٰ حدھما کی تعریف میں بھی اختلاف ہے بعض کے قول پر ثانی کا مدغم ہونا اور بعض کی رائے پر صرف اول کا حروف علت میں سے ہونا کافی ہے اور بعض دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مجموعہ کو شرط کرتے ہیں جیسے شَھْرُ رَّمَضَانَ اور ھَلْ تَّرَبَّصُوْنَ بزی کی روایت اور مَحْیَایْ اسکان کی قراءۃ پر اور فِیْہِ ھُّدًی اور اسی سے علیٰ غیر حدھما میں بھی اختلاف نقل آئے گا پس یہ ادغام کبیر والا ساکن صحیح بھی ایک قول پر علیٰ حدھما میں داخل ہے پھر اعتراض کرنے کے کیا معنی۔ (۶) نیز ایسا اجتماع ساکنین نبی ﷺ کے کلام نِعْمَ مَّالُ صَالِحٌ لِرَجُلٍ صَالِحٍ میں بھی واقع ہے جو عرب و عجم سب سے فصیح تر ہیں (ب) غرض اس قسم میں ادغام کامل صحیح اور ثابت ہے اور نصوص اس پر مجتمع ہیں۔ (۱) ابن حاجب فرماتے ہیں کہ اس پر قراء کا اجماع ہے پھر تقریباً وہی تقریر کی ہے جو ابھی الف کے ذیل میں گذری اس کے بعد فرماتے ہیں اگر کہا جائے کہ اکثر نحوی تو اس پر متفق ہیں کہ اجتماع ساکنین علیٰ حدھما وہ ہے جس میں دونوں چیزیں پائی جائیں یعنی پہلا ساکن حرف علت ہو اور دوسرا مدغم ہو تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ عربیت قراءۃ کے تابع ہے قراءۃ عربیت کے تابع نہیں اس بناء پر کہ قراآت صحابہ و تابعین کے ذریعہ نبی ﷺ سے سنی گئیں ہیں جو اجماعاً" عرب و عجم سب سے زیادہ فصیح ہیں پھر مولدین (غیر عرب) کی کثرت سے زبان فاسد ہوگئی۔ (۲) علامہ سیوطیؒ" اقتراح میں فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ قراء نے اس قراءۃ کو پڑھا ہے تو خواہ وہ متواتر ہو۔ خواہ آحاد میں سے ہو خواہ شاذ ہو اس کو دلیل بنانا درست ہے پھر فرماتے ہیں کہ نحاۃ کی ایک جماعت ابن عامر عاصم حمزہ کی قراء توں کو عربیت سے بعید اور لحن بتاتی ہے حالانکہ اس میں خود وہی لوگ غلطی پر ہیں کیونکہ ان کی قراء تیں ایسی متواتر اور صحیح سندوں سے ثابت ہیں جن میں طعن کی قطعاً" گنجائش نہیں۔ (۳) ابن مالک وغیرہ معتبر محققین نے بھی ان نحاۃ کا نہایت شدومد کے ساتھ رد کیا ہے۔ (۴) امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ نحاۃ کی عقل پر تعجب ہے کہ جب وہ کوئی شعر سنتے ہیں گو اس کے قائل کا نام و نشان بھی معلوم نہ ہو تو اس کو قراءۃ کے صحیح ہونے کی دلیل بنا لیتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ قراءۃ کو شعر کے صحیح ہونے کی دلیل بناتے۔ (۵) صاحب انتصاب کہتے ہیں کہ مقصود یہ نہیں کہ عربیت کو قراءۃ کے صحیح ہونے کی دلیل بنایا جائے بلکہ (اصل یہ ہے کہ) قراءۃ سے عربیت کی تصحیح کی جائے (غیث النفع) (ج) ناظمؒ نے جو ادغام کو عَسِیْرٌ (دشوار) فرمایا ہے اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ صحیح تو ہے لیکن اس کا ادا کرنا دشوار ہے اور اختلاس آسانی سے ادا ہو جاتا ہے یہ تو صحیح اور مسلم ہے۔ دوم یہ کہ ادغام میں چونکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدھما لازم آتا ہے اس لیے ناجائز ہے اس صورت میں ان پر بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہوگا جو متاخرین پر ہوتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک پہلے ہی معنی مراد ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) دانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابو عمرو کی قراءۃ پر کبیر کے تمام مدغمات کو شمار کیا ہے سو وہ ابن مجاہد اور ان کے اصحاب کے مذہب پر تو بارہ سو تہتر ہیں اور ہماری قراءۃ پر تیرہ سو پانچ ہیں اور جن میں اہل ادا کا اختلاف ہے ان کا مجموعہ بتیس ہے۔ وہ بتیس یہ ہیں۔ مثلین میں سے بیس۔ (۱) یَبْتَغِ غَّیْرَ (۲) یَخْلُ لَّکُمْ (۳) یَکُ کَّاذِبًا (۴ تا ۷) اٰلَ لُّوْطٍ چار جگہ (۸ تا ۲۰) ھُوَ جس کی ھا پر ضمہ ہو۔ واؤ سے پہلے تیرہ جگہ جیسے ھُوَ وَّالَّذِیْنَ اور بارہ متقاربین میں سے (۲۱) طَلَّقَکُنَّ (۲۲) اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ (۲۳) اَلرَّاْسُ شَّیْبًا (۲۴) وَاٰتِ ذَّا الْقُرْبٰی (۲۵) فَاٰتِ ذَّا الْقُرْبٰی (۲۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلتَّوْرٰىةَ ثُمَّ (٢٧) وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ (٢٨) جِئْتَ شَيْئًا (٢٩) زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (٣٠) لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ (٣١) اَخْرَجَ شَطْاَهٗ (٣٢) اَلْعَرْشِ سَبِيْلًا (شرح سبعہ) لیکن محقق نے آخری چار کو اختلافی مدغمات میں شمار نہیں کیا اس لیے ان کی تحقیق پر یہ چار ملا کر ابن مجاہد وغیرہ کے مدغمات بارہ سو ستتر ہیں۔ پس کل مدغمات بسم اللہ کے بغیر وصل کی صورت میں سورۃ القدر کے آخر اَلْفَجْرِ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ کو شامل کر کے تیرہ سو پانچ ہیں۔ مثلین میں سے ایک کلمہ میں دو اور دو کلموں میں سات سو اڑتالیس کل سات سو پچاس اور متقاربین و متجانسین میں سے ایک کلمہ میں اڑتیس اور دو کلموں میں پانچ سو سترہ کل پانچ سو پچپن اور سکتہ کی صورت میں اَلْفَجْرِ لَمْ يَكُنْ کم ہو کر تیرہ سو چار رہیں گے اور جو حضرات ابو عمرو کے لیے بسم اللہ پڑھتے ہیں ان کے مذہب پر اَلْفَجْرِ لَمْ يَكُنْ تو کم ہی رہے گا لیکن رعد و ابراہیم کا آخر شامل ہو کر کل تیرہ سو چھ ہو جائیں گے (۲) پہلے ادغام کے دونوں بابوں کا خلاصہ بھی لکھا تھا پھر درازی کے خوف سے اس کو شامل نہیں کیا لیکن مناسب یہ ہے کہ جب طلباء کو ادغام کے قواعد خوب یاد ہو جائیں جس سے ایک مختصر اور جامع خلاصہ بھی بنا سکیں اور سوالات کے ذریعہ امتحان بھی کر لیا جائے تب آگے چلائیں۔

النحو و العربیہ: ۱۵۵/۲۴ غَيْرِ بَاءٍ مقدر کی صفت ہے ای فِيْ كُلِّ مُدْغَمٍ غَيْرِ بَاءٍ وَّ مِيْمٍ اور مِيْمِهَا کی ضمیر یا تو با کے لیے ہے کیونکہ دونوں ہم مخرج بھی ہیں اور ان میں ادغام و اخفاء بھی جاری ہیں یا شفا کے سولہ حروف کے لیے ہے۔ اور مَعَ الْبَاءِ یا تو بَاءٍ وَّمِيْمِهَا کی صفت ہے ای اَلْكَائِنَةَ مَعَ الْبَاءِ یا حال ہے اور تقدیر یہ ہے فِيْ غَيْرِ بَاءٍ مُّدْغَمٍ فِيْ بَاءٍ اَوْمِيْمٍ وَفِيْ غَيْرِ مِيْمٍ مُّدْغَمَةٍ فِيْ مِيْمٍ اَوْ مُخْفَاةٍ عِنْدَ بَآءٍ ۱۵۶/۲۵ (۱) ادغام کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل قاری مقدر ہے۔ (۲) صَحَّ حَرْفٍ کی صفت ہے اور قَبْلَهٗ صَحَّ کا ظرف ہے۔ (۳) طَبَّقَ الْمَفْصِلَ ای اَصَابَ الصَّوَابَ اور طَبَّقَ کی ضمیر یا تو قاری کے لیے ہے یا قائل کے لیے یا تعبیر بالاخفا کے لیے ہے جو کلام کے سیاق سے سمجھی گئی ہے۔ اور حرف کے لیے قرار دینا ضعیف ہے طَبَّقَ السَّيْفُ الْمَفْصِلَ تلوار جوڑ پر جا لگی۔ طَبَّقَ فُلَانٌ اِلْمَفْصِلَ فلاں شخص قول یا فعل یا اعتقاد میں درستی کو پہنچ گیا۔ ۱۵۷/۲۶ فَاشْمَلًا میں روایۃ میم کا فتحہ ہے ای عَمِّمْ اور ضمہ بھی جائز ہے۔ ای اَسْرِعْ

بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ

(اس میں دس شعر ہیں)

پانچواں باب واحد مذکر غائب کی ضمیر کے صلہ اور عدم صلہ اور سکون کے بیان میں

شرح: اس باب کو ادغام کے بعد اس لیے لائے ہیں کہ بقرہ میں سب سے پہلا اختلافی کلمہ فِيْهِ هُدًى آیا ہے اور اس میں ضمیر کی ھا ہے جس میں صلہ اور عدم صلہ کا اختلاف ہے اور اس کے دو نام ہیں (۱) ھاء الکنایہ کیونکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے واحد مذکر غائب مراد ہوتا ہے۔ (۲) ھاء ضمیر اور یہاں اس سے واحد مذکر غائب کی متصل ضمیر مراد ہے منصوب ہو جیسے اَمَاتَهٗ فَاَ قْبَرَهٗ یا مجرور جیسے سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ اس کی اصلی حرکت ضمہ ہے لیکن یا اور کسرہ کی مناسبت سے کسرہ آجاتا ہے۔

فائدہ: (۱) یہ صلہ ھا کو قوی کرنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ یہ خفی حرف ہے اور واحد مونث غائب کی ضمیر پر ہمیشہ فتحہ ہوتا ہے اور اس کا صلہ بھی الف کے ساتھ ہوتا ہے جو لکھنے میں بھی آتا ہے جیسے وُسْعَهَا اور لَهَا اور اس میں عدم صلہ کسی جگہ بھی نہیں ہوتا۔ (۲) یہ باب اور اس کے بعد والے تمام ابواب فاتحہ کے الفاظ سے نہیں بلکہ بقرہ اور اس کے بعد والی سورتوں کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں اور فاتحہ کے فرشی اور اصولی سب اختلافات بیان ہو چکے ہیں پس قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ ادغام سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ البقرہ کا عنوان لکھتے پھر اس کے اصولی اختلافات کے لیے ابواب منعقد کرتے پھر اس کے فرشی اختلافات بیان کرتے چنانچہ تیسیر میں ایسا ہی کیا ہے۔ (۳) فاتحہ میں مٰلِکِ اور صِرَاطَ اور عَلَيْهِمْ تو فرشی اختلافات ہیں اور ھا اور میم جمع کے احکام اصولی ہیں پس فاتحہ میں فرشی اصولی پر مقدم تھے اور بقرہ میں اس کا عکس تھا اس لیے فاتحہ میں پہلے فرشی بیان کیے پھر اصولی اور بقرہ میں اس کا عکس کیا ہے اور گو ادغام بھی اصولی اختلافات میں سے ہے اور فاتحہ میں سب پر متقدم بھی تھا لیکن اس کے موخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تفصیل زیادہ تھی اس بناء پر اس کے لیے دو مستقل باب منعقد کیے اور چونکہ بقرہ میں اختلافی کلمات میں سے سب سے پہلا فِيْهِ هُدًى تھا جس میں ادغام اور ھائے ضمیر کا صلہ دو چیزیں تھیں اور يُؤْمِنُوْنَ اور ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں ہمزہ اور هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اور غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ اور مَنْ يَّقُوْلُ میں ادغام صغیر تھا جس کو باب الاظہار والادغام میں بیان کیا ہے اور بِمَآ اُنْزِلَ اور اُولٰٓئِكَ میں مد اور هُدًى اور اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ میں امالہ اور وَبِالْاٰخِرَةِ میں نقل اور را کی ترقیق اور اَلصَّلٰوةَ میں لام کی تفخیم تھی اور یہ سب اصولی چیزیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ سے پہلے تھیں جو بقرہ کے فرشی اختلافات میں سب سے پہلا ہے اس لیے اصول کے تمام ابواب کو فروش سے پہلے لائے اور چونکہ وقف کے دونوں بابوں کی ضرورت فاتحہ کے کلمات میں بھی واقع ہوتی ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ ان کو سب سے پہلے لاتے اور یآت الاضافۃ اور یآت زوائد اگرچہ بقرہ میں وَمَا يَخْدَعُوْنَ کے بعد آرہی ہیں لیکن اصول کے تمام ابواب کو یکجا کرنے کے لیے ان دونوں بابوں کو بھی پہلے لے آئے اس تقریر میں غور کرنے سے تمام ابواب کی مناسبت ظاہر ہو جائے گی۔

(ص)

١٥٨ وَلَمْ يَصِلُوْا هَا مُضْمَرٍ قَبْلَ سَاكِنٍ ... وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيْكُ لِلْكُلِّ وُصِّلَا

ترجمہ: اور ضمیر کی ھا کا ساکن سے پہلے ان قراء (میں سے کسی) نے (بھی) صلہ نہیں کیا (یعنی جب ھا کے بعد والا حرف ساکن ہو اس وقت کوئی بھی صلہ نہیں کرتا عام ہے کہ ھا سے پہلے حرف پر حرکت ہو یا وہ بھی ساکن ہو پس اس میں دو قسمیں آگئیں (۱) ھا سے پہلے حرکت ہو اور بعد میں سکون جیسے لَهُ الرَّسُوْلُ (۲) ھا کے دونوں طرف ساکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف ہوں جیسے مِنْهُ النَّهَارَ) اور (ضمیر کی) وہ (ھا) جس سے پہلے (حرف پر بھی) حرکت ہو (اور بعد والے پر بھی جیسے اَجْرُهٗ عِنْدَ) وہ سب کے لیے (ہر جگہ) صلہ سے پڑھی گئی ہے۔

۲/۱۵۹ وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِينُ لِابْنِ كَثِيرِهِمْ ۔ وَفِيهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُو وِلَا

ترجمہ: اور وہ (ضمیر کی ھا) جس سے پہلے (حرف پر) سکون ہو (اور بعد والے پر حرکت ہو جیسے فِيهِ هُدًى وہ) ان (قراء) میں کے ابن کثیر کے لیے (صلہ سے پڑھی گئی) ہے اور (اس قسم میں سے) فِيهِ مُهَانًا (کی ھا) جو ہے (اس کے صلہ میں) اس (ابن کثیر) کے ساتھ حفص (بھی نقل یا سنت کی) متابعت والے ہیں۔

شرح: یعنی پہلے اور بعد والے حرف کے لحاظ سے ضمیر کی ھا کی چار حالتیں ہیں (۱) پہلے حرف پر حرکت ہو اور بعد والا ساکن ہو جیسے بِهِ اللّٰهُ (۲) ھا کے دونوں طرف ساکن حرف ہوں جیسے عَلَيْهِ اللّٰهَ اور ساکن سے پہلے کہہ کر انہیں دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے پس ان دو حالتوں میں سب ھا کو صلہ کے بغیر پڑھتے ہیں کسرہ اور یا کے بعد کسرہ سے اور باقی حالات میں ضمہ سے لیکن صرف عَنْهُ تَّلَهّٰى (عبس) کی ھا کا بزی واؤ کے ساتھ صلہ اور مد کرتے ہیں اور اس میں ھا کے بعد والا حرف انہیں کی قراءۃ پر ساکن ہے کیونکہ وہ تَلَهّٰى کی تا کو تشدید سے پڑھتے ہیں۔ (۳) ھا کے دونوں طرف حرکت والا حرف ہو جیسے رَبُّهٗ كَانَ۔ اَمْرُهٗ اِلَى اور فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ اس صورت میں سب صلہ کرتے ہیں کسرہ کے بعد یا کے ساتھ جیسے بہ ان اور فتحہ اور ضمہ کے بعد واو کے ساتھ جیسے وَجْهَهٗ لِلّٰهِ اور رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ لیکن دس کلمات میں جو پندرہ جگہ آئے ہیں بعض نے اس قاعدہ کے خلاف ھا کا سکون یا عدم صلہ پڑھا ہے جو اسی باب کے شعر نمبر ۳ تا ۸ میں آئیں گے۔ (۴) ھا سے پہلا حرف ساکن ہو اور بعد والے پر حرکت ہو اس صورت میں صرف ابن کثیر صلہ کرتے ہیں اگر ھا یا کے بعد ہو تو یا کے ساتھ اور باقی حالات میں واو کے ساتھ جیسے فِيهِ كَبِيرٌ فَاهُ وَمَا هُوَ۔ رَاَوْهُ زُلْفَةً رَاوَدُوهُ عَنْ۔ مِنْهُ وَاَقِيمُوا اور اس قسم میں سے صرف فِيهِ مُهَانًا (فرقان ع ۶) میں ان کے ساتھ حفص نے بھی ھا کا یا کے ساتھ صلہ کیا ہے اور اَرْجِئْهُ وَاَخَاهُ (اعراف ع ۱۴ اور شعراء ع ۳) میں مکی کے ساتھ ہشام نے ھا کا واو کے ساتھ صلہ کیا ہے۔ باقی حضرات کے لیے اس قسم میں سب جگہ عدم صلہ ہے۔

فائدہ: (۱) پہلی دو حالتوں میں صلہ اس لیے نہیں کہ اس سے اجتماع ساکنین ہو جاتا ہے اور عَنْهُ تَّلَهّٰى میں اس لیے کیا گیا کہ یہ اجتماع ساکنین بالاتفاق علیٰ حدہا تھا اور گو مِنْهُ النَّهَارَ اور لَهُ الرَّسُولُ اور هُمُ الَّذِينَ میں بھی علیٰ حدہا ہی تھا لیکن ان میں ادغام ابتدا وضع ہی سے ہے اور عَنْهُ تَّلَهّٰى میں بعد کو ہوا ہے پس مدہ کے حذف کرنے سے مِنْهُ النَّهَارَ وغیرہ میں ایک اور عَنْهُ تَّلَهّٰى میں دو تعلیلیں جمع ہو جاتی تھیں اس لیے ان میں حذف کیا گیا اور اس میں نہیں کیا گیا (۲) واحد مونث غائب کی ضمیر کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے بعد ساکن ہو تو اس میں سے صلہ کا الف حذف ہو جاتا ہے جیسے تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ورنہ باقی رہتا ہے جیسے لَهَا مَا پس ھا مُضْمَرٍ سے دونوں ضمیریں بھی مراد لے سکتے ہیں لیکن اختلاف واحد مذکر غائب ہی کی ضمیر میں ہے اس لیے اسی کو بیان کیا ہے (۳) تیسری قسم یعنی اَجْرُهٗ عِنْدَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسی مثالوں کی ھا میں صلہ اس لیے ہوتا ہے کہ ھا خفی اور ایک حرفی اسم ہے اس لیے اس کو قوی کرنے کے لیے اس کے بعد اس کی حرکت کے مناسب حرف علت یا اور واو لے آتے ہیں لیکن جو ھا کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہو جیسے مَانَفْقَهُ كَثِيْرًا اور فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ اور تَوَجَّهَ يَنْتَهِ وغیرہ میں ہے اس میں کوئی بھی صلہ نہیں کرتا کیونکہ اس سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یہ واو اور الف جمع اور تثنیہ کا ہوگا۔ (۴) هٰذِهٖ اسم اشارہ کی ھا بھی ضمیر کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد حرکت ہو تو سب یا کے ساتھ صلہ کرتے ہیں جیسے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ اور ساکن ہو تو نہیں کرتے جیسے هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ (۵) صلہ کا حرف اس بات میں تنوین کے مشابہ ہے کہ دونوں ایسی زائد چیزیں ہیں جو اسم کے آخر میں اس کے کامل کرنے کے لیے لائی جاتی ہیں اسی لیے جس طرح رفع اور جر کی تنوین وقفاً حذف ہو جاتی ہے اور نصب کی گول تا کے ماسوا میں الف سے بدل کر باقی رہتی ہے اسی طرح صلہ کی واو اور یا تو وقفاً" حذف ہو جاتی ہے اور صلہ کا الف جو مونث غائب کی ضمیر میں ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے (۶) چوتھی قسم یعنی فِيْهِ كَبِيْرٌ وغیرہ میں صلہ اصل کی موافقت کی بناء پر ہے اور حذف تخفیف کی بناء پر ہے اور حفص و ہشام نے جو ان کی موافقت میں ایک ایک جگہ صلہ کیا ہے اس کی دو وجوہ ہیں (۱) ان کی قراءۃ میں بھی اس قسم میں صلہ اور عدم صلہ دونوں لغت جمع ہو جائیں۔ (۲) لفظ میں درازی پیدا ہو جائے اور فِيْهٖ مُهَانًا میں مخلوق کو وہ وعید اچھی طرح سنادی جائے جس سے آیت میں گنہگار کو ڈرایا گیا ہے اور اَرْجِئْهُ میں فرعون کے درباریوں نے جو مشورہ دیا تھا اس کی برائی خوب ظاہر ہو جائے (۷) صلہ وصل ہی میں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لیے ھا کے بعد والے حرف کا متحرک ہونا شرط ہے اور یہ بات وصل ہی میں ہو سکتی ہے۔

النحو و العربیہ: بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ جن مقامات میں باب کی اضافت اس محل کی طرف ہے جس میں قراء کے تغیرات واقع ہوتے ہیں ان میں تو باب کے بعد مضاف کے مقدر ماننے کی حاجت ہوگی چاہیں عام نکال لیں جو سب کو شامل ہو جائے جیسے بَابُ اَحْكَامِ هَاءِ الْكِنَايَةِ چنانچہ بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَ التَّنْوِيْنِ میں اس تقدیر کو ظاہر بھی کر دیا ہے یا ہر ایک کے مناسب خاص خاص مضاف مان لیں جیسے بَابُ صِلَةِ هَاءِ الْكِنَايَةِ وَبَابُ تَسْهِيْلِ الْهَمْزَتَيْنِ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ اور جن موقعوں میں باب کی اضافت ان مصادر کی طرف ہے جو قراء کے افعال ہیں جیسے بَابُ النَّقْلِ بَابُ الْوَقْفِ وغیرہ ان میں تقدیر کی حاجت نہیں ہوگی۔ ۱/۱۵۸ (۱) وَلَمْ يَصِلُوْا کے بجائے وَلَمْ يُشْبِعُوْا اولیٰ اور واضح تھا (قاری) (۲) وُصِّلَا میں تشدید تکثیر کے لیے ہے یعنی بہت جگہ صلہ کیا گیا ہے۔ ۲/۱۵۹ (۱) مَعَهُ کی ضمیر ابن کثیر کے بجائے فِيْهٖ مُهَانًا کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ زَيْدٌ مَعَهُ مَالٌ کی طرح لیکن اس صورت میں یہ شبہ ہو جائے گا کہ فِيْهٖ مُهَانًا میں صلہ صرف حفص کے لیے ہوگا (۲) حَفْصٌ دوسرا مبتدا ہے اور اَخُوْوِلَا اس کی خبر ہے اور یہی بہتر ہے اور علی قاری" اس کو حَفْصٌ سے بدل کہتے ہیں (۳) وِلَاءٍ وَالِیْ بمعنی تَابَعَ کا مصدر ہے اور اس میں وقفاً" قصر کیا گیا ہے اور یہ قصیدہ کے قوافی میں متعدد جگہ آئے گا اور بعض جگہ وَلَاءٌ واو کے فتحہ سے بھی آئے گا۔ یہ وَلِيَ يَلِيْ کا مصدر ہے۔ جو نصرت کے معنی میں ہے۔

۱۶۰/۳ (ص) وَسَكِّنْ يُؤَدِّهٖ مع نُوَلِّهٖ وَنُصْلِهٖ وَنُؤْتِهٖ مِنْهَا فَاعْتَبِرْ صَافِيًا حَلَا

ف ص ح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور تو (فا' صاد' حا والوں حمزہ' ابوبکر' ابو عمرو کے لیے) یُؤَدِّهٖ (اور لَا یُؤَدِّهٖ) اور نُوَلِّهٖ اور نُصْلِهٖ اور نُؤْتِهٖ مِنْهَا (کی ھا ضمیر کے کسرہ) کو سکون سے بدل دے پس تو (اس سکون کا) اعتبار کر (اور اس کو معظم سمجھ اس حالت میں کہ) یہ (سکون اعتراض کی کدورتوں سے) صاف اور پاک ہے (کیونکہ اس کی دلیل ظاہر ہے اور توجیہ عمدہ ہے نیز) یہ (تخفیف کی بناء پر ادا کرنے میں بھی) شیریں ہوگیا ہے (یعنی سکون نہایت فصیح ہے یہ مقصود نہیں کہ صلہ اور عدم صلہ سے اولیٰ ہے یا تو سکون کا اعتبار کر اس حالت میں کہ تو صاف ہو کہ اس کی طرف سے اپنے ذہن اور باطن میں نفرت اور بیگانگی محسوس نہ کرتا ہو۔)

۴/۱۶۱ وَعَنْهُمْ وَعَنْ حَفْصٍ فَأَلْقِهْ وَيَتَّقِهْ حَمِيْ صَفْوُهُ قَوْمٌ بِخُلْفٍ وَأَنْهَلَا

ترجمہ: اور فَأَلْقِهْ (کی ھا کا سکون) ان (تینوں ابو عمرو' ابوبکر' حمزہ) سے اور حفص سے (منقول) ہے (اور حا اور صاد والوں کے لیے بلاخلاف اور قاف والے خلاد کے لیے خلاف کے ساتھ) وَيَتَّقْهِ (کی ھا کا سکون) جو ہے اس کی صفائی (اور صحت) کی ایک قوم نے اختلاف (والی پانچ دلیلوں) کے ذریعہ حفاظت کی ہے (اور اس کے ثابت کرنے کے بارے میں پورا اہتمام کیا ہے) اور (قراء کی) اس (قوم) نے (اپنے طلباء کو اس سکون کے دلائل بتا کر) سیراب (اور کامیاب) کر دیا ہے (یا يَتَّقِهُ نے اس قوم کو سیراب کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس لفظ سے بہت سے فوائد اور معانی نکالے ہیں۔ یا اس سکون کی صفائی نے ان کو سیراب کر دیا۔ کیونکہ اس نے ان سے اعتراض کی سب کدورتیں دور کر دیں۔)

۵/۱۶۲ وَقُلْ بِسُكُوْنِ الْقَافِ وَالْقَصْرِ حَفْصُهُمْ وَيَأْتِهٖ لَدٰى طٰهٰ بِالْإِسْكَانِ يُجْتَلٰى

ترجمہ: اور تو کہہ دے کہ ان میں کے حفص (وَيَتَّقْهِ کو) قاف کے سکون اور (ھا کے) قصر (عدم صلہ) کے ساتھ (وَيَتَّقْهِ پڑھتے) ہیں اور وَمَنْ يَأْتِهٖ طٰهٰ میں (سوسی کے لیے ھا کے) اسکان کے ساتھ (ظاہر طور پر) دیکھا جاتا ہے (یعنی خوب مشہور ہے پس تجرید میں ابن الفحام کا اور دوسرے مصنفین کا اس کو بیان نہ کرنا مضر نہیں۔)

۶/۱۶۳ وَفِي الْكُلِّ قَصْرُ الْهَاءِ بَانَ لِسَانُهُ بِخُلْفٍ وَفِيْ طٰهٰ بِوَجْهَيْنِ بُجِّلَا

ترجمہ: اور ھا کا عدم صلہ جو ہے اس کا لغت (ان) تمام (ساتوں کلمات) میں (قالون کے لیے بلا خلاف اور ہشام کے لیے) خلاف کے ساتھ ظاہر ہو گیا ہے (یعنی نہایت فصیح ہے) اور (يَأْتِهٖ) طٰهٰ میں (قالون کے لیے ایسی) دو وجوہ (صلہ اور عدم صلہ) کے ساتھ ہے جو عظیم الشان قرار دی گئی ہیں (یعنی صحت میں دونوں مساوی ہیں)

شرح: ان چار شعروں میں سات کلمات مذکور ہیں جو دس جگہ واقع ہوئے ہیں اور سب میں ضمیر کی ھا کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں طرف حرکت ہے اور پہلے حرف پر کسرہ ہے اس لیے قاعدہ کے موافق سب میں تمام قراء کے لیے ھا کا یا کے ساتھ صلہ (کھڑا زیر) ہونا چاہیے تھا لیکن بعض نے ان میں صلہ کے بجائے ھا کا سکون اور بعض نے عدم صلہ (پڑا زیر) اور بعض نے صلہ و عدم صلہ دونوں وجوہ پڑھی ہیں اس لیے ان قراء کو بیان کر دیا۔ پس جو باقی رہیں گے ان کے لیے اصل کے موافق صلہ (ہ) سمجھ لینا وہ کلمات یہ ہیں (ا) یُؤَدِّهٖ اِلَیۡکَ (آل عمران ع ۸ میں) دو جگہ (۲) نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی (۳) وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ (نساء ع ۱۷) (۴) نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا تین جگہ (آل عمران ع ۱۵ میں دو اور شوریٰ ع ۳ میں ایک) پس ان چاروں میں ساتوں جگہ ابو عمروؒ ابوبکرؒ حمزہؒ کے لیے ھا کا سکون یعنی یُؤَدِّهۡ نُوَلِّهۡ وَ نُصۡلِهۡ نُؤۡتِهۡ ہے۔ (۵) فَاَلۡقِهٖ اِلَیۡهِمۡ (نمل ع ۲) اس کے سکون میں ان کے ساتھ حفصؒ بھی شریک ہیں پس ابو عمروؒ حمزہؒ اور پورے عاصم کے لیے فَاَلۡقِهۡ ہے۔ (۶) وَیَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِکَ (نور ع ۷) اس میں ابو عمروؒ و ابوبکرؒ کے لیے تو صرف سکون یعنی وَیَتَّقِهۡ ہے اور قَوۡمٌ کے قاف والے خلاد کے لیے دو وجوہ ہیں جو بِخُلۡفٍ سے نکلی ہیں (ا) سکون وَیَتَّقِهۡ یہ دانیؒ کے شیخ ابو الفتح سے ہے اور طریق بھی انہی سے ہے۔ (۲) ھا کا یا کے ساتھ صلہ وَیَتَّقِهٖ یہ ان کے شیخ ابو الحسن سے ہے کیونکہ ان کا ذکر سکون میں تو آیا ہے اور قصر (عدم صلہ) میں نہیں آیا پس سکون اور صلہ دو وجوہ نکل آئیں اور حفصؒ اس کلمہ میں قاف کو ساکن اور ھا کو صلہ کے بغیر وَیَتَّقۡهِ پڑھتے ہیں اور ان کے علاوہ سب کے لیے قاف پر کسرہ ہے۔ (۷) وَمَنۡ یَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا (طٰهٰ ع ۳) اس میں یُجۡتَلَا کی یا والے سوسی کے لیے ھا کا سکون ہے یعنی یَاۡتِهۡ اور بَانَ اور بُجَلَا کی با والے قالون کے لیے اس کلمہ میں تو صلہ یَاۡتِهٖ اور عدم صلہ یَاۡتِهِ دو وجوہ ہیں جو بِوَجۡهَیۡنِ سے نکلی ہیں عدم صلہ طاہر سے اور صلہ ابو الفتح فارس سے ہے اور باقی چھ میں صرف عدم صلہ ہے یعنی یُؤَدِّهِ نُوَلِّهِ وَ نُصۡلِهِ نُؤۡتِهِ فَاَلۡقِهِ وَ یَتَّقِهِ اور لِسَانُهٗ کے لام والے ہشام کے لیے ساتوں میں عدم صلہ اور صلہ دو وجوہ ہیں جو بِخُلۡفٍ سے نکلی ہیں۔ کیونکہ ساتوں کلمات لانے کے بعد لِسَانُهٗ بِخُلۡفٍ کہا ہے چنانچہ اکثر شارحین نے یہی مطلب بیان کر دیا ہے لیکن ابو شامہؒ اور اتحاف کی تحقیق کے موافق یَاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا میں صرف صلہ ہے اور عدم صلہ نظم و تیسیر و نشرتینوں میں سے کسی کے طرق سے بھی نہیں ہے اور تعجب ہے کہ نشر میں بھی اس پر تنبیہہ نہیں فرمائی۔ مزید تفصیل باب الطرق میں دیکھو اور باقی چھ کلمات میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں صلہ ابو الحسن سے اور عدم صلہ ابو الفتح سے اور صلہ زیادات میں سے ہے۔

توضیح: قالون کے لیے یَاۡتِهٖ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں اور باقی چھ میں صرف عدم صلہ ہے اور ہشام کے لیے یَاۡتِهٖ میں صرف صلہ اور باقی چھ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں دوری اور ابوبکر کے لیے یَاۡتِهٖ میں صلہ اور باقی چھ میں ھا کا سکون ہے (کیونکہ دوری ابو عمرو کے ضمن میں آرہے ہیں اور یَاۡتِهٖ کے سکون میں صرف سوسی آئے ہیں) اور سوسی کے لیے ساتوں میں ھا کا سکون ہے اور خلف کے لیے وَیَتَّقۡهِ اور یَاۡتِهٖ میں صلہ اور باقی پانچ میں ھا کا سکون ہے اور خلاد کے لیے وَیَتَّقِهٖ میں سکون اور صلہ دو وجوہ ہیں اور یَاۡتِهٖ میں صرف صلہ اور باقی پانچ میں فقط سکون ہے اور حفص کے لیے فَاَلۡقِهۡ میں ھا کا سکون اور وَیَتَّقۡهِ میں قاف کا سکون اور ھا میں عدم صلہ اور باقی پانچ میں صلہ ہے اور باقی سب (ورش ابن کثیر ابن ذکوان کسائی) کے لیے ساتوں میں ھا کا صلہ ہے یعنی سب کو ھا کے کھڑے زیر سے پڑھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

خلاصہ: پس اول کے چار میں ابو عمروؒ و ابوبکرؒ، حمزہؒ کے لیے سکون اور قالون کے لیے عدم صلہ اور ہشام کے لیے صلہ و عدم صلہ ہے اور باقی ساڑھے تین کے لیے صرف صلہ ہے اور (۵) فَأَلْقِهْ میں ابو عمرو عاصم حمزہ کے لیے سکون اور قالون کے لیے عدم صلہ اور ہشام کے لیے صلہ اور عدم صلہ اور باقی تین کے لیے صلہ ہے اور (۶) وَيَتَّقْهِ میں ابو عمرو و ابوبکر کے لیے سکون اور خلاد کے لیے سکون و صلہ قالون اور حفص کے لیے عدم صلہ ہشام کے لیے صلہ اور عدم صلہ اور باقی ساڑھے تین کے لیے صلہ ہے اور دوسرا خلاف اس کے قاف میں ہے پس حفص کے لیے اس کا سکون اور باقی ساڑھے چھ کے لیے قاف کا کسرہ ہے اور (۷) يَأْتِهِ میں قالون کے لیے صلہ اور عدم صلہ اور سوسی کے لیے سکون اور باقی چھ کے لیے صرف صلہ ہے اور صلہ صرف وصل میں ہوتا ہے پس اگر اس ھا پر وقف کر دیں تو سکون والوں کے لیے تو سکون ہی ہوگا اور باقین کے لیے سکون اور صلہ کے بغیر روم دو وجوہ ہوں گی۔

فائدہ ۱: (۱) خُلْف کا لفظ رمز کسی جگہ بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس قاری کے بعد یہ آرہا ہے اس کے لیے دو وجوہ ہیں پس یہ اس قاری کا تتمہ ہوتا ہے اسی لیے یہاں خلاد اور ہشام کے لیے دو وجوہ بتائی گئی ہیں اور چونکہ خلاد کا ذکر يَتَّقْهِ کے سکون میں تو آیا ہے اور قصر میں نہیں آیا اس بناء پر ان کے لیے تو خُلْف سے سکون و صلہ نکلا اور ہشام کا ذکر قصر میں آیا ہے اور سکون میں نہیں آیا اس بناء پر ان کے لیے خُلْف سے عدم صلہ اور صلہ نکل آیا (۲) اگر ضمیر کی ھا میں کسی قاری کے لیے خُلْف کا لفظ ایک جگہ آئے تو اس کے لیے دو وجوہ ہوں گی پس اگر وہ سکون اور قصر دونوں میں آیا ہے تو یہی دونوں ہوں گی اور صلہ نہ ہوگا اور اگر قصر میں نہیں آیا تو پھر سکون و صلہ ہوگا اور اگر سکون میں نہ آیا ہو تو پھر قصر و صلہ ہوگا اور اگر اسی ھا میں کسی کے لیے خُلْف دو جگہ آئے جیساکہ طیبہ میں آتا ہے تو اس کے لیے سکون و قصر و صلہ تینوں وجوہ ہوں گی اور خُلْف کی مزید تفصیل دیباچہ کے صفحہ ۱۶۲ پر نہم کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

فائدہ ۲: ان کلمات میں ھا کے سکون کی پانچ وجوہ ہیں (۱) ضمیر کی ھا کو ضمیر کے الف، واؤ، یا کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو يَفْعَلَانِ اور يَفْعَلُوْنَ اور تَفْعَلِيْنَ میں ہیں (۲) ھا کے صلہ کو ثقیل سمجھنا چنانچہ جمع کے میم کو بھی اسی لیے ساکن کرتے ہیں (۳) وصلاً وقف کی نیت کر لینا جس کو وصل بہ نیت وقف کہتے ہیں (۴) یہ ظاہر کرنا کہ ان کلمات میں سے جو حرف علت جازم کی بناء پر حذف ہو گیا ہے وہ ساکن تھا (۵) ھا کو اس حرف علت محذوف کا عوض قرار دے کر ساکن کر دینا ان میں سے (۴ و ۵) تو مجزوم کے ساتھ خاص ہیں اور یہ ساتوں کلمات مجزوم ہی ہیں اور ۱ تا ۳ مجزوم اور غیر مجزوم دونوں میں جاری ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ھا کا اسکان اس توہم کی بناء پر ہے کہ یہ اعراب کا حرف ہے اور جعبریؒ کے قول پر یہ رائے نہایت کمزور ہے کیونکہ اسکان پڑھنے والوں میں ابو عمروؒ بھی ہیں جو امام النحو ہیں ان کی طرف وہم کی نسبت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے ہاں اگر علی قاریؒ کی رائے کے موافق توہم کے مجازی معنی لے لیے جائیں تو صحیح ہو سکتا ہے جیساکہ عطف علی التوہم میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۳: وَيَتَّقْهِ میں حفص کے لیے قاف کا سکون ان دو وجوہ کی بنا پر ہے (۱) جب قاف کے بعد والی یا جازم کے سبب حذف ہوگئی تو قاف کو فعل کا آخری حرف قرار دے کر ساکن کر دیا تاکہ یائے محذوفہ کے سکون پر تنبیہ ہو جائے اور اس کی نظیر شعر میں بھی آئی ہے۔

وَمَنْ يَتَّقْ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَهٗ   وَرِزْقُ اللّٰهِ مُؤْتَابٌ وَّغَادٍ

(۲) تَقِهْ صُورَۃً كَتِفْ کا ہموزن تھا اس لیے اس میں بھی درمیانی حرف قاف کو ساکن کر دیا اور یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے۔

عَجِبْتُ لِمَوْلُوْدٍ وَّلَيْسَ لَهٗ اَبٌ   فَذَا وَلَدٌ لَّمْ يَلْدَهٗ اَبَوَانِ

پس لَمْ يَلْدَهٗ اصل میں لَمْ يَلِدْهُ تھا پھر دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب وَيَتَّقْهِ میں ھا کو کسرہ اور لَمْ يَلْدَهٗ میں دال کو فتحہ دے دیا۔ (قالہ ابو علی فی کتاب الحجۃ) اور بعض کہتے ہیں کہ جب قاف کے بعد والی یا حذف ہو گئی تو ھا پر اصل قاعدہ کے موافق کسرہ اور اس کا یا کے ساتھ صلہ تھا پھر قاف کے ساکن ہونے کے بعد ھا کا وہی کسرہ باقی رہ گیا اور صلہ حذف ہوگیا۔ لیکن یہ توجیہ عمدہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حفص کے لیے فَأَلْقِهْ کی طرح وَيَتَّقِهْ میں ھا پہلے ہی سے ساکن تھی پھر جب قاف بھی ساکن ہو گیا تو اجتماع ساکنین کی بناء پر ھا کو کسرہ دے دیا اور یہ ضعیف ہے کیونکہ ھا کو ساکن ماننے کی صورت میں قاف کے ساکن کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ تخفیف حاصل ہے نیز قاف کا کسرہ اور ھا کا سکون عکس سے خفیف تر تھا پس آسان صورت کے بجائے ثقیل کو اختیار کرنا بے معنی ہے۔ اور اعلیٰ تحقیق وہ ہے جو مکی نے کشف میں کی ہے کہ قاف کے ساکن ہونے کے بعد وَيَتَّقْهُ میں ھا پر ضمہ آنا چاہیے تھا کیونکہ صحیح ساکن کے بعد ھا پر ضمہ ہی آیا کرتا ہے لیکن چونکہ قاف کا سکون عارضی تھا اس لیے اس پر تنبیہ کرنے کی غرض سے ھا کو اسی طرح مکسور رہنے دیا جس طرح قاف پر کسرہ ہونے کے وقت تھی۔

فائدہ ۴: (۱) ان سب ضمیروں میں عدم صلہ اصلی حالت کے لحاظ سے ہے کیونکہ ھا سے پہلے یائے ساکنہ تھی نیز ضمیر کی ھا ایک حرفی ہونے میں مخاطب و متکلم کی تا کے مشابہ ہے اور اس میں بالاتفاق عدم صلہ ہے اور صلہ میں موجودہ حالت کا اعتبار ہے کہ اب ھا کے دونوں طرف حرکت ہے (۲) اور وَيَتَّقْهِ میں حفص کے لیے عدم صلہ اس لیے ہے کہ یہ ساکن کے بعد صرف فِيْهٖ مُهَانًا میں صلہ کرتے ہیں (۳) يُؤَدِّهٖ اور نُؤْتِهٖ اور اَرْجِئْهُ میں عموم اس سے سمجھا گیا کہ ان کو مطلق لائے ہیں اور اول و ثانی کی قید نہیں لگائی پس ان کے سب افراد مساوی ہیں ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں ہے اور اصول چونکہ کلی ہوتے ہیں اس لیے اصول کے ابواب میں اکثر جگہ عموم بتانے کے لیے قید نہیں لاتے صرف بعض جگہ لاتے ہیں چنانچہ ہمزالمفرد شعر نمبر ۴ و ۵ میں لائے ہیں اور اس کے بعد اسی باب میں مُّؤْصَدَةٌ کو بلا قید لائے ہیں اور فرش میں اکثر جگہ مَعًا یا جَمِيْعًا وغیرہ کی قید لگا دیتے ہیں تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس لفظ کا یہ حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سورۃ میں ہے اور کم موقعوں میں وہاں بھی قید نہیں لائے۔ (۴) دانیؒ نے یُؤَدِّہٖ سے اَرۡجِہۡ تک کے دس کلمات کو ان کی سورتوں میں جدا جدا بیان کیا ہے باب میں نہیں لائے (۵) ابن مجاہدؒ نے پندرہ کے بجائے سولہ کلمہ بتائے ہیں اور یَرَہٗ (بلد) کو بھی ان میں شامل کیا ہے (۶) اہوازیؒ نے یَاۡتِہٖ میں دوری ابن عامر عاصم حمزہ کے لیے بھی سکون بیان کیا ہے (۷) ضمیر کی ہا میں عدم صلہ کو کبھی قصر سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں مدہ حذف ہو جاتا ہے اور کبھی اختلاس کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ بہ نسبت صلہ کے جلدی ادا ہو جاتا ہے اور ''بعض شارحین نے اس اختلاس سے اصطلاحی معنی مراد لیکر یہ تقریر کر دی ہے کہ ھا کے کسرہ کے تین حصوں میں سے ایک حصہ حذف کر کے دو حصہ ادا کرنے چاہئیں یہ واقع کے بالکل خلاف ہے پس حرکت پوری رہے گی۔ اور صلہ حذف ہو جائے گا (۸) قالون کے لیے یَاۡتِہٖ میں اور ہشام کے لیے یُؤَدِّہٖ سے یَتَّقِہٖ تک کے چھ کلمات میں اور خلاد کے لیے وَیَتَّقِہٖ میں جو خلاف ہے وہ مرتب ہے کہ دانیؒ نے ایک وجہ ایک شیخ سے اور دوسری وجہ دوسرے سے پڑھی ہے مفرع نہیں کہ دونوں وجوہ ایک ہی شیخ سے پڑھی ہوں پس اس میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔ مثلاً قالون کے لیے صلہ ابو الفتح سے ہے تو یَاۡتِہٖ میں صلہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی اور کلمہ ایسی ہی دو وجوہ والا آئے تو اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ ان میں سے ابو الفتح سے کون سی وجہ ہے پس وہی وجہ پڑھیں گے اور دوسری وجہ پڑھنے سے طرق میں خلط ہو جائے گا اور اس کی پوری تفصیل باب الطرق میں درج کی گئی ہے۔

النحو و العربیہ: ۲۳/۱۶۰ (۱) مَعۡ کَائِنًا کا ظرف ہے جو یُؤَدِّہٖ کی صفت یا اس سے حال ہے (۲) صَافِیًا۔ لفظاً'' یا نظماً'' مقدر کی صفت ہے جو فَاعۡتَبِرۡ کا مفعول بہ ہے یا فَاعۡتَبِرۡ کے فاعل یا مفعول اَلسُّکُوۡنَ سے حال ہے (۳) حَلَا یا تو صَافِیًا کی صفت ہے یا مستانفہ ہے اور نظم کا صاف اور شیریں ہونا اسی لیے ہے کہ اس سے ھا کی تینوں قراء تیں ظاہر ہو گئیں۔ چنانچہ وزن کے لحاظ سے یُؤَدِّہٖ اور نُوَلِّہٖ میں سکون اور نُصۡلِہٖ میں صلہ اور نُؤۡتِہٖ میں عدم صلہ ہے اور صَافِیًا میں سکون کی تعریف کی ہے کہ گو ھا میں معروف وجہ حرکت اور صلہ ہے لیکن سکون بھی صحیح ہے اور عربیت میں اس کی توجیہ بھی عمدہ ہے اور تمہیں اس کے دلائل شیریں اور نفیس عبارت میں بیان کرنے چاہئیں۔ ۴/۱۶۱ (۱) چونکہ ضمیر اسم صریح کے حکم میں ہے اس لیے حفص کے اسم صریح کو اس پر معطوف کر دیا (۲) فَاَلۡقِہٖ یا تو یُؤَدِّہٖ پر معطوف ہو کر سَکِّنۡ کا مفعول ہے یا اس پر سے مضاف محذوف ہے اَیۡ سُکُوۡنُ فَاَلۡقِہٖ مَنۡقُوۡلٌ عَنۡھُمۡ (۳) اَنۡھَلَا کی ضمیر یا تو لفظ کے لحاظ سے قَوۡمٌ کے لیے ہے یا لفظ یَتَّقِہٖ کے یا صَفۡوَہٗ کے لیے ہے اور صَفۡوَہٗ کے بعد نَھَلٌ (ایک بار پانی پینے) کا استعارہ نہایت عجیب ہے کیونکہ پانی میں بھی کدورت کا نہ ہونا ہی پسندیدہ ہے۔ ۵/۱۶۲ (۱) حَفۡصُھُمۡ اَیۡ قِرَاءَۃُ حَفۡصِھِمۡ مبتدا ہے یا تقدیر یَقۡرَءُہٗ حَفۡصُھُمۡ ہے (۲) لَدٰی طٰہٰ کی قید وضاحت کے لیے ہے نہ کہ احترازی کیونکہ یَاۡتِہٖ صرف طٰہٰ ہی میں آیا ہے۔ ۶/۱۶۳ (۱) لِسَانُہٗ اَیۡ لُغَتُہٗ وَنَقۡلُہٗ اور بِاَنۡ لِسَانُہٗ میں اشارہ ہے کہ قصر بھی لغت عرب میں شائع اور ذائع ہے (۲) بُجِّلَا یا تو بِوَجۡھَیۡنِ کی صفت ہے پس الف تثنیہ کا ہے یا بائے جارہ اسی کے متعلق ہے اَیۡ وَالۡحَرۡفُ الَّذِیۡ فِیۡ طٰہٰ یُجَلِّلُ بِوَجۡھَیۡنِ اس صورت میں بُجِّلَا کا الف اطلاقیہ ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۴/۷ وَاِسْكَانُ يَرْضَهُ يُمْنُهُ لُبْسُ طَيِّبٍ ۔ بِخُلْفِهِمَا وَالْقَصْرَ فَاذْكُرْهُ نَوْفَلَا

۱۶۵/۸ لَهُ الرَّحْبُ وَالزِّلْزَالُ خَيْرًا يَّرَهُ بِهَا ۔ وَشَرًّا يَّرَهُ حَرْفَيْهِ سَكِّنْ لِيَسْهُلَا

ترجمہ: ۱۶۴/۷ اور (سوسی کے لیے بلا خلاف اور دوری و ہشام کے لیے خلاف کے ساتھ) یَرْضَهُ (لَكُمْ زمرع ۱ کی ھا) کا اسکان جو ہے اس کی برکت عمدہ (لباس) کا (ایسا) پہننا ہے جو ان دونوں (ہشام اور دوری) کے خلاف کے ساتھ ہے (یعنی اسکان ثابت و صحیح ہے اس کی طرف سے نفرت و بیگانگی محسوس نہ ہونی چاہیے) اور تو (حمزہ، عاصم، ہشام، نافع کے لیے اس کی ھا کے) قصر (عدم صلہ) کو یاد کر لے حالانکہ یہ (قصر) بہت انعام دینے والا ہے (یا اس حالت میں کہ تو اس قصر کے لیے قسم قسم کی دلیلیں رکھتا ہے۔)

۱۶۵/۸ اس (قصر) کے لیے کشادگی ہے (یعنی ناقلین میں اس کی تعریف مشہور ہے) اور (سورۃ) زلزال جو ہے تو اس میں خَيْرًا يَّرَهُ اور شَرًّا يَّرَهُ کو (یعنی) اس کے دونوں حرفوں (ہاؤں) کو (ہشام کے لیے) ساکن کر دے تاکہ (يَرَهُ وَمَنْ اور يَرَهُ وَالْعٰدِيٰتِ میں دو واو جمع نہ ہونے کے سبب) یہ دونوں (لفظ) آسان ہو جائیں۔

شرح: ۱۶۴/۷ یعنی يَرْضَهُ لَكُمْ (زمرع ۱) کی ھا میں سوسی کے لیے صرف سکون (يَرْضَهْ لَكُمْ) ہے اور دوری و ہشام کے لیے دو وجوہ ہیں جو بِخُلْفِهِمَا سے نکلی ہیں دوری کے لیے تو (۱) سکون يَرْضَهْ (۲) ھا کا ضمہ اور اس کا واو کے ساتھ صلہ يَرْضَهُۥ (کیونکہ ان کا ذکر سکون میں تو آیا ہے قصر میں نہیں آیا پس (۱) سکون اور (۲) اصل کے موافق صلہ نکل آیا) اور ہشام کے لیے (۱) سکون (۲) عدم صلہ يَرْضَهُ (کیونکہ ان کی رمز سکون اور قصر دونوں میں آرہی ہے اور گو ان کے لیے سکون تیسیر و شاطبیہ دونوں میں درج اور مشہور ہے لیکن نشر کی تحقیق کی رو سے طریق کے خلاف ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ يَرْضَهُ میں ہشام کے لیے صلہ کے بغیر ھا کا ضمہ ہی پڑھا جائے اور تفصیل باب الطرق میں دیکھو) اور نافع، عاصم، حمزہ کے لیے صرف عدم صلہ ہے اور باقی اڑھائی ابن کثیر ابن ذکوان کسائی کے لیے صرف صلہ ہے (کیونکہ ان کا ذکر نہ سکون میں آیا نہ قصر میں پس اصل کے موافق صلہ نکل آیا) ۱۶۵/۸ اور لِيَسْهُلَا کے لام والے ہشام کے لیے سورۂ زلزال کے خَيْرًا يَّرَهُ اور شَرًّا يَّرَهُ دونوں میں وقف و وصل دونوں حالتوں میں ھا کا سکون ہے یعنی يَرَهْ وَمَنْ يَّعْمَلْ اور يَرَهْ وَالْعٰدِيٰتِ اور باقی ساڑھے چھ کے لیے وصلاً تو دونوں ھاؤں کا صلہ ہے یعنی يَرَهُۥ اور وقفاً ھا میں سکون اور روم ہے اور زلزال کی قید لگا کر يَرَهُ بلد کو نکال دیا کیونکہ اس میں باقین کی طرح حلوانی کے طریق سے ہشام کے لیے بھی صلہ ہی ہے اور قصیدہ میں ہشام کا طریق حلوانی ہی سے ہے البتہ داجونی کے طریق سے بلد والے میں بھی سکون ہے اور یہ طیبہ کے طرق میں سے ہے۔

فائدہ: (۱) دوری کے لیے سکون ابن فرح سے اور صلہ ابو الزعراء سے ہے (اور طریق بھی انہیں سے ہے) اور دانی نے ہشام کے لیے سکون ابو الفتح سے اور قصر ابو الحسن سے پڑھا ہے اور طریق ابو الفتح ہی سے ہے (ارشاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المرید من النشر) (۲) پہلے سات کلمات میں ھا کسرہ کے بعد تھی اور یائے ساکنہ محذوف تھی اور صلہ یا کے ساتھ تھا اور یَرۡضَهُ میں ھا الف محذوف کے بعد ہے اور صلہ واو کے ساتھ ہے صلہ اصل ہے اور قصر و سکون تخفیف کی بناء پر ہے یا قصر اس لیے ہے کہ اصل کے اعتبار سے ھا ساکن کے بعد تھی۔ (۳) وجیز میں یزیدی کے لیے صرف اسکان اور ہشام کے لیے صرف قصر ہے۔ اور ابن شریح نے دوری کے لیے صرف صلہ اور ہشام کے لیے محض قصر بتایا ہے اور مصباح میں خَشِیَ رَبَّهُ (بینہ) میں قالون کے لیے صلہ اور قصر دونوں ہیں اور ابو العلاء نے صرف قصر بتایا ہے لیکن عمل سب کے لیے اسی پر ہے جو شرح میں درج ہوا ہے۔

(ص) ۱۶۶/۹ وَعَیٰ نَفَرٌ اَرۡجِئۡهُ بِالۡهَمۡزِ سَاكِنًا ۔۔۔ وَفِی الۡهَاءِ ضَمٌّ لَفَّ دَعۡوَاهُ حَرۡمَلَا

ترجمہ: نَفَرٌ (جماعت والوں ابن کثیر، ابو عمرو، ابن عامر) نے اَرۡجِئۡهُ کو ہمزہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ اس حالت میں کہ وہ ہمزہ ساکن ہے اور (اس کی) ھا میں (ہشام، ابن کثیر، ابو عمرو کے لیے ایسا) ضمہ ہے جس کے دعویٰ نے مفرح دوا (اور عمدہ اور شافی دلیل) کو جمع کر لیا ہے (اور وہ یہ ہے کہ ہمزہ کے ساتھ ھا کا ضمہ اصل کے موافق ہے۔ پس ضمہ پر کوئی شبہ نہیں ہوتا اور کسرہ پر کئی شبہات ہوتے ہیں)

۱۶۷/۱۰ وَاَسۡكِنۡ نَصِيرًا فَازَ وَاكۡسِرۡ لِغَيۡرِهِمۡ ۔۔۔ وَصِلۡهَا جَوَادًا دُونَ رَيۡبٍ لِتُوصَلَا

ترجمہ: اور (عاصم اور حمزہ کے لیے اس کی ھا کو) ساکن کردے اس حالت میں کہ تو (قراآت کا ایسا) مددگار ہے جو کامیاب ہو گیا ہے (کیونکہ اسکان کی وجہ ظاہر ہے اور وہ تخفیف ہے) اور ان (ضمہ اور سکون والے ساڑھے چار) کے ماسوا (باقی اڑھائی نافع، ابن ذکوان، کسائی) کے لیے اس کی ھا کو کسرہ دے اور (جیم دال را لام والوں ورش، ابن کثیر، کسائی، ہشام کے لیے) اس (ھا) کو صلہ سے پڑھ اس حالت میں کہ تو سخی ہے نیز اس حالت میں کہ تو شک سے خالی ہے تاکہ تو (مقصود پر) پہنچا دیا جائے (اور مقبول ہو جائے۔)

شرح: اَرۡجِهۡ دو جگہ آیا ہے یعنی اعراف ع ۱۴ اور شعراء ع ۳ میں پس اس میں دونوں جگہ ابن کثیر ابو عمرو ابن عامر جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ زیادہ کر کے اَرۡجِئۡهُ پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی چار نافع اور کوفیین ہمزہ زیادہ نہیں کرتے اور اس کی ھا میں ہشام ابن کثیر، ابو عمرو کے لیے ضمہ ہے (پس نفر والوں میں سے ابن ذکوان نکل گئے کیونکہ ان کے لیے ضمہ کے بجائے کسرہ ہے) اور عاصم، حمزہ کے لیے ھا کا سکون ہے اور ان ضمہ اور سکون والے ساڑھے چار کے سوا باقی اڑھائی نافع، ابن ذکوان، کسائی کے لیے ھا کا کسرہ ہے اور اس ھا میں ورش، ابن کثیر، کسائی، ہشام کے لیے صلہ ہے جو کسرہ والوں ورش، کسائی کے لیے یا کے ساتھ (ہِۦ) اور ضمہ والوں ابن کثیر اور ہشام کے لیے واو کے ساتھ (ہُۥ) ہوگا اور صلہ کی ضد سے نکل آیا کہ قالون، ابو عمرو، ابن ذکوان کے لیے عدم صلہ ہے۔

توضیح: اس کلمہ میں دونوں جگہ کئی طرح کی تبدیلیاں ہوئی ہیں (الف) ہمزہ کی زیادتی اور اس کا ترک (ب) ضمیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ھا میں ضمہ و سکون و کسرہ (ج) اسی ھا میں صلہ و عدم صلہ اس لیے اس میں چھ قراء تیں ہوگئیں جن میں سے تین تو ہمزہ کے بغیر ہیں اور تین ہمزہ ساکنہ کے ساتھ ہیں۔ **اول:** قالون کے لیے ہمزہ کا حذف اور ھا کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِهِ (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ و سکون اور صلہ چاروں میں سے کسی میں بھی نہیں آئے اور کسرہ میں آرہے ہیں) **دوم:** ورش و کسائی کے لیے ہمزہ کا حذف اور ھا کا کسرہ اور اس کا یا کے ساتھ صلہ یعنی اَرْجِهٖ (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ اور سکون میں نہیں آئے اور کسرہ اور صلہ میں آرھے ہیں) **سوم:** عاصم و حمزہ کے لیے ہمزہ کا ترک اور ھا کا سکون یعنی اَرْجِهْ (کیونکہ یہ ہمزہ ضمہ اور کسرہ اور صلہ چاروں میں نہیں آئے اور سکون میں آرہے ہیں) **چہارم:** ابن کثیر و ہشام کے لیے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ھا کا ضمہ اور اس کا واؤ کے ساتھ صلہ اَرْجِئْهُ یعنی (کیونکہ یہ سکون اور کسرہ میں نہیں آئے اور ہمزہ اور ضمہ اور صلہ میں آرہے ہیں) **پنجم:** ابو عمرو کے لیے چہارم کی طرح لیکن صلہ کے بغیر اَرْجِئْهُ یعنی (کیونکہ یہ ہمزہ اور ضمہ میں تو مذکور ہیں اور سکون کسرہ اور صلہ میں نہیں) **ششم:** ابن ذکوان کے لیے جیم کے بعد ہمزہ ساکنہ اور ھا کا کسرہ صلہ کے بغیر یعنی اَرْجِئْهِ (کیونکہ یہ ہمزہ اور کسرہ میں تو آرہے ہیں اور ضمہ اور سکون اور صلہ میں نہیں آئے۔)

فائدہ ۱: ضمیر کی ھا میں صلہ صرف وصلاً ہوتا ہے وقفاً نہیں ہوتا عام ہے کہ وقف سکون کے ساتھ ہو خواہ اشمام کے ساتھ خواہ روم کے ساتھ اور سکون والوں کے لیے سکون حالین میں رہتا ہے۔

فائدہ ۲: اَرْجِئْهُ کی چھئوں قراء توں کی توجیہ میں (۱) اَرْجَاءٌ بمعنی اَخَّرَ مہموز اللام بھی ہے اور معتل بھی۔ چنانچہ مُرْجَوْنَ (توبہ ع ۱۳) اور تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ (احزاب ع ۶) نفر کے لیے مہموز اللام اور باقی چار کے لیے معتل اللام ہے۔ نیز بعض عرب اَرْجَیْتُ اَخْطَیْتُ تَوَضَّیْتُ کو ہمزہ کے بجائے یا سے بولتے ہیں۔ (۲) قالون کے لیے ھا کا کسرہ جیم کے کسرہ کی مناسبت سے ہے اور صلہ کا حذف تخفیف کی بناء پر ہے اور مجزوم کلمات میں ان کی اصل یہی ہے (۳) ورش و کسائی کے لیے ھا کا کسرہ جیم کے کسرہ کی اور صلہ اصل کی موافقت کی بناء پر ہے (۴) عاصم اور حمزہ کے لیے ھا کا سکون تخفیف کی بناء پر ہے اس لیے کہ اَرْجِهِ وَاَخَاهُ میں صورۃً فِعِلُ کا وزن پیدا ہو جاتا ہے جس میں درمیانی حرف کا ساکن کرنا بھی جائز ہے (۵) ابن کثیر و ہشام کے لیے ہمزہ ساکنہ کے ساتھ ھا کا ضمہ اور صلہ اصل کی موافقت کی بناء پر ہے۔ کیونکہ ضمیر کی ھا میں یہی اصل ہے۔ (۶) ابو عمرو کے لیے صلہ کا حذف تخفیف کی بناء پر ہے۔ (۷) ابن ذکوان کے لیے ہمزہ کے ساتھ ھا کا کسرہ یا تو اس لیے ہے کہ حاجز (آڑ) نہ ہونے میں ہمزہ کو حرف مد کا قائم مقام سمجھ کر جیم کے کسرہ کو ھا کے متصل سمجھا گیا ہے یا اس لیے ہے کہ مِنْهِمْ میں ھا کا کسرہ بھی ایک لغت ہے پس جب نون کو حاجز نہیں مانا گیا تو ہمزہ کو بدرجہ اولیٰ حاجز نہ ماننا چاہیے کیونکہ ہمزہ میں تو تغیر کی قابلیت بھی ہے اور اسی لیے اس میں ابدال و تسہیل و نقل و حذف سے تخفیف ہوتی رہتی ہے اور عدم صلہ تخفیف کی بناء پر ہے۔

فائدہ ۳: ابو شامہ نے اَرْجِئْهُ کی چھئوں قراء توں کو اس ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَارْجِئْهِ مُلْ وَالضَّمَّ حُزْصِلْهُ دَعْ لَنَا
م ح د ل

وَارْجِهْ فَنَلْ صِلْ جِئْيْ رِضًى قَصْرُهُ بَلَا
ف ن ج ر ب

لیکن بعض قراآت کی قیود کے بارے میں تلفظ پر اکتفا کیا ہے۔

فائدہ ۴: (ا) بِالْهَمْزِ سَاكِنًا میں ہمزہ کی ضد اس کا ترک ہے رہا سکون سو اس کا ذکر ہمزہ کی صفت ہونے کی حیثیت سے تبعاً" آگیا ہے مستقل ضد ہونے کے لحاظ سے نہیں آیا جیسا کہ تحریک کی ضد اس صورت میں بھی اسکان ہی ہے جبکہ اس کے ساتھ کسر ضم فتح کی قید لگی ہوئی ہو۔ جیسا کہ دیباچہ میں گذر چکا ہے۔ پس جس طرح اس سے اشکال پیدا نہیں ہوتا اسی طرح ہمز کے ساتھ سکون لانے سے بھی اشکال نہ ہونا چاہیے اور اگر سَاكِنًا کے بجائے فِيهِمَا کہتے تو اولیٰ ہوتا کیونکہ سکون کی ضد سے جو یہ وہم ہوتا ہے کہ باقین کے لیے ہمزہ کا فتحہ ہے یہ بھی رفع ہو جاتا اور یہ بھی واضح ہو جاتا کہ اَرْجِئْهُ دو جگہ آیا ہے (۲) بعض نے اَرْجِئْهِ میں ھا کے کسرہ پر یہ شبہات کیے ہیں (الف) اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ میں ہمزہ کو بالا جماع حاجز مانا گیا ہے پھر اَرْجِئْهِ میں کیوں نہیں مانا حالانکہ ھا کے کسرہ اور ضمہ کے بارہ میں واحد اور جمع کی ضمیر کا حکم ایک ہی ہے (ب) جب ہمزہ کو حاجز نہیں مانا تو ھا میں صلہ کیوں نہیں کیا (ج) اَنْبِئْهُمْ اور نَبِّئْهُمْ میں امام حمزہؒ وقفاً" ہمزہ کا یا سے ابدال کرنے کے بعد بھی ایک وجہ میں ھا کا ضمہ پڑھتے ہیں پس جب ہمزہ ابدال کے بعد بھی حاجز ہے تو بلا ابدال بدرجہ اولیٰ حاجز ہونا چاہیے لیکن چونکہ عربیت قراءۃ کے تابع ہے اور عکس نہیں اس لیے یہ شبہات لا شئی محض ہیں۔

ضروری تنبیہہ: اکثر مصاحف میں شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ (نحل ع ۱۶) کی ھائے ضمیر کا صلہ یعنی کھڑا زیر لکھا ہوا ہے اور اس کے بعد اِجْتَبٰهُ میں ہمزہ آرہا ہے بعض حضرات اس صلہ سے دھوکہ کھا کر اس کو مد منفصل تصور کر کے صلہ کی یا میں مد کرتے ہیں حالانکہ اِجْتَبٰهُ کا ہمزہ وصلی ہے جو وصل میں لازمی طور پر ساقط ہو جائے گا پس اب ھا کے بعد جیم ساکن آئے گا اور جب ھائے ضمیر کے بعد والا حرف ساکن ہو تو اسکا صلہ ناجائز ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ اس ھاء پر کھڑے زیر کی بجائے پڑا زیر لکھنا ضروری ہے۔

النحو و العربیہ: ۱۶۴/۷ وَالْقَصْرُ میں دو وجوہ ہیں (ا) رفع ابتداء کی بناء پر اور خبر یا تو فَاذْكُرُهُ ہے یا مقدر ہے اَیْ كَذٰلِكَ يُمْنُهُ لَبْسُ طَيِّبٍ اَوْمَقْرُوْءٌ پس یہ تقریباً وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ اور اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ کی طرح ہے۔
(۲) نصب اضمار علیٰ شریطة التفسیر کی بناء پر پس فا زائد ہے۔ ع فَاِذَا هَلَكْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكِ فَاجْزَعْ کی طرح ۷/ ۱۶۵ (ا) اَلرُّحْبُ را کے ضمہ سے مصدر ہے جو وسعت اور کشادگی کے معنی میں ہے اور علق شعر نمبر ۲ میں را کے فتحہ سے ہے جو وسیع اور کشادہ کے معنی میں ہے (۲) حَرْفِيهِ پہلے دونوں کلموں کی صفت ہے اور ضمیر لفظ زلزال کے لیے ہے یا انہیں دونوں سے بدل البعض ہے اور ضمیر کی توحید اس لیے ہے کہ مرجع ایک ہی لفظ يَرَهٗ ہے جو مکرر آرہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وَالزِّلْزَالُ کی خبریا تو سَکِّنْ ہے یا خَبِیْرًا یَّرَہٗ ہے اَلدَّارُبِهَا زَیْدٌ وَّ عَمْرٌو وَاَکْرِمْهُمَا کی طرح ۱۰/۱۶۷ (۱) فَازَ جعبریؒ کے قول پر دوسرا حال ہے اور دُوْنَ رَیْبٍ کی بھی یہی صورت ہے اسی خَالِیًا عَنِ الشَّکِّ (۲) لِغَیْرِهِمْ کی ضمیر ضمہ اور کسرہ والی دونوں جماعتوں کے لیے ہے هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا کی طرح (۳) شعلہ کا یہ قول بر محل نہیں کہ لِتُوْصَلَا میں مضارع لامِ کَیْ سے منصوب ہے اور امر کا جواب ہونے کے سبب محلاً مجزوم ہے۔

بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب مد اور قصر کے بیان میں

(اس میں پندرہ شعر ہیں)

شرح: اگرچہ مد فرع اور قصر اصل ہے کیونکہ مد سبب پر موقوف ہے اور قصر موقوف نہیں لیکن چونکہ باب مد ہی کے بیان کے لیے منعقد کیا گیا ہے اس لیے مد کو قصر سے پہلے لائے ہیں۔ حروف مد کے بعد ہمزہ یا سکون اور حروف لین کے بعد صرف سکون پائے جانے کی صورت میں مدہ یا لین میں روایت کے موافق آواز کے دراز کرنے کو مد کہتے ہیں اور مدہ کو اس کی اصلی اور طبعی مقدار کے موافق ایک الف کے برابر کھینچنے اور لین کے بالکل نہ کھینچنے کو قصر کہتے ہیں اور قصر لغت میں روکنے کے معنی میں ہے اور قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اور مَقْصُوْرٰتٌ (رحمٰن ع ۳) بھی اسی معنی میں ہے اور اسی لیے مد سے روکنے کو قصر کہتے ہیں اور مد و قصر کے معنی کی مزید تفصیل دیباچہ ۱۵۱ صفحہ پر فائدہ کے ذیل میں گذر چکی ہے پھر مد کی دو قسمیں ہیں (۱) مد اصلی ذاتی۔ طبعی یعنی مدہ کو ایک الف کے برابر کھینچنا (۲) فرعی مدہ یا لین کو روایت کے موافق اصل مقدار سے زیادہ کھینچنا۔ اور مد فرعی کے دو سبب ہیں (۱) ہمزہ (۲) سکون۔ پھر ہمزہ کی تین قسمیں ہیں ۱ و ۲ ہمزۂ موخر یعنی وہ ہمزہ جو مدہ کے بعد آرہا ہو مدہ سے متصل ہو کہ اسی کلمہ میں ہو جس میں مدہ ہو۔ جیسے جَآءَ۔ جِآیْءَ۔ سُوْٓءٍ خواہ منفصل جو مدہ کے بعد دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ۔ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا نیز عام ہے کہ مدہ کتابت و تلفظ دونوں میں ہو جیسا کہ مذکورۂ بالا چھوں مثالوں میں ہے یا صرف تلفظ میں ہو اور کتابت میں نہ ہو جیسے اُولٰٓئِكَ۔ بِهٖٓ اَنْ۔ لَهٗٓ اَنَّهٗ (۳) ہمزۂ مقدم' وہ ہمزہ جو مدہ سے پہلے آرہا ہو جیسے اٰمَنَ۔ اِیْمَانًا۔ اُوْتِیَ یہ صرف ورش کے لیے سبب ہے اور سکون کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم جو ہر حال میں باقی رہے جیسے اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ (۲) عارض جو صرف وقف یا ادغام میں رہتا ہے جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَلرَّحِیْمِ مٰلِكِ پس مد کے کل سبب پانچ ہو گئے ان میں سکون لازم سب سے قوی ہے پھر ہمزۂ متصل پھر سکون عارض پھر ہمزۂ منفصل پھر ہمزۂ مقدم اور ان اسباب کے یہ مراتب معلوم کر لینے کا فائدہ اس کلمہ میں ظاہر ہوتا ہے جس میں ان میں سے دو سبب جمع ہو رہے ہوں اور ان میں سے ایک قوی ہو اور دوسرا ضعیف پس وہاں قوی کا اعتبار ہوتا ہے اور ضعیف کو ساقط کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں مثلاً "آمِّیْنَ میں بدل و سکون لازم اور وَجَآءُوْ اَبَاهُمْ میں بدل و ہمزۂ منفصل اور یَشَآءُ میں وقفاً" ہمزۂ متصل اور سکون عارض اور بُرَءٰٓؤُا میں بدل اور متصل جمع ہیں۔ پس ان میں سکون لازم و منفصل و متصل کا اعتبار کریں گے اور بدل اور سکون عارض کے لحاظ سے توسط و قصر نہیں کریں گے۔

پہلے سبب یعنی ہمزۂ متصل کا بیان

168/1 اِذَا اَلِفٌ اَوْ یَآءُهَا بَعْدَ کَسْرَةٍ ۔۔۔ اَوِ الْوَاوُ عَنْ ضَمٍّ لَّقِی الْهَمْزَ طُوِّلَا

ترجمہ: جب الف یا اس (الف) کی (شرکت والی وہ) یا (حروف ہجا میں کی یا) (جو) کسرہ کے بعد (ہو) یا (وہ) و جو ضمہ کے بعد ہو (یعنی یا اور واو مدہ ہوں نہ کہ لین۔ جب ان تینوں میں سے کوئی ایک حرف) ہمزہ سے ملے (یعنی ان کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں آجائے) تو وہ (مدہ سب کے لیے) درازی سے پڑھا جائے گا۔ (یعنی مد متصل میں قصر کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔)

دوسرے سبب یعنی ہمزۂ منفصل کا بیان

169/2 فَاِنْ یَّنْفَصِلْ فَالْقَصْرُ بَادِرْهُ طَالِبًا ۔۔۔ بِخُلْفِهِمَا یُرْوِیْكَ دَرًّا وَّمُخْضَلَا

ترجمہ: پس اگر وہ (حرف مد ہمزہ سے یا ہمزہ حرف مد سے) جدا ہو تو تو (با اور طا والوں قالون اور دوری کے لیے خلاف کے ساتھ اور یا اور دال والوں سوسی اور ابن کثیر کے لیے بلا خلاف) اس (حرف مد کے) قصر کو (اوروں سے آگے بڑھ کر) جلدی سے لے لے (کیونکہ یہاں ہمزہ کا وجود عارضی ہے نیز قصر اصل کے بھی موافق ہے) حالانکہ تو (اس کا) طالب (اور ناقل) ہو (نیز) اس حالت میں کہ یہ (قصر) ان دونوں (با اور طا والوں) کے خلاف کے ساتھ ہے۔ یہ (قصر) تجھ کو سیراب کر دے گا۔ اس حالت میں کہ یہ (قصر) دودھ سے پر ہونے والا ہے (یا خوبی میں دودھ سے تشبیہ دیا گیا ہے یا سراپا خیر ہے یا خوبصورت ہے) اور یہ (قصر) تر کیا ہوا (رونق دار) ہے (یا تر یعنی فوائد سے مالا مال کر دینے والا ہے یعنی چونکہ قصر اصل کے موافق ہے اس لیے اس کا حسن اور ہلکا پن تجھے دلیل کے تلاش کرنے سے بے فکر کر دے گا اور اس کے فوائد سے تیرا دل ٹھنڈا ہو جائے گا یعنی مد منفصل میں قالون اور دوری کے لیے قصر و مد دونوں ہیں جو خُلْف سے نکلے ہیں اور دوری کے لیے قصر زیادات میں سے ہے اور سوسی اور ابن کثیر کے لیے صرف قصر ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مد متصل و منفصل کی مثالیں

۳/۱۴۰ (ص) کَجِیٓءَ وَعَنْ سُوٓءٍ وَّشَآءَ اتِّصَالُهٗ وَمَفْصُوْلُهٗ فِیٓ اُمِّهَآ اَمْرُهٗٓ اِلٰی

ترجمہ: (پس مد کی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل) اس (مد) کے متصل کی مثال جِآیٓءَ اور عَنْ سُوٓءٍ اور شَآءَ کی طرح ہے اور اس کے منفصل کی مثال فِیٓ اُمِّهَآ اَمْرُهٗٓ اِلٰی (کی طرح) ہے۔

شرح: حروف مد تین ہیں:۔ (۱) الف اور یہ ہمیشہ مدہ ہی ہوتا جیسے مَا اور بٰ (۲) یائے ساکنہ جس سے پہلے کسرہ ہو جیسے فِیْ۔ بِہٖ (۳) واو ساکن جس سے پہلے ضمہ جو جیسے تُوْبُوْٓا اور لَہٗ ان تینوں میں ایک الف کے برابر مد تو ہر صورت میں ہوتا ہے اور اس میں کمی کرنے سے حرف مد کی ذات ہی باقی نہیں رہتی اور زیادہ مد وہاں ہوتا ہے جہاں دو چیزیں پائی جائیں (۱) محل مد یا شرط جس میں مد کیا جائے اور وہ دو ہیں۔ مدہ اور لین (۲) سبب مد جس کی وجہ سے مد ہو اور وہ بھی دو ہیں ہمزہ اور سکون۔ پس اگر واو' الف' یا مدہ میں سے کسی ایک کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے جیسے شَآءَ جِآیٓءَ سُوٓءٍ اور جیسے هَآؤُمُ (حاقہ) اور اَلنَّبِیٓءُ اور اَلنَّبِیٓئِیْنَ نافع کی قراءۃ پر اور اَلنَّسِیٓءُ ورش کے سوا اوروں کی قراءۃ پر تو اس مد کو مد متصل کہتے ہیں اور اس میں سب کے لیے مد ہوتا ہے۔ قصر کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔ اور مد کی مقداریں آگے آئیں گی اور اگر مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو اس طرح پر کہ مدہ تو پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں جیسے بِمَآ اُنْزِلَ۔ یٰٓاٰدَمُ۔ فِیٓ اُمِّهَا۔ بِہٖٓ اَنْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ رَبَّہٗٓ اَنِّیْ۔ عَلَیْهِمُٓ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ صلہ والوں کی قراءۃ پر اور رَبَّہٗٓ اِذَا زُلْزِلَتِ بسم اللہ کے بغیر وصل کی قراءۃ پر تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں اور اس میں قالون اور دوری کے لیے قصر و مد دونوں ہیں اور ابن کثیر اور سوسی کے لیے صرف قصر ہے اور باقی ساڑھے چار ورش' ابن عامر' کوفیین صرف مد کرتے ہیں جو قصر کی ضد سے سمجھا گیا ہے اور یہ مد صرف وصلاً ہوتا ہے پس اگر پہلے کلمہ کے آخر میں مدہ پر وقف کر دیں تو ہمزہ کے جدا ہو جانے کی بناء پر مد باقی نہیں رہے گا اور ناظم نے اساتذہ کے بتا دینے کو کافی سمجھ کر مد متصل اور منفصل دونوں میں قراء کی مقداریں نہیں بتائیں اور اس مسئلہ میں جو کچھ محققین نے بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قالون اور دوری کے لیے تو متصل اور منفصل دونوں میں دو وجوہ ہیں (۱) تین حرکتوں کے برابر ڈیڑھ الفی یا چار حرکتوں کے برابر دو الفی (۲) منفصل میں دونوں کے لیے قصر اور متصل میں ڈیڑھ الفی یا دو الفی مد اور سوسی اور ابن کثیر کے لیے منفصل میں صرف قصر اور متصل میں ڈیڑھ الفی یا دو الفی مد اور ابن عامر اور کسائی کے لیے دونوں میں چار حرکتوں کے برابر دو الفی مد اور عاصم کے لیے دونوں میں دو وجوہ (۱) دو الفی (۲) ڈھائی الفی اور ورش اور حمزہ کے لیے دونوں میں چھ حرکتوں کے برابر تین الفی مد۔

تنبیہہ: مد کے بارہ میں بہت سے اقوال ہیں اور بعض نے بہت ہی تھوڑا تھوڑا فرق بیان کیا ہے جس کا صحیح اندازہ کرنا بہت مشکل ہے اور ان مقداروں کی پوری رعایت واجبات میں سے بھی نہیں ہے اس لیے سہولت اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ سب کے لیے نصف اور ربع کے فرق کو چھوڑ کر پورے الفوں کی مقداریں ادا کی جائیں مثلاً قالون اور دوری کے لیے منفصل میں قصر اور متصل میں دو الفی یا دونوں میں دو الفی اور ابن کثیر اور سوسی کے لیے منفصل میں صرف قصر اور متصل میں دو الفی اور ابن عامر اور کسائی کے لیے دونوں میں تین الفی تاکہ ان کے اور قالون اور ابن کثیر اور ابو عمرو کے مد میں فرق خوب ظاہر ہو جائے اور عاصم کے لیے دونوں میں چار الفی اور ورش و حمزہ کے لیے دونوں میں پانچ الفی چنانچہ پانی پت کے مشائخ کا عمل اسی پر رہا ہے اور میں نے بھی اپنے شیخ نور اللہ مرقدہ سے اسی طرح پڑھا ہے اور اس سے فرق بھی بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ تفصیل تو اس صورت میں ہے جبکہ تیسیر کے بیان کے مطابق مد کے بارہ میں چار مرتبے اختیار کیے جائیں اور اگر ناظمؒ اور محقق ابن الجزریؒ کے عمل کے موافق دو مرتبوں کو اختیار کر لیا جائے تو اس میں اور بھی سہولت ہے یعنی ورش اور حمزہ کے لیے طول تین یا پانچ الف کے برابر اور باقین کے لیے توسط دو یا تین الف کے برابر۔

فائدہ ۱: (ا) بعض ان چار مرتبوں میں قدرے تفصیل کر کے کل چھ مرتبے قرار دیتے ہیں ۱ و ۲ منفصل کے قصر کے ساتھ متصل میں ڈیڑھ یا دو الفی (۳) دونوں میں ڈیڑھ الفی (۴) دونوں میں دو الفی (۵) دونوں میں اڑھائی الفی (٦) دونوں میں تین الفی اور اگر متصل منفصل سے پہلے آ رہا ہو تب بھی چھ مرتبے نکلتے ہیں (۱ و ۲) متصل میں ڈیڑھ الفی اور منفصل میں قصر یا ڈیڑھ الفی (۳ و ۴) متصل میں دو الفی اور منفصل میں قصر یا دو الفی (۵) دونوں میں اڑھائی الفی (٦) دونوں میں تین الفی (۲) ان چار یا دو مرتبوں کے بارہ میں اکثر کے مذہب پر تو متصل اور منفصل دونوں برابر ہیں اور بعض کے مذہب پر متصل میں سب کے لیے طول اور منفصل میں دو مرتبے یعنی تین الفی یا چار الفی (۳) سخاوی قصیدہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ناظمؒ دونوں مدوں میں دو ہی مرتبے اختیار کرتے تھے اور ائمہ متقدمین اور متاخرین کی رائے بھی اسی کے موافق ہے۔

فائدہ ۲: (ا) هٰٓؤُلَآءِ کا پہلا مد منفصل اور دوسرا متصل ہے اور هٰٓاَنْتُمْ کا معتبر قول کی بناء پر منفصل ہے اور وَزَكَرِيَّآءَ اِذْ نَادٰى کا مد ان کے لیے تو متصل ہے جو زَكَرِيَّآ میں ہمزہ پڑھتے ہیں اور جو ہمزہ نہیں پڑھتے ان کے لیے منفصل ہے اور جَآءَ اَمْرُنَا اور بِالسُّوْٓءِ اِلَّا اور اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ وغیرہ کا مد دو ہمزہ پڑھنے والوں کے لیے تو متصل ہے عام ہے کہ وہ پہلے ہمزہ کو تحقیق سے پڑھتے ہوں خواہ تسہیل سے اور جو ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں ان کے لیے پہلے کو محذوف مانیں۔ تو منفصل ہوگا اور اگر دوسرے کو مانیں تو متصل ہوگا۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دونوں صورتوں میں متصل ہی ہے کیونکہ (یہ منفصل سے قوی ہے اور) قوی ضعیف کے حکم کو منسوخ کر دیتا ہے اسی لیے وَجَآءُوْٓ اٰبَآءَهُمْ میں ورش کے لیے منفصل کے لحاظ سے صرف طول ہوتا ہے اور بدل کے اعتبار سے توسط اور قصر نہیں ہوتا کیونکہ بدل منفصل سے ضعیف ہے پھر کہتے ہیں کہ اس میں خلاف لفظی ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں حکم تو ایک ہی رہتا ہے یعنی ہمزہ کے حذف کرنے والے ان میں قصر و مد دونوں پڑھتے ہیں۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ خلاف لفظی نہیں حقیقی ہے کیونکہ اگر هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ میں حذف والوں کے لیے دوسرے مد کو منفصل مانیں گے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰا اور ؤُلَآءِ دونوں میں قصر یا دونوں میں مد ہوگا اور هٰا کے قصر کے ساتھ ؤُلَآءِ میں مد نہ ہوگا کیونکہ ایک قسم کے دو مدوں میں فرق کرنا صحیح نہیں اور اگر متصل مانیں تو هٰا کے قصر کے ساتھ ؤُلَآءِ میں مد بھی صحیح ہوگا لیکن جعبریؒ کی رائے حق اور صواب ہے پس جَآءَ اَمْرُنَا وغیرہ میں حذف والوں کے لیے مد متصل ہی ہے کیونکہ اگر منفصل ہوتا تو بزی کے لیے جَآءَ اَمْرُنَا میں اور سوسی کے لیے تینوں قسموں میں مد نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں قصر ہے حالانکہ ان کے لیے قصر کی طرح مد بھی بالاتفاق جائز ہے پس ماننا پڑے گا کہ محذوف پہلا ہی ہمزہ ہے اور یہ مد متصل ہے اور اس میں مد اس لیے ہوتا ہے کہ اصل میں ہمزہ موجود تھا گو اب نہیں رہا۔ دوسرے ہمزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا اور قصر اس لیے ہے کہ فی الحال ہمزہ نہیں ہے۔ (۲) شعر میں گنجائش نہ ہونے کے سبب منفصل میں الف کی مثال قرآن سے نہیں لا سکے تو اُمِّهَا اَمْرُهٗ کو مرکب کر کے الف کی مثال پیدا کر دی کیونکہ مقصود صرف صورت دکھلا دینا ہے کہ الف کے بعد ہمزہ اس طرح آتا ہے اور اَمْرُهٗٓ اِلَی میں اشارہ ہے کہ مدہ کا تلفظ میں ہونا کافی ہے گو کتابت میں نہ ہو اور میم جمع کا صلہ بھی اسی قبیل سے ہے (۳) چونکہ مدہ تین ہیں اور ہر ایک کے بعد متصل اور منفصل دونوں میں ہمزہ پر تینوں حرکتیں آتی ہیں اس لیے دونوں مدوں کی نو نو مثالیں ہو کر کل مثالیں اٹھارہ بن جاتیں ہیں نو متصل کی (۱) شَآءَ (۲) اِسْرَآءِيْلَ (۳) جَآؤُ (۴) جِآیْٓءَ (۵) اَلنَّبِیّٖنَ (۶) اَلنَّسِیْٓءُ (۷) اَلسُّوْٓءَ (۸) قُرُوْٓءٍ (۹) لَتَنُوْٓاُ نو منفصل کی (۱۰) اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰهِ (۱۱) اَنَآ اِلَيْهِ (۱۲) هٰٓؤُلَآءِ (۱۳) اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ (۱۴) فِیْٓ اِبْرٰهِيْمَ (۱۵) فِیْٓ اُمِّهَا (۱۶) قَالُوْٓا اٰمَنَّا (۱۷) اَمْرُهٗٓ اِلَی (۱۸) قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا (۴) اس میں اختلاف ہے کہ جو حضرات جِآیْٓءَ اور سِیْٓءَ اور سِیْٓـَٔتْ میں یا کا اشمام کرتے ہیں ان کے لیے اس یا میں مد ہوگا یا نہیں۔ شیخنا مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ مد نہ ہونا چاہیے اور دیگر قراء ان میں مد کے قائل ہیں اور احقر کا میلان بھی اسی رائے کی طرف ہے اور اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ بشرط زندگی بقرہ شعر نمبر ۳ و ۴ کے فائدہ میں آئے گی۔

فائدہ ۳: (۱) چونکہ مد کی مقدار کا اختلاف وجوبی نہیں ہے اس لیے زیادہ مد والوں کے لیے کم اور کم والوں کے لیے زیادہ مد کرنا بھی جائز ہے (۲) ہمزہ سے پہلے مد اس لیے ہوتا ہے کہ حرف مد جو ضعیف اور خفی ہے وہ بھی ہمزہ کی طرح قوی ہو جائے۔ نیز تیزی سے پڑھتے وقت مدہ فوت نہ ہو جائے جیسا کہ بعض لوگ اکثر جگہ مدہ کو حذف کر دیتے ہیں اور مقداروں میں تفاوت اس لیے کرتے ہیں کہ قراءۃ کی تمام وجوہ پر عمل ہو جائے اور منفصل میں قصر اس لیے ہوتا ہے کہ اس میں مدہ اور ہمزہ کا اجتماع ایسا قوی نہیں جیسا کہ متصل میں ہوتا ہے۔ نیز ہمزہ وقفاً" جدا ہو جانے کی بناء پر لازم نہیں ہے۔ اور دونوں مدوں کو یکساں رکھنے والے سبب (ہمزہ) کے ایک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں (۳) مبرد نے لازم و عارض میں فرق کرنے کی غرض سے منفصل میں قصر ہی کو پسند کیا ہے (۴) بعض حضرات مد متصل میں الف میں سب سے زیادہ اور یا میں اس سے کم اور واو میں سب سے کم مد کرتے ہیں (۵) ابو علی حلوانی نے قواس کے ذریعہ ابن کثیر سے منفصل میں الف اور یا کا حذف نقل کیا ہے جیسے بِمَ اُنْزِلَ اور فِ اُمِّهَا لیکن یہ شاذ و ضعیف و متروک ہے (۶) بَارِئِكُمْ میں اس پر تنبیہ ہے کہ قالون اور دوری کے لیے قصر اولیٰ ہے۔ چنانچہ ابو العلاء نے ان کے لیے قصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی بیان کیا ہے۔

النحو و العربیہ: ۱/۱۶۸ (۱) اَلِفٌ اور اس کے معطوفات فعل مقدر کے فاعل ہیں اور لَقِیَ اسی کا مفسر ہے (۲) اَوْ تنویع کے لیے ہے (۳) جعبریؒ کے قول پر اَوِ الْوَاوُ کی تقدیر اَوْ وَاوُهَا ہے (۴) عَنْ چونکہ مجاوزت کے لیے ہے اس لیے یہاں بعد کے معنی میں استعمال کیا ہے (۵) لَقِیَ میں یَا کا سکون لغۃ" ہے شعلہ کے قول کے موافق ضرورۃ" نہیں چنانچہ حسن کی شاذ قراءۃ پر مَابَقِیْ (بقرہ ع ۳۸) میں یا کا سکون آیا ہے پھر لَقِیْ کی یا اجتماع ساکنین کی بناء پر حذف ہو گئی اور لَقِیَ ․بمعنی اِسْتَقْبَلَ میں اشارہ ہے کہ متصل اور منفصل دونوں میں مدہ ہمزہ سے پہلے ہونا چاہیے۔ ۲/۱۶۹ (۱) پہلی فا عاطفہ ہے اور دوسری جزائیہ (۲) اَلْقَصْرُ میں روایتہ" نصب مشہور تر ہے اور یہی اولیٰ ہے (۳) بَادِرْ۔ سَارِعْ (۴) طَالِبًا فاعل سے اور بِخُلْفِهِمَا مفعول سے حال ہے لَقِیْتُهٗ مُصْعِدًا مُّنْحَدِرًا کی طرح (۵) يُرْوِيْكَ یا تو مستانفہ ہے یا حال یا امر کا جواب ہے اور جزم کا نہ آنا اَلَمْ یَاْتِیْكَ والے لغت کی بناء پر ہے۔ (۶) دَرًّا یا تو مصدر ہے جو اسم فاعل کے معنی میں ہے یا دَرَّتِ النَّاقَةُ یا دَرَّ الضَّرْعُ بِاللَّبَنِ سے یا اسم ہے جو دودھ کے معنی میں ہے دَرُّهٗ فَارِسًا سے ہے اور خیر کے معنی میں ہے یا دَرَّ وَجْهُهٗ ای حَسُنَ سے ہے (۷) مُخْضَلًا۔ اَخْضَلْتُ الشَّيْءَ اِذَا بَلَلْتَهٗ سے ہے اور خَضِلٌ خوبصورت اور رونق دار بوٹی کو کہتے ہیں۔ ۳/۱۷۰ فِیْ اُمِّهَا بتقدیر مضاف ای مِثْلُ فِیْ اُمِّهَا مَفْصُوْلُهٗ کی خبر ہے اور جو فِیْ کو مُسْتَقَرٌّ کے متعلق کر کے خبر بتاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ناظمؒ فِیْ اُمِّهَا کے مجموعہ کو لفظ قرآنی ہونے کی حیثیت سے لائے ہیں۔ اس اعتبار سے نہیں کہ فِیْ جارہ ہے نیز اس صورت میں یائے مدہ کی مثال بھی باقی نہیں رہے گی۔

تیسرے سبب ہمزۂ مقدم یعنی مد بدل کا بیان

۴/۱۷۱ (ص) وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ ثَابِتٍ اَوْ مُغَيَّرٍ ۔۔۔ فَقَصْرٌ وَّقَدْ يُرْوٰى لِوَرْشٍ مُّطَوَّلَا

ترجمہ: اور وہ حرف مد جو سالم یا متغیر ہمزہ کے بعد ہو (اس میں تمام قراء کے لیے) قصر ہے (یا اس کا حکم قصر ہے) اور کبھی وہ (ہمزہ کے بعد والا حرف مد) ورش کے لیے اس حالت میں روایت کیا جاتا ہے کہ وہ خوب دراز کیا ہوا ہو (یعنی ایک روایت پر مد بدل میں ورش کے لیے طول بھی ہے۔)

۵/۱۷۲ (ص) وَوَسَّطَهٗ قَوْمٌ كَاٰمَنَ هٰؤُلَآ ۔۔۔ ءِ اٰلِهَةً اٰتٰى لِلْاِيْمَانِ مُثِّلَا

ترجمہ: اور ایک جماعت نے اس (ہمزہ کے بعد والے حرف مد) کو توسط سے پڑھا ہے (اور اس حرف مد کی مثالیں) اٰمَنَ (اور) هٰؤُلَآءِ اٰلِهَةً (اور) اٰتٰی (اور) لِلْاِيْمَانِ کی طرح ہیں (ان کلمات میں) وہ (ہمزہ کے بعد والا حرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مد) مثال کے ذریعہ بیان کر دیا گیا ہے۔

۱۷۳/۶ سِوَی یَاءِ اِسْرَائِیْلَ اَوْ بَعْدَ سَاکِنٍ ﴿ صَحِیْحٍ کَقُرْاٰنٍ وَّمَسْئُوْلًا اسْئَلَا

ترجمہ: (ہمزہ کے بعد والے ہر ایک حرف مد میں تین وجوہ ہیں) سوائے اِسْرَاءِیْلَ کی یَا کے اور (سوائے اس حرف مد کے جس سے پہلا ہمزہ) ساکن صحیح کے بعد (ہو اور اس حرف مد کی مثالیں) قُرْاٰنٍ اور مَسْئُوْلًا کی طرح (ہیں) تو (ان دونوں قسموں میں اور بالخصوص دوسری میں مد نہ ہونے کی وجہ اساتذہ سے) ضرور پوچھ لے (کیونکہ دوسری قسم کے مستثنیٰ ہونے کی وجہ قدرے مشکل ہے۔)

۱۷۴/۷ وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ ائْتِ وَبَعْضُهُمْ ﴿ یُؤَاخِذُکُمْ اٰلْاٰنَ مُسْتَفْهِمًا تَلَا

۱۷۵/۸ وَعَادًا اِلْاُوْلٰی وَابْنُ غَلْبُوْنَ طَاهِرٌ ﴿ بِقَصْرِ جَمِیْعِ الْبَابِ قَالَ وَقَوَّلَا

ترجمہ: اور سوائے اس حرف مد کے جو ہمزہ وصل کے بعد ہو (اور اس کی مثال) اِیْتِ ہے اور (نظم کے طرق سے ورش کے) ان (ناقلین) میں کے بعض نے یُؤَاخِذُکُمْ (اور لَا تُؤَاخِذْنَا اور یُؤَاخِذُ اللّٰهُ) کو اور اٰلْئٰنَ کو اس حالت میں کہ یہ استفہام والا ہو (یا وہ قاری اس کو استفہام سے پڑھنے والا ہو) اور عَادَنِ الْاُوْلٰی کو (تینوں کو طول و توسط سے مستثنیٰ کر کے صرف قصر سے) پڑھا ہے اور ابن غلبون (یعنی ابو الحسن) طاہر اس (مد بدل کے) تمام باب کے قصر کے قائل ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے (اس قصر کو ورش کی طرف) منسوب بھی کیا ہے (اور اسی کو ان کا مذہب بنایا ہے اور تذکرہ میں طول و توسط کو غلط اور وہم شمار کیا ہے۔ امام ابو الحسن طاہر دانی کے شیخ اور تذکرہ فی الثمان کے مصنف ہیں اور ان کے والد ابو الطیب عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبون ابو محمد مکی کے شیخ اور ارشاد کے مصنف ہیں اور دونوں باپ بیٹے ابن غلبون سے مشہور ہیں کیونکہ غلبون امام طاہر کے پردادا اور عبدالمنعم کے دادا ہیں پس ابن غلبون کے بعد طاہر لا کر یہ بتا دیا کہ یہاں ابن غلبون سے ابو الحسن مراد ہیں نہ کہ ابو الطیب)

شرح: یعنی جب الف یا اور واو مدہ ہمزہ کے بعد ہوں جو پہلی صورت کا عکس ہے جیسے اٰمَنَ۔ اِیْمَانًا۔ اُوْتِیَ تو ان میں صرف ورش مد کرتے ہیں اور چونکہ یہ مدہ اکثر جگہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ اس لیے اس مد کو مد بدل کہتے ہیں اور یہ متصل ہی ہوتا ہے کیونکہ حرف مد کلمہ کے شروع میں نہیں آسکتا ورنہ ساکن سے ابتداء لازم آئے گی۔ پس جو مدہ ہمزہ کے بعد آرہا ہو عام ہے کہ وہ ہمزہ صحیح اور سالم ہو جو تحقیق سے پڑھا جاتا ہے جیسے اٰمَنَ۔ اٰتٰی۔ نَاٰ۔ لِاِیْلٰفِ۔ دُعَاءِیْ مُسْتَهْزِءِیْنَ۔ اُوْتُوْا۔ یَؤُسًا۔ رَءُوْفٌ مُتَّکِئُوْنَ یا اس ہمزہ میں کسی قسم کا تغیر ہو گیا ہو جو تین طرح ہوتا ہے۔ (۱) تسہیل سے جیسے ءَاٰلِهَتُنَا۔ ءَاٰمَنْتُمْ۔ جَآءَ اٰلَ (۲) ابدال سے جیسے هٰٓؤُلَآءِ یٰلِهَةً (انبیاء ع ۷) اور مِنَ السَّمَآءِ یٰیَةً (شعراء ع ۱) ان میں حرمی، بصری دوسرے ہمزہ کو یا سے بدلتے ہیں اور اٰلِهَةً کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسطے لائے ہیں کہ دو ہمزہ جمع ہونے کے سبب ابدال کا قاعدہ نکل آئے (۳) نقل سے جیسے اَلْاٰخِرَةَ۔ لِلْاِیْمَانِ۔ وَالْاُوْلٰی۔ اٰلْئٰنَ۔ اٰلْنَ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ اِبْنَیْ اٰدَمَ۔ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ۔ قُلِ اُیْ۔ قَدْ اُوْتِیْتَ۔ اس میں تمام قراء کے لیے قصر ہے اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے بہت سے مصنفین نے اس باب میں ورش سے توسط اور طول بھی نقل کیا ہے پس ہمزہ کے بعد والے حرف مد یعنی باب اٰمَنُوْا میں اور قراء کے لیے تو قصر ہی رہا اور ورش کے لیے تین وجوہ ہو گئیں (۱) قصر ایک الف کے برابر مد (۲) توسط تین الفی مد (۳) طول پانچ الفی مد اور تیسیر میں صرف توسط درج ہے پس قصر اور طول زیادات میں سے ہیں اور ان تینوں میں سے قصر اولیٰ ہے پھر توسط پھر طول اور بعض اس کا عکس کرتے ہیں اور دونوں طرح صحیح ہے۔ لیکن ذیل کی آٹھ قسموں کو ناقلین نے طول اور توسط سے مستثنیٰ کیا ہے ان میں سے چار تو کلمے ہیں۔ اور چار اصلیں کلیہ قاعدہ ہیں کلمات یہ ہیں۔ (۱) اِسْرَآءِیْلَ کی یا جس جگہ بھی آئے (۲) یُؤَاخِذُكُمْ اور یُؤَاخِذُ اللّٰهُ اور لَا تُؤَاخِذْنَا جس طرح بھی آئے اس کا الف (۳) استفہام والے اٰلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) کا دوسرا الف جو ورش کی روایت پر لام کے بعد ہے (اور دوسرے الف کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ یہ تغیر والے ہمزہ کے بعد ہے اور بہ نسبت تحقیق والے کے تغیر والے ہمزہ کا اعتبار نہ کرنا اولیٰ ہے۔ نیز پہلے الف کا مد بدل کے باب سے نہیں بلکہ مد لازم کی قسم سے ہے جو ساکن مقدر کی بناء پر ہے اسی لیے اس میں ابدال کی صورت میں قالون اور ورش کے لیے حالین میں اور ہمزہ کے لیے وقفاً مد و قصر دو وجوہ ہیں۔ مد عارض کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر اور قصر عارض نقل کا اعتبار کر لینے کی بناء پر اور استفہام والا کہہ کر یونس کے علاوہ دوسرے موقعوں کے اٰلْئٰنَ کو نکال دیا جیسے اَلْئٰنَ جِئْتَ اور اَلْئٰنَ حَصْحَصَ کیونکہ ان کا الف مستثنیٰ نہیں ہے پس اس میں حسب دستور تینوں وجوہ ہیں) (۴) عَادًا اَلُّوْلٰی (نجم ع ۳) کا واو (۱ و ۲) سب کے اور ۳ (و ۴) بعض کے قول پر مستثنیٰ ہیں چنانچہ اٰلْئٰنَ کے دوسرے الف کو اور عَادًا اَلُّوْلٰی کے واو کو دانی نے جامع البیان میں تو مستثنیٰ کیا ہے اور تیسیر میں نہیں کیا پہلی صورت میں اس الف اور واو میں صرف قصر ہوگا اور دوسری صورت میں تینوں وجوہ ہوں گی اور مطرد اصلیں یہ ہیں۔ (۵) وہ مدہ جس سے پہلا ہمزہ اسی کلمہ کے ساکن صحیح کے بعد ہو جیسے قُرْاٰنُ۔ اَلظَّمْاٰنُ۔ مَسْؤُلًا۔ مَذْءُوْمًا (پس اگر ہمزہ (۱) متحرک کے بعد ہو جیسے لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اور سَاٰوِیْ یا (۲) حرف علت ساکن کے بعد ہو عام ہے کہ مدہ ہو جیسے اَلنَّبِیّٖنَ یا لین ہو جیسے اَلْمَوْءٗدَةُ یا (۳) دوسرے کلمہ کے ساکن صحیح کے بعد ہو جس میں نقل ہوتی ہے جیسے مَنْ اٰمَنَ اور مِنْ اٰیٰتِنَا تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ کے بعد والے مدہ میں حسب دستور تینوں وجوہ ہوں گی) (۶) وہ حرف مد جو ہمزۂ وصلی کے بعد ہو جیسے اِیْتِ۔ اِیْتُوْنِیْ۔ اِیْذَنْ لِّیْ۔ اُوْتُمِنَ (۷) وہ حرف مد جو ورش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلا ہوا ہو عام ہے کہ ہمزہ کے ساتھ متصل ہو جیسے اٰلِدُ (ہود ع ۷) اٰمِنْتُمْ (ملک ع ۲) ان میں الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے کیونکہ یہ اصل میں ءَاَلِدُ ءَاَمِنْتُمْ تھے خواہ منفصل ہو جیسے جَآءَ اٰحَدٌ۔ فِی السَّمَآءِ اٰلِهٌ اور اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ ان تینوں میں بھی مدہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے (۸) وہ الف جو وقفاً تنوین سے بدل گیا ہو جیسے جُفَآءً۔ نِدَآءً۔ نِسَآءً ان چاروں کو سب نے مستثنیٰ کیا ہے ناظم نے (۷ و ۸) کو واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیا اور طاہر بن غلبون بدل کے پورے باب میں صرف قصر نقل کرتے ہیں ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامہ فرماتے ہیں کہ یہی حق ہے اور مجھ سے شیخ ابو الحسن سخاوی نے بیان کیا کہ ناظم کے نزدیک بھی تمام باب میں قصر ہی مختار ہے۔ لیکن عمل تینوں وجوہ پر ہے پس آلْئٰنَ اور عَادًا الُّوْلٰی میں تو ایک قول پر صرف قصر اور دوسرے قول پر تینوں وجوہ ہیں اور باقی چھ میں نظم کے طرق سے بالاتفاق صرف قصر ہے اور رَاٰیتِ کے بعد کے مستثنیات اور باب کے آخر تک کے تمام مسائل زیادات میں سے ہیں لیکن شَیْئٍ اور سَوْءٍ کے توسط کو دانی نے سورۃ البقرہ میں بیان کیا ہے۔

توضیح: (۱) یونس کے دونوں موقعوں کے آلْئٰنَ میں اہل ادا نے ورش کی وجوہ کے بارہ میں طویل بحثیں کی ہیں اور بعض نے اس پر مستقل رسالے بھی لکھے ہیں سو اس کی وجوہ کے دلائل اور تفصیلی بحث تو انشاء اللہ تعالیٰ علامہ محمد بن احمد متولی کے قصیدہ کی شرح میں سپرد قلم ہو گی یہاں اس کی وجوہ خلاصہ کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔ پس جب اس کو ءٰامَنْتُمْ سے جدا کر کے پڑھیں تو اس میں وصلاً سات اور وقفاً" نو وجوہ ہوں گی۔ اس طرح پر کہ دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت میں پہلے الف کے قصر پر تو لٓا میں وصلاً" صرف قصر اور وقفاً" تینوں ہیں اور پہلے الف کے طول پر لٓا میں حالین میں تینوں اور اسی طرح تسہیل کی صورت میں بھی لٓا میں حالین میں تینوں ہیں اور جب اس کو اس سے پہلے بدل (ءٰامَنْتُمْ) کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو اس میں وصلاً" تیرہ وجوہ ہوں گی۔ یعنی ءٰامَنْتُمْ کے قصر پر تین اور توسط اور طول پر پانچ پانچ پس (۱ تا ۳) ءٰامَنْتُمْ کے قصر پر آلْئٰنَ کے ا میں قصر و طول و تسہیل اور تینوں کے ساتھ لٓا میں صرف قصر۔ (۴ تا ۸) ءٰامَنْتُمْ کے توسط پر آلْئٰنَ کے ا میں وہی تینوں قصر' طول' تسہیل اور ان میں سے قصر کے ساتھ تو لٓا میں صرف قصر اور طول و تسہیل دونوں کے ساتھ لٓا میں دو دو یعنی توسط و قصر (۹ تا ۱۳) ءٰامَنْتُمْ کے طول پر آلْئٰنَ کے ا میں وہی تینوں قصر' طول' تسہیل اور ان میں سے قصر کے ساتھ لٓا میں صرف قصر اور طول و تسہیل کے ساتھ لٓا میں دو دو یعنی طول' قصر اور وقفاً" ستائیس ہوں گی۔ اس طرح پر کہ ءٰامَنْتُمْ کے بدل کی تینوں کو دوسرے ا کی تین قصر و طول و تسہیل کے ساتھ ملانے سے نو ہو جائیں گی اور ان نو کو لٓا کی تین تین کے ساتھ ملانے سے نو تیا ستائیس بن جائیں گی یعنی وقفاً" ہر صورت میں لٓا میں تین تین ہیں اور سب صحیح ہیں۔ اور جب آلْئٰنَ کو اس کے بعد والے بدل وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تب بھی تیرہ وجوہ ہوں گی یعنی ا کے قصر پر تین اور طول و تسہیل پر پانچ پانچ پس (۱ تا ۳) ا کے قصر کے ساتھ لٓا میں بھی صرف قصر اور ءُوْنَكَ میں تینوں (۴ تا ۸) ا کے طول پر لٓا میں قصر اور ءُوْنَكَ کے واو میں تینوں اور لٓا کے توسط کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف توسط اور لٓا کے طول کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف طول اور (۹ تا ۱۳) ا کے دوسرے ہمزہ کی تسہیل پر لٓا میں قصر اور ءُوْنَكَ میں تینوں پھر لٓا کے توسط کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف توسط اور لٓا کے طول کے ساتھ ءُوْنَكَ میں صرف طول (۲) محقق عصر فرید دہر شیخ الاقراء فی مصر علی ضباعؒ نے ارشاد المرید میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ آلْئٰنَ کو اکیلا پڑھو تو اس میں وصلاً سات اور وقفاً" نو وجوہ ہیں اور ءٰامَنْتُمْ کے ساتھ ملا کر پڑھو تو وصلاً" تیرہ اور وقفاً" ستائیس ہیں اور آلْئٰنَ کو وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ کے ساتھ ملا کر پڑھو تو تیرہ وجوہ ہیں اور ان وجوہ کی تفصیل بھی اسی طرح ہے جس طرح اوپر درج کی گئی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہی وہ حق ہے جس کے بغیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی چارہ نہیں اور ان کے علاوہ کسی اور وجہ کا اختیار کرنا جائز نہیں (۳) اتحاف میں ہے کہ آٰلْئٰنَ کے دوسرے ہمزہ کی تسہیل پر ازرق کے طریق سے لَا کا قصر غریب ہے کیونکہ آمَنَ کے باب میں قصر ابو الحسن طاہر اور ابن بلیمہ سے منقول ہے اور ان دونوں کا مذہب آٰلْئٰنَ کے ہمزۂ وصلی میں ابدال ہے نہ کہ تسہیل لیکن شاطبی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تسہیل کے ساتھ قصر بھی ہے اور یہ ورش سے اصبہانی کا طریق ہے اور یہی قالون اور ابو جعفر کے لیے بھی ہے۔ سوال: یہاں وجوہ کے بیان میں آٰلْئٰنَ کے پہلے الف کا توسط نہیں بتایا حالانکہ نشر و اتحاف میں اس کا توسط بھی درج ہے چنانچہ اتحاف میں ہے کہ آٰلْئٰنَ کے دوسرے ہمزہ میں ایک جماعت کے مذہب پر الف سے ابدال اور دوسرے گروہ کے قول پر تسہیل ہے پھر ان میں سے بعض تو اس ابدال یا تسہیل کو لازم اور واجب بتاتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں پس جو جائز البدل کہتے ہیں ان کے قول پر تو آٰلْئٰنَ ابدال کی صورت میں آٰلِذُ اور آٰمِنتُمْ کے باب سے ہے۔ اور اس صورت میں اس کا مد مد لازم کے قبیل سے ہوگا جس میں عارض نقل کا اعتبار نہ کرنے پر طول اور اعتبار کر لینے پر قصر ہوگا توسط ہرگز نہ ہوگا اور جو حضرات لازم البدل کہتے ہیں ان کے قول پر یہ آمَنَ کے باب سے ہوگا اور اس میں بدل کی تینوں وجوہ ہوں گی۔ جواب: علامہ متولی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لازم البدل ہونے کی صورت میں بھی آمَنَ کے باب سے نہیں ہو سکتا کیونکہ آمَنَ میں دوسرا ہمزہ اصل کے لحاظ سے ساکن اور آٰلْئٰنَ میں متحرک تھا۔ پس یہ آٰلِذُ اور آٰمَنتُمْ ہی کے باب سے ہے اور اسی لیے اس میں توسط صحیح نہیں نیز آ اور لَا دونوں کے توسط میں تصادم دلائل کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے کیونکہ آ کا توسط لفظ (موجودہ حالت) کے اعتبار سے ہے اور لَا کا توسط اصل کے لحاظ سے ہے کہ نقل سے پہلے ءٰنَ میں ہمزہ تھا پس ایک کلمہ میں بیک وقت دو مختلف چیزوں کا اعتبار لازم آئے گا اور آ کے توسط کے ساتھ لَا کا قصر بھی کسی نص سے موید نہیں (۴) قالون کے لیے وصلاً" تین ہیں (۱ و ۲) ابدال کی صورت میں پہلے الف میں طول و قصر اور دوسرے میں صرف قصر (۳) دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور لَا میں قصر اور وقفاً" نو ہیں یعنی آ کے قصر۔ طول۔ تسہیل تینوں پر لَا کی تین تین اور باقی چھ کے لیے وصلا دو ہیں (۱) ابدال کے ساتھ طول (۲) تسہیل کے ساتھ قصر اور وقفاً" چھ ہیں یعنی ابدال و تسہیل دونوں پر ءٰنَ کی تین تین (۵) عَادًا الْوُلٰی کو جب اس کے بعد والے بدل فَبِاَيِّ اٰلَآءِ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو عقلی نو میں سے پانچ وجوہ صحیح ہیں (۱ تا ۳) لُوْلٰی کے قصر پر اٰلَآءِ کی تینوں (۴) لُوْلٰی کے توسط پر اٰلَآءِ میں صرف توسط (۵) لُوْلٰی کے طول پر اٰلَآءِ میں طول۔

تنبیہہ: گو ناظمؒ کے قول وَبَعْضُهُمْ يُؤَاخِذُكُمْ سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں بھی ایک قول پر صرف قصر اور دوسرے قول پر تینوں وجوہ ہیں اور اکثر شارحین نے بھی یہی مطلب بیان کر دیا ہے جس سے بہت سی مخلوق دھوکہ میں پڑ گئی ہے لیکن حق وہی ہے جو اوپر درج ہوا کہ اس میں صرف قصر ہے نشر میں ہے کہ بدل میں مد روایت کرنے والے تمام حضرات يُؤَاخِذُكُمْ کے مستثنیٰ کرنے پر متفق ہیں پس اس میں بلا خلاف قصر ہے اور چونکہ دانیؒ نے اس کو تیسیر میں بیان نہیں کیا اس لیے شاطبی رحمہ اللہ نے یہ سمجھ لیا کہ باب يُؤَاخِذُ دانیؒ کے نزدیک مستثنیٰ نہیں ہے اور اسی لیے بَعْضُهُمْ کہہ دیا۔ انتہی اتحاف البریہ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُؤَاخِذُكُمْ فَاقْصُرْ فَقَطْ عِنْدَ وَرْشِهِمْ وَلَامَدَّ اَيْضًا حَيْثُ تَنْوِيْنَانُ اَبْدِلَا

يُؤَاخِذُكُمْ میں ورش کے لیے صرف قصر کر اور جس جگہ حرف مد تنوین سے بدلا ہوا ہو وہاں بھی مد نہیں ہے۔
سوال: جب اس میں توسط اور طول نہیں ہے تو اس کو دانیؒ نے تیسیر میں مستثنیٰ کیوں نہیں کیا۔ **جواب:** تین وجوہ سے (۱) یہ ورش کے نزدیک وَاٰخَذْتُ سے بنا ہے (۲) یا یہ ان کے نزدیک لازم البدل ہے یعنی اس میں ہمزہ کا واؤ سے بدلنا ضروری ہے جیسا کہ یَرٰی میں تمام قراء کے لیے نقل واجب ہے اور دونوں صورتوں میں مد کا سبب (الف سے پہلے ہمزہ) نہیں ہے (۳) دانیؒ نے اپنی دوسری کتابوں ایجاز اور مفردۂ یعقوب میں اس کو مستثنیٰ کیا ہے ان پر اعتماد کرکے تیسیر میں مستثنیٰ کرنا ضروری نہیں سمجھا (غیث النفع)

فائدہ ۱: بدل کے جس ہمزہ میں نقل سے تغیر ہو گیا ہو اس کے بعد والے مدہ میں وصلاً تو تینوں وجوہ جائز ہیں رہی اس کلمہ سے ابتداء یا اعادہ سو اگر یہ ہمزہ لام تعریف کے بعد ہو اور ابتداء یا اعادہ ہمزۂ وصلی سے کریں تب بھی تینوں وجوہ ہوں گی اور اگر لام کی عارضی حرکت کا اعتبار کرکے لام ہی سے ابتدا یا اعادہ کریں تو پھر صرف قصر ہوگا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کلمہ میں قاعدہ کے موافق بدل کے ہمزہ کی حرکت نقل کرکے لام تعریف کو دی گئی ہو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) وصل کہ اس کو ماقبل کے ساتھ ملا کر مِنَ الْاُوْلٰی اور فِی الْاٰخِرَةِ پڑھیں (۲) اس کلمہ کے لام تعریف کو نقل کے بعد بھی حکماً ساکن سمجھیں کیونکہ نقل سے جو حرکت آئی ہے وہ عارضی ہے اور اس میں اعادہ یا ابتداء ہمزۂ وصلی سے کریں اور اَلْاُوْلٰی اور اَلْاٰخِرَةِ پڑھیں ان دو صورتوں میں تو لام کے بعد والے حرف مد میں تینوں وجوہ جائز ہوں گی (۳) اس نقل والی عارضی حرکت کا اعتبار کرکے لام کو متحرک سمجھ لیں اور ہمزۂ وصلی کی ضرورت نہ رہنے کی بناء پر لام ہی سے ابتداء یا اعادہ کریں اور لُاوْلٰی اور لَاخِرَةِ پڑھیں اس صورت میں لام کے بعد والے حرف مد میں صرف قصر ہوگا اور طول و توسط ہرگز نہ ہوں گے کیونکہ جب لام کی عارضی حرکت کا اعتبار کر لیا تو وہ قوی ہو کر ایسی ہو گئی کہ گویا اصلی ہے اور پہلے سے لام ہی پر تھی اور ہمزہ جو مد کا سبب ہے وہ تھا ہی نہیں محققین نے اس کی تصریح کی ہے (اتحاف) اور باب النقل شعر نمبر ۸ میں آئے گا کہ ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کرنے کے بعد ہمزہ اور لام دونوں سے ابتداء اور اعادہ جائز ہے پس اَلْاَرْضِ اور اَلْاٰخِرَةِ اور لَارْضِ اور لَاخِرَةِ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور اول اولیٰ ہے لیکن اگر لام تعریف سے پہلے ایک حرفی کلمہ آرہا ہو جیسے وَالْاَرْضِ اور وَالْاٰخِرَةِ تو اس صورت میں اسی حرف سے ابتداء یا اعادہ ضروری ہوگا نہ ہمزہ سے جائز ہے نہ لام سے۔

فائدہ ۲: (۱) نشر میں ہے کہ رَاَ الشَّمْسَ۔ رَاَ الْقَمَرَ۔ تَرَآٰءَ الْجَمْعٰنِ اور تَبَوَّؤُ الدَّارَ وغیرہ میں اگر رَاٰی اور تَرَآٰءَ اور تَبَوَّؤُ پر وقف کر دیں تو ہمزہ کے بعد والے الف اور واو میں حسب دستور تینوں وجوہ ہوں گی کیونکہ یہ الف اور واو کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہیں جو وصلاً دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب عارضی طور پر حذف ہو گئے تھے اس کو اہل ادا نے نصاً بیان کیا ہے (۲) مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ (یوسف ع ۵) اور دُعَآءِیْٓ اِلَّا (نوح ع ۱) میں اٰبَآءِیْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دُعَآءِیْ کی یا میں وقفا" اور وَتَقَبَّلْ دُعَآءِیْ (ابراہیم ع ٦) کی یا میں وصلا" تینوں وجوہ ہوں گی کیونکہ اول کے دو میں اضافت کی یا میں اصل سکون ہے اور فتحہ وصلا" بعد کے ہمزہ کی وجہ سے آگیا تھا اور جب وقف کیا تو یا اپنے اصلی سکون کی طرف لوٹ آئی اور دُعَآءِیْ (ابراہیم) میں اصل یا کا اثبات ہے اور وقفا" رسم کے اتباع کی بناء پر حذف ہو گئی تھی پس وصل میں اصل کی طرف لوٹ آئی اور عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا اور ان کا حکم مِنْ وَّرَآءِیْ کی یا کی طرح ہو گیا جو حالین میں ساکن ہے اور ان کے بارہ میں مجھے کسی کی کوئی نص نہیں ملی۔ میں نے اس کو قیاس سے بیان کیا ہے اور دُعَآءِیْ (ابراہیم) میں میں نے شیوخ سے اداء" بھی اسی طرح حاصل کیا ہے پس اس کے خلاف عمل کرنا مناسب نہیں (۳) جَآءَ اٰلَ (حجر ع ۵ و قمر ع ۳) میں دونوں جگہ دوسرے ہمزہ کی تسہیل پر تو بدل کی تینوں وجوہ ہوں گی اور دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت میں دو وجوہ ہوں گی (ا) طول اس لیے کہ دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں مد سے جدائی کی گئی ہے (۲) قصر اس لیے کہ دو الفوں کے جمع ہو جانے کی بناء پر ایک کو حذف کر دیا اور توسط نہیں ہو گا کیونکہ ابدال کی صورت میں یہ بدل کے باب سے نہیں رہے گا۔ اس بناء پر کہ مد عارضی ہے اور ہمزہ کے ساتھ متصل بھی نہیں ہے (۴) آٰمِّیْنَ اور وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ میں اور یَشَآءُ میں وقفا" صرف طول ہو گا توسط و قصر نہ ہوں گے اور اس کی وجہ باب کے شروع میں معلوم ہو چکی ہے لیکن وَجَآءُوْ میں وقفا" بدل کی تینوں ہوں گی کیونکہ اس صورت میں دوسرا سبب نہیں رہے گا (۵) وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ سے مُسْتَهْزِءُوْنَ تک پڑھیں تو اٰمَنُوْا اور اٰمَنَّا کے قصر پر تو مُسْتَهْزِءُوْنَ میں تینوں ہوں گی اور پہلے دونوں کے توسط پر مُسْتَهْزِءُوْنَ میں توسط اور طول اور ان دونوں کے طول پر مُسْتَهْزِءُوْنَ میں فقط طول ہو گا کیونکہ سکون و وقفی کے ملنے سے بدل میں قوت پیدا ہو گئی اس لیے اٰمَنُوْا اور اٰمَنَّا سے زیادہ مد کرنا جائز اور کم کرنا ناجائز قرار دیا گیا۔

فائدہ ۳: چونکہ ہمزۂ مقدم ہمزۂ متصل اور منفصل سے ضعیف ہے نیز یہ بعض کے نزدیک سبب ہے۔ اس لیے ابو شامہ، جعبری علی قاری رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ بدل کا طول متصل اور منفصل کے طول سے قدرے کم ہونا چاہیے لیکن جمہور دونوں میں برابری کے قائل ہیں اور اتحاف میں ہے وَالْمَصِیْرُ اِلٰی قَوْلِهِمْ اَوْلٰی (جمہور کے قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے) غیث میں ہے کہ وَبَآءُوْ میں متصل اور بدل دو مد جمع ہیں پس بدل کے طول میں تو دونوں کی مقدار برابر رکھو اور جب بدل میں توسط پڑھو تو دونوں مدوں کی مقدار میں جو فرق ہے اس کا لحاظ رکھو اور بے خبر لوگوں میں شامل نہ ہو۔ **سوال:** اٰمَنَ۔ اُوْتِیَ اِیْمَانًا میں بھی مد عارضی ہے کیونکہ ہمزۂ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے اور ورش کے لیے دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کی صورت میں اٰلِدُ (ہود ع ۷) اور اٰمِنْتُمْ (ملک ع ۲) اور آٰنْذَرْتَهُمْ اور آٰشْفَقْتُمْ میں بھی مد عارضی ہے کیونکہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔ پھر یہ فرق کیوں ہے کہ اٰمَنَ۔ اِیْمَانًا میں تو تینوں وجوہ ہیں اور آٰنْذَرْتَهُمْ اور آٰشْفَقْتُمْ میں صرف طول ہے اور اٰلِدُ اور اٰمِنْتُمْ میں فقط قصر ہے چاہیے تھا کہ ان دونوں میں بھی تینوں وجوہ ہوتیں یا اٰمَنَ اور آٰنْذَرْتَهُمْ میں بھی صرف قصر ہوتا۔ **جواب:** چونکہ اٰمَنَ میں ابدال واجب ہے اس لیے کہ اس میں سب قراء توں پر ابدال ہی ہے اس بناء پر اس میں مد عارضی نہیں اور اٰلِدُ اٰمِنْتُمْ میں ابدال جائز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ اس میں ورش کے لیے دوسری وجہ میں ہمزہ کی تسہیل بھی ہے اس لیے اس میں مدہ عارضی ہے اور گو ءَآنْذَرْتَهُمْ میں بھی یہی صورت ہے لیکن اس میں مد کا سبب ہمزۂ مقدم نہیں بلکہ الف مدہ کے بعد نون پر سکون لازم آرہا ہے جو مد کا قوی ترین سبب ہے پس فرق بخوبی ظاہر ہو گیا اور صاحب غیث کی تقریر کا حاصل بھی یہی ہے کہ ورش کے لیے ءَالِدُ میں ابدال کی صورت میں صرف قصر ہو گا کیونکہ مد تو یہ ءَآنْذَرْتَهُمْ کے باب سے ہے اس لیے کہ اس میں مدہ کے بعد ساکن نہیں ہے اور نہ ءَامَنُوْا کے باب سے ہے کیونکہ اس میں الف عارضی ہے جو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور ابدال کی صورت میں جَآءَ اَجَلُهُمْ اور فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ اور اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ ۴: (۱) بدل میں قصر ان تین وجوہ کی بناء پر ہوتا ہے (۱) ہمزۂ مقدم سبب ضعیف ہے (۲) متصل اور منفصل میں مد اس لیے کیا گیا تھا کہ ہمزہ کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو جائے اور بدل میں ہمزہ مد سے پہلے ہی ادا ہو جاتا ہے۔ (۳) مد سے خبر کا استفہام کے ساتھ التباس ہو جاتا ہے اور قصر میں یہ اندیشہ نہیں اور توسط میں جانبین کی رعایت ہے یعنی ہمزۂ مقدم کے سبب ہونے کی بھی اور اس کے ضعف کی بھی نیز اس لیے کہ اس میں ادنیٰ مد بھی کافی ہے اور مد اس لیے ہے کہ مدہ ضعیفہ ہمزۂ قویہ سے قریب ہونے کے سبب فوت نہ ہو جائے (۲) بعض حضرات ہمزۂ مغیرہ کے بعد والے حرف مد میں صرف قصر بتاتے ہیں کیونکہ ہمزہ نہیں رہا اور جو مد کرتے ہیں وہ عارض تغیر کا اعتبار نہیں کرتے اور دونوں علتیں بجائے خود صحیح ہیں کیونکہ جب ہمزہ میں تغیر ہونے کے بعد اس سے پہلے والے حرف مد میں قصر و مد دونوں جائز ہو جاتے ہیں جیسا کہ باب الہمزتین من کلمتین شعر نمبر۸ میں آئے گا تو ایسے ہمزہ کے بعد والے حرف مد میں بدرجہ اولیٰ دونوں وجوہ جائز ہونی چاہئیں لیکن جمہور تینوں وجوہ پر ہیں (۳) یُؤَاخِذُ۔ ءَالِدُ اور فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وغیرہ مغیر بالابدال میں سے اور عَادًا الْاُولٰى اور ءَآلْئٰنَ مغیر بالنقل میں سے اور باقی چار قسمیں محققہ میں سے مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ ۵: مذکورۂ بالا آٹھ قسموں کے مستثنیٰ ہونے کی وجوہ (۱) کلمہ اِسْرَآءِيْلَ طویل ہے نیز یہ اکثر جگہ بَنِيْٓ کے بعد آیا ہے پس بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں تین حروف میں تین مد جمع تھے اس لیے تخفیف کی غرض سے مد بدل کو کم کر دیا اور گو وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ میں بھی ورش کے لیے تین مد جمع ہیں لیکن ان میں سے دو مد واو میں ہیں پس ان میں تداخل ہو گیا اور اس طرح کلمہ میں دو ہی مد باقی رہ گئے۔ (۲) ساکن صحیح کے بعد یعنی قرآن وغیرہ میں ہمزہ مرسوم نہیں ہوتا۔ پس گویا ان میں مد کا سبب نہیں ہے (۳) اِیْتِ وغیرہ میں ہمزۂ وصلی اور اس کے بعد کا مدہ جو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے دونوں عارضی ہیں (۴) یُؤَاخِذُ یا تو واوی ہے یا لازم البدل پس مد کا سبب نہیں رہا۔ (۵) ءَآلْئٰنَ میں ایک ہی قسم کے دو مد ایک کلمہ میں جمع تھے اور اس کی نظیر قرآن میں نہیں ہے۔ (۶) عَادًا الْاُولٰى کے لام تعریف میں تنوین کے ادغام نے لام کی حرکت کو قوی بنا دیا کیونکہ ادغام حقیقی اور حکمی دونوں قسم کے ساکن میں نہیں ہوا کرتا متحرک ہی میں ہوا کرتا ہے۔ پس ادغام کے سبب یہ لام ایسا ہو گیا کہ گویا پہلے ہی سے متحرک تھا۔ پس ہمزہ جو مد کا سبب ہے وہ نہیں تھا (۷) ءَالِدُ اور فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ اور (۸) دُعَآءً وَّنِدَآءً وغیرہ میں مدہ عارضی ہے کیونکہ ۷ میں ہمزہ سے اور ۸ میں تنوین سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلا ہوا ہے۔
النحو و العربیہ : ۱۷۱/۴ (ا) فَقَصْرٌ کی تقدیر یا تو فَحُکْمُهٗ قَصْرٌ یا فَهُوَ ذُوْقَصْرٍ یا فَهُوَ مَقْصُوْرٌ ہے اور فا عموم ظاہر کرنے کے لیے ہے کیونکہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے (۲) قَدْ تقلیل کے لیے ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ طول کے نا قلین کم ہیں۔ ۱۷۲/۵ (ا) قَوْمٌ کے قاف میں خلاد کی رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ قراءۃ کے بعد کلمہ مفردہ آرہا ہے۔ اس لیے اس کے بجائے جَمْعٌ اولیٰ تھا۔ (۲) کَاٰمَنَ یا تو مِثَالُهٗ مقدر کی خبر ہے یا مُثِّلَا کا ظرف ہے۔ ۱۷۳/۶ (ا) شعر ۱۷۴/۷ وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ اس کے قرینہ سے اَوْبَعْدَ سَاکِنٍ میں اَوْ واو کے معنی میں ہے (۲) مَسْؤُلًا کا نصب حکایت کی بناء پر ہے اور شعلہ کا یہ قول عجیب و غریب ہے کہ مَسْؤُلًا اِسْئَلْ کا مفعول ہے۔ ۱۷۴/۷ چونکہ احتمال تھا کہ کوئی قبض کے طور پر اٰلْئٰنَ کو ہمزۂ استفہام کے بغیر اَلْئٰنَ پڑھ لیتا اس لیے مُسْتَفْهِمًا فرما دیا۔ ۱۷۵/۸ (ا) ضرورت کی بناء پر عَادَاً نِ الْاُوْلٰی کا تلفظ حمزہ کی قراءۃ کے موافق کیا ہے۔ (۲) غَلَبُوْنَ کو یہاں ابو علی فارسی کے مذہب پر غیر منصرف قرار دیا ہے کیونکہ وہ منع صرف کے لیے مطلق زائد تین کو کافی سمجھتے ہیں یعنی زائد تین کا الف نون ہونا شرط نہیں کرتے اور ہمز المفرد شعر نمبر ۸ میں مختار مذہب کی بناء پر منصرف کر کے لائے ہیں۔

مد کے چوتھے اور پانچویں سبب سکون لازم و سکون عارض کا بیان

(ص)

۱۷۶/۹ وَعَنْ کُلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَا قَبْلَ سَاکِنٍ وَعِنْدَ سُکُوْنِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ اُصِّلَا

ترجمہ : اور وہ (حرف مد) جو ساکن سے پہلے ہو (وہ) ان (قراء) میں کے تمام سے مد کے ساتھ (منقول ہے یا پڑھا جاتا) ہے (یعنی اگر مدہ کے بعد ساکن لازم آجائے تو اس میں سب مد کرتے ہیں) اور وقف (اور ادغام کبیر) کے سکون میں ایسی دو وجوہ (طول و توسط) ہیں جو (مد کے بارہ میں) اصل (اور مختار) قرار دی گئی ہیں (اور تیسری وجہ قصر بھی جائز ہے لیکن وہ اولیٰ اور مختار نہیں ہے یا وقفی سکون میں ایسی دو وجوہ قصر و مد ہیں جو اصل قرار دی گئی ہیں اور چونکہ مد دو طرح ہوتا ہے طول سے بھی اور توسط سے بھی اس لیے اس صورت میں بھی وَجْهَانِ سے تینوں وجوہ نکل آئیں گی۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقطعات کا مد

(ص)

۱۰/۱۷۷ وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا وَفِي عَيْنِ الْوَجْهَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

ترجمہ : اور اسی (سکون لازم) کی وجہ سے (سورتوں کے) شروع والے حروف (مقطعات) میں مد کر اس حالت میں کہ تو (ان میں کے) مدہ کو دراز کرنے والا ہو (یا ایسا مد کر یا ایسا مد کیا گیا ہے جو دراز کیا ہوا ہے) اور (ان مقطعات میں سے) عین (کی یا) میں (وہی) دو وجوہ (طول و توسط) ہیں اور (ان میں سے) طول افضل قرار دیا گیا ہے۔

۱۱/۱۷۸ وَفِي نَحْوِ طَهَ الْقَصْرُ إِذْ لَيْسَ سَاكِنٌ وَمَا فِي أَلِفْ مِنْ حَرْفِ مَدٍّ فَيُمْطَلَا

ترجمہ : اور طا (اور) ھا جیسے (دو حرفی مقطعات) میں (سب کے لیے) قصر ہے کیونکہ (ان کے بعد کوئی) ساکن نہیں ہے (جو مد کا سبب بنتا) اور (ان میں سے) الف میں (سرے سے) حرف مد ہی نہیں تاکہ وہ درازی سے پڑھا جائے۔

شرح : یعنی مدہ کے بعد ساکن کا پایا جانا بھی مد کا سبب ہے پھر اس ساکن کی دو قسمیں ہیں۔ اول : ساکن لازم جو اصل کے لحاظ سے ساکن ہو نہ یہ کہ وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن ہو گیا ہو پس جس مدہ کے بعد ساکن لازم آجائے اس میں سب قراء مد کرتے ہیں اور اس کو مد لازم کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں (۱) مد لازم کلمی مثقل یا مدغم جبکہ مدہ کلمہ میں ہو اور اس کے بعد تشدید بھی ہو جیسے حَآجَّ۔ دَآبَّةٌ وَالصَّٰٓفّٰتِ صَفًّا اس میں پہلا مد سب کی اور دوسرا حمزہ کی قراءۃ پر ہے اور جیسے وَلَا تَّيَمَّمُوا بزی کی روایت پر (۲) مد لازم کلمی مخفف یا مظہر جس میں مدہ کلمہ میں ہو اور اس کے بعد تشدید نہ ہو جیسے آٰلْـٰٔنَ سب کی اور وَمَحْيَايْ نافع کی قراءۃ پر وَالّٰٓئْ یا سے ابدال والی قراءۃ پر اور ءَآنْذَرْتَهُمْ اور شَآءَ اَنْشَرَهٗ ورش کی ابدال والی وجہ میں (۳) مد لازم حرفی مثقل یا مدغم جس میں مدہ حرف میں ہو اور اس کے بعد تشدید بھی ہو (۴) مد لازم حرفی مخفف یا مظہر جبکہ مدہ حرف میں ہو اور اس کے بعد تشدید نہ ہو اور مد حرفی کی یہ دونوں قسمیں حروف مقطعات میں پائی جاتی ہیں جو سورتوں کے شروع میں آیا کرتے ہیں اور ان مقطعات کی چار قسمیں ہیں (۱) وہ جس میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف نہ مدہ ہو نہ لین اور ایسا حرف فقط الف ہے چونکہ اس میں کوئی حرف مد نہیں ہے اس لیے اس کا مد سے کوئی تعلق نہیں (۲) وہ جس میں دو حرف ہوں اور ایسے پانچ حرف ہیں جو حَيٌّ طَهُرَ میں جمع ہیں ان کے آخر میں الف مدہ تو ہے لیکن اس کے بعد مد کا سبب یعنی ساکن نہیں ہے اس لیے ان میں صرف ایک الفی مد ہوتا ہے جس کو قصر اور مد اصلی و طبعی کہتے ہیں (۳) وہ جن میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف الف یا یا یا واو مدہ ہو اور ایسے حرف سات ہیں جو صَشْ قَكَ لَمَنْ میں جمع ہیں ان میں چونکہ محل (مدہ) اور سبب (سکون) دونوں جمع ہیں اس لیے ان میں سب کے لیے صرف طول ہوتا ہے اور مدہ اول کے پانچ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف اور میم میں یا اور نون میں واو ہے (۴) وہ جس میں تین حرف ہوں اور درمیانی حرف لین ہو اور ایسا حرف صرف عین ہے جو مریم اور شوریٰ کے اول میں آرہا ہے۔ اس میں ناظم نے طول و توسط دو وجوہ بتائی ہیں اور ان میں سے طول اولیٰ اور اکثر اہل ادا کا مذہب ہے کیونکہ یہ قیاس سے زیادہ موافق ہے اس لیے کہ اکثر جگہ دو ساکنوں میں طول ہی سے جدائی کی جاتی ہے نیز اس سے عین اپنے پاس والے مقطعات (ک، ص، س اور ق) کے بھی موافق ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں طول ہی ہے اور نشرو طیبہ میں عین میں سب کے لیے طول، توسط، قصر تین وجوہ بتائی ہیں اور طول اولیٰ ہے پھر توسط کا پھر قصر کا درجہ ہے لیکن ازرق کے طریق سے ورش کے لیے عین میں قصر صحیح نہیں کیونکہ اس کے بیان کرنے میں ابن شریح منفرد ہیں اور هٰتَيْنِ (قصص ع ۳) اور اَرِنَا الَّذَيْنِ (فصلت ع ۴) ان دو میں ابن کثیر نون کو مشدد پڑھتے ہیں اس لیے ان کی قراءۃ پر ان میں لین کے بعد ساکن لازم موجود ہے اس بناء پر اس میں بھی ناظم و دانی کے قول پر طول و توسط اور صاحب نشر کے قول پر تینوں وجوہ ہیں مگر اولیٰ طول ہی ہے مد لازم کی ان چاروں قسموں میں سب کے لیے دو ساکنوں میں جدائی کرنے کی غرض سے، صرف طول ہوتا ہے جس کی مقدار چار یا تین الف کے برابر ہے اور تیزی سے پڑھنے کے وقت دو الفی بھی جائز ہے اس میں قصر کسی کے لیے بھی صحیح نہیں اورنشر کی تحقیق پر لین کا طول مدہ کے طول سے قدرے کم ہوتا ہے۔ دوم: ساکن عارض جو اصل کے لحاظ سے تو متحرک ہو لیکن وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن کیا گیا ہو (الف) پس جب مدہ کے بعد وقفی یا ادغامی ساکن آجائے جیسے الْعٰلَمِيْنَ ○ الدِّيْنِ ○ نَسْتَعِيْنُ ○ النَّارِ ط الْاَبْرَارْ رَّبَّنَا۔ الرَّحِيْمْ مَّلِكِ يَقُوْلُوْنَ نَّخْشٰى ابو عمرو کی قراءۃ پر تو اس میں سب کے لیے قصر تو ہے ہی کیونکہ یہ تو ادغام و وقف سے پہلے بھی تھا اور اس کے علاوہ دو وجوہ اور ہیں یعنی طول و توسط جو مد کے بارہ میں اصل ہیں کیونکہ مد جس جگہ بھی ہوتا ہے انہیں دو صورتوں میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے پس ساکن عارض میں کل تین وجوہ ہو گئیں (۱) طول پانچ یا تین الف کے برابر (۲) توسط تین الفی یا دو الفی (۳) قصر ایک الفی پس اگر آخری حرف پر فتحہ تھا جیسے الْعٰلَمِيْنَ اور قَالَ رَبِّ تب تو یہی تین رہیں گی اور اگر کسرہ تھا جیسے الدِّيْنِ۔ الرَّحِيْمِ مَّلِكِ تو چار ہو جائیں گی۔ طول، توسط، قصر اسکان کے ساتھ روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ کے بعد والے ساکن پر ضمہ تھا جیسے نَسْتَعِيْنُ اور يَقُوْلُ رَّبَّنَا تو سات وجوہ ہوں گی، طول، توسط، قصر اسکان کے ساتھ پھر (۴ تا ۶) یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر (۷) روم قصر کے ساتھ لیکن اگر یہ ساکن ہمزہ ہو جیسے شَآءَ سُوْٓءٍ سِيْٓءَ يَشَآءُ تو اس مدہ میں تین وجوہ نہ ہوں گی بلکہ سب اپنی اپنی مقدار کے موافق صرف مد کریں گے اور فتحہ میں صرف سکون اور کسرہ میں سکون اور روم اور ضمہ میں سکون اشمام روم ہوں گے۔ (ب) جو واوَ یا فتحہ کے بعد ساکن ہوں ان کو لین کہتے ہیں جیسے اَوْ۔ بَیْ پس اگر واو یا لین کے بعد وقفی یا ادغامی ساکن عارض آجائے جیسے وَالصَّيْفِ خَوْفٍ اور الْقَوْلَ لَّعَلَّهُمْ اور كَيْفَ فَعَلَ تو ان میں بھی سب کے لیے یہی تین وجوہ ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ مدہ میں طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر اور لین میں اس کا الٹ ہے لیکن دانی اور اکثر محققین کی رائے پر لین عارض میں توسط اولیٰ ہے اور حافظ اصبہانی کی تصریح کے موافق ناظم بھی توسط ہی پڑھایا کرتے تھے اور لین کے بعد ہمزہ ہو خواہ نہ ہو دونوں صورتوں میں یہی تین وجوہ ہیں لیکن ورش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر لین کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے خَیْرٍ اور اَلْقَوْلَ تب تو وصلا'' صرف قصر اور وقفا'' تینوں وجوہ ہیں اور اگر واو یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آرہا ہو جیسے شَیْءٌ سَوْءٍ کَھَیْئَۃِ اور سَوْءَۃَ تو اس صورت میں واو اور یا میں وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول پانچ الفی و توسط تین الفی مد دو وجوہ ہیں قصر قطعاً'' نہیں لیکن مَوْئِلاً (کہف ع ۸) اور اَلْمَوْءٗدَۃُ (تکویر) کے واو لین میں صرف قصر ہے اور سَوْاٰتُ (اعراف ع ۲ و ع ۳ و طٰہٰ ع ۷) کے واو میں توسط اور قصر ہے طول نہیں اور اس قاعدہ کا ذکر آئندہ اشعار میں آئے گا اور اگر واو یا لین کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں آرہا ہو جیسے خَلَوْا اِلٰی اور اِبْنَیْ اٰدَمَ تو اس صورت میں اپنے قاعدہ کے موافق نقل کرتے ہیں (ج) وَعِنْدَ سُکُوْنِ الْوُقْفِ وَجْهَانِ میں وَجْهَانِ مبہم ہے جس سے ظاہراً چار چیزیں مراد ہو سکتی ہیں (۱) طول و توسط (۲) طول و قصر' (۳) قصر و توسط (۴) قصر و مد لیکن سخاوی کی رائے پر ان سے طول و توسط مراد ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعد کے شعر کے وَفِیْ عَیْنِ نِ الْوَجْهَانِ میں بھی اکثر شارحین کی رائے پر وَجْهَانِ سے طول و توسط ہی مراد ہیں اس صور تمیں قصر قصر اَصْلاً سے سمجھا جائے گا یعنی طول و توسط تو اصل اور مختار ہیں اور قصر بھی جائز ہے گو اولیٰ نہیں اور ابو شامہ کی رائے پر وَجْهَان سے قصر اور مد مراد ہیں اور مد طول سے بھی ہوتا ہے اور توسط سے بھی اس لیے اس صورت میں بھی تینوں وجوہ نکل آئیں گی۔

فائدہ ۱: (۱) جمہور کی رائے پر مد لازم کی چاروں قسموں میں مد کی مقدار یکساں ہے کیونکہ سبب ایک ہے اور وہ سکون ہے اور بعض کے قول پر مدغم میں مظہر سے زیادہ ہے اور بعض عکس کے قائل ہیں (۲) اور اس میں مد اس لیے ہوتا ہے کہ مد حرکت کا قائم مقام بن کر دو ساکنوں میں جدائی کر دے اور طول کی خصوصیت اس لیے ہے کہ سکون لازم ہے جس میں پوری طرح جدائی کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کو مد حجز' مد فصل' مد عدل بھی کہتے ہیں اور آخری نام اسی لیے ہے کہ یہ حرکت کا قائم مقام ہو جاتا ہے (۳) مَا قَبْلَ سَاکِنٍ اپنے اطلاق پر نہیں ہے بلکہ ساکن لازم میں یہ قید بھی ضروری ہے کہ اسی کلمہ کا ہو اور ساکن عارض یا تو اسی کلمہ کا ہو یا دو کلموں کے ملنے کے بعد پیدا ہوا ہو جیسا کہ ابو عمرو کے ادغام کی مثالوں میں گذرا ہے پس اگر ساکن دوسرے کلمہ کا ہو یا دو کلموں کے ملنے سے پہلے ہی پایا جا رہا ہو جیسے اِذَا الشَّمْسُ۔ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَاِذَا لْجِبَالُ۔ فِی الْاَرْضِ۔ قَالُوا الْئٰنَ تو ان دونوں صورتوں میں مد نہیں ہوتا بلکہ سرے سے مدہ ہی حذف ہو جاتا ہے (۴) اگر کسی عارض سے ساکن لازم پر حرکت آجائے (یا تو اس لیے کہ اس کے بعد کوئی اور ساکن آجائے جیسے الٓمّٓ اللّٰہُ (آل عمران ع ۱) میں سب کی اور مِنَ النِّسَاءِ یْنِ اتَّقَیْتُنَّ (احزاب ع ۴) میں ورش و قنبل کی ابدال والی قراءۃ پر یا اس لیے کہ اس ساکن کی طرف ہمزہ کی حرکت نقل کی گئی ہو جیسے الْئٰنَ نافع کی اور الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ (عنکبوت ع ۱) میں ورش کی اور عَلَی الْبِغَآئِیْنَ اَرَدْنَ (نور ع ۴) لِلنَّبِیِّ یْنَ اَرَادَ (احزاب ع ۶) دونوں ورش کی ابدال والی قراءۃ پر) تو اس سے پہلے مدہ میں دو وجوہ جائز ہیں (۱) طول اصل کے اعتبار سے کہ اصل میں مدہ کے بعد سکون تھا اور یہی اولیٰ ہے اس لیے کہ حرکت عارضی ہے اور قوی یہی ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (۲) قصر موجودہ حالت کے لحاظ سے کہ اب ساکن پر حرکت آگئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے گو عارضی ہے اور بعض ساکن عارض پر قیاس کر کے اس صورت میں توسط بھی جائز رکھتے ہیں کیونکہ عارض ہونے میں دونوں برابر ہیں پس جس طرح سکون عارضی میں تین وجوہ ہیں اسی طرح حرکت عارضی کی صورت میں بھی تینوں جائز ہونی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ ساکن عارضی سے پہلے مدہ میں حرکت کے وقت قصر تھا اور سکون سے قصر کے سبب میں تغیر ہو کر مد آگیا ہے اور مد دو طرح ہوتا ہے طول سے بھی اور توسط سے بھی پس ساکن عارض میں تو تینوں وجوہ نکل آئیں قصر اصل کے اعتبار پر کہ اصل میں حرکت تھی اور طول و توسط موجودہ حالت کے لحاظ سے رہا ساکن لازم سو اس میں مد اصل ہے اور حرکت کے آنے سے مد کے سبب میں تغیر ہو کر قصر آیا ہے اور قصر ایک ہی طرح یعنی ایک الف کے برابر ہوتا ہے پس اس میں توسط کے لیے کوئی وجہ نہیں نکلتی (اتحاف) (۵) ساکن و وقفی و ادغام جائز میں طول عارض کا اعتبار کر لینے کی بنا پر دو ساکنوں میں جدائی کرنے کے لیے ہوتا ہے اور توسط میں جانبین کی رعایت ہے یعنی اجتماع ساکنین کا لحاظ کر کے مد کرتے ہیں اور ساکن کے عارضی ہونے کا خیال کر کے اس کی مقدار کم رکھتے ہیں اور قصر عارض کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر ہے (۶) ساکن عارض اشمام کو بھی شامل ہے کیونکہ اس سے سکون میں کوئی فرق نہیں آتا رہا روم سو چونکہ اس میں سکون نہیں رہتا اس لیے مد عارضی (طول و توسط) بھی نہیں رہتا اور اگر روم مدہ کے بعد ہمزہ میں ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بدستور مد رہے گا (۷) مدہ کا قصر یہ ہے کہ اس کو ایک الف کے برابر کھینچیں اور لین کا قصر یہ ہے کہ اسے بالکل نہ کھینچیں (۸) ابو الحسن حصری علی بن عبدالغنی سکون و وقفی میں صرف قصر کے قائل ہیں کیونکہ جب وقف میں اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدھما بھی جائز ہے جیسا کہ وَالْعَصْرِ۔ خُسْرٍ۔ اَلصَّبْرِ میں ہے تو علیٰ حدھما بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے جیسا کہ قَدِیْرٌ۔ خَیْرٌ وغیرہ میں ہے پس دو ساکنوں میں جدائی کرنے کے لیے مدہ اور لین میں مد کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ اپنے اس قصیدہ میں جو نافع کی قراءۃ میں ہے کہتے ہیں۔

وَاِنْ یَتَطَرَّفْ عِنْدَ وَقْفِكَ سَاكِنٌ ۔۔۔ فَقِفْ دُوْنَ مَدٍّ ذَاكَ رَأْيٌ بِلَا فَخْرٍ
فَجَمْعُكَ بَیْنَ السَّاكِنَیْنِ یَجُوْزُانْ ۔۔۔ وَقَفْتَ وَھٰذَا مِنْ كَلَامِهِمُ الْحُرِّ

(۹) اُصِلاً کے ہمزہ میں نافع کی رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے لیکن واقع میں نہیں ہے ورنہ یہ مطلب نکلے گا کہ سکون لازم میں تو سب کے لیے مد ہے اور سکون و وقفی کی وجوہ صرف نافع کے لیے ہیں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

فائدہ ۲: اگر کئی وقفی مد جمع ہو جائیں تو ان کی سب وجوہ کو ملانے سے بہت سی وجوہ پیدا ہو جاتی ہیں اور ان میں سے صحیح وجوہ وہ ہیں جن میں تین شرطیں پائی جائیں ۔ (۱) اگر سب مد ایک ہی قسم کے ہوں مثلاً مدہ ہی مدہ ہوں جیسے اَلرَّحِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ۔ اَلْعٰلَمِیْنَ یا لین ہی لین ہوں جیسے وَالصَّیْفِ۔ اَلْبَیْتِ۔ خَوْفٍ تو سب کی مقدار برابر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ یہ نہ ہو کہ ایک میں طول پڑھا جائے اور دوسرے میں توسط اور تیسرے میں قصر پس طول کے ساتھ سب میں طول اور توسط کے ساتھ سب میں توسط اور قصر کے ساتھ سب میں قصر ہونا چاہیے (۲) اگر مد دو قسم کے ہوں کہ ایک مدہ ہو اور دوسرا لین جیسے قَلِيْلٍ۔ اَلسَّيْرِ تو ان میں ضعیف (لین) کی مقدار قوی (مدہ) سے نہ بڑھنے پائے ہاں اگر مدہ کی مقدار لین سے زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں (۳) اقوال میں خلط نہ ہو مثلاً ایک مدہ میں طول پانچ الفی پڑھ کر دوسرے میں وہی طول تین الفی نہ پڑھیں کیونکہ طول کی مقدار ایک قول پر پانچ اور دوسرے پر تین الفی ہے۔ پس جس قول کو پہلی جگہ اختیار کرلیا ہو تلاوت کے آخر تک اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

توضیح: پس اَلرَّجِيْم کے طول کے ساتھ اَلرَّحِيْم میں توسط اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں قصر صحیح نہیں کیونکہ یہ تینوں مدہ ہیں اور اسی طرح وَالصَّيْف کے قصر کے ساتھ اَلْبَيْت میں توسط اور خَوْف میں طول بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ تینوں لین ہیں پس جو وجہ ایک میں پڑھی ہو وہی دوسرے اور تیسرے میں پڑھنی چاہیے اور لین اور مدہ کے جمع ہونے کی صورت میں اگر مدہ پہلے ہو جیسے مُنِيْب۔ وَالطَّيْرُ (سباع ۱ و ۲) میں ہے تو مدہ کے طول کے ساتھ تو لین میں تینوں صحیح ہیں اور مدہ کے توسط کے ساتھ لین میں توسط اور قصر اور مدہ کے قصر کے ساتھ لین میں صرف قصر ہوگا اور کل وجوہ چھ ہو جائیں گی اور اگر لین پہلے ہو جیسے اَلسَّيْرِ۔ اٰمِنِيْنَ (سباع ۲) تو اس صورت میں بھی چھ ہوں گی لین کے قصر کے ساتھ مدہ میں تینوں اور لین کے توسط کے ساتھ مدہ میں طول و توسط اور لین کے طول کے ساتھ مدہ میں صرف طول اور عقلاً نو نکلتی ہیں مثلاً مُنِيْب کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ وَالطَّيْرُ کی تین تین اور ایسی عقلی وجوہ کو (جن میں مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے کسی شرط کی کمی ہو جائے) ضربی وجوہ کہتے ہیں۔ اور ان کا پڑھنا اولیٰ کے خلاف ہے۔ پس اَلرَّجِيْم۔ اَلرَّحِيْم۔ اَلْعٰلَمِيْنَ تینوں میں ضربی وجوہ پچھتر ہیں اس طرح پر کہ اَلرَّجِيْم میں پانچ ہیں۔ (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر تینوں اسکان کے ساتھ (۴) روم قصر کے ساتھ (۵) وصل اور اَلرَّحِيْم میں بھی یہی پانچ ہیں اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں اسکان کی تین ہیں پس اَلرَّجِيْم کی پانچ کو اَلرَّحِيْم کی پانچ کے ساتھ ملانے سے پچیس ہو جائیں گی اور ان پچیس میں سے ہر ایک کے ساتھ اَلْعٰلَمِيْنَ کی تین تین پڑھنے سے پچیس تیا پچھتر ہو جائیں گی اور ان میں صحیح ستائیس ہیں (۱ تا ۹) اَلرَّجِيْم کے اسکان کی تینوں میں سے ہر ایک پر اَلرَّحِيْم میں تین تین سکون۔ روم، وصل اور سب میں مقدار وہی رہے گی جو اَلرَّجِيْم میں ہوگی البتہ روم اور وصل دونوں قصر کے ساتھ ہوں گے (۱۰ تا ۱۲) اَلرَّجِيْم کے روم پر اَلرَّحِيْم اَلْعٰلَمِيْنَ میں اسکان کی تینوں یکساں مقدار کے ساتھ (۱۳ تا ۱۵) اَلرَّجِيْم۔ اَلرَّحِيْم دونوں کے روم پر اَلْعٰلَمِيْنَ کی تینوں (۱۶ تا ۱۸) اَلرَّجِيْم میں روم اور اَلرَّحِيْم میں وصل اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں تینوں پھر وصل اول فصل ثانی میں چھ (۱۹ تا ۲۱) اَلرَّجِيْم میں وصل اور اَلرَّحِيْم۔ اَلْعٰلَمِيْنَ میں سکون کی تینوں یکساں مقدار کے ساتھ (۲۲ تا ۲۴) اَلرَّجِيْم کے وصل ہی کے ساتھ اَلرَّحِيْم میں روم اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں تینوں (۲۵ تا ۲۷) پھر وصل کل میں اَلْعٰلَمِيْنَ کی تینوں اس تفصیل میں پوری طرح غور کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح وجوہ نکالنے کا طریقہ خوب سمجھ میں آجائے گا۔ مزید تفصیل درکار ہو تو سراج القراءۃ مصنفہ قاری عبداللہ صاحب تھانوی مرحوم کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ کیجئے جو مجموعہ ضیاء القراءۃ میں چھپی ہے۔

النحو و العربیہ: ۱۷۶/۹ دونوں جاروں میں سے جس کو چاہیں مَا کی خبر قرار دے سکتے ہیں۔ ۱۷۷/۱۰ (۱) مُدَّی کی دال پر روایتہ" فتحہ ہے۔ (۲) فَوَاتِح۔ فَاتِحَۃٌ کی جمع ہے یعنی وہ چیز جس سے ابتدا کی جائے۔ (۳) عین میں اعراب اور تنوین ضرورت کی بناء پر ہے۔ (۴) اَلْوَجْهَانِ سے وہی دو وجوہ مراد ہیں جو پہلے شعر میں مذکور ہیں کیونکہ نکرہ کے بعد وہی اسم معرفہ ہو کر آیا ہے پس یہ فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (مزمل ع ۱) کی طرح ہے' اسی لیے سخاوی نے ثانی کی طرح اول میں بھی توسط و طول ہی مراد لیا ہے۔ (۵) وَالطُّوْلُ فُضّلاً کبریٰ ہے اور صرف فُضّلاً صغریٰ ہے۔ ۱۷۸/۱۱ (۱) لَیْسَ کی خبر مقدر ہے اَیْ بَعْدَ اَلِفِهَا (۲) یُمطلاً مَطَلْتُ الْحَدِیْدَۃَ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب لوہے کو آگ میں گرم کرنے کے بعد اس کو ہتھوڑہ سے چھیدتے ہیں تاکہ دراز ہو جائے یا مَطَلَ بِالدَّیْنِ سے ہے کیونکہ قرض کے ادا کرنے میں تاخیر ہونے سے بھی مدت میں درازی ہو جاتی ہے۔

مد حروف لین

۱۲/۱۷۹ وَاِنْ تَسْكُنِ الْیَاءُ بَیْنَ فَتْحٍ وَهَمْزَةٍ ۔۔۔ بِكِلْمَةٍ اَوْ وَاوٍ فَوَجْهَانِ جُمِّلَا

ترجمہ: اور اگر یا یا واوٗ (ایسے) فتحہ اور (ایسے) ہمزہ کے درمیان ساکن ہوں جو دونوں ایک کلمہ میں ہوں (یعنی واو یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے) تو (اس یا اور واو میں ورش کے لیے) ایسی دو وجوہ ہیں جو (مد کے ذریعہ) خوبصورت بنا دی گئی ہیں۔

۱۳/۱۸۰ بِطُوْلٍ وَقَصْرٍ وَصْلُ وَرْشٍ وَوَقْفُهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ سُكُوْنِ الْوَقْفِ لِلْكُلِّ اُعْمِلَا

ترجمہ: (یعنی اس واوٗ اور یا لین میں) ورش کا وصل اور ان کا وقف (دونوں) طول اور قصر (مد میں کمی کرنے یعنی توسط) کے ساتھ ہیں (پس واو اور یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے تو ان میں ورش کے لیے وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں) اور وقف کے سکون میں یہی دونوں (وجوہ) سب کے لیے استعمال کی گئی ہیں (یعنی اگر لین کے بعد والے حرف پر سکون یا اشمام سے وقف کر دیں تو اس واو یا لین میں سب کے لیے طول اور توسط ہے)

۱۴/۱۸۱ وَعَنْهُمْ سُقُوْطُ الْمَدِّ فِیْهِ وَوَرْشُهُمْ ۔۔۔ یُوَافِقُهُمْ فِیْ حَیْثُ لَا هَمْزَ مُدْخَلَا

ترجمہ: اور ان (قراء) سے اسی (وقفی سکون) میں (لین میں) مد کا ساقط ہونا (بالکل نہ کھینچنا) بھی (منقول) ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(پس تینوں وجوہ نکل آئیں) اور ان میں کے ورش جو ہیں وہ (لین کے قصر میں) اس جگہ میں ان (قراء) کی موافقت کرتے ہیں جس میں ایسا ہمزہ نہ ہو جو (کلمہ کے اصلی حروف میں) داخل (و شامل) کیا گیا ہو (یعنی اگر واؤ' یا لین کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے خَوْف خَیْر تب تو باقین کی طرح ورش کے لیے بھی تینوں وجوہ ہیں اور اگر لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ ہو جیسے شَیْءٌ سَوْءٍ تو ورش کے لیے تو دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں قصر بالکل نہیں اور باقین کے لیے وصلاً" صرف قصر اور وقفاً" تینوں وجوہ ہیں)

١٥/١٨٢ وَفِیْ وَاوِ سَوْءَاتٍ خِلَافٌ لِوَرْشِهِمْ وَعَنْ كُلِّنِ الْمَوْءُوْدَةُ اقْصُرْ وَمَوْئِلَا

ترجمہ: اور سَوْاٰتُ (اعراف ع ۲ و ع ۳ و طٰہٰ ع ۷) کے واو (لین) میں ان میں کے ورش کے لیے خلاف ہے (یعنی اس میں توسط اور قصر ہے طول کسی سے بھی نہیں) اور اَلْمَوْءُدَۃُ (تکویر) اور مَوْئِلًا (کہف ع ۸ کے واو لین) کو (ورش کے) سب (ناقلین) سے قصر کے ساتھ پڑھ (اور طول و توسط نہ کر)

شرح: واو' یا لین کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آجائے جیسے سَوْءَۃَ سُوْءٍ کَهَیْئَۃِ شَیْءٌ تو اس واو اور یا میں ورش کے لیے وصل و وقف دونوں حالتوں میں دو وجوہ ہیں (۱) طول پانچ الفی تاکہ لین اور ہمزہ میں پوری طرح جدائی ہو جائے (۲) توسط تین الفی کیونکہ جدائی کے لیے اتنی مقدار بھی کافی ہے اور اگر لین کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے خَلَوْا اِلٰی۔ اِبْنَیْ اٰدَمَ تو اس صورت میں اپنے قاعدہ کے موافق نقل کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں لین میں طول و توسط کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر واو یا لین کے بعد والا حرف وقف یا ادغام کی بناء پر ساکن ہو جائے عام ہے کہ وہ حرف ہمزہ ہو جیسے شَیْءٌ سَوْءٍ یا کوئی اور حرف ہو جیسے مَیْت خَوْف اور بِالْخَیْر لَّقُضِیَ۔ لَقَوْلُ رَّسُوْلٍ تو اس صورت میں ورش کے سوا سب کے لیے تین وجوہ ہیں (۱) قصر اس لیے کہ سکون بھی عارضی ہے اور واو یا سے پہلے حرف کی حرکت بھی موافق نہیں ہے (۲) توسط (۳) طول دو ساکنوں میں جدائی کرنے کے لیے اور اگر اشام سے وقف کریں تب بھی یہی حکم ہے ہاں روم کی صورت میں صرف قصر ہوگا۔ رہے ورش سو جن کلمات میں لین کے بعد ہمزہ نہ ہو ان میں تو ان کے لیے بھی اوروں کی طرح تین وجوہ ہیں اور جن کلمات میں لین کے بعد ہمزہ ہو ان میں وصل و وقف دونوں حالتوں میں طول و توسط دو وجوہ ہیں قصر بالکل نہیں جیساکہ اوپر بھی تین جگہ ذکر آچکا ہے لیکن سَوْاٰتِهِمَا اور سَوْاٰتُهُمَا اور سَوْاٰتِكُمْ جو (اعراف ع ۲ و ع ۳ میں چار اور طٰہٰ ع ۷ میں ایک) پانچ جگہ آیا ہے۔ اس کے واو میں ناقلین کا خلاف ہے اور حق یہ ہے کہ یہ خلاف قصر و توسط میں ہے کیونکہ جو حضرات لین میں طول روایت کرتے ہیں وہ سب سَوْاٰتِ کے واو کے مستثنیٰ کرنے پر متفق ہیں.اور جو اس کے واو میں توسط نقل کرتے ہیں وہ بدل میں بھی صرف توسط بتاتے ہیں پس سَوْاٰتُ میں کل چار وجوہ ہوں گی (۱ تا ۳) واو کے قصر پر اٰتِ کے الف کی تینوں (۴) واو کے توسط پر اٰتِ کے الف میں بھی صرف توسط۔ اور اگر پہلے بدل ہو پھر لین جیسے اعراف ع ۳ میں اٰدَمَ کے بعد سَوْاٰتِ ہے تو اس صورت میں بھی چار وجوہ ہوں گی یعنی (۱ و ۲) اٰدَمَ اور اٰتِ کے قصر و طول پر تو سَوْ میں صرف قصر (۳ و ۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اٰدَمَ اور اٰتِ کے توسط پر سَوْ میں قصر و توسط اور اَلْمَوْءُدَةُ (تکویر) اور مَوْئِلاً (کہف ع ۸) ان دونوں کے واو لین میں تمام ناقلین کے قول پر صرف قصر ہے ان میں طول و توسط کسی نے بھی نقل نہیں کیا اس بناء پر کہ یہ دونوں وَأْدٌ اور وَأْلٌ سے بنے ہیں۔ پس ان میں واو کا سکون عارضی ہے۔

تنبیہہ اول: جعبریؒ نے سَوْاٰت (اعراف و طٰہٰ) میں نو وجوہ بتائی ہیں اس طرح پر کہ سَوْ میں بھی تین ہیں طول و توسط عام قاعدہ کی اور قصر استثناء کی بناء پر اور اٰتِ میں بھی بدل کی تین ہیں پس اول کی تینوں میں سے ہر ایک پر ثانی میں تین تین پڑھنے سے کل نو ہو جائیں گی۔ لیکن حق وہی ہے جو شرح میں درج ہوا کہ اس میں کل چار وجوہ ہیں۔ چنانچہ محققؒ فرماتے ہیں۔

وَسَوْاٰتِ قَصْرُ الْوَاوِ وَالْهَمْزَ ثَلِّثَنْ وَوَسِّطْهُمَا فَالْكُلُّ اَرْبَعَةٌ فَادْرِ

یعنی سَوْاٰتِ میں واو کے قصر کے ساتھ ہمزہ میں تینوں ہیں پھر دونوں کا توسط ہے۔ پس کل چار ہو گئیں۔

تنبیہہ دوم: لین میں توسط روایت کرنے والے بدل میں تینوں وجوہ بتاتے ہیں اور لین میں طول نقل کرنے والے بدل میں صرف طول روایت کرتے ہیں پس لین و بدل کے جمع ہونے کی صورت میں کل چار وجوہ صحیح ہیں اگر پہلے بدل ہو پھر لین جیسے اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا (بقرہ ع ۲۱) تو بدل کے قصر و توسط پر تو لین میں صرف توسط ہوگا اور بدل کے طول پر لین میں توسط اور طول دونوں ہوں گے اور اگر لین پہلے ہو پھر بدل جیسے شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (احقاف ع ۳) تو لین کے توسط پر بدل میں تینوں ہوں گی اور لین کے طول پر بدل میں بھی صرف طول ہوگا اور یائی (امالہ) بدل اور یائی لین بدل کے جمع ہونے کی صورت میں جو وجوہ پیدا ہوتی ہیں ان کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الفتح و الامالہ شعر نمبر ۲۴ و ۲۵ کی شرح میں آئے گی۔

فائدہ: (۱) شَيْءٍ سُوْءٍ وغیرہ میں جو ورش کے لیے مد ہے وہ مد متصل کے قبیل سے ہے گو اس میں ہمزہ لین کے بعد ہے اور اُولٰٓئِكَ وغیرہ کا مد سبکی قراءۃ پر متصل ہے پس ان کا مد لَآمّٓ مِيْمّٓ کے مد کی طرح ہے کیونکہ محل مد دونوں میں مدہ ہے گو سبب مد اول میں ہمزہ اور ثانی میں سکون ہے اور شَيْءٍ سُوْءٍ وغیرہ میں ورش کا مد عَيْنٓ اور جُزْءٌ کے مد کی طرح ہے کیونکہ محل مد دونوں میں لین ہے اور سبب اول قسم میں ہمزہ اور ثانی میں سکون ہے (۲) چونکہ متصل اور منفصل لین، بدل چاروں میں مد کا سبب ہمزہ ہے اس لیے اولیٰ یہ تھا کہ ان چاروں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے پھر مد لازم کو لاتے اور اس کو مدغم و مظہر کی طرف تقسیم کرتے اور وہ صورت بھی بتاتے جس میں مدہ حذف ہو جاتا ہے نیز یہ کہ مد لازم مقطعات میں بھی ہوتا ہے اور غیر مقطعات میں بھی اور حالین میں ہوتا ہے پھر وقفی مد کو بیان کرتے لیکن چونکہ مد لازم، وقفی لین یہ تینوں تیسیر میں نہیں تھے اس لیے پہلے تیسیر کے مضمون کو نظم کیا پھر ان کو بیان کیا (۳) جُمِّلاَ کے جیم کو رمز بھی بنا سکتے ہیں پس اس کے بعد جو وَرْشٍ آرہا ہے وہ اور جیم تکرار رمز کے قبیل سے ہو جائیں گے (۴) ورش کے لیے لین میں طول اس لیے ہے کہ ہمزہ کے متصل ہونے کی بناء پر یہ مد متصل کے حکم میں ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توسط اس لیے ہے کہ لین کا مرتبہ مدہ سے کم ہے اور حصری کا عمل صرف طول پر ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

وَفِیْ مَدِّعَیْنٍ ثُمَّ شَیْءٍ وَّسَوْءَةٍ — خِلَافٌ جَرٰی بَیْنَ الْأَئِمَّةِ فِیْ مِصْرِ

فَقَالَ اُنَاسٌ مَدُّہٗ مُتَوَسِّطٌ — وَقَالَ اُنَاسٌ مُفْرِطٌ وَّبِہٖ اُقْرِیْ

سوال: بِطُوْلٍ وَّ قَصْرٍ میں قصر سے توسط کس بناء پر مراد لیا ہے حالانکہ قصر تمام جگہ ترک مد کے معنی میں آیا ہے اور لفظ قصر سے ذہن بھی اسی معنی کی طرف منتقل ہوتا ہے پس بِطُوْلٍ وَّ قَصْرٍ کے معنی یہ ہونے چاہئیں تھے کہ لین میں ورش کے لیے دو وجوہ ہیں (۱) طویل مد (۲) بالکل مد نہ کرنا۔ جواب: چونکہ توسط اس مقدار کا نام ہے جو مد طویل اور ترک مد کے درمیان ہوتی ہے اور لین جب مدہ کے قصر والی مقدار پر پہنچ جاتا ہے تو یہ بھی مقدار میں اپنے ترک مد اور مد طویل کے درمیان ہو جاتا ہے اس لیے اس کے توسط کو قصر سے تعبیر کر دیا۔ پس یہاں قصر سے مدہ والا قصر مراد ہے جو ایک الفی مد کے معنی میں ہے لین والا قصر مراد نہیں جو بالکل مد نہ کرنے کے معنی میں ہے۔ جس کو شعر ۱۴ میں سُقُوْطُ الْمَدِّ سے تعبیر کیا ہے جو قرینہ ہے اس پر کہ یہاں قصر سے توسط مراد ہے ورنہ ورش اور دیگر قراء میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا۔ اور یہی مدہ کے قصر والی مقدار ان حضرات کے قول کے اعتبار سے توسط کے قریب ہو جاتی ہے جو متصل اور منفصل میں ورش کا طول تین الفی بتاتے ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سبب کے وجود سے پہلے لین میں طبعی مد بالکل نہیں ہوتا اسی لیے حروف صحیحہ کی طرح لین کا بعد کے واو اور یا میں ادغام کیا جاتا ہے۔ جیسے عَصَوْا وَّکَانُوْا اور اِخْشَیْ یَّا رِھِنْدُ اور مدہ میں سبب سے پہلے بھی طبعی مد ہوتا ہے اسی لیے اس کا ادغام نہیں ہوتا تاکہ اس کی مدیت فوت نہ ہو جائے پس اس مقدار پر قصر بمعنی منع صادق آتا ہے۔ یعنی ایک الفی مد پر زیادتی نہ کی جائے اور لین میں چونکہ مد بالکل نہیں ہوتا اس لیے اس پر قصر بمعنی منع صادق نہیں آتا۔ پس لین کا قصر یہ ہے کہ اس میں تھوڑا سا مد کیا جائے جس سے وہ مدہ کے قصر کی مقدار تک پہنچ جائے۔ پس چونکہ لین کے توسط کی مقدار تقریباً مدہ کے قصر کے برابر تھی اس لیے اس کے توسط کو قصر سے تعبیر کر دیا (ابراز) (۵) ورش نے جو لین میں مد کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب حروف لین پر مدہ کے احکام جاری کرتے ہیں۔ چنانچہ (۱) لین کے بعد والے حرف کا ادغام کرتے ہیں جیسے ثُوْبْ بَّکْرٍ۔ دُوَیْبَّةٌ (۲) واو یا لین اپنے مقارب میں مدغم نہیں ہوتے (۳) مدہ کی طرح دونوں لین بھی شعر میں ردیف واقع ہوتے ہیں (۴) جو حضرات بَکْرٍ۔ نَصْرٍ وغیرہ میں موقوف علیہ کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف نقل کرتے ہیں وہ بھی زَیْد۔ عَوْن جیسی مثالوں میں لین کی طرف نقل نہیں کرتے (۶) جس طرح مدہ میں پہلے ہمزہ کو بیان کیا تھا پھر سکون کو اسی طرح لین میں کیا ہے (۷) سَوْاٰتِ کے واو میں توسط کی وجہ تو ظاہر ہے اور قصر کی دو وجوہ ہیں (۱) یہ واو اصل کے لحاظ سے مفتوح تھا پھر تخفیفاً ساکن ہو گیا اس بناء پر کہ فَعْلَةٌ کی جمع فَعَلَاتٌ عین کے فتحہ سے آتی ہے ثَمَرَاتٌ اور جَفَنَاتٌ کی طرح (۲) اس میں دو مد لین اور بدل جمع تھے اور دونوں ضعیف تھے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے ان میں خلاف ہے اس لیے ایک مد کو کم کر دیا اور گو جَآءُوْ اور اَلنَّبِیّٖنَ میں بھی دو مد جمع ہیں لیکن ان میں سے پہلا قوی اور متفق علیہ ہے۔ سوال: اگر بدل کا ہمزہ ساکن کے بعد ہو تو ورش مد نہیں کرتے پھر سَوْاٰتِ میں بدل کہاں ہے۔ جواب: مد بدل ساکن صحیح کے بعد منع ہے نہ کہ حرف علت ساکن کے بعد بھی نیز یہ واو اصل میں مفتوح تھا جیسا کہ ابھی شعر نمبرے میں گذرا پس یہی فتحہ واو کے قصر اوراٰتِ کے بدل میں مد کی علت بن گیا۔ پس علت ایک ہے اور حکم دو ہیں اسی لیے حصری نے اس کے بارہ میں یہ چیستاں کہی ہیں۔

سَأَلْتُكُمْ يَامُقْرِئِي الْغَرْبِ كُلِّهِ   وَمَامِنْ سُؤَالِ الْحِبْرِ عَنْ عِلْمِهٖ بُدٌّ

اے پورے ملک مغرب کے معلمین میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اور عالم سے علمی باتوں کا سوال ہوا ہی کرتا ہے۔

بِحَرْفَيْنِ مُدُّوْ اذَا وَمَا الْمَدُّ اَصْلُهٗ   وَذَالَمْ يَمُدُّوْهُ وَمِنْ اَصْلِهِ الْمَدُّ

یعنی دو حرف ہیں جن میں سے اس ایک میں ناقلین نے مد کیا ہے حالانکہ اسمیں اصل کے لحاظ سے مد نہ ہونا چاہیے تھا۔ (اس سے مراد سَوْاٰتِ کا مد بدل ہے کیونکہ اس کا ہمزہ ساکن کے بعد ہے) اور اس دوسرے حرف میں مد نہیں کیا حالانکہ اس میں اصل کے اعتبار سے مد ہونا چاہیے تھا (اس سے مراد سوْاٰتِ کا واو لین ہے جس کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ آرہا ہے اور جواب اوپر گذر چکا ہے)۔

وَقَدْ جُمِعَا فِيْ كِلْمَةٍ مُّسْتَبِيْنَهٍ   عَلٰى بَعْضِكُمْ تَخْفٰى وَمِنْ بَعْضِكُمْ تَبْدُوْ

اور وہ دونوں مد ایک ظاہر اور (مشہور) کلمہ میں جمع ہیں جو تم میں سے بعض سے پوشیدہ ہے اور بعض پر ظاہر ہے۔

اور ناظم رحمتہ اللہ نے اس چیستاں کو اپنے ان اشعار میں حل کیا ہے۔

عَجِبْتُ لِاَهْلِ الْقِيْرَوَانِ وَمَا جَدُّوْا   لَدٰى قَصْرِ سَوْاٰتٍ وَّفِيْ هَمْزِهَا مَدُّوْا

مجھے اہل قیروان اور ان کے اہتمام پر تعجب ہے کہ وہ ورش کے لیے سَوْاٰت کے واو میں قصر اور ہمزہ میں مد بدل کرتے ہیں۔

لِوَرْشٍ وَّمَدُّاللِّيْنِ لِلْهَمْزِ اَصْلُهٗ   سِوٰى مَشْرَعِ الثُّنْيَا اِذَا عَذُبَ الْوِرْدُ

حالانکہ ورش کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ہمزہ کے سبب سے لین میں مد کیا کرتے ہیں سوائے استثناء کے موقع اَلْمَوْءُدَةُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مُؤَنِّلاً کے کہ ان کے واو میں قصر ہی کرتے ہیں جب کہ اس استثناء کی توجیہ کا گھاٹ شیریں ہو گیا ہے یعنی اس کی توجیہ نہایت عمدہ ہے جو ابھی ۹ میں آئے گی۔

وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ حَرْفُ مَدٍّ يَمُدُّهٗ سِوٰى مَاسُكُوْنٌ قَبلَهٗ مَالَهٗ مَدٌّ

اور مد بدل میں ہر جگہ مد کیا کرتے ہیں ہاں اگر بدل کے ہمزہ سے پہلے سکون ہو تو اس مدہ میں مد نہیں کرتے۔

وَفِيْ هَمْزِ سَوْاٰتٍ يَمُدُّ وَقَبْلَهٗ سُكُوْنٌ بِلَا مَدٍّ فَمِنْ اَيْنَ ذَا الْمَدُّ

اور اس پر بھی سَوْاٰتٍ کے ہمزہ میں مد بدل کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے سکون ہے اور وہ ساکن مدہ بھی نہیں ہے پھر اس میں مد بدل کہاں سے آیا ہے اور کس بناء پر ہے۔

يَقُوْلُوْنَ عَيْنُ الْجَمْعِ فَرْعٌ سُكُوْنُهَا فَذُو الْقَصْرِ بِالتَّحْرِيْكِ الْاَصْلِيِّ يَعْتَدُّ

وہ حضرات اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس جمع کے عین کلمہ (کے واو) میں اصل فتحہ ہے اور سکون فرع ہے اور عارضی ہے پس اس واو میں قصر کرنے والے اس کی اس حرکت اصلی کا اعتبار کرتے ہیں۔

وَيُوْجِبُ مَدَّ الْهَمْزِ هٰذَا بِعَيْنِهٖ لِاَنَّ الَّذِيْ بَعْدَ الْمُحَرَّكِ مُمْتَدٌّ

اور یہی تحریک اصلی واو کا فتحہ ہمزہ کے مد بدل کی بھی علت بن جاتی ہے کیونکہ حرکت کے بعد والے ہمزہ میں مد بدل ہوا ہی کرتا ہے۔

وَلَوْلَا لُزُوْمُ الْوَاوِ قَلْبًا لَّحُرِّكَتْ بِجَمْعٍ بِفَعْلَاتٍ فِي الْاَسْمَاءِ عَقْدٌ

اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حرکت کے باعث واو لزوماً" الف سے بدل جائے گا تو وزن فَعْلَاتٍ کی جمع میں اس واو کو حرکت دے دی جاتی چنانچہ اسماء میں یہی دستور جاری ہے کہ فُعْلَةٌ کی جمع فَعَلَاتٌ آتی ہے۔

وَتَحْرِيْكُهَا وَالْيَا هُذَيْلٌ وَّاِنْ فَشَا فَلَيْسَ لَهٗ فِيْمَا رَوٰى قَارِئٌ عَدٌّ

اور اس وزن کی جمع میں واو اور یا کو حرکت دینا اگرچہ ہذیل کا مشہور لغت ہے لیکن قراء کی روایات میں اس کا کوئی شمار اور اعتبار نہیں۔

وَلِلْحُصَرِيْ نَظْمُ السُّوَالِ بِهَا وَكَمْ عَلَيْهِ اعْتِرَاضٌ حِيْنَ زَايَلَهُ الْجِدُّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يَّعْتَنِيْ وَجْهَ اللهِ بِالْعِلْمِ فَلْيُعِنْ عَلَيْهِ وَاِنْ عَنّٰى بِهٖ خَانَهُ الْجَدُّ

ابراز المعانی حاشیہ ص ۹۳

اور حصری نے سَوْاٰت کے بارے میں منظوم سوال کیا ہے اور اس پر بہت سے اعتراض ہیں لیکن کوشش و تحقیق سے وہ سب کافور ہو جاتے ہیں اور جو شخص علم کے ذریعہ رضائے مولیٰ کا طالب ہو اسے چاہیے کہ علم پر دوسروں کی اعانت کرے اور اگر بلاوجہ کسی کو دشوار علمی بات کی تکلیف دے گا تو نصیبہ اور یہ علمی مقام اس سے رخصت ہو جائیں گے (ابراز المعانی حاشیہ صفحہ ۹۳) (۸) سَوْاٰت کے ساتھ ضمیر نہیں لائے تاکہ پانچوں کو شامل ہو جائے (۹) سَوْاٰت کے واو میں قصر کے ساتھ توسط بھی ہے اور اَلْمَوْءٗدَۃُ کے واو لین میں صرف قصر ہے کیونکہ اس میں ثقل زیادہ تھا اس بناء پر کہ دونوں مد دو واووں میں تھے اور ہمزہ پر ضمہ تھا اس لیے لین کے مد کو ترک کر دیا اور مَوْئِلاً میں قصر اس لیے ہے کہ اپنے پاس والے راس آیت مَوْعِدًا کا ہم شکل ہو جائے۔

النحو و العربیہ: ۱۸۰/۱۳ اُعْمِلاَ اُسْتُعْمِلاَ کے معنی میں ہے۔ چنانچہ نابغہ شیبانی کہتا ہے۔

اِمْدَحِ الْكَأْسَ وَمَنْ اَعْمَلَهَا وَاهْجُ قَوْمًا قَتَلُوْنَا بِالْعَطَشْ

۱۸۱/۱۴ مُدْ خَلاً هَمْزٍ کی صفت ہے جو لائے نفی جنس کا اسم ہے اور جب لائے جنسیہ کا اسم نکرہ مفرد ہو تو اس کی صفت میں بناء اور اعراب دونوں جائز ہیں بناء کی صورت میں مَدْخَلاً کا الف اطلاقیہ ہوگا اور معرب ہونے کی تقدیر پر الف تنوین سے بدلا ہوا ہوگا۔ ۱۸۲/۱۵ وَعَنْ كُلٍّ کا تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔اَیْ وَعَنْ كُلِّ الْقُرَّاءِ۔

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ

(اس میں انیس شعر ہیں)

ساتواں باب ان دو ہمزوں کے احکام کے بیان میں جو ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں

شرح: (۱) چونکہ بقرہ میں بِمَآ اُنْزِلَ کے بعد ءَاَنْذَرْتَهُمْ ہے اور اس میں دو ہمزہ جمع ہیں۔ اس لیے اس باب کو باب المد و القصر کے بعد لائے ہیں اور یہاں سے لیکر مسلسل پانچ بابوں تک ہمزہ ہی کے احکام بیان کیے ہیں۔ پہلے ایک کلمہ کے پھر دو کلموں کے دو دو ہمزوں کے پھر تین بابوں میں ایک ہمزہ کے احکام ہیں۔ (۲) ہمزہ میں تحقیق اصل ہے اور تخفیف اہل حجاز کا لغت ہے جو تسہیل و ابدال، حذف و نقل سے ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے۔ اس لیے تخفیف سے سہولت پیدا کرتے ہیں۔ اور قراآت میں بھی ان کے لغت کی رعایت رکھی گئی ہے اور اسی لیے ہمزہ کو اس کی تخفیفی صورت کے موافق کسی جگہ الف کی کہیں یا کی کہیں واو کی صورت میں لکھتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حذف کے موقعوں پر قطعاً نہیں لکھتے تھے اور ہمزہ کی رسم کی مزید توضیح گیارویں باب میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۳) قراء کے نزدیک کلمہ وہ ہے جس کو وقف کے ذریعہ مابعد سے جدا کر سکیں اور اہل صرف و نحو کی اصطلاح میں وہ ہے جو جدا معنی ظاہر کرے۔ اسی لیے ءَاَنْذَرْتَهُمْ قراء کے یہاں ایک کلمہ ہے اور اہل عربیت کے قول پر تین ہیں۔ (۴) اس باب کو آسانی سے سمجھنے کے لیے ان الفاظ کے معنی کا ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے۔ تحقیق ہمزہ کو سختی سے اور تسہیل ہمزہ کو نرمی سے پڑھنا ادخال دو ہمزوں کے درمیان ایک الف زیادہ کر دینا جیسے ءَاَلِدُ سے ءَاٰلِدُ ابدال ہمزہ کو کسی حرف علت سے بدل دینا جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ سے آنْذَرْتَهُمْ حذف: دو ہمزوں میں سے ایک کم کر کے کلمہ کو ایک ہمزہ سے پڑھنا جیسے ءَاٰمَنْتُمْ سے اٰمَنْتُمْ اور ءَاِذَا سے اِذَا (۵) ایک کلمہ میں جمع ہونے والے ہمزوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ پہلے پر تینوں میں سے کوئی سی حرکت ہو اور دوسرا ساکن ہو۔ اس صورت میں دوسرا بالاتفاق اور وجوبی طور پر فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یا سے اور ضمہ کے بعد واو سے بدل جاتا ہے جیسے اٰمَنَ۔ اِیْمَانًا۔ اُوْتِیَ اور ناظمؒ نے اس قسم کو ہمز المفرد شعر نمبر ۱۲ میں بیان کیا ہے لیکن چونکہ یہ باب ایک کلمہ کے دو ہمزوں کا ہے اور ہمز المفرد والا ایک ہمزہ کا ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ اس قسم کو اسی باب میں بیان کرتے۔ دوم یہ کہ دونوں ہمزوں پر حرکت ہو پھر ان کی دو قسمیں ہیں (الف) دونوں قطعی ہوں ان میں سے پہلے پر ہمیشہ فتحہ ہوتا ہے اور یہ اَئِمَّةً میں تو جمع کے لیے ہے اور باقی تمام کلمات میں استفہام (سوال) کے لیے ہوتا ہے۔ اور دوسرے پر تینوں حرکتیں آتی ہیں پس دو قطعی ہمزوں کی تین قسمیں ہو گئیں۔ (۱) دونوں پر فتحہ ہو جیسے ءَاَنْتُمْ (۲) پہلے پر فتحہ ہو اور دوسرے پر کسرہ جیسے ءَاِنَّكَ (۳) پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ جیسے ءَاُنْزِلَ پھر ان تینوں کی دو دو قسمیں ہیں (۱) وہ جس کو سب نے استفہام (دو ہمزوں) سے پڑھا ہے جیسے ءَاَنْتَ (۲) وہ جس کو بعض نے استفہام سے اور بعض نے اخبار (ایک ہمزہ) سے پڑھا ہے جیسے ءَاٰمَنْتُمْ اور اٰمَنْتُمْ اور کلمہ دو ہمزوں والی قراءۃ پر استفہام کے لیے اور ایک ہمزہ والی پر اخبار کے لیے ہوتا ہے لیکن اَشَهِدُوْا (زخرف ع ۲) میں دونوں قراءتوں پر استفہام ہی کے لیے ہے پس دو قطعی ہمزوں کی چھ قسمیں ہو گئیں اور ان کی پوری تفصیل اسی باب کے شعر ۱۳ میں آئے گی۔ ان چھ میں ذیل کے اختلافات ہوتے ہیں۔ (۱) پہلے ہمزہ میں حذف و اثبات کا (۲) دونوں ہمزوں کے درمیان ادخال اور اس کے ترک کا (۳) دوسرے ہمزہ میں تحقیق و تسہیل ابدال، حذف و اثبات کا چنانچہ اس باب کے شعر ا میں تسہیل کو اور ۲ میں ابدال کو بیان کیا ہے اور شعر نمبر ۳ تا ۹ میں وہ پانچ کلمہ مذکور ہیں جن میں بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزہ پڑھے ہیں اور بعض تحقیق والوں نے بھی دوسرے ہمزہ کی تسہیل کی ہے اور شعر نمبر ۱۳ میں دو قطعی ہمزوں کی قسمیں بتائی ہیں اور شعر نمبر ۱۴ تا ۱۹ میں ادخال کا مسئلہ بیان کیا ہے لیکن ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴ و طٰهٰ و شعراء ع ۳) اور ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع ۶) میں ادخال و ابدال کسی کے لیے بھی نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں دوسرے ہمزہ کی بعض کے لیے تحقیق اور بعض کے لیے تسہیل ہے اور دونوں بلا ادخال ہیں پس ان میں دوسرے ہمزہ کا ابدال بتانے والے غلطی پر ہیں (ب) دو حرکت والے ہمزوں میں سے پہلا استفہامی اور قطعی اور دوسرا وصلی ہو اس قسم میں بھی پہلے پر صرف فتحہ ہوتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے پر فتحہ بھی آتا ہے اور کسرہ بھی۔ پس جب دوسرے پر کسرہ ہو تو وہ حذف ہو جاتا ہے جیسے اَفْتَرٰی اَسْتَکْبَرْتَ اور جب دونوں پر فتحہ ہو تو وصلی میں سب کے لیے ابدال و تسہیل دو وجوہ ہوتی ہیں جیسے آٰلْئٰنَ اور اس قسم کا بیان شعر ۱۰ تا ۱۲ میں آئے گا اس میں بھی ادخال قطعاً نہیں ہے۔ ان دونوں نمبروں کو ذہن نشین کر لینے سے پورا باب بالکل آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔

دوسرے ہمزہ کی تسہیل

۱/۱۸۳ وَتَسْهِیلُ اُخْرٰی هَمْزَتَیْنِ بِکِلْمَةٍ ‌ ‌ ‌ سَمَا وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ لِّتَجْمُلَا

ترجمہ: اور (ان) دو ہمزوں میں کے آخر والے (یا پچھلے) ہمزہ کا جو ایک کلمہ میں ہوں (سما والوں کے لیے) تسہیل سے پڑھنا بلند ہو گیا ہے (یعنی اس کی وجہ ظاہر اور مشہور ہے اور وہ تخفیف ہے) اور (اسی آخری) فتحہ والے (ہمزہ کی تسہیل) میں (لام والے ہشام کے لیے) خلاف ہے (یعنی تحقیق و تسہیل دونوں ہیں اور یہ تسہیل) اس لیے (ہے) کہ کلمہ (یا ہمزہ آسان ہو جانے کی بناء پر) حسین (و خوبصورت) ہو جائے۔

دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال

۲/۱۸۴ وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ ‌ ‌ ‌ لِوَرْشٍ وَّفِیْ بَغْدَادَ یُرْوٰی مُسَهَّلَا

ترجمہ: اور تو کہہ دے کہ یہ (دوسرا فتحہ والا ہمزہ) ورش کے لیے اہل مصر سے تو الف سے بدل گیا ہے اور بغداد میں (انہیں ورش کے لیے) یہ (ہمزہ) اس حالت میں روایت کیا جاتا ہے کہ تسہیل کیا ہوا ہو (یعنی ءَاَنْتُمْ جیسے کلمات میں ورش کے ناقلین میں سے اہل مصر دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال اور اہل بغداد تسہیل بتاتے ہیں۔)

شرح: یعنی اگر دو قطعی ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہو جائیں اور دونوں پر حرکت ہو جن کی تین قسمیں ہیں جو ءَاَنْذَرْتَهُمْ ءَاِنَّکُمْ ءَاُنْزِلَ جیسے کلمات میں پائی جاتی ہیں تو سما والے تینوں نافع ابن کثیر، ابو عمرو تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اور ہشام کے لیے صرف پہلی قسم میں (جبکہ دونوں ہمزوں پر فتحہ ہو جیسے ءَاَنْتُمْ سب جگہ) دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور تحقیق دونوں میں اور تحقیق زیادات میں سے ہے اور دوسری قسم (ءَاِنَّکَ جیسے کلمات) میں سے صرف ءَاِنَّکُمْ (فصلت ع ۲) میں اور تیسری قسم (اَؤُنَبِّئُکُمْ جیسے کلمات) میں سے صرف ءَاُنْزِلَ (ص ع ۱) اور ءَاُلْقِیَ (قمر ع ۲) میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور تحقیق دونوں ہیں اور ورش کے لیے ءَاَنْتُمْ جیسے کلمات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جبکہ دوسرے ہمزہ پر فتحہ ہو) دو وجوہ ہیں (ا) دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال اور اس کے بعد ءٰالِدُ (ہود ع ۷) اور ءٰامِنتُم (ملک ع ۲) میں ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں قصر ہو گا اور باقی کلمات میں اس الف میں مد لازم ہے کیونکہ سب میں الف کے بعد ساکن لازم موجود ہے پس ابدال کے بعد ءٰالِدُ اور ءٰانتُمْ پڑھتے ہیں (۲) دوسرے ہمزہ کی تسہیل' ابدال ان کے ناقلین میں سے اہل مصر کا اور تسہیل اہل بغداد کا مذہب ہے اور دانیؒ نے ابدال کی وجہ ابو الفتحؒ اور ابن خاقانؒ سے اور تسہیل ابو الحسنؒ سے پڑھی ہے لیکن ءَاٰمَنتُمْ (اعراف ع ۱۴ و طٰہٰ و شعراء ع ۳) اور ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع ۶) میں صرف تسہیل ہے ابدال نہیں اور تسہیل و ابدال کی تعریف آٹھویں باب کے شعر ۱۲ میں آئے گی اور باقی دو قسموں (اَئِنَّکَ۔ ءَاُنزِلَ جیسے کلمات) میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال ہے اور ابن کثیر کے لیے تینوں قسموں میں تسہیل بلا ادخال ہے اور شعر ۱۴ تا ۱۹ میں آئے گا کہ قالون' ابو عمرو' ہشام دونوں ہمزوں کے درمیان ادخال کا الف بھی زیادہ کرتے ہیں اور اس کی پوری تفصیل وہاں ہی آئے گی اور ادخال و تسہیل کے ملانے سے جو قراء تیں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی وہاں ہی بتائی جائیں گی۔ یہاں تو صرف تسہیل کا مسئلہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ سما کے لیے تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل ہے اور فتحہ والے میں ورش کے لیے الف سے ابدال بھی ہے۔ پس ءَاَنتُمْ جیسے کلمات میں ان کے لیے دو وجوہ ہو گئیں اور ہشام کے لیے صرف پہلی قسم میں تسہیل و تحقیق دونوں ہیں اور باقی ساڑھے تین ۔(ابن ذکوان اور کوفیین) کے لیے تینوں قسموں میں دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال ہے اور بعض جگہ ان میں سے بعض نے اپنے قواعد کے خلاف بھی کیا ہے جس کا بیان آئے گا۔

تنبیہہ: ءَاَنتَ میں ورش کے لیے وقفاً" صرف تسہیل ہو گی کیونکہ ابدال کرنے سے اس میں پے در پے ایسے تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک بھی اس طرح مدغم نہیں ہے جس طرح صَوَآفَّ میں دوسرا ساکن مدغم ہے اور اس کی نظیر کلام عرب میں نہیں ہے اور اَرَاَیتَ اور اَفَرَاَیتَ بھی ءَاَنتَ کی طرح ہیں کہ ان میں بھی ورش کے لیے وقفاً" صرف تسہیل ہو گی اتحاف البریہ میں ہے۔

ءَاَنتَ فَسَهِّلْ مَعْ أَرَيْتَ بِوَقْفِهِ وَيَمْنَعُ اِبْدَالًا سَوَاكِنُهُ الْوِلَا

یعنی ءَاَنتَ اور اَرَاَیتَ میں وقفاً" صرف تسہیل ہے اور اس میں جو لگاتار تین ساکن آ رہے ہیں وہ ابدال کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور سید ہاشم کہتے ہیں کہ اَرَاَیتَ میں وقفاً" ابدال بھی جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی یا میں توسط کیا جائے پس اب اس میں دو مد ہو جائیں گے (ا) ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں طول (۲) اور یا میں توسط (ارشاد المرید) اور ءَاَنتُمْ اور اَرَاَیتُمْ اور اَرَاَیتَکُمْ میں چونکہ تین ساکن جمع نہیں ہوتے اس لیے ان میں وقفاً" بھی ابدال و تسہیل دونوں صحیح ہیں۔

فائدہ ا: (ا) تسہیل کو بلند اس لیے کہا کہ اکثر عرب اسی پر ہیں اور عربیت کے اماموں کے یہاں یہی مختار ہے کیونکہ جب ایک ہمزہ میں طرح طرح سے تخفیف کی جاتی ہے تو دوسرے کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں بدرجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولیٰ جائز ہونی چاہیے (۲) تسہیل کی وجہ سہولت ہے اور ابدال میں کامل درجہ کی آسانی ہے (۳) ہشام نے جو پہلی قسم میں سب جگہ اور باقی دو میں بعض جگہ تسہیل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک قسم کی دو حرکتیں بھی مثلین کے مرتبہ میں ہونے کے سبب ثقیل سمجھی جاتی ہیں (۴) ءَاَنْتَ جیسے کلمات میں ورش کے لیے تسہیل قیاسی اور ابدال سماعی ہے اور قطرب کہتے ہیں کہ یہ قرشی لغت ہے اور گو قیاسی نہیں لیکن کثیر الاستعمال ہونے کی بناء پر پسندیدہ ہے اور مد حاجز بن جاتا ہے اور یہ فتحہ کے بعد ہر ہمزہ مفتوحہ میں جائز ہے اکیلا ہو خواہ دوسرے ہمزہ کے ساتھ ہو اور حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کلام میں بھی آیا ہے سَالَتْ هُذَيْلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاحِشَةً (۵) بعض کہتے ہیں کہ ورش کے لیے ءَاَنْتَ وغیرہ میں تسہیل کی صورت میں بھی مد ہونا چاہیے کیونکہ تسہیل والا ہمزہ بھی ساکنہ کی طرح ہے اور اسی لیے اس سے ابتداء نہیں کی جاتی لیکن یہ محض قیاس ہے۔

فائدہ ۲: ءَاٰمَنْتُمْ میں تینوں جگہ اور ءَاٰلِهَتُنَا میں کلمہ کے طویل ہونے کی بناء پر نہ ورش کے لیے ابدال ہے اور نہ قالون، ابو عمرو، ہشام کے لیے ادخال پس جعبری نے جو ءَاٰمَنْتُمْ میں ابدال بیان کر دیا ہے وہ صحیح نہیں اور اسی طرح علی قاریؒ اور ابن القاصح ابو شامہ کی یہ تقریر بھی درست نہیں کہ ءَاَنْذَرْتَهُمْ جیسے کلمات میں ورش کے لیے دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے والے ءَاٰمَنْتُمْ میں بھی ابدال کرتے ہیں پھر چونکہ ہمزہ کے بعد دو الف جمع ہو جاتے ہیں اس لیے ایک کو حذف کر دیتے ہیں۔ ابو عمرو دانیؒ نے ایجاز میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس اب ورش کی قراءۃ بھی حفص کی طرح اٰمَنْتُمْ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اس میں ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں۔ پس لفظاً" دونوں قراءتیں متحد ہیں لیکن ذیل کی تین باتوں میں دونوں ایک دوسری سے جدا ہیں (۱) ماخذ کے لحاظ سے (کہ اصل میں ورش کے لیے ءَاٰمَنْتُمْ اور حفص کے لیے اٰمَنْتُمْ ہے) (۲) مقتضیٰ کے اعتبار سے (کہ ورش کی قراءۃ پر استفہام کے اور حفص کی قراءۃ پر اخبار کے معنیٰ دے گا) (۳) مد کی وجوہ کے اعتبار سے (کہ ورش کے لیے ہمزہ کے بعد والے الف میں بدل کی تینوں وجوہ ہیں اور حفص کے لیے صرف قصر ہے) انتہی۔ اور ابو بکر ازفوی نے بھی اس میں ابدال بیان کیا ہے۔ محققؒ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کو یہ دھوکہ اس سے ہو گیا کہ اصبہانی اس کلمہ میں ورش سے حفص کی طرح اخبار (ایک ہمزہ) روایت کرتے ہیں اس سے ان حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ اس کی یہ شکل ابدال کی بناء پر ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ازرق کے طریق سے ورش کے لیے استفہام (ءَاٰمَنْتُمْ) ہے اور ابدال صحیح نہیں۔

النحو و العربیہ: بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ (۱) هَمْزٌ مصدر ہے جو غَمْزٌ۔ ضَغْطٌ۔ دَفْعٌ دھکا مارنے، بھینچنے (دھکا دینے) کے معنیٰ میں ہے۔ ہجا کے حروف میں سے سب سے پہلے حرف کو ہمزہ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے میں آواز کو ایک دھکا سا لگتا ہے اور تنگی پیش آتی ہے۔ (۲) مِنْ كَلِمَةِ الْمَعْلُوْدَتَيْنِ مقدر کے متعلق ہے اور بعض مِنْ کو فِيْ کے معنیٰ میں کہتے ہیں۔ اس صورت میں اس کے معنیٰ واضح ہیں اور اب اَلْمُجْتَمِعَتَيْنِ کے متعلق ہو گا شعر ۱۸۳/۱ (۱) تسہیل نکرۂ مخصّصہ ہے کیونکہ یہ اُخریٰ کی طرف مضاف ہے جس میں موصوف کی طرف مضاف ہونے کی بناء پر تخصیص پائی جا رہی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ بِكَلِمَةٍ کو هَمْزَتَيْنِ کی صفت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیں اور اگر اس کو تسہیل کی صفت مان لیں تو پھر تخصیص کی وجہ ظاہر تر ہے۔ (۲) اُخْرٰی اسم تفضیل ہے جیسا کہ مَرَّةً اُخْرٰی (طٰہٰ ع ۲) میں ہے اور کبھی اَخِیْرَۃٌ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ یہاں ہے پس یہ اُخْرٰی اَخِیْرَۃٌ یا مُتَاَخِّرَۃٌ کے معنی میں ہے چنانچہ قرآن میں اَلنَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ (عنکبوت ع ۲) اور اَلنَّشْاَۃَ الْاُخْرٰی (نجم ع ۳) دونوں طرح آیا ہے اور اسی لیے اس کے مقابلہ میں اُوْلٰی ہی استعمال کیا ہے جو اَلنَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی (واقعہ ع ۲) میں ہے اور وَقَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ (اعراف ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے ای قَالَتِ الْفِرْقَۃُ الْمُتَقَدِّمَۃُ لِلْفِرْقَۃِ الْمُتَاَخِّرَۃِ اور جَآءَ اَبِیْ فِیْ اُخْرَیَاتِ النَّاسِ اَیْ فِیْ اَوَاخِرِهِمْ اور لَا اَفْعَلُهٗ اُخْرَی اللَّیَالِیْ اَیْ اَبَدًا بھی اسی معنی میں ہے۔ (۳) ذَاتِ الْفَتْحِ مقدر کی صفت ہے ای بِهَمْزَۃٍ اَخِیْرَۃٍ ذَاتِ الْفَتْحِ (۴) لِتَجْمُلَا کا لام تسہیل کے متعلق ہے نہ کہ اس ظرف مستقر کے جو وَبِذَاتِ الْفَتْحِ خُلْفٌ میں ہے کیونکہ کلمہ میں جمال و حسن تخفیف کے سبب تسہیل سے پیدا ہوتا ہے۔ نہ کہ خُلْف سے اور یہ جَمُلَ فَهُوَ جَمِیْلٌ سے ہے۔ ۲/۱۸۴ (۱) اِلْفًا۔ تَبَدَّلْتُ کا مفعول ہے (۲) عَنْ یا تو تَبَدَّلْتُ کے متعلق ہے یا قُلْ کے یا اَنْقُلُهٗ مقدر کے (۳) مِصْرَ میں منع صرف اور صرف دونوں کی گنجائش ہے اور روایۃً "منع صرف ہے۔ اس بناء پر کہ یہ غالبًا ایک مشہور شہر کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ پس عدم صرف تانیث اور علمیت کی بناء پر ہے اور چونکہ اس کا درمیانی حرف ساکن ہے اس لیے اس میں صرف بھی جائز ہے اس بناء پر کہ سکون دو سببوں میں سے کسی ایک کا معارض بن رہا ہے یا اس لیے کہ یہ بَلْدَۃٌ کے بجائے بَلَدٌ کا نام ہے پس تانیث نہیں رہی اور قرآن میں دونوں طرح آیا ہے۔ (۴) بَغْدَادَ میں چار لغت ہیں (۱) دونوں جگہ دال مہملہ (۲) دونوں جگہ ذال معجمہ (۳) اول معجمہ ثانی مہملہ (۴) نمبر تین کا عکس اور یہی روایت ہے۔ (۵) یُرْوٰی کی ضمیر هَمْزَۃٌ کے لیے ہے جو ذُوالْفَتْحِ یا اَلْمَفْتُوْحُ یا اَلْمَذْکُوْرُ کی تاویل میں ہے اور اس کی تذکیر قافیہ (مُسَهَّلَا) کی مطابقت کے لیے ہے اور اس کے ماقبل و مابعد میں مونث کی ضمیروں کا استعمال تانیث کے اصل ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے۔

مفتوحتین کے وہ پانچ کلمات جن کو اپنی اصل کے خلاف بعض نے ایک ہمزہ سے پڑھا ہے اور دو ہمزوں والوں میں سے تحقیق والوں نے بھی تسہیل کی ہے۔

۳/۱۸۵ وَحَقَّقَهَا فِیْ فُصِّلَتْ صُحْبَۃٌ ءَاَعْـ جَمِیٌّ وَالْاُوْلٰی اَسْقِطَنَّ لِتُسْهِلَا
(صحبۃ)

ترجمہ: اور اسی (آخری فتحہ والے ہمزہ) کو صُحْبَۃٌ والوں نے فُصِّلَتْ میں (یعنی) ءَاَعْجَمِیٌّ میں تحقیق سے پڑھا ہے اور تو (اس کلمہ کی) پہلے (ہمزہ) کو (لام والے ہشام کے لیے) ضرور حذف کر دے تاکہ یہ (کلمہ) آسان ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے (یا تاکہ تو آسانی کا طریق اختیار کرنے والا بن جائے۔ پس ضد سے نکل آیا کہ باقی چار پہلے ہمزہ کو ثابت رکھ کر تحقیق سے اور دوسرے کو تسہیل سے پڑھتے ہیں۔)

۴/۱۸۶ وَهَمْزَةُ اَذْهَبْتُمْ فِي الْاَحْقَافِ شُفِّعَتْ بِاُخْرٰى كَمَا دَامَتْ وِصَالًا مُّوَصَّلَا

ترجمہ: اور (سورۃ) احقاف میں اَذْهَبْتُمْ کا (طاق) ہمزہ (ایک) اور (ایسے ہمزہ) کے (زیادہ کرنے کے) ذریعہ جفت بنا دیا گیا ہے (جو مکیؒ اور شامیؒ کی قراءۃ میں اسی طرح ہمیشہ رہنے والا ہے) جس طرح (اوروں کی قراءۃ میں) وہ (ذال کے پاس والا ہمزہ) ہمیشہ رہا ہے (ایسا جفت بنایا جانا جو ایسے) وصال (اجتماع) والا ہے (جو نقل کے ذریعہ بعض قراء سے دوسرے بعض تک) خوب پہنچایا گیا ہے (یا احقاف میں اَذْهَبْتُمْ کا ہمزہ ایک اور ہمزہ کے ذریعہ جفت بنایا گیا ہے۔ ایسا جفت بنایا جانا جو اسی طرح ہمیشہ رہنے والا ہے جس طرح اَذْهَبْتُمْ کا طاق ہمزہ ہمیشہ رہا ہے پس یہ دونوں ہمزہ مل جاتے اور مجتمع ہو جاتے ہیں ایسا ملنا جو نقل در نقل ہم تک پہنچایا گیا ہے یا یہ ہمزہ ہمزۂ توبیخ کے ساتھ جفت ہو کر ہمیشہ رہا ہے جو اکثر کلمات میں توبیخ والے ہمزہ کے ساتھ شامل ہو کر ہی آیا ہے جیسے ءَاَشْفَقْتُمْ اور احقاف کے آخر میں جو اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ ءَاَذْهَبْتُمْ میں استفہام توبیخ ہی کے لیے ہے نیز استفہام بطریق توبیخ ان کلمات میں بھی آتا ہے جن میں دوسرا ہمزہ نہ ہو جیسے اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (آل عمران ع ۱۱) اور اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ (نمل ع ۷) یعنی اَذْهَبْتُمْ میں مکیؒ اور شامیؒ کے لیے دو ہمزہ ہیں پھر مکیؒ کے لیے تو اول کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل بلا ادخال ہے اور ھشام کے لیے اول کی تحقیق اور ثانی کی تحقیق و تسہیل مع ادخال ہے اور ابن ذکوان کے لیے دونوں کی تحقیق بلا ادخال ہے اور ضد سے نکل آیا کہ باقی پانچ کے لیے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق ہے۔)

۵/۱۸۷ وَفِيْ نُوْنَ فِيْ اَنْ كَانَ شَفَّعَ حَمْزَةُ وَشُعْبَةُ اَيْضًا وَّالدِّمَشْقِيْ مُسَهِّلَا

ترجمہ: اور (سورۃ) نون میں (یعنی اس کے) اَنْ كَانَ میں (ہمزہ کو) حمزہؒ نے جفت بنایا ہے اور (ابوبکر) شعبہ نے بھی اور (ابن عامر) دمشقی نے (بھی) اس حالت میں کہ وہ (دمشقی اس کے دوسرے ہمزہ کی) تسہیل (بھی) کرنے والے ہیں (یعنی حمزہؒ اور ابوبکرؒ اور ابن عامرؒ کے لیے ءَاَنْ كَانَ ہے پھر ان میں سے ابوبکر اور حمزہ کے لیے تو دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال ہے اور ھشام کے لیے دوسرے ہمزہ کی تسہیل مع ادخال ہے اور ابن ذکوان کے لیے تسہیل بلا ادخال ہے اور باقی ساڑھے چار (سما، حفص، کسائی) کے لیے اَنْ كَانَ ہے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق ہے)

۶/۱۸۸ وَفِيْ اٰلِ عِمْرَانَ عَنِ ابْنِ كَثِيْرِهِمْ يُشَفَّعُ اَنْ يُّؤْتٰى اِلٰى مَا تَسَهَّلَا

ترجمہ: اور (سورۃ) آل عمران (ع ۸) میں (نہ کہ مدثر میں) ان (قراء) میں کے ابن کثیر سے اَنْ يُّؤْتٰى (کا ہمزہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جفت بنایا جاتا ہے اس حالت میں کہ (دو ہمزوں کے جمع ہو جانے کی بناء پر) یہ (اَنْ یُّؤْتٰی) ان (الفاظ) کی طرف (ملایا گیا) ہے جن میں وہ (دوسرا ہمزہ) تسہیل والا ہو گیا ہے (یعنی ابن کثیر ایک ہمزہ زیادہ کر کے ءَاَنْ یُّؤْتٰی پڑھتے ہیں اور اپنے قاعدہ کے موافق اول کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل بلا ادخال کرتے ہیں اور باقی چھ کے لیے تحقیق و فتحہ والا ایک ہمزہ ہے۔)

۷ (ص)
۱۸۹ وَطٰهٰ وَفِى الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا بِهَا ءَاٰمَنْتُمْ لِلْكُلِّ ثَالِثًا اُبْدِلَا

ترجمہ: اور طٰهٰ (جو ہے) اس میں اور اعراف اور شعرا میں ءَاٰمَنْتُمْ ہے (جس میں بعض نے اپنی اصل کے خلاف کیا ہے یا ءَاٰمَنْتُمْ جو ہے وہ طٰهٰ میں اور اعراف و شعرا میں ان تینوں سورتوں میں ہے) یہ سب کے لیے (الف سے) بدل دیا گیا ہے اس حالت میں کہ وہ (بدل جانے والا اس کا) تیسرا (حرف) ہے (یا یہ سب کے لیے تیسرا حرف ہونے کے اعتبار سے الف سے بدل دیا گیا ہے یعنی ءَاٰمَنْتُمْ اصل میں ءَءَاْمَنْتُمْ تھا اس کے تیسرے ہمزہ کو سب نے وجوبی طور پر الف سے بدل دیا ہے۔)

۸ (ص)
۱۹۰ وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ وَلِقُنْبُلٍ بِاِسْقَاطِهِ الْاُوْلٰى بِطٰهٰ تُقُبِّلَا
صحبۃ

ترجمہ: اور صحبہ (والوں) نے (اس کے) دوسرے (ہمزہ) کو تحقیق سے پڑھا ہے اور یہ (ءَاٰمَنْتُمْ) قنبل کے لیے طٰهٰ (ع ۳) میں اس (قنبل) کے پہلے ہمزہ کو حذف کرنے کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔

۹
۱۹۱ وَفِىْ كُلِّهَا حَفْصٌ وَّاَبْدَلَ قُنْبُلٌ فِى الْاَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوَ وَالْمُلْكِ مُوْصِلَا

ترجمہ: اور حفص نے ان (تینوں میں) کے تمام (کلمات) میں (پہلے ہمزہ کو حذف کیا ہے) اور قنبل اعراف اور ملک میں (ءَاٰمَنْتُمْ اور ءَاَمِنْتُمْ کے) اس (پہلے ہمزہ) کے بدلہ میں واو لے آئے ہیں اس حالت میں کہ وہ (ءَاٰمَنْتُمْ کا فِرْعَوْنُ کے اور ءَاَمِنْتُمْ کا اَلنُّشُوْرُ کے ساتھ) وصل کرنے والے ہوں (اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین کے لیے ان تینوں کلمات میں دو ہمزہ ہیں اور دوسرے کی تسہیل ہے۔)

شرح: ان سات اشعار میں چھ کلمات بیان کیے ہیں جن میں بعض نے مذکورۂ بالا اصول کے خلاف کیا ہے۔

اول: ءَاَعْجَمِیٌّ (فصلت ع ۵) اس میں پانچ قراء تیں ہیں۔ (۱) صحبہ' ابوبکر' حمزہ اور کسائی کے لیے دو ہمزہ اور دونوں کی تحقیق بلا ادخال۔ (۲) ہشام کے لیے ایک ہمزہ کے حذف سے اَعْجَمِیٌّ اور تحقیق کی ضد سے نکل آیا کہ باقی چار کے لیے دو ہمزہ ہیں اور دوسرے کی تسہیل ہے اور اس کی تشریح یہ ہے۔ (۳) قالون اور ابو عمرو کے لیے دوسرے کی تسہیل مع ادخال (ءَاَعْجَمِیٌّ) (۴) ورش کے لیے دو وجوہ (الف) دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال مد لازم کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آعْجَمِیٌّ) (ب) دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال۔ (۵) ابن کثیر' ابن ذکوان' حفص کے لیے ورش کی دوسری وجہ کی طرح دوسرے کی تسہیل بلا ادخال یہاں ابن ذکوان اور حفص نے اپنی اصل کے خلاف تسہیل کی ہے۔ دوم: اَذْهَبْتُمْ (احقاف ع ۲) اس میں ابن کثیر اور ابن عامر کے لیے استفہام دو ہمزہ ہیں اور باقی پانچ کے لیے اخبار ایک ہمزہ ہے۔ اور اس میں بھی پانچ قراء تیں ہیں۔ (۱) ابن کثیر کے لیے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (۲) ہشام کے لیے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل مع ادخال۔ (۳) انہی کے لیے دوسرے کی تحقیق مع ادخال۔ (۴) ابن ذکوان کے لیے دو ہمزہ اور دوسرے کی تحقیق بلا ادخال (۵) باقی پانچ کے لیے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق۔ سوم: اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ (نٓ والقلم ع ۱) اس میں ابوبکر اور حمزہ اور ابن عامر کے لیے دو ہمزہ ہیں (ءَاَنْ كَانَ) پھر ان میں سے ابوبکر و حمزہ کے لیے دوسرے کی تحقیق اور ابن عامر کے لیے تسہیل ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے ایک ہمزہ ہے۔ پس اس میں چار قراء تیں ہیں۔ (۱) ابوبکر و حمزہ کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال (۲) ہشام کے لیے دوسرے کی تسہیل مع ادخال (۳) ابن ذکوان کے لیے تسہیل بلا ادخال (یہاں ہشام نے اپنی اصل کے خلاف صرف تسہیل کی ہے اور فتحہ والی دو ہمزوں کے دیگر مقامات کی طرح تسہیل و تحقیق دونوں نہیں پڑھیں اور ابن ذکوان نے بھی اصل کے خلاف تسہیل کی ہے کیونکہ دوسرے مقامات میں ان کے لیے تحقیق ہے اور بعض نے ان کے لیے ءَاَعْجَمِیٌّ اور ءَاَنْ كَانَ میں ادخال بھی بیان کیا ہے لیکن تیسیر میں ہے کہ یہ نظر اور قیاس دونوں کے خلاف ہے کیونکہ جب ابن ذکوان دونوں ہمزوں کی تحقیق کی صورت میں ادخال نہیں کرتے حالانکہ وہ ثقیل بھی ہیں تو پھر دوسرے کی تسہیل کی صورت میں جبکہ ان میں ثقل بھی نہیں ہے ادخال کرنے کے کیا معنی) (۴) باقی ساڑھے چار کے لیے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق سے اَنْ كَانَ چہارم: اَنْ يُّؤْتٰی (آل عمران ع ۸) اس میں دو قراء تیں ہیں (۱) ابن کثیر کے لیے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (ءَاَنْ يُّؤْتٰی) (۲) باقی چھ کے لیے ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق۔ پنجم: ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴ و طٰهٰ و شعراء ع ۳) اس میں اصل کے لحاظ سے تین ہمزہ تھے یعنی ءَءَاْمَنْتُمْ تھا پہلے دونوں پر فتحہ تھا اور تیسرا ساکن تھا ان میں سے تیسرے کو تو سب الف سے بدلتے ہیں اور باقی دو میں اختلاف ہے اور اس میں چار مذہب ہیں (۱) ابوبکر' حمزہ اور کسائی کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق بلا ادخال (۲) نافع' بزی' ابو عمرو' ابن عامر کے لیے دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (۳) حفص کے لیے تینوں میں ایک ہمزہ اور اس کی تحقیق (اٰمَنْتُمْ) (۴) قنبل کے لیے طٰهٰ میں حفص کی طرح ایک ہمزہ سے (اٰمَنْتُمْ) اور شعرا میں بزی وغیرہ کی طرح دو ہمزہ اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال سے (ءَاٰمَنْتُمْ) اور اعراف میں فِرْعَوْنُ کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں تو پہلے ہمزہ کا فتحہ والے واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ) اور فِرْعَوْنُ سے جدا کر کے ابتداء یا اعادہ کرنے کی صورت میں بزی کی طرح پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال۔ ششم: ءَاَمِنْتُمْ (ملک ع ۲) اس میں چھ قراء تیں ہیں۔ (۱) قالون اور ابو عمرو و ہشام کے لیے دوسرے کی تسہیل مع ادخال (۲) ہشام کے لیے دوسری وجہ میں دونوں کی تحقیق مع ادخال (۳) ورش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بزی کے لیے دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (۴) ورش کے لیے دوسری وجہ میں دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال صرف قصر کے ساتھ (اٰمِنْتُمْ) (۵) قنبل کے لیے اَلنُّشُوْرُ کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں پہلے ہمزہ کا فتحہ والے واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال (اَلنُّشُوْرُ وَاٰمِنْتُمْ) اور ءَاَمِنْتُمْ سے ابتدا کرنے کی صورت میں بزی کی طرح اول کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل بلا ادخال۔ (۶) باقی ساڑھے تین ابن ذکوان اور کوفیین کے لیے دونوں کی تحقیق بلا ادخال۔

فائدہ: (۱) دانی نے ان کلمات کو اصول کے بجائے ان کی سورتوں میں جدا جدا بیان کیا ہے اور تسہیل والوں کے مذہب کو بِھَمْزَۃٍ وَّ مَدَّۃٍ سے تعبیر کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل ہے۔ پس تسہیل والے ہمزہ کو مجازاً مدہ کہہ دیا ہے (۲) ان چھ میں سے اول کے پانچ کلمات میں دو ہمزہ استفہام توبیخی کی بناء پر ہیں اور ایک ہمزہ کا حذف یا تو قرینہ پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ہے یا اخبار کی بناء پر پہلی صورت میں دونوں قراءتیں استفہام توبیخی کے معنی دیں گی اور دوسری صورت میں دونوں کے معنی جدا جدا ہوں گے اور اخبار کی صورت میں اَذْھَبْتُمْ الخ کے معنی یہ ہیں کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم نے دنیا میں اپنی لذتیں اور خواہشیں خوب پوری کر لی ہیں پس اب آخرت میں تمہارے لیے کوئی نعمت باقی نہیں رہی اور اَنْ یُّؤْتٰی میں اخبار کے معنی یہ ہیں لَا تُصَدِّقُوْا بِاَنْ یُّؤْتٰی اور ءَاَنْ کَانَ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ ای اَتُطِیْعُہٗ لِاَنْ کَانَ ذَا مَالٍ اور اَنْ کَانَ کی تقدیر یَکْفُرُ لِاَنْ کَانَ اَوْلَا تُطِعْہُ لِاَنْ کَانَ ہے اور بعض نے نافع سے اس میں ہمزہ کا کسرہ بھی نقل کیا ہے جو شاذ ہے اور ابن ذکوان نے اصل کی مخالفت دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے کی ہے اور ءَاَمِنْتُمْ میں تفریق دونوں لغتوں کو جمع کرنے اور نقل کے اتباع کی بناء پر ہے۔ (۳) ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ ءَاَذْھَبْتُمْ میں ہشام کے لیے دوسرے ہمزہ کی تحقیق ناظمؒ سے پہلے حضرات میں سے کسی کی تصنیف میں بھی میری نظر سے نہیں گذری تاہم اگر ثابت ہو جائے تو وہ بھی ادخال کے ساتھ ہوگی لیکن یہ قیاس کے موافق نہیں ہے دیکھو ءَاَنْ کَانَ (ن) میں بھی ابن عامر کے دونوں راوی دو ہمزہ پڑھتے ہیں اور دونوں دوسرے کی تسہیل ہی کرتے ہیں لیکن ناظمؒ کے کلام سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں ہشام کے لیے تسہیل کی طرح تحقیق بھی ہے کیونکہ ءَاَنْ کَانَ میں تو تسہیل کی تصریح کر دی ہے اور ءَاَذْھَبْتُمْ میں تحقیق و تسہیل کچھ بھی بیان نہیں کی۔ جس سے نکل آیا کہ اس میں ہشام اپنے مذکورہ بالا قاعدہ پر ہیں اور دانی نے ایک مستقل کتاب میں قراء کے صرف وہ مذاہب بیان کیے ہیں جو ایک کلمہ یا دو کلموں میں جمع ہونے والے دو ہمزوں سے متعلق ہیں۔ عام ہے کہ دونوں پر ایک طرح کی حرکت ہو یا دو طرح کی سو اس میں بتایا ہے کہ ءَاَذْھَبْتُمْ میں ابن ذکوان کے لیے دو وجوہ ہیں (۱) دونوں ہمزوں کی تحقیق (۲) اول کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل نیز فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عبادؒ کی روایت پر قیاس کرنے سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں ہشام کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ان کے درمیان ادخال ہے (۴) چونکہ فتحہ والے دو ہمزوں میں سے ہشام کے لیے دوسرے کی تحقیق و تسہیل دونوں اور ابن ذکوان کے لیے صرف تحقیق ہوا کرتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے بتا دیا کہ ءَاَنْ کَانَ میں دونوں کے لیے صرف تسہیل ہے پس شعلہ کا یہ کہنا (کہ یہاں تحقیق و تسہیل و ادخال میں سب اپنے اصول پر ہیں) صحیح نہیں (۵) ابو محمد مکیؒ کی مجلس میں کسی نے پوچھا کہ کیا قرآن میں ورش کی قراءۃ پر حاجز کے بغیر دو تخفیف والے ہمزہ جمع ہوئے ہیں تو جواب میں یہ الفاظ فرمائے۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ مَنْ اٰمَنَ ءَاٰمَنْتُمْ ءَاٰلِهَتُنَا۔ هٰؤُلَآءِ یٰاٰلِهَةً مِنَ السَّمَآءِ یٰاٰیَةً (۶) ءَاٰمَنْتُمْ میں ہشام نے تخییر کے بجائے صرف تسہیل کی ہے اور ابن ذکوان نے تحقیق کے بجائے تسہیل کی ہے۔ (۷) قنبل کے لیے فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ اور اَلنُّشُوْرُ وَاَمِنْتُمْ میں واو سے ابدال اس لیے ہے کہ ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کی تخفیف اسی طرح ہوا کرتی ہے اور ابتداء میں چونکہ ہمزہ سے پہلے ضمہ نہیں رہتا اس لیے ابدال بھی نہیں کرتے۔ (۸) گو ءَاَمِنْتُمْ (ملک) میں تیسرا ہمزہ نہیں ہے۔ لیکن ابدال میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کو یہاں تبعاً بیان کر دیا ہے اور اسی لیے اس کو دوبارہ سورۂ ملک میں بھی بیان کیا ہے۔

النحو و العربیہ: ۱۸۵/۳ (۱) ءَاَعْجَمِیٌّ یا تو فُصِّلَتْ سے بدل البعض ہے اور اس کا رفع حکائی ہے یا وَهِیَ مقدر کی خبر ہے۔ (۲) لِتَسْهُلَا یا تو افعال سے ہے ای لِتَرْکَبَ الطَّرِیْقَ السَّهْلَ یا کَرُمَ سے ای لِتَخِفَّ الْکَلِمَةُ بِسَبَبِ حَذْفِ الْهَمْزَةِ ۱۸۶/۴ (۱) کَمَا دَائِمَةٍ مقدر کے متعلق ہے جو اُخْرٰی کی صفت ہے ای بِزِیَادَةِ هَمْزَةٍ اُخْرٰی دَائِمَةٍ کَدَوَامِ هَمْزَةِ اَذْهَبْتُمْ (۲) وِصَالاً۔ شُفِّعَتْ کے مفعول مطلق کی صفت ہے ای تَشْفِیْعًا ذَا وِصَالٍ اور مُوَصَّلاً مَوْصُوْلاً کا مبالغہ ہے اور وِصَالاً کی صفت ہے ای مَنْقُوْلاً بِوَصْلِ بَعْضِ الْقُرَّاءِ اِلٰی بَعْضٍ (۳) اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کَمَا تَشْفِیْعًا مقدر کی صفت کے متعلق ہے ای تَشْفِیْعًا دَائِمًا کَدَوَامِهَا اور اس صورت میں وِصَالاً۔ تَوَاصَلَ مقدر کا مفعول مطلق ہوگا (۴) یا تقدیر اس طرح ہے کَمَا دَامَتْ مُشَفَّعَةً بِهَمْزَةِ التَّوْبِیْخِ مُوَاصِلَةً لَّهَا فِیْ اَکْثَرِ الْکَلِمَاتِ ۱۸۷/۵ (۱) نون کے دوسرے نون کو دو ساکن جمع ہونے کے سبب فتحہ کی حرکت دے دی ہے (۲) فِیْ اَنْ کَانَ جار کے اعادہ کے ساتھ نون سے بدل البعض ہے (۳) دِمَشْقِیْ یائے نسبت کی تخفیف کے ساتھ ہے ۱۸۸/۶ اِلٰی مَضْمُوْمًا مقدر کے متعلق ہے جو اَنْ یُّؤْتٰی سے حال ہے۔ ۱۸۹/۷ (۱) طٰهٰ پہلا اور ءَاٰمَنْتُمْ دوسرا مبتدا ہے اور بِهَا خبر ہے اور ضمیر طٰهٰ کے لیے ہے اور وَفِی الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا۔ بِهَا پر معطوف ہے (۲) لِلْکُلِّ۔ اُبْدِلَا بالف الاطلاق کے متعلق ہے (۳) ثَالِثًا۔ اُبْدِلَا کے فاعل سے تمیز ہے جو عامل پر مقدم ہے اور اس کے جواز میں نحاۃ کا اختلاف ہے اور یہ تمیز زَیْدًا ضَرَبْتُهٗ ظَهْرًا کی طرح ہے۔ کیونکہ ظَهْرًا۔ زَیْدٌ کا اور ثَالِثًا۔ ءَاٰمَنْتُمْ کا بعض ہے اور بعض کے قول پر ثَالِثًا۔ اُبْدِلَا کے فاعل سے حال ہے جس کی ضمیر هَمْزَه کے لیے ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اُبْدِلَا کی ضمیر ءَاٰمَنْتُمْ کے لیے ہے نہ کہ همزہ کے لیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ءَاٰمَنْتُمْ مبتدا ہے اور وَطٰهٰ کی تقدیر وَفِیْ طٰهٰ ہے اور بِهَا کی ها تینوں سورتوں کے لیے ہے اور ءَاٰمَنْتُمْ سے پیشتر کے سب الفاظ خبریں ہیں اور اگر وَطٰهٰ وَفِی الْاَعْرَافِ کے بجائے وَطٰهٰ مَعَ الْاَعْرَافِ اور ثَالِثًا نُ اُبْدِلَا کے بجائے ثَالِثُهٗ اُبْدِلَا کہتے تو ان سب تکلفات سے نجات ہو جاتی صرف یہ کمی رہتی کہ اُبْدِلَا کے ہمزہ قطعی کو وصلی قرار دینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتا۔ ۸/۱۹۰ (۱) ثَانٍ میں منصوب منقوص کو وزن کے سبب مجرور کا اعراب دیا ہے اور اگر وَحَقَّقَ ثَانٍ کے بجائے وَتَحْقِيقُ ثَانٍ کہتے تو اس کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ای وَتَحْقِيقُ ثَانٍ قِرَاءَةُ صُحْبَةٍ (۲) لام اور پہلی با تَقَبَّلَا بالف اطلاق کے اور دوسری یا اسقاط کے متعلق ہے اور پہلی با یا تو مصاحبت کے لیے ہے یا سببیہ ہے اور دوسری فِي کے معنی میں ہے۔ ۹/۱۹۱ چونکہ اِیْصَال پہنچانے کے اور وصل ملانے کے معنی میں آتا ہے اور اَلْوَاصِلَةُ لِلشِّعْرِ میں بھی ملانے ہی کے معنی میں ہے اور مآل کے لحاظ سے دونوں ہم معنی ہیں کیونکہ جب ایک شے کو دوسری تک پہنچا دیا تو گویا اس کو دوسری سے ملا بھی دیا۔ اس لیے یہاں اور بقرہ شعر نمبر ۱۷ و نمل شعر نمبر ۳ میں وَاصِلاً کے بجائے مُوْصِلاً لے آئے ہیں اور گو وزن کے لحاظ سے وَاصِلاً بھی لا سکتے تھے۔ لیکن سناد کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جو قافیہ کا عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض قوافی میں تو تاسیس ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور اگر فِي الْأَعْرَافِ مِنْهَا الْوَاوُفِي الْوَصْلِ مُوْصَلاً .فتحہ صاد کہتے تو اولیٰ اور واضح ہو جاتا۔ ای مُوْصَلاً اِلٰی مَا قَبْلَهٗ۔

دو متحرک ہمزوں کی دوسری قسم جس میں پہلا استفہامی اور دوسرا وصلی ہو

(ص)

۱۰/۱۹۲ وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ بَيْنَ لَامٍ مُّسَكَّنٍ وَهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ فَامْدُدْهُ مُبْدِلَا

ترجمہ: اور اگر ہمزۂ وصلی ساکن کیے ہوئے لام (تعریف) کے اور ہمزۂ استفہام کے درمیان (واقع ہو رہا) ہو (جو ان چار کلمات میں آیا ہے (۱) ءَآلذَّكَرَيْنِ (انعام ع ۱۷ میں) دو جگہ (۲) ءَآلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) (۳) ءَآللّٰهُ (یونس ع ۶ و نمل ع ۵) ان تین میں سب کی۔ (۴) ءَآلسِّحْرُ (یونس ع ۸) (اس میں صرف ابو عمرو کی قراءۃ پر) تو تو اس (ہمزۂ وصلی یعنی ان کلمات کے دوسرے ہمزہ) کو مد سے پڑھ اس حالت میں کہ تو (اس ہمزہ کا الف سے) ابدال کرنے والا ہو (یعنی ان چاروں کلمات میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر بعد کے ساکن کے سبب اس الف میں مد لازم کر اور ءٰآلذَّكَرَيْنِ۔ آٰلْئٰنَ۔ ءٰآللّٰهُ ءٰآلسِّحْرُ پڑھ اور ان چاروں میں سب کے لیے ایک دوسری وجہ دوسرے ہمزہ کی تسہیل بھی ہے جو قصر کے ساتھ ہوتی ہے۔)

(ص)

۱۱/۱۹۳ فَلِلْكُلِّ ذَا اَوْلٰى وَيَقْصُرُهُ الَّذِيْ يُسَهِّلُ عَنْ كُلٍّ كَاٰلْاٰنَ مُثِّلَا

ترجمہ: پس (اس قسم کے چاروں کلمات میں) سب کے لیے یہ (الف سے ابدال مع مد لازم تسہیل سے) اولیٰ ہے اور (ناقلین میں سے) جو (فریق اس ہمزۂ وصلی کی) تسہیل کرتا ہے وہ اس (ہمزہ) کو تمام (قراء) سے قصر سے پڑھتا ہے (کیونکہ تسہیل کی صورت میں مدہ نہیں پایا جاتا تاکہ اس میں مد کیا جائے اور اس قسم کی مثال) آلْئٰنَ کی طرح ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس لفظ میں) وہ (ہمزۂ وصلی والی قسم) مثال کے ذریعے بیان کر دی گئی ہے۔

۱۲/۱۹۴ وَلَا مَدَّ بَيْنَ الْهَمْزَتَيْنِ هُنَا وَلَا ۔ بِحَيْثُ ثَلَاثٌ يَتَّفِقْنَ تَنَزُّلَا

ترجمہ: اور دو ہمزوں کے درمیان مد (ادخال) نہ تو یہاں (اس ہمزہ وصلی والی قسم کے چاروں کلمات میں) ہے اور نہ اس جگہ میں ہے جس میں (ایسے) تین (ہمزہ واقع ہو رہے) ہوں جو نزول کے اعتبار سے متفق ہوں (اور اکٹھے ہو رہے ہوں جو ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴ اور طٰہٰ و شعراء ع ۳) اور ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع ۶) میں ہیں پس ان چھئوں کلمات میں ادخال والوں قالون اور ابو عمرو، ہشام کے لیے بھی ادخال نہیں ہے۔)

شرح: شعر ۱۰ اگر ہمزۂ استفہام کے بعد ہمزۂ وصلی پایا جائے تو استفہامی پر تو ہر جگہ فتحہ ہی ہوتا ہے اور وصلی پر فتحہ اور کسرہ دو حرکتیں آتی ہیں۔ پس اس کی دو قسمیں ہو گئیں اول: استفہامی اور وصلی دونوں پر فتحہ ہو اور اس صورت میں وصلی کے بعد ہر جگہ لام تعریف آتا ہے اور اس قسم کے صرف چار کلمہ آئے ہیں جو اوپر ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں قیاس تو یہی چاہتا تھا کہ اس صورت میں استفہامی کی حرکت کو کافی سمجھ کر ضرورت نہ رہنے کے باعث وصلی کو حذف کر دیتے لیکن چونکہ دونوں ہمزوں پر فتحہ ہی تھا اور وصلی کو حذف کر دینے کے بعد یہ شبہ ہو جاتا کہ جو ہمزہ باقی ہے آیا وہ استفہامی ہے یا وصلی اور اس سے استفہام کے معنی کا خبر کے ساتھ التباس ہو جاتا اس لیے اس قسم میں ہمزۂ وصلی کو ثابت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وصلی کا بالکل صحیح اور سالم رکھنا بھی لحن اور نامناسب تھا اس لیے اس میں دو طرح سے تخفیف کرتے ہیں (۱) ابدال سے یعنی ہمزۂ وصلی کو الف سے بدل لیتے ہیں پھر چونکہ الف کے بعد لام تعریف بھی ساکن ہے اس لیے دو ساکنوں میں جدائی کرنے کی غرض سے اس الف میں مد لازم کرتے ہیں اور اگر اس لام ساکن پر نقل کے سبب حرکت آجائے جیسا کہ 'اٰلْـٰٔنَ' میں نافع کی قراءۃ پر ہے تو ہمزہ سے بدلے ہوئے الف (آ) میں مد کے ساتھ قصر بھی جائز ہو جاتا ہے لیکن اس کو سکون وقفی پر قیاس کر کے اس میں توسط کرنا جائز نہیں اور اس کا مفصل بیان باب المد شعر نمبر ۹ تا ۱۱ کے فائدہ میں گزر چکا ہے شعر ۱۱ اور اس ہمزہ سے بدلے ہوئے الف میں سب کے لیے ابدال مع مد لازم ہی اولیٰ ہے کیونکہ ہمزۂ وصلی، قطعی کی طرح قوی اور پختہ نہیں ہے تاکہ اس کی تخفیف تسہیل سے کی جائے نیز تسہیل کی صورت میں کلام کے درمیان ہمزۂ وصلی کو بلا ضرورت حرکت دینا لازم آتا ہے اور ابدال میں تخفیف بھی کامل درجہ کی ہے۔ (۲) ہمزۂ وصلی کی تسہیل سے۔ کیونکہ اس پر حرکت ہے اور حرکت والے ہمزہ کی تخفیف اکثر جگہ تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے اور چونکہ اس صورت میں مدہ نہیں پایا جاتا اور دو ساکن جمع نہیں ہوتے اس لیے تسہیل والے ہمزہ میں قصر ہی ہوتا ہے۔ شعر ۱۲ اور یہاں ہمزہ استفہامی اور وصلی کے درمیان ادخال والے (قالون، ابو عمرو، ہشام) ادخال کا الف بھی زیادہ نہیں کرتے یعنی ءَاٰلذَّكَرَيْنِ نہیں پڑھتے کیونکہ ہمزۂ وصلی اور جگہ وصل میں حذف ہو جایا کرتا ہے۔ پس ایسے عارضی ہمزہ کے استفہامی کے ساتھ جمع ہونے سے کلمہ میں ثقل پیدا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تاکہ الف کے ذریعہ جدائی کرنے کی حاجت پیش آئے اور اسی طرح اس کلمہ میں بھی دو ہمزوں کے درمیان ادخال نہیں کرتے جس میں اصل کے لحاظ سے تین ہمزہ ہوں جو ءَاٰمَنْتُمْ (اعراف ع ۱۴ و طٰہٰ و شعراء ع ۳) اور ءَاٰلِھَتُنَا (زخرف ع ۶) ان دو کلمات میں ہیں کیونکہ ان میں ادخال سے کلمہ میں دو الف اور دو ہمزہ جمع ہو کر ثقل اور طول ہو جاتا ہے پس (۱) ءَاٰلذَّکَرَیْنِ (۲) ءَاٰلْئٰنَ (۳) ءَاٰللّٰہُ (۴) ءَاٰلسِّحْرُ (۵) ءَاٰمَنْتُمْ (۶) ءَاٰلِھَتُنَا ان چھوں کلمات میں ادخال نہیں ہے۔ **دوم:** ہمزۂ استفہامی پر فتحہ ہو اور وصلی پر کسرہ۔ اس صورت میں ہمزۂ وصلی بالاتفاق حذف ہو جاتا ہے جیسے اَسْتَکْبَرْتَ اَسْتَغْفَرْتَ کیونکہ اس صورت میں حذف سے استفہام کا خبر کے ساتھ التباس نہیں ہوتا۔ اس بناء پر کہ ہمزہ کے فتحہ سے اس کا استفہامی ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وصلی ہوتا تو اس پر کسرہ ہوتا بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں دونوں پر فتحہ ہی تھا۔

فائدہ: (۱) ءَاٰلسِّحْرُ میں دو ہمزہ صرف ابو عمرو کی قراءۃ پر ہیں کیونکہ وہی اس کو استفہام سے پڑھتے ہیں اور دوسروں کی قراءۃ پر اس میں صرف ایک ہمزۂ وصلی ہے جو وصل میں حذف ہو جاتا ہے اور بِہِ السِّحْرُ پڑھتے ہیں (۲) قراءۃ کی کتابوں میں اختلافی مسائل بیان کیے جاتے ہیں لیکن اکثر مصنفین ان اتفاقی مسائل کو بھی بیان کر دیتے ہیں جن کے اختلافی مسائل کے ساتھ ملتبس ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اٰلْئٰنَ وغیرہ کی دونوں وجوہ اور ہمزالمفرد شعر نمبر ۱۲ اور ادغام صغیر کے آخر میں باب اَنَا قُم والا باب اور لَا تَاْمَنَّا یوسف شعر نمبر ۲ و ۳ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

النحو و العربیہ: ۱۰/۱۹۲ (۱) **سوال:** اِنْ شرطیہ کے فعل کے حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد اس فعل کا مفسر لایا جائے پھر ناظمؒ نے یہاں وَاِنْ ھَمْزُ وَصْلٍ اور آئندہ باب کے شعرے وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ الخ میں مفسر کا ذکر کس لیے نہیں کیا۔ **جواب:** چونکہ یہاں بَیْنَ اور وہاں قَبْلَ ہے اور دونوں ظرف ہیں اور ظرف مفسر پر دلالت کر رہا تھا کیونکہ ظرف عامل کو چاہتا ہے ای وَاِنْ وَّقَعَ اس بناء پر ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی (۲) وَھَمْزَۃِ الِاسْتِفْھَامِ میں لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی بناء پر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کے مطابق نقل کی بناء پر (۳) فَامْدُدْہُ اور آئندہ شعر کے وَیَقْصُرُہٗ کی ھا ہمزہ وصلی کے لیے ہے اور گو مد و قصر حروف علت کی صفات میں سے ہیں لیکن ہمزہ پر ان کا اطلاق مجاز کی بناء پر کیا ہے اور علاقہ یہ ہے کہ ہمزہ حروف علت سے بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ہمزہ کا الف سے ابدال ہوا ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ مد ابدال کے بعد ہو گا اس لیے اگر مُبْدَلاً میں دال کا فتحہ ہوتا تو اس معنی کی پوری تائید ہو جاتی اور التباس کا خوف نہ ہونے کی بناء پر یہ بھی جائز ہے کہ جملہ فَامْدُدْہُ مُبْدِلاً قلب کے باب سے ہو ای فَاَبْدِلْہُ مَادًّا ۱۱/۱۹۳ (۱) عَنْ کُلٍّ۔ یَقْصُرُ اور یُسَھِّلُ دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ (۲) کَاٰلْئٰنَ کی تقدیر وَذٰلِکَ کَاٰلْئٰنَ ہے اور مُثِّلَا مستانفہ ہے ای حَصَلَ تَمْثِیْلُ ذٰلِکَ بِمَا ذَکَرْنَاہُ اور اگر بِاٰلْئٰنَ مُثِّلَا کہتے تو ان تقدیرات کی ضرورت نہ ہوتی۔ ۱۲/۱۹۴ (۱) بِحَیْثُ پر باجارہ کا آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وَمِنْ حَیْثُ (بقرہ ع ۱۸) میں مِنْ آیا ہے۔ (۲) ثُلَاثٌ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ حَیْثُ کا مضاف الیہ ہونے کی بناء پر مجرور نہیں کیونکہ اس کی اضافت جملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف ہوا کرتی ہے (اسی لیے ع : اَمَا تَرَىٰ حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا کو شاذ کہا ہے (قاری)) (۳) يَتَّفِقْنَ- ثَلَاثٌ کی صفت ہے خبر نہیں ورنہ ثَلَاثٌ نکرہ کا مبتدا ہونا قیاس کے خلاف ہوگا اور اس کی خبر محذوف ہے- ای مُجْتَمِعَاتٌ اَوْ وَاقِعَاتٌ (۴) تَنَزُّلًا تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے ای اِتَّفَقَ نُزُوْلُهُنَّ (ابراز)

دو قطعی ہمزوں کے جمع ہونے کی تین قسمیں اور ان کی مثالیں اور یہ ادخال کے مسئلہ کی تمہید ہے

۱۳/۱۹۵ وَاضْرِبْ جَمْعَ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلٰثَةً ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ اَئِنَّا اَءُنْزِلَا

ترجمہ : اور (حرکت والے) دو (قطعی) ہمزوں کے جمع ہونے کی قسمیں تین ہیں (کیونکہ ان میں سے پہلے ہمزہ پر تو فتحہ ہی ہوتا ہے اور دوسرے پر تینوں حرکتیں آتی ہیں- اس لیے تین قسمیں ہو جاتی ہیں- اور ان قسموں کی مثالیں) ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ (اور) اَئِنَّا (لَتَارِكُوْا اور) اَءُنْزِلَ (عَلَيْهِ) ہیں (ان میں سے پہلی مثال میں دونوں پر فتحہ اور دوسری میں پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہے اور تیسری میں پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہے-)

۱۴/۱۹۶ وَمَدُّكَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَالْكَسْرِ حُجَّةٌ بِهَا لُذْ وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ لَهٗ وَلَا

ترجمہ : اور تیرا (قالون، ابو عمرو، ہشام کے لیے پہلی دو قسموں میں دوسرے) فتحہ اور کسرہ (والے ہمزہ) سے پہلے مد (ادخال) کرنا دلیل (والا) ہے (اور وہ یہ ہے کہ یہ ادخال کا الف دو ہمزوں میں جدائی کرنے کے لیے لایا جاتا ہے کیونکہ ان کے جمع ہونے سے کلمہ میں ثقل ہو جاتا ہے- نیز یہ بتانے کے لیے کہ پہلا ہمزہ ایک جدا کلمہ ہے اور اسی لیے اَئِمَّةً میں ادخال کو قوی نہیں سمجھا گیا کیونکہ اس میں پہلا ہمزہ اسی کلمہ کا ہے) تو اس (دلیل) کی طرف پناہ لے (اور اس سے مضبوطی حاصل کر) اور (ان میں سے دوسری قسم میں) کسرہ (والے ہمزہ) سے پہلے (ادخال میں ہشام کے لیے) ایسا خلاف ہے جس کے لیے (دلائل کی) مدد ہے (یعنی نقل سے موید ہے- پس قالون اور ابو عمرو کے لیے تو دونوں قسموں میں صرف ادخال ہے اور ہشام کے لیے پہلی قسم میں فقط ادخال اور دوسری میں ادخال اور عدم ادخال دونوں ہیں-)

۱۵/۱۹۷ (ص) وَفِيْ سَبْعَةٍ لَا خُلْفَ عَنْهُ بِمَرْيَمٍ وَفِيْ حَرْفَيِ الْاَعْرَافِ وَالشُّعَرَا الْعُلَا

ترجمہ : اور (اس دوسری قسم میں سے) سات کلمات (کے ادخال) میں ان (ہشام) سے خلاف نہیں ہے (یعنی ان میں صرف ادخال ہے اور وہ کلمات ایسی سورۃ) مریم (ع ۵ کے ءَاِذَا مَامِتُّ) میں اور اعراف کے دو کلمات (ءَاِنَّكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَتَأْتُونَ ع ۱۰ اور ءَ اِنَّ لَنَا ع ۱۴) اور شعرا (ع ۳ کے اَئِنَّ لَنَا) میں (ہیں) جو بلند ہیں (یا یہ تینوں سورتیں بلند ہیں یعنی قرآنی ترتیب میں آئندہ تین کلمات کی سورتوں صٓفّٰت اور فصلت پر مقدم ہیں-)

(ص)

۱۶/۱۹۸ اَئِنَّكَ اَئِفْكًا مَّعًا فَوْقَ صَادِهَا وَفِي فُصِّلَتْ حَرْفٌ وَّبِالْخُلْفِ سُهِّلَا

ترجمہ: (اور یہ کلمات) اَئِنَّکَ (اور) اَئِفْکًا میں (بھی) ہیں اس حالت میں کہ یہ دونوں (اس سورۃ صٓفّٰت ع ۲ و ۳ میں) مجتمع ہونے والے ہیں جو ان (مزکورۂ بالا سورتوں) میں کی (یا قرآن کی تمام سورتوں میں کی) صاد سے اوپر ہے اور (انہیں میں سے) ایک (ساتواں) کلمہ (اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ) فصلت (ع ۲) میں ہے اور یہ (یعنی اس کا دوسرا ہمزہ ہشام کے لیے) خلاف کے ساتھ تسہیل سے (بھی) پڑھا گیا ہے (یا ہشام نے اس کلمہ کو خلاف کے ساتھ دوسرے ہمزہ کی تسہیل سے پڑھا ہے یعنی اس میں تسہیل و تحقیق دونوں ہیں اور تحقیق زیادات میں سے ہے-)

۱۷/۱۹۹ وَاَئِمَّةً بِالْخُلْفِ قَدْ مَدَّ وَحْدَهُ وَسَهِّلْ سَمَا وَصْفًا وَّفِي النَّحْوِ اُبْدِلَا

ترجمہ: اور (اسی دوسری قسم میں سے) اَئِمَّةً کو اس (ہشام) نے اس حالت میں کہ وہ اکیلے ہیں (کلمہ کی ظاہری صورت کے اعتبار سے) ایسے مد (ادخال) سے پڑھا ہے جو ان کے خلاف کے ساتھ ہے (پس اَئِمَّةً میں پانچوں جگہ ہشام کے لیے ادخال اور عدم ادخال دونوں ہیں- دانیؒ نے ادخال ابو الفتح سے اور عدم ادخال ابو الحسن سے پڑھا ہے اور طریق ابو الفتح سے ہے اور باقین کے لیے عدم ادخال ہے کیونکہ اس میں ہمزہ اسی کلمہ کا ہے نیز اس میں دوسرا ہمزہ اصل کے اعتبار سے ساکن تھا پس حرکت کے عارضی ہونے کی بناء پر ثقل ثابت نہیں ہوا تاکہ جدائی کی حاجت ہوتی) اور تو (سما والوں کے لیے اس کے دوسرے ہمزہ کی) تسہیل کر یہ (تسہیل) صفت کے اعتبار سے (یعنی اس کی تعریف) بلند (اور مشہور) ہو گئی ہے (اور باقی چار کے لیے تحقیق ہے) اور نحو (کے قیاس) میں (یعنی نحاۃ کی رائے پر) یہ (دوسرا ہمزہ یا سے) بدلا گیا ہے (اس کو ابو علی نے حجۃ میں اور زمخشری نے مفصل میں بیان کیا ہے کیونکہ ہمزۂ ساکنہ کی تخفیف ابدال ہی سے ہوا کرتی ہے اور یا سے اس لیے بدلا ہے کہ فی الحال ہمزہ پر کسرہ ہے پس اس کلمہ میں پانچوں جگہ چار مذہب ہیں- (۱) ہشام کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق مع ادخال (۲) انہیں کے لیے تحقیق بلا ادخال (۳) سما کے لیے دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال (۴) ابن ذکوان اور کوفیین کے لیے تحقیق بلا ادخال-)

تیسری قسم فتحہ اور ضمہ والی دو ہمزوں کے درمیان ادخال کا بیان

۱۸/۲۰۰ وَمَدُّكَ قَبْلَ الضَّمِّ لَبّٰى حَبِيْبُهٗ بِخُلْفِهِمَا بَرًّا وَّجَاءَ لِيَفْصِلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور تیرا (دوسرے) ضمہ (والے ہمزہ) سے پہلے مد (ادخال) کرنا جو ہے اس (مد) کے دوست رکھنے والے نے (ہشام و ابو عمرو کے لیے) ان دونوں کے خلاف کے ساتھ (اور قالون کے لیے بلا خلاف حق تعالیٰ کی) موافقت و اطاعت کرنے والے (قاری) کو لبیک کے ساتھ جواب دیا ہے (یعنی جب قاری نے درخواست کی کہ تم دو ہمزوں کے درمیان ادخال سے پڑھا کرو تو اس حبیب نے اس کو منظور کر لیا) اور یہ (مد) اس لیے آیا ہے کہ (دو ہمزوں میں) جدائی کر دے (پس تیسری قسم کے تینوں کلمات أَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع ۲) اور ءَأُنزِلَ (صٓ ع ۱) اور ءَأُلْقِيَ (قمر ع ۲) میں ہشام کے لیے تین طریق ہیں (۱) تینوں میں تحقیق بلا ادخال اور یہ زیادات میں سے ہے (۲) تینوں میں تحقیق مع ادخال (أَؤُنَبِّئُكُمْ) اس کو دانیؒ نے ابو الفتح سے پڑھا ہے (۳) أَؤُنَبِّئُكُمْ میں تحقیق بلا ادخال اور باقی دو میں تسہیل مع ادخال یہ وجہ دانیؒ نے ابو الحسن سے پڑھی ہے اور ناظمؒ نے اس کو آئندہ شعر میں بیان کیا ہے اور ابو عمرو کے لیے تینوں میں دو وجوہ ہیں (۱) تسہیل بلا ادخال (۲) تسہیل مع ادخال اور ثانی زیادات میں سے ہے اور قالون کے لیے تینوں میں تسہیل مع ادخال ہے اور اسی قسم میں سے چوتھے کلمہ ءَأُشْهِدُوا (زخرف ع ۲) میں دو وجوہ ہیں (۱) تسہیل مع ادخال (۲) تسہیل بلاادخال اور اس کا ذکر زخرف میں آئے گا اور اس کلمہ میں دو ہمزہ نافع ہی کی قراءۃ پر ہیں اور ورش کے لیے چاروں اور ابن کثیر کے لیے تینوں میں تسہیل بلا ادخال اور ابن ذکوان اور کوفیین کے لیے تینوں میں تحقیق بلا ادخال ہے۔ (ص)

۱۹/۲۰۱ وَفِي آلِ عِمْرَانٍ رَّوَوْا لِهِشَامِهِمْ ‏ كَحَفْصٍ وَّفِي الْبَاقِي كَقَالُونَ وَاعْتَلَى
صفص

ترجمہ: اور ان ناقلین نے ان میں کے ہشام کے لیے آل عمران (ع ۲ کے أَؤُنَبِّئُكُمْ) میں حفص کی طرح (تحقیق بلا ادخال سے) اور (اس قسم میں سے) باقی (دو ءَأُنزِلَ۔ ءَأُلْقِيَ) میں قالون کی طرح (تسہیل مع ادخال سے) روایت کیا ہے اور یہ (تیسری وجہ جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے) بلند ہو گئی ہے (کیونکہ اس میں تفصیل ہے اور تینوں طرق کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہشام کے لیے آل عمران میں تو دو وجوہ ہیں (۱) تحقیق بلا ادخال (۲) تحقیق مع ادخال اور باقی دو میں تین وجوہ ہیں (۱ و ۲) آل عمران والی (۳) تسہیل مع ادخال اور چوتھی وجہ تسہیل بلا ادخال ان کے لیے کسی طریق سے بھی صحیح نہیں۔)

شرح: یعنی حرکت والے دو قطعی ہمزوں کی تین قسمیں ہیں پھر پہلی اور تیسری کی دو دو اور دوسری کی تین صورتیں ہیں اس لیے کل سات صورتیں ہو جاتی ہیں۔ پہلی قسم: جس میں دونوں ہمزوں پر فتحہ ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں (الف) وہ کلمات جن کو سب نے دو ہمزوں سے پڑھا ہو اور ایسے تیرہ کلمہ ہیں جو اکیس جگہ آئے ہیں ان میں سے دس میں تو دوسرے ہمزہ کے بعد حرف صحیح ساکن ہے اور وہ یہ ہیں (۱) ءَأَنذَرْتَهُمْ دو جگہ (بقرہ و یٰسین ع ۱ میں) (۲) ءَأَنتُمْ سات جگہ (بقرہ ع ۱۶ و فرقان و نزعت ع ۲ میں ایک ایک اور واقعہ ع ۲ میں چار) (۳) ءَأَنتَ دو جگہ (مائدہ ع ۱۶ و انبیاء ع ۵) (۴) ءَأَسْلَمْتُمْ (آل عمران ع ۲) (۵) ءَأَقْرَرْتُمْ (آل عمران ع ۹) (۶) ءَأَرْبَابٌ (یوسف ع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵) (۷) ءَاَسْجُدُ (اسراع ۷) (۸) ءَاَشْكُرُ (نمل ع ۳) (۹) ءَاَتَّخِذُ (یٰسین ع ۲) (۱۰) ءَاَشْفَقْتُمْ (مجادلہ ع ۲) اور ایک میں دوسرے ہمزہ کے بعد الف مدہ ہے۔ (۱۱) ءَاٰلِهَتُنَا (زخرف ع ۶) اور دو میں بعد والے حرف پر حرکت ہے۔ (۱۲) ءَاَلِدُ (ہود ع ۷) (۱۳) ءَاَمِنْتُمْ (ملک ع ۲) (ب) اس قسم میں سے وہ کلمات جن کو بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزوں سے پڑھا ہے۔ (۱) ءَاَنْ يُّؤْتٰى (آل عمران ع ۸) (۲) ءَاٰمَنْتُمْ تین جگہ (اعراف ع ۱۴ و طٰهٰ و شعراء ع ۳) (۳) ءَاَعْجَمِيٌّ (فصلت ع ۵) (۴) ءَاَذْهَبْتُمْ (احقاف ع ۲) (۵) ءَاَنْ كَانَ (نٓ ع ۱) اور ان پانچوں کے اختلاف کی تفصیل اس باب کے شعر ۳ تا ۹ کی شرح میں درج ہو چکی ہے ان میں سے نمبر ایک میں مکی کے لیے دو ہمزہ ہیں اور نمبر دو میں حفص کے لیے تینوں جگہ ایک ہمزہ ہے اور قنبل کے لیے طٰهٰ میں ایک ہے اور باقی دونوں میں دو ہیں اور اعراف میں وصلاً" پہلے ہمزہ کو واو سے بدلتے ہیں اور باقین کے لیے تینوں جگہ دو ہمزہ ہیں اور نمبر تین میں ہشام کے لیے ایک اور باقین کے لیے دو ہیں اور نمبر چار میں ابن کثیر اور ابن عامر کے لیے دو ہیں اور نمبر پانچ میں شامی' ابوبکر' حمزہ کے لیے دو اور باقین کے لیے ایک ہے۔ دوسری قسم: جس میں پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ (الف) استفہام مفرد جس میں صرف ایک جگہ دو ہمزہ آرہے ہوں اور سب نے دو ہی ہمزوں سے پڑھا ہو اور یہ نو کلموں میں آیا ہے جو انیس جگہ واقع ہوئے ہیں (۱) اَئِنَّكُمْ تین جگہ (انعام ع ۲ و نمل ع ۴ و فصلت ع ۲) (۲) اَئِمَّةً پانچ جگہ (توبہ ع ۲' انبیاء ع ۵' قصص ع ۱ و ع ۴ الٓمٓ السجدہ ع ۳) لیکن اس میں پہلا ہمزہ استفہام کے بجائے جمع کے لیے ہے۔ (۳) اَئِنَّ لَنَا (شعراء ع ۳) (۴) ءَاِلٰهٌ (نمل ع ۵ میں پانچ جگہ) (۵) اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (یٰسین ع ۲) (۶) اَئِنَّا لَتَارِكُوْا (۷) اَئِنَّكَ لَمِنَ (صٰفّٰت ع ۲) (۸) اَئِفْكًا (صٰفّٰت ع ۳) (۹) ءَاِذَا مِتْنَا (قٓ ع ۱) (ب) استفہام مفرد جس میں دو ہمزہ ایک ہی جگہ ہوں اور بعض نے ایک اور بعض نے دو ہمزوں سے پڑھا ہو اور اس قسم کے پانچ کلمات ہیں (۱) اَئِنَّكُمْ (اعراف ع ۱۰) اس میں نافع اور حفص کے لیے ایک اور باقی ساڑھے پانچ کے لیے دو ہمزہ ہیں (۲) اَئِنَّ لَنَا (اعراف ع ۱۴) اس میں نافع' ابن کثیر اور حفص کے لیے ایک اور باقی ساڑھے چار کے لیے دو ہمزہ ہیں۔ (۳) ءَاِنَّكَ (یوسف ع ۱۰) اس میں ابن کثیر کے لیے ایک ہمزہ اور باقین کے لیے دو ہیں (۴) ءَاِذَا مَامِتُّ (مریم ع ۵) اس میں ابن ذکوان کے لیے ایک ہمزہ بھی ہے اور دو بھی اور باقین کے لیے صرف دو ہیں (۵) ءَاِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (واقعہ ع ۲) اس میں ابوبکر کے لیے دو اور باقین کے لیے ایک ہمزہ ہے اور ان میں دو ہمزہ پڑھنے والے تسہیل و ادخال و تحقیق میں اپنے اپنے اصول پر ہیں۔ (ج) استفہام مکرر جس میں قریب قریب دو جگہ دو دو ہمزہ آرہے ہوں اور یہ صورت گیارہ جگہ بائیس کلمات میں واقع ہوئی ہے ان میں سے نو جگہ تو ءَاِذَا۔ ءَاِنَّا ہے یعنی (۱) رعد ع ۱ و ۲ و ۳ (اسراء ۵ و ع ۱۱) ۴ و ۵ مومنون ع ۵ نمل ع ۶ (۶) (الٓمٓ سجدہ ع ۱) ۷ و ۸ صٰفّٰت ع ۱ و ع ۲ (۹) واقعہ ع ۲ میں (۱۰) اور ایک جگہ یعنی عنکبوت ع ۳ میں ءَاِنَّكُمْ اَئِنَّكُمْ ہے (۱۱) اور ایک جگہ نٰزِعٰت ع ۱ میں ءَاِنَّا ءَاِذَا ہے اور اس میں اختلاف یہ ہوتا ہے کہ بعض تو ان میں سے اول میں دو اور ثانی میں ایک ہمزہ ءَاِذَا اِنَّا) پڑھتے ہیں اور بعض اس کا عکس کر کے اول میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ (اِنَّا ءَاِنَا پڑھتے ہیں اور بعض دونوں میں دو دو ہمزہ ءَاِذَا ءَاِنَّا ءَاِنَّكُمْ اَئِنَّكُمْ۔ ءَاِنَّا ءَاِذَا پڑھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ناظم نے اس صورت کا حکم سورۂ رعد میں بیان کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) نافع کے لیے اول میں دو اور ثانی میں ایک ءَاِذَا اِنَّا اور ءَاِنَّا اِذَا ہے لیکن نمل ع ۶ اور عنکبوت ع ۳ میں اس کا عکس ہے یعنی نمل میں اِذَا اَئِنَّا اور عنکبوت میں اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے (۲) اور کسائی کے لیے بھی نافع کی طرح اول میں دو اور ثانی میں ایک ہے لیکن نمل کے دوسرے میں ایک نون اور زیادہ کر کے ءَاِذَا اِنَّنَا پڑھتے ہیں۔ اور عنکبوت میں دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں۔ ءَاِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ (۳) اور ابن عامر کے لیے اول میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ ہیں اِذَا ءَاِنَّا لیکن نمل اور نٰزِعٰت میں اس کا عکس ہے اور نمل کے ثانی میں کسائی کی طرح ایک نون بھی زیادہ کرتے ہیں پس نمل میں ءَاِذَا اِنَّنَا اور نٰزِعٰت میں ءَاِنَّا اِذَا اور واقعہ میں دونوں جگہ دو دو ہمزہ ءَاِذَا ءَاِنَّا پڑھتے ہیں (۴) ابن کثیر اور حفص کے لیے سب جگہ دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں۔ لیکن عنکبوت کے پہلے میں ایک ہے پس وہاں اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے (۵) اور باقی اڑھائی ابو عمرو، ابوبکر و حمزہ کے لیے سب جگہ دونوں میں دو دو ہمزہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نافع اور کسائی کے لیے سب جگہ اول میں دو اور ثانی میں ایک اور ابن عامر کے لیے اول میں ایک اور ثانی میں دو ہمزہ ہیں لیکن نمل، عنکبوت، واقعہ، نٰزِعٰت ان چار میں بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف کیا ہے اور تفصیل اوپر آچکی ہے پھر دو ہمزہ پڑھنے والے سب حضرات تحقیق و تسہیل و ادخال میں اپنے اصول پر ہیں۔ تیسری قسم: جس میں پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ (الف) وہ کلمے جن میں سب کے لیے دو ہمزہ ہوں جو صرف تین ہیں (۱) اَؤُنَبِّئُکُمْ (آل عمران ع ۲) (۲) ءَاُنْزِلَ (صٓ ع ۱) (۳) ءَاُلْقِیَ (قمر ع ۲) (ب) وہ جس میں بعض کے لیے دو ہمزہ ہوں جو صرف ءَاُشْهِدُوْا (زخرف ع ۲) میں ہے اس میں صرف نافع کے لیے دو ہمزہ ہیں۔

ادخال و تسہیل اور قرآات کی تفصیل

(۱) قالون کے لیے اَئِمَّةً ءَاٰمَنْتُمْ ءَاٰلِهَتُنَا کے سوا تینوں قسموں میں جس جگہ بھی دو ہمزہ ہوں۔ دوسرے ہمزہ کی تسہیل مع ادخال ہے لیکن ءَاُشْهِدُوْا (زخرف) میں تسہیل بلا ادخال بھی ہے۔ (۲) ابو عمرو کے لیے بھی انہیں تینوں کلموں کے سوا پہلی اور دوسری قسم میں ہر جگہ تسہیل مع ادخال ہے اور تیسری قسم میں تسہیل مع ادخال اور بلا ادخال دونوں ہیں۔ (۳) ہشام کے لیے پہلی قسم میں ہر جگہ دو وجوہ ہیں (۱) تحقیق مع ادخال (۲) تسہیل مع ادخال لیکن ءَاَنْ كَانَ (ن) میں صرف تسہیل مع ادخال اور ءَاٰلِهَتُنَا اور ءَاٰمَنْتُمْ میں تسہیل بلا ادخال ہے اور دوسری قسم میں سے پانچ کلمات میں تو صرف ادخال ہے (جو سات جگہ آئے ہیں) اور وہ یہ ہیں۔ (۱) ءَاِنَّكُمْ (اعراف ع ۱۰ و فصلت ع ۲) (۲) ءَاِنَّ لَنَا (اعراف ع ۱۴ و شعراء ع ۳) (۳) ءَاِذَا مَا (مریم ع ۵) (۴) اَئِنَّكَ لَمِنَ (صٰفٰت ع ۲) (۵) اَئِفْكًا (صٰفٰت ع ۳) اور یہ ادخال اَئِنَّكُمْ (فصلت) میں تو تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ ہے اور باقی میں صرف تحقیق کے ساتھ ہے اور باقی سات کلمات (۱) ءَاِنَّكُمْ انعام و نمل (۲) ءَاِلٰهٌ (۳) اَئِمَّةً (۴) اَءِنَّكَ لَاَنْتَ (۵) اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ (۶) اَئِنَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَنَارٍ كُوْا (۷) ءَاِذَا مِتْنَاقَ) میں جو سولہ جگہ آئے ہیں دو وجوہ ہیں۔ (۱) تحقیق مع ادخال (۲) تحقیق بلا ادخال اور استفہام مکرر میں سے جن کلمات میں ان کے لیے دو ہمزہ ہیں ان سب میں نظم و تیسیر کی رو سے تو دونوں ہمزوں کی صرف تحقیق مع ادخال ہے اور تمام اہل مغرب اور اکثر اہل مشرق بھی اسی پر ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور نشر کی تحقیق پر ان میں دو دو وجوہ ہیں تحقیق مع ادخال اور تحقیق بلا ادخال اور فرماتے ہیں کہ قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور ارشاد المرید میں علی ضباعؒ کہتے ہیں کہ ہمارا عمل بھی دونوں وجوہ پر ہے اور تیسری قسم کے تینوں کلمات میں تین طریق ہیں جن کی تفصیل شعر ۱۸ و ۱۹ کے ترجمہ میں درج ہو چکی ہے (۴) ورش کے لیے ءَاٰلِهَتُنَا۔ ءَامَنْتُمْ کے سوا پہلی قسم کے تمام کلمات میں دو وجوہ ہیں (۱) دوسرے ہمزہ کی تسہیل بلا ادخال (۲) ہمزہ کا الف سے ابدال اور اس کے بعد اِلَّذَا مِنْتُمْ میں قصر اور باقی کلمات کے الف میں بعد کے ساکن کے سبب طول اور ءَاٰمَنْتُمْ اور ءَاٰلِهَتُنَا میں اور دوسری اور تیسری قسم کے تمام کلمات میں صرف تسہیل بلا ادخال (۵) ابن کثیر کے لیے تینوں قسموں میں سے جن کلمات میں دو ہمزہ ہیں۔ ان سب میں تسہیل بلا ادخال اور قنبل کے لیے فِرْعَوْنُ ءَاٰمَنْتُمْ اور النُّشُوْرُءَاَمِنْتُمْ میں وصلاً پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال اور دوسرے کی تسہیل ہے (۶) ابن ذکوان کے لیے ءَاٰمَنْتُمْ۔ ءَاَعْجَمِیٌّ۔ ءَاٰلِهَتُنَا۔ ءَاَنْ کَانَ میں تسہیل بلا ادخال اور باقی تمام کلمات میں تینوں قسموں میں تحقیق بلا ادخال ہے۔ (۷) حفص کے لیے ءَاَعْجَمِیٌّ میں تسہیل، بلا ادخال اور باقی تمام کلمات میں تحقیق بلا ادخال ہے۔ (۸) ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے تینوں قسموں میں سب جگہ تحقیق بلا ادخال۔ سوال: وَفِیْ سَبْعَةٍ لَّا خُلْفَ عَنْهُ سے یہ معلوم ہوا کہ ہشام کے لیے ءَاِذَا مَا (مریم) سے اَئِنَّكُمْ (فصلت) تک کے سات کلمات میں صرف ایک وجہ ہے لیکن یہ کہاں سے متعین ہوا کہ وہ ایک وجہ ادخال ہے۔ کیا ہم عدم ادخال مراد نہیں لے سکتے۔ جواب: پہلے یہ بیان کیا تھا کہ پہلی دو قسموں میں قالون اور ابو عمرو کی طرح ہشام کے لیے بھی ادخال ہے پھر وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ کہہ کر دوسری قسم سے صرف ادخال کی نفی کر دی پھر وَفِیْ سَبْعَةٍ لَّا خُلْفَ کہہ کر اس نفی کی نفی کی جو اثبات کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ پس نکل آیا کہ یہ سات کلمات اسی اصل پر ہیں جو اولاً مذکور ہوئی ہے اور وہ ادخال ہے۔

تنبیہہ: چونکہ ادخال کی صورت میں مدہ (الف) اور مد کا سبب (ہمزہ) دونوں ایک کلمہ میں جمع ہو جاتے ہیں اس بناء پر ابن شریح اشبیلی اور الدر النثیر کے مصنف اور تیسیر کے شارح عبدالواحد بن ابی السداد مالقی وغیرہ اس کو مد متصل قرار دیکر ادخال کے الف میں تحقیق والوں کے لیے صرف مد اور تسہیل والوں کے لیے مد اور قصر دونوں وجوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ الف عارضی ہے۔ لیکن ابدال کرنے والے بھی اس کا اعتبار کر کے بعد کے ساکن کے سبب ءَاَنْذَرْتَهُمْ جیسے کلمات میں مد کرتے ہیں اور جمہور کی رائے پر اس الف میں صرف قصر ہے کیونکہ یہ خود بھی عارضی ہے اس لیے اعتبار کے لائق نہیں اور اس کے بعد جو ہمزہ ہے وہ بھی مد کا ایسا قوی سبب نہیں جیسا کہ سکون لازم ہے پس اس کا ءَاَنْذَرْتَهُمْ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ محققؒ فرماتے ہیں کہ یہی تمام اہل عراق کا اور اہل شام اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے جمہور کا اور عام اہل ادا کا مذہب ہے اور بعض نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے ابن مہران

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ ءَاَنْذَرْتَهُمْ۔ ءَاِذَا۔ اَؤُنَبِّئُكُمْ وغیرہ میں دو ہمزوں کے درمیان ایک الف مدہ داخل ہوتا ہے جو دونوں میں جدائی اور ایک ہمزہ کو دوسرے سے علیحدہ کر دیتا ہے اور اس کی مقدار بالا جماع پورے ایک الف کے برابر ہے۔ انتہی۔ صاحب غیث فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تمام شیوخ سے مد کے بغیر ہی پڑھا ہے اور قیاس و نظر کا تقاضا بھی یہی ہے اور میرے خیال میں اس وقت ابن غازی وغیرہ کے مقلدین کے سوا اور کوئی بھی اس الف میں مد نہیں کرتا۔ (غیث)

فائدہ: (۱) اَئِمَّةً میں تسہیل والوں نے کلمہ کی ظاہری اور تحقیق والوں نے اصلی صورت کا لحاظ کیا ہے۔ (۲) یہاں ہشام کو اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں ادخال صرف انہیں کے لیے ہے۔ قالون اور ابو عمرو کے لیے نہیں اور خُلف کی وجہ سے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ تو پہلے ہی (وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ سے) معلوم ہو چکا ہے۔ (۳) نشر کے طرق سے اس میں سما والوں کے لیے دوسرے ہمزہ کا یا سے ابدال بھی ہے پس وَفِي النَّحْوِ اُبْدِلَا کا مطلب یہ ہے کہ تخفیف والوں میں سے اکثر قراء نے تسہیل کو اور اکثر نحاۃ نے ابدال کو پسند کیا ہے اور دونوں میں سے بعض بعض سے عکس بھی ہے کہ بعض قراء نے ابدال کیا ہے اور بعض نحاۃ نے تسہیل کی ہے۔ (۴) ابو القاسم زمخشری نے کشاف میں اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (براءۃ ع ۲) کے ذیل میں تسہیل کو پسندیدہ اور تحقیق کو قراءۃ مشہورہ اور ابدال کو لحن و تحریف بتایا ہے اور ابن الجنی نے کتاب الخصائص میں ذکر کیا ہے کہ ایک کلمہ میں جمع ہونے والے دو ہمزوں کی تحقیق اس شرط سے صحیح ہے کہ دونوں عین کلمہ ہوں ورنہ لحن ہے اور اسی بناء پر اَئِمَّةً میں کسائی کی قراءۃ کو شاذ کہا ہے اور دو کلموں کے دو ہمزوں کی تحقیق بھی ضعیف ہے گو لحن نہیں۔ انتہی۔ یہ ان کے قیاسات ہیں جو نقل کے مقابلہ میں محض بے حقیقت ہیں۔

النحو و العربیہ: ۱۳/۱۹۵ جَمْعِ اجتماع کے معنی میں ہے۔ ۱۴/۱۹۶ حُجَّةً ای ذُوحُجَّةٍ ۱۵/۱۹۷ (۱) وَفِي سَبْعَةٍ کی تقدیر یا تو وَفِي مَدِّ سَبْعَةٍ ہے یا وَمُدُّكَ فِي سَبْعَةٍ الخ ہے (۲) بِمَرْيَمَ الخ کو سَبْعَةٍ سے بدل بھی کہہ سکتے ہیں۔ (۳) اَلْعُلَا۔ عُلْيَا کی جمع ہے اور یہ یا تو تینوں سورتوں کی صفت ہے یا هِيَ مقدر کی خبر ہے۔ ۱۶/۱۹۸ (۱) مَعًا۔ مُصْطَحِبَيْنِ کے معنی میں ہو کر پہلے دونوں کلموں سے حال ہے۔ (۲) فَوْقَ صَادِهَا کی تقدیر فِي سُوْرَةٍ هِيَ فَوْقَ صَادِهَا ہے۔ ۱۷/۱۹۹ (۱) بِالْخُلْفِ۔ مَدًّا مقدر کی صفت ہے۔ (۲) وَحْدَهُ بصریین کی رائے پر مُنْفَرِدًا کے معنی میں ہو کر اور کوفیین کی رائے پر بلا تاویل حال ہوتا ہے۔ اس بناء پر کہ بصریین معرفہ کا حال ہونا جائز نہیں رکھتے اور کوفیین جائز بتاتے ہیں۔ ۱۸/۲۰۰ بَرًّا اور بَارًّا دونوں مُوَافِقًا اور مُطِيعًا کے معنی دیتے ہیں۔ اور یہ یہاں یا تو لَبَّى کے فاعل سے حال ہے یا اس کا مفعول ہے اور ترجمہ میں ثانی کو اختیار کیا ہے۔ ۱۹/۲۰۱ چاروں جار رَوَوْا کے متعلق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كِلْمَتَيْنِ

آٹھواں باب ان دو قطعی ہمزوں کے بیان میں جو دو کلموں میں اس طرح جمع ہو رہے ہوں کہ پہلا پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور دوسرا آئندہ کلمہ کے شروع میں اور ان کی دو صورتیں ہیں

(اس میں بارہ شعر ہیں)

اول: یہ کہ دونوں کی حرکت یکساں ہو۔ ان کو متفقتین کہتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) دونوں پر فتحہ ہو جیسے جَآءَ اَمْرُنَا یہ انتیس جگہ آئے ہیں (۲) دونوں پر کسرہ ہو جیسے مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِیْ (سباع ۱) اور یہ اٹھارہ جگہ آئے ہیں پندرہ جگہ سب کی اور تین جگہ بعض کی قراءۃ پر (۳) دونوں پر ضمہ ہو جیسے اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ (احقاف ع ۴) اور یہ صرف اسی جگہ آئے ہیں۔ دوم: دونوں پر دو طرح کی حرکت ہو اور ان کو مختلفتین کہتے ہیں اور ان کی پانچ قسمیں ہیں کیونکہ پہلے کے فتحہ کے ساتھ دوسرے پر کسرہ اور ضمہ اور پہلے کے کسرہ کے ساتھ دوسرے پر صرف فتحہ اور پہلے کے ضمہ کے ساتھ دوسرے پر فتحہ اور کسرہ آتا ہے اور پہلے کے کسرہ کے ساتھ دوسرے کا ضمہ قرآن میں نہیں آتا گو کلام عرب میں آتا ہے جیسے عَلَی الْمَاءِ اُمَمٌ اور رَغِبْتُ فِیْ دُعَآءِ اُوَیْسٍ اور ان پانچ قسموں کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) پہلے پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ جیسے شُهَدَآءَ اِذْ یہ انیس جگہ آئے ہیں۔ سترہ جگہ سب کی اور دو جگہ بعض کی قراءۃ پر (۲) پہلے کے فتحہ ہی کے ساتھ دوسرے کا ضمہ جیسے جَآءَ اُمَّةً فقط ایک جگہ (مومنون ع ۳ میں) (۳) پہلے پر کسرہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلنِّسَآءِ اَوْ اور یہ سولہ جگہ آئے ہیں، پندرہ جگہ سب کی اور ایک جگہ صرف حمزہ کی قرآءت پر (۴) پہلے پر ضمہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلسُّفَهَآءُ اَلَا اور یہ تیرہ جگہ آئے ہیں گیارہ جگہ سب کی اور دو جگہ صرف نافع کی قراءۃ پر (۵) پہلے کے ضمہ ہی کے ساتھ دوسرے کا کسرہ جیسے یَشَآءُ اِلٰی اور یہ ستائیس جگہ آئے ہیں بائیس جگہ سب کی اور پانچ جگہ صرف نافع کی قراءۃ پر ان میں سے متفقتین میں تو تخفیف پہلے ہمزہ میں بھی ہوتی ہے اور دوسرے میں بھی اور مختلفتین میں سے صرف دوسرے میں ہوتی ہے پھر ان آٹھوں قسموں میں تسہیل یا ابدال جس جگہ بھی ہوتا ہے سماوالوں کے لیے ہوتا ہے اور صرف وصل میں ہوتا ہے پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کردیں تو ان کے لیے بھی دونوں ہمزوں کی تحقیق ہی ہوتی ہے اور باقی چار ابن عامر اور کوفیین کے لیے آٹھوں قسموں میں ہر جگہ وصل و وقف دونوں حالتوں میں دونوں ہمزوں کی تحقیق ہوتی ہے لیکن ہشام اور حمزہ وقفا" تخفیف کرتے ہیں جس کی تفصیل گیارہویں باب میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی صورت یکساں حرکت والے ہمزوں کی تین قسمیں پہلے ہمزہ کی تخفیف

1/202 وَاَسْقَطَ الْاُوْلٰی فِیْ اتِّفَاقِهِمَا مَعًا   اِذَا كَانَتَا مِنْ كِلْمَتَيْنِ فَتَى الْعَلَا

ترجمہ: اور عَلاَ کے جوان (ابو عمرو) نے ان دو (ہمزوں کی حرکت) کے یکساں ہونے (کی صورت) میں اس حالت میں کہ یہ دونوں اکٹھے ہوں (جیسا کہ وصل میں ہوتے ہیں) جبکہ یہ دونوں دو کلموں سے ہوں پہلے (ہمزہ) کو حذف کیا ہے۔

2/203 كَجَا اَمْرُنَا مِنَ السَّمَا اِنَّ اَوْلِيَا   اُولٰئِكَ اَنْوَاعُ اتِّفَاقٍ تَجَمَّلَا

ترجمہ: (اور ان یکساں حرکت والے ہمزوں کی مثالیں) جَآءَ اَمْرُنَا (اور) مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ کی طرح ہیں (اور تیسری قسم کی مثال صرف) اَوْلِيَآءُ اُولٰئِکَ ہے (یہ تینوں اس) اتفاق کی قسمیں ہیں جو خوبصورت ہو گیا ہے (کیونکہ حرکت کا یکساں ہونا بھی زینت کا سبب ہے یا یہ اتفاق نہایت سہولت سے جمع اور مہیا ہو گیا ہے۔)

3/204 وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّیُّ فِی الْفَتْحِ وَافَقَا   وَفِیْ غَيْرِهٖ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سَهَّلَا

ترجمہ: اور قالون اور بزی نے (پہلی قسم میں) فتحہ (والے ہمزہ کے حذف) میں (ابو عمرو کی) موافقت کی ہے اور اس (فتحہ والے) کے سوا (باقی دو قسموں کسرہ اور ضمہ والے) میں دونوں نے (پہلے ہمزہ کی) یا اور واو کے مانند تسہیل کی ہے (یعنی پہلی قسم میں پہلے ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور دوسری قسم مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ وغیرہ میں پہلے ہمزہ کی یا کے مانند اور تیسری قسم اَوْلِيَآءُ اُولٰئِکَ میں پہلے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل کرتے ہیں۔)

4/205 وَبِالسُّوْءِ اِلَّا اَبْدَلَا ثُمَّ اَدْغَمَا   وَفِیْهِ خِلَافٌ عَنْهُمَا لَيْسَ مُقْفَلَا

ترجمہ: اور ان دونوں نے (دوسری قسم میں سے) بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع ۷ کے پہلے ہمزہ) کا (واو سے) ابدال کیا ہے پھر دونوں نے (بِالسُّوْٓءِ کے پہلے واو کا ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں) ادغام کیا ہے اور اس (پہلے ہمزہ) میں ان دونوں سے ایسا خلاف (بھی) ہے جو قفل لگایا ہوا (اور ممنوع) نہیں ہے (جس تک پہنچنا مشکل ہو بلکہ مشہور اور فن کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے یعنی اس میں قالون اور بزی کے لیے دو وجوہ ہیں (۱) ہمزہ کا واو سے ابدال کر کے واو کا واو میں ادغام بِالسُّوِّ (۲) قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر پہلے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل اور واو میں مد اور قصر)

شرح: یعنی جب دو ہمزہ قطعی دو کلموں میں جمع ہو جائیں اور دونوں کی حرکت بھی یکساں ہو۔ جن کی تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسمیں ہیں جو جَآءَ اَمْرُنَا اور مِنَ السَّمَآءِ اِنَّ اور اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ میں پائی جاتی ہیں تو ابو عمرو تینوں قسموں میں پہلے ہمزہ کو حذف کر کے اس سے پہلے حرف مد کو قصر اور مد کے ساتھ یعنی جَآ اَمْرُنَا اور مِنَ السَّمَآ اِنَّ اور اَوْلِیَا اُولٰٓئِکَ پڑھتے ہیں اور قالون اور بزی پہلی قسم میں تو ابو عمرو کی طرح ہیں اور دوسری قسم (هٰٓؤُلَآءِ اِنْ وغیرہ) میں پہلے ہمزہ کی یا کی طرح اور تیسری قسم اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ میں پہلے ہمزہ کی واو کی طرح تسہیل کرتے ہیں اور ہمزہ سے پہلے مدہ میں مد اور قصر دو وجوہ ہو جاتی ہیں ہمزہ کے حذف کی صورت میں تو پہلے قصر پھر مد پڑھتے ہیں۔ اور تسہیل کی صورت میں پہلے مد پھر قصر ہوتا ہے۔ یہی قالون اور بزی دوسری قسم میں سے بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع ۷) کو دو وجوہ سے پڑھتے ہیں۔ (۱) جمہور کے مذہب پر پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال اور اس سے پہلے واو کا اس واو میں ادغام یعنی بِالسُّوِّ اِلَّا اور یہی مختار ہے۔ (۲) ایک جماعت کے مذہب پر پہلے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل مد اور قصر کے ساتھ قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر۔ اور شارحین نے ان کے لیے تسہیل کو زیادات قصیدہ میں سے قرار دیا ہے اس بناء پر کہ دانی نے تیسیر میں سورۂ یوسف میں صرف ابدال اور ادغام بیان کیا ہے لیکن احقر کے خیال میں تیسیر میں تسہیل بھی مذکور ہے کیونکہ بَابُ الْهَمْزَتَیْنِ مِنْ کَلِمَتَیْنِ میں دونوں کسرہ والی ہمزوں کے بیان میں فرماتے ہیں وَقَالُوْنُ وَالْبَزِّیُّ یَجْعَلَانِ الْاُوْلٰی کَالْیَاءِ الْمَکْسُوْرَۃِ کہ قالون اور بزی ان میں سے پہلے ہمزہ کی کسرہ والی یا کی طرح تسہیل کرتے ہیں یہاں قاعدۂ کلیہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس یہ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا کو بھی شامل ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہمیں اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ ابدال اور ادغام سورۂ یوسف میں بیان کیا ہے اور تسہیل قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر باب الهمزتین سے سمجھی جاتی ہے۔

فائدہ: (۱) اس پر تو اتفاق ہے کہ قالون اور بزی پہلی قسم میں اور ابو عمرو تینوں میں ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ہمزہ پہلا ہے یا دوسرا۔ پس ناظم، دانی، ابن مجاہد، مکی، اہوازی وغیرہ جمہور کے مذہب پر تو پہلا ہے کیونکہ یہ کلمہ کے آخر میں ہے اور تغیرات اکثر آخری حرف ہی میں ہوا کرتے ہیں۔ نیز حرکت کے یکساں ہونے کی بناء پر دوسرا پہلے پر دلالت کرتا تھا اس لیے اسی کو کافی سمجھ لیا اور بعض کے قول پر دوسرا ہمزہ حذف ہوا ہے۔ کیونکہ ثقل اسی کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ نیز ایک کلمہ کے دو ہمزوں میں سے بھی دوسرے ہی میں تخفیف ہوا کرتی ہے جیسے اٰدَمُ اٰخَرُ اس لیے خلیل بھی اسی کے قائل ہیں۔ محققؒ فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کا فائدہ مد میں ظاہر ہوتا ہے پس جَآ اَمْرُنَا کے الف کا مد جمہور کی رائے پر تو منفصل ہے کیونکہ دوسرے ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے جو مدہ والے کلمہ میں نہیں ہے اور دوسرے قول پر یہ مد متصل ہے کیونکہ اسی کلمہ کے ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب یہ مد جمہور کی رائے پر منفصل ہے تو اس میں بزی اور سوسی کے لیے مد نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں صرف قصر ہے حالانکہ سب مد اور قصر دونوں کو جائز بتاتے ہیں پس احقر کے خیال میں مناسب یہ ہے کہ جمہور کی رائے کے موافق پہلے ہی ہمزہ کو محذوف مانا جائے لیکن مد کو اس پر بھی متصل ہی قرار دیا جائے اس بناء پر کہ یہ مد اسی کلمہ کے اس ہمزہ کی وجہ سے ہو رہا ہے جس میں حذف سے تغیر ہو گیا ہے پس مد اصلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ اصل میں مدہ کے بعد ہمزہ تھا اور قصر موجودہ حالت کے اعتبار سے کہ اب اس کلمہ میں ہمزہ نہیں رہا اور دوسرے کو محذوف مانا جائے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ پھر جَآ اَمْرُنَا وغیرہ میں کسی کے لیے بھی قصر نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس صورت میں مد کا سبب پہلا ہمزہ ہے اور اس میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا پس جو صورت شبہ سے بالکل خالی ہے وہ یہی ہے کہ پہلے ہمزہ کو محذوف مانیں اور مد کو پھر بھی متصل ہی قرار دیں اور علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ پہلے ہمزہ کے حذف پر یہ مد ایک اعتبار سے منفصل اور دوسرے لحاظ سے متصل ہے اور اسی بناء پر اس میں سوسی کے لیے دونوں وجوہ ہیں۔ پس اگر ہر لحاظ سے منفصل ہوتا تو اس میں سوسی کے لیے صرف قصر ہوتا۔ انتھی اور ممکن ہے کہ وہ دو اعتباریہ ہوں کہ ہمزہ جمہور کی رائے پر دوسرے کلمہ کا ہے اس لحاظ سے مد منفصل ہے اور حکم کے اعتبار سے متصل ہے کیونکہ اس میں بزی اور سوسی مد بھی کرتے ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) علی قاری رحمہ اللہ نے متفقتین میں آٹھ قیدیں بیان کی ہیں اور سب کے فوائد بھی جدا جدا بتائے ہیں۔ (۱) دونوں ہمزہ قطعی ہوں اس سے مَاشَآءَ اللّٰهُ اور اَلْمَآءُ اهْتَزَّتْ جیسی مثالیں نکل گئیں۔ (۲) دونوں کی حرکت یکساں ہو۔ اس سے تَشَآءُ اَنْتَ وغیرہ نکل گئے (۳) مطلقاً" یعنی تینوں قسموں میں ہر جگہ پس قاعدہ سب قسموں کو صراحتاً" شامل ہو گیا (۴) دونوں رسماً" منفصل ہوں اس سے ءَاَنْذَرْتَهُمْ نکل گیا کیونکہ اگرچہ اس میں دونوں کی حرکت یکساں ہے لیکن رسماً" متصل ہیں (۵) تحقیقاً" و ظاہراً دو کلموں میں ہوں اس سے بھی ءَاَنْذَرْتَهُمْ نکل گیا کیونکہ اگرچہ یہ دونوں معنی کے لحاظ سے دو کلموں میں ہیں جن میں سے ایک حرف اور دوسرا فعل ہے لیکن قراء کے نزدیک دونوں ایک ہی کلمہ میں ہیں اس لیے پہلا ہمزہ تلاوت میں مستقل نہیں ہے (۶) دونوں متصل ہوں کہ اول پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا آئندہ کلمہ کے شروع میں ہو اور دونوں میں کوئی حرف فاصل نہ ہو اس سے اَلسُّوْٓاٰی اَنْ۔ رَاٰ اَيْدِيَهُمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ جیسی مثالیں نکل گئیں۔ (۷) دونوں کلمے وصل سے پڑھے جا رہے ہوں پس پہلے پر وقف کر دینے کی صورت میں دونوں میں سے کسی میں بھی تخفیف نہ ہو گی (۸) اُوْلٰی پہلے ہمزہ کو اس میں اشارہ ہے کہ ناظمؒ کی رائے پر جمہور کا مذہب مختار ہے ان میں سے پہلی قید مثالوں سے اور دوسری فِیْ اِتِّفَاقِهِمَا سے اور تیسری تینوں قسموں کی مثالیں لانے سے اور چوتھی اِذَا كَانَتَا مِنْ كِلْمَتَيْنِ سے اور چھٹی لفظ مَعًا سے سمجھی گئی ہے پس یہ ابو شامہؒ کی رائے کے موافق محض تاکید کے لیے نہیں ہے۔ اور ساتویں قید اسی باب کے شعر نمبر ۱۱ کے وَكُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ الخ سے نکلی ہے (۲) جعبریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کا متحرک ہونا بھی ضروری ہے لیکن ناظمؒ نے اس کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ اِقْرَءْ اٰيَةً جیسی مثالیں قرآن میں نہیں آئیں نیز مثالوں میں بھی اس قید کی طرف اشارہ موجود ہے علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قید اِتِّفَاقِهِمَا سے نکلتی ہے کیونکہ دونوں کا سکون میں متفق ہونا دشوار ہے اور اس صورت میں ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ ہمزہ بلا ادغام ہی ثقیل ہے۔ پھر ادغام اور تشدید کے بعد تو ثقیل تر ہو جاتا اس لیے اول کے حذف ہی سے تخفیف کی گئی۔ (۳) جعبریؒ اور سخاویؒ فرماتے ہیں کہ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا میں قالون کے لیے ابدال اکثر ہے اور بزی کے لیے تسہیل مشہور تر ہے اور قیاس کی رو سے اس کی تخفیف دو طرح ممکن تھی۔ (۱) نقل سے یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالسُّوْٓءِ اِلَّا اور اس قسم کی ہمزہ میں یہی مختار ہے لیکن یہ قالون اور بزی سے منقول نہیں ہے (۲) ابدال و ادغام سے یعنی بِالسُّوَّ اِلَّا اور یہی مختار ہے اس لیے کہ نقل کی صورت میں ضمہ کے بعد کسرہ والا واو پایا جانے کی بناء پر ثقل تھا اور یہ قُوِلَ کے قبیل سے تھا جو لغتہ متروک ہے اور بِالسُّوِ۔ قُوِّلَ کی طرح ہے اس میں چونکہ ضمہ اور کسرہ کے درمیان ساکن فاصل ہے اس لیے یہ مستعمل ہے اور لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ (احزاب ع ۶) اور اَلنَّبِيِّ اِلَّا (احزاب ع ۷) میں قالون کے لیے وصلاً" ابدال و ادغام ہی ہے اور چونکہ اس میں یا زائد ہے اس لیے نقل نہ قیاساً" جائز ہے نہ قراءۃ" (۴) چونکہ واو بھی الف سے قریب ہے اس لیے جس طرح الف کے بعد تسہیل جائز ہے اسی طرح بِالسُّوْٓءِ میں واو کے بعد بھی جائز ہے۔ (۵) کمی نے قالون اور بزی کے لیے کسرہ والے کا یا سے اور ضمہ والے کا واو سے ابدال بھی روایت کیا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہے۔ (۶) دانی مفردات میں فرماتے ہیں کہ بِالسُّوْٓءِ میں ابدال و ادغام کے سوا اور کوئی وجہ جائز نہیں۔ انتہی۔ لیکن یہ اس کلمہ میں کہہ سکتے ہیں جس میں ہمزہ سے پہلا واو زائد ہو اور یہاں عین کلمہ ہے۔ جس میں قیاس کی رو سے نقل ہوتی ہے لیکن وہ منقول نہیں اور جس جگہ نقل نہ ہو سکے وہاں قیاس کے اعتبار سے تسہیل ہی ہوا کرتی ہے۔ پس گو اس میں ابدال کے بعد ادغام صحیح تر اور ادا کے لحاظ سے مقدم ہے۔ لیکن تسہیل بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس کو ناجائز کہنا مناسب نہیں چنانچہ جامع البیان میں خود موصوف نے بھی تسہیل کو جائز بتایا ہے۔ (شرح سبعہ)

یکساں حرکت والے ہمزوں کی تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تخفیف

۵/۲۰۶ وَالْاُخْرٰى كَمَدٍّ عِنْدَ وَرْشٍ وَّقُنْبُلٍ ❊ وَقَدْ قِيْلَ مَحْضُ الْمَدِّ عَنْهَا تَبَدَّلَا

ترجمہ: اور (تینوں قسموں میں) ورش اور قنبل کے نزدیک دوسرا (ہمزہ الف' یا' واو) مدہ کی طرح ہے (یعنی تسہیل کر کے فتحہ والے کو الف اور ہمزہ کے اور کسرہ والے کو یا اور ہمزہ کے اور ضمہ والے کو واوٗ اور ہمزہ کے درمیان پڑھتے ہیں) اور (دوسری روایت پر یہ بھی) کہا گیا ہے کہ خالص حرف مد جو ہے وہ اس (ہمزہ) کے بدلہ میں آگیا ہے (یعنی تینوں قسموں میں ہمزہ کو الف' یا اور واو مدہ سے بھی بدلتے ہیں۔)

۶/۲۰۷ وَفِيْ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ وَّالْبِغَآ اِنْ لِّوَرْشِهِمْ ❊ بِيَاءٍ خَفِيْفِ الْكَسْرِ بَعْضُهُمْ تَلَا

ترجمہ: اور ان (ناقلین) میں کے بعض نے ان (قراء) میں کے ورش کے لیے هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ (بقرہ ع ۴) اور (عَلَى) الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ۔ نور ع ۴) میں (دوسرے ہمزہ کو) ایسی یا کے ساتھ پڑھا ہے جو خفیف (اور ہلکے) کسرہ والی ہے (یعنی ان دونوں میں ورش دوسرے ہمزہ کو کسرہ والی یا سے بدل کر هٰٓؤُلَآءِ يِنْ اور عَلَى الْبِغَآءِ يِنْ پڑھتے ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفیف الکسر سے اختلاس مراد نہیں بلکہ کامل کسرہ مراد ہے اور اس کو خفیف اس لیے کہا ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور یا بہ نسبت ہمزہ کے خفیف ہے پس جب ابدال سے پہلے کسرہ ہمزہ پر تھا تو ثقیل تھا اور جب یا پر آگیا تو خفیف ہو گیا اور یہاں حرکت کو خفیف و ثقیل کہنا مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً تو یہ دونوں حرف کی صفتیں ہیں۔)

شرح: ۲۰۶/۵ یعنی ورش اور قنبل کے لیے منفقتین کی تینوں قسموں میں پہلے ہمزہ کی تو تحقیق ہی ہے اور دوسرے میں دو وجوہ ہیں۔ (۱) تسہیل (۲) ہمزہ کا خالص حرف مد الف اور یا اور واو ساکنہ سے ابدال تاکہ کامل درجہ کی تخفیف حاصل ہو جائے اور یہ عام اہل مصر کا مذہب ہے۔ یعنی جَآءَ اَحَدٌ۔ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ اور یہ زیادات میں سے ہے (۱) پس اگر دوسرے ہمزہ کے بعد والے حرف پر حرکت ہو جیسا کہ ان تینوں مثالوں میں ہے تو ابدال کے بعد مد کا سبب نہ ہونے کی بناء پر الف اور یا اور واو مدہ میں صرف قصر کرتے ہیں اور اگر دوسرے ہمزہ کے بعد حرف صحیح ساکن ہو تو وہاں الف اور یا مدہ میں مد لازم کی بناء پر طول کر کے جَآءَ اَمْرُنَا۔ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ پڑھتے ہیں (۲) اور چونکہ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ اور لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ (احزاب ع ۶) میں ورش کی اور مِنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (احزاب ع ۴) میں ورش اور قنبل دونوں کی قراءۃ پر مدہ کے بعد والے ساکن پر تیسرے ساکن کی وجہ سے حرکت آجاتی ہے اس بناء پر ان دونوں کے لیے یا مدہ میں قصر و مد دونوں جائز ہو جاتے ہیں (۳) اور جَآءَ اٰلَ (حجر ع ۵ و قمر ع ۳) میں چونکہ ابدال کے بعد دو الف جمع ہو جاتے ہیں اس لیے اس میں بھی دونوں کے لیے دو وجوہ ہو جاتی ہیں۔ (۱) دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں جدائی کرنے کے لیے طول (۲) ایک الف کے حذف کی بناء پر قصر اور ان کا بیان باب المد شعر ۹ تا ۱۱ کے فائدہ میں بھی تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ ۲۰۷/۶ اور هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ اور عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ میں ورش کے لیے تیسری وجہ یعنی دوسرے ہمزہ کا کسرہ والی یا سے ابدال بھی ہے اس کو دانی نے ابن خاقان سے پڑھا ہے اور تیسیر میں ہے کہ یہ ورش سے اداء" مشہور ہے نصا" نہیں۔ پس ان دونوں میں ورش کے لیے تین وجوہ ہو گئیں۔ (۱) تسہیل (۲) یائے ساکنہ سے (۳) کسرہ والی یا سے ابدال اور قنبل کے لیے صرف اول کی دو ہیں۔

فائدہ: (۱) بعض ماہرین فن تسہیل کو اور اکثر شارحین ابدال کو زیادات میں سے کہتے ہیں اور احقر کا میلان بھی اکثر ہی کی رائے کی جانب ہے کیونکہ تیسیر میں ورش اور قنبل کے لیے مفتوحتین میں یَجْعَلَانِ الثَّانِیَۃَ کَالْمَدَّۃِ ہے اور مکسورتین میں یَجْعَلَانِ الثَّانِیَۃَ کَالْیَاءِ السَّاکِنَۃِ اور مضمومتین میں کَالْوَاوِ السَّاکِنَۃِ ہے اور اس عنوان سے اکثر جگہ تسہیل ہی کو بیان کیا کرتے ہیں چنانچہ تیسیر میں متعدد مقامات میں جن میں سے پانچ موقع اس وقت بھی پیش نظر ہیں تسہیل کو مد اور مدہ سے تعبیر کیا ہے اور یہاں ناظمؒ نے بھی تسہیل کو کَمَدٍّ سے اور خالص مدہ سے ابدال کو مَحْضُ الْمَدِّ سے بیان کیا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ تیسیر میں اس باب کے تینوں الفاظ (کَالْمَدَّۃِ کَالْیَاءِ السَّاکِنَۃِ اور کَالْوَاوِ السَّاکِنَۃِ) سے تسہیل ہی مراد لی جائے اور بلا ضرورت تشبیہ کے کاف کو زائد نہ مانا جائے (۲) قالون، بزی، ابو عمرو کی تخفیف پہلے ہمزہ میں تھی کیونکہ وہ آخر میں ہوتا ہے اور اطراف تغیر کا محل ہیں اور ورش و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قنبل نے دوسرے ہمزہ میں کی ہے کیونکہ ثقل اسی سے پیدا ہوا ہے اور تسہیل اس لیے ہے کہ متحرک کے بعد متحرک کی تخفیف اسی سے ہوا کرتی ہے اور تینوں قسموں میں ابدال اہل مصر کا طریق ہے چنانچہ ایک کلمہ کے مفتوحتین میں بھی ثانی کا ابدال انہیں سے ہے۔ لیکن یہاں تینوں قسموں میں ہے کیونکہ تینوں میں دونوں ہمزوں کی حرکت یکساں ہے۔ اس لیے ابدال ممکن ہے اور ایک کلمہ کی ہمزوں میں یہ بات نہیں ہے نیز متحرک کے بعد متحرکہ کا ابدال سماعی ہے (۳) مکی، دانی، سخاوی جَآءَ اٰلَ میں دو الف جمع ہو جانے کی بناء پر ابدال کو ناجائز بتاتے ہیں۔ لیکن چونکہ دونوں میں مد سے جدائی ہو جاتی ہے یا ایک کو حذف کر دیتے ہیں۔ اس لیے کوئی مانع نہیں۔

۲۰۸ وَاِنْ حَرْفُ مَدٍّ قَبْلَ هَمْزٍ مُّغَيَّرٍ ۔۔۔ يَجُزْ قَصْرُهٗ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا

ترجمہ: اور اگر (کسی کلمہ میں) حرف مد اس ہمزہ سے پہلے (واقع ہو رہا) ہو۔ جو (تسہیل یا حذف کے ذریعہ) متغیر کیا گیا ہو (یعنی مدہ کے بعد یا تو تسہیل والا ہمزہ آجائے یا وہ ہمزہ ہو جو حذف ہو گیا ہو یا الف سے بدل گیا ہو) تو اس (حرف مد) کا قصر سے پڑھنا (بھی) جائز ہے اور (اس میں) مد کرنا ہمیشہ درست تر (اور قصر سے افضل) ہے (یعنی دونوں جائز ہیں اور مد اولیٰ ہے)

شرح: باب المد شعر ۹ تا ۱۱ کے فائدہ میں اور اس آٹھویں باب کے شعر نمبر ۵ و ۶ کی شرح میں ذکر آچکا ہے کہ جس جگہ مد کے سبب میں تغیر آجائے وہاں اصلی حالت کے لحاظ سے مد اور موجودہ حالت کے اعتبار سے قصر دونوں جائز ہو جاتے ہیں اور یہ حکم مد کے دونوں سببوں کو شامل ہے یعنی عام ہے کہ ہمزہ میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی ہو یا سکون لازم حرکت سے بدل گیا ہو جیسا کہ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ (آل عمران ع ۱) میں سب کی اور الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ (عنکبوت ع ۱) وغیرہ میں ورش کی قراءۃ پر ہے اور ناظمؒ نے اس شعر میں ہمزہ کی تغییر کا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر مدہ کے بعد ایسا ہمزہ پایا جائے جس میں کسی قسم کا تغیر ہو گیا ہو تو وہاں ہمزہ سے پہلے حرف مد میں قصر و مد دونوں وجوہ جائز ہیں رہا یہ کہ ان میں سے اولیٰ کیا ہے سو ناظمؒ اور دانی کی رائے پر تو ہر صورت میں مد اولیٰ ہے پھر قصر ہے جیسا کہ وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور محققؒ کی رائے پر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تغیر کے بعد سبب کا اثر بھی باقی نہ رہا ہو جیسا کہ جَآ اَمْرُنَا وغیرہ میں ہمزہ کے حذف کی صورت میں ہوتا ہے۔ تب تو قصر اولیٰ ہے پھر مد۔ کیونکہ ہمزہ کا بالکل حذف ہو جانا یہی چاہتا ہے۔ کہ موجودہ حالت کے اعتبار کو مقدم رکھا جائے اور اگر اثر باقی ہو جیسا کہ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا وغیرہ میں تسہیل کی صورت میں ہوتا ہے تو اولاً مد ہو گا پھر قصر، کیونکہ ہمزہ کا وجود یہی چاہتا ہے کہ پہلے اس کا لحاظ کیا جائے۔ پھر تبدیلی کا۔ اور ہمزہ کے اس تغیر کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) حذف جو جَآ اَمْرُنَا وغیرہ میں قالون، بزی اور ابو عمرو کی اور مِنَ النِّسَآ اِلَّا وغیرہ میں اور اَوْلِيَآ اُولٰٓئِكَ میں ابو عمرو کی قراءۃ ہے۔ (۲) تسہیل جو مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا وغیرہ میں قالون اور بزی کی اور اٰبَاءَنَا اور مِنْ نِّسَآئِكُمْ اَبْنَآؤُكُمْ اور اِسْرَآءِيْلَ اور اَلْمَلٰٓئِكَةُ وغیرہ میں وقفاً" حمزہ کی قراءۃ ہے (۳) ابدال جو شَآءَ مِنَ السَّمَآءِ اَلسُّفَهَآءُ وغیرہ میں وقفاً" حمزہ کی قراءۃ ہے کہ وہ الف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کلمہ کے آخر والے ہمزہ کو الف سے بدل کر اس الف کو حذف کر دیتے ہیں۔ پس ناظمؒ اور دانی کی رائے پر تو تینوں صورتوں میں اول مد پھر قصر ہوگا اور محققؒ کی رائے پر حذف کی صورت میں اول قصر پھر مد اور تسہیل کی صورت میں اول مد پھر قصر ہوگا اور عمل بھی اسی پر ہے۔

فائدہ: (۱) ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کے پہلے ہمزہ میں ابو عمرو کی قراءۃ پر حذف سے اور قالون و بزی کی قراءۃ پر تسہیل سے تغیر ہوا ہے اس میں بزی اور سوسی کے لیے تو دو وجوہ ہیں یعنی ھٰا کے قصر ہی کے ساتھ ءُلَآءِ کی دونوں کیونکہ ان کا مذہب منفصل میں صرف قصر ہے اور ءُلَآءِ کی دونوں وجوہ ہمزہ کے تغیر کی بناء پر ہیں اور دوری کے لیے عقلاً چار نکلتی ہیں یعنی ھٰا کی دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ءُلَآءِ کی دو دو لیکن نقلاً تین صحیح ہیں یعنی ھٰا کے قصر کے ساتھ ءُلَآءِ کی دونوں اور ھٰا کے مد کے ساتھ ءُلَآءِ میں صرف مد اور چوتھی وجہ (ھٰا کے مد کے ساتھ ءُلَآءِ میں قصر) ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ اگر ءُلَآ اِنْ میں جمہور کی رائے کے موافق پہلے ہمزہ کو محذوف مانیں تب تو ھٰا کی طرح ءُلَآءِ کا مد بھی منفصل ہو گا اور ایک قسم کے دو مدوں میں فرق کرنا جائز نہیں۔ پس جب اول میں مد ہے تو ثانی میں بھی مد ہی ہونا چاہیے اور اگر دوسرے ہمزہ کو محذوف مانیں تو ءُلَآ کا مد متصل ہو گا اور ھٰا کے منفصل کے مد کے ساتھ متصل میں قصر کرنے سے ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے گی۔ اور قالون چونکہ ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں اس لیے عارض کا اعتبار کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر ان کے لیے چاروں وجوہ جائز ہیں۔ یعنی ھٰا کے قصر اور مد دونوں کے ساتھ ءُلَآءِ میں دو دو پہلے مد پھر قصر اور گو محققؒ نے ھٰا کے مد کے ساتھ ءُلَآءِ کے قصر کو ضعیف بتایا ہے لیکن اس سے اس کا غیر صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ نقلاً صحیح اور ثابت ہے۔ اور رہا یہ قیاس کہ متصل کا ہمزہ تسہیل کے بعد بھی منفصل سے قوی ہے۔ اس لیے منفصل کے مد کے ساتھ متصل میں قصر نہ ہونا چاہیے۔ سو اگر اس کا اعتبار کر لیں تو لازم آئے گا کہ جب الٓمّٓ ○ اللّٰهُ کی یا میں عارض کے اعتبار پر قصر کیا جائے تو لَآ اِلٰهَ کے منفصل میں مد ناجائز ہو کیونکہ مد لازم جو سب مدوں میں قوی ہے جب اسی میں قصر ہو گیا تو منفصل میں بدرجہ اولیٰ قصر ہونا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور اتحاف البریہ میں ہے۔

وَفِيْ هٰٓؤُلَآ اِنْ مَدُّهَا مَعْ قَصْرِ مَا تَلَاهُ لَهُ امْنَعْ مُسْقِطًا لَآ مُسَهِّلَا

یعنی ھٰٓؤُلَآ اِنْ میں ھٰا کا مد اور اس کے پاس والے ءُلَآ میں قصر ہمزہ کے حذف کرنے کی حالت میں (دوری کے لیے) ناجائز ہے۔ تسہیل کی حالت میں (قالون کے لیے ناجائز) نہیں۔ (ارشاد المرید) (۲) محققؒ کی طرح صاحب غیث نے بھی قالون کے لیے ھٰا کے مد کے ساتھ ءُلَآءِ کے قصر کو ضعیف اور ناجائز بتایا ہے اور اہل پانی پت کا عمل بھی اس وجہ کے ترک ہی پر ہے لیکن چونکہ علی ضباعؒ نے اس کو نقل سے موید کیا ہے چنانچہ اس کے بارہ میں اتحاف البریہ کا شعر نقل کیا ہے اور جس قیاس سے اس کا ضعیف ہونا ثابت کیا گیا ہے موصوف نے اس کا بھی الٓمّٓ ○ اللّٰهُ سے نہایت عمدہ جواب دیا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس کو جائز قرار دیا جائے اور اہل انصاف کے لیے اس کا صحیح ہونا نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح ہے (۳) عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ (نور ع ۴) اور لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ (احزاب ع ۶) میں ورش کی اور مِنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ (احزاب ع ۴) میں ورش و قنبل کی ابدال والی قراءۃ پر قصر و مد اسی لیے ہیں کہ مد کے سبب (سکون لازم) میں تغیر ہو گیا ہے اور اگر ادخال کے الف کے بعد تسہیل والا ہمزہ ہو تو اس میں بھی بعض حضرات دونوں وجوہ بتاتے ہیں لیکن اس سے پہلے باب کے آخر میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس الف کے عارضی ہونے کی بناء پر جمہور کا عمل تحقیق و تسہیل دونوں صورتوں میں قصر ہی پر ہے۔ (۴) ہمزہ کے تغیر کے بعد قصر اس لیے ہے کہ سبب میں تبدیلی ہو گئی ہے اور مد اس لیے ہے کہ تغیر عارضی ہے اور اس لائق ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے نیز شعر کے وزن کی طرح ادا میں بھی تسہیل والے کو تحقیق والے کا قائم مقام سمجھ لیا ہے۔

دوسری صورت میں مختلفتین دو طرح کی حرکت والے دو ہمزوں کی پانچ قسمیں اور پانچوں میں دوسرے کی تخفیف

۲۰۹ وَتَسْهِيلُ الْأُخْرَى فِي اخْتِلَافِهِمَا سَمَا ۔ تَفِيءَ إِلَى مَعْ جَاءَ أُمَّةٌ انْزِلَا

ترجمہ: اور (سما والوں کے لیے) ان (دونوں ہمزوں کی حرکت) کے جدا جدا ہونے (کی صورت) میں دوسرے (ہمزہ) کا تسہیل (تخفیف) سے پڑھنا بلند ہو گیا ہے (اور ان مختلفتین کی مثال) تَفِيءَ إِلَى (کی طرح) ہے اس حالت میں کہ وہ جَآءَ أُمَّةً کے ساتھ ہے۔ یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک مثال قرآن میں) نازل کی گئی ہے (یا ان دونوں میں سے ہر ایک مثال کی تسہیل قراء سے حاصل کی گئی ہے۔)

۲۱۰ نَشَاءُ أَصَبْنَا وَالسَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا ۔ فَنَوْعَانِ قُلْ كَالْيَا وَكَالْوَاوِ سُهِّلَا

ترجمہ: (اور مختلفتین کی مثالیں) نَشَآءُ أَصَبْنَا اور السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا (کی طرح بھی) ہیں پس تو کہہ دے کہ (وہ پہلی) دو قسمیں (جو ان چار میں سے ہیں یعنی ان کی ہمزیں) یا اور واو کے مانند تسہیل سے پڑھی گئی ہیں (پس سما والے تینوں تَفِيءَ إِلَى جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند اور جَآءَ أُمَّةً میں واو کے مانند تسہیل کرتے ہیں۔)

۲۱۱ وَنَوْعَانِ مِنْهَا أُبْدِلَا مِنْهُمَا وَقُلْ ۔ يَشَاءُ إِلَى كَالْيَاءِ أَقْيَسُ مَعْدِلَا

ترجمہ: اور (آخر کی) وہ دو قسمیں جو انہیں (چار) میں سے ہیں (یعنی ان کی ہمزیں) ان دونوں (یا اور واو) سے بدلی گئی ہیں (یا وہ دونوں یا اور واو ان دونوں قسموں کی ہمزوں کے بدلہ میں لائے گئے ہیں۔ یعنی تیسری قسم نَشَآءُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَصْبُنْهُمْ جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کو فتحہ والے واو سے بدلتے ہیں۔ اور چوتھی قسم اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا جیسی مثالوں میں دوسرے ہمزہ کو فتحہ والی یا سے بدلتے ہیں) اور تو کہہ دے کہ (مختلفین کی پانچویں قسم) یَشَآءُ اِلٰی (جیسی مثالوں کے دوسرے ہمزہ کی تسہیل) یا کے مانند ہے (اور یہ تسہیل) عدول (اور انتقال) کی رو سے قیاس سے زیادہ موافق ہے (یعنی اس ہمزہ کا تحقیق سے تسہیل کی طرف منتقل ہونا قیاسی ہے سماعی نہیں کیونکہ متحرک کے بعد متحرکہ کی تخفیف تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے یا یہ تسہیل انصاف اور درستی کی رو سے قیاس سے موافق تر ہے۔)

۲۱۲ وَعَنْ اَكْثَرِ الْقُرَّاءِ تُبْدَلُ وَاوُهَا ۔۔۔ وَكُلٌّ بِهَمْزِ الْكُلِّ يَبْدَا مُفَصِّلَا

ترجمہ: اور اکثر قراء سے وہ (یَشَآءُ اِلٰی کا دوسرا ہمزہ) اپنے (یا تمام حروف ہجا میں کے) واو سے بدلا جاتا ہے (یعنی یَشَآءُ اِلٰی جیسی مثالوں میں تین وجوہ ہیں (ا) اہل بغداد کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل یہ قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ (۲) دوسرے ہمزہ کا کسرہ والے واو سے ابدال یہ اکثر قراء کا مذہب ہے اور سماعی ہے۔ (۳) دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل یہ پہلی وجہ کو اَقْیَسُ کہنے سے سمجھی گئی ہے کیونکہ زیادہ موافق کہنے سے یہ نکلتا ہے کہ یہاں ایک وجہ اور ہے جو قیاسی تو ہے لیکن زیادہ قوی نہیں اور یہ اخفش کا مذہب ہے لیکن یہ نشر کی تحقیق پر صحیح نہیں) اور (ساتوں میں سے) ہر ایک (قاری اس باب کی آٹھوں قسموں میں سے) تمام (قسموں) کے (دوسرے ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ (متلبس ہو کر) ابتدا کرتا ہے اس حالت میں کہ وہ (اس ہمزہ کو) ظاہر کرنے والا (اور تحقیق سے پڑھنے والا) ہے (یا اس حالت میں کہ وہ اس ہمزہ کو پہلے ہمزہ سے جدا کرنے والا ہو یعنی تسہیل اور ابدال صرف وصل میں ہوتے ہیں پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کر کے دوسرے سے ابتدا کریں تو آٹھوں قسموں میں سب کے لیے ہمزہ کی تحقیق ہی ہوتی ہے۔)

شرح: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جن دو ہمزوں پر دو طرح کی حرکت ہو۔ ان کی پانچ قسمیں ہیں۔ پانچوں میں پہلے ہمزہ کی تو سب کے لیے تحقیق ہے اور دوسرے میں سما والے تینوں تخفیف کرتے ہیں اور اس کا بیان یہ ہے کہ۔ پہلی قسم: پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر کسرہ ہو جیسے تَفِیْٓءَ اِلٰی اس میں دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل کرتے ہیں۔ دوسری قسم: پہلے ہمزہ پر فتحہ اور دوسرے پر ضمہ ہو جو صرف جَآءَ اُمَّةً (مومنون ع ۳) میں ہے اس میں دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل ہے۔ تیسری قسم: پہلے ہمزہ پر ضمہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ اس میں پہلے ہمزہ کی حرکت کی مناسبت سے دوسرے کو فتحہ والے واو سے بدل کر نَشَآءُ وَصَبْنٰهُمْ پڑھتے ہیں۔ چوتھی قسم: پہلے ہمزہ پر کسرہ اور دوسرے پر فتحہ جیسے اَلسَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا اس میں بھی پہلے کی مناسبت سے دوسرے کو فتحہ والی یا سے بدل کر اَلسَّمَآءِ يَوِ ائْتِنَا پڑھتے ہیں۔ پانچویں قسم: پہلے پر ضمہ دوسرے پر کسرہ ہو جیسے یَشَآءُ اِلٰی اس میں دو وجوہ ہیں۔ (ا) بعض (اہل بغداد) کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل خود ہمزہ کی حرکت کے لحاظ سے اور یہ قیاس سے موافق تر ہے کیونکہ متحرک کے بعد متحرکہ کی تخفیف تسہیل ہی سے ہوا کرتی ہے۔ (۲) جمہور اور اکثر قراء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مذہب پر دوسرے ہمزہ کا کسرہ والے واو سے ابدال دونوں ہمزوں کی حرکت کے لحاظ سے یعنی یَشَآءُ وِلٰی رہی تیسری وجہ یعنی دوسرے ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل جو اخفش کا مذہب ہے اور جعبریؒ کے قول پر زیادات میں سے ہے اس بناء پر کہ یہ پہلی وجہ کو اَقْیَسُ کہنے سے سمجھی گئی ہے سو اس کے متعلق نشر میں ہے کہ اس وجہ کو صرف ابن شریح نے کافی میں بیان کیا ہے اور وہ اس میں راہ حق سے دور چلے گئے ہیں کیونکہ یہ نقلاً" بھی صحیح نہیں اور اس کا ادا کرنا بھی ناممکن ہے۔ اس بناء پر کہ کسرہ والے ہمزہ کے تلفظ میں واو کی رعایت رکھنا اور اس جیسا تلفظ کرنا دشوار ہے اور اس پر موقوف ہے کہ یا تو ہمزہ کے کسرہ کو ضمہ سے بدلیں یا کسرہ کا ضمہ کے ساتھ اشمام کریں اور یہ دونوں ثابت نہیں پس سخاوی کا اور ان کی پیروی میں دوسرے شارحین کا یہ قول درست نہیں کہ وَعَنْ اَکْثَرِ الْقُرَّاءِ اس لیے کہا ہے کہ بعض کے نزدیک ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل بھی ہے پھر وَکُلٌّ بِھَمْزِ الْکُلِّ الخ میں ایک ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو پورے باب سے تعلق رکھتا ہے یعنی ان آٹھوں قسموں میں تسہیل اور ابدال وصل ہی میں ہوتے ہیں پس اگر پہلے ہمزہ پر وقف کر کے دوسرے سے ابتداء کرتے ہیں تو سب کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق ہی ہوتی ہے کیونکہ تخفیف کا سبب یہ تھا کہ دو ہمزوں کے جمع ہونے سے ثقل پیدا ہو رہا تھا۔ اور ابتدا کی حالت میں دونوں ہمزہ جمع نہیں رہتے۔ نیز تسہیل والا ہمزہ ساکن کے مرتبہ میں ہے جس سے ابتدا دشوار ہوتی ہے۔

فائدہ: (۱) نحاۃ کے مذہب پر مختلفتین کی پانچوں قسموں میں پہلے کی تسہیل بھی جائز ہے اور قراء نے مختلفتین میں حذف اس لیے نہیں کیا کہ ان میں دوسرے ہمزہ کی حرکت پہلے کے موافق نہیں ہے تاکہ حذف کے بعد ہمزہ پر دلالت کر سکے۔ (۲) چونکہ ابدال اکثر جگہ پہلے حرف کی حرکت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے۔ اس لیے کَالْیَا وَکَالْوَاوِ کی ترتیب سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ تیسری نوع میں ہمزہ کا یا سے اور چوتھی میں واو سے ابدال ہے۔ سوال: پہلے ہمزہ پر وقف کر کے دوسرے سے ابتدا کرنے کی صورت میں سب کے لیے دونوں ہمزوں کی تحقیق ہوتی ہے۔ پھر اس کی وجہ کیا ہے کہ ناظم نے دوسرے سے ابتدا کرنے کا حکم تو بیان کر دیا اور پہلے پر وقف کرنے کا حکم نہیں بتایا مناسب یہ تھا کہ یہ بتاتے کہ اس حالت میں بھی سب کے لیے دونوں کی تحقیق ہو گی۔ جواب: ہمزہ پر وقف سب کے لیے تحقیق ہی سے ہوتا ہے یعنی تحقیق والوں کے لیے بھی اور تسہیل والوں کے لیے بھی کیونکہ ساکنہ میں تسہیل نہیں ہوا کرتی صرف ہشام اور حمزہؒ وقفاً" ہمزہ میں تخفیف کرتے ہیں جس کے قواعد گیارہویں باب میں تفصیل کے ساتھ آئے گے۔ نیز سترھویں باب میں آئے گا کہ ہمزہ پر سب کے لیے روم و اشمام سے بھی وقف کرنا جائز ہے۔ پس چونکہ وقف کے لیے دو مستقل باب تھے اور ابتدا کے لیے کوئی باب نہ تھا اس لیے ابتدا کا حکم یہاں بیان کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابدال و تسہیل کی تعریف

۲۱۳/۱۲ وَالْاِبْدَالُ مَحْضٌ وَّالْمُسَهَّلُ بَيْنَ مَا هُوَالْهَمْزُ وَالْحَرْفِ الَّذِىْ مِنْهُ اُشْكِلَا

ترجمہ: اور ابدال (ہمزہ کا) خالص (حرف علت) بنا دینا ہے اور تسہیل اس (حرف) کے درمیان ہے کہ وہ ہمزہ ہے اور اس حرف (علت) کے (درمیان ہے) جس (کی جنس) سے وہ (ہمزہ) حرکت دیا گیا ہے۔

شرح: چونکہ ناظم کے کلام میں ابدال و تسہیل اکثر جگہ واقع ہوئے ہیں اس لیے یہاں ان کے معنی بتا دیئے۔ پس ابدال ہمزہ کو خالص حرف علت' الف سے یا واو اور یا سے بدل دینے کو کہتے ہیں عام ہے کہ واو اور یا متحرک ہوں جیسے اسی باب میں سے مختلفتین کی تیسری اور چوتھی اور پانچویں قسم میں گذرے ہیں یا دونوں ساکن ہوں جیسا کہ آئندہ باب میں آئے گا مثلاً يَأْلَمُوْنَ سے يَالَمُوْنَ اور يُؤْمِنُوْنَ سے يُوْمِنُوْنَ اور شِئْتَ سے شِيْتَ اور تسہیل یہ ہے کہ ہمزہ کو نرم کر کے خود ہمزہ کے اور اس حرف علت کے درمیان پڑھیں جو ہمزہ کی حرکت کے مناسب ہو پس فتحہ والے ہمزہ کو ہمزہ اور الف کے اور کسرہ والے کو ہمزہ اور یا کے اور ضمہ والے کو ہمزہ اور واو کے درمیان پڑھیں گے اور اس کا صحیح ادا کرنا ماہر استاد سے مشق کرنے پر موقوف ہے۔ پس ابدال کی جگہ تسہیل اور تسہیل کی جگہ ابدال کرنے والے کو غلطی پر سمجھنا چاہیے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ بعض لوگ تسہیل والے ہمزہ کو تقریباً ھا کی طرح ادا کرتے ہیں اور یہ محض بے اصل ہے۔

فائدہ ۱: بعض حضرات تسہیل والے ہمزہ کو مدہ بھی کہہ دیتے ہیں چنانچہ ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں کہتے ہیں وَقَرَاَ وَرْشٌ وَّابْنُ كَثِيْرٍ بِهَمْزَةٍ وَّبَعْدَهَا مَدَّةٌ فِىْ تَقْدِيْرِ اَلِفٍ وَقَرَاَ قَالُوْنُ وَّاَبُوْ عَمْرٍو وَّهِشَامٌ بِهَمْزَةٍ وَّبَعْدَهَا مَدَّةٌ مُّطَوَّلَةٌ فِىْ تَقْدِيْرِ اَلِفَيْنِ یعنی ورش اور ابن کثیر کے لیے پہلے ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل بلا ادخال ہے اور چونکہ تسہیل میں ہمزہ نرم ہو کر الف مدہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ اس لیے مجازاً اس طرح بیان کر دیا کہ ہمزہ کے بعد مدہ ہے جس کی مقدار ایک الف کے برابر ہے اور قالون و ابو عمرو ہشام کے لیے پہلے کی تحقیق مع ادخال اور دوسرے کی تسہیل ہے اور چونکہ اس صورت میں ایک الف ادخال کا آجاتا ہے اور تسہیل والا ہمزہ بھی الف کے مرتبہ میں ہو جاتا ہے اس لیے اس طرح بیان کر دیا کہ ان کے لیے پہلے ہمزہ کے بعد طویل مدہ ہے جس کا اندازہ تقریباً دو الف کے برابر ہے (ابراز) اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یہ فن کی کتابوں میں بہت جگہ کام آئے گی۔

فائدہ ۲: اس باب کی آٹھوں قسموں کی مثالوں کی تفصیل میں پہلی قسم فتحہ والے دو ہمزوں کی سولہ مثالیں ہیں جو انتیس جگہ آئی ہیں۔ (۱) جَآءَ اَحَدٌ دو جگہ (نساء ع ۷ و مائدہ ع ۲) (۲) جَآءَ اَحَدَكُمُ (انعام ع ۸) (۳) جَآءَ اَحَدَهُمُ (مومنون ع ۶) (۴) جَآءَ اَجَلُهُمْ چار جگہ (اعراف ع ۴ یونس ع ۵ و نحل ع ۸ و فاطر ع ۵) (۵) جَآءَ اَجَلُهَا (منافقون ع ۲) (۶) اَلسُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (نساء ع ۱) (۷) تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ (اعراف ع ۵) (۸) جَآءَ اَمْرُنَا چھ جگہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ہود ع ۴ تا ع ۸ و مومنون ع ۲ میں ایک ایک) (۹) جَآءَ اَمْرُ چار جگہ (ہود ع ۷ و ع ۹ و غافر ع ۸ و حدید ع ۲) (۱۰) وَجَآءَ اَهْلُ (حجر ع ۵) (۱۱) اَلسَّمَآءَ اَنْ (حج ع ۹) (۱۲) مَنْ شَآءَ اَنْ (فرقان ع ۵) (۱۳) اِنْشَآءَ اَوْ (احزاب ع ۳) (۱۴) جَآءَ اَشْرَاطُهَا (محمد ع ۲) (۱۵) شَآءَ اَنْشَرَهٗ (عبس) (۱۶) جَآءَ اٰلَ دو جگہ (حجر ع ۵ و قمر ع ۳) اول کے پانچ میں دوسرے ہمزہ کے بعد متحرک ہے اور ۶ تا ۱۵ ان دس میں ساکن صحیح ہے اور ۱۶ میں الف ہے۔ دوسری قسم کسرہ والے دو ہمزوں کی سولہ مثالیں ہیں جو اٹھارہ جگہ آئی ہیں۔ تیرہ سب کی اور تین بعض کی قراءۃ پر ہیں ان میں سے دو میں متحرک سے پہلے ہیں۔ (۱) اَلسَّمَآءِ اِلٰى (الٓم السجدہ ع ۱) (۲) اَلسَّمَآءِ اِلٰهٌ (زخرف ع ۷) اور باقی چودہ میں ساکن صحیح سے پہلے ہیں (۳) هٰٓؤُلَآءِ اِنْ (بقرہ ع ۴) (۴) اَلنِّسَآءِ اِلَّا دو جگہ (نساء ع ۳ و ۴) (۵) وَرَآءِ اِسْحٰقَ (ہود ع ۷) (۶) بِالسُّوْٓءِ اِلَّا (یوسف ع ۷) (۷) هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا دو جگہ (اسراع ۱۲ و صٓ ع ۲) (۸) اَلْبِغَآءِ اِنْ (نور ع ۴) (۹) اَلسَّمَآءِ اِنْ (شعراء ۱۰) (۱۰) اَلسَّمَآءِ اِنَّ (سباع ۱) (۱۱) اَلنِّسَآءِ اِنْ (احزاب ع ۴) (۱۲) اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ (احزاب ع ۷) (۱۳) اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ (سباع ۵) (۱۴) اَلشُّهَدَآءِ اِنْ (بقرہ ع ۳۹) اس میں حمزہؒ کی قراءۃ پر دونوں ہمزوں کا کسرہ ہے اور یہ منفقتین میں سے ہے اور باقی چھ کی قراءۃ پر پہلے کا کسرہ اور دوسرے کا فتحہ ہے جو مختلفتین کی چوتھی قسم ہے۔ (۱۵) لِلنَّبِيِّ اِنْ (احزاب ع ۶) (۱۶) اَلنَّبِيِّ اِلَّا (احزاب ع ۷) ان دونوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کی قراءۃ پر ایک تشدید والی یا اور دوسرا ہمزہ ہے۔ تیسری قسم: ضمہ والے دو ہمزوں کی مثال صرف اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ (احقاف ع ۴) میں ہے۔ مختلفتین کی پانچ قسمیں۔ چوتھی قسم فتحہ اور کسرہ والے ہمزوں کی مثالیں چودہ ہیں جو انیس جگہ آئی ہیں تیرہ سب کی اور ایک بعض کی قراءۃ پر ہے۔ (۱) شُهَدَآءَ اِذْ دو جگہ (بقرہ ع ۱۶ و انعام ۱۷) (۲) وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى دو جگہ (مائدہ ع ۳ و ع ۹) (۳) اَشْيَآءَ اِنْ (مائدہ ع ۱۴) (۴) اَوْلِيَآءَ اِنْ (توبہ ع ۳) (۵) شَآءَ اِنَّ (توبہ ع ۴) (۶) شُرَكَآءَ اِنْ (یونس ع ۷) (۷) وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ (یوسف ع ۳) (۸) وَجَآءَ اِخْوَةُ (یوسف ع ۸) (۹) اَوْلِيَآءَ اِنَّا (کہف ع ۱۲) (۱۰) اَلدُّعَآءَ اِذَا تین جگہ (انبیاء ع ۴ و نمل ع ۶ و روم ع ۵) (۱۱) نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ (شعراء ع ۵) (۱۲) اَلْمَآءَ اِلٰى (الٓم سجدہ ع ۳) (۱۳) تَفِيْٓءَ اِلٰى (حجرات ع ۱) (۱۴) زَكَرِيَّآءَ اِذْ دو جگہ (مریم ع ۱ و انبیاء ع ۶) اس میں حرمی، بصری، شامی، ابوبکر کی قراءۃ پر دو اور باقی اڑھائی کے لیے ایک ہمزہ ہے۔ پانچویں قسم: فتحہ اور ضمہ والے کی مثال صرف جَآءَ اُمَّةً (مومنون ع ۳) میں ہے۔ چھٹی قسم: ضمہ اور فتحہ والے ہمزوں کی مثالیں بارہ ہیں جو تیرہ جگہ آئی ہیں۔ دس سب کی اور دو صرف نافع کی قراءۃ پر ہیں۔ (۱) اَلسُّفَهَآءُ اَلَا (بقرہ ع ۲) (۲) نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ (اعراف ع ۱۳) (۳) تَشَآءُ اَنْتَ (اعراف ع ۱۹) (۴) سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ (توبہ ع ۵) (۵) وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ (ہود ع ۴) (۶) اَلْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ دو جگہ (یوسف ع ۶ و نمل ع ۳) (۷) يَشَآءُ اَلَمْ تَرَ (ابراہیم ع ۴) (۸) اَلْمَلَؤُا اَيُّكُمْ (نمل ع ۳) (۹) جَزَآءُ اَعْدَآءِ (فصلت ع ۴) (۱۰) وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا (ممتحنہ ع ۱) (۱۱) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى (احزاب ع ۱) (۱۲) اَلنَّبِيُّ اَنْ (احزاب ع ۶) ان دونوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کے لیے ایک تشدید والی یا اور دوسرا ہمزہ ہے۔ ساتویں قسم: کسرہ اور فتحہ والے ہمزوں کی مثالیں چودہ ہیں جو سولہ جگہ آئیں ہیں تیرہ سب کی اور ایک حمزہ کے سوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوروں کے قراءۃ پر (۱) اَلنِّسَآءِ اَوْ (بقرہ ع ۳۰) (۲) هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى (نساء ع ۸) (۳) بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ (ع ۳)
(۴) هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا (ع ۴) (۵) اَلْمَآءِ اَوْ (ع ۶ تینوں اعراف میں) (۶) اَلسَّمَآءِ اَوِائْتِنَا (انفال ع ۴) (۷) وِعَآءِ
اَخِيْهِ دو جگہ (یوسف ع ۹) (۸) هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً (انبیاء ع ۷) (۹) هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ (ع ۲) (۱۰) اَلسُّوْءِ اَفَلَمْ (ع ۴) دونوں
فرقان میں (۱۱) اَلسَّمَآءِ اٰيَةً (شعراء ع ۱) (۱۲) اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ (احزاب ع ۷) (۱۳) اَلسَّمَآءِ اَنْ دو جگہ (ملک ع ۲)
(۱۴) اَلشُّهَدَآءِ اَنْ (بقرہ ع ۳۹) اس میں حمزہ کی قراءۃ پر دونوں ہمزوں کا کسرہ اور باقین کے لیے پہلے کا کسرہ اور
دوسرے کا فتحہ ہے۔ آٹھویں قسم: ضمہ اور کسرہ والے ہمزوں کی انیس مثالیں ہیں جو اٹھائیس جگہ آئیں ہیں پندرہ
سب کی اور چار بعض کی قراءۃ پر ہیں۔ (۱) يَشَآءُ اِلٰى چار جگہ (بقرہ ع ۱۷ و ع ۲۶ و یونس ع ۳ و نور ع ۶) (۲)
اَلشُّهَدَآءُ اِذَا (بقرہ ع ۳۹) (۳) يَشَآءُ اِنَّ تین جگہ (آل عمران ع ۲ و نور ع ۶ و فاطر ع ۱) (۴) يَشَآءُ اِذَا (آل عمران
ع ۵) (۵) نَشَآءُ اِنَّ (انعام ع ۱۰) (۶) اَلسُّوْٓءُ اِنْ (اعراف ع ۲۳) (۷) نَشٰٓؤُا اِنَّكَ (ہود ع ۸) (۸) يَشَآءُ اِنَّهٗ تین جگہ
(یوسف ع ۱۱ و شوریٰ ع ۳ و ع ۵) (۹) نَشَآءُ اِلٰى (حج ع ۱) (۱۰) شُهَدَآءُ اِلَّا (نور ع ۱) (۱۱) اَلْمَلَؤُا اِنِّىْ (نمل ع ۲)
(۱۲) اَلْفُقَرَآءُ اِلَى (ع ۳) (۱۳) الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ (ع ۴) (۱۴) اَلسَّيِّئُ اِلَّا (ع ۵ تینوں فاطر میں) (۱۵) يَشَآءُ اِنَاثًا
(شوریٰ ع ۵) (۱۶) يٰزَكَرِيَّآءُ اِنَّا (مریم ع ۱) اس میں حرمی، بصری، شامی، ابوبکر کے لیے دو اور باقی اڑھائی کے لیے ایک
ہمزہ ہے۔ (۱۷) اَلنَّبِيُّ اِنَّا دو جگہ (احزاب ع ۶ میں) (۱۸) اَلنَّبِيُّ اِذَا دو جگہ (ممتحنہ ع ۲ و طلاق ع ۱) (۱۹) اَلنَّبِيُّ
اِلٰى (تحریم ع ۱) ان تینوں میں نافع کی قراءۃ پر دو ہمزہ ہیں اور باقین کے لیے ایک تشدید والی یا اور دوسرا ہمزہ ہے۔
(شرح سبعہ)

النحو و العربیہ: ۲۰۲/۱ (۱) فِیْ اتِّفَاقِهِمَا اور كَانَتَا کی ضمیر اَلْهَمْزَتَيْنِ کے لیے ہے جو اسی باب کے شروع
میں مذکور ہے اور ابو شامہ اور شعلہ کی رائے کے موافق ساتویں باب کے شعرا کے وَتَسْهِيْلُ اُخْرٰى هَمْزَتَيْنِ کے
لیے نہیں ہے۔ (۲) فِیْ اتِّفَاقِهِمَا حال ہے (۳) مَعًا بعض کے قول پر تاکید اور بعض کی رائے پر تقیید کے لیے
ہے (۴) اَلْعُلَا میں وقفاً" قصر ہے۔ جعبری کی رائے کے موافق ضرورتاً" نہیں۔ ۲۰۳/۲ (۱) اَوْلِيَا میں جو تنصیف
ہے وہ پہلے ہمزہ کے حذف پر تو تام ہے اور دوسرے کے حذف پر مدمج و مدخل ہے (۲) دوسری مثال میں کاف کو
مقدر مانیں گے نہ کہ تیسری میں کیونکہ یہ ایک ہی جگہ آئی ہے۔ (۳) تَجَمَّلًا یا تو جمال سے ہے ای تَحَسَّنَ وَ
تَزَيَّنَ یا اِجْمَالٌ اور جُمْلَةٌ سے ہے ای تَجَمَّعَ وَاجْتَمَعَ مِنْ غَيْرِ كُلْفَةٍ ۲۰۵/۴ (۱) بِالسُّوْءِ یا تو مبتدا ہے یا
مفعول بہ پس جملہ بھی یا اسمیہ ہے یا فعلیہ (۲) عَنْهُمَا۔ خِلَافٌ کے متعلق ہے۔ ۲۰۶/۵ مُحَضٌ کا نصب نہ
روایتہً" صحیح ہے نہ درایتہً" کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں تَبَدَّلَ الْهَمْزُ حَرْفَ مَدٍّ پس عَنْهُمَا فائدہ
سے خالی ہوگا۔ ۲۰۷/۶ جعبری با کو زائد مان کر بِيَاءٍ کو تَلَا کا مفعول کہتے ہیں لیکن اظہر یہ ہے کہ یہ تَلَا کے متعلق
ہے اور مفعول مقدر ہے ای هَمْزَتَيِ الْمِثَالَيْنِ ۲۰۸/۷ (۱) اِنْ شرطیہ کے فعل کا مفسر اس لیے نہیں لائے کہ ظرف
اس پر دلالت کر رہا ہے اور اس کی تفصیل ساتویں باب کے شعر ۱۰ وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ میں گذر چکی ہے (۲) اَعْدَلَا فعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناقص کی خبر ہے اور وزن اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ پس اس کا الف اطلاقیہ ہے۔ ۲۰۹/۸ (۱) فِیۡ یا تو تسہیل کے متعلق ہے یا سَمَا کے (۲) تَفِیۡٓءُ اِلٰی۔ اَقۡسَامُ الۡمُخۡتَلِفَتَیۡنِ یا ھِیَ مقدر کی خبر ہے ای ھِیَ کَتَفِیۡٓءَ وَمَا بَعۡدَہٗ (۲) اُنۡزِلَا۔ تَفِیۡٓءَ اور نَشَآءُ کے درمیان معترضہ بیانیہ مستانفہ ہے۔ ۲۱۰/۹ (۱) نَشَآءُ بتقدیر عاطف یا تو تَفِیۡٓءُ پر معطوف ہے یا جَآءَ اُمَّۃً پر (۲) قُلۡ بَیِّنَۃً مقدم ہے اور جملہ فَنَوۡعَانِ اس کا مقولہ ہے (۳) کَالۡیَا وَکَالۡوَاوِ فاعل سے حال ہے اور ترجمہ میں اس کو فعل کا متعلق قرار دیا ہے۔ ۲۱۱/۱۰ اُبۡدِلَا کی ضمیر یا اور واو کے اور مِنۡھُمَا کی نَوۡعَانِ کے لیے ہیں ای مِنۡ ھَمۡزَۃِ النَّوۡعَیۡنِ اور ترجمہ میں اس کا عکس کیا گیا ہے ۲۱۲/۱۱ (۱) کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اسی لیے اس کا مبتدا بنا صحیح ہو گیا۔ (۲) یَبۡدَا میں سَبَا کی طرح ہمزہ کو وقف کی نیت کی بناء پر ساکن کر کے الف سے بدل لیا ہے۔ ۲۱۳/۱۲ (۱) مَحۡضٌ ای ذُوۡ حَرۡفٍ خَالِصٍ (۲) اَلۡمُسَھَّلُ مصدر میمی ہے (۳) بَیۡنَ مَا میں مَا موصولہ ہے اور بَیۡنَ مَا ھُوَ الۡھَمۡزُ بَیۡنُ الۡھَمۡزِ کے معنی میں ہے۔ (۴) اَشۡکِلَا ای ضُبِطَ بِالۡحَرَکَۃِ اور یہ شَکَلۡتُ الۡکِتَابَ ای قَیَّدۡتُہٗ بِالۡاِعۡرَابِ سے ہے اور اَشۡکَلۡتُ الۡکِتَابَ بھی کہتے ہیں گویا تم نے اس کے اشکال اور التباس کو زائل کر دیا۔

بَابُ الۡھَمۡزِ الۡمُفۡرَدِ

نواں باب: اس اکیلے ہمزہ کے بیان میں جس کے ساتھ دوسرا ہمزہ نہ ہو

(اس میں بارہ شعر ہیں)

ہمزہ کی تخفیف چار طرح ہوتی ہے۔ (۱) تسہیل بین بین سے (۲) حذف سے (۳) ابدال سے (۴) نقل سے ساتویں اور آٹھویں باب میں زیادہ تسہیل کا اور قدرے ابدال و حذف کا بیان تھا اور نویں میں خالص ابدال کا اور دسویں میں خالص نقل کا بیان ہے اور گیارہویں میں تمام قسمیں جمع ہیں۔ نیز ساتویں اور آٹھویں میں دو ہمزوں کا اور ان قسموں کا بیان تھا جن میں تخفیف دو سے زیادہ اماموں کے لیے ہے اور باب ۹ تا ۱۱ میں زیادہ تر ایک ایک ہمزہ کا اور ان قسموں کا بیان ہے جن میں تخفیف ایک یا دو اماموں کے لیے ہے۔

۱/۲۱۴ اِذَا سَکَنَتۡ فَاءٌ مِّنَ الۡفِعۡلِ ھَمۡزَۃٌ ۔۔۔ فَوَرۡشٌ یُرِیۡھَا حَرۡفَ مَدٍّ مُّبَدَّلَا

۲/۲۱۵ سِوٰی جُمۡلَۃِ الۡاِیۡوَاءِ وَالۡوَاوُ عَنۡہُ اِنۡ ۔۔۔ تَفَتَّحَ اِثۡرَ الضَّمِّ نَحۡوُ مُؤَجَّلَا

ترجمہ: (۱) جب (لفظ) فعل کے فا (کلمہ) میں ہمزہ ساکن ہو تو ورش اس (ہمزہ) کو حرف مد (ہونے کی حالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں) دکھاتے (اور سناتے) ہیں (یا ورش یا فن کے معلمین تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ ہمزہ حرف مد ہے) اس حالت میں کہ وہ (اس فا کلمہ کی ہمزۂ ساکنہ کو تمام کلمات میں) بدلنے والے ہیں۔ (۲) سوائے ایواء کے (مادہ کے) تمام (الفاظ تُؤْوِیْ مَأْوٰی۔ فَأْوٗا) کے (کہ ان میں ابدال نہیں کرتے) اور اگر یہ (فا کلمہ کا ہمزہ) ضمہ کے بعد فتحہ والا ہو تو ان (ورش) سے (ہمزہ کے بجائے) واو (منقول) ہے (یا واو اس ہمزہ کا نائب بننے والا ہے۔ اور اس کی مثال) مُؤَجَّلًا کی طرح ہے (یعنی اگر ضمہ کے بعد فتحہ والا ہمزہ فا کلمہ میں ہو تو اس کا فتحہ والے واو سے ابدال کرتے ہیں)۔

شرح: (ا) یعنی ہمزۂ مفردہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول: ہمزۂ ساکنہ اس کا ورش ہر جگہ اس حرف علت سے ابدال کرتے ہیں۔ جو ہمزہ سے پہلے حرف کی حرکت کے موافق ہو مگر شرط یہ ہے کہ یہ ہمزۂ ساکنہ اس لفظ فعل کے فا کلمہ کی جگہ میں ہو جو کلمات کا وزن معلوم کرنے کے لیے مقرر ہے اسم میں ہو خواہ فعل میں اور فا کلمہ کا ہمزہ وہ ہے جو اَتَیْنَ مُوْفٌ کے سات حرفوں میں سے کسی ایک حرف کے بعد ہو اور ہمزہ سے مراد ہمزۂ وصلی ہے اور میم سے اسم فاعل اور اسم مفعول کا میم مراد ہے تو فا کلمہ کے ہر ہمزۂ ساکنہ کو ورش فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یائے مدہ سے اور ضمہ کے بعد واوِ مدہ سے بدلتے ہیں جیسے یَاخُذُ۔ یَاکُلُ۔ تَالَمُوْنَ۔ لِقَآءَنَا ائْتِ اور جیسے فَلَنَا تِیَنَّهُمْ اور فَاسْتَاذَنُوْکَ اور الَّذِی اوْتُمِنَ السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ اور الْمُوْمِنُوْنَ۔ یُوْثِرُوْنَ۔ یُوْمِنُ یُوْتُوْنَ جو ابدال سے پہلے یَأْخُذُ اور الَّذِی اؤْتُمِنَ اور الْمُؤْمِنُوْنَ تھے اور بِیْسَ وَبِیْرٍ اور الذِّیْبُ میں ہمزہ عین کلمہ ہے مگر اس پر بھی اس کا یا سے ابدال کرتے ہیں اور الذِّیْبُ میں کسائی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں جیسا کہ اسی باب کے شعر۹ میں آئے گا۔ (۲) لیکن ایواء کے مادہ کے الفاظ میں ابدال نہیں کرتے اور اس کے صرف تین کلمہ آئے ہیں۔ (۱) وَتُؤْوِیْ (احزاب ع ۶) اور الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ (معارج) (۲) اَلْمَأْوٰی۔ وَمَأْوٰىهُ مَأْوٰىکُمْ۔ وَمَأْوٰىهُمْ جس طرح بھی آئے۔ (۳) فَأْوٗا (کہف ع ۲)۔ دوم: وہ ہمزہ جس پر حرکت ہو اس کو ورش تین شرطوں سے فتحہ والے واو سے بدلتے ہیں۔ (۱) ہمزہ ضمہ کے بعد ہو (۲) فا کلمہ میں ہو (۳) ہمزہ پر فتحہ ہو جیسے یُوَدِّہٖ۔ مُوَجَّلًا مُوَذِّنٌ۔ وَالْمُوَلَّفَةِ یُوَخِّرُهُمْ لَا تُوَاخِذْنَا وغیرہ جو ابدال سے پہلے یُؤَدِّہٖ اور یُؤَخِّرُهُمْ تھے اسی لیے یَؤُدُہٗ۔ تَؤُزُّهُمْ۔ مَاٰبٍ۔ مَاٰرِبُ۔ فَاَذَّنَ میں ابدال نہیں کرتے کیونکہ پہلی شرط نہیں ہے اور ضمہ کے بعد فتحہ والا ہمزہ اکثر جگہ فا کلمہ ہی میں آتا ہے لیکن صرف فُؤَادُکَ۔ اَلْفُؤَادَ۔ بِسُؤَالِ میں عین کلمہ میں اور هُزُؤًا۔ کُفُؤًا میں لام کلمہ میں آیا ہے اور اسی لیے ان میں ہمزہ کا واوَ سے ابدال نہیں کرتے۔

فائدہ: (ا) فَاءً مِّنَ الْفِعْلِ میں وہ فعل مراد نہیں جو اسم و حرف کا مقابل ہے کیونکہ اس تقدیر پر تو الْمُؤْمِنُوْنَ وغیرہ اسموں میں ابدال ناجائز ہو جائے گا جو واقع کے خلاف ہے بلکہ اس سے وہ لفظ فعل مراد ہے جس سے اہل صرف دوسرے کلمات کا وزن معلوم کیا کرتے ہیں اور جس کو موزون بہ کہتے ہیں (۲) تُؤْوِیْ میں ابدال سے دو واو جمع ہو کر ثقل ہو جاتا اور فَأْوٗا اور مَأْوٰی میں اس لیے نہیں کیا کہ پورے باب کا حکم یکساں رہے اور دونوں لغت بھی جمع ہو جائیں۔ (۳) ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کا واو سے ابدال قیاسی ہے اور ورش نے تَاَذَّنَ وغیرہ میں تخفیف اس لیے نہیں کی کہ اگر کرتے تو تسہیل ہوتی اور ان کا مذہب فا کلمہ کے ہمزہ میں ابدال ہے۔ (۴) نحاۃ و قراء کا اس میں اختلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حرکت والا ہمزہ زیادہ ثقیل ہے یا ساکنہ پس بعض کہتے ہیں کہ اول ثقیل تر ہے کیونکہ ساکنہ میں تو ایک (ہی حرف) کی آواز ہوتی ہے اور حرکت والے میں ایک آواز حرف کی اور دوسری حرکت کی ہوتی ہے اور حرکت بھی ایک ناقص حرف کے مرتبہ میں ہے اور بہ نسبت دو حرفوں کے ایک حرف کا ادا کرنا آسان ہے اور اسی لیے بَارِئِکُمْ میں ابو عمرو ہمزہ کو ساکن کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ساکنہ ثقیل تر ہے کیونکہ وہ سانس کی تنگی کے بغیر ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ یہاں حرکت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تلفظ آسان ہو جائے نیز حرکت والے ہمزہ کے ساتھ ساکنہ آجائے تو اس کا ابدال واجب ہے۔ سو اس کی وجہ یہی تو ہے کہ اس میں ثقل ہے اور متحرکہ کے بعد متحرکہ میں تسہیل ضروری نہیں اور اسی لیے ہمزۂ مفردہ ساکنہ میں ابدال کرتے ہیں اور ہمزہ کے علاوہ باقی حروف میں بالاتفاق ساکن متحرک سے خفیف ہے اور اسی لیے یَاْمُرُکُمْ وغیرہ میں ابو عمرو را کو ساکن کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ ابو شامہ نے یہ فرمایا کہ ممکن ہے کہ ابو عمرو نے یَاْمُرُکُمْ میں را کا اختلاس پڑھا ہو اور راوی کو اسکان کا وہم ہو گیا ہو۔ انتھی۔ کیا متواتر روایات میں بھی ایسے بعید احتمالات کی گنجائش ہے۔

ابدال کے بارہ میں سوسی کا قاعدہ

(ص)

۳/۲۱۶ وَيُبْدَلُ لِلسُّوسِيِّ كُلُّ مُسَكَّنٍ مِنَ الْهَمْزِ مَدًّا غَيْرَ مَجْزُومٍ اُهْمِلَا

ترجمہ: اور (ناظم کے اختیار کے اعتبار سے) سوسی کے لیے (اور روایتہ" دوری اور سوسی دونوں کے لیے) ہر ایک ہمزۂ ساکنہ (فا کلمہ میں ہو خواہ عین میں خواہ لام میں حرف) مد سے بدلا جاتا ہے۔ سوائے اس مجزوم (کلمہ کے ہمزہ) کے جو (اس ابدال کے قاعدہ سے) جدا کر دیا گیا ہے (پس اس میں صرف تحقیق ہے)۔

۴/۲۱۷ تَسُؤْ وَنَشَاْ سِتٌّ، وَعَشْرٌ يَشَاْ وَمَعْ يُهَيِّئْ وَنَنْسَأْهَا يُنَبَّأْ تَكَمَّلَا

ترجمہ: (یعنی سوائے ایسے) تَسُؤْ اور نَشَاْ (کے) جو چھ ہیں (کیونکہ دونوں تین تین جگہ آئے ہیں) اور (سوائے) یَشَاْ کے دس (کلمات کے) اور (سوائے اس اَمْ لَمْ) یُنَبَّأْ (کے) جو یُهَيِّئْ اور نَنْسَأْهَا کے ساتھ ہے (اور یُنَبَّأْ پر) یہ (مجزوم کی قسم) کامل ہو گئی ہے (اور اس کے بعد کے پانچ فعلوں میں ہمزہ کا سکون بصریین کی رائے پر بنائی ہے۔ گو کوفیین امر کے سکون کو بھی جزمی کہتے ہیں۔)

۵/۲۱۸ وَهَيِّئْ وَاَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْ بِاَرْبَعٍ وَاَرْجِئْ مَعًا وَّاقْرَأْ ثَلٰثًا فَحَصِّلَا

ترجمہ: اور (سوائے) هَيِّئْ اور اَنْبِئْهُمْ کے اور نَبِّئْ کے جو چار (جگہ) میں واقع ہوا ہے اور (سوائے) اَرْجِئْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے (اس حالت میں کہ) یہ دو (مل کر آنے والے) ہیں (یعنی اَرْجِئْہِ دو جگہ آیا ہے) اور (سوائے) اِقْرَاْ کے اس حالت میں کہ یہ تین جگہ ہے پس تو (ان بنائی سکون والے گیارہ کلمات کو قرآن مجید کی آیات میں سے) ضرور حاصل کرلے (یا ان کے علم کو حاصل کرلے)

٦/٢١٩ وَتُؤْوِی وَتُؤْوِیهِ اَخَفُّ بِهَمْزِهِ ۝ وَرِئْیًا بِتَرْكِ الْهَمْزِ یُشْبِهُ الِامْتِلَا

ترجمہ: اور (سوائے) تُؤْوِی اور تُؤْوِیهِ (کے اور یہ کلمہ دونوں جگہ بہ نسبت ابدال کے) اپنے ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ (ہونے کی حالت میں) آسان تر ہے (کیونکہ ابدال کی صورت میں کلمہ میں دو واو جمع ہو جاتے ہیں اور تحقیق کی تقدیر پر ایک ہی واو رہتا ہے اس لیے ابدال نہیں کرتے) اور (سوائے) رِئْیًا (کے) یہ (ابدال و ادغام کے ذریعہ رِیًّا ہو کر) ہمزہ کے ترک کردینے کے سبب سیراب کردینے (کے معنی والے رِیًّا) کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

٧/٢٢٠ وَمُؤْصَدَةٌ اَوْصَدْتُّ یُشْبِهُ كُلُّهُ ۝ تَخَیَّرَهُ اَهْلُ الْاَدَاءِ مُعَلَّلَا

ترجمہ: اور (سوائے) مُؤْصَدَةٌ (کے) یہ (ابدال کرنے کی صورت میں) اَوْصَدْتُّ (واوی) کے مشابہ ہو جاتا ہے (یعنی یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ مہموز الفا نہیں بلکہ مثال واوی ہے) اس (مستثنیٰ) کا تمام (باب) جو ہے اس کو اہل ادا (ابن غلبون، نقاش، مکی، مہدوی، ابن مجاہد وغیرہ) نے پسند کیا ہے حالانکہ یہ علت بیان کیا ہوا ہے (یعنی ان الفاظ کے مستثنیٰ ہونے کی دلیلیں بھی بیان کی ہیں اور پسند کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ابو عمرو سے اطلاق (سب جگہ ابدال اور تقیید ان پانچ قسموں کے سوا باقی میں ابدال) دونوں منقول تھے۔ سو ان میں سے ثانی کو اختیار کرلیا۔ ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد نے ان پانچ قسموں میں سے بعض کو تو ابو عمرو سے روایت کیا ہے اور باقی کو انہیں پر قیاس کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پانچوں قسمیں ابو عمرو سے منقول ہیں۔)

٨/٢٢١ وَبَارِئِكُمْ بِالْهَمْزِ حَالَ سُكُونِهِ ۝ وَقَالَ ابْنُ غَلْبُونٍ بِیَاءٍ تَبَدَّلَا

ترجمہ: اور بَارِئِكُمْ (کو بھی سوسی نے مستثنیٰ کیا ہے) حالانکہ یہ ہمزہ (کی تحقیق) کے ساتھ ہے (نیز) اس (ہمزہ) کے سکون کی حالت میں ہے (یعنی ہمزہ کو ساکن پڑھا ہے۔ ابدال نہیں کیا) اور ابن غلبون نے کہا ہے کہ یہ (ہمزہ) یا سے بدل گیا ہے۔

شرح: یعنی ورش تو صرف اس ہمزۂ ساکنہ کا ابدال کرتے ہیں جو فا کلمہ میں ہو اور سوسی ہر ہمزۂ ساکنہ کو حرف مد سے بدلتے ہیں۔ عام ہے کہ فا کلمہ میں ہو جیسے یَاْلَمُوْنَ۔ مُؤْمِنُوْنَ۔ یَقُوْلُ اؤْذَنْ لِّیْ یا عین کلمہ میں ہو جیسے كَدَاْبِ رَاْسُ۔ بَاْسُ۔ بِئْسَ۔ وَبِئْرٍ اَلذِّئْبُ لُؤْلُؤٍ یا لام کلمہ میں ہو جیسے اَسَاْتُمْ۔ فَادّٰرَءْتُمْ اِطْمَاْنَنْتُمْ۔ جِئْتَ۔ شِئْتَ شِئْتُمْ لیکن ان پانچ قسموں کی ہمزوں میں ابدال نہیں کرتے۔ اول وہ جن میں ہمزہ کا سکون جزم کی وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جو ان چھ کلموں میں ہے جو انیس جگہ آئے ہیں۔ (۱) تَسُؤْ تین جگہ یعنی تَسُؤْهُمْ (آل عمران ع ۱۲ و توبہ ع ۷) اور تَسُؤْكُمْ (مائدہ ع ۱۴) (۲) اِنْ نَّشَاْ تین جگہ (شعراو سبا ع ۱ و یٰسین ع ۳) (۳) یَشَاْ دس جگہ یعنی اِنْ یَّشَاْ سات جگہ (نساء ع ۱۹ و انعام ع ۱۶ ابراہیم ع ۳ اسراء ع ۶ میں دو۔ فاطر ع ۳ شوریٰ ع ۴) وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ (انعام ع ۴) مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ (انعام ع ۴) فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ (شوریٰ ع ۳) اور آخری دو میں ابدال کا قاعدہ وقفاً" پایا جاتا ہے مگر مستثنٰی ہونے کے سبب ابدال نہیں کرتے (۴) اَوْنُنْسِئْهَا (بقرہ ع ۱۳) اس میں ابن کثیراور ابو عمرو ہی کی قراءۃ پر ہمزہ ہے کیونکہ دوسرے قراء کے لیے تو اَوْنُنْسِهَا ہے (۵) وَیُهَیِّئْ لَكُمْ (کہف ع ۲) (۶) اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ (نجم ع ۳) دوم: وہ کلمات جن میں ہمزہ کا سکون بنائی ہو اور وہ سب امر کے صیغہ ہیں۔ جن کے پانچ کلمات ہیں جو گیارہ جگہ آئے ہیں۔ (۱) وَهَیِّئْ لَنَا (کہف ع ۱) (۲) اَنْبِئْهُمْ (بقرہ ع ۴) (۳) نَبِّئْ چار جگہ نَبِّئْنَا (یوسف ع ۵) اور نَبِّئْ عِبَادِیْ (حجر ع ۴) اور وَنَبِّئْهُمْ (حجر ع ۴ و قمر ع ۲) (۴) اَرْجِئْهُ دو جگہ (اعراف ع ۱۴ و شعراء ع ۳) (۵) اِقْرَاْ تین جگہ (اسراء ع ۲ میں ایک اور علق میں دو)۔ سوم: وہ جن میں ابدال کرنے سے کلمہ ثقیل ہو جاتا ہے اور نہ کرنے سے نہیں ہوتا اور ایسے دو کلمہ ہیں۔ (۱) وَتُؤْوِیْ (احزاب ع ۶) (۲) تُؤْوِیْهِ وَمَنْ (معارج ع ۱) کیونکہ جب ان میں ابدال کریں گے تو کلمہ میں دو واو جمع ہو جائیں گے اور پہلے ایک ہی ہے اور بہ نسبت ایک واو کے دو میں ثقل زیادہ ہے۔ چہارم: وہ قسم جس میں ایک معنی کا لغت دوسرے معنی والے کے ساتھ ملتبس ہو جائے اور ایسا صرف ایک کلمہ ہے وَرِءْیًا (مریم ع ۵ میں) کیونکہ رِءْیًا وہ چیز ہے جو دیکھنے میں خوشنما معلوم ہو۔ جب اس میں ہمزہ کا یا سے ابدال کریں گے تو اس میں دو یائیں ہو جائیں گی پھر پہلی کا دوسری میں ادغام ضروری ہوگا چنانچہ قالون اور ابن ذکوان اسی طرح پڑھتے ہیں اور اب یہ وَرِیًّا ہو کر اس رِیًّا جیسا ہو جائے گا جو رَوِیَ سے بنا ہے اور سیراب کرنے کے معنی میں ہے اس لیے وَرِءْیًا میں ابدال نہیں کرتے۔ پنجم: وہ قسم جس میں ابدال کے بعد لفظ کے اعتبار سے ایک لغت دوسرے سے مشابہ ہو جائے اور اس قسم کا ایک کلمہ ہے جو دو جگہ آیا ہے یعنی مُؤْصَدَةٌ بلد و ھمزہ میں یہ ابو عمرو کے نزدیک اٰصَدَ مہموز الفا سے بنا ہے اور دوسرے حضرات کی رائے پر اَوْصَدَ مثال واوی سے ہے پس اگر اس میں ابدال کرتے تو مُوْصَدَةٌ ہو کر یہ شبہ ہو جاتا کہ یہ ابو عمرو کے نزدیک بھی اَوْصَدَ ہی سے ہوگا اس لیے ابدال نہیں کیا اور ان قسموں کا استثناء غیر معتبر حضرات کا مذہب نہیں ہے بلکہ ابن مجاہد اور ان کے مانند دوسرے ماہرین کا طریق ہے چنانچہ دانی فرماتے ہیں کہ ابن مجاہد ان علتوں کی بناء پر ان تمام الفاظ میں ہمزہ کی تحقیق کو پسند کرتے تھے۔ شعر ۸ اور بَارِئِكُمْ جو بقرہ ع ۶ میں دو جگہ ہے اس کے ہمزہ میں دوری کے لیے اختلاس و سکون اور سوسی کے لیے صرف سکون ہے پس سکون کی صورت میں اس میں بھی ابدال کا قاعدہ پایا جاتا ہے لیکن اس میں ابدال نہیں کرتے بلکہ اس ہمزہ کو سکون اور تحقیق سے پڑھتے ہیں اور گو دانی کے شیخ ابو الحسن طاہر بن غلبون نے تزکرہ میں اس میں سوسی کے لیے ابدال بیان کیا ہے لیکن وہ اس میں منفرد ہیں اور انہیں کی پیروی کرتے ہوئے دانی نے بھی تیسیر میں اس کو مستثنٰی نہیں کیا۔ نشر میں ہے کہ اس میں ابدال پسندیدہ نہیں کیونکہ ہمزہ کا سکون عارضی ہے جو اعتبار کرنے کے لائق نہیں اس لیے کہ جب ابو عمرو جزم اور بناء کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون میں ابدال نہیں کرتے حالانکہ وہ لازم بھی ہے اور قوی بھی تو اس سکون عارضی میں جو تخفیف کی بناء پر ہے ابدال بدرجہ اولیٰ نہ ہونا چاہیے نیز جب اَنْشَأَ اور لُؤْلُوءٍ وغیرہ میں حرکت والے ہمزہ پر وقف کرتے ہیں تو اس میں بھی اسی لیے ابدال نہیں کرتے کہ اس کا سکون عارضی ہے۔ پس بَارِئِكُمْ کے ہمزہ کا سکون بھی اسی قبیل سے ہے۔ نیز اگر اس کے سکون کو لازمی بھی مان لیں تب بھی اس کا ابدال ابو عمرو کے قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ ابدال سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ بَرٰی سے بنا ہوگا جو مٹی کے معنی میں ہے اور اسی شبہ سے بچنے کے لیے بصری نے مُؤْصَدَةٌ میں ابدال نہیں کیا حالانکہ اس میں ہمزہ کا سکون بھی اصلی ہے۔ پس بَارِئِكُمْ میں بدرجہ اولیٰ تحقیق ہونی چاہیے۔ اور یہی صحیح ہے (غیث از نشر)

فائدہ ۱ سوال ۱: ابدال و تحقیق میں جو خلاف ہے ناظم نے اس کو خلاف مرتب قرار دیا ہے یعنی ابدال کو سوسی کے ساتھ اور تحقیق کو دوری کے ساتھ خاص کیا ہے اور تیسیر میں ابدال کی نسبت پورے ابو عمرو کی طرف ہے۔ جس سے یہ نکلتا ہے کہ ابدال دوری اور سوسی دونوں کے لیے صحیح ہے ان دونوں میں سے کون سی بات درست ہے (۲) ناظم نے ابدال کو کسی صورت کے ساتھ خاص نہیں کیا جس سے یہ نکلتا ہے کہ ہر حالت میں صحیح ہے اور تیسیر میں ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (۱) تیزی سے (۲) نماز میں (۳) ادغام کبیر کے ساتھ تلاوت کر رہے ہوں یعنی جب ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جاتی تھی۔ تب ابدال کرتے تھے۔ پس آیا یہ بلا شرط صحیح ہے یا کسی شرط کے ساتھ ان دونوں کے جواب میں جعبری فرماتے ہیں کہ سوسی اور دوری دونوں سے ابدال بھی منقول ہے اور تحقیق بھی اور ناظم نے صاحب اختیار ائمہ کی طرح دونوں کے لیے ایک ایک وجہ کو اختیار کر لیا تھا یعنی سوسی کے لیے ابدال اور دوری کے لیے تحقیق اور صقلی اور ابن شریح کا بھی یہی مسلک ہے پس دوری کے لیے ابدال کی اور سوسی کے لیے تحقیق کی وجہ کم ہو گئی نیز یہ ابدال بلا شرط بھی آیا ہے اور شرط کے ساتھ بھی چنانچہ (۱) سوسی ابو حمدون۔ ابن الیزیدی تینوں نے یزیدی کے ذریعہ ابو عمرو سے نقل کیا ہے کہ جب وہ تلاوت کرتے تھے تو جس کلمہ میں ہمزۂ ساکنہ ہوتا تھا اس میں ہمزہ (کو تحقیق سے) نہیں پڑھتے تھے (بلکہ ابدال کرتے تھے) پس یہ تمام حالات کو شامل ہے (نہ اس میں حدر کی خصوصیت ہے نہ نماز کی نہ ادغام کبیر کی) (۲) اور اسماعیل اور ابراہیم نے یزیدی کے ذریعہ ابو عمرو سے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب وہ حدر سے پڑھتے تھے اور سوسی کے روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ جب نماز میں پڑھتے تھے تو ہمزۂ ساکنہ کی جگہ ہمزہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس میں شرط موجود ہے۔ پس تیسیر میں خصوص (شرط والے قول) کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ بہت سی نصوص سے ثابت ہے اور ناظم نے عموم (بلاشرط والے قول) کو لیا ہے کیونکہ یہ ادا کی رو سے مشہور ہے۔ اِنْتَهٰى بِحَاصِلِهٖ سخاوی کہتے ہیں کہ ناظم نے ابدال سوسی ہی کے طریق سے پڑھا تھا۔ دوری کے طریق سے نہیں پڑھا اور سوسی ہی سے پوری طرح مشہور بھی ہے اوروں سے اتنا نہیں۔

فائدہ ۲: (۱) ان پانچ قسموں میں چودہ کلمات مذکور ہیں جو پینتیس جگہ آئے ہیں ان میں سے اول کے چھ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون جزمی اور ۷ تا ۱۱ میں بنائی ہے اور ان میں ابدال نہ ہونے کی چار وجوہ ہیں (۱) ابدال سے جزم یا وقف کے موقعہ میں صورۃً حرف مد کا باقی رہنا لازم آتا تھا۔ اس کو پسند نہیں کیا (۲) یہ سکون اعراب کی علامت ہے اس لیے تبدیلی مناسب نہیں (۳) جزمی اور بنائی سکون عارضی ہے۔ دونوں میں حرکت اصل ہے۔ (۴) تاکہ ہمزہ میں اسکان و ابدال دو تغیر جمع نہ ہو جائیں لیکن (۳ و ۴) پر جِئۡتُمۡ اور شِئۡتُمۡ سے شبہ ہوتا ہے کہ ان میں بھی یہ دونوں باتیں موجود ہیں اور امام حمزہ ان اسباب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے وقفاً سب میں ابدال کرتے ہیں۔ (۲) ابن الفاحام کی تجرید میں ہے کہ بعض نے ان کے علاوہ اور الفاظ کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور بعض نے ان میں سے بھی چند الفاظ کو کم کر دیا ہے اور بعض نے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ (۳) ابن شریح نے اور تبصرہ میں مکی نے بَارِئِکُمۡ میں دونوں وجوہ بتائی ہیں لیکن تحقیق راجح ہے اور ناظم نے بھی دو مصرعوں میں دونوں وجوہ بیان کی ہیں اور تیسیر میں صرف ابدال ہے کیونکہ انہوں نے اس کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ پس تحقیق زیادات میں سے ہے۔ (۴) سوسی نے جو ساکنہ ہی میں ابدال کیا ہے اس کی دو وجوہ ہیں (۱) ساکنہ ثقیل تر ہے جس کو صحیح حس بلا پس و پیش تسلیم کرتی ہے۔ (۲) ساکنہ کی تخفیف صرف ابدال سے اور متحرکہ کی کئی طرح ہوتی ہے اور ایک طرح کے تلفظ میں زبان کو زیادہ تنگی پیش نہیں آتی۔

النحو و العربیہ: بَابُ الۡهَمۡزِ الۡمُفۡرَدِ چونکہ هَمۡز اسم جنس ہے اس لیے اس میں تا کا حذف اولیٰ ہے۔ ۲۱۴/۱ (۱) فَاءً یا تو هَمۡزَةٌ سے حال ہے جو ذوالحال پر وجوباً مقدم ہے اور یہ اس صورت میں مُتَقَدِّمَةً کے معنی میں ہے یا ظرف ہے اس بناء پر کہ اول کے معنی میں ہے۔ (۲) مِنَ الۡفِعۡلِ۔ فَاءً کی صفت ہے (۳) یُرِیۡهَا یا تو بصری رویت سے ہے اور یُبۡصِرُ کے معنی میں ہے جس کو مجازاً یُسۡمِعُ کے بجائے استعمال کیا ہے اس صورت میں حَرۡفَ مَدٍّ مفعول سے حال ہوگا یا قلبی رویت سے ہے اور یُعۡلِمُ کے معنی میں ہے اور اس کے تین مفعول آتے ہیں۔ پس تقدیر عبارت یہ ہے۔ یُعۡلِمُکَ وَرۡشٌ اَنَّ هٰذِهِ الۡهَمۡزَةَ حَرۡفُ مَدٍّ (۴) بَدَّلَ اور اَبۡدَلَ دونوں ہم معنی ہیں اور قراءۃ میں دونوں واقع ہوئے ہیں۔ ۲۱۵/ (۱) سِوٰی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای یُبۡدِلُ هَمۡزَةَ الۡفَاءِ فِیۡ جَمِیۡعِ الۡکَلِمَاتِ (۲) عَنۡهُ کی ھا ورش کے یا هَمۡز کے لیے ہے اور ثانی اولیٰ ہے تاکہ عَنۡهُ اور تَفَتَّحَ کی ضمیروں کے مرجع میں انتشار نہ ہو۔ (۳) اِثۡرَ اور اَثَرَ دونوں بعد کے معنی دیتے ہیں چنانچہ طٰہٰ ع ۴ میں رویس کی روایت پر عَلٰی اِثۡرِیۡ اور باقین کی قراءۃ پر اَثَرِیۡ ہے۔ (۴) مُؤَجَّلًا کا نصب حکائی ہے۔ ۲۱۶/۳ (۱) مِنَ الۡهَمۡزِ۔ مُسَکَّنٍ کا بیان ہے۔ (۲) مَدًّا۔ یُبۡدِلُ کا مفعول ہے۔ (۳) غَیۡرَ۔ مُوۡجَبُ سے مستثنیٰ ہے۔ ۲۱۷/۴ (۱) تَسُؤۡوَنَشَأۡ یا تو مَجۡزُوۡمٍ سے بدل ہے اَیۡ وَغَیۡرَ تَسُؤۡ یا اَلۡمَجۡزُوۡمُ الۡمُهۡمَلُ مقدر کی خبر ہے (۲) سِتٍّ یا تو تَسُؤۡ کی صفت ہے پس جر اور رفع دونوں محتمل ہیں یا کِلۡتَا هُمَا مقدر کی خبر ہے (۳) وَعَشۡرٍ کی را میں بھی تَسُؤۡ پر عطف کے سبب رفع اور جر دونوں ہیں اور چونکہ اس کو تنوین سے لانے کی صورت میں اس معنی کا شبہ ہوتا تھا کہ تَسُؤۡ چھ ہیں اور نَشَأۡ دس ہیں اس لیے اس کو یَشَأۡ کی طرف مضاف کر دیا پس اس کا معدود مابعد ہے نہ کہ ماقبل (۴) مَعۡ یُهَیِّئۡ۔ یُنَبَّأۡ کی صفت ہے اور تقدیر اس طرح ہے وَیُنَبَّأۡ مَعۡ یُهَیِّئۡ وَنَنۡسَأۡهَا ۲۱۸/۵ (۱) وَهَیِّئۡ یا تو مَجۡزُوۡمٍ پر معطوف ہے نہ کہ تَسُؤۡ پر ای

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَیْرَ مَجْزُوْمٍ وَهُوَ كَذَا وَكَذَا وَغَیْرَ هَیِّئْ یا یہ اور وہ تمام کلمات قرآنیہ مبتدا ہیں جو اس کے بعد کے دو شعروں میں آرہے ہیں اور خبر كُلُّهٗ تَخَیُّرَهٗ اَهْلُ الْاَدَاءِ حَالَ كَوْنِهٖ مُسْتَثْنًى ہے اور تُؤْوِیْ۔ رِئْیًا۔ مُؤْصَدَةٌ میں بھی یہی دو احتمال ہیں جو هَیِّئْ میں ہیں (۲) بِاَرْبَعٍ یا تو نَبِیْٓئْ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے۔ (۳) مَعًا ای فِی مَوْضِعَیْنِ اَوْ فِی السُّوْرَتَیْنِ مَعًا" ناظمؒ مَعًا کو دو کے اور جَمِیْعًا کو دو سے زائد کے لیے استعمال کیا کرتے ہیں اور لغۃً" دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دونوں دو کے لیے بھی آتے ہیں اور زائد کے لیے بھی ابو شامہ نے اس کے بارہ میں شقراطسیہ کی شرح میں عرب کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ (۴) فَحَصِّلَا میں اشارہ ہے کہ اِقْرَاْ پر بنائی سکون والے کلمات ختم ہو گئے۔ ۶/۲۱۹ (۱) تُؤْوِیْ کی ترکیب هَیِّئْ کے ذیل میں گذر چکی ہے (۲) اَلْاِمْتِلَا میں لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی اور قصر وقف کی بناء پر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کہ موافق نقل ضرورت کی بناء پر ۷/۲۲۰ كُلُّهٗ ای كُلُّ ذٰلِكَ الْمُسْتَثْنٰی ۸/۲۲۱ (۱) وَبَارِئْكُمْ روایتہ" وَبَارِئْكُمْ" ہے ہمزہ کے سکون اور میم کے صلہ سے اور وزن کی رو سے ہمزہ کا کسرہ اور میم کا سکون بھی جائز ہے اور قرآت میں ترکیب سے بچنے کی غرض سے ثانی اولیٰ ہے اور یہ یا تو مَجْزُوْمٍ پر معطوف ہے یا وَاسْتَثْنٰی مقدر کا مفعول ہے (۲) بِالْهَمْزِ اور حَالَ سُكُوْنِهٖ دونوں حال ہیں یا ثانی ظرف ہے۔

۹/۲۲۲ وَوَالَاهُ فِیْ بِئْرٍ وَّفِیْ بِئْسَ وَرْشُهُمْ ۔۔۔ وَفِی الذِّئْبِ وَرْشٌ وَّالْكِسَائِیْ فَاَبْدَلَا

ترجمہ: اور وَبِئْرٍ میں اور بِئْسَ میں (دونوں کی ہمزوں کا یا سے ابدال کرنے میں) ان میں کے ورش نے ان (سوسی) کی موافقت کی ہے اور اَلذِّئْبُ میں (تینوں جگہ) ورش اور کسائی نے (سوسی کی موافقت کی ہے) پس (سوسی کے ساتھ) ان دونوں نے بھی (اس کے ہمزہ کا یا سے) ابدال کیا ہے (یعنی وَبِیْرٍ اور بِیْسَ۔ بِیْسَمَا اور اَلذِّیْبُ پڑھتے ہیں۔)

۱۰/۲۲۳ وَفِیْ لُؤْلُؤٍ فِی الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ شُعْبَةٌ ۔۔۔ وَيَاْلِتْكُمُ الدُّوْرِیْ وَالْاِبْدَالُ یُجْتَلٰی

ترجمہ: اور لُؤْلُؤٍ (کے پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال کرنے) میں (اس کے) معرفہ (الؔ والا) ہونے اور نکرہ (الؔ سے خالی) ہونے (کے موقع) میں (ابوبکر) شعبہ نے (سوسی کی موافقت کی ہے۔ پس دونوں مِنْهُمَا اللُّوْلُؤُ اور كَاَمْثَالِ اللُّوْلُؤِ اور وَلُوْلُؤٍ اور لُوْلُؤًا پڑھتے ہیں)۔ اور (لَا یَلِتْكُمْ کے بجائے لَا) یَاْلِتْكُمْ (ہمزہ ساکنہ کی زیادتی اور اس کی تحقیق کے ساتھ) دوری (کی قراءۃ) ہے (جو تلفظ سے نکلی ہے) اور (یا والے سوسی کے لیے اس ہمزہ کا الف سے ابدال دیکھا جاتا ہے (اور فن کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے)۔

شرح: ان دونوں شعروں میں پانچ کلمات مذکور ہیں جن کو بعض حضرات نے اپنے قاعدہ کے خلاف ابدال یا ہمزہ کی زیادتی سے پڑھا ہے (۱) بِئْسَ اور بِئْسَمَا ہر جگہ جس طرح بھی آئے (۲) وَبِئْرٍ (حج ع ۶) ان دونوں میں ورش و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوسی کے لیے (۳) اَلذِّیْبُ (یوسف ع ۲ میں) تین جگہ اس میں ورش کسائی۔ سوسی کے لیے ہمزہ کا یا سے ابدال ہے سوسی تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور ورش و کسائی نے اپنے عام قاعدہ کے خلاف ابدال کیا ہے کیونکہ ورش فا کلمہ کے ہمزہ میں ابدال کیا کرتے ہیں اور ان تینوں میں عین کلمہ ہے اور کسائی کا مذہب ابدال نہیں ہے۔ (۴) اَللُّوْلُؤُ اور لُؤْلُوءٍ اور لُؤْلُؤًا جس طرح بھی آئے۔ معرفہ ہو خواہ نکرہ اس میں ابوبکر اور سوسی کے لیے پہلے ہمزہ کا واو سے ابدال ہے۔ (۵) لَا یَلِتْكُمْ (حجرات ع ۲) میں ابو عمرو یا کے بعد ہمزۂ ساکنہ زیادہ کرکے لَا یَأْلِتْكُمْ پڑھتے ہیں اور یہاں یہ ہمزہ تلفظ سے سمجھا گیا ہے۔ پس یہ استغناء کے باب سے ہے پھر دوری اس ہمزۂ ساکنہ کو تحقیق سے پڑھتے ہیں اور سوسی اپنے قاعدہ کے موافق ہمزہ کا الف سے ابدال کرکے لَا یَالِتْكُمْ پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی چھ کے لیے یا اور لام کے درمیان ہمزہ نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) ابوبکر نے لُؤْلُوءٍ ہی میں ابدال اس لیے کیا ہے کہ اس میں دو ہمزوں کے سبب ثقل تھا اور ساکنہ ثقیل تر تھا۔ (۲) اَلَتَ یَأْلِتُ اور لَاتَ یَلِیْتُ دونوں نَقَصَ کے معنی میں ہے (۳) یہاں یَأْلِتْكُمْ استغنا کے باب سے ہے اور گو وزن ابدال کے ساتھ بھی درست رہتا ہے لیکن دوری کے لیے تحقیق اس بات سے متعین ہو گئی کہ ابدال صرف سوسی کے لیے بتایا ہے۔ (۴) وَالِابْدَالُ یُجْتَلَا میں اصل کے بغیر فرع کا ذکر لازم آرہا ہے کیونکہ ابدال سے پہلے یہ نہیں بتایا کہ اس میں سوسی کے لیے بھی ہمزہ ہے پس وَیَأْلِتْكُمُ الْبَصْرِیْ کہنا اولیٰ تھا لیکن ایسا اس لیے نہیں کیا کہ پھر وَالِابْدَالُ میں سوسی کا ذکر دوبارہ آنے سے یہ شبہ ہوتا کہ ان کے لیے اس میں تحقیق و ابدال دونوں ہیں جیسا کہ آل عمران شعر نمبر ۱۴ کے وَکَمْ مُّبْدِلٍ جَلَا سے ورش کے لیے هَآنْتُمْ میں تسہیل و ابدال دونوں سمجھے گئے ہیں اور دونوں صحیح بھی ہیں۔

لطیفہ: منقول ہے کہ کسائی نے فرمایا اَخَافُ الذِّئْبَ اِنْ اَهْمِزْهُ یعنی چونکہ ذِئْب بھیڑیا سخت اور دہشت کی چیز ہے اس لیے میں اس میں نرمی پیدا کرنے کے لیے ابدال کرتا ہوں۔

۲۲۴ ؁ وَوَرْشٌ لِّئَلَّا وَالنَّسِيْءُ بِيَائِهٖ ۝ وَاَدْغَمَ فِيْ يَاءِ النَّسِيِّ فَثَقَّلَا

ترجمہ: اور ورش نے لِئَلَّا اور اَلنَّسِیْءُ کو (ابدال کے ساتھ پڑھا ہے) اس حالت میں کہ (ان دونوں میں سے ہر ایک) اپنی یا کے ساتھ ہے اور اَلنَّسِیْءُ کی (دوسری) یا میں (پہلی یا کا) ادغام کیا ہے۔ پس انہوں نے (اس یا کو) مشدد کر دیا ہے۔

شرح: یعنی ورش لِئَلَّا میں تینوں جگہ (بقرہ ع ۱۸ و نساء ع ۲۳ و حدید ع ۴) میں قیاسی تخفیف کے موافق ہمزہ کا یا سے ابدال کرکے لِیَلَّا پڑھتے ہیں اور اِنَّمَا النَّسِیْءُ (توبہ ع ۵) میں ہمزہ کو یا سے بدل کر پہلی یا کا دوسری میں ادغام کرتے ہیں اور اِنَّمَا النَّسِیُّ پڑھتے ہیں اور یہ بھی قیاسی تخفیف ہے کیونکہ اس میں ہمزہ یائے زائدہ کے بعد ہے اور غیر مذکورین کے لیے ان دونوں میں اور پورے باب کی تمام قسموں میں ہمزہ اور اس کی تحقیق ہے اور اِنَّمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّسِیْٓئُ میں قاعدہ پایا جانے کی بناء پر مد بھی کرتے ہیں۔

۱۲/۲۲۵ وَاِبْدَالُ اُخْرَی الْهَمْزَتَيْنِ لِكُلِّهِمْ اِذَا سَكَنَتْ عَزْمٌ كَاٰدَمَ اُوْهِلَا

ترجمہ: اور دو ہمزوں میں کے آخر والے (ہمزہ) کا ان (قراء) میں کے تمام کے لیے (پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے) ابدال کرنا ضروری (اور واجب) ہے جبکہ وہ (دوسرا ہمزہ) ساکن ہو (اور اس قسم کی مثال) اٰدَمُ (اور) اُوْهِلَا کی طرح ہے (یا اس کی مثال اٰدَمُ کی طرح ہے اور یہ لفظ دو ہمزوں کے جمع ہونے کے سبب ابدال یا مثال کے لائق بنایا گیا ہے یا جناب آدم علیہ السلام خلافت و نبوت کے مستحق کیے گئے ہیں۔)

شرح: (۱) یعنی اگر دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہو رہے ہوں کہ ان میں سے پہلے پر حرکت ہو اور دوسرا ساکن ہو تو اس صورت میں تمام قراء کے لیے دوسرے ہمزہ کا پہلے کی حرکت کے موافق حرف مد سے (یعنی زبر کے بعد الف سے اور زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے) بدلنا ضروری ہے جیسے اٰدَمُ۔ اٰمَنَ۔ اِیْذَنْ لِّیْ۔ اِیْمَانًا۔ اُوْتِیَ۔ اُوْذِیْنَا جو اصل میں ءَاْدَمُ، ءَاْمَنَ، اِءْمَانًا۔ اُءْتِیَ تھے (۲) اگر یہ دونوں ہمزہ قطعی ہوں تب تو وصل و وقف دونوں حالتوں میں سب کے لیے دوسرے کا ابدال ضروری ہو گا اور اگر پہلا وصلی ہو اور دوسرا قطعی تو ابتدا کی حالت میں تو یہی حکم ہوگا اور جب اس کلمہ کو ماقبل سے ملا کر پڑھیں گے تو ہمزۂ وصلی حذف ہو جائے گا اور اب دوسرے ہمزہ میں صرف ورش اور سوسی کے لیے ابدال ہوگا جیسے قَالَ ائْتُوْنِیْ۔ لِقَآءَنَا ائْتِ۔ الَّذِی اؤْتُمِنَ۔ السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ یَقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ۔

فائدہ: ہمزۂ وصلی کے بعد دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو خلف نے کسائی سے ابتدا کی حالت میں دونوں ہمزوں کا اثبات بھی نقل کیا ہے۔ جیسے اِئْتِ۔ اُؤْتُمِنَ لیکن یہ روایت ضعیف اور شاذ ہے اور اسی کے رد کے لیے یہاں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے ورنہ اتفاقی ہونے کی بناء پر بیان کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ تیسیر میں اسی پر عمل کیا ہے۔ پس دو ہمزوں میں سے دوسرے ہمزہ ساکنہ کا ابدال وجوبی اور اجماعی ہے جو قراءۃ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عرب کے لغت میں بھی دونوں ہمزوں کو ثابت رکھنا ناجائز ہے اور اسی لیے اُوْهِلَا سے مثال دینا صحیح ہو گیا گو یہ قرآن میں نہیں ہے۔ نیز یہ ہمزہ تکسیر و تصغیر میں بھی نہیں لوٹتا۔ جیسے اٰخَرُ سے اَوَاخِرُ اور اُوَیْخِرٌ اور واو اور یا تصغیر و تکسیر میں لوٹ آتے ہیں جیسے مِیْقَاتٌ سے مَوَاقِیْتُ اور مُوَیْقِیْتٌ اور مُوْسِرٌ سے مَیَاسِرُ اور مُیَیْسِرٌ پہلی مثال میں یا واو کی طرف لوٹ گئی اور دوسری میں واو یا کی طرف منتقل ہو گیا اور جس کلمہ میں اصل سے ہمزہ نہ ہو لیکن مہموز ہونے کا شبہ ہوتا ہو چونکہ بعض بے خبر لوگ اس میں بھی بعض حالت میں معتل کو مہموز بنا دیتے ہیں اس لیے متقدمین نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یُوْقِنُوْنَ۔ مُوْقِنِیْنَ یُوْفُوْنَ وَالْمُوْفُوْنَ۔ تُوْرُوْنَ۔ یُوْلِیْ۔ یُوْتِیْ میں ہمزہ پڑھنا قطعاً جائز نہیں حصری کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَهْمِزَنْ مَّا كَانَتِ الْوَاوُ اَصْلَهُ كَقَوْلِكَ فِي الْاِنْسَانِ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ

الانسان ای سورۃ الدھر (۲) اٰدَمُ میں دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ اَدِیْمُ الْاَرْضِ ای وَجْهُهَا سے یا اَلْاُدْمَةُ سے بنا ہو اس صورت میں اس کا وزن اَفْعَلُ ہوگا (۲) یہ کہ شروع ہی سے فَاعَلُ کے وزن پر ہو کیونکہ ابراہیم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کے زمانہ میں نسب و خاندان کے سرداروں کے نام اس وزن پر ہوتے تھے جیسے عازر۔ عابر' فالغ' شالخ اور اٰزَرَ میں بھی یہی دونوں احتمال ہیں اور اس صورت میں اٰدم اس قاعدہ کی مثال نہیں بن سکے گا کیونکہ دوسرا ہمزہ نہیں ہے پس اس کے بجائے اُمِنَ اولیٰ تھا۔

النحو و العربیہ: ۹/۲۲۲ فَاَبْدَلَا میں اشارہ ہے کہ اَلذِّئْبُ اصل میں مہموز ہے چنانچہ یہ تَذَأَّبَتِ الرِّيْحُ سے ہے۔ یعنی ہوا ہر طرف سے آگئی اور مناسبت یہ ہے کہ بھیڑیا بھی متعدد موقعوں سے آتا ہے اور دوسرے قول پر ذَابَهٗ يَذُوْبُهٗ معتل سے بنا ہے اور تیسرے قول پر یہ کسی سے بھی نہیں بنا۔ ۱۰/۲۲۳ (۱) عُرْف۔ نُكُر دونوں مصدر ہیں (۲) وَيَا لِنُكُمُ التَّوْرِيْ کو جملہ فعلیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ۱۱/۲۲۴ (۱) اَلنَّسِيْءُ رُوَايَةٌ" پہلی جگہ حفص کی اور دوسری جگہ ورش کے قراءۃ کے موافق ہے اور اعراب پہلے میں حکائی اور دوسرے میں لفظی ہے۔ (۲) بِيَائِهِ کی ھا یا تو كُلٌّ وَّاحِدٍ کی تقدیر پر لِئَلَّا اور اَلنَّسِيْءُ دونوں کے لیے ہے اور یہی اظہر ہے یا صرف اَلنَّسِيْ کے لیے یا ہمزہ کے لیے یا ورش کے لیے ہے (۳) وَاَدْغَمَ کا مفعول مقدر ہے ای یَاءَ فَعِيْلٍ کیونکہ جب ہمزہ سے بدلی ہوئی یا مدغم فیہ ہے تو اس سے متعین ہو گیا کہ جو یا باقی رہی وہ مدغم ہے (۴) فَثَقَّلَا میں ادغام کا نتیجہ اور حاصل بتایا ہے۔ ۱۲/۲۲۵ (۱) اِذَا ابدال کا ظرف ہے اور یہ جواب سے مستغنی ہے (۲) عَزْمٌ ذُوْ عَزْمٍ ای مَعْزُوْمٌ عَلَيْهِ (۳) كَاٰدَمَ یا تو مِثَالُهٗ کی خبر ہے یا ظرف ہونے کی بناء پر محل نصب میں ہے (۴) اُوْهِلَا یا تو بحذف عاطف اٰدم پر معطوف ہے یا مستانفہ ہے اور مطلب ترجمہ میں دیکھو پہلی تقدیر پر قاعدہ کی مثالیں دو اور دوسری صورت میں صرف ایک ہوگی اُوْهِلَ ای جُعِلَ اَهْلًا لَّهٗ اور یہ اَهَلَهٗ لِذٰلِكَ الْاَمْرِ سے ہے یا اٰهَلَكَ اللّٰهُ فِي الْجَنَّةِ اِيْهَالًا ای اَدْخَلَكَهَا وَزَوَّجَكَ فِيْهَا (ابو شامہ از جوہری عن ابی زید)

بَابُ نَقْلِ حَرَكَةِ الْهَمْزَةِ اِلَى السَّاكِنِ قَبْلَهَا

دسواں باب ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کی طرف نقل کرنے اور اس ساکن پر سکتہ کرنے کے بیان میں

(اس میں نو شعر ہیں)

ہمزہ مفردہ کی تخفیف کے بہت سے طرق میں سے ایک طریق نقل بھی ہے اور اسی باب میں ہمزہ کا سکتہ بھی بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے جو تیسیر میں بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ کے بعد ایک مستقل باب میں مذکور ہے نیز اس میں اٰلْنَ۔ رِدْءًا۔ عَادًا الْاُوْلٰی کا حکم بھی بیان کیا ہے جو تیسیر میں سورۂ یونس، قصص، نجم میں مذکور ہے۔

(ص)

۱/۲۲۶ وَحَرِّكْ لِوَرْشٍ كُلَّ سَاكِنٍ اٰخِرٍ ۔۔۔ صَحِيْحٍ بِشَكْلِ الْهَمْزِ وَاحْذِفْهُ مُسْهِلَا

ترجمہ: اور تو ورش کے لیے ایسے ہر ساکن کو ہمزہ کی حرکت (نقل کرنے) کے ذریعہ متحرک کردے جو (کلمہ کے) آخر والا ہو (جیسے قَدْ اَفْلَحَ۔ مَنْ اٰمَنَ درمیان میں نہ ہو جیسے یَنْؤُنَ اور جمع کا میم بھی نہ ہو نیز) صحیح ہو (حرف علت مدہ نہ ہو گو واو یا لین ہو) اور اس (ہمزہ) کو حذف کردے حالانکہ تو آسانی (تخفیف) کا طریق اختیار کرنے والا ہے۔

(ص)

۲/۲۲۷ وَعَنْ حَمْزَةٍ فِي الْوَقْفِ خُلْفٌ وَّعِنْدَهٗ ۔۔۔ رَوٰى خَلَفٌ فِي الْوَصْلِ سَكْتًا مُّقَلَّلَا

صف

ترجمہ: اور (اسی ساکن پر) وقف (کرنے کی صورت) میں حمزہ سے (بھی نقل میں) خلاف ہے (یعنی نقل اور عدم نقل دونوں ہیں) اور اسی (کلمہ کے آخر والے حرف صحیح ساکن) میں خلف نے وصل میں سکتہ قلیلہ (اور لطیفہ) روایت کیا ہے (یعنی جس جگہ ورش نقل کرتے ہیں وہاں خلف وصلا" سکتہ کرتے ہیں۔)

۳/۲۲۸ وَيَسْكُتُ فِيْ شَيْءٍ وَّشَيْئًا، وَّبَعْضُهُمْ ۔۔۔ لَدَى اللَّامِ لِلتَّعْرِيْفِ عَنْ حَمْزَةٍ تَلَا

صف

۴/۲۲۹ وَشَيْءٍ وَّشَيْئًا لَمْ يَزِدْ وَلِنَافِعٍ ۔۔۔ لَدٰى يُوْنُسٍ اٰلْاٰنَ بِالنَّقْلِ نُقِّلَا

ترجمہ: (۳) اور یہی خلف شَيْءٍ اور شَيْئًا (کی یا) میں بھی (وصلا") سکتہ کرتے ہیں۔ اور ان ناقلین میں کے بعض نے اس لام میں جو تعریف کے لیے ہو (یعنی اَلْ میں) اور شَيْءٍ اور شَيْئًا میں پورے حمزہ سے (روایت کرتے ہوئے سکتہ) پڑھا ہے۔ (۴) اس حالت میں کہ ان بعض نے (شَیْ اور اَلْ پر اور کسی قسم کو بھی) زیادہ نہیں کیا (یعنی ان کے علاوہ ہمزہ سے پہلے اور ساکنوں پر سکتہ نہیں کیا یا ان بعض کی روایت سے شَیْ اور اَلْ پر کچھ بھی زیادہ نہیں ہوا ہے) اور (سورۂ) یونس میں اٰلْئٰنَ نافع کے لیے (بہت سی روایتوں سے) اس حالت میں روایت کیا گیا ہے کہ یہ نقل کے ساتھ ہے۔

شرح: یعنی اگر حرکت والا ہمزہ قطعی کلمہ کے شروع میں ہو اور اس سے پہلے کلمہ کے آخر میں حرف صحیح ساکن ہو جو واو یا الف مدہ نہ ہو (پس اگر لین ہو تو مضائقہ نہیں) اور جمع کا میم بھی نہ ہو تو ورش تخفیف کی غرض سے وقف و وصل دونوں حالتوں میں ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کو دیکر ہمزہ کو حذف کردیتے ہیں عام ہے کہ یہ ساکن تعریف (اَلْ) کا لام ہو یا تنوین ہو یا تانیث کی تا ہو یا مقطعات میں سے ہو یا کوئی اور حرف ہو جیسے اَلْاَنْهٰرُ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالاُذُنَ۔ وَالاِبکَارِ اور قُوَّۃٍ اِوَاوٰی مُبِیْنُ اِنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ حَامِیَۃٍ اَلْھٰکُمْ۔ کُفُوًا اَحَدٌ اور وَقَالَتُ اُوْلٰھُمْ قَالَتْ اُخْرٰھُمْ قَالَتِ اِحْدٰھُمَا اور آلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اور قَدْ اَفْلَحَ۔ فَحَدِّثْ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ قُلْ اُوْحِیَ اور خَلَوْا اِلٰی تَعَالَوْا اَتْلُ نَبَاَ بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ پس آلٓمّٓ اَللّٰہُ اور بِئْسَ الاِسْمُ اَلْکِتٰبُ اَفَلَا۔ فِیْہِ اٰیٰتٌ۔ یَسْئَلُ قُرْاٰنٌ فِیٓ اَنْفُسِکُمْ۔ قَالُوْآ اٰمَنَّا۔ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ میں نقل نہیں کرتے اور وجوہ ظاہر ہیں۔ (۲) اور جن کلمات میں ورش کے لیے حالین میں نقل ہے۔ ان سب میں حمزہ کے لیے صرف وقفاً" نقل و عدم نقل دونوں ہیں جو خُلف سے نکلی ہیں اور گو عمل دونوں پر ہے۔ اور درست بھی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ساکن منفصل (قَدْ اَفْلَحَ۔ مَنْ اٰمَنَ وغیرہ) میں نقل کی وجہ جو زیادات میں سے ہے۔ نظم و تیسیر کے طرق کے خلاف ہے کَذَا فِی النَّشْرِ رہی وصل کی حالت سو اس میں صرف خلف نے سکتہ روایت کیا ہے یعنی اس ساکن منفصل اور لام تعریف پر بھی جس کی طرف ورش نقل کرتے ہیں اور شَیْءٍ اور شَیْئًا کی یا پر بھی خواہ کسی طرح آئے اور یہ سکتہ سانس لینے کے بغیر تھوڑی دیر اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہمزہ کے پوری طرح ادا کرنے پر مدد مل جائے اور خلاد نے ساکن منفصل اور اَلْ اور شَیْءٍ دونوں قسموں میں حمزہ سے عدم سکتہ روایت کیا ہے اور یہ (خلف سے سکتہ اور خلاد سے عدم سکتہ) ابو الفتح کا مذہب ہے۔ اور ابو الحسن کی روایت پر دونوں کے لیے شَیْءٍ اور اَلْ پر سکتہ اور ساکن منفصل پر عدم سکتہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ خلف کے لیے تو شَیْءٍ اور اَلْ میں صرف سکتہ ہے اور مَنْ اٰمَنَ۔ قَدْ اَفْلَحَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ جیسے ساکن منفصل پر سکتہ اور عدم سکتہ دونوں ہیں۔ سکتہ ابو الفتح سے اور عدم سکتہ ابو الحسن سے اور خلاد کے لیے شَیْءٍ اور اَلْ میں دونوں ہیں۔ سکتہ ابو الحسن سے اور عدم سکتہ ابو الفتح سے اور ساکن منفصل پر صرف عدم سکتہ ہے کیونکہ اس میں ان کے لیے سکتہ نہ ابو الحسن نے روایت کیا ہے نہ ابو الفتح نے اور آٰلْئٰنَ (یونس ع ۵ و ع ۹) میں دونوں جگہ پورے نافع ءٰنَ کے ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کر کے آٰلَانَ پڑھتے ہیں اس نقل میں ورش تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور قالون نے روایت کی پیروی کرتے ہوئے اس لیے نقل کی ہے کہ اس کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے اور لام کے سکون کی وجہ سے ثقل تھا۔

تتمہ: اگر شَیْءٍ اور اَلْ میں وصلاً" سکتہ پڑھا جائے جو نظم کے طریق سے خلف اور خلاد دونوں کے لیے ثابت ہے تو جن کلمات میں ہمزہ سے پہلے لام تعریف ہے جیسے اَلْاَرْضُ۔ اَلْاٰخِرَۃُ ان میں وقفاً" نقل اور سکتہ دو وجوہ ہوں گی اور اگر شَیْءٍ اور اَلْ میں وصلاً" عدم سکتہ پڑھا جائے جو صرف خلاد سے ثابت ہے تو اَلْاَرْضُ۔ اَلْاٰخِرَۃُ وغیرہ میں صرف نقل ہوگی اور رہا ساکن منفصل جیسے مَنْ اٰمَنَ۔ قَدْ اَفْلَحَ سو اگر اس میں وصلاً" سکتہ پڑھا جائے تو وقفاً" اس میں نقل و سکتہ دو وجوہ ہوں گی اور اگر وصلاً" عدم سکتہ پڑھا جائے تو وقفاً" نقل و تحقیق ہوگی۔ پس ساکن منفصل میں وقفاً" خلف کے لیے تین وجوہ ہوں گی۔ نقل، سکتہ، عدم سکتہ، اور خلاد کے لیے دو ہیں نقل اور عدم سکتہ، لیکن ساکن منفصل میں نقل طریق کے خلاف ہے گو صحیح ہے اس لیے ترک اولیٰ ہے جیسا کہ ابھی شعر (۲) کی شرح میں بھی گذر چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) علی قاری نے ورش کی نقل کے لیے نو شرطیں بیان کی ہیں اور سب کے فوائد بھی بتائے ہیں (۱) جس ہمزہ کی حرکت نقل کی جائے وہ قطعی ہو وصلی نہ ہو اسی لیے الٓمٓ اللّٰہُ اور بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے نہ کہ نقل کی بناء پر جیسا کہ بعض کو وہم ہو گیا ہے۔ (۲) ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو حقیقتاً ہو خواہ حکماً" اسی لیے یَسْئَلُ اور قُرْاٰنُ وغیرہ میں نقل ان کا عام قاعدہ نہیں ہے گو بعض کلمات میں کرتے ہیں پس رِدًا (قصص ع ۴) میں جو پورے نافع کے لیے نقل ہے اس سے شبہ نہیں ہو سکتا اور حکماً" اس لیے کہا کہ لام تعریف بھی قاعدہ میں شامل ہو جائے کیونکہ اَلْ کے بعد والا ہمزہ گو رسماً" اَلْ سے متصل ہے لیکن اصل کے لحاظ سے یہ بھی کلمہ کے شروع ہی میں ہے اور پہلے کلمہ کا جزو نہیں ہے کیونکہ اَلْ حروف معانی میں سے ایک حرف ہے جو تعریف کے لیے آتا ہے اور یہ لام کلمہ کے آخر ہی میں ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ہمزہ ہے جو ان حضرات کے قول پر تو اَلْ تعریفی کا جزو ہے جو ہمزہ اور لام دونوں کے مجموعہ کو تعریف کے لیے کہتے ہیں اور جو صرف لام کو تعریفی مانتے ہیں ان کی رائے پر ہمزہ اس کے جزو کے قائمقام ہے اس لیے کہ یہ ابتدا میں لازمی طور پر لام کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ (۳) نقل ہمزہ سے پہلے حرف کی طرف کی جائے نہ کہ بعد والے کی طرف کیونکہ اطراف تغیر کا محل ہیں نیز بعد والے کی طرف نقل کرنے سے کلمہ کا وزن درست نہیں رہتا مثلاً قَدْ اَفْلَحَ سے قَدْ فُلَحَ ہو کر اَفْعَلَ۔ فَعَلَ بن جاتا ہے۔ (۴) ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہو اسی لیے اَلْکِتٰبُ اَفَلَا اور فِیْہِ اٰیٰتٌ میں نقل نہیں کیونکہ متحرک پر دوسری حرکت نہیں آسکتی۔ (۵) ساکن مدہ بھی نہ ہو اس سے یٰٓاَیُّھَا۔ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ جیسی مثالیں نکل گئیں کیونکہ مدہ میں روایتہ" نقل نہیں اور صلہ کے سبب میم جمع میں بھی واو مدہ ہوتا ہے۔ رہی عقلی وجہ سو وہ یہ ہے کہ الف تو حرکت کو قبول ہی نہیں کرتا نیز نقل کرنے سے الف ہمزہ بن جائے گا اور کلمہ میں پھر وہی ثقل پیدا ہو جائے گا جس سے بچنے کے لیے نقل اختیار کی گئی تھی اور واو۔ یا میں قدرے مد ہے جو حرکت کے مرتبہ میں ہے اور متحرک کی طرف نقل نہیں ہوا کرتی اور بعض کہتے ہیں کہ ضمہ اور کسرہ والے ہمزہ کی حرکت واو' یا کی طرف اس لیے بھی نقل نہیں کی جاتی کہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے حالانکہ نقل تخفیف کے لیے ہوا کرتی ہے۔ پس مدہ میں ترک نقل اولیٰ ہے۔ گو قَاضُوَا اِبِیْکَ اور ابْتُغِیَ امْرَہٗ میں لغتہ" نقل وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ زمخشری نے مفصل میں اس کی تصریح کی ہے اور سیبویہ کی کتاب میں بھی اس قسم کی بہت سی مثالیں درج ہیں نیز نشر کے طرق سے حمزہ کی قراءۃ میں بھی مدہ کی طرف نقل صحیح ہے رہا میم جمع سو اس میں نقل یا تو اس لیے نہیں ہے کہ صلہ سے واو مدہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی طرف نقل نہیں ہوا کرتی یا اس لیے نہیں کہ میم جمع پر اس کی اصلی حرکت (ضمہ) کے سوا دوسری حرکات نہ آئیں اور ادغام الحرفین المتقاربین شعر نمبر ۲۵ اور المد و القصر شعر نمبر ۶ کی طرح یہاں صحیح سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ساکن حرف علت نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ مدہ نہ ہو پس یہاں صحیح عام ہے حقیقتاً" ہو خواہ حکماً" تاکہ قاعدہ میں واو' یا لین بھی شامل ہو جائیں کیونکہ ان کی طرف بھی نقل ہوتی ہے۔ جیسے خَلَوْا اِلٰی اور ابْنَیْ اٰدَمَ اس لیے کہ لین بھی حرکت کے قبول کرنے میں صحیح کے مشابہ ہے اور گو اس میں قدرے مد بھی ہے لیکن قلت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ (۶) ہمزہ سے پہلا ساکن منوی الوقف نہ ہو یعنی اس پر وقف کی نیت نہ کی گئی ہو اور مقصد یہ ہے کہ سکتہ کی ھا نہ ہو جو کِتٰبِیَهْ اِنِّیْ (حاقہ ع ۱) میں ہے کیونکہ اس میں نقل و عدم نقل دونوں ہیں اور ثانی اولیٰ ہے پس نقل وجوبی نہیں رہی (۷) وہ ساکن اصلی ہو خواہ زائد تاکہ کَانَتْ اٰمِنَةً جیسی مثالیں بھی شامل ہو جائیں اور رہا جعبری کا یہ قول تاکہ وَقَالَتِ اخْرُجْ جیسی مثالیں بھی نصا" شامل ہو جائیں کیونکہ تانیث کی تا بھی کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ نقل کے قاعدہ میں اصلی ساکن کے ساتھ زائد (تانیث کی تا) بھی اسی طرح نصا" شامل ہو جائے جس طرح دو ساکن جمع ہونے کے سبب پہلے ساکن کو کسرہ یا ضمہ دینے کے قاعدہ میں اصلی ساکن (قُلْ کے لام اَوْ کے واو وغیرہ) کے ساتھ زائد (تانیث کی تا اور تنوین) بھی نصا" شامل ہے اور اگر یہ تاویل نہ کریں گے تو لازم آئے گا کہ وَقَالَتِ اخْرُجْ میں تا کی حرکت نقل کی بناء پر ہے اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے (۸) وہ ساکن کتابت میں ہو یا نہ ہو تاکہ قاعدہ میں تنوین بھی شامل ہو جائے کیونکہ یہ کتابت میں تو نہیں ہوتا تاکہ اس میں اور اصلی نون میں امتیاز رہے لیکن تلفظ کے اعتبار سے یہ بھی ایک حرف یعنی نون ہے (۹) وہ ساکن ہمزہ کے ساتھ متصل ہو پس نقل صرف وصلا" ہو گی۔ (۲) یہ کلیہ ہے کہ جن کلمات میں ورش کے لیے حالین میں نقل ہے۔ ان سب میں حمزہ کے لیے صرف وقفا" نقل و عدم نقل دونوں ہیں اور عدم نقل کی صورت میں اَلْ میں صرف سکتہ کرتے ہیں اور ساکن منفصل میں خلف کے لیے سکتہ اور عدم سکتہ اور خلاد کے لیے صرف عدم سکتہ ہے لیکن چار کلمہ اس کلیہ سے جدا ہیں۔ (۱) یُؤَدِّهٖ اِلَیْکَ (آل عمران ع ۸ میں) دو جگہ (۲) اَصْحٰبُ لَیْکَةَ (شعراء ع ۱۰ و صٓ ع ۱) ان دونوں میں حمزہ کے لیے تو نقل کا قاعدہ ہے کیونکہ وہ اول میں ھا کو اور ثانی میں لام کو ساکن پڑھتے ہیں یعنی یُؤَدِّهْ اِلَیْکَ اور اَصْحٰبُ لْئَیْکَةِ اور ورش اول میں صلہ اور مد کرتے ہیں اور ثانی میں لَیْکَةَ پڑھتے ہیں پس ان کے لیے نقل کا قاعدہ نہیں پایا جاتا (۳) اَوَ اَمِنَ (اعراف ع ۱۲) اس میں حمزہ واو کا فتحہ اور ورش سکون پڑھتے ہیں اور نقل کا قاعدہ ورش ہی کی قراءۃ پر پایا جاتا ہے (۴) جمع کا میم اس میں ورش کے لیے صلہ اور مد اور حمزہ کے لیے سکون ہے اور نقل کا قاعدہ ان ہی کی قراءۃ پر پایا جاتا ہے اور اس میں چار قول ہیں (۱) نقل کا ترک چنانچہ سخاوی" فرماتے ہیں کہ اعتماد اسی پر ہے کہ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ جیسی مثالوں میں بلا خلاف تحقیق ہے (یعنی نقل نہیں) فاسی کہتے ہیں کہ جمع کا میم نقل سے جدا ہو کر سکتہ میں شامل ہو گیا ہے اور قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتبر قول یہی ہے اور میں نے بھی تحقیق ہی سے پڑھا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور باقی تین قول ابن مہران کے ہیں (۲) ہر حال میں نقل (۳) ہمزہ کے کسرہ اور ضمہ کی صورت میں نقل اور فتحہ کی صورت میں ترک تاکہ ھُمَا ہو کر تثنیہ سے ملتبس نہ ہو جائے (۴) ہمزہ کی تینوں حالتوں میں میم کا صرف ضمہ تاکہ میم پر اس کی اصلی حرکت کے سوا دوسری حرکت نہ آئے اور یہ تینوں قول بعید ہیں۔ جعبری فرماتے ہیں اس تفصیل سے نکل آیا کہ بعض شارحین نے جو نقل کو ناجائز بتایا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں (۳) رَوٰی خَلَفُ فِی الْوَصْلِ میں وصل وقف کی ضد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ جب اس کلمہ کو جس میں ساکن ہے ہمزہ والے کلمہ سے ملا کر پڑھا جائے مثلاً مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ میں اَیَّامٍ کو اُخَرَ کے ساتھ ملا کر پڑھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عام ہے کہ پہلے کلمہ کو ماقبل کے ساتھ ملائیں یا نہ ملائیں بلکہ ماقبل پر وقف کر دیں یعنی مِنْ کو اَیَّامٍ کے ساتھ ملائیں یا نہ ملائیں اور اسی طرح ہمزہ والے کلمہ پر بھی وقف کر دیں خواہ بعد والے کے ساتھ ملا دیں ہر حال میں سکتہ ہوتا ہے اس لیے فِی الْوَصْلِ کے بجائے فِی الدَّرْجِ مناسب تھا۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ساکن والے کلمہ پر وقف کرنے کی صورت میں تو سکتہ سبھی کے لیے ہوتا ہے۔ رہا خلف کا سکتہ سو وہ وصل ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر تنبیہہ کر دی۔

سوال: قَدْ اَفْلَحَ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ جیسی مثالوں میں دوسرے کلمہ پر وقف کرنے کی صورت میں سکتہ بھی ہوتا ہے اور نقل بھی اور سکتہ وصل کے اعتبار سے ہوتا ہے اور نقل وقف کے لحاظ سے ہوتی ہے تو کیا ایک ہی حالت میں قاری واصل بھی بن سکتا ہے اور واقف بھی۔ جواب: اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ دونوں کا موقع جدا جدا ہے چنانچہ وقف دوسرے کلمہ کے آخری حرف پر ہوتا ہے اور وصل پہلے کلمہ کے آخر کا دوسرے کے شروع کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ایک ہی شخص اپنے بعض رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی (بدسلوکی) اور بعض کے ساتھ صلہ رحمی (اچھا سلوک) کرے (۴) وصل سے یہ مراد نہیں کہ ہمزہ والے کلمہ کو مابعد سے ملا کر پڑھیں۔ جیساکہ فاسی کو وہم ہو گیا ہے کیونکہ یہ شرط تو کسی نے بھی نہیں لگائی پھر ناظم کس لیے لگاتے۔ (۵) ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خلاف نقل ہی والے ہمزہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ہمزۂ مبتدۂ متوسطہ کے حکم میں ہے اور اس میں تخفیف کے بعینہٖ وہی قواعد جاری ہوتے ہیں جو متوسطہ میں ہوتے ہیں۔ پس اگر مبتدۂ ساکن ہو اور ہمزۂ وصلی کے بعد ہو جو پہلے کلمہ کے ملنے کی بناء پر حذف ہو گیا ہو تو اس ساکنہ کو فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یا سے اور ضمہ کے بعد واو سے بدلتے ہیں جیسے لِقَآءَنَا ائْتِ۔ الَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا کیونکہ ہمزہ وصلی کے سبب مبتدۂ ساکنہ بھی متوسطہ بن گیا ہے پس اگر ہمزہ سے پہلے بھی اسی قسم کا مدہ آرہا ہو تو اب اس میں دو وجوہ جائز ہیں۔ (۱) دونوں مدوں کو باقی رکھیں اور دونوں میں طول سے جدائی کر دیں (۲) دونوں میں سے ایک مدہ (پہلے یا دوسرے) کو حذف کر دیں اور اس مدہ کو قصر سے پڑھیں اور یہ دونوں وجوہ وہ ہیں جن کو ناظمؒ نے وقف حمزہ و ہشام شعر نمبر ۵ میں بیان کیا ہے پس اگر ثانی کو محذوف مانیں گے تو اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا کے الف میں ورش اور حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ ہوگا کیونکہ یہ الف یا سے بدلا ہوا ہے اور اگر اول کو محذوف مانیں تو الف میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ اب یہ الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہوگا۔ انتہی لیکن الَّذِی اؤْتُمِنَ اور لِقَآءَنَا ائْتِ میں یَشَآءُ اور مِنَ السَّمَآءِ کی طرح مد و قصر کو جائز بتانا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یَشَآءُ میں ہمزۂ متطرفہ ہے اور لِقَآءَنَا ائْتِ وغیرہ میں متوسطہ ہے۔ (۶) اگر مبتدۂ متحرکہ ساکن کے بعد ہو اور یہ ساکن صحیح یا واو' یا لین ہو تو اس میں نقل ہوتی ہے اور اگر مبتدۂ متحرکہ حرکت کے یا مدہ کے بعد ہو تو اس میں نظم و تیسیر کے طرق سے صرف تحقیق ہے اور گو ابو شامہ نے ان دو صورتوں میں بھی تخفیف بیان کر دی ہے لیکن یہ نشر کے طرق سے صحیح ہے نظم و تیسیر کے طرق سے نہیں (۷) قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ میں تین ہمزہ ہیں۔ اس کی تخفیف میں ابن مہران نے تین وجوہ بتائی ہیں۔ (۱) تینوں کی تخفیف اول کی نقل سے اور باقی دو کی بین بین سے۔ (۲) صرف تیسرے کی تخفیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بین بین سے یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو نہ مبتدءً میں تخفیف کے قائل ہیں اور نہ متوسط بزائدہ میں (۳) دوسرے اور تیسرے ہمزہ کی تخفیف یہ ان کی رائے ہے جو زائدہ کا تو اعتبار کرتے ہیں لیکن مبتدءً میں تخفیف نہیں کرتے اور ابن مہران بھی انہیں میں سے ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) چونکہ شَیْئًا نصبی حالت میں الف سے اور رفعی اور جری میں الف کے بغیر لکھا جاتا ہے اس لیے اس کو دونوں طرح لے آئے تاکہ خصوص کا شبہ نہ ہو اور گو بُیُوْت اور صِرَاط کا بھی یہی حال ہے لیکن چونکہ ان دونوں کو اَلْ کے بغیر بھی لائے ہیں۔ اور اَلْ کے ساتھ بھی اور اس سے عموم کی طرف اشارہ ہو گیا اس لیے ان کو تنوین اور الف کے ساتھ لانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ (۲) شَیْءٌ کو علیحدہ اس لیے لائے کہ یہ قاعدہ بالا میں داخل نہیں تھا کیونکہ ورش اس میں نقل نہیں کرتے۔ (۳) شَیْءٌ اور شَیْئًا میں وقفاً" حمزہ کے لیے دو وجوہ ہیں۔ (۱) نقل (شَیْ۔ شَیَا) (۲) ابدال و ادغام (شَیّ۔ شَیًّا) اور لام تعریف یعنی اَلْاَرْض وغیرہ میں اور ساکن منفصل (قَدْ اَفْلَحَ وغیرہ) میں خلف و خلاد دونوں کے لیے وقفاً" تین وجوہ ہیں۔ نقل، سکتہ، عدم سکتہ اور تفصیل یہ ہے کہ ساکن منفصل میں تو خلف کے لیے تینوں ہیں اور خلاد کے لیے نقل و عدم سکتہ ہے اور سکتہ نہیں ہے اور اَلْاَرْض وغیرہ میں خلاد کے لیے تینوں ہیں اور خلف کے لیے نقل و سکتہ ہے عدم سکتہ نہیں (ابراز) اور علامہ متولی نے سکتہ کے بارہ میں ابو الفتح اور ابو الحسن طاہر کے طریقوں کو اس طرح نظم کیا ہے۔

رَوٰی اَبُو الْفَتْحِ کُلَّ السَّکْتِ عَنْ خَلَفٍ وَعِنْدَ خَلَّادَ تَرْکَ السَّکْتِ قَدْ اَثَرَا
وَطَاهِرٌ نَجْلُ غَلْبُوْنٍ رَوٰی لَهُمَا بِالسَّکْتِ فِیْ اَلْ وَشَیْءٌ خُذْهُ مُبْتَدِرَا

اور مطلب اوپر شرح میں درج ہو چکا ہے اور دونوں مذہبوں کے نتیجہ کے بارہ میں کسی بزرگ کے یہ شعر ہیں۔

وَشَیْءٌ وَّاَلْ بِالسَّکْتِ عَنْ خَلَفٍ بِلَاخِلَافٍ وَّفِی الْمَفْصُوْلِ خُلْفٌ تُقُبِّلَا
وَخَلَّادُهُمْ بِالْخُلْفِ فِیْ اَلْ وَشَیْئِهٖ وَلَاسَکْتَ فِی الْمَفْصُوْلِ عَنْهُ فَحَصِّلَا

پس جس قسم میں دونوں میں سے کسی ایک کا اتفاق ہے اس میں دوسرے راوی کا اختلاف ہے اور ایک کے اختلاف کی جگہ دوسرے کا اتفاق ہے (۴) جمع کے میم میں مختار مذہب کی بناء پر نقل نہیں ہے۔ اتحاف البریہ میں ہے۔

وَلَا نَقْلَ فِیْ مِیْمِ الْجَمِیْعِ لِحَمْزَةٍ بَلِ الْوَقْفُ حُکْمُ الْوَصْلِ فِیْمَا تَنَقَّلَا

پس وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا اور ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ اور وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ کا جو حکم وصل میں تھا وہی وقف میں ہے کہ خلف کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتہ اور عدم سکتہ اور خلاد کے لیے صرف عدم سکتہ ہے (۵) اس صورت کا حکم جبکہ ایک الٓ کا وصل اور دوسرے پر وقف کیا جائے اتحاف البریہ میں ہے

وَفِیْ اٰلْ بِنَقْلٍ قِفْ وَسَکْتٍ لِّسَاکِتٍ عَلَیْھَا وَعِنْدَ التَّارِکِیْنَ لَہُ انْقُلَا

(٦) ساکن منفصل کے وقف کا حکم علامہ متولی

وَفِیْ ذِی انْفِصَالٍ فَانْقُلِ اسْکُتْ لِسَاکِتٍ وَعَنْ غَیْرِہٖ نَقْلٌ وَّ تَحْقِیْقٌ اُعْمِلَا

(۷) شَیْءٌ اور شَیْئًا اور اٰلْ میں سکتہ اس لیے ہے کہ یہ اکثر جگہ واقع ہوئے ہیں اور شَیْءٌ میں وقفاً" صرف تخفیف اور اٰلْ میں تخفیف و تحقیق اس لیے ہے کہ اٰلْ کے بعد کا ہمزہ متوسط بزائدہ ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ اٰلْ میں وقفاً" تحقیق کی وجہ کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی منقول نہیں ہے لیکن یہ قول جمہور شارحین کے مسلک کے خلاف ہے (قاری)

النحو و العربیہ: ۲۲۶/۱ (ا) اس شعر کے دونوں جملہ امریہ ہیں (۲) کُلَّ سَاکِنٍ ای کُلَّ حَرْفٍ سَاکِنٍ (۳) آخِرٍ اور صَحِیْحٍ دونوں ابو شامہ کی رائے پر سَاکِنٍ کی اور علی قاری کی رائے پر حَرْفٍ مقدر کی صفتیں ہیں۔ ۲/ ۲۲۷ عِنْدَہٗ کی ھا ساکن مذکور کے لیے ہے نہ کہ حمزہ کے لیے کیونکہ اس صورت میں سکتہ کا محل معلوم نہیں ہوگا اور یہ معناً" بھی رکیک ہے۔ ۲۲۸/۳ (ا) دوسرے شَیْئًا کا نصب حکائی ہے (۲) لِلتَّعْرِیْفِ۔ اَللَّامِ کی صفت یا اس سے حال ہے ۲۲۹/۴ (ا) وَشَیْئٍ وَّشَیْئًا دونوں اس سے پہلے شعر کے اَللَّامِ پر معطوف ہیں اور دوسرے کا نصب اس میں بھی حکائی ہے ای وَلَدَی شَیْئٍ وَّشَیْئًا (۲) لَمْ یَزِدْ یا تو لازم ہے یا متعدی پہلی صورت میں اس کا فاعل مقدر ہے ای لَمْ یَزِدْ لَفْظٌ عَلَی الْمَذْکُوْرِ اور دوسری تقدیر پر اس کی ضمیر بَعْضُھُمْ کے لیے ہے (۳) لَدَیْ۔ نُقِّلَا کا ظرف ہے اور لام اس کے متعلق ہے (۴) بِالنَّقْلِ۔ نُقِّلَا کے فاعل سے حال ہے اور اس میں تشدید تکثیر کے لیے ہے۔

۲۳۰/۵ وَقُلْ عَادَ اِ الْاُوْلٰی بِاِسْکَانِ لَامِہٖ وَتَنْوِیْنُہٗ بِالْکَسْرِ کَاسِیْہِ ظَلَّلَا

ترجمہ: اور (اے قاری) تو کہہ دے کہ عَادَ اِنِ الْاُوْلٰی (نجم ع ۳ ابن عامر اور ابن کثیر اور کوفیین کے لیے) اپنے لام کے اسکان کے ساتھ ہے اور اس کا (نون) تنوین کسرہ کے ساتھ ہے اس (تنوین) کے لباس پہنانے والے (اور زینت دینے والے ہر ایک قاری) نے (اس پر) سایہ ڈالا ہے (اور اس کو اعتراضات سے محفوظ کر دیا ہے۔ چنانچہ نقل و ادغام والی دوسری قراءۃ کی طرح اس پر شبہات نہیں ہوتے۔ یعنی یہ پانچوں امام اس کو وصلاً" تو اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح شعر میں درج ہوا ہے اور وقفاً" تنوین کو الف سے بدل کر عَادًا پڑھتے ہیں اور ابتدا (اعادہ) میں اصل کے موافق اَلْاُوْلٰی پڑھتے ہیں اور اس کو اسی لیے بیان نہیں کیا کہ یہ اصل کے موافق ہونے کی بناء پر ظاہر ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳۱ وَاَدْغَمَ بَاقِيهِمْ وَبِالنَّقْلِ وَصْلُهُمْ وَبَدْءُ هُمُوا وَالْبَدْءُ بِالْاَصْلِ فُضِّلَا

۲۳۲ لِقَالُونَ وَالْبَصْرِي وَتُهْمَزُ وَاوُهُ لِقَالُونَ حَالَ النَّقْلِ بَدْءًا وَّمَوْصِلَا

ترجمہ: اور ان میں کے باقی (دو نافع' ابو عمرو) نے (ہمزہ کی حرکت کو لام کی طرف نقل کیا ہے اور تنوین کا لام میں) ادغام کیا ہے (اور عَادًا الَّوْلٰی یا عَادًا الَّؤْلٰی پڑھا ہے) اور ان (ہی) باقین کا وصل اور ان کی ابتدا (دونوں میں سے ہر ایک) نقل کے ساتھ ہے اور قالون اور (ابو عمرو) بصری کے لیے (اس کلمہ سے) اصل کے موافق ابتدا کرنا (اور اَلْاُوْلٰی پڑھنا) افضل قرار دیا گیا ہے اور قالون کے لیے نقل کی حالت میں اس (لفظ) کا واو (جو لام کے بعد ہے) ابتدا کرتے ہوئے بھی اور وصل کرتے ہوئے بھی ہمزہ سے بدلا جاتا ہے۔ (پس قالون وصل میں عَادًا الَّؤْلٰی اور ابتدا اور اعادہ میں اُلُؤْلٰی اور لُؤْلٰی پڑھتے ہیں اور جب نقل نہیں کرتے اور اصل کے موافق ابتدا کرتے ہیں تو واو کو واو ہی رکھتے ہیں۔ اور ہمزہ سے اس لیے نہیں بدلتے کہ اس سے دو ہمزہ جمع ہو جاتے ہیں۔)

شرح: یعنی عَادَانِ الْؤُلٰی میں وصلاً" تین قراء تیں ہیں (۱) ابن کثیر و ابن عامر اور کوفیین کے لیے عَادَانِ الْؤُلٰی دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر نون تنوین کے زیر لام کے سکون پھر پیش والے ہمزہ پھر واو ساکنہ سے (۲) قالون کے لیے عَادًا الَّؤْلٰی یعنی ہمزہ کی حرکت لام کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور ہمزہ کے بعد جو واو تھا اس کو ہمزہ ساکنہ سے بدل لیتے ہیں اور تنوین کا لام میں ادغام کردیتے ہیں (۳) ورش و ابو عمرو کے لیے عَادًا الَّوْلٰی قالون کی طرح لیکن اتنا فرق ہے کہ یہ واو کو ہمزہ سے نہیں بدلتے اور دونوں اپنے قاعدہ کے موافق امالہ بین بین بھی کرتے ہیں اور ورش کے لیے بدل کی وجوہ بھی ہوں گی اور جب اس کلمہ سے ابتدا یا اعادہ کرتے ہیں تو قالون اور ابو عمرو دونوں کے لیے اس میں تین وجوہ ہیں۔ قالون کے لیے تو یہ ہیں۔ (۱) اَلُؤْلٰی ہمزۂ وصلی کو ثابت رکھ کر لام کے پیش پھر ہمزۂ ساکنہ سے (۲) لُؤْلٰی ہمزہ وصلی کے حذف اور لام کے پیش پھر ہمزۂ ساکنہ سے کیونکہ جب لام پر حرکت آگئی تو ہمزۂ وصلی کی ضرورت نہیں رہی (۳) اصل کے موافق اَلْاُوْلٰی لام کے سکون پھر پیش والے ہمزہ پھر واو ساکنہ سے اور ابو عمرو کی تین یہ ہیں (۱) اَلُوْلٰی (۲) لُوْلٰی دونوں قالون کی طرح صرف اتنا فرق ہے کہ یہ واو کو ہمزہ سے نہیں بدلتے اور تقلیل کرتے ہیں (۳) اَلْاُوْلٰی قالون کی تیسری وجہ کی طرح لیکن یہ تقلیل کرتے ہیں اور دونوں کے لیے ابتدا کی صورت میں یہ تیسری وجہ افضل ہے کیونکہ نقل ان کے اصول میں داخل نہیں ہے اور وصلاً" صرف اس لیے کی گئی تھی کہ تنوین اور لام کے ملنے سے دو ساکن جمع ہو گئے تھے اس لیے ہمزہ کی حرکت لام کو دیدی گئی تاکہ دو ساکن بھی جمع نہ رہیں اور تنوین کا لام میں ادغام بھی ہو سکے اور ابتدا کی حالت میں چونکہ تنوین اس کے ساتھ نہیں رہا اس لیے نہ تو دو ساکن رہے اور نہ ادغام کی وجہ باقی رہی پس جب نقل کی علت نہیں رہی تو مناسب یہی ٹھہرا کہ کلمہ کو اس کی اصل کے موافق رکھا جائے اور ورش کے لیے ابتدا کی صورت میں دو وجوہ ہیں جو ابو عمرو کی تین میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر ایک اور نمبر دو کی طرح ہیں اور باقی پانچ امام' قالون کی تیسری وجہ کی طرح ابتدا کرتے ہیں۔ اور جب وقفاً" حمزہ کی نقل اور سکتہ کو اور دونوں حالتوں میں حمزہ اور کسائی کے امالہ کو بھی ملالیں تو قراء تیں اور زیادہ ہو جائیں گی۔

فائدہ: (۱) ورش چونکہ لام تعریف کی طرف ہر جگہ نقل کیا کرتے ہیں اس بناء پر ان کے لیے اصل کے موافق ابتدا کرنا درست نہیں اور چونکہ قالون نے توآلْئٰنَ (یونس ع ۵ وع ۹) اور رِدًا (قصص ع ۴) میں نقل کی بھی ہے اور ابو عمرو بالکل نہیں کرتے اس بناء پر ان کے لیے اصل کے موافق ابتدا افضل تر ہے۔ (۲) پہلی قراءۃ اصل کے موافق ہے اس لیے اس میں کوئی شبہ نہیں اور دوسری پر بعض نے یہ شبہ کیا ہے کہ لام پر جو نقل سے حرکت آئی ہے وہ عارضی ہے اس لیے لام اب بھی ساکن ہی ہے اور ساکن میں ادغام نہیں ہوا کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ ادغام حقیقی ساکن میں منع ہے نہ کہ تقدیری میں اور یہ لام تقدیراً ساکن ہے رہا یہ شبہ کہ لام کی حرکت عارضی ہے اور عارض کا اعتبار نہیں ہوا کرتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی کئی مثالیں گزر چکیں ہیں۔ چنانچہ مد وقفی اور جائز ادغامی میں عارض کے اعتبار پر طول و توسط ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ نیز اسی بناء پر اَلْاٰخِرَۃِ اَلْاُوْلٰی جیسی مثالوں میں ابتدا کے وقت لَاٰخِرَۃِ لُوْلٰی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ ابھی شعر ۸ میں آئے گا۔ (۳) لُؤْلٰی میں ہمزہ والی قراءۃ اُجُوْہٗ اور مُؤْسٰی والے لغت کے بھی موافق ہے اور اُقِّتَتْ اور بِالسُّؤْقِ والی قراءت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۴) قالون و بصری کا ابتدا میں بھی نقل کرنا گو اس صورت میں سبب باقی نہیں رہتا اس بناء پر ہے کہ اس سے وصل والی قراءۃ کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ رہے ورش سو ان کے لیے تو دونوں حالتوں میں نقل ہی متعین ہے۔ اور مکیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ قالون کا لُؤْلٰی میں ہمزہ پڑھنا اس بناء پر ہے کہ اس میں اصل ہی سے ہمزہ تھا کیونکہ اُوْلٰی اصل میں اُؤْلٰی تھا پھر دوسرے ہمزہ کو وجوباً" واو سے بدل لیا تھا۔ پس جب نقل کے سبب ایک ہمزہ حذف ہو گیا تو دوسرے ہمزہ کے ابدال کا قاعدہ باقی نہیں رہا اس لیے وہ لوٹ آیا اس کو لکھ کر ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کے مادہ میں اختلاف ہے اور یہ مشکلات میں سے ہے اور ہم انشاء اللہ نظم کی شرح میں اس پر شافی گفتگو کریں گے۔

(شاید شرح کبیر میں اس کی کچھ تفصیل کی ہو۔ ۱۲ منہ)

لام تعریف کی طرف نقل کرنے کی صورت میں ہمزۂ وصل یا لام سے ابتدا کرنے کا بیان

۲۳۳ وَتَبْدَأُ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فِي النَّقْلِ كُلِّهِ ۔۔۔ وَإِنْ كُنْتَ مُعْتَدًّا بِعَارِضِهِ فَلَا

ترجمہ: اور تو پوری کی پوری نقل میں (یعنی اس کے ان سب موقعوں میں جن میں ہمزہ کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کی جائے نہ کہ صرف عَادًا الْاُوْلٰی میں زبر والے) ہمزۂ وصلی سے ابتدا کرے گا (اور اَلْاَرْضُ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْاٰخِرَۃُ پڑھے گا) اور اگر تو اس عارضی نقل کا اعتبار کرنے والا ہو جائے (اور نقل کے سبب جو عارضی حرکت آئی ہے اس کو اصلی کے مرتبہ میں سمجھ لے) تو (پھر ہمزۂ وصلی سے ابتدا) نہیں (کرے گا بلکہ لَاَرْضُ اور لَاٰخِرَۃُ پڑھے گا اور لام سے ابتدا کرے گا یعنی تمہیں اختیار ہے کہ نقل کے بعد ہمزۂ وصلی سے ابتدا کرو خواہ لام سے)

شرح: یعنی جو قراء ہمزۂ قطعی کی حرکت لام تعریف کی طرف نقل کرتے ہیں جیسے ورش دونوں حالتوں میں اور حمزہ صرف وقفاً" ہر جگہ اور قالون و ابو عمرو صرف عَادًا الُّوْلٰی (نجم ع ۳) میں کرتے ہیں اگر ان کے لیے ایسے کلمات سے ابتدا یا اعادہ کرنا چاہیں تو دو طرح کر سکتے ہیں (۱) یہ کہ اس عارضی حرکت کا اعتبار نہ کریں جو لام پر نقل کی وجہ سے آئی ہے بلکہ اب بھی لام کو حکماً" ساکن ہی سمجھیں اور لام سے پہلے اسی طرح زبر والا ہمزۂ وصلی لائیں جس طرح نقل نہ کرنے والوں کے لیے ابتدا کرنے کے وقت لاتے ہیں اور اَلَارْضُ اور اَلِانْسَانُ پڑھیں اور رسم کے موافق ہونے کی بناء پر یہی وجہ اولیٰ ہے۔ (۲) یہ کہ لام کی اس حرکت کا اعتبار کر کے لام کو حقیقتاً" متحرک سمجھ لیں اور ضرورت نہ رہنے کی بناء پر ہمزۂ وصلی نہ لائیں اور لَارْضُ۔ لِانْسَانُ پڑھیں کیونکہ ہمزۂ وصلی تو اسی لیے آیا کرتا ہے کہ ساکن سے ابتدا کرنا دشوار ہے اور یہ لام اب ساکن نہیں رہا۔

لیکن یہ دو وجوہ اس صورت میں ہیں کہ جو کلمہ لام تعریف سے پہلے ہو وہ بسیط یعنی ایک حرف والا نہ ہو جیسے تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ۔ فِي الْاَرْضِ پس ان میں تو ابتدا کے وقت (اَلَارْضِ۔ اَلَانْهٰرُ اور لَارْضُ۔ لَانْهٰرُ) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر لام سے پہلے ایک حرفی کلمہ ہو جیسے وَالْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃُ تو وہاں لام سے ابتدا یا اعادہ درست نہیں۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس حرف سمیت ابتدا یا اعادہ کریں اور وَالَاخِرَۃُ وَالُاوْلٰی پڑھیں اس قاعدہ کے متعلق ایک تفریع صفحہ ۲۸۵ پر فائدہ نمبر ایک کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے۔

فائدہ: (۱) اس مسئلہ کو حافظ ابو عمرو دانیؒ اور حافظ ابو العلاء ہمدانی نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نقل کے بعد ابتدا کی صورت میں ہمزۂ وصلی کا ثابت رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اور نحاۃ نے اس کو ہمزۂ وصلی ہی کے ساتھ خاص نہیں رکھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مِنَ الْاَحْمَرِ وغیرہ میں مِنْ کے نون کو بھی عارض کے اعتبار کی صورت میں ساکن رکھنا اور مِنْ الَّحْمَرِ کہنا اور اعتبار نہ کرنے کی تقدیر پر نون کے فتحہ سے مِنَ الَاحْمَرِ کہنا دونوں جائز ہیں۔ پس چونکہ قراء نے اس کو ہمزہ وصلی ہی کے ساتھ خاص رکھا ہے اور نحاۃ نے اور قسموں کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے اس لیے اس تقیید و اطلاق کے پیش نظر ابو شامہ رحمہ اللہ کو اشکال پیش آگیا اور اس کا حل اس طرح فرمایا ہے کہ نقل کے موقعوں کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں عارض کا اعتبار کرنے پر علامت موجود ہو جیسے عَادًا الُّوْلٰی اس میں تنوین کا ادغام بتا رہا ہے کہ لام کو متحرک سمجھ لیا ہے کیونکہ اگر ساکن ہی سمجھتے تو اس میں ادغام نہیں ہو سکتا تھا۔ پس اس قسم میں تو ہمزہ کی حاجت نہیں لام ہی سے ابتدا ہو سکتی ہے (۲) وہ جن میں عارض کا اعتبار نہ کرنے پر علامت قائم ہو جیسے سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰی اور وَاُولِي الْاَمْرِ اور قَالُوا الْئٰنَ اور اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ پہلی تین مثالوں میں مدہ کو نہ لوٹانا اور محذوف ہی رکھنا اور چوتھی مثال میں تا کے کسرہ کو باقی رکھنا اور سکون کی طرف نہ لوٹانا یہ بتا رہا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کے بعد بھی لام کو ساکن ہی قرار دیا ہے اس قسم میں ابتدا ہمزۂ وصلی ہی سے ہو گی۔ (۳) وہ جن میں دونوں میں سے کوئی علامت بھی نہ پائی جائے۔ جیسے وَقَالَ الْاِنْسَانُ اس قسم میں ہمزہ اور لام دونوں سے ابتدا کر سکتے ہیں یعنی اَلِانْسَانُ اور لِانْسَانُ محقق فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل عمدہ ہے لیکن نقل سے اس کی تائید نہیں ہوتی الخ پس حق وہی ہے جو اوپر گذرا کہ قراءۃ" یہ مسئلہ ہمزۂ وصلی ہی کے ساتھ خاص ہے اور تینوں صورتوں میں دونوں وجوہ جائز ہیں (۲) اگر لام تعریف سے پہلے کوئی ساکن آرہا ہو تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر مدہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے فِی الْاَرْضِ وَقَالَا الْحَمْدُ اور وَقَالُوا الْحَمْدُ اور اس کے علاوہ دوسرے ساکنوں کو حرکت دے دیتے ہیں جیسے مِنَ الْاَرْضِ اور فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس اگر لام پر نقل کے سبب حرکت آجائے تو اس صورت میں بھی مدہ کو محذوف ہی رکھنا اور ساکن کو اس کی حرکت پر رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا قراءۃ" صحیح نہیں پس قَالُوا الْـٰنَ اور فِی الْاَرْضِ اور مِنَ الْاَرْضِ پڑھنا (جیسا کہ بعض ناواقف اس کے قائل ہیں) قراءۃ کی رو سے غلط ہے گو عربیت میں یہ بھی صحیح ہے۔ (۳) عَادًا الْاُوْلٰی میں نافع اور ابو عمرو کی قراءۃ ظاہرا اور باقی پانچ کی تقدیرا رسم کے موافق ہے کیونکہ اس میں اُوْلٰی کا الف مصاحف میں مرسوم نہیں ہے۔ رسم کے معنی ہیں کلمہ کو اس کے ان حروف ہجا کے موافق لکھنا جو اس پر وقف کرنے اور اس سے ابتدا کرنے کے وقت پائے جاتے ہیں اور عثمانی رسم وہ ہے جو عثمانی مصاحف میں مرسوم ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاسی اور تحقیقی جو تلفظ کے موافق ہو۔ (۲) اصطلاحی اور تقدیری جو تلفظ کے خلاف ہو۔ (۴) ابن محیصن کی شاذ قراءۃ پر عَنِ الْاَهِلَّةِ (بقرہ ع ۲۴) اور لَمِنَ الْاٰثِمِيْنَ (مائدہ ع ۱۴) اور عَنِ الْاَنْفَالِ (انفال ع ۱) اور بَلِ الْاِنْسَانُ (قیٰمہ ع ۱) اور عَنِ الْاَرْضِ بھی عَادًا الْاُوْلٰی کی طرح ہیں کیونکہ جب نقل کے سبب لام پر حرکت آگئی تو اس عارضی حرکت کا اعتبار کر لیا اور پہلے ساکن کو سکون ہی کی طرف لوٹا کر اس کا لام میں ادغام کر دیا۔ (۵) عَادًا الْاُوْلٰی میں تین قراءتیں اور ہیں (۱) عَادَنِ الْاُوْلٰی تنوین کے زیر اور نقل سے کیونکہ متحرک کا ادغام واجب نہیں (۲) عَادَا الْاُوْلٰی نقل کے بغیر اور دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر تنوین کے حذف سے (۳) عَادَا الْاُوْلٰی اس میں تنوین کا حذف نقل کی عارضی حرکت کا اعتبار نہ کرنے کی بناء پر ہے ان میں سے نمبر ایک صحیح اور باقی دو شاذ ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں تنوین کا حذف عَادًا کے غیر منصرف ہونے کی بناء پر ہے کیونکہ اس سے کہیں حَیّ مراد ہوتا ہے اور اس صورت میں منصرف ہوتا ہے جیسے وَاِلٰی عَادٍ اور اِنَّ عَادًا میں ہے اور کبھی قبیلہ مراد ہوتا ہے اس صورت میں دونوں وجوہ جائز ہیں اور یہاں چونکہ اس کی صفت اُوْلٰی سے آرہی ہے اس لیے یہاں یہ قبیلہ ہی کے معنی میں ہے۔ اور جعبری فرماتے ہیں کہ اس سے حَیّ مراد لو خواہ قبیلہ دونوں صورتوں میں منصرف ہے۔ کیونکہ ثلاثی میں عجمہ سبب اس صورت میں بنتا ہے کہ اس کے درمیانی حرف پر حرکت ہو۔

۲۳۴/۹ وَنَقْلُ رِدًا عَنْ نَافِعٍ وَكِتَابِيَهْ ۔۔۔ بِالْاِسْكَانِ عَنْ وَرْشٍ اَصَحُّ تَقَبُّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور رِدْءًا (قصص ع ۴) کی نقل (پورے) نافع سے ہے (کہ دونوں راوی ہمزہ کی حرکت دال کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں اور رِدًا پڑھتے ہیں) اور کِتٰبِیَهْ اِنِّیْ حاقہ ع ۱) ورش سے (بلا نقل ھا کے) اسکان (اور ہمزہ کی تحقیق) کے ساتھ ہے اور یہ (کلمہ نقل کے بغیر) قبولیت کے اعتبار سے (اس حالت کے لحاظ سے) صحیح تر ہے (جس میں ھا نقل کی بناء پر متحرک ہو یعنی اس میں ایک جماعت نے اسکان کو اور دوسری نے نقل کو قبول کیا ہے۔ لیکن علمائے عربیت کی رائے پر اسکان والوں کی قبولیت دلیل کے لحاظ سے اولیٰ اور قوی تر ہے اور اس سے نکل آیا کہ اس میں نقل کِتٰبِیَهِ اِنِّیْ بھی صحیح ہے جو زیادات میں سے ہے۔)

شرح: یعنی رِدًا (قصص ع ۴) میں قالون و ورش دونوں نقل کرتے ہیں جو ان دونوں کے عام قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ قالون تو نقل کیا ہی نہیں کرتے اور ورش اس صورت میں نقل کیا کرتے ہیں کہ ساکن اور ہمزہ دو کلموں میں ہوں اور یہاں ایک ہی کلمہ میں ہیں اور باقی چھ کے لیے رِدْءًا ہے۔ نقل کے بغیر دال کے سکون اور ہمزہ کے اثبات سے اور کِتٰبِیَهْ اِنِّیْ (حاقہ ع ۱) میں ورش کے لیے دو وجوہ ہیں (۱) کِتٰبِیَهْ اِنِّیْ نقل کے بغیر ھا کے سکون اور ہمزہ کی تحقیق سے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس میں ھا سکتہ کی ہے جو حرکت کے ظاہر کرنے کے لیے آیا کرتی ہے اور کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہیں ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس کو مابعد سے جدا رکھا جائے اور اس پر اصلی حروف کے احکام جاری نہ کیے جائیں (۲) کِتٰبِیَهِ اِنِّیْ نقل کے سبب ہمزہ کے حذف اور ھا کے زیر سے اس بناء پر کہ قاعدہ پایا جا رہا ہے یہ صحیح تو ہے لیکن قوی نہیں۔ کیونکہ سکتہ کی ھا وقف اور جدائی ہی کے لیے مقرر ہے اور اس پر حرکت صرف شعری ضرورت سے آیا کرتی ہے اور وہ بھی قبیح ہے۔ نیز وصل میں ثابت نہیں رہا کرتی پس اس میں ایک بات تو اصل کے خلاف یہ ہوئی کہ یہاں وصل کو وقف کا قائم مقام ٹھہرا کر اس ھا کو وصل میں بھی ثابت رکھا گیا اس بناء پر کہ یہ مصاحف میں موجود ہے اب اگر نقل کے سبب ھا کو حرکت بھی دیدی جائے تو کلمہ میں دو مخالفتیں جمع ہو جاتی ہیں پس یہاں نقل تو ھا کی اصل وضع کے خلاف ہے اور نقل کا ترک ورش کے قاعدہ کے خلاف ہے اور دونوں سے نجات کی صورت یہ ہے کہ اس ھا پر وقف کر دیا جائے۔

تنبیہ: کِتٰبِیَهْ اِنِّیْ کو بلا نقل پڑھنے کی صورت میں تو مَالِیَهْ هَلَكَ میں ھا کا اظہار واجب ہوگا۔ اس طرح پر کہ ھا پر سانس لیے بغیر تھوڑی دیر ٹھہریں گے۔ اور اس کو وقفہ لطیفہ کہتے ہیں کیونکہ سکتہ کی ھا زائدہ ہے اور ادغام اصلی حروف کے احکام میں سے ہے اور کِتٰبِیَهِ اِنِّیْ میں نقل پڑھ کر آئے ہوں تو مَالِیَهْ هَّلَكَ میں ادغام ضروری ہوگا کیونکہ جب نقل کے سبب پہلی ھا اصلی حرف کے حکم میں ہو گئی تو دوسری ھا کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے کیونکہ دونوں سکتہ کے لیے ہیں۔

فائدہ: (۱) واقعہ ہے کہ ایک امام نے وصلاً سکتہ کی ھا کو ثابت رکھا تو ایک نحوی نے اپنی نماز قطع کر دی اور یہ اس کی جہالت تھی کیونکہ اگر اس کو لحن بھی مان لیں تب بھی تو یہ اس درجہ کی غلطی نہیں جس سے نماز باطل ہو جائے (قاری) (۲) اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ (حجرات ع ۲) میں لام سے پہلا اور بعد کا دونوں ہمزہ وصلی ہیں اور اس سے ابتدا کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں لام کے بعد والا تو لزوماً" حذف ہو جائے گا اور پہلے میں قیاس کی رو سے دونوں وجوہ ہیں اور لغت کے لحاظ سے حذف اولیٰ ہے اور قراءۃ کی رو سے اس کا حکم یہ ہے کہ بعض شیوخ نے تصریح کی ہے کہ ابتدا ہمزہ ہی سے ہونی چاہیے یہ رسم کے بھی موافق ہے اور اس قاعدہ کے بھی مطابق ہے کہ ہمزۂ وصلی ابتدا میں ثابت رہتا ہے اور درج میں حذف ہو جاتا ہے اور چونکہ ناظمؒ نے صرف نقل کی صورت میں دو وجوہ بتائی ہیں اور اَلِاسْمُ میں نقل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو لام پر کسرہ دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر آیا ہے۔ نہ کہ نقل کی بناء پر اس لیے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ اس میں ابتدا ہمزہ ہی سے ہونی چاہیے اور جعبری اور طاہر اصفہانی کی شرح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دونوں وجوہ جائز ہیں لیکن یہ ان کا قیاسی اور عقلی فیصلہ ہے روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی (قاری) (۳) رِدْءًا ای مُعِیْنًا اور بعض کے قول پر یہ اَرْدٰی عَلٰی کَذَا سے ہے جو زَادَ کے معنی میں ہے۔ ای فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ زِیَادَةً اس صورت میں یہ مہموز اللام کے بجائے ناقص یائی سے ہوگا۔ (۴) مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو نمبر ۹ کے بجائے پانچ پر عَادًا نِ الْاُوْلٰی سے پہلے لاتے اس سے نافع کے دونوں راویوں کے تمام مسائل سلسلہ وار (یکجا) ہو جاتے نیز ناظمؒ کی عادت ہے کہ پہلے کلیہ قاعدہ والے قاری کو بیان کرکے آخر میں ان کا ذکر کیا کرتے ہیں جنہوں نے بعض موقعوں میں اس کی موافقت کی ہو۔ اس میں اس عادت پر بھی عمل ہو جاتا لیکن چونکہ رِدْءًا میں نقل ورش کے عام قاعدہ کے موافق نہیں اور کِتٰبِیَهْ میں نقل قوی نہیں اس لیے اس شعر کو آخر میں لائے ہیں۔

النحو و العربیہ: ۵/۲۳۰ (ا) عَادًا کا نصب حکائی ہے (۲) بِالْکَسْرِ جعبری کی رائے پر خبر اور علی قاری کی رائے پر حال ہے اور اول اولیٰ ہے (۳) ظَلَّلَا۔ اَظَلَّ ای سَتَرَ کے معنی میں ہے۔ ۶/۲۳۱ (ا) وَاَدْغَمَ کی تقدیر نَقَلَ وَاَدْغَمَ ہے کیونکہ وصل و بدء دونوں کا تعلق تو نقل سے ہے نہ کہ ادغام سے بھی اس لیے کہ ادغام تو وصل ہی میں ہوتا ہے۔ (۲) بَاقِیْهِمْ ای مَنْ بَقِیَ مِنْهُمْ یہ واحد ہے اور بَاقُوْهُمْ اس لیے نہیں کہا کہ باقی قراء دو ہی ہیں (۳) وَصْلُهُمْ اور بَدْءُهُمْ میں دو کے لیے جمع کی ضمیر لانا یا تو اس مذہب کی بناء پر ہے جس پر جمع کے افراد کم از کم دو ہیں اور یا اس لیے ہے کہ ان دونوں کے راوی چار ہیں۔ (۴) بِالْاَصْلِ۔ بَدْءُ کے متعلق ہے اور جعبری کی رائے پر حال ہے۔ ۷/۲۳۲ (ا) نسبت کی یا میں لغتاً" تخفیف ہے (۲) وَتُهْمَزُ وَاوُهُ مجاز کی بناء پر ہے کیونکہ حقیقتاً" تو وَیُؤْتٰی بَعْدَ اللَّامِ بِهَمْزَةٍ سَاکِنَةٍ کہنا چاہیے تھا۔ (۳) حَالَ النَّقْلِ ظرف ہے۔ ۸/۲۳۳ (ا) تَبْدَاُ میں ہمزہ کو وقف کی نیت کی بناء پر ساکن کرکے الف سے ابدال کیا گیا ہے اور فاسی کے قول پر لگاتار چار حرکتوں کے جمع ہو جانے کی بناء پر ساکن کیا گیا ہے۔ ابو شامہ کی رائے کے موافق ضرورت کی بناء پر نہیں (۲) بِعَارِضِهٖ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ ای بِالنَّقْلِ الْعَارِضِ (۳) لائے ناہیہ یا نافیہ کا فعل محذوف ہے۔ ای فَلَا تَبْدَا بِهَمْزِ الْوَصْلِ ۹/۲۳۴ اس ترجمہ کی بناء پر کِتٰبِیَهْ الخ دو جملہ ہیں اور دوسری تقدیر پر ایک جملہ ہے اس صورت میں بِالْاِسْکَانِ کو خبر کے فاعل سے حال کہیں گے اور یہ هٰذَا بُسْرًا اَطْیَبُ مِنْهُ رُطَبًا کے قبیل سے ہوگا۔ ای کِتٰبِیَهْ سَاکِنًا اَصَحُّ قَبُوْلًا مِنْهُ حَالَ کَوْنِهٖ مُتَحَرِّکًا بِالنَّقْلِ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ وَقْفِ حَمْزَةَ وَهِشَامٍ عَلَى الْهَمْزِ

گیارہواں باب۔ ہشام اور حمزہ کے اس مذہب کے بیان میں جو ہمزہ پر وقف کرنے کے بارہ میں ہے

(اس میں بیس شعر ہیں)

ساتویں باب کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے کہ ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور اس کا مخرج بھی سب حروف سے دور ہے اس لیے اس میں عرب طرح طرح سے تخفیف کرتے تھے اور یہ باب ان تمام قسموں کو جامع ہے اور جب ہمزہ میں وصلاً" تخفیف جائز ہے تو وقفاً" بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے کیونکہ وقف تو آرام اور راحت کا محل ہے اور ہمزہ کے پانچ بابوں میں سے یہ باب سب سے زیادہ مشکل ہے۔ محقق" فرماتے ہیں کہ اس کی پوری معرفت اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ اہل عربیت کے مذاہب اور عثمانی رسم اور روایات کا علم ہو۔ حافظ ابوشامہ کہتے ہیں کہ یہ سخت ترین باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تغیر و تخفیف کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تعیین میں نئے معلمین کے علاوہ منتہی بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مبتدی بیچارے کی تو حقیقت ہی کیا ہے اسی وجہ سے ابن مہران' ابو الحسن' دانی' جعبری اور ابن جبارہ وغیرہ شیوخ اور فن کے اماموں نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں (شرح سبعہ) اور اس کے مشکل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طالب علم شیخ سے پڑھتے وقت تمام کلمات پر تو وقف کرتا نہیں صرف چند کلمات پر کرتا ہے سو ان پر تو وقف کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے لیکن جب اس کو کسی اور کلمہ پر بھی وقف کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یا اس سے کوئی سوال کرتا ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ سمجھ میں نہیں آتا اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس کلمہ کو ان کے ہم مثلوں میں شامل نہیں کر سکتا اس لیے اس کو حیرت ہو جاتی ہے۔ پس شیخ کے لیے مناسب ہے کہ جب شاگرد ہمزہ والے کلمہ پر پہنچے تو اس پر وقف کرنے کا طریقہ بتانے کی خوب کوشش کرے تاکہ قرآنی کلمات کی روایات غلطی سے محفوظ رہیں اور ان کا تلفظ عقل کے خلاف بھی نہ ہو جائے۔ اور یہ تخفیف اہل حجاز کے لغت میں عموماً اور قریش کے لغت میں خصوصاً کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اور ہر ایک امام کی قراءۃ میں کسی نہ کسی قسم کی تخفیف ضرور ملے گی۔ وجوبی طور پر ہو خواہ جوازی طریق پر۔ اور یہ محال ہے کہ کوئی قراءۃ یا روایت عربی قاعدہ اور عقل کے خلاف پائی جائے اور عربیت کے بہت سے قواعد ایسے ہیں جو روایت اور عقل کے خلاف ہیں۔ پس قراءۃ سنت متبعہ ہے۔ اور ہمزہ کے بارہ میں ایک حدیث بھی ہے جس کو موسیٰ بن عبیدہ نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے مَا هَمَزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَبُوْبَكْرٍ وَّلَا عُمَرُ وَلَا الْخُلَفَاءُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّمَا هُوَ بِدْعَةٌ اِبْتَدَعُوْهَا مَنْ بَعْدَهُمْ یعنی نہ تو نبی ﷺ نے ہمزہ پڑھا اور نہ ابوبکرؓ نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ دوسرے خلفاء رضی اللہ عنہم نے یہ تو ایسی بدعت ہے جس کو ان کے بعد کے لوگوں نے پیدا کرلیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بناء پر منکر اس کو دلیل نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ یہ موسیٰ بن عبیدہ زیدی ہیں جو حدیث کے اماموں کی رائے پر ضعیف راوی ہیں اور اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تب بھی یہ آحاد میں سے ہے جو متواتر نقل کے مساوی اور معارض نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری ٹھہرا کہ اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ ابن عمر نے وہی قراءۃ سنی ہوگی۔ جس میں تحقیق والا ہمزہ نہیں ہے یعنی کم ہے اور جن حضرات نے (ہمزہ والی قراءۃ کو یا دو کو) محفوظ کیا ہے۔ وہ ان کے مقابلہ میں حجت ہیں جنہوں نے اس کو محفوظ نہیں کیا اور مثبت' نافی پر مقدم ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمزہ کی تخفیف کے بارہ میں حمزہ سے دو مذہب منقول ہیں۔ (۱) تخفیف تصریفی و قیاسی جو تمام ائمہ سے منقول ہے اور صرفی قواعد کے بھی موافق ہے اور یہ مشہور تر ہے۔ اسی لیے ناظم نے اس کو پہلے بیان کیا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) متفق علیہ اور قرآن میں اسکی سات صورتیں آئی ہیں (۲) مختلف فیہ جو بعض ائمہ سے منقول ہے اور اس کی تین صورتیں آئی ہیں (۲) رسمی جو عربی قواعد کی مطابقت کے بعد ہمزہ کی شکل کے اعتبار سے ہوتی ہے یہ دانی اور ان کے شیخ ابو الفتح اور ابو محمد مکی اور ابن شریح اور ناظم اور ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ سُلَیم حمزہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمزہ والے کلمات پر وقف کرتے ہوئے امام حمزہ قرآن کے خط کی پیروی کرتے تھے اور حمزہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر کسی کلمہ پر ہمزہ کے بغیر وقف کرنا معنی کو غلط کر دے تو اس پر ہمزہ ہی سے وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ لفظ کا لحاظ رکھنے کی بہ نسبت معنی کا خیال رکھنا اولیٰ ہے۔ اس ارشاد کو خوب یاد رکھیں یہ تمام باب میں کام آئے گا۔

۲۳۵ وَحَمْزَةُ عِنْدَ الْوَقْفِ سَهَّلَ هَمْزَهُ اِذَا كَانَ وَسْطًا اَوْ تَطَرَّفَ مَنْزِلَا

ترجمہ: اور حمزہ وقف میں اپنے (تخفیفی تعلق والے یا اس وقف کے) ہمزہ کو تسہیل (تخفیف) سے پڑھتے ہیں جبکہ وہ (کلمہ کے) درمیان میں پایا جائے (یا وہ ہمزہ کلمہ کے درمیان والا ہو) یا موقع کے اعتبار سے (یعنی اس کا مقام کلمہ کے) آخر میں ہو۔

شرح: یعنی امام حمزہ جب کسی ہمزہ والے کلمہ پر وقف کرتے ہیں تو اس کے ہمزہ میں تخفیف کرتے ہیں جو تین طرح ہوتی ہے۔ (۱) ابدال سے اس کو اسی باب کے شعر ۲ اور ۵ تا ۷ میں بیان کیا ہے۔ (۲) نقل و حذف سے اس کو شعر ۳ میں بیان کیا ہے (۳) تسہیل بین بین سے اس کو شعر ۴ و ۸ میں بیان کیا ہے۔ اسی لیے شعر میں تسہیل سے تخفیف مراد لی ہے تاکہ تینوں کو شامل ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ ہمزہ یا تو کلمہ کے درمیان ہو جیسے يَاْخُذُ۔ شَطْئَهُ۔ يُؤْمِنُوْنَ۔ فَاْوٗا۔ وَاْتَمِرُوْا یا بالکل آخر میں ہو جیسے اَلْخَبْءَ۔ سُوْٓءٍ۔ شَيْءٌ۔ قُرُوْٓءٍ۔ اِقْرَاْ۔ نَبِّئْ پس اگر ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو جیسے ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ۔ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ اَلْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا تو اس میں نظم کے طریق سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخفیف نہیں سوائے دو قسموں کے کہ ان میں کلمہ کے اول میں ہونے کے باوجود بھی تخفیف کرتے ہیں۔ (۱) ہمزہ الؔ یا ساکن منفصل کے بعد ہو جیسے اَلْاَرْض۔ اَلْاٰخِرَہ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ قَدْ اُوْتِیَ اس میں وقفاً" نقل کرتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے باب کے شعر نمبر دو وَعَنْ حَمْزَۃٍ فِی الْوَقْفِ الخ میں بیان ہو چکا ہے۔ (۲) وہ ہمزہ جس سے پہلے کوئی حرف زائد آرہا ہو اور اس لیے وہ متوسط بن گیا ہو جیسے لِاُوْلٰهُمْ۔ لِئَلَّا اور فَاٰتُوْهُنَّ اس میں تخفیف بھی ہے اور تحقیق بھی اس کا بیان اسی باب کے شعر ۱۴ و ۱۵ میں آئے گا۔ نیز یاد رہے کہ اصولی طور پر ہمزہ کی تین قسمیں ہیں ۔(۱) ہمزۂ ساکنہ جیسے یُؤْمِنُوْنَ اور نَبِیّءْ اور اِقْرَاْ (۲) ہمزہ پر حرکت ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے یَسْئَلُوْنَ۔ یَجْئَرُوْنَ۔ دِفْءٌ (۳) ہمزہ پر بھی حرکت ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی جیسے سَاَلْتُھُمْ بَئِیْسٍ۔ رَءُوْفٌ پھر ان میں سے پہلی قسم کی چھ اور دوسری کی بارہ اور تیسری کی نو انواع ہیں۔ پس ہمزہ کی کل صورتیں ستائیس ہو جاتی ہیں۔ ناظمؒ آئندہ اشعار میں ان تینوں اصولی قسموں کو اسی ترتیب سے بیان فرماتے ہیں اور شرح میں ہر قسم کی شاخوں کو بھی بتایا جائے گا۔

فائدہ ۱: (۱) ابن مہران کہتے ہیں کہ بعض کے قول پر ہمزہ کی تخفیف مشہور مذہب اور معروف لغت ہے جس طرح وصل و وقف میں فرق کرنے کے لیے وقفاً" اعراب کو حذف کرتے ہیں اسی طرح ہمزہ کو بھی حذف کر دیتے ہیں نیز کہتے ہیں کہ بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عرب میں سے اکثر فصیح اور بلیغ لوگوں کا لغت یہ بھی ہے کہ کلمہ کے درمیان میں ہمزۂ ساکنہ کا ابدال کرتے ہیں۔ اور سکتہ (وقف) میں حرکت والے کو بھی حذف کر دیتے ہیں ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس سے تخفیف کے علاوہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ رحمٰن (ع ۲) اور بِالْخَاطِئَةُ (حاقہ ع ۱) اور خَاطِئَةٌ علق میں آیات کے سروں میں بھی موافقت ہو جاتی ہے اور اسی لیے میں ان موقعوں میں وقفاً ہمزہ کے ابدال کو پسند کرتا ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۲: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تخفیف کی دو قسمیں ہیں۔ تصریفی اور رسمی، یہاں ان کی کسی قدر تفصیل درج کی جاتی ہے جو انشاء اللہ تمام باب کے سمجھنے میں معین ہو گی پس تخفیف قیاسی کی دو قسمیں ہیں۔ اول: متفق علیہ جس کو عربیت کے سب اماموں نے نقل کیا ہے اور اس کی سات صورتیں قرآن میں مستعمل ہیں جن میں سے ایک ساکنہ میں اور چار ساکن کے بعد حرکت والے میں اور دو حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ میں جاری ہیں۔ (۱) ہمزہ ساکنہ کا پہلی حرکت کے موافق حرف مد سے ابدال جیسے فَادّٰرَءْتُمْ۔ شِئْتَ۔ یُؤْفَكُوْنَ (۲) الف کے سوا حرف اصلی ساکن کے بعد حرکت والے ہمزہ میں نقل عام ہے کہ یہ ساکن صحیح ہو یا واو یا مدہ ہوں یا لین زائد نہ ہوں جیسے اَلْخَبْءَ۔ اَلْمَرْءِ۔ دِفْءٌ۔ سِیْٓءَ۔ سِیْٓئَتْ۔ سُوْٓءَ۔ شَیْءٌ۔ كَهَیْئَةِ (۳) الف کے بعد ہمزۂ متوسطہ میں تسہیل بین بین مد اور قصر کے ساتھ جیسے جَآءَنَا۔ مِنْ نِّسَآئِهِمْ اٰبَآؤُكُمْ۔ اَبْنَآؤُكُمْ (۴) الف کے بعد ہمزۂ متطرفہ کا الف سے ابدال کر کے ان میں سے ایک الف کا حذف یا دونوں کو باقی رکھ کر جدائی کے لیے طول توسط اور قصر بھی صحیح ہے واو اور یائے زائدہ کے بعد ہمزہ کا واو اور یا سے ابدال اور پہلے واو اور یا کا دوسرے میں ادغام جیسے اَلنَّسِیّٓءُ۔ بَرِیّٓءٌ۔ قُرُوّٓءٍ۔ هَنِیّٓئًا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خِطِیْٓئَتِکُمْ (۶) پیش کے بعد زبر والے ہمزہ کا واو سے اور زیر کے بعد زبر والے کا یا سے ابدال جیسے مُوَجَّلاً۔ یُوَخِّرُ۔ سَیِّیَاتِکُمْ (۷) حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کی باقی سات حالات میں تسہیل بین بین یعنی زبر کے بعد تینوں حرکتوں والے ہمزہ میں جیسے سَاَلَتُھُمْ بَئِیْسٍ۔ رَؤُفٌ زیر کے بعد زیر او رپیش والے میں جیسے خٰطِئِیْنَ۔ فَمَالِئُوْنَ اور اسی طرح پیش کے بعد زیر و پیش والے میں جیسے سُئِلُوْا۔ بِرُءُوْسِکُمْ دوم: مختلف فیہ جو عربیت کے بعض علماء کے یہاں مستعمل ہے اور قرآن میں اس میں سے تین صورتیں آئی ہیں جن میں سے ایک ساکن کے بعد حرکت والے میں اور ایک حرکت کے بعد حرکت والے میں اور ایک دونوں میں جاری ہے (۱) واو اور یائے اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں بھی اسی طرح ابدال و ادغام جس طرح زائدہ کے بعد والے میں ہوتا ہے۔ جیسے شَیْئًا۔ شَیْءٌ۔ سَوْءَ۔ سِیْئَتْ اَلسُّوْآ۔ سُوْءَ۔ یہ بعض نحاۃ کا مذہب ہے اور حمزہ سے نصاً" منقول ہے اور ابو محمد مکیؒ اور دانیؒ اور شاطبیؒ وغیرہ اس کو جائز بتاتے ہیں اور یہ زیادات میں سے ہے۔ (۲) الف کے اور حرکت کے بعد زیر و پیش والے ہمزہ میں تسہیل کے ساتھ روم جیسے مِنْ نَّبَاِیِٔ تَفْتَؤُا۔ اَلْمَآءِ یَشَآءُ یہ بعض نحاۃ اور ابو الفتح اور دانی اور شاطبی وغیرہ اکثر قراء کے نزدیک جائز ہے۔ (۳) پیش کے بعد زیر والے ہمزہ کا واو سے اور زیر کے بعد پیش والے کا یا سے ابدال جیسے سُوِلُوْا۔ سَنُقْرِیُکَ مُسْتَھْزِیُوْنَ نحاۃ میں سے اخفش اور اہل ادا میں سے شاطبی اس کو بلاشرط جائز بتاتے ہیں اور یہ بھی زیادات میں سے ہے۔ اور دانیؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ جس جگہ ابدال رسم کے موافق ہو وہاں جائز (جیسے لُؤْلُؤٌ اور سَنُقْرِیُکَ) ورنہ ضعیف ہے اور یہی حق ہے۔ (شرح سبعہ) یہ دسوں صورتیں آئندہ اشعار میں تفصیل کے ساتھ آرہی ہیں۔ یہاں ان کو ذہن نشین کرلینے سے باب کے سب اشعار آسانی سے سمجھ میں آجائیں گے۔

پہلی قسم ہمزۂ ساکنہ اور اس کی چھ شاخیں ہیں

۲۳۶ فَاَبْدِلْهُ عَنْهُ حَرْفَ مَدٍّ مُّسَكِّنًا ۔۔۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ تَحْرِيكُهٗ قَدْ تَنَزَّلَا

ترجمہ: پس تو اس (ہمزہ) کو ان (حمزہ) کے لیے حرف مد سے بدل دے۔ اس حالت میں کہ تو (اس ہمزہ کو) ساکن (ادا) کرنے والا ہو (خواہ اس طور پر کہ وہ پہلے ہی سے ساکن ہو جیسے اِقْرَاْ نَبِّئْ یا تم نے وقف کی بناء پر ساکن کیا ہو جیسے اَللُّؤْلُؤُ اور اس حالت میں کہ اس (ہمزہ) سے پہلے (جو حرف ہو) اس کی تحریک واقع ہوئی ہو (اور حرکت کے شرط کرنے کی ضرورت صرف دوسری قسم کے ساکن میں ہے جس کا سکون وقفی ہو تاکہ یَشَآءُ سُوْءٍ شَیْءٌ اور قُرُوْٓءٍ بَرِیْٓئٌ وغیرہ سے احتراز ہو جائے او ران صورتوں کے احکام آگے آئیں گے اور جو ہمزہ وصل میں ساکن ہو اس سے پہلے تو ہمیشہ حرکت ہی ہوتی ہے یعنی ہمزۂ ساکنہ کو ہر جگہ اس حرف مد سے بدل لیتے ہیں جو اس سے پہلے حرف کی حرکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موافق ہو۔)

شرح: یعنی اگر ہمزہ ساکن ہو اور اس سے پہلا حرف متحرک ہو تو اس ہمزہ کا حرف مد سے ابدال کرتے ہیں۔ فتحہ کے بعد الف سے اور کسرہ کے بعد یا سے ضمہ کے بعد واو سے عام ہے کہ اس ہمزہ کا سکون اصلی ہو۔ (جیسے فَادّٰرَءْتُمْ اِطْمَاْنَنْتُمْ فَاْوٗا۔ دَاْبًا۔ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ۔ اِقْرَاْ۔ بِئْسَ۔ اَنْبِئْهُمْ نَبِّئْهُمْ نَبِّئْنَا۔ تُؤْفَكُوْنَ۔ وَالْمُؤْتَفِكَةُ) یا عارضی ہو جو وقف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ (جیسے اَلْمَلَاْ۔ بَدَاْ۔ تَفْتَؤُا۔ يَعْبَؤُا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ۔ اَلْمَكْرُ السَّيِّئُ۔ اِنِ امْرُؤٌا اور لُؤْلُؤٌ جس طرح بھی آئے) آخری مثال میں پہلے ہمزہ کا سکون اصلی ہے اور دوسرے کا عارضی۔

فائدہ ا: اس شعر میں ہمزہ ساکنہ کا قاعدہ بیان کیا ہے کہ اس کا حرف مد سے ابدال ہوتا ہے یہ کلمہ کے درمیان بھی ہوتا ہے اور آخر میں بھی۔ اول کو متوسط اور دوسرے کو متطرفہ کہتے ہیں اسی لحاظ سے اس ہمزہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اول وہ متطرفہ جس کا سکون لازمی ہو جیسے اِقْرَاْ۔ نَبِّئْ یہ ضمہ کے بعد نہیں آتا۔ دوم متوسط بنفسہ جو خود کسی کلمہ کے درمیان ہو جیسے يَاْلَمُوْنَ وَبِئْرٍ۔ تُؤْفَكُوْنَ سوم متوسط بالحرف جو کسی حرف زائد کی وجہ سے درمیان آگیا ہو یہ صرف فتحہ کے بعد آتا ہے جیسے فَاْوٗا۔ وَاْتَمِرُوْا چہارم متوسط با لکلمہ جس سے پہلے کوئی کلمہ آرہا ہو اور اسی لیے وہ درمیان میں ہوگیا ہو جیسے قَالَ ائْتُوْنِيْ۔ اَلَّذِي اؤْتُمِنَ قَالُوا ائْتِنَا چاروں قسموں میں ہمزہ کا صرف حرف مد سے ابدال ہے اور بعض نے جو تیسری قسم میں تحقیق اور ابدال دونوں اور چوتھی قسم میں فقط تحقیق بتائی ہے وہ شاذ ہے پنجم وہ متوسط بنفسہ جس کے بعد یا ہو یا واو ہو یہ صرف تین کلمات میں آیا ہے (ا) رِءْيًا (۲) تُؤْوِيْ (۳) رُءْيَا۔ رُءْيَايَ۔ رُءْيَاكَ اس میں قیاسی وجہ کے موافق صرف ابدال ہے اور اس کے بعد بعض کے قول پر اظہار (رِيْيًا۔ تُوْوِيْ۔ رُوْيَا) اور بعض کے قول پر ادغام (رِيًّا۔ تُوِّيْ۔ رُيَّا) ہے اور رسم کی موافقت کی بناء پر رِءْيًا اور تُؤْوِيْ میں ادغام اولیٰ ہے۔ ششم وہ متطرفہ ساکنہ جس کا سکون وقف کے سبب عارضی ہو۔ یہ بھی قیاسی تخفیف کی بناء پر زبر کے بعد الف سے اور زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے بدل جاتا ہے اور یہ اکثر کا مذہب ہے اور تفصیل یہ ہے کہ ان میں سے (ا) زبر والے ہمزہ میں تو صرف ابدال ہے زبر کے بعد الف سے جیسے بَدَاْ اور زیر کے بعد یا سے جیسے قُرِئَ (۲) اور زبر کے بعد زیر اور پیش والا ہمزہ الف کی صورت میں ہو تو اس میں دو وجوہ ہیں (ا) اکثر کے مذہب پر الف سے ابدال جیسے لِلْمَلَاْ۔ وَقَالَ الْمَلَاْ (۲) بعض کے مذہب پر روم کے ساتھ تسہیل (۳) اگر زبر کے بعد زیر والا یا کی صورت میں لکھا ہوا ہو جو صرف مِنْ نَّبَاِيْ (انعام ع ۴) میں ہے تو اس میں چار وجوہ ہیں۔ (ا) الف سے ابدال (مِنْ نَّبَاْ) (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳) یائے ساکنہ سے ابدال (مِنْ نَّبَايْ) (۴) اس یا کے زیر میں روم۔ (۴) اگر زبر کے بعد پیش والا ہمزہ واو کی صورت میں ہو جیسے اَتَوَكَّؤُا تو اس میں پانچ وجوہ ہیں (ا) الف سے ابدال (اَتَوَكَّاْ) (۲) ہمزہ کی تسہیل روم کے ساتھ (۳) رسم کی بناء پر ہمزہ کا واو سے ابدال اور اس پر سکون کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف (اَتَوَكَّوْا) (۴) اس واو میں اشمام (۵) واو کے پیش میں روم اور اس قسم کے یہ گیارہ کلمات آئے ہیں۔ (۱) یَبْدَؤُا ہر جگہ (۲) تَفْتَؤُا (یوسف ع ۱۰) (۳) یَتَفَیَّؤُا (نحل ع ۶) (۴) اَتَوَكَّوْا (۵) لَا تَظْمَؤُا (طٰہٰ ع ۷ و ع ۷) (۶) اَلْمَلَؤُا چار جگہ (مومنون ع ۲ یس ع ۳ والا نکل گیا کیونکہ اس میں ہمزہ الف کی صورت میں ہے۔ و نمل ع ۲ میں ایک اور ع ۳ میں دو) (۷) وَیَدْرَؤُا (نور ع ۱) (۸) یَعْبَؤُا (فرقان ع ۶) (۹) یُنَشَّؤُا (زخرف ع ۲) (۱۰) یُنَبَّؤُا (قیامہ ع ۱) (۱۱) نَبَؤُا چار جگہ (ابراہیم ع ۲ و صٓ ع ۲ و ع ۵ و تغابن ع ۱) ان سب میں واو کے بعد ایک الف زائد بھی ہے جو قَالُوْا کے الف کی طرح ہے۔ لیکن آخری دو میں بعض مصاحف میں ہمزہ الف کی اور بعض میں واو کی صورت میں ہے پہلی صورت میں ان میں دو اور دوسری میں پانچ وجوہ ہوں گی۔ (۵) اور زیر کے بعد زیر والے میں تین ہیں۔ (۱) جمہور کے مذہب پر یائے ساکنہ سے ابدال (مِنْ شَاطِئٍ) اور اب اس میں روم نہ ہوگا۔ (۲) ہمزہ میں روم کے ساتھ تسہیل۔ (۳) اخفش کے مذہب پر یا کے زیر میں روم کیونکہ وہ اس کے قائل ہیں کہ اولاً ہمزہ کو زیر والی یا سے بدلا گیا ہے پھر یا وقف کے سبب ساکن کی گئی ہے پس چونکہ اصل کے لحاظ سے یا پر حرکت تھی اس لیے روم جائز ہو گیا۔ (۶) زیر کے بعد پیش والے میں چار ہیں (۱) جمہور کے مذہب پر یائے ساکنہ سے ابدال (وَمَا اُبَرِّئُ) اور اب اس میں روم و اشمام نہ ہوں گے۔ (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳ و ۴) اخفش کے مذہب پر اس یا میں اشمام و روم کیونکہ وہ ہمزہ کو پیش والی یا سے بدلنے کے بعد ساکن کرتے ہیں (۷) پیش کے بعد زیر والے میں تین ہیں (۱) واو ساکنہ سے ابدال (وَلُؤْلُؤٍ) (۲) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل (۳) اخفش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں روم (۸) پیش کے بعد پیش والے میں چار ہیں (۱) ہمزہ کا واو سے ابدال (مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ) (۲) دوسرے ہمزہ کی تسہیل روم کے ساتھ (۳ و ۴) اخفش کے مذہب پر ہمزہ سے بدلے ہوئے واو میں اشمام و روم۔

سوال: ناظمؒ نے اسی باب کے شعر۱۶ میں بیان کیا ہے کہ جو ہمزہ حرف مد سے بدل جائے اس میں روم و اشمام جائز نہیں اور اسی چھٹی قسم کی آخری چار صورتوں میں روم و اشمام کو جائز بتایا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ **جواب:** اس عارضی سکون والے ہمزہ میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) ہمزہ کو ساکن کرنے کے بعد واو اور یا سے بدلا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ واو اور یا خالص حرف مد ہیں۔ اس لیے ان میں اشمام و روم جائز نہیں (۲) ہمزہ کو حرکت والے واو اور یا سے بدلنے کے بعد وقف کے لیے ساکن کیا گیا ہے۔ اس صورت میں اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم جائز ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) قیاس کی رو سے ہمزۂ ساکنہ کی تخفیف کے لیے ابدال ہی متعین ہے۔ کیونکہ اس پر حرکت نہیں ہوتی تاکہ اس میں تسہیل و نقل جاری ہو سکے۔ (۲) چونکہ ساکنہ سے پہلی حرکت بنائی ہونے کے سبب بدلتی نہیں اور بعد والی اکثر اعرابی ہوتی ہے جس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس لیے تخفیف میں پہلی ہی حرکت کا اعتبار کیا گیا۔ کیونکہ بعد والی کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تو کلمہ کی بنا فاسد اور خراب ہو کر مہمل بن جاتا۔ مثلاً رَأْسُ میں رفع حالت میں ہمزہ واو سے اور نصبی میں الف سے اور جری میں یا سے بدلتا تو رُوْس۔ رَاس۔ رِیْس بن جاتا نیز تخفیف میں پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف کا اعتبار لغوی قیاس سے قریب تر ہے دیکھو الف سے پہلے حرف پر زبر ہونے کو ضروری قرار دیا ہے نہ کہ بعد والے پر نیز اول کے اعتبار میں تخفیف زیادہ ہے۔

تنبیہہ: (۱) ابدال کے بعد جو حرف علت ہمزہ کے بجائے آتا ہے۔ لَمْ یُنَبَّأ۔ اِقْرَأ۔ نَبِّئْ وغیرہ میں جازم یا امر کے سکون کے سبب اس کا ساقط کرنا جائز نہیں جازم کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (۲) اس ابدال میں قیاس و رسم متحد ہیں۔ لیکن ہمزۂ وصلی کے ساتھ قَالَ ائْتُونِی۔ الَّذِی اؤْتُمِنَ وغیرہ میں ماقبل کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں دشواری کے سبب وصلاً رسم کا اعتبار ساقط اور معاف ہو جاتا ہے کیونکہ زبر کے بعد یا اور زیر کے بعد واو پڑھنے سے کلمہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ حرکت کے بعد عارضی سکون والے ہمزہ میں قراء کی ایک جماعت ابدال کو پسند نہیں کرتی اور رسم کی پیروی کر کے اس قسم میں بھی تسہیل ہی پر اکتفاء کرتے ہیں اور ابدال سیبویہ کا مذہب ہے اور ماہر اماموں کا اسی پر اعتماد ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس قسم میں مدہ سے ابدال کے علاوہ دو وجوہ اور بھی ہیں۔ (۱) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل۔ (۲) رسم کی بناء پر ہمزہ کا یا اور واو سے ابدال اور صاحب روضہ نے عجیب و غریب بات نقل کی ہے کہ تم نَبِّئْ عِبَادِیْ جیسے کلمات میں ہمزہ کے بغیر وقف کرو گے۔ پس اگر ہمزہ کو اس کے اثر سمیت حذف کر دو گے تو نَبْ رہ جائے گا اور اگر اثر باقی رکھو گے تو نَبِّیْ ہو جائے گا ان میں سے پہلی وجہ بالکل شاذ ہے۔

دوسری قسم ہمزہ متحرکہ جس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس کی بارہ شاخیں ہیں

۲۳۷ وَحَرِّكْ بِهِ مَا قَبْلَهُ مُتَسَكِّنَا ۔۔۔ وَاَسْقِطْهُ حَتّٰى يَرْجِعَ اللَّفْظُ اَسْهَلَا

ترجمہ: اور تو اس (حرف) کو جو اس (ہمزہ) سے پہلے ہو اس حالت میں کہ وہ ساکن ہو اس (ہمزہ کی حرکت) سے متحرک کر دے اور اس (ہمزہ) کو حذف کر دے تاکہ (اس نقل کے سبب کلمہ کا) تلفظ نہایت سہولت والا (اور ہلکا) ہو جائے (چنانچہ یَسْئَلُوْنَ کی بہ نسبت یَسَلُوْنَ کا ادا کرنا آسان ہے)

۲۳۸ سِوٰى اَنَّهُ مِنْ بَعْدِ مَا اَلِفٍ جَرٰى ۔۔۔ يُسَهِّلُهُ مَهْمَا تَوَسَّطَ مَدْخَلَا

ترجمہ: (ساکن کے بعد والے ہر ہمزہ میں یہی قاعدہ جاری کر) سوائے اس (صورت) کے کہ وہ (ہمزہ) الف کے بعد آرہا ہو۔ (یا ایسے الف کے بعد ہو جو ہمزہ کے سبب دراز ہو رہا ہو۔ پس فَاءَ تو شامل ہو گیا اور یَسْئَلُ نکل گیا اس صورت میں نقل کے بجائے) اس (ہمزہ) کی تسہیل کرتے ہیں جبکہ وہ (ہمزہ) جگہ کے اعتبار سے (کلمہ کے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان واقع ہو رہا ہو۔ (آخر میں نہ ہو اور نقل اس لیے نہیں کرتے کہ الف پر حرکت نہیں آسکتی ورنہ وہ الف نہیں رہے گا۔)

۲۳۹ وَيُبْدِلُهُ مَهْمَا تَطَرَّفَ مِثْلَهُ وَيَقْصُرُ أَوْ يَمْضِي عَلَى الْمَدِّ أَطْوَلَا

ترجمہ: اور (سوائے اس صورت کے کہ) جب ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو (یا اور جب وہ کلمہ کے آخر میں ہو) تو وہ (حمزہ) اس (ہمزہ) کو اس کے (ماقبل) جیسے (دوسرے الف) سے بدلتے ہیں۔ (اس بناء پر کہ پہلے الف کو فاصل شمار نہیں کرتے۔ پس گویا پہلا زبر ہمزہ سے متصل ہے اور زبر کے بعد ساکنہ کا الف ہی سے ابدال ہوا کرتا ہے) اور (اس ابدال کے بعد اس الف میں یا تو) قصر کرتے ہیں یا مد پر جاری ہوتے ہیں۔ اس حالت میں کہ وہ (مد) نہایت طویل ہو (یعنی الف کے بعد متوسط میں تو مد و قصر کے ساتھ تسہیل کرتے ہیں اور متطرفہ کو الف ہی سے بدل لیتے ہیں۔ پھر مد کے سبب میں تغیر ہو جانے کی بناء پر مد اور قصر دونوں ہوتے ہیں اور وقفی سکون کے لحاظ سے توسط بھی ہوتا ہے اس لیے تین وجوہ ہو جاتی ہیں۔ اور اگر یہ مان لیں کہ اس قسم میں ہمزہ رسمی تخفیف کی بناء پر حذف ہو گیا ہے تو اس صورت میں الف میں صرف قصر ہوگا۔)

(ص)

۲۴۰ وَيُدْغِمُ فِيهِ الْوَاوَ وَالْيَاءَ مُبْدِلًا إِذَا زِيدَتَا مِنْ قَبْلُ حَتَّى يُفَصَّلَا

ترجمہ: اور حمزہ (اس ہمزہ کو واو اور یا سے) بدلنے والے بن کر اس (ہمزہ) میں (اس سے پہلے واو اور یا کا) ادغام کرتے ہیں جبکہ وہ دونوں (واو اور یا) اس (ہمزہ) سے پہلے زیادہ کیے گئے ہوں۔ (اور اصلی نہ ہوں جو فا' عین' لام کے مقابلہ میں آیا کرتے ہیں) تاکہ وہ (حمزہ یا ادغام واؤ یاء اصلی اور زائدہ میں) جدائی کر دیں (یا حکم میں واو اور یا زائدہ دونوں واؤ اور یائے اصلیہ سے جدا کر دیے جائیں۔ اس طرح پر کہ واو اور یائے اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں تو نقل بھی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اصلی حروف میں حرکت و سکون دونوں اصل ہیں پس ان کو حرکت دینا اصل کے خلاف نہیں۔ اور زائدہ کے بعد والے میں صرف ادغام ہوتا ہے کیونکہ ان میں اصل سکون ہی ہے۔ پس سننے والا ادغام کے سنتے ہی سمجھ لے گا کہ یہ واو اور یا زائدہ ہیں)

شرح: جو ہمزہ ساکن کے بعد متحرک ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔ اول: وہ ہمزہ جس سے پہلے الف اور واو اور یائے زائدہ کے سوا کوئی اور حرف ساکن ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ اور دونوں میں صرف ایک وجہ نقل اور ہمزہ کا حذف ہے۔ (۱) وہ جس سے پہلے ساکن صحیح ہو متوسط ہو جیسے مَسْـُٔولًا۔ مَذْءُومًا۔ الْأَفْـِٔدَةَ۔ الْقُرْءَانُ۔ الظَّمْـَٔانُ۔ شَطْـَٔهُ۔ يَجْـَٔرُونَ۔ هُزُؤًا۔ جُزْءًا۔ كُفُؤًا۔ النَّشْأَةَ یا متطرفہ جیسے جُزْءٌ۔ دِفْءٌ۔ مِلْءُ۔ الْمَرْءِ۔ الْخَبْءَ (۲) وہ ہمزۂ متوسطہ یا متطرفہ جس سے پہلے واو اور یائے اصلیہ ساکن ہو مدہ ہوں جیسے سِيٓـَٔتْ۔ السُّوٓأَى۔ الْمُسِيٓءُ۔ لَتَنُوٓأُ یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لین ہوں جیسے کَھَیۡئَۃِ۔ اِسۡتَیۡئَسَ۔ شَیۡئًا۔ سُوۡءَ سُوۡاٰتِکُمۡ سَوۡاٰتِہِمَا۔ شَیۡءٌ۔ سُوۡءٌ پس اگر متطرفہ پر زبر تھا تو نقل و حذف کے بعد اس سے پہلے حرف میں صرف سکون ہوگا جیسے اَلۡخَبۡءَ۔ سِیۡءَ۔ سُوۡءَ میں ہے۔ اور اگر اس ہمزہ پر زیر تھا۔ (جیسے اَلۡمَرۡءِ سُوۡٓءٍ) تو اس حرف میں سکون بھی ہوگا اور روم بھی۔ اگر ہمزہ پر پیش تھا (جیسے دِفۡءٌ۔ سُوۡٓءٌ شَیۡءٌ) تو نقل و حذف کے بعد ہمزہ سے پہلے حرف میں سکون' اشمام' روم تین وجوہ ہوں گی۔ اور بعض نے واو اور یائے اصلیہ میں ابدال کے بعد ادغام بھی بتایا ہے۔ جیسا کہ اسی باب کے شعر ۱۷ میں آئے گا۔ یہ دونوں صورتیں وَحَرِّکۡ بِہٖ الخ میں مذکور ہیں۔ دوم: وہ ہمزہ جو الف کے بعد ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ (۱) متوسط جیسے اَوۡلِیَآؤُہُمۡ۔ جَآءُوۡ خَآئِفِیۡنَ۔ اَلۡمَلٰٓئِکَۃِ۔ جَآءَنَا۔ دُعَآءً نِدَآءً۔ ھَآؤُمُ اس میں صرف ہمزہ کی حرکت کے اعتبار سے تسہیل بین بین ہوتی ہے۔ مد اور قصر دونوں کے ساتھ اور یہ صورت سِوٰی اَنَّہٗ الخ میں مذکور ہے۔ (۲) الف کے بعد متطرفہ ہو جیسے اَضَآءَ۔ جَآءَ اَلسُّفَھَآءُ۔ اَلۡمَآءُ۔ سَوَآءٍ اس صورت میں ہمزہ کا اس سے پہلے حرف کے موافق الف سے ابدال ہوتا ہے اور اب کلمہ میں دو الف جمع ہو جاتے ہیں ایک اصلی اور دوسرا ہمزہ سے بدلا ہوا۔ پس یا تو وقف کے سبب دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں جدائی کرنے کے لیے مد کیا جائے۔ جس کی مقدار علامہ بن عبدالحق نے تین الف کے برابر بتائی ہے۔ اور عمل پانچ الفی مد پر ہے یا وقفی سکون ہی کی بناء پر توسط کیا جائے۔ جس کی مقدار تین الف کے برابر ہے کیونکہ جدائی کے لیے اتنی مقدار بھی کافی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں میں سے ایک الف کو حذف کر دیں۔ پس اگر پہلے کو محذوف مانیں اور یہی قیاس کے بھی موافق ہے تو دوسرے الف میں صرف قصر ہوگا کیونکہ اب یہ یَاۡمُرُ کے الف کی طرح ہمزہ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے۔ جس کے بعد مد کا سبب نہیں ہے اور اگر دوسرے کو محذوف مانیں تو پہلے میں عارض کا اعتبار کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر قصر و مد دونوں ہوں گے۔ کیونکہ یہ الف اس ہمزہ سے پہلے ہے۔ جس میں اول ابدال سے پھر حذف سے تغیر ہوگیا ہے۔ پس اس قسم میں ہمزہ کا الف سے ابدال کرنے کے بعد طول و توسط و قصر تین وجوہ ہیں۔ طول وقفی سکون کے سبب دونوں الفوں کو باقی رکھ کر دونوں میں جدائی کرنے کے لیے یا اس لیے کہ دوسرے الف کو حذف کر دیا ہے اور پہلا الف اس ہمزہ سے پہلے ہے۔ جس میں تغیر ہو چکا ہے اور اس عارض کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ توسط دوسرے وقفی سکونوں پر قیاس کرنے کی بناء پر اور قصر یا تو اس لیے ہے کہ پہلے الف کو محذوف مانا ہے۔ یا اس لیے ہے کہ محذوف تو دوسرا ہی ہے۔ لیکن عارض کا اعتبار کر لیا ہے۔ یہ صورت وَیُبۡدِلُہٗ الخ میں مذکور ہے اور شعر ۱۸ میں آئے گا کہ الف کے بعد کلمہ کے آخر والے ہمزہ میں بعض کے نزدیک روم کے ساتھ تسہیل بھی جائز ہے۔ جو مد و قصر کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے اس قسم میں پانچ وجوہ ہو گئیں۔ سوم و چہارم: وہ ہمزہ جو یائے زائدہ اور واو زائدہ کے بعد ہو۔ اس میں ہمزہ کو واو کے بعد واو سے اور یا کے بعد یا سے بدل کر پہلے واو اور یا کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے خَطِیۡٓئَتُہٗ ہَنِیۡٓئًا۔ مَرِیۡٓئًا۔ اَلنَّسِیۡٓءُ۔ بَرِیۡٓءٌ۔ دُرِّیٌّ۔ قُرُوۡٓءٍ۔ ان دونوں صورتوں میں صرف ابدال اور ادغام ہے۔ پھر اگر کلمہ کے آخر والے ہمزہ پر زیر تھا جیسے قُرُوۡٓءٍ میں ہے تو اس واو میں سکون اور روم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر پیش تھا جیسے اَلنَّسِیُّٔ- بَرِیُّٔ- دُرِّیُّٔ میں ہے تو اس میں تین وجوہ ہوں گی۔ سکون' اشمام' روم۔

فائدہ ۱: ان چار شعروں میں ہمزہ کی دوسری قسم کو بیان کیا ہے۔ اس کی اجمالی شاخیں تو وہی چار ہیں جو شرح میں درج ہوئی ہیں اور چونکہ ان میں سے پہلی اور دوسری قسم میں دو دو صورتیں نکلتی ہیں۔ اس لیے ان چار قسموں سے چھ بن جاتی ہیں لیکن اس ہمزہ کی تفصیلی اقسام بارہ ہیں جن میں سے سات تو وَحَرِّکْ بِہ الخ میں مذکور ہیں جن میں سے چار میں ساکن صحیح متصل کے بعد اور ایک میں ساکن منفصل کے بعد جو لین یا صحیح ہو مدہ نہ ہو اور دو میں واو یا اصلی کے بعد اور بارہ میں سے تین الف کے بعد ہیں۔ جن میں سے دو سِوٰی اَنَّہٗ الخ میں اور ایک وَیُبْدِلُہٗ الخ میں مذکور ہے اور دو قسمیں واو اور یائے زائدہ کے بعد ہیں جو وَیُدْغِمُ الخ میں مذکور ہیں اور ان کی رسمی وجوہ کو اسی باب کے شعر ۱۰ و ۱۱ میں اور تسہیل مع الروم کو شعر ۱۸ میں بیان کیا ہے۔

تفصیل: وہ چار قسمیں جو ساکن صحیح متصل کے بعد ہیں (۱) منطرفہ یہ ان پانچ کلمات میں آیا ہے۔ (۱) اَلْخَبْءُ (نمل ع ۲) (۲) اَلْمَرْءِ (بقرہ ع ۱۲ و انفال ع ۳) اور اَلْمَرْءُ (نباء ع ۲ و عبس) (۳) مِلْءُ (آل عمران ع ۹) (۴) جُزْءٌ (حجر ع ۳) (۵) دِفْءٌ (نحل ع ۱) اسی میں صرف نقل اور حذف ہے جس سے ان کا تلفظ اَلْخَبْ۔ اَلْمَرْ۔ مِلْ۔ جُزْ۔ دِفْ رہ جائے گا پھر ان میں سے اَلْخَبْ میں تو صرف سکون ہے۔ کیونکہ ہمزہ پر زبر تھا جو با پر آگیا تھا اور اَلْمَرْءِ میں سکون و روم اور اَلْمَرْءُ اور باقی تین میں سکون و اشمام و روم تین وجوہ ہوں گی۔ (۲) متوسطہ بے صورت اس میں صرف نقل و حذف ہے جیسے یَجْرُوْنَ۔ یَسْلُوْنَ (۳) متوسطہ با صورت یہ الف کی صورت میں بھی ہوتا ہے اور واو کی شکل میں بھی اور اس میں دو وجوہ ہیں۔ الف کی صورت والے میں جو اَلنَّشْاَۃَ اور شَطْاَہٗ۔ یَسْاَلُوْنَ میں ہے یہ دو ہیں۔ (۱) نقل کے بعد حذف (اَلنَّشَۃَ شَطَہٗ یَسَلُوْنَ) (۲) نقل کے بعد رسم کی بناء پر الف کا باقی رکھنا۔ (اَلنَّشَاَۃَ شَطَاَہٗ یَسَالُوْنَ) اور واو کی صورت والے (ھُزُؤًا۔ کُفُؤًا) میں یہ دو ہیں۔ (۱) نقل کے بعد حذف ھُزُوًا۔ کُفُوًا (۲) نقل کے بغیر رسم کی بناء پر واو سے ابدال (ھُزْوًا۔ کُفْوًا) (۴) متوسطہ اَلْ کے بعد جیسے اَلْاَرْضِ۔ اَلْاٰخِرَۃِ اس میں خلف کے لیے تو نقل اَلَارْضِ اور تحقیق کے ساتھ سکتہ دو وجوہ ہیں اور خلاد کے لیے یہ تفصیل ہے کہ اگر وصلاً" اَلْ اور شَیْءٌ میں سکتہ پڑھ رہے ہوں تو وقفاً" یہی دونوں ہیں جو خلف کے لیے ہیں اور اگر عدم سکتہ پڑھ رہے ہو تو وقفاً" اَلْ میں صرف نقل ہے۔ سکتہ یا عدم سکتہ مع التحقیق قطعاً" نہیں (کذافی النشر و عامۃ کتب الفن)

وہ ایک قسم جو ساکن منفصل کے بعد ہے یعنی ۵/۱ وہ ہمزہ جو ساکن منفصل صحیح یا لین کے بعد ہو نہ کہ مدہ کے بعد جیسے عَذَابٌ اَلِیْمٌ مِنْ اٰیٰتِنَا' خَلَوْا اِلٰی' اِبْنَیْ اٰدَمَ اس میں خلف کے لیے تین وجوہ ہیں (۱) نقل (عَذَابُنِ اَلِیْمٌ خَلَوَ اِلٰی۔ اِبْنَیَ اٰدَمَ) (۲) سکتہ (۳) عدم سکتہ دونوں تحقیق کے ساتھ اور خلاد کے لیے دو ہیں۔ خلف کی نمبر ایک اور نمبر تین والی لیکن خلف کے لیے یہ تینوں اس تفصیل سے پڑھی جاتی ہیں کہ اگر وصلاً" ساکن منفصل پر سکتہ پڑھا ہو تو وقفاً" اس ساکن میں عدم سکتہ کے سوا باقی دو ہوں گی اور اگر وصلاً" عدم سکتہ پڑھا ہو تو وقفاً" سکتہ کے سوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی دو ہوں گی اور خلاد کے لیے چونکہ نظم کے طرق سے وصلا" اس ساکن پر سکتہ نہیں ہے اس لیے وقفا" بھی نہ ہوگا اور باقی دو ہوں گی- لیکن حق یہ ہے کہ اس قسم میں دونوں کے لیے نقل کی وجہ نظم کے طرق کے خلاف ہے گو صحیح ہے اور اگر یہ ساکن مدہ ہو جیسے فِیٓ اَنْفُسِکُمْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا تو اس میں نظم کے طرق سے صرف مد اور تحقیق ہے- وہ دو قسمیں جن میں ہمزہ واو یائے اصلی مدہ یا لین کے بعد ہو- ۱/۶ منطرفہ جیسے سِیْٓئَ سُوْٓءٍ شَیْئٌ۔ اَلسُّوْٓءِ ۲/۷ متوسطہ جیسے سِیْٓئَتْ اَلسُّوْٓاٰی۔ شَیْئًا۔ کَھَیْئَۃِ سَوْءَۃَ ان دونوں قسموں میں دو وجوہ ہیں- (۱) جمہور کے قول پر نقل کے بعد ہمزہ کا حذف جیسے سِیَ۔ سُوَ۔ شَیَ۔ اَلسُّوَ۔ سِیَتْ۔ اَلسُّوٰی۔ شَیًا۔ کَھَیَۃِ سَوَۃَ (۲) بعض کے قول پر واو یائے زائدہ کی طرح ان واو اور یائے اصلیہ کے بعد بھی ابدال و ادغام جیسے سِیَّ۔ سُوَّ۔ شَیَّ۔ اَلسُّوَّ۔ سِیَّتْ اَلسُّوّٰی۔ شَیًّا۔ کَھَیَّۃِ سَوَّۃَ لیکن اَلْمَوْءٗدَۃُ (تکویر) میں نقل قوی اور ادغام ضعیف ہے کیونکہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے اور بعض نے اس میں تسہیل بین بین اور ہمزہ اور واو دونوں کا حذف یہ دو وجوہ اور بتائی ہیں اور یہ بھی ضعیف ہیں اور مَوْئِلًا (کہف ع ۸) میں بھی نقل و ادغام ہے یعنی مَوِلًا اور مَوِّلًا اور نشر کی رو سے یا سے ابدال ضعیف ہے- اور ان میں سے چھٹی قسم میں ہمزہ کی حرکت کے موافق اس واو اور یا میں سکون و روم و اشمام بھی جائز ہیں پس سِیْٓءَ میں دو وجوہ ہیں یعنی سکون نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و ادغام کے ساتھ بھی اور شَیْءٍ میں چار ہیں یعنی سکون و روم نقل میں بھی اور ادغام میں بھی اور شَیْءٌ میں چھ ہوں گی یعنی نقل و ادغام دونوں میں سے ہر ایک میں تین تین' سکون' اشمام' روم وہ تین قسمیں جن میں ہمزہ الف کے بعد ہے- (۸) متوسطہ بنفسہ جو خود کلمہ کے درمیان ہو جیسے جَآءَنَا۔ اٰبَآءَھُمْ اَبْنَآءَکُمْ اس میں صرف تسہیل ہے- مد اور قصر کے ساتھ- (۹) وہ متوسطہ جو حرف زائد کے بعد ہو اور یہ صرف تنبیہہ کی ھا اور یائے ندائیہ کے بعد آتا ہے جیسے یٰٓاٰدَمُ۔ ھٰٓاَنْتُمْ۔ ھٰٓؤُلَآءِ اس میں تین وجوہ ہیں- (۱ و ۲) تسہیل مد و قصر کے ساتھ (۳) تحقیق مد کے ساتھ پہلی دو سِوٰی اَنَّہٗ میں اور تیسری اسی باب کے شعر ۱۴ میں مذکور ہے- (۱۰) منطرفہ الف کے بعد جیسے بِمَا شَآءَ۔ مِنَ السَّمَآءِ۔ اٰنَآئِ وَرَآئِ۔ اَلسُّفَھَآءِ۔ شُرَکٰٓؤُا یہ ہمزہ اگر بے صورت ہو اور زبر والا ہو تو اس میں صرف تین وجوہ ہیں- الف سے ابدال کے بعد طول و توسط- قصر جیسے بِمَا شَا وَالسَّمَا اور اگر یہی بے صورت زیر اور پیش والا ہو جیسے مِنَ السَّمَآءِ اَلسُّفَھَآءُ تو اس میں پانچ وجوہ ہیں- (۱ تا ۳) جمہور کے قول پر الف سے ابدال کے بعد طول توسط قصر' سکون کے ساتھ (۴ و ۵) تسہیل مع الروم مد و قصر کے ساتھ اور اگر الف کے بعد منطرفہ کسرہ والا یا کی صورت میں ہو جو ان چار کلمات میں ہے تِلْقَآئِ (یونس ع ۲) وَاِیْتَآئِ (نحل ع ۱۳) وَمِنْ اٰنَآئِ (طہ ع ۸) اَوْمِنْ وَّرَآئِ (شوریٰ ع ۵) تو اس میں نو وجوہ ہیں (۱ تا ۳) جمہور کے مذہب پر الف سے ابدال کے بعد طول' توسط' قصر (۴ و ۵) بعض کے مذہب پر ہمزہ میں تسہیل مع الروم مد و قصر سے (۶ تا ۸) رسم کی بنا پر ہمزہ کا یاء ساکنہ سے ابدال اور اس سے پہلے الف میں طول' توسط' قصر سکون سے جیسے اٰنَآیْ (۹) اس یا میں روم قصر کے ساتھ اور وَاِیْتَآئِ کے پہلے ہمزہ میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوسرے کی نو نو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھی جائیں گی تو کل اٹھارہ ہو جائیں گی اور یہ سب صحیح ہیں اور وَمِنْ اٰنَآئِیٔ میں چونکہ پہلا ہمزہ ساکن منفصل کے بعد ہے جس میں تین وجوہ ہیں۔ نقل' ساکن منفصل پر سکتہ' عدم سکتہ ان تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوسرے کی نو نو پڑھی جائیں تو کل ستائیس ہو جائیں گی۔ اور اس میں بھی سب صحیح ہیں' اور بِلِقَآئِیٔ وَلِقَآئِیٔ (روم ع او ع ۲) میں ہمزہ کے بے صورت اور بصورت یا ہونے میں اختلاف ہے۔ انمیں پہلے قول پر پانچ ہوں گی اور دوسرے پر نو ہوں گی۔ اور اگر الف کے بعد ضمہ والا ہمزہ واو کی صورت میں ہو۔ تو اس میں بارہ وجوہ ہوں گی۔ پانچ قیاسی جمہور کے قول (۱ تا ۳) پر ابدال کے بعد طول توسط قصر اور بعض کے قول پر (۴ و ۵) تسہیل مع الروم مد اور قصر کے ساتھ اور سات رسمی یعنی ہمزہ کا واوَ سے ابدال کرنے کے بعد (۶ تا ۸) طول' توسط قصر سکون کے ساتھ (شُرَکٰٓؤُا) پھر یہی تینوں (۹ تا ۱۱) اشمام کے ساتھ پھر اس (۱۲) واو میں روم قصر کے ساتھ اور اس قسم کے یہ گیارہ کلمات آئے ہیں۔ (۱) جَزٰٓؤُا چار جگہ (مائدہ ع ۵ میں دو جو اس سورۃ کے اول والے ہیں و شوریٰ ع ۴ و حشر ع ۲) (۲) شُرَکٰٓؤُا دو جگہ (انعام ع ۱۱ و شوریٰ ع ۳) (۳) مَانَشٰٓؤُا (ہود ع ۸) (۴) اَلضُّعَفٰٓؤُا دو جگہ (ابراہیم ع ۳ و غافر ع ۵ میں) (۵) شُفَعٰٓؤُا (روم ع ۲) (۶) اَلْبَلٰٓؤُا (صٰٓفّٰت ع ۳) اور بَلٰٓؤُا (دخان ع ۲) (۷) وَمَا دُعٰٓؤُا (غافر ع ۵) (۸) بُرَءٰٓؤُا (ممتحنہ ع ۱) ان میں ہمزہ واو کی صورت میں ہے اور واو کے بعد الف زائد بھی لکھا ہوا ہے اور ہمزہ سے پہلا الف محذوف ہے اور بُرَءٰٓؤُا میں پہلا ہمزہ بے صورت ہے پس اس میں را کے بعد واو ہے جو دوسرے ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد الف زائد ہے (۹) اَنْبٰٓؤُا (انعام و شعراء ع ۱) (۱۰) جَزٰٓؤُا (کہف ع ۱۱ و طٰہٰ ع ۳) (۱۱) عُلَمٰٓؤُا (شعراء ع ۱۱) اور اَلْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ع ۴) ان تین میں بعض مصاحف میں بصورت واو اور بعض میں بے صورت ہے۔ پہلے قول پر ان میں بارہ اور دوسرے پر صرف پانچ قیاسی وجوہ ہوں گی۔ وہ دو قسمیں جن میں ہمزہ واو اور یائے زائدہ کے بعد ہے۔ ۱/۱۱ متطرفہ دونوں کے بعد اس قسم میں صرف ابدال اور ادغام ہے اور اس کے صرف چار کلمات آئے ہیں۔ (۱) بَرِیٓءٌ (۲) اَلنَّسِیٓءُ (۳) دُرِّیٓءٌ صرف حمزہؒ کی قراءۃ پر کیونکہ ہشامؒ اس کلمہ کو دونوں حالتوں میں ہمزہ کے بغیر تشدید والی یا سے پڑھتے ہیں (۴) قُرُوٓءٍ ان میں سے اول کے تین میں سکون' اشمام' روم تین تین اور نمبر چار میں سکون و روم دو وجوہ ہیں ۲/۱۲ متوسطہ صرف یائے زائدہ کے بعد اس میں بھی فقط ابدال و ادغام ہے جیسے خَطِیٓئَتُہٗ ھَنِیٓئًا۔ مَرِیٓئًا وغیرہ۔

فائدہ ۲: (۱) مُتَسَکِّنًا سے ساکن متصل مراد ہے جو اسی کلمہ میں ہو جس میں ہمزہ ہے اور قرینہ یہ ہے کہ منفصل مَنْ اٰمَنَ وغیرہ کا حکم باب النقل شعر نمبر ۲ میں بیان کر چکے ہیں (۲) ابو العلاء نے املیہ کی طرح واو' یا زائدہ میں بھی نقل بیان کی ہے۔ لیکن وہ اس میں منفرد ہیں (۳) چونکہ ساکن حروف کے بعد ہمزہ اکثر جگہ بے صورت ہوتا ہے اس لیے نقل ہی سے قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے (۴) جعبری اور علی قاری نے قُرُوٓءٍ اور اَلنَّسِیٓءُ میں رسم کی بناء پر مد و قصر کے ساتھ حذف بھی بتایا ہے اور اصفہانی اس کو ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادغام ہی میں قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور علی قاریؒ نے اس کا رد کیا ہے لیکن اصفہانی کی رائے صحیح اور حق ہے (۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل ما بعد کی طرف اس لیے نہیں کی گئی کہ اس سے کلمہ کی بناء فاسد ہو جاتی ہے مثلاً قَدْ اَفْلَحَ سے قَدْ فَلَحَ بن کر باب بدل جاتا ہے اور عَنْ اَشْیَآءَ اور مِنْ اَزْوَاجٍ سے عَنْ شَیَآءَ اور مِنْ زَوَاجٍ بن جاتا ہے۔

تیسری قسم وہ ہمزہ جو خود بھی متحرک ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو اور اس کی نو شاخیں ہیں

۲۴۱/۷ وَيُسْمِعُ بَعْدَ الْكَسْرِ وَالضَّمِّ هَمْزَهُ ۔۔۔ لَدٰى فَتْحِهٖ يَاءً وَّوَاوًا مُّحَوَّلَا

ترجمہ: اور حمزہ کسرہ اور ضمہ کے بعد اپنے (تخفیفی) ہمزہ کو اس کے مفتوح ہونے کے وقت (یا اور واو سے) بدلنے والے بن کر یا اور واو (کی شکل میں) سناتے ہیں (یا ایسے واو اور یا کی شکل میں سناتے ہیں جن میں سے ہر ایک ہمزہ سے یا اور واو کی طرف بدلا ہوا ہو۔ یعنی زبر والے ہمزہ کو زیر کے بعد یا سے اور پیش کے بعد واو سے بدلتے ہیں جیسے مُلِیَتْ اور یُوَیِّدُ)

۲۴۲/۸ وَفِيْ غَيْرِ هٰذَا بَيْنَ بَيْنَ وَمِثْلُهٗ ۔۔۔ يَقُوْلُ هِشَامٌ مَّا تَطَرَّفَ مُسْهِلَا

ترجمہ: اور اس (کسرہ اور ضمہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ) کے سوا (باقی سات قسموں) میں (ہمزہ کی ایسی تسہیل کرتے ہیں جو ہمزہ کے) درمیان (ہے اور اس حرف مد کے) درمیان ہے (جو ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو یعنی کسرہ کے بعد فتحہ والے ہمزہ کو یا سے اور ضمہ کے بعد فتحہ والے کو واو سے بدلتے ہیں جو اوپر کے شعر میں معلوم ہو چکا ہے اور فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والے اور کسرہ اور ضمہ دونوں کے بعد کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ میں تسہیل بین بین کرتے ہیں) اور ہشام (صرف) اس (ہمزہ) کو جو (کلمہ کے) آخر میں ہو (بالکل) ان (حمزہ) ہی کی طرح (تخفیف سے) پڑھتے ہیں۔ اس حالت میں کہ یہ (ہشام) آسانی کا طریق اختیار کرنے والے ہیں (یعنی حمزہ تو متوسطہ اور متطرفہ دونوں میں تخفیف کرتے ہیں اور ہشام صرف مطرفہ کی چھ قسموں میں تخفیف کرتے ہیں اور ان کے قاعدہ بھی بالکل وہی ہیں جو حمزہ کے لیے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔)

شرح: یعنی جو ہمزہ حرکت کے بعد متحرک ہو۔ اس کی نو قسمیں ہیں۔ (۱) کسرہ کے بعد فتحہ والا اس کا یا سے ابدال کرتے ہیں جیسے مِائَۃ۔ فِئَۃ۔ وَنُنْشِئَکُمْ (۲) ضمہ کے بعد فتحہ والا اس کا واو سے ابدال کرتے ہیں جیسے مُوَجَّلًا۔ فُوَادُکَ اور باقی سات قسموں میں تسہیل بین بین کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۳ تا ۵) فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والا ہمزہ (جیسے شَنَاٰنُ۔ مَاٰرِبُ۔ لِجَبْرَءِیلَ۔ مُطْمَئِنٌّ۔ رَءُوْفٌ یَکْلَؤُکُمْ) (۶ و ۷) کسرہ کے بعد کسرہ اور ضمہ والا جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَارِئِكُمْ۔ مُتَّكِئِينَ - يَسْتَهْزِءُونَ اور اُنَبِّئُونِي (۸ و ۹) ضمہ کے بعد کسرہ اور ضمہ والا جیسے سُئِلُوا اور سُئِلَ اور بِرُءُوسِكُمْ اور جو ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو۔ جس کی چھ قسمیں ہیں جن میں سے دو تو اسی باب کے شعر۲ کے فائدہ نمبرایک میں اول اور ششم میں بیان ہو چکی ہیں اور چار قسمیں شعر۳ تا ٦ کے فائدہ نمبرایک کے ذیل میں نمبرایک اور نمبرچھ و نمبردس و گیارہ میں بیان ہو چکی ہیں۔ اس کی تخفیف میں حمزہ کے ساتھ ہشام بھی شریک ہیں اور تمام اقسام میں حمزہ ہی کی طرح تخفیف کرتے ہیں لیکن یہ کلمہ کے درمیان والے ہمزہ میں کسی جگہ بھی تخفیف نہیں کرتے اور حمزہ اس میں بھی کرتے ہیں۔

فائدہ ا: ان دونوں شعروں میں ہمزہ کی تیسری قسم کو بیان کیا ہے۔ یہ صرف متوسط ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (ا) متوسط بنفسہ جو خود کسی کلمہ کے درمیان ہو اور خود اس پر بھی تینوں حرکتیں آتی ہیں اور اس سے پہلے حرف پر بھی اس لیے اس کی نو قسمیں ہو جاتی ہیں (۲) متوسط بزائدہ جس سے پہلے کوئی زائد حرف آرہا ہو خود اس پر تو تینوں حرکتیں آتی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے حرف پر فتحہ اور کسرہ ہی آتا ہے ضمہ نہیں آتا۔ پس اس کی چھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے متوسط بنفسہ میں تو بلا خلاف تخفیف ہوتی ہے اور متوسط بزائدہ میں تحقیق اور جو قاعدہ پایا جائے اس کی رو سے تخفیف دونوں ہیں اور ان سب قسموں میں وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔ (ا تا ۳) فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والا جیسے سَأَلَهُمْ۔ يَئِسَ۔ رَءُوفٌ متوسط بزائدہ جیسے كَأَنَّهُنَّ۔ أَفَأَمِنَ۔ أَوَأَ مِنَ وَإِنَّهُ فَأَمَّا۔ وَأُوتِينَا۔ فَأُوَارِيَ تینوں قسموں میں صرف تسہیل بین بین ہے۔ اور ان تین کلمات میں تسہیل بھی ہے اور حذف بھی اور حذف میں شکل یہ ہوگی وَلَا يَطُونَ (توبہ ع ۱۵) تَطُوهَا (احزاب ع ۳) تَطَوهُمْ (فتح ع ۳) اور طا پر اب بھی فتحہ ہی رہے گا۔ لیکن متوسط بزائدہ میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں (۴) کسرہ کے بعد فتحہ والا اس میں فتحہ والی یا سے ابدال ہے جیسے سَيِّئَاتِكُمْ۔ مِائَةُ فِئَةٌ متوسط بزائدہ جیسے بِأَسْمَائِهِمْ۔ بِأَمْرِهِمْ اس میں تحقیق بھی ہے (۵) کسرہ کے بعد کسرہ والا جیسے بَارِئِكُمْ اس میں تسہیل بین بین ہے۔ لیکن اگر ہمزہ کے بعد یائے ساکنہ ہو جیسے خَاطِئِينَ۔ خَاسِئِينَ تو اس میں دو وجوہ ہیں۔ (ا) تسہیل (۲) حذف یعنی خَاطِينَ۔ خَاسِينَ بزائدہ جیسے بِإِحْسَانٍ۔ لِبِإِمَامٍ۔ لِإِيلَافِ اس میں تحقیق و تسہیل دونوں ہیں۔ (٦) کسرہ کے بعد ضمہ والا جیسے سَنُقْرِئُكَ۔ أُنَبِّئُكُمْ اس میں دو وجوہ ہیں۔ (ا) جمہور کے مذہب پر تسہیل (۲) اخفش کے مذہب پر یا سے ابدال (سَنُقْرِيُكَ۔ أُنَبِّيُكُمْ) لیکن اگر بنفسہ بے صورت ہو اور اس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُونَ۔ لِيُطْفِئُوا تو اس میں تین وجوہ ہیں۔ (ا) تسہیل (۲) یا سے ابدال (مُسْتَهْزِيُونَ۔ لِيُطْفِيُوا) (۳) ہمزہ کا حذف اور اس سے پہلے حرف پر ضمہ (مُسْتَهْزُونَ۔ لِيُطْفُوا) بزائدہ لِأُولَاهُمْ۔ لِأُخْرَاهُمْ اس میں تین وجوہ ہیں۔ (ا) تحقیق (۲) تسہیل (۳) یا سے ابدال۔ لیکن دانی کی تحقیق پر کسرہ کے بعد ضمہ والے میں یا سے ابدال صرف اس کلمہ میں جائز ہے۔ جس میں ہمزہ یا کی شکل میں ہو۔ (۷) ضمہ کے بعد فتحہ والا اس میں فتحہ والے واو سے ابدال ہے جیسے يُؤَيِّدُ۔ مُؤَجَّلًا (۸) ضمہ کے بعد کسرہ والا جیسے سُئِلُوا اس میں بھی دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجوہ ہیں (۱) جمہور کے مذہب پر تسہیل (۲) اخفش کی رائے پر کسرہ والے واو سے ابدال (سُوِلُوْا) (۹) ضمہ کے بعد ضمہ والا جیسے بِرُؤُسِكُمْ بِرُؤُسِهِمْ اس میں صرف تسہیل ہے لیکن بے صورت میں دو ہیں (۱) تسہیل (۲) رسم کی بناء پر حذف جیسے بِرُوسِكُمْ ان تین قسموں میں بزائدہ نہیں آتا۔

فائدہ ۲: جن ہمزوں میں امام حمزہ تخفیف کرتے ہیں ان کی کل ستائیس قسمیں ہیں۔ جن میں سے چھ اسی باب کے شعر نمبر ۲ کے فائدہ نمبر ایک میں اور بارہ شعر ۳ تا ۶ کے فائدہ نمبر ایک میں اور نو شعر ۷ و ۸ کے فائدہ نمبر ایک میں۔ غرض اس طرح سب قسمیں بیان ہو چکی ہیں اور ان میں جو وجوہ نکلتی ہیں وہ بھی تمام کی تمام یک جا بتا دی گئی ہیں اور ناظمؒ نے تخفیف قیاسی متفق علیہ کی سات صورتوں کو ان آٹھ شعروں میں اور مختلف فیہ کی تین صورتوں کو شعر ۱۱ و ۱۲ و ۱۷ و ۱۸ میں بیان کیا ہے اور اشمام و روم کو شعر ۱۶ میں اور رسمی وجوہ کو شعر ۱۰ و ۱۱ میں اور متوسطہ بزائدہ کی دونوں وجوہ کو شعر ۱۴ و ۱۵ میں بتایا ہے اور حذف اکثر جگہ رسمی تخفیف ہی کی بناء پر ہوتا ہے۔ گو ہم نے رسمی کا لفظ ہر جگہ نہیں لکھا ہے اس لیے کہ یہ ضروری نہیں تھا پس جو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور وجہ سے تخفیف کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو غلط اور شاذ تصور کریں۔ دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ چونکہ امام حمزہ متوسط اور متطرفہ دونوں میں تخفیف کرتے ہیں اس لیے اگر کسی کلمہ میں دو یا تین ہمزہ جمع ہو رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک میں جو قاعدہ پایا جائے اس کے موافق تخفیف کی جائے یہ نہ ہو کہ صرف ایک ہمزہ میں تخفیف کر لی جائے اور باقیوں میں نہ کی جائے۔ اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں۔ **اول:** وَلُؤْلُؤٍ (حج ع ۳ و فاطر ع ۴) اس میں دو ہمزہ ہیں۔ پہلے کا فقط واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں تین وجوہ ہیں (۱) واو سے ابدال اور اس میں سکون (وَلُولُوْ) (۲) دوسرے واو میں روم۔ (۳) روم کے ساتھ تسہیل **دوم:** لُؤْلُؤًا (دہر ع ۱) میں اس میں صرف ایک وجہ یعنی پہلے ہمزہ کا واو ساکنہ سے اور دوسرے کا زبر والے واو سے ابدال ہے (یعنی لُولُوًا) **سوم:** اَللُّؤْلُؤُ (رحمٰن ع ۱) میں اس میں پہلا متوسط بنفسہ ہے اور دوسرا متطرفہ ہے۔ پس پہلے میں صرف واو سے ابدال ہے اور دوسرے میں چار وجوہ ہیں (۱) واو سے ابدال اور اس میں سکون (اَللُّولُوْ) (۲) اس واو میں اشمام (۳) پھر واو میں روم (۴) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل۔ **چہارم:** وَاَبْنَآئَنَا (بقرہ ع ۳۲) اس میں پہلا متوسط بزائدہ ہے اور اس میں تحقیق و تسہیل ہے اور دوسرا الف کے بعد متوسط بنفسہ ہے۔ اس میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ۔ پس اس میں چار وجوہ ہو گئیں۔ یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں دو دو **پنجم:** وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) اس میں بھی پہلا بزائدہ اور دوسرا بنفسہ ہے۔ پس اول کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے میں صرف تسہیل ہے مد و قصر کے ساتھ یہ چار ہو گئیں اور چاروں ھا کے سکون کے ساتھ ہیں یہ تو سب کے نزدیک جائز ہیں۔ اور آٹھ اور ہیں جو صرف ان حضرات کی رائے پر جائز ہیں جو ضمہ کے بعد ضمیر کی ھا میں اشمام و روم کو جائز بتاتے ہیں (۵ تا ۸) ھا کے اشمام کے ساتھ بھی وہی چار جو اوپر گذریں (۹ تا ۱۲) پھر روم کے ساتھ بھی وہی چار۔ پس اس میں صحیح وجوہ کل بارہ ہیں اور بعض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے چوبیس اور بیان کی ہیں۔ یعنی پہلے کی تحقیق و تسہیل دونوں کے ساتھ دوسرے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ چار تو یہ ہو گئیں اور پہلے کا الف سے ابدال کر کے دوسرے میں تسہیل مد و قصر کے ساتھ پھر واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ چار یہ ہوئیں اور ان آٹھوں میں سے ہر ایک پر ضمیر کی ھا میں تین تین سکون، اشمام، روم آٹھ تتے چوبیس ہو گئیں۔ لیکن چونکہ پہلے کا الف سے اور دوسرے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ جو وجوہ نکلتی ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح ہیں۔ **ششم**: قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع ۲) اس میں تین ہمزہ ہیں پہلے میں تین وجوہ ہیں۔ (ا) نقل قُلَ (۲) قُلْ کے لام پر سکتہ اور ہمزہ کی تحقیق (۳) عدم سکتہ اور تحقیق اور دوسرے ہمزہ میں دو ہیں (ا) تحقیق (۲) واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں بھی دو ہیں (ا) واو کے مانند تسہیل (۲) ضمہ والی یا سے ابدال۔ اور تینوں ہمزوں کی وجوہ ملا کر اس مثال میں صحیح وجوہ کل دس ہیں۔ (ا و ۲) پہلے کی نقل پر دوسرے میں فقط واو کے مانند تسہیل اور تیسرے میں دونوں یعنی واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال (قُلَ اُؤُنَبِّيُكُمْ) (اور نقل کی صورت میں دوسرے کی تحقیق جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب منفصل میں تخفیف ہو گئی تو متصل میں بھی تخفیف ہی ہونی چاہیے۔ پس اس کے ساتھ تیسرے کی دونوں ساقط ہو کر نقل میں دو ہی وجوہ رہ گئیں۔) اور چار لام پر سکتہ کرنے کی صورت میں ہوں گی۔ (۳ تا ۶) یعنی پہلے کی تحقیق پر دوسرے کی مذکورہ بالا دونوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تیسرے کی وہی دو دو (۷ تا ۱۰) اور یہی چار عدم سکتہ کی صورت میں ہوں گی (اور تیسرے میں یا کے مانند تسہیل صحیح نہیں اس لیے وہ نو وجوہ کم ہو گئیں جو اول کی تین کو دوسرے کی تین میں ملانے سے پیدا ہوتیں اور ان سب کے ساتھ تیسرے میں یہی یا کے مانند تسہیل پڑھی جاتی اور دوسرے میں واو سے ابدال بھی صحیح نہیں اس لیے چھ اور کم ہو گئیں جو اسی ابدال کی صورت میں اول کی تین کو تیسرے کی دو (واو کے مانند تسہیل اور یا سے ابدال) کے ساتھ ملانے سے پیدا ہوتیں اور نقل کے ساتھ دوسرے میں تحقیق بھی صحیح نہیں۔ اس لیے نقل و تحقیق پر تیسرے کی دو اور کم ہو گئیں تو ستائیس میں سے سترہ کم ہو کر وہی دس صحیح وجوہ رہ گئیں جو اسی مثال میں اوپر درج ہوئی ہیں) اور یہ سترہ جو قوسین میں لکھی گئی ہے۔ محققین کی رائے پر ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں اور ءَأَنبِئُكُمْ (حج ع ۹) میں دوسرا ہمزہ واو کی صورت میں نہیں ہے بلکہ الف کی صورت میں ہے اور صحیح وجوہ اس میں بھی وہی دس ہیں جو أَؤُنَبِّئُكُمْ میں ہیں۔ **ہفتم**: هٰؤُلَآءِ (نساء ع ۲۱) میں اس میں بھی دو ہمزہ ہیں۔ پہلا الف کے بعد متوسط بزائدہ ہے۔ اسمیں تین وجوہ ہیں۔ (ا) تحقیق مد کے ساتھ (۲ و ۳) تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور دوسرا الف کے بعد منطرفہ ہے۔ اس میں پانچ وجوہ ہیں (ا تا ۳) الف سے ابدال کے بعد طول، توسط، قصر تینوں سکون کے ساتھ (۴ و ۵) تسہیل مع الروم مد و قصر کے ساتھ۔ پس پہلے کی تینوں میں سے ہر ایک پر دوسرے کی پانچ پانچ پڑھی جائیں تو کل پندرہ ہو جائیں گی۔ لیکن پہلے کی تحقیق اور مد کے ساتھ تو دوسرے کی پانچوں صحیح ہیں اور پہلے کی تسہیل مع المد پر دوسرے میں قصر مع الروم نہ ہوگا۔ باقی چار ہوں گی اور پہلے کی تسہیل مع القصر پر دوسرے کی تسہیل مع الروم میں مد نہ ہوگا اور باقی چار ہوں گی۔ اس لیے اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح وجوہ تیرہ ہیں اور بعض نے ان تیرہ میں بارہ اور ملا کر کل پچیس بتائی ہیں۔ ان میں سے پندرہ تو وہی ہیں جو اوپر لکھی گئیں۔ جن میں دو غیر صحیح بھی شامل ہیں اور باقی دس غیر صحیح یہ ہیں۔ پہلے کا واو سے ابدال مد و قصر کے ساتھ اور دوسرے میں وہی پانچ پانچ جو اوپر درج ہو چکی ہیں۔ لیکن چونکہ پہلے کا واو سے ابدال صحیح نہیں ہے اس لیے یہ دس کی دس ساقط ہیں۔

فائدہ ۳: (۱) مَوْئِلًا (کہف ع ۸) میں دو وجوہ صحیح ہیں۔ (۱) نقل (مَوِلًا) (۲) ابدال و ادغام (مَوِّلًا) اور چار وجوہ اور بیان کی گئی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔ (۱) رسم کی بناء پر ہمزہ کا کسرہ والی یا سے ابدال (۲) تسہیل (۳) یائے ساکنہ سے ابدال (مَوْيِلًا) (۴) واو سے ابدال بلا ادغام (مَوْوِلًا) (۲) علی قاری نے رسم کی بناء پر جَآءَنَا میں ہمزہ کا حذف اور اَبْنَآئِكُمْ اور اِسْرَآءِيْلَ میں یا سے اور جَزَآؤُكُمْ اور جَآءُوْ میں واو سے ابدال بیان کیا ہے اور اس حذف و ابدال کے ساتھ مد و قصر بھی بتایا ہے۔ لیکن یہ ضعیف اور متروک ہے۔ پس ان میں قیاسی وجہ پر صرف تسہیل ہے (۳) مِائَةٌ اور يُؤَيِّدُ کے ہم شکلوں میں قیاسی اور رسمی متحد ہے۔

النحو و العربیہ: ۱/۲۳۵ (۱) هَمْزَةٌ کی ھا یا تو حمزہ کے لیے ہے یا وقف کے لیے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے اور علاقہ یہ ہے کہ وقف تغیر کا محل ہے اور حمزہ تغیر کرنے والے ہیں۔ (۲) اِذَا شرطیہ ہے۔ (۳) کَانَ یا تو تامہ ہے اور وَسْطًا اس کا ظرف ہے ای فِيْ وَسْطِ الْكَلِمَةِ یا ناقصہ ہے اور وَسْطًا خبر ہے کیونکہ جوہری کے قول پر یہ وَسَطْتُ الْقَوْمَ کا مصدر ہے اور وَسْطًا اور وَسْطَةً دونوں طرح آتا ہے ای ذَا تَوَسُّطٍ (۴) تَطَرَّفَ جملہ کے معنی پر معطوف ہے۔ ای اِذَا تَوَسَّطَ اَوْ تَطَرَّفَ (۵) مَنْزِلًا تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے۔

۲/۲۳۶ (۱) عَنْهُ میں روایتہ" صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں۔ (۲) مُسَكِّنًا میں روایتہ" کاف کا کسرہ ہے اور چونکہ فتحہ کی صورت میں یہ شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ حَرْفَ مَدٍّ کی صفت ہو اور اس صورت میں یہ ظاہر نہ ہوتا کہ ہمزہ خود کس طرح کا ہو۔ آیا متحرک ہو یا ساکن حالانکہ قاعدہ ساکنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے ناظم نے فتحہ کے بجائے کسرہ کو اختیار کیا اَفَادَهٗ ابو شامہ اور جعبری کی رائے پر مجازاً ساکنا" کے معنی میں ہے اور یہ سکون لازم اور عارض دونوں کو شامل ہے (۳) جملہ وَمِنْ قَبْلِهٖ اَبْدِلْ کے پہلے مفعول سے حال ہے اور دونوں حال لَقِيْتُهٗ مُصْعِدًا مُنْحَدِرًا کے قبیل سے ہیں ای اَبْدِلِ الْهَمْزَ حَالَ كَوْنِكَ مُسَكِّنًا اِيَّاهُ وَحَالَ كَوْنِ مَاقَبْلَ الْهَمْزِ مُتَحَرِّكًا (۴) تَحْرِيْكُهٗ کی ھا حرف کے لیے ہے۔ جس پر مِنْ قَبْلِهٖ دلالت کر رہا ہے۔

۳/۲۳۷ (۱) بِهٖ ای بِحَرَكَةِ الْهَمْزِ (۲) اَسْهِلًا اطلاقی الف کے ساتھ يَرْجِعُ بمعنی يَصِيْرَ (فعل ناقص) کی خبر ہے۔

۴/۲۳۸ (۱) سِوٰی کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے (۲) اَنَّ کے ہمزہ کا فتحہ اس لیے ہے کہ یہ مضاف الیہ ہونے کی بناء پر مفرد ہے اور اس کی ھا هَمْز کے لیے ہے اور جَرٰی۔ اَنَّ کی خبر ہے اور مِنْ اسی کے متعلق ہے اور مَا زائد ہے ای

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ای جَرِی مِنۡ بَعۡدِ اَلِفٍ اور جَرٰی الف کی صفت ہے اور اس صفت کا فائدہ ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے یا یوں کہو کہ اَنَّہٗ کی ھا حمزہ کے لیے ہے اور اس کی خبر یُسَہِّلُہٗ ہے اور مِنۡ یا تو اسی کے متعلق ہے یا تَوَسَّطَ کے اور جَرٰی زائد ہے کیونکہ اس کے ساقط کرنے سے مطلب میں خرابی نہیں آتی اور حشو سے بچنا چاہو تو جَرٰی کو بتقدیر قَدۡ یُسَہِّلُ یا تَوَسَّطَ کے فاعل سے حال بنا دو اور مِنۡ کو اسی کے متعلق کر دو ای یُسَہِّلُہٗ جَارِیًا مِّنۡ بَعۡدِ اَلِفٍ اَوۡ تَوَسَّطَ جَارِیًا مِّنۡ بَعۡدِ اَلِفٍ (۳) مَھۡمَا شرطیہ ہے اور یہ جواب سے بے نیاز ہے کیونکہ اس کا ماقبل جواب پر دلالت کر رہا ہے۔

۲۳۹/۵ (۱) وَیُبۡدِلُہٗ یا تو عطف کے ذریعہ مستثنٰی کے سیاق میں شامل اور داخل ہے ای سِوٰی تَوَسُّطِہٖ وَتَطَرُّفِہٖ یا استثنا کے بغیر ہی مخصص ہے یعنی اس کو ماقبل کے حکم سے جدا تو کیا گیا ہے لیکن استیناف کے طور پر کیا گیا ہے۔ پس یہ قَامَ النَّاسُ اِلَّا بَکۡرًا وَعَمۡرٌو لَمۡ یَقُمۡ کے قبیل سے ہے۔ (۲) مِثۡلَہٗ یُبۡدِلُہٗ کا دوسرا مفعول ہے۔

۲۴۰/۶ (۱) اِذَا جعبری کی رائے پر شرطیہ ہے جو ماقبل کی دلالت کے سبب جواب سے بے نیاز ہے۔ اور علی قاری کی رائے پر صرف ظرفیہ (یعنی یُدۡغِمُ کا مفعول فیہ زمانی) ہے (۲) یُفَصِّلَا میں یا تو صاد کا کسرہ ہے اور الف اطلاقیہ ہے اور ضمیر یا تو حمزہ کے لیے ہے یا ادغام کے لیے یا اس میں صاد کا فتحہ ہے اور الف تثنیہ کا ہے جو واو اور یا زائدہ دونوں کے لیے ہے۔

۲۴۱/۷ (۱) یُسۡمِعُ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہے یا تو ان حضرات کی رائے پر جو اس کے قائل ہیں کہ سَمِعَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے (پس اَسۡمَعَ تین کی طرف ہو گیا) یا اس لیے کہ یہ یُعۡلِمُ کے معنی کو متضمن ہے اور پہلا مفعول مقدر ہے۔ ای اَلسَّامِعَ اور دوسرا ھَمۡزَہٗ اور تیسرا یَاءً وَّ وَاوًا ہے اور یہ واو اپنے معنی پر ہے نہ کہ علی قاری کی رائے کے موافق اَوۡ کے معنی میں اور بَعۡدَ اور لَدٰی دونوں یُسۡمِعُ کے ظرف ہیں۔ (۲) فَتۡحِہٖ کی ھا یا تو حمزہ کے لیے یا ہمزہ کے لیے پہلی صورت میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور مفعول مقدر ہے ای فَتۡحِ حَمۡزَۃَ الۡھَمۡزَ اور دوسری تقدیر پر اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل مقدر ہے (۳) مُحَوَّلًا میں روایتہ" تو واو کا فتحہ ہے جیسا کہ ابو شامہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں یہ ھَمۡزَہٗ سے حال ہوگا ای مُحَوَّلًا اِلَی الۡیَاءِ وَالۡوَاوِ اور ابو شامہ اور جعبری کی رائے پر یَاءً وَّ وَاوًا میں سے کسی ایک کی صفت ہے اور دوسرے کی صفت مقدر ہے اور وہ بھی مُحَوَّلًا ہے اور معناً" واو کا کسرہ بھی جائز ہے۔ اس صورت میں یُسۡمِعُ کے فاعل سے حال ہوگا اور سہولت کی بناء پر ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے (۴) یَاءً وَّ وَاوًا میں لف و نشر مرتب ہے اور یہ وَمِنۡ رَّحۡمَتِہٖ (قصص ع ۷) کے قبیل سے ہے پس ذہین حضرات سمجھ لیں گے کہ یا کا تعلق بَعۡدَ الۡکَسۡرِ والی اور واو کا وَالضَّمِّ والی صورت سے ہے۔

۲۴۲/۸ (۱) وَفِیۡ غَیۡرِ ھٰذَا کی تقدیر وَیُسَہِّلُ الۡھَمۡزَ فِیۡ غَیۡرِ ھٰذَا ہے یا یہ بَعۡدَ الۡکَسۡرِ وَالضَّمِّ پر معطوف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ای وَيُسْمِعُ فِي غَيْرِ هٰذَا (۲) بَيْنَ بَيْنَ کی تقدیر بَيْنَ الْهَمْزَةِ وَبَيْنَ الْحَرْفِ الْمَدِّ الْمُجَانِسِ لِحَرْكَةِ الْهَمْزَةِ ہے پس واو عاطفہ کو حذف کر دیا اور پہلا بَيْنَ درمیان میں ہونے کی بناء پر اور دوسرا حرف کے معنی کو متضمن ہونے یا اضافت سے مقطوع ہونے کے سبب فتحہ پر مبنی ہو گیا اور بَيْنَ بَيْنَ مقدر کی صفت ہے ای تَسْهِيلًا كَائِنًا بَيْنَ بَيْنَ پس اگر فِي غَيْرِ سے پہلے يُسَهِّلُ مقدر ہو تب تو تَسْهِيلًا مفعول مطلق ہوگا اور اگر يُسْمِعُ مقدر ہو تو تَسْهِيلًا مفعول بہ ہوگا۔ (۳) وَمِثْلُهُ میں لام کا رفع اور نصب دونوں ہیں اور ابو شامہ کی رائے پر نصب اولیٰ ہے۔ رفع کی صورت میں مبتدا اور يَقُولُ الخ خبر ہوگا۔ یعنی حمزہ کی طرح کی تخفیف جو ہے ہشام بھی متطرفہ میں اسی کے قائل ہیں یا اسی کو پڑھتے ہیں اور نصب کی صورت میں يَقُولُ کے مفعول مطلق کی صفت ہوگا ای يَقُولُ هِشَامٌ قَوْلًا مِّثْلَ قَوْلِ حَمْزَةَ اَوْيَقْرَاُ قِرَائَةً مِّثْلَ قِرَاءَةِ حَمْزَةَ فِي تَخْفِيفِ الْمُتَطَرِّفِ (۴) يَقُولُ یا تو اپنے معنی پر ہے یا يَقْرَاُ کے معنی میں، پہلی صورت میں مَا تَطَرَّفَ کا مَا۔ مَهْمَا کے معنی میں ہوگا۔ فَمَا اسْتَقَامُوا (براءۃ ع ۲) کی طرح اور یہ يَقُولُ کا ظرف ہوگا اور دوسری تقدیر پر مَا موصولہ ہوگا جو يَقُولُ بمعنی يَقْرَاُ کا مفعول بہ بنے گا۔ (۵) مُسْهِلًا۔ اَسْهَلَ اِذَا رَكِبَ الطَّرِيقَ السَّهْلَ سے ہے۔

تخفیف قیاسی متفق علیہ کی ساتوں صورتوں سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق دو تنبیہیں اور رسمی تخفیف اور تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی ایک صورت

۲۴۳ وَرِئْيًا عَلٰى اِظْهَارِهٖ وَادِّغَامِهٖ ۔۔۔ وَبَعْضٌ بِكَسْرِ الْهَا لِيَاءٍ تَحَوَّلَا

ترجمہ: اور رِءْيًا جو ہے (اس کا ہمزہ یا سے ابدال کے بعد) اپنے اظہار پر بھی (پڑھا جاتا) ہے اور اپنے ادغام پر بھی اور بعض نے (جمع مذکر غائب کی ضمیر هُمْ کو ابدال کے بعد) ھا کے کسرہ سے پڑھا ہے اس یا کی وجہ سے کہ وہ (ہمزہ اس یا کی طرف) منتقل ہو گیا ہے۔ (یا اس یا کی وجہ سے کہ وہ یا ہمزہ سے یا کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ یعنی ابدال کے سبب ہمزہ یا بن گیا ہے۔ اس لیے بعض حضرات اَنْبِيْهِمْ اور نَبِّيْهِمْ میں یا کی مناسبت سے ھا کا زیر پڑھتے ہیں۔)

(ص)
۲۴۴ كَقَوْلِكَ اَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ وَقَدْ ۔۔۔ رَوَوْا اَنَّهٗ بِالْخَطِّ كَانَ مُسَهِّلَا

ترجمہ: (جس قسم میں ابدال کے بعد بعض حضرات هُمْ کی ھا کا کسرہ پڑھتے ہیں اس کی مثال) تیرے قول اَنْبِئْهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یُنَبِّئُهُمْ کی طرح ہے اور (حمزہ کے) ناقلین نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ (حمزہ قرآن کے) خط کے موافق بھی (ہمزہ کی) تخفیف کرنے والے تھے (یعنی ہمزہ میں قیاسی تخفیف کی طرح رسمی تخفیف بھی کیا کرتے تھے۔)

رسمی تخفیف کی کیفیت اور تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی پہلی قسم

۱۱/۲۴۵ (ص) فَفِي الْيَا يَلِي وَالْوَاوِ وَالْحَذْفِ رَسْمَهُ ۔ وَالَاخْفَشُ بَعْدَ الْكَسْرِ ذَا الضَّمِّ اَبْدَلَا

۱۲/۲۴۶ (ص) بِيَاءٍ وَعَنْهُ الْوَاوُ فِي عَكْسِهِ وَمَنْ ۔ حَكَى فِيهِمَا كَالْيَا وَكَالْوَاوِ اَعْضَلَا

ترجمہ: پس (صرف ہمزہ کے) یا اور واو (اور الف سے ابدال کرنے) میں اور (ہمزہ کے) حذف کرنے (کے بارہ میں (حمزہ) اس (ہمزہ) کی رسم کی پیروی کرتے تھے (یعنی جو ہمزہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہوتا تھا اس کو الف سے بدل لیتے تھے جیسے یَسْاَلُوْنَ سے یَسَالُوْنَ اور یا کی صورت والے کو یا سے اور واو کی صورت والے کو واو سے بدل لیتے تھے جیسے اٰنَآئِ سے اٰنَایِ اور شُرَكٰٓؤُا سے شُرَكٰوُا اور جو ہمزہ رسم سے محذوف اور بے صورت ہوتا تھا اس کو حذف کر دیتے تھے۔ جیسے تَطَـُٔوْهَا سے تَطَوْهَا) اور اخفش (ابو الحسن سعید بن مسعدہ نحوی) نے بھی کسرہ کے بعد ضمہ والے (ہمزہ) کا یا سے ابدال کیا ہے۔ اور انہیں (اخفش) سے اس (صورت) کے عکس میں واو ہے (یعنی ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے ابدال کرتے ہیں۔ پس مُسْتَهْزِءُوْنَ سے مُسْتَهْزِيُوْنَ اور سَنُقْرِئُكَ سے سَنُقْرِوُكَ اور سُئِلُوْا سے سُوِلُوْا ہو جاتا ہے پس رسمی تخفیف میں حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کا خالص حرف علت سے ابدال قیاس کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ قیاسی بھی ہے اور رسمی بھی اور اس کو رسمی اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ تخفیف ہمزہ کی شکل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اس لیے نہیں کہ یہ قیاس کے خلاف ہے) اور جس نے ان دونوں (صورتوں) میں (ہمزہ کو) اس حالت میں روایت کیا ہے کہ وہ (تسہیل کی بناء پر) یا اور واو کے مانند ہو اس نے مشکل (اور سخت اور اعتراض کی) بات کو اختیار کیا ہے (یعنی ایک روایت یہ بھی ہے کہ مُسْتَهْزِءُوْنَ جیسی مثالوں میں ہمزہ کی یا کے مانند اور سُئِلُوْا جیسی مثالوں میں واو کے مانند تسہیل ہے لیکن یہ روایت نقلاً" بھی صحیح نہیں اور اداء" بھی اس پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ضمہ والے ہمزہ میں یا کی اور کسرہ والے میں واو کی رعایت رکھنا اس پر موقوف ہے کہ یا تو ضمہ کو کسرہ سے اور کسرہ کو ضمہ سے بدل دیں۔ یا ان دونوں حرکتوں میں اشمام کریں اور یہ دونوں ثابت نہیں۔)

شرح: وَرِءْيًا (مریم ع ۵) میں "وقفاً" ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال ہے جیسا کہ اسی باب کے شعر نمبر دو میں معلوم ہو چکا ہے پھر ابدال کے بعد اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں یعنی وَرِيْيًا اور وَرِيًّا اور دونوں صحیح ہیں اظہار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل کے لحاظ سے ہے کیونکہ پہلی یا اصل میں ہمزہ تھی اور اس صورت میں ادغام کا قاعدہ نہیں پایا جاتا تھا۔ اور ابدال عارضی ہے پس یہ یا گویا اب بھی ہمزہ ہی کے حکم میں ہے اور ادغام موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے کہ ابدال کے بعد کلمہ میں مثلین جمع ہو گئے ہیں جن میں سے پہلا ساکن ہے اور رسم کی موافقت کی بناء پر یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے اور کلمہ میں ایک یا لکھی ہوئی ہے اور ادغام میں بھی ایک ہی یا پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح وَتُؤْوِیْ (احزاب ع ٦) اور تُؤْوِیْهِ (معارج ع ١) میں اور رُءْیَا میں ہر جگہ ان میں بھی ابدال کے بعد اظہار و ادغام دونوں ہیں اور تُؤْوِیْ میں ادغام اور رُءْیَا میں اظہار اولیٰ ہے۔ اظہار کی صورت میں تُوْوِیْ۔ رُوْیَا اور ادغام کی تقدیر پر تُوِّیْ اور رُیَّا ہے۔ (٢) اَنْبِئْهُمْ (بقرہ ع ٤) اور وَنَبِّئْهُمْ (حجر ع ٤ و قمر ع ٢) میں بھی وقفاً" ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال کرنے کے بعد ھُمْ کی ھا میں ضمہ اور کسرہ دونوں ہیں یعنی اَنْبِیْهُمْ اور وَنَبِّیْهِمْ اور دونوں صحیح ہیں۔ ضمہ حمزہ سے ابو الفتح کا مذہب ہے اور جمہور اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور نشر کی رو سے یہی صحیح تر اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ (کیونکہ ھُمْ کی ھا میں ضمہ ہی اصل ہے اسی لیے حمزہ عَلَیْهُمْ۔ اِلَیْهُمْ لَدَیْهُمْ میں بھی ھا کا ضمہ ہی پڑھتے ہیں) اور کسرہ یا کی مناسبت سے ہے اور یہ دانی کے شیخ ابو الحسن طاہر کا مذہب اور بعض اہل ادا کا مسلک ہے۔

رسمی تخفیف

اب وَقَدْ رَوَوْا الخ میں رسمی تخفیف کو بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بعض ناقلین کی روایت ہے کہ امام حمزہ وقفاً" ہمزہ کی تخفیف میں عثمانی مصاحف کی رسم کا بھی لحاظ رکھتے تھے اور ناظمؒ اور دانیؒ اور متاخرین کی ایک جماعت کی رائے پر رسمی تخفیف اس شرط سے صحیح ہے کہ عربیت کے موافق ہو۔ اور اس بارہ میں ضابطہ یہ ہے کہ ہمزہ کی رسم اکثر موقعوں میں تو قیاس کے موافق ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک ہی وجہ سے ہو۔ پس وہاں تو ایک ہی تخفیف پر عمل کرنے سے قیاسی اور رسمی دونوں طرح کی تخفیف پر عمل ہو جاتا ہے۔ اور بعض جگہ رسم قیاس کے خلاف ہوتی ہے اور ایسے کلمات کی دو صورتیں ہیں۔ (١) وہ جن میں رسمی تخفیف پر عمل ہو ہی نہیں سکتا مثلاً کسرہ یا ضمہ کے بعد ہمزہ الف کی صورت میں ہو جیسے اَلسَّیِّئَاتِ ظاہر ہے کہ فتحہ کے سوا دوسری حرکات کے بعد الف کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا یا رسمی تخفیف سے دو یا تین ساکن جمع ہو جاتے ہوں جیسے اِسْرَآءِیْلَ میں ہمزہ کے حذف کے بعد یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے یا کوئی اور خرابی لازم آتی ہو یا واو کے بعد ہمزہ الف کی صورت میں ہو جیسے اَلسُّوْآٰی (روم ع ١) میں ہے پس یہاں رسم کی بناء پر ہمزہ کا الف سے ابدال لغت اور نقل دونوں کے خلاف ہے نیز ساکن کے بعد الف ادا ہو بھی نہیں سکتا۔ اس صورت میں تو رسمی ساقط ہو کر قیاسی ہی متعین ہو جائے گی۔ (٢) یہ کہ دونوں پر عمل ہو سکتا ہو۔ اس صورت میں دونوں پر عمل کر لیں گے۔ جیسے سَنُقْرِئُکَ اس میں قیاسی تخفیف تسہیل سے اور رسمی یا کے ساتھ ابدال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوتی ہے۔ پس عربیت کے موافق ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے رسمی تخفیف اس طرح ہوتی ہے کہ جو ہمزہ الف کی صورت میں ہو اس کا الف سے اور یا کی صورت والے کا یا سے اور جو واو کی صورت میں ہو اس کا واو سے ابدال کرتے ہیں اور بے صورت کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور ناظمؒ نے الف کی صورت والے کا حکم اس لیے نہیں بتایا کہ واو اور یا کا حکم بیان کر دینے سے خود سمجھ میں آجاتا ہے کہ الف کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ بھی حرف علت اور مدہ ہونے میں واو اور یا کے ساتھ شریک ہے۔ اور رسمی تخفیف پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں قیاسی تخفیف کی دو صورتیں پائی جائیں اور دونوں صحیح ہوں اور ان میں سے ایک راجح اور زیادہ قوی ہو لیکن ظاہراً رسم کے خلاف ہو اور دوسری اس درجہ کی قوی نہ ہو لیکن ظاہراً رسم کے موافق ہو تو وہاں اہل ادا کے نزدیک یہ دوسری ہی وجہ مختار ہوگی کیونکہ اگرچہ یہ قیاس کے لحاظ سے زیادہ قوی نہیں لیکن رسم کے موافق ہونے کے سبب اس کو قوت حاصل ہوگئی ہے۔ اور چونکہ رسمی تخفیف پر عمل کرنا اس پر موقوف ہے کہ ہمزہ کی رسم کے قواعد بھی معلوم ہوں۔ اس لیے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے قواعد شرح کے بعد فائدہ میں درج کیے جائیں گے۔ اور وَالَّا خُفَشُ سے فِيْ عَكْسِهٖ تک کے دو جملوں میں تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی تین صورتوں میں سے ایک صورت کو بیان کیا ہے یعنی اخفش کسرہ کے بعد ضمہ والے ہمزہ کا یا سے اور ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے ابدال کرتے ہیں جیسے مُسْتَهْزِءُوْنَ اور سُئِلُوْا پس ان دونوں قسموں میں دو دو وجوہ ہو گئیں۔ (۱) سیبویہ اور جمہور کے مذہب پر اول میں واو کے اور ثانی میں یا کے مانند تسہیل اس کو شعر نمبر آٹھ میں بیان کر چکے ہیں۔ (۲) اخفش کے مذہب پر اول میں ہمزہ کا یا سے اور ثانی میں واو سے ابدال۔ پس تخفیف میں سیبویہ خود ہمزہ کی اور اخفش اس سے پہلے حرف کی حرکت کا اعتبار کرتے ہیں اور مَنْ حَكٰى الخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض نے ان دونوں قسموں میں اخفش سے ایک تیسری وجہ بھی نقل کی ہے یعنی پہلی قسم مُسْتَهْزِءُوْنَ وغیرہ میں ہمزہ کی یا کے مانند تسہیل اور دوسری قسم سُئِلُوْا وغیرہ میں واو کے مانند تسہیل یہ نقلاً بھی درست نہیں اور اس کا ادا کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ تسہیل قراء کے یہاں خود ہمزہ کی حرکت کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے نہ کہ اس سے پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے۔ اور اس کی باقی تقریر ترجمہ میں دیکھو۔

فائدہ ۱: (۱) گو ہمزہ الف کی صورت میں بھی لکھا جاتا ہے لیکن ناظمؒ نے اس کا حکم اس لیے نہیں بتایا کہ الف کی صورت والے ہمزہ کی تخفیف ہر جگہ مذکورہ بالا قواعد کے مطابق ہوتی ہے جس سے رسم کی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ ایسے ہمزہ میں یا تو تسہیل ہوتی ہے جیسے سَاَلَ میں ہے یا الف سے ابدال ہوتا ہے جیسے مَلْجَاً اور دونوں رسم کے موافق ہیں۔ پس رسم کی مخالفت یا تو واو اور یا کی صورت میں ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے لازم آتی ہے یا ہمزہ کے رسم سے محذوف ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے چنانچہ مِنْ نَّبَاِئِ اور تَفْتَؤُا میں وقفاً الف سے بھی ابدال ہوتا ہے اور یا اور واو سے بھی۔ اور ان میں سے ثانی رسم کے موافق ہے نہ کہ اول۔ نیز کبھی ایک ہی کلمہ میں ہمزہ کی رسمیں دو ہوتی ہیں۔ چنانچہ اَلْمَلَؤُا میں سب جگہ الف کی اور چار جگہ واو کی صورت میں ہے۔ پس ہر جگہ تخفیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی رسم کے لحاظ سے ہوتی ہے اور حذف اس ہمزہ میں ہے جس کے بعد جمع کا واو ہو جیسے فَمَا لِؤُنَ یطٔون پس ان میں مذکورہ بالا قواعد کے لحاظ سے تسہیل اور رسم کے اعتبار سے حذف ہے۔ (ابراز) لیکن ابدال و حذف کے لیے شرط یہ ہے کہ کلمہ عربی قیاس کے خلاف نہ ہو جائے۔ ورنہ تسہیل ہی سے رسم کی موافقت حاصل ہو جائے گی۔ گویا فَفِی الْیَا یَلِیْ الخ کا مقصد یہ ہے کہ بے صورت اور واو اور یا کی صورت والے ہمزہ میں رسم کی موافقت اسی صورت میں ہوگی جبکہ ہمزہ کو حذف کیا جائے اور اس کا واو اور یا سے ابدال کیا جائے اور رہاالف کی صورت والا سو اس میں تسہیل و ابدال دونوں سے موافقت حاصل ہو جائے گی۔ (۲) اخفش دو ہیں۔ (۱) ابوالحسن سعید بن مسعدہ یہ نحوی ہیں اور سیبویہ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور یہاں شعر نمبر بارہ اور انعام شعر نمبر تینتالیس میں انہیں کا ذکر ہے۔ (۲) ابو عبداللہ ہارون بن موسیٰ بن شریک یہ وہ ہیں جو ابن ذکوان کے شاگرد ہیں اور نحل شعر نمبر سات میں یہی مذکور ہیں۔ (۳) یہاں وَالَا خُفَشُ الخ کا تعلق یا تو فَفِی الْیَا یَلِیْ شعر گیارہ سے ہے جس میں رسمی تخفیف کا بیان ہے یا اس کا تعلق شعر نمبر آٹھ کے وَفِیْ غَیْرِ ھٰذَا بَیْنَ بَیْنَ سے ہے پہلی صورت میں مقصد یہ ہے کہ حمزہ نے جو رسمی تخفیف میں ہمزہ کا الف' یا واو سے ابدال کیا ہے وہ قیاس کے خلاف نہیں بلکہ اسی قسم کا ابدال عربیت کے ایک بڑے امام اخفش سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ تیسیر میں بھی ہے کہ اس قسم میں ابدال سے تخفیف کرنا اخفش کا قول ہے۔ پس ان کے مذہب پر حرکت کے بعد حرکت والے ہمزہ کا چار قسموں میں ابدال ہے (۱) کسرہ کے بعد فتحہ والے کا یا سے جیسے مِایَۃٌ (۲) ضمہ کے بعد فتحہ والے کا واو سے جیسے مُوَجَّلاً (۳) کسرہ کے بعد ضمہ والے کا یا سے جیسے سُنُقْرِیُکَ (۴) ضمہ کے بعد کسرہ والے کا واو سے جیسے سُوِلُوْا اور باقی پانچ قسموں (فتحہ کے بعد تینوں حرکتوں والے اور کسرہ کے بعد کسرہ والے اور ضمہ کے بعد ضمہ والے) میں تسہیل ہے اور سیبویہ کی رائے پر پہلی دو قسموں میں ابدال اور باقی سات میں تسہیل ہے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ متحرک کے بعد متحرکہ کی باقی سات قسموں میں تسہیل ہے لیکن اخفش ان میں سے دو قسموں (کسرہ کے بعد ضمہ والے اور ضمہ کے بعد کسرہ والے) میں ابدال کرتے ہیں۔ پس گویا یہ دو قسمیں وَفِیْ غَیْرِ ھٰذَا بَیْنَ بَیْنَ کے عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ اخفش نے مُسْتَھْزِءُوْنَ اور سُئِلُوْا وغیرہ میں ابدال اس لیے کیا ہے کہ تسہیل کی صورت میں ہمزہ واو ساکنہ اور یائے ساکنہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ پس گویا کسرہ کے بعد واو ساکنہ اور ضمہ کے بعد یائے ساکنہ پائی جاتی ہے۔ اور عربی میں اس کی مثال ایک بھی نہیں ہے چنانچہ مِائَۃٌ اور مُؤَجَّلاً میں بھی اسی لیے ہمزہ کا یا اور واو سے ابدال کیا ہے کہ تسہیل کی صورت میں گویا کسرہ اور ضمہ کے بعد الف پایا جاتا ہے اور اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ابدال کی صورت میں بھی کسرہ کے بعد ضمہ والی یا اور ضمہ کے بعد کسرہ والا واو پایا جاتا ہے اور یہ بھی عربیت میں مستعمل نہیں اور جو حضرات ان دو قسموں میں اخفش سے یا اور واو کے مانند تسہیل بتاتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ تسہیل ان دونوں اعتراضوں سے محفوظ ہے جو اخفش اور سیبویہ کے مذہب پر ہوتے ہیں اور جو اسی نمبر تین میں درج ہیں۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ تسہیل لن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقعوں میں قوی ہو جاتی ہے۔ جن میں اس سے رسمی تخفیف حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً اس لُؤْلُوءٍ میں جس کے ہمزہ پر زیر ہو۔ پس جب اس میں وقفا" روم کے ساتھ ہمزہ کی واو کے مانند تسہیل کریں گے تو یہ رسم کے موافق ہو گی اور سیبویہ کے مذہب پر چونکہ اس کی تسہیل یا کے مانند ہوتی ہے اور رسم کے موافق نہیں ہے پس وہ اس پر سکون ہی سے وقف کرتے ہیں۔ تاکہ ہمزہ کا واو سے ابدال ہو کر رسم کے موافق ہو جائے اور جس طرح ان دونوں قسموں میں یا اور واو کے مانند تسہیل اخفش سے منقول ہے اسی قسم کی ایک وجہ یَشَآءُ اِلٰی میں بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَتَيْنِ شعر نمبر دس میں گذر چکی ہے۔ کہ بعض اس میں دوسرے ہمزہ کی کسرہ والے ہمزہ اور واو کے درمیان تسہیل بتاتے ہیں الخ تعجب ہے کہ حافظ کبیر ابو شامہ اس تسہیل کی بڑے شد و مد سے تائید فرما رہے ہیں جس کو ناظمؒ نے معضل (مشکل) بتایا ہے اور یہی حق ہے۔ موصوف نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب یہ تسہیل ادا بھی نہیں ہو سکتی تو پھر اس سے فائدہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے ہمزہ کی تسہیل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمزہ پر وہی حرکت مان لیتے ہیں جو اس سے پہلے حرف پر ہو اور تُنَبِّئُهُمْ اور مُسْتَهْزِءُوْنَ میں ہمزہ کی ہمزہ اور یائے ساکنہ کے درمیان اور سُئِلُوْا اور یَشَآءُ اِلٰی میں ہمزہ اور واو ساکنہ کے درمیان تسہیل کرتے ہیں۔ یہ تو کھلی جہالت اور صریح غلطی ہے اور اگر اس کے قائل سے میں خود نہ سن لیتا تو میں کسی راوی کا یقین بھی نہ کرتا کہ ایسی بات بھی کوئی کہتا ہوگا۔ کیونکہ جب ہمزہ پر حرکت ہے اور تسہیل کی حاجت ہے جو اس کی حرکت پر باقی رہتے ہوئے بھی ہو سکتی ہے تو حرکت کی تبدیلی کی ضرورت کس لیے ہے حاجت تو صرف اس حرف علت کی ہے جس کے مانند تسہیل کی جائے اور صحیح مذہب والے کہتے ہیں کہ ہمزہ کی تسہیل خود اسی کی حرکت کے اعتبار سے ہوتی ہے کیونکہ وہ اس سے قریب تر ہے اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ جس طرح ساکنہ کا ابدال پہلے حرف کی حرکت کے لحاظ سے ہوتا ہے اسیطرح متحرکہ کی تسہیل بھی پہلی ہی حرکت کے لحاظ سے ہونی چاہیے حالانکہ متحرکہ اور ساکنہ میں بڑا فرق ہے کیونکہ ساکنہ پر تو حرکت نہیں ہوتی۔ اس لیے پہلے حرف کی حرکت کا اعتبار کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور متحرکہ پر جب خود حرکت ہے تو پہلی حرکت کا اعتبار کس لیے ہے۔

فائدہ ۲ جلیلہ ہمزہ کی رسم کے قواعد میں: (ا) ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہر جگہ الف کی صورت میں اور دوسرے موقعوں میں اپنی تخفیف کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے اور تخفیف تین طرح (ابدال' حذف' تسہیل) سے ہوتی ہے اور ابدال الف' یا' واو سے ہوتا ہے اور تسہیل الف کے یا یا کے یا واو کے مانند ہوتی ہے۔ پس الف سے ابدال والا اور الف کے مانند تسہیل والا ہمزہ الف کی صورت میں اور یا سے ابدال والا اور یا کے مانند تسہیل والا یا کی صورت میں اور واو سے ابدال والا اور واو کے مانند تسہیل والا واو کی صورت میں لکھا جاتا ہے اور جس کی تخفیف حذف یا نقل یا ادغام سے ہوتی ہے وہ رسم سے محذوف ہوتا ہے اور اس کو بے صورت کہتے ہیں۔

دانیؒ نے رسم المصاحف کے باب میں جو قواعد بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ کی دو قسمیں ہیں (ا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساکنہ (۲) متحرکہ، پس ساکنہ کلمہ کے درمیان ہو یا آخر میں ہر جگہ پہلے حرف کی حرکت کے موافق حرف علت کی صورت میں لکھا جاتا ہے یعنی زبر کے بعد الف کی اور زیر کے بعد یا کی اور پیش کے بعد واو کی صورت میں جیسے بَأْسٌ۔ بِئْرٌ۔ بُؤْسٌ۔ اِقْرَأْ۔ نَبِّئْ اور متحرکہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متحرک کے بعد (۲) ساکن کے بعد۔ پہلی قسم: حرکت کے بعد حرکت والا اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول: وہ جو کلمہ کے شروع میں ہو یہ ہر جگہ الف کی صورت میں ہوتا ہے۔ گو اس سے پہلے کوئی زائد حرف بھی آرہا ہو جیسے سَاَصْرِفُ فَبِاَيِّ اور بِاِيْمَانٍ دوم: وہ جو کلمہ کے درمیان ہو۔ یہ اپنی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے۔ یعنی زبر والا الف کی اور زیر والا یا کی اور پیش والا واو کی صورت میں لیکن ذیل کی تین صورتوں میں پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے۔ (۱) زیر کے بعد پیش والا جیسے سَنُقْرِئُكَ اور اُؤَنَبِّئُكُمْ (۲) زیر کے بعد زبر والا جیسے سَيِّاٰتِكُمْ یہ دونوں یا کی صورت میں لکھے جاتے ہیں (۳) پیش کے بعد زبر والا جیسے يُؤَيِّدُ۔ مُؤَجَّلاً یہ واو کی صورت میں لکھا جاتا ہے اور ان تین حالتوں میں بے صورت ہوتا ہے۔ (۱) زبر والے کے بعد الف ہو جیسے مَآرِبُ شَنَاٰنُ (۲) زیر والے کے بعد یائے ساکنہ ہو جیسے خٰطِئِيْنَ مُتَّكِـِٔيْنَ (۳) پیش والے کے بعد واو ساکنہ ہو جیسے لِيُطْفِـُٔوْا اور وَيَسْتَنْبِـُٔوْنَكَ۔ يَطَـُٔوْنَ سوم: وہ جو کلمہ کے آخر میں ہو یہ ہر جگہ اپنے سے پہلی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے جیسے قَرَاَ۔ لِلْمَلَاِ۔ اَلْمَلَاُ۔ قُرِئَ۔ شَاطِئَ۔ يُبْدِئُ۔ اَللُّؤْلُؤُ۔ وَلُؤْلُوءٍ دوسری قسم: ساکن کے بعد حرکت والا ہمزہ یہ ساکن صحیح کے بعد ہو خواہ حرف علت کے بعد نیز کلمہ کے درمیان ہو یا آخر میں ہر جگہ رسم سے محذوف (بے صورت) ہوتا ہے لیکن الف کے بعد زبر والا تو بے صورت ہوتا ہے جیسے اٰبَآءَكُمْ۔ نِسَآءَنَا اور زیر والا یا کی صورت میں جیسے نِسَآئِهِمْ اٰبَآئِهِمْ اور پیش والا واو کی صورت میں ہوتا ہے جیسے دُعَآؤُكُمْ یہ تفصیل تو قیاس کے موافق ہے اور بہت سے کلمات ایسے بھی ہیں جن میں ہمزہ کی رسم ان قواعد کے خلاف واقع ہوئی ہے لیکن تخفیف کی وجوہ ان میں بھی وہی ہیں جو اوپر ہمزہ کی ستائیس قسموں میں درج ہو چکی ہیں۔ ان کے سوا کسی اور طریق سے تخفیف کرنا جائز نہیں۔ اس کے بعد چھ فائدوں میں ہمزہ کی وہ قسمیں درج کی جاتی ہیں جن میں رسم مذکورۂ بالا قواعد کے خلاف ہے۔

فائدہ ۳ ہمزۂ ساکنہ کے بیان میں: ہمزۂ ساکنہ متوسطہ گیارہ اور متطرفہ چار کلمات میں قیاس کے خلاف آیا ہے۔ متوسط کے گیارہ کلمات یہ ہیں۔ (۱) وَرِءْيًا (مریم ع ۵) (۲) وَتُؤْوِيْ (احزاب ع ۶) (۳) تُؤْوِيْهِ (معارج ع ۱) تینوں میں ہمزہ بے صورت ہے اور اول میں ایک یا اور باقی دو میں ایک واو لکھا ہوا ہے تاکہ رسم میں تماثل ایک طرح کی دو شکلیں جمع نہ ہوں اور اسی بناء پر دَاوٗدَ میں بھی ایک ہی واو لکھا جاتا ہے۔ انکو رسم کی بناء پر ایک یا اور ایک واو سے وِرِيَا۔ تُوِيْ پڑھنا صحیح نہیں۔ (۴) رُءْيَا ہر جگہ اس میں بھی ہمزہ بے صورت ہے اور ایک یا لکھی ہوئی ہے کیونکہ اگر ہمزہ کو لکھتے تو واو کی صورت میں ہوتا اور اس میں اندیشہ تھا کہ کوئی اس ہمزہ کو بھی را ہی سمجھ لیتا کیونکہ قدیم خط میں را تقریباً واو کی شکل میں لکھی جاتی تھی یا اس لیے بے صورت ہے کہ ادغام کی قراءۃ کو بھی شامل ہو جائے اور نشر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رو سے یہی اولیٰ ہے اور گو اس میں ادغام رسم کے موافق ہے۔ لیکن اظہار اولیٰ ہے اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ اور اکثر اہل ادا اسی پر ہیں اور نظم کے طرق سے بھی اظہار ہی ہے۔ اس میں بھی رسم کی بناء پر وقفاً" ایک یا سے رُیا پڑھنا صحیح نہیں۔ (۵) فَادّٰرءتُمْ (بقرہ ع ۹) اس میں تخفیف کی بناء پر دال کے بعد والا الف بھی نہیں ہے اور ہمزہ بھی بے صورت ہے اور اس میں رسم کی بناء پر ہمزہ کے حذف سے فَادّٰرتُمْ پڑھنا صحیح نہیں۔ (۶) یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ تَسْتَاْخِرُوْنَ ہر جگہ (۷) اِسْتَاْجِرْهُ (۸) اِسْتَاْجَرْتَ (قصص ع ۳) (۹) یَسْتَاْذِنُ جس طرح بھی آئے (۱۰) اِسْتَاْذَنُوْکَ (نور ع ۹) (۱۱) هَلِ امْتَلَئْتِ (قٓ ع ۳) ان چھوں میں معلوم اور ظاہر ہونے کی بناء پر اکثر مصاحف میں ہمزہ بے صورت ہے۔ لیکن تخفیف ابدال ہی سے ہوگی نہ کہ رسم کی بناء پر حذف سے بھی۔ منطرفہ ساکنہ کے چار کلمات یہ ہیں۔ (۱) وَهَيِّئْ (۲) وَيُهَيِّئْ (کہف ع ۱ و ع ۲) (۳) وَمَكْرَ السَّيِّئِ (۴) اَلْمَكْرُ السَّيِّئُ (فاطر ع ۵) ان چاروں میں بعض مصاحف میں ہمزہ یا کے بجائے الف کی صورت میں ہے تاکہ ایک قسم کی دو شکلیں جمع نہ ہوں۔ لیکن دانیؒ نے اس روایت کا انکار کیا اور سخاوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو شامی مصاحف میں الف ہی کی صورت میں دیکھا ہے اور صاحب نشر نے بھی اپنے مشاہدہ سے ان کی تائید کی ہے ان میں وقفاً" ہمزہ کا صرف یا سے ابدال ہوگا نہ کہ رسم کی بناء پر الف سے بھی کیونکہ زیر کے بعد الف کا ادا کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

فائدہ ۴ اس ہمزہ کے بیان میں جو الف کے سوا کسی اور ساکن کے بعد ہو: یہ ان پندرہ کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ (۱) هُزُوًا ہر جگہ جو گیارہ موقعوں میں آیا ہے۔ (۲) كُفُوًا (اخلاص میں) ان میں واو کی صورت میں ہے۔ (۳) مَذْءُوْمًا (اعراف ع ۲) (۴) مَسْئُوْلًا (اسراع ۴ و احزاب ع ۲) ان میں صرف ایک واو ہے اور ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے۔ (۵) وَلَا تَايْـَٔسُوْا (۶) لَا يَايْـَٔسُ (یوسف ع ۱۰) (۷) اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ (رعد ع ۴) تینوں میں تا اور یا کے بعد الف ہے جو یا تو بزی کی قراءۃ ظاہر کرنے کے لیے ہے یا ان میں اور یَئِسَ يَئِسُوْا میں فرق کرنے کی غرض سے اور ہمزہ ساکن کے بعد ہونے کی بناء پر بے صورت ہے پس ان میں قیاس کے خلاف کہنے کی حاجت نہیں گو بعض اس کے قائل ہوئے ہیں اور هذلی نے ان میں حمزہ کے لیے ایک وجہ بزی کی طرح بھی نقل کی ہے۔ (۸) لِيَسُوْٓءَا (اسرا ع ۱) اس میں ایک واو اور اس کے بعد الف ہے پس لِيَسُوْٓءَا والی قراءۃ پر تو الف ہمزہ کی صورت ہے جو ساکن کے بعد قیاس کے خلاف لکھا گیا ہے اور لِيَسُوْٓءَ والی قراءۃ پر ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے اور الف زائد ہے جیسا کہ قَالُوْا میں ہے (۹) مَوْئِلًا (کہف ع ۸) اس میں بے صورت ہونے کے بجائے تمام مصاحف میں یا کی صورت میں ہے۔ (۱۰) اَلنَّشْاَةَ تین جگہ (عنکبوت و واقعہ ع ۲ و نجم ع ۳) (۱۱) يَسْاَلُوْنَ (احزاب ع ۲) ان دونوں میں بے صورت ہونے کے بجائے بعض مصاحف میں الف کی صورت میں ہے اور نقل کے بعد ہمزہ کا الف سے ابدال بھی عرب سے سنا گیا ہے جو ان میں رسمی وجہ ہے (۱۲) اَلسُّوْٓاٰى (روم ع ۱) اس میں بے صورت ہونے کے بجائے الف کی صورت میں ہے اور اس الف کے بعد یا ہے جو تانیث کے الف کی صورت ہے اور امالہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیت کی بناء پر ہے اور اس میں وقفاً" تسہیل ضعیف ہے۔ (۱۳) اَلْمَوْءٗدَةُ (تکویر) اس میں تماثل سے بچنے کے لیے صرف ایک واو ہے اور ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے۔ (۱۴) اَنْ تَبُوْٓاَ (مائدہ ع ۵) ساکن کے بعد منطرفہ صرف اسی کلمہ میں بے صورت ہونے کے بجائے الف کی صورت میں ہے۔ (۱۵) لَتَنُوْٓاُ (قصص ع ۸) اس میں واو کے بعد ایک الف لکھا ہوا ہے جو دانیؒ اور شاطبیؒ کی رائے پر ہمزہ کی صورت ہے اور قیاس کے خلاف ہے۔ لیکن اگر اس کو تَفْتَؤُا کے الف کی طرح زائد مان لیں تو ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہوگا اور قیاس کے خلاف کہنے کی حاجت نہ ہوگی۔

فائدہ ۵ الف کے بعد ہمزہ متوسطہ بنفسہ کے بیان میں: اس کے بھی چند کلمات قیاس کے خلاف آئے ہیں اور اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) زبر والا جیسے جَآءَنَا۔ اَبْنَآءَنَا۔ نِسَآءَكُمْ یہ ہر جگہ بے صورت ہوتا ہے تاکہ تماثل نہ ہو۔ (۲) زیر والا جس کے بعد یا ہو جیسے اِسْرَآءِيْلَ۔ وَالّٰٓئِیْ اس قراءۃ پر جس میں ہمزہ کے بعد یا ہے۔ اس میں تماثل سے بچنے کے لیے صرف ایک یا لکھی جاتی ہے۔ اور اَلّٰٓئِیْ کی رسم الی جارہ کی طرح ہے تاکہ چاروں قراءتوں کو شامل ہو جائے۔ نشر میں ہے کہ اس میں سے الف تو اختصار کی بناء پر محذوف ہے پس اَلّٰٓئِیْ والی قراءۃ پر تو یا ہمزہ کی صورت ہے تحقیق کی صورت میں بھی اور تسہیل کی تقدیر پر بھی اور اَلّٰٓئِیْ والی قراءۃ پر یا خود یا کی صورت ہے اور اَلّٰٓئِیْ والی قراءۃ پر ایک یا تماثل کی بناء پر محذوف ہے جو ظاہراً ہمزہ کی صورت تھی اور جو ثابت ہے وہ یا کی صورت ہے۔ واللہ اعلم (۳) پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے یَشَآءُوْنَ۔ یُرَآءُوْنَ۔ جَآءُوْ اس میں بھی تماثل سے بچنے کے لیے صرف ایک واو لکھا جاتا ہے اور ان دونوں قسموں میں دو احتمال ہیں۔ (۱) ہمزہ بے صورت ہو اور یا اور واو جو لکھے ہوئے ہیں وہ خود اپنی ہی صورت ہوں (۲) ہمزہ یا اور واو کی صورت میں ہو اور خود یا اور واو محذوف ہوں اور ذیل کے چار کلمات میں اختلاف ہے۔ (۱) اَوْلِيٰٓئُهُمْ (بقرہ ع ۳۴ و انعام ع ۱۵) (۲) اَوْلِيٰٓئِهِمْ (انعام ع ۱۴) (۳) اَوْلِيٰٓئِكُمْ (احزاب ع ۱) (۴) اَوْلِيٰٓؤُكُمْ (فصلت ع۴) عراق کے اکثر مصاحف میں تو ان میں ہمزہ بے صورت ہے اور باقی میں پیش والا واو کی اور زیر والا یا کی صورت میں ہے۔ اور اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗ (انفال ع ۴) میں اکثر مصاحف میں قیاس کے موافق واو کی صورت میں ہے اور بعض میں بے صورت ہے اور تخفیف صرف تسہیل سے ہوگی مد کے ساتھ بھی اور قصر کے ساتھ بھی اور علی ضباعؒ نے اس میں مد و قصر دونوں کے ساتھ واو سے ابدال بھی بتایا ہے لیکن اتحاف اور غیث النفع وغیرہ کتب سے اس کی تائید نہیں ہوتی اس لیے متروک ہے اور اسی طرح جَزَآؤُهٗ (یوسف ع ۹) میں غازی کی رائے پر بے صورت اور باقی حضرات کے قول پر واو کی صورت میں ہے اور تخفیف شروع سے یہاں تک کے تمام کلمات میں قیاس کے موافق تسہیل سے ہے جو مد و قصر کے ساتھ ہوگی اور تَرَآءَا الْجَمْعٰنِ (شعراء ع ۴) تمام مصاحف میں ایک الف سے لکھا ہوا ہے اور یہ الف بعض کی رائے پر پہلا ہے اور بعض کی رائے پر دوسرا ہے جو ہمزہ کی صورت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ٦ الف کے بعد متطرفہ کے بیان میں: اس کے بھی چند کلمات قیاس کے خلاف آئے ہیں یہ ہمزہ پیش والا بھی ہوتا ہے اور زیر والا بھی پیش والا ان گیارہ کلمات میں قیاس کے خلاف آیا ہے جو شعر ۳ تا ٦ کے پہلے فائدہ کی بارہ قسموں میں سے دسویں قسم میں تخفیف کی وجوہ سمیت درج ہو چکے ہیں۔ جن میں سے پہلا جُزْؤًا اور گیارھواں عُلَمٰٓؤُا ہے اور الف کے بعد زیر والا چار کلمات میں یا کی صورت میں ہے اور یہ بھی اسی دسویں قسم میں بیان ہو چکے ہیں۔

فائدہ ۷ اس ہمزہ متطرفہ میں جو زبر کے بعد حرکت والا ہو: اس ہمزہ پر زیر بھی ہوتا ہے اور پیش بھی پس زبر کے بعد زیر والا صرف مِنْ نَّبَاِیْ (انعام ع ۴) میں یا کی شکل میں ہے اور یا سے پہلے ایک الف بھی لکھا ہوا ہے اور نشر کی رو سے صحیح یہ ہے کہ اس میں الف زائد ہے اور یا ہمزہ کی صورت ہے لیکن چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ متطرفہ حرکت کے بعد ہو تو پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے لکھا جاتا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ الف کو ہمزہ کی صورت اور یا کو زائد کہا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں الف اور یا دونوں ہمزہ ہی کی صورتیں ہیں۔ الف وقف کے اعتبار سے ہے کیونکہ یہ وقفاً" الف سے بدلتا ہے اور یا وصل کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے کہ ہمزہ پر زیر ہے۔ اور اس میں چار وجوہ ہیں جو شعر ۲ کے بعد فائدہ نمبر ایک کے ششم میں نمبر تین کے ذیل میں بیان ہو چکی ہیں اور زبر کے بعد پیش والا گیارہ کلمات میں واو کی شکل میں ہے جو اپنی پانچ وجوہ سمیت اسی ششم کے نمبر چار میں درج ہو چکے ہیں جن میں سے پہلا یَبْدَؤُا اور گیارھواں نَبَؤُا ہے۔

فائدہ ۸ اس ہمزۂ متوسطہ میں جو حرکت کے بعد حرکت والا ہو: اور اس کی دو صورتیں ہیں: **اول:** جس کے بعد یا اور واو مدہ ہوں یہ ہر جگہ بے صورت ہوتا ہے یا تو تماثل کی بناء پر یا اس لیے کہ حذف و اثبات والی دونوں قراءتوں کو شامل ہو جائے اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) زیر کے بعد زیر والا جس کے بعد یا ہو جیسے خٰطِئِیْنَ۔ خٰسِئِیْنَ (۲) زیر کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ لِیُطْفِـُٔوْا (۳) پیش کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو جیسے بِرُءُوْسِكُمْ ان تینوں قسموں میں ہمزہ کی حرکت کے موافق یا اور واو کے مانند تسہیل اور رسم کی بناء پر حذف ہے اور نشر میں رسم کی پیروی والوں کے لیے حذف ہی کو اولیٰ بتایا ہے اور دوسری قسم میں یا سے ابدال بھی ہے۔ پس اس میں تین وجوہ ہیں۔ (۴) زبر کے بعد پیش والا جس کے بعد واو ہو اس میں سے یَطَـُٔوْنَ (توبہ ع ۱۵) اور تَطَـُٔوْهَا (احزاب ع ۳) اور تَطَـُٔوْهُمْ (فتح ع ۳) ان تین کلموں میں تسہیل اور حذف ہے اور گو وَیَدْرَءُوْنَ (رعد ع ۳ و قصص ع ٦) اور یَـُٔوْسًا اور یَـُٔوْسٌ اور فَادْرَءُوْا (آل عمران ع ۱۷) بھی اسی قسم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں حذف کسی کتاب میں بھی نہیں ملا۔ اس بناء پر ان میں تسہیل ہی پڑھنی چاہیے۔ **دوم:** وہ جس کے بعد یا اور واو مدہ نہ ہوں عام ہے کہ بالکل نہ ہوں یا ہوں۔ مگر لین ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ (الف) وہ ہمزہ جو زبر کے بعد ہو۔ اس میں سے زبر کے بعد زبر والا ان سات کلمات میں قیاس کے خلاف ہے۔ (۱) اِطْمَاَنُّوْا (یونس ع ۱) (۲) لَاَمْلَـَٔنَّ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا ہمزہ ہر جگہ (۳) اِشْمَأَزَّتْ (زمرع ۵) تینوں میں اکثر عراقی قرآنوں میں بے صورت اور بعض میں الف کی صورت میں ہے۔ (۴) اَرَاَیْتَ۔ اَفَرَاَیْتَ۔ اَرَاَیْتُمْ۔ اَفَرَاَیْتُمْ جس طرح بھی آئے اس میں بھی ہر جگہ دوسرا ہمزہ بعض مصاحف میں الف کی صورت میں ہے اور بعض میں بے صورت ہے تاکہ دونوں قراء توں کو شامل ہو جائے۔ (۵) رَاٰ میں ہر جگہ را کے بعد الف ہے یا کے بغیر لیکن نجم (ع ۱) کے پہلے اور تیسرے میں الف کے بعد یا بھی ہے جو امالہ کے لغت کی بناء پر ہے۔ (۶) وَنَاٰ میں دونوں جگہ نون کے بعد ایک الف ہے تاکہ دونوں قراء توں کو شامل ہو جائے چنانچہ نَآءَ والی قراءت پر تو ظاہر ہے کہ الف اپنی صورت میں ہے اور ہمزہ بے صورت ہے اور دوسری قرآءت پر الف ہمزہ کی صورت ہے اور جو الف یا سے بدلا ہوا ہے وہ محذوف ہے۔ اور زبر کے بعد زیر والا یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ میں یا کی صورت میں ہے جو ماقبل سے متصل ہے اور یہ دونوں ایک کلمہ کے حکم میں ہے اور ان سب میں صرف تسہیل ہوگی اور مَلَاْئِهٖ اور مَلَاْئِهِمْ میں ہمزہ قیاس کے موافق یا کی صورت میں ہے اور اس سے پہلے ایک الف زائد ہے اور دانی اور شاطبی کا یا کو زائد کہنا قاعدہ کے خلاف ہے۔ اور زبر کے بعد پیش والا صرف یَا بْنَؤُمَّ (طٰہٰ ع ۵) میں واو کی صورت میں ہے جو ابن کے نون سے اور ابن یائے ندائیہ سے متصل ہے۔ اور یائے ندائیہ کا الف محذوف ہے۔ پس یہ تمام رسماً ایک کلمہ ہے اور چونکہ یہ متوسط بغیرہ ہے اس لیے اس میں تسہیل و تحقیق دو وجوہ ہیں (ب) وہ ہمزہ جو زیر کے بعد ہو (ا) زیر کے بعد متوسط زبر والا سَیِّئَةٌ کی جمع سَیِّاٰتِ جیسے سَیِّاٰتِکُمْ۔ سَیِّاٰتِهِمْ میں ہر جگہ تماثل کی بناء پر ہمزہ بے صورت ہے اور اس کے بجائے قیاس کے خلاف جمع مونث کے الف کو ثابت رکھا ہے اور سَیِّئَةٌ واحد میں ہمزہ یا کی صورت میں ہے اور مِائَةٌ اور مِائَتَیْنِ میں ہمزہ قیاس کے موافق یا کی صورت میں ہے اور اس سے پہلے الف زائد ہے۔ (۲) زیر کے بعد پیش والا سَنُقْرِئُکَ وَلَا یُنَبِّئُکَ وغیرہ میں یا کی صورت میں ہے اور اس میں دو وجوہ ہیں (ا) تسہیل واو کی طرح (۲) رسم کی بناء پر یا سے ابدال (سَنُقْرِیُکَ) (ج) وہ ہمزہ جو پیش کے بعد ہو۔ پیش کے بعد زیر والا صرف سُئِلَ۔ سُئِلُوْا اور سُئِلَتْ میں قیاس کے موافق یا کی صورت میں ہے اس میں بھی دو وجوہ ہیں (ا) تسہیل (۲) واو سے ابدال اور متوسط بزائدہ جن کلمات میں قیاس کے خلاف ہے۔ ان کا ذکر شعر ۱۴ و ۱۵ کے فائدہ میں آئے گا۔

۱۳/۲۴۷ وَمُسْتَهْزِؤُنَ الْحَذْفُ فِیْهِ وَنَحْوِهٖ وَضَمٌّ وَّکَسْرٌ قَبْلُ قِیْلَ وَاُخْمِلَا

ترجمہ: اور مُسْتَهْزِءُوْنَ جو ہے اس میں اور اس کے مانند (دوسرے تمام کلمات) میں (ہمزہ کا) حذف ہے اور (اس قسم میں حذف کے بعد واو سے پہلے حرف پر) ضمہ ہے۔ (تاکہ واو سالم رہے) اور (اسی قسم میں ہمزہ سے) پہلے (حرف پر) کسرہ بھی کہا گیا ہے اور یہ (کسرہ والی وجہ) پوشیدہ (اور ضعیف) پائی گئی ہے (یعنی نقل و دلیل کی رو سے ظاہر اور مشہور نہیں ہے کیونکہ اس سے مُسْتَهْزِوْنَ ہو جاتا ہے اور کسرہ کے بعد واو ساکن پایا جاتا ہے۔ جس کی نظیر کلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب میں بالکل نہیں ہے- چہ جائیکہ قرآن میں)

شرح: یعنی جن کلمات میں کسرہ کے بعد ہمزہ پر ضمہ ہو اور اس کے بعد واو ہو جیسے مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ لِيُطْفِئُوْا لِيُوَاطِئُوْا ان سب میں تیسری وجہ میں رسم کی بناء پر ہمزہ کا حذف اور واو سے پہلے حرف پر زیر کے بجائے پیش سے یعنی مُسْتَهْزُوْنَ یہ قیاس و ادا دونوں کے اعتبار سے صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمزہ کے حذف کے بعد واو سے پہلے حرف پر زیر ہی رہے گا یہ وجہ نہ تو نقلاً صحیح ہے اور نہ قیاس ہی کے موافق ہے اور اُخْمِلاَ میں ناظمؒ نے اسی وجہ کو ضعیف اور متروک بتایا ہے- پس اس قسم میں صحیح وجوہ تین ہو گئیں- (۱) تسہیل (۲) یا سے ابدال (۳) حذف-

فائدہ: (۱) اُخْمِلاَ میں الف اطلاق کے لیے ہے نہ کہ سخاوی اور ان کی پیروی میں دوسرے شارحین کے قول کے موافق تثنیہ کے لیے کیونکہ اس صورت میں تو مطلب یہ نکلے گا کہ ضمہ اور کسرہ دونوں ہی ضعیف ہیں حالانکہ ضمہ قیاساً بھی صحیح ہے اور اداءً بھی اور اگر دونوں وجوہ کا ضعیف بتانا منظور ہوتا تو دونوں فعلوں میں تثنیہ کا الف لا کر قِيْلاَ وَاُخْمِلاَ کہتے اور اس سے وزن بھی درست رہتا تھا لیکن اس پر بھی واحد کا صیغہ لانا یہ بتا رہا ہے کہ صرف کسرہ کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں (۲) گو مُسْتَهْزِءُوْنَ کی قسم میں حذف رسمی تخفیف کے تحت میں معلوم ہو گیا تھا لیکن چونکہ حذف کے بعد پہلے حرف کے ضمہ اور کسرہ میں اختلاف تھا اس لیے اس کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی (۳) یہ ضمہ یا تو نقل کی بنا پر ہے اس طرح پر کہ پہلے ماقبل کی حرکت کو گرا دیا پھر ہمزہ کا ضمہ اس کو دے دیا چنانچہ قَاضُوْنَ اور صَابُوْنَ میں بھی اسی طرح تعلیل کی گئی ہے یا ہمزہ سے پہلے حرف کا کسرہ گرا دینے کے بعد واو کے سالم رکھنے کے لیے اس پر ضمہ لے آئے ہیں اور سخاوی کا ضمہ کو بھی ضعیف قرار دینا اس بناء پر ہے کہ ان کے خیال میں یہ ضمہ ہمزہ کا ہے جو نقل کے ذریعہ ماقبل پر آگیا ہے اور نقل ساکن کی طرف ہوا کرتی ہے نہ کہ متحرک کی طرف بھی لیکن اوپر اسی نمبر تین میں معلوم ہو چکا ہے- کہ پہلی حرکت گرا دینے کے بعد متحرک کی طرف بھی نقل صحیح ہے (۴) فراء کہتے ہیں کہ بعض عرب فعل ہی میں ہمزہ کو یا سے بدل لیتے ہیں یعنی اِسْتَهْزَيْتُ کہتے ہیں پس جو وقفاً مُسْتَهْزُوْنَ پڑھتے ہیں ان کی قراءۃ اسی لغت کی بناء پر ہے مُسْتَقْصُوْنَ کی طرح اور کسائی سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ ہمزہ کے بغیر وقف کرنے والے زا کے ضمہ سے مُسْتَهْزُوْنَ پڑھتے ہیں اور اس قسم کے دوسرے کلمات میں بھی یہی صورت ہے اور زجاج کی رائے بھی یہی ہے- اور اِلَّا الْخٰطُوْنَ میں نافع سے بھی ایک روایت پر ہمزہ کا حذف اور طا کا پیش آیا ہے اور صَابُوْنَ میں بھی ان کی قراءۃ یہی ہے- پس ضمہ کو ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں (۵) مُسْتَهْزِءُوْنَ وغیرہ میں مزکورۂ بالا تین صحیح وجوہ کے علاوہ بعض نے تین اور بتائی ہیں- (۱) مُسْتَهْزِوْنَ اسی کو ناظمؒ نے ضعیف و متروک کہا ہے- (۲) مُسْتَهْزِوُوْنَ (۳) ہمزہ کی تسہیل یا کے مانند اور تینوں غیر صحیح ہیں-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متوسطہ بزائدہ

۲۴۸/۱۴ وَمَا فِيهِ يُلْفِيْ وَاسِطًا بِزَوَائِدٍ   دَخَلْنَ عَلَيْهِ فِيهِ وَجْهَانِ أُعْمِلَا
صف صغ

ترجمہ: اور وہ (لفظ) جس میں ہمزہ اس حالت میں پایا جائے کہ وہ ان زائد حروف کے سبب متوسطہ بن جانے والا ہو جو اس (ہمزہ) پر داخل ہو گئے ہوں اس (لفظ کے ہمزہ) میں ایسی دو وجوہ ہیں جو (پڑھنے پڑھانے میں) استعمال کی گئی ہیں (یعنی متوسطہ بزائدہ میں ہر جگہ دو وجوہ ہیں (۱) تحقیق (۲) جو قاعدہ پایا جائے۔ اس کی رو سے تخفیف)

ان زائد حروف کی مثالیں جن کی بناء پر ہمزہ متوسطہ بزائدہ بن جاتا ہے

۲۴۹/۱۵ كَمَا هَا وَيَا وَاللَّامِ وَالْفَا وَنَحْوِهَا   وَلَامَاتِ تَعْرِيفٍ لِّمَنْ قَدْ تَأَمَّلَا

ترجمہ: (ان زائد حروف کی مثالیں تنبیہہ کی) ھا اور (ندا کی) یا اور لام (جارہ اور ابتدائیہ) اور فا (استینافیہ یا جزائیہ) اور ان کے مانند (دوسرے حروف واو عاطفہ' باجارہ' ہمزہ استفہامیہ' سین استقبالیہ اور تشبیہ کے کاف) کی اور تعریف کے ان لامات کی طرح ہیں (جن کو میں) اس شخص کے لیے (ایک بار باب النقل میں بیان کر دینے کے بعد یہاں مکرر لایا ہوں) جو سوچ (اور غور کرے کیونکہ غور اور فکر سے کام لینے والا فوراً سمجھ لے گا کہ اَلْ کے بعد والا ہمزہ بھی متوسطہ بزائدہ ہے اس بناء پر کہ اَلْ کے جدا کر دینے پر بھی کلمہ درست اور صحیح رہتا ہے اس لیے اَلْ بھی زائد حرف کے مرتبہ میں ہے)

شرح: متوسط بزائدہ وہ ہمزہ ہے جس سے پہلے نہ کہ بعد میں کوئی ایسا زائد حرف آرہا ہو جس کے جدا کر دینے کے بعد بھی کلمہ درست رہتا ہو۔ عام ہے کہ وہ حرف رسماً" ہمزہ سے ملا ہوا ہو یا اس سے جدا ہو لیکن جزو کیمرتبہ میں نہ ہو جیسے يَآيُّهَا۔ هَآنْتُمْ۔ لَأَنْتُمْ وغیرہ پس ایسے ہمزہ میں ہر جگہ دو وجوہ ہیں۔ (۱) جو قیاسی یا رسمی قاعدہ اس میں پایا جا رہا ہو۔ اس کی رو سے تخفیف جو تسہیل سے بھی ہوتی ہے اور ابدال سے بھی اس بناء پر کہ یہ ہمزہ اس زائد حرف کے سبب متوسط بن گیا ہے اور عارض کا اعتبار کر لیا ہے یہ ابو الفتح کا اور اہل عراق اور اہل مصر اور اہل مغرب میں سے جمہور اہل ادا کا مذہب اور دانی کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ (۲) تحقیق اس بناء پر کہ حقیقت کے لحاظ سے ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہے اور ان حروف کی زیادتی عارضی ہونے کی بناء پر اعتبار کے قابل نہیں۔ یہ ابو الحسن طاہر بن غلبون کا اور ان کی پیروی میں بہت سے قراء کا مذہب ہے اور حمزہ سے اس کی بابت نص بھی آئی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہمزہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ایسے زائد حروف دس آئے ہیں۔ (۱) تنبیہ کی ھا جیسے ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ (۲) ندا کی یا جیسے یٰٓاٰدَمُ یٰٓاَیُّھَا۔ یٰٓاِبْرٰھِیْمُ یٰٓاُخْتَ ان دونوں کے بعد والے ہمزہ میں تین وجوہ ہیں (۱) تحقیق مد کے ساتھ (۲ و ۳) تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور رسم کی بناء ھٰٓاَنْتُمْ میں الف سے اور ھٰٓؤُلَآءِ میں واو سے ابدال ضعیف اور متروک ہے اور جعبری کی رائے پر ھٰٓاَنْتُمْ کی ھا تنبیہ ہی کے لیے ہے اور اس کا استفہام کے ہمزہ سے بدلا ہوا ہونا ضعیف ہے۔ (۳) لام ابتدائیہ جس پر زبر ہوتا ہے جیسے لَاَنْتُمْ لَا اِلَی اللّٰہِ اور لام جارہ جس پر زیر ہوتا ہے جیسے وَلِاَ بَوَیْہِ لِاُوْلٰھُمْ لِاُخْرٰھُمْ (۴) با جارہ جیسے بِاَنَّھُمْ بِاٰخَرِیْنَ۔ لِبِاِمَامٍ۔ فَبِاَیِّ۔ بِاَسْمَآئِھِمْ (۵) استفہام کا ہمزہ جیسے ءَاَنْذَرْتَھُمْ ءَاَلِدُ۔ ءَاُلْقِیَ۔ اَئِنَّکَ (۶) سین جیسے سَاَصْرِفُ۔ سَاُورِیْکُمْ (۷) کاف جیسے کَاَنَّھُمْ فَکَاَنَّمَا۔ کَاَنَّھُنَّ (۸) فا جیسے فَاْتُوْھُنَّ۔ فَاٰمِنُوْا۔ فَاَمْنُتُمْ فَاَمَّا۔ فَاُوَارِیَ (۹) واو جیسے وَاَنْتُمْ وَاَمَّا۔ وَاُولٰٓئِکُمْ ان سات حرفوں میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ہمزہ ان میں سے لام جارہ یا با کے بعد ہو تو اس میں یہ دو وجوہ ہیں۔ (۱) تحقیق (۲) ہمزہ کا زبر والی یا سے ابدال وَلِاَبَوَیْہِ لِئَلَّا۔ بِاَنَّھُمْ فَبِاَیِّ۔ بِاٰخَرِیْنَ اور اگر ہمزہ لام جارہ کے بعد ہو اور ہمزہ پر پیش ہو تو اس میں تین وجوہ ہیں (۱) تحقیق (۲) واو کے مانند تسہیل (۳) پیش والی یا سے ابدال لِاُوْلٰھُمْ لِاُخْرٰھُمْ اور باقی آٹھ حروف پر چونکہ زبر ہے۔ اس لیے ان کے بعد والے ہمزہ میں ہر حال میں دو وجوہ ہیں۔ (۱) تحقیق (۲) ہمزہ کی حرکت کے اعتبار سے تسہیل بین بین (۱۰) تعریف کا لام (اَل) جیسے اَلْاٰخِرَۃِ۔ اَلْاَنْھٰرُ اس کی وجوہ اسی باب کے شعر ۳ تا ۶ کے فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں گذر چکی ہیں۔

فائدہ ا متوسطہ بزائدہ بھی چند کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا ہوا ہے: اور ان کلمات کی دو صورتیں ہیں۔ اول: وہ جن میں ہمزہ، ہمزہ ہی کے بعد ہو۔ (۱) زبر کے بعد پیش والا اَؤُنَبِّئُکُمْ (آل عمران ع ۲) میں الف کے بجائے واو کی صورت میں ہے اور اس میں تیسرا ہمزہ یا کی صورت میں ہے اور اس میں وجوہ کی تفصیل شعر ۷ و ۸ کے دوسرے فائدہ میں ششم کے ذیل میں گذر چکی ہے اور اس قسم کے دوسرے کلمات ءَاُنْزِلَ۔ ءَاُلْقِیَ میں دوسرا ہمزہ قیاس کے موافق الف ہی کی صورت میں ہے اور ان میں اور ان تمام کلمات میں جن کے شروع میں دو یا تین الف جمع ہو رہے ہوں۔ ایک ہی الف لکھا جاتا ہے جیسے ءَاَنْذَرْتَھُمْ ءَاَلِدُ۔ ءَاٰلِھَتُنَا۔ ءَاٰمَنْتُمْ تاکہ رسم میں تماثل نہ ہو۔ (۲) زبر کے بعد زیر والا جیسے ءَاِذَا۔ ءَاِنَّا وغیرہ اس قسم میں بھی ہر جگہ ایک ہی الف لکھا جاتا ہے جو پہلے ہمزہ کی صورت ہے اور دوسرا بے صورت ہوتا ہے لیکن ان آٹھ کلمات میں وصل کی نیت کی بناء پر دوسرا ہمزہ بے صورت ہونے کے بجائے یا کی صورت میں ہے۔ (۱) اَئِنَّکُمْ چار جگہ (انعام و فصلت ع ۲ و نمل ع ۴ میں اور عنکبوت ع ۳ میں دوسرا پس عنکبوت ع ۳ کے پہلے اِنَّکُمْ میں قیاس کے موافق الف کی صورت میں ہے اور اس میں بھی دو ہمزہ پڑھنے والوں کے لیے ایک ہی الف لکھا جائے گا) (۲) اَئِنَّ لَنَا (شعراء ع ۳) (۳) اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ (نمل ع ۶) (۴) اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ (یٰسین ع ۲) (۵) اَئِمَّۃَ پانچوں جگہ (۶) اَئِفْکًا (صٰفّٰت ع ۳) ان تینوں میں عراقی مصاحف میں پہلا ہمزہ الف کی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا یا کی صورت میں ہے اور باقی مصاحف میں صرف ایک الف ہے۔ (۷) اَئِنَّا لَتَارِكُوٓا (صٰفّٰت ع ۲) (۸) اَئِذَا مِتْنَا (واقعہ ع ۲) اور اَئِمَّةَ کا ہمزہ گو فا کلمہ میں ہے۔ لیکن یہ متوسط بنفسہ ہے کیونکہ پہلا ہمزہ جمع کے لیے ہے اور اس کو جدا کر دینے سے کلمہ درست نہیں رہتا۔ اس لیے اس میں وقفاً" صرف تسہیل ہو گی۔ اور اسی قسم میں سے اَفَائِنْ مَّاتَ (آل عمران ع ۱۵) اور اَفَائِنْ مِّتَّ (انبیاء ع ۳) میں فا کے بعد الف پھریا ہے اور نشر کی رو سے صحیح یہ ہے کہ الف زائد ہے اور یا ہمزہ کی صورت ہے لیکن چونکہ ان کا ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہے۔ اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یا کو زائد کہا جائے نہ کہ الف کو دوم: وہ جو ہمزہ کے سواکسی اور زائد حرف کے بعد ہو (۱) زبر کے بعد پیش والا اس قسم میں سے سَاُورِيكُمْ (اعراف ع ۱۷ و انبیاء ع ۳) اور وَلَاُ وصَلِّبَنَّكُمْ (طٰهٰ و شعراء ع ۳) دونوں میں سین اور لام کے بعد الف پھرواو ہے۔ نشر و اتحاف میں ہے کہ سَاُورِيكُمْ میں اکثر مصاحف میں اور وَلَاُ وصَلِّبَنَّكُمْ (طٰهٰ اور شعرا) میں بعض میں واو زائد لکھا ہوا ہے اور دانیؒ کی مقنع میں ہے کہ میں نے سَاُورِيكُمْ میں دونوں جگہ مدنی مصاحف میں اور تمام عراقی مصاحف میں الف کے بعد واو دیکھا ہے اور وَلَاُ وصَلِّبَنَّكُمْ (طٰهٰ اور شعرا) میں بعض میں ہمزہ کے بعد واو سے ہے اور بعض میں واو کے بغیر ہے اور لَاُ صَلِّبَنَّكُمْ (اعراف ع ۱۴) میں تمام مصاحف واو کے حذف پر متفق ہیں، پھر ان دونوں میں بعض کے قول پر تو الف ہمزہ کی صورت ہے اور واو زائدہ ہے اور بعض عکس کے قائل ہیں اور قیاس کی رو سے اول اولیٰ ہے اور نشر کی تحقیق پر ظاہر یہ ہے کہ وَلَا اَوْضَعُوا اور لَا اَذْبَحَنَّهٗ کی طرح ان دونوں میں بھی الف ہی کو زائد کہا جائے۔ (۲) زبر کے بعد زیر والا صرف وَلَئِنْ میں ہر جگہ یا کی صورت میں ہے جو لام سے ملی ہوئی ہے اور تخفیف تسہیل ہی سے ہو گی نہ کہ ابدال سے بھی (۳) زیر کے بعد زبر والا لِئَلَّا میں تینوں جگہ یا کی صورت میں ہے اور بِاَيْيدٍ (ذاریات ع ۳) اور بِاَيِّكُمُ (نٓ ع ۱) دونوں میں با کے بعد الف پھر دو یائیں ہیں اور قیاس کی رو سے ان میں الف ہمزہ کی صورت ہے اور یا زائد ہے اور نشر کی رو سے مِائَةٌ کی طرح ان میں بھی الف زائد ہے اور پہلی یا ہمزہ کی صورت ہے لیکن چونکہ ان دونوں میں ہمزہ متوسط بزائدہ اور مِائَةٌ میں بنفسہ ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ دونوں بابوں میں فرق کیا جائے اور بِاٰيَةٍ اور بِاٰيٰتِنَا میں ہر جگہ بعض عراقی مصاحف میں با کے بعد الف پھر دو یائیں ہیں۔ سو ایک جماعت کی رائے پر پہلی یا زائد ہے اور پس الف ہمزہ کی صورت ہو گا اور تخفیف چاروں میں یا کے ساتھ ابدال سے ہو گی اور چونکہ بزائدہ ہے اس لئے تحقیق بھی ہے نمبر (۴) وہ ہمزہ جو تنبیہہ کی ھا کے بعد ہو اس میں سے هٰٓؤُلَآءِ میں ہمزہ واو کی صورت میں ہے جو ھا سے ملا ہوا ہے اور اس کا الف محذوف ہے اَيُّهَا کے الف کی طرح اور اس کی وجوہ شعر نمبر ۷ و ۸ کے دوسرے فائدہ کے ہفتم میں بیان ہو چکی ہیں اور هٰٓاَنْتُمْ میں جو الف ہے یہ ہمزہ کی صورت ہے اور تنبیہہ کی ھا کا الف محذوف ہے اور اس میں مد و قصر کے ساتھ تسہیل اور صرف مد کے ساتھ تحقیق تین وجوہ ہیں اور رسم کی بناء پر الف سے ابدال ضعیف ہے۔ (۵) وہ جو اَلْ کے بعد ہو اس میں سے اٰلْئٰنَ میں ہر جگہ (جن میں یونس ع ۵ و ع ۹ والا بھی شامل ہے) لام کے بعد والا ہمزہ بے صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس بناء پر کہ کلمہ کے شروع والے ہمزہ کو درمیان والے کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اور سورہ جن کے اَلْئٰنَ میں بعض مصاحف میں لام کے بعد الف ہے جو ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد والا الف اختصار کی بناء پر محذوف ہے اور تخفیف اس میں بھی دو طرح ہے (۱) نقل سے (۲) سکتہ سے۔ اور اَلْئَیْکَةِ دونوں جگہ (شعراء ع ۱۰ و صٓ ع ۱) میں لام سے پہلے اور بعد والے دونوں الفوں کے بغیر لکھا ہوا ہے تاکہ دونوں قراء توں کو شامل ہو جائے اور اس کی تخفیف بھی اَلْئٰنَ کی طرح ہے۔

فائدہ نمبر۲: جعبری کی رائے پر ہشام متطرفہ کی قیاسی کی طرح رسمی تخفیف میں بھی حمزہ کے ساتھ شریک ہیں، لیکن علی قاری فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ مشہور کے خلاف ہے دوسرے ناظمؒ نے اس موافقت کو رسمی تخفیف سے پہلے بیان کیا ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ ہشام قیاسی ہی تخفیف میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ تیسرے شعر نمبر۱۰ کے رُدُّوْا اَنَّہٗ بِالْخَطِّ میں اَنَّہٗ کی ھا بھی بلاشبہ حمزہ ہی کے لیے ہے انتھی۔ اور تیسیر میں بھی رسمی تخفیف کی نسبت حمزہ ہی کی طرف کی ہے۔ لیکن طیبہ میں دونوں تخفیفوں کے بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

"وَمِثْلُهٗ خُلْفُ هِشَامٍ فِي الطَّرَفْ"

کلمہ کے آخر والے ہمزہ میں ہشام بھی حمزہ کی طرح ہیں لیکن ان کے لئے نشر کے طرق سے تحقیق بھی ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ رسمی میں بھی ہشام شریک ہیں۔

فائدہ نمبر۳: ھٰٓؤُلَآءِ میں الف کو حذف کر کے ھا اور اسم اشارہ دونوں کو رسماً" ایک کلمہ قرار دیا ہے اور اسی لئے اس کے ہمزہ کو واو کی صورت میں لکھا ہے۔ لیکن مد کے بارہ میں اس کو دو ہی کلموں کے مرتبہ میں رکھا ہے۔ اسی لئے اس کا مد منفصل ہے (۲) یا ندائیہ کے الف کو بھی اسی بناء پر حذف کیا ہے کہ یا اور اس کا مابعد رسماً" متصل ہو کر ایک کلمہ بن گیا ہے اور یٰٓاَیُّھَا اور یَا بْنَؤُمَّ میں جو الف یا کے بعد ہے وہ یا ندائیہ کا نہیں بلکہ اَیُّھَا اور اِبْنَ کے ہمزہ کی صورت ہے اور یا کا الف بدستور محذوف ہے اور دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بعد وہ کلمات آتے ہیں جن کے شروع میں ہمزہ نہیں ہوتا اس وقت بھی اس کا الف محذوف ہوتا ہے جیسے یٰقَوْمِ۔ یٰمُوْسٰی اور مد کے بارہ میں یا ندائیہ کو بھی جدا کلمہ قرار دیا گیا ہے اور وقف کے بارہ میں ھا اور یا دونوں کو مستقل کلمہ نہیں سمجھا اسی لئے ان پر وقف درست نہیں۔ اور ھَآؤُمُ (حاقہ ع ۱) ھٰٓاَنْتُمْ کی طرح نہیں ہے کیونکہ ھٰٓاَنْتُمْ میں تو ھا تنبیہہ کی ہے جو اَنْتُمْ پر آ رہی ہے اور ھَآؤُمُ میں ھا اسم فعل ہے جو خُذْ کے معنی میں ہے پھر اس کے آخر میں جمع کی ضمیر آ گئی ہے اور یہ وقفاً" ھَآؤُمْ ہو گا اور چونکہ اس کا ہمزہ متوسط بنفسہ ہے اس لئے اس میں حمزہ کے لئے وقفاً" صرف تسہیل ہو گی مد و قصر کے ساتھ اور مکی کی رائے یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اصل میں ھَآؤُمُوْ تھا واو سے۔ پھر اِقْرَءُوْا کے ساتھ متصل کر دینے کی نیت سے واو کے بغیر لکھا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اس پر وقف کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر نہیں کیونکہ اگر واو کے بغیر وقف کرو گے تو اصل کے خلاف ہو جائے گا اور واو سے کرو گے تو رسم کے خلاف ہو جائے گا اور شیخ سخاوی نے بھی قصیدہ کی شرح میں اسی طرح کی تقریر کی ہے حالانکہ یہ سہو ہے کیونکہ ھَاؤُمُ کا میم اَنْتُمُ کے میم کی طرح (جمع کی ضمیر) ہے جس میں اصل صلہ ہے جیسا کہ اس کا بیان ام القرآن شعر نمبر ۴ میں ابن کثیر کی قرآءت میں گذر چکا ہے اور رسم ھُمْ کُمْ تُمْ میں ہر جگہ اس صورت میں بھی واو کے بغیر ہے جس میں میم کے بعد والے حرف پر حرکت ہو پس جس جگہ ان کے بعد ساکن ہو وہاں تو بدرجہ اولٰی رسم واو کے بغیر ہی ہونی چاہئے۔ (اور ھَاؤُمُ اقْرَءُوْا کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں میم کے بعد قاف ساکن ہے) اور جب ھُمْ کُمْ۔ تُمْ میں صلہ والے ابن کثیر بھی اصل کے موافق واؤ سے وقف نہیں کرتے تو کیا صلہ نہ کرنے والے اس پر واو سے وقف کریں گے۔ (نتیجہ یہ کہ ھَاؤُمْ میں وقف بلاشبہ میم ہی پر ہو گا) ابراز۔ (۳) یہاں زائد حروف سے مراد وہ ہیں جن کے جدا کر دینے سے کلمہ کی بناء فاسد نہ ہو۔ پس مضارع کی علامت اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم ظرف کے بعد والا ہمزہ متوسطہ بزائد نہیں ہے بلکہ بنفسہ ہے اور ابن القاصح نے وَاْمُرْ اور فَاْتُوْا کو بھی متوسطہ بزائدہ کی مثالوں میں شامل کر دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ وَاْمُرْ اور فَاْتُوْا میں ہمزہ اصل کے لحاظ سے مبتدیہ ہے اور جو زائد حرف اس پر داخل ہوا ہے اس کے اعتبار سے متوسطہ ہے اور چونکہ اس واؤ اور فا پر وقف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ کلمہ کے جزو کی طرح ہو گیا ہے اور اَلَّذِی اؤْتُمِنَ۔ یَصْلِحُ ائْتِنَا اَلْهُدَی ائْتِنَا بھی انہیں کی طرح ہیں۔ کیونکہ ان تینوں مثالوں میں جو کلمہ ہمزہ سے پہلے ہے وہ بھی وَاْمُرْ اور فَاْتُوْا کے واو اور فا کے مرتبہ میں ہے (یعنی ان پانچوں مثالوں میں ابدال و تحقیق دونوں وجوہ ہیں) انتہی اور حق یہ ہے کہ ہمزہ ساکنہ کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں ہر حال میں صرف تخفیف ہے۔ اس کی تحقیق نقل کے خلاف ہے۔ (۴) اَوَاَمِنَ۔ اَفَاَمِنَ وغیرہ میں جعبری کا یہ فرمانا (کہ ہمزہ نے واو اور فا کے حکم کو منسوخ کر دیا) نہایت بعید ہے کیونکہ اگر ہمزہ کے ساتھ فا اور واو بھی جمع ہو رہے ہوں تب بھی تو ان کے بعد والا ہمزہ متوسطہ بزائدہ عارضیہ ہی رہتا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ یہ ہمزہ حقیقتاً متوسطہ نہیں ہے۔ (۵) گو یہاں لام تعریف کے بیان کرنے کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ اَلْ کے بعد والے ہمزہ کا حکم باب النقل میں بیان کر چکے ہیں۔ لیکن چونکہ یہاں یہ بات بتانی تھی کہ اَلْ بھی اسی قسم میں داخل ہے اور ساکن منفصل کی بہ نسبت اس میں نقل اولٰی ہے اس لئے اس کو بیان کر دیا یا یہ کہا جائے کہ لام تعریف میں دو اعتبار ہیں: (۱) حقیقی کہ یہ حقیقت کے لحاظ سے ایک جدا کلمہ ہے (۲) مجازی کہ اَلْ اپنے مابعد سمیت ایک کلمہ ہے اس بناء پر کہ رسما" ان دونوں میں قوی درجہ کا اتصال ہے۔ پس باب النقل میں اس کا ذکر پہلے معنی کے اعتبار سے تھا اور یہاں دوسرے معنی کے لحاظ سے ہے اس لئے تکرار نہیں۔

ضروری تنبیہہ: (۱) رسمی تخفیف کا تعلق صرف ہمزہ سے ہے پس مَا نَشٰؤُا ۔ اَلْعُلَمٰٓؤُا میں الف کو اس لئے حذف نہیں کر سکتے کہ لکھا ہوا نہیں ہے اور لِشَایْءٍ (کہف) اور وَلَا اَوْضَعُوْا اور لَا اَذْبَحَنَّهٗ میں الف کو اس لئے ثابت نہیں رکھ سکتے کہ وہ لکھا ہوا ہے کیونکہ اس قسم کے حذف اور اثبات سے کلمہ کی بناء فاسد ہو جاتی ہے۔ (۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُرَءٰٓؤُا (ممتحنہ ع ۱) میں را کے بعد واو پھر الف ہے اور محققین کی رائے پر پہلا ہمزہ اور اس کے بعد کا الف محذوف ہے اور واو دوسرے ہمزہ کی صورت ہے اور اس کے بعد والا الف زائد ہے جو فاصلہ کے لئے ہے لیکن اس کے بر خلاف ابو شامہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں واو پہلے ہمزہ کی صورت ہے۔ اور الف دوسرے کی۔ پس رسمی تخفیف میں پہلا ہمزہ زبر والے واو سے بدل جائے گا اور دوسرے میں قیاسی اور رسمی دونوں متحد ہیں کیونکہ ہمزہ وقف کی بناء پر ساکن ہو گیا اور اس سے پہلے حرف پر زبر ہے اس لئے الف سے بدل جائے گا اور اس صورت میں اس کا تلفظ بُرَوَا ہو گا نیز فرماتے ہیں کہ رسمی تخفیف میں رَاٰ اور تَرَاٰمیں متطرفہ کا قاعدہ جاری ہو گا۔ کیونکہ ان میں ہمزہ کے بعد کوئی حرف لکھا ہوا نہیں ہے اور دوسرے سب حضرات رَاٰ اور تَرَاءٰ کے ہمزہ کو متوسطہ کہتے ہیں جو بالکل ظاہر ہے نیز علی قاری فرماتے ہیں کہ رسم کی بناء پر اٰبَآءَنَا میں ہمزہ کا حذف اور اَبْنَآئِکُمْ میں یا سے اور جَزٰٓؤُکُمْ میں واو سے ابدال ہے اور حذف و ابدال دونوں میں مد بھی ہے اور قصر بھی اور اِسْرَآءِیْلَ اور جَآءُوْکُمْ میں بھی مد و قصر کے ساتھ یا اور واو سے ابدال کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بے صورت ہونے کی تقدیر پر اُولٰٓئِکُمْ بھی اٰبَآءَنَا کی طرح ہے۔ اور قُرُوْٓءٍ اور اَلنَّسِیْٓئُ میں مد و قصر کے ساتھ حذف بھی ہے اور انصحاب کی دلیل کی بناء پر یہی ظاہر ہے کیونکہ اس سے کلمہ اپنے اصلی تلفظ پر رہتا ہے اور اصفہانی نے رسمی ابدال کو ضعیف بتایا ہے اور قُرُوْٓءٍ اور اَلنَّسِیْٓئُ میں ادغام میں قیاسی اور رسمی دونوں کو متحد بتا کر مد و قصر دونوں کے ساتھ حذف کو ناجائز کہا ہے لیکن اس کی وجہ نہ عقلاً ظاہر ہے نہ نقلاً انتہی تقریر علی القاری۔ مقام کی تقریر طویل ہے یہاں ابو شامہ اور علی قاری دونوں کے یہ ارشاد اس غرض سے نقل کئے گئے ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ایسے محققین نے بھی رسمی تخفیف میں بعض جگہ خلاف چیزیں بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ بُرَوَا۔ رَا۔ تَرَا۔ اٰبَانَا۔ اَبْنَایِکُمْ۔ جَزٰوُکُمْ۔ اِسْرَآیِیْلَ۔ جَآوُوْ۔ اُوْلٰیکُمْ قُرُوْٓ اَلنَّسِیْٓ سب محققین کی رائے پر غیر صحیح ہیں۔ اس لئے رسمی تخفیف میں خصوصاً اور دونوں تخفیفوں میں عموماً نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے اور تخفیف صرف انہیں وجوہ سے کی جائے جو اوپر ستائیں قسموں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے ذرا بھی تجاوز نہ کیا جائے ورنہ غلطی میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (۳) غیر قیاسی رسم والے الفاظ میں ہر جگہ تخفیف کا طریقہ اس لئے نہیں بتایا گیا کہ اس کے قواعد پوری تفصیل سے تین فائدوں میں بیان ہو چکے ہیں پس ان میں سے جس ہمزہ میں تخفیف کی وجہ معلوم کرنی ہو۔ اس کو دیکھو۔ اگر وہ ساکنہ ہو تو شعر نمبر ۲ کے پہلے فائدہ میں دیکھو اور اگر ساکن کے بعد حرکت والا ہو تو شعر نمبر ۳ تا ۶ کے فائدہ نمبر ایک سے معلوم کرو اور اگر حرکت کے بعد حرکت والا ہو تو شعر نمبر ۷ و ۸ کے فائدہ نمبر ایک میں دیکھ لو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشمام و روم و وقفی کے جائز و ناجائز ہونے کے موقعوں کا بیان

(ص)
۱۶/۲۵۰ وَاَشْمِمْ وَ رُمْ فِيْمَا سِوٰى مُتَبَدِّلٍ ۔۔۔ بِهَا حَرْفَ مَدٍّ وَّاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفِلَا

ترجمہ: (اور تو میرے بتائے ہوئے قواعد کے موافق ہمزہ کی تخفیف بھی کر) اور (اس کے باوجود) اس (ہمزہ) کے سوا (باقی ہمزوں) میں اشمام بھی کر اور روم بھی کر جو ان (کلمات کے آخر) میں حرف مدے سے بدل جانے والا ہو (یعنی جو ہمزہ خالص حرف مد سے بدل جائے اس میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں اور باقی ہمزوں میں سے پیش والے میں دونوں اور زیر والے میں صرف روم بھی جائز ہے پس ہمزہ کی تخفیف اشمام و روم کے لئے مانع نہیں ہے) اور تو اس (روم و اشمام کے یا ہمزہ کے پورے) باب (کے قواعد) کو سمجھ لے (اور یاد کر لے) اس حالت میں کہ تو (ان کا) اہتمام کرنے والا ہے (یعنی یہ بات تیری عادت میں داخل ہے کہ قواعد کو پورے اہتمام اور محنت سے یاد کرتا ہے یا اس حال میں کہ یہ باب قواعد کے مجتمع ہونے کی جگہ ہے کہ اس میں ہمزہ کی تخفیف اور اشمام و روم تمام چیزوں کے قواعد پوری طرح بیان کر دئے گئے ہیں)۔

شرح: یعنی جو ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو اس کی تخفیف مذکورہ بالا قواعد میں سے چاہے جس قاعدہ سے کی گئی ہو اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم بھی جائز ہیں لیکن جو ہمزہ خالص حرف مد سے بدل جائے اس میں اشمام و روم جائز نہیں ہیں اور خالص حرف مد سے دو صورتوں میں بدلتا ہے (۱) یہ کہ الف کے بعد ہو جیسے مِنَ الْمَآءِ۔ اَلسُّفَهَآءُ (۲) یہ کہ حرکت کے بعد ہو جیسے لِلْمَلَاِ۔ اَلْمَلَاُ عام ہے کہ اس ہمزہ کا سکون لازمی ہو جیسے اِقْرَاْ۔ نَبِّئْ یا عارضی ہو جیسے مِنْ شَاطِئِ نَبَاِ اور اگر عارضی سکون والے میں یہ اعتبار کر لیا جائے کہ اولاً اس کو یا اور واو متحرک سے بدلا ہے پھر اس یا اور واو کو وقف کی بناء پر ساکن کیا گیا ہے۔ چونکہ اس صورت میں ہمزہ خالص حرف مد سے نہیں بدلا ہے۔ اس لئے اب اس میں حرکت کے موافق روم و اشمام جائز ہوں گے۔ اسی طرح جو ہمزہ متطرفہ الف کے بعد ہو یا حرکت کے بعد ہو اس میں بھی بعض کے قول پر تسہیل کے ساتھ روم جائز ہے جو ہمزہ کی تخفیف کی ایک قیاسی وجہ ہے۔ جیسا کہ ابھی شعر نمبر ۱۸ میں آئے گا اور یہ اشمام و روم کا قاعدہ ان چار قسموں کو شامل ہے اور اشمام و روم انہیں میں جائز ہیں۔ (۱) یہ کہ ہمزہ کی حرکت نقل کر کے اس سے پہلے ساکن کو دی گئی ہو۔ اور یہ ساکن صحیح بھی ہوتا ہے اور واو یائے اصلی بھی جیسے اَلْمَرْءِ۔ دِفْءٌ سُوْءٌ۔ شَيْءٍ۔ سُوْءٍ پس چونکہ ان میں ہمزہ کی حرکت نقل کر کے را فا واو یا کو دی گئی ہے۔ اس لئے ان حروف میں سکون کے ساتھ اشمام و روم بھی جائز ہیں (۲) یہ کہ ہمزہ کا واو یا سے ابدال کر کے اس میں پہلے واو اور یا کا ادغام کیا گیا ہو اور یہ بھی دو قسموں میں ہوتا ہے۔ یعنی واو اور یائے زائدہ کے بعد والے میں بھی جیسے بَرِیٌّ۔ اَلنَّسِیُّ۔ قُرُوٌّ اور بعض کے قول پر واو یائے اصلی کے بعد والے میں بھی جیسے سُوٌّ۔ سَوٌّ۔ شَیٍّ (۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہمزہ جس کا رسمی تخفیف کی بناء پر واو اور یا سے ابدال کیا گیا ہو یہ الف کے بعد بھی ہوتا ہے جیسے اٰنآیِٔ اور اِیْنَآیِٔ۔ شُرَکٰؤُمْ۔ نَشْؤُا اور حرکت کے بعد بھی جیسے مِنْ نَّبَایِٔ۔ اَتَوَکَّؤُا (۴) وہ ہمزہ جو اخفش کے مذہب پر ضمہ کے بعد واو سے اور کسرہ کے بعد یا سے بدل گیا ہو جیسے لُؤْلُؤ۔ یُبْدِئُ۔

فائدہ: (۱) چونکہ نقل وادغام کی صورت میں آخری حرف پر حرکت ہوتی ہے۔ اس لئے ان میں اشمام و روم ہوتے ہیں۔ نقل کی صورت میں تو ظاہر ہے اور ادغام کی تقدیر پر اس لئے کہ ادغام حرکت ہی والے حرف میں ہوا کرتا ہے پس ادغام سے آخری حرف کی حرکت قوی ہو گئی۔ (۲) مدہ سے ابدال کی صورت میں ہمزہ یَخْشٰی۔ یَرْمِیْ۔ یَغْزُوْا کے الف یا واو کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں اشمام و روم جائز نہیں اور اس بارہ میں کلیہ یہ ہے کہ جو ہمزہ الف کے اور حرکت کے بعد ہو اس میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں کیونکہ انہیں دونوں صورتوں میں ہمزہ حرف مدے سے بدلتا ہے اور جو ہمزہ الف کے سوا کسی اور ساکن کے بعد ہو اس میں حرکت کے لحاظ سے اشمام و روم دونوں یا صرف روم جائز ہے۔ (۳) گو اشمام و روم کا بیان اٹھارہویں باب میں بھی آئے گا۔ لیکن یہاں ان کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ شاید کسی کو یہ وہم گذرے کہ تخفیف والے ہمزہ میں اشمام و روم ناجائز ہوں گے (۴) تسہیل والے ہمزہ میں اشمام اس لئے نہیں ہوتا کہ تسہیل حرکت والے میں ہوا کرتی ہے اور اشمام سکون کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۵) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ کے شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اشمام و روم رسمی تخفیف میں بھی جاری ہیں حالانکہ صحیح مذہب کی رو سے قیاسی ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس لئے میں نے بِھَا حَرْفَ مَدٍّ کے بجائے بِمَدٍّ قِیَاسًا کر دیا ہے۔ (۶) جعبری فرماتے ہیں چونکہ یہاں باب کے قواعد ختم ہو چکے تھے اس لئے وَاعْرِفِ الْبَابَ کہہ کر اس کے اہتمام کی تاکید کر دی کہ مذکورہ بالا کلیات سے قیاس کے ذریعہ اس باب کی تمام جزئیات کا حکم نکال لو۔ (۷) وَاعْرِفِ الْبَابَ مَحْفَلًا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اشمام و روم کی تعریف اور اس کے مواقع معلوم کرنا چاہو تو اس خاص (اٹھارہویں) باب کو سمجھ لو جس میں ہم نے ان کو بیان کیا ہے۔

تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی دوسری قسم یعنی واو یائے زائدہ کی طرح اصلیہ کے بعد والے ہمزہ میں بھی ابدال و ادغام

۱۷/۲۵۱ وَمَا وَاوٌ اَصْلِیٌّ تَسَکَّنَ قَبْلَهٗ ۔۔۔ اَوِ الْیَا فَعَنْ بَعْضٍ بِالْاِدْغَامِ حُمِّلَا

ترجمہ: اور وہ (ہمزہ) جس سے پہلے اصلی واو یا (اصلی) یا ساکن ہو (جو عین کلمہ کے بجائے ہو) وہ بھی بعض (اہل ادا) سے (ابدال و) ادغام کے ساتھ (متلبس ہو کر) روایت کیا گیا ہے (یعنی واو یائے زائدہ کے بعد والے ہمزہ میں سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اور اصلیہ کے بعد والے میں بعض کے قول پر ابدال و ادغام ہے)۔

شرح: یعنی جس ہمزہ سے پہلے واو اصلی یا یائے اصلی ساکن ہو عام ہے کہ وہ ہمزہ متوسطہ ہو یا متطرفہ بعض اہل ادا اس کا بھی واو یا سے ابدال کر کے پہلے واو اور یا کا اس میں ادغام روایت کرتے ہیں جیسے اَلسُّوْآی۔ سِیْئَتْ۔ اِسْتَیْئَسَ۔ سَوْءَۃ اور جیسے شَیْءٌ۔ اَلْمُسِیْءُ۔ لَتَنُوْءُ۔ سُوْءٌ اور اسی باب کے شعر نمبر۳ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس قسم میں نقل ہے۔ اس لئے اس میں دو وجوہ ہو گئیں: (۱) نقل شَیَا۔ شَیٌ (۲) ابدال و ادغام شَیًّا۔ شَیٌّ اور واو یائے زائدہ کے بعد والے میں صرف ابدال و ادغام ہے جو شعر نمبر۶ میں بیان ہو چکا ہے۔ هَنِیًّا۔ بَرِیٌّ۔ قُرُوٌّ۔

فائدہ: اس قسم میں ادغام اس لئے ہے کہ نقل کی حرکت کے قبول نہ کرنے میں بعض نے اصلیہ کو زائدہ کے مرتبہ میں سمجھ لیا ہے اور یونس اور سیبویہ نے یہ وجہ عرب سے نقل کی ہے اور اس شعر کی باقی بحث رسالہ تغیرات میں دیکھو۔

تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی تیسری قسم تسہیل مع الروم

(ص)

۱۸/۲۵۲ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ أَوْ أَلِفٌ مُّحَرْ ... رَكًا طَرَفًا فَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا

ترجمہ: اور وہ (ہمزہ) جس سے پہلے (حرف پر) حرکت ہو یا (اس سے پہلے) الف ہو۔ اس حالت میں کہ وہ (ہمزہ) حرکت دیا گیا ہو۔ نیز اس حالت میں کہ وہ (کلمہ کے) آخر میں ہو۔ بعض نے (اس ہمزہ کو) روم کے ساتھ (پڑھتے ہوئے اس کی) تسہیل کی ہے۔

تتمہ۔ تسہیل مع الروم کے بارہ میں دو مذہبوں کا رد جن میں سے اول پر تینوں حرکتوں میں ناجائز اور دوم پر تینوں میں جائز ہے

۱۹/۲۵۳ وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ وَاعْتَدَّ مَحْضًا سُكُونَهُ ... وَأَلْحَقَ مَفْتُوحًا فَقَدْ شَذَّ مُوْغِلَا

ترجمہ: اور جس نے (تینوں حرکتوں میں سے کسی میں بھی تسہیل کے ساتھ) روم نہیں کیا اور اس آخری حرف کے سکون کو خالص سکون سمجھا ہے (اور ساکن حرف میں روم نہیں ادا کرتا۔ اس لئے اس میں بھی نہیں کیا) اور جس نے (تسہیل مع الروم کے جائز رکھنے میں) فتحہ والے کو بھی (کسرہ اور ضمہ والے سے) ملا دیا ہے (اور تینوں حرکتوں میں روم کو جائز بتایا ہے) ان دونوں میں سے ہر ایک کا مذہب شاذ ہو گیا ہے۔ اس حالت میں کہ یہ (شاذ ہونے میں راہ حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے) دور چلا جانے والا ہے۔

شرح: یعنی اگر ہمزہ حرکت کے بعد یا الف کے بعد کلمہ کے آخر میں ہو اور خود ہمزہ پر بھی حرکت ہو جیسے لِلْمَلَإِ۔ اَلْمَلَاُ اور اَلْمَآءِ۔ یَشَآءُ تو اس میں جمہور کے مذہب پر تو الف کے بعد الف سے اور حرکت کے بعد اسی حرکت کے موافق مدہ سے ابدال ہے جو اوپر شعر نمبر ۲۰۵ میں بیان ہو چکا ہے اور بعض کے مذہب پر اس میں روم کے ساتھ تسہیل بھی ہے اور یہ بھی حمزہ سے منقول ہے۔ اور اس بارہ میں چار مذہب ہیں۔ (۱) اگر ہمزہ پر کسرہ یا ضمہ ہو جیسے لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْ مَّآءٍ۔ مِنَ السَّمَآءِ۔ اَللُّؤْلُؤُ۔ تَفْتَؤُا۔ يَبْدَؤُا۔ نَشٰٓؤُا۔ اَلْمَآءُ اَلسُّفَهَآءُ تو روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے اس بناء پر کہ اس میں حرکت کے بعض حصہ کو پوری حرکت کے قائم مقام قرار دے کر ہمزہ کو متحرک سمجھا ہے اور اسی لئے اس کی تخفیف حرکت والے کی طرح تسہیل سے کی ہے اور اگر ہمزہ پر فتحہ ہو جیسے بَدَاَ۔ شَآءَ تو ناجائز ہے یہ ابوالفتح اور سبط الخیاط اور ناظمؒ اور اکثر قراء اور بعض نحاۃ کا مذہب ہے۔ (۲) اگر ان دونوں قسموں میں کسرہ اور ضمہ والا ہمزہ یا اور واو کی صورت میں لکھا ہوا ہو (جیسے مِنْ نَّبَاِی اور اَتَوَكَّؤُا۔ اٰنَآئِ۔ شُرَكٰٓؤُا) تب تو رسم کی موافقت کی بناء پر روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے۔ کیونکہ رسم سے اس کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ ورنہ ناجائز اور یہ مکی اور ابن شریح اور دوسرے حضرات کا مذہب ہے۔ (۳) تینوں حرکتوں میں ہر حال میں ناجائز ہے، کیونکہ جب ہمزہ وقفاً ساکن ہو گیا تو الف ماقبل مفتوح کی طرح ہو گیا اور اس کا سکون خالص اور اصلی بن گیا اس لیے اس کی تخفیف ساکنہ کی طرح ابدال سے کی جائے گی نہ کہ متحرکہ کی طرح تسہیل سے یہ جمہور کا مذہب ہے۔ (۴) تینوں حرکتوں میں اور ہر صورت میں جائز ہے اور اگرچہ فتح میں وقفاً روم کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہے۔ لیکن اس کے لئے ان حضرات نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ ہمزہ کی تخفیف کی بناء پر روم کی ضرورت پیش آ گئی۔ اس لئے جائز ہو گیا اور ناظمؒ نے ان دونوں میں سے پہلے شعر میں تو صحیح مذہب بتایا ہے کہ روم کے ساتھ تسہیل جائز ہے پھر وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ میں تیسرے اور چوتھے دونوں مذہبوں کا رد کیا ہے یعنی جو لوگ تینوں حرکتوں میں روم کے ساتھ تسہیل کو ناجائز بتاتے ہیں اور ہمزہ کے سکون کو خالص اور اصلی سکون کہتے ہیں۔ جیسا کہ جمہور کی رائے ہے اور جو تینوں حرکتوں میں جائز بتاتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کا مذہب شاذ اور ضعیف ہے۔ اور ان میں سے دوسرا بعید تر ہے، کیونکہ یہ فتح میں بھی روم کو جائز بتاتے ہیں یہ دونوں مذہب اور ان کا رد زیادات میں سے ہے۔ پس حرکت اور الف کے بعد کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ میں دو وجوہ ہو گئیں (۱) ناظمؒ وغیرہ کے مذہب پر روم کے ساتھ تسہیل اور اب ہمزہ سے پہلے الف میں مد اور قصر دونوں جائز ہوں گے (۲) جمہور کے مذہب پر صرف ابدال اور نشر میں دونوں وجوہ کو صحیح بتایا ہے۔

فائدہ: (۱) شرح سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ ان دونوں شعروں میں تسہیل مع الروم کا بیان ہے پہلے شعر میں یہ بتایا ہے کہ روم کے ساتھ تسہیل جائز اور صحیح ہے اور دوسرے میں انکار کرنے والوں کا رد کیا ہے اور اتحاف اور تقریب النفع "و سراج القاری و شرح سبعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف تسہیل مع الروم ہی میں ہے نہ کہ اس اشمام اور روم میں جو سولھویں شعر وَاَشْمِمْ وَرُمْ الخ میں مذکور ہے، کیونکہ ان کا تو کوئی بھی منکر نہیں، چنانچہ اتحاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مذکورہ بالا چار مذہبوں میں سے تیسرا یعنی جمہور کا مذہب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے وَضَعَّفَهُ الشَّاطِبِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ وَعَدُّوهُ شَاذًّا کہ شاطبی اور ان کے متبعین نے اس کو ضعیف بتایا ہے اور شاذ شمار کیا ہے' لیکن ابو شامہ کی رائے پر یہ مطلب ضعیف ہے اور اسی لئے اس کو آخر میں بیان فرمایا ہے اور اولاً ایک اور تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ وَاَشْمِمْ وَرُمْ کا تتمہ ہے نہ کہ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ کا اور مطلب یہ ہے کہ وَاَشْمِمْ وَرُمْ الخ کی شرح میں جن چار صورتوں میں اشمام و روم کو جائز بتایا ہے بعض حضرات ان صورتوں میں بھی اشمام و روم کا انکار کرتے ہیں اور ضمہ اور کسرہ والے ہمزہ میں بھی اسی طرح اشمام و روم نہیں کرتے۔ جس طرح فتحہ والے میں نہیں کرتے۔ پس ان کے نزدیک تینوں حرکتوں کا ایک ہی حکم ہے اس بناء پر کہ یہ ہمزہ کے وقفی سکون کو خالص اور اصلی سکون سمجھتے ہیں اور گویا ان کا خیال یہ ہے کہ نقل کے موقعوں میں تو ہمزہ بے صورت ہونے کی بناء پر بلا نقل حذف ہو گیا ہے اور ہمزہ سے پہلا حرف جس طرح پہلے ساکن تھا اسی طرح اب بھی ساکن ہے اور ادغام و ابدال کی صورت میں جو حرف ہمزہ کی جگہ آیا ہے' جب وہ خود عارضی ہے تو اس کی حرکت بھی عارضی ہے' پس یہ حضرات جس طرح الْخَبْءَ میں اشمام و روم نہیں کرتے' اسی طرح دِفْءٌ اَلْمَرْءُ اور شَيْءٌ۔ سَوْءٌ۔ سُوْءٌ۔ شَيٌّ۔ سَوٌّ۔ سُوٌّ۔ بَرِيٌّ۔ قُرُوٌّ اور اَنَآئِ۔ شُرَكَوْ۔ نَبِيَّ۔ اَتَوَكَّؤُا اور شَاطِئِ۔ لُؤْلُؤْ میں بھی نہیں کرتے' لیکن ان کا یہ مذہب تحقیق سے دور اور شاذ ہے' کیونکہ حمزہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو ہمزہ خالص حرف مد سے بدل جائے۔ اس کے سوا سب قسموں میں اشمام و روم جائز ہیں اور وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ الخ کا تتمہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ شعر نمبر۱۶ وَاَشْمِمْ وَرُمْ میں ناظمؒ نے بتایا ہے کہ جو ہمزہ حرف مد سے بدل جائے اس میں اشمام و روم جائز نہیں اور ہمزہ حرف مد سے ان دو صورتوں میں بدلتا ہے: (۱) الف کے بعد ہو (۲) حرکت کے بعد ہو' پھر انہیں صورتوں میں روم نہ کرنے والوں کے قول کو شاذ کہنا' کیونکر صحیح ہو گا اس کے جواب میں احقر عرض کرتا ہے کہ وہاں جس اشمام و روم کو ناجائز بتایا ہے یہ وہ ہے جو وقفی وجوہ میں ہر جگہ مستعمل ہے اور جس روم کا یہاں ذکر ہے یہ وہ ہے جو ہمزہ کی تخفیف کے لئے اختیار کیا گیا ہے' پس جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں تو اگر ایک کو جائز کہہ کر دوسرے کے منکر کے قول کو شاذ بتا دیا تو اس میں کوئی اشکال نہیں' نیز وہ ہمزہ جو مدہ سے بدل جائے اور وہ جس میں تسہیل کی جائے دونوں کی حقیقتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں اس لئے وَاَشْمِمْ الخ میں اول میں اشمام و روم کو ناجائز بتا کر وَمَا قَبْلَهُ الخ میں تسہیل والے ہمزہ میں روم کو جائز بتایا ہے اور وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ الخ میں ثانی کے منکر کا رد کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ذرا بھی منافات نہیں' پھر فرماتے ہیں کہ ناظمؒ نے جو وَمَنْ لَّمْ يَرُمْ میں روم ہی کا ذکر کیا ہے اور اشمام کا نہیں کیا' ممکن ہے' اس کی وجہ یہ ہو کہ اس فریق نے روم ہی کا انکار کیا ہو اور اشمام کا نہ کیا ہو' اس بناء پر کہ اس کا تلفظ سے کوئی تعلق نہیں' بلکہ صرف عضو سے ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں آسانی ہے اور یہ باب بھی تخفیف ہی کا ہے' پس اشمام اس باب کے مناسب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناظمؒ نے روم ہی کے ذکر کو اشمام کے لئے بھی کافی سمجھ لیا ہو جیسے سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ میں وَالْبَرْدَ کا ذکر اسی لئے نہیں فرمایا کہ اَلْحَرَّ اس پر بھی دال ہے انتہی۔ موصوف کو یہ تکلف اس لئے اختیار کرنا پڑا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف اور واضح تقریر کو چھوڑ کر مطلب کے لئے ایک نئی تقریر اختیار فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ ابو شامہ کی رائے پر تو وَاَشْمِمْ وَرُمْ کا تتمہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ چار صورتوں میں جمہور کی رائے پر اشمام و روم جائز ہے' لیکن بعض کی رائے پر ان میں بھی ناجائز ہے' اگر روایت سے ثابت ہو جائے کہ بعض نے اشمام و روم کا بھی انکار کیا ہے تو یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور اس تقدیر پر وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ میں اشمام و روم کے منکرین کا رد ہو گا اور دوسرے شارحین کی رائے پر وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِیْکُ کا تتمہ ہے' پس وَمَا قَبْلَهُ الخ میں تسہیل مع الروم کو جائز بتا کر وَمَنْ لَّمْ یَرُمْ میں اس کے منکرین کا رد کیا ہے اور شرح میں دوسرے ہی مطلب کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ نمبر۲: (۱) بعض حضرات نے ابدال کے مقابلہ میں تسہیل کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ الف اور حرکت کے بعد کلمہ کے آخر والے ہمزہ کا جمہور کے مذہب پر مدہ سے ابدال ہوتا ہے جس میں اشمام و روم ناجائز ہیں' پس ابدال سے وہ روم ترک ہو جاتا تھا جو تمام قراء کے یہاں مختار ہے۔ اس لئے انہوں نے ابدال نہیں کیا اور چونکہ وقف پوری حرکت پر نہیں ہو سکتا یا تو سکون سے ہو سکتا ہے یا روم سے اور سکون کی صورت میں تسہیل ہو نہیں سکتی تھی' اس لئے روم کو اختیار کر لیا تاکہ وقف بھی ہو جائے اور تسہیل کی صورت بھی نکل آئے پس اس تسہیل کو ان حضرات نے ابدال کے بجائے اختیار کیا ہے۔ (۲) علی قاریؒ وَمَا قَبْلَهُ الخ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سُوْءٍ۔ اَلْمُسِیْءُ۔ لِیَسُوْءُ۔ جِایْءَ۔ سِیْئَ میں ابدال و ادغام کی تقدیر پر تو واو یا میں مد نہ ہو گا' کیونکہ مدہ پر حرکت آ جاتی ہے اور حرکت کی صورت میں عام ہے کہ عارضی ہو یا لازمی مد نہیں ہوا کرتا' لیکن نقل کی صورت میں ان کلمات کے واو اور یا میں مد بھی باقی رہے گا' کیونکہ گو نقل کے سبب واو اور یا مدہ پر حرکت آ جاتی ہے' لیکن سکون سے وقف کرنے کی صورت میں ان کا سکون لوٹ آتا ہے انتہی ظاہر ہے کہ سُوْءٍ وغیرہ میں نقل کی صورت میں واو اور یا میں اشمام و روم بھی جائز ہیں' جیسا کہ شعر نمبر۱۶ میں معلوم ہو چکا ہے اور یہ اسی بناء پر ہے کہ اس حرکت کو اصلی سمجھ لیا ہے' کیونکہ عارضی حرکت میں تو اشمام و روم ناجائز ہیں' پس حرکت کے اصلی ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا کہ موصوف کس بناء پر ان کے عارضی سکون کو اصلی کا مرتبہ دے کر مد کو جائز بتاتے ہیں محققین میں سے کوئی بھی اس قسم میں وقفاً" حمزہ کے لئے مد کا قائل نہیں' بندہ ناچیز کو ایک طرف تو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اگر علی قاری رحمہ اللہ کی شرح کی خصوصاً اور دوسری شروح کی عموماً رہنمائی نہ ہوتی تو شاطبیہ کی شرح میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا اور دوسری طرف ادب کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے یہ شکایت بھی ہے کہ اس باب میں ایسے معتبر و مسلم محقق نے بھی کئی موقعوں میں تحقیق و تدقیق سے کام نہیں لیا اور رسمی تخفیف میں بہت سی ایسی وجوہ درج فرما دی ہیں' جن کو محققین نے ناجائز بتایا ہے۔ (۳) بعض کہتے ہیں کہ روم اور تسہیل دونوں ایک ہی ہیں' پس یہاں روم کو تسہیل سے بیان کر دیا ہے' لیکن یہ تاویل محض بے حقیقت ہے۔ اس لئے کہ روم حرکت کا کچھ حصہ ادا کرنے کا نام ہے اور تسہیل ہمزہ کے نرم کرنے کو کہتے ہیں' پس روم سے ہمزہ کے تلفظ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور تسہیل سے ہو جاتی ہے پھر دونوں کے ایک ہونے کے کیا معنی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ابراز)

فائدہ نمبر۳: (۱) اگر کسی کلمہ میں دو تسہیلیں جمع ہو جائیں، جیسا کہ ھٰٓؤُلَآءِ میں روم کے ساتھ تسہیل کرنے کی صورت میں ہیں تو اب دونوں سے پہلے الفوں کے مد کی مقدار میں برابری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پس روم کی حالت میں ھا کے طول کے ساتھ اُولَآءِ کا قصر اور ھا کے قصر کے ساتھ اُولَآءِ کا مد جائز نہیں ہے، بلکہ دونوں میں ایک دم مد یا دونوں میں قصر ہونا چاہئے (۲) چونکہ ہشام صرف متطرفہ میں تخفیف کرتے ہیں، اس بناء پر بُرَءٰٓؤُا میں ان کے لئے پہلے ہمزہ کی تسہیل نہ ہو گی اور دوسرے میں بارہ کی بارہ وجوہ ہوں گی، کیونکہ یہ ہمزہ الف کے بعد واو کی صورت میں ہے اور حمزہ کے لئے بھی یہی بارہ ہیں، لیکن وہ سب میں پہلے ہمزہ کی بھی تسہیل کریں گے۔ (۳) وَمَکْرَ السَّیِّئُ (فاطرع ۵) میں ہشام کے لئے تو تین وجوہ ہوں گی (۱) ہمزہ کا یائے ساکنہ سے ابدال (۲) اس یا میں روم (۳) روم کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل اور حمزہ کے لئے صرف پہلی وجہ ہے، کیونکہ وہ اس ہمزہ کو وصلاً بھی ساکن پڑھتے ہیں (۴) جَزَآءَنِ الْحُسْنٰی (کہف ع ۱۱) میں حمزہ کے لئے تو ہمزہ متوسطہ ہے، کیونکہ وہ اس میں نصب اور تنوین پڑھتے ہیں، پس ان کے لئے اس میں وقفاً" دو وجوہ ہیں، تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور ہشام اس کو ایک پیش سے پڑھتے ہیں، اس بناء پر ان کے لئے یہ ہمزہ متطرفہ ہے، جس میں یَشَآءُ کی طرح پانچ وجوہ ہوں گی، کیونکہ یہ الف ہمزہ کے بعد ہے اور شامی مصحف میں بے صورت ہے (۵) جب سُوْٓءَا اور اَلسُّفَهَآءُ جیسی مثالوں میں ان دونوں کے لئے تسہیل اور روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو مد کی صورت میں حمزہ کے لئے طول اور ہشام کے لئے توسط پڑھنا چاہئے۔ (۶) اَلْهُدَی ائْتِنَا میں صحیح مذہب کی بناء پر حمزہ کے لئے وصل کی طرح وقفاً" بھی صرف فتحہ ہو گا، امالہ نہ ہو گا، کیونکہ ابدال کی صورت میں جو الف موجود ہے وہ ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اور اَلْهُدٰی کا الف جس طرح وصل میں ابدال سے پہلے محذوف تھا، اسی طرح اب بھی محذوف ہے، اسی بناء پر اس میں ورش کے لئے بھی تقلیل نہ ہو گی اور بعض اس میں امالہ اور تقلیل بھی بتاتے ہیں یا تو اس لئے کہ ہمزہ سے بدلا ہوا الف حذف ہو گیا ہے اور یا سے بدلا ہوا لوٹ آیا ہے یا اس لئے کہ دونوں الفوں کو باقی رکھ کر ان میں مد سے جدائی کی گئی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، کنز المعانی میں ہے۔

وَفَتْحَ الْهُدَی اخْتَرْاِنْ تَصِلَهُ مَعَ ائْتِنَا   لِمُبْدِلِ هَمْزٍ فَالْهُدٰی عَنْ اَلِفٍ خَلَا

یعنی اَلْهُدَی کو ائْتِنَا کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ کا ابدال کرنے والوں کے لئے فتحہ پسندیدہ ہے، کیونکہ یہ اس صورت میں هُدٰی امالہ والے الف سے خالی ہے۔

۲۰/۲۵۴ وَفِي الْهَمْزِ اَنْحَآءٌ وَّعِنْدَ نُحَاتِهٖ   يُضِيْٓءُ سَنَاهُ كُلَّمَآ اَسْوَدَّ اَلْيَلَا

ترجمہ: اور (قیاسی تخفیف کی ان دس قسموں کے اور اس رسمی تخفیف کے علاوہ جو ہم نے بیان کی ہے) ہمزہ (کی تخفیف کے بارہ) میں (اور بھی بہت سی) وجوہ (اور قسمیں) ہیں (جو عربیت کی بڑی بڑی کتابوں میں تفصیل سے مذکور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں' ہم نے ان میں سے صرف مشہور قسموں کو بیان کیا ہے) اور اس (ہمزہ) کے نحویوں کے نزدیک اس (ہمزہ) کی روشنی ہر اس چیز کو روشن کر دیتی ہے' جو سیاہ (اور اندھیرے والی) ہو اس حالت میں کہ وہ چیز سخت اندھیرے والی رات سے تشبیہ دی گئی ہو (یا اس ہمزہ کی روشنی اس کے نحاۃ کے نزدیک روشن ہو جاتی ہے' جب کبھی بھی وہ دوسروں پر سیاہ اور سخت مشکل ہوتا ہے' یعنی چونکہ عربیت کے علماء نے ہمزہ کے اور عربی زبان کے متعلق دوسرے امور کے لئے بہت ہی اہتمام کیا ہے' اس لئے ہمزہ وغیرہ کے جو قواعد دوسروں پر پوشیدہ ہیں اور ان کو بہت مشکل معلوم ہوتے ہیں' وہ ان علماء پر نہایت ظاہر و باہر ہیں)۔

شرح: یعنی مذکورہ بالا قسموں کے علاوہ ہمزہ کی تخفیف کے اور بھی بہت سے طریقہ ہیں' جو عربیت کے ماہر علماء کو خوب معلوم ہیں اور ان میں سے جو قواعد دوسروں سے بالکل پوشیدہ ہیں' وہ بھی ان علماء کے روبرو ظاہر اور روشن ہیں' پس شعر میں سیاہی اور اندھیری سے جہالت اور روشنی سے علم مراد ہے' جس طرح روشنی کے آنے سے اندھیری کافور ہو جاتی ہے' اسی طرح علم کے سبب جہالت اور ناواقفیت دور ہو جاتی ہے۔

فائدہ: نمبر ا چونکہ یہ زائد وجوہ ناظمؒ کے طرق کے موافق نہیں تھیں' اس لئے ان کو بیان نہیں کیا اور طیبہ کے طرق سے وہ بھی صحیح ہیں' چنانچہ ان کے طرق سے متوسطہ کی طرح متبدیہ میں بھی تخفیف ہے۔ (ا) پس اگر متبدہٗ واو۔ یائے مدہ کے یا واو یائے لین کے بعد ہو' جیسے فِیٓ اَنْفُسِکُمْ۔ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ۔ ابْنَیْ اٰدَمَ خَلَوْا اِلٰی تو اس میں چار وجوہ ہیں (ا) نقل فِیَ نْفُسِکُمْ۔ بِنِعْمَتِہِ خْوَانًا۔ قَالُوا مَنَّا۔ وَاَزْوَاجُہُ مَّھٰتُھُمْ۔ ابْنَیَ دَمَ خَلَوَ لٰی (۲) ابدال و ادغام فِیَّ نْفُسِکُمْ۔ بِنِعْمَتِہِیّ خْوَانًا۔ قَالُوّا مَنَّا۔ وَاَزْوَاجُہُوّ مَّھٰتُھُمْ ابْنَیّ دَمَ خَلَوّ لٰی (۳) واو اور یا پر سکتہ اور ہمزہ کی تحقیق۔ (۴) سکتہ کے بغیر ہمزہ کی تحقیق اور اس تقدیر پر واو یا مدہ میں مد اور لین میں قصر ہو گا (۲) اور اگر الف کے بعد ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ تو اس میں بھی چار ہیں (ا) الف میں مد اور ہمزہ کی تحقیق۔ (۲) الف پر سکتہ اور قصر اور ہمزہ کی تحقیق۔ (۳) الف میں مد اور ہمزہ کی تسہیل۔ (۴) الف میں قصر اور ہمزہ کی تسہیل (۳) اور اگر حرکت کے بعد ہو تو اس میں سے کسرہ کے بعد فتحہ والے میں تحقیق اور یا سے ابدال ہے (ثَلٰثَۃِ یَّامٍ) (۴) ضمہ کے بعد فتح والے میں تحقیق اور واو سے ابدال ہے (تَرَبُّصُ وَّ رْبَعَۃٍ) (۵) حرکت کے بعد حرکتے والے متبدہٗ میں باقی سات حالات میں تحقیق و تسہیل ہے جیسے قَالَ اَلَمْ۔ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ کَانَ اُمَّۃً۔ وَالَّیْلِ اِذَا۔ الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ' اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ۔ الْاِنْسَانُ اِذَا۔

فائدہ: نمبر ۲ (الف) یہاں علی قاریؒ نے پورے باب کے قواعد کی مشق اور ان میں پوری بصیرت پیدا کرانے کی غرض سے ستائیں مثالیں درج کی ہیں اور ان پر طویل تقریر کی ہے اور ان میں بھی تحقیق اور عربیت سے بعید وجوہ درج فرما دی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتے گئے ہیں کہ طاہر اصفہانی نے اسی قصیدہ کی شرح میں ان وجوہ کو ضعیف اور ناجائز بتایا ہے' جس سے پتہ چلتا ہے کہ اصفہانی کی شرح نہایت عمدہ اور محققانہ ہو گی' یہاں ان مثالوں کو درج کر کے ان پر تھوڑا تھوڑا کلام کیا جاتا ہے اور مقصود یہی ہے کہ شائقین کو مشق کے ذریعہ مہارت پیدا کرنے کا موقع میسر آ جائے'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) لِقَآءَنَا ائْتِ اس میں وقفاً" الف سے اور اعادہ میں ہمزہ کا یا سے ابدال ہے' (لِقَآءَنَا ائتَ اور اِیۡتِ) (۲) اَلَّذِی اؤْتُمِنَ میں وقفاً" یا اور اعادہ میں واو ہے (اَلَّذِی اوۡتُمِنَ اور اُوتُمِنَ) (۳) یَقُوۡلُ ائۡذَنۡ میں وقفاً" واو اور اعادہ میں یا ہے (یَقُوۡلُ اوۡذَنۡ اور اِیۡذَنۡ لِّیۡ) (۴) وَرِءۡيًا میں جعبری کی رائے پر ایک یا کے حذف سے وَرِيًا بھی صحیح ہے (اور تُؤۡوِیۡ اور رُءۡیَا کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں بھی ایک واو کے حذف سے تُوِیۡ اور رُیَا ہے)' لیکن اصفہانی کے قول پر ان میں ابدال کے بعد یا اور واو کا اظہار اور ادغام یہ دو تو صحیح ہیں اور حذف کو فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حلال بھی نہیں ہے اور رسم کا اتباع ادغام ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (اس لئے حذف کی حاجت نہیں) اور فرماتے ہیں کہ اَلرُّءۡیَا۔ رُءۡیَایَ۔ رُءۡیَاکَ۔ لِلرُّءۡیَا میں گو اظہار اور ادغام دونوں صحیح ہیں اور ادغام رسم کے بھی موافق ہے' لیکن نظم کے طرق سے اس میں اظہار ہی صحیح ہے (اَلرُّوۡیَا) (۵) مِنۡ اَمۡرِ اور قَدۡ اَفۡلَحَ میں جعبری کی رائے پر رسم کی بناء پر الف سے ابدال منع ہے' کیونکہ دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر مِنۡ کے نون کو فتح اور قَدۡ کے دال کو کسرہ دینا پڑے گا۔ (اور اس سے کلمہ میں فساد آ جائے گا) اور اس علت سے یہ نکلتا ہے کہ جب ہمزہ سے پہلے حرکت ہو تو الف سے ابدال صحیح ہے' جیسے وَاَحِبَّآؤُہٗ وَ اَفۡلَحَ اور اصفہانی نے اس کو بھی ضعیف بتایا ہے اور یہی ظاہر تر ہے' فَتَدَبَّرۡ کیونکہ ہمزہ مبتدءٗ کلیہ کے طور پر الف کی صورت میں ہوتا ہے اور رسمی تخفیف کا حال بدلتا رہتا ہے' اس لئے مبتدءٗ کو اس میں شامل کرنا مناسب نہیں۔ (۶) یَسَالُوۡنَ میں جس موقع میں الف کی صورت میں ہو جو احزاب ع ۲ میں ہے وہاں رسم کی بناء پر یَسَالُوۡنَ بھی صحیح ہے اور بے صورت کے موقعوں میں صرف یَسۡلُوۡنَ ہے (۷) اَلنَّشۡاَۃَ میں رسمی تخفیف (اَلنَّشَاۃَ) بالاتفاق جائز ہے' کیونکہ گو ایک قراءۃ پر شین ساکن ہے اور اس کے بعد الف کا تلفظ نہیں ہو سکتا' لیکن دوسری قراءۃ میں شین پر حرکت بھی ہے۔ (اس لئے الف آسانی سے ادا ہو سکتا ہے) (۸) دِفۡءٌ اور جُزۡءٌ میں حذف ہے اور اس میں قیاس و رسم دونوں ہی پر عمل ہو جاتا ہے' لیکن رسم کی بناء پر بلانقل حذف ماننے کی صورت میں اشمام و روم جائز نہ ہوں گے' کیونکہ اس تقدیر پر تو ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہی رہے گا اور اس قسم میں ادغام شاذ ہے۔ (۹) هُزُوًا اور كُفُوًا میں اصل کے لحاظ سے سے واو سے ابدال ہی میں قیاس و رسم دونوں پر عمل ہو جاتا ہے' کیونکہ اصل میں زا اور فا پر ضمہ تھا' جس کے بعد متوسط واو ہی کی صورت میں ہوا کرتا ہے اور جو اس میں صرف ابدال کے قائل ہیں' ان کی دلیل بھی یہی ہے اور موجودہ حالت کے اعتبار سے نقل بھی صحیح ہے' کیونکہ فی الحال ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہے۔ (۱۰) کَھَیۡئَۃِ سُوۡءَۃَ سَیِّئٰتُ میں چونکہ یا اور واو کے بعد تانیث کی ھا اور تا ہے' اس لئے رسم کی بناء پر حذف ناجائز ہے' کیونکہ اس سے سُوۡۃَ ھَیۡۃِ ہو کر کلمہ کی بناء فاسد ہو جائے گی' البتہ نقل صحیح ہے جو قیاسی ہے۔ (۱۱) مَوۡئِلًا میں نقل و ادغام صحیح اور یا سے ابدال ضعیف ہے (۱۲) تَرَ آءَ (شعراع ۴) میں اصفہانی کے قول پر قیاسی تخفیف کی رو سے صرف دو وجوہ ہیں' یعنی ہمزہ کی تسہیل مد و قصر کے ساتھ اور یہ ہمزہ دو امالہ والے الفوں کے درمیان ہے اور پہلا امالہ دوسرے امالہ کی مناسبت سے ہے اور یہی حق ہے اور اس تسہیل ہی سے رسم کی موافقت بھی حاصل ہو جاتی ہے' پس ان دونوں وجوہ میں قیاس و رسم متحد ہیں اور چونکہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بعد وہ الف بھی لکھا ہوا نہیں ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے' اس لئے بعض نے نقل کے خلاف محض عقل اور اپنے قیاس کی بناء پر اس میں ہمزہ کو متطرفہ قرار دے کر اسی کے احکام جاری کئے ہیں' چنانچہ ہشام اور حمزہ کے لئے مد و قصر کے ساتھ تسہیل مع الروم بھی بتائی ہے اور الف کے بعد ہونے کے سبب الف سے ابدال کر کے مد کی تینوں وجوہ بھی جاری کی ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں رسم پر عمل دو اعتبارات سے ہو گا (ا) اس لحاظ سے کہ نافع' ابو عمرو' کوفیین وقف میں رسم کی پیروی کیا کرتے ہیں' جیسا کہ انیسویں باب کے پہلے شعر میں آئے گا (۲) اس لحاظ سے کہ اس میں ہمزہ بے صورت ہے' ناظرین غور فرمائیں کہ رسمی تخفیف کو ان حضرات نے کس قدر عام کر دیا ہے کہ ہمزہ متوسطہ کو بھی متطرفہ بنا دیا (۱۳) تَرَ آءَتْ (انفال ع ۶) میں مد و قصر کے ساتھ تسہیل ہے اور اسی میں قیاسی اور رسمی دونوں متحد ہیں اور بعض نے رسم کی بناء پر حذف اور الف میں مد بھی بتایا ہے (یعنی تَرَ آ تْ) یہ محض قیاس اور بے سند ہے (۱۴) الّٰٓـِٔیْ اِلٰی جارہ کی طرح لکھا ہوا ہے اور اس کا ہمزہ یقیناً متوسطہ ہے اور ہشام و حمزہ کی قراءۃ پر یا ہمزہ کی صورت ہے اور اس کی وجوہ تَرَ آءَتْ کی طرح ہیں اور تخفیف بھی صرف حمزہ کے لئے ہے اور اسی میں قیاسی اور رسمی متحد ہیں' لیکن بلا تحقیق رسم پر عمل کرنے کے شیدائی اس میں بھی ہمزہ کو متطرفہ قرار دے کر ہشام' حمزہ دونوں کے لئے ہمزہ کا یا سے ابدال کر کے اَلّٰیْ پڑھتے ہیں اور مد و قصر کے ساتھ یا میں روم بھی جائز بتاتے ہیں۔ (۱۵) بُرَءٰٓؤُا اس کی رسم شعر نمبر ۲ تا ۶ کے بعد فائدہ نمبر ا میں نمبر دس کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے اور وہیں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں بارہ وجوہ ہیں اصفہانی کہتے ہیں کہ اس میں اس کے ہم شکلوں مَا نَشٰٓؤُا اور شُرَکٰٓؤُا کی طرح بارہ وجوہ ہیں اور اس سے زیادہ رسم کی پیروی اس میں جائز نہیں ہے' کیونکہ اس سے کلمہ کی بناء غلط ہو کر معنی فاسد ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات یہاں بھی ہشام اور حمزہ دونوں کے لئے بُرَ آؤْ مد و قصر اور روم کے ساتھ جائز بتاتے ہیں اور واو کو پہلے ہمزہ کی اور الف کو اس کے بعد والے الف کی صورت مان کر اور اس کے بعد والے ہمزہ کو بے صورت قرار دے کر بُرُوَا بھی جائز رکھتے ہیں۔ (۱۶) هٰٓؤُلَآءِ اس کی تفصیل شعر نمبر ۷' ۸ کے بعد فائدہ نمبر ۲ کے ہفتم میں درج ہو چکی ہے (۱۷) خَطِیْٓـَٔةً میں چونکہ یا کے بعد تانیث کی ھا ہے۔ اس لئے رسم کی بناء پر ہمزہ کا حذف صحیح نہیں۔ (۱۸) قُرُوْٓءٍ میں اصفہانی کے قول پر صرف ابدال و ادغام ہے اور اس کے بعد سکون و روم دونوں جائز ہیں اور اسی سے رسم پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ بعض نے مد و قصر کے ساتھ حذف بھی بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے' علی قاری فرماتے ہیں کہ اس میں بحث ہے' اس لئے کہ ادغام ابدال کی فرع ہے' کیونکہ یہ ہمزہ کے واو سے بدل جانے کے بعد ہوتا ہے۔ (پس اس میں اصل کے لحاظ سے دو واو ہو گئے) اور تشدید والا واو ادا کے لحاظ سے دو واوؤں کے مرتبہ میں ہے اور قُرُوْٓءٍ کی رسم ایک ہی واو سے ہے' پس یہاں قیاس و رسم میں اصل اور تلفظ دونوں ہی کے اعتبار سے منافات ہے۔ (اس لئے اتحاد نہیں رہا) انتہی شاید موصوف نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ تشدید والا حرف گو تلفظ کے لحاظ سے دو حرفوں کے حکم میں ہوتا ہے' لیکن لکھنے میں تو ایک ہی حرف آتا ہے۔ (۱۹) وَنَاٰ اس میں نون کے بعد صرف ایک الف لکھا ہوا ہے' قیاس کی رو سے تو حمزہ کے لئے صرف تسہیل ہے اور اسی سے رسم پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور رسمی تخفیف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیدائی یہاں بھی کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے الف کو محذوف ماننے کی صورت میں وَنا رہ جائے گا' جو خلف کے لئے نون کے امالہ سے اور خلاد کے لئے فتح سے پڑھا جائے گا اور ہشام بھی خلاد کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ صد آفریں یہاں بھی متوسط کو متطرفہ بنا دیا۔ (۲۰) اَللُّؤْلُؤُ اس کی وجوہ شعر نمبر۲ کے فائدہ نمبر ایک میں ششم کے نمبر سات و آٹھ میں درج ہو چکی ہیں اور لِیَسُوْءُ کے واو میں نقل کی صورت میں صرف قصر ہے اور علی قاری مد بھی بتاتے ہیں جو غیر صحیح ہے اور یُضِیْٓءُ میں نقل و ادغام دونوں میں تین تین ہیں سکون' اشمام' روم' (۲۱) قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ (آل عمران ع ۲) اس میں جعبری نے ستائیں وجوہ بیان کی ہیں اور اصفہانی نے ان میں سے سترہ غیر صحیح کو کم کر کے کل دس وجوہ بتائی ہیں' اس کی تفصیل شعر نمبر۷ و ۸ کے فائدہ نمبر۲ کے ششم میں درج ہو چکی ہے۔ (۲۲) فَادّٰرَءْتُمْ میں ہمزہ کا صرف الف سے ابدال ہے اور رسم کی بناء پر حذف صحیح نہیں' کیونکہ اس سے کلمہ غلط ہو جاتا ہے اور دال کے بعد والا الف بالاتفاق ثابت ہے' کیونکہ تخفیف کا تعلق صرف ہمزہ سے ہے۔ (۲۳) اِمْتَلَئْتِ۔ اِسْتَاْجَرْتَ وغیرہ میں رسم کی بناء پر حذف صحیح نہیں کیونکہ ان میں حذف معلوم ہونے کی بناء پر محض تخفیف و اختصار کی غرض سے ہے اَلْعٰلَمِیْنَ اور اَلصّٰلِحٰتِ کے الفات کی طرح اور ان کے حذف کر دینے سے کلمہ کی بناء فاسد اور معنی باطل ہو جاتے ہیں۔ (۲۴) اِسْرَآءِیْلَ جَآءُوْكُمْ۔ یُرَآءُوْنَ وغیرہ میں رسم پر عمل کرنا بالاتفاق دشوار ہے۔ (۲۵) اَلْمَوْءٗدَةُ میں نقل و ادغام ہے اور اول اولیٰ ہے اور ابن مجاہدؒ اور دانیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابو ایوب ضبی کی روایت سے حمزہ سے نص آئی ہے کہ اَلْمَوْءٗدَةُ میں اس قسم کی تخفیف شاذ ہے کہ اس میں سے ہمزہ اور واو دونوں کو حذف کر کے اَلْمَوْدَةُ پڑھا جائے اور اس قسم کی وجوہ سننے پر موقوف ہیں اور اس کلمہ میں یہ سننے میں نہیں آئی۔ (۲۶) رَءُوْفٌ اور تَؤُزُّهُمْ میں صرف تسہیل ہے۔ اور ضمہ والے واو سے ابدال اصفہانی کی رائے پر ضعیف ہے' نیز کہتے ہیں کہ رُءُوْس میں تسہیل و حذف دونوں صحیح ہیں' جو نص سے ثابت ہیں۔ (۲۷) اَلْاَرْضِ اور اَلْاٰخِرَةُ وغیرہ میں متوسط بزائدہ ہونے کی بناء پر تین وجوہ ہیں (۱) سکتہ (۲) نقل (۳) تحقیق بلاسکتہ اور تیسری خلاد کے لیے زیادات میں سے ہے جو تبصرہ کے طریق سے ہے۔

سوال: نشر میں ہے کہ یہ (تیسری) وجہ کسی کتاب اور کسی طریق سے بھی نہیں ہے کیونکہ لام پر سکتہ نہ کرنے والوں کا وقفاً" نقل پر اجماع ہے اور میں نے بعض متاخرین کو دیکھا ہے کہ وہ شاطبی کے ظاہر کلام کی بناء پر خلاد کے لیے اس وجہ کو اختیار کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جواب: محقق کے شاگرد اصفہانیؒ شاطبیہ کی شرح میں اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نشر ہی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم میں خلاد کے لیے عدم سکتہ کی وجہ بھی صحیح ہے جو تبصرہ کے طریق سے ہے۔ چنانچہ سکتہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے خلاد کے لیے ہر حال میں عدم سکتہ کو اختیار کیا ہے اور یہ ابو الفتح فارس بن احمد اور ابو محمد مکی کا مذہب ہے اور وقف حمزہ کے باب میں متوسط بزائدہ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اکثر اہل ادا نے اس قسم میں ہمزہ کو مبتدیہ قرار دے کر عدم سکتہ اختیار کیا ہے اور یہ ابوالحسن بن غلبون اور ان کے والد اور ابو محمد مکی کا مذہب ہے۔ انتہی۔ پس گویا حضرت کو اپنی اس تقریر کی طرف توجہ نہیں رہی جو ان دونوں بابوں میں کی ہے (ورنہ دوسرے باب کی تقریر پہلے باب والی کے خلاف نہ ہوتی) اگر فن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائقین اس بیان کو خوب سمجھ کر یاد کر لیں گے تو حق تعالیٰ کی توفیق سے ان کو تحقیق کا مقام نصیب ہو جائے گا (ب) تخفیف کے قواعد بیان کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہمزہ والے ہر کلمہ پر بلا ضرورت بھی ارادتاً" وقف کیا جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب وجوہ بتانے کے لیے اختیاری یا اختباری یا اضطراری یا انتظاری وقف کی ضرورت پیش آئے تو وہ اس کلمہ پر اس طرح ہوگا۔

النحو و العربیہ : ۲۴۳/۹ (ا) عَلٰی مَقْرُوْءٍ یا قُرِأَ مقدر کے متعلق ہے (۲) بِکَسْرِ الْھَا کی با بھی قُرِأَ کے متعلق ہے (۳) تَحَوَّلَا کی ضمیر یا تو یا کے لیے ہے یا ھَمْز کے لیے ای تَحَوَّلَ الْیَآءُ اِلَی الْھَمْزِ اَوْ بِالْعَکْسِ ۱۰/ ۲۴۴ (ا) کَقَوْلِکَ کے بجائے بِقَوْلِکَ اولیٰ تھا کیونکہ اس قسم میں سے اَنْبِئْھُمْ اور نَبِّئْھُمْ کے سوا اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ (۲) وَقَدْ کے بجائے مَعًا اولیٰ تھا کیونکہ اس سے نَبِّئْھُمْ کا دو جگہ ہونا واضح ہو جاتا (۳) بِالْخَطِّ کی با استعانت کے لیے ہے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ کی طرح اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو موافق کے معنی میں لیا جائے۔ ۲۴۶/۱۲ اَعْضَلَا اَعْضَلَ الْاَمْرُ ای اِشْتَدَّ وَاسْتَغْلَقَ سے ہے یعنی معاملہ سخت اور دشوار ہو گیا اَمْرٌ مُّعْضَلٌ" اس پیچیدہ معاملہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نکلنا اور نجات پانا مشکل ہو جائے۔ ۲۴۷/۱۲ (ا) وَنَحْوِہٖ کے واؤ میں راویتہ" جر ہے اور یہ کوفیین کے مذہب کے موافق جار کے اعادہ کے بغیر فِیْہِ کی ھا پر معطوف ہے یا جار کو مقدر مان لیا جائے اور معناً" واو میں رفع بھی جائز ہے ای وَنَحْوُہٗ کَذٰلِکَ (۲) وَضُمَّ کی خبر قَبْلُ ای قَبْلَ الْھَمْزِ مقدر ہے جس کو دوسرے قَبْلُ کے قرینہ سے حذف کر دیا ہے۔ (۳) قِیْلَ وَکَسْرٌ" کی خبر ہے (۴) اَخْمِلَا ای وُجِدَ خَامِلًا وَ نُسِبَ اِلَی الْخُمُوْلِ اور خُمُوْل کے معنی ہیں کسی چیز کا پوشیدہ اور غیر مشہور ہونا۔ ۲۴۸/۱۴ (ا) وَاسِطًا۔ وَسَطْتُ الْقَوْمَ سے ہے اور یہ یا تو یُلْفٰی کا دوسرا مفعول ہے یا اس کے فاعل سے حال ہے (۲) عَلَیْہِ اَیِ الْھَمْزِ میں اشارہ ہے کہ زائد حروف ہمزہ سے پہلے ہونے چاہئیں۔ پس دُعَآؤُکُمْ۔ اٰبَآؤُکُمْ میں متوسط بنفسہ ہے نہ کہ بزائدہ (۳) فِیْہِ سے آخر تک کا جملہ مَا موصولہ مع صلہ کی خبر ہے۔ ۲۴۹/۱۵ (ا) کَمَا میں مَا زائد ہے اور کاف یا تو ظرف ہے یا مقدر کی خبر ہے (۲) لِمَنْ۔ کَرَّرْتُ مقدر کے متعلق ہے ۲۵۰/۱۶ (ا) اَشْمِمْ یا تو خَفِّفْ کے معنی پر معطوف ہے یا اس کا واو استینافیہ ہے اور اظہر یہ ہے کہ یہ واو ایک قاعدہ کا دوسرے پر عطف کرنے کے لیے ہے (۲) فِیْ یا تو اَشْمِمْ کے متعلق ہے یا رُمْ کے اور دوسرے فعل کے لیے بھی ایسا ہی متعلق مقدر مانا جائے گا۔ (۳) مَا یا تو موصولہ ہے ای فِی الْھَمْزِ الَّذِیْ ھُوَ غَیْرُ مُتَبَدِّلٍ یا موصوفہ ہے ای فِیْ ھَمْزٍ غَیْرِ مُتَبَدِّلٍ (۴) تَبَدَّلَ۔ بَدَّلَ کا مطاوع ہے اسی لیے مُتَبَدِّلٍ میں ایک مفعول کم ہو گیا (۵) بِھَا کی ضمیر کلمات کے آخری حروف کے لیے ہے نہ کہ شعلہ کے قول کے موافق ہمزہ کے لیے کیونکہ اس سے ظرف اور مظروف کا متحد ہونا لازم آتا ہے (۶) اَلْبَابَ میں اَلْ عہد کے لیے ہے اور اس سے باب الوقف علی اواخر الکلم مراد ہے جس میں اشمام و روم کی تعریف آئے گی یا اس سے یہی گیارہواں باب مراد ہے (۷) مُحْفِلًا مصدر ہے جو یا تو فاعل سے حال ہے پس یہ مُحْتَفِلًا ای مُھْتَمًّا کے معنی میں ہوگا یا مفعول سے حال ہے اس صورت میں یہ اسم ظرف ہوگا جو مُجْتَمِعًا کے معنی دے گا ۲۵۱/۱۷ (ا) فَعَنْ کی فا عموم کے لیے ہے اس لیے کہ مبتدا (مَا) شرط کے معنی کو متضمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (۲) بِالْاِدْغَامِ۔ مُتَلَبِّسًا کے متعلق ہو کر حُمِّلَا کے فاعل سے حال ہے۔ ۱۸/۲۵۲ (۱) جملہ قَبْلَهُ التَّحْرِيكُ یا تو اسمیہ ہے یا ظرفیہ۔ پہلی صورت میں اَلتَّحْرِيكُ مبتدا اور دوسری تقدیر پر ظرف کا فاعل ہوگا (۲) مُحَرَّكًا اور طَرَفًا دونوں ہمزہ کی ضمیر سے حال ہیں یا اول ہمزہ کی اور ثانی خود مُحَرَّكًا کی ضمیر سے حال ہے اور اس صورت میں اس کو حال متداخلہ کہیں گے اور طَرَفًا کو تمیز قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ طَرَفْ میں ہمزہ پر حرکت آتی ہے نہ کہ طَرَف پر (۳) فَالْبَعْضُ کی فا بھی پہلے شعر کے فَعَنْ بَعْضٍ کی طرح ہے ۱۹/۲۵۳ (۱) لَمْ يَرُمْ میں يَرُمْ لَمْ کی اور مجموعہ مَنْ کی بناء پر مجزوم ہے فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا کی طرح اور لَمْ يَرُمْ کا مفعول مقدر ہے ای اَلْهَمْزَ فِی الْاَحْوَالِ الثَّلَاثِ (۲) وَاعْتَدَّ۔ عَدَّدَ ای حَسِبَ وَاعْتَبَرَ (۳) مَحْضًا دوسرا اور سُكُوْنَهُ پہلا مفعول ہے اور ھا ہمزہ کے لیے ہے یا قاری کے لیے۔ اور اس سے جنس مراد ہے جو ہشام اور حمزہ دونوں کو شامل ہے اور وَاعْتَدَّ۔ لَمْ يَرُمْ پر معطوف ہے اور جعبری کے قول پر حال ہے (۴) اَلْحَقَّ۔ مَنْ پر معطوف ہے تاکہ اس سے دو مذہبوں کا رد ظاہر ہو جائے اور لَمْ پر معطوف نہیں کیونکہ اس صورت میں تو اس سے ایک ہی مذہب کا رد نکلے گا (۵) مَفْتُوْحًا۔ اَلْحَقَّ کا پہلا مفعول ہے اور دوسرا مقدر ہے ای بِالْمَضْمُوْمِ وَالْمَكْسُوْرِ فِیْ جَوَازِ الرَّوْمِ (۶) مُوْغِلًا ای مُبْعِدًا فِیْ شُذُوْذِهٖ اور اِیْغَال تیز رفتار اور پوری مشغولی سے چلنے کے معنی میں آتا ہے ۲۰/۲۵۴ (۱) اَنْحَاءٌ نَحْوٌ کی جمع ہے جو مقصد جانب' طریق ارادہ کے معنی میں آتا ہے اور یہ ظرف بھی ہوتا ہے اور اسم بھی اور نَحْوُ الْعَرَبِيَّةِ بھی اسی قبیل سے ہے (۲) نُحَاةٌ نَاحٍ کی جمع ہے جو نحوی کے معنی میں ہے تَامِرٌ اور لَابِنٌ کی طرح اور یہ جمع فُعَلَةٌ کے وزن پر ہے (۳) يُضِیْءُ یا تو متعدی ہے یا لازم پہلی صورت میں كُلَّمَا اسْوَدَّ اس کا مفعول ہوگا اور اس میں مَا موصوفہ ہوگا ای كُلَّ شَیْءٍ مُّسْوَدٍّ اور دوسری تقدیر پر كُلَّمَا يُضِیْءُ کا ظرف ہوگا کیونکہ اس مَا کو ظرفیہ بھی کہہ سکتے ہیں اور لفظ كُلّ بھی ظرف کی طرف مضاف ہونے سے ظرف بن جایا کرتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کی طرح ای كُلَّمَا اسْوَدَّ الْهَمْزُ عِنْدَ غَيْرِ النُّحَاةِ اَضَاءَ عِنْدَهُمْ اور يُضِیْءُ سَنَاهُ کو جَدَّ جَدُّهٗ کے قبیل سے بھی کہہ سکتے ہیں (۳) سَنَا بمعنی نور سے ظہور اور سواد (سیاہی) سے خفاء (چھپنا) مراد ہے (۴) اَلْيَلُ۔ لَيْلٌ سے ہے جو سخت اندھیری رات کے معنی دیتا ہے اور اَيْوَمُ نہایت روشن دن کو کہتے ہیں اور مبالغہ کی بناء پر لَيْلٌ اَلْيَلُ اور يَوْمٌ اَيْوَمُ بولتے ہیں شِعْرٌ شَاعِرٌ کی طرح (۵) یہاں اَنْحَاء اور نُحَاة میں تجنیس اور يُضِیْءُ اور اِسْوَدَّ میں اطباق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ

بارہواں باب اظہار اور ادغام (صغیر) کے بیان میں

(اس میں چار شعر ہیں)

شرح: ادغام صغیر اور کبیر کی تعریف تیسرے باب کے شروع میں معلوم ہو چکی ہے۔ تیسیر میں یہ عنوان اس طرح ہے۔ بَابُ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ لِلْحُرُوْفِ السَّوَاكِنِ یہ زیادتی نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ادغام صغیر مراد ہے اور یہاں سے باب الامالہ تک اسی باب کا سلسلہ ہے اور وہ کلیہ جو پورے باب کو شامل ہے یہ ہے کہ اس میں اس ساکن کے ادغام کا بیان ہے جس کے بعد حرکت والا حرف ہو اور مخرج یا صفات میں پہلے حرف سے قریب ہو یا اس کا ہم مخرج ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) کلی جو ایک کلمہ کے آخری حرف کا بہت سے کلمات کے شروع کے حروف میں ہر جگہ ہو اور یہ اِذْ۔ قَدْ۔ تانیث کی تا ھَلْ اور بَلْ کے لام ان پانچ حروف کا ادغام ہے جو اختلافی بھی ہے اور اتفاقی بھی اور ثانی کا بیان بَابُ اِتِّفَاقِهِمْ میں آئے گا جو تیرھواں باب ہے (۲) بعض حروف کا جزئی جو ایک یا دو ہی کلمات میں ہوا ہے اور بعض کا کلی جو ہر جگہ ہوتا ہے اس کا ذکر بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا میں آئے گا جو چودھواں باب ہے (۳) نون ساکن اور تنوین کا ادغام ان کا علیحدہ بیان کرنا اس بناء پر ہے کہ ان میں ادغام کے علاوہ اخفاء اور اقلاب بھی ہے ان کا بیان بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ میں آئے گا جو پندرھواں باب ہے۔ اس سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد سولھواں باب باب الامالہ چلے گا۔

۱/۲۵۵ سَاَذْكُرُ اَلْفَاظًا تَلِيْهَا حُرُوْفُهَا (ص) ۔۔۔ بِالْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تُرْوٰى وَتُجْتَلَا

ترجمہ: میں ابھی (چار اشعار کے بعد) ایسے کلمات اِذْ۔ قَدْ اور خود تانیث کی تا۔ ھَلْ اور بَلْ کے لام) کو بیان کروں گا جن کے بعد ان (کلمات) کے (وہ) حروف آئیں گے (جن میں ان کلمات کے آخری حروف کا ادغام ہوگا) نیز وہ (کلمات) ایسے ہیں جو اظہار اور ادغام (دونوں) سے روایت کیے جاتے ہیں اور (کتابوں میں بھی دونوں طرح) دیکھے جاتے ہیں۔

۲/۲۵۶ فَدُوْنَكَ اِذْ فِىْ بَيْتِهَا وَحُرُوْفُهَا (ص) ۔۔۔ وَمَا بَعْدُ بِالتَّقْيِيْدِ قُدْهُ مُذَلَّلَا

ترجمہ: پس تو اِذْ کو اور اس کے (مدغم فیہ) حروف کو اس (اِذْ) کے شعر میں لے لے (یعنی اِذْ اور اس کے وہ حروف جن میں اس کا ادغام ہوگا دونوں کو ایک ہی شعر میں لاؤں گا اور قَدْ اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ میں بھی ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کریں گے جیسا کہ اس کے بعد تیسرے شعر میں بتایا ہے) اور (اظہار یا ادغام کا) جو (حکم اس کے) بعد (والے شعر) میں ہو اس (حکم) کو (دیباچہ کی گذشتہ اور آئندہ شعر میں آنے والی) قید (اصطلاح) کے ذریعہ (اپنی طرف) کھینچ لے (اور سمجھ میں بٹھالے) حالانکہ وہ (حکم) آسان کیا ہوا ہے (یعنی ایک اصطلاح تو دیباچہ میں بیان ہو چکی ہے کہ اظہار کی ضد ادغام اور ادغام کی ضد اظہار ہے اور دوسری اصطلاح آئندہ شعر میں بتائیں گے دونوں کے ملانے اور ان پر عمل کرنے سے مطلب آسانی سے سمجھ میں آجائے گا اور کوئی اشکال نہیں رہے گا۔)

ایک نئی اصطلاح کا بیان

(ص) ۳/۲۵۷ سَأُسْمِي وَبَعْدَ الْوَاوِ تَسْمُو حُرُوفُ مَنْ   تَسَمَّى عَلَى سِيمَا تَرُوقُ مُقَبَّلَا

ترجمہ: (جن قراء کے لیے بعض حروف سے پہلے اظہار اور بعض میں ادغام ہے جس جگہ ان کے ناموں کے بجائے رمز استعمال کروں گا وہاں یہ دستور رکھوں گا کہ) میں (پہلے قراء کو ان کی رمز کے ذریعہ) بیان کروں گا (پھر واؤ فاصل لاؤں گا تاکہ اس کے ذریعہ قراء کی رموز اور ادغام کے حروف میں جدائی ہو جائے) اور (اس) واو کے بعد اس (قاری) کے حروف بلند ہوں گے (یعنی واو فاصل لے آنے اور بیان کر دینے کے سبب خوب ظاہر ہو جائیں گے اور ان میں شبہ نہیں رہے گا) جس نے (میرے اس بیان میں) نام پایا ہے (یعنی جس کے لیے میں نے رمز استعمال کی ہے یہ حروف اسی ایک یا کئی قراء کے مدغم فیہ ہوں گے اور میں اس نام کو ایسی علامت اور) ایسے طریق پر (لاؤں گا) جو بوسہ دینے کی جگہ کے (یا دانتوں کے یا منہ کے) اعتبار سے (یعنی عبارت کے لحاظ سے) عمدہ اور صاف (اور عجیب) ہوگا۔ (گویا یہ تمہاری وہ دلہن ہے جس سے تم نے رغبت اور شوق کے ساتھ نسبت کی ہے۔ اس لیے اس سے تم کو ہر قسم کی راحت ملے گی اور یہ سب عمدہ معنی والے استعارات ہیں جن کے الفاظ بھی مناسب اور ہم جنس ہیں اور مقصود یہ ہے کہ گو ہمیں یہاں ایک واو فاصل مزید کے اختیار کرنے کی ضرورت پڑ گئی ہے لیکن اس پر بھی ہم اس باب میں قراء کے اختلاف کو نہایت خوبی سے بیان کریں گے۔ پس یہ خیال نہ کرنا کہ اس نئی اصطلاح کے سبب مطلب کے واضح ہونے میں کوئی کمی رہ جائے گی)

(ص) ۴/۲۵۸ وَفِي دَالِ قَدْ أَيْضًا وَتَاءِ مُؤَنَّثٍ   وَفِي هَلْ وَبَلْ فَاحْتَلْ بِذِهْنِكَ أَحْيَلَا

ترجمہ: اور (میں اپنی اسی پہلی اصطلاح کی طرف) لوٹنے والا بن کر قَدْ کے دال اور تانیث کی تا اور هَلْ اور بَلْ (کے لام) میں بھی (ایسا ہی کروں گا یعنی ان میں بھی وہی طریق استعمال کروں گا جو میں نے ابھی اِذْ میں بتایا ہے کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر میں تو ان کو اور ان کے حروف کو لاؤں گا اور دوسرے شعر میں ان کا حکم بتاؤں گا۔ جب میں نے اپنی اصطلاح وضاحت کے ساتھ بتا دی ہے) تو تو (مقصد سمجھنے کے لیے) اپنی سمجھ کے ذریعہ حیلہ (اور تدبیر) کر حالانکہ تو بہت حیلہ کرنے والا (اور سچا حیلہ کرنے والا نہایت ذہین) ہے۔

شرح: (۱) وعدہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں چند کلمات اِذْ۔ قَدْ تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کو بیان کریں گے جن میں روایات اور کتب سے اظہار اور ادغام دونوں ثابت ہیں (۲) اور ان میں بیان کی ترتیب یہ رہے گی کہ ان میں سے جس کا بیان شروع ہوگا۔ پہلے شعر میں تو اس لفظ (مثلاً اِذْ) اور اس کے ان تمام حروف کو لے آئیں گے جن میں اس کا ادغام ہوتا ہے اور وہ سب حروف کلمات کے شروع شروع سے لیے جائیں گے یعنی ہر کلمہ کے پہلے حرف کو شمار کریں گے مثلاً اِذْ کا ادغام چھ حرفوں میں ہوتا ہے تو ان کو بتانے کے لیے اِذْ کے بعد چھ کلمہ لے آئیں گے پھر واؤ فاصل لائیں گے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہاں ادغام کے حرف ختم ہو گئے ہیں پھر اس کا حکم ان قراء کے لیے بتائیں گے جن کے لیے سب حروف میں اظہار یا سب میں ادغام ہے چنانچہ اِذْ۔ قَدْ تانیث کی تا میں تو ان کو بیان کیا ہے جن کے لیے سب میں اظہار ہے اور ھَلْ اور بَلْ میں ان کسائی کو بیان کیا ہے جن کے لیے سب میں ادغام ہے۔ اور ان ایک حکم والوں کے لیے تو ناموں کے بجائے رمز لانے کی صورت میں بھی کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جب ان کے لیے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے تو اب جو حروف اظہار یا ادغام کے بعد آئیں گے وہ قراء کی رموز ہی کے ہوں گے ادغام کے حروف نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو پہلے آہی چکے ہیں ان کے دوبارہ لانے کی کیا ضرورت ہے (مثال ذکر اِذْ وَ قَدْ و تاء تانیث و ھَلْ و بَلْ چاروں کے شعر ۲ میں دیکھو) پھر سب میں اظہار یا سب میں ادغام والوں اور فرق کرنے والوں میں جدائی کے لیے واو فاصل لائیں گے اور مثالیں انہیں اشعار میں دیکھو (۳) پھر دوسری مرتبہ ان قراء کو بیان کریں گے جن کے لیے بعض حروف میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے اور ان کے نام دو طرح آئیں گے۔ اول یہ کہ قاری کا نام آئے نہ کہ رمز اس صورت میں بھی کوئی شبہ نہیں ہوتا اس لیے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ناظم نے پورے قصیدہ میں یہ دستور رکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں قاری کا نام لے آتے ہیں تو پھر اس حکم کے ختم ہونے تک رمز بالکل نہیں لاتے۔ نہ اس قاری کی نہ کسی اور کی پس یہاں جو حرف نام کے بعد آئے گا وہ ادغام ہی کا ہوگا۔ رمز کا نہیں ہو سکتا۔ جیسے وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضُرَّ ظَمْاٰنُ ذکر قَدْ (۲) یعنی ورش نے قَدْ کی دال کا ضاد اور ظا ہی میں ادغام کیا ہے پس یہ دونوں حروف قراء کی رمزیں نہیں ہیں۔ دوم یہ کہ نام کے بجائے رمز آئے اس صورت میں چونکہ دو قسم کے حروف جمع ہو جاتے ہیں ایک رمز کا اور دوسرے ادغام کے وہ حروف جن میں اس رمز والے کے لیے ادغام یا اظہار ہے اس لیے یہاں یہ شبہ رہتا کہ ان میں سے کون سا حرف قاری کی رمز ہے اور کون سے حروف ادغام کے ہیں پس اس شبہ کو دور کرنے کے لیے ایک واو فاصل اور مقامات سے زیادہ استعمال کیا ہے جس کو رمز کے بعد لاتے ہیں پس واو کے آنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واو سے پہلا حرف قاری کی رمز تھا اور اس کے بعد والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف ادغام کے ہیں جن میں اس نے ادغام یا اظہار کیا ہے جیسے وَاَظْهَرَ رَيَّا قَوْلِهٖ وَاصِفُ جَلَا اس میں را کسائی کی اور قاف خلاد کی رمز ہے اور واو فاصل ہے اور جیم اظہار کا حرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ خلاد اور کسائی کے لیے اِذْ کے ذال کا صرف جیم سے پہلے اظہار ہے اور باقی پانچ میں ادغام ہے اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں اب غور کیجئے کہ اگر یہاں یہ واو نہ ہوتا تو شبہ پیدا ہوتا یا نہیں غرض یہ کہ جن قراء کے لیے بعض حروف میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے جب ان کے ناموں کے بجائے رمز لائیں گے تو وہاں دو واو فاصل آئیں گے جن میں سے پہلا قاری کی رمز اور اس کے ادغام کے حروف میں جدائی کرنے کے لیے ہوگا اور دوسرا وہ ہوگا جو مسئلہ کے ختم پر ہر جگہ آیا کرتا ہے جس کا ذکر دیباچہ کے شعر ۴۶ و ۴۷ میں آچکا ہے رہے باقی قراء سو ان کے لیے سب حروف میں ادغام یا سب میں اظہار ہوگا جو ضد سے سمجھا جائے گا۔ یعنی اگر اولاً سب میں اظہار والوں کو بیان کیا تھا جیسا کہ اِذْ۔ قَدْ اور تانیث کی تا کے بیان میں ہے تو ان باقین کے لیے سب میں ادغام ہوگا اور اگر اولاً سب میں ادغام والوں کو بیان کیا تھا جیسا کہ هَلْ و بَلْ کے شعر نمبر ۲ میں ہے تو باقین کے لیے سب حروف سے پہلے اظہار ہوگا خلاصہ یہ کہ ان بابوں میں قراء کی تین صورتیں ہو جائیں گی (۱) وہ جن کے لیے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے (۲) وہ جن کے لیے بعض میں ادغام اور بعض سے پہلے اظہار ہے۔ (۳) باقین جن کے لیے پہلے والے حکم کی ضد سے سب میں اظہار یا سب میں ادغام ہے لیکن ان کو بیان نہیں کریں گے ضد سے سمجھے جائیں گے خوب سمجھ لو۔ (۴) اور یہ نئی اصطلاح صرف اِذْ میں نہیں بلکہ قَدْ اور تانیث کی تا اور هَلْ اور بَلْ کے لام میں بھی برتی جائے گی اور غور کرنے کا شوق دلانے کے لیے آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ تم اپنی ذہانت کے ذریعہ مطلب سمجھنے کی کوشش کرنا کیونکہ تم تو بڑے مدبر اور سمجھدار ہو۔

فائدہ: ابو شامہ فرماتے ہیں چونکہ یہ چاروں اشعار ان اصطلاحات کے بیان کے لیے کافی نہیں تھے جو ناظم نے اس باب میں استعمال کی ہیں اس لیے میں نے ان کے بجائے دوسرے چار شعر لکھے ہیں جو اس مقصد کے لیے کافی اور وافی ہیں۔ انتہی۔ احقر نے ان اشعار کو رسالہ تغیرات میں جمع کیا ہے۔

تنبیہہ: قراء کی رموز اور ادغام کے حروف میں فرق ظاہر کرنے کے لیے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ رموز کو تو صرف قوسین میں لکھ دیا ہے۔ اور ان کے نیچے حروف نہیں لکھے اور ادغام کے حروف قوسین میں بھی ہیں اور ان کے نیچے حروف بھی بنا دیئے ہیں۔

النحو و العربیہ: ۲۵۵/۱ (۱) حُرُوْفُهَا کی تقدیر حُرُوْفُ كَلِمَاتِهَا یا كَلِمَاتُ حُرُوْفِهَا ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بنا پر ہے (۲) بِالْاِظْهَارِ یا تو تُرْوٰی کے متعلق ہے یا اس کی ضمیر سے حال ہے اور تُرْوٰی۔ اَلْفَاظًا کی دوسری صفت ہے۔ ۲۵۶/۲ (۱) فَدُوْنَكَ کی فا جعبری کی رائے پر زائد اور علی قاریؒ کی تحقیق پر فصیحہ ہے (۲) دُوْنَكَ اسم فعل ہے جو اَلْزِمْ یا خُذْ کے معنی میں ہے۔ (۳) بَيْنَهَا میں اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے (۴) وَمَا بَعْدُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصول مع صلہ یا تو اِذْ پر معطوف ہے یعنی اِذْ والے شعر کے بعد والے شعر کی رموز کو بھی لے لے یا یہ مبتدا ہے اور بِالتَّقْيِيْدِ قُدُهُ الخ خبر ہے ای مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّهٖ قُدُهٗ (۵) بِالتَّقْيِيْدِ ای بِالضَّبْطِ اور اس میں الف لام عہدی ہے جس سے یا تو آئندہ شعر میں آنے والی اصطلاح مراد ہے جو سَا سُمِیَ الخ میں ہے یا وہ جو اضداد کے بیان میں گذر چکی ہے یا دونوں مراد ہیں (٦) مُذَلَّلًا ای مُسَهَّلًا چنانچہ بَعِیْرٌ مُّذَلَّلٌ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی ناک میں نکیل ڈال دیتے ہیں تاکہ ہانکنے والے کے تابع رہے ۲۵۷/۳ (۱) سَا سُمِّیَ ای سَاذْكُرُ اور اس کا مفعول مقدر ہے ای قُرَّآءَهٗ (۲) تَسْمُوْ سُمُوٌّ سے ہے جو بلند ہونے کے معنی میں ہے اور اس سے کنایہ کے طور پر ظہور مراد ہے۔ (۳) تَسَمّٰی قَبْلَ التَّسْمِيَةِ (۴) عَلٰی علی قاری رحمتہ اللہ کی رائے پر تو تَسَمّٰی کے متعلق ہے یعنی اس رمز کے ذریعہ اس قاری نے عمدہ علامت اور طریق پر نام قبول کر لیا ہے اور ظاہر ہو گیا ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اَذْكُرُ مقدر کے متعلق ہے اور ترجمہ میں اسی کو لیا ہے (۵) سِيْمَا علامت اور طریق کے معنی میں ہے اور یہ شعلہ کی رائے پر ممدود ہے جو مشہور کے خلاف ہے۔ (٦) تَرُوْقُ ای تَصْفُوْ وَتَعْجَبُ (۷) مُقْبَلًا اسم ظرف کے معنی میں ہے اور یہ یا تو تَرُوْقُ کے فاعل سے حال ہے یا تمیز ہے اور اس سے کنایہ کے طور پر عبادت مراد ہے اور علاقہ یہ ہے کہ اس میں محل بول کر حال مراد لیا ہے۔ ۲۵۸/۴ (۱) وَفِیْ دَالِ قَدْ کی تقدیر وَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ فِیْ دَالِ قَدْ ہے (۲) اَيْضًا۔ اَيْضًا (رَاجِعًا) کے معنی میں ہو کر اَفْعَلُ مقدر کی ضمیر سے حال ہے (۳) وَتَاءِ مُؤَنَّثٍ اور اس کے مابعد دال قد پر معطوف ہیں۔ جعبری کی رائے پر ان میں سے بعض میں جار محذوف ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر بعض میں جار کا اعادہ ہے پس محذوف ماننے کی حاجت نہیں (۴) فَاحْتَلْ یا تو حِيْلَةٌ سے ہے یا حَوَالَةٌ سے یعنی تو تدبیر کر یا حوالہ قبول کر (۵) ذِہْنٌ ای فَهْمٌ (٦) اَحْيَلَا اطلاقی الف سے یا تو صفت مشبہ ہے ای صَادِقُ الْحِيْلَةِ یا اسم تفضیل ہے۔

ذِكْرُ ذَالِ اِذْ

یہ اِذْ کی ذال کا بیان ہے۔

(اس میں تین شعر ہیں)

۱/۲۵۹ نَعَمْ اِذْ تَمَشَّتْ زَيْنَبٌ صَالَ دَلُّهَا ۔۔۔ سَمِیَّ جَمَالٍ وَّاصِلًا مَّنْ تَوَصَّلَا

ت ز ص د س ج

ترجمہ: (گویا کسی نے سوال کیا کہ آپ نے جو الفاظ اور حروف کے بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا کیا آپ اسے پورا کریں گے اس کے جواب میں فرمایا) ہاں (ابھی پورا کرتا ہوں۔ لو وہ حروف یہ ہیں جو تَمَشَّتْ سے جَمَالٍ تک کے چھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلموں کے شروع شروع میں آ رہے ہیں اور وَاصِلاً کا واو فاصل ہے اور ان کلمات کے معنی یہ ہیں کہ) جب زینب (نام محبوبہ) چلی (جو جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت ہے) تو اس کے ناز نے (یعنی خود زینب نے اپنے عاشقوں پر) حملہ کیا (اور اپنی ملاقات کا مشتاق بنا دیا اور حملہ کی نسبت زینب کے بجائے ناز کی طرف اس لیے کی ہے کہ اول تو زینب کی تعظیم مانع تھی اور دوسرے یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ ناز کی کثرت ظاہر ہو جائے) حالانکہ وہ (ناز) بلند حسن والا ہے نیز اس حال میں کہ وہ (ناز) اس (عاشق) کو ملا دینے والا (اور وصال کرا دینے والا) ہے جو (اس محبوبہ سے) ملنے کا ارادہ کرے (اور اس کی موافقت اور اطاعت کرے یعنی یہ ناز عاشق کے دل میں خوب گہرا اثر کرتا ہے جس سے وہ عشق کی راہ کی ہر مصیبت و محنت کو برداشت کرنے کے لیے مستعد رہتا ہے اور کسی حالت میں بھی عشق کی منزل سے منہ نہیں موڑتا حتی کہ ایک دن اس کو محبوبہ کا وصل میسر آہی جاتا ہے اور جب مجازی عشق بھی ہر طرح کی تکلیف جھیلنے کے لیے باہمت بنا دیتا ہے تو پھر حقیقی عشق تو اس سے کہیں بلند ہے۔ اس میں یہ بات کیوں نہ ہو۔

عشق آں شعلہ است کہ اوچوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

اور اس سے نکل آیا کہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی خواہش کے خلاف چلتا ہے وہ اس کے وصل سے محروم رہتا ہے پس عشق کی راہ میں استقامت اور پختگی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو فرمانبرداری میں ترقی کرتا چلا جائے اور نافرمانی سے ہروقت ڈرتا رہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

۲۶۰ فَاَظْهَارُهَا اَجْرٰى دَوَامَ نَسِيْمِهَا ۔۔۔ وَاَظْهَرَ رِيًّا قَوْلِهٖ وَاصِفٌ جَلَا
(د ن ۔ د ق ر ۔ ج)

ترجمہ: (یعنی نافع، ابن کثیر عاصم کے لیے چھیوں حرفوں سے پہلے اِذْ کی ذال کا اظہار ہے اور وَاَظْهَرَ کا واو فاصل ہے اور کسائی اور خلاد کے لیے صرف جیم سے پہلے اظہار ہے اور باقی پانچ میں ادغام ہے اور وَاصِفٌ کا واو فاصل ہے اور جو معنی اشارۃً نکلتے ہیں وہ یہ ہیں) پس اس (زینب) کے (احوال کے) اظہار نے اس (محبوبہ) کی ہمیشہ رہنے والی عمدہ اور نرم ہوا (عجیب و نفیس اثر) کو جاری کر دیا ہے (یعنی اس کے اوصاف سن کر عشاق کے دلوں میں نہایت مضبوط اور پائیدار اثر ہوا جس سے وہ ہمیشہ کے لیے اس کے فدائی اور شیدائی بن گئے اور ان اوصاف کے پیش نظر عشق کی راہ کی ہر منزل میں آرام ہی آرام نظر آنے لگا) اور اس تعریف کرنے والے نے اپنے کلام کی عمدہ خوشبو کو ظاہر کر دیا۔ جس نے (اپنے بیان کے ذریعہ اس کے اوصاف کو) واضح کر دیا ہے (یعنی محبوبہ کے اوصاف بیان کرنے سے تعریف کرنے والے کا کلام بھی خوشگوار اور مزیدار بن گیا ہے اور تانیث کی دونوں ضمیریں ظاہر میں زینب کے لیے اور مراد کے لحاظ سے اِذْ کی ذال کے لیے ہیں۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۱ وَاَدْغَمَ ضَنْکًا وَّاصِلٌ تُوْمَ دُرِّہٖ وَاَدْغَمَ مَوْلًی وُّجْدُہٗ دَائِمٌ وِّلَا

ترجمہ: (یعنی خلف کے لیے اِذْ کے ذال کا صرف تا اور دال میں ادغام ہے اور باقی چار سے پہلے اظہار ہے اور وَاصِلٌ کا واو فاصل ہے اور ابن ذکوان کے لیے صرف دال میں ادغام ہے اور وُجْدُہٗ اور وِلَا کا واو فاصل ہے اور اظہار کی ضد سے نکل آیا کہ باقی ڈیڑھ ابو عمرو اور ہشام کے لیے چھئوں حرفوں میں ادغام ہے اور جس معنی کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں) اور اپنے موتی جیسے چاندی کے دانوں کو ملانے والے (اور پرونے والے یعنی لگاتار اور ہمیشہ حقیقی محبوب کی تعریف کرنے والے مبتدی) نے (اپنے دل کی) تنگی (عشق کی تکلیف) کو چھپا لیا (اور نااہلوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اس اندیشہ سے کہ کہیں عشق سے روکنے نہ لگ جائیں یا مذاق اڑانا شروع کر دیں اور اس سے میری مشغولی میں فرق آجائے) اور اس غلام (کامل عاشق) نے بھی (اپنی کامیابی کو) چھپا لیا جس کی دولت مندی لگاتار اور پے درپے ہونے کے لحاظ سے ہمیشہ رہنے والی ہے (یعنی ہر وقت محبوب کے وصل سے کامیاب اور لگاتار تجلیات سے مالا مال ہے اس نے بھی مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے بھید اور خاص حالات نااہلوں سے بیان کرے۔)

شرح: یعنی تَجْذَرُ سَصٌ کے چھ حروف سے پہلے اِذْ کی ذال کے اظہار اور ادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف اِذْ کے بعد سینتالیس جگہ آئے ہیں۔ (۱) تا انیس جگہ آئی ہے جیسے اِذْ تَبَرَّاَ (۲) جیم انیس جگہ جیسے وَاِذْ جَّعَلْنَا (۳) دال چار جگہ اِذْ دَّخَلُوْا تین جگہ (حجر ع ۴ و صٓ و ذٰرِیٰت ع ۲) اور اِذْ دَّخَلْتَ (کہف ع ۵) میں (۴) زا دو جگہ وَاِذْ زَّیَّنَ (انفال ع ۶) اور وَاِذْ زَّاغَتِ (احزاب ع ۲) (۵) سین دو جگہ اِذْ سَّمِعْتُمُوْہُ (نور ع ۲ میں دو جگہ) (۶) صاد ایک جگہ وَاِذْ صَّرَفْنَا (احقاف ع ۴) اور خلاصہ یہ ہے کہ نافع، ابن کثیر، عاصم کے لیے چھئوں حرفوں سے پہلے ہر جگہ ذال کا اظہار ہے اور خلاد اور کسائی کے لیے صرف جیم سے پہلے اظہار اور باقی پانچ میں ادغام ہے اور خلف کے لیے تا اور دال میں ادغام اور باقی چار میں اظہار ہے اور ابن ذکوان کے لیے دال میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے اور ابو عمرو و ہشام کے لیے چھ کے چھ میں ہر جگہ ادغام ہے۔

فائدہ: ان تمام بابوں میں اظہار اصل ہے اور ادغام کی وجہ تخفیف ہے اس بناء پر کہ ان حروف کا مخرج ذال سے قریب ہے اور بعض میں ادغام اور بعض میں اظہار دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے ہے اور خلاد و کسائی کے لیے صرف جیم میں اظہار اس لیے ہے کہ اس کا مخرج ذال کے مخرج سے قدرے دور ہے۔

النحو و العربیہ: ۲۵۹/۱ (۱) نَعَمْ سوال مقدر اَتُنْجِزُ وَعْدَکَ الَّذِیْ وَعَدْتَّ کا جواب ہے (۲) اِذْ صَالَ کا مفعول فیہ ہے جو اِسْتَطَالَ اور وَثَبَ کے معنی میں ہے (۳) زَیْنَبُ ضرورت کی بناء پر غیر منصرف ہے (۴) دَلّ (اور دَلَال) ناز اور کرشمہ کے معنی میں ہے (۵) سَمِیَّ جَمَالٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ای ذَاحُسْنٍ رَفِیْعٍ اور سَمِیَّ اور وَاصِلًا دونوں فاعل (دَلّ) سے حال ہیں اور ثانی کو حال متداخلہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ (۶) مَنْ مع صلہ وَاصِلًا کا مفعول ہے۔ ۲۶۰/۲ (۱) اَجْرٰی کی ضمیر اظہار کے لیے ہے (۲) دَوَامَ نَسِیْمِهَا کی تقدیر نَسِیْمُهَا الدَّائِمَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (۳) رَیًّا مقصور عمدہ خوشبو کے معنیٰ میں ہے۔ (۴) قَوْلِهٖ کی ھَا وَاصِفٌ کے لیے ہے جو اَظْهَرَ کا فاعل ہونے کے سبب رَیًّا (مفعول) پر رتبۃً" مقدم ہے۔ (۵) وَاصِفٌ لغت میں صفات بیان کرنے والے کے معنی میں ہے۔ عام ہے کہ وہ صفات تعریف کے قبیل سے ہوں خواہ برائیوں کی قسم سے لیکن استعمال میں اکثر جگہ تعریف ہی والی صفات بیان کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ (۶) جَلَا ای کَشَفَ وَاصِفٌ کی صفت ہے۔ ۲۶۱/۳ (۱) ضَنْکًا تنگی (۲) تُوْمَ تُوْمَۃٌ کی جمع ہے جو چاندی کے اس دانہ کے معنی میں ہے جو موتی کی طرح گول بنا ہوا ہو اور اس کی اضافت دُرّ کی طرف یا تو تشبیہ کی بناء پر ہے یعنی یہ دانے صفائی میں موتیوں جیسے ہیں پس یہ اضافت بیانیہ ہوگی یا شرکت و مصاحبت کی بناء پر ہے یعنی چونکہ لڑی میں چاندی کے دانوں کے ساتھ موتی بھی ہوتے ہیں اس لیے موتی کے دانے کہہ دیا یعنی موتی کے ساتھ رہنے والے اور تُوْمُ دُرِّہٖ سے مراد تعریف ہے جو دانوں اور موتیوں کی طرح ہے۔ (۳) دوسرے وَاَدْغَمَ کا مفعول مقدر ہے ای حَالَہٗ اَوْحُبَّہٗ (۴) وُجْدَ غِنًی اس میں روایتہ" واو کا ضمہ ہے اور قراءۃ" کسرہ بھی ہے چنانچہ طلاق ع ا میں روح کی قراءۃ وِجْدِکُمْ ہے اور لغتہ" فتحہ بھی جائز ہے۔ (۵) وِلاً میں وقفا" قصر ہے نہ کہ جعبری کی رائے کے موافق ضرورۃ" اور یہ تمیز ہے جو فاعل سے محول ہے یا وُجْدُہٗ کی دوسری خبر ہے ای ھُوَ ذُوْوِلًا اور یہ معنی ظاہر تر ہیں اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اگر واو کا فتحہ پڑھا جائے تو یہ محبت کے معنی میں ہو کر اَدْغَمَ کا مفعول ہو جائے گا اور پہلے اَدْغَمَ کی طرح اس کا مفعول بھی مذکور ہو جائے گا۔

ذِکْرُ دَالِ قَدْ

یہ قَدْ کی دال کا بیان ہے

(اس میں چار شعر ہیں)

۲۶۲ وَقَدْ سَحَبَتْ ذَیْلًا ضَفَاظَلَّ زَرْنَبٌ ‏ جَلَتْهُ صَبَاهُ شَائِقًا وَّمُعَلِّلَا
س ذ ض ظ ز ج ص ش و

ترجمہ: (یعنی ان آٹھ حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے جو سَحَبَتْ سے شَائِقًا تک کے آٹھ کلمات کے شروع میں ہیں اور وَ مُعَلِّلًا کا واو فاصل ہے اِذْ کے باب کی طرح اس باب میں بھی زینب کے اوصاف بیان کر کے فرمانبرداری کا شوق دلایا ہے اور نافرمانی سے نفرت پیدا کرائی ہے پس معنی یہ ہیں) اور اس (زینب) نے (چلتے وقت) اس دامن کو کھینچا جو دراز ہو گیا ہے (یعنی ناز و خرام سے دراز دامن کو کھینچتی ہوئی چلتی تھے) وہ زرنب (عمدہ خوشبو دار بوٹی یا سونٹھ) جس کو اس دامن کی شرقی (اور کعبہ کی طرف سے چلنے والی) ہوا نے ظاہر کیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی وہ بوٹی اس دامن کی ہوا کے فیض ہی سے پیدا ہوئی تھی) ہمیشہ (عاشق کو) مشتاق بنانے والی اور سیراب کر دینے والی (یا دوسرے محبوبوں سے غافل کرنے والی اور اسی محبوبہ کی یاد میں لگا دینے والی) رہی۔ (یعنی چونکہ زرنب محبوبہ کے دامن کے فیض سے پیدا ہوئی ہے اور اس میں دامن کا اثر موجود ہے۔ اس لیے یہ عاشق جس وقت بھی زرنب کی خوشبو سونگھتا ہے اسی وقت یہ خوشبو اس محبوبہ کو یاد دلا کر اس کے وصل کا پہلے سے زیادہ مشتاق بنا دیتی ہے اور اسی اثر کے سبب عاشق کو ایک طرح کی تسکین بھی دیتی ہے یا اس کی توجہ کو اوروں کی طرف سے ہٹا کر ہمہ تن اسی کا بنا دیتی ہے۔)

۲/۲۶۲ فَاَظْهَرَهَا نَجْمٌ بَدَا دَلَّ وَاضِحًا　　وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ضَرَّ ظَمْاٰنَ وَامْتَلَا

ن ا ب د و　　ض ظ و

ترجمہ: (یعنی عاصم، قالون، ابن کثیر کے لیے ان آٹھوں حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کا اظہار ہے اور وَاضِحًا اور وَاَدْغَمَ کا واؤ فاصل ہے) اور ورش کے لیے ضَظْ کے دو میں ادغام اور جَذْ۔ ذَسْ۔ شَصْ کے چھ سے پہلے اظہار ہے۔ اور وَامْتَلَا کا واو فاصل ہے) اور اس (زینب کے حسن) کو اس ستارہ (عالم) نے ظاہر کر دیا جو (اس کے آنے سے پہلے) ظاہر (طلوع) ہوا تھا اس (ستارہ) نے (زینب کے آنے کی) خبر دی ہے حالانکہ وہ (ستارہ) واضح (اور ظاہر) ہے (یعنی اس کے آنے سے پہلے جو ستارہ طلوع ہوا چونکہ وہ نہایت روشن تھا اس لیے اس کی روشنی نے زینب کے حسن کا پتہ دیدیا گویا یہ بتا دیا کہ جب اس کے فیض سے روشن ہونے کے سبب مجھ میں اتنا حسن ہے تو خود اس محبوبہ کا حسن کس پیمانہ کا ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ اللہ کے عارف عالم نے جنت کی عورتوں کے اوصاف بیان کر کے سننے والوں کو آخرت کے درست کرنے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کرنے کا مشتاق بنا دیا) اور (شراب کے پیالہ کے) حاصل کرنے نے (محبوبہ کے دیدار کے) پیاسے عاشق کی تکلیف کو چھپا لیا (سو اس نے اس شراب کو پی لیا) اور وہ سیراب ہو گیا۔ (یعنی محبوبہ کے اوصاف (جو شراب کے مانند ہیں) سن کر عاشق کو تسکین حاصل ہو گئی)

۳/۲۶۲ وَاَدْغَمَ مُرْوٍ وَّاكِفٌ ضَيْرَ ذَابِلٍ　　زَوٰى ظِلَّهٗ وَغْرٌ تَسَدَّاهُ كَلْكَلَا

ض ذ　　ز ظ و

ترجمہ: (یعنی ابن ذکوان کے لیے قَدْ کے دال کا ضاد، ذال، زا، ظا ان چار حرفوں میں ادغام ہے لیکن وَلَقَدْ زَيَّنَّا ملک میں ادغام اور اظہار دونوں ہیں جیسا کہ آئندہ شعر میں آ رہا ہے اور باقی چار جیم، سین، شین، صاد میں صرف اظہار ہے۔ اور وَاكِفٌ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں فاصل ہے اور وَغْرٌ کا واو بھی فاصل ہے جو مسئلہ کا خاتمہ بتانے کے لیے ہے اور جو معنی اشارۃ" نکلتے ہیں وہ یہ ہیں) اور اس سیراب کرنے والے (انعامات اور بخششوں کے اعتبار سے) بہنے والے نے (یعنی جس کے انعامات نہایت عام ہیں) اس دبلے (عاشق) کے نقصان (اور اس کی تکلیف) کو چھپا لیا جس کے سایہ کو (دل کی) ان سخت سوزشوں (اور حرارتوں) نے جمع کر لیا (اور سمیٹ لیا) ہے جو اس (دبلے عاشق) پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی اس کے) سینہ پر بلند ہو گئی (اور چھا گئی) ہیں (یعنی دل کی سوزشوں نے عاشق کو ایسا لاغر بنا دیا ہے کہ جس سے اس کا سایہ بھی سمٹ سمٹا کر ختم ہو گیا یا سایہ سے مراد خیال ہے اور اب زوٰی ظِلّہٗ کے معنی یہ ہوں گے کہ دل کی سوزشوں نے عاشق کے خیال کو جمع کر دیا اور صرف محبوبہ کی طرف متوجہ کر دیا ہے جس سے وہ سب کو چھوڑ کر اسی کا ہو گیا ہے اور پورے شعر کا مطلب یہ ہوا کہ پے در پے سیراب کرنے والے وصل نے اس لاغر عاشق کی تکلیف کو دور کر دیا جس کا سایہ بھی لاغری کے باعث باقی نہیں رہا تھا یا جو محبوبہ کے خیال میں اپنی ضروری حاجتوں سے بھی بے خبر ہو گیا تھا اور اس بناء پر اس کی کمزوری اور بھی بڑھتی جا رہی تھی۔)

۲۶۵ وَفِی حَرْفِ زَیَّنَّا خِلَافٌ وَمُظْهِرٌ هِشَامٌ بِصَادٍ حَرْفَهُ مُتَحَمِّلَا

ترجمہ: اور (وَلَقَدْ) زَیَّنَّا (ملک ع ۱) کے کلمہ میں (انہیں ابن ذکوان کا) خلاف ہے (یعنی اظہار و ادغام دونوں ہیں اور طریق کے موافق اظہار ہی ہے کیونکہ یہ نقاش سے ہے) اور ہشام سورۂ صٓ میں اپنے کلمہ (لَقَدْ ظَلَمَکَ) کو اظہار سے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ (اس کو اپنے اساتذہ سے) روایت (بھی) کرنے والے ہیں (یعنی ہشام کے لیے قَدْ کے دال کا ظاء سے پہلے صرف اسی ایک جگہ اظہار ہے اور ظاء میں سے لَقَدْ ظَلَمَکَ کے سوا اور موقعوں میں باقی سات حرفوں میں ہر جگہ قَدْ کے دال کا ادغام ہے اور چونکہ سورۂ صٓ میں ان آٹھ حرفوں میں سے صرف ظاء آئی ہے اور وہ بھی لَقَدْ ظَلَمَکَ میں ہے اس لیے حَرْفَهُ کہنے سے اس کی تعیین ہو گئی اور ضد سے نکل آیا کہ باقی تین ابو عمرو، حمزہ اور کسائی کے لیے قَدْ کے دال کا آٹھوں حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے اور اس شعر سے جو معنی اشارتاً نکالے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ وصال کے بارہ میں عشاق کے حالات مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ وصل کے بعد ان کی رغبت اور بڑھ جاتی ہے اور قرب میں اضافہ حاصل کر کے موجودہ کمالات میں اور ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اس شوق و طلب کی بدولت خود عشاق کے ظاہری حسن و جمال میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے چنانچہ بعض آثار میں ہے کہ جو رات کو نماز زیادہ پڑھتا ہے اس کا چہرہ دن کے وقت خوبصورت ہوتا چلا جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کو وصل کے بعد اپنے کمالات پر ناز ہو جاتا ہے اور خود پسندی کی بناء پر قرب کے درجات میں ترقی کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا اور سخی حضرات وصال کی خوشی میں اپنی تمام چیزوں کو ظاہر کر کے ضیافت کے برتنوں میں رکھ دیتے ہیں اور وہ فقر و فاقہ وغیرہ کا تحمل بھی کرتے ہیں۔)

شرح: یعنی جَنْزٌ سَشَصٌ۔ ضَظَ کے آٹھ حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کے اظہار اور ادغام میں اختلاف ہے اور قَدْ کے بعد یہ حروف اٹھانوے جگہ آئے ہیں (۱) جیم چھپن جگہ جیسے لَقَدْ جَآءَکُمْ (۲) ذال ایک جگہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا (اعراف ع ۲۲) (۳) زا ایک جگہ وَلَقَدْ زَیَّنَّا (ملک ع ۱) (۴) سین گیارہ جگہ جیسے لَقَدْ سَمِعَ (۵) شین ایک جگہ قَدْ شَغَفَهَا (یوسف ع ۴) (۶) صاد گیارہ جگہ جیسے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا (۷) ضاد چودہ جگہ جیسے فَقَدْ ضَلَّ (۸) ظاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین جگہ فَقَدْ ظَلَمَ (بقرہ ع ۲۹ و طلاق ع ۱) اور لَقَدْ ظَلَمَکَ (صٓ ع ۲) پس قالون' ابن کثیر' عاصم کے لیے آٹھوں حرفوں سے پہلے قَدْ کے دال کا ہر جگہ اظہار ہے۔ یعنی نہ دال کو بعد کے حرف سے بدلتے ہیں اور نہ اس پر تشدید پڑھتے ہیں اور ورش کے لیے صرف ضاد اور ظاء میں ادغام اور باقی چھ میں اظہار ہے اورإذْ میں ان کے لیے چھٹوں حرفوں میں اظہار تھا اور ابن ذکوان کے لیے ذال' زا' ضاد' ظاء میں ادغام ہے اور ان میں سے زا میں اظہار و ادغام دونوں ہیں۔ اظہار عبدالعزیز فارسی سے ہے اور طریق کے موافق ہے اور ادغام ابوالحسن اور ابو الفتح سے ہے جو طریق کے خلاف ہے اور باقی جار جیم' سین' شین' صاد میں فقط اظہار ہے اور ہشام کے لیے صرف ظاء سے پہلے ایک جگہ لَقَدْ ظَلَمَکَ (صٓ ع ۲) میں اظہار ہے اور باقی سب جگہ آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے۔ رہے باقی تین ابو عمرو' حمزہ اور کسائی سو ان کے لیے ہر جگہ آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے۔

النحو و العربیہ: ۲۶۲/۱ (۱) ظَلَّ فعل ناقص ہے جو دَخَلَ فِی النَّھَارِ کے معنی دیتا ہے لیکن یہاں دَامَ کے معنی میں ہے۔ (۲) زَرْنَبُ اپنی صفت سے مل کر ظَلَّ کا اسم ہے اور شَائِقًا وَّمُعَلِّلًا اس کی خبر ہے اور جملہ ظَلَّ مستانفہ ہے۔ (۳) جَلَتْ میں تانیث کی تا اس لیے لائے ہیں کہ اس کا فاعل (صَبًا) مونث ہے۔ (۴) صَبًا اس ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب سے چلتی ہے اور اس کا یہ نام اس لیے ہے کہ یہ کعبہ کی جانب چلتی اور مائل ہوتی ہے۔ (۵) شَائِقًا شَاقَنِیْ سے ہے جو ھَاجَنِیْ کے معنی میں ہے یعنی اس نے مجھے آمادہ اور مستعد کر دیا۔ پس یہاں یہ متعدی ہے اور مُشَوِّقًا کے معنی میں ہے۔ (۶) مُعَلِّلًا لام کے زیر سے یا تو اس عَلَّلَہٗ سے ہے جو بار بار پانی پلانے کے معنی میں ہے یا اس عَلَّلَہٗ سے ہے جو اَلْھَاہُ کے معنی میں ہے یعنی اس نے اس کو غافل کر دیا اور دونوں معنی کی تقریر ترجمہ میں موجود ہے اور علی قاری کی رائے پر مُعَلَّلًا لام کے زبر سے ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ زرنب سیراب کی ہوئی اور رونق دار رہی اور ابو شامہ کی تقریر سے زیر ہی کی تائید ہوتی ہے اس لیے یہاں متن میں زیر ہی لکھا گیا ہے۔ ۲۶۳/۲ (۱) فا عاطفہ ہے اور ضمیر منصوب لفظا" قَدْ کے دال کے اور معنا" زینب کے لیے ہے (۲) بَدَا نَصَرَ سے ناقص واوی ہے نہ کہ مہموز اللام اس لیے کہ بُدُوٌّ ظاہر ہونے کے اور بَدْءٌ شروع کرنے کے معنی میں ہے (۳) وَرْشٌ یہاں تَنَاوُلٌ (حاصل کرنے) کے معنی میں ہے اور حقیقتاً" راوی کا نام ہے (۴) ضُرًّ میں روایتہ" ضاد کا ضمہ ہے۔ (۵) ظَمْآنُ۔ ظَمْأیٰ کا مذکر ہے اور یہ وصف اور الف اور نون زائدتین کی بناء پر غیر منصرف ہے اسی لیے اس کا جر نصب کے تابع ہے (۶) وَامْتَلَا کا آخری ہمزہ وقفا" الف سے بدل گیا ہے اور یہ فَشَرِبَ مقدر پر معطوف ہے اور شعلہ کے قول پر اَدْغَمَ پر معطوف ہے یہ لفظا" قریب اور معنا" بعید ہے۔ ۲۶۴/۳ (۱) وَاکِفٌ۔ وَکَفَ الْبَیْتُ اِذَا سَالَ وَھَطَلَ وَقَطَرَ سے ہے (۲) زَوٰی۔ جَمَعَ کے معنی میں ہے اور حدیث زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ اور زَاوِیَۃٌ تَزْوِی الْفُقَرَآءَ اور زَوٰی فُلَانٌ الْمَالَ عَنْ وَّرَثَتِہٖ بھی اسی معنی میں ہے (۳) ظِلٌّ سایہ یا اس سے کنایہ کے طور پر خیال مراد ہے (۴) وَغْرٌ علی قاری کے قول پر وَغْرَۃٌ کا اسم جنس ہے جو گرمی کی تیزی سے بھڑکنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی میں ہے اور ابو شامہ اور ابن القاصح کی رائے پر وَغْرَةٌ کی جمع ہے اور آئندہ جملہ اسی کی صفت ہے (۵) كُلْكُلْ سینہ کے معنی میں ہے اور تَسَدَّاهُ کی ھا سے بدل البعض ہے۔ ای تَسَدّٰى كُلْكُلَهٗ ۲۶۵/۴ (۱) خِلَافٌ اور هِشَامٌ دونوں مبتدائے موخر ہیں (۲) هِشَامٌ ظاہراً تو راوی کا نام ہے اور علی قاری کی رائے پر جُوْدٌ اور سَخَاوَةٌ کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے ای رَجُلٌ ذُوْهِشَامٍ اور یہ صورت اشارہ والے معنی میں ہوگی (۳) صَادٍ کا صرف ضرورت کی بناء پر ہے اور اگر اس کی دال کو تنوین نہ دیں تو دو ساکنوں کی بناء پر کسرہ دیا جائے گا اور اس تقدیر پر اس میں قبض (سکتہ) ہوگا۔ قاموس کی رو سے صاد رانگ اور تانبہ کے یا تانبہ کی ایک قسم کے معنی میں ہے اور یہ معنی معتل العین ہونے کی صورت میں ہیں اور اگر اس کو معتل اللام کہیں تو پھر یہ پیاسا کے معنی میں ہوگا اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ صَادَاهُ اِذَا عَارَضَهٗ سے امر کا صیغہ ہو اور سورۂ صٓ کے شروع میں یہ معنی مناسب تر ہیں یعنی کفار سے معارضہ کیجئے (۴) حَرْفَهٗ کی ضمیر مذکر ہونے کی بناء پر ہشام کے لیے ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے۔ کیونکہ یہ قَدْ کے دال کا اسی ایک کلمہ میں اظہار کرتے ہیں اور یہ ھَا سورۂ صٓ کے لیے نہیں ہے ورنہ حَرْفَهَا کہتے۔

ذِكْرُ تَاءِ التَّانِيْثِ

یہ تانیث کی تا کا بیان ہے

(اس میں بھی چار شعر ہیں)

اس سے مراد وہ تا ہے جو ساکن ہو اور فعل کے آخر میں ہو اور چونکہ یہ باب ادغام صغیر ہی کا ہے جس میں مدغم ساکن ہی ہوا کرتا ہے اس لیے ناظم نے سکون کی قید ظاہر نہیں کی۔

۱/۲۶۶ وَاَبْدَتْ سَنَا ثَغْرٍ صَفَتْ زُرْقُ ظَلْمِهٖ ۔۔۔ جَمَعْنَ وُرُوْدًا بَارِدًا عَطِرَ الطِّلَا

س ث ص ز ظ ج و

ترجمہ: (یعنی ان چھ حرفوں سے پہلے تانیث کی تائے ساکنہ کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے جو سَنَا سے جَمَعْنَ تک کے چھ کلمات کے شروع میں ہیں اور وُرُوْدًا کا واو فاصل ہے جو حروف کی تمامی ظاہر کر رہا ہے) اور اس (زینب) نے (مسکرا کر چلتے وقت) ایسے اگلے دانت کی روشنی کو ظاہر کر دیا جس کی چمک کے صاف پانی صاف (اور خالص) ہو گئے ہیں ان صفائیوں نے ایسے حضوری والے (لعاب) کو جمع کر رکھا ہے جو ٹھنڈک والا عمدہ خوشبودار شیرۂ انگور (یا اس لیپ) والا ہے (جو شفا حاصل کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اور لعاب کو حضوری والا اس لیے کہا کہ وہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یعنی اس محبوبہ میں چار وصف ہیں (۱) ظاہری اعضا نہایت خوبصورت ہیں (۲) دانت نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چمکدار ہیں (۳) منہ کا لعاب نہایت شیریں ہے (۴) خوشبو نہایت عمدہ ہے اور ان صفات سے اس کا نوعمر ہونا بھی ظاہر ہو گیا جو محبوبہ کے لیے کمال کی صفتوں میں سے ہے۔)

۲/۲۶۷ فَاظْهَارُهَا دُرٌّ نَمَتْهُ بُدُورُهُ وَاَدْغَمَ وَرْشٌ ظَافِرًا وَمُخَوَّلاً

ترجمہ: (یعنی ابن کثیر، عاصم، قالون کے لیے تانیث کی تا کا چھیوں حرفوں سے پہلے اظہار ہے اور وَاَدْغَمَ کا واو فاصل ہے اور ورش کے لیے صرف ظاء میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے اور واو فاصل ہے) پس اس (زینب) کا (مسکراتے وقت دانتوں کا) ظاہر کرنا (خوبی اور صفائی میں ایسے) موتی (کے مانند) ہے جس (کی صفات) کو اس (موتی) کے کامل چاندوں (دوستوں) نے (جو اپنے ارادہ کے روشن ہونے میں کامل چاند کی طرح ہیں) مرفوع کیا ہے (اور متصل سند سے ثابت کیا ہے یعنی اس کے دانت موتی کی طرح صاف اور شفاف ہیں جن کی صفات کو عشاق نے صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے) اور ورش (یعنی کامل اور وصل سے کامیاب عاشق) نے (ان لطائف کو غیروں سے) چھپا لیا (جو اس کو حاصل ہوئے تھے) حالانکہ وہ (اس چھپانے میں) کامیاب ہونے والا ہے (چنانچہ اس طرح چھپایا کہ غیروں کو ان کمالات اور لطائف کی ہوا بھی نہیں پہنچی) اور وہ (عاشق یہ کمالات اس محبوبہ کے دوسرے عاشقوں کو بھی) دینے والا (اور ان کا مالک بنانے والا) ہے (یعنی عشق میں خود بھی کامل ہے اور اپنے فیوض سے دوسروں کو بھی واصل کر دیتا ہے۔)

۳/۲۶۸ وَاَظْهَرَ كَهْفٌ وَّافِرٌ سَيْبُ جُودِهِ زَكِيٌّ وَّفِيٌّ عُصْرَةً وَّمُحَلَّلاً

ترجمہ: (یعنی ابن عامر کے لیے تانیث کی تا کا سین، جیم، زا سے پہلے اظہار اور ثا اور ظاء میں ہر جگہ ادغام ہے اور صاد میں سے حَصِرَتْ صُّدُورُهُمْ (نساء ع ۱۲) میں تو دونوں راویوں کے لیے صرف ادغام ہے اور لَّهُدِّمَتْ صَّوَامِعُ۔ (حج ع ۶) میں ہشام کے لیے اظہار اور ابن ذکوان کے لیے ادغام ہے جیسا کہ آئندہ شعر میں آئے گا اور وَّافِرٌ کا واو رمز اور اظہار کے حروف میں فاصل ہے اور وَّفِيٌّ کا واو بھی فاصل ہے جو اظہار کے حروف کا خاتمہ بتانے کے لیے ہے) اور ایسے قوی (مرد) نے (محبت کے اسرار اور دوستی کے انوار کو) ظاہر کر دیا جس کے کرم کی عطا بہت (زیادہ) ہے جو (اپنے کمالات کے سبب لوگوں میں) خوب ظاہر (اور مشہور) ہے (نیز خالق و مخلوق دونوں سے وعدہ کا خوب پورا کرنے والا ہے حالانکہ وہ (قوی مرد اللہ کے بندوں اور علم کے طلباء کا) ٹھکانہ اور (ان کے) نازل ہونے (اور ٹھہرنے) کی جگہ ہے (یعنی جو عاشق عشق میں کامل اور مضبوط اور عالی مقامات پر فائز اور اپنے احوال پر قابو رکھنے والا ہے اس نے محبت کے اسرار اور دوستی کے انوار کو بے کھٹکے ظاہر کر دیا اور کمزور عاشق کی طرح کسی کے ڈر سے ان اسرار کو چھپایا نہیں نیز یہ عاشق ایسا کامل ہے کہ اس نے کافی اور وافی توجہ سے ان اسرار کے حاصل کرنے کی قابلیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوروں میں بھی پیدا کر دی اور جو حضرات اس کامل عارف کے صحبت یافتہ ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ (۱) وہ جو اقرار کرتے ہیں کہ اگر یہ قطب ہمارے عیوب کی اصلاح نہ کرتا تو ہمارے اعمال ضائع ہو جاتے اور احوال فاسد ہو جاتے (۲) وہ جو حاذق اور سمجھدار ہیں وہ کامل ایمان کے تقاضہ کے موافق خوف و امید کے درمیان ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم خاتمہ کے لحاظ سے مقبول ہیں یا مردود سو ان کی نظر دونوں حالتوں پر ہے۔ پس دونوں حالتوں میں غور کر کے ان میں سے عمدہ مقام کو اختیار کر لو)

۲۶۹ وَاَظْهَرَ رَاوِيهِ هِشَامٌ لَّهُدِّمَتْ وَفِي وَجَبَتْ خُلْفُ ابْنِ ذَكْوَانَ يُفْتَلَا

ترجمہ: اور ان (ابن عامر) کے راوی (یعنی) ہشام نے (صاد سے پہلے) لَهُدِّمَتْ (کی تا) کا اظہار کیا ہے اور وَجَبَتْ (جُنُوبُهَا حج ع ۵ کے ادغام) میں ابن ذکوان کا ایسا خلاف ہے جو غور و تدبر سے دیکھا جاتا ہے (یعنی اس میں بعض نے ابن ذکوان کے لیے ادغام بھی بیان کیا ہے۔ لیکن وہ صحیح نہیں۔ پس اس میں ان کے لیے بھی ہشام کی طرح اظہار ہی ہے۔ اور اظہار کی ضد سے نکل آیا کہ باقی تین ابو عمرو، حمزہ اور کسائی کے لیے چھیوں حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے)

شرح: یعنی ثَجْزْ سَصَظْ کے چھ حرفوں سے پہلے تانیث کی تائے ساکنہ کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف تا کے بعد چھبیس جگہ آئے ہیں۔ (۱) ثا چھ جگہ رَحُبَتْ ثُمَّ (توبہ ع ۴) بَعِدَتْ ثَمُودُ (ہود ع ۸) كَذَّبَتْ ثَمُودُ (شعرا ع ۸، قمر ع ۲، حاقہ ع ۱ اور والشمس) (۲) جیم دو جگہ نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ (نساء ع ۸) اور وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (حج ع ۵) (۳) زا ایک جگہ خَبَتْ زِدْنٰهُمْ (اسراء ع ۱۱) (۴) سین بارہ جگہ اَنْبَتَتْ سَبْعَ (بقرہ ع ۳۶) اَقَلَّتْ سَحَابًا (اعراف ع ۷) مَضَتْ سُنَّتُ (انفال ع ۵) اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (توبہ ع ۱۱ میں ایک اور ع ۱۶ میں دو و محمد ع ۳ میں ایک) وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ (یوسف ع ۲) خَلَتْ سُنَّةُ (حجر ع ۱) نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ (محمد ع ۳) وَجَآءَتْ سَكْرَةُ (ق ع ۲) فَكَانَتْ سَرَابًا (نبا ع ۱) (۵) صاد دو جگہ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (نساء ع ۱۲) لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (حج ع ۶) (۶) ظاء تین جگہ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا اور حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا (انعام ع ۱۶ و ع ۱۸) كَانَتْ ظَالِمَةً (انبیاء ع ۲) پس قالون، ابن کثیر، عاصم کے لیے ہر جگہ چھیوں حرفوں سے پہلے تا کا اظہار ہے اور ورش کے لیے صرف ظا میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار اور ابن عامر کے لیے جیم، زا، سین سے پہلے اظہار ہے اور ثا، ظاء میں ادغام ہے اور صاد میں حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (نساء ع ۱۲) میں ہشام اور ابن ذکوان دونوں کے لیے ادغام ہے اور لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (حج ع ۶) میں ہشام کے لیے اظہار اور ابن ذکوان کے لیے ادغام ہے اور اس سے نکل آیا کہ وَجَبَتْ جُنُوبُهَا (حج ع ۵) میں ابن ذکوان کے لیے صرف اظہار ہے اور ناظم نے جو اس میں خُلْف بتایا ہے جس سے اظہار اور ادغام دونوں سمجھے جاتے ہیں اس کی بابت یہ ہے کہ اس میں ان کے لیے ادغام نہ نظم و تیسیر کے طرق سے صحیح ہے اور نہ نشر کے طرق سے پس اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اظہار ہی پڑھنا چاہیے اور باقی تین ابو عمرو، حمزہ اور کسائی کے لیے چھیوں حرفوں میں ہر جگہ تا کا ادغام ہے۔

فائدہ ا: قَدْ کی دال کا آٹھوں اور تانیث کی تا کا چھیوں حرفوں سے پہلے اظہار قالون، ابن کثیر اور عاصم ہی کے لیے ہے لیکن تکرار سے بچنے کے لیے تاء تانیث کے شعر نمبر ۲ میں رموز کے الفاظ کو بھی بدل کر لائے ہیں اور جملہ بھی فعلیہ کے بجائے اسمیہ لائے ہیں نیز سب میں ادغام کرنے والے بھی قَدْ اور تانیث کی تا دونوں میں ابو عمرو، حمزہ اور کسائی ہی ہیں اور ورش کے لیے قَدْ کا ضاد اور ظا دو میں ادغام ہے اور تا کا فقط ظا میں ہے کیونکہ تا کے بعد قرآن میں ضاد کسی جگہ بھی نہیں آیا (۲) وَابْدَتْ میں تانیث کی تا اس لیے لائے ہیں کہ یہ تا کی مثال بن جائے چونکہ تا مختلف الفاظ میں آتی ہے۔ اور اِذْ اور قَدْ ایک ہی طرح آتے ہیں۔ اس لیے تا کا سمجھنا قدرے مشکل تھا اسی بناء پر ابو شامہ نے چھیوں حرفوں کی مثالوں کو اس شعر میں جمع کر دیا ہے۔

مَضَتْ كَذَّبَتْ لَهُدِّمَتْ كُلَّمَا خَبَتْ وَمَعْ نَضِجَتْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مُثِّلَا

یعنی ان مثالوں کی طرح ان چھیوں حرفوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور فرماتے ہیں کہ اس میں حروف کی ترتیب بھی ناظم ہی والی استعمال کی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جیم ظاء سے پہلے آگیا ہے (۳) لَهُدِّمَتْ کو اس ادغام میں سے خاص اور خارج کیا ہے جو ضد سے سمجھا گیا ہے اور اس کو تخصیص من المفہوم کہتے ہیں اور وَجَبَتْ اس اظہار سے خاص ہے جو ذکر میں آرہا ہے اور اس کو تخصیص من المنطوق والمذکور کہتے ہیں (۴) وَجَبَتْ میں دونوں وجوہ دانی نے تیسیر کے علاوہ کسی اور کتاب میں بیان کی ہیں اور چونکہ اس میں ابن ذکوان کے لیے ادغام نشر کے طرق سے بھی صحیح نہیں ہے اسی لیے طیبہ میں لَا وَجَبَتْ وَاِنْ نُقِلْ فرمایا ہے یعنی وَجَبَتْ میں ادغام صحیح نہیں گو منقول ہے۔ (۵) چونکہ ابن ذکوان کا نام صراحتہً آچکا ہے اس لیے یُفْتَلٰی کی یا رمز نہیں (۶) یُفْتَلٰی میں اشارہ ہے کہ وَجَبَتْ میں ابن ذکوان کے لیے اظہار ہی مشہور اور اولیٰ ہے۔ (۷) یہاں وَابْدَتْ۔ اِذْ اور قَدْ کے قائمقام ہے۔

النحو و العربیہ: ۱/۲۶۶ (۱) وَابْدَتْ کا واو یا تو حالیہ ہے یا استینا فیہ (۲) زُرْق۔ اَزْرَق کی جمع ہے اور یہ پانی کی صفات میں مستعمل ہے جس سے نہایت صاف اور خالص پانی مراد ہوتا ہے چنانچہ نُطْفَةٌ زَرْقَاءُ بھی نُطْفَةٌ صَافِيَةٌ کے معنی میں ہے (۳) ظَلْم ظاء کے زبر سے دانتوں کے پانی اور ان کی چمک کے معنی میں ہے چنانچہ ابن الفارض کہتے ہیں۔ فَعُدْلُكَ عَنْ ظَلْمِ الْحَبِيْبِ هُوَ الظُّلْمُ (۴) وُرُوْدًا پانی کے گھاٹ پر پہنچنے کے معنی میں ہے وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ کی طرح اور یہ جَمَعْنَ کا مفعول ہے اور رِيْقًا مقدر کی صفت ہے ای جَمَعْنَ رِيْقًا ذَا وُرُوْدٍ (۵) عِطْرَ الطِّلَا حَسَنُ الْوَجْهِ کے قبیل سے ہے اور اَلطِّلَا انگور کا وہ شیرہ ہے جس کو پکا لیا جائے اور اس میں سے ایک تہائی باقی رہ جائے اور اس لیپ کے معنی میں بھی آتا ہے جو اونٹ کے زخموں پر لگایا جاتا ہے۔ ۲/۲۶۷ (۱) دُرٌّ کی تقدیر كَدُرٍّ ہے زَيْدٌ اَسَدٌ کی طرح اور اس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مُبَالَغَةً محمول ہو رَجُلٌ عَدْلٌ کی طرح (۲) بُدُوْرُهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ھا بھی دُرٌّ کے لیے ہے اور اضافت ادنیٰ ملابست کی بناء پر ہے (۳) وَادْغَمَ الخ فعلیہ ہے جو اسمیہ پر معطوف ہے۔ ۳/۲۶۸ (۱) وَاَظْهَرَ۔ وَاَدْغَمَ پر معطوف ہے (۲) كَهْفٌ لغتہ" غار کے اور یہاں مجازاً قَوِيٌّ کے معنی میں ہے (۳) سَيِّبٌ اسم فاعل کا فاعل ہے۔ (۴) عُصْرَةٌ ٹھکانہ کے اور مُحَلَّلًا کثرت سے اترنے اور ٹھہرنے کی جگہ کے معنی میں ہے اور ان دونوں کا حاصل يُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَيْهِ اور يُحَلُّ الرِّحَالُ لَدَيْهِ ہے یعنی بندگان خدا ارادہ کر کے اس کے پاس آتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں اور یہ دونوں كَهْفٌ سے حال ہیں اور گو ذوالحال نکرہ ہے لیکن ان کو قافیہ کی رعایت سے حال قرار دیا ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو پہلے تینوں اسموں کی طرح یہ دونوں بھی كَهْفٌ کی صفت ہونے کے سبب مرفوع ہوتے۔ ۴/۲۶۹ (۱) رَاوِيْهِ کی ھا لفظاً" اور معنیً" كَهْفٌ کے کاف والے کے لیے ہے (۲) هِشَامٌ یا تو بدل ہے یا عطف بیان (۳) يُفْتَلٰى یا تو مستانفہ ہے یا خُلف سے حال ہے اور یہ یا تو فَلَيْتُ الشَّعْرَ سے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے شعر میں غور کیا اور اس کے معنی ظاہر کیے یا فَلَيْتُ الشَّعْرَ سے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے بالوں میں جوئیں تلاش کیں اور ان کو صاف کر دیا پس یہاں يُفْتَلٰى کے معنی یہ ہیں کہ اس خُلف کے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ اس سے جو ادغام نکلتا ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔

ذِكْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

یہ هَلْ اور بَلْ کا لام کے بیان ہے

(اس میں چار شعر ہیں)

عنوان میں هَلْ کو اور شعر میں بَلْ کو پہلے لانے میں تفنن (طرز بیان کا اختلاف) ہے جو کلام کی خوبیوں میں سے ہے۔

(ص)

۱/۲۷۰ اَلَا بَلْ وَهَلْ تَرْوِيْ ثَنَا ظَعْنُ زَيْنَبٍ ۔۔۔ سَمِيْرَ نَوَاهَا طِلْحُ ضُرٍّ وَّمُبْتَلَا

ت ث ظ ز س ن ط ض

ترجمہ: (یعنی ان آٹھ حرفوں سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے جو تَرْوِيْ سے ضُرٍّ تک کے آٹھ کلمات کے شروع میں ہیں اور وَمُبْتَلَا کا واو فاصل ہے پس دونوں لاموں کا مجموعی طور پر ان آٹھ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے اس طرح پر کہ هَلْ کے بعد تو ان میں سے تین حرف تا ثا نون آتے ہیں اور انہیں میں ادغام ہوتا ہے اور بَلْ کے بعد ثا کے سوا باقی سات حرف آتے ہیں اور انہیں میں ادغام ہوتا ہے۔ پس یہ مطلب نہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک لام کا ان آٹھ حرفوں میں ادغام ہوتا ہے اور الفاظ کے معنی یہ ہیں) خبردار (غلط بیانی نہ کر) بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح روایت بیان کر) اور کیا تو (محبوب کے ذکر کی لذت سے فیضیاب کرنے کے لیے میرے اس قول کو) روایت کرے گا کہ زینب کے سفر نے اس کی جدائی کا قصہ سنانے والے (کی پیٹھ) کو موڑ دیا اور ٹیڑھا کر دیا ہے اس حالت میں کہ وہ (قصہ گو) تکلیف (کی حالت) کا تھکا ہوا اور (شوق و عشق کی جلن میں) پھنسا ہوا ہے (اگر تو یہ روایت کرے گا تو میرے حال پر بڑی عنایت ہو گی)۔

۲۷۱ ۲ فَادْغَمْهَا دَاوٍ وَّادْغَمْ فَاضِلٌ ۔۔۔ وَقُوْرٌ ثَنَاهُ سَرَّ تَيْماً وَّقَدْ حَلاَ

ترجمہ: (یعنی کسائی کے لیے دونوں لاموں کا آٹھوں حرفوں میں ادغام ہے اور وَادْغَمْ کا واو حکم کی تمامی بتانے کے لیے ہے اور حمزہ کے لیے ثا، سین تا ان تین حرفوں میں ادغام ہے ثا میں هَلْ کا اور سین میں بَلْ کا اور تا میں دونوں کا اور وَقُوْرٌ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں جدائی کرنے کے لیے ہے اور وَقَدْ کا واو مسئلہ کا خاتمہ بتانے کے لیے ہے) پس اس (زینب کے محاسن و لطائف) کو (اس کے اوصاف کے) روایت کرنے والے نے چھپا لیا اور ایسے بزرگی والے اور پختہ عقل والے (عالم) نے بھی (اس کے اوصاف) کو چھپا لیا جس کی تعریف نے قبیلہ تیم کو (جو امام حمزہ کا قبیلہ ہے) خوش کر دیا اور واقعی وہ (تعریف) شیریں ہو گئی ہے۔

۲۷۲ ۳ وَبَلْ فِي النِّسَا خَلاَّدُهُمْ بِخِلاَفِهِ ۔۔۔ وَفِي هَلْ تَرَى الْإِدْغَامُ حُبَّ وَحُمِّلاَ

ترجمہ: اور ان (قراء) میں کے خلاد نے سورۂ نساء میں اپنے خلاف کے ساتھ (بَلْ طَّبَعَ اللّٰهُ میں) بَلْ کا (ادغام کیا ہے یعنی اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور اسی طرح خلف کے لیے بھی دونوں وجوہ ہیں گو نظم سے ان کے لیے صرف اظہار نکلتا ہے) اور (صرف) هَلْ تَرَى (ملک و حاقہ ع ۱) میں (ابو عمرو کے لیے) ادغام پسند کیا گیا ہے اور (کثرت سے) نقل (بھی) کیا گیا ہے۔

۲۷۳ ۴ وَاَظْهِرْ لَدٰى وَاعٍ نَبِيْلٍ ضَمَانُهُ ۔۔۔ وَفِي الرَّعْدِ هَلْ وَاسْتَوْفِ لاَ زَاجِراً هَلاَ

ترجمہ: (یعنی ہشام کے لیے نون اور ضاد سے پہلے اظہار ہے نون سے پہلے دونوں لاموں کا اور ضاد سے پہلے صرف بَلْ کا اور رعد ع ۲ کے هَلْ تَسْتَوِي میں بھی اظہار ہے اور باقی چھ حرفوں میں ہر جگہ ادغام ہے ثا میں صرف هَلْ کا اور تا میں دونوں کا اور زا، سین، طا، ظا میں صرف بَلْ کا اور وَاعٍ کا واو رمز اور ادغام کے حروف میں فاصل ہے اور وَفِي الرَّعْدِ کا واو ادغام کے حروف کا اور وَاسْتَوْفِ والا مسئلہ کا خاتمہ بتانے کے لیے ہے) اور تو ایسے (قراءت کے) حافظ (ہشام) کے لیے (نون اور ضاد سے پہلے هَلْ اور بَلْ کے لام کا) اظہار کر جس کی سند (یا اس کا التزام) بلند اور بزرگ ہے اور سورۂ رعد میں انہیں کے لیے هَلْ (تَسْتَوِي کے لام) کا (اظہار کر) اور تو (ان قواعد کو) پوری طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے لے (اور یاد کر لے) اس حالت میں کہ تو ان کو (اس کلمہ) ھَلاً کے ذریعہ دفع کرنے والا نہ ہو (جو گھوڑے کے جھڑکنے کے لیے مقرر ہے۔ یعنی اس بیان کو تکلیف اور مشقت کے بغیر آسانی سے سمجھ لے کیونکہ میں نے اس کو واضح کر کے طالب کی سمجھ سے قریب تر کر دیا ہے۔)

شرح: یعنی تَثْرَسْ ضَطْ ظَنَ کے آٹھ حروف سے پہلے ھَلْ اور بَلْ کے لام کے اظہار و ادغام میں اختلاف ہے اور یہ حروف ان دونوں لاموں کے بعد چونتیس جگہ آئے ہیں تا اور نون دونوں کے اور ثا صرف ھَلْ کے اور باقی پانچ زا' سین' ضاد طا' ظا صرف بَلْ کے بعد آتے ہیں۔ پس ھَلْ کا تا' ثا اور نون تین میں پندرہ جگہ اور بَلْ کا ثا کے سوا باقی سات میں انیس جگہ ادغام ہوتا ہے۔ (۱) تا ھَلْ کے بعد نو جگہ اور بَلْ کے بعد پانچ جگہ ھَلْ تَنْقِمُوْنَ ھَلْ تَسْتَطِيْعُ صرف کسائی کی قراءۃ پر (مائدہ ع ۹ و ۱۵) ھَلْ تَرَبَّصُوْنَ (توبہ ع ۷) ھَلْ تُجْزَوْنَ (یونس ع ۵ و نمل ع ۷) ھَلْ تَرٰی (ملک و حاقہ ع ۱) ھَلْ تَعْلَمُ اور ھَلْ تُحِسُّ (مریم ع ۴ و ع ۶) بَلْ تَاْتِيْهِمْ (انبیاء ع ۳) بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا (فتحنا ع ۲) بَلْ تُحِبُّوْنَ (قیامہ ع ۱) اس میں حمزہ اور کسائی ہی کے لیے ادغام ہے کیونکہ ہشام اس میں تا کے بجائے یا پڑھتے ہیں بَلْ تُكَذِّبُوْنَ (انفطار) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ (اعلیٰ) (۲) ثا صرف ھَلْ کے بعد ایک جگہ ھَلْ ثُوِّبَ (تطفیف) میں (۳) زا صرف بَلْ کے بعد دو جگہ بَلْ زُيِّنَ (رعد ع ۵) اور بَلْ زَعَمْتُمْ (کہف ع ۶) (۴) سین صرف بَلْ کے بعد دو جگہ بَلْ سَوَّلَتْ (یوسف ع ۲ و ع ۱۰) (۵) ضاد صرف بَلْ کے بعد ایک جگہ بَلْ ضَلُّوْا (احقاف ع ۳) (۶) طا صرف ایک جگہ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ (نساء ع ۲۲) (۷) ظاء صرف بَلْ کے بعد ایک جگہ بَلْ ظَنَنْتُمْ (فتحنا ع ۲) (۸) نون ھَلْ کے بعد پانچ جگہ فَهَلْ نَجْعَلُ اور ھَلْ نُنَبِّئُكُمْ (کہف ع ۱۱ و ع ۱۲) ھَلْ نَحْنُ (شعراء ع ۱۱) ھَلْ نَدُلُّكُمْ اور وَهَلْ نُجٰزِيْ (سباء ع ۱ و ع ۲) اور بَلْ سات جگہ بَلْ نَتَّبِعُ (بقرہ ع ۲۱ و لقمٰن ع ۳) بَلْ نَظُنُّكُمْ (ہود ع ۳) بَلْ نَقْذِفُ (انبیاء ع ۲) بَلْ نَحْنُ (حجر ع ۱ و واقعہ ع ۲ و نٓ ع ۱)

پس کسائی کے لیے آٹھوں حرفوں میں دونوں لاموں کا ہر جگہ ادغام ہے اور حمزہ کے لیے صرف تا' ثا' سین میں ادغام اور باقی پانچ میں اظہار ہے لیکن بَلْ طَبَعَ (نساء ع ۲۲) میں خلف اور خلاد دونوں کے لیے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور نشر و اتحاف کی رو سے یہی صحیح ہے اور دونوں راویوں سے اظہار مشہور تر ہے۔ پس ناظم کا خلاف کو خلاد کے ساتھ خاص کر دینا مناسب نہیں اور ابو عمرو کے لیے صرف ھَلْ تَرٰی (ملک و حاقہ) میں ادغام اور باقی سب جگہ آٹھوں حرفوں سے پہلے دونوں لاموں کا اظہار ہے اور ہشام کے لیے نون اور ضاد سے پہلے اور تا میں سے ھَلْ تَسْتَوِیْ (رعد ع ۲) میں اظہار اور باقی چھ میں ہر جگہ ادغام ہے پس ھَلْ تَسْتَوِیْ (رعد) میں کسی کے لیے بھی ادغام نہیں کیونکہ حمزہ اور کسائی تو اس میں یا پڑھتے ہیں اور ہشام تا پڑھنے کے باوجود بھی ادغام نہیں کرتے اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین نافع و ابن کثیر' ابن ذکوان' عاصم کے لیے آٹھوں حرفوں سے پہلے ھَلْ اور بَلْ کے لام کا اظہار ہے۔

فائدہ ۱: حمزہ نسب یا ولا کے لحاظ سے تیمی ہیں پس ثَنَاهُ سَرَّ تَيْمًا کے معنی یہ ہوں گے کہ امام حمزہ کی تعریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سن کر ان کی قوم کو یا ان کے موالی کو خوشی حاصل ہوئی اور تَیِمَ قریش کے علاوہ ایک مستقل قبیلہ کا نام ہے اور یہاں تَیِمَا تَیَّمَهُ الْحُبُّ اِذَا عَبَدَهُ وَعَشِقَهُ وَقَیَّدَهُ سے بھی ہو سکتا ہے اور اب معنی یہ ہوں گے کہ امام حمزہؒ نے جو زینب کی تعریف کی اس نے اس کے سچے عاشق اور وفادار غلام کو خوش کر دیا اور اس تقدیر پر شعر میں عجیب لطافت اور نہایت عمدہ صنعت ہوگی (۲) چونکہ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ هَلْ اور بَلْ دونوں میں سے ہر ایک کے بعد آٹھوں حروف آئے ہیں اور واقع میں ایسا ہے نہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اس لیے ابو شامہ نے اس شعر میں تغیر کیا ہے جو رسالہ تغیرات میں مذکور ہے۔

النحو و العربیہ: ۱/۲۷۰ (۱) اَلَا تنبیہہ کے لیے ہے اور کلام کے شروع میں آیا کرتا ہے اور بَلْ انتقال کے اور هَلْ استفہام کے لیے ہے (۲) جملہ ثَنٰی الخ علی قاری کی رائے پر تَرْوِیْ کا مفعول ہے اور جعبری کے قول پر قَوْلِیْ مقدر کا مقولہ ہے اور قَوْلِیْ۔ تَرْوِیْ کا مفعول ہے۔ (۳) ثَنٰی۔ صَرَفَ یائی ہے اسی لیے اس کا الف یا کی صورت میں لکھا جاتا ہے (۴) سَمِیْرِ۔ مُسَامِر رات کو قصہ سنانے والے اور مُسَافِر اور مُعَاشِر کے معنی میں ہے اور اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر ہے ای اَلْمُحَدِّث بِاللَّیْلِ فِیْ نَوَاهَا (۵) طِلَّحَ میں روایتہ طا کا زیر ہے اور لغتہ" زبر بھی جائز ہے اور یہ عَیِیٌّ تھکے ہوئے کے معنی میں ہے اور حدیث مَالِیْ اُرٰیکَ طَلِیْحًا بھی اسی قبیل سے ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس سے فرمایا جبکہ ان پر بیہوشی طاری تھی کیا وجہ ہے کہ تم تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو اور یہ مفعول سے حال ہے اور ضُرٍّ کی طرف اس کی اضافت اس لیے ہے کہ ضُرّ اس کا سبب ہے اور اگر یہ مان لیں کہ ثَنٰی۔ صَیَّرَ کے معنی کو متضمن ہے تو پھر طِلَّحَ ضُرٍّ اس کا دوسرا مفعول ہوگا۔ (۶) مُبْتَلًا یہاں مُخْتَبَرًا کے بجائے مُکَلَّفًا کے معنی میں ہے۔ ۲/۲۷۱ (۱) مونث غائب کی ضمیر ظاہراً هَلْ اور بَلْ کے لاموں کے اور حقیقتہ" زینب کے کمالات کے لیے ہے (۲) ثَنَاءُ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور اس میں ضرورۃ" قصر ہے۔ (۳) سَرَّ متعدی ہے اور فَرَّحَ کے معنی میں ہے (۴) جملہ وَقَدْ حَلَا یا تو سَرَّ کے فاعل سے حال ہے یا مستانفہ ہے اور حَلَا کی حا یا تو ثَنَاء کے لیے ہے یا ادغام کے لیے۔ ۳/۲۷۲ (۱) بِخِلَافِهٖ یا تو اَدْغَمَ مقدر کے متعلق ہے یا خَلَا دُهُمْ سے حال ہے (۲) حُمِّلَا اکثر نسخوں میں حا سے اور شعلہ میں جیم سے ہے جو زُیِّنَ کے معنی میں ہے۔ ۴/۲۷۳ (۱) جعبری کی رائے پر وَاَظْهَرَ کا واو عاطفہ ہے اور یہ جملہ فعلیہ اَلْاِدْغَامُ حُبَّ پر معطوف ہے جو اسمیہ ہے اور علی قاری کے قول پر واو استینافیہ ہے یا ایک قاعدہ کا دوسرے پر عطف کرنے کے لیے ہے اور وَاَدْغَمَ ماضی پر عطف کرنا بھی صحیح ہے (۲) نَبِیْلٍ۔ جَلِیْلٍ صفت مشبہ ہے اور ضَمَانُهٗ اِلْتِزَامُهٗ اس کا فاعل ہے (۳) زَاجِرًا حال ہے (۴) هَلَا کی تقدیر بِهَلَا ہے اور یہ حذف و ایصال کے باب سے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِی إِدْغَامِ
إِذْ وَقَدْ وَتَاءِ التَّأْنِيثِ وَهَلْ وَبَلْ

تیرھواں باب اِذْ اور قَدْ اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کے اس ادغام کے بیان میں جس پر سب کا اتفاق ہے

(اس میں تین شعر ہیں)

شرح: یہ باب زیادات میں سے ہے کبیر کی طرح ادغام صغیر کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (۱) دونوں حرف متقاربین ہوں۔ (۲) متجانسین ہوں (۳) مثلین ہوں۔ پہلی قسم کو تو بارھویں باب میں بیان کر چکے ہیں اور اس باب میں دوسری اور تیسری قسم کو بیان فرماتے ہیں مثلین و متجانسین میں سے جب پہلا حرف ساکن ہو اور مثلین کا پہلا مدہ اور متجانسین میں سے پہلا حلقی نہ ہو تو وہاں بالاتفاق پہلے کا دوسرے میں ادغام واجب ہے اور گو اس باب کے منعقد کرنے اور یہاں لانے کی حاجت نہ تھی کیونکہ فن قراءۃ کی کتابوں میں عموماً اور اس نظم میں خصوصاً اختلافی مسائل ہی کے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے لیکن اس کے یہاں لانے کی تین وجوہ ہیں۔ (۱) ناظم کی عادت ہے کہ فائدہ کے کامل کرنے کی غرض سے بعض جگہ اختلافی کے ساتھ اجماعی مسائل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں اور سب جگہ اس لیے نہیں بیان کرتے کہ اجماعی مسائل اختلافی سے زیادہ ہیں پس ان کے ذکر سے درازی ہو جاتی۔ (۲) بعد کے حروف کے لحاظ سے اِذْ۔ قَدْ تانیث کی تا ھَلْ اور بَلْ کے لام کی تین صورتیں ہیں (الف) وہ حروف جن میں بعض کے لیے ادغام اور بعض کے لیے اظہار ہے اور یہ صورت بارھویں باب میں بیان ہو چکی ہے (ب) وہ حروف جن میں ان پانچوں کا بالاتفاق ادغام ہے اس کو اس تیرھویں باب میں بیان کریں گے (ج) وہ حروف جن سے پہلے بالاتفاق اظہار ہے اور یہ صورت زیادہ جگہ آئی ہے جیسے اِذْ قَالُوا۔ قَدْ نَرٰی۔ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ ھَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ۔ بَلْ قَالُوا۔ بَلْ ھُوَ۔ بَلْ اَدْرَكَ پس جب بارھویں باب میں اختلافی قسم کو بیان کر دیا تو صرف اجماعی صورت باقی رہ گئی اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جس میں بالاتفاق ادغام ہے (۲) وہ جس میں سب کے لیے اظہار ہے اور ان میں سے پہلی قسم کو کم ہونے کی بناء پر اس تیرھویں باب میں بیان کر دیا۔ پس ادغام کی اختلافی اور اجماعی دونوں صورتوں کے بیان کر دینے سے یہ بات متعین ہو گئی کہ ماسوا میں ان پانچوں کلمات کا بالاتفاق اظہار ہے۔ (۳) ان صورتوں میں اجماعاً" ادغام بیان کر دینے سے اس پر تنبیہ ہو گئی کہ بعض حضرات نے جو ان میں سے بعض حروف میں اظہار کیا ہے وہ شاذ اور ضعیف ہے۔ چنانچہ (۱) قَدْ تَّبَيَّنَ (۲) اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ (۳) فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ (۴) اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (۵) غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ (۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَلَعَتْ تَزَّوَرُ (۷) هَمَّتْ طَّائِفَتٰنِ (۸) وَدَّتْ طَّائِفَةٌ (۹) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ (۱۰) قُلْ رَّبِّیْ میں بعض حضرات سے اظہار ہے جن کی تفصیل یہ ہے کہ نمبرایک اور نمبردو میں ابو حمدون کے طریق سے اور مروزی کے ذریعہ ابن مسیب سے ہے اور نمبر تین میں محمد کے ذریعہ ابن مسیب سے اور نمبر چار میں محمد سے اور سراج کے ذریعہ حماد سے اور نمبرپانچ میں فضل بن شاہین کے ذریعہ حفص سے اور نمبرچھ میں ضحاک سے اور نمبرسات میں ابو سلیمان کے اور نمبر آٹھ میں ابو نشیط کے ذریعہ قالون سے اور نمبرنو و نمبردس میں برجی کے ذریعہ ابوبکر سے اظہار ہے لیکن یہ سب شاذ ہیں۔

۱/۲۷۴ وَلَاخُلْفَ فِي الْإِدْغَامِ إِذْ ذَلَّ ظَالِمٌ ۞ وَقَدْ تَيَّمَتْ دَعْدٌ وَّسِيمًا تَبَتَّلَا

ترجمہ: (اِذْ کے ذال کا ذال اور ظا میں اور قَدْ کے دال کا تا اور دال میں سب کے لیے بلاخلاف ادغام ہے اور وَسِيمًا کا واو فاصل ہے) اور (اس وقت محبت کے) چھپانے میں (ذرا بھی) خلاف نہیں ہے جب (اس کے ظاہر کرنے کے سبب اپنے نفس پر) ظلم کرنے والا (شخص) ذلیل ہو جائے (یعنی اگر محبت و عشق کے ظاہر کرنے کی صورت میں نقصان پہنچنے اور قتل تک کی نوبت آجانے کا اندیشہ ہو جیسا کہ منصور حلاج کو یہی صورت پیش آئی تو اس وقت محبت کی شریعت اور عشق کی طریقت کا فیصلہ یہ ہے کہ عشق و محبت کو چھپانے کی کوشش کی جائے) اور دَعْد (محبوبہ) نے (جو جنات میں سے ہے) اس خوبصورت (آدمی کے دل) کو (عشق کا) بیمار کر دیا جو (اوروں سے) منقطع ہو کر اسی کا ہو گیا ہے (جب فانی محبوب کے عاشق کا یہ حال ہے کہ وہ ہر قسم کی مصیبت جھیلنے کے بعد بھی اس سے منہ نہیں موڑتا تو ذات باقی کے عشاق کو تو بہت ہی زیادہ مستعد اور باہمت ہونا چاہیے۔)

۲/۲۷۵ وَقَامَتْ تُرِيهِ دُمْيَةٌ طِيبَ وَصْفِهَا ۞ وَقُلْ بَلْ وَهَلْ رَّاهَا لَبِيبٌ وَّيَعْقِلَا (ص)

ترجمہ: (تانیث کی تا کا تا، دال، طا میں بلا خلاف ادغام ہے اور وَصْفِهَا کا واو فاصل ہے اور هَلْ اور بَلْ کے لام کا بھی را اور لام میں بلا خلاف ادغام ہے اور وَيَعْقِلَا کا واو فاصل ہے) اور (ایک دوسری) تصویر (جیسی محبوبہ) کھڑی ہوئی حالانکہ وہ (تصویر جیسی محبوبہ) اس (عاشق) کو (صورت کی طرح) اپنی صفت کی خوشبو بھی دکھاتی (اور اس پر ظاہر کرتی) ہے۔ اور تو کہہ دے (اور دوسری بات کی طرف انتقال کر اور یہ بیان کر) کہ آیا اس (محبوبہ) کو کسی عاقل نے اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ (اپنی) عقل پر بھی قائم رہے (یعنی اس کو دیکھنا اور ہوش و حواس کا بجا رہنا یہ دونوں ضد والی حقیقتیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ پس اس کو دیکھنے کے بعد ہوش و حواس درست نہیں رہ سکتے اور اس میں اشارہ ہے کہ عشق کی منزل طے کرنے کے لیے محب اور محبوب میں مناسبت بھی از بس ضروری ہے پس بندوں کو چاہیے کو محبوب اعظم حق تعالیٰ کے اخلاق اختیار کر کے ان سے مناسبت و تعلق پیدا کریں۔)

شرح: ذیل کے پانچ حروف کا ان چند حروف میں سب کے لیے بلا خلاف ادغام واجب ہے (۱) اِذْ کی ذال کا ذال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ظا میں جیسے اِذْ ذَّھَبَ اور اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۲) قَدْ کی دال کا دال اور تا میں جیسے قَدْ دَّخَلُوْا اور قَدْ تَّبَیَّنَ اور اِذْ کے بعد ثا اور قَدْ کے بعد طا قرآن میں نہیں آئی اگر آتیں تو ہم مخرج ہونے کے سبب ان میں بھی ادغام واجب ہوتا اور اسی طرح بَلْ نَفَرٌ کے پانچ حروف سے پہلے اِذْ کی ذال اور قَدْ کی دال کا اظہار واجب ہے (۳) تانیث کی تا کا تا' دال' طا میں جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ۔ اُثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ اور قَالَتْ طَّآئِفَۃٌ (۴) ھَلْ اور بَلْ دونوں کے لام کا را اور لام میں جیسے بَلْ رَّبُّکُمْ ھَلْ رَأَیْتُمْ۔ بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ۔ ھَلْ لَّکُمْ لیکن ھَلْ کے بعد را قرآن میں نہیں آئی (۵) قُلْ کے لام کا بھی لام و را میں جیسے قُلْ لَّکُمْ۔ قُلْ رَّبِّیْ

فائدہ: (۱) شعر نمبر دو کے وَقُلْ میں دو احتمل ہیں (۱) یہ کہ اس کی بابت بھی یہ بتانا ہو کہ قُلْ کے لام کا بھی لام اور را میں ادغام واجب ہے جس طرح ھَلْ اور بَلْ کا واجب ہے (۲) یہ کہ قُلْ صرف شعر کی تکمیل کے لیے ہو جیسا کہ دوسرے اشعار میں بھی اس قسم کے کلمات آتے رہتے ہیں اور یہ مطلب ظاہر تر ہے کیونکہ اس باب میں ان الفاظ کا اجماعی ادغام بیان کرنا منظور ہے جن کا ذکر پہلے باب میں اختلافی ادغام میں آچکا ہے اور اس میں ھَلْ اور بَلْ کا ذکر تو آیا ہے لیکن قُلْ کا نہیں آیا نیز یہ باب اجماعی ادغام کی تمام قسموں پر مشتمل نہیں ہے اور اسی لیے باب کے عنوان میں قُلْ کو نہیں لائے۔ اور علی قاری کی رائے پر یہاں قُلْ ذات کے لحاظ سے تو مقصود نہیں ہے لیکن صفات کے اعتبار سے ہے اور ایسی چیزوں کو طَرْدًا لِّلْبَابِ کہتے ہیں اور اگر اس کو تکمیل کے لیے مانیں گے تو قُلْ کے لام کے را میں اجماعی ادغام کو ھَلْ اور بَلْ کے لام پر قیاس کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ (۲) چونکہ ھَلْ اور بَلْ مستقل کلمہ ہیں جن میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے اور قُلْ میں عین کے حذف سے تعلیل ہو چکی ہے اس لیے ھَلْ اور بَلْ کا تو تا میں ادغام جائز ہے اور قُلْ کا نہیں اسی لیے قُلْ تَعَالَوْا میں ادغام نہیں ہوتا اور قُلْ رَّبِّ میں ادغام اس لیے ہے کہ لام و را میں اتصال زیادہ ہے کیونکہ دونوں متجانسین یا متقاربین ہیں اور چھ صفات میں متحد ہیں اور لام و تا میں اتنا اتصال نہیں۔

(ص)

۳/۲۷۹ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَیْنِ فِیْہِ مُسَکَّنٌ فَلَا بُدَّ مِنْ اِدْغَامِہٖ مُتَمَثِّلَا

ترجمہ: اور وہ (مثال) جس میں مثلین میں کا پہلا (حرف) ساکن کیا ہوا ہو (اس میں ہر جگہ) اس (پہلے ساکن حرف) کا (دوسرے حرف میں) ادغام ضروری ہے اس حالت میں کہ وہ (ساکن حرف) مشخص اور معین ہونے والا ہو (یعنی مدہ کے علاوہ ہو جس کی مقدار معین ہوتی ہے۔ رہا مدہ سو چونکہ اس میں درازی ہوتی ہے پھر وہ بھی یکساں نہیں ہوتی اس لیے وہ مقدار کے لحاظ سے مشخص اور معین نہیں ہوتا پس مُتَمَثِّلًا کی قید سے مدہ کو نکال دیا کہ اس کا ادغام نہیں ہوتا اور اس قید کا یہ فائدہ خود ناظم نے حاشیہ میں بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں مُتَمَثِّلًا لَا ھَوَائِیًا لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ مُتَمَثِّلًا کے لفظ سے یہ معنی ظاہر نہیں ہوتے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی جب مثلین میں سے پہلا حرف ساکن اور دوسرے پر حرکت ہو تو وہاں سب کے لیے اول کا دوسرے میں ادغام واجب ہے عام ہے کہ مثلین ایک کلمہ میں ہوں (جیسے یُدْرِکْکُمْ اور یُوَجِّهْهُ) یا دو کلموں میں (جیسے وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ) لیکن اگر مثلین میں سے پہلا حرف واو یا یائے مدہ ہو جیسے قَالُوْا وَهُمْ اور فِیْ یَوْمٍ تو اس میں سب کے لیے اظہار ضروری ہے کیونکہ یہاں ادغام کرنے سے حرف مد کا مدہ ہونا باقی نہیں رہتا۔ اور مَالِیَهْ هَلَکَ (حاقہ ع ۱) میں وصلاً" حمزہ تو ھا کو حذف کر دیتے ہیں اس لیے مثلین جمع ہی نہیں ہوتے اور باقی حضرات ھا کو ثابت رکھتے ہیں اور ان کے لیے اس میں اظہار و ادغام دونوں ہیں اظہار اس لیے کہ یہ ھا زائد ہے جو سکتہ کے لیے آئی ہے اور رسماً" بھی مابعد سے جدا ہے اور ادغام اس لیے ہے کہ ظاہر میں مثلین جمع ہیں اور ھا کے زائد ہونے کی طرف توجہ نہیں کی گئی یعنی اظہار میں اصلی حالت کا لحاظ ہے اور ادغام میں کلمہ کی ظاہری صورت کا اور اس کلمہ کے متعلق ایک مضمون نویں باب کے شعر نمبر۹ میں بھی گذر چکا ہے۔ مکی فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں اظہار ہی پڑھا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی صحیح بھی ہے۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اظہار کی صورت میں مَالِیَهْ پر وقفہ لطیفہ (معمولی سا وقف) کرنا پڑے گا اور اگر وصل کریں گے تو اس میں ادغام ہی ہوگا یا پھر ھا کو حرکت دینی پڑے گی اور اگر ان دونوں میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو پھر وقف ہوگا گو وصل کی جلدی کے سبب قاری کو محسوس نہ ہو۔ انتہی۔ اور اگر متجانسین ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو اور حلقی نہ ہو جیسے حَصَدْتُّمْ وَعَدْتُّکُمْ یا متقاربین ہوں جیسے اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ تو اس صورت میں بھی سب کے لیے ادغام واجب ہے کیونکہ ان میں بھی اتصال زیادہ ہے اس لیے کہ دونوں ایک کلمہ میں ہیں اور مخرج بھی دونوں کا ایک ہے یا قریب قریب ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ اس باب کے شعر نمبر ایک اور نمبر دو میں یہ بیان ہوا تھا کہ اِذْ کے ذال کا ذال میں اور قَدْ کے دال کا دال میں اور تانیث کی تا کا تا میں اور هَلْ اور بَلْ کے لام کا لام میں ادغام واجب ہے اور اس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ مثلین کا ادغام انہیں صورتوں کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اور یہ واقع کے خلاف تھا اس لیے وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَیْنِ میں بتا دیا کہ مثلین کا ادغام قاعدۂ کلیہ کے طور پر ہر جگہ ہوتا ہے (۲) ابو علی اہوازی کی ایضاح میں ہے کہ مدہ میں بالاجماع اظہار ہے اور اس کو تشدید کے بغیر تھوڑے سے (ایک الفی) مد سے پڑھنا چاہیے اور اس کے خلاف کرنے والا روایتہً" غلط کار اور درایتہً" قصور وار ہے اور واو لین کا بلا خلاف ادغام ہوتا ہے جیسے عَفَوْا وَّقَالُوْا اور عَصَوْا وَّکَانُوْا وغیرہ اور واو لین ہی کا ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ قرآن میں یائے لین کے بعد یا نہیں آئی۔ (۳) کنز المعانی میں مثلین کے ادغام کا قاعدہ تین شعروں میں بیان کیا ہے جن میں سے ایک تو وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَیْنِ الخ ہے اور دو یہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَدَى الْكُلِّ الْاَحْرُفَ مَدٍّ فَاَظْهِرَنْ كَقَالُوْا وَهُمْ فِيْ يَوْمٍ وَاَمْدُدْهُ مُسْجَلَا

لِكُلٍّ وَالْهَآءَ سَكْتٍ بِمَا لِيَهْ فَفِيْهِ لَهُمْ خُلْفٌ وَالْاِظْهَارُ فُضِّلَا

علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وَمَا اَوَّلُ الْمِثْلَيْنِ الخ میں غَيْرَ مَدٍّ وَلَا مَنْوِيَّ الْوَقْفِ بھی ہونا چاہیے تھا تاکہ پہلی قید سے مدہ اور دوسری سے مَالِيَهْ کی ھائے سکتہ نکل جاتی (۴) بعض کہتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کے لیے مَالِيَهْ پر وقف کرنا اولیٰ ہے (۵) دانی کی ایجاز البیان میں ہے کہ مَالِيَهْ هَّلَكَ میں تین مذہب ہیں اول: وصلاً ”ھا کا اثبات اس صورت میں ادغام کے سوا کوئی وجہ جائز نہیں کیونکہ دو صحیح حروف جو اصلی حروف کے مرتبہ میں ہیں جمع ہیں جیسا کہ قَدْ کی دال اور اِذْ کی ذال اور ان کے علاوہ دوسرے حروف جب اپنے مثل کے ساتھ متصل ہو کر آئیں (تب بھی صرف ادغام ہے) اور یہ عام قراء کا مذہب ہے۔ دوم: وصلاً ”ھا کا حذف اور وقفاً“ اثبات اس صورت میں اظہار ہی مقرر ہے اور یہ نحاۃ کا مذہب ہے اور قراء کا قول نقل سے موافق تر ہے اور نحاۃ کا قول قیاس کی رو سے صحیح تر ہے۔ سوم: وصل بہ نیت وقف اس بناء پر کہ مابعد کا اس سے جدا کرنا منظور ہے اس وجہ میں کسی طرح بھی اس کا ادغام جائز نہیں۔ کیونکہ یہ اس صورت میں بھی وقف والی ھا کی طرح ہے انتہی اور یہ تیسری وجہ اس کے مطابق ہے جو ابو یعقوب ازرق کے اصحاب کے طریق سے ورش سے منقول ہے کہ وہ كِتٰبِيَهْ اِنِّيْ میں نقل نہیں کرتے پس ناظم کے طریق پر مَالِيَهْ هَّلَكَ میں ادغام بھی جائز ہے گو اظہار اولیٰ ہے جیسا کہ نویں باب کے شعر نمبر۹ میں كِتٰبِيَهْ اِنِّيْ میں نقل کے ترک کو صحیح تر بتایا ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ نقل بھی جائز ہے اور اس تقدیر پر مَالِيَهْ هَّلَكَ میں فقط ادغام ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہو چکا ہے (۶) عَصَوْا وَّكَانُوْا میں طبری سب کے لیے واو کا اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ولید بن مسلم قاف کا اظہار بتاتے ہیں اور اَوَعَظْتَ (شعراء ۷) میں رمی اور محبوب اور ابو ہذیل کسائی سے ظاء کا تا میں ادغام بتاتے ہیں۔ لیکن ابو ہذیل کامل اور رمی اور محبوب اطباق سمیت ناقص اور یہ سب شاذ ہیں (۷) اِذْ اور قَدْ کے بعد بَلْ نَفَرٌ کے حروف کی مثالیں یہ ہیں۔ وَاِذْ بَوَّانَا۔ وَاِذْ لَهُ۔ وَاِذْ نَتَقْنَا۔ اِذْ فَزِعُوْا۔ اِذْ رَمَيْتَ۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا۔ لَقَدْ لَقِيْنَا۔ قَدْ نَرٰى۔ فَقَدْ فَازَ۔ لَقَدْ رَاٰى (نجم ع۱) (۸) بعض کے قول پر قَالُوْا وَهُمْ اور فِيْ يَوْمٍ کے باب میں ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ واو یائے مدہ اور متحرکہ کے مخرج جدا جدا ہیں پس مثلین جمع نہیں ہوئے (۹) چونکہ مثلین اور متجانسین میں سے ساکن کا ادغام واجب اور متحرک کا جائز ہے اس لیے ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ مثلین اور متقاربین میں سے ساکن متحرک سے ثقیل تر ہے اور اس کی ایک مثال ص۳۰۶ پر فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے کہ اگر دو ہمزہ جمع ہو جائیں اور دوسرا ساکن ہو تو ساکن کا ابدال واجب ہے اور متحرکہ میں تسہیل جائز ہے۔

النحو و العربیہ: ۱/۲۷۴ (۱) اِذْ۔ اَلْاِدْغَامُ کا مفعول فیہ ہے اور ذَلَّ کی طرف مضاف ہے (۲) ذَلَّ مضاف الیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے سبب محل جر میں ہے (۳) جملہ وَقَدْ تَيَمَّمَتْ الخ فعلیہ ہے جو اپنے سے پہلے جملہ اسمیہ پر معطوف ہے (۴) دَعْدٌ ساکن الاوسط ہونے کی بناء پر منصرف ہے (۵) وَسِيمًا ای حَسَنًا (۶) تَبَتُّلًا ۔ اِنْقَطَعَ اور وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ بھی اسی معنی میں ہے۔ ۲/۲۷۵ (۱) دُمْيَةٌ ہاتھی دانت وغیرہ کی اس تصویر کو کہتے ہیں جو عورت کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی لیے اس سے خوبصورت عورتیں مراد لی جاتی ہیں اور اس کی فاعلیت میں قَامَتْ اور تُرِیْ دونوں کا تنازع ہے اور دُمْيَةٌ کی جمع دُمًى ہے (۲) رَاهَا اصل میں رَاٰهَا تھا اور اس کی تعلیل میں تین وجوہ ہیں (۱) اولاً آخری الف کو حذف کر دیا رَأَهَا ہو گیا جیسا کہ علق کے اَنْ رَّاٰهُ میں قنبل کی روایت ہے جو لغت سے موید ہے پھر تخفیف کے لیے ہمزہ کو الف سے بدل لیا (۲) قلب مکانی کے ذریعہ رَاءَ ہو گیا پھر ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (۳) اس کے مضارع کی موافقت کی غرض سے ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا (۴) وَيَعْقِلَا میں مضارع کا نصب اس لیے ہے کہ یہ واؤ کے ساتھ استفہام کا جواب ہے پس واو کے بعد اَنْ مقدر ہے اور اس کا الف الف اطلاقی ہے۔ ۲/۲۷۶ مُتَمَثِّلًا مِنْ اِدْغَامِهٖ کی ھا سے حال ہے۔

بَابُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

چودھواں باب ان حروف کے ادغام کے بیان میں جن کے مخرج قریب ہیں

(اس میں نو شعر ہیں)

شرح: یہ عبارت ناظم ہی کی ہے تیسیر میں نہیں ہے اور ناظم سے پہلے دوسرے مصنفین نے بھی اس کو استعمال کیا ہے اور تیسیر میں اسی چودھویں اور پندرھویں دونوں بابوں کے مضامین کو دو فصلوں میں بیان کیا ہے جو نہایت عمدہ ہے اور اس عبارت میں یہ بحث ہے کہ اس سے پہلے باب میں بھی قریب المخرج حروف ہی کے ادغام کا بیان تھا اور اس باب میں بھی انہیں کا بیان ہے پھر نیا باب منعقد کرنے کی کیا وجہ ہے پس اگر حُرُوْفٍ کے بعد اُخَرَ کا لفظ لے آتے تو بہتر ہوتا اور اشکال قدرے رفع ہو جاتا اور ذِكْرُ حُرُوْفٍ اُخَرَ کہتے تو مناسب تر ہو جاتا اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بارھویں اور تیرھویں باب میں تو ان پانچ حروف کا بیان تھا جن کا کئی کئی حروف میں ادغام ہوا ہے اور اس چودھویں باب میں ان حروف کا ذکر ہے جن کا صرف ایک یا دو حروف میں ادغام ہوا ہے کیونکہ اس باب میں آٹھ حرفوں کا بیان ہے جو بَثْ دُذْرَفْ لَنْ میں جمع ہیں ان میں سے با کا فا اور میم میں اور ثا کا تا اور ذال میں اور دال کا ثا اور ذال میں اور ذال کا صرف تا میں اور را کا صرف لام میں اور فا کا با میں اور لام کا ذال میں اور نون کا میم اور واو میں ادغام ہوتا ہے اور یہ کل ایک سو بارہ جگہ واقع ہوا ہے۔ پس اِذْ۔ قَدْ تانیث کی تا اور هَلْ اور بَلْ کا ادغام اصولی اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھ حروف کا فرشی اختلاف کے مرتبہ میں تھا۔ اس لیے چودھویں باب کو ان سے علیحدہ کر دیا۔ پس گویا بَابُ حُرُوُفٍ قُرُبَتْ مَخَارِجُهَا کا عنوان بَابُ حُرُوُفٍ مَّنْشُوْرَةٍ فِيْ مَوَاضِعَ مَخْصُوْصَةٍ کے معنی میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس باب کے لیے جدا عنوان مقرر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دو بابوں میں کلی ادغام کا بیان تھا اور اس میں جزئی کا بیان ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تیرھویں باب میں متقاربین اور مثلین دونوں کا بیان ہے اور اس میں صرف متقاربین یا متجانسین کا ہے اس باب کے نو شعروں میں سے پہلے چار میں ادغام کا ذکر ہے اور اس کی ضد اظہار ہے اور باقی پانچ میں اظہار کا بیان ہے اور اس کی ضد ادغام ہے۔

ادغام کا بیان جس کی ضد اظہار ہے

(ص)

۲۷۷/۱ وَاِدْغَامُ بَاءِ الْجَزْمِ فِي الْفَاءِ قَدْ رَسَا ‌ ‌ ‌ حَمِيْدًا وَّخَيِّرْ فِيْ يَتُبْ قَاصِدًا وَّلَا

ترجمہ: اور (خلاد، کسائی ابو عمرو کے لیے) جزم (سکون) والی با کا فا میں ادغام کرنا (قوی نقل سے) ثابت ہو چکا ہے حالانکہ یہ (ادغام) پسندیدہ ہے (پس اس کو ضعیف بتانے والے غلطی پر ہیں) اور تو (ان میں سے خلاد کے لیے اسی فا سے پہلے جزم والی با کے الفاظ میں سے) يَتُبْ (فَاُولٰٓئِكَ) میں (اظہار اور ادغام میں) اختیار دیدے حالانکہ تو (اس تخییر والی وجہ کی) مدد کا ارادہ کرنے والا ہو۔

شرح: یعنی فا سے پہلے بائے ساکنہ پانچ جگہ آئی ہے (۱) يَغْلِبْ فَسَوْفَ (نساء ع ۱۰) (۲) تَعْجَبْ فَعَجَبٌ (رعد ع ۱) (۳) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ (اسراء ع ۷) (۴) فَاذْهَبْ فَاِنَّ (طٰہٰ ع ۵) (۵) يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ (حجرات ع ۲) پس ابو عمرو اور کسائی کے لیے پانچوں میں صرف ادغام ہے یعنی با کو فا سے بدل کر فا میں ملا دیتے ہیں اور خلاد کے لیے اول کے چار میں صرف ادغام ہے اور نمبر پانچ میں ابو الفتح سے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور دونوں صحیح بھی ہیں اور ابو الحسن سے صرف ادغام ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے پانچوں میں صرف اظہار ہے۔ اور اگر فا سے پہلے والی با پر جزم کے بجائے پیش یا زیر ہو جیسے وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا اور مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ (بقرہ ع ۱۳ و ع ۳۵) تو اس میں سب کے لیے اظہار ہے لیکن صرف ابو عمرو کے لیے ادغام کبیر کی صورت میں ایک شاذ روایت کی بناء پر ادغام ہے۔

فائدہ: چونکہ کوفیین کے مذہب پر امر بھی معرب ہے اس لیے ان کی رائے پر ان پانچوں فعلوں کا سکون جزمی ہے اور ناظم نے بھی اسی پر اعتماد کرکے پانچوں کے سکون کو جزم سے تعبیر فرما دیا اور اسی لیے اس باب کے شعر نمبر چار میں بھی وَالرَّاءُ جَزْمًا کہا ہے حالانکہ وَالرَّا سُكُوْنًا بھی لا سکتے تھے اور بصریین کے مذہب پر امر مبنی ہے اس لیے ان کے نزدیک ان پانچوں میں سے اِذْهَبْ اور فَاذْهَبْ کا سکون وقفی ہے اور ناظم نے بَاءِ الْجَزْمِ کے بجائے بَاءِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوَقف اس لیے نہیں کہا کہ نمبر ایک اور نمبر دو اور نمبر پانچ کا سکون کسی کی رائے پر بھی وقفی نہیں ہے اور اس سے اختصار مانع تھا کہ ہر قسم کو اس کے جدا نام اور صفت سے تعبیر کرتے۔

۲۷۸/۲ وَمَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلْ بِذٰلِكَ سَلَّمُوْا ۔ وَنَخْسِفْ بِهِمْ رَاعُوْا وَّشَذَّ تَثَقُّلَا

ترجمہ: اور (ان قرآات کی علت اور توجیہ بیان کرنے والوں) نے (ابو الحارث کے لیے) ذٰلِکَ (کی ذال) میں یَفْعَلْ (کے لام کے ادغام) کو اس حالت میں کہ یہ (یَفْعَلْ) اپنے (لام کے) جزم کے ساتھ ہو (پیش سے نہ ہو اعتراضات سے) بچایا ہے اور ان (اہل ادا) نے (کسائی کے لیے) یَخْسِفْ بِهِمْ (سباع ا کی فا کے ادغام) کو محفوظ کیا ہے (اور پڑھا ہے اور معترض کے اعتراض کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی) اور یہ (یَفْعَلْ اور یَخْسِفْ) دونوں مشدد ہونے کی رو سے شاذ ہو گئے ہیں (یعنی ان دونوں کا ادغام لغت کی رو سے شاذ ہے پس یہاں مسبب (تشدید) سے سبب (ادغام) مراد لیا ہے۔)

شرح: یعنی وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ میں جبکہ اس کا لام ساکن ہو صرف ابو الحارث کے لیے لام کا ذال میں ادغام ہے اور یہ چھ جگہ آیا ہے یعنی بقرہ ع ۲۹، آل عمران ع ۳، نساء ع ۵ و ع ۱۷، فرقان ع ۶ و منافقون ع ۲ میں اور باقی ساڑھے چھ کے لیے چھوں جگہ اظہار ہے اور اگر لام پر سکون کے بجائے پیش ہو جیسے يَفْعَلُ ذٰلِكَ (بقرہ ع ۱۰) میں ہے تو اس میں سب کے لیے اظہار ہے اور يَخْسِفْ بِهِمُ (سباع ا) میں صرف کسائی کے لیے فا کا با میں ادغام ہے اور باقی چھ کے لیے اظہار ہے اور اگر با سے پہلے والی فا پر پیش یا زبر ہو جیسے يَقْذِفُ بِالْحَقِّ اور يَخْسِفَ بِكُمُ تو اس میں سب کے لیے اظہار ہے۔

فائدہ: (۱) شعر میں يَخْسِفْ بِهِمْ میں روایتہ "یا ہے اور اس یا کے ساتھ فا کا ادغام بھی پڑھ سکتے ہیں اور اظہار بھی اور اول کسائی کی اور ثانی حمزہ کی قراءۃ ہے اس لیے یا اور اظہار میں بھی ترکیب نہیں اور بعض صحیح اور معتبر نسخوں میں نون بھی ہے اس صورت میں فا کا اظہار واجب ہے ورنہ قرآات میں ترکیب لازم آئے گی (۲) وَشَذَّ اتَثَقُّلَا میں اشارہ ہے کہ کسی کلمہ کا لغوی اور صرفی قیاس کی رو سے شاذ ہونا (جیسا کہ بعض يَفْعَلْ ذٰلِكَ اور يَخْسِفْ بِهِمْ میں ادغام کو شاذ بتاتے ہیں) اس کلمہ کے متواتر ہونے کے منافی نہیں۔ چنانچہ اَبٰى۔ یابٰی اہل صرف کی رائے پر شاذ ہے حالانکہ وہ کثیر الاستعمال ہے اور تنزیل میں بھی (توبہ ع ۵ و طٰہٰ ع ۷ و احزاب ع ۹ میں) واقع ہوا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ان میں ادغام قراءۃ کی رو سے شاذ ہے یا تمام نحاۃ کی رائے پر شاذ ہے کیونکہ قراء کے یہاں شاذ وہ ہے جو متواتر نہ ہو یعنی اس کے نقل کرنے والے کم ہوں یا اس میں قبول قراءۃ کے تین رکنوں میں سے کسی رکن کی کمی ہو اور یہ دونوں ایسے نہیں بلکہ ان میں ادغام متواتر اور مشہور ہے اور نحاۃ کی رائے پر شاذ وہ ہے جو قیاس کے خلاف یا قلیل الاستعمال ہو اور کوفیین کی رائے پر تو شعر کے دونوں کلمات میں دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں ہے البتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصریین کا خیال یہ ہے کہ ان میں ادغام قیاس کے خلاف ہے اور غالباً انہیں کی پیروی میں فارسی نے بھی یَخْسِفْ بِّهِمُ کے ادغام کو ضعیف بتایا ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس میں قوی حرف فا کا ضعیف حرف (با) میں ادغام ہو رہا ہے اور ابو حیان رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا ہے اور ظاہر ہے کہ با میں جہر، شدت، قلقلہ تین قوی صفتیں ہیں اور فا میں ھمس اور رخاوت ہے جو ضعیف صفات میں سے ہے پس اس حالت میں فا کو قوی اور با کو ضعیف کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن کو رات کہنے لگے اور چونکہ قراآت صحیح سند کے ذریعہ نبی ﷺ سے ثابت ہیں اور عربیت کے قواعد قراۃ کے تابع ہیں اور عکس نہیں ہے اس لیے اگر صرفی کسی قراءۃ کو شاذ بتائیں تو اس کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کہ یہاں ان کا بنایا ہوا قاعدہ ٹوٹ گیا۔ اور چونکہ ان دونوں کلمات میں ادغام صرف لغت کی رو سے اور بعض نحاۃ کے قول پر شاذ ہے اس لیے جعبری کی رائے پر مناسب یہ تھا کہ وَشَذَّ اَنْثَقُلَا میں کوئی ایسی قید لگا دیتے جس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی۔ سوال: اس کی وجہ کیا ہے کہ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ اور قُلْ نَعَمْ جیسی مثالوں میں تو سب کے لیے لام کا اظہار واجب ہے اور بَلْ نَتَّبِعُ اور هَلْ نُنَبِّئُكُمْ وغیرہ میں بعض کے لیے لام کا ادغام اور بعض کے لیے اظہار ہے حالانکہ لام و نون ایک قول پر متقاربین اور دوسرے پر متجانسین ہیں اس لیے ان کا حکم ہر جگہ یکساں ہونا چاہیے تھا۔ جواب: پہلی دونوں مثالوں میں لام کا سکون عارضی اور باقی دو میں لازمی ہے۔ پس دونوں سکونوں میں فرق کرنے کے لیے عارضی میں اظہار کو واجب قرار دیدیا اور لازمی سکون میں ادغام بھی جائز رکھا گیا۔

٣/٢٧٩ وَعُذْتُ عَلٰى اِدْغَامِهٖ وَنَبَذْتُهَا شَوَاهِدُ حَمَّادٍ وَّاُوْرِثْتُمُوْحَلَا
ح ش ح ح

٤/٢٨٠ لَهٗ شَرْعُهٗ ۔ وَالرَّاءُ جَزْمًا بِلَامِهَا كَوَاصْبِرْ لِحُكْمٍ طَالَ بِالْخُلْفِ يَذْبُلَا
ل ش ل ط ی

ترجمہ: اور (حمزہ، کسائی اور ابو عمرو کے لیے) عُذْتُ جو ہے اس کے اور فَنَبَذْتُهَا کے ادغام (کی صحت) پر کثرت سے (حق تعالیٰ کی) تعریف کرنے والے (قاری) کی دلیلیں ہیں (جن کو اس نے بیان کیا ہے) اور (ابو عمرو و ہشام، حمزہ اور کسائی کے لیے) اُوْرِثْتُمُوْهَا (کی ثا کا تا میں ادغام) جو ہے۔ اس (حماد) کے لیے اس (ادغام کے ثبوت) کا طریق شیریں ہوگیا ہے (یعنی نہایت نفیس دلیل سے ثابت ہے کیونکہ ثا اور تا متقاربین ہیں) اور را جزم (والی ہونے) کی حالت میں (بھی) اپنے (اس) لام میں (مدغم ہے جو چوتھے باب میں بیان ہو چکا ہے یعنی جس طرح کبیر میں حرکت والی را کا لام میں ادغام ہوتا ہے اسی طرح یہاں صغیر میں بھی رائے ساکنہ کا لام میں ادغام ہوتا ہے جو دوری کے لیے تو خلاف کے ساتھ ہے یعنی ان کے لیے اظہار و ادغام دونوں ہیں اور طریق کے موافق ادغام ہی ہے اور سوسی کے لیے صرف ادغام ہے اور اس رائے ساکنہ اور لام کی مثال) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ کی طرح ہے یہ (ادغام طا والے کے) خلاف کے ساتھ ہو کر دراز ہوگیا ہے حالانکہ یہ (قوت میں) يَذْبُلُ (مشہور پہاڑ سے تشبیہ دیا گیا) ہے (یا یہ ادغام خلاف کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر قوت اور شہرت میں یذبل پہاڑ سے بھی بلند ہوگیا ہے)

شرح: یعنی عُذْتُ بِرَبِّیْ میں دونوں جگہ (غافر ع ۳ و دخان ع ۱ میں) اور فَنَبَذْتُهَا (طٰهٰ ع ۵) میں تینوں میں ابو عمروؒ حمزہ اور کسائی کے لیے ذال کا تا میں ادغام اور باقی چار کے لیے اظہار ہے اور اُوْرِثْتُمُوْهَا (اعراف ع ۵ و زخرف ع ۷) میں دونوں جگہ ابو عمرو' ہشام' حمزہ اور کسائی کے لیے ثا کا تا میں ادغام اور باقی ساڑھے تین کے لیے اظہار ہے اور وَاصْبِرْ لِحُكْمِ اور نَغْفِرْ لَكُمْ اور اَنِ اشْكُرْ لِیْ جیسی ان مثالوں میں جن میں رائے ساکنہ کے بعد لام ہو دوری کے لیے اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور یہ ترپن جگہ آیا ہے اور چونکہ دانیؒ نے ان کی روایت میں عبدالعزیز فارسی سے ادغام ہی پڑھا ہے اور طریق بھی انہیں سے ہے اس لیے اظہار گو صحیح ہے۔ لیکن طریق کے خلاف ہے اور سوسی کے لیے صرف ادغام ہے اور باقی چھ کے لیے اس قسم میں ہر جگہ صرف اظہار ہے۔

تنبیہہ: دوری کا یہ خلاف ادغام کبیر پر مفرع ہے یعنی کبیر کے موقعوں میں ادغام پڑھتے ہوئے تو رائے ساکنہ کا لام میں صرف ادغام ہوگا اور کبیر میں اظہار پڑھتے ہوئے لام سے پہلے رائے ساکنہ میں اظہار و ادغام دونوں ہوں گے۔ پس بقرہ ع ۶ کے حَیْثُ شِئْتُمْ میں ادغام پڑھنے کی صورت میں تو نَغْفِرْ لَكُمْ میں صرف ادغام پڑھیں گے اور اول میں اظہار پڑھنے کی صورت میں ثانی میں دونوں وجوہ ہوں گی۔

فائدہ: (۱) ضرورت کے سبب اُوْرِثْتُمُوْهَا میں ضمیر کی ھا نہیں لائے اور اس میں اصل کا لحاظ کیا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ضمیر کی ھا ایک جدا کلمہ ہے اور رسم الخط کی بھی رعایت نہیں کی گئی کہ اس میں اہل رسم نے جمع کے واو کے بعد الف نہیں لکھا ہے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ ضمیر کی ھا اُوْرِثْتُمُوْ سے متصل ہے جدا نہیں ہے (۲) لِحُكْمِ میں تنوین بھی وزن ہی کے کامل کرنے کے لیے لائے ہیں اور اگر حکایتہ" تنوین کے بغیر لاتے تو اس میں قبض ہوتا (۳) چونکہ بِالْخُلْفِ میں با سے پہلے واو نہیں ہے اس لیے ناظمؒ کی رائے پر خلاف دوری ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور تیسیر میں بھی یہی ہے کیونکہ اس میں بِخِلَافٍ بَیْنَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فرمایا ہے اور یہ دانی رحمہ اللہ کی اصطلاح ہے کہ اہل عراق سے دوری کی اور عِنْدَ الْعِرَاقِیِّیْنَ سے سوسی کی روایت مراد لیا کرتے ہیں اور بعض نے وہم کی بناء پر اہل عراق کے لفظ سے یہ سمجھ لیا کہ اس قسم میں ابو عمرو کے لیے اہل عراق کے مذہب پر ادغام ہے اس لیے ان حضرات نے دونوں راویوں کے لیے دونوں وجوہ بیان کر دیں جو واقعہ کے خلاف ہے اور مکی کی رائے پر دوری کے لیے صرف اظہار اور سوسی کے لیے صرف ادغام ہے اور یزیدی سے ابو العلاء اور ابن مجاہد نے بلا خلاف ادغام نقل کیا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ ادغام کی وجہ قوی ہے۔ (۴) ناظمؒ نے جو خلاف کی نسبت دونوں راویوں کے بجائے دوری ہی کی طرف کی ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول: موصوف کا عمل یہ تھا کہ کبیر کے موقعوں میں سوسی کے لیے صرف ادغام پڑھا کرتے تھے پس جب راء متحرکہ کا لام میں ادغام ہو گیا تو ساکنہ کا بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیے اسی بناء پر ان کے لیے خلاف نہیں بتایا اور دوری کے لیے کبیر میں اظہار پڑھتے تھے اس بناء پر ان کے لیے ساکنہ میں خلاف بیان کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکہ اظہار کی صورت میں ساکنہ اور متحرکہ دونوں کا حکم یکساں ہو جائے رہا ساکنہ کا ادغام سو اس کی وجہ یہ ہے کہ متحرکہ سے ساکنہ کا ادغام قوی تر ہے۔ دوم: یہ خلاف دوری سے خوب مشہور ہے جس کی طرف طَالَ بِالْخُلْفِ یَذْبُلَا میں اشارہ ہے اور سوسی سے اتنا مشہور نہیں یعنی اس صورت میں طَالَ بِالْخُلْفِ یَذْبُلَا میں اس طرف اشارہ ہوگا کہ چونکہ اس قسم میں دوری سے خلاف مشہور تر تھا اس لیے میں نے انہیں کی طرف منسوب کر دیا (۵) حَلَالَهٗ شَرْعُهٗ سے ایک اور معنی بھی نکلتے ہیں جو نہایت نفیس ہیں یعنی اس قاری حماد کے لیے اس کی شریعت شیریں ہو گئی ہے۔

اظہار کا بیان جس کی ضد ادغام ہے

۵ ۲۸۱ وَيَاسِينُ اَظْهِرْ عَنْ فَتًى حَقُّهٗ بَدَا　وَنُونٌ وَفِيهِ الْخُلْفُ عَنْ وَرْشِهِمْ خَلَا

ع ف حق ب

ترجمہ: اور تو (حفص، حمزہ، ابن کثیر اور ابو عمرو اور قالون کے لیے) یٰسٓ (وَالْقُرْاٰنِ) اور نٓ (وَالْقَلَمِ کے ہجا والے نون) کا اس جو ان سے اظہار کر۔ جس (کی تعریف) کا حق ظاہر ہو گیا ہے اور اس (نٓ وَالْقَلَمِ) میں ان میں کے ورش سے خلاف گذر چکا ہے (یعنی متقدمین نے اس کو بیان کیا ہے پس یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کا انکار کیا جائے)

شرح: یعنی یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ دونوں میں قالون، ابن کثیر، ابو عمرو، حفص، حمزہ کے لیے اس نون کا اظہار ہے جو سین اور نون کے ہجا میں آتا ہے اور ورش کے لیے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں تو صرف ادغام ہے اور نٓ وَالْقَلَمِ میں اظہار اور ادغام دونوں ہیں اور اظہار مشہور تر اور اکثر کا مذہب ہے اور باقی اڑھائی ابن عامر، ابوبکر، کسائی کے لیے دونوں میں صرف ادغام ہے غنہ کے ساتھ۔

فائدہ: (۱) مناسب یہ تھا کہ یٰسٓ اور نٓ اور طٰسٓ کے نون کو پندرھویں باب میں نون ساکن اور نون تنوین کے احکام میں بیان کرتے کیونکہ ان میں بھی نون ساکن ہے اور اس کے بعد واو اور میم آرہے ہیں پس یہ بھی اسی باب کی جزئیات میں سے ہیں لیکن ایسا اس لیے نہیں کیا کہ اس سے مقطعات یکجا نہ رہتے بلکہ مریم کا صاد تو یہاں چودھویں باب میں آجاتا اور باقی تین پندرھویں باب میں آتے اور دانیؒ نے ان حروف کو ان کی سورتوں میں الگ الگ بیان کیا ہے پس یہ مُخَصَّص ہیں جو اپنے مخصص منہ سے پہلے آگئے ہیں نیز چونکہ اس باب میں جزئیات کا بیان ہے جو فرشی مسائل کے مرتبہ میں ہیں اور پندرھویں باب میں کلیات کا ذکر ہے جو اصولی احکام میں سے ہیں اور ناظمؒ نے اس قصیدہ میں پہلے اصولی مسائل بیان کیے ہیں پھر فرشی اور اپنے دوسرے قصیدہ رائیہ میں اس کا عکس کیا ہے پس یہاں ان جزئیات کو کلیات سے پہلے لے آنے میں رائیہ کی ترتیب کی موافقت ہو گئی (۲) ان مقطعات میں ادغام تو اس لیے ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نون ساکن کے بعد واو اور میم موجود ہیں اور اس صورت میں ادغام ہوا کرتا ہے جیسا کہ آئندہ باب میں آئے گا۔ پس یہ بھی اسی عام قاعدہ میں شامل ہیں اور اظہار اس لیے ہے کہ ہجا کے حروف سورتوں کے شروع میں ہوں یا کسی اور جگہ۔ ان کا حق یہی ہے کہ ان کے آخری حروف کو ساکن کر کے ہر ایک کو جدا جدا رکھیں کیونکہ اصل کے لحاظ سے یہ سب جدا ہی ہیں نہ تو ان سے کلمے بنائے گئے ہیں اور نہ ترکیب میں مابعد سے کوئی تعلق رکھتے ہیں اور اسی لیے یہ مبنی ہیں اور ان پر اعراب جاری نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ابو جعفران میں سے ہر ایک حرف پر سکتہ کرتے ہیں اور دوسرے حضرات جو ان پر وقف نہیں کرتے وہ بھی اس کو وصل بہ نیت وقف کہتے ہیں۔

٦/٢٨٢ وَحِرْمِيٌّ نَصْرٍ صَادَ مَرْيَمَ مَنْ يُرِدْ ثَوَابَ لَبِثْتَ الْفَرْدَ وَالْجَمْعَ وَصَّلَا
حرمی ن

ترجمہ: اور (قراآت کے) مددگار حرمی جو ہیں انہوں نے (نافع، ابن کثیر، عاصم کے لیے) مریم کے (شروع کے) صاد (اور وَ) مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ (آل عمران ع ۱۵ کے دال اور) لَبِثْتُ واحد (متکلم اور واحد حاضر) اور جمع (حاضر کی ثا تینوں) کو (ہم تک اظہار کے ساتھ) پہنچایا ہے (اور ان کو بھی اظہار میں یٰسٓ اور نٓ کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔)

شرح: یعنی کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ (مریم ع ۱) اور وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ میں جو آل عمران ع ۱۵ میں دو جگہ ہے اور لَبِثْتُ اور لَبِثْتُمْ تینوں میں جو چودہ جگہ آئے ہیں۔ نافع، ابن کثیر، عاصم کے لیے شعر کے تینوں کلمات میں دال کا ذال اور ثا سے اور ثا کا تا سے پہلے اظہار ہے اور باقی چار کے لیے تینوں میں ادغام ہے یعنی صٓ ذِّکْرُ يُرِدْ ثَّوَابَ اور لَبِثتُّ لَبِثتَّ لَبِثتُّمْ پڑھتے ہیں اور چونکہ لَبِثْتُ میں ثا کے بعد تا آرہی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ لَبِثْنَا جمع متکلم میں سب کے لیے اظہار ہے کیونکہ اس میں ثا کے بعد تا نہیں ہے بلکہ نون ہے اور ثا و نون میں اتصال نہیں۔

فائدہ: (۱) صاد کے ساتھ مریم کی قید لگا کر صٓ وَالْقُرْاٰنِ کو نکال دیا پس اس میں سب کے لیے اظہار ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اصفہانی کا یہ قول صحیح نہیں کہ مَرْيَمَ کی قید تاکید اور وضاحت کے لیے ہے احترازی نہیں (۲) جعبری فرماتے ہیں چونکہ یہاں یہ اندیشہ تھا کہ کوئی یہ سمجھ لیتا کہ صٓ ذِکْرُ اور يُرِدْ ثَوَابَ کا تعلق حِرْمِيٌّ نَصْرٍ سے ہے اور لَبِثْتُ اور آئندہ شعر کے طٰسٓ کا فَازَ کی فا والے حمزہ سے ہے اس لیے وَصَّلَا لا کر بتا دیا کہ لَبِثْتُ کا تعلق بھی حِرْمِيٌّ نَصْرٍ ہی سے ہے اور علی قاری کی رائے یہ ہے کہ یہ احتمال تو وَصَّلَا اور وَطٰسِيْنَ کی واؤ ہی نے دور کر دیا ہے۔

(ص)

٧/٢٨٣ وَطَاسِيْنَ عِنْدَ الْمِيْمِ فَازَ اتَّخَذْتُمْ اَخَذْتُمْ وَفِي الْاِفْرَادِ عَاشَرَ دَغْفَلَا
ف ع د

ترجمہ: اور (حمزہ کے لیے شعرا اور قصص کے اول میں) میم کے پاس طٰسٓ (کے نون کا اظہار) کامیاب ہو گیا ہے (اور حفص و ابن کثیر کے لیے) اِتَّخَذْتُمْ (اور) اَخَذْتُمْ (کا اظہار) جو ہے اس نے (ان کی جمع حاضر میں) اور (ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کے) واحد (حاضر و متکلم اِتَّخَذْتَ اور اَخَذْتَ) میں وسعت والے (عیش یا ارزانی والے سال) کے ساتھ گذران میں شرکت کی ہے (یعنی اظہار خوب ظاہر اور مشہور اور بہت سی دلیلوں سے موید ہے۔)

شرح: یعنی طٰسٓمٓ میں دونوں جگہ جو شعرا اور قصص کے شروع میں ہے حمزہ کے لیے سین کے نون کا اظہار ہے یعنی نہ تو نون میں غنہ کرتے ہیں اور نہ میم پر تشدید پڑھتے ہیں جس کی صورت یہ ہے طٰسٓمٓ اور باقی چھ نون کو میم سے بدل کر میم میں ادغام بھی کرتے ہیں اور اس کو ایک الف کے برابر کھینچتے بھی ہیں اور اَخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُمْ اور فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ جمع حاضر میں اور اَخَذْتُ اور اِتَّخَذْتُ اور لَتَّخَذْتَ واحد متکلم اور حاضر میں یعنی جب اس مادہ میں ذال ساکن کے بعد تا ہو جس کے اٹھارہ الفاظ آئے ہیں جن میں سے اَخَذْتُمْ چھ جگہ اور اَخَذْتُ پانچ جگہ اور اِتَّخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُ سات جگہ ہے سب میں ابن کثیر اور حفص کے لیے ذال کا اظہار ہے اور باقی ساڑھے پانچ کے لیے ادغام ہے یعنی ذال کو تا سے بدل کر تا میں ملا دیتے ہیں اور تا پر تشدید پڑھتے ہیں جس سے اَخَذْتُّ اَخَذْتُّمْ اِتَّخَذْتُّمْ اِتَّخَذْتُّمُوْهُمْ۔ لَتَّخَذْتَّ ہو جاتا ہے۔

(ص)
$\frac{8}{284}$ وَفِي ارْكَبْ هُدٰى بَرٌّ قَرِيْبٍ بِخُلْفِهِمْ　　كَمَا ضَاعَ جَا يَلْهَثْ لَهٗ دَارِ جُهَّلَا
(ب ق ه　　ک من ج ل د ج)

ترجمہ: اور (بزی' قالون' خلاد کے لیے خلاف کے ساتھ اور ابن عامر' خلف' ورش کے لیے بلا خلاف) اِرْكَبْ (کی با کے اظہار) میں (ایسے) نیکی کرنے والے (یا نیکی والے یا خلوص اور شائستگی والے عالم) کی ہدایت ہے جو (لوگوں سے) قریب (یعنی تواضع کرنے والا یا مہربان) ہے حالانکہ یہ (اظہار) ان (ھا' با' قاف والوں) کے خلاف کے ساتھ ہے (کہ ان کے لیے اظہار اور ادغام دونوں ہیں) یہ (اظہار اسی طرح) آیا (اور وارد ہوا) ہے جس طرح یہ (ناقلین میں) پھیل گیا ہے (اور مشہور ہو گیا ہے یعنی ہم تک متواتر طریقوں سے پہنچا ہے اور ہشام' مکی' ورش کے لیے) يَلْهَثْ (کی ثا کا اظہار) جو ہے تو اس (کی حفاظت) کے لیے (اس پر سے) جاہلوں (کے اعتراض) کو دفع کر دے (یعنی اگر ناواقف لوگ یہ کہیں کہ يَلْهَثْ ذٰلِكَ میں ثا اور ذال متجانسین ہیں جن میں سے پہلا ساکن ہے اور اس صورت میں ادغام واجب ہے پھر ان حضرات نے اظہار کس لیے کیا ہے تو تم اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کہ اس میں اظہار صحیح نقل کے ذریعہ ثابت ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ اس صورت میں ادغام واجب نہیں بلکہ جائز ہے یا تو اس کی حفاظت کے لیے جاہلوں پر مہربانی اور نرمی کر جب وہ تمہاری خوش خلقی کے سبب تم سے مانوس ہو جائیں گے تو چند روز کے بعد ان کو قراآت سے بھی محبت ہو جائے گی پھر اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوگی۔)

$\frac{9}{285}$ وَقَالُوْنُ ذُوْ خُلْفٍ وَّفِي الْبَقَرَهْ فَقُلْ　　يُعَذِّبْ دَنَا بِالْخُلْفِ جُوْدًا وَّمُوْبِلَا
(ج د)

ترجمہ: اور (اسی يَلْهَثْ کے اظہار میں) قالون خلاف والے ہیں اور تو کہہ دے کہ (ابن کثیر کے لیے خلاف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اور ورش کے لیے بلا خلاف) بقرہ (ع ۴۰) میں (وَ) یُعَذِّبُ (کی با کا اظہار دال والے کے) خلاف کے ساتھ ہو کر (ہم سے) قریب ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ (اظہار) بہت بارش (سے تشبیہ دیا گیا) ہے اور بہت بارش لانے والا (بادل) ہے (یعنی نہایت قوی اور ثواب سے مالا مال کرنے والا ہے۔)

شرح: یعنی یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا (ہود ع ۴) میں قالون' بزی' خلاد کے لیے دو وجوہ ہیں۔ (۱) با کا اظہار (۲) با کا میم میں ادغام یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا لیکن یہ خلاف مفرع نہیں بلکہ مرتب ہے جس میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے کیونکہ قالون کے لیے ابو الفتح سے اظہار ہے اور طریق بھی انہیں سے ہے اور ابو الحسن سے ادغام ہے اور خلاد کے لیے اس کا عکس ہے اور بزی کے لیے ادغام نقاش کے طریق سے ہے اور اظہار دوسرے طرق سے نتیجہ یہ کہ قالون کے لیے ادغام اور بزی و خلاد کے لیے اظہار گو صحیح ہے لیکن طریق کے موافق نہیں ہے پس قالون کے لیے اظہار اور بزی و خلاد کے لیے ادغام طریق کے موافق ہونے کی بناء پر قوی ہے اور ورش ابن عامر' خلف کے لیے صرف اظہار ہے۔ اور باقی ساڑھے تین قنبل' ابو عمرو' عاصم' کسائی کے لیے صرف ادغام ہے۔ اور یَلْهَثْ ذٰلِكَ (اعراف ع ۲۲) میں ورش' ابن کثیر' ہشام کے لیے ثا کا صرف اظہار ہے اور قالون کے لیے اظہار و ادغام دونوں ہیں لیکن اظہار ابو الفتح کے بجائے ابو الحسن سے ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے صرف ادغام ہے یعنی یَلْهَثْ ذّٰلِكَ اور اگر اس پر وقف کر دیں تو پھر سب کے لیے اظہار ہی ہوگا رہا پہلا یَلْهَثْ سو اس میں سب کے لیے ہر حال میں اظہار ہے اور ناظم نے شہرت کو کافی سمجھ کر یَلْهَثْ کے ساتھ ثانی کی قید نہیں لگائی اور اسی قید کے بڑھانے کے لیے علی قاریؒ نے اس باب کے آخری دونوں شعروں میں تغیر کیا ہے اور وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ ع ۴۰) میں جو حضرات با کا جزم پڑھتے ہیں ان میں سے ورش کے لیے صرف اظہار ہے اور ابن کثیر کے لیے اظہار و ادغام دونوں ہیں لیکن نشر کی رو سے ادغام طریق کے خلاف ہے اور قالون و ابو عمرو اور حمزہ اور کسائی کے لیے صرف ادغام ہے وَيُعَذِّبْ مَّنْ يَّشَآءُ اور ابن عامر اور عاصم چونکہ اس میں با کا پیش پڑھتے ہیں اس بناء پر ان کے لیے ادغام کا قاعدہ ہی نہیں پایا جاتا کیونکہ اس باب میں ساکن حروف کے ادغام کا بیان ہے۔

فائدہ: (۱) ابن مجاہد جیسے محققین کی رائے پر واو اور فا سے پہلے میم ساکنہ میں صرف اظہار ہے اور ابن شریح نے کسائی سے فا سے پہلے اور لولوی نے ابو عمرو سے واو سے پہلے میم کا اخفا بھی روایت کیا ہے اور یہ دونوں شاذ ہیں اور ابو محمد بغدادی کی رائے پر با سے پہلے میم ساکنہ میں صرف اظہار ہے اور بصریین کی رائے پر صرف اخفاء ہے اور کسائی سے شاذ روایت کی بناء پر ادغام بھی ہے جو کوفیین کا مذہب ہے اور جمہور کے مذہب پر اظہار اور اخفاء دونوں ہیں اور علامہ جزری کی رائے پر اخفاء مختار ہے اور چونکہ اس میں جانبین کی رعایت ہے اس لیے یہی اولیٰ ہے اور دانیؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور مصر اور شام والوں کا عمل بھی اسی پر ہے اور چونکہ اقلاب کی صورت میں میم کے اخفاء پر اجماع ہے۔ اس لیے اس سے بھی اخفاء ہی کی تائید ہوتی ہے (۲) اَوَعَظْتَ (شعراء ع ۷) میں اصمعی نے ابو عمرو سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادغام ناقص اور ابو ذہل نے کسائی سے ادغام کامل روایت کیا ہے اور حلوانی کے ذریعہ یزیدی سے ابن عون نے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا (آل عمران ع ۱) میں اور یشکری نے ابو عمرو سے وَاسْمَعْ غَيْرَ (نساء ع ۷) میں ادغام بتایا ہے اور یہ سب شاذ روایتیں ہیں جو صرف واقفیت کے لیے درج کی گئی ہیں نہ کہ عمل کے لیے (۳) دیباچہ ص ۱۴۷ کے پہلے فائدہ میں دال کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ ایک مسئلہ کے دو حکموں میں یا دو ترجموں میں رمز اور اسم صریح کو جمع کر دیتے ہیں اور ایک میں نہیں کرتے اور یہاں يَلْهَثْ میں خُلف بھی دوسرے مسئلہ کے مرتبہ میں ہے اس لیے رمز کے بعد وَقَالُوْنُ ذُوْخُلْفٍ میں قالون کا اسم صریح لے آئے اور وَبَصْرٍ وَّهُمْ اَدْرٰى یونس شعر نمبر ۳ بھی اسی قبیل سے ہے پس گویا وَقَالُوْنُ ذُوْخُلْفٍ سے ایک جدا مسئلہ شروع کیا ہے اور اسی لیے ذُوْ کو خبر ہونے کی بناء پر رفع سے لائے ہیں اور اگر یہ جدا مسئلہ کے حکم میں نہ ہوتا اور وَقَالُوْنَ کو ماقبل پر معطوف کرتے تو ذُوْخُلْفٍ کے بجائے ذَاخُلْفٍ کہتے اور اس کا نصب حال ہونے کی بناء پر ہوتا۔

النحو و العربیہ: ۲۷۷/۱ (۱) بَاءِ الْجَزْمِ میں اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر ہے کیونکہ جزم باہی پر آتا ہے (۲) فِیْ۔ اِدْغَامُ کے متعلق ہے (۳) رَسَا۔ رُسُوٌّ۔ ثُبُوْتٌ سے ہے (۴) حَمِيْدًا ای مَحْمُوْدًا (۵) وَلَا اصل میں وَلَاءً تھا جعبری فرماتے ہیں۔ کہ پہلے اس میں رَاَيْتُ زَيْدْ والے لغت کے موافق الف کے بغیر وقف کیا پھر وزن کی بناء پر ہمزہ کو حذف کر دیا لیکن دیباچہ شعر نمبر ۴ میں اَلْعُلَا کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ اس میں قصر حمزہ کی قراءۃ کے موافق لغۃ" ہے اور صحیح قراءۃ کے موجود ہوتے ہوئے شعری ضرورت پر محمول کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ ۲۷۸/۲ (۱) يَفْعَلْ بِذٰلِكَ کی تقدیر وَاِدْغَامُ لَامِ يَفْعَلْ فِيْ ذَالِ ذٰلِكَ ہے اور با مصدر کے متعلق ہے اور حرف عطف اصل فعل پر تو آتا ہی ہے لیکن کبھی متعلق پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہاں واو کو مَعْ پر داخل کر دیا اور وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (نساء ع ۲۲) بھی اسی قبیل سے ہے ای وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۲) مَعْ جَزْمِهٖ يَفْعَلْ کے لام سے حال ہے ای مُصَاحِبَ الْجَزْمِ اور جَزْمِهٖ کی ھا يَفْعَلْ کے لیے ہے جو مبتدا ہونے کے سبب رتبۃ" اس پر مقدم ہے فِيْ بَيْتِهٖ يُؤْتَى الْحُكْمَ کی طرح (۳) يَفْعَلْ (مبتدا) کا عائد محذوف ہے ای سَلَّمُوْهُ (۴) تَثَقُّلًا۔ شَذًّا کے فاعل سے تمیز ہے یعنی شَذَّ اِدْغَامُهُمَا الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِالتَّثَقُّلِ الَّذِيْ هُوَ الْمُسَبَّبُ لِلْاِدْغَامِ ۳/ ۲۷۹ (۱) نَبَذْتُ یا تو اِدْغَامِهٖ کی ھا پر معطوف ہے اور یہی سہل ہے یا عُذْتُ پر اور اس تقدیر پر ھا۔ كُلٌّ وَاحِدٍ کے لیے ہوگی یا یوں کہو کہ تقدیر وَنَبَذْتُهَا كَذٰلِكَ ہے یا یہ اکتفاء کے باب سے ہے یعنی پہلے مبتدا کے بعد جو خبر آرہی تھی اسی کو دوسرے کے لیے بھی کافی سمجھ لیا۔ ۲۸۰/۴ (۱) جعبری کے قول پر لَهٗ کی ھا حملو کے اور شَرْعُهٗ کی ھا ادغام کے لیے ہے اور علی قاری عکس کے قائل ہیں اور لَهٗ کا لام شَرْعُهٗ کے متعلق ہے جو شعر ۳ کے حَلَا کا فاعل ہے (۲) جَزْمًا ای مَجْزُوْمَةً اَوْ ذَاتَ جَزْمٍ (۳) بِلَازِمِهَا میں اضافت ملابست کی بناء پر ہے ای بِلَازِمِهَا الْمَعْهُوْدِ (۴) يَذْبُلَا وزن فعل اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف ہے پس اس کا الف اطلاقی ہے تنوین سے بدلا ہوا نہیں اور یہ مُشَبَّهًا کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفعول ہے جو طَالَ کے فاعل سے حال مترادف یا متداخل ہے اور جعبری کی رائے پر یَنْبُلَا طَالَ کا مفعول ہے۔ لیکن چونکہ یہ فعل لازم ہے اس لیے اس صورت میں طَالَ کو عَلَا کے معنی میں ماننا پڑے گا۔ ۵/۲۸۱ (ا) یٰسٓ اور نٓ اور صٓ کے اور شعرے کے طٰسٓ کے ہجاء والے نون اور دال کو شعری ضرورت کی بناء پر فتح دیا ہے کیونکہ نظم کے درمیانی حصوں میں دو ساکنوں کا جمع ہونا جائز نہیں اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو حکائی حالت کے لحاظ سے مناسب یہ تھا کہ چاروں میں نون اور دال کو ساکن ادا کرتے اور تینوں حرکتوں میں سے فتحہ کو اختیار کرنے کی وجہ الٓمٓ اَللّٰهُ کی موافقت ہے اور یہ توجیہ صحیح نہیں کہ یہاں ان حروف کا فتحہ اعرابی ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول بہ ہے جیسا کہ دوسرے مبنی حروف کو بھی اس صورت میں معرب کر دیتے ہیں جبکہ ان سے الفاظ مراد لیتے ہیں جیسا کہ فرقان شعر نمبرے کے وَکَمْ لُوْ وَلَيْتٍ میں آئے گا کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو یٰسٓ اور نٓ دونوں کو تنوین سے لاتے اس لیے کہ جب ان سے سورتوں کے نام کے بجائے الفاظ مراد ہیں تو ان میں منع صرف کے دو سبب باقی نہیں رہے پس یہ منصرف ہو گئے پھر تنوین سے کون سی چیز مانع ہے اور اس سے وزن میں بھی کوئی فرق نہیں آتا اس لیے کہ نقل کی بناء پر وَیٰسِیْنُ نُ اظْهِرْ کہہ سکتے تھے اور اسی طرح وَنُوْنَ میں بھی وَنُوْنًا کہنا ممکن تھا (ابراز) اور علی قاری کی رائے پر اولیٰ یہ ہے کہ یٰسٓ۔ نٓ۔ طٰسٓ۔ صٓ کے آخری حروف کا فتحہ شاذ قراءۃ کی بناء پر ہے کیونکہ ان میں تینوں حرکات آئی ہیں اور فتحہ ہی کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس نصب کی صورت پر ہے جو مقام کے مناسب ہے اور بعض ان کو معرب قرار دے کر عجمہ اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف کہتے ہیں لیکن اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے چنانچہ جعبری بھی یہی فرماتے ہیں کہ ان میں اعراب کا احتمال نہیں لیکن علی قاری اس کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اگر ان میں عجمہ نہ ہو تب بھی تانیث و علمیت دو سبب موجود ہیں۔ لیکن ابو شامہ کی مذکورہ بالا تقریر میں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ جب ان سے الفاظ مراد ہیں تو ان میں علمیت قطعاً" نہیں (۲) دوسرے مصرع کے دونوں جار خَلَا ی مُضٰی کے متعلق ہیں۔ ۶/۲۸۲ (ا) حِرْمِیٌّ نَصِیْرٍ میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے ای وَحِرْمِیٌّ نَاصِرٌ اور چونکہ یہ رمز ہے عَلَم نہیں اس لیے اس کے بعد دوسری رمز لے آنے میں کوئی اشکال نہیں اور یہ یا تو مبتدا ہے جس کی خبر وَصَّلَا ہے اور صَادَ مَرْیَمَ اور اس کے دونوں معطوف (جن پر سے عاطف مقدر ہے اور معطوفات اس طرح بھی آتے ہیں) وَصَّلَا کے مفعول ہیں یا حِرْمِیٌّ نَصِیْرٍ۔ اَظْهَرَ مقدر کا فاعل ہے جس پر پہلے شعر کا اَظْهِرْ دال ہے اور صَادَ مَرْیَمَ اپنے معطوفوں سمیت اسی کا مفعول ہے اس صورت میں وَصَّلَا مستانفہ ہوگا۔ (۲) اَلْفَرْدُ وَالْجَمْعُ دونوں لَبِثْتُ کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور سخاوی کے قول پر ان میں دال اور عین کا رفع ہے اور یہ ابن عامر کی قراءۃ پر وَکُلٌّ وَّعَدَ اللّٰهُ (حدید ع ۱) کے قبیل سے ہیں یعنی یہ مبتدا ہے اور وَصَّلَا بحذف عائد خبر ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ گو بعض نسخوں میں دال اور عین کا رفع ہے لیکن اس نصب سے جو صَادَ مَرْیَمَ پر معطوف ہونے کی بناء پر ہے رفع کی طرف منتقل ہونے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ تینوں الفاظ کا حکم ایک ہی ہے پھر بلا وجہ بعض کو علیحدہ کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کیا معنی اور علی قاری فرماتے ہیں کہ روایت میں درایت کا کوئی دخل نہیں (۳) وَصَلاً کا الف اطلاقی ہے اور ضمیر لفظ حِرْمِیٌّ نَصُرِ کے لیے ہے کیونکہ حِرْمِیٌّ لفظاً" مفرد ہے گو معنیً" تثنیہ ہے اسی لیے حِرْمِیُّہٗ کَلاَ اعراف شعر نمبر۱۲ میں بھی فعل کو مفرد لائے ہیں اور چونکہ قراء تین ہیں اس لیے اس کا الف تثنیہ کے لیے نہیں ہو سکتا۔ ۷/ ۲۸۳ (۱) وَطٰسِینَ کی تقدیر وَاِظْھَارُ نُوْنِ طٰسِیْنَ ہے اور عِنْدَ الْمِیْمِ اسی مصدر مقدر کا ظرف ہے (۲) وَفِی الْاِفْرَادِ کا معطوف علیہ مقدر ہے اسی فِی الْجَمْعِ وَفِی الْاِفْرَادِ اور جار یا تو عَاشَرَ کے متعلق ہے یا اظہار مقدر کے اور علی قاری کی رائے پر وَفِی الْاِفْرَادِ نیتہ" موخر ہے اور تقدیر وَالْحُکْمُ فِی حَالِ اِفْرَادِہٖ اَیْضًا کَذٰلِکَ ہے اور پہلی ترکیب اولیٰ ہے جعبری فرماتے ہیں کہ وَفِی الْاِفْرَادِ میں ہمزہ کا فتحہ جائز نہیں کیونکہ اس سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں (اس بناء پر کہ وَفِی الْاَفْرَادِ کے معنی یہ ہوں گے اور جمع میں' حالانکہ اس کا معطوف علیہ اَخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُمْ بھی جمع ہے پس معطوفین متحد ہو جائیں گے اور حاصل یہ ہوگا کہ جمع میں اور جمع میں) اور علی قاریؒ کی رائے پر کوئی فساد نہیں اس بناء پر کہ اَفْرَاد۔ فَرْد کی جمع ہے جو مفرد کے معنی میں ہے (پس معنی یہ ہوں گے کہ اَخَذْتُمْ اور اِتَّخَذْتُمْ میں اور ان کے مفردوں میں) ۳۔ دُغْفُلاً (خِصْبًا وَّاسِعًا یعنی کشادہ ارزانی) عَاشَرَ کا مفعول بہ ہے۔ ۸/۲۸۴ (۱) بَرٌّ صفت مشبہ ہے اور اس کی جمع ابرار ہے اور یہ اس بَارٌّ کے معنی میں ہے جس کی جمع بَرَرَۃٌ ہے (۲) قَرِیْبُ مُنْلَطِفٍ اَوْ مُتَوَاضِعٍ (۳) کَمَا مصدر مقدر مُجِیْئًا کی صفت کے متعلق ہے اسی مُجِیْئًا کَائِنًا کَضُوعِہٖ وَشُیُوْعِہٖ (۴) ضَاعَ۔ ضَاعَ الطِّیْبُ بمعنی فَاحَ وَانْتَشَرَ سے ہے اور کَمَا ضَاعَ جَاءَ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح پہلے سے مشہور تھا اسی شہرت کے ساتھ ہم تک بھی پہنچا ہے (۵) دَارِ۔ دَارَءَ سے امر ہے جو دَافِعْہُ یا لَاطِفْہُ کے معنی میں ہے اور اس میں تخفیف کی بناء پر ہمزہ کو یا سے بدل کر حذف کر دیا ہے اور وَدَارِھِمْ مَا دُمْتَ فِی دَارِھِمْ بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۹/۲۸۵ (۱) وَفِی الْبَقَرَۃْ میں تا کا سکون اور ھا سے ابدال وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہے نہ کہ ضرورت کی بناء پر کیونکہ اس صورت میں تو تا کا ساکن کر دینا بھی کافی تھا یا شاذ لغت کی بناء پر ہے جیسا کہ وَمَرْیَمَ ابْنَۃَ عِمْرَانَ الَّتِیْ (تحریم ع ۲) میں بھی شاذ قراءۃ میں وصلا" ھا سے ابدال ہے (۲) جملہ یُعَذِّبُ الخ جعبری کی رائے پر قُلْ کا مقولہ ہے جو نیتہ" ظرف پر مقدم ہے اسی وَقُلْ فِی الْبَقَرَۃِ یُعَذِّبُ الخ لیکن علی قاریؒ اس کو اس بناء پر پسند نہیں فرماتے کہ اس میں دو عاطف بلا فصل جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ وَفِی الْبَقَرَۃْ کو اجمال اور فَقُلْ الخ کو اس کی تفصیل قرار دیا جائے لیکن اگر ایک عاطف کو زائد مان لیا جائے تو پھر عاطفین کا توارد نہیں رہے گا۔ پس جعبری کی ترکیب واضح تر ہے (۳) جُوْدًا اسی الْمَطَرُ الْغَزِیْرُ یہ مُشَبَّھًا جُوْدًا یا ذَاجُوْدٍ یا جَائِدًا کے معنی میں ہو کر دَنَا کے فاعل سے حال ہے (۴) مُوْبِلُ وَبْلٌ سے ہے اور یہ بھی بہت بارش کے معنی میں ہے اور اس میں اِفْعَال کا ہمزہ صیرورت کے لیے ہے اسی صَارَ ذَاوَبْلٍ اور یہ جُوْدًا پر معطوف ہے اور وَاوَبْلاً انعام شعر نمبر ۲۷ بھی اسی معنی میں ہے پس مُوْبِلُ بہت بارش والے کے اور بعض کے قول پر بہت بارش لانے والے بادل کے معنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے۔

بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

پندرھواں باب نون ساکن اور تنوین کے احکام کے بیان میں

(اس میں پانچ شعر ہیں)

شرح: نون کے ساتھ سکون کی قید لگا کر متحرک کو نکال دیا اور تنوین اصل وضع ہی میں ساکن ہے اس لیے اس کے ساتھ قید نہیں لگائی اور گو یہ بھی نون ہی ہے لیکن چونکہ یہ کتابت میں نہیں ہوتا نیز وقفاً حذف ہو جاتا ہے یا الف سے بدل جاتا ہے اس لیے اس کا نام لینے کی ضرورت پیش آئی اور تنوین اس نون ساکن کا نام ہے جو اسم کے آخر میں آئے اور اصلی حروف میں سے نہ ہو اور تاکید کے لیے بھی نہ ہو اور یہاں وہ احکام مراد ہیں جو نون کو وصلاً پیش آتے ہیں اور جن کے ادا کرنے سے نون میں کمال پیدا ہو جاتا ہے اور ادا نہ کرنے سے کمی آجاتی ہے۔ پس وصل کی قید سے وہ احکام نکل گئے جو وقفاً پیش آتے ہیں اور کمال کی قید سے وہ حرکت نکل گئی جو دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب نون پر آتی ہے اور اس باب کے اکثر مسائل اجماعی ہیں جو تجوید سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ائمہ ان مسائل کو قراءۃ کی سب کتابوں میں اس لیے بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآن میں کثرت سے واقع ہوتے ہیں اور اس لیے بھی کہ ان میں سے بعض مسائل اختلافی ہیں اور اکثر ائمہ کی طرح ناظمؒ نے بھی ان دونوں نونوں کے چار احکام بتائے ہیں (۱) ادغام بلاغنہ اور باغنہ (۲) اظہار (۳) قلب (۴) اخفاء اور جعبری کی تحقیق یہ ہے کہ ان کے تین احکام ہیں (۱) ادغام کامل و ناقص (۲) اظہار (۳) اخفاء قلب کے ساتھ اور بلاقلب انتہی۔ لیکن چونکہ اخفاء اقلاب سے پیدا ہوتا ہے اور عکس نہیں ہے اس لیے اقلاب کو مستقل قسم شمار کرنا اولیٰ ہے اور اصل کے لحاظ سے یہ باب بھی چودھویں باب ہی میں شامل ہے اور گو اس میں مثلین کا بھی ذکر ہے لیکن وہ تبعاً ہے اور اس پر بھی جدا عنوان اس لیے منعقد کیا ہے کہ اس کے احکام دونوں نونوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں پس گویا یہ جزئی احکام کے مرتبہ میں ہیں۔

(ص)

۱/۲۸۶ وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ اَدْغَمُوْا ۔۔۔ بِلَا غُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمُلَا

ترجمہ: اور ان (اہل ادا) میں کے سب نے نون (ساکن) اور تنوین کا لام و را میں (ایسا) ادغام کیا ہے (جو) غنہ کے بغیر (ہے) تاکہ دونوں (نون یا لام و را تلفظ میں) زینت دار (اور عمدہ) ہو جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲/۲۸۷ وَكُلٌّ بِيَنْمُو اَدْغَمُوا مَعْ غُنَّةٍ ۞ وَفِي الْوَاوِ وَالْيَا دُوْنَهَا خَلَفٌ تَلَا

ترجمہ: اور سب (قراء) نے یَنْمُو (کے چار حروف) میں (دونوں نونوں کا ایسا) ادغام کیا ہے (جو) غنہ کے ساتھ (ہے) اور خلف نے (ان چار میں سے) واو اور یا میں (ایسے ادغام سے) پڑھا ہے (جو) اس (غنہ) کے بغیر (ہے)

۳/۲۸۸ وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ ۞ مَخَافَةَ اَشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ اَثْقَلَا

ترجمہ: اور ان دونوں (واو اور یا) کے پاس (حالانکہ یہ دونوں نون کے ساتھ) ایک کلمہ میں (ہوں) تمام (قراء) کے لیے (نون ساکن کا) اظہار کر (اس مدغم کے) مضاعف کے ساتھ مشابہ ہو جانے کا خوف کرنے کی وجہ سے حالانکہ یہ (مضاعف ہمیشہ) مشدد (ہی ہوتا) ہے۔

۴/۲۸۹ وَعِنْدَ حُرُوْفِ الْحَلْقِ لِلْكُلِّ اُظْهِرَا ۞ اَلَا هَاجَ حُكْمٌ عَمَّ خَالِيْهِ غُفَّلَا

ا ھ ح ع خ غ

ترجمہ: اور حلق کے حروف کے پاس (یعنی ان چھ حروف سے پہلے جو اَلَا سے غُفَّلَا تک کے چھ کلمات کے شروع شروع میں آرہے ہیں) تمام (قراء) کے لیے دونوں (نون) اظہار سے پڑھے گئے ہیں (اور ان کلمات کے معنی یہ ہیں) خبردار ایسے حکم (موت یا قیامت) نے جس کا گذرنے والا حصہ (سب کو) شامل ہوگیا ہے (کہ کوئی بھی اس سے بچنے والا نہیں ہے بہت سے) غافل لوگوں کو گھبراہٹ (اور فکر) میں ڈال دیا ہے (اور ان کی چین اور خوشی سب خاک میں ملا دی ہے اور ان کی غفلت دور کر دی ہے پس ایسے عام حکم کی طرف سے بے توجہی رکھنا اور بے خبر رہنا مناسب نہیں ہے ورنہ غافلوں سے بھی بڑھ کر غافل کہلاؤ گے۔)

۵/۲۹۰ وَقَلْبُهُمَا مِيْمًا لَدَى الْبَا وَاَخْفِيَا ۞ عَلٰى غُنَّةٍ عِنْدَ الْبَوَاقِي لِيَكْمُلَا

ترجمہ: اور (تیرا) ان دونوں (نونوں) کا با کے پاس میم سے بدل لینا (ثابت) ہے اور باقی (پندرہ حروف) کے پاس دونوں (نون ایسے) اخفا سے پڑھے گئے ہیں (جو) غنہ پر (شامل ہونے والا ہے) تاکہ (اس اخفا کے سبب) دونوں (نون) کامل (اور تلفظ میں عمدہ) ہو جائیں۔

شرح: یعنی نون ساکن اور تنوین دونوں کے چار حکم ہیں۔ اول: ادغام اور وہ ان چھ حرفوں میں ہوتا ہے جو یَرْمَلُوْنَ میں جمع ہیں (۱) یا میں مَنْ يَّقُوْلُ۔ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ (۲) را میں مِنْ رَّبِّهِمْ۔ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا (۳) میم میں مِنْ مَّالٍ۔ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ (۴) لام میں فَاِنْ لَّمْ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۵) واو میں مِنْ وَّالٍ۔ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ (۶) نون میں عَنْ نَّفْسٍ۔ مَلِكًا نُّقَاتِلْ پس ان سب حروف میں تمام قراء دونوں نونوں کا ادغام کرتے ہیں لیکن لام اور را میں غنہ کے بغیر جس سے نون کی آواز بالکل نہیں رہتی (کیونکہ کامل قرب کے سبب نون اور لام اور را مثلین کے مرتبہ میں ہیں) اور نون و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میم میں غنہ سے اور واو اور یا میں خلف غنہ کے بغیر ادغام کامل کرتے ہیں اور باقی قراء غنہ کے ساتھ ادغام ناقص کرتے ہیں اور اس باب کا یہی ایک مسئلہ اختلافی ہے باقی سب اتفاقی ہیں۔ اور نون ساکن کا واو اور یا میں ادغام اس شرط سے ہوتا ہے کہ نون کے بعد واو اور یا دوسرے کلمہ میں ہوں پس اگر نون ساکن اور واو اور یا ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جائیں جو ان چار کلمات میں آئے ہیں (۱) قِنْوَانٌ (انعام ع ۱۲) (۲) صِنْوَانٌ (رعد ع ۱) (۳) دُنْیَا (۴) بُنْیَانٌ دونوں ہر جگہ تو اس صورت میں تمام قراء نون ساکن کو اظہار سے پڑھتے ہیں اور ادغام اس لیے نہیں کرتے کہ اس سے تشدید آجانے کے سبب کلمہ اس مضاعف کے مشابہ ہو جاتا ہے جس میں ایک ہی طرح کے دو حرف جمع ہو رہے ہوں یعنی یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ مثلاً قِنْوَانٌ اور دُنْیَا میں پہلے ہی سے واو اور یا پر تشدید ہے اور ان میں اصل سے نون نہیں تھا اور یہ شبہ خلف کی روایت پر تو ضرور ہی ہو جاتا کیونکہ وہ واو اور یا میں ادغام کامل کرتے ہیں جس میں نون کا اثر قطعاً نہیں رہتا۔ دوم: اظہار اور وہ حلق کے ان چھ حرفوں سے پہلے ہوتا ہے جو اَهُعَ۔ حَغَخْ میں جمع ہیں اور یہ حروف نون تنوین کے بعد تو دوسرے ہی کلمہ میں آتے ہیں کیونکہ تنوین آخر ہی میں ہوا کرتا ہے اور نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں بھی آتے ہیں اور دوسرے میں بھی۔ اس لیے ان کی مثالیں اٹھارہ ہو جاتی ہیں۔ بارہ نون ساکن کی اور چھ تنوین کی۔ (۱) ہمزہ جیسے یَنْؤُنَ۔ مَنْ اٰمَنَ۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۲) ھا جیسے عَنْهُمْ مِنْ هَادٍ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ (۳) عین جیسے اَنْعَمْتَ مِنْ عَمَلٍ۔ حَقِیْقٌ عَلٰی (۴) حا جیسے وَانْحَرْ مِنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (۵) غین جیسے فَسَیُنْغِضُوْنَ۔ مِنْ غِلٍّ۔ مَآءٍ غَیْرِ (۶) خا جیسے وَالْمُنْخَنِقَةُ وَاِنْ خِفْتُمْ یَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ پس ان چھوں حروف سے پہلے تمام قراء دونوں نونوں کو بالاتفاق اظہار سے پڑھتے ہیں اس بناء پر کہ نون کے اور حلقی حروف کے مخرج میں جدائی ہے جو یہ چاہتی ہے کہ نون کو بعد کے حرف سے بالکل جدا رکھا جائے اور پوری جدائی اظہار ہی سے ہوتی ہے۔ سوم: قلب و اقلاب و ابدال اور یہ صرف با سے پہلے ہوتا ہے جیسے اَنْبِئْهُمْ اَنْ بُوْرِكَ۔ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ پس با سے پہلے تمام قراء نون ساکن اور تنوین دونوں کو خالص میم سے بدل کر اس میم کو غنہ اور اخفا سے پڑھتے ہیں ادغام نہیں کرتے اور قلب کے بعد اَنْ بُوْرِكَ اور اَمْ بِهٖ دونوں کا تلفظ بالکل یکساں ہو جاتا ہے لیکن اَنْ بُوْرِكَ اور اَلِیْمٌ بِمَا وغیرہ میں تو اقلاب کے بعد سب کے لیے صرف اخفاء ہوتا ہے اور اس بدلے ہوئے میم میں اظہار کسی کے لیے بھی جائز نہیں اور اَمْ بِهٖ اور یَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ وغیرہ ان تمام مثالوں میں جن میں با سے پہلے اصلی میم ساکن ہو بدلا ہوا نہ ہو سب کے لیے اظہار اور اخفا دونوں جائز ہیں اور محققین کی رائے پر اخفا اولیٰ ہے اور میم کے اخفا کے معنی یہ ہیں کہ با سے پہلے میم کو ہلکا اور ضعیف ادا کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ میم کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو نرمی سے بند کریں اس سے میم کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے اور اس کا اخفا یہی ہے (انشراح الصدور، جمال القرآن، ضیاء القراءۃ۔ تحفۃ المبتدی)۔ چہارم: اخفا اور یہ باقی پندرہ حروف (تا، ثا، جیم، دال، ذال، زا، سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظاء، فا، قاف، کاف) سے پہلے ہوتا ہے اور یہ حروف نون ساکن کے بعد تو اسی کلمہ میں بھی آتے ہیں اور دوسرے میں بھی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنوین کے بعد دوسرے ہی میں آتے ہیں اس لیے ان پندرہ حروف سے پینتالیس مثالیں بن جاتی ہیں۔ تیس نون ساکن کی اور پندرہ تنوین کی۔ (۱) تا جیسے كُنْتُمْ۔ مَنْ تَابَ۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ (۲) ثا جیسے وَالْاُنْثٰى۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ۔ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (۳) جیم جیسے اَنْجَيْنٰنَا۔ وَاِنْ جَنَحُوْا۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا (۴) دال جیسے عِنْدَهٗ۔ مِنْ دَآبَّةٍ۔ عَمَلًا دُوْنَ (۵) ذال جیسے لِيُنْذِرَ۔ مِنْ ذَهَبٍ۔ وَكِيْلًا ذُرِّيَّةَ (۶) زا جیسے يُنَزِّلُ۔ مِنْ زَوَالٍ۔ نَفْسًا زَكِيَّةً (۷) سین جیسے اَلْاِنْسَانُ اَنْ سَيَكُوْنُ وَرَجُلًا سَلَمًا (۸) شین جیسے يُنْشِئُ۔ فَمَنْ شَهِدَ۔ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (۹) صاد جیسے يَنْصُرْكُمْ۔ وَلَمَنْ صَبَرَ عَمَلًا صَالِحًا (۱۰) ضاد جیسے مَنْضُوْدٍ۔ مِنْ ضُعْفٍ۔ وَكُلًّا ضَرَبْنَا (۱۱) طاء جیسے يَنْطِقُ۔ مِنْ طِيْنٍ۔ صَعِيْدًا طَيِّبًا (۱۲) ظا جیسے وَانْظُرْ۔ مِنْ ظَهِيْرٍ۔ ظِلًّا ظَلِيْلًا (۱۳) فا جیسے يُنْفِقُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ خَالِدًا فِيْهَا (۱۴) قاف جیسے وَيَنْقَلِبُ مِنْ قَرَارٍ۔ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ (۱۵) کاف جیسے اَنْكَالًا۔ مِنْ كُلٍّ۔ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ پس ان پندرہ حرفوں سے پہلے تمام قراء دونوں نونوں کو اخفا سے پڑھتے ہیں جس میں نون کے غنہ کی صفت باقی رہتی ہے پس اخفا اس حالت کا نام ہے جو اظہار و ادغام کے درمیان ہے اور نون کے اخفا کے معنی ہیں نون کی ذات کو بالکل معدوم کر کے صرف اس کی صفت غنہ کا باقی رکھنا اور اس میں نون کا زبان سے تعلق نہیں رہتا پس نون اور میم کے اخفاء میں فرق یہ ہے کہ میم میں حرف اور غنہ دونوں چیزیں باقی رہتی ہیں اور مخرج یعنی ہونٹوں سے بھی تعلق رہتا ہے مگر میم کسی قدر ضعیف اور ہلکا ہوتا ہے اور نون کے اخفاء میں صرف غنہ رہتا ہے حرف نہیں رہتا اور نہ مخرج کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔

فائدہ ۱: نون ساکن اور تنوین کے واو اور یا میں مدغم ہونے کی صورت میں جو غنہ خلف کے علاوہ اوروں کی قراءة پر ظاہر ہوتا ہے وہ بالاتفاق نون ہی کا غنہ ہے اور اسی لیے اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں اور نون میں مدغم ہونے کی صورتیں جو غنہ ہے وہ بالاتفاق مدغم فیہ کا ہے اور میم میں مدغم ہونے کی صورت میں اختلاف ہے جمہور کی رائے پر تو یہ غنہ مدغم فیہ کا ہے اور ابن کیسان اصل کو غالب رکھنے کی بناء پر اس کو مدغم کا غنہ بتاتے ہیں نتیجہ یہ کہ پہلے قول پر ادغام کامل اور دوسرے پر ناقص ہے۔ اور یہ بحث لفظی ہے جس کا ادا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فائدہ ۲: (۱) اس باب کے پہلے شعر میں نون سے نون ساکن مراد ہے اور عنوان پر اعتماد کرنے کے سبب اس قید کو ظاہر نہیں کیا پس وَالنُّوْنَ میں اَلْ عہد کے لیے ہے (۲) لام و را سے پہلے نون ساکن کلمہ کے آخر ہی میں آتا ہے درمیان میں کسی جگہ بھی نہیں آیا۔ (۳) چونکہ مصنفین کی عادت ہے کہ ادغام کے حروف کو يَرْمَلُوْنَ میں جمع کیا کرتے ہیں اس لیے ناظمؒ نے بھی اسی پر عمل کیا ہے اور چونکہ را اور لام کے بعد چار حرف رہ گئے تھے اس لیے ان کو يَنْمُوْ میں جمع کر دیا تاکہ سلف کی پیروی ہو جائے (۴) یا اور واو میں خلف کے علاوہ دوسرے حضرات ادغام ناقص اس لیے کرتے ہیں کہ یہ دونوں نون سے را اور لام کی طرح کامل قرب نہیں رکھتے اور خلفؒ نفس قرب کا لحاظ کر کے کامل ادغام کرتے ہیں اور نون و میم میں جمہور کی رائے پر کامل ہی ہے کیونکہ اس صورت میں مدغم اور مدغم فیہ دونوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غنہ کیصلاحیت ہے پس اول کا حذف ہو کر ثانی کا غنہ باقی رہتا ہے (۵) یا اور واو میں جو خلف کے علاوہ اوروں کے لیے ادغام ناقص ہے سخاوی اس کو ادغام کے بجائے اخفا قرار دیتے ہیں کیونکہ غنہ کے ہوتے ہوئے خالص ادغام نہیں ہو سکتا پس جو حضرات اس کو ادغام کہتے ہیں وہ مجاز کی بناء پر کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی قدرے تشدید ہے الخ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس میں تشدید تو کالل ہے صرف اتنی بات ہے کہ نون کا غنہ باقی رہتا ہے پس جس طرح بَسَطْتَ۔ اَحَطْتُّ میں اطباق کی صفت باقی رہنے کے باوجود بھی سب کی رائے پر ادغام ہے اور اس میں سخاوی رحمہ اللہ بھی متفق ہیں اسی طرح مَنْ یَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ میں بھی ادغام ماننے والوں کا قول حق سے قریب تر ہے اور ائمہ اسی پر ہیں اور ناظم بھی انہیں میں سے ہیں اور اسی لیے یَنْمُوْ کہا ہے عِنْدَیَنْمُوْ نہیں کہا (۶) یٰسٓ اور نٓ وَالْقَلَمِ کا ملفوظی نون اظہار والوں کی قراءۃ پر یَنْمُوْ کے قاعدہ سے مستثنٰی ہے یعنی خلف کے لیے بھی اور دوسرے حضرات کے لیے بھی (۷) چونکہ نون ساکن کے بعد لام، را، میم ایک کلمہ میں کسی جگہ بھی نہیں آئے اس لیے ایک کلمہ میں ادغام نہ ہونے کے قاعدہ کو یَرْمَلُوْن میں سے واو اور یا ہی کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اگر ان کے بعد نون آئے تو اس میں مثلیت کے سبب ادغام ہی ہوگا۔ رہا تنوین سو وہ کلمہ کے شروع اور وسط میں آتا ہی نہیں (۸) قِنْوَانٌ اور اس کے ساتھ کے ان کلمات کا مضاعف سے مشابہ ہو جانے کے اندیشہ سے مستثنٰی کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوسی کے لیے وَرِءْیًا کو ابدال سے اس خوف سے مستثنٰی کیا تھا کہ اس رِیًّا سے ملتبس نہ ہو جائے جو سیراب کرنے کے معنی میں ہے۔ (۹) مضاعف وہ ہے جس کے اصلی حروف میں سے کوئی سا حرف تمام حالات میں دو بار آتا ہو جیسے حَنَّانٌ۔ حَیَّان وغیرہ۔ (۱۰) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ لغت کی رو سے یَرْمَلُوْن کے سب حروف میں غنہ کا باقی رکھنا اور حذف کر دینا دونوں جائز ہیں (۱۱) نشر میں ہے کہ ابوبکر، حمزہ اور کسائی اور خلف کے سوا باقی قراء کے لیے را اور لام میں ادغام کرنے کے وقت غنہ کا باقی رکھنا بھی صحیح ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نون ساکن کتابت میں موجود ہو اسی لیے اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اور اِلَّا تَنْفِرُوْا اور فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا (ہود) میں اور ان جیسی اور مثالوں میں غنہ کے حذف پر اتفاق ہے (۱۲) گو ناقص ادغام کی صورت میں قنوان وغیرہ میں نون کا غنہ مضاعف کے ساتھ التباس سے مانع تھا لیکن چونکہ یہ قوی مانع نہیں تھا اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا (۱۳) ناظمؒ کی رائے پر حلقی حروف سات ہیں اور ساتواں الف ہے لیکن یہاں اس کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ وہ ساکن کے بعد نہیں آسکتا (۱۴) نون ساکن کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ صرف وَیَنْـَٔوْنَ (انعام ع ۳) میں آیا ہے (۱۵) اَلَا هَاجَ حُکْمٌ الخ میں موت و قیامت کی اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کے موافق جزا ملے گی اور ظاہر ہے کہ یہ ایسا عظیم الشان حکم ہے جس نے غافلوں تک کو بھی جگا دیا اور ہوشیار کر دیا ہے چنانچہ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ (صٓ ع ۵) میں اس کی عظمت ارشاد فرما کر بیدار کیا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کی نصیحتوں میں ہے اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الْمَوْتَ قَدْ فَضَحَ الدُّنْیَا فَلَمْ یُبْقِ لِذِیْ لُبٍّ فَرَحًا لوگو! اس موت نے دنیا کو رسوا کر دیا ہے سو اس نے کسی عاقل کے لیے کوئی خوشی نہیں چھوڑی اور بعض نے اسی مضمون کو عجیب انداز سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

یَا غَفْلَةً شَامِلَةً لِّلْقَوْمِ كَأَنَّمَا يَرَوْنَهَا فِي النَّوْمِ مَيْتُ غَدٍ يَحْمِلُ مَيْتَ الْيَوْمِ

یعنی لوگوں کی غفلت بھی کس درجہ تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا اس بیداری میں پیش آنے والے معاملہ کو خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ جو شخص کل مرنے والا ہے وہ آج کی میت کا جنازہ لے جا رہا ہے روایت میں ہے کہ لوگ سو رہے ہیں پھر جب موت آئے گی تو سب بیدار ہو جائیں گے اور اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ الخ بھی اسی معنی میں ہے۔

فائدہ ۳: (۱) چونکہ اخفاء میں نون اپنے اور بعد والے حرف دونوں کے مخرجوں سے جدا ہو کر خیشوم میں پہنچ جاتا ہے اس لیے اس کے تلفظ میں حسن آجاتا ہے اور اس میں اظہار اور ادغام دونوں کا کچھ کچھ اثر ہوتا ہے (۲) اگر لِتَكْمُلَا یا کے بجائے تا سے ہو تو اس کی ضمیر دونوں نونوں کے احکام کے لیے ہوگی اور الف اطلاقی ہوگا (۳) چونکہ اس باب کے اکثر مسائل اجماعی ہیں نیز کُلٌّ کا لفظ چار جگہ مذکور اور دو جگہ مقدر ہے اس لیے شعر ۵ کے لِتَكْمُلَا میں رمز ہونے کا شبہ نہیں ہوتا (۴) اقلاب تلفظ میں مزید سہولت پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ نون کا مخرج با سے قدرے دور ہے اور میم وبا کا مخرج ایک ہی ہے نیز میم میں نون کی طرح غنہ بھی ہے پس چونکہ میم' نون اور با دونوں کے درمیان تھا اور اس میں دونوں کا کچھ کچھ اثر تھا اس لیے نون کو میم سے بدل لیا اور اقلاب میں التباس کا بھی کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ ایک کلمہ میں با سے پہلے میم ساکن کلام عرب میں بالکل نہیں آتا۔ پس یہ بات واضح ہے کہ عَنْبَرٌ اور مِنْبَرٌ۔ اَنْبَآء وغیرہ میں جو میم ہے وہ اصلی نہیں بلکہ نون سے بدلا ہوا ہے (۵) دو حرفوں کا مخرج اور صفات میں کامل درجہ کا قرب ادغام کا اور دونوں میں پوری جدائی اظہار کا اور درمیانی حالت پر ہونا اخفاء کا سبب ہے اور قرب کی زیادتی اور کمی کا فائدہ تشدید اور غنہ میں ظاہر ہوتا ہے یعنی قرب زیادہ ہوگا تو تشدید کامل ہوگی اور غنہ بھی زیادہ ہوگا۔ جو صرف نون اور میم میں ہوتا ہے (۶) مخارج کی ترتیب سے اخفاء کی مثالیں بیان کی جائیں تو سب سے پہلے قاف کی اور سب کے آخر میں فا کی مثال آئے گی (۷) اگر مدغم اور مدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام وصل و وقف دونوں میں ہوگا اور اگر دو کلموں میں ہوں تو صرف وصل میں ہوگا (۸) لِتَكْمُلَا میں لام عاقبت کا ہے یعنی اخفاء اس لیے کیا گیا ہے کہ انجام کار نون ساکن اور تنوین کے چاروں حکم پورے ہو جائیں کیونکہ لغت کی رو سے بھی ان کے یہی احکام ہیں (۹) غنہ اس آواز کو کہتے ہیں جو خیشوم (ناک کے بانسہ) سے نکلتی ہے۔

النحو و العربیہ: ۲۸۶/۱ (۱) بِلَا غُنَّةٍ مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے ای اِدْغَامًا كَائِنًا بِلَا غُنَّةٍ (۲) لِيَجْمُلَا کا لام لامِ کَی ہے جس کے بعد ہر جگہ اَنْ ناصبہ مقدر ہوتا ہے۔ ۲۸۷/۲ (۱) كُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای وكُلُّ الْقُرَّآءِ (۲) مَعَ غُنَّةٍ بھی اِدْغَامًا مقدر کی صفت ہے اور دُوْنَهَا بھی اسی طرح مقدر کی صفت ہے ای تِلَاوَةً خَالِيَةً عَنِ الْغُنَّةِ ۲۸۸/۳ (۱) بِكِلْمَةٍ عِنْدَهُمَا کی ضمیر سے حال ہے (۲) اِشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے عَجِبْتُ مِنْ اِكْرَامِ زَيْدٍ کی طرح جس کی تقدیر عَجِبْتُ مِنْ اِكْرَامِ عَمْرٍو لَهٗ ہے ای خَوْفَ اَنْ يُّشْبِهَ الصِّنْوَانُ وَغَيْرُهٗ الْمُدْغَمُ الْمُضَاعَفَ حَالَ تَشْدِيْدِهٖ ۲۸۹/۴ (۱) جملہ اَلَا هَاجَ الخ یا تو حُرُوْفِ الْحَلْقِ سے بدل ہونے کی بناء پر محل جر میں ہے ای هَمْزَةِ اَلَا یا مبتداء مقدر کی خبر ہے ای هِيَ اَوَّلُ اَلَا وَمَا بَعْدَهٗ (۲) هَاجَ۔ حَرَّكَ (۳) عَمَّ۔ اَشْمَلَ (۴) خَالِيْهِ خَلَاای مَضٰى سے ہے اور قَدْ خَلَتْ بھی اسی قبیل سے ہے (۵) غُفَّلًا یا تو هَاجَ کا مفعول ہے یا عَمَّ کا۔ ۲۹۰/۵ (۱) لَدَى الْبَا۔ قُلْب کا ظرف ہے اور علی قاری کی رائے پر ثَابِتٌ مقدر کا ظرف ہے جو قَلْبُهُمَا کی خبر ہے (۲) وَاُخْفِيَا۔ قَلْبُهُمَا کے معنی پر معطوف ہے ای قُلِبَا وَاُخْفِيَا (۳) عَلٰى غُنَّةٍ بھی مقدر کی صفت ہے ای اِخْفَاءً كَائِنًا عَلٰى غُنَّةٍ

بَابُ الْفَتْحِ وَالْاِمَالَةِ وَبَيْنَ اللَّفْظَيْنِ

سولھواں باب فتح اور امالہ (محضہ) اور امالہ بین بین کے بیان میں

(اس میں اڑتالیس شعر ہیں)

شرح: (۱) یہاں فتح سے حرف کو فتحہ دینا مراد نہیں اس بناء پر کہ امالہ اکثر جگہ الف میں ہوتا ہے حالانکہ وہ حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ حرف کا تلفظ کرتے ہوئے منہ کا کھولنا مراد ہے اور یہ امالہ کی ضد ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) فتح شدیدہ (۲) متوسطہ۔ شدیدہ: وہ ہے کہ جس حرف کے بعد الف ہو اسکے ادا کرنے میں قاری اپنے منہ کو بہت زیادہ کھول دے اور اس کو تفخیم بھی کہتے ہیں اور قراء اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ خراسانیوں اور ان کے ہمسایوں کی زبان میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور وہ طبعی طور پر اس کے عادی ہیں اسی لیے انہوں نے اس کو عربی لغت میں بھی استعمال کرنا شروع کر دیا اور یہ قراءۃ کا عیب اور اس میں مکروہ ہے اور فتحہ متوسطہ: وہ ہے جو فتحہ شدیدہ اور امالہ متوسطہ (بین بین) کے درمیان ہو جس میں منہ زیادہ نہ کھولا جائے اور قراءۃ میں یہی مستعمل ہے۔ (۲) امالہ کے معنی میں فتحہ کو کسرہ کی اور الف کو یا کی طرف جھکا دینا اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) متوسطہ (۲) شدیدہ۔ پس متوسطہ وہ ہے جو فتحہ متوسطہ اور امالہ شدیدہ کے درمیان ہو یعنی فتحہ کا کسرہ کی اور الف کا یا کی طرف جھکاؤ زیادہ نہ ہو اور اس کے نام پانچ ہیں۔ امالہ بین بین، بین اللفظین، صغریٰ، تقلیل، تلطیف، اور امالہ شدیدہ وہ ہے جس میں کسرہ اور یا کی طرف میلان زیادہ ہو اور اس کے بھی بہت سے نام ہیں امالہ کبریٰ، امالہ محضہ، اضجاع، بطح۔ (۳) امالہ میں دو چیزوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ (۱) فتحہ، خالص کسرہ اور الف خالص یا نہ بن جائے (۲) جب امالہ والے الف کے بعد مد کا سبب نہ ہو تو اس میں ایک الف سے زیادہ مد نہ کیا جائے۔ (۴) فتح اور امالہ دونوں مشہور اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب میں سے ان فصیح اور بلیغ حضرات کی زبان میں مستعمل ہیں جن کے لغت میں قرآن نازل ہوا ہے۔ فتح حجاز کا اور اماله تمیم' قیس اسد جیسے عام اہل نجد کا لغت ہے۔ (۵) اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ فتح' اماله بین بین اماله محضه تینوں میں سے کون سی وجہ اولیٰ ہے۔ دانی فرماتے ہیں کہ میں اماله بین بین کو پسند کرتا ہوں کیونکہ (اس میں تغیر بھی زیادہ نہیں ہوتا اور) اس سے اماله کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے جو ان تین میں سے کوئی ایک ہوتا ہے (۱) یہ ظاہر کر دینا کہ یہ الف یا سے بدلا ہوا ہے (۲) یہ بتا دینا کہ یہ الف (اسی مادہ کے) کسی صیغہ میں یا سے بدل جاتا ہے (گو اس وقت یا سے بدلا ہوا نہ ہو) (۳) الف کا اس کسرہ سے یا یا سے قریب کر دینا جو اس کے قریب موجود ہو (۶) اماله کے بارہ میں حذیفہ بن الیمان سے ایک حدیث بھی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم قرآن کو عرب کے الحان سے اور ایک روایت میں ہے کہ لحون سے اور انہیں کی آوازوں سے پڑھو اور فاسقوں اور توریت اور انجیل والوں کے الحان سے بچو اور اس میں شک نہیں کہ اماله بھی عرب کے لحون اور ان کے لغات اور حروف سبعہ میں سے ہے (۷) ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے ابراہیم نے بیان کیا کہ متقدمین قراءۃ میں الف اور یا (فتح اور اماله) کو برابر سمجھتے تھے (اور دونوں کو صحیح جانتے تھے) ابراز من الموضح للدانیؒ (۸) ابو الطیب بن غلبون اور دانیؒ نے صرف اماله اور اس کے متعلقات پر ایک ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور چونکہ دانی کی کتاب الاماله موخر ہے اس لیے وہ زیادہ فوائد پر مشتمل ہے (۹) قرآن کے جن الفاظ میں اماله ہوتا ہے ان میں سے اکثر کو تو ناظم نے اس باب میں بیان کر دیا ہے چنانچہ کلیہ قاعدہ بھی بتائے ہیں اور متفرق الفاظ بھی لائے ہیں اور چند الفاظ کے اماله کو تیسیر کی پیروی کی بناء پر ان کے موقعوں پر بیان کیا ہے چنانچہ تُوْرٰىةَ اور نَادٰهُ کو آل عمران میں اور تُوَفّٰهُ اور اِسْتَهْوٰهُ اور رَاٰ کو انعام میں اور سورتوں کے شروع والی را' ھا' یا' طا' حا اور اَدْرٰی کو یونس میں اور بُشْرَایَ کو یوسف میں بیان کیا ہے اور دوسرے حضرات نے ان کو بھی باب ہی میں درج کیا ہے (۱۰) چونکہ اماله کے بارہ میں اماله محضه اصل ہے اس لیے جب اماله کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے محضه ہی مراد ہوتا ہے۔ (۱۱) پھر قراء میں سے ابن کثیر نے تو کسی جگہ بھی اماله نہیں کیا اور قالون' ابن عامر' عاصم نے چند چند موقعوں میں کیا ہے اور باقی ساڑھے تین ورش' ابو عمرو و حمزہ اور کسائی نے اکثر جگہ کیا ہے (۱۲) ورش کا مذہب ہر جگہ اماله بین بین ہے صرف طٰہٰ کی ھا میں محضه کیا ہے اور حمزہ اور کسائی کا مذہب اماله محضه ہے صرف بعض موقعوں میں حمزہ نے بین بین بھی کیا ہے اور ابو عمرو نے دونوں لغتوں کو جمع کرنے کے لیے دونوں قسموں کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ ۱: (۱) اس میں بحث ہے کہ فتح اصل ہے یا اماله اور حق یہ کہ فتح ہی اصل ہے کیونکہ وہ سبب پر موقوف نہیں اور اماله سبب پر موقوف ہے نیز اماله کے تمام موقعوں میں فتح بھی جائز ہے اور عکس نہیں ہے (۲) اماله لغت میں جھکانے کے معنی میں ہے اور قراء کے نزدیک اماله کے معنی ہیں فتحہ کو کسرہ کے اور الف کو یا کے مانند کر دینا۔ پھر اس میں دو قول ہیں (۱) یہ تغیر الف سے پہلے حرف میں اصلاً" اور الف میں تبعاً" ہوتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ اماله کا اثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً حرف میں ہوتا ہے پھر الف میں سرایت کرتا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امالہ اس فتحہ میں بھی ہوتا ہے جس کے بعد الف نہیں ہوتا جیسا کہ رَاَ الشَّمْسُ میں اور وقفاً "خَلِیْفَةٌ" جیسی مثالوں میں تانیث کی ھا سے پہلے حرف میں ہوتا ہے (۲) بعض الف کے تغیر کو اصل اور ماقبل کے تغیر کو اس کے تابع کہتے ہیں اور یہ محققین کی رائے پر ضعیف ہے (۳) اور امالہ کے سبب دو ہیں۔ کسرہ اور یا پھر تفصیل کے درجہ میں علی قاری کی رائے پر ان دونوں کی آٹھ قسمیں ہو جاتی ہیں (۱) وہ کسرہ جو تلفظ میں فی الحال موجود ہو الف سے پہلے ہو جیسے کِلَا۔ اَلرِّبٰوا۔ مِشْکٰوۃٍ یا الف کے بعد ہو جیسے اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ (۲) وہ کسرہ جو بعض حالات میں الف سے پہلے حرف پر آجائے جیسے طَابَ۔ شَآءَ زَادَ۔ جَآءَ کہ ان میں جمع مونث غائب سے آخر تک کے نو صیغوں میں فا کلمہ پر کسرہ آجاتا ہے جیسے طِبْنَ۔ شِئْنَ (۳) وہ یا جو تلفظ میں موجود ہو جیسے لَاضَیْرَ کہ اس میں یا کے سبب را میں ورش کے لیے ترقیق ہوتی ہے جس کو کبھی امالہ بھی کہہ دیتے ہیں (۴) الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا جیسے رَمٰی (۵) الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونا جیسے تانیث کا الف جو دَعْوٰی۔ ذِکْرٰی۔ بُشْرٰی۔ قُصْوٰی۔ وُثْقٰی وغیرہ میں ہے (۶) الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہٌ کے مشابہ ہونا جیسے مُوْسٰی۔ عِیْسٰی۔ یَحْیٰی ان کے الف کو تانیث کے الف کے مشابہ قرار دیا گیا ہے (۷) الف کا دوسرے اس الف کے قریب ہونا جس میں امالہ ہو رہا ہو اور اس کو امالہ لِلْاِمَالہ کہتے ہیں جیسے تَرَآءٰ کہ اس کے پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے اور جیسے نَاٰ۔ رَاٰ کہ ان میں بھی نون اور راء کا امالہ دوسرے امالہ کی بناء پر ہے (۸) الف کا یا کی صورت میں لکھا ہوا ہونا گو وہ یا کے بجائے واو سے بدلا ہوا ہو جیسے وَالضُّحٰی اور تَلٰھَا۔ طَحٰھَا وغیرہ اور اجمال کے درجہ میں ان سب پر یہ بات صادق ہے کہ ان کا امالہ کسرہ کی یا یا کی بناء پر ہے (۴) پھر امالہ الف اور ھائے تانیث میں ہوتا ہے اور را میں ترقیق ہوتی ہے اور وہ بھی امالہ ہی کی ایک قسم ہے اور ناظم نے اس مجموعہ کو تین بابوں میں بیان کیا ہے جو سلسلہ وار آرہے ہیں پھر الف کی دو قسمیں ہیں (۱) مستقیم سیدھا یعنی فتح والا یہ باریک حرف کے بعد باریک اور پر حرف کے بعد پر ہوتا ہے (۲) معوجہ امالہ کے سبب یا کی طرف جھکا ہوا (۵) امالہ بین بین فتح سے اور محضہ کسرہ سے قریب ہوتا ہے۔

فائدہ ۲: صاحب نشر کی رائے پر امالہ کے دو سببوں (کسرہ اور یا) کی تفصیلی قسمیں بارہ ہیں (۱) کسرہ متقدمہ وہ کسرہ جو امالہ کے الف سے پہلے ہو جیسے کِتٰبٌ حِسَابٌ (۲) کسرہ متاخرہ جو امالہ کے الف کے بعد ہو جیسے عَابِدٌ (۳) کسرۂ مقدرۂ جو اس حرف پر ہو جو امالہ والے الف کی اصل تھا جیسے خَافَ کہ یہ اصل میں خَوِفَ تھا پھر واو الف سے بدل گیا (۴) کسرۂ عارضہ جو امالہ والے الف سے پہلے حرف پر بعض حالات میں آتا ہو جیسے طَابَ۔ جَآءَ شَآءَ زَادَ کہ ان میں ماضی کے آخری نو صیغوں میں فا کلمہ پر فتحہ کے بجائے کسرہ آجاتا ہے اور یہ قول سیبویہ کا ہے (کہ ان میں امالہ کا سبب کسرۂ مقدرہ ہے) اور گو ان میں الف یا سے بدلا ہوا ہے لیکن اس کو امالہ کا سبب اس لیے نہیں قرار دیا کہ اہل عربیت جب امالہ کے باب میں کسی الف کو یا سے یا واو سے بدلا ہوا کہتے ہیں تو اس سے کلمہ کا آخری الف مراد ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے پس اس اصطلاح کے باعث کسرہ ہی کو سبب بنایا اور اسی طرح یا کی بھی یہی چار قسمیں ہیں (۵) یائے متقدمہ جو امالہ کے الف سے پہلے ہو جیسے اَلْاَیَا می۔ اَلْحَیٰوۃِ (۶) یائے متاخرہ وہ یا جو امالہ کے الف کے بعد ہو جیسے مُبَایِعٌ (۷) یائے مقدرہ وہ یا جو امالہ والے الف کی اصل ہو جیسے یَخْشٰی۔ وَالْھُدٰی۔ اَتٰی۔ الثَّرٰی کہ یہ اصل میں یَخْشَیُ اور ھُدَیٌ تھے پھر یا الف سے بدل گئی اسی یا کے سبب اس الف میں امالہ ہوتا ہے (۸) یائے عارضہ وہ یا جو بعض حالات میں امالہ والے الف کی جگہ آجائے جیسے تَلَا۔ غَزَا ان میں الف واو سے بدلا ہوا ہے لیکن امالہ کے لغت والے ان میں امالہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی ماضی مجہول تُلِیَ۔ غُزِیَ میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے حالانکہ حروف مجہول میں بھی وہی تین ہیں جتنے معروف میں تھے (۹) امالہ والے حرف کا ایسے ہی دوسرے حرف کے قریب ہونا جیسے تَرَآءٰ اور رَاَیْتُ عِمَادًا کہ اول میں پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے اور عِمَادًا میں پہلے الف کا امالہ کسرہ کی بناء پر ہے اور دوسرے کا پہلے الف کے امالہ کی وجہ سے ہے اور جیسے اَلضُّحٰی۔ اَلْقُوٰی تَلٰھَا۔ طَحٰھَا کہ بعض کے قول پر ان کا امالہ پہلے اور بعد کے رؤوسِ آیات کے امالہ کی بناء پر ہے۔ اس لیے یہ بھی امالہ للامالہ ہے اور اسی طرح قتیبہ کی (شاذ) روایت پر کسائی کے لیے اِنَّا لِلّٰہِ کے پہلے الف کا امالہ دوسرے الف کے امالہ کی بناء پر ہے اور اسی لیے وَاِنَّآ اِلَیْہِ میں نون کے بعد والے الف میں امالہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی اور امالہ والا حرف نہیں ہے۔ (۱۰) الف کا یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونا جیسے تانیث کا الف جو اَلْحُسْنٰی وغیرہ میں ہے نیز الحاق کا الف جو اَرْطٰی وغیرہ میں ہے کیونکہ ان دونوں کا الف اَلْھُدٰی کے الف کے مشابہ ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے اور کبھی یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہونے کی بناء پر بھی امالہ ہوتا ہے جیسے مُوْسٰی۔ عِیْسٰی۔ یَحْیٰی کیونکہ ان کے الف کو تانیث کے الف کے اور اس کو اَلْھُدٰی کے الف کے مشابہ مانا گیا ہے اور تانیث اور الحاق کے الف میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کا امالہ یائے عارضہ کی بناء پر ہے جو ان کے تثنیہ حُسْنَیَانِ اور اَرْطَیَانِ میں پائی جاتی ہے پس اس صورت میں یہ قسم آٹھویں سبب میں شامل ہو جائے گی (۱۱) کثرت استعمال کلمہ کا کلام میں بار بار آنا جیسے حَجَّاج جو عَلَم ہے کہ اس کا امالہ سیبویہ کی تصریح کے موافق اسی بناء پر ہے اور اسی طرح اَلنَّاس کا امالہ تینوں حالتوں میں جو صاحب مبہج کی روایت ہے اور اس کا امالہ بھی کثیر الاستعمال ہونے کے سبب عربی لغت میں موجود ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اَلنَّاس میں امالہ اس لیے ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے جیسا کہ بعض نے تصریح کی ہے (۱۲) امالہ کے ذریعہ اسم اور حرف میں فرق کر دینا جیسے بَا تَا وغیرہ حروف ہجا کا امالہ چنانچہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ ان میں امالہ اسی لیے کیا ہے کہ یہ اسم ہیں اور مَا۔ لَا کی طرح حروف نہیں ہیں جو سکون پر مبنی ہیں اور سورتوں کے شروع کے جن مقطعات میں امالہ ہے وہ اسی سبب کی بناء پر ہے۔

ان بارہ اسباب میں سے نمبر ایک اور نمبر دو و پانچ کی مزید تفصیل: (۱) کسرۂ متقدمہ الف سے متصل نہیں آسکتا کیونکہ الف سے پہلے حرف پر فتحہ ہونا ضروری ہے پس اس کسرہ اور الف میں کم از کم ایک حرف کا فاصلہ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از بس ضروری ہے جس پر فتحہ ہو جیسے کِتٰبٌ حِسَابٌ ان میں تا اور سین کے فتحہ اور الف دونوں میں امالہ ہے سو الف اور کسرہ میں تو فتحہ والا حرف فاصل ہے لیکن امالہ والے فتحہ اور کسرہ میں کوئی بھی فاصل نہیں ہے اور فتحہ الف کا مبدا ہے کہ الف اسی کے دراز کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور کسی شے کا مبدا اس کا جزو ہوتا ہے پس جب کسرہ الف کے جزو سے متصل ہے تو گویا الف اور کسرہ میں بھی کوئی فاصل نہیں اور کبھی کسرہ اور الف میں دو حرف بھی فاصل ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے پہلا حرف ساکن ہو جیسے اَلْاِنْسَانُ یا پہلے حرف پر فتحہ ہو اور دوسرا حرف ھا ہو جیسے یَضْرِبَھَا کیونکہ ساکن کوئی قوی رکاوٹ نہیں ہے اور ھا خفی حرف ہے اس لیے ساکن اور ھا دونوں نہ ہونے کے حکم میں ہیں پس گویا کسرہ اور الف میں یہاں بھی ایک ہی حرف فاصل ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حضرات مَرَرْتُ بِھَا میں امالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک کسرہ حکماً" الف سے متصل ہے اور گو تلفظ میں ھا فاصل ہے لیکن اس کا اعتبار نہیں۔ اور دِرْھَمَانِ میں گو بعض کے قول پر الف کا امالہ دال کے کسرۂ متقدمہ کی بناء پر ہے اور را اور ھا کو فاصل نہیں سمجھا لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ امالہ بعد کے کسرہ کی بناء پر ہے (۲) کسرۂ متاخرہ بھی عام ہے لازمی ہو جیسے عَابِدٌ میں ہے یا عارضی اعرابی ہو جیسے اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ وغیرہ میں ہے کیونکہ اعرابی حرکت لازمی نہیں ہوتی بدلتی رہتی ہے (۵) یائے متقدمہ الف سے متصل بھی ہوتی ہے جیسے اَلْاَیَامٰی اور اَلْحَیٰوۃِ اور جیسے سَیَالٍ یہ درخت کی ایک قسم کا نام ہے جو کانٹے دار ہوتی ہے اور کبھی الف اور یا میں ایک حرف فاصل ہوتا ہے جیسے شَیْبَانُ اور کبھی دو حرف ہوتے ہیں جن میں سے ایک ھا ہو جیسے یَدُھَا اور کبھی ھا کے علاوہ بھی ہوتا ہے جیسے رَأَیْتُ یَدَنَا۔

<u>فائدہ ۳۔ امالہ کی وجوہ میں</u>: اور وہ چار ہیں جو مذکورۂ بالا تمام اسباب کو شامل ہیں اور اصل میں تو وہ دو ہی ہیں مناسبت اور اشعار۔ پس امالہ جس جگہ بھی ہوتا ہے انہیں دونوں میں سے کسی ایک غرض سے ہوتا ہے پھر مناسبت کی تو ایک ہی قسم ہے جو ان صورتوں میں پائی جاتی ہے جن میں دوسرے امالہ کی یا اس کسرہ اور یا کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے جو تلفظ میں موجود ہو جن کا ذکر ابھی نمبر نو و ایک و دو و پانچ و چھ میں آچکا ہے۔ پس ان صورتوں میں عرب نے امالہ اس لیے کیا ہے کہ اس کے ذریعہ امالہ والے حرف اور امالہ کے سبب (کسرہ اور یا اور دوسرے امالہ) کے تلفظ میں قدرے یکسانی آجائے اور زبان کو ایک ہی قسم کا عمل کرنا پڑے۔ رہا اشعار (اصل وغیرہ کو ظاہر کرنے کے لیے امالہ کرنا) سو اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) امالہ کے ذریعہ اصل کا ظاہر کر دینا یعنی یہ بتا دینا کہ یہ الف کسرہ والے واو سے یا یا سے بدلا ہوا ہے جیسا کہ اوپر نمبر تین و سات میں گذرا (۲) یہ بتا دینا کہ اس میں بعض صیغوں میں کسرہ یا یا ظاہر ہو جاتی ہے گو اصل میں نہیں ہے جیسا کہ نمبر چار و آٹھ میں طَابَ اور غَزَا جیسی مثالوں میں گذر چکا ہے (۳) تشبیہ کو ظاہر کر دینا جس سے اصل کا پتہ چل جاتا ہے یعنی یہ بتا دینا کہ اس الف میں امالہ اس لیے ہے کہ یہ یا سے بدلے ہوئے الف کے مشابہ ہے اور یہ ان تین قسموں میں پائی جاتی ہے (۱) تانیث کا الف (۲) وہ الف جو اسی سے ملحق ہو (۳) وہ الف جو اس کے مشابہ ہو اور اس تشبیہ کا ذکر اوپر نمبر دس میں آچکا ہے۔ <u>خلاصہ</u>: یہ کہ امالہ مناسبت ظاہر کرنے یا یا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسرہ کا پتہ دینے یا شبہ ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے اور امالہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تلفظ میں سہولت ہو جاتی ہے کیونکہ فتحہ میں زبان اوپر کی طرف اٹھتی ہے اور امالہ میں نیچے کو آتی ہے اور ظاہر ہے کہ بہ نسبت چڑھنے کے اترنا آسان ہے اور فتح والوں نے اس کے اصل اور قوی اور متین ہونے کا لحاظ کیا ہے۔ (نثر)

امالہ بوجہ یا

حمزہ اور کسائی دونوں کے امالہ کا بیان

(ص)
١/٢٩١ وَحَمْزَةُ مِنْهُمْ وَالْكِسَائِيُّ بَعْدَهُ ۔۔۔ أَمَالَا ذَوَاتِ الْيَاءِ حَيْثُ تَأَصَّلَا

ترجمہ: اور حمزہ نے (جو) انہیں (قراء سبعہ) میں سے (ایک کامل فرد ہیں) اور کسائی نے (جو رتبہ میں اور قراءۃ کے اختیار کرنے میں) ان (حمزہ) کے بعد (ہیں کیونکہ کسائی حمزہ کے شاگرد بھی ہیں اور انہیں سے پڑھنے کے بعد قراءۃ کو اختیار کیا ہے دونوں نے) یا والے (یعنی یا سے بدلے ہوئے الفات) کا امالہ (محضہ) کیا ہے (۱) اس لیے کہ وہ (یا امالہ کے اسباب کے بارے میں) اصل ہو گئی ہے (کہ بہ نسبت دوسرے اسباب کے یہی اکثر جگہ مستعمل ہے پس یا سے بدلے ہوئے الفات میں امالہ اصل یعنی یا پر دلالت کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (۲) یا دونوں نے اس صورت میں امالہ کیا ہے جبکہ وہ یا جو الف کی اصل ہے اصلی ہو گئی ہو یعنی الف، لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو زائد نہ ہو (۳) یا جبکہ وہ یا اصل اور پختہ ہو گئی ہو یعنی کلمہ کا الف یا ہی کی صورت میں لکھا ہوا ہو واو کی صورت میں نہ ہو پس اس الف کا امالہ رسم کی موافقت کی غرض سے ہے۔ (۴) یا دونوں نے اس موقع میں امالہ کیا ہے جس کے لیے ان دونوں نے (وَتَثْنِيَةُ الْأَسْمَاءِ الخ والا) قاعدہ مقرر کر دیا ہے پس جس الف کی جگہ اسم کے تثنیہ میں اور فعل کے متکلم میں یا آجائے اس میں تو امالہ کرتے ہیں اور جس کی جگہ واو آجائے اس میں نہیں کرتے (۵) یا دونوں نے امالہ اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں اس بارہ میں اصل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام ذوات الیاء میں امالہ کیا ہے دوسرے حضرات کی طرح ان میں سے بہت سے کلمات کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ پس جس کسی نے بھی امالہ کیا ہے وہ ان دونوں کے یا ان میں سے ایک کے تابع ہے اور یہ حکم اکثری ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمہ کے یائی اور واوی ہونے کی پہچان

۲۹۲ وَتَثْنِيَةُ الْاَسْمَاءِ تَكْشِفُهَا وَاِنْ رَدَدْتَّ اِلَيْكَ الْفِعْلَ صَادَفْتَ مَنْهَلا

ترجمہ: اور (تیرا) اسموں کو تثنیہ بنا لینا ان (ذوات الیاء یا امالہ کے الفات کے یائی ہونے) کو ظاہر کر دے گا (اور ان کو واوی کلمات سے جدا کر دے گا یعنی چونکہ تثنیہ میں یائی کلمات میں الف کی جگہ یا اور واوی کلمات میں الف کی جگہ واو آجاتا ہے اس لیے واحد کے الف کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے) اور اگر تو فعل کو اپنی طرف لوٹالے گا (اور متکلم کا صیغہ بنا لے گا) تو تو پانی پینے کے گھاٹ کو پالے گا (اور علم کی دولت حاصل کر کے سیراب ہو جائے گا۔ یعنی متکلم کا صیغہ بنا لینے سے پتہ چل جائے گا کہ واحد غائب کا الف یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے)

ذوات الیاء کی مثالیں

۲۹۳ هَدَى وَاشْتَرَاهُ وَالْهَوَى وَهُدَاهُمُ وَفِيْ اَلِفِ التَّانِيْثِ فِي الْكُلِّ مَيَّلا

ترجمہ: (اس یا سے بدلے ہوئے امالہ والے الف کی مثالیں) هَدٰی اور اِشْتَرٰهُ اور اَلْهَوٰی اور هُدٰهُمْ (کی طرح) ہیں (پہلے دو فعل اور باقی دو اسم ہیں) اور تانیث کے الف میں (یعنی اس کے) تمام (کلمات) میں (بھی) انہیں دونوں (حمزہ اور کسائی) نے امالہ (واقع) کیا ہے۔

صرف نہ جاننے والوں کی رعایت سے تانیث کے الف کے موقعوں کی توضیح

۲۹۴ وَكَيْفَ جَرَتْ فَعْلَى فَفِيهَا وُجُودُهَا وَاِنْ ضُمَّ اَوْ يُفْتَحْ فَعَالَى فَحَصِّلا

ترجمہ: اور فَعْلٰی جس حالت پر (ہو کر بھی) جاری ہو (یعنی اس کی فا پر زبر ہو خواہ زیر خواہ پیش) اس (فَعْلٰی) میں اس (تانیث کے الف) کا وجود ہے اور اگر فَعَالٰی (کا فا کلمہ) ضمہ سے پڑھا جائے یا فتحہ سے پڑھا جائے تو تو (اس میں بھی تانیث کے الف کو) ضرور حاصل کر لے (یعنی تانیث کا الف وہ ہے جو فِعْلٰی اور فُعَالٰی کے آخر میں ہوتا ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ص)
$\frac{5}{295}$ وَفِیْ اسْمٍ فِی الْاِسْتِفْہَامِ اَنّٰی وَفِیْ مَتٰی مَعًا وَّعَسٰی اَیْضًا اَمَالَا وَقُلْ بَلٰی

ترجمہ: اور (اس) اسم (یعنی) اَنّٰی میں (جو) استفہام (کے معنی) میں (استعمال کیا گیا ہے) اور مَتٰی میں (بھی) ا دونوں (حمزہ اور کسائی) نے امالہ (واقع) کیا ہے حالانکہ یہ دونوں (اسم امالہ اور استفہام میں یا یہ دونوں حضرات دونوں میں امالہ کرنے میں) شریک ہیں اور (ان دونوں نے) رجوع کرنے والے بن کر عَسٰی (کے الف) کو (بھی امالہ سے پڑھا ہے) اور تو کہہ دے کہ بَلٰی (کا الف بھی دونوں کے لیے امالہ سے پڑھا گیا ہے۔)

(ص)
$\frac{6}{296}$ وَمَا رَسَمُوْا بِالْیَاءِ غَیْرَ لَدٰی وَمَا زَکٰی وَاِلٰی مِنْ بَعْدُ حَتّٰی وَقُلْ عَلٰی

ترجمہ: اور (انہیں دونوں نے) ان (الفات) کا (بھی امالہ کیا ہے) جن کو ان (عثمانی مصاحف کے کاتبین) نے یا سے لکھا ہے سوائے لَدٰی اور مَازَکٰی اور (اس) اِلٰی کے (جو ذکر میں) ان (دونوں) کے بعد ہے اور (سوائے) حَتّٰی کے (یا اور سوائے اس اِلٰی کے جو حَتّٰی کے استثناء کے بعد ہے) اور تو کہہ دے کہ عَلٰی (بھی اسی طرح مستثنیٰ الفاظ میں سے ہے یعنی ان پانچ کلمات میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ہے۔)

(ص)
$\frac{7}{297}$ وَکُلُّ ثُلَاثِیٍّ یَزِیْدُ فَاِنَّهٗ مُمَالٌ کَزَکّٰهَا وَاَنْجٰی مَعَ ابْتَلٰی

ترجمہ: اور ہر وہ ثلاثی (تین حرفی لفظ) جو (علامت مضارع وغیرہ کسی زائد حرف کے مل جانے کی بناء پر حروف کے لحاظ سے) مزید ہو جائے (گو باب کے اعتبار سے مجرد ہی رہے) وہ بھی امالہ سے پڑھا گیا ہے (یعنی اس کے الف میں بھی دونوں امالہ کرتے ہیں اور اس قسم کی مثال) زَکّٰهَا اور اَنْجٰی کی طرح ہے حالانکہ وہ اِبْتَلٰی کے ساتھ ہے۔

شرح: ذیل کی پانچ صورتوں میں حمزہ اور کسائی وقف و وصل دونوں حالتوں میں کلمہ کے آخری الف میں امالہ محضہ کرتے ہیں۔ اول: الف کلمہ کے آخر میں یعنی لام کلمہ میں ہو اور تحقیقاً یا سے بدلا ہوا ہو۔ اسم میں ہو جیسے اَلْهُدٰی۔ اَلْهَوٰی۔ اَلزِّنٰی۔ وَمَاْوٰهُ وَمَثْوٰکُمْ اور جیسے اَدْنٰی۔ اَزْکٰی۔ اَلْاَعْلٰی۔ اَلْاَتْقٰی خواہ فعل میں جیسے اَتٰی۔ رَمٰی۔ سَعٰی۔ تَخْشٰی۔ وَیَرْضٰی۔ فَسَوّٰی اِبْتَلٰی۔ اِسْتَعْلٰی پس (۱) وَسَارِبٌ۔ نَائِمٌ۔ قَائِمٌ (۲) اور وَمَنٰوةَ اور اَلْحَیٰوةِ (۳) دُعَاءُہٗ اور عَصَاہُ کے الفات میں امالہ نہیں کیونکہ نمبر ایک کے تینوں میں نہ تو الف کلمہ کے آخر میں ہے اور نہ بدلا ہوا ہے بلکہ زائد ہے اور نمبر دو کے دونوں میں بعض کے قول پر الف واو سے اور بعض کی رائے پر یا سے بدلا ہوا ہے پس تحقیقاً یا سے بدلا ہوا نہیں اور نمبر تین کے دونوں میں الف واو سے بدلا ہوا ہے۔ اور چونکہ اس کی پہچان قدرے مشکل تھی کہ یہ الف یا سے بدلا ہوا ہے یا واو سے اس لیے دوسرے شعر وَتَثْنِیَةُ الْاَسْمَآءِ میں اس کا طریقہ بتا دیا کہ اگر وہ الف اسم میں ہو تو اس کا تثنیہ بنا کر دیکھ لو اور اگر فعل میں ہو تو ماضی معروف سے متکلم کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیغہ بنالو۔ پس اگر اسم کے تثنیہ اور فعل کے متکلم میں الف کی جگہ یا آئے تو اس کو یا سے بدلا ہوا سمجھ لینا اور اگر واو آئے تو واو سے بدلا ہوا تصور کر لینا جیسے فَتٰهَا (یوسف ع ۴) اَلْعَمٰی (فصلت ع ۲) ان کا تثنیہ فَتَیَانِ اور اَلْعَمَیَانِ ہے اس لیے فَتٰی اور اَلْعَمٰی کے الف میں امالہ ہوگا اور اَلصَّفَا (بقرہ ع ۱۹) اور شَفَا (آل عمران ع ۱۱ و توبہ ع ۱۴) اور سَنَا (نور ع ۶) اور عَصَا اور اَبَا اَحَدٍ ان کا تثنیہ اَلصَّفَوَانِ۔ شَفَوَانِ۔ سَنَوَانِ۔ عَصَوَانِ۔ اَبَوَانِ ہے اس لیے صَفَا۔ شَفَا۔ سَنَا۔ عَصَا۔ اَبَا کے الف میں امالہ نہ ہوگا کیونکہ یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اور فعلوں کی مثالیں یہ ہیں۔ سَعٰی سے سَعَیْتَ۔ رَمٰی سے رَمَیْتَ اور عَفَا سے عَفَوْتَ اور دَعَا سے دَعَوْتُ پس سَعٰی اور رَمٰی کے الف میں تو امالہ ہوگا اور عَفَا اور دَعَا کے الف میں نہ ہوگا۔ اور اسی طرح هَدٰی اور اِشْتَرٰهُ کے الف میں بھی امالہ ہوگا کیونکہ یہ فعل ہیں اور ان سے متکلم کا صیغہ هَدَیْتُ اور اِشْتَرَیْتُ ہے اور اَلْهَوٰی اور هُدٰهُمْ کے الف میں بھی ہوگا کیونکہ یہ دونوں اسم ہیں اور ان کا تثنیہ اَلْهَوَیَانِ اور هُدَیَانِ ہے۔ دوم: تانیث کے الف میں یہ وہ ہے جو اصلی حروف میں سے نہ ہو اور کلمہ کے چوتھے یا اس سے زائد حرف کی جگہ آرہا ہو اور جو حقیقی یا مجازی مونث پر دلالت کرتا ہو اور چونکہ صرف نہ جاننے والوں کو اس الف کا معلوم کرنا مشکل تھا اس لیے اس کی نہایت آسان پہچان بتا دی کہ تانیث کا الف وہ ہے جو ان پانچ وزنوں میں سے کسی ایک کے آخر میں آتا ہے۔ (۱) فَعْلٰی جیسے دَعْوٰی۔ تَقْوٰی۔ قَتْلٰی (۲) فِعْلٰی جیسے اِحْدٰی۔ سِیْمَا۔ ضِیْزٰی ذِکْرٰی (۳) فُعْلٰی جیسے اَلْقُصْوٰی۔ اَلْقُرْبٰی۔ اَلدُّنْیَا۔ اَلْعُلْیَا اَلْاُنْثٰی (۴) فَعَالٰی جیسے یَتٰمٰی۔ اَلْاَیَامٰی۔ اَلْحَوَایَا۔ اَلنَّصٰرٰی (۵) فُعَالٰی جیسے کُسَالٰی۔ فُرَادٰی۔ سُکٰرٰی۔ اُسٰرٰی یہ الف یا سے بدلا ہوا تو نہیں ہے لیکن اس کو بدلے ہوئے کے مشابہ قرار دے کر اس میں امالہ کرتے ہیں اور یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی بھی اسی قسم میں شامل ہیں کیونکہ گو یہ عجمی کلمات ہیں اور وزن عربی کلمات کا ہوا کرتا ہے لیکن عربی زبان میں نقل کرنے کے بعد ان کو بھی انہیں وزنوں پر سمجھا گیا ہے اور اسی لیے ان میں امالہ جاری کر دیا گیا جو عربی کلمات کے احکام میں سے ہے۔ سوم: مَتٰی۔ عَسٰی۔ بَلٰی اور اَنّٰی استفہامیہ کے الف میں اور اَنّٰی استفہامیہ کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بعد شَلْیَنَہٗ کے پانچ حرفوں میں سے کوئی سا حرف ہوتا ہے جیسے اَنّٰی شِئْتُمْ۔ اَنّٰی لَکِ۔ اَنّٰی یَکُوْنُ۔ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ اور اَنّٰی هٰذَا نیز یہ کہ اس کی جگہ اَیْنَ۔ کَیْفَ۔ مَتٰی لے آئیں تو معنی درست رہیں اور استفہامیہ کی قید سے اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ جیسے کلمات نکل گئے۔ پس ان میں امالہ نہیں ہے کیونکہ یہ اَنَّا مشبہ بالفعل ہے جو اپنے اسم کے ساتھ آرہا ہے۔ چہارم: ان تمام الفات میں جو قرآنوں میں یا کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں اسم میں ہوں خواہ فعل میں اصلی ہوں یا زائد جیسے یٰوَیْلَتٰی۔ یٰحَسْرَتٰی۔ یٰاَسَفٰی اور وَقٰی۔ جَزٰی۔ لَقّٰی۔ نَجّٰنَا لیکن اس قسم میں سے یہ پانچ کلمہ مستثنیٰ ہیں (۱) لَدٰی دو جگہ (یوسف ع ۳ و غافر ع ۲ میں) (۲) مَازَکٰی (نور ع ۳) (۳) اِلٰی جارہ جس جگہ بھی آئے (۴) حَتّٰی (۵) عَلٰی گو ان پانچوں میں بھی الف یا کی شکل میں ہے لیکن ان میں کسی کی قراءۃ پر بھی امالہ نہیں۔ پنجم: ان تمام کلمات کے آخری الفات میں جو پہلے تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفی ہوں اور ان کا الف واو سے بدلا ہوا ہو پھر مضارع کی علامت یا کوئی اور زائد حرف مل جانے کے سبب تین سے زیادہ حرف والے ہو گئے ہوں عام ہے کہ وہ ثلاثی مجرد ہی میں رہیں یا مزید کے کسی باب میں داخل ہو جائیں جیسے تَلَا سے یُتْلٰی اور دَعَا سے یُدْعٰی اور زَکَا سے زَکّٰھَا اور نَجَا سے اَنْجٰنَا اور بَلَا سے اِبْتَلٰی اور جیسے تَجَلّٰی۔ اِعْتَدٰی۔ اِسْتَعْلٰی اور اَفْعَلُ کے وزن والے اسم بھی اسی قسم میں شامل ہیں جیسے اَرْبٰی۔ اَزْکٰی۔ اَعْلٰی کیونکہ حروف کی زیادتی کے سبب یہ واوی کلمات بھی یائی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ان سے ماضی کے متکلم میں اور اسموں کے تثنیہ میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے جیسے اِعْتَدٰی سے اِعْتَدَیْتُ اور اَرْبٰی سے اَرْبَیَانِ وغیرہ گو عَدٰی اور رَبٰی میں یا نہیں تھی اسی طرح اوروں کو بھی سمجھ لو۔

فائدہ ۱: (۱) امالہ تین حرفوں (الف' تانیث کی ھا۔ را) میں ہوتا ہے اور را کے امالہ سے ترقیق مراد ہے الف کا امالہ اس سولہویں باب میں اور ھا کا سترھویں میں اور را کی ترقیق کو اٹھارہویں میں بیان کیا ہے (۲) الف اصلی بھی ہوتا ہے اور یا اور واو سے بدلا ہوا بھی اور زائد بھی (۳) یا سے بدلا ہوا الف عین کلمہ بھی ہوتا ہے جیسے وَسَارَ۔ بَاعَ اور لام کلمہ بھی جیسے رَمٰی۔ سَعٰی اول میں لغت کے اعتبار سے مطلقاً اور قراءۃ کی رو سے صرف ان دس افعال میں امالہ ہوتا ہے جو شعر ۲۸ تا ۳۰ میں آئیں گے اور ثانی میں قراءۃ کی رو سے بھی امالہ والوں کے لیے ہر جگہ امالہ ہوتا ہے پس یہاں ذَوَاتُ الْیَاءِ سے صرف دوسری قسم کے الف مراد ہیں لیکن نظم سے اس کا پتہ نہیں چلتا اسی لیے ابو شامہ نے شعر! میں تغیر کیا ہے (۴) اور قراء نے جو لام کلمہ ہی میں امالہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری حروف تغیر کا محل ہیں اور امالہ میں بھی تغیر ہے کہ الف کو اس کی استقامت سے پستی یعنی یا کے مخرج کی طرف مائل کیا جاتا ہے (۵) لغت کی رو سے وَسَارَ اور اَثَابَ دونوں کے الف میں امالہ ہے اور ثانی میں اس لیے ہے کہ اِفْعَال کے ہمزہ کے سبب کلمہ چار حرفی ہو گیا ہے گو مجرد میں یہ الف واو سے بدلا ہوا تھا۔

فائدہ ۲: شعر نمبر ایک کے آخر میں جو حَیْثُ تَاَصَّلَا ہے ان کے پانچ مطلب ہیں جو ترجمہ میں درج ہیں اور ان پر نمبر بھی لگا دیئے ہیں۔ پہلی تین صورتوں میں الف اطلاقی ہے اور باقی دو میں تثنیہ کے لیے ہے ان میں سے پہلے مطلب پر حَیْثُ تعلیلیہ ہے کیونکہ ظروف مکان میں سے حَیْثُ میں اور ظروف زمان میں سے اِذْ میں تعلیل کے معنی بھی ہیں۔ پس اس صورت میں حَیْثُ تَاَصَّلَا علت کے مرتبہ میں ہو گا نہ کہ شرط کے طور پر اس لیے کہ ذَوَاتُ الْیَاءِ کے ہوتے ہوئے اس شرط کی کوئی حاجت نہیں۔ اسی بناء پر تیسیر میں بھی ذَوَاتِ الْیَاءِ ہی ہے اور کوئی قید نہیں اور ذَوَاتُ الْیَاءِ سے مراد وہ کلمات ہیں جن کا الف تثنیہ اور جمع میں اور فعل ماضی کے متکلم وغیرہ میں یا سے بدل جائے عام ہے کہ یہ الف اصلی ہو جو لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو یا تانیث کے لیے ہو اسی لیے تیسیر میں ذَوَاتُ الْیَاءِ کی مثالوں میں سَعٰی اور رَمٰی بھی لائے ہیں اور مُوْسٰی۔ عِیْسٰی۔ اِحْدٰی۔ یَتٰمٰی بھی اور اس سے نکل آیا کہ ذَوَاتُ الْیَاءِ کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں الف اصلی ہو جو لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو (۲) وہ جن میں الف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تانیث کے لیے ہو اور ممکن ہے کہ ناظم کا مقصود بھی یہی ہو اور اسی لیے شعر نمبر ایک کے حَیْثُ تَاَصَّلا میں پہلی اور شعر نمبر تین کے وَفِیْ اَلِفِ التَّاْنِیْثِ میں دوسری قسم کی طرف اشارہ کیا ہو اور معنی یہ ہوں کہ حمزہ اور کسائی ذوات الیاء کی دونوں قسموں میں امالہ کرتے ہیں اور دوسرے مطلب پر حَیْثُ تَاَصَّلاَ تاکید کے لیے ہوگا یعنی دونوں یا سے بدلے ہوئے الف میں اس شرط سے امالہ کرتے ہیں کہ وہ الف اصلی ہو زائد نہ ہو اسی لیے نَائِمٌ اور لَاعِبٌ کے الف میں امالہ نہیں کرتے اور یہ مطلب ذوات الیاء میں بھی آگیا تھا کیونکہ صرفیوں کی اصطلاح میں ذوات الیاء انہیں کلمات کو کہتے ہیں جن کا الف لام کلمہ کی یا سے بدلا ہوا ہو لیکن چونکہ یہ مطلب لفظ سے نہیں سمجھا جاتا تھا اس لیے حَیْثُ تَاَصَّلاَ میں اس کی تصریح کردی۔

فائدہ ۳: (۱) یہ یا سے بدلا ہوا الف یا کی صورت میں لکھا ہوا ہو خواہ الف کی شکل میں اس میں دونوں صورتوں میں امالہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اَلْاَقْصَا الَّذِیْ (اسراع ۱) اور اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ (قصص و یٰسین ع ۲) اور طَغَا الْمَاءُ (حاقہ ع ۱) اور تَوَلَّاهُ (حج ع ۱) اور اَلدُّنْیَا اَلْعُلْیَا وغیرہ میں الف یا کی صورت میں نہیں ہے لیکن چونکہ یا سے بدلا ہوا ہے اس لیے اس میں امالہ یقینی طور پر ہے۔ مگر اول کے تین میں صرف وقفاً ہوگا کیونکہ وصلاً ان کا وہ الف جس میں امالہ ہے باقی نہیں رہتا پس بعض حضرات کا ان میں اس وہم کی بناء پر امالہ نہ کرنا کہ ان کا الف مشہور قول کی رو سے یا کی صورت میں نہیں ہے محض عقلی رائے ہے جس کی نقل سے تائید نہیں ہوتی (۲) رہا اَلْحَیٰوةِ سو اگرچہ بعض کی رائے پر اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے لیکن چونکہ قرآن میں واو کی صورت میں ہے اور اختلاف کی بناء پر امالہ کے سبب میں شک واقع ہوگیا ہے اس لیے اس میں بلا خلاف فتح ہے اور جس الف میں دونوں حضرات امالہ کرتے ہیں اس میں بعض جگہ ان میں سے بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف بھی کیا ہے اور بعض جگہ دوسرے قراء بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں اور تفصیل آگے آئے گی۔ (۳) اصفہانی کہتے ہیں کہ بعض حضرات تنوین سے بدلے ہوئے الف کو بھی یا سے بدلے ہوئے کے مشابہ قرار دے کر خَبِیْرًا اور بَصِیْرًا وغیرہ میں وقفاً امالہ کرتے ہیں جو شاذ ہے (۴) ماضی کے متکلم اور مخاطب کی طرح تثنیہ مذکر غائب اور مضارع بنا لینے سے اور مشتق منہ سے بھی فعل کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جاتا ہے جیسے رَمَیَا دَعَوَا اور یَرْمِیْ۔ یَدْعُوْا اور اَلرَّمْیُ اور اَلسَّعْیُ اور اَلدَّعْوَةُ۔ اَلْعَفْوُ۔ اَلْعُلُوُّ۔ **سوال:** کچھ اسم ایسے بھی ہیں جن کے الف میں امالہ تو ہوتا ہے لیکن ان سے تثنیہ نہیں آتا چنانچہ اَلْحَوَایَا (انعام ع ۱۸) جو اصل میں اَلْحَوَاوِیُ تھا اس کے دوسرے الف میں امالہ تو یقیناً ہے اور یہ حَاوِیَةٌ کی جمع ہے سو اس کے واحد میں اور اسی واحد کے تثنیہ میں تو اس الف کے بجائے یا آتی ہے جو اس کی ماضی حَوٰی میں تھا لیکن خود اَلْحَوَایَا (جمع سے) تثنیہ نہیں آتا پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ اسم کا تثنیہ بنا لینے سے اس کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ **جواب:** امالہ والے الفات کے بارہ میں ذوات الیاء تو حد ہے جو جامع (تمام افراد کو شامل) اور غیر کے دخول سے مانع ہوا کرتی ہے چنانچہ مذکورۂ بالا پانچوں قسموں میں سے ہر ایک الف پر یہ بات صادق ہے کہ یہ ذوات الیاء میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اَلْحَوَایَا بھی انہیں قسموں میں شامل ہے اور تثنیہ سے اسم کے یائی اور واوی ہونے کا پتہ چل جانا علامت کے طور پر ہے جو اکثری ہوا کرتی ہے نیز اگر اَلْحَوَایَا سے ماضی کا متکلم بناؤ گے تو حَوَیْتُ آئے گا اور اس سے اس کے یائی ہونے کا پتہ چل جائے گا نیز دائیؒ اس کو یَتٰمٰی اور اَلْاَیَامٰی کے ساتھ لائے ہیں جس سے نکل آیا کہ اس میں امالہ اس لیے ہے کہ یہ فَعَالٰی کے وزن پر ہے اور اس میں الف تانیث کا ہے (۵) صَادَفْتَ مَنْهَلًا میں نفیس استعارہ ہے کیونکہ طالب علم علم کا پیاسا ہوا کرتا ہے پس اس کے مقصد کو پانی کا گھاٹ فرمانا مناسب تر ہے۔ چنانچہ جس نے خوب علم حاصل کر لیا ہو اس کے بارہ میں هُوَرَیَّانٌ مِنَ الْعِلْمِ استعمال کیا کرتے ہیں یعنی یہ علم سے سیراب ہے (۶) شیرازی نے کسائی سے بِعَصَاکَ میں اور کاہلی نے حمزہ سے فَدَعَا میں امالہ روایت کیا ہے جو شاذ ہے (۷) علی قاری فرماتے ہیں کہ تثنیہ کے ذریعہ اصل کا معلوم کرنا تعریف دوری ہے کیونکہ اصل کا معلوم کرنا تثنیہ بنانے پر اور تثنیہ کا صحیح بنانا اصل کے معلوم ہونے پر موقوف ہے الخ غالباً مقصد یہ ہے کہ اس کے بجائے مشتق منہ کو علامت قرار دینا اولیٰ تھا (۸) رُءْیَا جس طرح بھی آئے اس میں حمزہ کے لیے امالہ نہیں ہے پس یہ تانیث کے الف میں سے مستثنیٰ ہے (۹) تانیث کا الف یا سے بدلا ہوا نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ پہلی ہی قسم میں شامل ہو جاتا البتہ یا سے بدلے ہوئے کے مشابہ ہے اس بناء پر کہ یہ تثنیہ اور جمع (حُبْلَیَانِ اور حُبْلَیَاتٌ وغیرہ) میں یا سے بدل جاتا ہے (۱۰) شعر نمبر ایک میں حَیْثُ تَأَصَّلَا کی قید تانیث کے الف کے خارج کرنے کے لیے نہیں ہے کیونکہ جب اصلی الف کی طرح اس میں بھی دونوں کے لیے امالہ ہے تو اس کے خارج کرنے کے کیا معنی (۱۱) یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی کا الف بھی تانیث کے الف کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ گو یہ تینوں عجمی ہیں لیکن عربی میں منقول ہونے کے بعد ان کو فُعْلٰی کے وزن پر مان لیا گیا ہے اور اسی لیے ابو عمرو ان میں تقلیل کرتے ہیں اور حمزہ اور کسائی کے لیے ان میں امالہ اس لیے بھی ہے کہ یہ چوتھی قسم میں داخل ہیں اس بناء پر کہ ان کا الف یا کی صورت میں ہے۔

فائدہ ۴: (۱) شعر نمبر چار میں فَحَصِّلَا کی فا رمز نہیں ہے کیونکہ اس شعر میں کسی نئے حکم کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ تانیث کے الف کے موقع بتائے ہیں۔ دوسرے اگر یہ فا رمز ہوتی تو ضروری تھا کہ اس کے بعد نیا مسئلہ بیان کرنے کے لیے جدید رمز یا قاری کا اسم صریح لاتے حالانکہ شعر نمبر پانچ کے اَمَالَا میں حمزہ اور کسائی کی ضمیر لائے ہیں اور پہلے قراء کی ضمیر اسی صورت میں لایا کرتے ہیں جبکہ ابھی انہیں کا بیان باقی ہو اور بیچ میں کوئی اور حکم نہ آیا ہو اور نہ کسی اور کی رمز آئی ہو۔ کیونکہ بیچ میں رمز آجانے کے بعد پہلے قراء کی ضمیر لانے سے یہ التباس ہو جاتا ہے کہ یہ ضمیر اس درمیانی رمز والوں کے لیے ہے یا اس سے پہلے قراء کے لیے۔ سوال: اسی باب کے شعر ۱۴ و ۱۶ کے اَمَالَهَا اور اَمَالَاهُ میں حمزہ اور کسائی کی ضمیر لائے ہیں حالانکہ اول کسائی کے اور ثانی کسائی کے دوری کے مخصوص امالوں کے بعد ہے پس یہ کہنا صحیح نہ رہا کہ پہلے قراء کی ضمیر اس صورت میں لاتے ہیں جبکہ انہیں کا بیان باقی ہو اور بیچ میں کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حکم نہ آیا ہو۔ **جواب:** چونکہ اول کسائی کے اور ثانی حفص (دوری) کے اسم صریح کے بعد ہے اس لیے التباس کا اندیشہ نہیں تھا۔

خلاصہ: یہ کہ اگر پہلے حکم کے بعد دوسرا حکم رمز کے ذریعہ بیان کرتے ہیں تو اس کے بعد تو پہلے حکم والے قراء کی ضمیر نہیں لاتے بلکہ اس صورت میں جدید رمز یا اسم صریح لاتے ہیں اور ضمیر اس لیے نہیں لاتے کہ اس میں التباس کا اندیشہ ہے اور جس جگہ دوسرا حکم اسم صریح کے ذریعہ بیان کیا گیا ہو وہاں پہلے حکم والے قراء کے لیے ضمیر لے آتے ہیں پس اگر اس فا کو رمز بنائیں گے تو لازم آئے گا کہ بیچ میں رمز آجانے کے باوجود پہلے حکم والے قراء کی ضمیر استعمال کی ہے۔ (۲) اَنّٰی استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی جیسے اَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ اور دونوں میں امالہ ہوتا ہے لیکن چونکہ شرطیہ قرآن میں نہیں آیا اس لیے استفہامیہ پر اکتفا کیا ہے اور اس قید کا منشاء یہ ہے کہ اس اَنَّا سے احتراز ہو جائے جو اِنَّ اور اس کے اسم کے ملنے سے بنتا ہے جیسے اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ لیکن چونکہ اس اَنَّا میں امالہ کا کسی کو بھی وہم نہیں ہوتا اس لیے اس احتراز کی حاجت نہ تھی قالہ ابو شامہ اور علی قاری کی رائے یہ ہے کہ اس کی حاجت تھی کیونکہ اس میں اکثر طلبہ کو اور خصوصاً نابینا حفاظ کو التباس ہو جاتا ہے کہ کون سا اَنّٰی یائی ہے اور کون سا غیر یائی (۳) سخاویؒ فرماتے ہیں کہ وَفِي اسْمٍ فِي الْاِسْتِفْهَامِ سے ناظمؒ کا مقصد یہ ہے کہ تانیث کا الف اَنّٰی اور مَتٰی استفہامیہ میں بھی ہوتا ہے چنانچہ اَنّٰی ابن مجاہدؒ اور دانیؒ کی رائے پر فَعْلٰی کے وزن پر ہے اور اسی لیے اس میں ابن مجاہد ابو عمرو کے لیے تقلیل بھی کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں ہے۔ اور یہ قَوْمٌ تَلّٰی ای صَرْعٰی اور لَيْلَةٌ غَمّٰی کی طرح ہے اور غَمّٰی ابر والی رات کو کہتے ہیں اور مَتٰی کا الف مجہول ہے اس لیے یہ بھی تانیث کے الف کے مشابہ ہو گیا اور اسی لیے اس میں امالہ ہوتا ہے اور نحاۃ نے تصریح کی ہے کہ اگر مَتٰی اور بَلٰی کو کسی کا عَلَم قرار دے دیں تو پھر ان کا تثنیہ یا سے آئے گا۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ تو صحیح ہے لیکن اگر مَتٰی کا الف مجہول ہے تو اس سے یہ کیونکر لازم آگیا کہ یہ تانیث کے لیے ہے بلکہ یہ تو فَعَلُ کے وزن پر ہے اور الف' لام کلمہ ہے دوسرے وزن کرنا اور الف کا تانیث کے لیے ہونا اسماء اور افعال کے احکام میں سے ہے نہ کہ حروف اور ان کے ہم معنی اسماء کے مسائل میں سے پس اس بارہ میں مَتٰی۔ اِلٰی اور بَلٰی کی طرح ہے (۴) عَسٰی یائی ہونے کی بناء پر پہلی قسم میں داخل ہے اور اَنّٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی کا الف یا کی صورت میں ہے پس یہ چوتھی قسم میں شامل ہیں اس لیے ان چاروں کو علیحدہ لانے کی حاجت نہ تھی اور اسی لیے علی قاریؒ اس شعر کو زائد بتاتے ہیں لیکن چونکہ تیسیر میں اَنّٰی کے بعد عَسٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی کو بھی لائے ہیں اس لیے ناظمؒ نے بھی انہیں کی پیروی کی ہے اور ممکن ہے کہ عَسٰی کو فعل ہونے کے باوجود اس بناء پر علیحدہ لائے ہوں کہ یہ فعل متصرف نہیں بلکہ فعل جامد ہے کیونکہ اس سے صرف ماضی کے دو تین صیغہ آتے ہیں اور بعض نحاۃ کے قول پر عَسٰی حرف ہے چنانچہ زجاجی کَاَنَّ اور اس کے ہم جنسوں کو اس اعتبار سے حرف کہتے ہیں کہ ان کے آنے سے جملوں میں ایک نئے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ رہا بَلٰی سو چونکہ یہ سوال کے جواب میں کافی ہو جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے یہ فعل اور اسم کے مشابہ ہو گیا اور اسی بناء پر اس میں امالہ ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بَلٰی اصل میں بَلْ تھا پھر اس کے آخر میں تانیث کا الف آ گیا جس طرح رُبَّ اور ثُمَّ کے آخر میں تانیث کی تا آجاتی ہے۔ اور اسی طرح اَنّٰی میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اَنَّ تھا پھر اس کے آخر میں تانیث کا الف آ گیا پھر تانیث کے الف کے سبب اَنّٰی اور بَلٰی دونوں اپنے مشہور معنی کے بجائے دوسرے معنی میں ہو گئے اور اَنّٰی شَتّٰی کے وزن پر ہو گیا اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اَنّٰی۔ مَتٰی۔ بَلٰی۔ عَسٰی۔ یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی ساتوں میں الف یا کی شکل میں ہے اور ان میں سے کسی کا الف بھی تانیث کے الف سے ملحق نہیں ہے پس اس کا قائل ہونا بعید ہے بلکہ یہ تو ایک مستقل قسم ہے اور گویا مطلب یہ ہے کہ حمزہ اور کسائی دونوں نے ان ذوات الیاء میں بھی امالہ کیا ہے جو اصلی ہوں اور ان میں بھی کیا ہے جو اصلی نہ ہوں اور یا کی صورت میں لکھے ہوئے ہوں پھر غیر اصلی کی دو قسمیں ہیں (۱) تانیث کا الف (۲) وہ جو اس سے ملحق ہو اور یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی کے الف کو تانیث کے لیے کہنا بعید تر ہے کیونکہ عِیْسٰی وَ مُوْسٰی تو معرب ہیں اور یَحْیٰی اگر عربی ہے تو یَفْعَلُ کے وزن پر ہے پس اس کا الف زائد نہیں ہے اور اس سے مراد وہ یَحْیٰی ہے جو ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے رہا وہ یَحْیٰی جو انفال ع ۵ اور طٰہٰ ع ۳ اور اعلٰی میں ہے سو وہ بالاتفاق یَفْعَلُ کے وزن پر ہے کیونکہ وہ فعل ہے۔

فائدہ ۵: (۱) یا کی شکل والے الفات میں امالہ اس لیے ہے کہ رسم کی پیروی ہو جائے اور واوی کلمات میں اس لیے بھی ہے کہ مزید میں ان کا واو یا ہو کر الف سے بدل جاتا ہے اور اس قسم کے پانچ کلمات آئے ہیں (۱) ضُحًی (اعراف ع ۱۲ و طٰہٰ ع ۳) اور ضُحٰهَا (والنّزعٰت ع ۲ میں دو جگہ اور والشمس میں ایک) اور وَالضُّحٰی سورۂ ضحٰی میں (۲) دَحٰهَا (نزعٰت ع ۲) (۳) تَلٰهَا (۴) طَحٰهَا والشمس میں (۵) سَجٰی وَالضُّحٰی میں یہ سب واوی ہیں لیکن ان کے الف یا کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں جیسا کہ رائیہ میں مذکور ہے مگر آخری چار میں امالہ صرف کسائی کے لیے ہے اور ضُحًی میں صرف وقفاً" ہے جیسا کہ باب کے آخر میں آئے گا (۲) یٰوَیْلَتٰی۔ یٰاَسَفٰی کا الف یا کی شکل میں بھی ہے اور اضافت کی یا سے بدلا ہوا بھی ہے۔ اس لیے ان میں امالہ قوی ہو گیا ہے۔ اور اس شعر ۶ کا فائدہ ان ہی تین کلمات کے بارہ میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ان کا الف اصلی یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اس لیے یہ حَیْثُ تَاَصَّلَا میں شامل نہیں تھے اور ضُحًی اعراف میں بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ رؤوس آیات میں سے نہیں ہے۔ رہے ضُحًی کے ساتھ والے باقی واوی کلمات جن کا الف یا کی شکل میں ہے سو ان کا حکم سولھویں شعر سے معلوم ہو جائے گا جس میں رؤوس آیات کا امالہ مذکور ہے اور اَدْنٰی۔ اَزْکٰی۔ تُدْعٰی۔ تُتْلٰی چونکہ ایک حرف کی زیادتی کے سبب مزید ہو گئے ہیں اس لیے ان کا حکم شعر نمبر سات سے معلوم ہو گیا ہے (۳) ان الفات میں سے پانچ کلمات کے الف مستثنٰی ہیں جن میں سے لَدٰی اسم اور مَازَکٰی فعل اور حَتّٰی عَلٰی۔ اِلٰی حرف ہیں۔ لَدٰی یوسف (ع ۳) میں الف سے اور غافر (ع ۲) میں یا سے لکھا ہوا ہے اور اسم جامد ہونے کے سبب اس کا الف مجہول ہے پس اس میں امالہ اس لیے نہیں کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ دونوں کا حکم یکساں رہے اور مَازَکیٰ واوی ہے اس میں امالہ نہ کرنا اس لیے ہے کہ اصل کی طرف اشارہ ہو جائے رہا اس کے الف کا یا کی صورت میں ہونا سو وہ یُزَکِّیْ کی مناسبت سے ہے اور باقی تین میں فتح اس لیے ہے کہ اصل کی رو سے حروف کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ یہ تو اسم اور فعل کے احکام میں سے ہے اور حروف میں سے صرف بَلٰی یائے ندائیہ' لا نافیہ میں امالہ ہوتا ہے کیونکہ یہ جملوں کی جگہ کام دینے کی بناء پر اسم اور فعل کے مشابہ ہیں (۴) عَلٰی۔ اِلٰی۔ لَدٰی کا الف یا کی صورت میں اس لیے ہے کہ جب ان کے بعد ھُمْ آتا ہے تو ان کا الف یا سے بدل جاتا ہے۔ اور حروف میں امالہ اس لیے بھی نہیں ہے کہ وہ تصرف سے بعید ہیں اور اَلَّا ماضی میں بالاتفاق فتح ہے کیونکہ اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے (۵) کاہلی نے حمزہ سے مَازَکیٰ میں اور عجلی نے حمزہ سے اور نصیر نے کسائی سے حَتّٰی میں امالہ روایت کیا ہے جو شاذ ہے (٦) جعبری کی رائے پر پانچویں قسم میں یہ قید بھی ہے کہ الف لام کلمہ میں ہو اور اس کے بارہ میں ناظم نے مثالوں پر اکتفا کیا ہے اور اس سے فَاَتَابَهُمُ اللّٰہُ جیسے کلمات نکل گئے اور علی قاری کی رائے پر یہ کلمات پہلے ہی سے خارج ہیں کیونکہ یہ باب آخری الف ہی کے امالہ کے لیے منعقد کیا گیا ہے (۷) گو دانیؒ وغیرہ نے پانچویں قسم میں امالہ کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تین حرف والا واوی کلمہ زائد حرف کے سبب یائی بن جاتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس قسم میں امالہ کا سبب یا تو یائے مقدرہ ہے یا یہ ہے کہ تُدْعٰی۔ تُتْلٰی وغیرہ اس قسم کے تمام کلمات کا الف قرآن کریم میں یا کی شکل میں ہے یعنی یہ قسم یا تو پہلی قسم میں داخل ہے چنانچہ تُدْعٰی اور تُتْلٰی میں امالہ اس لیے ہے کہ دُعِیَ اور تُلِیَ میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے اور چونکہ مضارع ماضی کی فرع ہے اس لیے اصل میں یا کا ظاہر ہو جانا فرع میں ظہور پذیر ہو جانے کے حکم میں ہے یا یہ چوتھی قسم میں داخل ہے اور زائد حرف کے سبب کلمہ یائی اس لیے نہیں بنتا کہ جو حرف اول میں زائد ہوتا ہے وہ یا تو فتحہ والا ہوتا ہے جیسے یَدْعُوْا۔ یَتْلُوْا یا ضمہ والا جیسے تُدْعٰی۔ تُتْلٰی پہلی صورت میں واو ظاہر ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں واو الف سے بدل جاتا ہے پس یا اور وہ زیادتی کہاں ہے جو کلمہ کے یائی ہونے کو چاہتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ زیادت مضارع کی علامت ہے تو وہ تو جس طرح ضمہ کی صورت میں ہے فتح کی صورت میں بھی اسی طرح تھی۔ اور ضمہ اور فتح دو مقابل حرکتیں ہیں جن سے زائد حرف کے زائد ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (۸) علی قاری فرماتے ہیں چونکہ شعر نمبر پانچ کے اَمَالَا میں ضمیر آرہی ہے جو اسم صریح کے حکم میں ہے اس لیے اَیْضًا کا ہمزہ اور بَلٰی کی با رمز نہیں (۹) گو چوتھی قسم کے اکثر کلمات کا حکم دوسری قسموں سے نکل آتا ہے لیکن اس کو صرف اس لیے منعقد کیا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو ضُحٰیؐ اعراف اور یٰوَیْلَتٰی۔ یٰحَسْرَتٰی۔ یٰاَسَفٰی کا امالہ کسی قسم سے بھی نہ نکلتا اور پانچویں قسم سے صرف انواع کا بتانا مقصود ہے کہ امالہ والے الفات کی ایک نوع یہ بھی ہے ورنہ اس کے سب کلمات کا حکم چوتھی ہی قسم سے نکل آتا ہے (۱۰) جن نو کلمات میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ان کو علامہ متولی رحمہ اللہ نے ان دو شعروں میں جمع کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَصَاهُ شَفَا اِنَّ الصَّفَا وَاَبَا اَحَدْ	سَنَا مَازَ کٰی مِنْکُمْ خَلَا وَ عَلَا وَرَدْ
عَفَا وَنَجَاقُلْ مَعْ بَدَا وَدَنَا دَعَا	جَمِیْعًا بِوَاوٍ لَّا تُمَالُ لَدٰی اَحَدْ

النحو والعربیہ: ۲۹۱/۱ (۱) مِنْهُمْ صفت بیانیہ موضحہ ہے ای مِنْ بَیْنِهِمْ اور یہ اَنْتَ مِنْهُمُ الْفَارِسُ الشُّجَاعُ کے قبیل سے ہے (۲) ذَوَاتِ الْیَاءِ الِفَاتٍ مقدر کی صفت ہے (۳) حَیْثُ تَاَصَّلَا میں حَیْثُ اَمَالَا کا مفعول فیہ مکانی ہے۔ اس میں اور ظروف زمانی میں سے اِذْ میں تعلیل کے معنی بھی ہیں چنانچہ حَیْثُ جَآءَ زَیْدٌ فَلَا بُدَّمِنْ اِکْرَامِہٖ اور اِذْخَرَجَ فَلَا بُدَّمِنَ الْتِزَامِہٖ میں دونوں تعلیلیہ ہیں۔ ۲۹۲/۲ (۱) تَثْنِیَۃُ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور ضمیر منصوب یا تو ذوات الیاء کے لیے ہے یا الفات ممال کے لیے جو کلام کے سیاق سے سمجھے گئے ہیں (۲) صَادَفْتَ ای وَجَدْتَ (۳) نَهَلٌ پہلی بار اور عَلَلٌ دوسری بار پینے کو کہتے ہیں۔ ۲۹۳/۳ (۱) فِی الْکُلِّ یا تو اَلِفِ التَّانِیْثِ کی تاکید ہے یا اس سے بدل ہے (۲) مَیَّلَا کو فِیْ سے متعدی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اَوْقَعَا کے معنی کو متضمن ہے۔ ۲۹۴/۴ (۱) کَیْفَ جَرَتْ کے فاعل سے حال ہے اور فَعْلٰی مبتدا ہے۔ ای حَالَ کَوْنِ فَعْلٰی مُخْتَلِفَۃً بِاعْتِبَارِ حَرَکَاتِ الْفَاءِ (۲) وُجُوْدُهَا کی ھا تانیث کے الف کے لیے ہے کیونکہ اس شعر میں اسی کے موقعوں کا بیان ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ھا امالہ کے لیے ہوتی۔ ۲۹۵/۵ (۱) فِی اسْمٍ اَمَالَا کے متعلق ہے فِی الْاِسْتِفْهَامِ کَائِنٍ یا مُسْتَعْمَلٍ کے متعلق ہو کر اِسْمٍ کی صفت ہے اور اَنّٰی۔ اِسْمٍ سے بدل البعض ہے۔ (۲) وَفِیْ مَتٰی جار کے اعادہ سے بدل یا مبدل منہ پر معطوف ہے (۳) مَعًا یا تو مَتٰی اور اَنّٰی سے حال ہے ای مُشْتَرِکَیْنِ فِیْ حُکْمِ الْاِمَالَۃِ یا اَمَالَا کے فاعل سے (۴) عَسٰی یا تو مَتٰی پر معطوف ہے یا اَمَالَا مقدر کا مفعول ہے۔ (۵) بَلٰی کی تقدیر یا تو بَلٰی کَذٰلِکَ ہے یا اَمَالَا بَلٰی اَیْضًا ہے اور جملہ قُلْ کا مقولہ ہے۔ ۲۹۶/۶ (۱) بِالْیَاءِ علی قاریؒ کی رائے پر رَسَمُوْا کے متعلق ہے اور جعبری کے قول پر مَا کے عائد مقدر سے حال ہے۔ (۲) غَیْرُ کا نصب مفعول سے مستثنیٰ ہونے کی بناء پر ہے (۳) مِنْ بَعْدُ میں جعبریؒ کی تصریح کے موافق مشہور روایت کی بناء پر دال کا ضمہ ہے ای وَالِیٰ کَائِنًا مِّنْ بَعْدِ لَدٰی وَمَا زَکٰی۔ اور حَتّٰی واو مقدر کے ذریعہ انہیں دونوں پر معطوف ہے اور دوسری روایت سے دال کا جر بھی ہے ای وَالِیٰ کَائِنًا مِّنْ بَعْدِ حَتّٰی فِی الذِّکْرِ اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ مِنْ بَعْدِ حَتّٰی کی دال مجرور ہے اور بعض کی رائے پر اس میں ضمہ مختار ہے (۴) عَلٰی کی تقدیر یا تو عَلٰی کَذٰلِکَ ہے یا غَیْرُ مُمَالٍ ہے اور جملہ مقولہ ہے۔ ۲۹۷/۷ (۱) فَاِنَّہٗ کی فا سببیہ ہے اور ھا جعبری کی رائے پر ثُلَاثِیٍّ کے لیے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر کُلٌّ کے لیے (۲) مَعَ ابْتَلٰی حال ہے اور عامل تشبیہ کے معنی ہیں۔

وہ سولہ کلمات جن میں صرف کسائی کے لیے امالہ ہے حمزہ کے لیے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۸/۸ وَلٰکِنَّ اَحْیَا عَنْهُمَا بَعْدَ وَاوِهٖ وَفِیْ مَا سِوَاهُ لِلْکِسَائِیِّ مُیِّلَا

ترجمہ: اور لیکن اَحْیَا (جو ہے) اس حالت میں کہ وہ اپنے واو کے بعد ہو (جو صرف وَاَحْیَا نجم ع ۲ میں ہے اس کا امالہ تو) ان دونوں (حمزہ اور کسائی) سے ہے اور اس (واو والے اَحْیَا) کے سوا (دوسرے اَحْیَا) میں (جو فا کے یا ثُمَّ کے بعد ہو جیسے فَاَحْیَا بِهٖ اور ثُمَّ اَحْیَاهُمْ یا واو، فا ثُمَّ میں سے کسی کے بھی بعد نہ ہو جیسے وَمَنْ اَحْیَاهَا اور فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ میں وقفاً" صرف) کسائی کے لیے امالہ (واقع) کیا گیا ہے (پس وَاَحْیَا میں دونوں کے لیے اور باقی میں صرف کسائی کے لیے امالہ ہے)

(ص)

۲۹۹/۹ وَرُءْیَایَ وَالرُّءْیَا وَمَرْضَاتِ کَیْفَمَا اَتٰی وَخَطَایَا مِثْلُهٗ مُتَقَبَّلَا

ترجمہ: اور رُءْیَایَ اور اَلرُّءْیَا اور مَرْضَاتَ جس کیفیت پر (ہو کر) بھی آئے (یعنی عام ہے کہ اس کی تا پر زبر ہو خواہ زیر نیز یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو خواہ ضمیر کی طرف جیسے مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکُمْ مَرْضَاتِ اللّٰهِ مَرْضَاتِیْ ان کا امالہ بھی صرف کسائی کے لیے ہے) اور خَطَایَا (بھی کئی طرح کا ہونے میں اور امالہ میں) اسی (مَرْضَات) کے مانند ہے (چنانچہ عام ہے کہ یہ جمع متکلم کی ضمیر کی طرف مضاف ہو یا جمع مذکر حاضر و غائب کی ضمیر کی طرف جیسے خَطٰیٰنَا۔ خَطٰیٰکُمْ خَطٰیٰهُمْ) حالانکہ یہ (خَطَایَا امالہ کے لیے) قبول کیا ہوا (اور پسند کیا ہوا) ہے (یا یہ قبول اور پسندیدہ ہونے کے لحاظ سے مَرْضَات کی طرح ہے۔ پس اس میں بھی کسائی ہی کے لیے امالہ ہے)

۳۰۰/۱۰ وَمَحْیَاهُمْ اَیْضًا وَّحَقَّ تُقٰتِهٖ وَفِیْ قَدْ هَدَانِیْ لَیْسَ اَمْرُکَ مُشْکِلَا

ترجمہ: اور مَحْیَاهُمْ (جاثیہ ع ۲) اور حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران ع ۱۱ کا امالہ) بھی (انہیں کے لیے) ہے اور قَدْهَدٰنِ (انعام ع ۹) میں (بھی امالہ انہیں کے لیے ہے) تیرا (یہ ان کے امالوں کو کسائی کے ساتھ خاص کر دینے کا) معاملہ (تجھے) دشواری میں ڈالنے والا نہیں ہے (یعنی چونکہ یہ خصوصیت نقل سے ثابت ہے اس لیے اس سے تم پر ذرا بھی اعتراض نہیں ہو سکتا یا یہ مطلب ہے کہ گو ان اشعار میں بعض حروف (جیسے شعر ۹ کا آخری میم اور ۱۰ میں آخری تین کلموں میں سے لام، ہمزہ، میم اور شعر ۱۱ میں سے یُجْتَلَا کی یا اور شعر ۱۲ میں اَلَّذِیْ اُذِعْتُ کا ہمزہ اور اس کے بعد کے چار کلمات کے پہلے حروف اور شعر ۱۵ میں سے قاف اور اِنْجَلٰی کا ہمزہ) رمز بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن چونکہ تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں ان اشعار میں وہ امالہ بیان کر رہا ہوں جو کسائی ہی کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے یہ حروف رمز نہیں ہیں ورنہ کسائی کے ساتھ خصوصیت نہیں رہے گی پس تیرا یہ معاملہ کہ بعض حروف رمز بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن سکتے ہیں۔ تجھے دشواری میں ڈالنے والا نہیں ہے (قَالَهُ الْجَعْبَرِیُّ)

۱۱/۳۰۱ وَفِي الْكَهْفِ اَنْسَانِي وَمِنْ قَبْلُ جَاءَ مَنْ عَصَانِي وَاَوْصَانِي بِمَرْيَمَ يُجْتَلٰى

ترجمہ: اور (سورۂ) کہف (ع ۹) میں (وَمَا) اَنْسٰنِيْهِ (کا امالہ بھی انہیں کے لیے ہے) اور (اس اَنْسٰنِيْ سے) پہلے (وَ) مَنْ عَصَانِيْ (ابراہیم ع ۶ کا امالہ بھی انہیں کے لیے) آیا ہے اور مریم (ع ۲) میں (وَ) اَوْصٰنِيْ (کا امالہ بھی انہیں کے لیے کتابوں میں) دیکھا (اور پایا) جاتا ہے۔

۱۲/۳۰۲ وَفِيْهَا وَفِيْ طٰسِيْنَ اٰتَانِي الَّذِ اَذَعْتُ بِهِ حَتّٰى تَضَوَّعَ مَنْدَلَا

ترجمہ: اور اس (مریم ع ۲) میں اور طٰسٓ (نمل ع ۳) میں اٰتٰنِيَ (کا امالہ بھی انہیں کے لیے) ہے (چنانچہ مریم میں اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ اور نمل میں اٰتٰنِ ئَ اللّٰهُ ہے تو اس اٰتٰنِيَ کو لیلے) جس کو میں نے (اپنے بیان کے ذریعہ ظاہر (اور مشہور) کر دیا ہے (اور پوشیدہ نہیں رکھا) یہاں تک کہ یہ (اٰتٰنِيَ امالہ کے ساتھ) ایک قسم کی خوشبو (یا عود ہندی یا ہند کے مندل نام والے شہر) کے اعتبار سے مہک گیا ہے (اور خوب مشہور ہو گیا ہے یا تاکہ تو مندل سے مشابہ ہو کر مہک جائے اور تیرے نیک اعمال کی خوشبو اطراف و جوانب میں پھیل جائے۔)

۱۳/۳۰۳ وَحَرْفُ تَلٰهَا مَعْ طَحٰهَا وَفِيْ سَجٰى وَحَرْفُ دَحٰهَا وَهْيَ بِالْوَاوِ تُبْتَلٰى

ترجمہ: اور تَلٰهَا کا لفظ حالانکہ یہ طَحٰهَا کے ساتھ ہے (اور دونوں والشمس میں ہیں) اور دَحٰهَا (نزعٰت ع ۲) کا لفظ (بھی انہیں کے لیے امالہ سے پڑھا گیا ہے) اور سَجٰى (والضحٰی کے الف) میں (بھی انہیں کے لیے امالہ کیا گیا ہے) اور یہ (چاروں کلمات) واو کے ساتھ آزمائے (اور جانچے) جاتے ہیں (یعنی جب ان میں وہ قاعدہ برتتے ہیں جو اسی باب کے شعر نمبر دو میں بیان ہوا ہے اور ان سے ماضی کا متکلم بناتے ہیں تو الف کے بجائے واو آجاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں الف واو سے بدلا ہوا ہے اور اسی بناء پر ان میں حمزہ امالہ نہیں کرتے۔)

شرح: یعنی اَحْيَا تین طرح آتا ہے (۱) واو کے بعد جو صرف ایک جگہ اَمَاتَ وَاَحْيَا (نجم ع ۳) میں ہے اس میں تو حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے (۲) فا یا ثم عاطفہ کے بعد ہو جیسے فَاَحْيَا بِهِ فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ (۳) فا ثمّ واو تینوں سے خالی ہو جیسے وَمَنْ اَحْيَاهَا۔ فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ ان دونوں صورتوں میں صرف کسائی کے لیے امالہ ہے لیکن اَحْيَا النَّاسَ میں صرف وقفا ہوگا اور ذیل کے پندرہ کلمات میں بھی فقط کسائی کے لیے امالہ ہے (۱) وہ رُءْيَایَ جس کے بعد متکلم کی یا ہو جو دو جگہ (یوسف ع ۶ و ع ۱۱ میں) ہے (۲) اَلرُّءْيَا جو چار جگہ ہے (یوسف ع ۶ و صٰٓفّٰت ع ۳ و فتح ع ۴ اور اسراء ع ۶ میں) لیکن آخری میں صرف وقفا" ہوگا (رہا رُءْيَاكَ سو

www.KitaboSunnat.com

اس کا ذکر شعر ۱۵ میں آئے گا) (۳) مَرْضَاتِ جس طرح بھی آئے (۴) خَطَایَا جس طرح بھی آئے اور یہ تین طرح آتا ہے اور اس کے دوسرے الف میں امالہ ہے نہ کہ پہلے میں اور قرینہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ کے آخری الفات ہی کے امالوں کا بیان چل رہا ہے (۵) مَحْیَاھُمْ (جاثیہ ع ۲) (۶) حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران ع ۱۱ پس مِنْهُمْ تُقٰىةً ع ۳ والا نکل گیا اس میں قاعدہ کے موافق دونوں کے لیے امالہ ہے کیونکہ اول کا الف خود اپنی اور ثانی کا یا کی صورت میں ہے پس تُقٰتِهٖ میں کسائی نے اصل کا اور حمزہ نے رسم کا اعتبار کیا ہے) (۷) وَقَدْ ھَدٰىنِ (انعام ع ۹ اور قَدْ کی قید سے اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ انعام ع ۲۰ اور ھَدٰىنِیْ لَكُنْتُ زمر ع ۶ نکل گئے ان میں دونوں کے لیے امالہ ہے) (۸) وَمَا اَنْسٰنِیْهُ (کہف ع ۹) (۹) وَمَنْ عَصٰنِیْ (ابراہیم ع ۶) (۱۰) وَاَوْصٰنِیْ (مریم ع ۲) (۱۱) اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ (مریم ع ۲) اٰتٰنِ ےَ اللّٰهُ (نمل ع ۲ پس وَاٰتٰنِیْ ہود ع ۳ و ع ۶ میں دونوں کے لیے ہے) (۱۲) دَحٰىهَا (نزعٰت ع ۲) (۱۳) تَلٰىهَا (۱۴) طَحٰىهَا (والشمس میں) (۱۵) اِذَا سَجٰى (والضحیٰ میں) اور ان چاروں میں الف واو سے بدلا ہوا ہے۔

فائدہ ۱: (۱) یہ تفصیل صرف اَحْیَا میں ہے کہ واو کے بعد ہو تو اس میں دونوں کے لیے امالہ ہے ورنہ صرف کسائی کے لیے ہے اور وَنَحْیَا اور یَحْیٰى میں نہیں ہے بلکہ ان میں ہر حال میں دونوں کے لیے ہے واو کے بعد ہوں یا نہ ہوں کیونکہ یہ ذوات الیا میں سے ہیں اور یُحْیٰى طٰهٰ اور اعلیٰ والا رؤس آیات میں سے بھی ہے اور ان کا امالہ ظاہر ہے پس ابو شامہ کا یُحْیٰى کو اور جعبری کا وَنَحْیَا وَلَا یَحْیٰى کو اور ابن القاصح کا ان کو اور وَیَحْیٰى مَنْ کو بھی وَاَحْیَا کے ساتھ شامل کر دینا مناسب نہیں رہا یہ شبہ کہ دانی بھی تیسیر میں وَیَحْیٰى وَلَا یَحْیٰى کو وَاَحْیَا کے ساتھ شامل کر کے لائے ہیں سو اس کا حل یہ ہے کہ عبدالباقی بن حسن کی انفرادی روایت پر علی بن صالح کے طریق سے خلف کے لیے اور ابو محمد بن ثابت کے طریق سے خلاد کے لیے یَحْیٰى میں بھی وہی تفصیل ہے۔ جو اَحْیَا میں ہے اور اس کو خلف اور خلاد نے سلیم کے ذریعہ حمزہ سے روایت کیا ہے پس یَحْیٰى کو دونوں کے متفق علیہ امالوں کے تحت میں لانے سے دانی کا مقصود یہ ہے کہ اس پر تنبیہہ کر دیں کہ تیسیر کے طریق سے اَحْیَا والی تفصیل یَحْیٰى میں نہیں ہے بلکہ اس میں ہر حال میں دونوں کے لیے امالہ ہے واو کے بعد ہو خواہ نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ تفصیل اَحْیَا ماضی میں ہے نہ تو مضارع (وَنَحْیَا وَلَا یَحْیٰى وَیَحْیٰى) میں ہے اور نہ یَحْیٰى اسمی میں (۲) ان چھ شعروں میں سولہ کلمات مذکور ہیں۔ جن کو حمزہ نے امالہ سے مستثنیٰ کیا ہے رہا یہ کہ مذکورہ بالا پانچ قسموں میں سے کس کس قسم میں سے مستثنیٰ ہیں سو اس کو طلباء خود غور فرما کر متعین کریں (۳) مَرْضَاتِ رِضْوَانٌ سے مَفْعَلَةٌ کے وزن پر ہے اور یہ مزید واوی سے مستثنیٰ ہے اور اس میں امالہ کا سبب یہ ہے کہ اس کی جمع اور تثنیہ میں یا ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس یہ مَغْزًى اور مَدْعًى کی طرح ہے نیز اس کی ماضی کا متکلم رَضِیْتُ ہے (۴) خَطَایَا جمع تکسیر ہے اور فَعَالٰى کے وزن پر ہے اور دوسری قسم میں سے مستثنیٰ ہے اور اس میں امالہ کا سبب یا تو پہلی یا ہے یا یہ ہے کہ اس کا دوسرا الف بھی یا سے بدلا ہوا ہے اور یہ فراء کی رائے پر تو خَطِیَّةٌ غیر مہموز کی جمع ہے ھَدِیَّةٌ اور ھَدَایَا کی طرح اور دوسرے حضرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رائے پر خَطِیْئَۃٌ مہموز کی جمع ہے پس یہ خَطَائِیُ تھا یا اور ہمزہ سے اب بعض تو یہ کہتے ہیں کہ پھریا کو ہمزہ سے بدل لیا جس طرح صَحَائِفُ میں بدلا ہے اب خَطَائِئُ ہو کر کلمہ میں دو ہمزہ آگئے اس لیے دوسرے کو یاسے بدل لیا اب جمع کے الف کے بعد عارضی ہمزہ اور یا یہ دو چیزیں جمع ہو گئیں اس لیے ہمزہ کا یا سے اور دوسری یا کا الف سے بدلنا ضروری ہو گیا پس خَطَایَا ہو گیا چنانچہ مَطَایَا میں بھی یہی تعلیل ہوئی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اولاً ہمزہ کو یا سے پہلے لائے پھر یہ تعلیل جاری کی (۵) مَحْیَاھُمْ جعبری کی رائے پر پانچویں اور علی قاری کی رائے پر پہلی قسم میں سے مستثنیٰ ہے اور تُقٰتِہٖ بھی پہلی ہی قسم میں سے ہے کیونکہ یہ وِقَایَۃٌ سے ہے (۶) قَدْھَدٰنِیْ کے شروع میں قَدْ اور آخر میں یا لانے سے ھَدٰنِیْ انعام ع ۲۰ اور زمر ع ۶ نکل گئے کیونکہ ان میں اجماعاً" یا ہے (۷) اَنْسٰنِیْہِ میں نِیْ کی قید سے فَاَنْسٰہُ (یوسف ع ۵) نکل گیا اور فِی الْکَھْفِ صرف تاکید کے لیے ہے تاکہ عموم کا وہم نہ ہو کیونکہ اَنْسٰنِیْ اس کے سوا کسی اور سورۃ میں نہیں آیا (۸) وَاَوْصٰنِیْ کہنے سے وَاَوْصٰی بِھَا (بقرہ ع ۱۶) نکل گیا اور بِمَرْیَمَ بھی تاکید کے لیے ہے (۹) اَحْیَا بلا واؤ سے لیکر اَتٰنِیْ تک کے تمام الفاظ میں کسائی تو اپنے قاعدہ پر ہیں کیونکہ یہ سب فی الحال یا مآل کے اعتبار سے ذوات الیاء میں سے ہیں اور حمزہ کا امالہ نہ کرنا دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے ہے اور فتح نقلاً" بھی صحیح ہے جیسا کہ امالہ نہ کرنے والوں کی قرآءۃ ہے نیز ان میں سے اکثر میں امالہ کا الف اصطلاحی کلمہ کے درمیان ہے آخر میں نہیں جو تغیر کا محل ہے اور اَحْیَا اور عَصَانِیْ میں الف یا کی صورت میں نہیں ہے پس ان میں تین وجوہ ہو گئیں (۱۰) شعر نمبر تیرہ کے چاروں کلمات یا تو چوتھی قسم میں سے مستثنیٰ ہیں یا رؤوس آیات میں سے۔ کسائی تو ان کلمات میں اپنے قاعدہ پر ہیں جس کی تین وجوہ ہیں (۱) یہ چوتھی قسم میں سے ہیں (۲) امالہ سے ان کا تلفظ پہلے اور بعد والے رؤوس آیات کے مطابق ہو جاتا ہے پس یہ امالہ للامالہ کے قبیل سے ہے (۳) قرآنوں میں ان کا الف یا کی شکل میں اس لیے ہے کہ یہ اپنے قریب والے ذوات الیاء کے موافق نظر آئیں پس چونکہ کتابت میں موافقت کی رعایت رکھی گئی ہے اس لیے قراءۃ میں بھی موافقت کا لحاظ کر لیا اور حمزہ کا ان میں امالہ نہ کرنا اصل پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے کیونکہ ان کا الف واو سے بدلا ہوا ہے۔ سبحان اللہ ان آئمہ نے قراءۃ کے اختیار کرنے اور ترتیب دینے میں کس قدر عجیب و غریب امور کا خیال رکھا ہے (۱۱) مُزْجٰۃٍ (یوسف ع ۱۰) میں دونوں کے لیے امالہ ہے پس یہ مُرْضَاتِ کی طرح نہیں ہے۔ مکیؒ نے مُرْضَاتِ اور کَمِشْکٰوۃٍ کو ثلاثی مزید میں بیان کیا ہے۔

فائدہ ۲: شعر نمبر دس کے ترجمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ ناظم کی اصطلاح کے اعتبار سے ان اشعار کے وہ بعض حروف رمز بن سکتے ہیں جو اسی مقام میں درج ہیں لیکن واقع میں وہ رمز نہیں ہیں جس کی دو وجوہ ہیں (۱) ان اشعار میں وہ امالہ بیان ہو رہے ہیں جو کسائی کے ساتھ مخصوص ہیں پس اگر ان حروف کو رمز قرار دیں گے تو یہ خصوصیت کافور ہو جائے گی۔ (۲) اس باب کے شعرا تا ۱۸ میں حمزہ اور کسائی کے امالوں کا بیان ہے اکثر میں دونوں کے امالوں کا اور بعض میں کسائی کے اور بعض میں ان کے دوری کے امالوں کا بیان ہے اس لحاظ سے یہ تمام اشعار انہیں دونوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مخصوص ہیں اور اسی لیے شعر ۱۴ و ۱۶ میں اَمَالَا لے آئے ہیں جس کی ضمیر حمزہ اور کسائی کے لیے ہے حالانکہ پہلا اَمَالَا کسائی کے اور دوسرا دوری کے مخصوص امالوں کے بعد ہے لیکن چونکہ یہ سارا بیان ایک ہی تھا اس لیے ان مخصوص امالوں کو فاصل نہیں سمجھا اور ضمیر لے آئے پس اگر یہ حروف رمز ہوتے تو ضمیر کا لانا صحیح نہ ہوتا کیونکہ جب ایک جماعت کا ذکر آجاتا تو ضمیر کا مرجع متعین نہ رہتا۔

النحو و العربیہ: ۲۹۸/۸ (۱) لٰکِنَّ استدراکیہ ہے جو اس وہم کے رفع کرنے کے لیے ہے کہ شاید ان پانچوں قسموں کے تمام الفاظ میں دونوں کے لیے امالہ ہو پس بتا دیا کہ بعض الفاظ کا امالہ کسائی یا ان کے دوری کے ساتھ مخصوص بھی ہے (۲) بَعْدَ کَوْن کا ظرف ہے (۳) فِیْمَا میں مَا زائد ہے اور دونوں جار مُمِیّلًا کے متعلق ہیں اور رِسَوَاہُ کی ھا اَحْیَا مقید کے لیے ہے۔ ۲۹۹/۹ (۱) رُءْیَایَ اور اس کے بعد کے دو اسم مُمِیّلًا کی ضمیر پر معطوف ہیں اور ترجمہ میں ان کو مبتدا قرار دیا ہے علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وَرُءْیَایَ کے بجائے کَرُءْیَایَ بہتر تھا کیونکہ واو کی صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مبتدا ہے اور پھر اس کے لیے لَہٗ کی تقدیر کی حاجت پیش آتی ہے (۲) مَرْضَاتَ میں تا کا فتحہ حکائی ہے اور کسرہ کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خفیف ہے (۳) کَیْفَ مَا میں مَا زائد ہے اور یہ مَرْضَاتَ سے حال ہے ای مُتَنَوِّعًا (۴) مُتَقَبَّلًا مِثْلُہٗ کی ھا سے یا خَطَایَا سے حال ہے اور عامل تشبیہ کے معنی ہیں یا یہ قَبُوْلًا کے معنی میں ہو کر تمیز ہے اور اس صورت میں یہ عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْدًا کے قبیل سے ہوگا۔ ۳۰۰/۱۰ (۱) پہلے دونوں کلمات قرآنی رُءْیَا پر معطوف ہیں یا مبتدا ہیں (۲) اَیْضًا مصدر ہے جو اِنْضًا کے معنی میں ہو کر کسائی کی ضمیر سے حال ہے (۳) فِیْ۔ الْاِمَالَۃ مقدر کے متعلق ہے جو مبتدا ہے (۴) قَدْ ھَدٰنِیْ شعر میں جعبری کی رائے پر یا کے حذف سے ہے تاکہ قبض کے طریق پر وزن بھی درست رہے اور کسائی کی قراءۃ کے بھی مطابق رہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح بھی ہے لیکن اصفہانی کی رائے پر (یا کے اثبات کے ذریعہ) وزن کا کامل رکھنا اولیٰ ہے۔ ۳۰۲/۱۲ (۱) اَلَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر اٰتِنِیْ مقدر کی صفت ہے اور موصوفین کا مجموعہ خُذْ مقدر کا مفعول ہے کیونکہ اس صورت میں اٰتِنِیْ مذکور پر جملہ تام ہو جاتا ہے اب اس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ تو اس اٰتِنِیْ کو لے لے جس کو میں نے ظاہر اور مشہور کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے جملہ میں اس کا بیان آچکا ہے اور یہ اَلَّذِیْ اٰتِنِیْ مذکور کی صفت نہیں ہے گو ظاہر عبارت سے اس کا وہم ہوتا ہے کیونکہ صلہ موصول کا ابہام دور کرنے اور اس کو معین اور مشخص کرنے کے لیے آیا کرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ صلہ ایسے وصف کو بنایا جائے جو مخاطب کو معلوم ہو تبھی تو اس کے ذریعہ سے موصول کی مراد کی تعیین ہوگی اور جس صورت میں اَلَّذِیْ۔ اٰتِنِیْ مذکور کی صفت ہو اس میں اٰتِنِیْ پر جملہ ہی تام نہیں ہوتا اور ناظمؒ نے اٰتِنِیْ کو صرف اسی شعر میں بیان کیا ہے اور جب اس پر جملہ بھی کامل نہیں ہوا تو اسی جملہ میں یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ اٰتِنِیْ وہ ہے جس کو میں نے ظاہر کر دیا ہے ظاہر تو اس صورت میں ہوتا کہ کسی مستقل جملہ میں اس سے پیشتر اس کا ذکر آچکا ہوتا پس لازم آئے گا کہ اس صفت کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلہ بنا دیا جو مخاطب کو پہلے سے معلوم نہیں ہے اسی لیے جَآءَنِی الَّذِیْ اَکْرَمْتُہٗ اس صورت میں جائز نہیں جبکہ مخاطب کو تمہارے اکرام کرنے کا علم صرف اسی عبارت سے ہوا ہو اور پہلے سے نہ ہو (۲) حَتّٰی۔ کَے یا اِلٰی اَن کے معنی میں ہے (۳) تَضَوَّعَ یا تو ماضی کا صیغہ ہے یا ایک تا کے حذف سے مضارع کے واحد حاضر کا اور واحد مونث غائب کا اس لیے نہیں کہ بِہٖ میں جو مذکر کی ضمیر آ رہی ہے اس سے مناسبت نہیں رہے گی (۴) مَنْدَلُ کے تین معنی ہیں (۱) ایک طرح کی خوشبو (۲) عود ہندی جو تر ہو اور یہ ایک خوشبو دار لکڑی ہے (۳) ہند میں اس نام سے ایک شہر تھا جس میں عطر بنتا تھا جیسا کہ آج کل قنوج، لکھنؤ میں بنتا ہے۔ ۱۳/۳۰۳ وَحَرْفُہٗ وَحَرْفُ معطوفین کا مجموعہ مُمِیْلٌ لَہٗ مقدر کا فاعل ہے اور فِیْ سَجِیٍّ بھی اسی کے متعلق ہے۔

وہ پانچ واوی کلمات جن میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے

(ص)

۱۴/۳۰۴ وَاَمَّا ضُحَاھَا وَالضُّحٰی وَالرِّبَا مَعَ الْ ۔۔۔ قُوٰی فَاَمَالَاھَا وَبِالْوَاوِ تُخْتَلَا

ترجمہ: اور رہا (واوی کلمات میں سے) ضُحٰھَا اور اَلضُّحٰی اور اَلرِّبٰوا (اور العُلٰی) حالانکہ یہ (چاروں) اَلْقُوٰی کے ساتھ ہیں سو ان (چاروں کے الفات) کا (حمزہ اور کسائی) دونوں نے امالہ کیا ہے (نہ کہ صرف کسائی نے) حالانکہ یہ (چاروں) بھی واو کے ساتھ حاصل کیے (اور چنے) جاتے ہیں (یعنی ان میں بھی الف واو سے بدلا ہوا ہے)

شرح: یعنی گو ذیل کے پانچ کلمات میں بھی الف واو سے بدلا ہوا ہے لیکن ان میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے اور وہ یہ ہیں (۱) ضُحٰھَا تین جگہ نٰزِعٰت ع ۲ میں دو اور والشمس میں ایک (۲) وَالضُّحٰی سورۂ ضحیٰ میں (۳) اَلرِّبٰوا جس جگہ بھی آئے اور اسی طرح مِنْ رِّبًا روم ع ۴ میں بھی دونوں کے لیے ہے لیکن اس میں صرف وقفاً" ہے (۴) شَدِیْدُ الْقُوٰی نجم ع ۱ میں (۵) اَلْعُلٰی طٰہٰ ع ۱ میں پس ان میں دونوں کے لیے امالہ ہے نہ کہ شعر نمبر تیرہ کے چار کلمات کی طرح صرف کسائی کے لیے۔

فائدہ: (۱) ضُحٰی ضَحْوَۃٌ اور قُوٰی قُوَّۃٌ سے اور رِبٰوا رِبْوَۃٌ سے ہے جو زیادت کے معنی میں ہے اور عُلٰی عُلُوٌّ سے ہے ان چاروں کلمات میں سے اَلرِّبٰوا کے پہلے حرف پر کسرہ اور باقی میں ضمہ ہے اور یہ تینوں رء وس آیات میں سے بھی ہیں اور بعض عرب واوی ہونے کے باوجود بھی ایسے کلمات کے تثنیہ میں واوٌ سے بدلے ہوئے الف کے بجائے یا لا کر رِبَیَانِ اور ضُحَیَانِ کہتے ہیں کیونکہ کسرہ اور ضمہ بھی ثقیل ہے اور واو بھی اور بہ نسبت واو کے یا میں ثقل کم ہے اور چونکہ فتحہ ثقیل نہیں ہے اس لیے صَفَوَانِ۔ شَفَوَانِ وغیرہ میں واو کو یا سے نہیں بدلتے۔ مکیؒ فرماتے ہیں کہ کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ جن واوی کلمات کے پہلے حرف پر ضمہ یا کسرہ ہو ان کا تثنیہ یا سے بناتے ہیں پس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ یہ دونوں بھی کوفی ہیں اس لیے ان میں امالہ کرتے ہیں اور اصل کا لحاظ نہیں کرتے اور چونکہ ان میں سے اَلرِّبٰوا رءوس آیات میں سے نہیں تھا گو باقی تھے اس لیے ان کو علیحدہ بیان کیا اور یہ بھی بتانا تھا کہ یہ چاروں واوی ہیں ورنہ اَلرِّبٰوا کے سوا باقی تین کلمات رؤس آیات کے کلیہ میں بھی داخل ہیں جو شعر ۱۶ تا ۱۸ میں آئے گا۔ اور گو اَلْعُلٰی بھی انہیں میں سے ہے لیکن چونکہ یہ عُلْیَا کی جمع ہے اور اس میں واو یا سے بدل گیا ہے اس بناء پر گویا یہ یائی ہے اسی لیے اس کو بیان نہیں کیا نیز رؤس آیات کے کلیہ میں بھی شامل ہے (۲) اَلزِّنٰی چونکہ یائی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ اس میں بھی دونوں کے لیے امالہ ہے (۳) ان دس کلمات کے سوا (جن میں سے آٹھ تو شعر ۱۳ و ۱۴ میں ہیں اور دو ضُحًی اور اَلْعُلٰی ہیں) ثلاثی کے باقی واوی کلمات میں بالاتفاق فتحہ ہے اور یہ چودہ ہیں جو اسی باب کے شعر ا تا ۷ کے پانچویں فائدہ کے آخر میں علامہ متولیؒ کے دو شعروں میں مذکور ہیں۔

اور گو ان میں سے اَبَا اَحَدٍ کا الف نہ تو یا سے بدلا ہوا ہے نہ لام کلمہ ہے بلکہ نصب کی علامت ہے لیکن اس کو اس لیے بیان کر دیا کہ ناواقف طلباء کو اس میں امالہ کا وہم نہ ہو۔

وہ پانچ کلمات جن میں کسائی کے دوری ہی کے لیے امالہ ہے حمزہ اور ابو الحارث کے لیے نہیں

(ص)

۱۵/۳۰۵ وَرُؤْيَاكَ مَعْ مَثْوَاىَ عَنْهُ لِحَفْصِهِمْ ۔۔۔ وَمَحْيَاىَ مِشْكٰوةٍ هُدَاىَ قَدِ انْجَلَا

ترجمہ: اور رُءْیَاکَ حالانکہ یہ مَثْوَایَ کے ساتھ ہے اور (وَ) مَحْیَایَ (اور) کَمِشْکٰوۃٍ (اور) ھُدَایَ (ان پانچوں کے الف کا امالہ) ان (کسائی) سے (منقول ہو کر) ان (قراء) میں کے حفص (دوری) کے لیے ہے یہ (خصوصیت والی نقل) خوب ظاہر ہوگئی ہے (بابیان مذکور قیود کے سبب خوب واضح ہو گیا ہے یعنی چونکہ ہم ان کو کاف اور یا کی طرف مضاف کر کے اور کَمِشْکٰوۃٍ کو اسی کے اعراب سے لائے ہیں اس لیے یہ کلمات اپنے دوسرے ہم شکلوں سے ممتاز ہو گئے ہیں)

شرح: ذیل کے پانچ کلمات میں صرف کسائی کے دوری کے لیے امالہ ہے (۱) رُءْیَاکَ (۲) مَثْوَایَ (یوسف ع ۱ و ع ۳) (۳) وَمَحْیَایَ (انعام ع ۲۰) (۴) کَمِشْکٰوۃٍ (نور ع ۵) (۵) ھُدَایَ (بقرہ ع ۴ و طٰہٰ ع ۷) پس رُءْیَایَ اور اَلرُّءْیَا اور مَحْیَاھُمْ میں پورے کسائی کے اور مَثْوٰىهُ مَثْوٰىكُمْ۔ مَثْوًی لَّھُمْ اور فَبِھُدٰىھُمُ اور ھُدٰىھَا اور اَلْھُدٰی میں حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ ان کلمات کو کاف اور یا کی طرف مضاف کر کے لائے ہیں اس لیے ان کے ہم شکل وہ کلمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکل گئے جو ایسے نہ ہوں اور ان کا حکم ظاہر ہے (۲) عَنۡہُ میں صلہ اور عدم صلہ دونوں ہیں اور ثانی اولیٰ ہے اور اس میں قبض ہے (۳) ان پانچ میں سے نمبر ایک دوسری اور نمبر دو و پانچ پہلی اور نمبر تین و چار پانچویں قسم میں سے مستثنیٰ ہیں (۴) کَمِشۡکٰوۃٍ میں امالہ کا سبب یا تو صرف پہلا کسرہ ہے یا دونوں ہیں اور عرب شِمۡلَال میں بھی کسرہ ہی کی بناء پر امالہ کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مِشۡکٰوۃ معرب ہے (۵) عَنۡہُ کی قید سے معلوم ہو گیا کہ یہاں حفص سے دوری مراد ہیں نہ کہ عاصم کے راوی (۶) ان میں حمزہ اور ابو الحارث کے امالہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ الف کَمِشۡکٰوۃٍ میں واو کی اور باقی چار میں الف کی صورت میں ہے پس گویا امالہ کا سبب نہیں ہے اور دوری نے کَمِشۡکٰوۃٍ میں کسرہ کا اور باقی میں اصل کا اعتبار کیا ہے (۷) طیبہ سے ابو عثمان ضریر کے طریق سے دوسرے الف کے امالہ کے سبب یَتٰمٰی۔ کُسَالٰی۔ نَصٰرٰی۔ اُسٰرٰی۔ سُکٰرٰی پانچوں کے پہلے الف میں بھی امالہ ہے پس اگر بعد میں ساکن آجانے کی بناء پر دوسرا الف نہ رہے (جیسے یَتٰمَی النِّسَآءِ اور النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ) تو پہلے الف میں بھی امالہ نہ ہوگا (۸) مکی وغیرہ کی روایت پر رُءۡیَاکَ امالہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

وہ گیارہ سورتیں جن کی آیات کے آخری الفات میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے

۱۶/۳۰۶ وَمِمَّا اَمَالَاہُ اَوَاخِرُ اٰیِ مَا بِطٰہٰ وَاٰیِ النَّجۡمِ کَیۡ تَتَعَدَّلَا

ترجمہ: اور (قرآن کے) اس (حصہ) کی آیات کے جو طٰہٰ میں ہے اور نجم کی آیات کے آخر والے (الفات) بھی ان (الفات) میں سے ہیں جن کو (حمزہ اور کسائی) دونوں نے امالہ سے پڑھا ہے (یعنی ان سورتوں کی آیات کے آخری الف واو سے بدلے ہوئے ہوں خواہ یا سے سب میں دونوں نے امالہ کیا ہے) تاکہ یہ (سب آیات کے آخری الف امالہ کے سبب تلفظ میں) یکساں ہو جائیں (اور یہ فرق نہ رہے کہ واو سے بدلے ہوئے الفات میں تو فتح ہو اور یا سے بدلے ہوؤں میں امالہ)

۱۷/۳۰۷ وَفِی الشَّمۡسِ وَالۡاَعۡلٰی وَفِی اللَّیۡلِ وَالضُّحٰی وَفِیۡ اِقۡرَاۡ وَفِیۡ وَالنّٰزِعَاتِ تَمَیَّلَا

۱۸/۳۰۸ وَمِنۡ تَحۡتِہَا ثُمَّ الۡقِیَامَۃِ ثُمَّ فِی الۡ مَعَارِجِ یَا مِنۡہَالُ اَفۡلَحۡتَ مَنۡہَلَا

ترجمہ: اور (سورۃ) شمس اور اعلیٰ میں اور لیل (اور) والضحیٰ میں اور اِقۡرَاۡ میں اور وَالنّٰزِعٰتِ میں اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نٰزِعٰت) کے نیچے (والی سورۂ عبس میں) اور قِیٰمہ (میں) اور معارج میں (ان نو سورتوں کی آیات کے آخر میں بھی دونوں کے لیے) وہ (الف کا اضجاع) حاصل ہوا ہے (پس گیارہ کی گیارہ سورتوں کی آیات کے آخر میں دونوں کے لیے امالہ ہے) اے اونٹ کو بار بار پانی کے گھاٹ پر لانے والے (یعنی طلباء کو بہت علم عطا کرنے والے) تو کامیاب ہو گیا ہے (کیونکہ حدیث میں قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے والے کے بارہ میں خَیْرُکُمْ الخ آیا ہے) حالانکہ تو پانی کے گھاٹ پر لانے والا (عطا کرنے والا) ہے۔

شرح: یعنی مذکورۂ بالا پانچ قسموں کی طرح ان گیارہ سورتوں (طٰہٰ، نجم، معارج، قِیٰمہ، نٰزِعٰت، عبس، اعلیٰ، شمس، واللیل، والضحیٰ، علق) کی آیتوں کے آخری الفات میں بھی حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ محضہ ہے اور آیتوں کے آخری کلمات کو رؤس آیات کہتے ہیں لیکن قراءۃ کی کتابوں میں اکثر جگہ رؤس آیات سے انہیں گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخری الف مراد ہوتے ہیں پس جو (۱) الفات (۲) تحقیقاً یا تقدیراً ان سورتوں کی (۳) آیات کے (۴) آخر میں ہوں اور حمزہ کے لیے امالہ سے (۵) مستثنیٰ بھی نہ ہوں اور تنوین سے (۶) بدلے ہوئے بھی نہ ہوں عام ہے کہ یہ الفات واوی کلمات میں ہوں خواہ یائی میں نیز اصلی ہوں خواہ زائد اسم میں ہوں خواہ فعل میں جب یہ چھیوں شرطیں پائی جائیں جن پر نمبر لگے ہوئے ہیں تو حمزہ اور کسائی دونوں ان گیارہ سورتوں کی تمام آیات میں امالہ کرتے ہیں اور ان میں سے تین سورتیں اعلیٰ، شمس، لیل تو ایسی ہیں جن کے تمام فواصل میں امالہ ہے لیکن والشمس میں فَعَقَرُوْھَا پر مدنی اول اور مکی کے لیے ایک قول کی رو سے آیت تو ہے مگر اس میں امالہ اس لیے نہیں کہ ھا سے پہلے الف کے بجائے واو ہے جس میں امالہ کی صلاحیت نہیں۔

رہیں باقی آٹھ سورتیں سو ان میں سے صرف انہیں الفات میں امالہ ہوتا ہے جو امالہ کے لائق ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ طٰہٰ میں تو شروع سے لیکر اِنَّہٗ طَغٰی ع ۱ کی تمام آیات میں ہے لیکن لِذِکْرِیْ میں نہیں پھر سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ع ۲ سے لِتَرْضٰی ع ۴ تک کی تمام آیات میں ہے لیکن عَیْنِیْ لِنَفْسِیْ۔ فِیْ ذِکْرِیْ ع ۲ اور صَفًّا ع ۳ اور غَشِیَھُمْ ع ۴ ان چار میں نہیں پھر اِلَیْنَا مُوْسٰی ع ۵ میں ہے پھر اَبٰی ع ۷ سے لیکر آخر تک کی تمام آیات میں ہے لیکن بَصِیْرًا میں نہیں۔ اور نجم میں اِذَا ھَوٰی سے اَلنُّذُرِ الْاُوْلٰی ع ۳ تک کی تمام آیات میں ہے لیکن مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ع ۲ میں نہیں۔ اور معارج میں صرف لَظٰی۔ لِلشَّوٰی۔ وَتَوَلّٰی اور فَاَوْعٰی میں ہے۔ اور قِیٰمہ میں وَلَا صَلّٰی میں آخر تک کی اور نٰزِعٰت میں حَدِیْثُ مُوْسٰی سے آخر تک کی تمام آیات میں ہے لیکن وَلِاَنْعَامِکُمْ میں نہیں اور عبس میں وَتَوَلّٰی سے تَلَھّٰی تک کی دس آیات میں ہے اور وَالضُّحٰی میں اول سے فَاَغْنٰی تک کی اور علق میں لَیَطْغٰی سے یَرٰی تک کی تمام آیات میں ہے۔

فائدہ ۱: جن چھ شرطوں پر نمبر لگے ہوئے ہیں ان کے فوائد یہ ہیں (۱) الفات سے تانیث کی ھا نکل گئی جو نَاظِرَۃٌ اور نَاضِرَۃٌ وغیرہ میں ہے پس اس میں دونوں کے بجائے صرف کسائی کے لیے ہے (۲) تحقیقاً سے مراد یہ ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ الف بالکل آخر میں ہو اور اس کے بعد ھا نہ ہو جیسے ھُدٰی۔ فَتَرٰدّٰی اَحْوٰی اور تقدیراً کے معنی یہ ہیں کہ الف رَوِیْ کے مقابلہ میں ہو اور اس کے بعد ھا بھی ہو جیسے بَنٰھَا۔ فَسَوّٰھَا وغیرہ میں ہے اور اس قید سے بَنٰھَا کا پہلا الف امالہ میں شامل ہوگیا اور دوسرا نکل گیا (۳) آیات سے وہ الف نکل گئے جو آیت کے درمیان ہوں جیسے ھَوٰىمُ ھُدٰىھَا۔ لِتُجْزٰی کیونکہ اس میں امالہ تو دونوں کے لیے ہے لیکن آیت ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ دوسری قسموں میں شامل ہونے کی وجہ سے ہے (۴) آخر میں کہنے سے وہ الف نکل گیا جو آیت کے آخری کلمہ کے درمیان ہو جیسے تَتَمٰارٰی کا پہلا الف ہے (۵) امالہ سے مستثنٰی نہ ہو کہنے سے شعر ۱۳ کے چاروں کلمات نکل گئے کیونکہ ان میں حمزہ کے لیے امالہ نہیں ہے (۶) الف تنوین سے بدلا ہوا نہ ہو کہنے سے صَفًّا۔ اَمْتًا جیسے کلمات کا الف نکل گیا پس یہ الف تثنیہ کے الف کی طرح ہے کہ ان دونوں میں امالہ قطعاً" نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بجائے یا کسی حالت میں بھی نہیں آتی۔ رہا وہ الف جو واو سے بدلا ہوا ہو سو اس کے بجائے ماضی مجہول میں یا آجاتی ہے پس تَلٰھَا کا امالہ تقدیری یا کی بناء پر ہے جو تُلِیَ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور عام ہے (سے) اسم میں ہوں خواہ فعل میں (تک) کی عبارت اقسام بتانے کے لیے ہے۔

فائدہ ۲: (۱) حمزہ اور کسائی کے لیے رؤس آیات والی قسم کے بیان کرنے کی حاجت نہیں تھی اس لیے کہ ان سب کا حکم مذکورہ بالا پانچ قسموں میں معلوم ہو چکا ہے یعنی ان ذوات الیاء کا بھی جن کا الف اصلی یا سے بدلا ہوا ہو اور ان کا بھی جن کا الف یا کی صورت میں ہو اور شعر ۱۳ و ۱۴ میں ان میں سے واوی کلمات کو بھی بیان کر چکے ہیں اور ضُحٰی (طٰهٰ ع ۳) کا حکم بھی اوپر چوتھی قسم میں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ اس کا الف بھی یا کی صورت میں ہے پس رؤس آیات میں سے کوئی قسم بھی باقی نہیں رہی اور اسی لیے دانیؒ اور اکثر مصنفین نے ان سورتوں کو باب ا لاامالہ میں بیان نہیں کیا پس یہاں ان کا ذکر صرف یہ بتانے کے لیے ہے کہ امالہ کی بہت سی انواع میں سے ایک نوع رؤس آیات بھی ہے اور اس کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ کلمہ ان آیات کے آخر میں آجائے۔ ہاں ورش اور ابو عمرو کی قراءۃ میں اس کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وہ رؤس آیات میں اور دوسرے یائی کلمات میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ شعر ۲۴ تا ۲۶ میں آئے گا (۲) انہیں سورتوں کی آیات کو خاص کرنا اس لیے ہے کہ یہ اکثر ہیں ورنہ دوسری سورتوں کی آیتوں کے آخر میں بھی امالہ ہوتا ہے گو ان میں کثرت سے نہیں ہے جیسے ھُدًی (کہف ع ۲) اور وَمَثْوٰكُمْ (محمد ع ۲) (۳) کَیْ تَتَعَدَّلَا (تاکہ امالہ کے سبب ان سورتوں کی سب آیات تلفظ میں یکساں ہو جائیں) امالہ کی حکمت ہے لیکن اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ امالہ کے بجائے فتح کی حکمت بنتی ہے اس لیے کہ فتح تو سب آیتوں کے آخری الفات میں آسکتا ہے کوئی الف بھی ایسا نہیں جس میں یہ ناجائز ہو اور امالہ سب میں نہیں آسکتا کیونکہ کچھ الفات ایسے بھی ہیں جن میں امالہ منع ہے۔ سوال: ناظم کا مقصد یہ ہے کہ یائی کی طرح واوی کلمات میں بھی امالہ کیا جائے تاکہ دونوں قسمیں یکساں ہو جائیں پس اس سے تمام آیات کی یکسانی مراد نہیں تاکہ شبہ لازم آئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: چونکہ حمزہ واوی میں سے بھی چار کلمات میں امالہ نہیں کرتے اس لیے ان دونوں قسموں میں بھی یکسانی نہیں رہتی اور اگر کسی میں بھی امالہ نہ کرتے تو یکسانی یقیناً حاصل ہو جاتی۔

(۴) امالہ کے الف کے بعد مونث کی ھا صرف نٰزعٰت اور شمس میں ہے نٰزعٰت میں توبَنٰھَا سے اَرْسٰھَا تک اور مُرْسٰھَا سے آخر تک ہے اور شمس میں تمام آیات میں ہے (۵) الف مقصورہ پر ختم ہونے والی آیات لگاتار اور کثرت سے انہیں گیارہ سورتوں میں آئی ہیں (۶) اگر تنوین والا اسم مقصور ہو جیسے ھُدًی۔ مُصَفًّی تو اس میں صرف وقفاً" امالہ ہوتا ہے جیسا کہ اسی باب کے شعر۴۷ و ۴۸ میں آئے گا (۷) امالہ والے تمام قراء آیات کے بارہ میں اپنے شہروں کے شمار کا اعتبار کرتے ہیں پس ورش مدنی اول کو اور ابوعمرو مدنی اول اور بصری دونوں کو اور حمزہ اور کسائی کوفی شمار کو لیتے ہیں اور ان گیارہ سورتوں کی آیات میں سے بھی بعض میں اختلاف ہے جس کے معلوم کرنے کی حمزہ اور کسائی کی قراءۃ میں تو کوئی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن ورش اور ابو عمرو کی قراءۃ میں پیش آتی ہے اس لیے اس کا بیان شعر۲۶ کے فائدہ میں آئے گا (۸) ان سورتوں کی جو آیات مذکورۂ بالا قواعد میں شامل نہیں ہیں ان کا امالہ تناسب کی بناء پر ہے جو عرب کے یہاں معتبر ہے چنانچہ غَدَایَا اور عَشَایَا میں بھی تناسب ہی کے لیے ہے حالانکہ غَدَایَا غُدُوٌّ سے ہے اور حدیث میں جو لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ تَلَیْتَ تِلَاوَۃ سے ہے اور سَلٰسِلاً وَاَغْلٰلاً بھی اسی نوع سے ہے۔

النحو والعربیہ: ۱۴/۳۰۴ (۱) اَمَّا کی تحقیق دیباچہ کے شعر نمبر ۲۵ و ۲۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے (۲) تُخْتَلٰی ای تُجْتَنٰی یعنی چُنے جاتے ہیں اور یہ خَلُوْتُ الْحَشِیْشَ سے ہے جو گھاس کاٹنے اور اس کے حاصل کرنے کے معنی میں ہے اور جملہ وَبِالْوَاوِ تُخْتَلٰی یا تو مستانفہ ہے یا اَمَالَا ھَا کی ھا سے حال ہے ۱۵/۳۰۵ (۱) عَنْہُ میں قبض (عدم صلہ) صلہ سے لذیذ تر ہے (۲) قَدِ انْجَلٰی مستانفہ ہے۔ ۱۶/۳۰۶ (۱) ضمیر منصوب مَا کا عائد ہے اور اس کی تذکیر مَا کے لفظ کی وجہ سے ہے کیونکہ معنیً" تو اس سے الفات مراد ہیں (۲) اَوَاخِر۔ اٰخِر کی جمع ہے اور یہ اَلِفَاتٌ مقدر کی صفت ہے اور موصوفین مبتدائے مقدم ہیں اور ترجمہ بھی اسی ترتیب سے کیا گیا ہے (۳) بِطٰہٰ مَا کا صلہ ہے اور بَا فِی کے معنی میں ہے عَرَفْتُ مَا بِالدَّارِ کی طرح (۴) اٰیِ النَّجْمِ۔ اٰیِ مَا پر معطوف ہے اور اٰیِ۔ اٰیَۃٌ کی جمع ہے تَمْرٌ اور تَمْرَۃٌ کی طرح اور عبارت کی تقدیر وَمِنَ الْاَلِفَاتِ الْمُمَالَۃِ لِحَمْزَۃَ وَالْکِسَائِیِّ اَلِفَاتٌ اَوَاخِرُ فَوَاصِلِ اٰیِ الْقُرْاٰنِ الْمَذْکُوْرَۃِ فِیْ طٰہٰ وَاَوَاخِرُ اٰیِ النَّجْمِ ہے۔ ۱۷/۳۰۷ و ۱۸/۳۰۸ (۱) جعبری کی رائے پر فِی الشَّمْسِ اور اس کے تمام معطوفات تَمَیَّلَا کے متعلق ہیں اور ان میں سے بعض میں جار کو مکرر لائے ہیں اور وَالنّٰزِعٰتِ کا واو تلاوتی ہے ای حَصَلَ اِضْجَاعُ الْاَلِفِ فِی الشَّمْسِ وَغَیْرِھَا لَھُمَا اور علی قاریؒ کی رائے پر فِی الشَّمْسِ بِطٰہٰ پر معطوف ہے ای وَاَمَالَا فِیْ طٰہٰ وَفِی الشَّمْسِ وَمَا بَعْدَھَا اور تَمَیَّلَا مستانفہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تاکے رمز ہونے کا وہم بھی رفع ہو جاتا ہے لیکن چونکہ اس میں تَمَیَّلَا بلا ضرورت مکرر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے معنی میں خوبی نہیں رہتی اس لیے احقر کے خیال میں جعبری والی ترکیب اولیٰ ہے (۲) مِنْ تَحْتِهَا ۔ کَارِثَةٍ کے متعلق ہو کر فِیْ سُوْرَةِ عَبَسَ مقدر کی صفت ہے وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کی طرح ای وَاَمَّا لَا عَبَسَ النَّبِیُّ هِیَ بَعْدَ النّٰزِعٰتِ یعنی اَوْقِعَا الْاِ مَالَةَ فِیْ عَبَسَ اور اولیٰ یہ ہے کہ اس فِیْ عَبَسَ مقدر کو بھی تَمْثِیْلًا مذکور ہی کے متعلق کر دیا جائے (۳) ثُمَّ الْقِیٰمَةِ میں فِیْ مقدر ہے چنانچہ اَلْمَعَارِجِ میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے جو اول میں تقدیر کا قرینہ ہے اور ثُمَّ واو کے معنی میں ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ کی طرح (۴) یَا مِنْهَالُ میں یا تو خود کو پکارا ہے یا ہر اس شخص کو جو علم اور قراءۃ کی وجوہ اور ثابت شدہ روایات سے واقف ہو اور اس جملہ میں حدیث خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ کی طرف اشارہ ہے اور مِنْهَال اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ کو بار بار پانی کے گھاٹ پر لائے اور یہاں یہ کَثِیْرُ الْعَطَا کے معنی میں ہے۔

وہ کلمات جن میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے

$\frac{19}{309}$ رَمٰی صُحْبَةٌ اَعْمٰی فِی الْاِسْرَآءِ ثَانِیًا　سِوًی وَّسُدًی فِی الْوَقْفِ عَنْهُمْ تَسَبَّلَا
صحبة

ترجمہ: (انفال ع ۲ میں) رَمٰی (اور) اسرا (ع ۸) میں اَعْمٰی (کے الف کا امالہ) حالانکہ یہ (اس سورۃ کا) دوسرا (اَعْمٰی) ہے صحبہ (ابوبکر، حمزہ اور کسائی کی قراءۃ) ہے (اور صرف) وقف میں سِوًی (طٰهٰ ع ۳) اور سُدًی (قِیٰمَة ع ۲ کا انجاع بھی) انہیں (حضرات) سے مقید (اور مخصوص اور ثابت یا مباح) ہوا ہے۔

شرح: یعنی ذیل کے چار کلمات میں ابوبکر، حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ ہے (۱) رَمٰی (انفال ع ۲) (۲) اسرا (ع ۸) کا دوسرا اَعْمٰی جو فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی میں ہے (رہا فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی جو اسی سورۃ اور اسی رکوع میں پہلا ہے سو اس میں ان کے ساتھ ابو عمرو بھی شریک ہیں جیسا کہ شعر ۲۰ میں آرہا ہے) ان دو میں تو وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ہے (۳) سِوًی (طٰهٰ ع ۳) (۴) سُدًی (قِیٰمَة ع ۲) ان میں صرف وقفا" ہے کیونکہ ان پر تنوین ہے اور تنوین والے اسم میں وصلا" امالہ نہیں ہوا کرتا اور گو اس میں وقفا" خلاف بھی ہے جیسا کہ شعر ۴۷ و ۴۸ میں آئے گا لیکن عمل امالہ ہی پر ہے۔

فائدہ: (۱) یہ چاروں کلمات یائی ہیں اور گو یہاں صُحْبَةٌ کے بجائے شُعْبَةٌ لے آنا بھی کافی تھا کیونکہ ان کا امالہ حمزہ اور کسائی کے لیے تو مذکورۂ بالا قواعد سے معلوم ہو چکا ہے اور ابوبکر کے لیے شُعْبَةٌ سے نکل آتا لیکن چونکہ اس سے یہ وہم ہو جاتا کہ شاید اس میں ابوبکر ہی کے لیے ہو اس لیے حمزہ اور کسائی کو بھی شریک کر لیا اور ناظم کی عادت ہے کہ شبہ کے موقع پر ان کو بھی لوٹا دیا کرتے ہیں جن کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہو (۲) اَعْمٰی کا یائی ہونا عَمِیَ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سُدًی کا سُدْیَانِ سے نکلتا ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اَسْدَیْتُ سے ظاہر ہوتا ہے جو اَھْمَلْتُ کے معنی میں ہے لیکن علی قاری اس کو اس بناء پر پسند نہیں کرتے کہ مزید سے مجرد کی اصل معلوم نہیں ہوا کرتی (بلکہ امر بالعکس ہے)

لیکن احقر عرض کرتا ہے کہ ابو شامہ کے کلام میں اَسْدَیْتُ کا ذکر اصل بتانے کے لیے نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بعض حالات میں اس الف کے بجائے یا آجاتی ہے اب وہ مجرد میں آئے خواہ مزید میں اور بعض کے قول پر سُدًی واوی ہے اور امالہ دوسرے فواصل کی موافقت کے لیے ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ سِوًی اور سُدًی کا امالہ اس لیے ہے کہ ان کا الف یا کی صورت میں ہے کیونکہ یہ وجہ ابوبکر کی قراءۃ کو بھی شامل ہے۔

(ص)
۲۰ / ۳۱۰ وَرَاءُ تَرَآءَا فَازَ فِيْ شُعَرَائِهِ وَأَعْمٰى فِي الْاِسْرَا حُكْمُ صُحْبَةٍ اَوَّلَا

ترجمہ: اور (حمزہ کے لیے) تَرَآءَا کی را اپنی (یا اس تَرَآءَا کی) شعراء میں (امالہ کے ساتھ) کامیاب ہوگئی ہے اور (ابو عمرو اور ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے) اسرا میں اَعْمٰی (کا امالہ) حالانکہ وہ (اس سورۃ کا) پہلا (اَعْمٰی) ہے ایک جماعت کا حکم کیا ہوا ہے (یعنی انہوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس میں امالہ کرنا چاہیے۔)

شرح: یعنی تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ (شعراء ع ۴) کی را اور اس کے بعد والے الف میں حمزہ کے لیے وصل و وقف دونوں حالتوں میں امالہ ہے اور جب اس پر وقف کرتے ہیں تو ہمزہ اور اس کے بعد والے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں کیونکہ یہ یائی کلمات میں سے ہے اور اپنے قاعدہ کے موافق مد و قصر کے ساتھ ہمزہ کی تسہیل بھی کرتے ہیں پس اس میں وقفاً" امالہ والے چار حرف جمع ہو جاتے ہیں را اور اس کے بعد کا الف اور ہمزہ اور اس کے بعد والا الف اور اس میں ان کے لیے را کا امالہ ہمزہ کے امالہ کی مناسبت سے ہے اور گو وصلاً" ہمزہ کا امالہ نہیں رہتا لیکن استصحاب (وقف کے حکم کو بدستور باقی رکھنے) کے لیے را میں وصلاً" بھی امالہ کرتے ہیں۔ پس شعلہ کا یہ قول صحیح نہیں کہ را میں صرف وقفاً" امالہ ہوتا ہے اور وصلاً" چونکہ دوسرا امالہ نہیں رہتا اس لیے مناسبت (جو اس امالہ کی علت تھی) نہ رہنے کے سبب را میں بھی امالہ نہیں کرتے اور کسائی صرف وقفاً" ہمزہ اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرتے ہیں را میں نہیں کرتے اور وصلاً" را اور ہمزہ دونوں ہی کا فتح پڑھتے ہیں اور ورش کے لیے بھی وقفاً" صرف ہمزہ میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور اسراء ع ۸ کے پہلے اَعْمٰی میں ابو عمروؒ ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ ہے پس ابو عمرو کے لیے تو پہلے اَعْمٰی میں امالہ اور دوسرے میں فتح ہے اور ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے دونوں میں امالہ ہے اور ورش کے لیے دونوں میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور باقین کے لیے صرف فتح ہے۔

فائدہ ۱: (۱) استصحاب کے معنی یہ ہیں کہ جو شے جس حالت پر ہو اس کو اسی پر باقی رکھا جائے جیسا کہ یہاں تَرَآءَا میں حمزہ کے لیے وقفاً" ہمزہ کے امالہ کی مناسبت سے را میں امالہ تھا اس کو وصلاً" بھی باقی رکھا گیا حالانکہ بعد کے ساکن کے سبب وصل میں دوسرا امالہ نہیں رہا۔ سوال: تَرَآءَا میں وصلاً" ہمزہ کا امالہ نہ رہنے کے باوجود بھی استصحاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بناء پر را کا امالہ باقی رکھا گیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ استصحاب کا لحاظ ہر جگہ کیا جائے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے چنانچہ ابو عثمان ضریر کے طریق سے کسائی کے دوری یَتٰمٰی۔ کُسَالٰی۔ اُسٰرٰی۔ نَصٰرٰی۔ سُکٰرٰی ان پانچ کلمات میں دوسرے الف کے امالہ کی مناسبت سے پہلے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں جیسا کہ حمزہ نے بھی تَرَآ کے پہلے الف میں اسی لیے کیا ہے اور جب دوسرے الف کے بعد ساکن آجاتا ہے جیسے یَتٰمَی النِّسَآءِ میں ہے تو دوسرا الف اور اس کا امالہ حذف ہو جاتا ہے اور اب دوری پہلے الف میں بھی امالہ نہیں کرتے۔ اس فرق کی وجہ بتائی جائے کہ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ میں تو وصلاً" استصحاب کی بناء پر را میں امالہ ہوتا ہے اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں نہیں ہوتا۔

جواب: فرق یہ ہے کہ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ میں تو پہلا الف را کے بعد ہے اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں تا کے بعد ہے اور باب الامالہ کے احکام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں را کے لیے کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو اور حروف میں نہیں ہیں چنانچہ ورش کے لیے یائی کلمات میں تو فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور رائی کلمات میں صرف تقلیل ہے اسی طرح ابو عمرو کے لیے یائی کلمات میں سے تو صرف فَعْلٰی۔ فِعْلٰی۔ فُعْلٰی میں تقلیل ہے اور باقی میں فتح ہے اور رائی کلمات میں سے سب میں امالہ محضہ ہے خواہ وہ ان تین میں سے کسی ایک وزن پر ہوں خواہ نہ ہوں۔ پس چونکہ را اس باب میں اور حروف سے جداگانہ خصوصیت رکھتی ہے اس لیے تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ میں تو استصحاب کا اعتبار کر لیا اور یَتٰمَی النِّسَآءِ میں نہیں کیا خوب سمجھ لو (۲) چونکہ فَلَمَّا تَرَآءَتْ (انفال ع ۶) میں دوسرا امالہ نہیں ہے جو پہلے امالہ کی علت تھی اس لیے وہاں را میں امالہ نہیں کرتے۔ اور شعرا کی قید اسی کو نکالنے کے لیے ہے (۳) تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ میں اصل امالہ را کے بعد والے الف میں ہے لیکن چونکہ اس سے را میں بھی لازمی طور پر ہو جاتا ہے اس لیے ناظم نے مجازاً امالہ کی نسبت الف کے بجائے را کی طرف کر دی اور تیسیر میں بھی مجازاً دونوں الفوں کے امالہ کو را اور ہمزہ کے فتحہ کے امالہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور را والا مجاز ہمزہ والے سے قوی تر ہے کیونکہ را میں اس صورت میں بھی امالہ ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد الف نہ ہو اور ہمزہ میں اس تقدیر پر قطعاً نہیں ہوتا۔ اور رَاَ الْقَمَرَ وغیرہ میں جو ایک ضعیف قول کی رو سے ہمزہ کا امالہ ہے وہ بھی اسی لیے ہے کہ عارض کے سبب الف کے حذف ہو جانے کا لحاظ نہیں کیا بلکہ اصل کا اعتبار کیا ہے کہ ہمزہ کے بعد الف تھا (۴) رَاَ الْقَمَرَ کی طرح تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ میں بھی وصلاً" را ہی میں امالہ کرتے ہیں (۵) ابو عمرو نے جو دوسرے اَعْمٰی میں امالہ نہیں کیا اس کی چار وجوہ ہیں (۱) ان کی قراءۃ میں دونوں لغت جمع ہو جائیں (۲) صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں فرق ہو جائے کیونکہ ان کی رائے پر ثانی اسم تفضیل ہے (۳) یہ اَشَدُّ عَمًی کے معنی میں ہے پس گویا اس کا الف وقفاً" تنوین سے بدلا ہوا ہے اور عیب سے اسم تفضیل اس لیے آگیا کہ یہاں اس سے دل کا اندھا پن مراد ہے جو باطنی عیب ہے نہ کہ ظاہری (۴) جب ثانی اسم تفضیل ہے تو وہ مِنْ یا مضاف الیہ مقدر کا محتاج ہے پس گویا اس کا الف طرف میں نہیں ہے اور اس کا اسم تفضیل ہونا صحیح بھی ہے کیونکہ اس سے دل کا اندھا پن مراد ہے جو مجازی معنی ہیں اور آنکھوں سے اندھا ہونا مراد نہیں جو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی معنی ہیں یعنی جو دنیا میں حق سے جاہل ہے وہ آخرت میں جاہل تر ہوگا اور دونوں کا امالہ یا دونوں کا فتح پڑھنے والے ان کو یکساں رکھتے ہیں کیونکہ دونوں میں الف یا سے بدلا ہوا ہے گو معنی میں دونوں یکساں نہیں ہیں اور وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں صفت مشبہ ہی ہیں یعنی جو دنیا میں حق سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی حق کے نتیجہ جنت کی راہ سے اندھا ہوگا اور اب اس کو مجازی معنی میں بھی کہہ سکتے ہیں اور حقیقی میں بھی چنانچہ طٰهٰ ع ۷ میں دونوں جگہ اَعْمٰی سے وہی مراد ہے جو ظاہری آنکھوں سے اندھا ہوگا اس لیے کہ وہاں دونوں کے بعد وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن اور دین حق سے منہ موڑنے والا دل کا بینا تو تھا نہیں آنکھوں ہی کا بینا تھا چنانچہ اسرا (ع ۱۱) میں ہے کہ ہم ان کو اندھا، گونگا، بہرا ہونے کی حالت میں اٹھائیں گے۔ (قاری و ابراز)

فائدہ ۲: (۱) یہاں اَوَّلًا کا ہمزہ رمز نہیں ہے کیونکہ یہ اَعْمٰی کا مقام بتانے کے لیے ہے۔ پس یہ قراءۃ کے بیان کا تتمہ ہے اور رمز قراۃ کا بیان پورا ہو جانے کے بعد آیا کرتی ہے اور یہ بھی انہیں موقعوں میں سے ہے جن میں رمز قید کے درمیان آرہی ہے چنانچہ بقرہ شعر نمبر۲۷ و ۴۷ میں بھی یہی صورت ہے نیز اسرا کے دونوں اَعْمٰی کے درمیان تَرَآءَا کے مسئلہ سے جدائی کر دی ہے حالانکہ متصل رکھنا اولیٰ تھا اسی لیے اس شعر میں تغیر کیا گیا ہے (۲) ابن ابی شریح کی روایت سے تَرَآءَتِ انفال میں کسائی کے لیے امالہ ہے (۳) ابو عمرو کے لیے اسرا کے پہلے اَعْمٰی میں امالہ اور طٰهٰ (ع ۷) کے پہلے میں تقلیل ہے اور دوسرے میں دونوں جگہ فتح ہے۔ اور لولوی کی روایت پر ان کے لیے اَعْمٰی میں ہر جگہ امالہ ہے (۴) تَرَآءَا کا پہلا امالہ دوسرے کی مناسبت سے ہے اور یہ مناسبت مجاورت اور قرب کی قسم سے ہے نہ کہ سَلٰسِلًا وَّاَغْلٰلًا کی طرح مقابلہ کے قبیل سے (۵) تَرَآءَا تمام عثمانی مصاحف میں ایک الف سے ہے جو بعض کے قول پر تَفَاعُل کا اور بعض کے نزدیک لام کلمہ کا ہے اور اعتماد پہلے ہی قول پر ہے۔

وہ قسم جس کے امالہ میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابو عمرو نے بھی شرکت کی ہے

۲۱/۳۱۱ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ شَاعَ حُكْمًا وَّحَفْصُهُمْ ۔۔۔ يُوَالِي بِمَجْرٰاهَا وَفِي هُوْدَ اُنْزِلَا

ترجمہ: اور (یائی کلمات کا) جو (الف) را کے بعد ہو وہ (یعنی اس کا انجاع حمزہ اور کسائی اور ابو عمرو کے لیے) حکم کے اعتبار سے مشہور (اور عام) ہو گیا ہے (چنانچہ یائی کلمات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ان میں بھی ہوتا ہے جو یائی سے ملحق ہوں جیسے تَتْرٰی پس را کے بعد والے ہر اس الف میں تینوں کے لیے امالہ ہے جو یا کی شکل میں ہو) اور مَجْرٰىهَا (کے امالہ) میں ان (قراء) میں کے حفص (بھی ان تینوں کی) موافقت کرتے ہیں (پس اس میں ساڑھے تین کے لیے امالہ ہے) اور یہ (مَجْرٰىهَا) ہود (ع ۴) میں نازل کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: یعنی اگر یائی کلمات کا الف را کے بعد ہو عام ہے کہ فعل میں ہو جیسے اِشْتَرٰی۔ اَرٰی۔ یَرٰی۔ فَاَرٰہُ۔ یُفْتَرٰی۔ تَتَمَارٰی۔ یَتَوَارٰی خواہ اسم میں ہو تانیث کے لیے ہو جیسے بُشْرٰی۔ ذِکْرٰی۔ اُسْرٰی۔ النَّصٰرٰی۔ سُکٰرٰی یا لام کلمہ کا ہو جیسے اَلْقُرٰی۔ اَلثَّرٰی تو اس میں ہر جگہ حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابو عمرو بھی امالہ محضہ کرتے ہیں اور تَوْرٰیۃ میں تفصیل ہے جو آل عمران شعر نمبرا میں آئے گی اور اسی قسم میں سے یٰبُشْرٰی (یوسف ع ۲) میں ابو عمرو کے لیے فتح' محضہ اور تقلیل تینوں ہیں اور ان میں سے فتح افضل ہے پھر محضہ کا پھر تقلیل کا درجہ ہے اور مَجْرٖہَا (ہود ع ۴) میں حفص بھی ان تینوں کے ساتھ شریک ہیں اور حفص کے لیے صرف اسی کلمہ میں امالہ ہے۔

فائدہ ا: (ا) مَجْرٖہَا وَمُرْسٰہَا میں پانچ قراء تیں ہیں (ا) حمزہ اور کسائی کے لیے اول میں میم کا زبر اور ثانی میں پیش اور دونوں میں محضہ (۲) حفص کے لیے اول میں میم کا زبر اور محضہ اور ثانی میں پیش اور فتح (۳) ابو عمرو کے لیے اول میں پیش اور محضہ اور ثانی میں پیش اور فتح (۴) ورش کے لیے دونوں میں پیش اور اول میں صرف تقلیل اور ثانی میں فتح اور تقلیل دونوں (۵) باقی تین قالون' ابن کثیر' ابن عامر' ابوبکر کے لیے دونوں میں پیش اور فتح پس وَمُرْسٰہَا میں میم کے پیش پر ساتوں بلکہ دسوں اماموں کا اجماع ہے۔ اور مطوعی کے لیے اس میں بھی زبر ہے جو شاذ ہے (۲) حفص کا یہ امالہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے ہے (۳) ابو عمرو سے منقول ہے کہ میں نے مجاہد کے شاگردوں کو دیکھا ہے سو وہ قرآن میں سے وَمَا اَدْرٰی۔ اِفْتَرٰی۔ نَرٰی جیسے کلمات کے سوا کسی میں بھی کسرہ (امالہ) نہیں پڑھتے تھے (۴) کسائی فرماتے ہیں کہ را کے امالہ میں عرب کے لیے ایسی رائے (اور ایسا مذہب) ہے۔ جو اس کے سوا اور حروف میں نہیں ہے یعنی را میں امالہ کثرت سے ہوتا ہے اسی لیے شَاعَ فرمایا ہے اور اسی بناء پر ابو عمرو اس قسم میں امالہ محضہ کرتے ہیں (۵) یہاں حقیقی معنی کے موافق امالہ کی نسبت الف کی طرف کی ہے (۶) اس شعر میں حفص سے عاصم کے راوی مراد ہیں کیونکہ اس کو بلا قید لائے ہیں اور اس لیے بھی کہ دوری ابو عمرو اور کسائی کے ضمن میں آرہے ہیں۔

فائدہ ۲: تَتْرَا (مومنون ع ۳) میں حمزہ اور کسائی کے لیے تو صرف امالہ ہے کیونکہ وہ اس میں تنوین نہیں پڑھتے پس ان کی قراءۃ پر اس کا الف تانیث کے لیے ہے جیسے دَعْوٰی۔ ذِکْرٰی۔ مُوْسٰی میں ہے اور اسی طرح ورش کے لیے بھی تقلیل ہے اور یہ امالہ یا تقلیل حالین میں ہے اور بصری اس کو تنوین سے تَتْرًا پڑھتے ہیں سو اس میں وصلاً تو ان کے لیے بھی بلا خلاف فتح ہی ہے اس لیے کہ مانع (تنوین) موجود ہے اور وقفاً" اختلاف ہے پس ایک جماعت تو فتح کی قائل ہے اس بناء پر کہ الف تنوین سے بدلا ہوا ہے اور اسی لیے بالاتفاق الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے جیسا کہ جعبری نے عقیلہ کی شرح میں بیان کیا ہے اور تنوین کے الف میں جو ذِکْرًا۔ سِتْرًا۔ عِوَجًا۔ اَمْتًا وغیرہ میں ہے امالہ نہیں ہوا کرتا۔ دانی کتاب الامالہ میں فرماتے ہیں کہ قراء اور اکثر اہل ادا اسی پر ہیں اور میں نے بھی فتح ہی پڑھا ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور یہی ابن مجاہد' ابو طاہر بن ابی ہاشم اور باقی معلمین کا مذہب ہے مکی کشف میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں کہ عمل اسی پر ہے کہ اس میں ابو عمرو کے لیے ہر قسم کا امالہ منع ہے اور یہی روایت بھی ہے۔ اور اس بارہ میں ابو حیان کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس میں الف کو تنوین سے بدلا ہوا کہنا غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ نَصْرٌ کی طرح مصدر ہوگا اور ان کی رائے پر اس میں تینوں اعراب آئیں گے پس الف محفوظ نہیں رہے گا اس کے جواب میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ الف کے محفوظ نہ رہنے سے اس کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا۔ اور دوسری جماعت اس میں امالہ کی قائل ہے کیونکہ اس میں الف الحاق کے لیے ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور ان کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو جعفر کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے پھر جب اس پر تنوین آگیا تو اس نے الف کو حذف کر دیا اور جب وقف کے سبب تنوین نہیں رہتا تو الحاق کا الف لوٹ آتا ہے۔ فَتَأَمَّلْ سوال: تَتْرًا مصدر ہے اور الحاق کا الف (جامد) اسموں ہی میں آتا ہے کیونکہ فُعْلٰی چار طرح آتا ہے۔ (۱) جمع جیسے قَتْلٰی (۲) مصدر جیسے نَجْوٰی (۳) صفت جیسے سَکْرٰی (۴) اسم جامد جیسے اَرْطٰی یہ اس درخت کا نام ہے جس سے دباغت دیتے ہیں اور عُلْقٰی یہ ایک بوٹی ہے۔ پہلی تین صورتوں میں اس کا الف صرف تانیث کے لیے ہوتا ہے اور چوتھی صورت میں تانیث کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور الحاق کے لیے بھی۔ جواب: الحاق کا الف کبھی نادر طور پر مصدر میں بھی آجاتا ہے اور تَتْرًا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اہل مغرب میں سے ہمارے شیوخ کا عمل اسی پر ہے ہمارے شیخ الشیوخ علم النصرۃ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل وقف میں امالہ ہی پر ہے اور میں اسی کو لیتا ہوں چنانچہ شاطبی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ قیسی کہتے ہیں۔

وَلِابْنِ الْعَلَا فِی الْوَقْفِ تَتْرًا فَاَضْجِعًا   اِذَا قُلْتَ لِلْاِلْحَاقِ وَافْتَحْهُ مَصْدَرًا

تَتْرًا کے الف کو الحاق کے لیے ماننے کی صورت میں تو وقفاً" ابو عمرو کے لیے امالہ سے پڑھو اور اس کو مصدر ماننے کی صورت میں فتحہ سے پڑھو۔

اور دانیؒ نے اس کو کتاب الامالہ کے علاوہ اور کتابوں میں بھی بیان کیا ہے اور اس بارہ میں ان کی عبارت مضطرب ہے۔ (جس سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اور محقق رحمہ اللہ کا میلان فتح کی طرف ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ کی عبارتوں سے یہی نکلتا ہے کہ اس میں ابو عمرو کے لیے فتح ہی پڑھا جائے گو اس کا الف الحاق کے لیے ہو کیونکہ یہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور مکی' صاحب عنوان' ابن بلیمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ابو عمرو ذوات الراء میں اس شرط سے امالہ کرتے ہیں کہ ان کا الف یا کی صورت میں ہو اور ان حضرات نے یہ شرط صرف تَتْرًا کے خارج کرنے کے لیے لگائی ہے ہمارے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فَالْفَتْحُ فِیْ تَتْرًا لِاَنَّ شَرْطَ مَا   یُمِیْلُهُ الرَّسْمُ بِیَانَجْلُ الْعَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَخْتَارُہٗ لَہٗ وَذَا بِوَقْفِہٖ وَغَيْرُہٗ لِاَصْلِہٖ قَدِ اقْتَضٰى

میں تَتْرًا میں ابو عمرو کے لیے فتح کو پسند کرتا ہوں کیونکہ جن الفات میں بصری امالہ کرتے ہیں ان میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ یا کی صورت میں ہوں (اور اس میں الف کی صورت میں ہے) اور ان کے سوا اوروں (ورش' حمزہ اور کسائی) نے اپنے قاعدہ کی پیروی کی ہے۔

خلاصہ: یہ کہ تَتْرًا میں وقفاً" بصری کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں اور فتح قوی تر ہے۔ واللہ اعلم (غیث النفع للصفاقسی ص ۱۸۴)

۳۲/۳۱۲ نَاٰ شَرْعُ يُمْنٍ بِاخْتِلَافٍ وَشُعْبَةٌ فِي الْاِسْرَا وَهُمْ وَالنُّوْنُ ضَوْءٌ سَنَا تَلَا

ترجمہ: (فصلت میں حمزہ اور کسائی کا بلا خلاف اور سوسی کا) اختلاف کے ساتھ نَاٰ (کے ہمزہ کا امالہ) مبارک طریق ہے اور اسرا میں شعبہ اور یہ (تینوں جو ہیں جن میں سے حمزہ اور کسائی بلا خلاف اور سوسی خلاف کے ساتھ ہیں ان کے لیے نَاٰ کے ہمزہ کا امالہ بھی مبارک طریق ہے) اور (خلف اور کسائی کے دونوں راویوں کے لیے فصلت و اسرا دونوں میں نَاٰ کے) نون (کا امالہ بھی) چمک دار روشنی ہے (یعنی اس کی وجہ ظاہر ہے جو ابھی آتی ہے) اس (نون کے امالہ) نے (ہمزہ کے امالہ کی) پیروی کی ہے (یعنی پہلا امالہ دوسرے کی مناسبت سے ہے یا نون کا امالہ جو ہے اس نے چمک دار روشنی یعنی ہمزہ کے امالہ کی پیروی کی ہے۔ اس صورت میں ضَوْءُ سَنًا نون کے بجائے ہمزہ کے امالہ کا وصف ہوگا)

شرح: یعنی وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ (اسراع ۹ و فصلت ع ٦) میں دونوں جگہ چھ قراء تیں ہیں۔ (۱) خلف اور کسائی کے لیے دونوں جگہ نون اور ہمزہ دونوں کا امالہ محضہ (کیونکہ ان کا ذکر دونوں حرفوں کے امالوں میں دو جگہ آیا ہے) (۲) خلاد کے لیے دونوں جگہ صرف ہمزہ کا امالہ (اس لیے کہ نون کے امالہ میں ان کا ذکر نہیں آیا) (۳) ابوبکر کے لیے اسرا والے میں فقط ہمزہ کا امالہ اور فصلت میں نون و ہمزہ دونوں کا فتح (اس لیے کہ ان کا ذکر صرف اسرا والے کے ہمزہ میں آیا ہے) (۴) ورش کے لیے دونوں جگہ ہمزہ میں فتح اور تقلیل دونوں (۵) ابن ذکوان کے لیے دونوں جگہ وَنَآءَ ہے ہمزہ کی تاخیر سے جیسا کہ اسرا نمبر دس میں آئے گا (٦) باقی ساڑھے تین قالون ابن کثیر' ابو عمرو' ہشام اور حفص کے لیے دونوں جگہ نون اور ہمزہ دونوں کا فتحہ۔

اور گو ناظم نے سوسی کے لیے بھی خلاف کے ساتھ دونوں جگہ ہمزہ کا امالہ بیان کیا ہے۔ جس سے ان کے لیے فتحہ اور امالہ دونوں نکلتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ان کے لیے نَاٰ میں دونوں جگہ صرف فتحہ ہے کیونکہ ہمزہ کا امالہ بیان کرنے میں دانی کے شیخ فارس بن احمد منفرد ہیں اور اسی لیے اس کو طیبہ میں باب کے آخر میں بیان کیا ہے اور قِيْلَ سے اس کے ضعیف ہونے کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: سوسی کے لیے ہمزہ کا امالہ تیسیر میں بھی تو مذکور ہے پھر ضعیف کیوں ہے۔ **جواب:** تیسیر میں اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے چنانچہ ساتھ ہی مجہول کے صیغہ سے اس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور اس طرح فرمایا ہے کہ ابو شعیب سے بھی اسی طرح (نون کا فتح اور ہمزہ کا امالہ) نقل کیا گیا ہے اور دوسرے حضرات کے لیے یقین کا صیغہ لائے ہیں نیز مفردات میں دانی رحمہ اللہ نے اس کو اشارۃً بھی بیان نہیں کیا اور باقی تمام ناقلین تمام طرق سے سوسی کے لیے فتح ہی پر متفق ہیں۔

فائدہ: (۱) نَاٰ میں را بھی نہیں ہے اور اس میں امالہ للامالہ بھی ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ اس کو شعر ۲۱ وَمَا بَعْدَ رَاءٍ سے پہلے بیان کرتے لیکن چونکہ رائی کلمات میں امالہ قوی ہے اس لیے اس قسم کو پہلے لے آئے (۲) وَهُمْ کے ذریعہ حمزہ اور کسائی اور سوسی کو دوبارہ لانے کی وجہ شعر ۱۹ کے فائدہ میں نمبر ایک کے ذیل میں درج ہو چکی ہے (۳) جعبری فرماتے ہیں کہ دانی نے تیسیر وغیرہ میں سوسی کے لیے نَاٰ کا امالہ ہی بتایا ہے اور خلاف کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سوسی سے فتح کے خلاف کوئی نص نہیں پائی جاتی (۴) نَاٰ یائی ہے اور امالہ کے جو اسباب اہل عربیت کے یہاں زیادہ مستعمل ہیں وہ یہ چار ہیں (۱) الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا (۲) الف سے پہلے فتح کا بعض حالات میں کسرہ سے بدل جانا (۳) الف کا کسرہ سے یا یا سے قریب ہونا (۴) ایک امالہ کا دوسرے امالہ کے قریب ہونا۔

۲۳ / ۲۶۳ إِنَاهُ لَهُ شَافٍ وَّقُلْ أَوْكِلَاهُمَا شَفَا وَلِكَسْرٍ أَوْلِيَاءٍ تَمَيَّلَا
ل ش ش

ترجمہ: (ہشام، حمزہ اور کسائی کے لیے) إِنٰهُ (کا انجاع) جو ہے اس کے لیے شافی (اور کافی دلیل) ہے (اور وہ یہ ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے) اور تو کہہ دے کہ (حمزہ اور کسائی کے لیے) اَوْكِلٰهُمَا (اسراع ۳ کا انجاع) جو ہے اس نے (بھی دلیل کے اعتبار سے) شفا دی ہے اور یہ (كِلٰهُمَا کاف کے) کسرہ کی وجہ سے یا (لام کلمہ کی) یا کی وجہ سے امالہ والا ہو گیا ہے (یا إِنٰهُ اور كِلٰهُمَا دونوں کسرہ کے یا یا کے سبب امالہ والے ہو گئے ہیں)

شرح: یعنی إِنٰهُ (احزاب ع ۷) کے الف میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ہشام کے لیے بھی امالہ ہے اور ورش کے لیے ان کے قاعدہ کے موافق فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں اور ہشام کی شرکت ہی کے سبب اس کو علیحدہ بیان کیا ہے اور اَوْكِلٰهُمَا (اسراع ع ۳) کے الف میں حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ ہے پھر اس امالہ کی توجیہ میں فرماتے ہیں کہ كِلٰهُمَا کا امالہ یا تو کاف کے کسرہ کی وجہ سے ہے یا اس لیے ہے کہ لام کے بعد والا الف یا سے بدلا ہوا ہے اور گو اس میں انہیں دونوں کے لیے امالہ ہے اور نہ اس میں تخصیص ہے اور نہ موافقت یعنی نہ تو ان دونوں میں سے کسی نے اس کو مستثنیٰ کیا ہے اور نہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک ہوا ہے لیکن اس کو علیحدہ اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے بعض کی رائے پر تو یہ مذکورۂ بالا قواعد میں داخل ہے اور اسی لیے تیسیر میں اس کو علیحدہ بیان نہیں کیا اور بعض کی رائے پر ان قواعد میں شامل نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) کِلَا اور کِلْتَا دونوں بصریین کی رائے پر لفظاً واحد اور معنیً تثنیہ ہیں اور کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا میں اٰتَتْ لفظ کے لحاظ سے مفرد آیا ہے اور اس کا الف بعض کے قول پر واو سے بدلا ہوا ہے اور اسی لیے قرآنوں میں الف کی صورت میں ہے اور اس صورت میں یہ باب کے شروع والی پانچ قسموں میں شامل نہیں ہے اسی لیے اس کو علیحدہ بیان کرنے اور یہ بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ اس میں امالہ کا سبب کاف کا کسرہ ہے اور واو سے بدلے ہوئے الف میں قلیل طور پر اس کسرہ کے سبب سے بھی امالہ ہوتا ہے جو اصل کے لحاظ سے ہو جیسا کہ خَافَ میں ہے اور بعد والے متصل کسرہ کی بناء پر کثرت سے ہوتا ہے جیسے اَلنَّارِ۔ وَالنَّاسِ اور بعض کی رائے پر کِلَا کا الف یا سے بدلا ہوا ہے اس لیے کہ سیبویہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کِلَا کو عَلَم قرار دے کر اس کو تثنیہ بناتے ہیں تو کِلَیَانِ آتا ہے اور اس تقدیر پر یہ ان قسموں میں شامل ہے۔ رہا کِلْتَا سو وہ فِعْلٰی کے وزن پر ہے کیونکہ یہ اصل میں کِلْوٰی تھا پھر تِجَاہٌ کی طرح اس میں بھی واو کو تا سے بدل لیا اور اس کا الف بصریین کی رائے پر تانیث کا اور کوفیین کے قول پر تثنیہ کا ہے اس بناء پر کہ اس کا واحد کِلْتٌ ہے اور تا تانیث کی ہے اور یہی ظاہر تر ہے۔ اسی لیے دانی کی کتاب الامالہ میں ہے کہ کِلْتَا میں امالہ والوں کے لیے محضہ بھی جائز ہے اور تقلیل بھی لیکن عام قراء اور اہل ادا فتح پر ہیں۔ اور ابو الطیب اور ابن شریح کہتے ہیں کہ اسی پر اجماع ہے یعنی ان دونوں کے طرق سے کیونکہ ابو العلاؒ نے اس میں صرف امالہ اور مکیؒ نے دونوں مذہبوں کی رو سے دونوں وجوہ بتائی ہیں علی قاری فرماتے ہیں چونکہ کوفیین کی رائے پر اس کا الف تثنیہ کے لیے ہے اس لیے اس مذہب کی رو سے امالہ کی وجہ ظاہر نہیں ہے اور ممکن ہے کہ مکیؒ نے دو مذہبوں سے حمزہ اور کسائی کا اور ابو عمرو کا مذہب مراد لیا ہو چنانچہ اصفہانی نے تصریح بھی کی ہے کہ اس میں وقفاً حمزہ اور کسائی کے لیے فتح اور ابو عمرو کے لیے تقلیل ہے کیونکہ یہ فِعْلٰی کے وزن پر ہے پھر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں ورش کے لیے بھی فتح اور تقلیل دونوں ہیں گو مکیؒ کے مذہب پر ان کے لیے رؤس آیات کے موسوا میں صرف فتح ہے۔

اور اِنٰہُ کے امالہ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے یہ اَنٰی۔ یَاْنِیْ۔ اِنَاءً سے ہے۔ جس کے معنی ہیں کھانا پکنے کا وقت آگیا (۲) چونکہ عرب عِمَادٌ اور کِتٰبٌ کے الف میں بھی امالہ کرتے ہیں حالانکہ ان میں کسرہ اور الف کے درمیان فاصل ہے اس لیے کِلٰھُمَا میں بھی لام کا فاصلہ امالہ کے لیے مانع نہیں بنا۔

النحو و العربیہ: ۱۹/۳۰۹ (۱) رَمْلٰی کی تقدیر اِضْجَاعُ رَمْلٰی ہے اور فِی الْاِسْرَا اسی مصدر مقدر کا ظرف ہے یا رَمْلٰی مبتدا ہے اور صُحْبَۃٌ بِتَقْدِیْرِ مُمَالُ صُحْبَۃٍ خبر ہے اور فِی الْاِسْرَا مُمَال کا ظرف ہے (۲) تَسَبَّلَا۔ تَحَبَّسَ اور ثَبَتَ کے معنی میں ہے اور اس کا الف الاطلاقی ہے اور یہ اِضْجَاعُ سِوًی وَّسُدًی کی خبر ہے یا الف تثنیہ کے لیے ہے اور یہ سِوًی اور سُدًی دونوں کی خبر ہے اور ابو شامہ رَمْلٰی صُحْبَۃٌ کو ایک جملہ قرار دے کر اَعْمٰی سے دوسرا جملہ شروع کرتے ہیں اور تَسَبَّلَا کو قرآن کے تینوں کلمات کی خبر قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے گمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تَسَبَّلَا۔ اَبَاحَ کے معنی میں ہے یعنی ان کے لیے امالہ مباح ہو گیا ہے چنانچہ سبعہ میں سے اور کسی کے لیے بھی اس میں امالہ محضہ جائز نہیں اور اس صورت میں یہ سَبَلْتُ الْمَآءَ فَتَسَبَّلَ سے ہوگا۔ ۳۱۰/۲۰ (۱) فِیْ یا تو فَازَ کے متعلق ہے یا اِضْجَاعُ مقدر کے جبکہ وَرَاءُ کی تقدیر وَاِضْجَاعُ رَاءٍ قرار دیں۔ (۲) شُعَرَائِہٖ کی ھا یا تو رَا کے لیے ہے یا تَرَآءٰ کے لیے کیونکہ دونوں شعرا میں ہیں پس یہ غُلَامُ زَیْدٍ فِیْ دَارِہٖ کے قبیل سے ہے (۳) فِی الْاِسْرَا اِضْجَاع مقدر کا ظرف ہے کیونکہ وَاَعْمٰی کی تقدیر وَاِضْجَاعُ اَعْمٰی ہے (۴) حُکْمُ مَحْکُوْمُ کے معنی میں ہے (۵) صُحْبَۃٍ روایتہ" منصرف ہے تاکہ اصل کی طرف اشارہ ہو جائے کہ اصل میں یہ عَلَم نہیں ہے۔ (۶) اَوَّلاً جعبری کی رائے پر اَعْمٰی سے حال ہے ای مُتَقَدِّمًا اور علی قاری کی رائے پر اَلْوَاقِعُ مقدر کا مفعول فیہ ہے۔ پہلی صورت میں اس کا الف اطلاقی اور دوسری تقدیر پر تنوین سے بدلا ہوا ہوگا۔ ۳۱۱/۲۱ (۱) با جارہ فِیْ کے معنی میں ہے (۲) چونکہ یہاں ہود میں عجمہ کے ساتھ تانیث اور علمیت بھی جمع ہے اس لیے اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور قَوْمِ هُوْدٍ اور اَخَاهُمْ هُوْدًا میں چونکہ وہ تانیث نہیں ہے جو سورۃ کا نام ہونے کی تقدیر پر تھی اس لیے ان موقعوں میں منصرف ہے (۳) اُنْزِلَا کا الف اطلاقی ہے۔ ۳۱۲/۲۲ (۱) نَا کی تقدیر اِضْجَاعُ هَمْزَةِ نَا ہے اور بِاخْتِلَافٍ کی با اسی مصدر مقدر کے متعلق ہے (۲) شَرْعُ یُمْنٍ اصل میں شَرْعُ مَیْمُوْنٌ تھا (۳) وَشُعْبَةٌ وَّهُمْ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای اِمَالَةُ نَا لَهُمْ شَرْعُ یُمْنٍ (۴) ضَوْءُ سَنًا کے دونوں لفظ ہم معنی ہیں اور اضافت یا تو مبالغہ کی بناء پر ہے یا لفظی جدائی کی بناء پر اور بعض کی رائے پر ضَوْء اور ضِیَاء نہایت کامل اور نُوْر اس سے کم اور سَنَا اس سے بھی کم روشنی کو کہتے ہیں اور دلیل جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس ع ۱) اور یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ (نور ع ٦) ہے اور مبالغہ کی تقدیر پر یہ کَجُلْمُوْدِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّیْلُ مِنْ عَلٍ کے قبیل سے ہوگا کہ اس میں جُلْمُوْد اور صَخْر دونوں پتھر کے معنی میں ہیں اور ضَوْءُ سَنًا رفع کی صورت میں تو وَالنُّوْنُ کی خبر ہے اور تَلَا مستانفہ ہے لیکن تا کا رمز ہونا یہ چاہتا ہے کہ اس کو مستانفہ نہ کہا جائے بلکہ دوسری خبر قرار دیا جائے اور نصب کی تقدیر پر ضَوْءَ تَلَا کا مفعول ہے اور تَلَا۔ وَالنُّوْنُ کی خبر ہے۔ ۳۱۳/۲۳ (۱) تَمَیَّلَا کا الف اکثر شارحین کے قول پر تو اطلاقیہ ہے اور ضمیر کِلَا کے لیے ہے اور بعض کی رائے پر تثنیہ کا ہے اور ضمیر اِنَّهٗ اور کِلَا دونوں کے لیے ہے لیکن چونکہ اس تقدیر پر اِنَّهٗ میں بلا ضرورت سبب قریب (یا) کے ہوتے ہوئے سبب بعید (کسرۂ منفصلہ) کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اس لیے الف کا تثنیہ کے لیے ہونا اولیٰ نہیں اور گو کِلٰهُمَا میں بھی کسرہ منفصلہ کا اعتبار ہے لیکن وہ ضرورت کی بناء پر ہے کیونکہ اس میں الف کا یا سے بدلا ہوا ہونا اختلاف کے سبب قوی نہیں۔

ورش کی تقلیل کا قاعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ص) ۲۴/۳۱۴ وَذُوالرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِي أَرَا ۔۔۔ كُهُمْ وَذَوَاتِ الْيَا لَهُ الْخُلْفُ جُمِّلَا

ترجمہ: اور (یائی کلمات کا) را والا (الف) جو ہے ورش نے (اس کو ایسے امالہ سے پڑھا ہے جو فتح کے) درمیان (ہے اور امالہ محضہ کے) درمیان (ہے) اور (رائی کلمات میں سے) اَرٰىكَهُمُ (انفال ع ۵ میں) اور (غیر رائی میں سے) یا والے (تمام الفات) میں ان (ورش) کے لیے خلاف (توجیہ کے ذریعہ) خوبصورت بنا دیا گیا ہے (یا ان کے لیے ان ذوات الیاء میں سے ہر ایک خُلف کی زینت دیا گیا ہے یا ان کے لیے خُلف یعنی اس سے ظاہر ہونے والی دونوں وجوہ روایت کی گئی ہیں۔ پس اَرٰی اور اَلثَّرٰى اور اَسْرٰى جیسے رائی کلمات میں تو ان کے لیے صرف تقلیل ہے عام ہے کہ گیارہ سورتوں کی آیات کے آخر میں ہوں جن کو رؤس آیات کہتے ہیں یا درمیان میں ہوں یا ان کے علاوہ اور سورتوں میں ہوں خواہ کسی جگہ ہوں اور رائی میں سے اَرٰىكَهُمُ (انفال ع ۵) میں اور مُوْسٰى اور فَتَلَقّٰى جیسے تمام یائی غیر رائی کلمات میں جبکہ وہ رؤس آیات میں نہ ہوں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور رؤس آیات کا حکم آئندہ شعر میں آرہا ہے)

(ص) ۲۵/۳۱۵ وَلٰكِنْ رُؤُسُ الْاٰيِ قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا ۔۔۔ لَهٗ غَيْرَ مَا هَا فِيهِ فَاحْضُرْ مُكَمَّلَا

ترجمہ: لیکن رؤس آیات (کے الفات) جو ہیں (عام ہے کہ واوی ہوں جیسے وَالضُّحٰى اور سَجٰى یا یائی ہوں جیسے لِتَشْقٰى۔ يَخْشٰى) ان کا فتح ان (ورش) کے لیے (تقلیل کے سبب پورے فتح سے) کم ہو گیا ہے (یعنی رؤس آیات میں صرف تقلیل ہے نہ کہ دونوں وجوہ) سوائے اس (آیت) کے جس (کے آخر) میں ھا ہو (عام ہے کہ واوی ہو جیسے دَحٰهَا۔ تَلٰهَا۔ طَحٰهَا خواہ یائی جیسے جَلّٰهَا کہ اس میں دونوں وجوہ ہیں لیکن ذِكْرٰهَا نٰزِعٰت میں رائی ہونے کی بناء پر صرف تقلیل ہے) پس تو (ان مسائل کے سمجھنے اور ان کی تحقیق کرنے کے لیے علم کی مجلس میں) مکمل ہونے کی حالت میں (اور پوری توجہ سے بدن اور دل دونوں سمیت) حاضر ہو (یا تو پوری حضوری سے حاضر ہو یا مکمل اور ماہر عالم یا کامل بنا دینے والے معلم کے پاس حاضر ہو تب پورا پتہ لگے گا اور نشر کی رو سے اولیٰ یہ ہے کہ اس شعر کا ترجمہ اس طرح کیا جائے اور لیکن رؤس آیات جو ہیں ان کا فتح ان ورش کے لیے قلیل ہو گیا ہے یعنی رؤس آیات میں فتح کم حضرات کا اور تقلیل زیادہ ناقلین کا مذہب ہے سوائے اس آیت کے سرے کے جس میں ھا ہو کہ اس میں اس کا عکس ہے یعنی فتح اکثر کا اور تقلیل کم ناقلین کا مذہب ہے الخ اس قول کی رو سے رؤس آیات غیر رائی میں بھی دونوں وجوہ ہوں گی۔ رہیں رائی آیات سو ان میں صرف تقلیل ہے جیسا کہ غیر آیات کے رائی میں بھی فقط تقلیل ہے لیکن اَرٰىكَهُمُ میں دونوں وجوہ ہیں۔)

شرح: ان دو شعروں میں ورش کے امالہ کا قاعدہ بیان کیا ہے اور ان کے مذہب پر امالہ والے کلمات کی پانچ قسمیں کر دی ہیں جن میں سے تین پہلے شعر میں ہیں اور دو دوسرے میں اور یہ واضح رہے کہ ورش کے لیے صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طٰہٰ کی ھا میں امالہ محضہ ہے جیسا کہ یونس شعر نمبر ۲ میں آئے گا اس کے علاوہ سب جگہ بین بین ہی ہے وہ پانچ قسمیں یہ ہیں اول : اَرٰىكَهُمْ (انفال ع ۵) کے سوا وہ یائی کلمات جن میں الف سے پہلے را ہو جیسے یَرٰی۔ تَرٰی۔ اَرٰىهُ۔ نَرٰىهَا۔ اِفْتَرٰىهُ وغیرہ جن میں سے ایک کو ذوالرا اور کئی کو ذوات الرا کہتے ہیں اور یہ قسم وہی ہے جو شعر ۲۱ میں بیان ہو چکی ہے۔ جس میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابو عمرو کے لیے بھی امالہ محضہ ہے عام ہے کہ یہ کلمات ان گیارہ سورتوں کی رؤس آیات میں ہوں جو شعر ۱۶ تا ۱۸ میں بیان ہو چکی ہیں۔ نیز ان میں امالہ والے الف کے بعد ھا ہو جو صرف ذِكْرٰىهَا نٰزِعٰت میں ہے یا نہ ہو جیسے اُخْرٰی۔ اَلْكُبْرٰی۔ یُرٰی۔ اَلذِّكْرٰی یا رؤس آیات کے علاوہ دوسرے موقعوں میں ہوں جیسے اِفْتَرٰی۔ فَتَرٰىهُ۔ سُكٰرٰی۔ اَسْرٰی وغیرہ دوم : وہ یائی کلمات جن میں الف سے پہلے را نہ ہو جن میں سے ایک کو ذوالیا اور کئی کو ذوات الیا کہتے ہیں اور یہ کلمات رؤس آیات میں ہوں اور الف کے بعد ھا نہ ہو جیسے اَلْحُسْنٰی۔ یٰمُوْسٰی۔ طُوٰی۔ طَغٰی۔ فَاَوْعٰی ان دونوں قسموں میں صرف امالہ بین بین ہے ان میں سے پہلی قسم شعر ۲۴ کے اور دوسری شعر ۲۵ کے شروع میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح رَاٰ کے دونوں حرفوں (را اور ہمزہ) میں بھی ہر جگہ صرف تقلیل ہے عام ہے کہ اس کے بعد متحرک حرف ہو جیسے رَاٰ كَوْكَبًا۔ رَاٰهُ۔ رَاٰكَ۔ رَاٰهَا یا ساکن منفصل ہو اور رَاٰ پر وقف کر دیا جائے۔ جیسے رَاَ الْقَمَرَ کیونکہ اس میں فتحہ کسی نے بھی نقل نہیں کیا جیسا کہ انعام شعر نمبر ۱۵ تا ۱۷ میں آئے گا۔ سوم : رائی کلمات میں سے اَرٰىكَهُمْ (انفال ع ۵) چہارم : وہ یائی (غیر رائی) کلمات جو رؤس آیات میں نہ ہوں جیسے فَاَحْيَاكُمْ۔ ثُمَّ اسْتَوٰی۔ فَسَوّٰىهُنَّ۔ وَنَا پنجم : وہ رؤس آیات جن میں الف کے بعد ھا ہو اور الف سے پہلے را نہ ہو۔ عام ہے کہ واوی ہوں جیسے دَحٰىهَا وغیرہ خواہ یائی جیسے بَنٰىهَا۔ فَسَوّٰىهَا ان تینوں قسموں میں فتح اور امالہ بین بین دونوں ہیں ان میں سے تیسری اور چوتھی قسم شعر ۲۴ کے اور پانچویں قسم شعر ۲۵ کے آخر میں مذکور ہے اور یہ پانچوں قسمیں انہیں چھ قسموں میں سے کسی ایک قسم میں داخل ہیں جن میں سے پانچ اسی باب کے شعر ۱ تا ۷ میں اور چھٹی شعر ۱۶ تا ۱۸ میں بیان ہوئی ہیں۔ خلاصہ : یہ کہ کلمہ کے آخر کا جو الف یا سے بدلا ہوا ہو یا یا کی شکل میں ہو یا تثنیہ اور جمع میں یا سے بدل جاتا ہو گو وہ اصل کے اعتبار سے واو سے بدلا ہوا ہو اور الف ہی کی صورت میں ہو جیسا کہ دُنْيَا اور عُلْيَا میں ہے ان تینوں طرح کے الفات میں سے جن میں حمزہ اور کسائی دونوں نے یا ان کے ساتھ کسی اور نے بھی یا صرف کسائی نے یا کسائی کے دوری نے امالہ کیا ہے ان سب میں ورش کے لیے تقلیل ہے رائی میں اور بغیر ھا والے رؤس آیات میں بلاخلاف اور رائی میں سے اَرٰىكَهُمْ میں اور یائی غیر رائی میں اور ھا والے رؤس آیات میں خلاف کے ساتھ لیکن چار کلمات (مَرْضَاتِ۔ اَلرِّبٰوا۔ رِبًا۔ كِلْتَا اسراع ۳ كَمِشْكٰوةٍ نور ع ۵) میں کسائی کے دوری کے لیے تو امالہ ہے لیکن ورش کے لیے ان میں صرف فتح ہے۔

فائدہ ۱ : (۱) دانی نے سوم میں تقلیل ابن خاقان اور ابوالحسن سے اور فتح ابو الفتح سے اور چہارم اور پنجم میں تقلیل ابن خاقان اور ابوالفتح سے اور فتح ابوالحسن سے پڑھا ہے اور تیسیر میں پہلی دو قسموں کی طرح سوم و چہارم میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی صرف تقلیل اور پنجم میں نٰزِعٰت اور شمس میں صرف فتح درج ہے حالانکہ ورش کی روایت کا طریق ابن خاقان سے ہے اور ان سے پنجم میں تقلیل ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ اس میں تقلیل ہی بیان کرتے اور جامع البیانٰ میں چہارم میں دونوں وجوہ ہیں اور نشر میں دونوں کو صحیح بتایا ہے (۲) ورش کی قراءۃ میں تقلیل کے لیے کلمہ کا فُعْلٰی کے وزن پر ہونا شرط نہیں بلکہ ہروزن میں کرتے ہیں اور یہ شرط صرف ابو عمرو کی قراءۃ میں ہے (۳) اَرٰىكَهُمْ میں تقلیل اس لیے ہے کہ یہ کلیہ قاعدہ میں داخل ہے اور فتح اس لیے ہے کہ الف کلمہ کے آخر سے تین حروف کے فاصلہ پر ہے اور گو اَرٰىكُمْ اور نَرٰىكَ میں بھی بالکل آخر میں نہیں ہے لیکن ان میں الف کے بعد تین حرف نہیں ہیں اور تقلیل کی ایک وجہ جانب ارجح یعنی اصل کی رعایت بھی ہے اور یائی میں دونوں وجوہ دونوں لغات کے جمع کرنے کے لیے ہیں۔ اور رؤس آیات میں صرف تقلیل اس لیے ہے کہ امالہ کے قبول کرنے والے تمام الفات کا تلفظ یکساں ہو جائے یعنی رائی آیات میں تو صرف تقلیل تھی ہی ان کی موافقت کے لیے اوروں میں بھی یہی ایک وجہ جاری کر دی اور ھا والی آیات میں خلاف اس لیے ہے کہ بغیر ھا والی آیات میں جو صرف امالہ تھا وہ موافقت اور یکسانی کے لیے تھا اور ضُحٰهَا وغیرہ میں پہلا الف اصطلاحی کلمہ کے آخر میں نہیں ہے تاکہ اس کے امالہ سے یکسانی حاصل ہو جائے بلکہ ان میں تو مشاکلت اور یکسانی پہلے ہی سے ہے اس لیے کہ سب کے آخر میں مونث کی ضمیر ھا ہے پس جب امالہ کے سبب مشاکلت حاصل نہیں ہوئی تو یہ کلمات آیات کے درمیان والے یائی کلمات کی طرح ہو گئے اور ان میں بھی انہیں کی طرح دونوں وجوہ جاری کر دیں اور جو وَالضُّحٰى کی طرح ضُحٰهَا وغیرہ ھا والی آیات میں بھی امالہ کرتے ہیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ امالہ اور ھا دونوں میں موافقت ہو کر پورے درجہ کی یکسانی حاصل ہو جائے یعنی درمیان میں امالہ سے اور آخر میں ھا سے۔

فائدہ ۲: (۱) نشر کی رو سے رائی کلمات کے علاوہ تمام یائی کلمات میں ازرق سے ورش کے لیے پانچ مذہب ہیں (۱) سب میں صرف امالہ رؤس آیات ہوں یا ان کے علاوہ ہوں نیز رؤس آیات میں تانیث کی ھا ہو یا نہ ہو (۲) سب میں فتح (۳) صرف ان رؤس آیات میں تقلیل جن میں ھا نہ ہو باقی سب میں فتح ان میں سے نمبر ایک عنوان کے مصنف ابو طاہر اور ان کے شیخ کا اور دانی کے شیوخ ابوالفتح اور ابن خاقان کا اور نمبر دو تجرید کے مصنف ابو القاسم بن الفحام کا اور نمبر تین دانی کے شیخ ابو الحسنؒ مکیؒ اور جمہور اہل مغرب کا مذہب ہے (۴) صرف ھا والے رؤس آیات میں فتح باقی سب میں تقلیل یہ تیسیر اور مفردات میں دانی کا مذہب ہے جو ان کے شیوخ کے ان دو مذہبوں سے مرکب ہے جو ابھی نمبر ایک اور تین میں درج ہوئے ہیں چنانچہ ھا والی آیات کا فتح نمبر تین سے اور باقی کی تقلیل نمبر ایک سے لی ہے (۵) سب قسموں میں فتح اور تقلیل دونوں لیکن رؤس آیات میں سے ھا والوں میں تقلیل کم اور فتح اکثر ہے اور بغیر ھا والوں میں تقلیل اکثر اور فتح کم ہے اور یہ پہلے تین مذہبوں سے مرکب ہے اور فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک شاطبی کے کلام (شعر ۲۴ و ۲۵) کا یہی مطلب لینا اولیٰ ہے اس دلیل کی بناء پر جو میں نے اس مقام کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے موقع میں بیان کی ہے چنانچہ شعر ۲۵ کے دوسرے ترجمہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے رہے رائی کلمات سو ان میں سے صرف اَرٰیکَھُمْ میں دونوں وجوہ ہیں اور باقی میں صرف تقلیل ہے رؤس میں ہوں خواہ غیر رؤس میں۔ اور جو حضرات رؤس آیات میں امالہ کرتے ہیں وہ ان کے واوی اور یائی ہونے کا کوئی فرق نہیں کرتے صرف مکی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلیل یائی کلمات ہی میں ہے اور ممکن ہے کہ یائی سے مراد وہ الف ہوں جو یا کی شکل میں ہیں (۲) ان پانچ میں سے دوسرا مذہب التفات کے لائق نہیں کیونکہ اس میں صاحب تجرید منفرد ہیں اور پانچواں بھی زیادہ قوی نہیں ہے اسی لیے محقق رحمہ اللہ نے طیبہ میں اس کو نہیں لیا اور عمل اسی تفصیل پر ہے جو شرح میں پانچوں قسموں میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۳: (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ امالہ بین بین کی کیفیت یہ ہے کہ وہ فتح اور امالہ محضہ کے درمیان ہوتا ہے کہ نہ خالص فتح ہی ہوتا ہے اور نہ بالکل محضہ جیسا کہ تسہیل والا ہمزہ بھی ہمزہ اور مد کے درمیان ہوتا ہے کہ نہ تو خالص ہمزہ ہی رہتا ہے اور نہ بالکل مدہ بنتا ہے اور بہت سے حضرات جن کی قراءۃ ہم نے خود بھی سنی ہے اور دوسروں سے بھی پتہ چلا ہے۔ امالہ بین بین کو بالکل محضہ کی طرح ادا کرتے ہیں صرف اتنا فرق کرتے ہیں کہ محضہ کی آواز نیچی اور بین بین کی ذرا اونچی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آواز کو نیچا اور اونچا کرنے سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور مقصود یہی ہے کہ محضہ اور بین بین کی حقیقت ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہو جائے۔ پس امالہ بین بین کی آواز (تقریباً) باریک را کی آواز کی طرح ہوتی ہے اور اسی لیے فن کے علماء را کے باریک ہونے کو بین بین سے تعبیر کر دیتے ہیں اور یہ دلیل ہے اس پر کہ ہم نے جو دونوں کی آواز کو (تقریباً) یکساں بتایا ہے وہ صحیح ہے گو اس کی توضیح کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے چنانچہ تیسیر میں بھی دونوں کو بین اللفظین سے تعبیر کیا ہے (ملاحظہ ہو تیسیر ص ۴۱ و ۴۶ اور تنویر باب سترہ و انیس) (تنویر شرح تیسیر جو عرصہ سے نایاب تھی قرآءت اکیڈمی نے الحمدللہ طبع کر دی ہے خواہش مند حضرات رجوع فرمائیں) جس سے نکل آیا کہ ان کی رائے پر بھی دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ اور کتاب الامالہ میں دانیؒ نے اور ان سے پہلے ابو الطیب نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابن مہران سے منقول ہے کہ خلف فرماتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن زیاد فراء نحوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عاصم کی قراءۃ میں فتح اور حمزہ کی قراءۃ میں کسرہ (امالہ) زیادہ ہے اور مجھے وہ قراءۃ زیادہ پسند ہے جو ان دونوں کے درمیان ہو خلف نے ان سے کہا کہ یہ کس سے ہو سکتا ہے انہوں نے جواب دیا مناسب یہ ہے کہ قراءۃ فتح اور کسرہ کے درمیان اسی طرح ہو جس طرح ابو عمرو رحمہ اللہ کی قراءۃ ہے اور جو لوگ اس کو ترک کرتے ہیں وہ اسی لیے کرتے ہیں کہ اس کے مشکل ہونے کے سبب اس کو ادا نہیں کر سکتے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ فراء نے درست فرمایا اور اس کے دشوار ہونے ہی کی بناء پر اکثر لوگ اس کو امالہ محضہ کی طرح ادا کرتے ہیں اور دونوں میں آواز کی اونچائی اور نیچائی سے فرق کرتے ہیں جو غلط ہے اور ذِکْرٰی جیسی مثالوں کی راء میں امالہ بین بین کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ تقلیل کا صحیح ادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا بہت مشکل ہے جو ماہر شیخ سے سیکھنے اور مشق کرنے پر موقوف ہے (۲) تَرَآءٰ ذوالراء نہیں ہے کیونکہ اس کی را فا کلمہ ہے اسی لیے اس میں ورش کے لیے تقلیل نہیں لیکن چونکہ ناظم نے باب کے شروع میں اور یہاں امالہ والے الف کے طرف میں ہونے کی قید بیان نہیں کی اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ تَرَآءٰ بھی ذوالراء ہے (۳) اَرٰىكَهُمْ میں فتح اہل مصر کی روایت ہے اور پانچ قسموں میں سے چوتھی قسم میں نشرو ابراز کی رو سے دونوں وجوہ صحیح ہیں لیکن تقلیل صحیح تر اور اکثر کا مذہب ہے تیسیر میں ص ۱۴۱ پر ہے کہ یہ تقلیل وہ ہے جس کے خلاف ورش سے کوئی نص نہیں پائی جاتی اور دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یہی وہ صحیح وجہ ہے جس کو روایت اور تلاوت کے اعتبار سے لیا جاتا ہے (۴) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میں نے دانی کی کتاب الامالہ میں واوی کلمات کے باب کو بھی دیکھا اور اس کو بھی جس میں ان کلمات کا بیان ہے جن کے آخر میں الف مقصورہ ہے عام ہے کہ ان کے پہلے حرف پر زبر ہو جیسے فَتٰهَا خواہ زیر ہو جیسے اَلزِّنٰي خواہ پیش ہو جیسے اَلضُّحٰى تو ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن رؤس آیات کے آخر میں ھا نہیں ہے جیسے هَوٰى اور قُوٰى ان میں تو رائی کلمات کی طرح صرف تقلیل ہے اور جن رؤس آیات میں ھا ہے جیسے يَغْشٰهَا جَلّٰهَا وغیرہ ان میں غیر رؤس آیات کے یائی کلمات کی طرح دونوں وجوہ ہیں لیکن تیسیر سے یہ مطلب نکالنا مشکل ہے کیونکہ اس میں پہلے تو ذوات الیا اور ذوات الراء میں ورش کا مذہب بیان کیا ہے اس کے بعد ایک فصل میں کسائی کے مخصوص امالے لائے ہیں جن میں چار واوی کلمات (دَحٰهَا۔ تَلٰهَا اور طَحٰهَا اور سَجٰى) بھی ہیں اور مَرْضَاتِ بھی ہے پھر اسی فصل میں حمزہ اور کسائی کے متفق علیہ امالہ بیان کیے ہیں جن میں كِلٰهُمَا بھی ہے اور اس کے بعد یہ جملہ ہے کہ ذوات الیا کے بارہ میں ورش کا مذہب اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں (۱) اس فصل کے تمام کلمات میں ورش کے لیے وہی تقلیل ہے جو ذوات الیا میں ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کے لیے كِلٰهُمَا اور مَرْضَاتِ میں بھی تقلیل جائز ہو جو واقع کے خلاف ہے اس لیے کہ دانی نے کتاب الامالہ میں ان دونوں میں ورش کے لیے امالہ بیان نہیں کیا (۲) یہ کہ اس فصل میں سے صرف یائی کلمات میں امالہ ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ رؤس آیات کے واوی کلمات میں ان کے لیے امالہ نہ ہو حالانکہ کتاب الامالہ میں دانی نے ان میں بھی امالہ بتایا ہے پھر ایک فصل میں کسائی کے دوری کے مخصوص امالہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ باقین کے لیے ان سب میں فتح ہے لیکن ان میں سے رُءْيَاكَ میں ورش اور ابو عمرو کے لیے ان کے قاعدہ کے موافق امالہ بین بین ہے اور هُدَايَ۔ مَحْيَايَ۔ مَثْوَايَ کو مستثنیٰ نہیں کیا حالانکہ ان میں بھی ورش کے لیے تقلیل ہے اور جب صورت حال یہ ہے تو عمل اسی پر کرنا چاہیے جو دانی کی کتاب الامالہ میں ہے کیونکہ اس میں ورش کا مذہب ہر فصل اور ہر باب اور ہر حرف میں جدا جدا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اسی طرح اَلدُّنْيَا اور اَلْعُلْيَا نہ تو اصل کے لحاظ سے یائی ہیں اور نہ رسم کے اعتبار سے بلکہ الحاق کی رو سے یائی ہیں کیونکہ فُعْلٰى کے وزن پر ہیں اور ان کا الف تانیث کے لیے ہے جو تثنیہ اور جمع میں یا سے بدل جاتا ہے پس شعر ۲۴ و ۲۵ دونوں اس قصیدہ کے مشکل اشعار میں سے ہیں جن سے ورش کے مذہب کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکالنا دشوار ہے بالخصوص جبکہ یہ بات بھی پیش نظر ہو کہ صرف تقلیل والی اور فتح اور تقلیل دونوں وجوہ والی قسمیں جدا جدا معلوم ہو جائیں ہاں اگر یائی کو عام کر دیں کہ اصل کے اعتبار سے یائی ہوں خواہ رسم کے لحاظ سے یا الحاق کی رو سے تو پھر ان کے بہت سے امالہ ذوات الیا میں شامل ہو جائیں گے۔ رہے واوی کلمات سو ان میں تقلیل اس لیے ہے کہ وہ رؤس آیات میں سے ہیں جن کا بیان شعر نمبر ۲۵ میں آرہا ہے۔ (۵) اَلرِّبٰوا میں دانیؒ کی کتاب الامالہ سے تو ورش کے لیے تقلیل نکلتی ہے لیکن انہیں کی ایجاز البیان میں تصریح ہے کہ جو کلمات بھی واوی ہوں اسم ہوں خواہ فعل (پھر وہ کلمات بتائے ہیں جن میں اَلرِّبٰوا بھی ہے) ان سب میں ورش کے لیے خالص فتح ہے لیکن اگر یہ گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخر میں ہوں تو پھر ان میں تقلیل ہے (۶) ایجاز البیان میں ہے کہ رؤس آیات واوی ہوں خواہ یائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔

فائدہ ۴: (۱) سخاوی دوسرے حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان ھا والی آیات کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں الف سے پہلے راہو جو صرف ذِكْرٰىهَا (نٰزِعٰت) میں ہے یہ تو وَذُوالرَّاءِ وَرْشٌ الخ میں شامل ہے اور اس میں صرف تقلیل ہے (۲) وہ جن کا الف واو سے بدلا ہوا ہو جیسے تَلٰىهَا اس میں صرف فتحہ ہے (۳) وہ جن کا الف یا سے بدلا ہوا ہو ان میں دونوں وجوہ ہیں۔ نشر میں ہے کہ یہ سخاوی کا تفقہ (عقلی فیصلہ) ہے جس کی نقل سے تائید نہیں ہوتی۔ اور حق یہ ہے کہ ھا والے غیر رائی کلمات واوی ہوں خواہ یائی۔ سب میں دو وجوہ ہیں پس واوی میں محض فتح کا قائل ہونا صحیح نہیں اور ابو شامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک واوی اور یائی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ دانی کی کتاب الامالہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھا والی آیات میں مجھے ابو الحسن نے فتح اور ابو القاسم خلف بن خاقان اور ابو الفتح نے امالہ بین بین پڑھایا ہے (اور اس میں واوی اور یائی میں کوئی فرق نہیں کیا) (۲) فَاحْضُرْ مُكَمَّلًا میں کمال سے شرعی اور عادی کمال مراد ہے ورنہ حقیقی اور مطلق کمال تو حق سبحانہ تعالیٰ ہی کی ذات میں پایا جاتا ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ یہاں ورش کے مذہب کا سمجھنا قدرے دشوار ہے۔ اس لیے اس میں خوب کوشش کرو اور بحث کرو اور ماہر عالم کے سمجھانے کے وقت پوری توجہ اور پورے دھیان سے سنو (ابراز) (۳) چونکہ رؤس آیات کو خُلْف والی قسموں میں سے مستثنٰی کیا ہے اس لیے ان میں صرف ایک وجہ یعنی تقلیل نکل آئی پھر ھا والی آیات کو انہیں ایک وجہ والی رؤس میں سے مستثنٰی کیا ہے اس لیے ھا والی آیات پھر خُلْف والی قسموں میں داخل ہو گئیں (۴) قَلَّ فَتْحُهَا سے تقلیل مراد ہے کیونکہ جب فتح میں کسرہ کا کچھ حصہ مل گیا تو وہ پورا فتحہ نہیں رہا بلکہ قلیل ہو گیا اور اسی کا نام تقلیل ہے اور دوسرے موقعوں میں اس کے بیان کرنے کے لیے فعل متعدی قَلَّلَ یا قُلِّلَ یا تقلیل لائے ہیں پس معنی یہ ہیں کہ ورش نے رؤس آیات کو تھوڑا فتحہ دیا ہے یا امالہ کے سبب فتح پورے سے کم ہو گیا ہے اور بعض کے قول پر معنی یہ ہیں کہ فتح والی وجہ کم لوگوں سے منقول ہے اور اس سے نکل آیا کہ رؤس آیات میں تقلیل کی وجہ زیادہ ناقلین سے ہے لیکن یہ مطلب نقل اور تعلیل کی رو سے ضعیف ہے (۵) ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہران کی جو تقریر تیسرے فائدہ کے نمبر ایک کے ذیل میں درج کی گئی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ جو مسائل ادا سے تعلق رکھتے ہیں وہ متواتر نہیں ہیں جیسا کہ ابو شامہ نے اصول فقہ میں تصریح کی ہے (قاری)

فائدہ ۵: ابو شامہ نے تمام قسموں کے جمع کرنے اور مطلب کو آسان کرنے کی غرض سے ان دونوں شعروں کو اس طرح بدل دیا ہے۔

وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِي رُءُوْ سِ الْآيِ سِوَى الَّتِي بِهَا هَاتَحَصَّلَا

بِهَا وَاَرٰىكَهُمْ وَذِي الْيَا خِلَافُهُمْ كِلَا وَالرِّبٰوا مَرْضَاتِ مِشْكٰوةِ نُ اهْمِلَا

ان دو شعروں میں چھ قسمیں بیان کی ہیں اول وہ دو قسمیں ہیں جن میں صرف تقلیل ہے پھر وہ تین قسمیں ہیں جن میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں پھر وہ چار کلمہ ہیں جن میں صرف فتح ہے اور تقلیل ناجائز ہے۔

تنبیہہ: چونکہ ورش کے لیے بدل اور یائی اور بدل' لین کے اور بدل' یائی' لین تینوں کے جمع ہونے کی صورت میں بہت سی وجوہ پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح اس لیے ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے جمع ہونے کی بارہ صورتیں ہیں۔ چھ دو دو کے جمع ہونے کی اور چھ تین تین کے جمع ہونے کی۔ **پہلی قسم:** دو دو کے جمع ہونے کی چھ صورتیں یہ ہیں **اول:** بدل یائی جیسے وَاٰتٰىكُمْ (ابراہیم ع ۵) اس میں عقلاً" چھ وجوہ ہیں یعنی بدل کے طول و توسط' قصر تینوں میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو فتح اور تقلیل اور صحیح چار ہیں۔ (۱) بدل کے قصر پر یائی میں صرف فتح اور (۲) بدل کے توسط پر یائی میں صرف تقلیل' (۳ و ۴) بدل کے طول پر یائی میں فتح اور تقلیل دونوں (اور قصر کے ساتھ تقلیل کسی طریق سے بھی درست نہیں اور توسط کے ساتھ فتح نشر کے طریق سے توصیح ہے لیکن نظم کے طریق سے صحیح نہیں) **دوم:** یائی' بدل جیسے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ (بقرہ ع ۴) اس میں بھی عقلی چھ ہیں یعنی یائی کی دونوں پر بدل کی تین تین لیکن چار صحیح ہیں۔ (۱ و ۲) یائی (فَتَلَقّٰى) کے فتح پر دو یعنی بدل (اٰدَمُ) میں قصر و طول' (۳ و ۴) یائی کی تقلیل پر بھی دو بدل میں توسط اور طول (اور تقلیل کے ساتھ قصر کسی طریق سے بھی درست نہیں اور فتح کے ساتھ توسط نظم کے طریق سے صحیح نہیں گو نشر کے طرق سے درست ہے) **سوم:** بدل' لین جیسے اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا (بقرہ ع ۲۱) اس میں بھی عقلاً" چھ ہیں یعنی بدل کی تینوں میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو لیکن صحیح چار ہیں۔ (۱ و ۲) بدل کے قصر اور توسط دونوں پر لین میں صرف توسط' ۳ و ۴ بدل کے طول پر لین میں توسط اور طول دونوں (اور ۵ و ۶ بدل کے قصر و توسط دونوں کے ساتھ لین میں طول یہ دو صحیح نہیں) **چہارم:** لین' بدل جیسے اَفَلَمْ يَاْيْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (رعد ع ۴) اس میں بھی عقلاً" چھ ہیں یعنی لین کے توسط اور طول دونوں پر بدل کی تین تین اور صحیح چار ہیں۔ (۱ تا ۳) لین کے توسط پر بدل کی تینوں (۴) لین کے طول پر بدل میں صرف طول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور ۵ و ۶ لین کے طول کے ساتھ بدل میں قصر اور توسط یہ دو ناجائز ہیں) **پنجم:** لین یائی جیسے شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی (نساء ع ۶) اس میں عقلاً چار ہیں اور چاروں صحیح ہیں۔ لین ۱ تا ۴ کے توسط اور طول دونوں پر یائی کی دو دو فتح اور تقلیل۔ **ششم:** یائی' لین جیسے وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا (بقرہ ع ۲۶) اس میں بھی عقلاً چار ہیں اور چاروں صحیح ہیں۔ یائی ۱ تا ۴ کے فتح اور تقلیل دونوں پر لین کی دو دو توسط اور طول۔ **دوسری قسم:** تین تین کے جمع ہونے کی چھ صورتیں یہ ہیں۔ **اول:** بدل' یائی' لین جیسے وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (نساء ع ۳) اس میں عقلاً" بارہ ہیں یعنی بدل کی تینوں پر یائی کی دو دو' تین دونی چھ اور ان چھ میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو چھ دونی بارہ لیکن ان میں سے صحیح چھ ہیں۔ (۱) بدل کے قصر پر صرف ایک یعنی یائی میں فتح اور لین میں توسط' (۲) بدل کے توسط پر بھی صرف ایک یعنی یائی میں تقلیل اور لین میں توسط' (۳ تا ۶) بدل کے طول پر چار یعنی یائی کے فتح اور تقلیل دونوں پر لین کی دو دو (اور (۱) بدل کے قصر کے ساتھ یائی میں فتح اور لین میں طول اور (۲ و ۳) یائی میں تقلیل اور لین کی دونوں اور (۴) بدل کے توسط کے ساتھ یائی میں تقلیل اور لین میں طول اور (۵ و ۶) بدل کے توسط ہی کے ساتھ یائی میں فتح اور لین کی دونوں یہ چھ غیر صحیح ہیں) **دوم:** بدل لین یائی جیسے فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (شوریٰ ع ۴) اس میں بھی عقلاً" بارہ ہیں یعنی بدل کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ لین کی دو دو تین دونی چھ۔ ان چھ میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو چھ دونی بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ (۱) بدل کے قصر پر صرف ایک یعنی لین میں توسط اور یائی میں فتح۔ (۲) بدل کے توسط پر بھی صرف ایک یعنی لین میں توسط اور یائی میں تقلیل (۳ تا ۶) بدل کے طول پر چار یعنی لین کے توسط و طول دونوں میں یائی کی دو دو فتحہ اور تقلیل ((۱) بدل کے قصر پر لین میں توسط اور یائی میں تقلیل۔ پھر ۲ و ۳ بدل کے قصر ہی پر لین میں طول اور یائی کی دونوں فتح اور تقلیل۔ پھر (۴) بدل کے توسط پر لین میں توسط اور یائی میں فتح۔ پھر (۵ و ۶) بدل کے توسط ہی پر لین میں طول اور یائی کی دونوں یہ چھ غیر صحیح ہیں) **سوم:** لین' بدل' یائی اس میں بھی عقلاً" بارہ ہیں لیکن چونکہ اس قسم کی مثال قرآن میں نہیں ہے اس لیے اس کی تفصیل کی بھی حاجت نہیں۔ **چہارم:** لین' یائی بدل جیسے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ سے اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ تک (انفال ع ۵) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی لین کی دونوں میں سے ہر ایک پر یائی کی دو دو' دو دونی چار اور ان چاروں میں سے ہر ایک پر بدل کی تین تین' چار تتے بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں۔ ۱ تا ۴ لین کے توسط پر چار یعنی یائی کے فتح کے ساتھ بدل میں قصر اور طول اور یائی کی تقلیل کے ساتھ بدل میں توسط اور طول' ۵ و ۶ لین کے طول پر یائی کی دونوں اور دونوں کے ساتھ بدل میں فقط طول ((۱) لین کے توسط پر یائی میں تقلیل اور بدل میں قصر' (۲) لین کے توسط ہی پر یائی میں فتح اور بدل میں توسط' ۳ تا ۶ لین کے طول پر یائی کی دونوں فتح اور تقلیل اور دونوں میں سے ہر ایک پر بدل میں قصر اور توسط یہ چھ غیر صحیح ہیں) **پنجم:** یائی' لین' بدل جیسے فَمَآ اَغْنٰی سے بِاٰیٰتِ اللّٰهِ تک (احقاف ع ۳) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی یائی کی دونوں میں سے ہر ایک پر لین کی دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو، دو دونی چار اور ان چاروں میں سے ہر ایک پر بدل کی تین تین- چار تے بارہ- اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں- ۱ تا ۳ یائی کے فتح پر تین یعنی لین کے توسط کے ساتھ بدل میں قصرو طول اور لین کے طول کے ساتھ بدل میں فقط طول، ۴ تا ۶ یائی کی تقلیل پر بھی تین یعنی لین کے توسط کے ساتھ بدل میں توسط اور طول اور لین کے طول کے ساتھ بدل میں صرف طول (۱ تا ۳) یائی کے فتح پر لین اور بدل دونوں میں توسط پھر لین میں طول اور بدل میں قصرو توسط اور ۴ تا ۶ یائی کی تقلیل پر لین میں توسط اور بدل میں قصر پھر لین میں طول اور بدل میں قصرو توسط یہ چھ غیر صحیح ہیں) **ششم:** یائی، بدل، لین جیسے إِنَّمَا النَّجْوٰى سے بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا تک (مجادلہ ع ۲) اس میں بھی بارہ ہیں یعنی یائی کی دونوں پر بدل کی تین تین، دو تے چھ اور ان چھ میں سے ہر ایک پر لین کی دو دو چھ دونی بارہ اور صحیح یہاں بھی چھ ہی ہیں- ۱ تا ۳ یائی کے فتح پر تین بدل میں قصر اور لین میں توسط پھر بدل میں طول اور لین میں دونوں- یائی ۴ تا ۶ کی تقلیل پر بھی تین بدل اور لین دونوں میں توسط پھر بدل میں طول اور لین میں دونوں (۱ تا ۳) یائی کے فتح پر بدل اور لین دونوں میں توسط پھر بدل میں قصر اور لین میں طول پھر بدل میں توسط اور لین میں طول، (۱ تا ۳) یائی کی تقلیل پر بدل میں قصر اور لین میں توسط اور طول پھر بدل میں توسط اور لین میں طول یہ چھ غیر صحیح ہیں) اور سَوْاٰتِ کی وجوہ ص ۲۹۵ پر تنبیہ اول کے ذیل میں گزر چکی ہیں لیکن اگر اعراف (ع ۳) میں يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ سے ذٰلِكَ خَيْرٌ تک پڑھیں تو اس میں پانچ وجوہ ہوں گی- (۱) اٰدَمَ اور اٰتِ کے قصر پر صرف ایک یعنی سَوْ کے واو کا قصر اور اَلتَّقْوٰى کا فتح، اور (۲ و ۳) اٰدَمَ اور اٰتِ کے توسط پر دو یعنی سَوْ کے واو میں قصرو توسط اور دونوں کے ساتھ اَلتَّقْوٰى میں صرف تقلیل- اور (۴ و ۵) اٰدَمَ اور اٰتِ کے طول پر بھی دو یعنی سَوْ کے واو میں صرف قصر اور اَلتَّقْوٰى میں فتح اور تقلیل دونوں اور باقی سات غیر صحیح ہیں-

فائدہ ۶: بدل یائی کے جمع ہونے کی صورت میں جو چار وجوہ ہیں ان کے بارہ میں کسی عالم کے یہ دو شعر ہیں-

وَإِنْ نَحْوُ مُوْسٰى جَآءَ مَعْ بَابِ اٰمَنُوْا　　فَوَجْهَا كَمُوْسٰى مَعْ طَوِيْلٍ بِهٖ تَجْرِيْ

اگر مُوْسٰى اور اٰمَنُوْا کی طرح یائی اور بدل جمع ہو جائیں تو بدل کے طول میں یائی کی دونوں وجوہ ہوں گی-

وَيَأْتِيْ عَلَى التَّقْلِيْلِ فِيْهِ تَوَسُّطٌ　　وَمَعْ فَتْحِهٖ قَصْرٌ كَذَا قَالَ مَنْ يَدْرِيْ

اور بدل کا توسط یائی کی تقلیل ہی پر ہو گا نہ کہ فتح پر بھی اور بدل کا قصر صرف یائی کے فتح پر ہو گا نہ کہ تقلیل پر بھی-

ابو عمرو کی تقلیل کا قاعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶/۳۱۶ وَكَيْفَ اَتَتْ فَعْلٰى وَاٰخِرُ اٰيِ مَا تَقَدَّمَ لِلْبَصْرِيْ سِوٰى رَاهُمَا اعْتَلَا

ترجمہ: اور فِعلٰی جس کیفیت پر بھی ہو کر آئے (یعنی اس کی فا پر زبر ہو خواہ زیر خواہ پیش) اور ان (گیارہ سورتوں) کی آیات کا آخری الف جو اوپر (شعر ۱۶ تا ۱۸ میں) بیان ہو چکی ہیں (یہ دونوں قسمیں یعنی فعلٰی اور رؤس آیات ابو عمرو) بصری کے لیے (اسی امالہ بین بین سے پڑھی جاتی) ہیں (جس کا ذکر شعر ۲۴ میں آیا ہے) سوائے ان (دونوں قسموں) کی را کے (یعنی اگر فِعلٰی اور رؤس آیات میں الف سے پہلے را ہو جیسے تَتْرًا۔ ذِكْرٰى۔ بُشْرٰى اور اَلثَّرٰى۔ اُخْرٰى۔ اِفْتَرٰى تو ان میں بصری امالہ بین بین کے بجائے محضہ کرتے ہیں جیسا کہ اس کا بیان شعر ۲۱ میں گذر چکا ہے) یہ (بصری اپنے اس مذہب کی وجہ سے) بلند ہو گئے ہیں (کیونکہ انہوں نے اپنی قراءۃ میں تقلیل اور محضہ دونوں کو جمع کر لیا ہے یا یہ را امالہ کے بارہ میں بلند ہو گئی ہے کیونکہ اس کو اس باب میں مزید خصوصیت حاصل ہے جیسا کہ شعر ۲۰ کی شرح میں سوال و جواب کے ذیل میں گذر چکا ہے یا یہ انجاع جو را میں ہے بلند ہو گیا ہے اس لیے کہ یہ امالہ کا کامل فرد ہے)

شرح: یعنی ابو عمرو بصری ورش کی طرح تمام قسموں میں نہیں بلکہ صرف ذیل کی دو قسموں میں تقلیل کرتے ہیں (۱) تانیث کے ان الفات میں جو فَعْلٰی۔ فِعْلٰی۔ فُعْلٰی کے وزن والے کلمات کے آخر میں ہوں جیسے نَجْوٰی۔ دَعْوٰی۔ سِيْمَا۔ ضِيْزٰى۔ رُءْيَا قُرْبٰى۔ وُسْطٰی اور یَحْیٰی۔ عِیْسٰی۔ مُوْسٰی بھی اسی قسم میں سے ہیں جیسا کہ شعر ۱ تا ۷ کی شرح میں بیان ہو چکا ہے (۲) ان گیارہ سورتوں کی آیتوں کے آخری الفات میں جو شعر ۱۶ تا ۱۸ میں مذکور ہیں عام ہے کہ ان الفات کے بعد ھا ہو یا نہ ہو نیز یہ الفات واو سے بدلے ہوئے ہوں خواہ یا سے لیکن شرط یہ ہے کہ ان دونوں قسموں میں الف سے پہلے را نہ ہو چنانچہ نَجْوٰی سے مُوْسٰی تک کی تمام مثالوں میں را نہیں ہے کیونکہ اگر ان دونوں قسموں میں الف سے پہلے را ہوتی ہے جیسے ذِكْرٰى۔ بُشْرٰى اور اِفْتَرٰى۔ يَرٰى تو پھر ابو عمرو ان میں تقلیل نہیں کرتے ہیں بلکہ امالہ محضہ کرتے ہیں جیسا کہ شعر ۲۱ میں گذر چکا ہے۔

فائدہ: (۱) فَعْلٰى فا کے فتح سے ان گیارہ کلمات میں آیا ہے اَلسَّلْوٰی۔ اَلْمَوْتٰی۔ تَقْوٰی۔ قَتْلٰی۔ مَرْضٰی۔ نَجْوٰی۔ دَعْوٰی۔ شَتّٰی۔ صَرْعٰی۔ طَغْوٰی۔ يَحْيٰى (۲) اور فا کے کسرہ سے ان چار میں آیا ہے۔ سِيْمَا۔ اِحْدٰى۔ ضِيْزٰى۔ عِيْسٰى (۳) فا کے ضمہ سے ان بیس کلمات میں آیا ہے۔ مُوْسٰى۔ اُنْثٰى۔ دُنْيَا۔ قُرْبٰى۔ وُسْطٰى۔ قُصْوٰى۔ عُزّٰى۔ وُثْقٰى۔ حُسْنٰى۔ اُوْلٰى۔ عُقْبٰى۔ سُفْلٰى۔ عُلْيَا۔ رُءْيَا۔ طُوْبٰى۔ مُثْلٰى۔ سُوْاٰى۔ زُلْفٰى۔ سُقْيٰى۔ رُجْعٰى۔

مناسب یہ ہے کہ ان کلمات کو یاد کر لیا جائے تاکہ یہ تردد نہ رہے کہ کون سا کلمہ ان وزنوں پر ہے اور کون سا نہیں ہے اور مَوْلٰی۔ مَفْعَلٌ ہے اور صحیح قول کی رو سے يَحْيٰى اسمی فَعْلٰى ہے اور فِعلِی يَفْعَلُ ہے اور اَوْلٰى۔ اَفْعَلُ ہے (۴) كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ (کہف ع ۵) میں كِلْتَا کا الف جمہور کی رائے پر تثنیہ کا اور بعض کے قول پر تانیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہے پس اس میں وقفاً" پہلے قول پر سب کے لیے فتح ہے اور دوسرے قول پر امالہ والوں کے لیے امالہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل ہے۔ یعنی حمزہ اور کسائی کے لیے محضہ اور ابو عمرو کے لیے صرف تقلیل اور ورش کے لیے فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور نشر میں ہے کہ کِلْتَا میں ان حضرات کے لیے فتح اور امالہ دونوں صحیح ہیں لیکن میرا میلان فتح کی طرف ہے۔

تنبیہ: آیات کے بارہ میں امالہ والے حضرات اپنے اپنے شہروں کے شمار کا اعتبار کرتے ہیں پس حمزہ اور کسائی کوفی شمار کو اور ابو عمرو ایک قول پر بصری کو اور دوسرے قول پر مدنی اول اور بصری دونوں کو اور ورش مدنی آخر کو اور دانیؒ اور جعبریؒ کے قول پر مدنی اول کو لیتے ہیں۔ علی ضباعؒ فرماتے ہیں کہ نشر کی پیروی کی بناء پر ہم ورش کے لیے مدنی آخر ہی کو لیتے ہیں۔ اور جن رؤس آیات میں امالہ ہے ان میں سے ذیل کی دس میں اہل شمار کا اختلاف ہے ان میں سے پانچ طٰهٰ میں ہیں (۱) طٰهٰ ع ۱ کوفی (۲) اِلٰی مُوْسٰی ع ۴ شامی (۳) وَاِلٰهُ مُوْسٰی ع ۴ مدنی اول اور مکی (۴) مِنِّیْ هُدًی ع ۷ (۵) اَلدُّنْیَا ع ۸ دونوں کوفی اور حمصی کے سوا باقی پانچ کے لیے۔ اور دو نجم میں ہیں (۶) عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ع ۲ شامی (۷) اَلدُّنْیَا ع ۲ دمشقی کے سوا باقی چھ کے لیے (۸) مَنْ طَغٰی (نٰزِعٰت ع ۲) کوفی، بصری، شامی (۹) فَسَوّٰهَا (والشمس) حمصی کے سوا باقی چھ کے لیے (۱۰) یَنْهٰی (علق) دمشقی کے سوا باقی چھ کے لیے اور اس اختلاف کا فائدہ صرف دو موقعوں وَاِلٰهُ مُوْسٰی (طٰهٰ ع ۴) اور طَغٰی (نٰزِعٰت) میں ظاہر ہوتا ہے پس اول میں ورش کے لیے دانی کے قول پر صرف تقلیل اور صاحب نشر کی رائے پر دونوں وجوہ ہیں کیونکہ اس پر مدنی اول میں آیت ہے اور مدنی آخر میں نہیں اور عمل نشر ہی کی رائے پر ہے۔ اور مَنْ طَغٰی میں بصری کے لیے صرف تقلیل اور ورش کے لیے دونوں وجوہ ہوں گی کیونکہ بصری شمار میں اس پر آیت ہے اور مدنی آخر میں نہیں اور اسی سے یہ بھی نکل آیا کہ ان گیارہ سورتوں میں امالہ کے جو الف آیات کے آخر میں نہیں ہیں۔ ان میں سب اپنے قواعد پر ہیں پس طٰهٰ میں سے اَتٰىكَ۔ اَتٰهَا۔ لِتُجْزٰی۔ هَوٰىهُ۔ فَاَلْقٰهَا ع ۱ میں اور اَعْطٰی ع ۲ میں فَتَوَلّٰی۔ لَهُمْ مُّوْسٰی۔ یٰمُوْسٰی اِمَّا۔ خَطٰیٰنَا ع ۳ میں اور اِلٰی مُوْسٰی۔ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ۔ اَلْقَی السَّامِرِیُّ ع ۴ میں۔ فَتَعٰلَی اللّٰهُ اَنْ یُّقْضٰی ع ۶ میں وَعَصٰی۔ اجْتَبٰهُ هُدٰیَ۔ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی ع ۷ میں اور نجم میں سے فَاَوْحٰی اِلٰی۔ اِذْ یَغْشٰی۔ وَمَا تَهْوٰی ع ۱ میں عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ع ۲ میں اور وَاَعْطٰی۔ یُجْزٰىهُ اَغْنٰی فَغَشّٰهَا ع ۳ میں اور معارج میں سے فَمَنِ ابْتَغٰی میں اور قِیٰمه میں سے بَلٰی۔ اَلْقٰی۔ اَوْلٰی لَكَ۔ ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ میں اور نٰزِعٰت میں سے اَتٰىكَ اِذْ نَادٰىهُ ع ۱ میں وَنَهَی النَّفْسَ ع ۲ میں اور اعلیٰ میں سے اَلَّذِیْ یَصْلَی میں اور لیل میں سے اَعْطٰی اور لَا یَصْلٰهَا میں۔ ان تمام کلمات میں ابو عمرو کے لیے صرف فتح ہے لیکن صرف مُوْسٰی میں سب جگہ فُعْلٰی ہونے کی بناء پر صرف تقلیل ہے اور ورش کے لیے ان سب میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور یَصْلٰی اور لَا یَصْلٰهَا میں ان کے لیے لام کے پر ہونے کے سبب فتح زیادہ قوی ہے جیسا کہ انشاء اللہ باب اللامات میں آئے گا۔ اور حمزہ اور کسائی کے لیے ان سب میں محضہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن خَطٰیٰنَا میں صرف کسائی کے لیے اور ھُدَایَ میں فقط کسائی کے دوری کے لیے ہے اور ان میں سے جن میں الف کے بعد ساکن ہے ان میں تقلیل یا امالہ صرف وقفاً" ہے۔

وہ چار کلمات جن میں ابو عمرو کے دُوری ہی کیلئے تقلیل ہے سوسی کیلئے نہیں

(ص)

۲۷/۳۱۷ وَيَا وَيْلَتٰى اَنّٰى وَيَاحَسْرَتٰى طَوَوْا ط وَعَنْ غَيْرِهٖ قِسْهَا وَيَا اَسَفٰى الْعُلَا

ترجمہ: اور اہل ادا نے (ابو عمرو کے دوری کے لیے ایسے) یٰوَیْلَتٰی (اور) اَنّٰی (استفہامیہ) اور یٰحَسْرَتٰی اور یٰاَسَفٰی (کی تقلیل) کو محفوظ کیا ہے جو بلند ہیں اور ان (دوری) کے سوا (اوروں) سے ان (چاروں کے فتح اور امالہ) کو قیاس کرلے (اور سوچ لے کیونکہ وہ ظاہر ہے)

شرح: یعنی ذیل کے چار کلمات میں ابو عمرو کے دوری ہی کے لیے تقلیل ہے سوسی کے لیے نہیں (۱) یٰوَیْلَتٰی ہر جگہ (۲) اَنّٰی استفہامیہ ہر جگہ (۳) یٰحَسْرَتٰی (زمر ع ۶) میں (۴) یٰاَسَفٰی (یوسف ع ۱۰) ہیں لیکن اول کے تین میں صرف تقلیل اور یٰاَسَفٰی میں تقلیل اور فتح دونوں ہیں۔ گو شعر سے اس میں بھی تقلیل ہی نکلتی ہے اور تقلیل ایک جماعت کا اور فتح جمہور کا مذہب ہے اور تیسیر سے بھی اس کا فتح ہی نکلتا ہے کیونکہ اس کو ان کلمات میں نہیں لائے ہیں جن میں دوری کے لیے تقلیل ہے اور مناسب یہ تھا کہ ناظم اس میں فتح اور تقلیل دونوں بیان کرتے تاکہ فتح میں تیسیر کی پیروی ہو جاتی اور تقلیل زیادات میں سے ہو جاتی (غیث النفع) اور قیاس کرلے الخ میں اشارہ ہے کہ دوری کے سوا باقی حضرات ان چاروں کلمات میں اپنے اصول پر ہیں پس ورش کے لیے چاروں میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور حمزہ اور کسائی کے لیے محضہ ہے۔ کیونکہ ان کا الف یا کی صورت میں ہے اور باقی چار قالون، ابن کثیر، سوسی، ابن عامر، عاصم کے لیے صرف فتح ہے۔

فائدہ: (۱) یٰاَسَفٰی میں دوری کے لیے فتح اور تقلیل دونوں صحیح ہیں لیکن فتح صحیح تر ہے کیونکہ یہ جمہور اہل ادا کا مذہب ہے اور دانیؒ نے ابوالحسنؒ سے فتح ہی پڑھا ہے اور ابن سوارؒ، ابو العزؒ، سبط الخیاطؒ، ابن فارسؒ، ہذلیؒ وغیرہ اکثر مصنفین نے فتح ہی بیان کیا ہے اور ابو محمد مکیؒ نے بھی اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں پڑھی حالانکہ موصوف کثیر الروایت بھی ہیں اور ناظم نے جو صرف تقلیل ہی بیان کی ہے اور اسی کو پسند کیا ہے ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس سے یہ اپنے ہم شکلوں یٰوَیْلَتٰی۔ یٰحَسْرَتٰی کے موافق ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہ اصل میں یٰاَسَفِیْ۔ یٰوَیْلَتِیْ یٰحَسْرَتِیْ تھے پھر ثقل کے سبب فا کے کسرہ کو فتحہ سے بدل لیا جو خفیف ترین حرکت ہے۔ پھر یا الف سے بدل گئی اور اصل کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اس کے الف کو یا کی صورت میں لکھا گیا ہے اور اسی لیے اس میں امالہ کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اکثر حضرات جو اس میں ان کے لیے تقلیل نہیں کرتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں الف یا سے بدلا ہوا نہیں بلکہ ندبہ اور تفجُّع کا ہے جس کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں (۲) اَلْعُلَا یا تو چاروں کلمات کی صفت ہے یا صرف یٰاَسَفٰی کی اور دوسری تقدیر پر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یٰاَسَفٰی اس لیے بلند ہے کہ یہ تلاوت میں یٰحَسْرَتٰی سے پہلے ہے اور اس کو سب کے بعد لانے میں اشارہ ہے کہ یہ تیسیر میں دوری کی تقلیل والے الفاظ میں مذکور نہیں ہے (۳) جعبری اور اصفہانی فرماتے ہیں کہ یہاں اَلْعُلَا کا ہمزہ رمز نہیں ہے کیونکہ یہ قراءۃ کا تتمہ ہے اور اگر یٰاَسَفٰی عَلَا کہتے تو اس کا رمز نہ ہونا خوب واضح ہو جاتا (۴) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ تیسیر وغیرہ میں اس شعر کے چاروں کلمات کی تقلیل خود ابو عمرو بصری سے منقول ہے لیکن دانیؒ نے مِنْ طَرِیْقِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فرمایا ہے اور وہ دوری کا طریق ہے اور اہل رقہ سے جو سوسی کا طریق ہے چاروں کا فتح بتایا ہے۔ احقر کہتا ہے کہ تیسیر میں جن الفاظ کی نسبت اہل عراق کی طرف کی ہے ان میں یٰاَسَفٰی شامل نہیں ہے بلکہ باقی تین میں تقلیل بتا کر وَیٰاَسَفٰی بِالْفَتْحِ فرمایا ہے پس تیسیر میں یٰاَسَفٰی کا فتح ہی مذکور ہے اس کے بعد ابو شامہ فرماتے ہیں اور ایک روایت پر یٰاَسَفٰی میں فتح اور باقی تین میں تقلیل ہے اور یہ ابوالحسن اور ان کے والد ابو الطیب کا طریقؒ ہے اور اسی لیے ناظمؒ یٰاَسَفٰی کو اس کے ہم جنسوں سے جدا کر کے لائے ہیں اور پھر انہیں کے حکم میں شامل کر دیا ہے اور مراد یہ ہے کہ یٰاَسَفٰی کَذٰلِکَ اور گویا طَوَوْا میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے یعنی اہل ادا نے یٰاَسَفٰی کو لپیٹ دیا اور چھپا دیا ہے اور اس کے ہم جنسوں کی طرح اس کو شہرت نہیں دی اسی لیے اس میں بہت اختلاف ہو گیا پھر فرماتے ہیں کہ ان چاروں میں ورش کے لیے فتح اور تقلیل دونوں ہیں گو تیسیر کے ظاہر سے یہ نکلتا ہے کہ ورش کے لیے ان میں تقلیل نہیں ہے کیونکہ دانیؒ نے ان میں ابو عمرو کا مذہب بتانے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ حمزہ اور کسائی نے ان میں اپنے قاعدہ کے موافق امالہ کیا ہے اور باقی حضرات نے مذکورۂ بالا تمام کلمات میں خالص فتح پڑھا ہے۔

ثلاثی مجرد کے دس افعال جن میں حمزہ نے اور بعض میں ان کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے

(ص)

۲۸/۳۱۸ وَكَيْفَ الثُّلَاثِيْ غَيْرَ زَاغَتْ بِمَاضٍ ۔۔۔ اَمِلْ خَابَ خَافُوْا طَابَ ضَاقَتْ فَتُجْمِلَا (ف)

ترجمہ: اور (فعل) ثلاثی (مجرد نہ کہ مزید) ماضی (معروف) میں جس طرح بھی (یعنی اول کے چار صیغوں میں سے جس صیغہ سے بھی آئے) تو (اس میں سے حمزہ کے لیے) زَاغَتْ (احزاب ع ۲ و صٓ ع ۴) کے سوا خَابَ (اور) خَافُوْا (اور) طَابَ (اور) ضَاقَتْ (کے الف) کا امالہ کر تاکہ تو عمدہ کام کرنے والا بن جائے۔

www.KitaboSunnat.com

۲۹/۳۱۹ وَحَاقَ وَزَاغُوْ جَاءَ شَآءَ وَزَادَ فُزْ　　وَجَاءَ ابْنُ ذَكْوَانٍ وَفِيْ شَاءَ مَيَّلَا
صص

ترجمہ: اور حَاقَ اور زَاغُوْا (اور) جَآءَ (اور) شَآءَ اور زَادَ (کے الف) کا (بھی حمزہ ہی کے لیے امالہ کر خدا کرے) تو (اپنے تمام مقاصد میں) کامیاب ہو اور (انہیں میں سے) جَآءَ (کے الف کا امالہ) ابن ذکوان (کی بھی قراءۃ ہے) اور شَآءَ (کے الف) میں (بھی) انہی (ابن ذکوان) نے امالہ (واقع) کیا ہے۔

۳۰/۳۲۰ فَزَادَهُمُ الْاُوْلٰى وَفِي الْغَيْرِ خُلْفُهٗ　　وَقُلْ صُحْبَةٌ بَلْ رَانَ وَاصْحَبْ مُعَدَّلَا
صحبۃ

ترجمہ: (اور بقرہ ع ۲ کے) پہلے فَزَادَهُمُ میں (بھی حمزہ کے ساتھ ابن ذکوان ہی نے امالہ واقع کیا ہے) اور اس (پہلے فَزَادَهُمُ) کے سوا (زَادَ کے باقی الفاظ) میں ان (ابن ذکوان) کا خلاف ہے اور تو کہہ دے کہ بَلْ رَّانَ (کے الف) کا صحبہ (والوں ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی) نے (امالہ کیا ہے) اور تو معتبر عالم کی صحبت اختیار کر (یعنی اس کی جس میں کمال اور شرافت کی تمام صفات موجود ہوں اور دیندار اور سنجیدہ حضرات نے اس کی علمیت اور تقویٰ کا لوہا مان لیا ہو)

شرح: یعنی ذیل کے دس الفاظ کے عین کلمہ میں حمزہ کے لیے امالہ محضہ ہے جبکہ یہ تین شرطیں پائی جائیں (۱) فعل ہوں اسم نہ ہوں (۲) ثلاثی مجرد ہوں یعنی ان کے فا کلمہ سے پہلے کوئی زائد حرف ہمزہ وغیرہ نہ آرہا ہو (۳) ماضی معروف کے پہلے چار صیغوں میں سے کسی ایک صیغہ سے آرہے ہوں اور وہ دس فعل یہ ہیں۔ (۱) خَابَ چار جگہ (ابراہیم ع ۳ و طٰہٰ ع ۳ و ع ۶ والشمس میں) (۲) خَافَ۔ خَافُوْا۔ خَافَتْ ہر جگہ (اور خَافُوْنِ آل عمران ع ۱۸ میں امالہ نہیں کیونکہ وہ امر کا صیغہ ہے) (۳) طَابَ (نساء ع ۱ میں) (۴) وَضَاقَ (ہود ع ۷ و عنکبوت ع ۴) اور ضَاقَتْ (توبہ ع ۴ اور ع ۱۴ میں) (۵) حَاقَ ہر جگہ (۶) زَاغَ (نجم ع ۱) اور زَاغُوْا (صف ع ۱) لیکن اس میں سے زَاغَتْ (احزاب ع ۲ و صٓ ع ۴) مستثنیٰ ہے پس اس میں امالہ نہیں (۷) جَآءَ جَآءَهٗ جَآءُوْ۔ جَآءَتْ ہر جگہ (۸) شَآءَ ہر جگہ (۹) زَادَ اور زَادُوْهُمْ۔ زَادَتْهُمْ زَادَتْهُمْ ہر جگہ (۱۰) بَلْ رَّانَ (تطفیف میں) اور ان میں سے جَآءَ اور شَآءَ کے امالہ میں حمزہ کے ساتھ ابن ذکوان بھی شریک ہیں اور زَادَ میں بھی شریک ہیں لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس کے پہلے موقع فَزَادَهُمُ اللّٰهُ (بقرہ ع ۲) میں تو ان کے لیے صرف امالہ ہے اور باقی سب موقعوں زَادُوْا۔ زَادَتْ وغیرہ میں ان کے لیے فتح اور امالہ دونوں ہیں۔ دانیؒ نے فتح ابوالحسن سے اور امالہ عبدالعزیز فارسی اور ابو الفتح سے پڑھا ہے اور بَلْ رَّانَ (تطفیف) میں حمزہ کے ساتھ ابوبکرؒ کسائی نے بھی امالہ کیا ہے۔ پس اس میں ان اڑھائی اماموں کے لیے امالہ ہے۔ پہلی شرط سے اسم ضَآئِقٌ۔ خَآئِفًا اور دوسری سے ثلاثی مزید کی ماضی فَاَجَآءَهَا۔ اَزَاغَ اللّٰهُ اور تیسری سے مضارع اور امر یَخَافُوْا۔ نَخَافُ۔ یَشَآءُ وَخَافُوْنِ نکل گئے۔ پس ان میں امالہ نہیں ہے۔

فائدہ ۱: (۱) ان افعال کو جوف کہتے ہیں جو اس اجوف کی جمع ہے جس کے عین کلمہ میں حرف علت ہو ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شَآءَ کا عین کلمہ کسرہ والی یا اور خَافَ کا عین کسرہ والا واو اور باقی کا عین فتح والی یا ہے جو فتحہ کے بعد متحرک ہونے کی بناء پر الف سے بدل گیا ہے (۲) اَمِلْ میں اشارہ ہے کہ ان میں امالہ محضہ ہے کیونکہ اس کو بلا قید لانے کے وقت یہی مراد ہوا کرتا ہے اور عمری نے ابو جعفر سے دسوں میں بین بین بھی نقل کیا ہے جو شاذ ہے (۳) زَاغَتْ کا استثناء دونوں لغتوں کے جمع کرنے اور دونوں روایتوں کی پیروی کرنے کے لیے ہے (۴) ان میں سے خَابَ چار' اور خَافَ آٹھ' طَابَ ایک ضَاقَ پانچ' حَاقَ دس زَاغَ دو جَآءَ دو سو انتالیس شَآءَ ایک سو چھ زَادَ- پندرہ رَانَ ایک جگہ آیا ہے (۵) پہلے زَادَ کے سوا اس کے باقی الفاظ میں ابن ذکوان کے لیے امالہ اکثر کا مذہب ہے- اور فتح مکیؒ نے بیان کیا ہے (۶) رَانَ- رَیْن سے ہے جو غلبہ کے معنی میں ہے (۷) پہلے جتنے امالہ تھے وہ سب کلمہ کے آخری الف میں تھے اور ان دس میں درمیانی میں ہے (۸) ثلاثی وہ ہے جس میں اصلی حروف تین ہوں اگر اس میں کوئی زائد حرف نہ ہو تو مجرد ہے اور اگر زائد حروف بھی ہوں تو مزید ہے اور یہاں مجرد ہی مراد ہے کیونکہ ثلاثی کو مطلق لائے ہیں جس سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور وہ مجرد ہے اور گو کَیْفَ سے عموم کا وہم ہوتا ہے لیکن چونکہ بیان میں مجرد ہی کے افعال لائے ہیں- اس لیے قید لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی (۹) ان میں سے خَافَ واوی اور باقی نو یائی ہیں اور خَافَ میں امالہ کا سبب یا تو وہ کسرہ ہے جو حاضر اور متکلم کے صیغوں میں خا پر آجاتا ہے یا یہ ہے کہ ماضی مجہول میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے اور باقی نو میں بھی دو سبب ہیں (۱) الف یا سے بدلا ہوا ہے (۲) مجہول میں اس کے بجائے یا آجاتی ہے (۱۰) وَکَیْفَ الثُّلَاثِیْ کے معنی یہ ہیں کہ ان افعال کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی ضمیر اور تانیث کی تا ہو یا ان تینوں سے خالی ہوں اور بیان کا لطف دیکھئے کہ افعال کو تینوں ہی طرح لے آئے ہیں (۱۱) یہاں ثلاثی سے مراد وہ فعل ہے جس میں اصلی حروف تین ہوں اور اس کے شروع میں زائد ہمزہ نہ ہو کیونکہ حروف کی تعداد کے لحاظ سے اَفْعَلَ کو بھی رباعی کہتے ہیں اور اس قید سے صرف اَجَآءَھَا اور اَزَاغَ اللّٰہُ کو نکالنا چاہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ اس کے آخر میں بھی کوئی زائد حرف نہ ہو اسی لیے زَاغُوْا اور خَافُوْا میں امالہ ہے اور اَزَاغَ- اَجَآءَ میں نہیں حالانکہ حروف ان میں بھی چار ہی چار ہیں اس فرق کی بناء پر کہ ہمزہ تو فعل کے جزو کے مرتبہ میں ہے اور جمع کا واو اور تانیث کی تا جزو کی طرح نہیں (۱۲) ان میں سے خَافَ اور شَآءَ کا مضارع مفتوح العین ہے اس لیے اس میں الف تو آتا ہے لیکن امالہ نہیں اور باقی کا مکسور العین ہے اس لیے ان میں الف کے بجائے یا آجاتی ہے جس میں امالہ متصور نہیں (۱۳) اَجَآءَ اور اَزَاغَ میں امالہ اس لیے نہیں کہ اس سے ثقل ہو جاتا ہے کیونکہ اول میں ہمزہ کے ادا کرنے کے بعد امالہ کے لیے آواز کو پست کرنے کی پھر دوسرے ہمزہ کے لیے بلند کرنے کی اور ثانی میں ہمزہ سے پستی کی طرف لیجانے کی پھر غین مستعلیہ کے لیے بلند کرنے کی حاجت پیش آتی ہے پس یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے اونچائی سے کسی میدان میں اتریں اور پھر دوسری اونچائی پر چڑھنا پڑے اس بناء پر تخفیف کی غرض سے فتح کو اختیار کر لیا تاکہ تلفظ یکساں رہے چنانچہ مسافر بھی یکساں راستہ ہی تلاش کیا کرتا ہے اور یَخَافُ اور یَشَآءُ میں امالہ اس لیے نہیں کہ ان کا الف فتح والی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا سے بدلا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ مضارع کے متکلم میں کسرہ آتا ہے نہ واحد حاضر میں نہ مضارع مجہول میں اور ماضی میں دس کے دس میں مجہول میں کسرہ آجاتا ہے اسی لیے ماضی میں امالہ اور مضارع میں فتح اختیار کیا گیا۔

فائدہ ۲: (۱) ابن ذکوان نے جو ان دس میں سے جَآءَ شَآءَ زَادَ ہی میں امالہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں مستعلیہ حروف نہیں ہیں اور دوسرے افعال میں ہیں چنانچہ خَابَ۔ خَافَ۔ طَابَ میں الف سے پہلے اور حَاقَ۔ زَاغَ میں الف کے بعد اور ضَاقَ میں الف کے دونوں جانب استعلاء کے حروف ہیں اور یہ حروف اسم میں الف سے پہلے اور اس کے بعد ہونے کی صورت میں امالہ کے لیے مانع ہوا کرتے ہیں پس ابن ذکوان نے ان کو روایت کی پیروی کے بعد فعل میں بھی مانع قرار دیدیا اور رَانَ میں اس لیے نہیں کرتے کہ زبر اور پیش والی را جو الف سے متصل ہو وہ اکثر جگہ مستعلیہ کے حکم میں ہے (۲) زَادُ قرآن میں ہر جگہ ضمیر ہی کے ساتھ متصل ہو کر آیا ہے (۳) چونکہ رمز میں صُحْبَةٌ آگیا تھا اس لیے اس کی مناسبت سے تلمیح کے طور پر وَاصْحَبْ مُعَدَّلاً میں ماہر عالم اور عارف کی صحبت اختیار کرنے کا شوق دلا دیا چنانچہ توبہ (ع ۱۵) میں ارشاد باری ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ یہ حقیقت ہے کہ ایسے حضرات کی صحبت بیش بہا نعمت ہے۔

النحو و العربیہ: ۳۱۴/۲۴ (۱) یہاں وَذُوالرَّاءِ وَرْشٌ اور یونس شعر نمبر ۴ میں وَذُوالرَّا لِوَرْشٍ ہے اور یہاں ذُوالرَّاءِ کی خبر مُمَالٌ یا اَمَالَ مقدر ہے (۲) بَيْنَ بَيْنَ عاطف کے حذف سے كَائِنَةً مقدر کا ظرف ہو کر مفعول مطلق مقدر کی خبر ہے ای اِمَالَةً كَائِنَةً بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ (۳) فِيْ اور لام دونوں جُمِّلاَ کے متعلق ہیں (۴) اَلْخُلْفُ مبتدا ہے اور اس میں ایک روایت نصب کی بھی ہے اس صورت میں یہ جُمِّلاَ کا مفعول ہوگا اور فعل کی ضمیر كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْ ذَوَاتِ الْيَا وَاَرَيْكَهُمْ کے لیے ہوگی (۵) جُمِّلاَ کا الف یا تو اطلاق ہے اور ضمیر خُلف کے لیے ہے یا تثنیہ کا ہے اور ضمیر اب بھی خُلف ہی کے لیے ہوگی۔ اس بناء پر کہ یہ معناً" وَجْهَانِ کا قائم مقام ہے چنانچہ باب المد ۱۳ میں وَجْهَانِ جُمِّلاَ صراحتہ بھی آچکا ہے۔ ۳۱۵/۲۵ (۱) یہاں لٰكِنْ استدراکیہ ہے نہ کہ عاطفہ کیونکہ اس سے پہلے واو عاطفہ موجود ہے (۲) غَيْرَ کا نصب فُتْحُهَا کی ھا سے مستثنیٰ ہونے کی بناء پر ہے (۳) غَيْرَ مَا هَا فِيْهِ کی تقدیر غَيْرَ رَأْسِ الْاٰيَةِ الَّذِيْ فِيْهِ لَفْظُ "هَا" ہے اور یہ لَفْظُ هَآءٍ بِالْمَدِّ والی تقدیر سے اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تین خرابیاں ہیں (۱) بلا ضرورت ممدود کو مقصور بنانا (۲) بلا مجبوری نکرہ کا مبتدا قرار دینا (۳) یہ شبہ کہ اس سے مراد حرف ھا ہے حالانکہ یہاں اس سے واحد مونث غائب کی ضمیر والی ھا مراد ہے جس کے ساتھ الف بھی ہوتا ہے (۴) مُكَمَّلاً یا تو امر کے فاعل سے حال ہے یا حُضُوْرًا مقدر کی صفت ہو کر مفعول مطلق ہے یا ضَابِطًا یا مُعَلِّمًا کی صفت ہو کر مفعول بہ ہے اور مُعَلِّمًا کی صورت میں مُكَمَّلاً کے دوسرے میم میں فتح کے ساتھ کسرہ کا بھی احتمال ہے۔ ۳۱۶/۲۶ (۱) شعر ۲۶ و ۲۷ دونوں شعر ۱۴ وَذُو الرَّاءِ پر معطوف ہیں اور ان میں تقلیل عطف ہی سے سمجھی گئی ہے جیسا کہ چودھویں باب کے شعر ا میں وَاِدْغَامُ مذکور تھا پھر چار شعروں تک ادغام عطف کے ذریعہ سمجھا گیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بعد شعر ۵ میں اظہار تھا اور پھر شعر ۹ تک اظہار عطف ہی سے سمجھا گیا تھا (۲) فَعْلٰی۔ یُمَالُ بَیْنَ بَیْنَ مقدر کا فاعل ہے اور کَیْفَ اَتَتْ فَعْلٰی سے حال ہے اور اَتَتْ کی ضمیر فَعْلٰی کے لیے ہے (۳) لِلْبَصْرِیْ اسی یُمَالُ مقدر کے متعلق ہے (۴) سِوٰی رَاهُمَا پہلی دونوں قسموں سے مستثنیٰ ہے۔ ۳۱۷/۲۷ (۱) وَیُوَیْلَتٰی کی تقدیر وَتَقْلِیْلَ یُوَیْلَتٰی ہے (۲) یٰاَسَفٰی یا تو پہلے تینوں کلمات پر معطوف ہے اور اَلْعُلاَ چاروں کلمات کی صفت ہے۔ ای ذَوَاتِ الْعُلاَ یا یٰاَسَفَی الْعُلاَ بتقدیر اَیْضًا مُقَلَّلَةٌ جملہ مستانفہ ہے (۱) اَلثُّلاَثِیُّ کی تقدیر اَلْفِعْلُ الثُّلاَثِیُّ ہے اور یہ مبتدا ہے اور کَیْفَ۔ جَآءَ مقدر کا ظرف ہو کر اسی مبتدا سے حال ہے (۲) غَیْرَ کا نصب استثناء کی بناء پر ہے (۳) بِمَاضِیٍ میں ضرورت کے سبب منقوص کو صحیح کا حکم دے کر یا پر اعراب جاری کر دیا ہے اور یہ صورت شعر ہی میں جائز ہے چنانچہ جریر کہتے ہیں۔

فَیَوْمًا یُجَازِیْنَ الْهَوٰی غَیْرَ مَاضِیٍ وَیَوْمًا تَرٰی فِیْهِنَّ غَوْلَ یَغُوْلُ

(۴) فَتُجْمِلاَ۔ اَجْمَلَ (اس نے عمدہ کام کیا) سے ہے اور چونکہ یہ امر کا جواب ہے اور اس پر فا بھی ہے اس لیے یہ اَنْ مقدرہ کے سبب منصوب ہے۔ ۳۱۹/۲۹ (۱) پانچوں قرآنی کلمات پہلے شعر کے چار کلمات قرآنیہ پر معطوف ہو کر نو کے نو اَمِلْ کے مفعول ہیں جو پہلے شعر میں ہے (۲) فَزْ مستانفہ ہے (۳) ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ وَجَآءَ ابْنُ ذَکْوَانٍ اسمیہ ہے ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس قصیدہ کے مقاصد سے ناواقف ہیں وہ جَآءَ کو فعل اور ابْنُ ذَکْوَانٍ کو اس کا فاعل کہتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر خود جَآءَ امالہ والے الفاظ میں شامل نہیں رہے گا) (۴) مُیَّلاً۔ اَوْقَعَ الْاِمَالَةَ کے معنی میں ہے نیز فرماتے ہیں کہ وَجَآءَ وَفِیْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ مُیَّلاً کہتے تو جَآءَ مُیَّلاً کا مفعول ہو جاتا اور علی قاریؒ کے قول پر وَفِیْ جَآءَ مَعْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ اولیٰ تھا۔ ۳۲۰/۳۰ (۱) فَزَادَهُمْ واو مقدر کے ذریعہ پہلے شعر کے شَآءَ پر معطوف ہے ای وَفِیْ شَآءَ وَفَزَادَهُمْ پس فا قرآن کا حرف ہے شعلہ کے قول کے موافق عاطفہ نہیں کیونکہ اس تقدیر پر بلا ضرورت زَادَ موصول کا فا سے مقطوع کرنا لازم آتا ہے اور اگر یہ مقصود ہوتا تو فَزَادَهُمْ کے بجائے وَزَادَهُمْ کہتے۔ پس صحیح یہی ہے کہ عاطف محذوف ہے اور ابو شامہ نے بھی یہی ترکیب بیان کی ہے (۲) صُحْبَةٌ بَلْ رَانَ کی تقدیر یا تو اَمَالَ صُحْبَةٌ اَلِفَ بَلْ رَانَ ہے یا صُحْبَةٌ مُمَالٌ لَهُمْ بَلْ رَانَ ہے (۳) صُحْبَةٌ اور وَاصْحَبْ میں تجنیس ہے (۴) مُعَدَّلاً ای ظَاہِرَ الْعَدَالَةِ مُزَکّٰی فِی الْحَالَةِ

امالہ بوجہ کسرہ

یہ الف کے بعد ہوتا ہے راپر ہو خواہ کسی اور حرف پر اور یہ امالہ کا دوسرا سبب ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۱/۳۲۱ وَفِي أَلِفَاتٍ قَبْلَ رَا طَرَفٍ أَتَتْ ۔۔۔ بِكَسْرٍ أَمِلْ تُدْعَى حَمِيدًا وَتُقْبَلَا

ترجمہ اور تو ان الفات میں جو (کلمہ کے) آخر کی اس را سے پہلے ہوں جو کسرہ کے ساتھ آرہی ہو (کسائی کے دوری اور ابو عمرو کے لیے) امالہ (محضہ واقع) کر تو (اس امالہ کے باعث) حمید (خوبیوں والا) ہونے کی حالت میں پکارا جائے گا (یا تو محمود نام رکھا جائے گا) اور تو ضرور مقبول بھی ہو جائے گا۔

۳۲/۳۲۲ كَأَبْصَارِهِمْ وَالدَّارِ ثُمَّ الْحِمَارِ مَعْ ۔۔۔ حِمَارِكَ وَالْكُفَّارِ وَاقْتَسْ لِتَنْضُلَا

ترجمہ (اس قسم کے الفات کی مثالیں) أَبْصَارِهِمْ اور اَلدَّارِ اور اَلْحِمَارِ اور اَلْكُفَّارِ کی طرح ہیں حالانکہ یہ چاروں حِمَارِكَ کے ساتھ ہیں (یا اس اَلْحِمَارِ کی طرح ہیں جو حِمَارِكَ اور اَلْكُفَّارِ کے ساتھ ہے) اور تو (ان مثالوں پر اس قسم کی دوسری مثالوں کو بھی) قیاس کرلے تاکہ تو (کمال میں اپنے ساتھیوں پر) غالب ہو جائے (اور علم میں ماہر اور مشہور ہو جائے)

شرح: یعنی جن الفات کے بعد کسرہ والی را ہو اور کلمہ کے آخر میں ہو ان میں ہر جگہ کسائی کے دوری اور ابو عمرو کے لیے امالہ محضہ ہے (اور ورش کے لیے تقلیل ہے جیسا کہ آگے آئے گا عام ہے کہ یہ الفات زائد ہوں یا عین کلمہ ہوں جیسے اَلْقَهَّارِ۔ بِدِيْنَارٍ۔ بِقِنْطَارٍ۔ اَلنَّهَارِ۔ بِمِقْدَارٍ۔ وَالْإِبْكَارِ۔ اَلْأَشْرَارِ۔ اور پانچ مثالیں شعر میں ہیں اور وَاقْتَسْ قیاس کر لے میں اشارہ ہے کہ یہ قاعدہ انہیں مثالوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کلیہ ہے اور مقدمہ کے صفحہ ۳۵ پر تفصیل سے گزر چکا ہے کہ ایک قاعدہ کی مثالوں پر دوسری مثالوں کا قیاس کر لینا جائز اور کلیہ قاعدہ کا دوسرے ایسے ہی قاعدہ پر قیاس کرنا ناجائز ہے یعنی اپنی طرف سے مستقل قاعدہ بنا لینا منع ہے۔

فائدہ ۱: (۱) چونکہ فَلَا تُمَارِ (کہف ع ۳) میں کسرہ والی را حقیقتاً کلمہ کے آخر میں نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد یا بھی تھی اس لیے اس میں نظم کے طریق سے کسی کے لیے بھی امالہ نہیں (۲) اس قسم میں سے آٹھ کلمات (اَلْجَارِ نساء (ع ٦) میں دو جگہ جَبَّارِيْنَ مائدہ (ع ۴) و شعرا (ع ۷) حِمَارِكَ بقرہ (ع ۳۵) اور اَلْحِمَارِ جمعہ (ع۱) هَارٍ توبہ (ع ۱۳) اَلْبَوَارِ ابراہیم (ع ۵) اَلْقَهَّارِ ابراہیم (ع ۷) و غافر (ع ۲) أَنْصَارِيْ آل عمران (ع ۵) و صف (ع ۲)) میں بعض قراء نے اپنے اصول کے خلاف کیا ہے ان کا بیان آگے آئے گا (۳) الف کے بعد کسرہ والی آخری را کے کلمات قرآن میں ان دس وزنوں پر آئے ہیں۔ أَفْعَالٍ۔ فَعَلٍ۔ فِعَالٍ۔ فُعَّالٍ۔ فَعَّالٍ۔ فَعَّالٍ۔ فَعَالٍ مِفْعَالٍ۔ اِفْعَالٍ۔ فِعْلَالٍ جیسے أَبْصَارِ۔ اَلدَّارِ۔ اَلنَّارِ۔ اَلْحِمَارِ۔ حِمَارِ۔ اَلْكُفَّارِ۔ اَلْفُجَّارِ۔ بِدِيْنَارٍ جو اصل میں دِنَّارٍ تھا پھر پہلا نون یا سے بدل گیا۔ اَلْغَفَّارِ۔ اَلْقَهَّارِ۔ كَفَّارٍ۔ اَلنَّهَارِ۔ بِمِقْدَارٍ۔ وَالْإِبْكَارِ۔ بِقِنْطَارٍ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظم نے پانچ مثالیں لا کر ان مختلف وزنوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور اس طرف بھی کہ یہ قسم غائب اور حاضر کی ضمیر کی طرف مضاف ہو کر بھی آتی ہے اور اَلْ کے ساتھ بھی اور واحد سے بھی آتی ہے اور جمع سے بھی (۴) لِلْحَوَارِيِّنَ میں طیبہ کے طرق سے تو ابن ذکوان کے لیے امالہ ہے لیکن نظم کے طریق سے کسی کے لیے بھی نہیں کیونکہ نسبت کی یا کے سبب اس میں را کلمہ کے آخر میں نہیں رہی اور اسی لیے اعراب بھی یا ہی پر جاری ہوتا ہے اور معرب کا آخری حرف وہی ہوتا ہے جس پر اعراب آتا ہے۔ رہی وہ متصل ضمیر جو اَبْصَارِهِمْ حِمَارِكَ وغیرہ میں را کے بعد ہے سو چونکہ یہ معنی کے اعتبار سے کلمہ کا جزو نہیں اسلیے اس کے آنے سے را کلمہ کے درمیان نہیں ہوتی بلکہ آخر ہی میں رہتی ہے اور اسی لیے ان میں امالہ ہوتا ہے۔ اور دانی اور مکی' ابن شریح نے اس قسم میں کسرہ والی را کا لام کلمہ میں ہونا بھی شرط کیا ہے لیکن ان کی یہ شرط لِلْحَوَارِيِّنَ میں ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ اس میں را لام کلمہ تو ہے لیکن امالہ نہیں ہے (۵) اوپر کی تقریر سے نکل آیا کہ اَنْصَارِیْ بھی (جس میں کسائی کے دوری ہی کے لیے امالہ ہے) اسی قسم میں سے ہے کیونکہ متکلم کی یا ضمیر ہے جو کلمہ کا جزو نہیں پس راء معنیٰ کے اعتبار سے کلمہ کے آخر ہی میں ہے گو رسم کی رو سے درمیان ہے (۶) اَلدَّارِ میں الف عین کلمہ ہے اورباقی چار میں زائد ہے پہلی اور پانچویں مثال جمع تکسیر کی ہے اور باقی تین واحد کی (۷) اس قسم میں سے اَلْغَارِ صرف توبہ (ع ۶) میں آیا ہے (۸) اس قسم میں امالہ کی وجہ یہ ہے کہ عرب را میں کثرت سے امالہ کیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں تکرار کی صفت ہے اس لیے یہ دو حرفوں کے مرتبہ میں سمجھی جاتی ہے اور اس قسم میں را پر کسرہ ہے جو دو کسروں کے مرتبہ میں ہونے کے سبب قوی ہے۔ اسلیے را سے پہلے الف میں امالہ کر دیا تاکہ کسرہ کے مناسب بھی ہو جائے اور را پوری طرح اور آسانی سے ادا بھی ہو جائے۔

فائدہ ۲: <u>علی قاریؒ کی شرح سے اس قاعدہ کی گیارہ شرطیں اور ان کے فوائد:</u> شرطیں (۱) الف کے بعد کسرہ ہو۔ (۲) را پر ہو (۳) را الف سے متصل ہو (۴) را کلمہ کے آخر میں ہو (۵) حقیقتاً آخر میں ہو نہ کہ صرف فی الحال (۶) اس را سے پہلے دوسری را نہ ہو نمبر ایک سے اَلنَّهَارَ۔ اَلْاَنْهٰرُ وغیرہ اور نمبر دو سے مِنْ قِيَامٍ وغیرہ اور نمبر تین سے وَلَا طَٰئِرٍ اور اَوَّلَ كَافِرٍ وغیرہ اور نمبر چار سے وَنَمَارِقُ اور بِضَارِّيْنَ اور نمبر پانچ سے فَلَا تُمَارِ اور اَلْجَوَارِ اور نمبر چھ سے لِلْاَبْرَارِ وغیرہ نکل گئے چنانچہ ۱ تا ۳ تو ظاہر ہیں اور نمبر چار کے دونوں میں را آخر میں نہیں اور دانی اور ابن شریح نے چونکہ راء کا لام کلمہ ہونے کی بھی شرط کی ہے اس لیے یہ دونوں بجائے نکلنے کے شامل ہو گئے کیونکہ دونوں میں را لام کلمہ ہے اس لیے یہ شرط برمحل نہیں اور نمبر پانچ کے دونوں میں یا مقدر ہے اور ابن جبیر نے کسائی سے اور سلام نے ابو عمرو سے فَلَا تُمَارِ میں بھی امالہ روایت کیا ہے جو ہمارے طرق سے نہیں ہے اور نمبر چھ اس لیے نکل گیا کہ مثالیں ایسی لائے ہیں جن میں ایک را ہے لیکن چونکہ قاعدہ عام ہے اس لیے شامل ہونے کا بھی احتمال ہے (۷) گو را لفظاً" ہی متصل ہو اصل کے لحاظ سے نہ ہو (۸) گو تقدیراً آخر میں ہو نمبر سات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هَارٍ اور نمبر آٹھ سے اَبْصَارِهِمْ وغیرہ شامل ہو گئے (۹) گو را کا کسرہ تقدیری ہو اس سے وَالنَّهَارَ لَاٰيٰتٍ وغیرہ ادغامی اور وقفی سکون کی تقدیر پر قاعدہ میں شامل ہو گئے چنانچہ ناظمؒ اور دانیؒ کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور مکیؒ نے اس کی تصریح بھی کی ہے (۱۰) یہ الف اور را اسموں میں ہوں معرفہ ہوں خواہ نکرہ واحد ہوں خواہ جمع اسم کے لفظ سے قاعدہ اسموں ہی کے ساتھ خاص ہو گیا کیونکہ جر انہیں میں آتا ہے اور اسموں کا عموم انواع بتانے کے لیے ہے (۱۱) کلمہ ان میں سے بعض کے لیے مستثنیٰ نہ ہو اس سے اَلْجَارِ اور اَنْصَارِیْ وغیرہ نکل گئے۔

(ص)

۳۳/۳۲۳ وَمَعْ كَافِرِيْنَ الْكَافِرِيْنَ بِيَائِهٖ ۔۔۔ وَهَارٍ رَوٰى مُرْوٍ بِخُلْفٍ صَدٍ حَلَا
ر م ص ح

ترجمہ: اور وہ اَلْكٰفِرِيْنَ جو كٰفِرِيْنَ کے ساتھ ہے حالانکہ یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک) اپنی یا کے ساتھ ہو (اور واو کے ساتھ یعنی كٰفِرُوْنَ نہ ہو اور كَافِرٍ واحد بھی نہ ہو ان کے الف میں بھی انہیں دونوں کسائی کے دوری اور پورے ابو عمرو کے لیے امالہ ہے) اور هَارٍ (کے الف کے امالہ محضہ) کو (کسائی' ابوبکر' ابو عمرو' قالون کے لیے بلا خلاف اور ابن ذکوان کے لیے) خلاف کے ساتھ (ہو کر شاگردوں کو) سیراب کرنے والے پیاسے (علم کی زیادتی کے شیدائی عالم) نے روایت کیا ہے (یعنی گو دوسروں کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے لیکن اس پر بھی خود ترقی کا پیاسہ اور طالب رہتا ہے) یہ (نقل) شیریں ہو گئی ہے۔

(ص) ۳۴/۳۲۴ بَدَارِ وَجَبَّارِيْنَ وَالْجَارِ تَمَّمُوْا ۔۔۔ وَوَرْشٌ جَمِيْعَ الْبَابِ كَانَ مُقَلِّلَا
ب

ترجمہ: تو (ان مسائل کی طرف) تیزی سے بڑھ اور ان (ناقلین) نے جَبَّارِيْنَ (مائدہ ع ۴ اور شعراء ع ۷) اور اَلْجَارِ (نساء ع ۶ کے دونوں کلمات کے الف کے امالہ) کو (کسائی کے دوری کے لیے) کامل کر دیا ہے (یعنی زیادتی اور کمی کا کوئی تصرف نہیں کیا۔ یا ان دونوں میں امالہ کر کے اس باب کو کامل کر دیا ہے) اور ورش (اس) تمام باب کو (جو شعر ۳۱ تا ۳۴ میں بیان ہوا ہے) امالہ بین بین سے پڑھنے والے ہیں۔

۳۵/۳۲۵ وَهٰذَانِ عَنْهُ بِاخْتِلَافٍ وَّمَعْهُ فِيْ الْ ۔۔۔ بَوَارِ وَفِي الْقَهَّارِ حَمْزَةُ قَلَّلَا

ترجمہ: اور یہ دونوں (جَبَّارِيْنَ اور اَلْجَارِ) ان (ورش) سے خلاف کے ساتھ ہیں (یعنی ان میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں) اور حمزہ نے انہی (ورش) کے ساتھ (شامل) ہو کر اَلْبَوَارِ میں اور اَلْقَهَّارِ میں تقلیل کی ہے۔

شرح: یعنی اَلْكٰفِرِيْنَ جب یا کے ساتھ ہو واو سے نہ ہو نصبی حالت میں ہو خواہ جری میں ہو اس پر اَلْ ہو یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو۔ ان میں بھی ہر جگہ کسائی کے دوری اور پورے ابو عمرو ہی کے لیے امالہ محضہ ہے لیکن ذیل کے پانچ کلمات (هَارٍ۔ اَلْجَارِ۔ جَبَّارِيْنَ۔ اَلْبَوَارِ۔ اَلْقَهَّارِ) میں بعض نے اس قاعدہ کے خلاف کیا ہے چنانچہ نمبرایک هَارٍ (توبہ ع ۱۳) میں قالون' ابو عمرو' ابوبکر' کسائی کے لیے صرف محضہ اور ابن ذکوان کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں۔ فتح دانی کے شیخ عبدالعزیز فارسی سے ہے اور طریق بھی انہی سے ہے اور امالہ ان کے دوسرے شیوخ سے ہے اور یہ زیادات میں سے ہے اور ورش کے لیے صرف تقلیل ہے اور باقی تین ابن کثیر' ہشام' حفص' حمزہ کے لیے صرف فتحہ ہے اور نمبردو وَالْجَارِ نساء (ع ٦) میں دو جگہ اور نمبر تین جَبَّارِيْنَ (مائدہ ع ۴ و شعراء ع ۷) میں صرف کسائی کے دوری کے لیے محضہ ہے ابو عمرو کے لیے نہیں اور ورش کے لیے ان تمام کلمات میں صرف تقلیل ہے جن کے آخر میں الف کے بعد کسرہ والی را ہو اور اَلْكٰفِرِيْنَ اور كٰفِرِيْنَ اور هَارٍ کا بھی یہی حکم ہے لیکن وَالْجَارِ اور جَبَّارِيْنَ دونوں میں ان کے لیے فتح اور تقلیل دونوں ہیں۔ تقلیل ابن خاقان اور ابو الفتح سے ہے اور فتح ابو الحسن سے ہے اور طریق ابن خاقان ہی سے ہے اور اَلْبَوَارِ (ابراہیم ع ۵) اور اَلْقَهَّارِ را کے زیر والے میں ہر جگہ ان دو میں ورش کے ساتھ حمزہ کے لیے بھی تقلیل ہے۔

فائدہ ۱ (الف) ورش کے لیے اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى اور وَالْجَارِ میں اہل ادا سے تین طریق آئے ہیں (۱) تینوں میں تقلیل پھر تینوں میں فتح (۲) اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى میں فتح اور وَالْجَارِ میں تقلیل پھر فتح (۳) اَلْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى میں تقلیل اور وَالْجَارِ میں تقلیل پھر فتح (ب) چونکہ وَالْجَارِ میں تقلیل مشہور تر ہے اس لیے اَلْقُرْبٰى کی دونوں وجوہ میں وَالْجَارِ میں پہلے تقلیل ہوگی پھر فتح اور یہ چار ہو جائیں گی یعنی اَلْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى کے فتح اور تقلیل دونوں میں سے ہر ایک پر وَالْجَارِ میں پہلے تقلیل پھر فتح اور بہ شَيْئًا کے توسط اور طول دونوں میں ان کی چار چار ہو کر کل وجوہ آٹھ ہو جائیں گی (ج) يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ (مائدہ ع ۴) میں اہل ادا سے دو طریق ہیں (۱) دونوں میں فتح پھر دونوں میں تقلیل (۲) اول کی ہر ایک کے ساتھ ثانی میں دو دو پہلے فتح پھر تقلیل' پس کل چار ہو گئیں اور سب صحیح ہیں۔

فائدہ ۲: كٰفِرِيْنَ اور اَلْكٰفِرِيْنَ مجموعی طور پر ترانوے جگہ آئے ہیں۔

ان دونوں کلمات کے امالہ کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد

(۱) خود یہی دونوں کلمہ ہوں اس سے اَلصّٰبِرِيْنَ اور اَلشّٰكِرِيْنَ وغیرہ نکل گئے (۲) جمع ہو اس سے واحد نکل گیا جیسے اَوَّلَ كَافِرٍ اور وراق نے کسائی سے اس میں بھی امالہ روایت کیا ہے اور ابن زیاد نے تنبیہ کے ذریعہ انہی سے واحد میں بلا قید جر امالہ نقل کیا ہے جیسے فَمِنْكُمْ كَافِرٌ اور وَيَقُوْلُ الْكُفْرُ اور كَافِرَةٌ (۳) جمع صحیح ہو اس سے تکسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صیغہ نکل گئے مذکر ہوں جیسے اَلْکُفَّارِ کیونکہ اس کے شامل رہنے سے تکرار لازم آتا اس بناء پر کہ اس کا امالہ شعر ۳۱ و ۳۲ کے کلیہ میں آچکا ہے خواہ مونث جیسے اَلْکَوَافِرِ اور ابن زیاد نے اس میں بھی قتیبہ سے امالہ روایت کیا ہے (۴) اس پر اَلْ ہو یا نہ ہو اس سے معرفہ اور نکرہ دونوں شامل ہو گئے (۵) را کے بعد یا ہو اس سے واو والے وَالْکٰفِرُوْنَ وغیرہ نکل گئے اور قتیبہ سے ابن زیاد نے اس میں بھی امالہ نقل کیا ہے (۶) جری حالت میں ہو خواہ نصبی میں اس سے تصریح ہو گئی کہ اس کی دو قسمیں ہیں اور ابو حمدون نے کسائی سے مجرور ہی کا امالہ نقل کیا ہے۔

فائدہ ۳: (۱) عالم کو صدیٍ پیاسا کہنے میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَّ طَالِبُ دُنْيَا دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طالب دوسرا دنیا کا طالب (۲) کٰفِرِیْنَ میں امالہ کسرہ اور یا کی اور قرآن میں کثرت سے آنے کی بناء پر ہے اسی لیے اس وزن کے دوسرے الفاظ اَلشّٰکِرِیْنَ۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وغیرہ میں نہیں ہوتا (۳) ھَارٍ یا تو ھَاوِرٌ تھا یا ھَائِرٌ اس بناء پر کہ یہ یَهُوْرُ یا يَهِيْرُ سے ہے پھر قلب کے ذریعہ عین کو لام اور لام کو عین کی جگہ لے آئے اور قَاضٍ والی تعلیل جاری کر دی یا صفت کے صیغہ سے ھَوِرٌ تھا واو الف سے بدل گیا اور یہ ظاہر تر ہے (۴) ھَارٍ میں کسائی کے دوری اور ابو عمرو کو دو وجوہ سے مکرر لائے ہیں (۱) ھَارٍ کی اصل میں اختلاف ہے (۲) تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ ان دونوں کے لیے مستثنیٰ ہوگا (۵) چونکہ وَمَعْ کٰفِرِیْنَ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کا واو فاصل ہو اور کٰفِرِیْنَ اور ھَارٍ دونوں کا تعلق رَوٰی سے بُدَارٍ تک کی پانچ رموز سے ہو اور مطلب یہ ہو کہ کٰفِرِیْنَ میں بھی انہی کے لیے امالہ ہے جن کے لیے ھَارٍ میں ہے حالانکہ کٰفِرِیْنَ میں صرف دوری اور ابو عمرو کے لیے ہے۔ اس لیے ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ وَمَعْ الخ کے بجائے مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کٰفِرِیْنَ یا کَنَا کٰفِرِیْنَ اَلْکٰفِرِیْنَ اولیٰ تھا یعنی شعر ۳۱ و ۳۲ والی قسم کی طرح کٰفِرِیْنَ میں بھی انہی دونوں نے امالہ کیا ہے کیونکہ اس صورت میں واو فاصل نہ رہتا جس سے شبہ ہو رہا ہے۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مَعَ الْکٰفِرِیْنَ سے بھی وہم پوری طرح رفع نہیں ہوتا کیونکہ شعر ۳۲ میں وَاقْتَسْ کا واو موجود ہے اس لیے ممکن ہے کہ کوئی اس کو فاصل سمجھ کر کٰفِرِیْنَ کو ھَارٍ ہی والی رموز میں شریک کر دے نیز مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کو حال مقدم بھی کہہ سکتے ہیں اور شرکت اور معیت سے یہ مراد لے سکتے ہیں کہ پہلی قسم کی طرح اس میں بھی محضہ ہی ہے گو اس میں دوسرے قراء کے لیے ہے اس لیے حق یہ تھا کہ شعر ۳۲ کے لِتَنْضُلَا کے بجائے وَمَيَّلَا کہہ کر شعر ۳۳ میں واو کے بغیر مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کہتے (۶) مُقَلِّلًا سے مراد یہ ہے کہ امالہ محضہ میں کمی کر دیتے ہیں جس سے وہ بین بین بن جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ورش کم موقعوں میں امالہ کرتے ہیں پس یہاں تقلیل تکثیر کے مقابلہ میں نہیں (۷) طیبہ کے طرق سے اَلْقَهَّارِ میں حمزہ کے لیے فتحہ بھی ہے جو اکثر ناقلین کا مذہب ہے اور ابن فرح نے دوری سے اور انہوں نے سلیم سے ان سب میں محضہ روایت کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس الف کا امالہ جو دو راؤں کے درمیان ہو

۳۶/۳۲۶ وَاِضْجَاعُ ذِیْ رَائَیْنِ حَجَّ رُوَاتُهُ ۔ کَالْاَبْرَارِ وَالتَّقْلِیْلُ جَادَلَ فَیْصَلَا

ترجمہ: اور (ابو عمرو اور کسائی کے لیے) دو راؤں (کے درمیان) والے (الف) کا امالہ محضہ سے پڑھنا جو ہے اس (اضجاع) کے ناقلین (حجت اور دلیل میں مخالفین پر) غالب آگئے ہیں (اور ان کا اعتراض بے حقیقت ہو کر رہ گیا ہے اور اس الف کی مثال) اَلْاَبْرَارِ کی طرح ہے اور (ورش و حمزہ کے لیے اس الف میں) تقلیل جو ہے اس نے (منکرین سے) مناظرہ (اور جھگڑا) کیا ہے حالانکہ وہ (تقلیل ان منکرین کی مخالفت کو) جدا (اور قطع) کر دینے والی ہے (کیونکہ تقلیل فتح اور محضہ کے درمیان ہے پس اس میں اصل اور موجودہ حالت دونوں کی رعایت ہے)

شرح: یعنی جس الف میں را کے کسرہ کی وجہ سے امالہ ہوتا ہے اگر وہ دو راؤں کے درمیان ہو اور دوسری را پر کسرہ ہو (جو صرف ان تین کلمات میں آیا ہے (۱) اَلْاَبْرَارِ (آل عمران ع ۲۰ و تطفیف میں) (۲) اَلْقَرَارِ اور قَرَارٍ ہر جگہ جبکہ اس میں دوسری را پر کسرہ ہو (۳) مِنَ الْاَشْرَارِ (صٓ ع ۴)) تو اس الف میں ابو عمرو اور پورے کسائی کے لیے امالہ محضہ ہے یعنی اس میں ابو الحارث بھی شریک ہیں (جو ایک را والی قسم میں نہیں تھے) اور اسی قسم میں ورش اور حمزہ کے لیے امالہ بین بین ہے اور باقی ساڑھے تین کے لیے صرف فتح ہے اور فَبِئْسَ الْقَرَارُ اور اِنَّ الْاَبْرَارَ وغیرہ میں چونکہ دوسری را پر کسرہ نہیں ہے اس لیے ان میں کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) پس ورش کے لیے تو ایک را والی اور دو را والی دونوں قسموں میں تقلیل ہے اور حمزہ کے لیے صرف دوسری قسم میں ہے اور پہلی میں سے صرف اَلْبَوَارِ اور اَلْقَهَّارِ میں ہے اور دوسری قسم میں حمزہ کے لیے تقلیل تیسیر، ہادی، ہدایہ، کافی، تبصرہ، تذکرہ میں ہے جو ان سے جمہور اہل مغرب اور اہل مصر کا طریق ہے اور طیبہ کے طریق سے ان کے لیے محضہ بھی ہے جو مشہور ہے اور تجرید اور غایہ اور جامع البیان میں ہے اور خلف کے لیے فتحہ بھی ہے پس ان کے لیے تینوں وجوہ نکل آئیں۔ (۲) اہوازی کی وجیز میں قصیدہ کے برعکس دوسری قسم میں ورش کے لیے فتحہ اور قالون کے لیے تقلیل بھی ہے جو شاذ ہے۔

النحو والعربیہ: ۳۲۱/۳۱ (۱) فِیْ اُمِلْ کے متعلق ہے (۲) قَبْلَ کَائِنَةٍ کا مفعول فیہ ہے جو اَلِفَاتٍ کی صفت ہے (۳) طَرَفُ علی قاری کی رائے پر را کی پہلی اور اَنْتَ بِكَسْرٍ دوسری صفت ہے اور اس تقدیر پر طَرَفٍ مُنْطَرِفَةٍ کے معنی میں ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ طَرَفٍ کو رَا کا مضاف الیہ کہا جائے۔ (۴) تُدْعٰی امر اُمِلْ کا جواب ہونے کی بناء پر مجزوم ہے اور اس میں الف کا اثبات اس لیے ہے کہ اس کو صحیح کے مرتبہ میں قرار دیا ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے جس کی تفصیل دیباچہ شعر نمبر ۴۶ و ۴۷ کے بعد مَتٰی تَنْقَضِیْ کی تحقیق میں گذر چکی ہے اور قنبل کی روایت پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ يَّتَّقِىْ (یوسف ع ۱۰) بھی اسی لغت کی بنا پر ہے (۵) حَمِيْدًا یا تو تُدْعٰى کی ضمیر سے حال ہے یا اس کا دوسرا مفعول ہے پہلی صورت میں تُدْعٰى۔ تُنَادٰى کے اور دوسری تقدیر پر تُسَمّٰى کے معنی میں ہوگا۔ (۶) وَتُقْبَلَا بھی تُدْعٰى پر معطوف ہونے کی بناء پر مجزوم ہے اور اس کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے اور ابو شامہ کی رائے پر منصوب ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے جس پر واو داخل ہے پس یہ زُرْنِىْ وَاُكْرِمَكَ کے قبیل سے ہے اور یہ تُدْعٰى پر معطوف نہیں بلکہ اس کے مصدر دُعَاءٍ پر ہے ای اَمِلْ هٰذِهِ الْاَلِفَاتِ يَجْمَعْ دُعَاءُ النَّاسِ اِيَّاكَ بِالْحَمِيْدِ وَ قَبُوْلُ مِّنْهُمْ لَكَ اور نصب کی قراءۃ پر وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ (شوریٰ ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے اور رحمٰن شعر نمبر ۴ کا ضُمَّ تُهْدٰى وَ تُقْبَلَا بھی اسی باب سے ہے اور سخاوی وغیرہ کی رائے پر یہ اصل میں وَلَتُقْبَلَنَّ تھا پھر پہلے لام کو حذف کر دیا اور نون کو الف سے بدل لیا۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ عبارت سخاوی کی شرح کے اس نسخہ میں نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے۔ اور جعبری، ابو شامہ کی مذکورہ بالا ترکیب کو اولیٰ کے خلاف بتا کر فرماتے ہیں کہ یہ نسبت مقدر کے ملفوظ کی پیروی اولیٰ ہے اور یہ زُرْنِىْ وَاُكْرِمَكَ کے قبیل سے نہیں ہے اور نہ یہ تُدْعٰى پر معطوف ہے بلکہ اس کے مصدر پر ہے ای دُعَاءً وَّقَبُوْلًا پس اس کا نصب مفعول معہ ہونے کی بناء پر ہے اور وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ (شوریٰ ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے اور سورۂ شوریٰ میں فرماتے ہیں کہ نصب کی قراءۃ مشکل ہے اور اس کی عمدہ ترین توجیہ وہ ہے جو ابو عبید نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران ع ۱۴) اور وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ (شوریٰ ع ۴) دونوں کا نصب صرف کی بناء پر ہے پھر فرماتے ہیں کہ زمخشری کی رائے پر وَيَعْلَمَ (شوریٰ) کا نصب اس لیے ہے کہ یہ لِيَنْتَقِمَ مقدر پر معطوف ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ صرف کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو ایک معنی سے دوسرے کی طرف منتقل کر لیتے ہیں اور اس انتقال سے اعراب بھی بدل جاتا ہے چنانچہ ان دونوں موقعوں میں اگر صرف عطف مقصود ہوتا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وَيَعْلَمَ کے میم پر جزم آئے اور شاذ قراءۃ میں جزم ہے بھی لیکن چونکہ محض عطف کے بجائے اجتماع کے معنی مقصود ہیں یعنی حق تعالیٰ مجاہدین اور صابرین دونوں ہی کو ایک دم معلوم کرنا چاہتے ہیں اور جہاد اور صبر ابھی تک وقوع میں آیا نہیں تو پھر جنت میں پہنچ جانے کا گمان اس سے پہلے ہی کس بناء پر کر لیا (قاری)

۳۴/۳۲۲ (۱) وَالْكُفَّارِ یا تو الْحِمَارِ پر معطوف ہے یا حِمَارِكَ پر (۲) اِقْتَنِسْ قیاس سے ہے اور قِسْ اور اِقْتَنِسْ دونوں ہم معنی ہیں اِقْرَاْ اُور اِقْتَرِئْ کی طرح (۳) لِتَنْضُلَا۔ نَضَلَ سے ہے جو غَلَبَ کے معنی میں ہے اور نَاضَلَ کا مطاوع ہے چنانچہ نَاضَلَهٗ فَنَضَلَ بولتے ہیں یعنی اس نے تیر اندازی میں اس سے مقابلہ کیا پھر وہ اس پر غالب آگیا۔

۳۴/۳۲۳ (۱) اَلْكٰفِرِيْنَ یا تو مبتدا ہے اور اِمَالَتُهٗ اَيْضًا لَّهُمَا مقدر اس کی خبر ہے یا اَمَالَا مقدر کا مفعول ہے اور مُعْ۔ كَائِنٌ کے متعلق ہو کر اَلْكٰفِرِيْنَ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے (۲) بِيَاءِ ہِ اَلْكٰفِرِيْنَ سے حال ہے اس کی ھا لفظاً" اَلْكٰفِرِيْنَ کے اور معناً" دونوں کے لیے ہے اور اصفہانی کا یہ قول بعید ہے کہ لفظاً" تو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے ہے اور معناً" دونوں کے لیے (۳) وَهَارٍ ای اِمَالَةُ هَارٍ یا تو رَوٰى کا مفعول ہے یا مبتدا ہے (۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِخُلْفٍ فاعل (مُرْوِ) سے حال ہے نہ کہ جعبری اور اصفہانی کی رائے کے موافق مفعول سے کیونکہ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ خلاف کسائی اور ابن ذکوان دونوں کے لیے ہے جو واقع کے خلاف ہے (۵) صَدٍ۔ صَدِیَ یَصْدٰی سے ہے اور حَذِرٌ کے وزن پر ہے اور اس میں قَارِضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ مُرْوِ کی صفت ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اس کا مفعول بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کا منصوب نہ لانا ضرورت کی بناء پر ہوگا (۶) حَلاَ مستانفہ ہے ۳۴/۳۲۴ (۱) بَدَارِ بَادِرْ کے معنی میں ہے اور اسم فعل ہے جیسا کہ نَزَالِ۔ اِنْزِلْ کے معنی میں ہے (۲) جَبَّارِیْنَ اور اَلْجَارِ یا تو تَمَّمُوْا کے مفعول ہیں یا مبتدا ہیں اور عائد محذوف ہے ای تَمَّمُوْهُمَا یعنی اَلْكَلِمَتَیْنِ اور جعبری کا یَعْنِی الْكَلِمَاتِ کہنا اس بناء پر ہے کہ یہ دونوں وقوع کے اعتبار سے چار ہیں۔ ۳۵/۳۲۵ (۱) عَنْ اور با دونوں خبر کے متعلق ہیں اور علی قاری بِاخْتِلَافٍ کو حال کہتے ہیں لیکن متعلق کہنا اولیٰ ہے کیونکہ مقصود اختلاف ہی کا بیان کرنا ہے (۲) مَعْهُ قَلَّلَ کے فاعل سے حال ہے۔ ۳۶/۳۲۶ (۱) ذِیْ رَاءَیْنِ۔ اَلْفِ مقدر کی صفت ہے (۲) فَیْصَلاً۔ فَصْلٌ (قَطْعٌ) سے ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خوب قطع کر دینے والی ہے۔

وہ بارہ کلمات جن میں صرف کسائی کے دوری کے لیے امالہ محضہ ہے

(ص)

۳۷/۳۲۷ وَاِضْجَاعُ اَنْصَارِیْ تَمِیْمٌ وَّسَارِعُوْا نُسَارِعُ وَالْبَارِیْ وَبَارِئِكُمْ تَـلَا

ترجمہ: اور (کسائی کے دوری کے لیے) اَنْصَارِیْ (کے الف) کا امالہ محضہ سے پڑھنا تمیم (کا لغت) ہے (یا نہایت کامل ہے) اور (وَ) سَارِعُوْا (اور) نُسَارِعُ اور اَلْبَارِئُ اور بَارِئِكُمْ (کے الف) نے (بھی امالہ میں اَنْصَارِیْ کی) پیروی کی ہے (یعنی ان چار میں بھی دوری ہی کے لیے امالہ ہے یا ان کو بھی تاوالے دوری ہی نے امالہ سے پڑھا ہے)

www.KitaboSunnat.com

۳۸/۳۲۸ وَاٰذَانِهِمْ طُغْیَانِهِمْ وَیُسَارِعُوْا نَ اٰذَانِنَا عَنْهُ الْجَوَارِیْ تَمَثَّلَا

ترجمہ: اور اٰذَانِهِمْ (اور) طُغْیَانِهِمْ اور یُسَارِعُوْنَ (اور) اٰذَانِنَا (کے الف کا امالہ بھی) انہی (دوری) سے ہے (اور) اَلْجَوَارِ (کا امالہ بھی انہی کے لیے) مُشَكَّلْ (اور معین) ہو گیا ہے۔

۳۹/۳۲۹ یُوَارِیْ اُوَارِیْ فِی الْعُقُوْدِ بِخُلْفِهٖ ضِعَافًا وَّحَرْفَا النَّمْلِ اٰتِیْكَ قُوِّلَا

www.KitaboSunnat.com

۳۴۰ بِخُلْفٍ ضَمِمْنَاهُ مَشَارِبُ لَامِعٌ ۔ وَآنِيَةٍ فِي هَلْ أَتَاكَ لِأَعْدَلَا

ترجمہ: (اور سورۃ) عقود (مائدہ) میں یُوَارِیۡ (اور) فَأُوَارِيَ (کے الف کا بھی دوری ہی نے امالہ کیا ہے حالانکہ وہ اس میں) اپنے خلاف کے ساتھ (ہیں یعنی ان کے لیے فتحہ اور محضہ دونوں ہیں اور چونکہ امالہ جعفر بن محمد کے بجائے ابو عثمان سے ہے اس لیے طریق کے خلاف ہے اور) ضِعْفًا اور نمل کے دونوں لفظ (یعنی) اٰتِیۡکَ (اٰتِیۡکَ) جو ہیں یہ دونوں (ضِعْفًا اور اٰتِیۡکَ امالہ میں خلف کے لیے بلا خلاف اور خلاد کے لیے) ایسے خلاف کے ساتھ نقل کیے گئے ہیں جس کو ہم نے (اپنے بیان کے ذریعہ) ملا دیا ہے (یعنی چونکہ ہم نے خلاد کے لیے ضِعْفًا اور اٰتِیۡکَ دونوں میں خلاف بتایا ہے اس لیے گویا ایک خلاف کو دوسرے سے ملا دیا اور متصل کر دیا ہے یا ہم نے اس خلاف کو نظم میں جمع کر دیا ہے اور ہشام کے لیے وَ) مَشَارِبُ (کے الف کا امالہ) چمکدار (اور ظاہر اور مشہور) ہے اور هَلْ أَتٰكَ (غاشیہ) میں اٰنِيَةٍ (کے الف کا امالہ بھی) بہت انصاف کرنے والے (عالم ہشام ہی) کے لیے ہے۔

(ص) ۳۴۱ وَفِي الْكَافِرُونَ عَابِدُونَ وَعَابِدٌ ۔ وَخُلْفُهُمْ فِي النَّاسِ فِي الْجَرِّ حُصِّلَا

ترجمہ: اور (سورۃ) کٰفِرُوْنَ میں عٰبِدُوْنَ (کے دونوں کلمات) اور عَابِدٌ (کے الف کا امالہ بھی ہشام ہی نے کیا ہے اور (ابو عمرو کے لیے) اَلنَّاس میں (یعنی اس کے سین کے) جر (کے موقعوں) میں (وَمِنَ النَّاسِ اور لِلنَّاسِ وغیرہ میں) ان (ناقلین) کا خلاف (شیوخ اور کتب سے) حاصل کیا گیا ہے (جس کی صورت یہ ہے کہ سین کے زیر والے اَلنَّاسِ میں دوری کے لیے صرف محضہ اور سوسی کے لیے صرف فتح ہے)

شرح: یعنی ان بارہ کلمات میں صرف کسائی کے دوری کے لیے امالہ محضہ ہے (۱) اَنْصَارِیۡ (آل عمران ع ۵ و صف ع ۲) میں (۲) وَسَارِعُوْا (آل عمران ع ۱۴) (۳) نُسَارِعُ (مومنون ع ۴) (۴) اَلْبَارِئُ (حشر ع ۳) (۵) بَارِئِكُمْ (بقرہ ع ۶ میں دو جگہ) (۶) اٰذَانِهِمْ سات جگہ (بقرہ ع ۲ و انعام ع ۳ اسراء ع ۵ و کہف ع ۱ و ع ۸ و فصلت ع ۵ و نوح ع ۱) اس کے دوسرے الف میں امالہ ہے جو ذال کے بعد ہے نہ کہ پہلے میں (۷) طُغْيَانِهِمْ پانچ جگہ (بقرہ و یونس ع ۲ و انعام ع ۱۳ و اعراف ع ۲۳ و مومنون ع ۴) (۸) يُسَارِعُوْنَ سات جگہ (آل عمران ع ۱۲ و ع ۱۸ و مائدہ ع ۶ و ع ۸ و ع ۹ و انبیاء ع ۶ و مومنون ع ۴) (۹) اٰذَانِنَا (فصلت ع ۱) اس میں بھی دوسرے الف میں ہے (۱۰) اَلْجَوَارِ تین جگہ (شوریٰ ع ۴ رحمٰن ع ۱ و تکویر میں) (۱۱) يُوَارِیۡ (۱۲) فَأُوَارِيَ (مائدہ ع ۵) میں ان دونوں میں فتحہ اور امالہ دونوں ہیں اور طریق کے موافق فتح ہی ہے اور ان میں امالہ جعفر بن محمد کے بجائے ابو عثمان ضریر سے ہے اس لیے طریق کے خلاف ہے اور اس کو دوری سے ابو عثمان کے سوا کسی اور نے نقل نہیں کیا اور ان سے يُوَارِیۡ (اعراف ع ۳) میں بھی امالہ ہے گو ناظمؒ نے مائدہ ہی کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور یہاں اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کے لیے ہے اور ضِعْفًا (نساء ع ۱) اور اٰتِیۡکَ (نمل ع ۳) میں دونوں جگہ تینوں میں خلف کے لیے صرف امالہ اور خلاد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں ابو الفتح سے تو تینوں میں فتح ہے اور طریق بھی انہی سے ہے اور ابو الحسن سے ضِعٰفًا میں دونوں ہیں اور اٰتِیْکَ میں صرف امالہ ہے پس ضِعٰفًا کے فتح پر تو اٰتِیْکَ میں دونوں وجوہ پڑھ سکتے ہیں اور اول کے امالہ پر ثانی میں بھی صرف امالہ ہی ہوگا ورنہ طرق میں خلط ہو جائے گا۔

اور ذیل کے چار کلمات میں صرف ہشام کے لیے امالہ محضہ ہے (۱) وَمَشَارِبُ (یٰسین ع ۵) (۲) اٰنِیَةٍ (غاشیہ) میں (پس بِاٰنِیَةٍ (دہر ع ۱) میں سب کے لیے فتح ہے) (۳) عٰبِدُوْنَ دو جگہ (۴) عَابِدٌ دونوں کٰفِرُوْن میں (اور بقرہ (ع ۱۶) اور مومنون (ع ۳) کے عٰبِدُوْنَ میں سب کے لیے فتح ہے) اور اَلنَّاسِ میں جبکہ اس کے سین پر زیر ہو جیسے وَمِنَ النَّاسِ۔ فِی النَّاسِ۔ لِلنَّاسِ ہر جگہ دوری کے لیے امالہ محضہ اور سوسی کے لیے فتح ہے اور گو یہاں خلاف کی نسبت پورے ابو عمرو کی طرف کی ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے جو اوپر درج ہوا یہ معنی نہیں کہ دونوں راویوں کے لیے دو دو وجوہ ہیں پس یہ خلاف مفرع ہے مرتب نہیں۔

فائدہ ۱: (۱) شاذ روایت پر کسائی کے لیے طُغْیَانًا کَبِیْرًا میں بھی امالہ ہے (۲) شعر ۳۸ کے اَلْجَوَارِ میں روایتہ" یا کا حذف ہے گو اس میں قبض ہے اور ابو شامہ کے قول پر یہی درست بھی ہے اور یہ شوریٰ میں دوری کی اور باقی دو میں سب کی قراءۃ کے موافق ہے اور چونکہ باقی دو میں را کے بعد ساکن ہے اس بناء پر ان میں سب کے لیے یا کا حذف ہی ہے (۳) جعبری کے قول پر تَلَا اور تَمَثَّلَا میں رمز مکرر ہے اور علی قاریؒ اور ابو شامہ کی رائے پر ثانی بھی رمز ہے اور یہی اولیٰ ہے تاکہ وہم رفع ہو جائے (۴) یُوَارِیْ۔ اُوَارِیْ میں جعفر بن محمد سے بھی دو طریق ہیں ایک طریق سے فتحہ ہے اور یہی مشہور تر ہے اور تیسیر کا طریق بھی یہی ہے اور دوسرے طریق سے امالہ بھی ہے (۵) ابو عثمان کے طریق سے یُوَارِیْ مائدہ کی طرح اعراف والے میں بھی امالہ ہے اور دانی اور ناظم کا خلاف کو مائدہ والے کے ساتھ خاص کر دینا مناسب نہیں (۶) ضِعٰفًا اور اٰتِیْکَ میں خلاد کے لیے فتح اکثر کا اور امالہ بعض کا مذہب ہے اور اٰتِیْکَ دونوں آیتوں میں یا تو مضارع متکلم ہے یا اسم فاعل پہلی تقدیر پر بعض نے اس کے امالہ کو ضعیف بتایا ہے کیونکہ اس کا الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے (۷) اٰنِیَةٍ (غاشیہ) فَاعِلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس کا الف زائد ہے اور یہ اَنٰی۔ یَاْنِیْ سے ہے اور اَنٰی کے معنی ہیں وہ چیز سخت اور بے حد گرم ہو گئی اور بِاٰنِیَةٍ (دہر) اِنَاءٌ کی جمع ہے پس یہ اَفْعِلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس کا الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اس لیے اول میں امالہ قوی اور ثانی میں ضعیف ہو گیا اور اسی لیے اول میں ہشام کے لیے امالہ ہے اور ثانی میں کسی کے لیے بھی نہیں ابو شامہ نے اس کی یہی توجیہ کی ہے اور اصل وجہ روایت کی موافقت ہے (۸) اَلْعٰبِدِیْنَ (زخرف ع ۷) میں دو کسروں اور یا کے باوجود بھی سب کے لیے فتح ہے یہ دلیل ہے اس پر کہ قراآت قیاس کی بناء پر نہیں بنائی گئیں بلکہ سب نقل سے ثابت ہیں (۹) اَلنَّاسِ مجرور میں یزیدی کی روایت سے ابو عمرو کے لیے فتحہ اور محضہ دونوں ہیں اور اَلنَّاسِ کہنے سے اُنَاسٌ نکل گیا اس میں سب کے لیے فتح ہے حالانکہ وہ نَاس کی اصل ہے اور اسی طرح اَلْوَسْوَاسِ اور اَلْخَنَّاسِ بھی نکل گئے اور مجرور کہنے سے لَهُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلنَّاسُ۔اِنَّ النَّاسَ وغیرہ نکل گئے اور شاذ روایت پر ان میں بھی امالہ ہے (۱۰) اس اَلنَّاسِ میں ناقلین کے تین مذہب ہیں (۱) صرف فتحہ (۲) صرف محضہ (۳) فتح اور محضہ دونوں پھر اس میں اہل ادا کے دو طریق ہیں (۱) اطلاق یعنی دوری اور سوسی دونوں کے لیے فتح اور محضہ دونوں اور قصیدہ اور تیسیر کی عبارت سے ظاہراً یہی نکلتا ہے (۲) ترتیب یعنی دوری کے لیے محضہ اور سوسی کے لیے فتح چنانچہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ (ناظمؒ) اسی طرح پڑھاتے تھے اور ائمہ کی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور جعبری نے بھی یہی بیان کیا ہے اور اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں(۱) قصیدہ کی عبارت کو اطلاق کے بجائے ترتیب پر محمول کرنا چاہئے(۲) یہ عبارت تو اپنے اطلاق ہی پر ہے لیکن اس میں دوسرے مذہب پر ترتیُب بھی ہے علی قاری فرماتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک ترتیب ہی مشہور ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور تقریب میں ہے کہ دانی کے نزدیک یہی مختار ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی ہمارے شیخ ابو الحسن سخاوی نے اسی طرح پڑھایا ہے اور ابو الحسن بن غلبون نے بھی صرف یہی وجہ بیان کی ہے۔ اصفہانی کہتے ہیں کہ سوسی سے اَلنَّاسِ کا امالہ نہ تو مشہور ہی ہے اور نہ فن کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور ہے اور تیسیر میں (گو ظاہراً ابو عمرو کے لیے ہے لیکن حقیقتاً) دوری کے لیے مذکور ہے۔ چنانچہ جامع البیان میں تصریح کی ہے کہ میرے نزدیک ابو عمرو کی قراءۃ میں اہل عراق (دوری) کے طریق سے اَلنَّاسِ میں امالہ محضہ مختار ہے کیونکہ جن حضرات نے اس کو یزیدی سے روایت کیا ہے وہ مشہور بھی ہیں اور مسائل سے بخوبی واقف اور ان کے علم میں پوری طرح ماہر بھی ہیں اور تقریب النشر میں دوری کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں اور سوسی کے لیے صرف فتح ہے۔ پس صاحب مکرر کا یہ قول معتبر نہیں کہ دوری کے لیے امالہ اور سوسی کے لیے فتح مشہور تر ہے اور اسی طرح ابن القاصح کا یہ قول بھی تحقیق سے دور ہے کہ دوری اور سوسی دونوں کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) چونکہ یہاں شعر ۳۱ میں چار شبہات پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس میں علی قاری، ابو شامہ اور اصفہانی رحمہم اللہ نے تغیر کیا ہے اس کے لیے رسالہ تغیرات کا مطالعہ کیجئے (۲) ان پانچوں اشعار کے الفاظ میں سے ضِعٰفاً کا امالہ الف سے پہلے اور باقی کا الف کے بعد والے کسرہ کی بناء پر ہے اور بعض میں وہ کسرہ بھی را پر ہے اس سے اور قوت ہوگئی اور طُغْيَانِهِمْ میں الف سے پہلے یا بھی ہے۔

وہ چھ کلمات جن میں ابن ذکوان کے لیے امالہ ہے

۳۲۲/۳۲ حِمَارِكَ وَالْمِحْرَابِ اِكْرَاهِهِنَّ وَالْ ـــــ حِمَارِ وَفِي الْاِكْرَامِ عِمْرَانَ مُثِّلَا م

ترجمہ: حِمَارِكَ اور اَلْمِحْرَابِ (اور) اِكْرَاهِهِنَّ اور اَلْحِمَارِ (کے الف کا اضجاع ابن ذکوان کے لیے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت بنایا گیا (اور معین کیا گیا) ہے اور اَلْاِکْرَامِ (اور) عِمْرٰنَ میں (بھی انہی کے لیے امالہ واقع کیا گیا ہے)

۴۳
۳۳۴ وَکُلٌّ بِخُلْفٍ لِابْنِ ذَکْوَانَ غَیْرَ مَا یُجَرُّ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاعْلَمْ لِتَعْمَلَا

ترجمہ: اور (ان چھوں میں سے) ہر ایک (لفظ) ابن ذکوان کے لیے خلاف کے ساتھ (امالہ سے پڑھا گیا) ہے (ان میں سے) اس (لفظ) کے سوا جو جر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ (لفظ) اَلْمِحْرَابِ ہے (یعنی جس اَلْمِحْرَاب کی با پر زیر ہو اس میں انکے لئے خلاف نہیں بلکہ صرف محضہ ہے) پس تو (اس باب کے تمام مسائل کو) جان لے تاکہ تو (ان کے موافق) عمل کرے۔

شرح: یعنی ذیل کے چھ کلمات میں ابن ذکوان کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں (۱) حِمَارِکَ (بقرہ ع ۳۵) میں (۲) اِکْرَاهِهِنَّ (نور ع ۴) میں (۳) اَلْحِمَارِ (جمعہ ع ۱) (۴) وَالْاِکْرَامِ دو جگہ (رحمٰن ع ۲ و ع ۳) (۵) عِمْرٰنَ تین جگہ (آل عمران ع ۴ میں دو اور تحریم ع ۲ میں ایک) (۶) وہ اَلْمِحْرَابَ جس کی با پر نصب ہو (جر نہ ہو) جو دو جگہ ہے (۱) زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ (آل عمران ع ۴) (۲) تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (صٓ ع ۲) ان سب میں امالہ دانی کے شیخ عبدالعزیز فارسی سے اور فتح ابو الحسن سے ہے اور طریق فارسی ہی سے ہے اور اگر اَلْمِحْرَابِ کی با پر جر ہو جو فِی الْمِحْرَابِ (آل عمران ع ۴) اور مِنَ الْمِحْرَابِ (مریم ع ۱) میں ہے تو اس میں ان کے لیے صرف محضہ ہے (اور ان الفاظ میں طُرُق کی مزید تفصیل کے لیے رسالہ طرق کا ملاحظہ فرمائیں) اور ان میں سے حِمَارِکَ اور اَلْحِمَارِ میں ابو عمرو اور کسائی کے دوری کے لیے بھی اس قاعدہ کی بناء پر محضہ ہے جو شعر ۳۱ میں بیان ہو چکا ہے اور ورش کے لیے ان دونوں میں ان کے قاعدہ کے موافق تقلیل ہے اور باقی چار میں ان تینوں کے لیے فتح ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے چھ کے چھ میں صرف فتح ہے اور چونکہ یہاں امالہ کے اختلافی قواعد ختم ہو چکے ہیں اس لیے فَاعْلَمْ لاکر تنبیہ فرمادی کہ قواعد کا صرف مطالعہ کرلینا ہی کافی نہیں بلکہ عمل کرنے کے لیے ان کا سمجھنا اور یاد کرنا بھی ضروری ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ ان میں سے اِکْرَاهِهِنَّ اور وَالْاِکْرَامِ اور اَلْمِحْرَابِ میں ورش کے لیے ترقیق ہے نہ کہ تقلیل اس لیے ان میں ورش ابن ذکوان کے ساتھ شریک نہیں ہیں اور جعبری کی رائے پر مُثِّلَا کا میم رمز نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد شعر ۴۳ میں ابن ذکوان کا اسم صریح آرہا ہے اور ناظمؒ کی عادت یہ ہے کہ ایک حکم میں رمز اور صریح کو جمع نہیں کرتے اور علی قاری اور ابو شامہ کی رائے پر یہ میم رمز ہے اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ شعر ۴۲ اجمال کے اور شعر ۴۳ اس کی تفصیل کے مرتبہ میں ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اجمال میں بھی قاری کا ذکر آجائے تاکہ حکم مکمل ہو جائے پھر اس پر وہ خلاف اور تفصیل مرتب ہو جو شعر ۴۳ میں مذکور ہے اور رمز اور صریح کا جمع کرنا مخالفت کی صورت میں منع ہے نہ کہ موافقت کی تقدیر پر بھی یعنی رمز سے شبہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ اسم صریح والے کے سوا کسی دوسرے قاری کے لیے ہو اور یہاں رمز و صریح دونوں ایک ہی کے لیے ہیں (۲) شعر ۴۳ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ابن ذکوان کا اسم صریح آچکا ہے اس لیے اس میں فا اور لام رمز نہیں۔ (۳) ان کلمات میں امالہ کیوجہ الف سے پہلا اور بعد والا کسرہ ہے اور فتح کی وجہ اصل کی موافقت اور مناسبت کا قصد نہ کرنا اور روایت کی پیروی ہے۔ **سوال:** اسی باب کے شعر ۱۹ تا ۲۳ میں موافقت والوں کے ساتھ حمزہ اور کسائی کو بھی دوبارہ لائے ہیں حالانکہ ان کے لیے ان الفاظ کا امالہ اس سے پیشتر کلیہ قاعدہ کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا اور یہاں حِمَارِکَ اور اَلْحِمَارِ میں ابو عمرو اور دوری کو ابن ذکوان کے ساتھ دوبارہ نہیں لائے اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ **جواب:** جو الفاظ شعر ۱۹ تا ۲۳ میں مذکور ہیں ان کا ذکر اس سے پہلے معین طور پر کسی جگہ بھی نہیں آیا تھا پس اگر وہاں موافقت والوں ہی کو بیان کر دیتے اور حمزہ اور کسائی کو نہ لاتے تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ان دونوں کی قراءۃ پر یہ سب الفاظ امالہ سے مستثنٰی ہوں گے جس طرح حمزہ کی قراءۃ پر وہ الفاظ مستثنٰی ہیں جن کا بیان شعر ۸ تا ۱۳ میں گذر چکا ہے اور ان میں فقط کسائی کے لیے امالہ ہے اور حِمَارِکَ اور اَلْحِمَارِ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ شعر ۳۲ میں معین طور پر بھی آچکے ہیں اور ان میں ابو عمرو اور دوری کے لیے امالہ بیان ہو چکا ہے پس یہاں ان دونوں قراء کو دوبارہ نہ لانے سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں ان کی قراءۃ پر مستثنٰی ہوں گے۔

خلاصہ: یہ کہ مذکورۂ بالا قراء کو صرف شبہ کے موقعوں میں دوبارہ لایا کرتے ہیں اور یہاں شبہ تھا نہیں اس لیے نہیں لائے اور شعر ۲۹ کا وَجَاءَ ابْنُ ذَکْوَانٍ وَّفِیْ شَاءَ اور شعر ۳۰ کا زَادَ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی ان میں بھی حمزہ کو دوبارہ اسی لیے نہیں لائے کہ ان کے لیے یہ الفاظ اس سے پیشتر شعر ۲۸ و ۲۹ میں معین طور پر آچکے ہیں اس لیے مستثنٰی ہونے کا شبہ نہیں ہوتا۔ **سوال:** یہاں حِمَارِکَ کو واو فاصل کے بغیر لائے ہیں اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا اور اس کے بعد والے تمام الفاظ کا تعلق حُصِّلَا کی حاوالے ابو عمرو ہی کے ساتھ ہے جو شعر ۴۱ میں مذکور ہے۔ **جواب:** چونکہ ان میں سے حِمَارِکَ اور اَلْحِمَارِ شعر ۳۲ میں بھی آچکے ہیں اس لیے ذہین شخص فوراً سمجھ لے گا کہ ان کا تعلق پہلی رمز سے نہیں ہے ورنہ تکرار لازم آئے گا اور اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ حِمَارِکَ اور اس کے بعد والے تمام الفاظ کا تعلق گذشتہ کے بجائے آئندہ رمز کے ساتھ ہے اور مقصود بھی یہی ہے۔

النحو والعربیہ: ۳۲۷/۳۷ (۱) تَمِیْم یا تو قبیلہ کا نام ہے یا تَمَامٌ کا مبالغہ ہے پہلی صورت میں اس کی تقدیر لُغَۃُ تَمِیْم ہوگی اور دوسری صورت میں تقدیر کی حاجت نہیں (۲) سَارِعُوْا اور اس کے تینوں معطوفات مبتدا ہیں اور تَلَا خبر ہے اور یہ یا تو تِلُوٌّ سے ہے اور تَبِعَ کے معنی میں ہے یا تِلَاوَۃٌ سے قَرَأَ کے معنی میں ہے (۳) اَلْبَارِئُ میں ہمزہ کو ضرورتاً ساکن کر کے یا سے بدلا گیا ہے۔ ۳۲۸/۳۸ (۱) یہ شعر دو اسمیوں سے مرکب ہے (۲) اَلْجَوَارِ کا یا کے بغیر پڑھنا اولی ہے اور روایت بھی یہی ہے۔ ۳۲۹/۳۹ (۱) یُوَارِیْ یا تو اسمیہ ہے ای وَاَضْجَاعُ یُوَارِیْ وَاُوَارِیْ حَاصِلٌ فِی الْعُقُوْدِ یا اَمَالَ مقدر کا مفعول ہے اور بِخُلْفِہٖ دونوں صورتوں میں حال ہے (۲) اٰتِیْکَ یا تو حَرْفَا النَّمْلِ سے بدل الکل ہے یا عطف بیان ہے اور تقدیر اٰتِیْکَ اٰتِیْکَ ہے اور چونکہ ان میں سے ایک کا ذکر دوسرے سے بے نیاز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہا تھا اس لیے ایک کو حذف کر دیا (۳) قُوِّلَا کا الف تثنیہ کا ہے ای رُوِیَ ضِعْفًا وَّ اٰتِیْکَ بِالْاِ مَالَةِ پس حَرْفُ النَّمْلِ گو تثنیہ ہے لیکن اس کو واحد کے مرتبہ میں قرار دیا ہے کیونکہ اٰتِیْکَ ایک ہی کلمہ ہے جو دو بار آرہا ہے پس گویا تقدیر ضِعْفًا وَّاٰتِیْکَ ہے اور جعبری نے جو قُوِّلَا کی تفسیر قِیْلَا سے کی ہے وہ ضعیف ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کو تثنیہ کے صیغہ سے لانا کلمات کی جنس کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد کی رو سے ۴۰/۳۳۰ لِاَ عْدِلَا میں الف اطلاقی ہے اور اس کی تقدیر لِعَالِمِ اَعْدَلَ ہے اور یہ وزن فعل اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ ۴۱/۳۳۱ (۱) اَلْکٰفِرُوْنَ کا رفع حکائی ہے اور فِیْ اِمَالَةُ اَلِفِ عٰبِدُوْنَ یا اَمَالَ اَلِفَ عٰبِدُوْنَ مقدر کے متعلق ہے پس پہلا مصرع یا تو جملہ اسمیہ ہے اور اس صورت میں عَابِدٌ کے بعد لَهٗ مقدر ہوگا جو اِمَالَةُ کی خبر بنے گا یا فعلیہ ہے۔ بتقدیر اَمَالَ ھِشَامٌ (۲) فِی الْجَرِّ یا تو فِی النَّاسِ سے بدل البعض ہے یا حال ہے اور علی قاری کی رائے پر فِی الْجَرِّ کے بجائے بِالْجَرِّ اولیٰ تھا تاکہ فِیْ مکرر نہ آتا ۴۲/۳۳۲ (۱) حِمَارِکَ اور اس کے معطوفات کا جر حکائی ہے کیونکہ یہ مبتدا ہیں (۲) وَفِی الْاِکْرَامِ عِمْرٰنَ دوسرا جملہ ہے اور فِیْ اُمِیْلَ لَهٗ مقدر کے متعلق ہے اور عِمْرٰنَ سے پہلے عاطف بھی مقدر ہے۔ ۴۳/۳۳۳ (۱) کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَلْفَاظِ السِّتَّةِ الْمُتَقَدِّمَةِ اور اس کی خبر مُمَالٌ مقدر ہے (۲) بِخُلْفٍ کی با اور لام جارہ خبر مقدر کے متعلق ہیں اور علی قاری کی رائے پر لِا بْنِ ذَکْوَانَ۔ خُلْفٍ کی صفت ہے جو احقر کے ذوق میں اولیٰ کے خلاف ہے (۳) غَیْرُ کا نصب استثناء کی بناء پر ہے (۴) مِنَ الْمِحْرَابِ یُجَرُّ کے فاعل سے حال ہے (۵) فَاعْلَمْ مستانفہ ہے۔

پہلی تنبیہ

(ص)

۴۴/۳۳۴ وَلَا یَمْنَعُ الْاِسْکَانُ فِی الْوَقْفِ عَارِضًا　　اِمَالَةَ مَا لِلْکَسْرِ فِی الْوَصْلِ مُیِّلَا

ترجمہ: اور اسکان جس کی حالت یہ ہو کہ وہ وقف (یا ادغام) میں عارضی طور پر پیش آنے والا ہو۔ اس (الف) کے امالہ کو منع نہیں کرتا جو وصل میں (بعد کے) کسرہ کے سبب امالہ (محضہ یا بین بین) سے پڑھا گیا ہو (یعنی گو وقفی اور ادغامی سکون میں الف کے بعد وہ کسرہ باقی نہیں رہتا جو امالہ کا سبب تھا لیکن چونکہ یہ سکون عارضی ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کرتے اور کسرہ کو اب بھی حکماً" موجود سمجھ کر امالہ اور تقلیل کرتے ہیں)

شرح: اس کی شرح بعینہٖ وہی ہے جو باب الادغام کے آخر میں پہلی تنبیہ کے ذیل میں صفحہ ۲۵۶ پر گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جائے۔ چونکہ بعض حضرات مِنْ اَنْصَارٍ اور اَلنَّارُ اور اَلنَّاسِ اور اَلْمِحْرَابِ وغیرہ میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں اور اسی طرح کسرہ والے حرف کا بعد والے حرف میں ادغام کرنے کی صورت میں اس بناء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر امالہ اور تقلیل نہیں کرتے کہ کسرہ جو امالہ کا سبب تھا باقی نہیں رہا اس لیے بتا دیا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ جس الف میں بعد کے کسرہ کے سبب امالہ ہوتا ہے وہ امالہ و قفی اور ادغام سکون میں بھی باقی رہتا ہے اس بناء پر کہ یہ سکون عارضی ہے اور کسرہ اصلی ہے اس لیے اسی کا اعتبار کرنا چاہیے۔

فائدہ: (۱) چونکہ اس قسم میں امالہ نہ رہنے کا شبہ ادغام اور وقف دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اس لیے ادغام کا حکم باب الادغام میں اور وقف کا حکم یہاں بیان فرما دیا اور اولیٰ یہی تھا کہ دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ آجاتا (۲) نشر کے طرق سے اس قسم میں سوسی کے لیے فتح بھی جائز ہے جو موجودہ حالت کا اعتبار کر لینے کی بناء پر ہے اور نشر میں ہے کہ سوسی سے فتح اور امالہ دونوں نصاً" بھی صحیح ہیں اور اداء" بھی اور بعض ناقلین سے اس قسم میں تقلیل بھی ہے پس جس طرح مدہ اور لین کے بعد عارضی سکون آنے کی صورت میں تین وجوہ ہیں۔ اسی طرح اَلنَّارِ وغیرہ میں بھی وقفا محضہ اور تقلیل اور فتح تینوں وجوہ نکل آئیں لیکن باب المد میں عارض کا اعتبار کرنا اور باب الامالہ میں اعتبار نہ کرنا راجح ہے اور یہ فرق اس لیے ہے کہ مد کا سبب سکون ہے اور وہ عارض کے اعتبار پر حاصل ہو جاتا ہے اس لیے اس کا اعتبار کر لیا گیا اور امالہ کا سبب کسرہ ہے جو عارض کے اعتبار پر زائل ہو جاتا ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس قسم میں فتح کے قائل ہیں ان کے لیے بھی فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ (غافر ع ۵) میں امالہ راجح ہو گا کیونکہ اس میں ادغام کی تقدیر پر بھی الف کے بعد لام کا کسرہ موجود ہے اور یہ میں نے قیاس کی رو سے کہا ہے نیز فرماتے ہیں کہ اس قسم میں وقفا" بھی امالہ کا باقی رکھنا اکثر کا مذہب ہے اور بہت سے مولفین نے تو امالہ کے سوا کوئی اور وجہ بیان ہی نہیں کی کیونکہ وقف عارضی ہے اور اصل یہ ہے کہ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے نیز وقف وصل ہی پر مبنی ہے تو اس کا حکم وصل ہی جیسا ہونا چاہیے نیز جس قسم میں علت کی بناء پر امالہ ہے اور جس قسم میں قطعاً" امالہ نہیں ہے اس سے ان دونوں قسموں میں فرق بھی ہو جاتا ہے نیز جس طرح روم و اشمام سے وصل کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے اسی طرح اس امالہ سے بھی وصل کی حالت کا علم ہو جاتا ہے (۳) جعبری کی رائے پر یہ شعر شعر ۳۱ کا تتمہ ہے لیکن چونکہ اس کا تعلق اَلنَّاسِ اور اَلْمِحْرَابِ سے بھی ہے اس لیے حق یہ ہے کہ یہ شعر اپنے مناسب مقام پر ہے (قاری) (۴) جعبری کا یہ ارشاد عجیب ہے کہ ابن شریح کا یہ قول تحقیق (پر مبنی) ہے کہ اس قسم میں ابو عمرو سے اختلاف ہے چنانچہ بغدادی حضرات تو روم کرتے ہیں اور وصل سے کم درجہ کا امالہ کرتے ہیں اور بصریین سکون سے وقف کرتے ہیں اور فتح پڑھتے ہیں اور عجیب اس لیے ہے کہ قراءۃ" روم وصل کے حکم میں ہے چنانچہ قصیدہ میں بھی اٹھارویں باب کے شعر ۱۵ میں آئے گا۔ اسی لیے سخاوی فرماتے ہیں کہ حرکت میں روم کرنے کی صورت میں امالہ قوی تر ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ روم کی حالت میں صرف امالہ ہے پس جعبری نے روم میں وصل سے کم درجہ کا امالہ بتا کر لغت اور قراۃ کے حکم میں خلط کر دیا (۵) اس قسم میں جو اختلاف ہے وہ ان دو شرطوں سے ہے (۱) امالہ کا سبب صرف الف کے بعد والا کسرہ ہو (۲) وہ کسرہ وقف کے سبب بالکل زائل ہو جائے اسی لیے کِمِشْكُوةٍ مُزْجٰىةٍ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبۡصَارِهِمۡ وغیرہ میں اور وَالنَّهَارِ اور اَلنَّارِ وغیرہ میں روم سے وقف کرنے کی صورت میں جن کے لیے امالہ ہے بلا خلاف ہے کیونکہ اول کے دو میں سبب بعد کا کسرہ نہیں بلکہ الف سے پہلا کسرہ اور یا ہے۔ اور اَبۡصَارِهِمۡ کے کسرہ میں وقف کوئی اثر نہیں کرتا اور روم میں کسرہ بالکل زائل نہیں ہوتا اور اسی طرح ادغام کی حالت میں اَلنَّارُ رَبَّنَا وغیرہ بھی نکل گئے کیونکہ ان میں کسرہ وقف کے سبب زائل نہیں ہوا اور یہ قسم پانچویں باب کے آخر میں بیان ہو چکی ہے اس لیے یہاں وقف کی قید سے اس کو نکال دیا تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

دوسری تنبیہہ

۴۵/۳۳۵ وَقَبۡلَ سُكُونٍ قِفۡ بِمَا فِي أُصُولِهِمۡ ۔۔۔ وَذُو الرَّاءِ فِيهِ الۡخُلۡفُ فِي الۡوَصۡلِ يُجۡتَلَا ی

ترجمہ: اور تو سکون سے پہلے (امالہ والے الف پر فتح اور تقلیل اور محضہ تینوں میں سے) اس (وجہ) کے موافق (عمل کرنے والا بن کر) وقف کر جو (اوپر) ان (قراء) کے قواعد میں (بیان ہو چکی) ہے اور را (کے بعد) والا (الف) جو ہے وصل میں (سوسی کے لیے) وہ (یعنی اس کا اضجاع فن کی کتابوں میں) دیکھا (اور پایا) جاتا ہے حالانکہ اس (را کے بعد والے الف) میں (ان کے لیے) خلاف بھی ہے (یعنی فتح اور محضہ دونوں ہیں)

(ص)

۴۶/۳۳۶ كَمُوسَى الۡهُدَى عِيسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ وَالۡقُرَى الۡ ۔۔۔ لَتِي مَعَ ذِكۡرَى الدَّارِ فَافۡهَمۡ مُحَصِّلَا

ترجمہ: (سکون سے پہلے بغیر را والے اور را والے الف کی مثالیں) مُوسَى الۡهُدَى (اور) عِيسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اور اَلۡقُرَى الَّتِي کی طرح ہیں حالانکہ یہ (کلمہ) ذِكۡرَى الدَّارِ کے ساتھ ہے پس تو (امالہ کے مسائل کو) سمجھ لے حالانکہ تو (ان کا) حاصل کرنے والا (اور سیکھنے والا) ہے۔

شرح: یعنی جس الف میں امالہ اور تقلیل کا قاعدہ پایا جاتا ہو اگر اس کے بعد کوئی ساکن حرف آجائے تنوین ہو یا کوئی اور حرف (جیسے مُوسَى الۡهُدَى، عِيسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ طَغَا الۡمَآءُ اَحۡيَا النَّاسَ اور مُسَمًّى اور مَوۡلًى) تو چونکہ وہ الف اس ساکن کے سبب وصلاً حذف ہو جاتا ہے اس لیے اس میں امالہ اور تقلیل بھی نہیں رہتی ہاں اگر اس الف سے پہلے را ہو اور اس پر تنوین نہ ہو جیسے نَرَى اللّٰهَ وَسَيَرَى اللّٰهُ وَيَرَى الَّذِينَ ذِكۡرَى الدَّارِ۔ اَلۡقُرَى الَّتِي۔ اَلنَّصٰرَى الۡمَسِيحُ تو اس را میں اور قراء کے لیے تو فتح ہی ہے لیکن سوسی کے لیے وصلاً بھی را میں فتح اور محضہ دونوں ہیں جو خُلۡف سے نکلے ہیں۔ اور تیسیر میں صرف محضہ ہے اور یہی طریق کے موافق ہے۔ پس فتح زیادات میں سے ہے اور فتح دانی نے ابو الحسن سے پڑھا ہے اور تیسیر کے سوا اور کتابوں میں بیان کیا ہے اور نشر کی رو سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں وجوہ صحیح ہیں۔ لیکن اگر اس الف پر (جس کے بعد ساکن ہو) وقف کر دیں (اور مُوْسَی الْهُدٰی میں مُوْسٰی اور عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ میں عِیْسٰی اور اَلْقُرَی الَّتِیْ میں اَلْقُرٰی اور ذِکْرَی الدَّارِ میں ذِکْرٰی اور مُسَمًّی میں مُسَمّٰی پڑھیں) تو پھر اس الف میں قراء کے اصول کے موافق فتح والوں کے لیے فتح اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل اور محضہ والوں کے لیے محضہ تینوں وجوہ جاری ہوں گی اس بناء پر کہ وقف کے سبب امالہ والا الف لوٹ آتا ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں رہتی عام ہے کہ یہ الف را کے بعد ہو یا کسی اور حرف کے بعد نیز اس اسم پر تنوین ہو یا نہ ہو وقفاً دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔

فائدہ: (۱) نَرَی اللّٰهَ وغیرہ میں سوسی کے لیے فتح اور محضہ دونوں وجوہ ان کلمات میں جاری ہیں جن میں را کے بعد والا الف جو یا کی صورت میں ہے کتابت میں موجود ہو چنانچہ مذکورہ بالا سب مثالوں میں را کے بعد یا لکھی ہوئی ہے۔ پس جن کلمات میں یا نہیں ہے جیسے اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ وغیرہ ان میں اور قراء کی طرح سوسی کے لیے بھی صرف فتح ہے (۲) را کے بعد والے جس الف میں سوسی کے لیے دو وجوہ ہیں اگر اس کے بعد لفظ اَللّٰه ہو جیسے نَرَی اللّٰهَ اور وَسَیَرَی اللّٰهُ میں ہے تو اس میں امالہ کی صورت میں تو لام کو پر اور باریک دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اور اول اولیٰ ہے اور فتح کی صورت میں پر ہی پڑھیں گے پس کل تین وجوہ ہو جائیں گی۔ (۳) ساکن سے پہلے جس را میں سوسی کے لیے دو وجوہ ہیں اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس را پر تنوین نہ ہو جیسے مُفْتَرًی وغیرہ کیونکہ اس صورت میں ان کے لیے بھی وصلاً" صرف فتح ہے اور ناظمؒ نے یہ شرط یا تو اس لیے بیان نہیں کہ کہ تنوین والے الف کا حکم ابھی شعر ۷۴ میں آئے گا یا مثالوں پر اکتفا کی ہے کیونکہ ان میں را والی مثالیں بھی تنوین سے خالی ہیں (۴) مکی کی تصریح کے موافق طَغَا الْمَآءُ (حاقہ ع۱) بھی مُوْسَی الْهُدٰی کی طرح ہے کیونکہ یہ اصل کے لحاظ سے یائی ہے گو رسماً" یا کی صورت میں نہیں ہے پس اس میں بھی وصلاً" صرف فتح اور وقفاً" حمزہ اور کسائی کے لیے محضہ اور ورش کے لیے فتح اور تقلیل جاری ہوں گی اور باقین کے لیے صرف فتح ہو گا اس لیے جعبری فرماتے ہیں کہ اگر ناظم کَمُوْسَی الْهُدٰی کے بجائے طَغَا الْمَآءُ مَعْ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ کہتے تو دونوں قسم کی مثالیں جمع ہو جاتیں یعنی وہ بھی جن کا الف یا کی صورت میں ہے اور وہ بھی جن کا الف اپنی صورت میں ہے اور مکی کی طرح ناظم کے کلام میں بھی اس طَغَا کے امالہ کی تصریح ہو جاتی۔ (۵) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ ذِکْرَی الدَّارِ (صٓ ع ۴) میں الف کے بعد ساکن آجانے کی بناء پر ورش کے لیے تقلیل تو نہیں ہو گی لیکن را کی ترقیق ضرور ہو گی کیونکہ اس کا سبب موجود ہے اور وہ ذال کا کسرہ ہے اور درمیان میں جو کاف ساکن آرہا ہے اس کو رکاوٹ قرار نہیں دیتے پس اس میں ترقیق اور امالہ بین بین کا تلفظ یکساں ہو جائے گا پس گویا انہوں نے اس میں (ساکن سے پہلے) الف کا وصلاً" بھی امالہ کیا ہے اور میری نظر سے نہیں گذرا کہ اس پر کسی نے بھی تنبیہہ کی ہو (غالباً مقصد یہ ہے کہ جس طرح سوسی کے لیے را کے بعد والے الفات کو مستثنیٰ کر کے ان میں وصلاً" بھی امالہ بتایا ہے اسی طرح ورش کی قراءۃ پر ذِکْرَی الدَّارِ کو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے تھا کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس میں ترقیق کرتے ہیں اور ترقیق و تقلیل دونوں ایک ہی ہیں) پھر فرماتے ہیں کہ شیخ (سخاوی) نے جو باب الراءات شعر نمبر۵ میں فرمایا ہے کہ ذِکْرٰی میں ترقیق کسرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ یا کے سبب سے ہے اس ترقیق سے مراد امالہ ہے کیونکہ ترقیق بھی امالہ کے ناموں میں سے ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ (ذِکْرَی الدَّارِ کو مستثنیٰ نہ کرنے کا) اشکال ہمیں بھی محسوس ہو رہا ہے لیکن یہ صرف متقدمین کے طریق پر ہے کہ ان کے یہاں امالہ اور ترقیق کے استعمال میں وسعت ہے وہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کر لیتے ہیں ورنہ تحقیق کی رو سے تو یہ دونوں ممتاز حقیقتیں ہیں (اور اس لحاظ سے کوئی اشکال نہیں) (٦) کِلْتَا (کہف ع ۵) میں وقفاً" سب کے لیے فتح اولیٰ اور مشہور تر ہے اور ابن شریح وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور محقق" کا میلان بھی فتح ہی کی طرف ہے اور فرماتے ہیں کہ کسائی سے اسی کے موافق نص بھی آئی ہے اور اگر ہم ابن سوار، ابن فارس، سبط الخیاط وغیرہم جیسے اپنے تمام عراقی اماموں کے مذہب کے موافق اس میں امالہ کے قائل ہو جائیں تو پھر حمزہ اور کسائی کے لیے محضہ اور ورش و بصری کے لیے تقلیل ہوگی کیونکہ یہ اِحْدٰی اور سِیْمٰی کی طرح فِعْلٰی ہے اور چونکہ اس میں نص سے فتح اور امالہ دونوں ثابت ہیں اس لیے میرے (صاحب غیث کے) نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس میں ورش اور بصری کے لیے تو تقلیل کی جائے کیونکہ بصریین کی رائے پر اس کا الف تانیث کا ہے اور تا واو سے بدلی ہوئی ہے اور یہ اصل میں کِلْوٰی تھا اور حمزہ اور کسائی کے لیے امالہ نہ کیا جائے کیونکہ یہ کوفیین میں سے ہیں جن کی رائے پر اس کا الف تثنیہ کا ہے جس میں امالہ نہیں ہوا کرتا اور اس کا واحد کِلْتٌ ہے اور یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں کہ اس کا الف بصریین کے یہاں تانیث کا اور کوفیین کے مذہب پر تثنیہ کا ہے بلکہ قراءۃ اور نحو کے اکثر اماموں نے اس کی تصریح کی ہے چنانچہ دانی نے موضح اور جامع البیان میں لکھا ہے اور سیبویہ نے بھی بیان کیا ہے (غیث النفع) کی فرماتے ہیں کہ ابو عمرو کے لیے کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ میں کِلْتَا پر امالہ صغریٰ سے وقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بصریین کی رائے پر فِعْلٰی ہے اور اس کا الف تانیث کے لیے ہے اور تا واو سے بدلی ہوئی ہے اور حمزہ اور کسائی کے لیے فتح سے وقف کرنا ضروری ہے کیونکہ کوفیین کی رائے پر اس کا الف تثنیہ کا ہے اور کسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جس کو روایت نہ ملے وہ اس پر وقف ہی نہ کرے علی قاری فرماتے ہیں کہ فتح اصل ہے اور اہل لغت کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں (٧) اَلْهُدَى ائْتِنَا (انعام ع ۹) میں ورش کے لیے حالین میں اور حمزہ کے لیے وقفاً" فتح ہی مختار ہے کیونکہ دال کے بعد جو الف ہے وہ اَلْهُدٰی کا نہیں ہے بلکہ ہمزہ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے۔ اور اس کی تفصیل ص ۱۰۱ پر گزر چکی ہے (٨) شعر ٣٦ میں فا اور میم رمز نہیں اور فَافْهَمْ کے بجائے وَافْهَمْ اولیٰ تھا۔

ساکن منفصل کے بعد ساکن متصل تنوین کے نحوی حکم میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تتمہ

(ص)

۴۷/۳۳۷ وَقَدْ فَخَّمُوا التَّنْوِينَ وَقْفًا وَّرَقَّقُوا ۔ وَتَفْخِيمُهُمْ فِي النَّصْبِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

ترجمہ: اور ان (علماء) نے تنوین (والے اسم مقصور کے الف) کو (اس پر) وقف کرنے کی حالت میں تفخیم (فتح) سے بھی پڑھا ہے اور ترقیق (امالہ اور تقلیل) سے بھی پڑھا ہے (چنانچہ نحاۃ کی ایک جماعت کی رائے پر تینوں حالتوں میں فتح ہے اور دوسری جماعت کی رائے پر نصبی حالت میں فتحہ اور رفعی اور جری میں امالہ ہے اور قراء کے مذہب پر تینوں حالتوں میں تنوین والے اسم میں وقفاً" امالہ والوں کے لیے امالہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل ہے جیسا کہ ابھی دوسری تنبیہ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے) اور انہی (علماء) کا نصب (کی حالت) میں (اس الف کو) تفخیم (فتح) سے پڑھنا جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے (کیونکہ یہ نحاۃ کی دو جماعتوں کا مذہب ہے اور رفعی اور جری حالت میں فتح ایک ہی جماعت کی رائے پر ہے اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ رفعی اور جری حالت میں ترقیق یعنی امالہ سے پڑھنا بھی جماعتوں کے لحاظ سے جامع تر ہے کیونکہ اس میں نحاۃ کی ایک جماعت کے ساتھ قراء کی جماعت بھی شریک ہے)

۴۸/۳۳۸ مُسَمًّى وَّمَوْلًى رَّفْعُهُ مَعَ جَرِّهِ ۔ وَمَنْصُوبُهُ غُزًّى وَّتَتْرًا تَزَيَّلَا

ترجمہ: اس (تنوین والے اسم مقصور) کے مرفوع کی مثال حالانکہ وہ اس (اسم) کے مجرور (کی مثال) کے ساتھ ہے۔ مُسَمًّى اور مَوْلًى ہے (جیسے وَأَجَلٌ مُّسَمًّى اور إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اور لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى) اور اس (اسم) کے منصوب کی مثال غُزًّى اور تَتْرًا ہے یہ (منصوب کی مثال باقی دونوں کی مثالوں سے) جدا (اور ممتاز) ہو گئی ہے (یا یہ مجموع ایک دوسرے سے جدا ہو گیا ہے)

شرح: اوپر دوسری تنبیہ میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امالہ والے الف کے بعد ساکن آجانے کی صورت میں وصلاً" تو سب کے لیے صرف فتح ہے اور اس الف سے پہلے را ہونے کی صورت میں سوسی کے لیے فتح اور محضہ دونوں ہیں لیکن اگر اس الف پر وقف کر دیں اور وہ بعد کا ساکن الف سے متصل نہ رہے تو پھر اس الف میں قاعدہ کے موافق محضہ والوں کے لیے محضہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل دونوں وجوہ ہوتی ہیں اور چونکہ اس ساکن کو عام رکھا تھا اس لیے وہ تنوین کو بھی شامل تھا اور دوسرے حروف کو بھی۔ چنانچہ تیسیر میں تصریح ہے کہ الف کے بعد والا ساکن تنوین ہو خواہ کوئی اور حرف (یعنی دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے) پس اس تنبیہ میں تنوین کا حکم بھی معلوم ہو گیا تھا کیونکہ یہ بھی اسی ہی کا ایک جزو ہے لیکن چونکہ اس میں اختلاف ہے اس لیے ناظم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو ان دو شعروں میں فائدہ کے طور پر علیحدہ بھی بیان کر دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ تنوین والے اسم مقصور میں وقفاً" تین مذہب ہیں۔ اول: رفعی، نصبی، جری تینوں حالتوں میں امالہ والوں کے لیے امالہ اور تقلیل والوں کے لیے تقلیل ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح تر اور قوی تر ہے اور تیسیر میں بھی صرف یہی درج ہے اور مکی کی رائے پر یہی مختار ہے اور موصوف نے اپنے شیخ ابو الطیب بن غلبون سے یہی وجہ پڑھی ہے اور فرماتے ہیں کہ ابو الطیب نے تصریح کی ہے کہ غُزًّى اور مُصَلًّى میں وقفاً" حمزہ اور کسائی دونوں کے لیے امالہ ہے حالانکہ دونوں کلمہ نصبی حالت میں ہیں اور جمہور اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ تنوین والے مقصور اسموں میں جو الف وقفاً" پایا جاتا ہے وہ ان کا اصلی الف ہے جو وصلاً" تنوین سے ملنے کے سبب حذف ہو گیا تھا اور وقفاً" چونکہ تنوین باقی نہیں رہتی اس لیے الف لوٹ آتا ہے پس جب الف موجود ہے تو قاعدہ کے موافق امالہ اور تقلیل بھی ہونی چاہیے۔ دوم: تینوں حالتوں میں فتح اس بناء پر کہ مُسَمًّى اور مَوْلًى وغیرہ میں جو الف وقفاً" پایا جاتا ہے وہ اصلی نہیں بلکہ تنوین سے بدلا ہوا ہے جس میں امالہ نہیں ہوا کرتا کیونکہ جس فصیح لغت پر قرآن نازل ہوا ہے اس کی رو سے وقفاً" تینوں حالتوں میں تنوین کا الف سے بدل لینا پسندیدہ ہے اس بناء پر کہ نصب کی تنوین جو الف سے بدلتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے پہلے حرف پر فتحہ ہوتا ہے اور مقصور معتل اسموں میں فتح تینوں حالتوں میں موجود رہتا ہے اور صحیح اسموں میں پہلے حرف کی حرکت بدلتی رہتی ہے۔ سوم: نصبی حالت میں فتح اور رفعی اور جری میں امالہ کیونکہ وقف کے عام قاعدہ کے موافق نصبی حالت میں الف تنوین سے بدلا ہوا ہے اور رفعی اور جری میں تنوین حذف ہو گئی ہے اور الف اصلی ہے (ابراز) اور نشر کی تحقیق پر یہ دونوں نحاۃ کے مذہب ہیں۔ قراء کے نہیں جن کو فائدہ کے کامل کرنے کے لیے بیان کیا ہے۔ چونکہ نصبی حالت میں امالہ صرف پہلے مذہب کی رو سے ہے اور فتح دوسرے اور تیسرے دو مذہبوں کے لحاظ سے ہے اس لیے وَتَفْخِيمُهُمْ الخ میں یہ فرما دیا کہ نصبی حالت میں فتح زیادہ جماعتوں کا مذہب ہے اور اسی طرح رفعی اور جری حالت میں امالہ زیادہ جماعتوں کا اور فتح کم حضرات کا مذہب ہے کیونکہ یہ صرف دوسرے مذہب کی رو سے ہے۔

فائدہ ا: (۱) وَتَفْخِيمُهُمْ الخ کا مطلب یہ نہیں کہ ناظم کی رائے پر یہ وجہ مختار بھی ہے بلکہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نصب کی حالت میں فتح پر نحاۃ کے دو مذہب متفق ہو گئے ہیں لیکن اولیٰ اس میں بھی امالہ ہی ہے اور رسم و نقل اور عقلی دلیل تینوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے رسم اور نقل تو ظاہر ہے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ وصلاً" اصلی الف تنوین کی وجہ سے حذف ہو گیا تھا اور وقف میں تنوین ہے نہیں تو جب تک کوئی تغیر کا سبب پیش نہ آئے اس وقت تک کلمہ کو اس کے اصلی تلفظ (امالہ) ہی پر رکھنا چاہیے نیز یہاں اصلی حرف بھی الف ہے اور تنوین بھی الف ہی سے بدلتی ہے پس اصلی کو حذف کر کے اس کے بجائے ویسا ہی دوسرا حرف لانے کی کوئی حاجت نہیں اس لیے اولیٰ یہی ہے کہ اصلی الف کو محذوف نہ مانیں (۲) چونکہ تنوین فتح اور امالہ کو قبول نہیں کرتی اس لیے اس شعر میں تنوین

www.KitaboSunnat.com

مُنَوَّن کے معنی میں ہے یا اس کی تقدیر ذَا التَّنْوِیْنِ ہے نہ کہ اَلِفَ التَّنْوِیْنِ کیونکہ اس صورت میں یہ شبہ ہو جائے گا کہ اٰمَنَّا۔ هَمْسًا وغیرہ کے الف میں بھی وقفاً" تین مذہب ہیں حالانکہ تنوین سے بدلے ہوئے الف میں بالاتفاق فتح ہے (۳) چونکہ تفخیم ملزوم اور فتح لازم ہے۔ چنانچہ ادا کی رو سے تفخیم فتح ہی کے ساتھ صحیح ہے اور امالہ کے ساتھ قطعاً" ناجائز ہے اور اسی طرح ترقیق لازم اور امالہ ملزوم ہے چنانچہ امالہ ترقیق ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور تفخیم کے ساتھ بالکل منع ہے یعنی جس حرف میں امالہ کریں اس کا باریک پڑھنا بھی ضروری ہے اس علاقہ سے کبھی تفخیم سے فتح اور ترقیق سے امالہ مراد لے لیتے ہیں جو ان دونوں کے مجازی معنی ہیں اور ناظمؒ نے بھی یہاں اسی اصطلاح پر عمل کیا ہے (۴) مُسَمًّى اور مَوْلًى الخ میں تینوں حالتوں کی مثالیں لائے ہیں پس مُسَمًّى اور مَوْلًى رفع اور جر والے مقصور کی مثالیں ہیں اور غُزًّى تمام قراء توں پر اور تَتْرًا بصری کی قراءۃ پر نصب اور تنوین والے مقصور کی مثال ہے اول میں وقفاً حمزہ اور کسائی کے لیے محضہ اور ورش کے لیے فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور ثانی میں حمزہ اور کسائی کے لیے حالین میں محضہ اور ورش کے لیے حالین میں صرف تقلیل ہے اور ابو عمرو کے لیے وصلاً" صرف فتح اور وقفاً" جمہور کی رائے پر فتح اور بعض کی رائے پر محضہ بھی ہے لیکن صحیح تر اور قوی تر فتح ہی ہے۔ (۵) غُزًّى۔ فُعَّلٌ کے وزن پر ہے اور غَازٍ کی جمع ہے اور گو یہ اصلاً" واوی ہے لیکن اس میں امالہ اس لیے ہے کہ جمع میں آکر مزید (چار حرفی) بن گیا ہے (ابراز) (۶) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ تَتْرًا میں تنوین والے (ابو عمرو) کا فتح امالہ والوں (ورش حمزہ اور کسائی) کے امالہ کے لیے مانع نہیں بنا اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ذِكْرَى الدَّارِ میں امالہ کا الف نہ رہنے کے سبب امالہ کا ترک ورش کی قراءۃ پر را کی ترقیق کے لیے مانع نہیں کیونکہ اس کا سبب کسرہ موجود ہے (۷) امالہ کے الف کے بعد تنوین ان پندرہ کلموں میں آئی ہے۔ مُفْتَرًى۔ قُرًى۔ هُدًى۔ مُسَمًّى۔ سِوًى۔ سُدًى۔ فَتًى۔ ضُحًى۔ عَمًى۔ غُزًّى۔ اَذًى۔ مُصَفًّى۔ مَثْوًى۔ مُصَلًّى۔ مَوْلًى اور حمزہ اور کسائی کی قراءۃ پر طُوًى (طٰہٰ و نازعات) اور رِبًا (روم ع ۴) بھی انہی میں شامل ہے اور ابو عمرو کی قراءۃ پر تَتْرًا (مومنون ع ۳) بھی بعض کے قول پر انہی میں سے ہے (۸) اس باب میں جس جگہ باقین کی قراءۃ نہیں بتائی گئی ان سب موقعوں میں ضد سے فتح سمجھ لیں (۹) مذکورہ بالا تین مذہبوں میں سے پہلا رَقِّقُوْا سے نکلتا ہے کیونکہ اس کو بلا قید لائے ہیں یعنی تینوں حالتوں میں امالہ ہے اور دوسرا فَخِّمُوْا سے اور تیسرا وَتُفَخِّيْمُهُمْ اور اس کے معطوف مقدر سے نکلتا ہے (۱۰) مقصور کی قید سے اٰمَنَّا اور هَمْسًا وغیرہ نکل گئے ان میں بالاتفاق فتح ہے اور تنوین کی قید سے اَلدُّنْيَا اور اَلذِّكْرٰى وغیرہ نکل گئے ان میں سب اپنے قاعدہ پر ہیں (۱۱) ترقیق اور امالہ میں ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ دونوں سے حرف کا کچھ حصہ کم ہو جاتا ہے اور دونوں کی حقیقت ایک نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہو گیا ہے (۱۲) اس باب کو پوری طرح سمجھنے کے لیے صرف کے قواعد اور رسم کا علم بھی ضروری ہے ورنہ غلطی سے بچنا دشوار ہے (قاری)

فائدہ ۲ : (۱) دانی جامع البیان میں فرماتے ہیں کہ جو حضرات (اس قسم میں) تنوین سے بدلے ہوئے الف کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محذوف مانتے ہیں دونوں قولوں میں سے ان کا قول عمدہ اور درستی سے قریب تر ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالا جماع ان اسموں کے الفات کو تمام قرآنوں میں یا کی صورت میں لکھا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب اور قراءۃ کے اماموں سے نص بھی ان الفات کے امالہ ہی کے ساتھ آئی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب تنوین والے منصوب اسموں پر تنوین کے عوض (الف) کے بغیر وقف کرتے ہیں اور رَأَيْتُ زَيْدْ اور ضَرَبْتُ عَمْرْو کہتے ہیں چنانچہ قراء اور اخفش نے اس لغت کو عرب سے اپنے کانوں سے سن کر نقل کیا ہے اور ان وجوہ میں سے ہر ایک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کلمات میں جو الف وقفا" پایا جاتا ہے وہ پہلا الف ہے جو یا سے بدلا ہوا ہے نہ کہ دوسرا جو تنوین سے بدلا ہوا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو یا کی صورت میں نہ لکھتے اس بناء پر کہ یہ یا سے بدلا ہوا نہیں ہے اور وقفا" اس میں امالہ بھی نہ ہوتا کیونکہ یا اور کسرہ جو بعض لغات میں امالہ کا سبب ہے وہ اس صورت میں اس سے پہلے معدوم ہوتا اور اس لیے بھی کہ تنوین والا الف تو بلا عوض وقف کرنے والوں کے لغت پر محذوف ہے اور قراء اور اہل ادا کا عمل اول یعنی امالہ ہی پر ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ اس کی بابت نص بھی آئی ہے اور عقلی دلیل کی رو سے بھی صحیح ہے (۲) تَتْرًا مُوَاتَرَةً سے ہے پس یہ وَتْرًا تھا پھر تُجَاهٌ تُرَاثٌ تُخَمَةٌ کی طرح اس میں بھی واو کو تا سے بدل لیا اور یہ بغیر تنوین کی قراءۃ پر تو فَعْلٰى کے وزن پر ہے اور مفعول مطلق ہونے کی بناء پر نصب کے محل میں ہے اور یہ دَعْوٰى کی طرح ان مصادر میں سے ہے جن کے آخر میں تانیث کا الف آرہا ہے اور اسی لیے تانیث کے الف اور اس کے لازمی ہونے کی بناء پر غیر منصرف ہے اور تنوین والی قراءۃ پر فَعْلٌ کے وزن پر ہے اور یہ بھی مصدر ہے اس میں را کی فتح پر تنوین آگئی ہے اور اس قرآءت پر اس میں وقفا" دو احتمال ہیں (۱) اس کا الف تنوین سے بدلا ہوا ہو اس صورت میں تو اس کی را پر تینوں اعراب آئیں گے (۲) یہ کہ اَرْطٰی کی طرح اس کا الف الحاق کے لیے ہو پہلی صورت میں تو اس میں ابو عمرو کے لیے وقفا" صرف فتح ہوگا اور دوسری تقدیر پر امالہ جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا الف یا سے بدلا ہوا ہے اور ناظم کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے کہ اس کا الف الحاق کے لیے ہے۔ اصفہانی کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر ائمہ کی نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس کا الف الحاق کے لیے ہو تب بھی اس میں ابو عمرو کے لیے فتح ہی پڑھا جائے اس بناء پر کہ یہ الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے اور ہم نے اپنے شیخ محقق بن الجزری رحمہ اللہ سے فتح اور امالہ دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور تَتْرًا کی کچھ تفصیل صفحہ ۴۸۱ پر بھی گزر چکی ہے (۳) فائدہ کے نمبر پانچ میں ابراز کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ غُزًّى میں واوی الاصل ہونے کے باوجود امالہ اس لیے ہے کہ یہ چار حرفی ہو جانے کے سبب مزید بن گیا ہے لیکن قاری رحمہ اللہ اس جواب کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہ اہل صرف کی اصطلاح پر درست نہیں بیٹھتا کیونکہ وہ مضارع اور (اس کے مشتقات) اسم فاعل وغیرہ کو مزید نہیں کہتے بلکہ صرف اس کو کہتے ہیں جس کی ماضی میں ایک یا اس سے زائد حروف کا اضافہ ہو جائے پس (صحیح) جواب یہ ہے کہ غُزًّى میں امالہ اس لیے ہے کہ اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف یا کی صورت میں ہے اور اسی باب کے ساتویں شعر میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں ثلاثی مزید اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہیں۔ یعنی لفظ تین سے زائد حروف والا ہو جائے خواہ وہ مجرد ہی میں رہے اور خود علی قاریؒ نے بھی وہاں یہی فرمایا ہے کہ حمزہ اور کسائی ہر اس الف کا امالہ کرتے ہیں جو واو سے بدلا ہوا ہو اور لام کلمہ میں ہو اور اس فعل یا اسم میں ہو جن میں تین سے ایک یا دو حرف زائد ہوگئے ہوں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں موصوف کی رائے پر بھی لغوی معنی ہی مراد ہیں پھر تعجب ہے کہ یہاں اصطلاحی معنی کا لحاظ کر کے ابو شامہ کے جواب کو غیر صحیح بتا رہے ہیں۔

النحو و العربیہ: ۳۳۴/۴۴ (ا) فِی الْوَقْفِ۔ عَارِضًا کے متعلق ہے کیونکہ عارضی سکون وقفی بھی ہوتا ہے اور ادغامی بھی اور ثانی کو چوتھے باب میں بیان کر چکے ہیں پس یہاں فِی الْوَقْفِ کی قید احترازی ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے اور یہ فِی الْاِسْکَانُ کے متعلق نہیں اس لیے کہ اس صورت میں اس کا فائدہ کم ہو جائے گا یعنی یہ قید صرف وضاحت کے لیے ہوگی کیونکہ وقفی سکون تو ہمیشہ عارضی ہی ہوتا ہے (۲) دوسرا فِیْ اور لام دونوں مُمِیَّلاً کے متعلق ہیں جو مَا کا صلہ ہے اور عبارت کی تقدیر یہ ہے لَا یَمْنَعُ الْاِسْکَانُ الْعَارِضُ فِی الْوَقْفِ اِمَالَةَ الْاَلِفِ الْمُمَالِ فِی الْوَصْلِ لِلْکَسْرِ ۳۳۵/۴۵ (ا) بِمَا۔ عَامِلاً کے متعلق ہو کر قِفْ کے فاعل سے حال ہے (۲) وَذُو الرَّاءِ ای وَاِضْجَاعُ ذِی الرَّاءِ مبتدا ہے اور یُجْتَلَا خبر ہے اور فِی الْوَصْلِ اسی کے متعلق ہے اور فِیْهِ الْخُلْفِ جملہ معترضہ حالیہ ہے اور جعبری کی رائے پر فِیْهِ الْخُلْفِ خبر ہے اور یُجْتَلَا مستانفہ ہے اور چونکہ اصل مقصود امالہ کا بیان کرنا ہے اور خُلْف کا ذکر تابع ہونے کے طور پر ہے اس لیے علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یُجْتَلَا کو خبر ہی قرار دینا اولی ہے۔ ۳۳۶/۴۶ پہلا مصرع اَلنَّبِیّ کے پہلے لام پر ختم ہوتا ہے۔ ۳۳۷/۴۷ (ا) اَلتَّنْوِیْنَ ای ذَا التَّنْوِیْنِ یعنی اَلِفَ الْمُنَوَّنِ اَوِالْاِسْمَ الْمُنَوَّنَ اور اس کی تقدیر اَلِفَ التَّنْوِیْنِ نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ عِلْمًا۔ حُکْمًا وغیرہ میں بھی وقفاً" تین مذہب ہیں حالانکہ تنوین سے بدلے ہوئے الف میں بالاتفاق فتح ہے (۲) وَقْفًا۔ وَاقِفِیْنَ کے معنی میں ہے اور فاعل سے حال ہے اور دوسرے فعل میں بھی یہی قید ملحوظ ہے (۳) اَشْمُلاً۔ شَمْلٌ۔ وَصْلٌ کی جمع ہے اور چونکہ جماعت کے افراد میں بھی اتصال ہوتا ہے اس لیے شَمْل سے مجازاً جماعت مراد لے لیتے ہیں۔ (۴) اسم تفضیل (اَجْمَعُ) کا متعلق مقدر ہے۔ ای مِنْ غَیْرِهِمْ (۵) وَتَفْخِیْمُهُمْ الخ کا معطوف بھی مقدر ہے ای وَتَرْقِیْقُهُمْ فِی الرَّفْعِ وَ الْجَرِّ اَجْمَعُ مِنْهُ حَالَ کَوْنِهٖ فِی النَّصْبِ ۳۳۸/۴۸ (ا) رفع اور جر دونوں مفعول کے معنی میں ہیں اور رَفْعُهٗ بتقدیر مِثَالُ مَرْفُوْعِهٖ مبتدا ہے اور مُسَمًّی اور مَوْلًی خبر ہے اور اس کے عکس کی بھی گنجائش ہے (۲) مَعَ علی قاریؒ کی رائے پر صفت ہے اور ترجمہ مذکورہ کی بناء پر حال ہے (۳) تَزَیَّلاَ۔ تَفَرَّقَ وَ امْتَازَ کے معنی میں ہے اور فَزَیَّلْنَا (یونس ع ۳) اور لَوْ تَزَیَّلُوْا (فتح ع ۳) بھی اسی قبیل سے ہے اور ابو شامہؒ اور شعلہؒ کی رائے پر اس کے معنی یہ ہیں ظَهَرَ التَّنْوِیْنُ ای اَنْوَاعُهٗ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ کسی عمدہ توجیہ کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی۔

بَابُ مَذْہَبِ الْکِسَائِیِّ فِیْ اِمَالَۃِ ھَاءِ التَّانِیْثِ فِی الْوَقْفِ

سترہواں باب تانیث کی ھا میں وقفاً امالہ کرنے کے بارہ میں کسائی کے مذہب کے بیان میں

(اس میں چار شعر ہیں)

شرح: (۱) تانیث کی ھا سے مراد مونث کی تا ہے جو اسم کے آخر میں ہوتی ہے اور وقفاً ھا سے بدل جاتی ہے اور کسائی یَاَبَتِ کے سوا واحد کے صیغہ کی ہر ایک تائے تانیث کو وقفاً ھا سے بدل لیتے ہیں۔ اتفاقی موقعوں میں بھی اور اختلافی الفاظ میں بھی جیسا کہ اکیسویں باب میں آئے گا عام ہے کہ یہ تا' ھا کی شکل میں ہو جیسے وَرَحْمَۃٌ وَنِعْمَۃً یا تا کی صورت میں جیسے نِعْمَتَ اللّٰہِ (بقرہ ع ۲۹) وغیرہ میں اور اس میں وقفاً صرف کسائی امالہ کرتے ہیں (۲) کسائی کے لیے تانیث کی ھا سے پہلے فتح میں تو بالاتفاق امالہ ہے اور ھا کے بارہ میں دو قول ہیں (۱) اس میں بھی امالہ ہے جیسا کہ ناظمؒ نے عنوان میں تصریح کی ہے اور تیسیر کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور مہدوی' ابن شریح وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں پس اس قول پر ھا اور اس سے پہلے فتح دونوں میں امالہ ہے یعنی فتح کو کسرہ کی اور ھا کو قدرے یا کی طرف مائل کر دیتے ہیں چنانچہ امالہ والے الف کو بھی یا ہی کی طرف مائل کیا کرتے ہیں اور اکثر شارحین کا یہی مسلک ہے (۲) ھا میں امالہ نہیں جعبری فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے جیسا کہ اہوازی اور ابو العلاء نے تصریح کی ہے پس ناظم نے باب کے عنوان میں اپنی اصل تیسیر کے موافق پہلے مذہب کی رو سے مجازاً امالہ کی نسبت ھا کی طرف کی ہے اور نظم میں دوسرے مذہب کے موافق وَقَبْلَھَا فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دانی' ناظم اور اکثر محققین کی رائے پر تو ھا سے پہلے حرف اور ھا دونوں میں امالہ ہوتا ہے اور یہی قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ پہلے حرف کا امالہ تو ظاہر ہے اور ھا کے امالہ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں قدرے ضعف آگیا اور ھا ماقبل کے امالہ کے سبب اپنی اس حالت پر نہیں رہی جس پر پہلے حرف کے فتح کے وقت تھی اور جمہور کی رائے پر صرف پہلے حرف میں امالہ ہے کیونکہ امالہ کے معنی ہیں فتح کو کسرہ کی طرف مائل کر دینا اور یہ بات پوری طرح پہلے ہی حرف میں پائی جاتی ہے ھا میں نہیں پائی جاتی لیکن غور کے بعد نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں صرف لفظی ہے کیونکہ پہلے حرف کے امالہ سے ھا میں ضعف آجانا جمہور کے نزدیک بھی مسلم ہے اور ھا میں پوری طرح امالہ نہ پایا جانا اس کو دانی وغیرہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سوال: یہاں بھی پہلے مذہب کی رو سے ھا اور اس سے پہلے فتح دونوں میں امالہ ہے اور مُوْسٰی وغیرہ میں بھی الف اور اس سے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح دونوں ہی میں ہوتا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ناظم نے یہاں تو ھا سے پہلے حرف کے امالہ کی بھی تصریح کر دی اور پہلے باب میں الف ہی میں امالہ بتایا ہے اور الف سے پہلے حرف کے امالہ کی تصریح نہیں کی۔ **جواب:** یہ فرق اس لیے ہے کہ یہاں تو ھا سے پہلے فتح کا امالہ اصل ہے اور ھا میں تابع اور مستلزم ہونے کے طور پر ہوتا ہے اور یائی کلمات مُوْسٰی۔ نَرٰی وغیرہ میں الف کا امالہ اصل ہے اور پہلے حرف کا اس کے تابع ہونے کی بناء پر ہے (قاری) اور ابو شامہ کی رائے پر فرق کی وجہ یہ ہے کہ ھا سے پہلے تو بعض حروف امالہ سے مستثنٰی بھی ہیں جیساکہ ابھی آئے گا اور الف سے پہلے کوئی حرف بھی مستثنٰی نہیں ہے کیونکہ سبھی میں امالہ ہوتا ہے۔ لیکن قاری رحمہ اللہ اس فرق کو پسند نہیں کرتے اور فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض کلمات میں الف بھی مستثنٰی ہے جیساکہ سولھویں باب میں معلوم ہو چکا ہے لیکن حق یہ ہے کہ جو فرق ابو شامہ نے بتایا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ الف کے مستثنٰی ہونے کے منکر نہیں بلکہ انکا مطلب یہ ہے کہ الف کے امالہ میں یہ تفصیل نہیں کہ اس سے پہلے فلاں فلاں حروف ہوں گے تو اس میں امالہ ہوگا اور اگر دوسرے حروف ہوں گے تو نہیں ہوگا اور تانیث کی ھا کے امالہ میں یہ تفصیل ہے۔ اسی لیے بتا دیا کہ جب امالہ ہوگا تو ھا اور اس سے پہلے حرف دونوں میں ہوگا نہ کہ ھا میں۔

فائدہ: (۱) یہ ھا وصل میں تا ہوتی ہے اور مُوْسٰی وغیرہ میں الف کا امالہ اکثر عرب کا اور تانیث کی ھا کا امالہ بعض کا لغت ہے جو لوگوں کی زبانوں پر کثرت سے جاری ہے کسی نے کسائی سے عرض کیا کہ آپ تانیث کی ھا سے پہلے حرف میں امالہ کرتے ہیں فرمایا ھِیَ طِبَاعُ الْعَرَبِیَّةِ دانی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اس میں امالہ کوفیین کا لغت ہے اور وہ ان میں اب تک بھی باقی ہے اور یہ حضرات عرب کی اولاد کا بقیہ ہیں چنانچہ اُخُذُتُ اُخُذُہُ ضَرُبُتُ ضَرُبُہُ کہتے ہیں یعنی ھا سے پہلے حرف میں امالہ کرتے ہیں۔ اس لغت کو ان سے اخفش سعید نے نقل کیا ہے (۲) اس ھا میں امالہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ خفی ہونے میں الف کے مشابہ ہے اور ایک قول کی رو سے دونوں کا مخرج بھی ایک ہی ہے اور تانیث کے لیے اور زائد ہونے میں بھی دونوں شریک ہیں نیز جس طرح الف سے پہلے فتح ہوتا ہے اسی طرح اس ھا سے پہلے بھی فتح یا الف ہوتا ہے اسی لیے امالہ تانیث ہی کی ھا کے ساتھ خاص ہو گیا۔ چنانچہ اصلی اور ضمیر کی اور سکتہ کی ھا میں نہیں ہوتا جیسے تَوَجَّہَ کِتٰبِیَہْ سُلْطٰنِیَہْ چنانچہ اصلی ھا میں تو اس لیے نہیں ہوتا کہ الف میں امالہ اس لیے ہوا کرتا ہے کہ وہ اصل کی رو سے یا تھا اور ھا کی کوئی اصل نہیں اور ضمیر کی ھا میں جری حالت میں تو ضرورت ہی نہیں اور نصبی میں اس لیے نہیں ہوتا کہ اس میں اور تانیث کی ھا میں فرق ہو جائے اور سکتہ کی ھا اس لیے لائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ اس سے پہلا فتح پوری طرح ظاہر ہو جائے اور امالہ کے لیے پہلے حرف کی حرکت کا کسرہ کی طرف مائل ہونا ضروری ہے پس اس میں امالہ کرنے سے وہ حکمت فوت ہو جاتی ہے جس کے لیے اس کو لاتے ہیں اور ھٰذِہٖ میں چونکہ ھا سے پہلے کسرہ موجود ہے اس لیے امالہ کی حاجت نہیں۔ دانی کتاب الامالہ میں فرماتے ہیں کہ کسائی سے نص بھی تانیث ہی کی ھا میں آئی ہے اور عرب سے بھی اسی میں امالہ سنا گیا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے خبر ملی ہے کہ ایک جماعت جن میں سے ابو مزاحم خاقانی بھی ہیں تانیث کی ھا کی طرح سکتہ کی ھا میں بھی امالہ کی قائل ہے اور جب ابن مجاہد کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کا سختی سے انکار کیا اور اس بارہ میں نہایت عمدہ بات فرمائی۔ غرض یہ (اس جماعت کی) کھلی غلطی ہے جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے (ابراز)

۳۳۹ وَفِي هَاءِ تَأْنِيثِ الْوُقُوفِ وَقَبْلَهَا ۔۔۔ مُمَالُ الْكِسَائِي غَيْرَ عَشْرٍ لِّيَعْدِلَا

ترجمہ: اور وقف (ہی) کی ھا تانیث میں اور اس (ھا) سے پہلے (تمام حروف میں) کسائی کا امالہ (واقع) ہے سوائے دس (حرفوں مستعلیہ کے سات اور عین اور حا اور الف) کے (کہ ان سب میں فتح ہے اور اس سے نکل آیا کہ انکے بعد ھا میں بھی فتح ہے کیونکہ اس کا امالہ تو اس سے پہلے فتحہ کے امالہ کے تابع ہے جب اسی میں امالہ نہیں رہا تو ھا میں بدرجہ اولی نہیں رہے گا) تاکہ وہ (کسائی ان دس حروف کو اس فتح کے ذریعہ) معتدل (اور برابر) کر دیں (جو ان حروف کے مناسب ہے)

۳۴۰ وَيَجْمَعُهَا حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظًا ۔۔۔ وَأَكْهَرُ بَعْدَ الْيَاءِ يَسْكُنُ مُيِّلَا

(ص)

۳۴۱ أَوِ الْكَسْرِ وَالْإِسْكَانُ لَيْسَ بِحَاجِزٍ ۔۔۔ وَيَضْعُفُ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ أَرْجُلَا

ترجمہ: (۲) اور ان (دس حروف) کو (جن میں امالہ منع ہے) حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظًا (کا مجموع) جمع کر رہا ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت اور قبر میں موٹے گنہگار کی تنگیاں اور تکلیف اٹھانا حق اور بجا ہیں یعنی یہاں کی بے فکری وہاں برا رنگ لائے گی۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ) اور أَكْهَرُ (کے حروف کا مجموع) یا کے بعد حالانکہ وہ ساکن ہو یا کسرہ کے بعد امالہ سے پڑھا گیا ہے (پس كَهَيْئَةِ الْأَيْكَةِ لَكَبِيرَةٌ فِرْقَةٌ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اٰلِهَةً وَالْاٰخِرَةُ میں وقفاً" بلا خلاف امالہ ہے)۔

(۳) اور (وہ) اسکان (جو کسرہ اور ان حروف کے درمیان آجائے امالہ کے لیے) مانع نہیں ہے (اسی لیے لَعِبْرَةً وِجْهَةٌ میں بھی بلا خلاف امالہ ہے) اور فتحہ اور ضمہ کے بعد یہ (ان چاروں حرفوں کا امالہ) پیروں کے اعتبار سے ضعیف ہے (یعنی اس کے پیر جمے ہوئے نہیں ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر أَكْهَرُ کے حروف فتحہ یا ضمہ کے بعد ہوں جیسے اِمْرَأَةٌ بَكَّةَ التَّهْلُكَةِ سَفَاهَةٍ سَفَرَةٍ وَالْعُمْرَةَ تو ان کا امالہ صحیح تو ہے لیکن ایسا قوی نہیں جیسا کہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ حروف کسرہ یا یائے ساکنہ کے بعد ہوں)

(ص) ۳۴۲ لَعِبْرَةٌ مِائَةٌ وِجْهَةٌ وَلَيْكَةٌ وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ سِوَى أَلِفٍ عِنْدَ الْكِسَائِي مُيِّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (اَکْھَرُ کے حروف میں امالہ ہونے کی صورتوں کی مثالیں) لَعِبْرَةٌ (اور) مِائَةٌ (اور) وِجْهَةٌ اور لَیْکَةٌ ہیں اور ان (اہل ادا) میں کے بعض نے کسائی کے لیے الف کے سوا (تمام حروف) کو امالہ سے پڑھا ہے (یعنی بعض کے قول پر صرف الف جو اَلصَّلٰوۃَ وغیرہ میں ہے امالہ سے مستثنیٰ ہے اور اس کے علاوہ سب حروف میں امالہ ہے)

شرح: یعنی جو ھا وصلا" تا ہو اور وقفا" کسائی کی قراءۃ میں ھا سے بدل جائے عام ہے کہ وہ تانیث کے لیے ہو جیسے جَنَّةٌ بِرَبْوَةٍ نِعْمَةٌ یا تلفظ میں تانیث کی تا جیسی ہو گو تانیث پر دلالت نہ کرتی ہو جیسے هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ بَصِیْرَةٌ کَاشِفَةٌ اس میں کسائی وقفا" امالہ کرتے ہیں اور اس بارہ میں دو قول آئے ہیں۔ اول: (۱) اگر تانیث کی ھا سے پہلے فَجَثْتُ زَیْنَبُ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف ہو (جیسے خَلِیْفَةً بَھْجَةٍ ثُلُثَةٍ مَیْتَةً اِعَزَّةً خَشْیَةَ جَنَّةٌ حَبَّةٌ لَیْلَةً لَذَّةٍ قُوَّةٍ بَلْدَةٌ عِیْشَةٍ رَحْمَةٍ خَمْسَةٍ) (۲) یا تانیث کی ھا سے پہلے اکھر کے چار حروف میں سے کوئی حرف ہو اور ان حروف سے پہلے یائے ساکنہ ہو (جیسے کَھَیْئَةِ خَطِیْئَةِ الْاَیْکَةِ اور ھا سے پہلے یائے ساکنہ نہیں آتی اور جیسے صَغِیْرَةٌ) یا ان چار حروف سے پہلے کسرہ ہو عام ہے کہ متصل ہو یا کسرہ اور ان حروف کے درمیان کوئی ساکن آرہا ہو (جیسے فِتْنَةٌ مُشْرِکَةً اٰلِهَةٌ وِجْهَةٌ وَالْاٰخِرَةَ عِبْرَةٌ) ان دو صورتوں میں تو بلا خلاف امالہ ہے (۳) اور اگر تانیث کی ھا سے پہلے قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَاعٍ کے دس حرفوں میں سے کوئی حرف ہو (جیسے لَا طَاقَةَ وَمَوْعِظَةٌ اَلصَّآخَّةُ خَالِصَةً بَعُوْضَةً صِبْغَةً بَسْطَةً وَالنَّطِیْحَةُ اَلصَّلٰوۃَ سَبْعَةٌ) (۴) یا ھا سے پہلے اَکْھَرُ کے چار حروف میں سے کوئی حرف ہو اور ان سے پہلے نہ تو کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ ہو (جیسے اَلنَّشْاَةَ بَرَاءَةٌ بِبَکَّةَ اَلتَّهْلُکَةِ سَفَاهَةٍ سَفَرَةٍ لَحَسْرَةٌ) تو ان دو صورتوں میں ھاء تانیث اور اس سے پہلے حرف کا صرف فتح ہے۔ ناظمؒ اور دانیؒ کی رائے پر یہی تفصیل مختار ہے اور دانی نے ابو الحسن سے اسی طرح پڑھا ہے دوم: اگر ھا سے پہلے الف ہو جیسے اَلصَّلٰوۃَ وغیرہ تو اس میں فتح اور باقی سب حرفوں میں امالہ اور دانی نے ابو الفتح سے اسی طرح پڑھا ہے ان دونوں قولوں کے جمع کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ھا سے پہلے حروف کی چار صورتیں ہیں (۱) فَجَثْتُ زَیْنَبُ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ میں سے کوئی حرف ہو ان میں بلا خلاف امالہ ہے کیونکہ ان کو کسی نے بھی مستثنیٰ نہیں کیا (۲) تانیث کی ھا سے پہلے الف ہو اس میں بلا خلاف فتح ہے کیونکہ یہ سب کے قول پر مستثنیٰ ہے (۳) ھا سے پہلے قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَعٍ کے نو حرفوں میں سے کوئی حرف ہو ان میں فتح اور امالہ دونوں ہیں فتح پہلے قول سے اور امالہ دوسرے قول سے نکلتا ہے (۴) ھا سے پہلے اَکْھَرُ کے حروف میں سے کوئی حرف ہو ان کی دو حالتیں ہیں اگر ان سے پہلے یائے ساکنہ یا کسرہ ہو چاہے کسرہ اور ان حروف کے درمیان ساکن بھی آرہا ہو اس صورت میں تو یہ پہلی قسم میں داخل ہیں اور ان میں بھی صرف امالہ ہے اور اگر ان سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو خواہ ساکن کے فاصلہ سے ہو تو پھر یہ تیسری قسم میں شامل ہیں اور قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَعٍ کے نو کی طرح ان چار میں بھی فتح اور امالہ دونوں ہیں۔

فائدہ ۱: (۱) تانیث کی ھا سے پہلے الف ہونے کی صورت میں امالہ اس لیے منع ہے کہ اس صورت میں الف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے فتحہ اور الف اور ھا تین چیزوں کا امالہ کرنا لازم آتا ہے حالانکہ نقل سے صرف ھا اور اس سے پہلے فتحہ کا امالہ ثابت ہے پس تیسری چیز یعنی الف سے پہلے فتحہ کا امالہ مقصود کے خلاف اور زیادتی ہے۔ (۲) اَلتَّوْرٰىةُ اور مَرْضَاتَ میں ہر جگہ اور تُقٰىةً (آل عمران ع ۳) میں اور مُزْجٰىةٍ (یوسف ع ۱۰) میں اور کَمِشْکٰوةٍ (نور ع ۵) میں ان پانچوں میں امالہ والوں کے لیے حالین میں امالہ ہے اور اس لیے ہے کہ ان میں بدلا ہوا الف موجود ہے پس یہ تانیث کی ھا کا امالہ نہیں تاکہ الف کی بناء پر منع ہو جائے یا وقفاً کسائی کے ساتھ مخصوص ہو۔

فائدہ ۲: (۱) تانیث کی ھا سے پہلے الف ان دس اسموں اَلصَّلٰوةَ۔ اَلزَّكٰوةَ۔ حَيٰوةَ۔ نَجٰوةَ۔ غَدٰوةَ۔ مَنٰوةَ هَيْهَاتَ۔ ذَاتَ۔ اَللّٰتَ اور لَاتَ میں آیا ہے لیکن هَيْهَاتَ میں صرف بزی اور کسائی کی اور آخری تین میں صرف کسائی کی قراءۃ پر وقفاً ھا ہے اور با اٹھائیس اسموں میں اور تا صرف چار اسموں اَلْمَيْتَةُ۔ مَيْتَةٌ۔ بَغْتَةً۔ اَلْمُؤْتَفِكَةَ سِتَّةٍ میں اور ثا صرف پانچ اسموں ثَلٰثَةٍ اور خَبِيْثَةٍ۔ وَرَثَةِ۔ مَبْثُوْثَةٌ۔ اَلثَّالِثَةَ میں اور جیم آٹھ اسموں وَلِيْجَةً حَاجَةً۔ بَهْجَةٍ۔ نَعْجَةٌ۔ لُجَّةً۔ دَرَجَةٌ۔ زُجَاجَةٍ۔ اَلْحُجَّةُ میں اور حا سات اسموں صَيْحَةٌ۔ نَفْحَةٌ۔ لَوَّاحَةٌ وَالنَّطِيْحَةُ۔ اَشِحَّةً۔ اَجْنِحَةً۔ مُفَتَّحَةً میں اور خا صرف دو اسموں نَفْخَةٌ۔ اَلصَّآخَّةُ میں اور دال اٹھائیس اسموں میں اور ذال تین اسموں وَالْمَوْقُوْذَةُ۔ لَذَّةٍ۔ اَخْذَةً میں آئی ہے اور را یائے ساکنہ کے بعد چھ اسموں كَبِيْرَةٌ۔ كَثِيْرَةٌ۔ صَغِيْرَةٌ۔ اَلظَّهِيْرَةِ۔ بَحِيْرَةٍ۔ بَصِيْرَةٌ میں اور کسرۂ متصلہ یا منفصلہ بساکن کے بعد تیس اسموں میں اور فتحہ اور ضمہ اور الف اور دوسرے ساکن حروف کے بعد باون اسموں میں آئی ہے۔ اور زا چھ اسموں اَعِزَّةً۔ اَلْعِزَّةَ۔ بَارِزَةً۔ بِمَفَازَةٍ۔ هُمَزَةٍ۔ لُمَزَةٍ میں اور سین تین اسموں خَمْسَةٌ۔ وَالْخَامِسَةُ۔ اَلْمُقَدَّسَةَ میں اور شین چار اسموں اَلْبَطْشَةَ۔ فَاحِشَةٍ۔ عِيْشَةٍ۔ مَعِيْشَةً میں اور صاد چھ اسموں خَالِصَةٌ۔ شَاخِصَةٌ۔ خَصَاصَةٌ۔ خَآصَّةً۔ مَخْمَصَةٌ۔ غُصَّةٍ میں اور ضاد نو اسموں رَوْضَةٍ۔ قَبْضَةً۔ فِضَّةٍ۔ عُرْضَةً۔ فَرِيْضَةً۔ بَعُوْضَةً۔ خَافِضَةٌ۔ دَاحِضَةٌ۔ مَقْبُوْضَةٌ میں اور طا تین اسموں بَسْطَةً۔ حِطَّةٌ۔ لَمُحِيْطَةٌ میں اور ظا بھی تین اسموں غِلْظَةً۔ مَوْعِظَةٌ۔ حَفَظَةً میں اور عین اٹھائیس اسموں میں اور غین چار اسموں صِبْغَةً۔ مُضْغَةً۔ بَازِغَةً۔ اَلْبَالِغَةُ میں اور فا اکیس اسموں میں اور قاف انیس اسموں میں آیا ہے اور کاف یائے ساکنہ کے بعد صرف اَلْاَيْكَةِ میں اور کسرہ کے بعد چار اسموں ضَاحِكَةٌ مُشْرِكَةً۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ میں اور فتحہ اور سکون اور ضمہ کے بعد چھ اسموں بِبَكَّةَ۔ مَكَّةَ۔ دَكَّةً۔ اَلشَّوْكَةِ مُبَارَكَةً۔ اَلتَّهْلُكَةِ میں اور لام پینتالیس اسموں میں اور میم بتیس اسموں میں اور نون سینتیس اسموں میں اور واو سترہ اسموں میں آیا ہے اور ھا متصل کسرہ کے بعد دو اسموں اٰلِهَةً۔ فَاكِهَةٌ میں اور منفصل کسرہ کے بعد صرف وِجْهَةٌ میں اور الف کے بعد صرف سَفَاهَةٍ میں آئی ہے اور ہمزہ یائے ساکنہ کے بعد دو اسموں كَهَيْئَةِ۔ خَطِيْٓئَةٌ میں اور کسرہ کے بعد پانچ اسموں فِئَةٌ۔ مِائَةً۔ نَاشِئَةَ۔ سَيِّئَةٌ۔ خَاطِئَةٍ میں اور کسرہ اور یا کے ماسوا کے بعد چار اسموں اَلنَّشْاَةَ سَوْءَةَ۔ اِمْرَاَةٌ۔ بَرَآءَةٌ میں آیا ہے اور یا چونسٹھ اسموں میں آئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ ۳: (۱) استاذ ابو سعید حسن بن عبداللہ سیرانی کے مذہب پر بھی الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے چنانچہ جب موصوف سے امام عبدالباقی نے عبدالواحد وغیرہ کے مذہب کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا کہ استثناء کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ ھا کلمہ کے آخر میں ہے اور اطراف میں مستعلیہ وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا چنانچہ اَعْطٰی۔ وَاتَّقٰی وغیرہ میں امالہ والوں کے لیے بلا خلاف امالہ ہے اور تانیث کی ھا بھی اس سے پہلے الف نہ ہونے کی صورت میں الف ہی کی طرح ہے (۲) دانیؒ نے کسائیؒ کی قراءۃ کی دونوں روایتیں ابو الفتح سے اور انہوں نے عبدالباقی سے پڑھی ہیں اور عبدالباقی نے دوری کی روایت محمد بن علی سے پڑھی ہے اور وہ الف کے سوا سب حروف میں امالہ روایت کرتے ہیں (شرح سبعہ) (۳) تانیث کی ھاء کہنے سے سکتہ کی اور ضمیر کی ھا نکل گئی ان میں بلا خلاف فتح ہے اور وقف کی قید سے نکل آیا کہ امالہ اس ھا میں ہے جو وقف میں ھا اور وصل میں تا ہوتی ہے اور اس سے هٰذِهٖ کی ھا نکل گئی کیونکہ یہ حالین میں ھا ہی رہتی ہے (۴) کسائی تانیث کی ہر ایک تا کو گول ہو خواہ دراز وقفاً ھا سے بدل لیتے ہیں اور امالہ بھی دونوں ہی میں کرتے ہیں۔ **سوال:** تانیث کی علامت تو وقف و وصل دونوں میں تانیث ہی کے لیے ہوتی ہے اور یہاں ناظم نے تانیث کو وقوف کی طرف مضاف کیا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس ھا میں تانیث وقف ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ **جواب:** ناظم نے صرف تانیث کو مضاف نہیں کیا تاکہ یہ شبہ لازم آئے بلکہ ہائے تانیث (مرکب اضافی) کو مضاف کیا ہے اور اس اعتبار سے یہ وقف ہی کے ساتھ مخصوص ہے یعنی تانیث کی ھا وقف ہی کے سبب ھا بنتی ہے اور گو اس میں تانیث وصل میں بھی تھی لیکن اس صورت میں یہ تانیث کی ھا کے بجائے تانیث کی تا تھی اور حُبَّ رُمَّانِیِّ بھی اسی قبیل سے ہے کہ اس میں نسبت کی یا سے صرف رُمَّانٌ کا تعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ حُبَّ رُمَّانٍ مرکب اضافی کا یا سے تعلق کیا گیا ہے اور دیباچہ شعر نمبر ۴۱ کا اَبُوْ عَمْرِهِمْ اور هَاءُ الْكِنَايَه شعر نمبر ۲ کا لِابْنِ كَثِيْرِهِمْ بھی اسی قبیل سے ہے کہ ان میں مرکب اضافی کو ضمیر کی طرف مضاف کیا ہے نہ کہ صرف عَمْرو اور كَثِيْر کو (۵) چونکہ مُوْسٰی وغیرہ کی طرح یہاں بھی امالہ کا اثر ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں پایا جاتا ہے اس لیے یہ فرما دیا کہ کسائی دونوں ہی چیزوں میں امالہ کرتے ہیں اور اسی لیے سولھویں باب کے شعر ۲۰ کے تَرَآءَ میں الف کے امالہ کو را کا امالہ کہہ دیا تھا (۶) حَقٌّ ضِغَاطُ عَصٍ خَظًّا کا مطلب یہ ہے کہ جو گنہگار آخرت سے بے فکری کے سبب موٹا ہو جائے اور گناہوں میں بڑھتا چلا جائے اس کو قبر میں بہت تنگیاں پیش آئیں گی اور قبر اس کو بار بار اور بہت زور سے بھینچے گی اور وہ اسی لائق ہے پس موٹا کہنے میں گناہوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ بہت بڑے مالدار کو بھی مجازاً موٹا کہہ دیتے ہیں اور ہمارے محاورہ میں بھی موٹی مرغی بولتے ہیں اور علماء اور دین داروں کے لیے موٹاپا ناپسندیدہ صفات میں سے ہے کیونکہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کند ذہن بھی ہے اور اس کو آخرت کی فکر بھی بہت کم ہے اس لیے کہ یہ غم تو جسم کو پگھلا دیتا ہے اور لاغر کر دیتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْحِبْرَ السَّمِيْنَ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نیز نبی ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جماعت کی برائی میں فرمایا کہ ان کے دلوں میں عقل و سمجھ کم ہے اور ان کے پیٹوں میں چربی زیادہ ہے علماء کا ارشاد ہے کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ جو شخص موٹا ہو اور اس کے بدن میں گوشت اور چربی زیادہ ہو اس میں سمجھ کم ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی اخبار میں ہے کہ میں نے ایک شخص کے سوا کسی موٹے آدمی کو عقلمند نہیں پایا ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے محمد بن حسن کے سوا جتنے بھی موٹے آدمی دیکھے سب کو بڑے درجے کا آرام طلب پایا لیکن یہ واضح رہے کہ موٹاپا وہ برا ہے جو آخرت سے بے فکری کی بناء پر ہو اور جو کسی بیماری کی وجہ سے ہو وہ اس میں داخل نہیں (۷) ناظم نے کسائی کے لیے دو مذہب نقل کیے ہیں- اول پر حروف کی چار صورتیں ہیں (۱) وہ جن میں صرف امالہ ہے اور وہ فَجِثْتُ زَيْنَبَ لِذَوْدِ شَمْسٍ کے پندرہ حروف ہیں (۲) وہ جن میں صرف فتحہ ہے اور وہ قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ حَاعٍ کے دس حروف ہیں (۳) وہ جن میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہونے کی شرط سے امالہ ہے اور وہ اَكْهَرُ کے چار حروف ہیں (۴) وہ جن میں فتح اور امالہ دونوں ہیں اور فتح قوی تر ہے اور وہ یہی اَكْهَرُ کے حروف ہیں جبکہ کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہوں اور دوسرے مذہب پر الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے (۸) پہلے قول پر جو دس حروف میں امالہ منع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مستعلیہ حروف میں تو زبان تالو کی طرف اٹھتی ہے اس لیے ان کے مناسب فتح ہی ہے نیز جب یہ ساتوں حروف اسم میں الف تک کے امالہ کے لیے مانع بن جاتے ہیں حالانکہ اس کا امالہ قوی بھی ہے تو ھا جس میں صرف الف کی مشابہت کی بناء پر امالہ ہوتا ہے اس بناء پر کہ ہا امالہ میں اصل نہیں ہے تو اس کے امالہ کے لیے تو یہ حروف بدرجہ اولیٰ مانع ہونے چاہئیں اور عین اور حا میں اس لیے منع ہے کہ ان کا مخرج غین اور خا مستعلیہ سے قریب تر ہے اور الف میں اس لیے نہیں کہ تانیث کی ھا کے امالہ کا اثر خود ھا اور اس سے پہلے فتحہ پر ہوا کرتا ہے اور الف ساکن ہے اس کو تو کسرہ سے قریب کر نہیں سکتے اور اگر اس سے پہلے والے فتحہ کو کسرہ سے قریب کریں گے تو اس سے الف میں امالہ ہوگا نہ کہ تانیث کی ھا میں اور گو ان دس حروف سے پہلے کسرہ ہونے کی صورت میں الف کا امالہ جائز ہے اور اسی لیے ضِعٰفًا میں امام حمزہ کے لیے امالہ ہوتا ہے لیکن کسائی اس صورت میں بھی اَلْقَارِعَةُ اَلْبَالِغَةُ وغیرہ میں ان دو وجوہ کی بناء پر امالہ نہیں کرتے۔ (۱) پورے باب کا حکم یکساں رہے (۲) چونکہ بہ نسبت الف کے ھا کا امالہ ضعیف ہے اس لیے ھا میں یہ حروف اس صورت میں بھی مانع بن سکتے ہیں جس میں الف کے امالہ کے لیے مانع نہیں (۹) پہلے قول پر استعلاء کے حروف اس شرط سے مانع ہیں کہ ھا سے متصل ہوں اسی لیے رَقَبَةٍ اور مَسْغَبَةٍ میں بلا خلاف امالہ ہے (۱۰) اَكْهَرُ سخت ترین چیز کے معنی میں ہے اور كَهْرَةٌ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی سے سختی سے پیش آئے اور كَهْرٌ دن کے چڑھ جانے اور سخت گرم ہو جانے کے معنی میں ہے۔

فائدہ ۴: (۱) کسرہ اور اَكْهَرُ کے حروف کے درمیان ساکن صرف ھا اور را میں آیا ہے ہمزہ اور کاف میں نہیں ھا میں فقط وِجْهَةٌ میں ہے اور را میں عِبْرَةٌ سِدْرَةِ وغیرہ میں ہے (۲) فِطْرَتَ اللّٰهِ (روم ع ۴) میں کسائی کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقفاً" جمہور کے مذہب پر تو صرف امالہ ہے انہوں نے قاعدہ کو عام رکھا ہے اور ضعیف اور قوی ساکن میں کوئی فرق نہیں کیا اور ابن مجاہد اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت کی رائے پر بھی امالہ ہی مختار ہے اور شاطبی کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور شذائی۔ ابن شیطا۔ سبط الخیاط۔ حافظ ابو العلاء کی رائے پر فتح ہے کیونکہ کسرہ اور را کے درمیان جو ساکن ہے وہ طا ہے جو استعلاء اور اطباق کی بناء پر قوی ہے اس لیے اس کو فاصل شمار کر لیا (غیث) (۳) اَوِ الْکَسْرِ وَالْاِسْکَانُ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اَکْھَرُ کے حروف یا تو کسرہ کے بعد ہوں یا اس ساکن کے بعد ہوں جس سے پہلے کسرہ ہو (۴) لغت کی رو سے اَکْھَرُ کے حروف میں ہر حال میں امالہ اور فتح دونوں جائز ہیں (۵) ابراز میں ہے کہ فِطْرَتَ میں اختلاف ہے کیونکہ درمیان کا ساکن مستعلیہ ہونے کے سبب قوی مانع بن گیا اور یہ عمدہ وجہ ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ورش بھی اس میں طائے ساکنہ کو مانع قرار دے کر را میں ترقیق نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ یہ دو باب ہیں جو دو اماموں سے متعلق ہیں اس لیے ایک کا مذہب دوسرے کو مستلزم نہیں اور اسی کی ایک مثال عِمْرٰنَ بھی ہے کہ اس میں ورش تو اس کے عجمی ہونے کے سبب را کی ترقیق نہیں کرتے لیکن ابن ذکوان عجمہ کا اعتبار نہ کرتے ہوئے الف کے امالہ کے سبب را میں ترقیق کرتے ہیں انتہی۔ اور یہ اس بناء پر ہے کہ ابو شامہ کی رائے پر امالہ اور ترقیق دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ (۶) وَیَضْعُفُ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اَکْھَرُ کے حروف فتح اور ضمہ کے بعد امالہ کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور اَرْجُل (پیروں) کا ذکر مجاز کے طور پر ہے چنانچہ محاورہ میں ہر کمزور بات اور دلیل کو کہا کرتے ہیں کہ یہ چلنے والی نہیں اور مناسبت یہ ہے کہ پیر چلنے کا آلہ ہے (۷) فتحہ کے بعد ہمزہ کی مثال رامْرَاَةٌ" ہے اگر ہمزہ اور فتح کے درمیان ساکن ہو اور وہ الف ہو جیسے بَرَآءَةٌ" تو پہلے قول پر امالہ کے لیے مانع ہے اور اگر الف کے سوا اور کوئی ساکن ہو جیسے سَوْءَۃَ کَھَیْئَۃِ اَلنَّشْاَۃَ تو اس میں فتحہ اور امالہ دونوں ہیں دانیؒ فرماتے ہیں کہ قیاس فتح ہی کو چاہتا ہے یعنی الف پر قیاس کرنے سے یہی نکلتا ہے کہ جس طرح الف کے بعد فتح ہے اسی طرح دوسرے ساکن کے بعد بھی فتح ہی ہو۔ یا قیاس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح کسرہ کے بعد ساکن کا آجانا امالہ کے لیے مانع نہیں اسی طرح سَوْءَۃَ جیسے کلمات میں ساکن کا واقع ہونا فتح کے لیے مانع نہیں اور فتح کے بعد کاف کی مثال مُبٰرَکَۃً اور اَلشَّوْکَۃِ ہے اس میں فاصل ہو یا نہ ہو دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور ھا اور را کا بھی یہی حال ہے اور ھا کسرہ اور الف ہی کے بعد آتی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ اَکْھَرُ کے حروف جب فتحہ اور ضمہ کے بعد ہوں ساکن کے فاصلہ سے ہوں یا بلا فاصلہ ہوں دونوں صورتوں میں ان میں دونوں وجوہ ہیں اور اسی لیے بَعْدَ الْفَتْحِ وَالضَّمِّ کو بلا قید لائے ہیں (۸) اَکْھَرُ کے حروف میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد امالہ اس لیے ہوتا ہے کہ یہ دونوں امالہ کے قوی سبب ہیں اس لیے یہ مانع کو کمزور کر دیتے ہیں اور دوسرے حالات میں فتح اس لیے ہے کہ ہمزہ اور ھا تو حلقی ہونے کے سبب الف، عین، حا، غین، خا کے حکم میں ہیں اور کاف، قاف سے قریب ہے اور را تکرار کی صفت کے سبب مستعلیہ کے مشابہ ہے (۹) چونکہ اَلْاَیْکَۃِ چار جگہ آیا ہے یعنی حجر ع ۵ و قٓ ع ۱ میں اور شعراء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰ اور صٓ ع ۱ میں اور اول کے دو میں سب کی قراءۃ اَلْاَیْکَۃِ ہے لام اور ہمزہ سے اور شعرا اور صٓ میں حجازی اور شامی قراءۃ لَیْکَۃَ ہے ہمزہ کے بغیر لام سے اور عراقی قراءۃ پر اَلْاَیْکَۃِ ہے اس لیے اگر شعر میں وَلَیْکَہٗ کے بجائے وَاَیْکَہٗ کہتے تو چاروں موقعوں کو بھی شامل ہو جاتا اور امالہ والی (کسائی) کی قراءۃ کے بھی موافق ہو جاتا اور یہ وہم نہ رہتا کہ اس کو کسائی کی قراءۃ کے بجائے دوسری قراءۃ کے موافق لائے ہیں اور الف لام کا جدا کرنا اس لیے مضر نہ ہوتا کہ اَلْ تو حقیقتاً اصل کلمہ سے جدا ہی ہے اور ممکن ہے کہ ناظم نے یہی ارادہ کیا ہو اور شعری ضرورت کی بناء پر ورش کی قراءۃ کے موافق نقل سے لے آئے ہوں اور اسی لیے ابو شامہ کی رائے پر صحیح یہ ہے کہ شعر میں اس طرح لکھا جائے وَالَایْکَہٗ تاکہ وہم رفع ہو جائے پس یہ وَالَاخِرَۃُ الْمَرْفُوْعُ انعام شعر ۴ کی طرح ہو جائے گا۔ (۱۰) دانیؒ کی کتاب الامالہ میں ہے کہ خلف نے کسائی سے (الف کے سوا) کسی حرف کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اور مجھے ابو مزاحم خاقانیؒ سے بھی یہی روایت پہنچی ہے اور یہ کسائی کی وجوہ کے محفوظ رکھنے میں سب پر فائق تھے اور ابوبکر بن الانباری اور اہل ادا کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور تحقیق بھی یہی ہے اور میں نے اپنے شیخ ابو الفتح سے اور انہوں نے اپنے شیوخ ـــ اسی طرح پڑھا ہے اور ابوبکر بن مجاہد۔ ابو الحسین بن المنادی' ابو طاہر بن ابی ہاشم اور ان تینوں کے شاگردان میں سے گیارہ حروف کو خاص کر کے ان میں فتح پڑھتے تھے پھر ان حروف کو بیان کیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے تانیث کی ھا سے پہلے ہمزہ' کاف (ھا) را کے واقع ہونے کی صورت میں کئی حالات قرار دے کر بعض کا امالہ کیا ہے اور بعض میں فتح پڑھا ہے پھر ان کی اسی طرح تشریح کی ہے جس طرح اوپر گذر چکی ہے (۱۱) جن دس کلمات میں تانیث کی ھا سے پہلے الف ہے جو دوسرے فائدہ میں الف کے ذیل میں درج ہو چکے ہیں ان میں امالہ اس لیے نہیں کہ یہ الف امالہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ بعض میں تو الف واو سے بدلا ہوا ہے اور بعض میں اس کی اصل معلوم نہیں اور ایسے الفات کا امالہ سے کوئی علاقہ نہیں نیز اگر ان میں امالہ کریں گے تو سننے والا اس کو ھا کے بجائے الف کا امالہ سمجھے گا کیونکہ اس بارہ میں الف اصل ہے اور ھا اس کی فرع اور اس کے مشابہ ہے۔ چنانچہ تم خوب جانتے ہو کہ تُوْرِثُ مَرْضَاتِ۔ تُقٰۃً مُزْجٰۃٍ کَمِشْکٰوۃٍ پانچوں کا شمار ان الفاظ میں ہے۔ جن میں الف کا امالہ ہے تانیث کی ھا کے امالہ والے الفاظ میں نہیں اور مکیؒ نے مَنٰوۃَ میں خلاف بیان کیا ہے جو الف کی اصل (کے اختلاف) پر مبنی ہے اور فتح کو پسند کیا ہے اور دانیؒ نے حَیٰوۃ کے الف میں بھی اختلاف بتایا ہے کہ ایک قول پر واؤ سے اور دوسرے پر یا سے بدلا ہوا ہے لیکن چونکہ قرآنوں میں واو کی صورت میں ہے اس لیے امالہ یا والے قول پر بھی نہیں ہے (ابراز)

فائدہ ۵: (۱) تانیث کی ھا کے امالہ کے لیے علی قاری نے تین قیدیں بیان کی ہیں (۱) وصلاً" تا سے اور وقفاً" ھا سے بدل جائے اس سے ھٰذِہٖ کی ھا نکل گئی (۲) ھا کی صورت میں ہو خواہ تا کی پس بَقِیَّتُ اللّٰہِ وغیرہ بھی شامل ہو گئے (۳) تا تانیث کے لیے ہو یا تاکید اور فرق اور مبالغہ کے لیے اس سے نُعَجَۃٌ سَفِیْنَۃٌ ھُمَزَۃٍ لُمَزَۃٍ وغیرہ شامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے (۲) وَيَضْعُفُ سے جو امالہ کے ضعیف ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس کے حل کے بارہ میں علی قاری فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ آیا ہے کہ اس کی ضمیر سبب الامالہ کے لیے ہے یعنی کسرہ اور یائے ساکنہ نہ ہونے کی صورت میں امالہ کا سبب ضعیف ہے نہ کہ اس کی قراءۃ بھی (۳) وَمَنٰوةَ میں فتح والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ اس کی جمع مَنَوَات آتی ہے اور امالہ والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ مَنَى اللّٰهُ يَمْنِيْهِ سے ہے جو قَدَّرَهٗ کے معنی میں ہے۔ مکی فرماتے ہیں کہ بہترین قول پہلا ہی ہے کیونکہ اگر یہ الف یا سے بدلا ہوا ہوتا تو تُقٰىةً اور تُقٰتِهٖ کی طرح اس میں وصلا" بھی امالہ ہوتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور وقف کو وصل پر کوئی فضیلت بھی حاصل نہیں ہے نیز فتح اصل بھی ہے اس لیے روایت نہ ملنے کی صورت میں کلمہ کا اصل ہی پر رہنا اولیٰ ہے اور اَلصَّلٰوة اور اَلزَّكٰوة کی طرح اس کی رسم بھی واو سے ہے (قاری عن السخاوی) (۴) علی قاری رحمہ اللہ نے وَاَكْهُرُ سے اَرْجُلَا تک کے تین مصرعوں سے اشارہ کے طور پر عجیب و غریب معنی نکالے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کافر سرکش جو اپنے خالص کفر میں ڈوبا ہوا ہے قسم قسم کی سزاؤں سے اس کے اعضاء کو توڑنے کے بعد پیشانی اور قدموں کے ذریعہ پکڑ کر اس کو دوزخ کی آگ کی طرف جھکایا جائے گا اور اس کے اعضاء کا وہاں ساکن کر دینا اور ٹھہرا دینا اس کے لیے عذاب سے مانع نہیں بن سکے گا اور اس کے جوڑوں کے کھول دینے اور ملا دینے کے بعد اس کے پیر یعنی کفر کے حق اور سچا ہونے کی دلیلیں سب ضعیف اور لچر اور محض بے کار ہو کر رہ جائیں گی پھر وہ سوچے گا میں تو ان دلیلوں پر بڑا اعتماد رکھتا تا آج انہوں نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ (۵) صاحب انشاذ فرماتے ہیں کہ سِوٰى اَلِفٍ الخ پر عمل نہیں ہے (اور یہ دوسرا قول ہے جس کی رو سے الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے) بلکہ اعتماد تفصیل (پہلے قول) پر ہے لیکن وہ عبارت سے نہیں نکلتی بلکہ ضد سے اشارتاً" سمجھی جاتی ہے اس کو نقل کرنے کے بعد علی قاری فرماتے ہیں کہ اسی لیے میں نے شعر ۴ میں اس طرح تغیر کر دیا۔

كَعِبْرَةٍ مِائَةٍ وِجْهَةٍ وَالَايْكَةَ وَقَدْ حُكِيْ　　سِوٰى اَلِفٍ عِنْدَ الْكِسَائِيْ تَمَيُّلَا

(اس سے تفصیل والے قول کا قوی ہونا اور دوسرے قول کا ضعیف ہونا ظاہر ہو گیا) پھر فرماتے ہیں چونکہ مجھ پر واضح ہو گیا کہ صاحب انشاذ کا قول تحقیق پر مبنی نہیں ہے اس لیے میں نے اس سے رجوع کر لیا پھر دانی کی کتاب الامالہ کی وہ عبارت نقل کی ہے جس کا مفہوم اوپر چوتھے فائدہ کے نمبر دس میں درج ہو چکا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے واضح ہو گیا کہ دانی کے دو طریق ہیں اور ان میں سے تفصیل والا طریق مختار ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا قول متروک ہے (۶) علی قاری فرماتے ہیں کہ یہاں لِعِبْرَةٍ کے بجائے كَعِبْرَةٍ اولیٰ تھا اور بعض نسخوں میں اسی طرح ہے بھی اور اس سے عِبْرَةً (یوسف ع ۱۲) بھی شامل ہو جاتا ہے۔

النحو و العربیہ: ۳۳۹/۱ (۱) ھا کی اضافت تانیث کی طرف تخصیص کے لیے ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْوُقُوْفِ کی طرف اکیلا لفظ تانیث مضاف نہیں ہے بلکہ ھا تانیث مرکب اضافی مضاف ہے اور وُقُوْفٌ اور وُقُف دونوں مصدر ہیں (۲) قَبْلَهَا کی تقدیر مَاقَبْلَهَا ہے اور یہ ھائے تانیث پر معطوف ہے (۳) مُمَال مُقَام کی طرح مصدر میمی ہے (۴) اَلْكِسَائِیْ میں نسبت کی یا کی تخفیف لغۃ'' ہے اور اس ترجمہ کی ۃ سے وَفِیْ سے اَلْكِسَائِیْ تک کا مجموعہ جملہ اسمیہ ہے اور فِیْ۔ ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہے اور جعبری کی رائے پر فِیْ۔ عَلٰی کے معنی میں ہے اور قِفْ مقدر کے متعلق ہے اور وَقَبْلَهَا مُمَالُ الْكِسَائِیْ جملہ اسمیہ قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور موصوف نے یہ ترکیب شاید اس لیے اختیار کی ہے کہ ان کی رائے ان حضرات کے موافق ہے جو صرف تانیث کی ھا سے پہلے فتحہ کے امالہ کے قائل ہیں اور ابو شامہ اور علی قاری رحمہما اللہ کی رائے پر پہلی ترکیب پسندیدہ ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ امالہ تانیث کی ھا اور اس سے پہلے فتحہ دونوں میں ہے لیکن علی قاری وَقَبْلَهَا کے عطف کو عطف تفسیری فرماتے ہیں اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ موصوف بھی صرف پہلے فتحہ ہی کے امالہ کے قائل ہیں (۵) غَیْرَ کا نصب قَبْلَهَا سے مستثنیٰ ہونے کی بناء پر ہے (۶) عَشْرٍ کی تذکیر جعبری کی رائے پر تو اس لیے ہے کہ اس کا معدود فَتْحَةٌ یا حَرَكَةٌ ہے جو مونث ہے اور علی قاری کی رائے پر اس لیے ہے کہ حروف میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں اور ابو شامہ کے قول کی رو سے غَیْرُ۔ قَبْلَهَا کے موصوف مقدر سے مستثنیٰ ہے ای فِی الْحُرُوْفِ الَّتِیْ قَبْلَهَا غَیْرَ عَشْرٍ مِّنْ تِلْكَ الْحُرُوْفِ اور گو یہاں عَشْرٍ کے بجائے عَشْرَةٍ اولیٰ تھا کیونکہ اس کا معدود حروف ہے جو حرف کی جمع ہونے کے سبب مذکر ہے لیکن اس کو تذکیر سے اس بناء پر لائے ہیں کہ یہاں حروف سے ہجاء کے حروف کے اسماء مراد ہیں جن میں تذکیر و تانیث دونوں ہیں پس چونکہ حروف کے مدلول (ہجاء کے حروف کے ناموں) میں تانیث بھی تھی اس لیے عَشْرٍ کو تا کے بغیر لے آئے اور عرب صیغوں کا استعمال لفظ کے لحاظ سے بھی کیا کرتے ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی (اسی بناء پر مَنْ موصولہ کے لیے واحد کی ضمیریں بھی لے آتے ہیں اور جمع کی بھی اور

وَاِنَّ كِلَابًا هٰذِهٖ عَشْرُ اَبْطُنٍ ۔۔۔ وَاَنْتَ بَرِیْءٌ مِّنْ قَبَائِلِهَا الْعَشْرِ

بھی اسی قبیل سے ہے کہ اس میں عَشْر کو پہلی جگہ معنی کے اور دوسری جگہ لفظ کے لحاظ سے مذکر لائے ہیں کیونکہ اَبْطُنٍ۔ بَطْنٌ کی جمع ہونے کے سبب جمع مذکر ہے جس کی رو سے عَشْر کا تا سے لانا اولیٰ تھا لیکن چونکہ بَطْن سے قبیلہ مراد ہے اور وہ مونث ہے اس لیے عدد کو مذکر لائے ہیں اور دوسری جگہ قبائل کے لفظ کے اعتبار سے تذکیر سے آیا ہے (۷) لِیَعْدِلَا میں اشارہ ہے کہ مستعلیہ اور حلقی حروف فتح کو چاہتے ہیں اس لیے کسائی نے ان کو مستثنیٰ کرنے کے بارہ میں انصاف سے کام لیا ہے اور فتح کے ذریعہ ان کو معتدل اور عمدہ کر دیا ہے۔ ۲/۳۴۰ (۱) ضِغَاطٌ۔ ضُغْطٌ (تنگی) کی جمع ہے اور یہ اپنے مضاف الیہ اور اس کی صفت سے مل کر یا تو مبتدا ہے اور حَقٌّ اس کی خبر مقدم ہے یا ضِغَاطٌ۔ حَقٌّ کا فاعل ہے اور یہ ان حضرات کے مذاہب کی رو سے ہے جو قَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ کو جائز بتاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ (۲) عَصِ میں قَاضٍ والی تعلیل ہوئی ہے اور یہ صفت مشبہ ہے اور عَاصٍ کے معنی میں ہے (۳) خَطًا۔ سَمِیْنٍ (موٹے) کے معنی میں ہے اور یہ بھی صفت مشبہ ہے اور واوی ہے جو نَصَرَ سے ہے اور مصدر خُطُوًّا ہے (۴) اَکْهَرَ۔ کَهُرٌ سے ہے جو قَهْرٌ کے معنی میں ہے اور شاذ قراءۃ پر فَلَا تَکْهَرْ (والضحیٰ) میں بھی کاف آیا ہے اور یہ وزن فعل اور وصف کی بناء پر غیر منصرف ہے اور اس کی تقدیر حُرُوْفُ اَکْهَرَ ہے پس مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کو اعراف دے دیا اور اسی لحاظ سے قافیہ کی رعایت کی بناء پر مُمِیّلًا کو مذکر لائے ہیں ورنہ مضاف کے لحاظ سے تو مُمِیّلَتٌ آتا پس یہ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ (اعراف ع ۱) کے قبیل سے ہے کہ یہ بھی وَکَمْ مِّنْ اَهْلِ قَرْیَۃٍ تھا پس مضاف کو حذف کر کے بعد کے فعلوں میں مضاف الیہ کے اعتبار سے ضمیروں کو مونث لائے ہیں اور اس کے بعد اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ میں مذکر کی ضمیریں لانا یا تو مضاف (اَهْلِ) کی رعایت سے ہے یا قافیہ کی مطابقت کے لیے ہے یا دونوں رعایتیں پیش نظر ہیں۔ ۳/۳۴۱ وَاِلَّا سُکَّانُ لَیْسَ بِحَاجِزٍ میں جملہ فعلیہ صغریٰ ہے اور جملہ اسمیہ کبریٰ ہے اور جن موقعوں میں مبتدا کی خبر جملہ ہوتا ہے ان سب میں یہی صورت ہے اور لَیْسَ کی خبر میں با تاکید کے لیے ہے۔ ۴/۳۴۲ (۱) وزن کے سبب چاروں مثالوں میں وقف کر کے تا کو ھا سے بدل لیا (۲) عِنْدَ۔ مُمِیّلًا کا ظرف ہے اور یہ یا تو لام جارہ کے معنی میں ہے یا اس کی تقدیر عِنْدَ الْاَدَاءِ لِلْکِسَائِیِّ ہے (۳) سِوٰی اَلِفٍ۔ مُمِیّلًا کے مفعول مقدر جَمِیْعُ الْحُرُوْفِ سے مستثنیٰ ہے (۴) مُمِیّلًا کا الف اطلاقیہ ہے۔

بَابُ مَذَاہِبِهِمْ فِی الرَّاءَاتِ

اٹھارہواں باب قراء کے ان قواعد کے بیان میں جو راءات کے پر اور باریک پڑھنے کے بارہ میں ہیں۔

(اس میں سولہ شعر ہیں)

شرح: (۱) را اور لام کے باریک پڑھنے کو ترقیق اور پر پڑھنے کو تفخیم کہتے ہیں اور تغلیظ بھی تفخیم ہی کے معنی میں ہے اور کبھی یہ فرق بھی کرتے ہیں کہ را کے پر پڑھنے کو تفخیم اور لام کے پر پڑھنے کو تغلیظ کہہ دیتے ہیں ترقیق کے معنی ہیں حرف کی آواز کا پتلا اور باریک کر دینا اور تفخیم و تغلیظ اس کی ضد ہے جس کے معنی ہیں حرف کی آواز کا موٹا کر دینا یا حرف کی آواز سے منہ کو بھر دینا اور امالہ کے معنی ہیں الف کا یا کے اور فتح کا کسرہ کے مانند کر دینا اور اس سے نکل آیا کہ ترقیق و امالہ دونوں ہم معنی نہیں ہیں گو بعض اس کے قائل ہو گئے ہیں اور ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامہ بھی انہی میں سے ہیں کیونکہ اگر دونوں کی حقیقت ایک ہوتی تو ایک دوسرے سے جدا نہ پائے جاتے حالانکہ واقع اس کے خلاف ہے چنانچہ بہت سی راءات ایسی ہیں جن میں ترقیق تو ہے لیکن امالہ نہیں ہے اور مثالیں ظاہر ہیں اور بعض متاخرین کی تحقیق کی رو سے متقدمین کی عبارتوں کو دلیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ وہ حضرات مجاز کی بناء پر ایک لفظ کو دوسرے کے بجائے استعمال کر لیتے تھے چنانچہ ترقیق و امالہ میں بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ سولھویں باب کے شعر ۴۷ میں ناظم نے بھی اسی پر عمل کیا ہے۔ دانیؒ کتاب التجوید میں فرماتے ہیں کہ ترقیق حرف میں ہوتی ہے حرکت میں نہیں اور امالہ حرکت میں ہوتا ہے حرف میں نہیں ہوتا اور ادغام کی طرح امالہ بھی تخفیف ہی کی غرض سے ہوتا ہے اور یہ نہایت عمدہ تحقیق ہے۔ (قاری) (۲) را میں اصل تفخیم ہے اور ترقیق سبب پر موقوف ہے اور لام میں اس کا عکس ہے اور بعض کی رائے پر را میں نہ تفخیم اصل ہے نہ ترقیق۔ محققؒ فرماتے ہیں کہ دونوں مذہب درستی کا احتمال رکھتے ہیں اور ورش کی روایت کی رو سے دوسرا ظاہر تر ہے اور اس اختلاف کا فائدہ کسرہ والی اس را میں وقفاً ظاہر ہوتا ہے جس سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو استاذنا و شیخ القراء مولانا الحافظ القاری ابو محمد محی الاسلام صاحبؒ شرح سبعہ میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ کسی شے کا لازمی خاصہ اس سے جدا نہیں ہوا کرتا جیسے مستعلیہ کا پر ہونا اور را کا یہ حال نہیں اور نہ را ترقیق و تفخیم دونوں حالتوں سے خالی ہو سکتی ہے پس یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ فتحہ اور ضمہ والی را کی اصل تفخیم ہے اور کسی سبب سے باریک ہو جاتی ہے اور کسرہ والی کی اصل ترقیق ہے (۳) کسرہ والی را تو بلا خلاف باریک ہوتی ہے اور فتح اور ضمہ والی ورش کے لیے کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد باریک ہوتی ہے اور باقین کے لیے پر اور را کی یہی ایک قسم اختلاف کے سبب قراءۃ کے فن سے متعلق ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسی کو بیان کیا ہے۔

فائدہ: (۱) بعض نسخوں میں بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِی الرَّاءَاتِ کے بجائے بَابُ الرَّاءَاتِ ہے چنانچہ ابراز اور ارشاد المرید میں اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ بَابُ اللَّامَاتِ کے بھی مطابق ہے (۲) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ الفات اور تانیث کی ھاءات کا امالہ تو (سولھویں اور سترھویں باب میں) بیان ہو چکا ہے اور اس باب میں امالہ کو ترقیق فرمایا ہے تاکہ اس پر تنبیہہ ہو جائے کہ یہ امالہ بین بین ہے اور دانی نے تیسیر میں ترقیق کو امالہ ہی کہا ہے اور ترقیق بھی امالہ کے ناموں میں سے ہے اور ورش کے لیے رائی کلمات کا امالہ بین بین تو سولھویں باب میں بیان ہو چکا ہے اور یہ باب را کے امالہ کے بارہ میں ورش ہی کے مذہب کا تتمہ ہے کیونکہ را میں ان کے علاوہ کسی کے لیے بھی امالہ نہیں ہے اور یہ ترقیق اس صورت میں ہے جبکہ را کے بعد الف نہ ہو یا ہو لیکن کلمہ کے آخر میں نہ ہو یا تثنیہ کا الف ہو جیسے فِرَاشًا اور سِحْرٰنِ پس یہ دونوں قسمیں (نَرٰی۔ اِفْتَرٰی وغیرہ) رائی کلمات کے اس امالہ میں داخل نہیں ہیں جو سولھویں باب کے شعر ۲۱ میں بیان ہوا ہے کیونکہ وہاں اصل کی رو سے الف کا امالہ مذکور ہے رہی را سو اس میں تبعاً ہو جاتا ہے اور اس باب میں خود را ہی کا امالہ مذکور ہے اسی لیے اس کے بعد تثنیہ وغیرہ کے الف کا آجانا امالہ کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانع نہیں بنا گو مخالف نے اس قسم میں سے بعض میں اس کے خلاف بھی کہا ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ یہ پوری تقریر اس پر مبنی ہے کہ موصوف کی رائے پر امالہ بین بین اور ترقیق دونوں ایک ہیں جو واقع کے خلاف ہے۔

ورش کے قواعد

۳۴۳ وَرَقَّقَ وَرْشٌ كُلَّ رَاءٍ وَّقَبْلَهَا مُسَكَّنَةً يَّاءٌ اَوِ الْكَسْرُ مُوْصَلَا

ترجمہ: اور ورش نے (فتحہ اور ضمہ والی) ہر ایک را کو باریک پڑھا ہے جس را کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے ساکن کی ہوئی (ہونے کی حالت میں) یا ہو یا (اس را سے پہلے) کسرہ ہو حالانکہ وہ (یا اس را سے) متصل کی ہوئی ہو (یعنی یائے ساکنہ بھی اسی کلمہ میں ہو جس میں را ہو دوسرے کلمہ میں نہ ہو اسی لیے خَيْرٌ۔ غَيْرُ۔ خَبِيْرًا میں را کو باریک اور فِيْ رَيْبٍ اور مُقْنِعِيْ رُؤُسِهِمْ میں پر کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں مثالوں میں یا دوسرے کلمہ کی ہے اور اسی طرح را سے پہلا کسرہ بھی متصل یعنی را ہی والے کلمہ میں ہو اسی لیے وَالْآخِرَةُ اور نَاضِرَةٌ میں را کو باریک اور اَبُوْكِ امْرَاَ اور وَقَالَتِ امْرَاَتُ میں پر پڑھتے ہیں کیونکہ ان دو مثالوں میں کسرہ دوسرے کلمہ کا ہے نیز وہ کسرہ لازمہ ہو یعنی ایسے حرف پر ہو جس کے جدا کر دینے سے کلمہ درست نہ رہتا ہو چنانچہ نَاضِرَةٌ میں اگر ضاد کو جدا کر دیں تو رَةٌ رہ جاتا ہے اور وہ کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس لازمہ کی قید سے لام جارہ اور با جارہ کا کسرہ نکل گیا جو بِرَبِّهِمْ۔ لِرَسُوْلٍ۔ لِرُقِيِّكَ وغیرہ میں ہے پس ان میں را پر ہوتی ہے کیونکہ لام و با کو جدا کر دینے سے بھی کلمہ میں کوئی کمی نہیں آتی یا ورش نے ہر ایک را کو باریک پڑھا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے یائے ساکنہ یا کسرہ ہو حالانکہ وہ را اس یا اور کسرہ سے متصل کی ہوئی ہو یعنی را اسی کلمہ میں ہو جس میں یائے ساکنہ اور کسرہ ہے دوسرے کلمہ میں نہ ہو اور دونوں ترجموں کا مآل ایک ہی ہے۔)

۳۴۴ وَلَمْ يَرَ فَصْلًا سَاكِنًا بَعْدَ كَسْرَةٍ سِوَى حَرْفِ الْاِسْتِعْلَا سِوَى الْخَا فَكَمَّلَا (ص)

ترجمہ: اور ان (ورش) نے اس ساکن کو جو کسرہ کے بعد ہو (کسرہ اور را کے درمیان) فاصل نہیں سمجھا (اسی لیے وَالْآخِرَةُ وغیرہ کی طرح لَعِبْرَةً اور اِجْرَامِيْ وغیرہ میں بھی را کو باریک ہی پڑھتے ہیں کیونکہ ساکن حرف قوی فاصل نہیں ہے اس لیے اس کے ہوتے ہوئے بھی گویا کسرہ را سے متصل ہے) سوائے استعلاء کے (ساکن) حروف کے (کہ ان کو قوی ہونے کی بناء پر فاصل سمجھتے ہیں اور اسی لیے وِقْرًا۔ اِصْرًا۔ مِصْرًا۔ فِطْرَتَ وغیرہ میں را کو پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں) سوائے (مستعلیہ میں کی) خا (ساکنہ) کے (کہ اس کو ھمس وانفتاح کے سبب ضعیف ہونے کی بناء پر فاصل نہیں مانتے اور اسی لیے وَالْاِكْرَامِ وغیرہ کی طرح اِخْرَاجُهُمْ اور اِخْرَاجًا میں بھی را کو باریک ہی پڑھتے ہیں) پس ان (ورش) نے (مستعلیہ میں سے خا کو مستثنیٰ کر کے اپنی روایت کی خوبی کو) کامل (اور عمدہ) کر دیا ہی (کہ صرف قوی ہی کو فاصل قرار دیا ہے۔)

(ص)
$\frac{۳}{۳۴۵}$ وَفَخَّمَهَا فِي الْأَعْجَمِيِّ وَفِـــي إِرَمْ ۞ وَتَكْرِيرِهَا حَتَّى يُرَى مُتَعَـــدِّلَا

ترجمہ: اور ان (ورش) نے اس (را) کو (کسرہ کے بعد ہونے کے باوجود بھی) عجمی (غیر عربی اسموں اِبْرٰهِيْمَ اِسْرَآءِيْلَ۔ عِمْرٰنَ) میں اور اِرَمَ (والفجر) میں پر پڑھا ہے اور (کلمہ میں) اس (را) کے دو بار آنے (کی صورت) میں بھی (پر پڑھا ہے) تاکہ (اس صورت میں) وہ (پہلی را تلفظ میں دوسری را کے ساتھ) برابر (اور یکساں) سنی جائے (یعنی مِدْرَارًا۔ اِسْرَارًا۔ فِرَارًا۔ اَلْفِرَارُ۔ ضِرَارًا میں دوسری را تو پر ہے ہی کیونکہ اس سے پہلے باریک ہونے کا سبب نہیں ہے لیکن ورش اس کی مناسبت سے پہلی را کو بھی پر ہی پڑھتے تاکہ دونوں کی آواز یکساں ہو جائے اور اگر پہلی را کو کسرہ کے سبب باریک پڑھتے تو یہ یکسانی حاصل نہ ہوتی اور اس پر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ را میں بہ نسبت کسرہ کی رعایت کے اس کی ہم جنس دوسری را کا لحاظ رکھنا اولیٰ ہے)

فِعْلًا کے وزن والی وہ قسم جس کی را میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور پر پڑھنا اولیٰ ہے

(ص)
$\frac{۴}{۳۴۶}$ وَتَفْخِيمُهُ ذِكْرًا وَّسِتْرًا وَّبَــابَهُ ۞ لَدٰى جِلَّةِ الْاَصْحَابِ اَعْمَرُ رُحَّلَا

ترجمہ: اور ان (ورش) کا ذِكْرًا اور سِتْرًا (کے وزن) اور اس کے باب (فعلا" منصوب غیر مشدد اِمْرًا۔ وِزْرًا۔ حِجْرًا۔ صِهْرًا ان چھوں کلمات کی راء ات) کو پر پڑھنا (ان کے) بڑی قدر والے اصحاب کے نزدیک منزلوں کی رو سے (بہ نسبت باریک پڑھنے کے) زیادہ آباد (اور رونق دار) ہے۔ (اور اس قسم میں ترقیق زیادات میں سے ہے)

$\frac{۵}{۳۴۷}$ وَفِي شَرَرٍ عَنْهُ يُرَقِّقُ كُلُّهُمْ ۞ وَحَيْرَانَ بِالتَّفْخِيمِ بَعْضٌ تَقَبَّلَا

ترجمہ: اور بِشَرَرٍ میں ان (ورش) سے (ان کے) تمام (شاگرد فتحہ والی را کو بھی) باریک پڑھتے ہیں اور بعض (ناقلین) نے حَيْرَانَ کو (را کی) تفخیم کے ساتھ قبول کیا ہے (یعنی اس میں دونوں وجوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفخیم زیادات میں سے ہے لیکن قیاس کے موافق ترقیق ہی ہے)

۶/۳۴۸ وَفِي الرَّاۤءِ عَنْ وَّرْشٍ سِوٰى مَاذَكَرْتُهٗ مَذَاهِبُ شَذَّتْ فِي الْاَدَاۤءِ تَوَقُّلَا

ترجمہ: اور را (کے مستثنیٰ ہونے کے بارہ) میں ورش سے اس (طریق) کے سوا جس کو میں نے (اسی باب کے شعر ۲ تا ۵ میں) بیان کیا ہے (اور بھی) طرق ہیں جو (ہم تک) منقول ہونے (اور پہنچنے) میں بلند ہونے کے اعتبار سے شاذ ہو گئے ہیں (یعنی جس طرح وہ اصلیں اور الفاظ ترقیق سے مستثنیٰ ہیں جو یہاں شعر ۲ تا ۵ میں مذکور ہیں اسی طرح اہل قیروان وغیرھم کی روایات پر کچھ اور الفاظ بھی مستثنیٰ ہیں جو فن کی کتب میں مل سکتے ہیں۔ لیکن ان روایات کو بلندی اور شہرت حاصل نہیں ہوئی اور ان کے ضعف ہی کی بناء پر ہم نے ان الفاظ کو بیان نہیں کیا)

شرح: یعنی ورش فتحہ اور ضمہ والی ہر اس را کو جو کلمہ کے درمیان یا آخر میں ہو۔ عام ہے کہ اس پر تنوین ہو یا نہ ہو۔ اس شرط سے باریک پڑھتے ہیں کہ را سے پہلے اسی کلمہ میں یائے ساکنہ ہو (جیسے خَيْرًا۔ خَبِيْرٌ۔ كَبِيْرَةٌ) یا کسرۂ متصلہ لازمہ ہو یعنی اسی کلمہ کا ہو اور لام اور بائے جارہ کا بھی نہ ہو۔ عام ہے کہ یہ کسرہ را سے ملا ہوا ہو جیسے وَالْاٰخِرَةُ۔ فَاقِرَةٌ۔ قَصِرٰتُ۔ يُبْصِرُوْنَ۔ طٰۤئِرُكُمْ یا کسرہ اور را کے درمیان مستعلیہ کے صاد اور قاف اور طا کے سوا کوئی اور ساکن آرہا ہو جیسے اِكْرَاهِهِنَّ۔ اِجْرَامِيْ۔ اَلذِّكْرُ۔ اَلسِّحْرُ۔ كِبْرٌ۔ اِخْرَاجُهُمْ اِخْرَاجًا (پس اگر یائے ساکنہ راوالے کلمہ میں نہ ہو جیسے فِيْ رَيْبٍ۔ فِيْ رَبِّهِمْ۔ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ یا کسرہ دوسرے کلمہ کا ہو جیسے اَبُوْكِ امْرَاَ اور اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ یا عارضی ہو جو ہمزہ وصلی پر ہو جیسا کہ انہی دو مثالوں میں اِمْرَاَ اور اِمْرَاَتُ سے اعادہ کرنے کی صورت میں پایا جاتا ہے یا لام جارہ اور بائے جارہ پر ہو جیسے لِرَبِّهِمْ لِرُقِيِّكَ۔ بِرَسُوْلٍ۔ بِرُءُوْسِكُمْ میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں اوروں کی طرح ورش بھی را کو پر ہی پڑھتے ہیں اور منفصل اور عارضی کسرہ کا یہ حکم اسی باب کے شعر۱۰ میں آئے گا) اور یہ باریک پڑھنے کا قاعدہ یائے ساکنہ کے بعد تو ہر جگہ اسی طرح ہے لیکن کسرہ کے بعد جو بلافاصلہ ہو یا ساکن کے فاصلہ سے ہو ذیل کی پانچ صورتوں میں ورش بھی را کو باریک پڑھنے کے بجائے پر ہی پڑھتے ہیں۔ اول: کسرہ اور را کے درمیان ساکن ہو جو مستعلیہ میں کے صاد' طا' قاف میں سے کوئی ایک ہو جو ان چار کلمات میں آتا ہے۔ (۱) مِصْرًا (بقرہ ع ۷) مِصْرَ (چار جگہ) (۲) اِصْرًا (بقرہ ع ۴۰) اور اِصْرَهُمْ (اعراف ع ۱۹) (۳) قِطْرًا (کہف ع ۱۱) (۴) فِطْرَتَ (روم ع ۴) (۵) وِقْرًا (ذاریات ع ۱) (پس اگر درمیان کا ساکن استعلاء کی خا ہو جو صرف اِخْرَاجُهُمْ۔ غَيْرَ اِخْرَاجٍ۔ اِخْرَاجًا میں ہے تو پھر را کو باریک ہی پڑھتے ہیں) اس صورت کا ذکر شعر ۲ میں ہے۔ دوم: جس را سے پہلے ساکن کے فاصلہ والا یا بغیر فاصلہ کا کسرہ ہو اس کے بعد اسی کلمہ میں مستعلیہ میں سے ضاد' طا' قاف آجائے جو صرف چار کلمات میں آئے ہیں۔ (۱) اِعْرَاضًا (نساء ع ۱۹) اور اِعْرَاضُهُمْ (انعام ع ۴) (۲) صِرَاطَ۔ صِرَاطٍ۔ اَلصِّرَاطُ ہر جگہ (۳) فِرَاقُ (کہف ع ۱۰) اور اَلْفِرَاقُ (قیامہ ع ۱) (۴) وَالْاِشْرَاقِ (صٓ ع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲) لیکن ان میں سے نمبر چار میں را پر بھی ہے اور باریک بھی اور چونکہ استعلاء کا قاف موجود ہے اس لیے تفخیم قیاس کے موافق ہے اور طریق بھی یہی ہے کیونکہ دانی نے ابن خاقان اور ابو الفتح سے تفخیم ہی پڑھی ہے اور بعض قاف کے کسرہ کے سبب ترقیق بتاتے ہیں اور فرق کا قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور دانی نے ابو الحسن بن غلبون سے ترقیق ہی پڑھی ہے (غیث) اس صورت کو ناظم نے شعر ۸ میں بیان کیا ہے۔ **سوم:** ساکن کے فاصلہ والے کسرہ کے بعد را عجمی کلمات میں ہو جو بالاتفاق تو صرف تین آئے ہیں (۱) اِبْرٰهِيمَ (۲) اِسْرَآءِيلَ (۳) عِمْرٰنَ ہر جگہ اور چوتھا کلمہ اِرَمَ والفجر ہے جو بعض کے قول پر عجمی اور بعض کی رائے پر عربی ہے۔ لیکن نظم اور تیسیر کے طرق سے اس کی را میں بھی بلا خلاف تفخیم ہے۔ **چہارم:** دونوں طرح کے کسروں کے بعد کلمہ میں را دوبارہ آرہی ہو جو صرف ان چار کلمات میں ہے (۱) ضِرَارًا (بقرہ ع ۲۹ و توبہ ع ۱۳) (۲) مِدْرَارًا ہر جگہ (جو انعام ع ۱ ہود ع ۵ نوح ع ۱ میں ہے) (۳) فِرَارًا ہر جگہ (جو کہف ع ۳ احزاب ع ۲ نوح ع ۱ میں ہے) اور اَلْفِرَارُ (احزاب ع ۲ میں) (۴) اِسْرَارًا (نوح ع ۱) ان دونوں صورتوں کا ذکر شعر ۳ میں ہے۔ **پنجم:** ان کلمات کی را جو فعلا" کے وزن پر ہوں یعنی را پر دو زبر ہوں لیکن تشدید نہ ہو اور درمیان کا ساکن مستعلیہ بھی نہ ہو اور اس قسم کے یہ چھ کلمات آئے ہیں (۱) ذِكْرًا ہر جگہ (۲) سِتْرًا (کہف ع ۱۱) (۳) اِمْرًا (کہف ع ۱۰) (۴) وِزْرًا (طٰہٰ ع ۵) (۵) حِجْرًا (فرقان ع ۳ و ع ۵) (۶) وَصِهْرًا (فرقان ع ۵) ان سب کلمات میں حالین میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور تفخیم اولیٰ ہے کیونکہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور ترقیق صرف بعض کی رائے پر ہے اور دانی نے ان کلمات میں تفخیم ابو الفتح اور ابن خاقان سے اور ترقیق ابو الحسن سے پڑھی ہے (اور سِرًّا تشدید کے اور قِطْرًا استعلاء کے سبب اس قسم میں داخل نہیں ان میں سے اول میں صرف ترقیق اور ثانی میں فقط تفخیم ہے)

تنبیہ: اگر اس قسم کے چھ کلمات میں سے کوئی کلمہ مد بدل کے ساتھ جمع ہو جائے جیسے اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ ع ۲۵) میں ہے تو اس میں بدل کی تینوں کو ذِكْرًا کی دو میں ملانے سے چھ وجوہ ہو جاتی ہیں لیکن قصر و طول کے ساتھ تو ذِكْرًا کی دونوں صحیح ہیں اور توسط کے ساتھ صرف را کی تفخیم درست ہے اس لیے پانچ وجوہ رہ جاتی ہیں علامہ متولی فرماتے ہیں کہ شیخ سلطان اور ان کے متبعین نے توسط کے ساتھ ترقیق کو ناجائز بتایا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے (ارشاد المرید) شعر (۵) اور بِشَرَرٍ (مرسلت) کی پہلی را میں کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہونے کے باوجود بھی ورش کے لیے بلا خلاف ترقیق ہے جو دوسری را کی ترقیق کی مناسبت سے ہے اور دانی اور مکی کی تصریح کے موافق یہ ترقیق وصل و وقف دونوں صورتوں میں ہوتی ہے اور ناظم کے اطلاق سے بھی یہی نکلتا ہے۔ اور حَيْرَانَ (انعام ع ۹) میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ دانی نے تفخیم ابن خاقان سے اور ترقیق فارس اور ابو الحسن سے پڑھی ہے اور فرماتے ہیں کہ یا کے سبب قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔

تنبیہ: ارشاد المرید میں حَيْرَانَ میں تفخیم کے بجائے ترقیق کو زیادات میں سے بتایا ہے جو خود شیخ کے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے۔ شعر(۶) بعض حضرات نے ورش سے ان مذکورۂ بالا صورتوں کی راء ات کے علاوہ دوسری راء ات کو بھی ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے جو نظم اور تیسیر کے طرق سے شاذ ہیں اور ان میں سے اکثر غلط قیاسات پر مبنی ہیں چنانچہ ان کا بیان فوائد میں آئے گا۔

فائدہ ۱: (۱) لام اور بائے جارہ کے کسرہ کو عارضی اور غیر لازمہ اصل وضع اور معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ لام اور باء معنیٰ" بعد کے کلمہ کا جزو نہیں ہیں ورنہ قراءۃ اور رسم کی رو سے تو چار کلمات کے سوا کسی جگہ بھی لام اور باء کا بعد والے کلمہ سے جدا کرنا جائز نہیں اور اس اعتبار سے تو ان کا کسرہ اصلی اور لازمہ ہے (۲) مُوْصَلًا علی قاری کی رائے پر تو کُلَّ رَاءٍ سے حال ہے یعنی را کسرہ اور یا سے متصل ہو اور یہ نہایت عمدہ ہے کیونکہ اس صورت میں اتصال کی شرط کسرہ اور یا دونوں کو شامل ہو جاتی ہے اور ابو شامہ کی رائے پر اَوِ الْکَسْرُ سے حال ہے اس صورت میں فِیْ رَیْبٍ سے شبہ ہوتا ہے کہ اس میں بھی را باریک ہونی چاہیے کیونکہ جب اتصال کو کسرہ کی قید بنا دیا تو یا عام رہ گئی۔ متصل ہو خواہ منفصل حالانکہ فِیْ رَیْبٍ وغیرہ میں ترقیق کسی قول پر بھی نہیں ہے اور جعبری کی رائے پر یَاءٌ سے حال ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کو قافیہ کی رعایت سے موخر لے آئے ہیں اور اگر اَوِ الْکَسْرُ سے حال بنائیں گے تو لازم آئے گا کہ ناظم نے ایک قید (یائے ساکنہ کے اتصال) کو تو ترک کر دیا اور دوسری قید (کسرہ کے اتصال) کو دوبار بیان کر دیا کیونکہ منفصل کسرہ سے احتراز اس شعر ا کے مُوْصَلًا سے بھی حاصل ہو گیا اور شعر ۱۰ کا اَوْ مُفَصَّلٍ بھی اسی مقصد کے لیے ہے دونوں سے یہی نکلتا ہے کہ منفصل کسرہ کے بعد والی را باریک نہیں ہوتی لیکن یَاءٌ سے حال بنانے کی تقدیر پر لِرَبِّهِمْ۔ بِرَسُوْلٍ۔ اَبُوْكِ اَمْرَاَ وغیرہ سے شبہ ہوگا کیونکہ جب اتصال یا کی قید بن گیا تو کسرہ عام رہا متصل ہو خواہ منفصل (۳) یائے ساکنہ اور کسرہ کے بعد فتحہ اور ضمہ والی جس را میں ورش کے لیے ترقیق ہے یہ را متوسطہ بھی ہوتی ہے اور متطرفہ بھی اول میں ورش کے لیے حالین میں ترقیق اور باقین کے لیے دونوں صورتوں میں تفخیم ہے اور ثانی میں ورش کے لیے حالین میں ترقیق اور باقین کے لیے وصلا" اور وقف بالروم میں تفخیم اور وقف بالسکون میں ترقیق ہے (۴) را سے پہلا کسرہ مستفلہ پر ہو خواہ مستعلیہ پر دونوں صورتوں میں ورش کے لیے ترقیق ہے اور مستعلیہ میں سے غین کے سوا چھ حروف پر را سے پہلے کسرہ آیا ہے جیسے نَخِرَةً۔ قِصِرٰتُ۔ نَاضِرَةٌ۔ فَاطِرَ۔ نَاظِرَةٌ۔ فَاقِرَةٌ۔

اس قاعدہ کی شرطیں اور اس کے فوائد

یا کی سات شرطیں اور ان کے فوائد: (۱) ساکن ہو (۲) متصل ہو (۳) مدہ ہو خواہ لین (۴) اس فَعْلَانَ میں نہ ہو جس کا مونث فَعْلٰی کے وزن پر ہے (۵) گو یہ یا واو سے بدلی ہوئی ہو (۶) گو زائد ہو (۷) گو اس کا سکون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عارضی ہو نمبر ایک سے اَلْخِیَرَۃُ اور نمبر دو سے فِیْ رَیْبٍ وغیرہ نکل گئے اور اکثر حضرات نے اس شرط کی طرف سے بے التفاتی کی ہے اور نمبر تین عموم اور انواع بتانے کے لیے ہے جس کی مثالیں اَلْخَیْرٰتِ اور قَدِیْرٌ ہیں اور نمبر چار سے ایک قول پر حَیْرَانَ نکل گیا اور نمبر پانچ سے مِیْرَاثُ اور نمبر چھ سے نَقِیْرًا اور نمبر سات سے فَالْمُغِیْرٰتِ وغیرہ شامل ہو گئے کیونکہ فَالْمُغِیْرٰتِ کی یا اصل کی رو سے متحرک تھی۔

کسرہ کی شرطیں اور ان کے فوائد: (۱) لازمہ ہو (۲) متصل ہو (۳) گو مستعلیہ پر ہو (۴) گو مستعلیہ میں سے خا کے اور مستفلہ میں سے کسی ساکن کے فاصلہ ہی سے ہو (۵) گو غیر مشدد کلمہ میں ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اس کلمہ میں تنوین نہ ہو۔ (۶) گو کسرہ کامل نہ ہو جو امالہ کی صورت میں خود را پر ہوتا ہے (۷) یا رابِشَرَرٍ میں ہو۔ گو اس میں کسرہ کے بعد نہیں ہے (۸) کسرہ کے بعد را سے پہلے یا اس کے بعد فتحہ اور ضمہ والا یا ساکن مستعلیہ نہ ہو نہ بلا فاصلہ ہو اور نہ الف کے فاصلہ سے ہو (۹) فعل میں ہو خواہ اس اسم میں جو تحقیقا" عربی ہو۔ نمبر ایک سے بِرَبِّہِمْ اور اَبُوْکِ امْرَاَ وغیرہ نکل گئے اور نمبر دو سے کسرۂ منفصلہ نکل گیا کیونکہ علی قاری کے ارشاد کے موافق اس میں تفصیل ہے اور نمبر تین سے نَاضِرَۃٌ وغیرہ اور نمبر چار سے اِخْرَاجُ اور عِبْرَۃً۔ اِجْرَامِیْ وغیرہ شامل ہو گئے اور نمبر پانچ میں غیر مشدد پر تنوین نہ ہو کہنے سے شَاکِرًا اور خَیْرًا جیسے تنوین والے وہ کلمات نکل گئے جو فِعْلًا کے وزن پر نہ ہوں ان میں طیبہ کے طرق سے وصلا" تفخیم بھی ہے لیکن ترقیق قوی ہے اور اسی طرح فِعْلًا کے وزن والے کلمات بھی نکل گئے کیونکہ ان میں تفخیم قوی ہے اور نمبر چھ سے اِشْتَرٰی وغیرہ وہ رائی کلمات شامل ہو گئے جن کے الف میں تقلیل ہے۔ جیسا کہ دانی نے مفردات میں تصریح کی ہے اور نظم و تیسیر میں اس قسم کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ تقلیل کے لیے ترقیق لازم ہے اور جعبری کے فرمان کے مطابق یہ وجہ نہیں کہ ترقیق و تقلیل مرادف ہیں کیونکہ اوپر دونوں کا جدا جدا حقیقیس ہونا واضح ہو چکا ہے اور نمبر سات تا نو سے ان پانچ صورتوں میں سے پہلی چار صورتیں نکل گئیں جن کو شرح میں ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے۔

فائدہ ۲: (۱) ترقیق لفظ کو معتدل اور ہلکا کرنے کے لیے ہوتی ہے (۲) چونکہ ساکن حرف قوت میں متحرک سے کم ہے اس لیے اس کو فاصل نہیں مانا اور عِبْرَۃً وغیرہ میں یہ سمجھ لیا کہ کسرہ گویا را سے متصل ہے اور مستعلیہ میں سے صاد، طا، قاف ساکن کو اس لیے فاصل مان لیا کہ مستعلیہ قوی ہونے کے سبب ساکن ہونے کے باوجود بھی اسم میں امالہ کے لیے مانع بن جاتے ہیں اور ترقیق بھی امالہ ہی کے مرتبہ میں ہے رہی خ سو وہ ہمس و انفتاح کی بناء پر ضعیف ہے اس لیے اس کو فاصل نہیں مانا اور گو صاد میں بھی ہمس ہے لیکن وہ اطباق اور صفیر کے سبب قوی ہے (۳) عجمی اسم وہ ہے جس کو عرب نے دوسری زبانوں سے نقل کر کے اپنی زبان میں استعمال کیا ہو پس اگر اس کے حروف میں تبدیلی بھی کی ہو تو اس کو معرب کہتے ہیں (۴) عجمی میں تفخیم اس لیے ہوتی ہے کہ اس کے غیر عربی ہونے پر تنبیہہ ہو جائے (۵) اِرَمَ کو علیحدہ اس لیے لائے ہیں کہ اس کے عربی اور عجمی ہونے میں اختلاف ہے اور چونکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسرہ اور را میں فاصلہ نہیں ہے اس لیے ابو الحسن بن غلبون نے اس میں ترقیق کی ہے۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے عجمی کلمات میں شامل ہونے کے سبب تیسیر میں اس کو بیان نہیں کیا شاید موصوف کے مطالعہ میں تیسیر کا وہی نسخہ آیا ہوگا جس میں یہ مذکور نہیں ہوگا ورنہ موجودہ نسخوں میں تو اس کا ذکر برابر ہے اور یہ بِعَادٍ سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے اور بالاتفاق غیر منصرف ہے پس بعض کے قول پر تو یہ عربی ہے جو عَادِ اُوْلٰی کا یا قبیلہ کا یا شہر کا نام ہے اس تقدیر پر تو منع صرف تانیث اور علمیت کی بناء پر ہے اور بعض کی رائے پر عجمی ہے اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کا نام ہے اور ابن مجاہد نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اس صورت میں منع۔ علمیت اور اس عجمہ کی بناء پر ہے جو درمیانی حرف کے متحرک ہونے کی بناء پر سبب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نظم اور تیسیر میں اس میں صرف تفخیم ہے اور حصری بھی اسی کے قائل ہیں اور ورش کے جلیل القدر شاگرد بھی اسی پر ہیں (۶) اِرَمَ کی طرح عُزَیْر میں بھی اختلاف ہے بعض کے قول پر تو عربی ہے اور تعزیر سے بنا ہے جو توقیر کے معنی میں ہے اور یہ تصغیر ہے اور بعض کے قول پر عبرانی ہے جو اس عُزْرٌ کی تصغیر ہے جو نُوْحٌ کے وزن پر ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ ناظم نے (اختلافی کلمات میں سے) اِرَمَ ہی کو بیان کیا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عُزَیْرٌ میں صرف ترقیق ہے کیونکہ مشتق ہونے کے سبب اس کا عربی ہونا واضح ہے اور ابو حاتم اس کا عجمی ہونا بھی جائز بتاتے ہیں اور اس تقدیر پر اس کی را میں دونوں وجوہ ہوں گی اور ابو شامہ کی بھی یہی رائے ہے اور اصفہانی بھی اس رائے سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ ترقیق اکثر اور ظاہر تر ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ ابو حاتم کے جائز قرار دیئے سے یہ نہیں نکلتا کہ اس کا پڑھنا بھی صحیح ہے اور چونکہ عُزَیْرٌ کے عجمی ہونے میں اور اس کی تفخیم و ترقیق میں اختلاف ہے اس لئے اس میں تفخیم ہی صحیح ہے پس اگر شعر ۳ کے دوسرے مصرع کو اس طرح کہتے تو بہتر ہوتا۔

عُزَیْرُ وَ تَكْرِیْرٍ لَّهَا لِتَعَادَلَا

(کیونکہ اس سے ظاہر ہو جاتا کہ عُزَیْرٌ کی عجمیت میں اختلاف ہونے کی بناء پر اس میں بھی تفخیم ہی ہے) احقر عرض کرتا ہے کہ تیسیر میں اس موقع پر وَنَقَضَ مَذْهَبُهٗ مَعَ الْكَسْرَةِ فِی الضَّرْبَیْنِ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ورش نے صرف کسرہ کے بعد والی راء ات کو ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے عام ہے کہ کسرہ ساکن کے فاصلہ سے ہو خواہ بلا فاصلہ اس سے نکل آیا کہ عجمی کلمات میں سے بھی وہی مستثنیٰ ہیں جن میں را کسرہ کے بعد ہے اور عُزَیْرٌ گو ایک قول پر عجمی ہے لیکن اس میں را یائے ساکنہ کے بعد ہے اس لیے تیسیر کی رو سے اس میں ترقیق ہی ہونی چاہیے اور اسی لیے ناظم بھی اس کو مستثنیٰ کلمات میں نہیں لائے۔ فَتَاَمَّلْ سوال: وَتَكْرِیْرِ هَا الخ کا تقاضا یہ ہے کہ فَتَحْرِیْرُ۔ حَرِیْرٌ۔ قَوَارِیْرَ۔ قَمْطَرِیْرًا۔ وَحَرِیْرًا۔ زَمْهَرِیْرًا۔ قَوَارِیْرَا میں بھی پہلی را پر ہونی چاہیے کیونکہ ان سب میں را دوبار آرہی ہے۔ جواب: دوبار آنے سے مراد یہ ہے کہ ترقیق کے سبب کے بعد دو بار آرہی ہو اور ان میں ترقیق کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب یا ہے اور اس کے بعد را دوبار نہیں ہے نیز ورش دو راؤں میں سے پہلی را میں تفخیم اس صورت میں کرتے ہیں کہ اس را میں ان کے قاعدہ کی رو سے ترقیق کا سبب موجود ہو اور اس کلمہ کی دوسری را میں تمام قراء کے لیے تفخیم ہو اور ان میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ دوسری را میں ورش کے لیے ترقیق اور باقین کے لیے تفخیم ہے نیز ضعیف قوی کے تابع ہوا کرتا ہے اور عکس نہیں ہوا کرتا اور ان میں دوسری را قوی نہیں ہے کیونکہ اس میں ورش کے لیے ترقیق ہے پس اس کی بناء پر پہلی میں تفخیم ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ (اصفہانی و علی قاری) (۷) جس طرح فتحہ اور ضمہ والی را الف کے امالہ کے لیے مانع ہے اسی طرح دوسری را کی تفخیم پہلی کی ترقیق کے لیے بھی مانع ہے اور دونوں راؤں کے پر پڑھنے سے لفظ میں یکسانی اس لیے آجاتی ہے کہ زبان ایک تفخیم سے دوسری تفخیم کی طرف منتقل ہوتی ہے جو آسان ترین چیز ہے (۸) سخاوی کی رائے پر ذِکْرًا کے باب سے مراد وہ را ہے جس پر فتحہ اور تنوین ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو اور چونکہ اس قسم میں را ساکن اور تنوین کے درمیان ہے اس لیے تفخیم کے اسباب قوی ہو گئے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اس بارہ میں فتحہ اور ضمہ والی دونوں رائیں یکساں ہیں بلکہ ضمہ والی کا پر پڑھنا اور بھی اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تنوین بھی ہے اور ضمہ بھی جو ثقیل حرکت ہے اور اس کی مثال ذِکْرٌ ہے (اور اس میں تفخیم صرف طیبہ کے طرق سے ہے) (۹) اگر را سے پہلے ساکن کا را میں ادغام ہو رہا ہو جیسے سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا تو اس میں صرف ترقیق ہے کیونکہ مدغم فیہ ایک حرف کی طرح ہے اور مدغم نہ ہونے کے حکم میں ہے پس گویا کسرہ را سے متصل ہے۔ اور ابو الحسن بن غلبون کے مذہب پر اس قسم کے سب کلمات میں ترقیق ہے لیکن مِصْرًا۔ اِصْرًا۔ قِطْرًا میں استعلاء کے حرف کی بناء پر تفخیم کرتے ہیں اور اسی لیے دانی نے ان کو وِقْرًا سے الزام دیا ہے (کیونکہ اس میں بھی تو قاف استعلاء کا حرف ہے) اور بعض کی رائے پر اس باب میں سے صرف صِھْرًا میں ترقیق ہے اس لیے کہ اس میں ھا ہے جو خفی حرف ہے اور ابو طاہر بن ابی ہاشم اور عبدالمنعم بن غلبون وغیرہ ذِکْرًا اور سِتْرًا پر قیاس کر کے خَبِیْرًا۔ مُدْبِرًا۔ شَاکِرًا جیسے ان کلمات میں بھی را کو پر پڑھتے ہیں جن میں را یائے ساکنہ اور کسرہ کے بعد ہو اور را پر نصب کی تنوین ہو۔ دانی فرماتے ہیں کہ اہل مصر میں سے عام اہل ادا اس قسم میں حائلین میں سبب (کسرہ اور یائے ساکنہ) کے موجود ہونے کی بناء پر وقفا" را کو باریک پڑھتے ہیں اور یہی صحیح ہے اور میں نے ترقیق ہی پڑھی ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور ذِکْرًا اور سِتْرًا کی قسم میں فرماتے ہیں کہ مجھے ابو الحسن کے علاوہ دوسرے شیوخ نے اس قسم میں را کی تفخیم پڑھائی ہے اور مصریین وغیرہ میں سے عام اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور یہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کی نیت سے کیا ہے۔ <u>خلاصہ</u>: یہ کہ تنوین والے وہ منصوب کلمات جن میں را کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہو ان کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں بلا خلاف ترقیق ہے اور وہ سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا وغیرہ وہ کلمات ہیں جن میں را پر تشدید ہو (۲) وہ جن میں اکثر کی رائے پر ترقیق ہے اور یہ خَیْرًا۔ خَبِیْرًا۔ شَاکِرًا جیسے کلمات ہیں جن میں نہ تو را پر تشدید ہو اور نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِعْلًا کے وزن پر ہوں (۳) وہ جن میں اکثر کے مذہب پر تفخیم ہے اور وہ ذِکْرًا کے باب کے کلمات ہیں لیکن نظم و تیسیر کے طرق سے پہلی قسم کی طرح دوسری میں بھی صرف ترقیق ہے اور اس تنوین والی قسم میں جو خلاف ہے وہ وصل ہی میں ہے اور اسی لیے تنوین کو مانع شمار کیا ہے رہا وقف سو اس میں بعض کی رائے پر بلا خلاف ترقیق ہے۔ ابو الطیب بن غلبون فرماتے ہیں کہ وقف میں ورش سے اختلاف ہے ایک جماعت تو ترقیق سے وقف کرتی ہے اور ایک جماعت تنوین سے بدلے ہوئے الف کی بناء پر وقفاً" تفخیم کی قائل ہے (۱۰) ذِکْرًا کے باب میں تفخیم اس لیے ہے کہ یہ عِلْمًا اور حِمْلًا کے وزن پر ہیں جن میں امالہ منع ہے۔

فائدہ ۳: (۱) جعبری فرماتے ہیں کہ قِطْرًا۔ مِصْرًا۔ اِصْرًا میں ورش کے لیے را کے پر ہونے کا سبب یا تو صاد اور طا کا استعلاء ہے یا یہ ہے کہ ان میں اطباق بھی ہے اور ان کی تفخیم بھی صرف استعلاء والے حروف کی بہ نسبت قوی تر ہے پہلی صورت میں انہی پر قیاس کرنے کے سبب وِقْرًا میں بھی را کا پر پڑھنا ضروری ہوگا اور دوسری تقدیر پر اس میں را کی تفخیم ضروری نہ ہوگی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ اہل ادا کے نزدیک استعلاء ہی کا اعتبار کافی ہے اس لیے کہ قِرْطَاسٍ اور وَاِرْصَادًا اور فِرْقَةٍ میں بالاتفاق تفخیم ہے اور ان دونوں تفخیموں میں کوئی تفاوت نہیں (۲) **ذِکْرًا کے باب کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد:** (۱) را پر نصب ہو (۲) تنوین ہو (۳) کسرہ اور را کے درمیان ساکن ہو (۴) وہ ساکن مستعلیہ نہ ہو (۵) وہ ساکن یا بھی نہ ہو (۶) مدغم بھی نہ ہو نمبر ایک سے مِنْ ذِکْرٍ اور ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اور نمبر دو سے ذِکْرُ رَحْمَتِ اور نمبر تین سے شَاکِرًا وغیرہ اور نمبر چار سے قِطْرًا وغیرہ اور نمبر پانچ سے نَذِیْرًا وغیرہ اور نمبر چھ سے سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا نکل گئے پس ان میں سے قِطْرًا وغیرہ میں استعلائی ساکن کے سبب صرف تفخیم اور باقی سب میں فقط ترقیق ہے۔ اور ناظم نے ان قیود کے بارہ میں مثالوں اور وَبَابُهٗ کی تعمیم پر اکتفا کی ہے اور نصب کی قید سے نکل آیا کہ جعبری کا یہ ارشاد (جس میں وہ ابو شامہ کے ہم نوا ہیں) صحیح نہیں کہ نظم میں دو مثالیں عموم بتانے کے لیے ہیں پس ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ ضمہ والی را کی مثال ہے اور شعر میں اس کا نصب مصدر کا مفعول ہونے کی بناء پر ہے اور اگر اس کو حکائی اعراب سے لاتے تو بہتر ہوتا اور اسی بناء پر انکا اَمْرٌ مُّسْتَقِرٌّ کو اس قسم میں شامل کرنا بھی درست نہیں۔ اور اصفہانی نے بھی انکی اس مقام کی تقریر پر تعجب ظاہر کیا ہے (۳) سخاوی کی تصریح کے موافق سِرًّا اور مُسْتَقِرًّا میں ترقیق پر اجماع ہے کیونکہ تلفظ میں کسرہ اور را کے درمیان فاصل نہیں ہے اس بناء پر کہ ادغام میں دونوں حرفوں کے لیے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے (۴) اصفہانی کہتے ہیں کہ تنوین کی قید سے وقف کی صورت نکل گئی کیونکہ (اس میں تنوین کے بجائے) الف (ہوتا) ہے یعنی ذِکْرًا کے باب میں وقفاً" صرف ترقیق ہے لیکن چونکہ ناظم نے اس میں وصل کی قید نہیں لگائی۔ اس لیے حق یہ ہے کہ اس باب میں حالین میں دونوں وجوہ ہیں اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اَلْقُرٰی الَّتِیْ جیسے رائی کلمات میں سوسی کی قراءۃ پر حالین میں امالہ ہے (۵) ناظم نے شعر ۳ کے اَعْمُرُ میں تفخیم کو اولیٰ بتایا ہے یہ قرینہ ہے اس پر کہ شَاکِرًا۔ خَبِیْرًا جیسے کلمات وَبَابُهٗ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ ان میں ترقیق اکثر ہے ورنہ راجح اور مرجوح میں خلط لازم آئے گا (۶) جعبری فرماتے ہیں کہ دانی نے جو یہ فرمایا ہے کہ مجھے سِتْرًا کی ترقیق میں کسی کا بھی خلاف معلوم نہیں ہوا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خصوصیت سے اس (کی ترقیق) کے متعلق نص آئی ہے ورنہ قیاس کی رو سے تو اس میں دونوں وجوہ مساوی ہیں اس لیے کہ اس میں ذِکْرًا کی طرح ہونے کے اعتبار سے تفخیم اور صَابِرًا کی طرح ہونے کے لحاظ سے ترقیق اولیٰ ہے کیونکہ یہ لفظاً" شَاكِرًا کی طرح ہے (اس بناء پر کہ اس میں کسرہ را سے متصل ہے) اور تقدیراً ذِكْرًا کی طرح ہے (کیونکہ اصل کے اعتبار سے اس میں دو رائیں ہیں) علی قاری فرماتے ہیں کہ لفظاً" شَاكِرًا کی طرح ہونے کی وجہ ظاہر نہیں کیونکہ شَاكِرًا۔ فَاعِلًا کے اور سِتْرًا۔ فِعْلًا کے وزن پر ہے پس اس کا ذِكْرًا کی طرح ہونا متعین ہو گیا لیکن چونکہ ادغام کے سبب ساکن کا فصل نہیں رہا اس لیے ترقیق واجب ہو گئی مگر قوس کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ شَاكِرًا سے تشبیہ وزن میں نہیں ہے۔

فائدہ ۴: (ا) بِشَرَرٍ (مرسلات) میں روم سے وقف کرنے کی صورت میں تو پہلی را کی ترقیق ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں کسرہ کے سبب دوسری را کی ترقیق باقی ہے جو پہلی را کی ترقیق کا سبب ہے پس روم میں بھی وصل کی طرح دونوں راؤں کی ترقیق ہوتی ہے البتہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں شبہ ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں دوسری را میں ترقیق کا سبب نہیں رہتا جس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلی را میں بھی ترقیق نہ ہو اور اس کا حل یہ ہے کہ جب ناظم ترقیق کو بلا قید لائے ہیں تو اس کو وصل کے ساتھ مخصوص کر دینے کے کوئی معنی نہیں اور اس بارہ میں تیسیر کی یہ عبارت اور بھی واضح تر ہے کہ کسرہ والی را روم سے وقف کرنے کی صورت میں تو سب کے لیے باریک ہوتی ہے اور سکون سے وقف کرنے کی صورت میں پر ہوتی ہے لیکن اگر اس سے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ یا ترقیق والی را ہو جو ورش کی قراءۃ پر بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ہے تو یہ را دونوں حالتوں میں باریک ہوتی ہے اور اس سے نکل آیا کہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں بھی پہلی را کی ترقیق باقی رہتی ہے اسی لیے تو اس کی وجہ سے دوسری را میں ترقیق ہوتی ہے پس دونوں کی ترقیق ثابت ہو گئی۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ مکیؒ نے بِشَرَرٍ میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دوسری را کے پر ہونے کی تصریح کی ہے حالانکہ اس سے پیشتر یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس میں پہلی را کی ترقیق کی علت دوسری کی ترقیق ہے۔ سوال ۱: اوپر شرح میں درج ہو چکا ہے کہ مکیؒ بھی حالین میں پہلی را کی ترقیق کے قائل ہیں اور یہ دوسری را کی ترقیق کی صورت میں تو ظاہر ہے لیکن دوسری کے پر ہوتے ہوئے پہلی کی ترقیق کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی پس مکی کے لیے ضروری ہے کہ جب دوسری کو پر کرتے ہیں تو پہلی کو بھی پر ہی پڑھیں۔ جواب: وجہ یہ ہے کہ گویا موصوف نے را کے عارضی سکون کا اعتبار نہیں کیا اور اس کے کسرہ کو اب بھی موجود سمجھ کر پہلی را میں ترقیق ہی کرتے ہیں۔ سوال ۲: قیاس یہ چاہتا ہے کہ بِشَرَرٍ کی طرح اُولِي الضَّرَرِ (نساء ع ۱۳) میں اور عَلٰى سُرُرٍ میں بھی ہر جگہ پہلی را کی ترقیق کی جائے کیونکہ ان میں بھی دوسری را میں ترقیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ **جواب:** چونکہ قرآات نقل کے تابع ہیں اور ان دونوں میں ترقیق نقل سے ثابت ہے نہیں چنانچہ علی قاری فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس نے ان دونوں میں ترقیق اختیار کی ہو گو لغت کی رو سے سیبویہ ان دونوں میں بھی جائز بتاتے ہیں اور جواب یہ ہے کہ جو حکم عام دلیل کے خلاف نقل سے ثابت ہو اس پر دوسرے حکم کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔ (۲) امالہ للامالہ کی طرح بِشَرَرٍ میں ترقیق للترقیق ہے اور اس میں ترقیق کا سبب اس با کا کسرہ نہیں ہے جو اس سے پہلے ہے کیونکہ اول تو وہ عارضی ہے اور دوسرے اس میں اور را میں شین متحرک سے جدائی بھی ہو رہی ہے پس اس میں ترقیق کا سبب بعد کا کسرہ ہے اور اسی لیے یہ پہلے قاعدہ سے جدا ہے اور چونکہ را میں تکریر ہے اس لیے اس کا کسرہ دو کسروں کے حکم میں ہے (۳) دانی فرماتے ہیں کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ بِشَرَرٍ کی طرح اُولِی الضَّرَرِ میں بھی ترقیق کی جائے لیکن ہمارے شیوخ اس میں را کی ترقیق سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں را سے پہلے استعلاء کا حرف ضاد آرہا ہے لیکن را کے کسرہ کے قوی ہونے کی بناء پر یہ وجہ ایسی نہیں جس سے ترقیق منع ہو جائے چنانچہ بِقِنْطَارٍ۔ اَنْصَارٍ۔ اَلْغَارِ۔ کَالْفَخَّارِ وغیرہ میں بھی استعلاء کا حرف اسی بناء پر امالہ کے لیے مانع نہیں بنا نیز سیبویہ نے (شیوخ سے) سن کر اَلضَّرَرِ کی را کی ترقیق نقل بھی کی ہے اور اہل ادا بھی اس پر (عامل) ہیں۔ لیکن میں نے اس میں تفخیم ہی پڑھی ہے اور اسی کو اختیار کرتا ہوں اور عَلٰی سُرُرٍ میں ہر جگہ ورش کے ناقلین کا را کی تفخیم پر اجماع ہے لیکن بِشَرَرٍ کا قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس میں بھی ورش کے لیے ترقیق واجب ہو کیونکہ بِشَرَرٍ میں را کے کسرہ ہی کے سبب ترقیق پر اجماع ہے (اور کسرہ سُرُرٍ میں بھی موجود ہے) (۴) دانی فرماتے ہیں کہ حَیْرَانَ میں تفخیم اہل ادا کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور میں نے حَیْرَانَ اور اِجْرَامِیْ میں اور وَعَشِیْرَتُکُمْ میں صرف سورۂ توبہ میں دونوں وجوہ پڑھی ہیں لیکن آخری دو میں نظم و تیسیر کے طرق سے فقط ترقیق ہے (۵) بعض نے حَیْرَانَ میں را کے پر ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کو اس کے مونث حَیْرٰی پر قیاس کیا گیاہے کیونکہ اس میں تو تانیث کا الف ہے اور حَیْرَانَ میں اس کے مقابلہ میں الف اور نون ہے پس اگر حَیْرٰی میں را الف سے پہلے آتی تو اس کی ترقیق یا کی وجہ سے نہ ہوتی بلکہ امالہ والے الف کے سبب سے ہوتی پس جس طرح مونث میں الف کے ہوتے ہوئے یا کا کوئی اثر نہیں رہتا اسی طرح مذکر میں الف اور نون کے ہوتے ہوئے بھی یا کا اثر ظاہر نہیں ہوا اور حَیْرٰی کی ایک نظیر ذِکْرَی الدَّارِ (ص ع ۴) بھی ہے کہ جس طرح حَیْرٰی میں امالہ والے الف کی موجودگی میں یا کا اثر نہیں رہا اسی طرح ذِکْرَی الدَّارِ میں امالہ والے الف ہی کے سبب ذال کے کسرہ کا اثر نہیں رہتا چنانچہ ذِکْرٰی میں را وقفاً" باریک اور وصلا" پر ہوتی ہے۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ غور کرنے والوں پر اس علت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے (کیونکہ اس کی بناء محض فرض پر ہے واقع پر نہیں اس لیے کہ حَیْرٰی قرآن میں کسی جگہ بھی نہیں آیا پھر اس پر قیاس کرنے کے کیا معنی) نیز ذِکْرَی الدَّارِ میں (ورش کے لیے) وصلا" را کا پر کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس میں حالین میں ترقیق ہے وقفا" امالہ والے الف کی بناء پر اور وصلا" ذال کے کسرہ کی وجہ سے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جعبری نے حَیْرَانَ میں تفخیم ہی بیان کی ہے۔ علی قاری فرماتے ہیں چونکہ را میں اصل تفخیم ہے اور اس سے دونوں لغت بھی جمع ہو جاتے ہیں اس بناء پر حَیْرَانَ کی تفخیم کے لیے ان کمزور علتوں کی کوئی حاجت نہیں جو شارحین نے بیان کی ہیں۔

فائدہ ۵: (۱) اہل قیروان وغیرہ کی رائے پر جو مذکورۂ بالا پانچ صورتوں کے علاوہ اور راء ات بھی مستثنیٰ ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جن میں ترقیق کے بجائے تفخیم کی ہے چنانچہ (الف) ابو الحسن بن غلبون ان دس کلمات میں را کو پر پڑھتے ہیں (۱) وِزْرَکَ (۲) ذِکْرَکَ (الانشراح میں) (۳) طِهْرًا (بقرہ ع ۱۵) (۴) تَنْتَصِرٰنِ (رحمٰن ع ۲) (۵) سٰحِرٰنِ (طٰهٰ ع ۳ و قصص ع ۵) (۶) اِفْتِرَآءً (انعام ع ۱۶ میں دو جگہ) (۷) مِرَآءً (کہف ع ۳) (۸) ذِرَاعَیْهِ (کہف ع ۳) (۹) ذِرَاعًا (حاقہ ع ۱) (۱۰) سِرَاعًا (قٓ ع ۳) ان میں سے نمبر ایک اور نمبر دو میں آیات میں مناسبت اور یکسانی پیدا کرنے کی غرض سے پر کرتے ہیں اور دانی نے ان پر کُوِّرَتْ اور سُیِّرَتْ تکویر سے اور فُجِّرَتْ اور بُعْثِرَتْ انفطار سے اعتراض کیا ہے (کہ ان میں بھی آیات کی رعایت سے پر کرنا چاہیے تھا یعنی تکویر میں اِنْکَدَرَتْ کی اور انفطار میں اِنْفَطَرَتْ اور اِنْتَثَرَتْ کی مناسبت سے) اور جعبری اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تکویر میں تو ترقیق والی را پہلے آرہی ہے (اس لیے سُیِّرَتْ میں بھی اسی کی رعایت رکھی) اور انفطار میں ازدواج (آیات کو جوڑا جوڑا رکھنا) منظور ہے (چنانچہ پہلی دو آیات میں را پر ہے اور آخری دو میں باریک) اور نمبر تین تا پانچ میں تثنیہ کے الف کی وجہ سے کیونکہ اس کی اصل کا علم نہیں ہے کہ یہ واو سے بدلا ہوا ہے یا الف سے اور اس میں امالہ والے امالہ بھی اسی لیے نہیں کرتے اور نمبر چھ تا دس میں را کے بعد الف اور حلقی حرف ہمزہ اور عین ہونے کی بناء پر کیونکہ ان کے مناسب تفخیم ہی ہے۔ لیکن علی قاری فرماتے ہیں کہ ان کا اثر الف کے امالہ میں ہے (نہ کہ را کی ترقیق میں بھی) (ب) اور ابو الفتح وِزْرَ اُخْرٰی میں ہر جگہ زا کی مناسبت سے پر کرتے ہیں اور ان پر وِزْرَکَ سے اعتراض ہوتا ہے اور صقلی عِشْرُوْنَ میں شین کی اور کِبْرٌ وغیرہ میں با میں ہونٹوں کے بند ہو جانے کی مناسبت سے را کو پر کرتے ہیں اور مکی اِجْرَامِیْ میں اور وَعَشِیْرَتُکُمْ توبہ میں پر کرتے ہیں کیونکہ اول میں کسرہ اور را میں ساکن کی جدائی ہے اور ثانی میں شین ہے لیکن جدائی کا اثر ادغام میں ہوا کرتا ہے نہ کہ ترقیق میں بھی اور وَعَشِیْرَتُکُمْ کو توبہ کے ساتھ مخصوص کر دینے سے عَشِیْرَتَهُمْ مجادلہ سے اشکال ہوتا ہے اور ایک جماعت ہر اس را کو پر کرتی ہے جس سے پہلے ساکن کے فاصلہ والا کسرہ ہو جیسے حِذْرَکُمْ اور مکی اور صقلی کی طرح حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (نساء ع ۱۲) میں دانی نے بھی تفخیم نقل کی ہے یعنی وصلاً" کیونکہ اس کے بعد ضمہ والا صاد ہے لیکن چونکہ را اور "صاد کے درمیان فاصل (تا) موجود ہے اس لیے یہ علت معتبر نہیں حالانکہ یہی حضرات اَلذِّکْرَ صَفْحًا میں ترقیق کے قائل ہیں۔ دوم: وہ جن میں بعض نے تفخیم کے بجائے ترقیق کی ہے۔ چنانچہ ایک جماعت عجمی کلمات میں ترقیق کی قائل ہے اور مدار روایت کی صحت پر ہے نہ کہ محض قیاس پر اور نشر کے طرق سے ان سب راء ات میں تفخیم بھی صحیح ہے جیسا کہ طیبہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصرح ہے لیکن چونکہ قصیدہ کے طرق سے ان میں ترقیق ہی تھی۔ اس لیے ناظم نے ان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ (۲) فن کی کتابوں میں اور قراء کے یہاں لفظ ادا کثرت سے مستعمل ہے۔ اس کے معنی ہیں قراء کا قراءۃ کو نقل کے ذریعے اپنے سے پہلے حضرات سے ہم تک پہنچا دینا۔

النحو و العربیہ: ۱/۳۴۳ (۱) جملہ وَقَبْلَهَا مُسَكَّنَةً يَاءٌ رَاءٍ سے حال ہے (۲) مُسَكَّنَةً يَاءٌ سے حال ہے جو ذوالحال کے نکرہ ہونے کی بناء پر وجوبا" مقدم ہے اور اگر اس کو موخر لاتے تو یاء کا وصف ہوتا (۳) نیز جملہ وَقَبْلَهَا ظرفیہ ہے اور یا کا رفع ظرف کا فاعل ہونے کی بناء پر ہے کیونکہ یہاں ظرف کا اعتماد ذوالحال پر ہے (۴) مُوْصَلاً ابو شامہ کی رائے پر اَوِ الْكَسْرُ سے اور جعبری کی رائے پر یَاءٌ سے اور علی قاری کے قول پر كُلٌّ رَاءٍ سے حال ہے اور اس کی تفصیل پہلے فائدہ کے نمبردو میں درج ہو چکی ہے ۲/۳۴۴ (۱) لَمْ يَرَ قلبی رویت سے ہے اور فَصْلاً بمعنی فَاصِلاً اس کا دوسرا اور سَاكِنًا ای حَرْفًا سَاكِنًا پہلا مفعول ہے اور علی قاری کی رائے پر فَصْلاً کے بجائے مَنْعًا ظاہر تر تھا (۲) بَعْدَ كَسْرَةٍ كَائِنًا کا ظرف ہے جو سَاكِنًا کی صفت ہے (۳) چونکہ سَاكِنًا نکرہ ہے جو نفی کے سیاق میں عام ہو جایا کرتا ہے۔ اس لیے سِوٰی حَرْفِ الِاسْتِعْلَا کے ذریعہ اس سے مستثنیٰ کر دیا (۴) حرف سے مراد جنس ہے جو جمع کو بھی شامل ہے پس یہ حروف کے معنی میں ہے اور اسی لیے سِوَى الْخَا کہہ کر خا کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے (۵) فَكَمَّلَا۔ لَمْ يَرَ پر معطوف ہے کیونکہ لَمْ مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس کا مفعول مقدر ہے اَیْ فَكَمَّلَ اَصْلَهٗ بِضَمِّ الرَّاءِ الْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْخَاءِ السَّاكِنَةِ اِلَى الْمُرَقَّقَاتِ (۶) ممکن ہے کہ یہاں دو استثناؤں میں ناظم نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس مذہب کا لحاظ رکھا ہو کہ نفی کا مستثنیٰ مسکوت عنہ ہوتا ہے اور دوسرے حضرات کے قول کے مطابق مثبت نہیں ہوتا اور ایجاب کا مستثنیٰ بالاتفاق منفی ہوتا ہے اور اس کی تفصیل کا مقام اصول کی کتابیں ہیں اور اس کی فروع۔ فروع میں درج ہیں اور شعلہ کے اس قول کے بھی یہی معنی ہیں کہ سِوٰی حَرْفِ سَاكِنًا سے بدل ہونے کی بناء پر یا استثناء کی بناء پر منصوب ہے اور سِوَى الْخَا کا نصب استثناء ہی کی بناء پر ہے کیونکہ یہ اس موجب سے مستثنیٰ ہے جس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ سِوٰی حَرْفِ الِاسْتِعْلَا۔ سَاكِنًا کے عموم سے مستثنیٰ ہے اور سِوَى الْخَا۔ حَرْفِ الِاسْتِعْلَا سے پس یہ مستثنیٰ سے مستثنیٰ ہے اور مستثنیٰ حکم میں مستثنیٰ منہ کے خلاف ہوا کرتا ہے پس استعلاء کے حروف تو فاصل ہیں اور ان میں سے خا فاصل نہیں ہے اور یہ کلام خَرَجَ الْقَوْمُ اِلَّا الْعَبِيْدَ اِلَّا سَالِمًا کی طرح ہے پس سَالِمٌ بھی انہی لوگوں میں شامل ہے جو خارج ہو گئے ہیں۔ ۳۴۵/۳ (۱) فِي الْاَعْجَمِيِّ میں روایتہ" ہمزہ کی تحقیق ہے اور اس صورت میں وزن تام رہتا ہے اور قبض کے طور پر نقل بھی جائز ہے (۲) وَفِيْ اِرَمَ عامل کے اعادہ سے فِي الْاَعْجَمِيِّ پر معطوف ہے اور چونکہ اس کے عجمی ہونے میں اختلاف ہے اس بناء پر اس کا معطوف کر کے لانا ضروری ہو گیا تاکہ معطوف علیہ سے قدرے علیحدہ بھی ہو جائے (۳) وَفِيْ تَكْرِيْرِهَا کی تقدیر ابو شامہ کی رائے پر وَفِيْ ذِيْ یا وَفِيْ حَالِ تَكْرِيْرِهَا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی قاری کی رائے پر مصدر مفعول کے معنی میں ہے ای وَفِی الْکَلِمَةِ الْمُکَرَّرَةِ فِیْهَا الرَّاءُ (۴) یُرٰی مجازًا یُسْمَعُ کے معنی میں ہے اور اس کی ضمیر یا تو اَللَّفْظُ کے لیے ہے یا را کے لیے (۵) مُتَعَدِّلًا۔ یُرٰی کے فاعل سے حال ہے اور اگر یُرٰی قلبی رویت سے ہو تو پھر اس کا دوسرا مفعول ہوگا لیکن چونکہ یہ یہاں یُسْمَعُ کے معنی میں ہے اس لیے مُتَعَدِّلًا کا حال ہی ہونا متعین ہے ۳۴۶/۴ (ا) لَدٰی تفخیم کا ظرف ہے (۲) جِلَّةٍ جَلِیْلٌ (عَظِیْمٌ) کی جمع ہے اور جِلَّةِ الْاَصْحَابِ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے اَیِ الْاَصْحَابِ الْاَجِلَّاءِ (۳) اَعْمَرُ عَمَرَ الْمَکَانُ سے اسم تفضیل ہے یعنی مکان آباد ہو گیا اور یہ نَصَرَ سے ہے (۴) اَرْحُلًا۔ رَحْلًا (مَنْزِلًا) کی جمع ہے ای اَعْمَرُ مَنْزِلًا مِّنْ غَیْرِہٖ ۳۴۷/۵ (ا) عَنْہُ میں صلہ روایتہ" ہے (۲) کُلُّھُمْ اَصْحَابُہٗ مقدر کی تاکید ہے (۳) وَحَیْرَانَ ترجمہ کی رو سے تَقَبَّلَ کا مفعول ہے اور بِالتَّفْخِیْمِ فعل کا متعلق ہے اور جملہ بَعْضُ ای بَعْضُ النَّقَلَةِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر حَیْرَانَ پہلا اور بَعْضُ النَّقَلَةِ دوسرا مبتدا ہے اور بِالتَّفْخِیْمِ حَیْرَ سے حال ہے اور تَقَبَّلَا دوسرے مبتدا کی اور جملہ پہلے کی خبر ہے ۳۴۸/۶ (ا) مَذَاهِبُ ای مُعْتَقَدَاتٌ مبتدا ہے اور پہلے دونوں جار اس کی خبر ثَابِتَةٌ کے متعلق ہیں (۲) سِوٰی مَا۔ مَذَاهِبُ سے مستثناء مقدم ہے (۳) فِی الْاَدَاءِ شَذَّتْ کے متعلق ہے (۴) تَوَقُّلًا۔ تَوَقَّلَ فِی الْجَبَلِ ای صَعِدَ سے ہے اور یہ یا تو شَذَّتْ کی ضمیر سے تمیز ہے یا حال ہے ای شَذَّ تَوَقُّلُهَا وَارْتِفَاعُهَا فِیْ طُرُقِ اَدَآئِهَا اَوْ شَذَّتْ مُتَوَقِّلَةً فِیْهِ مُتَوَغِّلَةً

تیں اجماعی قواعد

پہلا قاعدہ

۷/۳۴۹ وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِیْقِهَا بَعْدَ کَسْرَةٍ اِذَا سَکَنَتْ یَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

ترجمہ: اور اے (میرے) ساتھی اس (را) کا کسرہ کے بعد جبکہ وہ ساکن ہو ساتوں اشراف (قاریوں) کے لیے باریک پڑھنا ضروری ہے (اور اس کی مثالیں مِرْیَةٍ اور لِشِرْ ذِمَةٌ وغیرہ ہیں)

دوسرا قاعدہ

(ص)

۸/۳۵۰ وَمَا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَعْدُ فَرَاؤُهٗ لِکُلِّهِمُ التَّفْخِیْمُ فِیْهَا تَذَلَّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور وہ (لفظ) جس (کی را) کے بعد استعلاء کا حرف ہو اس (لفظ) کی را جو ہے اس میں ان (ساتوں) میں کے تمام کے لیے تفخیم تابع (اور آسان) ہو گئی ہے (کیونکہ بہ نسبت ترقیق کے استعلاء کے حروف سے تفخیم زیادہ مناسبت رکھتی ہے اس لیے کہ باریک را کے بعد مستعلیہ کے ادا کرنے میں زبان کو پستی سے بلندی کی طرف چڑھنا پڑتا ہے جس میں دشواری ہے نیز استعلاء کے حروف الف کے بعد ہونے کی صورت میں تو امالہ کے لیے بلا شرط مانع ہوتے ہیں اور الف سے پہلے ہونے کی تقدیر پر اس شرط سے مانع بنتے ہیں کہ ان حروف پر کسرہ ہو یا کسرہ کے بعد ساکن ہوں اسی لیے نَاضِرَةٌ یُبْصِرُونَ وغیرہ میں ورش کے لیے بلا خلاف ترقیق ہے کیونکہ را سے پہلے ہونے کی صورت میں استعلاء کا مانع ہونا زیادہ قوی نہیں ہے)

۹/۳۵۱ وَیَجْمَعُهَا قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ وَّخُلْفُهُمْ بِفِرْقٍ جَرٰی بَیْنَ الْمَشَائِخِ سَلْسَلَا

ترجمہ: اور ان (استعلاء کے حروف) کو قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ (کا مجموع) جمع کر رہا ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ سخت گرمی کے زمانہ میں بھی سرکڑے اور گھانس وغیرہ کے تنگ مکان میں سکونت اختیار کر یعنی معمولی طریقہ سے زندگی بسر کر چنانچہ عبدالملک بن عمیر سے منقول ہے کہ ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہما اللہ جو بڑے درجہ کے تابعی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ تھے وہ اسی طرح گذر کرتے تھے چنانچہ موصوف نے سرکڑے کا مکان بنا رکھا تھا اور اپنے گھوڑے سمیت اسی میں گذر کرتے تھے۔ جب جہاد کو جاتے تو اس کو گرا جاتے اور جب لوٹ کر آتے تو پھر بنا لیتے) اور (کُلٌّ) فِرْقٍ (شعراء ۴) میں ان (قراء) کا خلاف مشائخ کے درمیان جاری (اور ثابت) ہو گیا ہے حالانکہ وہ (خُلف حلق میں) آسانی سے اتر جانے والے (اور بہنے والے طویل) پانی سے تشبیہ دیا گیا ہے (یعنی مشہور و عمدہ ہے پس فِرْقٍ کی را میں دونوں وجوہ ہیں اور ترقیق زیادات میں سے ہے)

تیسرا قاعدہ

۱۰/۳۵۲ وَمَا بَعْدَ کَسْرٍ عَارِضٍ اَوْ مُفَصَّلٍ فَفَخِّمْ فَهٰذَا حُکْمُهٗ مُتَبَذِّلَا

ترجمہ: اور وہ (را) جو عارضی (متصل) کسرہ کے بعد ہو یا منفصل (کسرہ) کے (بعد ہو جو عارضی ہو خواہ لازمی) تو تو (ان دونوں کسروں کے بعد والی را کو) پر پڑھ۔ پس یہ (پر پڑھنا) اس (را) کا حکم ہے (جو دونوں قسم کے کسروں کے بعد ہو) حالانکہ یہ (حکم ہر زمانہ کے قراء کی جانب سے بعد کے زمانہ والوں میں) خرچ ہونے والا ہے (یعنی مشہور و مستعمل ہے اور سب آئمہ اس قسم کی راء ات میں تفخیم ہی پڑھاتے اور بتاتے چلے آتے ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: ان چار شعروں میں تین قاعدہ بیان کیے ہیں جیسا کہ عنوانات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اول: جو را لازمی اور متصل کسرہ کے بعد ہو اور را ساکن ہو (کلمہ کے درمیان ہو خواہ آخر میں نیز اس کا سکون لازمی ہو خواہ عارضی جو وقف کی بناء پر آگیا ہو اور را کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف نہ ہو جیسے مِرْيَةٍ فِرْعَوْنُ۔ وَاصْطَبِرْ۔ فَانْتَصِرْ۔ وَازْدُجِرْ) وہ ساتوں کے لیے باریک ہوتی ہے (اور جو قیدیں لگائی گئی ہیں ان کے فائدہ دوسرے اور تیسرے قاعدہ سے معلوم ہو جائیں گے) دوم: جس را میں صرف ورش کے لیے یا تمام قراء کے لیے باریک ہونے کا قاعدہ پایا جا رہا ہو اگر اس کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کے ان سات حرفوں میں سے کوئی حرف آجائے جو قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ میں جمع ہیں (عام ہے کہ را کے بعد یہ حروف الف کے فاصلہ سے آرہے ہوں جیسا کہ ورش کے قاعدہ میں ہے یا بلا فاصلہ ہوں جیسا کہ اجماعی صورت میں ہے اور ان سات میں سے ورش کے قاعدہ پر ضاد' طا' قاف اور تمام قراء کے قاعدہ پر صاد' طا' قاف واقع ہوئے ہیں اور استعلاء کے حروف میں سے خا اور ظا اور غین را کے بعد کسی جگہ بھی نہیں آئے) وہ را سب کے لیے پر ہوتی ہے اور اس قاعدہ میں دو قسم کی رائیں شامل ہیں۔ (الف) کسرہ کے بعد فتحہ والی جو صرف ورش کے لیے باریک ہوا کرتی ہے اس را کے بعد استعلاء کے حروف ان چار کلمات میں آئے ہیں۔ (۱) صِرَاطَ صِرَاطٍ ہر جگہ (۲) إِعْرَاضًا (نساء ع ۱۹) اور إِعْرَاضُهُمْ (انعام ع ۴) (۳) فِرَاقُ بَيْنِي (کہف ع ۱۰) اور اَلْفِرَاقُ (قیامہ ع ۱) (۴) وَالإِشْرَاقِ (صٓ ع ۲) (ب) کسرہ کے بعد رائے ساکنہ جو سب کے لیے باریک ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد استعلا کے حروف ان پانچ کلمات میں آئے ہیں ۱) قِرْطَاسٍ (انعام ع ۱) (۲) وَإِرْصَادًا (۳) فِرْقَةٍ (توبہ ع ۱۳ و ع ۱۵) (۴) مِرْصَادًا (نبا ع ۱) اور لَبِالْمِرْصَادِ (والفجر) (۵) كُلُّ فِرْقٍ (شعراء ع ۴) ان نو کے نو کلمات میں سب حضرات را کو پر پڑھتے ہیں اور استعلاء کے سبب ترقیق منع ہو جاتی ہے لیکن ان میں سے وَالإِشْرَاقِ میں ورش کے لیے اور فِرْقٍ میں سب کے لیے دونوں وجوہ ہیں تفخیم اس لیے ہے کہ قاف استعلاء کا ہے اور ترقیق اس بناء پر ہے کہ کسرہ کے سبب قاف کی استعلائی قوت میں کمی آگئی ہے اور جامع البیان میں ہے کہ فِرْقٍ میں عمل ترقیق ہی پر ہے اور نشر کی رو سے اس میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور فرماتے ہیں کہ ترقیق کے متعلق نصوص تواتر کے ساتھ آئی ہیں اور بہت سے حضرات نے اسی پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ علی ضباعؒ کی ارشاد المرید میں ہے کہ ہمارا عمل بھی دونوں پر ہے اور فِرْقٍ پر قیاس کرتے ہوئے فِرْقَةٍ (توبہ) میں بھی وقفاً" کسائی کے لیے امالہ کی صورت میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور علت وہی ہے کہ قاف استعلاء کا ہے اور امالہ کے سبب اس کی قوت میں کمی بھی آگئی ہے۔ اور وَالإِشْرَاقِ کی کچھ بحث ورش کے قواعد میں روم کے ذیل میں بھی گذر چکی ہے۔ پس اگر را کے بعد استعلاء کا حرف دوسرے کلمہ میں ہو تو اس صورت میں سب اپنے قاعدہ پر ہیں۔ اسی لیے لِتُنْذِرَ قَوْمًا۔ اَلذِّكْرَ صَفْحًا اور اَلْمُدَّثِّرُ قُمْ وغیرہ میں ورش کے لیے را باریک ہے اور باقین کے لیے پر ہے اور وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ اور فَاصْبِرْ صَبْرًا اور اَنْذِرْ قَوْمَكَ وغیرہ میں سب کے لیے را باریک ہے۔ سوم: جو را کسرۂ عارضی یا کسرۂ منفصلہ کے بعد ہو (عام ہے کہ وہ را فتحہ اور ضمہ والی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جس میں صرف ورش کے لیے ترقیق ہوا کرتی ہے۔ جیسے اِمۡرَاَتُ۔ اِمۡرُؤٌا وغیرہ جب کہ ان سے ابتدا کی جائے اور بِرَشِیۡدٍ۔ بِرُوۡحٍ۔ لِرَسُوۡلٍ۔ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ۔ وَاِنِ امۡرَاَةٌ۔ اِنِ امۡرُؤٌا وغیرہ وصلا" یا را ساکنہ ہو جو کسرہ کے بعد سب کے لیے باریک ہوا کرتی ہے جیسے اِرۡجِعُوۡا۔ اِرۡتَابُوۡا اِرۡجِعۡ وغیرہ اور اَمِ ارۡتَابُوۡا۔ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ وغیرہ) وہ بھی سب کے لیے پر ہی ہوتی ہے کیونکہ عارضی کسرہ تو عارضی ہے ہی اور منفصلہ دوسرے کلمہ کا ہے جو را سے دور ہے اس لیے دونوں قسم کے کسروں کو نہ ہونے کے مرتبہ میں سمجھتے ہیں اور ان کو نہ ورش را کے باریک ہونے کا سبب شمار کرتے ہیں اور نہ دوسرے حضرات۔

توضیح: کسرہ کی چار قسمیں ہیں (۱) متصلہ لازمہ جو اصلی حرف پر ہو جیسے مِرۡيَةٍ یا اس حرف پر ہو جو اصلی کے حکم میں ہو جس کے جدا کر دینے سے کلمہ درست نہ رہتا ہو جیسے مِرۡفَقًا اور اَلۡمِحۡرَابَ اور اِخۡرَاجُ اس کے بعد تو سب حضرات را کو باریک پڑھتے ہیں یعنی ساکنہ کو ساتوں اور فتحہ اور ضمہ والی کو صرف ورش جبکہ را کے بعد اسی کلمہ میں استعلا کا حرف نہ ہو۔ (۲) متصلہ عارضہ جو ورش کے قاعدہ پر تو ہمزۂ وصلی اور با جارہ اور لام جارہ پر آتا ہے جیسے اِمۡرَاَةٌ اِمۡرُؤٌا اور بِرَزِقِيۡنَ۔ بِرُءُوۡسِكُمۡ اور لِرَبِّهِمۡ۔ لِرُقِيِّكَ اور سب کے قاعدہ پر صرف ہمزۂ وصلی پر آتا ہے اور اس کے بعد را ساکن ہی ہوتی ہے جیسے اِرۡجِعُوۡا۔ اِرۡجِعۡ۔ اِرۡجِعِيۡ اِرۡحَمۡهُمَا اور با اور لام کے کسرہ کو عارضی اس لیے کہتے ہیں کہ ان دونوں کے جدا کر دینے پر بھی کلمہ پورا رہتا ہے اور چونکہ جار و مجرور معنیً" دو کلمہ ہیں جن میں سے ایک حرف ہے اور دوسرا اسم اس لیے ابو شامہ بِرَسُوۡلٍ اور لِرَسُوۡلٍ وغیرہ میں با اور لام کے کسرہ کو منفصلہ قرار دیتے ہیں۔ (۳) منفصلہ لازمہ جو دوسرے کلمہ کا ہو اور بنائی ہو جیسے اَبُوۡكِ امۡرَاَ اور فِيۡهِ رَبِّيۡ ورش کے قاعدہ پر اور رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ اور اَلَّذِي ارۡتَضٰى اور يٰبُنَيَّ ارۡكَبۡ مَّعَنَا سب کے قاعدہ پر لیکن آخری مثال میں عاصم کے سوا اوروں کی قراءۃ پر یا کا کسرہ ہے اور جعبریؒ اور اصفہانی نے پہلی اور تیسری مثال میں کسرہ کو عارضہ قرار دیا ہے لیکن علی قاری کی رائے پر ظاہر یہ ہے کہ ان میں کسرہ کو لازمہ کہا جائے۔ (۴) منفصلہ عارضہ جو دوسرے کلمہ کا ہو اور ورش کے قاعدہ پر اعرابی ہو جیسے اَلۡمَدِيۡنَةِ امۡرَاَتُ بِحَمۡدِ رَبِّكَ اور بِاَمۡرِ رَبِّكَ یا دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر آیا ہو جیسے قَالَتِ امۡرَاَتُ وَاِنِ امۡرَاَةٌ اور اِنِ امۡرُؤٌا وغیرہ اور سب کے قاعدہ پر صرف دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے آیا ہو جیسے اَمِ ارۡتَابُوۡا۔ مَنِ ارۡتَضٰى۔ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ وغیرہ ان تینوں کسروں کے بعد سب حضرات را کو پر پڑھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے کلمہ کی منفصل یا کے بعد بھی اوروں کی طرح ورش بھی را کو پر ہی پڑھتے ہیں جیسے مُقۡنِعِيۡ رُءُوۡسِهِمۡ اور اَلَّذِيۡ رُزِقۡنَا

فائدہ ا: (۱) کسرہ لازمہ کے بعد راء ساکنہ کی ترقیق کی وجہ یہ ہے کہ اس را سے پہلے کسرہ کو خود را پر ہی سمجھ لیا ہے اور اسی بناء پر مُوۡسٰى اور اَلسُّوۡقِ وغیرہ میں واو کا ہمزہ سے ابدال جائز ہے کیونکہ ان میں بھی پہلے حرف کے ضمہ کو خود واو ہی کا ضمہ سمجھ لیا ہے اور اُجُوۡهٌ اور اُقِّتَتۡ کی طرح ان میں بھی ابدال کر دیا اور اسی لیے مَرۡجِعُكُمۡ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترقیق کسی کے لیے بھی نہیں ہے کیونکہ را کے بعد والے کسرہ کو اس سے بعید سمجھا جاتا ہے (۲) قاعدہ کی رو سے باریک را کے بعد استعلاء کا حرف آجانے کی صورت میں سب کے لیے تفخیم ہے یعنی اختلافی صورت میں بھی اور اتفاقی میں بھی (۳) چونکہ قاف میں صرف استعلاء ہے اور طا میں استعلاء بھی ہے اور اطباق بھی اس لیے وَالْإِشْرَاقِ میں ورش کے لیے اور فِرْقٍ میں سب کے لیے دونوں وجوہ ہیں اور صِرَاطِ میں ورش اور باقی حضرات سب کے لیے را میں صرف تفخیم ہے (۴) چونکہ شعر ۸ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کسرہ کے بعد والی رائے ساکنہ کے بعد استعلاء کے ساتوں حروف آئے ہوں گے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ دوسرے قاعدہ میں معلوم ہو چکا ہے۔ نیز شعر ۸ و ۹ کے بجائے صرف ایک شعر کافی تھا اور شعر ۸ کی عبارت میں قدرے اشکال بھی ہے جو النحو و العربیہ میں آئے گا اس لیے ابو شامہ رحمہ اللہ نے اس شعر میں تغیر کیا ہے اور علی قاری کی رائے پر شعر ۸ میں یہ خوبی ہے کہ حَرْفُ الِاسْتِعْلَا کے لفظ سے تفخیم کی علت معلوم ہو جاتی ہے اور ابو شامہ کے اصلاحی شعر میں یہ بات نہیں ہے (۵) گو ناظم حَرْفُ الِاسْتِعْلَاءِ کو بلا قید لائے ہیں۔ لیکن چونکہ تیسیر سے یہ نکلتا ہے کہ تفخیم اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ را کے بعد استعلاء کا حرف اسی کلمہ میں ہو اس لیے ناظمؒ کی عبارت سے بھی یہی مراد لینا چاہیے (۶) فِرْقٍ میں مکی، صقلی، ابن شریح کے قول پر صرف ترقیق ہے اور تینوں نے اسی پر اجماع بتایا ہے (۷) وَالْإِشْرَاقِ میں تفخیم اس لیے ہے کہ دونوں کسرہ را سے بعید ہیں اور ابو الحسن بن غلبون نے کسرہ کا اعتبار کر کے ترقیق کی ہے اور دانیؒ نے ان پر اِلٰی صِرَاطِ سے اعتراض کیا ہے لیکن دونوں کا فرق اوپر نمبر تین میں معلوم ہو چکا ہے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ وَالْإِشْرَاقِ میں ترقیق شیخ ابو الحسن نے قیاس سے کی ہے نہ کہ روایت سے کیونکہ مجھے (ان کے سوا) کسی سے بھی اس کی ترقیق معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ سب کا تفخیم ہی پر اجماع ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ نظر و درایت کی رو سے فرق یہ ہے کہ صِرَاطِ میں را دو پر حرفوں کے درمیان آرہی ہے (اور وَالْإِشْرَاقِ میں ایسا نہیں ہے) (۸) اصفہانی فرماتے ہیں کہ جب فِرْقَةٍ (توبہ) میں کسائی کے لیے وقفاً امالہ کیا جائے تو اس کی را میں جو دو وجوہ ہیں ان کے متعلق کوئی نص معلوم نہیں ہوئی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کو فِرْقٍ پر قیاس کر کے اس میں دونوں وجوہ جاری کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ امالہ کی صورت میں جو کسرہ ہے وہ عارضی ہے جو وقفاً ہی پایا جاتا ہے۔ اور فِرْقٍ میں خلاف حالین میں ثابت ہے لیکن چونکہ کسرہ کا اثر پایا جانے میں دونوں مساوی ہیں گو ایک میں وقفاً ہی ہے اس لیے قیاس مع الفارق قرار دینا مناسب نہیں (۹) حَصِرَتْ (نساء ع ۱۲) میں ورش کے لیے مکی نے تبصرہ میں وصلاً را کو پر اور وقفاً باریک بتایا ہے کیونکہ اس کے بعد صُدُوْرُهُمْ میں صاد ہے جو وصلاً اس سے متصل رہتا ہے اور وقفاً جدا ہو جاتا ہے لیکن ابو شامہ کی رائے پر اس صاد کے سبب را کا پر پڑھنا بعید ہے کیونکہ را اور صاد کے درمیان قوی فاصل (تا) موجود ہے اور گو اِعْرَاضًا وغیرہ میں بھی استعلاء اور را کے درمیان الف ہے لیکن وہ قوی فاصل نہیں ہے نیز یہ صاد دوسرے کلمہ میں ہے را والے کلمہ میں نہیں اس لیے اس کو سبب قرار دینا مناسب نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ اس قیاس کی رو سے لازم آئے گا کہ لِتُنْذِرَ قَوْمًا وغیرہ میں ورش کے لیے اور اُنْذِرْ قَوْمَکَ جیسی مثالوں میں سب کے لیے بدرجہ اولی تفخیم ہو کیونکہ ان میں تو را اور استعلاء کے حرف میں فاصل بھی نہیں ہے اور حَصِرَتْ میں پہلے صاد کی بناء پر بھی تفخیم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس پر کسرہ ہے پس یہ یُبْصِرُوْنَ کی طرح ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ ان سب میں ترقیق ہے اس لیے کہ ان میں مانع کو مقتضی کے مرتبہ میں شمار کیا گیا ہے جس پر مقتضی کا مرتب ہونا ضروری نہیں ہوتا نیز کسرۂ منفصلہ کو ترقیق کا سبب نہیں بنایا گیا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ منفصل حرف استعلاء کو بھی تفخیم کا سبب نہ بنانا چاہیے پس ہر کلمہ کا حکم علیحدہ ہونا چاہیے۔

فائدہ ۲: (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ منفصل کسرہ کے بعد والی را کی طرح منفصل یا کے بعد والی میں بھی تفخیم ہی ہے اور اس کو دوسرے حضرات نے تو بیان کیا ہے لیکن ناظم نے اس کی تصریح نہیں کی۔ احقر کہتا ہے کہ اگر علی قاری رحمہ اللہ کی رائے کے موافق اس باب کے شعر اکے مُوْصَلًا کو کُلَّ رَاءٍ سے یا یَاءٌ اور اَلْکَسْرُ دونوں سے ایک دم حال قرار دے دیں تو پھر ناظم کے کلام سے بھی نکل آئے گا کہ منفصل یا کے بعد تفخیم ہی ہے (۲) ابن شریح فرماتے ہیں کہ بہت سے قراء (مِرْفَقًا اور اَلْمِحْرَابَ جیسی مثالوں میں) میم زائد کے بعد بھی را کو پر پڑھتے ہیں لیکن یہ شاذ ہے۔

النحو و العربیہ: ۳۴۹/۷ (۱) یَاصَاحِ اصل میں یَا صَاحِبُ تھا ترخیم کی بناء پر با حذف ہو گئی اور اس میں ترخیم شاذ لغت کی بناء پر ہے کیونکہ یہ عَلَم نہیں ہے اور گو یٰمٰلِکُ (زخرف ع ۷) میں بھی شاذ قرآءت کی رو سے ترخیم ہی کی بناء پر یٰمٰلِ ہے لیکن وہ عَلَم ہے صحاح میں ہے کہ یَا صَاحِ۔ یَا صَاحِبِیْ کے معنی میں ہے اور مضاف کی ترخیم صرف اسی لفظ میں جائز ہے جو عرب سے سنی گئی ہے اور یَا صَاحِ ندا ہے اور باقی تمام شعر اس کا جواب ہے پس یہ نیتہ" مقدم ہے (۲) بُدَّ کبھی اثبات میں اور اکثر نفی میں استعمال ہوتا ہے (۳) بُعْدَ تَرْقِیْق کا ظرف ہے اور لام بھی اسی کے متعلق ہے (۴) اِذَا یا تو صرف وقت کے معنی میں ہے اور ترقیق کا مفعول فیہ ہے اور علی قاری کی رائے پر یہی ظاہر تر ہے یا شرطیہ ہے اور اس کا ماقبل اس کو جواب سے بے نیاز کر رہا ہے (۵) اَلْمَلَا اصل میں اَلْمَلَاِ تھا پھر حمزہ کی قراءۃ کے موافق ہمزہ کو وقفا" ساکن کر کے الف سے بدل لیا جعبری کے قول کے موافق ضرورت کی بناء پر نہیں۔ ۳۵۰/۸ (۱) ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ اس شعر میں مَا سے مراد وہ لفظ ہے جس میں کسرہ والی را کے بعد ساکن ہو اور یہ صلہ سے مل کر مبتدا ہے (۲) فَرَاءُهٗ کی فا تعیم کے لیے ہے اور یہ دوسرا اور اَلتَّفْخِیْمُ تیسرا مبتدا ہے اور تَذَلَّلَا تیسرے کی اور یہ دونوں دوسرے کی اور جملہ اسمیہ پہلے کی خبر ہے اور فَرَاءُهٗ کی ھا مَا کے لیے ہے اور سخاوی کی رائے پر مَا سے مراد خود را ہے اور فَرَاءُهٗ کی ہا یا تو مَا کے لیے ہے یا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَا کے لیے اور دونوں ہی صورتوں میں اشکال ہے کیونکہ مَا مبتدا ہے اور اس سے مراد را ہے تو اب فَرَاءُهٗ کی تقدیر فَرَاءُ الرَّاءِ ہوگی جس سے ایک شے کا خود اسی کی ذات کی طرف مضاف کرنا لازم آئے گا جس کو اِضَافَةُ الشَّیْءِ اِلٰی نَفْسِہٖ کہتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر رَاءَهُ کی ھا کو حَرْفُ الْاِسْتِعْلَا کے لیے مانیں گے تو پھر پہلا مبتدا یعنی مَا مع صلہ بلا عائد رہ جائے گا۔ (ابراز) ۹/۳۵۱ (۱) قِظْ امر ہے قَیْظ سے جو سخت گرمی میں رہنے اور بسنے کے معنی میں ہے (۲) خُصّ اس گھر کو کہتے ہیں جو سرکڑے وغیرہ سے تیار کیا گیا ہو (۳) ضَغْطٍ ای ضَیِّقٍ پس خُصّ ضَغْطٍ میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اور تقدیر فِیْ خُصٍّ ذِیْ ضَغْطٍ ہے اور یہ حذف و ایصال کے قبیل سے ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهُ کی طرح اور اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ سلف کی طرح دنیا کے تھوڑے ہی سے حصہ پر قناعت کرنی چاہیے (۴) سَلْسَلًا ای طَوِیْلًا مُشْبِهًا سَلْسَلًا۔ جرٰی کے فاعل سے حال ہے ۱۰/۳۵۲ (۱) اَوْ تنویع کے لیے ہے (۲) مُفَصَّلٍ کا عطف مُتَّصِلٍ مقدر پر ہے ای بَعْدَ کَسْرٍ عَارِضٍ مُتَّصِلٍ اَوْ مُنْفَصِلٍ (۳) فَفَخِّمْ خبر ہے اور فا عموم کی بناء پر ہے (۴) حُکْمُهُ کی ھا علی قاری کی رائے پر سبب (کسرہ) کے لیے ہے اور اظہر یہ ہے کہ مَا کے لیے ہے جس سے مراد را ہے (۵) مُتَبَذِّلًا اس تَبَذَّلَ سے ہے جو بَذَلَ کا مطاوع ہے ای بَذَلْتُهُ وَاَعْطَیْتُهُ فَتَبَذَّلَ اور یہ مفعول معنوی سے حال ہے یعنی اس فعل کے مفعول سے جس پر اسم اشارہ دلالت کر رہا ہے اور عامل اشارہ کے معنی ہیں۔ ای هٰذَا حُکْمُ الرَّاءِ اَوْ سَبَبِهٖ مِنَ التَّفْخِیْمِ بَذَلْتُهُ لَکَ فَانْقَادَ سَهْلًا اور یہ شعر اس سبب (کسرہ) کے معتبر ہونے کی شرط بتانے کے لیے ہے جو شعر ا و ۷ کے دو قاعدوں میں آیا ہے جن میں سے ایک ورش کا ہے اور دوسرا تمام قراء کا یعنی ورش کے لیے یا سب کے لیے را اس کسرہ سے باریک ہوتی ہے جو متصلہ لازمہ ہو۔

جو قائدہ آئمہ سے منقول ہو اس پر قیاس کر کے محض رائے سے دوسرا کلیہ قاعدہ بنا لینے کا رد

۱۱/۳۵۳ وَمَا بَعْدَهُ کَسْرٌ اَوِ الْیَا فَمَا لَهُمْ … بِتَرْقِیْقِهٖ نَصٌّ وَثِیْقٌ فَیَمْثُلَا

ترجمہ: اور وہ (را جو مذکورۂ بالا قواعد کی بناء پر پر ہو) جس کے بعد کسرہ (ہو) یایا ہو (بعض حضرات اس قسم میں سے صرف تین کلمات اَلْمَرْءِ بقرہ ع ۱۲ و انفال ع ۳ میں اور مَرْیَمَ اور قَرْیَةٍ میں ہر جگہ را کو باریک پڑھتے ہیں لیکن ان (ہمارے مشائخ) کے لیے اس (قسم کی را) کے باریک پڑھنے پر (کوئی) مضبوط (و معتبر) تصریح نہیں ہے تاکہ وہ (نص) ظاہر (اور مشہور) ہو سکے (اور اس کے ذریعہ اس قسم میں را کا باریک پڑھنا ثابت ہو جائے اس لیے معتبر حضرات مذکورۂ بالا قواعد کے موافق اس قسم کی را کو ہر جگہ پر ہی پڑھتے ہیں)

۱۲/۳۵۴ وَمَا لِقِیَاسٍ فِی الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ … فَدُوْنَكَ مَا فِیْهِ الرِّضَا مُتَکَفِّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور قراءۃ (یعنی قرآن) میں قیاس کے لیے (کوئی) دخل نہیں ہے (پس کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک مستقل اور منقول قاعدہ کو دیکھ کر دوسرا ویسا ہی قاعدہ کلیہ اپنی رائے سے بنا لے جب یہ بات ہے) تو تو اس (نقل) کو لازم (اور مضبوط) پکڑ لے جس میں (ائمہ کی) پسندیدگی ہے (یعنی انہی وجوہ کو اختیار کر جن کو فن کے معتبر اماموں نے پسند کیا ہے) حالانکہ تو (اس نقل کی حفاظت کا) ذمہ دار بننے والا ہو (یعنی دوسروں تک روایت کرو تب بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ کمی اور زیادتی کے بغیر کرو یا حالانکہ وہ نقل پسندیدگی کی ذمہ داری کی گئی ہے یعنی مشہور ہونے کے سبب اس کو پسندیدگی کی سند حاصل ہے)

شرح: بعض حضرات صرف ورش کے لیے اور بعض تمام قراء کے لیے بَیْنَ الْمَرْءِ میں دونوں جگہ اور مَرْیَمُ اور قَرْیَةٍ میں ہر جگہ را کو باریک پڑھتے ہیں اس بناء پر کہ ان میں را کے بعد کسرہ اور یا ہے اور یہی دونوں چیزیں کسرہ اور یائے ساکنہ اگر را سے پہلے ہوتی ہیں تو را باریک ہوا کرتی ہے (جیسا کہ اسی باب کے شعر او ۷ میں گذر چکا ہے) نیز وقف والی را بھی پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ سے باریک ہوا کرتی ہے جیسا کہ ابھی شعر ۱۴ میں آئے گا۔ اسی طرح بعد کے کسرہ اور یا سے بھی را باریک ہی ہونی چاہیے۔ نیز الف میں امالہ بھی دونوں جانبوں کے کسرہ اور یا سے ہوتا ہے اور ترقیق بھی امالہ ہی کی طرح ہے اس لیے اس میں بھی دونوں طرف کے کسرہ اور یا کا اعتبار ہونا چاہیے اس قیاس کے جواب میں ناظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد کے کسرہ اور یا سے را کا باریک ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہے اور نہ اکثر اماموں سے منقول ہے اور پہلی یا اور کسرہ سے را کا باریک ہونا متواتر نقل سے ثابت ہے اس لیے دونوں قسموں میں فرق ظاہر ہے پھر یہ قیاس کیونکر صحیح ہو سکتا ہے چنانچہ نشر میں ہے کہ اَلْمَرْءِ اور مَرْیَمَ اور قَرْیَةٍ میں قیاس کی رو سے را کا پر ہی پڑھنا صحیح ہے اور متقدمین میں سے کسی کی نص بھی اس کے خلاف نہیں پائی جاتی اور دانی نے اس کے خلاف کہنے والوں کو غلطی پر بتایا ہے۔ اور وَمَا لِقِیَاسٍ الخ میں ایک کلیہ بتا دیا کہ قرآن میں قیاس کا ایسا دخل نہیں ہے۔ جس کی بناء پر کوئی مستقل قاعدہ اپنی رائے سے بنا لیا جائے پس ترقیق کا امالہ پر اور را کے بعد والی یا اور بعد والے کسرہ کا پہلی یا اور کسرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ قراآت کی وجوہ متواتر نقل سے منقول ہیں جن میں رائے کا ذرا بھی دخل نہیں اور یہ حق تعالیٰ کی خاص حفاظت ہے جس کی وجہ سے علماء نے لوگوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ اپنی رائے سے قرآن میں کوئی چیز شامل کر سکیں اگر یہ نہ ہوتا تو توریت اور انجیل کی طرح قرآن مجید میں بھی بہت کچھ خلط ملط ہو جاتا پس جب قراءۃ کا مدار قیاس پر نہیں بلکہ صحیح نقل پر ہے تو اے خادم قراءۃ تجھے چاہیے کہ جن وجوہ کو قراء نے نقل کے موافق ہونے کی بناء پر پسند کیا ہے ان کی مدد کا اور ان کے شائع کرنے کا ذمہ دار بن کر ان کی پوری حفاظت کرے اور اپنے قیاس کو بالکل دخل نہ دے اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۳۵ پر گذر چکی ہے کہ قیاس کن موقعوں میں جائز اور کن موقعوں میں ناجائز ہے۔

فائدہ: (ا) اگر حرکت والی را کے بعد کسرہ یا یا ہو تو اس میں بالاتفاق تفخیم ہے جیسے رَحِیْمٌ رُزِقُوْا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِبُشْرَيْنِ- وَجِرَيْنَ- اَلْبَحْرَيْنِ- قَدِ افْتَرَيْنَا اور رائے ساکنہ میں سے بھی صرف اَلْمَرْءِ اور مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں اختلاف ہے حالانکہ اگر کسرہ اور یا ترقیق کا سبب ہے تو یہ تخصیص کس بناء پر ہے (۲) مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں مکی" مہدوی" ابن سفیان" ابن شریح" ابن الفحام" اہوازی کے قول پر سب کے لیے اور ابن بلیمہ کے قول پر صرف ازرق کے طریق سے ورش کے لیے ترقیق ہے اور اَلْمَرْءِ میں اہوازی وغیرہ کے قول پر سب کے لیے اور ابوبکر اذفوی اور ابن الفحام وغیرہ کے اور اہل مغرب میں سے بہت سے حضرات کے قول پر صرف مصریین کے طریق سے ورش کے لیے ترقیق ہے اور محققین کی رائے پر تینوں کلمات میں سب کے لیے تفخیم ہی ہے وہ ورش اور باقین کی قراءۃ میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ابن شریح کے قول پر تفخیم اکثر اور خوب تر ہے (۳) حصری بھی تینوں میں ترقیق کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

وَإِنْ سَكَنَتْ وَالْيَاءُ بَعْدُ كَمَرْيَمٍ فَرَقِّقْ وَغَلِّطْ مَنْ يُّفَخِّمُ عَنْ قَهْرٍ

اور اگر را ساکن ہو اور اس کے بعد یا ہو جیسے مَرْيَمَ تو تو اس را کو باریک پڑھ اور جو لوگ اس کو پر پڑھتے ہیں ان کا سختی سے رد کر۔

وَلَا تَقْرَأَنْ رَّا الْمَرْءِ اِلَّا رَقِيْقَةً لَدٰى سُوْرَةِ الْاَنْفَالِ اَوْقِصَّةِ السِّحْرِ

اور اَلْمَرْءِ کی را کو باریک ہی پڑھ سورۂ انفال میں بھی اور جادو کے بیان میں (بقرہ میں) بھی اور لطف یہ ہے کہ تَرْمِيْهِمْ اور فِي السَّرْدِ- رَبِّ الْعَرْشِ- وَالْاَرْضِ وغیرہ میں سب کا تفخیم پر اجماع ہے حالانکہ ان میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں کوئی بھی فرق نہیں- دانی فرماتے ہیں کہ اَلْمَرْءِ میں را سے پہلے فتحہ ہونے کے سبب تفخیم ہی قیاس سے زیادہ موافق ہے اور میں نے بھی تفخیم ہی پڑھی ہے (نشر) (۴) اصفہانی اور سخاوی را کے بعد کسرہ کی بہت سی مثالیں درج کر کے فرماتے ہیں کہ ان سب میں را کے پر پڑھنے پر اجماع ہے حالانکہ ان میں اور بَيْنَ الْمَرْءِ میں کوئی فرق نہیں نیز اس میں ہمزہ کا شدیدہ ہونا بھی ترقیق کے بجائے تفخیم ہی کو چاہتا ہے اور یہ مد کا سبب بھی اسی لیے بنتا ہے کہ مد کے ذریعہ اس کی شدت کے ادا کرنے پر قدرت حاصل ہو جائے پھر ورش کے لیے مَرْيَمَ اور قَرْيَةٍ میں حرکت والی یا کا خَيْرًا اور ضَيْرَ کی یائے ساکنہ پر قیاس کرنا بھی عجیب و غریب ہے نیز قرّاء اور علماء عربیت کا اس پر اجماع ہے کہ ترقیق کا سبب بننے میں را کے بعد کا کسرہ کوئی اثر نہیں رکھتا اور اسی طرح را سے پہلے حرکت والی یا کا ہونا بھی اس کی ترقیق کا سبب نہیں ہے- عام ہے کہ یا اکیلی ہو جیسے يَرْتَعْ اور يَرَوْنَ یا بعد کے کسرہ سمیت ہو جیسے يُرْجِعُوْنَ (۵) شعرا میں اس صورت کا بیان ہے جس میں کسرہ اور یا را کے بعد ہو اور اس سے پہلے اس کا عکس تھا (۶) شرح سے واضح ہو گیا ہے کہ وَمَا بَعْدَهٗ كَسْرٌ اَوِالْيَا اپنے عموم پر نہیں بلکہ تین کلمات کے ساتھ مخصوص ہے (۷) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیاس کی رو سے تو اس قسم کی ہر ایک را باریک ہی ہونی چاہیے تھی جیسا کہ اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ کسرہ اور یائے ساکنہ را سے پہلے ہو لیکن ایسی راءات کی ترقیق کے بارہ میں نص نہیں آئی۔ (۸) وَمَا لِقِيَاسٍ الخ کا مقصد یہ ہے کہ اگر را کے بعد والے کسرہ اور یا کو را سے پہلے کسرہ اور یا پر قیاس کرنے کی اجازت دے دی جائے گی تو اس میں بڑی گنجائش نکل آئے گی اور مَرْيَمَ میں را کے باریک پڑھنے سے لازم آئے گا کہ يَرْتَعْ کی را میں بھی ترقیق ہو کیونکہ دونوں میں یا فتحہ والی ہے جس کے را سے پہلے اور بعد میں ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ يَرْتَعْ میں بدرجہ اولیٰ ترقیق ہونی چاہیے کیونکہ یائے ساکنہ را سے پہلے ہو تو ورش کے لیے ترقیق کا سبب بنتی ہے اور را کے بعد ہو جیسے وَجَرَيْنَ اور اَلْبَحْرَيْنِ وغیرہ تو سبب نہیں بنتی اس لیے فتحہ والی یا کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ اور جب يَرْتَعْ میں را کو باریک پڑھیں گے تو پھر ورش کے لیے يَرَوْنَ میں بھی را باریک ہی ہوگی اور ایک جماعت نے تکلف اختیار کرکے يَرْتَعْ اور مَرْيَمَ میں دو طرح فرق کیا ہے (۱) يَرْتَعْ میں یا مضارع کی ہے اس لیے اس کے بعد را کا سکون عارضی ہے جو اس یا ہی کی وجہ سے آیا ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور مَرْيَمَ کی یا اصلی ہے اس لیے معتبر ہے پس اس میں را کا سکون لازمی ہے (۲) يَرْتَعْ میں یا کی حرکت یا اور را کے درمیان فاصل ہے اس لیے ترقیق کے سبب میں ضعف آگیا اور مَرْيَمَ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ حرکت کا درجہ حرف کے بعد ہوا کرتا ہے پس یا را سے متصل ہے (۹) فَدُوْنَكَ الخ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تو طلباء پر ظاہر کرنے اور ان کے سامنے بیان کرنے کا ذمہ دار بن کر اسی را کی ترقیق اختیار کر جس میں وہ منقول بھی ہو اور ائمہ نے اسی کو پسند بھی کیا ہو یا صرف اسی ترقیق کو اختیار کر جس کو ائمہ نے خود بھی پسند کیا ہو اور اس کے پسندیدہ ہونے کی ذمہ داری بھی کی ہو یعنی یہ بتایا ہو کہ یہ ترقیق معتبر شیوخ کے یہاں مختار ہے اور وہ یہی ہے کہ را کی ترقیق اس سے پہلے کسرہ اور یا کی بناء پر صحیح ہے نہ کہ بعد والے کسرہ اور یا کی بناء پر بھی (۱۰) وَمَا لِقِيَاسٍ کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس مطلقاً منفی ہے اور قراءۃ میں کسی جگہ بھی اس سے کام نہیں لیا جاتا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ دانی رحمہ اللہ نے بہت سے موقعوں میں قیاس کا ذکر کیا ہے چنانچہ بَيْنَ الْمَرْءِ میں فرماتے ہیں۔ کہ قیاس کی رو سے اس میں خالص تفخیم ہے اور انہی کی کتاب الامالہ میں باب الراءات کے آخر میں ہے کہ یہ راءات پر وقف کرنے کے احکام ہیں جو بالکل اسی طرح ہیں جس طرح ہم نے ان کو اہل ادا سے حاصل کیا ہے اور (کچھ وہ بھی ہیں) جن کو ہم نے اصول پر قیاس کیا ہے اس لیے کہ ہمیں ان میں سے اکثر میں نص نہیں ملی نیز کتاب الامالہ وغیرہ میں ورش کے الف کو امالہ بین بین سے پڑھنے کے بیان میں بھی قیاس کو بہت جگہ استعمال کیا ہے۔ سوال ناظم نے باب الامالہ شعر نمبر ۳۲ میں تو وَاقْتَسْ (قیاس کرلے) فرمایا ہے اور یہاں شعر ۱۲ میں قیاس سے منع کیا ہے ان دونوں میں ضدیت معلوم ہوتی ہے۔ جواب وَاقْتَسْ کا مطلب یہ ہے کہ ایک قاعدہ کی چند مثالوں پر دوسری مثالوں کو قیاس کرلینا اور ان میں بھی وہی حکم جاری کر دینا جائز ہے اور اس مقام کا مقصد یہ ہے کہ قیاس کے ذریعہ ایک مستقل قاعدہ بنالینا جائز نہیں اور ان دونوں میں ذرا بھی ضدیت نہیں۔ پس قیاس کی دو قسمیں ہو گئیں۔ (۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جس کی اجازت ہے (۲) وہ جس کی ممانعت ہے۔ دانیؒ باب الراء ات میں فرماتے ہیں کہ انکے بارہ میں نص معدوم ہے اور ہم نے ان کو مذکورۂ بالا قواعد کے موافق بیان کیا ہے۔ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کا اکثر حصہ قیاسی ہے اور بعض حصہ شیوخ سے سن کر حاصل کیا گیا ہے ان دونوں حضرات کے کلام میں قیاس سے اجازت والا قیاس مراد ہے نہ کہ ممانعت والا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں اماموں نے محض قیاس پر عمل کر کے لوگوں کے لیے رائے سے کام لینے کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور نقل کی پیروی کو نہایت ضروری جانتے تھے پس ایسا نہ ہو کہ تم ان دونوں کی عبارتوں کا مطلب ان کی مراد کے خلاف لیکر اس ارشاد کی وعید میں داخل ہو جاؤ۔ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران ع ۸) (قاری رحمہ اللہ) اور اس بارہ میں مکیؒ کی کچھ تقریر مقدمہ کے صفحہ ۳۶ پر بھی گزر چکی ہے اور دانیؒ کے اشعار شرح۔ کے صفحہ ۱۱۱ پر شعر ۲۱ کے بعد فائدہ کے ذیل میں درج ہو چکے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

وقف والی را کے باریک اور پر پڑھنے کا قاعدہ

۱۳/۳۵۵ وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُورَةً عِنْدَ وَصْلِهِمْ ۔۔۔ وَتَفْخِيمُهَا فِي الْوَقْفِ أَجْمَعُ أَشْمُلَا

ترجمہ: اور (تیرا) اس (را) کو کسرہ والی ہونے کی حالت میں ان (قراء) کے وصل کے وقت (تو) باریک (ہی) پڑ (ہے (یعنی کسرہ والی را وصل میں سب کے لیے باریک پڑھی جاتی ہے) اور (تیرا) اسی (کسرہ والی را) کو وقف میں پر پڑھنا (جبکہ اس سے پہلے کسرہ اور یائے ساکنہ اور امالہ اور ترقیق والی را نہ ہو بہ نسبت باریک پڑھنے کے) جماعتوں کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے (کیونکہ مکی اور حصری کے سوا سب حضرات اس کو پر ہی پڑھتے ہیں البتہ ان دونوں اماموں کے قول پر اس کا باریک پڑھنا بھی جائز ہے اس بناء پر کہ را کا سکون عارضی ہے۔ پس جو کسرہ وصل میں تھا وہ گویا وقفاً" بھی موجود ہے یعنی اگر کسرہ والی را سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو تو وہ سکون سے وقف کرنے کی صورت میں مکی اور حصری کے سوا سب کے قول پر پر ہوتی ہے اور جس کسرہ والی را سے پہلے ترقیق کے چار اسباب میں سے کوئی سبب ہو وہ بالاتفاق باریک ہوتی ہے صرف مکی کے قول پر اس سے پہلے ترقیق والی را ہونے کی صورت میں پر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ صورت صرف ورش کی روایت پر بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ہے)

۱۴/۳۵۶ وَلٰكِنَّهَا فِي وَقْفِهِمْ مَعَ غَيْرِهَا ۔۔۔ تُرَقَّقُ بَعْدَ الْكَسْرِ أَوْ مَا تَمَيَّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵۷/۱۵ اَوِالْیَاءِ تَأْتِیْ بِالسُّکُوْنِ وَرُوْمُھُمْ کَمَا وَصْلِھِمْ فَابْلُ الذَّکَاءَ مُصَقَّلَا

ترجمہ: اور لیکن وہ (کسرہ والی را جو کلمہ کے آخر میں ہو) حالانکہ وہ اپنے ماسوا (فتحہ اور ضمہ اور سکون والی را) کے سمیت ہے ان (قراء) کے (را پر) وقف (کرنے کی صورت) میں کسرہ اور اس (الف) کے بعد باریک پڑھی جاتی ہے جس میں امالہ واقع ہوا ہو۔ اور یا کے (بعد بھی باریک پڑھی جاتی ہے) جس (یا) کی حالت یہ ہو کہ وہ سکون پر (شامل ہو کر) آرہی ہو (یعنی را یائے ساکنہ کے بعد ہو اور خلاصہ یہ ہے کہ کسرہ والی را پر سکون سے وقف کریں تو وہ ہر حال میں پر ہوتی ہے لیکن چار حالتوں میں یہ کسرہ والی اور فتحہ اور ضمہ والی اور ساکنہ ہر ایک را وقفاً" باریک ہو جاتی ہے ا و ۲ کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد سب کے لیے (۳) امالہ والے الف کے بعد صرف امالہ والوں کے لیے (۴) ترقیق والی را کے بعد صرف بِشَرَرٍ میں فقط ورش کے لیے) اور ان (قراء) کا (را پر) روم (سے وقف کرنا) ان کے وصل کی طرح ہے (پس کسرہ والی را وصل کی طرح روم سے وقف کرنے کی صورت میں بھی سب کے لیے باریک ہوگی اور ضمہ والی کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ہو تو روم میں ورش کے لیے باریک اور باقین کے لیے پر ہوگی اور کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد نہ ہو تو سب کے لیے پر ہوگی چنانچہ اس را کا وصل میں بھی یہی حکم تھا) پس تو (اس اجمال سے تفصیل کے نکالنے میں اپنی) سمجھ کی تیزی کو آزما حالانکہ وہ (سمجھ) خوب صاف کی ہوئی (نہایت عمدہ) ہے (یعنی مطلب کو ہوشیاری سے نکالنا ایسا نہ ہو کہ کوئی صورت باقی رہ جائے یا خلط ملط کر کے ایک صورت کا حکم دوسری میں جاری کر دو)

شرح: یعنی جس را پر کسرہ ہو اس کو وصل میں سب حضرات باریک پڑھتے ہیں (عام ہے کہ یہ کسرہ کاملہ ہو لازمہ ہو جیسے رِزْقًا۔ اَلْغَارِ۔ الرِّقَابِ۔ کَالْفَخَّارِ خواہ عارضہ جو دو ساکن جمع ہو جانے کی یا نقل کی بناء پر آیا ہو جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اور وَانْحَرِ اِنَّ ورش کی روایت پر یا یہ کسرہ بعضیہ ہو جو اختلاس اور امالہ کی حالت میں ہوتا ہے جیسے وَاَرِنَا اور رَأَا میں ہے نیز یہ را کلمہ کے شروع میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں اور را سے پہلا حرف ساکن ہو یا اس پر کوئی حرکت ہو اور را کے بعد والا حرف مستعلیہ ہو خواہ مستفلہ اسم میں ہو خواہ فعل میں اور مثالیں ظاہر ہیں اور یہ سب قیدیں تعمیم و توضیح کے لیے ہیں یہاں پہنچ کر را کے وہ احکام ختم ہو گئے جو وصل سے متعلق ہیں جیسا کہ وَصْلِھِمْ سے اس کو ظاہر کر دیا ہے) اب وَتَفْخِیْمُھَا سے را کے وقفی احکام شروع کرتے ہیں یعنی اگر یہی کسرہ والی را کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتحہ ہو جیسے وَنَھَرٍ یا ضمہ ہو جیسے وَدُسُرٍ یا پہلا حرف ساکن ہو جو یا کے سوا ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتحہ یا ضمہ ہو جیسے اَلْقَدْرِ۔ خُسْرٍ اور ان تینوں حالتوں میں را پر سکون سے وقف کریں تو یہ را سب کے لیے پر ہوتی ہے اور اکثر اہل ادا اسی پر ہیں اور یہی صحیح بھی ہے اور مکی اور حصری وغیرہ وقفی سکون کو عارضی سمجھ کر کسرہ والی را میں وصل کی طرح وقفاً" بھی ہر حال میں ترقیق کو جائز بتاتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں ہے۔ لیکن ذیل کی چار صورتوں میں کسرہ اور فتحہ اور ضمہ والی اور ساکنہ چاروں قسم کی را بالاتفاق باریک ہوتی ہے (۱) را کسرہ کے بعد ہو بلا فاصلہ ہو جیسے کُفِرَ۔ مُنْھَمِرٍ۔ عُسْرٌ فَانْتَصِرْ یا مستعلیہ کے سوا کسی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساکن کے فاصلہ سے ہو جیسے اَلذِّکۡرِ۔ حِجۡرٍ۔ ذِکۡرُہٗ (لیکن اگر را اور کسرہ کے درمیان کا ساکن استعلاء کا حرف ہو جو صرف عَیۡنَ الۡقِطۡرِ (سباع ۲) اور مِصۡرَ میں چاروں جگہ ہے تو اس صورت میں را کو پر بھی پڑھ سکتے ہیں اور باریک بھی لیکن وصل واصل کا لحاظ کرتے ہوئے صاحب نشر کی رائے پر وَقۡفًا مِصۡرَ میں پر اور اَلۡقِطۡرِ میں باریک پڑھنا اولیٰ ہے) (۲) را یائے ساکنہ کے بعد ہو عام ہے کہ یا سے پہلے حرف پر زیر ہو خواہ زبر جیسے خَبِیۡرٌ۔ خَیۡرٌ۔ اَلۡخَیۡرُ۔ ضَیۡرَ کَبِیۡرٌ (۳) را امالہ یا تقلیل والے الف کے بعد ہو جیسے اَلنَّارِ۔ اَلۡاَبۡرَارِ امالہ اور تقلیل والوں کی قراءۃ پر (۴) را ترقیق والی را کے بعد ہو جو صرف ورش کی قراءۃ پر بِشَرَرٍ (مرسلات) میں ہے نمبر ایک اور دو میں سب کے لیے اور تین میں صرف امالہ اور تقلیل والوں کے لیے اور نمبر چار میں صرف ورش کے لیے سکون سے وقف کرنے کی صورت میں را باریک ہوتی ہے اور کسرہ کے بعد تو را چاروں طرح کی آتی ہے اور یائے ساکنہ کے بعد تینوں حرکتوں والی آتی ہے ساکنہ نہیں آتی اور امالہ اور ترقیق والی را کے بعد صرف کسرہ والی را آتی ہے۔ اور اگر کلمہ کے آخر والی را پر روم سے وقف کیا جائے تو اس کا حکم وصل کی طرح ہے یعنی جو را وصل میں پر تھی وہ روم میں بھی پر ہوگی اور جو وصل میں باریک تھی وہ روم میں بھی باریک ہوگی پس اگر را پر کسرہ ہو جیسے مِنَ النَّارِ۔ مِنۡ خَیۡرٍ۔ وَّدُسُرٍ۔ اَلۡقَدۡرِ۔ فِی الۡکُفۡرِ تو روم میں سب کے لیے باریک ہوگی اور اگر اس را پر ضمہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) اس را سے پہلے یائے ساکنہ ہو جیسے کَبِیۡرٌ۔ خَیۡرٌ یا کسرہ ہو بلا فاصلہ ہو جیسے عَسِرٌ یا یا کے سوا کسی اور ساکن کے فاصلہ سے ہو جیسے اَلسِّحۡرُ۔ اَلذِّکۡرُ اس صورت میں تو را ورش کے لیے باریک اور باقین کے لیے پر ہوگی (۲) یہ کہ ضمہ والی را سے پہلے یائے ساکنہ اور کسرہ نہ ہو جیسے وَالۡقَمَرُ۔ تُغۡنِ النُّذُرُ۔ کُفۡرٌ۔ صُفۡرٌ۔ اَجۡرٌ۔ قَدۡرٌ اَلۡکُفُوۡرُ اَلنَّارُ اس صورت میں روم میں را سب کے لیے پر ہوگی۔

فائدہ: (۱) امالہ والی را کا حکم اس لیے نہیں بتایا کہ کسرہ والی را کا حکم اس پر بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ امالہ میں بھی کسرہ کا جزو ہوتا ہے یا اس لیے کہ شعر ۱۴ کے اَوۡمَا تَمَیُّلَا سے اس کا حکم بھی نکل آتا ہے کیونکہ جب امالہ کے اثر سے بعد والی را تک بھی باریک ہو جاتی ہے تو خود وہ را تو بدرجہ اولیٰ باریک ہوگی جس میں امالہ ہے (۲) عِنۡدَ وَصۡلِهِمۡ میں وصل کی تصریح اس لیے کر دی کہ وَتَفۡخِيۡمُهَا فِی الۡوَقۡفِ اس کا مقابل بن جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پیشتر کے سب احکام وصلی تھے اور یہاں سے وقفی مسائل شروع ہوئے ہیں (۳) کسرہ والی را کلمہ کے شروع میں اور وسط میں ہو تو حالین میں باریک ہوتی ہے اور آخر میں ہو اور اس سے پہلے ترقیق کا کوئی سبب نہ ہو تو وقفاً پر ہوتی ہے لیکن ابو شامہ کے قول پر اس میں اشکال ہے کیونکہ عارضی سکون جس طرح اَلنَّاسِ۔ اَلنَّارِ کے امالہ کے لیے مانع نہیں بنتا اسی طرح ترقیق کے لیے بھی مانع نہ ہونا چاہیے چنانچہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کے اکثر مسائل تو قیاسی ہیں اور بعض ایسے ہیں جو شیوخ سے سن کر حاصل کیے گئے ہیں اور اگر کوئی قائل یہ کہے کہ میں تو (کسرہ والی را کے) پورے باب میں سکون و روم دونوں طرح کے وقف میں (را کو اس کی) اصلی (وصل والی) حالت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق (باریک) پڑھوں گا۔ تو اس کا یہ قول بھی بے وجہ (اور غیر معتبر) نہ ہوگا کیونکہ وقف اور حرکت کا حذف دونوں عارضی ہیں اور قراءۃ کے اکثر مسائل میں ائمہ عارض کا اعتبار نہیں کیا کرتے۔ پس یہ وجہ قیاسی ہے جو بالکل صحیح ہے اور اول (یعنی اس را سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہونے کی صورت میں پر پڑھنا) خوب تر ہے اور حصری کہتے ہیں۔

وَمَا اَنْتَ بِالتَّرْقِيْقِ وَاصِلُهٗ فَقِفْ عَلَيْهِ بِهٖ اِذْ لَسْتَ فِيْهِ بِمُضْطَرِّ

جو را وصلاً" باریک ہو تم اس کو وقفاً" بھی باریک ہی پڑھ سکتے ہو کیونکہ (قیاس کی رو سے) تم (اس کے پر پڑھنے پر) مجبور نہیں ہو۔ سوال: اس کی وجہ کیا ہے کہ عارضی سکون جمہور کے قول پر وَنُهُرٍ۔ نُكُرٍ۔ اَلْقُدُرِ وغیرہ میں را کی ترقیق کے لیے تو مانع بن جاتا ہے اور کسرہ کو موجود نہ سمجھتے ہوئے را کو پر پڑھتے ہیں اور فِی النَّارِ۔ وَمِنَ النَّاسِ وغیرہ میں یہی عارضی سکون امالہ کے لیے مانع نہیں بنتا اور ان میں کسرہ کو باقی جان کر امالہ کرتے ہیں۔ جواب: دونوں میں فرق یہ ہے کہ لغت کی رو سے بہ نسبت ترقیق کے امالہ قوی تر اور مشہور تر اور قیاس سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ وہ الف سے پہلے کسرہ نہ ہونے کی صورت میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ یائی کلمات میں ہے اور خَافَ میں خِفْتَ والے کسرہ کی بناء پر ہے اس لیے عارضی سکون اضعف یعنی ترقیق کے لیے تو مانع بن گیا اور قوی (امالہ) کے لیے نہیں بنا۔ سوال: یہ فرق تو ضعیف ہے اس بناء پر کہ بِشَرَرٍ میں پہلی را کی ترقیق دوسری را کے کسرہ کی وجہ سے ہے اور یہ دانی" اور مکی" کی تصریح کے موافق وصل کی طرح سکون سے وقف کرنے کی صورت میں بھی ہوتی ہے اور یہ دلیل ہے اس پر کہ اس میں سکون کے سبب زائل ہو جانے کے باوجود بھی را کے کسرہ کا اعتبار کیا گیا ہے پس سکون عارضی امالہ کی طرح ترقیق کے لیے بھی مانع نہیں رہا اور اہل ادا یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کلمہ میں وقفاً" دوسری را کی ترقیق پہلی را کی ترقیق کی بناء پر ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں دوسری را کے کسرہ کا اعتبار نہیں کیا گیا ورنہ دوسری را کی ترقیق میں وہ خود ہی اثر انداز ہوتا اور پہلی را کی ترقیق کو سبب بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جواب سکون عارضی ترقیق کے لیے مانع ہے نہ کہ امالہ کے لیے بھی اور بِشَرَرٍ میں جو پہلی را کی ترقیق ہے وہ اَلنَّارِ کے الف کے امالہ کے مرتبہ میں ہے کیونکہ دونوں بعد کے کسرہ کی بناء پر ہیں اس لیے یہ ترقیق الف کے امالہ کی طرح وقفی سکون کے سبب کسرہ کے زائل ہو جانے پر بھی باقی رہتی ہے۔ (۴) اَجْمَعُ۔ اَشْمَلَا میں تفخیم کے قائلین کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ سوال کیا فَالْفِرْقِ میں استعلاء کے قاف کے سبب را پر ہوگی۔ جواب نہیں کیونکہ اس میں باریکی کا سبب قوی ہے اور وہ را کا ذاتی کسرہ ہے اور استعلا کا حرف کسرہ والی را کے سوا دوسری راءات میں ترقیق سے مانع ہوا کرتا ہے جیسے فِرْقَةٍ اور اِعْرَاضًا اور صِرَاطٍ کیونکہ ان راءات میں ترقیق کا سبب خود ان کی ذات میں نہیں ہوتا بلکہ ماقبل میں ہوتا ہے اس لیے وہ ضعیف ہے اور اسی لیے ان میں استعلاء کا مانع ہونا قوی ہو جاتا ہے۔ دانی" فرماتے ہیں کہ کسرہ والی را میں ترقیق کے سوا کوئی وجہ جائز نہیں اس سے پہلے حرف پر چاہے جو حرکت ہو (ابراز) (۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسرہ اور یائے ساکنہ کے بعد ضمہ والی را سکون کی طرح اشمام سے وقف کرنے کی صورت میں بھی باریک ہوتی ہے پس یہاں علی قاری رحمہ اللہ کے اس ارشاد میں (کہ سکون اشمام و روم دونوں سے خالی ہو) اشمام کا ذکر قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے (۶) بَعْدَ الْكَسْرِ میں وہ کسرہ مراد ہے جو ورش کے مذہب کی رو سے موثر ہے تاکہ حکم اَلسِّحْر۔ اَلذِّكْر وغیرہ کو بھی شامل ہو جائے (۷) روم کی مثالوں میں بعض کا خَيْرًا۔ خَبِيْرًا وغیرہ کو لانا مناسب نہیں کیونکہ ان میں وقف الف پر ہوتا ہے نہ کہ را پر اور ان میں را کا حکم وصل کی طرح ہے کہ ورش کے لیے باریک اور باقین کے لیے پر ہے (۸) اَلْقِطْر اور مِصْر میں سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دانی نے جامع البیان وغیرہ میں ترقیق بیان کی ہے اور اَلذِّكْر وغیرہ کے اجماعی قاعدہ کی رو سے یہی اولیٰ ہے اور ابن شریح وغیرہ کی رائے پر ان میں تفخیم مختار ہے اور ورش کے قاعدہ کی رو سے یہی قیاس کے موافق ہے۔ (۹) اہل فن نے بیان کیا ہے کہ بِشَرَرٍ میں پہلی را کی ترقیق کا سبب دوسری کا کسرہ ہے اور اس پر سکون سے وقف کرنے کی صورت میں دوسری کی ترقیق کا سبب پہلی را کی ترقیق ہے اور اس میں یہ اشکال ہے کہ جب دوسری کا کسرہ پہلی کی ترقیق کا سبب بن گیا تو دوسری کی ترقیق کا سبب کس لیے نہیں بنا حالانکہ وہ خود اسی را پر ہے۔ یعنی مناسب یہ تھا کہ دونوں کی ترقیق کا سبب ثانی کے کسرہ ہی کو قرار دیتے (ابراز) (۱۰) روم کا حکم وصل کی طرح اس لیے ہے کہ وصل میں پوری اور روم میں قدرے حرکت ہوتی ہے۔

تنبیہ: کلمہ کے آخر والی را کی چار صورتیں ہیں ۱ تا ۳ تینوں طرح کی حرکت والی (۴) ساکنہ۔ ہر ایک پر وقف کرنے کا حکم اور اس کی تفصیل طلباء سے دریافت کی جائے اور مشق کرائی جائے۔

۱۶/۳۵۸ وَفِيمَا عَدَا هٰذَا الَّذِي قَدْ وَصَفْتُهُ عَلَى الْأَصْلِ بِالتَّفْخِيمِ كُنْ مُتَعَمِّلَا

ترجمہ: اور تو ان (تمام راءات) میں جو اس (مجموع) کے سوا ہیں جس کو میں نے (اس باب میں) بیان کر دیا ہے (را کی) اصل کے موافق پر پڑھنے کے لیے عمل (کوشش اور محنت) کرنے والا رہ (یعنی چونکہ اکثر کے قول پر را میں اصل تفخیم ہے اور ترقیق اسباب کی بناء پر ہوتی ہے اس لیے را کی جو صورتیں میں نے بیان نہیں کیں ان سب میں را کو پر ہی پڑھنا چاہیے۔ چونکہ ترقیق کی ضد سے تفخیم خود بھی نکل آئی تھی اس لیے یہ شعر پہلے مضمون کی تاکید کے طور پر ہے۔)

شرح: راءات تین طرح کی ہیں (۱) وہ جن میں صرف ورش کے لیے ترقیق بیان کی ہے یہ تو ورش کے لیے باریک اور باقین کے لیے پر ہوں گی (۲) وہ جن میں سب کے لیے ترقیق بتائی ہے یہ سب کے لئے باریک ہوں گی (۳) وہ جن کو بیان ہی نہیں کیا جیسے رَبَّنَا۔ رُحَمَآءُ۔ يَرْجِعُوْنَ۔ اَرَضِيْتُمْ۔ يَرُدُّوْنَكُمْ۔ حَذَرَ الْمَوْتِ۔ يُغْفَرُ وغیرہ یہ سب کے لیے پر ہوں گی۔ اس بناء پر کہ را میں اصل تفخیم ہے۔ پس جن راءات میں ترقیق کا کوئی سبب نہ پایا جائے۔ ان میں را کی اصل پر عمل ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: فَاَسْرِ (ہود ع ۷ و حجر ع ۴ و دخان ع ۱) میں دونوں قراءتوں پر اور اَنْ اَسْرِ (طٰہٰ و شعراء ع ۴) میں ہمزۂ قطعی اور اس کے فتحہ والی قراءۃ پر اور وَنُذُرِ (قمر) میں چھئوں جگہ اور اِذَا یَسْرِ (فجر) میں یا کے حذف والی قراءۃ پر ان چاروں کلمات کی را میں وقفاً" دونوں وجوہ بیان کی گئی ہیں (۱) تفخیم قاعدہ کے عام ہونے کی بناء پر اور عمل بھی اسی پر ہے (۲) ترقیق اس لیے کہ ان میں را کا کسرہ بنائی ہے نیز ان میں را کے بعد اصل کی رو سے یا بھی تھی پس را کے باریک پڑھنے سے بنائی اور اعرابی کسرہ میں فرق بھی ہو جاتا ہے اور یا کی طرف اشارہ بھی نکل آتا ہے اور اسی لیے ان میں ترقیق کو اولیٰ بتایا ہے۔ رہے فَجْرِ اور اَجْرِ وغیرہ سو ان میں نہ تو کسرہ بنائی ہے اور نہ را کے بعد یا تھی اس لیے ان میں ترقیق کو جائز نہیں رکھا۔

النحو و العربیہ: ۱۱/۳۵۳ (۱) بَعْدَهٗ كَسْرٌ یا تو فعلیہ ہے یا اسمیہ (۲) فَمَا کی فا عموم کے لیے ہے (۳) وَثِيقٌ ای قَوِیٌّ مُعْتَمَدٌ (۴) فَيَمْثُلَا نفی کا جواب ہونے کے سبب اَنْ مقدرہ سے منصوب ہے اور مُثُولٌ (ظُهُورٌ) سے ہے ای فَيَظْهَرَ اور جعبری نے جو فَيُذْكَرَ سے تفسیر کی ہے وہ حاصل معنی کے طور پر ہے اور علی قاری کی رائے پر اس سے اصل فعل کے مجہول ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ ۱۲/۳۵۴ (۱) فِيْ- مَدْخَلٌ (دُخُوْلٌ) کے متعلق ہے (۲) فَلُوْنَكَ کی فا تعقیبیہ ہے اور یہ اسم فعل ہے جو اَلْزِمْ کے معنی میں ہے (۳) اَلرِّضَا واوی ہے اس لیے اس کا الف اپنی صورت میں ہے (۴) مُتَكَفِّلًا ای مُتَحَمِّلًا فا کے کسرہ کی صورت میں فاعل سے اور فتحہ کی تقدیر پر مفعول سے حال ہے۔ ۱۲/۳۵۵ عِنْدَ وَصْلِهِمْ پہلے اور اَجْمَعُ دوسرے مبتدا کی خبر ہے اور اَجْمَعُ دونوں کی خبر اس لیے نہیں ہو سکتا کہ کسرہ والی را میں اختلاف وقفاً" ہی ہے وصلاً" نہیں۔ ۱۴/۳۵۶ (۱) لٰكِنَّ استدراکیہ ہے پس یہ صورتیں استثناء کے مرتبہ میں ہیں ای تُفَخَّمُ الرَّاءُ الْمَكْسُوْرَةُ وَقْفًا فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ كَسْرٍ اَوْ حَرْفِ مُمَالٍ اَوْ يَاءٍ سَاكِنَةٍ (۲) مَعَ- كَائِنَةٌ کے متعلق ہو کر تُرَقَّقُ کے فاعل سے حال ہے (۳) اَوْ یہاں اور آئندہ شعر دونوں میں یا تو واو کے معنی میں ہے یا تنویع کے لیے ہے (۴) ما نکرہ موصوفہ ہے ای بَعْدَ حَرْفِ مُمَالٍ۔

۱۵/۳۵۷ (۱) اَوِالْيَاءِ پہلے شعر کے اَلْكَسْرِ پر معطوف ہے (۲) تَاْتِيْ- اَلْيَاءِ سے اور بِالسُّكُوْنِ- تَاْتِيْ کی ضمیر سے حال ہے (۳) كَمَا وَصْلِهِمْ میں ما زائد ہے (۴) فَابْلُ- بَلَا- يَبْلُوْ سے ہے وَنَبْلُوْكُمْ (انبیاء ع ۳) کی طرح (۵) اَلذَّكَاءَ- سُرْعَةُ الْفَهْمِ کے معنی میں ہے (۶) مُصَقَّلًا- مَصْقُوْلًا کا مبالغہ ہے اور یہ یا تو اَلذَّكَاءَ سے حال ہے یا اس کی تقدیر بَلَاءً مُصَقَّلًا ہے۔ ۱۶/۳۵۸ (۱) فِيْ- كُنْ مُتَعَمِّلًا کے حاصل معنی کا ظرف ہے (۲) عَلٰى جعبری کی رائے پر تو با کے معنی میں ہے اور مُتَلَبِّسًا کے متعلق ہو کر مُتَعَمِّلًا کے فاعل سے حال ہے اور ابراز سے یہ نکلتا ہے کہ یہ مُتَعَمِّلًا کے متعلق ہے اور علی قاری کی رائے پر بِنَاءً مقدر کے متعلق ہو کر مفعول لہ ہے اور كُنْ مُتَعَمِّلًا کے متعلق نہیں اور بُنِيَ مقدر کا مفعول مطلق بھی کہہ سکتے ہیں نیز ممکن ہے کہ عَلٰى- اَلْمَبْنِيِّ مقدر کے متعلق ہو کر بِالتَّفْخِيْمِ کی صفت ہو (۳) بَا- مُتَعَمِّلًا کے متعلق ہے اور جعبری کی رائے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لام کے معنی میں ہے اور علی قاری کی رائے پر باسببیہ ہے جو علت کے لام کے معنی دیا کرتی ہے اور یہاں لِلتَّفْخِيمِ بھی کہہ سکتے تھے۔ (۴) عَدَا فعل بھی ہو سکتا ہے اور حرف بھی پہلی صورت میں جَاوَزَ کے اور دوسری تقدیر پر غَيْرُ کے معنی دے گا (۵) هٰذَا یا تو عَدَا کا منصوب ہے یا مجرور (۶) الَّذِيْ صلہ سمیت هٰذَا کی صفت ہے (۷) مُتَعَمِّلًا۔ تَعَمَّلَ سے ہے جو آہستگی سے کام کرنے کے معنی میں ہے چنانچہ تَعَلَّمَ بھی تھوڑا تھوڑا سیکھنے کے معنی میں آتا ہے اور تَعَمَّلَ لِكَذَا کے معنی ہیں اس نے محنت سے کام کیا۔

بَابُ اللَّامَاتِ

انیسواں باب لام کے پر اور باریک پڑھنے کے بیان میں

(اس میں چھ شعر ہیں)

شرح: را کے برعکس لام میں اصل ترقیق ہے اور یہاں اس اصل کا ترک تناسب اور یکسانی کے لیے ہے یعنی لام کا پر حروف کے بعد آنا یہی چاہتا ہے کہ اس کو بھی پر کیا جائے اور تغلیظ و تفخیم دونوں ہم معنی ہیں۔ ابراز میں ہے کہ اس باب کو قراآت کے اکثر مصنفین نے بیان نہیں کیا۔ چنانچہ اہل مغرب اور اہل مصر ہی نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ بغدادیین اور شامیین نے (ورش سے لام کی تغلیظ بیان) نہیں (کی) اور اس میں شک نہیں کہ اگر لام کا پر پڑھنا لغت کی رو سے ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ ضعیف اور ثقیل لغت ہے اور عرب کے فصیح لغات میں ثقیل کے بجائے خفیف حروف کو پسند کیا جاتا ہے۔ اور لام کا پر پڑھنا اس کے برعکس ہے نیز ورش کی مشہور قراءۃ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں امالہ بین بین اور را کی ترقیق اور ہمزہ کی تخفیف ہے جو نقل و ابدال و تسہیل سے ہوتی ہے اور اسی لیے باقین کی طرح ورش کے اکثر رواۃ نے بھی لام کی تغلیظ کو ترک کر دیا ہے یہ یونس بن عبدالاعلیٰ اور داؤد بن ابی طیبہ وغیرہ کی روایت ہے اور مکیؒ کہتے ہیں کہ لام کی تغلیظ کے بارہ میں ورش سے نقل مضطرب ہے اس کے متعلق تصریح نہایت کمی کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ انتہی۔ اس کے بارہ میں علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابو شامہ نے ایسی اجنبی بات فرما دی ہے کہ جس کی بناء پر وہ درست راہ سے نکل گئے ہیں اور جعبریؒ نے پورے اہتمام سے اس تقریر کا رد کیا ہے۔ کیا موصوف اللہ کے لام کی اجماعی تغلیظ کو بھی ثقیل بتا کر ترک فرمائیں گے۔

(ص) $\frac{1}{۳۵۹}$ وَغَلَّظَ وَرْشٌ فَتْحَ لَامٍ لِّصَادِهَا ۔۔۔ أَوِ الطَّاءِ أَوْ لِلظَّاءِ قَبْلُ تَنَزُّلَا

ترجمہ: اور ورش نے لام کے فتحہ کو (یا فتحہ والے لام کو) اس (لام) کے (تعلق والے) صاد یا طا کی وجہ سے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظا کی وجہ سے پر پڑھا ہے حالانکہ یہ (تینوں حروف اس لام سے) پہلے (خوب) نازل (واقع) ہونے والے ہوں (یا اس حالت میں کہ ان تینوں میں سے ہر ایک حرف اس لام سے پہلے نازل ہوا ہو)

ان تینوں حروف کی شرطیں

۲/۳۶۰ اِذَا فُتِحَتْ اَوْ سُكِّنَتْ كَصَلَاتِهِمْ ۔۔۔ وَمَطْلَعِ أَيْضًا ثُمَّ ظَلَّ وَيُوصَلَا

ترجمہ: (ان تینوں حرفوں کے بعد لام کو پر اس صورت میں پڑھا ہے) جب یہ (تینوں حروف) فتحہ دیئے گئے ہوں یا ساکن کیے گئے ہوں (اور ان حروف کے بعد پر لام کی مثالیں) صَلَاتِهِمْ کی اور نیز مَطْلَعِ کی اور ظَلَّ اور يُوصَلَ کی طرح ہیں۔

وہ چار صورتیں جن میں لام میں دونوں وجوہ ہیں اور پہلی تین میں دونوں مساوی اور چوتھی میں ترقیق افضل بلکہ صرف وہی صحیح ہے

(ص)
۳/۳۶۱ وَفِي طَالَ خُلْفٌ مَّعْ فِصَالًا وَّعِنْدَمَا ۔۔۔ يُسَكَّنُ وَقْفًا وَّالْمُفَخَّمُ فُضِّلَا

ترجمہ: اور اس طَالَ میں (تینوں جگہ) خُلف ہے جو فِصَالًا (بقرہ ع ۳۰ اور يَصَّلَحَا نساء ع ۱۹) سمیت ہے اور (کلمہ کے آخر والے) اس (لام) میں (بھی خلاف ہے) جو وقف میں ساکن کر دیا جائے اور (دونوں صورتوں میں لام کا) پر پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے (یعنی جب ان حروف اور لام کے درمیان الف فاصل ہو یا ان حروف کے بعد والے لام پر وقف کر دیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں لام کو پر اور باریک دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن پر پڑھنا افضل ہے۔)

(ص)
۴/۳۶۲ وَحُكْمُ ذَوَاتِ الْيَاءِ مِنْهَا كَهٰذِهِ ۔۔۔ وَعِنْدَ رُؤُسِ الْآىِ تَرْقِيقُهَا اعْتَلَا

ترجمہ: اور ان (لامات) میں سے (جن میں پر پڑھنے کا قاعدہ موجود ہو) یا (سے بدل جانے) والے (الفات کے پاس والے لامات) کا حکم (بھی) انہی (لامات) کی طرح ہے (جو ابھی شعر ۳ میں مذکور ہوئے ہیں یعنی طَالَ اور بَطَلَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کی طرح مُصَلًّی اور یَصْلٰی وغیرہ کے لام میں بھی امالہ والوں کے قول پر دونوں وجوہ ہیں تغلیظ اس لیے کہ لام سے پہلے پر ہونے کا سبب موجود ہے اور ترقیق امالہ والے الف کی بناء پر ہے اور اس قسم میں بھی لام کا پر ہی پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ لام سے پہلے سبب بھی ہے اور لام بھی امالہ والے الف سے پہلے ہے پس اس الف کے آنے سے پیشتر ہی سبب لام میں اپنا اثر کر دیتا ہے چنانچہ دانی نے اس قسم میں بھی تفخیم ہی اولیٰ بتائی ہے رہے یائی کلمات میں فتحہ والے حضرات سو ان کے قول پر تو مُصَلًّی اور یَصْلٰی وغیرہ کے لام میں تفخیم ہی متعین ہے کیونکہ ترقیق کا سبب امالہ تھا اور وہ ان کے مذہب پر ہے ہی نہیں۔ یا امالہ کے الف سے پہلے لامات کا حکم مذکورۂ بالا لامات کی طرح ہونے کے معنی یہ ہیں کہ طَالَ اور بَطَلَ کی طرح مُصَلًّی اور یَصْلٰی میں بھی دونوں وجوہ ہیں یعنی فتحہ کے ساتھ لام میں تغلیظ اور امالہ کے ساتھ ترقیق ہوگی اور یہ دونوں وجوہ باب الامالہ کے شعر ۲۴ سے نکلی ہیں جس میں یہ ہے کہ یائی کلمات میں ورش کے لیے فتحہ اور تقلیل دونوں ہیں پہلی صورت میں تشبیہ دونوں وجوہ کے درست ہونے اور تفخیم اولیٰ ہونے کے مجموعہ میں ہوگی اور دوسری تقدیر پر صرف دونوں وجوہ کے جائز ہونے میں ہوگی۔ اور مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جو لام قاعدہ کی رو سے پر ہوں اور ان الفات سے پہلے ہوں جن میں ورش کے لیے فتحہ اور تقلیل دونوں وجوہ ہوا کرتی ہیں (جو صرف صاد کے بعد ان چھ کلمات میں آئے ہیں (۱) مُصَلًّی (بقرہ ع ۱۵) میں وقفاً" (۲) یَصْلٰهَا (اسراء ع ۲ اور واللیل) میں (۳) وَیُصَلّٰی (انشقاق) (۴) اَلَّذِیْ یَصْلَی (اعلیٰ) میں وقفا (۵) تَصْلٰی (غاشیہ) میں (۶) سَیَصْلٰی (تبت) میں) ان لامات میں بھی دونوں وجوہ ہیں اور پر پڑھنا اولیٰ ہے لیکن اس صورت میں لام کے بعد والے الف میں صرف فتح ہوگا امالہ قطعاً نہ ہوگا اور لام کو باریک پڑھنے کی صورت میں الف میں صرف امالہ ہوگا فتحہ ہرگز نہ ہوگا) اور رؤس آیات (صَلّٰی (قیامہ، اعلیٰ، علق)) میں اس (لام) کا باریک پڑھنا (اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرنا بہ نسبت پر اور فتحہ سے پڑھنے کے) بلند (و افضل) ہوگیا ہے (اور اس سے نکل آیا کہ صَلّٰی میں ان تینوں جگہ لام کو پر پڑھتے ہوئے الف کا فتحہ بھی صحیح ہے گو اولیٰ نہیں ہے لیکن یہ اس غیر مشہور مذہب کی بناء پر ہے جس کے لحاظ سے رؤس آیات میں بھی فتحہ اور تقلیل دونوں درست ہیں اور چونکہ مشہور مذہب کی بناء پر رؤس آیات میں صرف تقلیل ہے اس لیے صَلّٰی میں ان تینوں جگہ یہی ایک وجہ متعین ہے کہ لام کو باریک پڑھتے ہوئے الف میں امالہ بین بین کیا جائے)

شرح: ورش ان تین شرطوں سے ہر ایک لام کو پر پڑھتے ہیں (۱) لام پر فتحہ ہو عام ہے کہ اس پر تشدید ہو یا نہ ہو (۲) لام سے پہلے اسی کلمہ میں صاد، طا، ظا میں سے کوئی حرف آرہا ہو (۳) یہ تینوں حرف یا تو ساکن ہوں یا ان پر فتحہ ہو تشدید ہو خواہ نہ ہو صاد جیسے صَلَاتِهِمْ۔ صَلَوٰتِهِمْ۔ یُصَلَّبُوْا۔ اَصْلَحَ۔ اِصْلَاحٍ۔ فَیُصْلَبُ طا جیسے اَلطَّلَاقُ۔ اِنْطَلَقْتُمْ۔ طَلَّقْتُمْ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ۔ مُعَطَّلَةٍ۔ مَطْلَعِ۔ ظا جیسے ظَلَمَ۔ ظَلَمُوْا۔ ظَلَمْنَا۔ بِظَلَّامٍ وَظَلَّلْنَا۔ فَیَظْلَلْنَ کا پہلا لام اور یُظْلَمُوْنَ۔ اَظْلَمَ۔ ظَلَّ۔ فَظَلَّتْ اور لَاُ وَصَلِّبَنَّکُمْ۔ یُصَلُّوْنَ۔ صَلْصَالٍ میں پہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ضَلَلْنَا۔ اَضْلَلْنَ۔ خَلَاقٍ اور اَلْخُلُقُ میں دوسری اور اَلطَّلٰقِ فُصِّلَتْ۔ ظِلٰلٍ میں تیسری شرط نہیں ہے اور لَسَلَّطَهُمْ لَظٰی۔ خَلَطُوْا میں طا اور ظا پہلے ہونے کی بجائے لام کے بعد ہیں اس لیے ان سب صورتوں میں لام کو باریک پڑھتے ہیں۔ اور ذیل کی تین صورتوں میں نشر کی رو سے لام میں دونوں وجوہ صحیح ہیں اور پر پڑھنا اولیٰ ہے (۱) ان حروف اور لام کے درمیان الف فاصل ہو جو صرف تین کلمات طَالَ (طٰہٰ ع ۲ انبیاء ع ۴ و حدید ع ۲) میں اور فِصَالًا (بقرۃ ع ۳۰) میں اور یَصّٰلَحَا (نساء ع ۱۹) میں آیا ہے۔ (۲) ان حروف کے بعد لام کلمہ کے آخر میں ہو اور اس پر وقف کر دیا جائے اور ایسا لام ان چھ کلمات میں آیا ہے (۱) یُوْصَلَ (بقرہ و رعد ع ۳) (۲) فَصَلَ (بقرہ ع ۳۳) (۳) فَصَّلَ (انعام ع ۱۴) (۴) وَبَطَلَ (اعراف ع ۱۴) (۵) ظَلَّ (نحل ع ۷ و زخرف ع ۲) (۶) وَفَصْلَ (صٓ ع ۲) (۳) لام ان حروف میں سے صاد کے بعد ہو اور یائی کلمات میں ہو یعنی لام کے بعد امالہ والا الف آرہا ہو جیسے یَصْلٰھَا اور یہ بھی چھ کلمات میں آیا ہے جو شعر ۴ کے ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں۔ تینوں صورتوں میں تغلیظ اس لیے ہے کہ لام سے پہلے سبب موجود ہے رہی ترقیق سو وہ پہلی صورت میں تو الف فاصل کی بناء پر ہے اور دوسری صورت میں اس لیے ہے کہ وقف کے سبب لام پر فتحہ نہیں رہتا اور تیسری صورت میں اس لیے ہے کہ لام کے بعد امالہ والا الف آرہا ہے۔ اور جو لام صاد کے بعد رؤس آیات میں ہو جو صرف صَلّٰی میں ہے (جو قیامہ ع ۲ اور اعلیٰ اور علق میں آیا ہے) اس کا باریک پڑھنا اور اس کے بعد والے الف میں امالہ کرنا افضل ہے بلکہ یہی ضروری ہے اور ان صَلّٰی میں تینوں جگہ لام کا پر پڑھنا صحیح نہیں اور تفصیل ترجمہ میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۱: (۱) جن تین صورتوں میں دونوں وجوہ بتائی ہیں علی ضباعؒ کی رائے پر ان میں سے پہلی اور تیسری قسم میں تغلیظ زیادات میں سے ہے اور غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ تیسیر میں صاد' طا' ظا کا لام سے متصل ہونا بھی شرط کیا ہے اور طَالَ وغیرہ میں الف فاصل کی بناء پر اتصال نہیں ہے اور رؤس آیات میں ترقیق کو قیاس سے زیادہ موافق بتایا ہے اس سے نکل آیا کہ جو یائی کلمات رؤس آیات نہیں ہیں جیسے یَصْلٰھَا ان میں بھی ترقیق ہی ہے اور تیسیر میں ان دونوں قسموں کا ذکر صراحۃً نہیں ہے تاکہ یہ نتیجہ برآمد ہو سکے کہ اس میں صرف ترقیق ہے (۲) یہاں تغلیظ کے معنی ہیں لام کے فتحہ کو زیادہ بلندی کی طرف لے جانا اسی لیے کسرہ اور ضمہ اور سکون والے لام میں جاری نہیں ہے اور اس کی ضد اس عمل کا ترک ہے جیسے یُصَلِّیْ۔ تَطَّلِعُ۔ وَصَّلْنَا اور بعض صَلْصَالٍ میں پہلے لام کو استعلاء کے دو حرفوں کے درمیان ہونے کے سبب پر پڑھتے ہیں لیکن اکثر کی رائے پر تغلیظ فتحہ ہی والے لام میں ہوتی ہے (۳) ابو الطیب طا کو سبب نہیں بناتے اور تشدید والے لام کو صاد کے بعد باریک اور ظا کے بعد پر پڑھتے ہیں (۴) مہدوی وغیرہ ضاد کے بعد بھی ضَلَلْنَا۔ اَضْلَلْتُمْ۔ فَضْلًا۔ وَضَلَّ وغیرہ میں لام کو پر کرتے ہیں اور بعض ہر اس لام کو پر بتاتے ہیں جو استعلاء کے دو حرفوں کے درمیان ہو اور تا کا فاصلہ معاف ہے جیسے خَلَطُوْا۔ خَلَقُوْا۔ اَخْلَصُوْا۔ وَغَلَّقَتِ۔ فَاسْتَغْلَظَ۔ اَلْمُخْلَصِیْنَ۔ خَلَقَ اللّٰهِ مَا اخْتَلَطَ اور یہ سب قیاسات ہیں جو ان روایات پر مبنی ہیں۔ جو نقل و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت کی رو سے ضعیف ہیں (۵) صفی اطباق کے چاروں حروف کے بعد ضمہ والے لام کو پر کرتے ہیں جیسے فَصُلٌ فَضْلُ اللّٰهِ تَطْلُعُ۔ مَظْلُوْمًا لیکن محققین اسی پر ہیں جو ناظمؒ نے بیان کیا ہے (٦) اصفہانی باقی قراء کی طرح ورش کے لیے بھی راءات کو پر اور لامات کو باریک پڑھتے ہیں۔ (۷) ان تینوں حروف کے مفتوح یا ساکن ہونے کی شرط اس بناء پر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بہ نسبت کسرہ اور ضمہ کی حالت کے مستعلیہ کی استعلائی صفت قوی ہو جاتی ہے اور اسی لیے عُطِّلَتْ۔ فُصِّلَتْ۔ ظِلٍّ۔ ظُلَلٍ میں تفخیم نہیں ہوتی (۸) ان حروف کے بعد کلمہ کے درمیان والا لام تو حالین میں پر ہی ہوتا ہے اور آخر والا وصلاً پر ہی ہے اور وقفاً اس میں دونوں وجوہ ہیں (۹) چونکہ نظم کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ خُلْف طَالَ اور فِصَالاً ہی میں ہے حالانکہ وہ یَصَّلِحَا کو بھی شامل ہے اس لیے ابو شامہ کی رائے پر وَعِنْدَمَا۔ یُسَكَّنُ وَقْفًا کے بجائے وَنَحْوِهِ۔ وَسَاكِنٍ وَقْفٍ اولیٰ تھا۔ (۱۰) دانیؒ فرماتے ہیں کہ طَالَ والی قسم میں تفخیم استعلاء کے حرف کی قوت کا اعتبار کرنے کی بناء پر ہے اور ترقیق اس (الف) فاصل کی بناء پر ہے جو استعلاء کے حرف اور لام میں جدائی کر رہا ہے لیکن اولیٰ تفخیم ہی ہے کیونکہ فاصل حرف الف ہے اور فتحہ بھی اسی کی جنس سے ہے (اس لیے گویا فتحہ لام سے متصل ہی ہے) (۱۱) چونکہ مشدد حرف ایک ہی حرف کے حکم میں ہوتا ہے اس لیے ظَلَّ اور یُصَلَّبُوْا وغیرہ میں پہلا لام فاصل نہیں تاکہ طَالَ کی طرح ان میں بھی دونوں وجوہ جاری کی جائیں بلکہ ان میں سبب لام سے متصل ہی ہے۔ سوال: باب الراءات کے شعر ۱۳ میں گذر چکا ہے کہ اگر کسرہ والی راء سے پہلے ترقیق کا سبب نہ ہو تو سکون سے وقف کرنے کی صورت میں را میں صرف تفخیم ہوتی ہے اور ترقیق کا سبب (کسرہ) نہ رہنے کی بناء پر جمہور کے مذہب کی رو سے ترقیق بالکل نہیں ہوتی اس کا تقاضا یہ تھا کہ بَطَلَ وغیرہ میں جب لام وقفاً ساکن ہو جائے تو اس میں صرف ترقیق ہوتی کیونکہ تفخیم کی شرط نہیں رہتی اور وہ لام کا فتحہ ہے پس جب را اور لام دونوں اس بات میں شریک ہیں کہ دونوں میں سبب و شرط کا نہ رہنا عارضی ہے تو دونوں کا حکم بھی یکساں ہونا چاہیے تھا یعنی جس طرح کسرہ والی را میں وقفاً صرف تفخیم ہے اسی طرح لام میں صرف ترقیق ہوتی پھر یہ فرق کس بناء پر ہے کہ را میں تو صرف تفخیم ہے اور لام میں دونوں وجوہ ہیں اور تفخیم اولیٰ ہے۔ جواب: دونوں میں فرق ظاہر ہے جس کو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وقفی سکون کے باعث را میں تو ترقیق کا سبب (کسرہ) ہی زائل ہو گیا ہے اور لام میں تغلیظ کا سبب تو موجود ہے اور وہ استعلاء کا حرف ہے اور لام کا فتحہ شرط ہے اس میں وقفی سکون نے اپنے عارضی اور سبب کے قوی ہونے کی بناء پر پورا اثر نہیں کیا جس سے لام میں صرف ترقیق متعین ہو جاتی پس چونکہ مقابل ضعیف تھا اس لیے سبب نے اپنا عمل کر لیا۔ پس لام کی تغلیظ کی صورت میں سبب کی قوت کا اور ترقیق کی صورت میں شرط کے نہ رہنے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (۱۲) ذوات الیاء سے مراد وہ یائی کلمات ہیں جن کے آخر میں یا سے بدلا ہوا الف ہو جیسے یَصْلٰى (۱۳) مُصَلًّى (بقرہ ع ۱۵) اور یَصْلَى النَّارَ (اعلیٰ) میں دونوں وجوہ (یعنی تغلیظ و فتحہ اور ترقیق و امالہ) صرف وقفاً ہوں گی اور وصل میں صرف تغلیظ و فتحہ ہے ترقیق و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امالہ قطعاً" نہیں کیونکہ وصلاً" بعد کے ساکن کے سبب امالہ والا الف حذف ہو جاتا ہے (۱۴) ابراز اور جعبری کی شرح میں مُصَلًّی کو راس آیت قرار دینا کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے کیونکہ اس پر کسی شمار میں بھی آیت نہیں ہے۔ اسی لیے سخاوی نے اس کو غیر رؤس آیات میں بیان کیا ہے (۱۵) جو یائی کلمات رؤس آیات نہیں ہیں جیسے مُصَلًّی۔ یَصْلٰی ان میں تغلیظ و فتح کا اور رؤس آیات والوں میں ترقیق و امالہ کا اولیٰ بتانا اس بناء پر ہے کہ رؤس آیات میں یہ بات پیش نظر ہوتی ہے کہ تمام آیات تلفظ میں یکساں رہیں اور تغلیظ سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے اور غیر رؤس آیات میں موافقت و یکسانی کی رعایت منظور نہیں ہوتی (۱۶) یہاں رؤس آیات سے مراد وہ کلمات ہیں جن میں لام کی تغلیظ اور ترقیق و امالہ دونوں کا سبب موجود ہو جو صرف صَلّٰی میں ہے اور وہ تین جگہ آیا ہے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ رؤس آیات میں دونوں وجوہ عمدہ ہیں اور ترقیق قیاس سے زیادہ موافق اور اولیٰ ہے اور اس کی تفصیل شعر نمبر ۴ کے ترجمہ میں درج ہو چکی ہے (۱۷) ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ کَھٰذِہٖ سے ان دو قسموں کے لامات کی طرف اشارہ ہے جو شعر ۳ میں مذکور ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) فتحہ والے لام سے پہلے طائے ساکنہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ہی میں آئی ہے (۲) لام کے تشدید والا ہونے کی تصریح شبہ دور کرنے کے لیے کی گئی ہے کیونکہ بعض حضرات مُصَلًّی وغیرہ میں مدغم کی جدائی کا اعتبار کر کے ترقیق کرتے ہیں لیکن عمل تغلیظ ہی پر ہے (۳) لام سے پہلے یہ تینوں حروف اسی کلمہ میں ہوں اس قید سے صِرَاطَ الَّذِيْنَ نکل گیا اور جعبری کا اسی قید سے عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ کا خارج کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ تو طا کے کسرہ کے سبب شامل ہی نہیں ہے (۴) جعبری کی رائے پر وَفِيْ طَالَ کی تقدیر وَفِيْ كَطَالَ ہے تاکہ يَصّٰلَحَا کو بھی شامل ہو جائے اور قرینہ کَصَلَاتِهِمْ شعر ۲ کا کاف ہے (۵) بعض نے صَلّٰی (قیامہ، اعلیٰ، علق) میں لام کی تغلیظ و ترقیق کو الف کے فتحہ اور تقلیل میں ضرب دے کر اس میں چار وجوہ بتائی ہیں لیکن یہ ان کا وہم ہے اور شعر ۴ کے ترجمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں صرف ایک وجہ (ترقیق کے ساتھ امالہ) صحیح ہے (۶) اصفہانی فرماتے ہیں کہ لَا يَصْلٰهَا میں (یعنی ان یائی کلمات میں جو رؤس آیت نہیں ہیں) امالہ والوں کے لیے دو وجوہ ہیں (۱) لام کی تغلیظ و فتح (۲) ترقیق و امالہ بین بین اور پہلی وجہ میں فتح والوں کی وجہ بھی آجاتی ہے اس لیے معنیً" تین ہو جاتی ہیں اور رؤس آیات میں بھی یہی دو وجوہ ہیں اور ثانی کو افضل بتایا ہے لیکن ان میں اول غیر مشہور مذہب کی بناء پر ہے (۷) علی قاری کی رائے پر غیر رؤس آیات کے یائی کلمات میں ترقیق زیادات میں سے ہے کیونکہ تیسیر میں ان کے متعلق کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ پس مفہوم سے نکل آیا کہ یہ تغلیظ کے عام قاعدہ میں داخل ہیں۔ احقر کہتا ہے کہ یہ تقریر نہایت عمدہ ہے پس علی ضباعؒ کا اس قسم میں تغلیظ کو زیادات میں سے قرار دینا جیسا کہ اوپر گذرا مناسب نہیں۔

۵ / ۳۴۳ وَكُلُّ لَدَى اسْمِ اللهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ يُرَقِّقُهَا حَتّٰى يَرُوْقَ مُرَتَّلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور ہر ایک (قاری) اللہ کے نام میں اس (لام) کو کسرہ کے بعد (ہونے کی حالت میں) باریک پڑھتا ہے تاکہ وہ (اللہ کا نام سننے والے کو) عمدہ (اور خوشنما) معلوم ہو حالانکہ وہ (نام لام کی باریکی کے سبب) ہموار (اور منتظم) بنا دیا گیا ہے (یعنی چونکہ کسرہ بھی باریک ہوتا ہے اور اس کے بعد لام کو بھی باریک پڑھا گیا اس لیے اسم اعظم کا تلفظ ہموار اور مناسب ہو کر عمدہ ہو گیا اور اگر کسرہ کے بعد لام کو پر پڑھتے تو یہ ہمواری کی خوبی پیدا نہ ہوتی)

(ص) ٦/٣٦٤ كَمَا فَخَّمُوهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَّضَمَّةٍ ۞ فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلًا وَّفَيْصَلَا

ترجمہ: (کسرہ کے بعد لام کو اسی طرح باریک پڑھتے ہیں) جس طرح ان سب (حضرات) نے اس (لام یا لفظ اللہ) کو فتحہ اور ضمہ کے بعد پر پڑھا ہے پس (لام کی) جماعت (کے احکام) کا اکٹھا ہونا کامل ہو گیا ہے وصل (کی حالت) میں (بھی) اور وقف (کی حالت) میں (بھی یعنی لام کے وصلی اور وقفی دونوں قسم کے احکام بیان ہو چکے ہیں یا لفظ اللہ کے ان تینوں حرکات سے متصل ہونے کی حالت میں بھی اور منفصل ہونے کی حالت میں بھی یعنی عام ہے کہ یہ تینوں حرکات لفظ اللہ سے متصل ہوں جیسے تَاللّٰهِ۔ بِاللّٰهِ۔ لِلّٰهِ یا منفصل ہوں جیسے قَالَ اللّٰهُ قُلِ اللّٰهُ رُسُلُ اللّٰهِ دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے کہ کسرہ کے بعد لام باریک اور فتحہ اور ضمہ کے بعد پر ہوتا ہے)

شرح: یعنی اللہ کے لام کو کسرہ کے بعد سب حضرات باریک پڑھتے ہیں جیسے بِاللّٰهِ اَفِي اللّٰهِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قُلِ اللّٰهُمَّ۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ اَحَدُنِ اللّٰهُ اور فتحہ اور ضمہ کے بعد اس لام کو سب پر پڑھتے ہیں جیسے وَاللّٰهِ۔ شَهِدَ اللّٰهُ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔ رُسُلَ اللّٰهِ۔ قَالُوا اللّٰهُمَّ۔

تنبیہ: (۱) اگر اللہ کے لفظ سے پہلے امالہ والا الف آرہا ہو جو نَرَى اللّٰهَ اور وَسَيَرَى اللّٰهُ میں سوسی کی روایت پر ہے تو اس لام میں دونوں وجوہ جائز اور صحیح ہیں۔ کیونکہ امالہ کی صورت میں لام سے پہلے خالص فتحہ کا نہ رہنا ترقیق کو اور خالص کسرہ کا نہ ہونا تفخیم کو چاہتا ہے اور نشر کی تصریح کے موافق ناظمؒ کی رائے پر پر پڑھنا اولیٰ ہے اتحاف البریہ میں ہے

وَعَنْ صَالِحٍ بَعْدَ الْمُمَالِ فَفَخِّمَنْ ۞ وَرَقِّقْ فَهٰذَا حُكْمُهُ مُتَبَذِّلَا

امالہ والے الف کے بعد صالح (سوسی) کے لیے اللہ کے لام کو پر بھی پڑھ اور باریک بھی۔ (۲) اور اگر لفظ اللہ زبر اور پیش والی باریک را کے بعد ہو جیسا کہ اَغَيْرَ اللّٰهِ اور ذِكْرُ اللّٰهِ میں ورش کی روایت پر ہے تو لام میں صرف تفخیم ہوتی ہے کیونکہ ترقیق سے فتحہ اور ضمہ میں ذرا بھی فرق نہیں آتا پس بعض حضرات کا یہ قیاس صحیح نہیں کہ امالہ کے بعد والے لام کی طرح ترقیق کے بعد والے میں بھی دونوں وجوہ درست ہیں اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۳۵ پر ملے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) اللہ کے لام کے باریک اور پر پڑھنے کے قاعدہ پر عربیت کے علماء بھی قراء کے ساتھ متفق ہیں یعنی غیر قرآن میں بھی جاری ہے (۲) کسرہ کے مناسب ترقیق ہی ہے تاکہ زبان کو پستی سے بلندی کی طرف جانے کی دشواری پیش نہ آئے اور حسن بھی اسی میں ہے (۳) اسم اعظم میں لام کا پر پڑھنا تعظیم ظاہر کرنے کی غرض سے ہے اور استعلاء کا حرف نہ ہونے پر بھی لام کا پر ہونا اسی اسم کے ساتھ مخصوص ہے اسی لیے لَحْمٌ لَبَنٌ اور لَیْلٌ وغیرہ کے سب لام باریک پڑھے جاتے ہیں (۴) چونکہ لام میں اصل ترقیق ہے اور را میں اصل تفخیم ہے اس لیے اللہ کا لام عارضی کسرہ سے بھی باریک ہی ہوتا ہے جیسے قُلِ اللّٰہُ اور را عارضی اور منفصل کسرہ سے باریک نہیں ہوتی اور اس فرق کی وجوہ دو ہیں (۱) را کی ترقیق اس کے امالہ کے حکم میں ہے جس کے لیے قوی سبب درکار ہے اور عارضی اور منفصل کسرہ قوی نہیں۔ اس لیے ان سے را میں ترقیق نہیں ہوتی اور لام کی ترقیق کے معنی یہ ہیں کہ کسی قسم کی زیادتی کے بغیر لام کو اس کی اصل حقیقت پر رکھا جائے اور تغلیظ کے معنی ہیں لام میں کسی قسم کی زیادتی کر دینا پس چونکہ لام کی ترقیق اصل کے موافق تھی اس بناء پر اس کے لیے عارضی کسرہ بھی کافی ہو گیا (۲) را سے پہلے تو منفصل حرکتیں بھی آتی ہیں اور متصل بھی اس لیے اس میں دونوں کا اعتبار کرنے کی گنجائش تھی اس لیے کر لیا اور اللہ کے لام سے پہلے جو حرکت بھی آتی ہے وہ ہر جگہ منفصل ہی ہوتی ہے حقیقتاً ہو جیسے عَسَی اللّٰہُ دَعَوُا اللّٰہَ بِہِ اللّٰہُ یا حکماً" جیسے بِاللّٰہِ لِلّٰہِ کیونکہ اصل کی رو سے با اور لام مابعد سے جدا ہیں گو رسماً" نہیں اس لیے لام میں دونوں کے اعتبار کی گنجائش نہیں تھی اور یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ لفظ اللہ کو ماقبل سے ملا کر پڑھیں ورنہ اس سے ابتدا کرنے کی صورت میں تو لام ہر جگہ پر ہی ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہمزہ وصلی پر زبر آتا ہے اور مثال آیۃ الکرسی وغیرہ کے شروع میں ہے (۵) امالہ کی تقدیر پر نَرَی اللّٰہَ میں تفخیم اس لیے ہے کہ لام سے پہلے فتحہ کا کچھ حصہ اب بھی موجود ہے اور ترقیق اس لیے ہے کہ امالہ کے سبب لام سے پہلے قدرے کسرہ آگیا ہے اور دانی کی رائے پر یہی اولیٰ ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں (۱) اس لام میں تفخیم فتحہ اور ضمہ سے ہوا کرتی ہے اور یہاں دونوں نہیں ہیں (۲) امالہ کے بعد وقف والی را باریک ہوا کرتی ہے اس لیے لام کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے (۶) رُسُلُ اللّٰہِ اللّٰہُ (انعام ع ۱۵) میں وصلاً" پہلے اسم کا لام پر اور دوسرے کا باریک ہوگا اور اَلْحَمِیْدِ اللّٰہُ (ابراہیم ع ۱) میں دونوں قراء توں پر وصلاً" باریک اور ابتداء" پر ہوگا (ابراز) (۷) علی قاریؒ کے قول پر اللہ کے لام کے پر ہونے کی تین وجوہ ہیں (۱) اسم اعظم کی تعظیم لیکن اس کا پورا حق اس وقت ادا ہوگا کہ اللہ کہتے وقت دل میں اس کے سوا کوئی بھی نہ ہو (۲) اس کا اظہار کہ یہ نام معبود برحق ہی کے لیے مخصوص ہے (۳) تاکہ تفخیم کے ذریعہ اس میں اور اَللّٰتَ میں اس صورت میں فرق ظاہر ہو جائے جبکہ اس پر ہا سے وقف کریں (۸) بعض اہل مغرب اور مصریین اَقْلَامَھُمْ۔ لَعَلَّھُمْ کُلٌّ یَلُوْنَ۔ فَسْئَلُوْھُمْ میں بھی لام کو پر پڑھتے ہیں اور یہ شاذ ہے (۹) دو لاموں کے جمع ہونے کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) دونوں باریک جیسے عَلَی الَّذِیْنَ (۲) دونوں پر جیسے اَظَلَّ اللّٰہُ (لیکن یاد رہے کہ یہ صورت قرآن میں موجود نہیں۔) (۳) پہلا باریک اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا پر جیسے اَجَلَ اللّٰہِ رُسُلُ اللّٰہِ (۴) پہلا پر اور دوسرا باریک جیسے وَظَلَّلْنَا پس ہر ایک لام کو اس کے قاعدہ کے موافق پڑھنا چاہئے اور اختلاف کی (یعنی تیسری اور چوتھی) صورت میں پوری طرح احتیاط کی جائے (۱۰) جعبری فرماتے ہیں کہ اَلصَّلٰوۃُ اور اَلطَّلَاقُ اور طَالَ وغیرہ میں پر لام کے بعد والے الف کے پر کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ لحن ہے حالانکہ قراء کے یہاں مشہور یہ ہے کہ ادا میں الف اپنے سے پہلے حرف کے تابع ہے یعنی پر حرف کے بعد پر اور باریک کے بعد باریک پڑھا جاتا ہے اور یہی حق اور صواب ہے۔

النحو و العربیہ: ۳۵۹/۱ (۱) علی قاری کی رائے پر فَتْحَ لَامٍ کے بجائے لَامَ فَتْحٍ اولیٰ تھا کیونکہ تغلیظ حرف میں ہوا کرتی ہے نہ کہ حرکت میں (۲) لِصَادِھَا میں صاد کی اضافت لام کی طرف اتصالاً اور تاثیر کے تعلق کی بناء پر ہے یعنی صاد لام سے متصل بھی ہوتا ہے اور اس میں اثر بھی کرتا ہے (۳) اَوْ تنویع کے لیے ہے (۴) لِلظَّاءِ میں لام کا اعادہ وزن کی رعایت سے ہے (۵) قَبْلُ اس نَازِلَاتٍ مقدر کا ظرف ہے جو تینوں حروف سے حال ہے (۶) تَنَزَّلَا ایک روایت پر مصدر اور دوسری پر زا کے فتحہ سے ماضی کا صیغہ ہے پہلی صورت میں نَازِلَاتٍ مقدر کا مفعول مطلق ہوگا اور دوسری تقدیر پر تینوں حروف سے حال ہوگا اور قَبْلُ بھی اسی کا ظرف بنے گا نہ کہ نَازِلَاتٍ مقدر کا۔ ۳۶۰/۲ (۱) اِذَا شعرا کے غَلَّظَ کا مفعول فیہ ہے (۲) کَصَلَاتِہِمْ۔ اَلْمُغَلَّظُ مقدر کی خبر ہے اور جعبری اور اصفہانی کی رائے پر اسی صَلَاتِہِمْ سے واضح ہو گیا کہ شعرا کے لِصَادِھَا میں صاد مہملہ مراد ہے نہ کہ معجمہ یعنی اگر کوئی غلطی سے لِضَادِھَا پڑھ لے تو صَلَاتِہِمْ پر پہنچ کر اپنی غلطی سے آگاہ ہو جائے گا اور بعض کی رائے پر لِصَادِھَا کا بلا قید لانا ہی واضح کر رہا ہے کہ لِضَادِھَا مراد نہیں لیکن وہم ضرور ہوتا ہے (۳) اَیْضًا مصدر ہے جو رَاجِعًا کے معنی میں ہو کر صَلَاتِہِمْ سے حال ہے ای رَاجِعًا کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَمْثِلَۃِ الثَّلَاثَۃِ مُنْضَمًّا اِلٰی صَلَاتِہِمْ یعنی ان تینوں مثالوں کو بھی صَلَاتِہِمْ کے ساتھ شامل کرلو (۴) ثُمَّ واو کے معنی میں ہے (۵) یُوْصَلَا میں الف اطلاقی ہے ۳۶۱/۳ (۱) فِيْ اور عِنْدَ ثَابِتٌ کے متعلق اور مفعول فیہ ہو کر خُلْفٌ کی خبر ہیں (۲) وَقْفًا یا تو یُسَکَّنُ کا مفعول فیہ ہے ای فِی الْوَقْفِ یا اس کی ضمیر سے حال ہے ای ذَا وَقْفٍ اَوْ مَوْقُوْفًا عَلَیْہِ (۳) وَالْمُفَخَّمُ یا تو مصدر میمی ہے یا اسم مفعول ہے ۴/ ۳۶۲ (۱) مِنْھَا کَائِنَۃً کے متعلق ہو کر ذَوَاتِ الْیَاءِ سے حال ہے اور اس کی حالات کے لیے ہے اور ابو شامہ کی رائے پر ان الفاظ کے لیے ہے جن میں وہ لام ہو جس میں پر ہونے کا قاعدہ پایا جا رہا ہو (۲) عِنْدَ یا تو ترقیق کا مفعول فیہ ہے یا اِعْتِلَا کا ۳۶۳/۵ (۱) کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای وَکُلُّ قَارِیٍٔ (۲) لَدٰی۔ یُرَقِّقُ کا مفعول فیہ ہے (۳) مِنْ یا تو یُرَقِّقُ کے متعلق ہے یا اس کَائِنَۃً کے جو یُرَقِّقُھَا کی ضمیر منصوب سے حال ہے (۴) یَرُوْقُ ای یُعْجِبُ (۵) مُرَتَّلًا۔ تَغْرٌ رَتَلٌ سے ہے یعنی وہ دانت جو ہموار ہو ۳۶۴/۶ (۱) کَمَا میں مَا مصدریہ ہے اور کاف کَائِنًا کے متعلق ہو کر تَرْقِیْقًا مقدر کی صفت ہے جو شعر ۵ کے یُرَقِّقُھَا کا مفعول مطلق ہے ای تَرْقِیْقًا کَتَفْخِیْمِ کُلِّہِمُ اللَّامَ (۲) فَخَمُوْہُ کی ضمیر منصوب یا تو لام کے لیے ہے اور یُرَقِّقُھَا میں لام کی ضمیر کو مونث اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَخَمُّوْهُ میں مذکر لانا تفنن کی بناء پر ہے نیز اس طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے کہ حروف کے لیے دونوں طرح کی ضمیریں لے آنا جائز ہے یا یہ ھا لفظ اللہ کے لیے ہے اور مضاف مقدر ہے ای فَخَمُّوْا لَامَہٗ اور ابو شامہ کی رائے پر یُرَقِّقُھَا کی مناسبت سے یہاں بھی فَخَمُّوْھَا اولیٰ تھا (۳) فَتَمَّ کی فا فصیحہ ہے (۴) نِظَامُ الشَّمْلِ ای اجْتِمَاعُ جَمَاعَةِ اللَّامِ (۵) وَصْلًا وَّفَیْصَلًا دونوں مصدر ہیں جو مفعول کے معنی میں ہو کر نِظَام سے یا اَلشَّمْلِ سے حال ہیں اور ابو شامہؒ کی رائے پر فَخَمُّوْهُ کی ضمیر مفعول سے حال ہیں۔ ای ذَوَاتِ وَصْلٍ وَّ فَصْلٍ ای سَوَاءٌ کَانَتِ الْحَرَکَاتُ الْمَذْکُوْرَةُ عَلٰی حُرُوْفٍ مُّتَّصِلَةٍ بِالِاسْمِ الْعَظِیْمِ اَوْ عَلٰی حُرُوْفٍ مُّنْفَصِلَةٍ فِیْ کَلِمَةٍ اُخْرٰی

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی اَوَاخِرِ الْکَلِمِ

بیسواں باب کلمات کے آخر پر سکون و روم و اشمام سے وقف کرنے کے بیان میں

(اس میں گیارہ شعر ہیں)

شرح: (۱) قراء کے یہاں وقف کے معنی یہ ہیں کہ جو کلمہ رسماً مابعد سے جدا ہو اس کے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادتاً سانس لے سکیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قراءۃ کو جاری رکھنے کا ارادہ ہو وقف کے بعد سے پڑھیں خواہ کچھ پہلے سے پس اگر قراءۃ کے بند کر دینے کے ارادہ سے ٹھہریں تو اس کو قطع کہتے ہیں اور سکتہ کے معنی ہیں کلمہ کے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں سانس نہ لے سکیں اسی لیے قطع کے بعد تو اَعُوْذُ کی حاجت ہوتی ہے اور وقف و سکتہ کے بعد نہیں ہوتی اور نشر کی رو سے یہی تعریف مختار ہے اور بعض نے اس طرح تعریف کی ہے کہ کلمہ کے آخر پر کچھ دیر کے لیے آواز کا بند کر دینا پس آواز کا بند کر دینا جنس ہے اور کلمہ کے آخر پر فصل ہے جس سے کلمہ کے درمیان کا وقف نکل گیا کیونکہ یہ لغوی وقف ہے اصطلاحی نہیں اور کچھ دیر کے لیے کہنے سے سکتہ نکل گیا کیونکہ اس میں صرف ذرا سی دیر ٹھہرتے ہیں اور یہ قید اس سانس لینے کے بجائے ہے جس کی بعض نے تصریح کی ہے (۲) چونکہ تلاوت میں سانس لینے کی حاجت بھی ضرور پیش آتی ہے اس بناء پر قاری کے لیے لازم ہے کہ ایسی جگہ ٹھہرے جس سے عبارت کے معنی اور مطلب میں خلل نہ آئے اور اس سلسلہ میں دو باتوں کا معلوم کر لینا نہایت ضروری ہے (۱) محل وقف کہ وقف کس جگہ کیا جائے (۲) کیفیت وقف کہ کس طرح وقف کیا جائے چونکہ پہلی بحث اتفاقی ہے اس لیے اس کا مقام تجوید کی کتب ہیں اور دوسری بحث کا بھی اکثر حصہ تو اتفاقی ہی ہے لیکن کچھ حصہ اختلافی بھی ہے اور اسی کی وجہ سے فن کی کتابوں میں یہ باب منعقد کیا جاتا ہے دونوں بحثوں کے متعلق ضروری اصول نہایت جامعیت و اختصار کے ساتھ شرح سبعہ میں درج کئے گئے ہیں فَجَزَی اللّٰہُ الْمُصَنِّفَ الْعَلَّامَ شَیْخَنَا اَحْسَنَ الْجَزَآءِ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محب الدین صاحب الہ آبادی مد اللہ فیوضہم نے وقف کے بارہ میں دو رسالہ (معرفۃ الوقوف اور جامع الوقوف) نہایت جامع تصنیف فرمائے ہیں جو دلچسپ اور بے نظیر ہیں۔ یہاں ضرورت کے موافق نقل کیا جاتا ہے۔

علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں حروف کو تجوید سے پڑھنا اور وقف کے موقعوں کا معلوم کرنا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو نبی ﷺ ہمیں اس کے حلال و حرام اور امرو نہی اور وقوف کے موقع سکھاتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وقوف قرآن کی منزلیں ہیں۔ محققؒ فرماتے ہیں ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ وقوف کا سیکھنا واجب ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اسی لیے امام نافع، ابو عمرو، عاصم، ابو جعفر، یعقوب وغیرہ سے متواتراً منقول ہے کہ وہ وقوف کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اسی لیے بعض ائمہ متاخرین نے معلمین کے لیے یہ شرط مقرر کی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں میں سے کسی کو بھی اس وقت تک اجازت نہ دیں جب تک وہ وقف و ابتدا میں ماہر نہ ہو جائے۔

قراء سبعہ میں سے مدنی اور شامی حسن وقف اور حسن ابتدا کی رعایت رکھتے تھے (جیسے سَلٰمًا سَلٰمًا واقعہ ع ۱، کہ یہاں سابقین کے انعام ختم ہو کر وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ سے عام مومنین کے انعامات شروع ہوئے ہیں پس دونوں جانب بشارتوں کا مضمون ہے) اور مکی آیات پر وقف کرنا پسند کرتے تھے۔ چنانچہ ابو الفضل رازی کہتے ہیں کہ ابن کثیر اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران ع ۱) اور وَمَا يُشۡعِرُكُمۡ (انعام ع ۱۳) اور يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (نحل ع ۱۴) کے سوا آیات کے درمیان کسی جگہ بھی وقف نہیں کرتے تھے اور بصری سے تین قول منقول ہیں (۱) آیات پر وقف خود فرماتے ہیں کہ مجھے آیات پر وقف کرنا پسند ہے (۲) حسن ابتدا جیسے شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ (بقرہ ع ۲) کے بعد توحید کا بیان شروع ہوتا ہے یا پہلا خٰلِدُوۡنَ جو بقرہ ع ۹ میں ہے کہ اس کے بعد وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سے مومنین کے لیے بشارت شروع ہوتی ہے (۳) حسن وقف جیسے يَحۡزَنُوۡنَ (بقرہ ع ۴ و ع ۸) پر بشارت کا مضمون ختم ہوا ہے دوسرا قول ابو الفضل خزاعی سے اور تیسرا ابو الفضل رازی سے منقول ہے اور عاصم و کسائی کلام تام پر کرتے تھے اور حمزہ اس جگہ وقف کرتے تھے جس جگہ سانس لینے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ ان کے نزدیک تمام قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے اور ترتیل کو پسند کرتے ہیں۔ قرآن میں فقہی اصطلاح کے موافق نہ کوئی وقف واجب ہے نہ حرام لیکن اگر کسی جگہ وقف کرنے سے مراد کے خلاف دوسرے معنی کا وہم ہوتا ہو اور کوئی بدعقیدہ اسی معنی کی نیت سے وقف کرے تو اس صورت میں حرام ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ وصل سے یہی صورت پیدا ہو جاتی ہو اور قاری نیت بھی اسی فاسد معنی کی کرے تو وہاں وقف واجب ہو جاتا ہے اور اگر بلا ارادہ ایسی صورت پیش آجائے تب بھی اہل ادا کے نزدیک منع ہے گو اس صورت میں قاری گنہگار نہیں ہوتا اس لیے وقوف کا محفوظ رکھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے تاکہ وقف بے موقع نہ ہو۔ اور جو حضرات معنی نہیں جانتے ان کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ جس جگہ میم، طا، جیم، زا، صاد میں سے کوئی رمز بنی ہوئی ہو یا صرف گول آیت ہو۔ اسی جگہ وقف کریں اور جگہ نہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (ا) وقف کی کیفیت کے بارہ میں نو طریق مستعمل ہیں (۱) الحاق سکتہ کی ھا کا زیادہ کرنا یہ قیاسی نہیں صرف ان تیرہ موقعوں میں آتی ہے جن میں منقول ہے جن میں سے پانچ' اکیسویں باب میں اور باقی باب الفرش میں آئیں گے (۲) اثبات اس واو' یا' الف مدہ کا ثابت رکھنا جو وصل میں دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر حذف ہو جاتے ہیں۔ اس کا بیان بھی انشاء اللہ تعالیٰ اکیسویں باب میں آئے گا۔ (۳) حذف ان زائد یا آت کا وقفاً" ثابت نہ رکھنا جن کو بعض قراء صرف وصل میں پڑھتے ہیں اس کا بیان تئیسویں باب میں آئے گا۔ (۴) ادغام (۵) نقل ان کا بیان وقف حمزہ و ہشام میں گذر چکا ہے (۶) ابدال اس کی تین صورتیں ہیں (الف) نصب کے تنوین کو الف سے بدل لیتے ہیں جیسے قُرۡاٰنًا۔ رَقِیۡبًا (ب) جو تانیث کی تا مفرد اسموں میں ہو اس کو ھا سے بدل لیتے ہیں جیسے اٰیَۃً رَحۡمَتً وغیرہ یہ بھی اکیسویں باب میں آئیں گی (ج) ہمزہ کو الف' یا' واو سے بدل لیتے ہیں یہ قسم بھی گیارہویں باب میں بیان ہو چکی ہے (۷) اسکان آخری حرف کی حرکت کا حذف کر دینا (۸) روم' زیر و پیش کی طرف اشارہ کرنے کے لیے دونوں کا تیسرا حصہ ادا کرنا (۹) اشمام پیش کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہونٹوں کو کلی کی طرح گول بنا لینا ان تینوں قسموں کا ذکر اس باب میں آئے گا (۲) ابو شامہ نے وقف کی کیفیت کے بارہ میں سات مذہب بیان کیے ہیں (۱) نصب کی تنوین کا الف سے ابدال اور رفع اور جر کی تنوین کا حذف (۲) روم (۳) اشمام اور فرماتے ہیں کہ مشہور طرق میں قراآت اسی فصیح لغت کے موافق آئی ہیں یعنی قراء کے یہاں یہی تین وجوہ کثرت سے مستعمل ہیں (۴) تینوں حالتوں میں تنوین کا الف' یا' واو سے ابدال (۵) تینوں حالتوں میں تنوین کا حذف اور یہ دونوں عرب کے لغات ہیں نہ کہ قراء کے (۶) نقل (۷) تشدید و ادغام ان دونوں کو کم موقعوں کے سوا کسی نے بھی نہیں پڑھا۔ چنانچہ ابن مجاہد نے ابو عمرو سے روایت کیا ہے کہ وہ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ میں با (ئے ساکنہ) کو کسی قدر کسرہ کی بو دیتے تھے اور ابن مجاہد کہتے ہیں کہ یہ وقف ہی میں جائز ہے اس بناء پر کہ را کا کسرہ با کی طرف نقل کر دیتے ہیں اور اہوازی نے ضبی کے ذریعہ حمزہ سے نقل کیا ہے کہ وہ جُزۡءٌ مِلۡءُ دِفۡءٌ میں ہمزہ کے بغیر زا اعلام اور فا کی تشدید سے وقف کرتے تھے اور چونکہ عنوان کا اواخر الکلم ہر کلمہ کے آخر کو شامل ہے اس لیے مناسب یہ تھا کہ باب میں ان تمام وجوہ کو بیان کرتے جو قرآن کی تلاوت میں وقف سے متعلق ہیں حالانکہ ناظمؒ نے ان میں سے روم و اشمام ہی کو بیان کیا ہے اور اس اعتبار سے عنوان بَابُ الرَّوۡمِ وَالۡاِشۡمَامِ ہونا چاہئے تھا لیکن تیسیر کی عبارت کی پیروی کی بناء پر موجودہ عنوان اختیار کیا ہے (ابراز)

۱/۳۶۵ وَالِاسۡكَانُ اَصۡلُ الۡوَقۡفِ وَهۡوَاشۡتِقَاقُهٗ مِنَ الۡوَقۡفِ عَنۡ تَحۡرِيۡكِ حَرۡفٍ تَعَزَّلَا

ترجمہ: اور اسکان وقف کی اصل ہے (یعنی وقف میں اصل سکون ہے کیونکہ وقف راحت کے لیے ہوتا ہے اور وہ پوری سکون ہی میں ہے اس لیے کہ اس میں حرکت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کرنا پڑتا نیز یہ تینوں حرکتوں میں جاری ہے اور نقلاً" بھی سب سے ثابت ہے نیز وقف ابتدا کی ضد ہے اور ابتدا میں حرکت ہوتی ہے تو اس کی ضد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وقف) میں سکون ہونا چاہیے اور یہ چاروں باتیں روم و اشمام میں نہیں ہیں اس لیے ان کو وقف میں اصل نہیں ٹھہرایا) اور یہ (اصطلاحی وقف) جو ہے اس کا نکلنا (اور بنا) اَلْوَقْفُ عَنْ تَحْرِیْکِ حَرْفٍ تَعَزَّلَ سے ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ اس حرف کے حرکت دینے سے رک جانا جو (وقف کے سبب تحریک سے) جدا (اور خالی) ہو گیا ہے یا حرف کی اس تحریک سے رک جانا جو اپنے مقام سے جدا ہو گئی ہے یعنی قراء نے لفظ وقف کو مذکورہ بالا عبارت میں سے مختصر کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اصطلاحی وقف لغوی وقف سے لیا گیا ہے جس کی اصل اَلْوَقْفُ عَنِ الشَّیْءِ ہے اور مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں ترک پایا جاتا ہے لغوی میں عام چیزوں میں سے کسی چیز کا ترک ہے اور اصطلاحی میں حرکت کا ترک ہے اور یہ اشتقاق اور اصل کا بتانا زیادات میں سے ہے)

۳۶۶/۲ وَعِنْدَ اَبِیْ عَمْرٍو وَّکُوْفِیِّهِمْ بِهٖ مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا

ترجمہ: اور ابو عمرو اور ان (قراء) میں کے کوفیین سے اس (وقف) کے بارہ میں (سکون کے علاوہ ایک اور) ایسا طریق (اور قصد اور ہیئت بھی) ہے جو (حرکت کی طرف اشارہ ہو جانے کے سبب) خوبصورت ہو گیا ہے حالانکہ وہ (طریق) روم و اشمام میں سے ہے (یعنی ان چاروں حضرات سے سکون کیطرح روم و اشمام سے وقف کرنا بھی نقلاً ثابت ہے)

۳۶۷/۳ وَاَکْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرْاٰنِ یَرَاهُمَا لِسَائِرِهِمْ اَوْلَی الْعَلَائِقِ مِطْوَلَا

ترجمہ: اور قرآن (یعنی قراءۃ) کے اکثر (مشہور) علماء ان دونوں (روم و اشمام) کو ان (قراء) میں کے تمام (یا باقی تین) کے لیے (بھی) رسی (یعنی سبب ہونے) کے اعتبار سے (وقف کے) اسباب میں کا بہتر (سبب) خیال کرتے ہیں (یعنی یہ جانتے ہیں کہ روم و اشمام بھی وقف تک پہنچانے کی بہترین رسی اور عمدہ ذریعہ ہیں کیونکہ ان سے حرکت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے اس لیے روم و اشمام سے وقف کرنا بھی پسندیدہ طریق ہے)

شرح: یعنی وقف تین طرح ہوتا ہے (۱) سکون سے (۲) روم سے (۳) اشمام سے اور ان تینوں میں سے پہلی وجہ اصل ہے جس کی چار وجوہ ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکی ہیں اور وَهُوَ اشْتِقَاقُهٗ الخ کا مطلب بھی وہیں بیان ہو چکا ہے اور اس جملہ کو لغوی اور اصطلاحی وقف میں مناسبت بتانے کے لیے لائے ہیں نہ کہ اصطلاحی وقف کی پوری تعریف بیان کرنے کے لیے غرض سکون سے وقف کرنا تو تمام قراء سے ثابت ہے رہے روم و اشمام سو یہ نص کی رو سے ابو عمرو اور کوفیین ہی سے ثابت ہیں لیکن عملاً اہل ادا نے ان دونوں کو بھی سب کے لیے پسند کیا ہے نتیجہ یہ کہ تمام قراء کے لیے سکون و روم و اشمام تینوں سے وقف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: (۱) وقف میں سکون اصل ہے کیونکہ یہ آسان ہے اور اسی لیے اس پر اجماع ہے اور روم و اشمام سکون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فرع ہیں (۲) روم کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرکت کا پتہ دینے میں واضح تر ہے اور اشمام اس لیے ہے کہ اس میں اشارہ بھی ہو جاتا ہے اور اصل (سکون) کی رعایت بھی رہتی ہے (۳) اکثر سے نکل آیا کہ بعض روم و اشمام کو صرف انہی چار کے لیے اختیار کرتے ہیں جن سے نص کے طور پر آئے ہیں۔ سوال: شعرا میں هُوَ کی ضمیر وقف کے لیے ہے پس وَهُوَ اشْتِقَاقُهُ مِنَ الْوَقْفِ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ وقف وقف سے مشتق ہے اور اس سے مشتق اور مشتق منہ کا ایک ہونا لازم آتا ہے پس مناسب یہ تھا کہ اس طرح بیان کرتے کہ اس کو وقف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وَقَفْتُ عَنْ كَذَا سے بنا ہے۔ جواب: هُوَ کو ضمیر شان مان لو پھر اشکال نہیں رہے گا (ابراز) احقر کہتا ہے کہ اشکال اب بھی باقی ہے کیونکہ اِشْتِقَاقُهُ کی ضمیر بھی وقف ہی کے لیے ہے پس جواب میں یہ کہنا اولیٰ ہے کہ پہلے وقف سے اصطلاحی اور دوسرے سے لغوی وقف مراد ہے یایوں کہو کہ اول سے مجمل اور ثانی سے مفصل وقف مراد ہے او ران دونوں میں اتحاد نہ ہونا ظاہر ہے (۴) اَعْلَام- عَلَمٌ کی جمع ہے جو راستہ کے نشان میل وغیرہ کے پتھر کے معنی میں ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح راستہ کے نشانات سے راستہ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح اہل ادا سے قراءۃ کے مسائل معلوم ہوتے ہیں اور ان کو قرآن کی طرف مضاف اس لیے کیا ہے کہ یہ اس کے خادم ہیں یا قرآن سے مراد قراءۃ ہے اور اس صورت میں اضافت اس لیے ہوگی کہ یہ اس فن کے امام ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

روم کی تعریف

(ص) ۴/۳۶۸ وَرَوْمُكَ إِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا ۔۔۔ بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا

ترجمہ: اور تیرا (کسرہ اور ضمہ میں) روم کرنا وقف کرتے ہوئے متحرک (حرف کی حرکت) کا پوشیدہ (ہلکی) آواز سے ہر اس نزدیکی والے کو سنا دینا ہے جس نے (سننے کی قوت کے درست ہونے اور چپ رہنے کے سبب تلاوت کو اپنے کانوں میں) لیا ہو۔ (اور توجہ سے سن رہا ہو یعنی روم کے معنی ہیں کسرہ اور ضمہ کا ایسی ہلکی آواز سے ادا کرنا جس کو صرف وہ شخص سن سکے جو تلاوت کی طرف متوجہ ہو اور بہرا بھی نہ ہو۔ پس بہرا اور جس کا دھیان تلاوت کی طرف نہ ہو یہ دونوں روم کو معلوم نہیں کر سکتے)

اشمام کی تعریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵/۳۶۹ وَالِاشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَیْدَ مَا يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

ترجمہ: اور (تیرا ضمہ میں) اشمام کرنا اس (متحرک حرف) کے ساکن کئے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد (یعنی فوراً) ہونٹوں کا بند کر لینا (اور کلی کی طرح گول بنا لینا) ہے یہاں (اشمام میں) آواز (بالکل) نہیں (ہوتی) تاکہ (اس کے سبب) گلا گھٹ جائے (اور آواز ضعیف ہو جائے جس کو تلاوت کیطرف متوجہ ہونے والا سن سکے پس روم میں جو ہلکی سی آواز ہوتی ہے اس کو گلا گھٹنے کی حالت سے تشبیہ دی ہے کیونکہ گلا گھٹنے سے بھی آواز ضعیف ہو جاتی ہے اور روم میں بھی ضعیف ہی ہوتی ہے یعنی اشمام میں وہ ہلکی سی آواز بھی قطعاً" نہیں ہوتی جو روم میں ہوتی ہے اسی لیے روم کو نابینا معلوم کر سکتا ہے اور بہرا نہیں سن سکتا اور اشمام کو بہرا تو بینائی کے ذریعہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ قاری ہونٹوں کو گول کر کے اشمام کر رہا ہے اور نابینا معلوم نہیں کر سکتا)

۶/۳۷۰ وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

ترجمہ: اور ضمہ اور رفع میں (تو) ان (روم و اشمام) دونوں کا (ادا) کرنا آیا ہے اور کسرہ اور جر میں تیرا روم (ہی) کرنا (ہم تک) پہنچایا گیا ہے (یعنی نقل کیا گیا ہے)

۷/۳۷۱ وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ (ص) وَعِنْدَ اِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ اُعْمِلَا

ترجمہ: اور اس (روم) کو فتح اور نصب میں (قراء میں سے تو) کسی قاری نے بھی نہیں دیکھا ہے (اور جائز نہیں بتایا ہے) اور نحو کے امام (سیبویہ) کے (یا نحو کے بڑے بڑے اماموں کے) نزدیک یہ (روم) تمام (حرکات) میں استعمال کیا گیا ہے (یعنی نحاۃ فتحہ میں بھی روم کو جائز بتاتے ہیں پس قراء کے یہاں ضمہ اور رفع میں سکون، اشمام، روم تین اور کسرہ اور جر میں سکون و روم دو وجوہ ہیں اور فتحہ اور نصب میں صرف سکون ہے اور نحاۃ کے یہاں اس میں روم بھی ہے اور یہاں نحاۃ کے مذہب کا بیان زیادات میں سے ہے)

۸/۳۷۲ وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِيكُ اِلَّا لِلَازِمٍ بِنَاءً وَّاِعْرَابٍ غَدَا مُتَنَقِّلَا

ترجمہ: اور (تینوں حرکتوں میں سے ایک ایک) حرکت کی (دو) دو قسمیں (کسی وجہ سے بھی) نہیں کی گئیں لیکن (صرف) بناء کی رو سے لازم ہو جانے والی اور اس اعراب والی (حرکت) کی وجہ سے (کی گئی ہیں) جو (عاملوں کے آنے سے) بدل جانے والی ہو گئی ہے (یعنی ہم نے جو شعر ۶ و ۷ میں ایک ایک حرکت کے دو دو نام لئے ہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حرکات کی چھ قسمیں ہیں۔ قسمیں تو تین ہی ہیں لیکن دو دو نام لینے کی وجہ یہ ہے کہ حرکت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) لازمی اور بنائی جو مبنی میں آتی ہے اور عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں جیسے عَادَ۔ هٰؤُلَاءِ۔ مِنْ قَبْلُ (۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعرابی جو عاملوں کے آنے سے بدلتی رہتی ہے جیسے اِنَّ الْمَلَاَ ۔ اِلَى الْمَلَاِ ۔ قَالَ الْمَلَاُ پس نحاۃ کی اصطلاح میں بنائی حرکات کو فتحہ' کسرہ' ضمہ اور اعرابی حرکات کو نصب' جر' خفض' رفع کہتے ہیں لیکن قراءۃ کی رو سے اشمام و روم دونوں کے جائز یا دونوں کے یا ایک کے منع ہونے میں سب قسموں کا حکم ایک ہی ہے اور اگر کتاب تجرید کی طرح ایک ایک ہی نام لیتے تو یہ شبہ باقی رہتا کہ شاید دوسرے نام والی حرکات کا حکم اور ہوگا۔)

شرح: یعنی روم کی تعریف دو طرح کی گئی ہے (۱) وقف میں آخری حرف کے ضمہ اور کسرہ کو ایسی ہلکی اور کمزور آواز سے ادا کرنا جس سے ان کا اکثر حصہ ختم ہو کر کمتر حصہ باقی رہ جائے (۲) کسرہ اور ضمہ کے تین حصوں میں سے صرف ایک حصہ ادا کرنا اور دونوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے اور روم کو صرف وہی شخص سن سکتا ہے جو پڑھنے والے سے قریب ہو اور توجہ سے سن رہا ہو پس بہرا اور دور والا اور وہ جو تلاوت کی طرف متوجہ نہ ہو گو نزدیک ہی ہو یہ تینوں روم کو معلوم نہیں کر سکتے ہیں اور اشمام کے معنی ہیں ضمہ اور رفع والے حرف کو ساکن کرنے کے بعد فوراً ہونٹوں کا اس طرح بند اور گول کر لینا جس سے ان دونوں میں کچھ کشادگی سانس نکلنے کے لیے باقی رہے۔ اس میں آواز بالکل نہیں ہوتی اسی لیے اس کو نابینا معلوم نہیں کر سکتا اور بہرہ آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے اور اگر حرف کے ساکن کرنے کے کچھ دیر بعد ہونٹوں کو گول بنائیں تو وہ محض سکون ہوگا اشمام نہ ہوگا اور روم و اشمام کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے سننے اور دیکھنے والے کو اس آخری حرف کی حرکت کا پتہ چل جاتا ہے جس پر وقف کیا ہے اسی لیے تنہائی میں تلاوت کرتے وقت سکون سے وقف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں روم و اشمام کا فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ہاں اگر مشق کرنے کی غرض سے تنہائی میں بھی اشمام و روم سے وقف کرے تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ اشارہ بے فائدہ نہ ہوگا۔ اور سکون سے وقف کرنا تو تینوں حرکتوں میں جائز اور مستعمل ہے رہے روم و اشمام سو ضمہ اور رفع میں تو دونوں درست ہیں جیسے مِنْ قَبْلُ۔ مِنْۢ بَعْدُ۔ نَسْتَعِيْنُ۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کسرہ اور جر میں صرف روم صحیح ہے جیسے هٰٓؤُلَآءِ۔ فَارْهَبُوْنِ۔ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ بَيْنَ الْمَرْءِ اور اشمام جائز نہیں کیونکہ کسرہ یا کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اور اشمام ہونٹوں سے پس ان دونوں میں مناسبت نہیں ہے اور فتحہ اور نصب میں قراء کے نزدیک نہ تو روم جائز ہے اور نہ اشمام جیسے اِنَّ الَّذِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ روم اس لیے نہیں ہوتا کہ فتحہ ہلکی حرکت ہے اس لیے اس کا حصوں پر تقسیم کرنا قدرے دشوار ہے جب اس کا کوئی حصہ بھی ادا کریں گے تو یہ پورا ہی ادا ہو جائے گا اور اشمام اس لیے نہیں ہوتا کہ فتحہ منہ کے کھلنے سے اور اشمام ہونٹوں کے گول ہونے سے ادا ہوتا ہے اور یہ دونوں ضدیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور نحاۃ تینوں حرکتوں میں روم کو جائز بتاتے ہیں اور اس کا ذکر فائدہ کے کامل کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ قراءۃ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور تینوں حرکات میں سے ہر ایک کے دو دو نام لینا شبہ کے دور کرنے کے لیے ہے جس کی تقریر ترجمہ میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ (۱): (۱) اَلْمُحَرَّكِ سے ساکن نکل گیا کیونکہ اس میں روم نہیں ہے (۲) لغت صحاح کے مصنف فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ حرکت کا وہ روم جس کو سیبویہ نے بیان کیا ہے (اس سے مراد) اختلاس والی حرکت ہے جو ایک قسم کی تخفیف کے سبب پوشیدہ ہو جاتی ہے اور یہ بہ نسبت اشمام کے اکثر (اور قوی تر) ہے کیونکہ یہ سننے میں آتی ہے اور گو یہ حرکت اختلاس والی ہے لیکن بین بین والے ہمزہ کی طرح یہ بھی حرکت ہی کے مرتبہ میں ہے۔

(۳) روم کی قیود کے فوائد

(۱) اِسْمَاعُ سے اسکان و اشمام نکل گئے (۲) اَلْمُحَرَّكِ یہ بتانے کے لیے ہے کہ روم حرکت ہی والے حروف میں ہوتا ہے (۳) وَاقِفًا سے اختلاس نکل گیا کیونکہ یہ تو وصل ہی میں ہوتا ہے۔ (۴) بِصَوْتٍ خَفِيٍّ تعریف کے اجزاء میں سے ہے کیونکہ یہ لازم ہے اور تیسیر میں روم کی تعریف اس طرح کی ہے وَهُوَ تَضْعِيفُكَ الصَّوْتَ بِالْحَرَكَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ مُعْظَمُ صَوْتِهَا اور یہ مقصود کا پتہ دینے میں واضح تر ہے کیونکہ حرکت کی آواز کے اکثر حصہ کا نہ رہنا قطعی دلیل ہے اس پر کہ روم میں حرکت کا بعض حصہ رہتا ہے اور بِصَوْتٍ خَفِيٍّ میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آواز تو پوشیدہ ہی ہو لیکن حرکت پوری ادا کر دی جائے مگر چونکہ صَوْت سے مراد حرکت کی آواز ہے اور اس کا پوشیدہ ہونا یہ ہے کہ وہ کم ہو جاتی ہے اس اعتبار سے آواز حرکت کی تبعیض کو بھی مستلزم ہو جاتی ہے سخاوی فرماتے ہیں کہ روم کی صحیح تعریف وہی ہے جو ہمارے شیخ (ناظمؒ) نے کی ہے نہ یہ کہ روم حرکت کے بعض حصہ کے ادا کرنے کا نام ہے کیونکہ حرکت خواہ کوئی سی ہو تبعیض (و تقسیم) کو قبول نہیں کرتی۔ ہاں اگر حرکت کے بعض حصہ سے آواز کا بعض حصہ مراد لے لیا جائے تو صحیح ہو سکتا ہے اور اختلاس و روم دونوں تبعیض میں تو شریک ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ اختلاس وصل کے اور روم وقف کے ساتھ مخصوص ہے نیز اختلاس میں حرکت کا زیادہ حصہ باقی رہتا ہے اور روم میں کم اور دونوں کا پورا اندازہ کامل شیخ سے سن کر ہی ہو سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ روم و اشمام وصل میں بھی ہوتے ہیں جیسا کہ لَا تَاْمَنَّا (یوسف ع ۲) میں اکثر کی اور ادغام کبیر میں ابو عمرو کی قراءۃ پر اور مِنْ لَّدُنْهُ اور مِنْ لَّدُنِّيْ (کہف ع ۱ و ع ۱۰) میں ابوبکر کی قراءۃ پر ہیں اور شرح کے صفحہ ۱۵۳ پر ہفتم کے ذیل میں گذر چکا ہے کہ اختلاس کو اخفاء بھی کہتے ہیں۔ (۵) كُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا قید نہیں بلکہ بیان اور توضیح کے لیے ہے۔

(۴) اشمام کی قیود کے فوائد

(۱) اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ سے خالص اسکان نکل گیا (۲) بُعَيْدَ مَا سے وہ صورت نکل گئی جس میں اسکان کے بعد قدرے تاخیر سے ہونٹوں کو گول کیا جائے پس قراء کے یہاں اس کو اشمام نہیں کہتے (۳) يُسَكَّنُ سے روم نکل گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اشارہ ہوگیا کہ اشمام بھی متحرک حروف ہی میں ہوتا ہے (۴) لَا صَوْتٌ روم و اشمام میں فرق کرنے کے لیے ہے (۵) روم و اشمام کی یہ تعریف قراء اور بصریین کے مذہب کی رو سے ہے اور ابن کیسان اور کوفیین کے مذہب پر جو سننے میں آئے وہ اشمام ہے اور جو سننے میں نہ آئے وہ روم ہے یعنی ان کے یہاں امر بالعکس ہے۔ اور جب حقائق ایک دوسرے سے ممتاز ہوں تو اصطلاح میں کوئی مضائقہ نہیں اور لغت سے دونوں جماعتوں کی تائید ہوتی ہے (۶) جوہری کہتے ہیں کہ حرف کا اشمام یہ ہے کہ تم اس کو ضمہ یا کسرہ کی بو دو اور یہ حرکت کے روم سے کمتر ہوتا ہے کیونکہ یہ سننے میں نہیں آتا بلکہ صرف اوپر کے ہونٹ کو حرکت دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ یہ ضعیف ہے اس لیے اس کو حرکت نہیں گنا جاتا یہ ان کی ایک جدا اصطلاح ہے کہ کسرہ میں بھی اشمام کے قائل ہیں (۷) سخاویؒ نے اشمام کی تعریف دو طرح کی ہے (۱) آواز کے بغیر حرکت کی طرف اشارہ کرنا (۲) دونوں ہونٹوں کا اس شکل سے بند کرنا جو ضمہ ادا کرنے کے وقت بن جاتی ہے۔

فائدہ ۲: (۱) ابو شامہ نے فتحہ اور نصب میں روم نہ ہونے کی دو وجوہ بتائی ہیں (۱) اس کو حصوں پر تقسیم نہیں کر سکتے اس بناء پر کہ یہ ہلکی حرکت ہے اور کسرہ اور ضمہ دونوں ثقل کی بناء پر تقسیم ہو سکتے ہیں (۲) نصب والے اسموں میں وقفاً" تنوین الف سے بدل جاتا ہے اس لیے اس میں روم نہیں ہو سکتا پھر باب کا حکم یکساں رکھنے کے لیے بلا تنوین والے نصب میں اور فتحہ میں بھی یہی حکم جاری کر دیا۔ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں روم جائز تو ہے لیکن قراء کی عادت یہ ہے کہ اس میں روم نہیں کرتے اور سب کے لیے سکون ہی سے وقف کرتے ہیں اور اس بارہ میں (ہمارے شیخ) ابو الطیبؒ کی عبارت مختلف ہے اور میں نے ان سے نصب والے اسم میں تمام قراء کے لیے اسکان ہی سے (وقف کر کے) پڑھا ہے (۲) اور نحاۃ کی رائے پر کسی تفاوت کے بغیر کسرہ اور ضمہ کی طرح فتحہ میں بھی روم درست ہے پس شعرے میں اِمَامِ النحو سے یا تو سیبویہ مراد ہیں جو نحو کے مشہور پیشوا ہیں اور ان کی کتاب کو بھی اس فن میں امامت کا درجہ حاصل ہے یا یہ جنسی معنی کے طور پر اَئِمَّةِ النَّحْوِ کے معنی میں ہے اور سیبویہ کی کتاب میں ہے کہ نصب اور جر میں روم تو جائز ہے لیکن ان میں اشمام کے لیے کوئی راہ نہیں (۳) چونکہ شعر ۴ کے اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ میں یہ شبہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی ہلکی آواز سے پوری حرکت ادا کر دے تو اس کو بھی روم کہیں گے حالانکہ روم میں پوری حرکت قطعاً" نہیں ہوتی اس لیے علی قاری نے اس میں تغیر کر کے اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا کے بجائے اِسْمَاعُ التَّحَرُّكِ بَعْضِهٖ فرمایا ہے پس بعض کے لفظ سے پوری حرکت مراد ہونے کا شبہ رفع ہوگیا نیز شعرے میں وَلَمْ يَرَهُ کی ضمیر منصوب روم کے لیے ہے کیونکہ وہ ضمیر سے قریب تر ہے نیز فتحہ میں اشمام کے منع ہونے میں کسی کا بھی خلاف نہیں اختلاف صرف روم میں ہے لیکن چونکہ اس میں شبہ تھا کہ کوئی اس ضمیر کو شعر ۶ کے فِعْلُهُمَا کی یا مذکور کی یا كُلٌّ وَاحِدٍ کی طرف راجع کر دے اور اس سے مطلب خلاف نکل آتا ہے کہ نحاۃ کے مذہب پر فتحہ اور نصب میں روم کی طرح اشمام بھی جائز ہے حالانکہ اشمام نحاۃ کی رائے پر بھی درست نہیں اس لیے علی قاری رحمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے وَلَمْ یَرَہٗ فِی الْفَتْحِ وَالنَّصَبِ کے بجائے وَلَمْ یَرَ رَوْمَ الْفَتْحِ وَالنَّصَبِ فرمایا ہے پس روم کے لفظ سے تصریح ہو گئی کہ فتحہ میں اختلاف روم ہی میں ہے اشمام میں نہیں کیونکہ وہ تو بالاتفاق منع ہے (۴) فتحہ میں روم کے ناجائز ہونے پر قراء نحوی بھی قراء کے ساتھ متفق ہیں (۵) نصب سے مراد عام ہے حقیقتہ" ہو خواہ حملاً" تاکہ غیر منصرف کے جر کو بھی شامل ہو جائے جو فتحہ سے آتا ہے جیسا کہ بِاِبْرٰهِيْمَ اور بِاِسْحٰقَ میں ہے (۶) جعبریؒ فرماتے ہیں کہ فتحہ اور نصب میں روم کی طرح اشمام بھی بالاتفاق منع ہے اور ناظمؒ نے جو روم ہی کی تصریح کی ہے اس کی دو وجوہ ہیں (۱) شبہ کا رفع کرنا (۲) اس جماعت کا رد جس نے تجوید میں ایک نئی بدعت پیدا کی ہے کہ فتحہ اور تشدید والے حرف پر فتحہ سے وقف کرتے ہیں جیسے صَوَآفَّ اور علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں اور یعقوب کی قراءۃ سے بھی استدلال کیا ہے کہ وہ بھی تشدید والے حرف پر ھا سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور دو ساکنوں کو علت بنانا بھی درست نہیں کیونکہ وقف میں اجتماع ساکنین ہر حال میں معاف ہے اور جب قراء نے اِنَّ الْاَمْرَ جیسی مثالوں میں تحقیقی ساکن میں بھی ایسا نہیں کیا تو تقدیری ساکن (جو تشدید کی صورت میں ہوتا ہے اس) میں تو بدرجہ اولیٰ فتحہ سے وقف نہ ہونا چاہیے اور یعقوب کی قراءۃ کو دلیل بنانا بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ تو ان حضرات کی رائے پر شاذ ہے اور اگر یہ قراءۃ ان کی رائے پر صحیح بھی ہو تب بھی اس کا دلیل بنانا درست نہیں اس لیے کہ یعقوب نے سکتہ کی ھا بنائی حرکت کے محفوظ رکھنے کے لیے زیادہ کی ہے نہ کہ دو ساکنوں کی بناء پر اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ هُوَہْ اور هِيَهْ میں بھی وقفاً" سکتہ کی ھا زیادہ کرتے ہیں حالانکہ ان میں نہ تو دو ساکن ہیں نہ تشدید ہے (۷) بِنَآءً میں بناء عام ہے اصطلاحی ہو جو اعراب کے مقابلہ میں ہے خواہ لغوی ہو جو غَوَاشٍ اور ضِعْفَيْنِ وغیرہ میں ہے اور گو جزم و سکون بھی اعراب ہی کی قسم سے ہیں۔ لیکن ان کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ ان میں روم و اشمام کا جاری نہ ہونا ظاہر ہے (۸) بنائی حرکت کو لازمی اس لیے کہتے ہیں کہ جب تک کلمہ صحیح اور سالم رہتا ہے اس وقت تک اس حرکت میں کوئی تغیر نہیں آتا (۹) سیبویہ نے اعرابی اور بنائی حرکات کے نام اپنی کتاب میں ایک باب کے شروع میں بیان کیے ہیں اور تلفظ میں مسمی کے ایک ہوتے ہوئے ناموں کے دو دو ہونے کا وہی عذر بیان کیا ہے جو ناظمؒ نے کیا ہے۔

وہ پانچ صورتیں جن میں روم و اشمام بالاتفاق ناجائز ہیں

(ص)

$\frac{۹}{۳۷۳}$ وَفِیْ هَاءِ تَانِیْثٍ وَّمِیْمِ الْجَمِیْعِ قُلْ وَعَارِضِ شَکْلٍ لَّمْ یَکُوْنَا لِیَدْخُلَا

ترجمہ: اور تو کہہ دے کہ یہ دونوں (روم و اشمام) ایسے نہیں ہیں کہ تانیث کی ھا اور جمع کے میم اور عارضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکت (اور اصلی ساکن اور فتحہ) میں (بھی) داخل ہو جائیں (یعنی ان پانچ صورتوں میں روم و اشمام دونوں ناجائز ہیں)

ضمیر کی ھا کی وہ چار صورتیں جن میں اکثر کے قول پر روم و اشمام منع اور بعض کے قول پر جائز ہیں

(ص)

۱۰/۳۷۴ وَفِي الْهَاءِ لِلْإِضْمَارِ قَوْمٌ أَبَوْهُمَا ۔۔۔ وَمِنْ قَبْلِهِ ضَمٌّ أَوِ الْكَسْرُ مُثِّلَا

ترجمہ: اور (مکی اور ابن شریح وغیرہ کی) ایک جماعت نے (واحد مذکر غائب کی ضمیر کی) اس ھا میں جو (فاعل کے نام کو) اختصار کے ساتھ لانے کے لیے (مقرر) ہے ان (روم و اشمام) دونوں کا انکار کیا ہے (اور اسکان ہی کو معین کر دیا ہے) جس ھا کی حالت یہ ہو کہ اس سے پہلے ایسا ضمہ یا کسرہ ہو جو (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک ھا سے پہلے معین کیا گیا ہو (اور صورت بنایا گیا ہو یا ضمہ اور کسرہ دونوں ھا سے پہلے صورت بنائے گئے ہوں یعنی آرہے ہوں)

۱۱/۳۷۵ أَوُ امَّاهُمَا وَاوٌ وَيَاءٌ وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ يُرَى لَهُمَا فِي كُلِّ حَالٍ مُّحَلِّلَا

ترجمہ: یا (اسی ضمیر کی ھا سے پہلے) ان دونوں (کسرہ اور ضمہ) کی مائیں (اور اصلیں یعنی) واو اور یا ہوں (اور مقصد یہ ہے کہ اگر ضمیر کی ھا سے پہلے ضمہ ہو جیسے اَمْرُہٗ یا کسرہ ہو جیسے بِہٖ یا واو ساکنہ ہو مدہ ہو جیسے رَاوَدُوْہُ خواہ لین جیسے رَاَوْہُ یا یائے ساکنہ ہو مدہ ہو جیسے فِیْہِ خواہ لین جیسے اِلَیْہِ تو ان چار صورتوں میں اکثر کے قول پر ضمیر کی ھا میں روم و اشمام منع ہیں کیونکہ ان صورتوں میں واو کے بعد ضمہ کا ادا کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا اور یا کے بعد کسرہ ادا کرنا پڑتا ہے جو تین ضموں اور تین کسروں کے جمع ہو جانے کی بناء پر قدرے دشوار ہے اور رہیں اس ھا کی باقی تین حالتیں جن میں ھا الف کے بعد ہو جیسے یَدٰہُ یا فتحہ کے بعد ہو جیسے لَہٗ یا حرف صحیح ساکن کے بعد ہو جیسے عَنْہُ سو ان میں ان اکثر کی رائے پر بھی روم و اشمام دونوں جائز ہیں) اور ان میں کے بعض ان (روم و اشمام) دونوں کو ہر حال میں (یعنی ضمیر کی ھا کی ساتوں قسموں میں) جائز بتانے والے دیکھے (اور پائے) جاتے ہیں (پس ان کی رائے پر ضمیر کی ھا کی ساتوں قسموں میں سکون کی طرح روم و اشمام بھی جائز ہیں اور پہلا مذہب جس کی رو سے ھا کی چار صورتیں مستثنیٰ ہیں وہ زیادات میں سے ہے اور وَبَعْضُهُمْ الخ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات نہ صرف ضمیر کی ھا میں بلکہ فتحہ اور نصب کے سوا تمام قسموں میں حتیٰ کہ تانیث کی ھا اور جمع کے میم اور عارضی حرکت میں بھی روم و اشمام کو جائز بتاتے ہیں۔ لیکن اس مطلب کے بیان کرنے میں علی ضباعؒ اور دوسرے بعض حضرات منفرد ہیں۔ محققین میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: ذیل کی پانچ صورتوں میں سب کے لیے صرف سکون سے وقف ہوتا ہے اور روم و اشمام بالاتفاق منع ہیں (۱) تانیث کی وہ ھا جو وصل میں تا رہتی ہے اور وقف میں ھا سے بدل جاتی ہے جیسے اَلْجَنَّۃُ وَالْمَلٰۤئِکَۃُ اَلْقِبْلَۃَ لَعِبْرَۃً ھُمَزَۃٍ پس نَفَقَۃً کی ھا میں سکون اور روم و اشمام تینوں اور ھٰذِہٖ کی ھا میں سکون و روم دونوں جائز ہیں کیونکہ ان میں ھا اصلی ہے تا سے بدلی ہوئی نہیں اور جن کلمات میں تانیث کی ھا دارز تا کی صورت میں ہو جیسے بَقِیَّتُ رَحْمَتُ وغیرہ ان میں ابن کثیر اور ابو عمرو' کسائی کے لیے تو صرف سکون ہے کیونکہ یہ ان پر ھا سے وقف کرتے ہیں اور باقی چار کے لیے سکون و روم و اشمام تینوں درست ہیں کیونکہ وہ ایسی تا پر تا ہی سے وقف کرتے ہیں (۲) جمع کا میم ساکن ہو جیسے عَلَیْھِمْ۔ بِھِمْ۔ لَھُمْ خواہ ضمہ والا جیسے ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ بِکُمُ الْیُسْرَ یا صلہ والا ہو جیسے لَھُمْ لا صلہ والوں کی قراءۃ پر اس میں تینوں صورتوں میں روم و اشمام منع ہیں کیونکہ گو جمع کا میم اصل کے لحاظ سے ساکن نہیں ہے بلکہ ضمہ والا ہے لیکن اہل ادا وقفا" اس کے سکون کو لازمی سکون سمجھتے ہیں (۳) عارضی حرکت جو دو ساکن جمع ہو جانے کی یا نقل کی بناء پر آتی ہے جیسے قُمِ الَّیْلَ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ۔ اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ اور جیسے وَانْحَرْ اِنَّ۔ مِنِ اسْتَبْرَقٍ۔ فَقَدْ اُوْتِیَ۔ مَنْ اٰمَنَ اور یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ بھی اسی قسم میں سے ہیں کیونکہ ان میں ذال اصل کی رو سے ساکن تھی پھر جب تنوین آئی تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ذال کو کسرہ دے دیا گیا اور جب ان پر وقف کرتے ہیں تو تنوین حذف ہو جاتی ہے اور ذال اپنی اصل یعنی سکون کی طرف لوٹ آتی ہے اس لیے اصلی ساکن کی طرح ان میں بھی روم منع ہے اور غَوَاشٍ اور کُلٌّ میں اصل کے اعتبار سے آخری حرف پر حرکت تھی پس ان میں تنوین حرکت پر داخل ہوئی ہے نہ کہ سکون پر اس لیے ان میں وقفا" آخری حرکت کے اعتبار سے روم و اشمام بھی درست ہیں (۴) فتحہ اور نصب والا حرف جیسے اٰمَنَ۔ صُدَّ۔ مِثْقَالَ (۵) اصلی ساکن جیسے وَلَقَدْ۔ اٰمَنْ۔ یَکْفُرْ کیونکہ فتحہ تو ہلکی حرکت ہے جس کا حصوں پر تقسیم ہونا قدرے دشوار ہے اور باقی چار صورتوں میں آخری حرف محض ساکن ہے ا و ۵ میں حقیقتہ" اور ۲ و ۳ میں حکما"۔ اور اشارہ حرکت کی طرف ہوا کرتا ہے نہ کہ سکون کی طرف۔ اور واحد مذکر غائب کی ھا ضمیر کی سات صورتیں ہیں (۱) ضمہ کے بعد ہو جیسے اَمْرُہٗ۔ رَبُّہٗ (۲) کسرہ کے بعد ہو بِہٖ۔ بِاَمْرِہٖ (۳) واو ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے رَاوَدُوْہُ رَاَوْہُ (۴) یائے ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے فِیْہِ۔ اِلَیْہِ (۵) فتحہ کے بعد ہو جیسے لَہٗ (۶) الف کے بعد ہو جیسے فَاَمَّا اِنَّہٗ (۷) ساکن صحیح کے بعد ہو جیسے عَنْہُ۔ مِنْہُ اور اَرْجِئْہُ ہمزہ والوں کی اور وَیَتَّقْہِ حفص کی روایت پر اور اس میں روم واشمام کے بارہ میں تین مذہب ہیں (۱) یہ کہ پہلی چار صورتوں میں منع ہیں جس کی وجہ ترجمہ میں درج ہو چکی ہے اور باقی تین صورتوں میں جائز ہیں اور نشر میں ہے کہ میرے نزدیک یہ درست ترین مذہب ہے۔ (۲) ساتوں صورتوں میں روم و اشمام دونوں جائز ہیں اور یہ اکثر کا مذہب ہے اور تیسیر سے بھی یہی نکلتا ہے کیونکہ اس میں ضمیر کی ھا کی کسی صورت کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا اور ناظم نے اس کی طرف وَبَعْضُھُمْ الخ سے اشارہ کیا ہے (۳) ساتوں صورتوں میں ناجائز اس کو دانی نے تیسیر کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے اور نظم میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ ایک جماعت نے چار صورتوں میں منع بتایا ہے اور بعض نے ہر حال میں جائز قرار دیا ہے تو اس سے نکل آیا کہ بعض ایسے بھی ہیں جن کی رائے پر ہر صورت میں منع ہیں۔

تنبیہہ: شعر ۱۱ کے ترجمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فِیْ کُلِّ حَالٍ سے محققین کی رائے پر ضمیر کی ھا کے تمام حالات مراد ہیں نہ کہ علی ضباعؒ کی رائے کے مطابق فتحہ اور نصب کے سوا تمام قسمیں جن میں وہ تین قسمیں بھی شامل ہیں جو شعر ۹ میں مذکور ہیں اور جن میں روم و اشمام بالاتفاق منع ہیں اور بعض نے اس کے عموم میں فتحہ اور نصب کو بھی شامل کر دیا ہے لیکن یہ محض قیاس ہے۔

تفریع: جس حرف پر وقف کیا جائے اگر اس سے پہلے مدہ یا لین ہو اور اس آخری حرف پر ضمہ ہو جیسے یُجَادِلُ۔ نَسْتَعِیْنُ۔ اَلْکَفُوْرُ۔ خَیْرٌ۔ حَیْثُ تو اس میں سب کے لیے سات وجوہ ہیں ۱ تا ۳ طول' توسط' قصر خالص اسکان کے ساتھ ۴ تا ۶ پھر یہی تینوں اشمام کے ساتھ ۷۔ پھر روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ یا لین کے بعد آخری حرف پر کسرہ ہو جیسے اَلرَّحْمٰنِ۔ اَلْبَیْتِ۔ مِنْ خَوْفٍ تو اس میں چار وجوہ ہیں۔ ۱ تا ۳ طول' توسط' قصر اسکان کے ساتھ (۴) روم قصر کے ساتھ اور اگر مدہ اور لین کے بعد آخری حرف پر فتحہ ہو جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ۔ طَالُوْتَ۔ لَا خَیْرَ تو اس میں تین ہیں یعنی طول' توسط' قصر اسکان کے ساتھ لیکن اگر آخری حرف ہمزہ ہو اور مدہ کے بعد ہو اور اس ہمزہ پر ضمہ ہو جیسے اَلسُّفَهَآءُ اَلْعُلَمٰٓؤُا تو اس میں ورش کے لیے تین وجوہ ہیں۔ (۱) سکون' (۲) اشمام (۳) روم اور تینوں طول ہی کے ساتھ ہوں گی اور توسط والوں کے لیے پانچ ہیں۔ ۱ تا ۳ سکون و اشمام و روم توسط کے ساتھ ۴ و ۵ سکون و اشمام طول کے ساتھ اور طول کے ساتھ روم درست نہیں کیونکہ روم اسی وجہ میں جائز ہے جو وصلاً" درست ہو اور توسط والوں کے لیے وصلاً" طول صحیح نہیں اور اسی لیے طول کے ساتھ روم ناجائز ہو گیا اور اگر مدہ کے بعد والے ہمزہ پر کسرہ یا جر ہو جیسے هٰٓؤُلَآءِ مِنَ السَّمَآءِ تو اس میں ورش کے لیے دو ہیں یعنی سکون و روم طول کے ساتھ اور توسط والوں کے لیے تین ہیں۔ ۱ و ۲ سکون و روم توسط کے ساتھ (۳) طول صرف سکون کے ساتھ اور اگر ہمزہ پر فتحہ یا نصب ہو جیسے جَآءَ شَآءَ وَالسَّمَآءَ تو اس میں ورش کے لیے صرف سکون ہے طول کے ساتھ اور توسط والوں کے لیے دو ہیں یعنی سکون توسط و طول دونوں کے ساتھ اور اگر اس آخری ہمزہ سے پہلے حرف لین ہو اور ہمزہ پر ضمہ ہو جیسے شَیْءٌ تو اس میں ورش کے لیے چھ وجوہ ہوں گی۔ یعنی لین کے توسط اور طول دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ سکون اشمام و روم اور ہشام اور حمزہ کے لیے بھی چھ ہیں یعنی سکون' اشمام روم نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و ادغام کے ساتھ بھی اور باقی حضرات کے لیے سات ہوں گی جو اسی تفریع کے شروع میں نَسْتَعِیْنُ وغیرہ میں درج ہو چکی ہیں اور اگر لین کے بعد آخری ہمزہ پر کسرہ ہو جیسے شَیْءٍ۔ اَلسَّوْءِ تو اس میں ورش کے لیے چار ہیں۔ یعنی سکون و روم توسط کے ساتھ بھی اور طول کے ساتھ بھی اور ہشام و حمزہ کے لیے بھی چار ہی ہیں۔ یعنی سکون و روم نقل کے ساتھ بھی اور ابدال و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادغام کے ساتھ بھی اور باقی حضرات کے لیے بھی چار ہیں یعنی قصر توسط طول اسکان کے ساتھ پھر قصر روم کے ساتھ اور ہشام و حمزہ کی وجوہ کی پوری تفصیل گیارھویں باب میں درج ہو چکی ہے۔ اور اگر وقف والے حرف سے پہلے نہ مدہ ہو نہ لین تو اس میں سب کے لیے فتحہ کی صورت میں صرف سکون اور کسرہ کی صورت میں سکون و روم دو اور ضمہ کی تقدیر پر سکون و اشمام و روم تین وجوہ ہوں گی اور مد قطعاً" نہ ہوگا جیسے خَسَدَ۔ اَلْفَلَقِ۔ اَحَدٌ۔

فائدہ ۱: (۱) اگر دو مد و قفی عارضی اس طرح جمع ہو جائیں کہ دونوں میں آخری حرف کی حرکت یکساں ہونے کے بجائے دو طرح کی ہو تو اس صورت میں اہل ادا کے دو مذہب ہیں اور اکثر محققین کی رائے پر دونوں صحیح اور قابل عمل ہیں (۱) یہ کہ دونوں کی مقدار میں برابری رکھی جائی ۲۔ دونوں کو دو بابوں سے قرار دے کر فرق کرنا بھی جائز ہے پس اگر آخری حرف پر اول میں فتحہ اور ثانی میں کسرہ ہو جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحِیْمِ تو برابری والوں کے قول پر تو دونوں میں چار وجوہ ہیں (۱) دونوں میں طول (۲) دونوں میں توسط ۳ و ۴ اول کے قصر پر ثانی میں قصر سکون کے ساتھ پھر روم کے ساتھ اور فرق والوں کے قول پر چھ ہیں یعنی اول کی تینوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ثانی میں دو دو ایک وہی جو اول میں ہو اور دوسری روم قصر کے ساتھ اور اگر آخری حرف پر اول میں کسرہ اور ثانی میں ضمہ ہو جیسے اَلدِّیْنِ۔ نَسْتَعِیْنُ تو ان میں برابری والوں کے قول پر تو سات وجوہ ہیں ۱ تا ۶ اول کے اسکان کی تینوں میں سے ثانی میں دو دو یعنی سکون و اشمام یکساں مقدار کے ساتھ ۷۔ دونوں میں روم قصر کے ساتھ اور فرق والوں کے قول پر سولہ وجوہ ہوں گی۔ ۱ تا ۹ اول کے اسکان کی تینوں میں سے ہر ایک پر ثانی میں تین تین یعنی سکون، اشمام اور دونوں میں مقدار اول کے برابر رہے گی پھر ثانی میں روم قصر کے ساتھ ۱۰ تا ۱۶ پھر اول کے روم مع القصر پر ثانی میں ساتوں یعنی طول، توسط، قصر اسکان کے ساتھ پھر یہی تینوں اشمام کے ساتھ پھر روم قصر کے ساتھ (۲) نشر میں ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ صَوَآفَّ یُحِقَّ الْحَقَّ عَلَیْھِنَّ جیسی مثالوں میں تشدید اور فتحہ والے حرف پر حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کیا جائے (پس اس پر سکون ہی سے وقف ہونا چاہیے اور) گو اس سے دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ وقف میں ہر حال میں معاف ہے (یعنی عام ہے کہ پہلا ساکن مدہ ہو خواہ لین خواہ صحیح) اور اکثر انجان لوگ (اس میں پہلے) ساکن کے سبب (دوسرے ساکن کے) فتحہ سے وقف کرتے ہیں اور یہ (بالکل) غلط ہے۔ اور جب اس تشدید والے حرف پر وقف کرنا ہو جو کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے پہلے مد یا لین کا کوئی حرف ہو جیسے وَالدَّوَآبُّ (بکی) اور تُبَشِّرُوْنِّ۔ ھٰتَیْنِّ۔ اَلَّذَیْنِّ (ابن کثیر کی قراءۃ پر) تو اس پر تشدید ہی سے وقف کرنا چاہیے گو اس میں دو سے زیادہ ساکن جمع ہو جائیں اور کئی ساکنوں کے سبب مد بھی کرنا چاہیے (چنانچہ لین میں تینوں وجوہ ہیں) اور مدہ میں انہی کئی ساکنوں کے سبب زیادہ مد (طول) ہوتا ہے۔ لیکن دانیؒ کی رائے اس کے خلاف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ الف کے بعد تو تشدید سے وقف کرنا ممکن ہے اور واو اور یا کے بعد ممکن نہیں چنانچہ جامع البیان میں سورۂ حجر میں تُبَشِّرُوْنِّ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن کثیر کی قراءۃ میں اس پر نون کی تخفیف ہی سے وقف ہو سکتا ہے کیونکہ نون پر تشدید پڑھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں اس میں تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں اور یہ ناجائز ہے رہا وہ تشدید والا حرف جو الف کے بعد ہو جیسے دَوَآبٍّ صَوَآفَّ مُضَآرٍّ۔ جَآنٌّ وغیرہ میں سب کی اور وَالَّذٰنِّ۔ هٰذٰنِّ میں ابن کثیر کی قراءۃ پر تو اس پر تشدید سے وقف ہو سکتا ہے کیونکہ الف سے پہلے حرف پر ہمیشہ حرکت ہی ہوتی ہے (اور وہ بھی فتحہ کی) اس لیے الف کا مدہ ہونا قوی ہو گیا اور یہ حرکت والے حرف کے مرتبہ میں ہو گیا اور واو۔ یا سے پہلے حرف کی حرکت بدلتی رہتی ہے اور اس تغیر کے سبب (ساکن ہونے کی صورت میں) ان کا سکون خالص بنگیا اسی لیے دو ساکنوں کا جمع ہونا الف کے بعد تو برداشت کر لیا گیا کیونکہ وہ متحرک کے حکم میں ہے (پس اس صورت میں تین ساکن جمع نہیں ہوتے) اور واو اور یا کے بعد دو ساکنوں کا جمع ہونا برداشت نہیں کیا گیا کیونکہ وہ خود بھی خالص ساکن ہیں (اس لیے اس صورت میں تین ساکن جمع ہو جاتے ہیں) اس کے نقل کرنے کے بعد محققؒ فرماتے ہیں کہ اس میں دانی منفرد ہیں اور میرے علم میں مذکورۂ بالا تینوں ساکنوں میں فرق کرنے کے بارہ میں کسی نے بھی دانی کی موافقت نہیں کی۔ نیز میری واقفیت کی حد تک خود موصوف کے کلام میں بھی اس مقام جیسی (انوکھی) تقریر کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی اور اس میں جو کمزوری ہے وہ ظاہر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان سب موقعوں میں (کسرہ اور ضمہ والے حرف پر) تشدید اور روم سے وقف کیا جائے اس صورت میں ان میں مذکورۂ بالا تین ساکن جمع نہ ہوں گے۔ نیز تشدید والا وقف گو دو ساکنوں کے حکم میں ہے لیکن ایسے دو ساکنوں کے ادا کرنے کے مرتبہ میں نہیں ہے جو تشدید سے خالی ہوں کیونکہ مشدد حرف کے ادا کرنے کے لیے زبان ایک ہی مرتبہ اٹھتی ہے اسی لیے اس کا ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ حس کی رو سے ظاہر ہے اور اسی لیے صَوَآفَّ اور دَوَآبَّ وغیرہ میں تو اسکان سے وقف کرنا جائز ہے اور اَرَاَیْتَ وغیرہ میں ابدال والی وجہ میں وقف درست نہیں جیسا کہ ہمزۂ مفرد کے باب کے آخر میں بیان ہو چکا ہے۔

فائدہ ۲: (ا) تانیث کی ھا میں روم و اشمام اس لیے نہیں ہوتے کہ حرکت تو تا پر تھی اور وہ بھی وصل میں تھی رہی ہا سو وہ ساکن محض ہے کیونکہ یہ اس وقفی حالت میں تا کا عوض بنتی ہے جس میں حرکت معدوم ہو جایا کرتی ہیں پس جب خود تا پر ہی حرکت نہیں رہی تھی تو ھا پر کہاں سے آتی رہی دراز تا سو جو اس پر رسم کے سبب تا سے وقف کرتے ہیں ان کے لیے روم و اشمام دونوں ہوتے ہیں کیونکہ اس میں حرکت خود تا پر آتی ہے نہ کہ ھا پر اور مکیؒ نے ان دونوں صورتوں کی اسی طرح تصریح کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھا حرکت والے حرف سے بدلی ہوئی تو ہوتی ہے لیکن خود اس پر تو حرکت نہیں ہوتی رہی دراز تا سو اس پر تا سے وقف کرنے والوں کے لیے وقف خود اسی حرف پر ہے جس کے لیے حرکت لازم تھی اس لیے اس میں روم و اشمام جاری ہوتے ہیں (۲) ابراز میں ہے کہ جمع کے میم میں صلہ والوں کے لیے بھی روم و اشمام درست نہیں کیونکہ یہ میم ساکن ہی ہے اور اس پر حرکت صلہ کی وجہ سے آجاتی ہے اسی لیے جب اس پر وقف کرتے ہیں تو صلہ حذف ہو کر میم ساکن ہو جاتا ہے اور مکیؒ نے ضمیر کی ھا پر قیاس کر کے جمع کے میم میں بھی روم و اشمام کو جائز بتایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ قراء نے میم جمع کے بارہ میں پہلو تہی کی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ ان کے قیاس کی شرط کی رو سے تو یہ ضروری ہے کہ اس میں روم و اشمام دونوں جائز ہوں کیونکہ قراء اس کے قائل ہیں کہ روم و اشمام کے جائز ہونے کے بارہ میں بنائی اور اعرابی حرکت میں کوئی فرق نہیں ہے پس اس میم کی حرکت میں نص کے موافق روم و اشمام کرنے والے تو اجماع کے مخالف نہیں ہیں اور جو میم کی حرکت میں روم نہیں کرتے وہ روایت (کی تائید) کے بغیر نص کے مخالف ہو گئے ہیں پھر اَللّٰھُمَّ کہہ کر ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہاں اگر کسی نص سے اس میم کا مستثنیٰ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے صحیح ہونے کی تقدیر پر اسی کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا لیکن نص (بالکل) نہیں پائی جاتی اور اس میم میں روم و اشمام کے درست ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قراء نے ضمیر کی ھا میں روم و اشمام کی تصریح کی ہے اور یہ میم بھی ھا کی طرح ہے کیونکہ دونوں کی حرکت کے بعد صلہ کا حرف زیادہ کیا جاتا ہے۔ میم کے بعد واو اور ھا کے بعد واو اور یا اور دونوں کا یہ صلہ وقفاً حذف ہو جاتا ہے۔ سوال: جب یہ میم ھا کی طرح ہے اور ھا کا حکم یہ ہے کہ جب وہ ضمہ اور کسرہ اور واو اور یائے ساکنہ کے بعد ہو تو اس میں اکثر قراء کی رائے پر روم و اشمام درست نہیں ہیں جیسا کہ شعر ۱۰ و ۱۱ میں مذکور ہے تو میم کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے۔ جواب: ھا خفی (پوشیدہ) حرف ہے اور میم ایسا نہیں اس لیے ھا میں تو ان صورتوں میں اشارہ منع ہو گیا اور میم میں درست رہا اور اگر میم بھی خفی ہوتا تو یَقُوْمُ اور یَحْکُمُ میں اشمام جائز نہ ہوتا حالانکہ اس کے درست ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور جو حضرات جمع کے میم میں اشارہ منع ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ میم بھی ہونٹوں سے نکلتا ہے (اور اشارہ بھی ہونٹوں ہی سے ہوتا ہے پس اس سے ایک طرح کے دو عمل جمع ہو کر ثقل ہو جاتا ہے) ان کا قول معتبر نہیں کیونکہ جو میم اسموں اور فعلوں کے آخر میں آتا ہے اور جمع کے لیے نہیں ہوتا اس میں روم و اشمام کے درست ہونے پر سب کا اجماع ہے اور اگر اس دلیل کو مان بھی لیا جائے تو اس سے صرف اشمام کی ممانعت ثابت ہوگی روم کی ممانعت پھر بھی بے دلیل رہے گی۔ پس قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو حضرات اصل کی طرف اشارہ کرنے کے قصد سے جمع کے میم کا ضمہ پڑھتے ہیں ان کی قراءۃ میں اس پر بھی اسی طرح (روم و اشمام و اسکان سے) وقف کیا جائے جس طرح دوسرے متحرک حروف پر ہوتا ہے۔ ہاں اس میں اولیٰ اسکان ہی ہے اور جو قراء اس کو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر حرکت دیتے ہیں ان کے لیے اس پر صرف سکون ہی سے وقف ہوگا۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وغیرہ میں جو میم پر ضمہ یا کسرہ کی حرکت ہے وہ اکثر کی قراءۃ میں تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ہے اس لیے اس کے ضمہ میں اشمام و روم دونوں نہ ہوں گے اور کسرہ میں روم نہ ہوگا اور صلہ والوں کی قراءۃ پر اس کی حرکت دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر نہیں ہے۔ پس مکی کی تصریح کے مطابق ابن کثیر کی قراءۃ پر اس میں اشمام و روم درست ہوں گے۔ دانیؒ اس تقریر کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکی نے اس میں اجماع کے خلاف کیا ہے اور غیر صحیح بات کے قائل ہوئے ہیں۔ پھر دانیؒ نے جمع کے میم اور ھا الکنایہ میں یہ فرق بتایا ہے کہ ھا پر تو صلہ سے پہلے بھی حرکت تھی اور جمع کے میم پر صلہ سے پہلے حرکت نہیں تھی (جس کی دلیل اکثر کی قراءۃ ہے) اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نلیے وقفاً" ھا کی حرکت میں وہی حکم جاری کیا گیا جو دوسری حرکات میں ہوتا ہے اور میم پر حرکت تھی ہی نہیں اس لیے اس کو ساکن ہی رکھا گیا پس یہ ان حروف کی طرح ہو گیا جن پر دو ساکن جمع ہونے کے سبب حرکت آیا کرتی ہے جن کا ذکر تیسری قسم عارضی حرکت میں آرہا ہے (۳) عارضی حرکت کی طرف اشارہ اس لیے منع ہے کہ جس دوسرے ساکن کے سبب پہلے ساکن پر حرکت آتی ہے وہ وقفاً" پہلے ساکن سے جدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح وہ ہمزہ بھی ساکن سے متصل نہیں رہتا جس کی حرکت ساکن کی طرف نقل کی گئی تھی رہی وہ عارضی حرکت جو پہلے ساکن کے سبب دوسرے ساکن کو دی گئی ہو جیسے وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ وغیرہ کے قاف پر ہے سو اس میں روم و اشمام و اسکان تینوں درست ہیں کیونکہ وہ ساکن مدغم جس کی بناء پر دوسرے ساکن کو حرکت دی گئی ہے حالین میں باقی رہتا ہے۔

خلاصہ: یہ کہ جس سبب سے ساکن کو حرکت دی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) وہ سبب کلمہ کے لیے لازم نہ ہو بلکہ وقفاً" اس سے جدا ہو جاتا ہو جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور وَانْحَرْ اِنَّ میں ہے (۲) وہ سبب کلمہ کے لیے لازم ہو کہ وقفاً" بھی ساکن سے جدا نہ ہوتا ہو جیسے وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ وغیرہ میں پہلا ساکن ہے ان میں سے پہلی قسم میں اشارہ منع اور دوسری میں درست ہے اسی لیے جُزْءٌ مِلْءُ دِفْءٌ وغیرہ میں وقفاً" ہشام و حمزہ کی قراءۃ پر نقل کے باوجود بھی اشمام و روم سے اشارہ درست ہے کیونکہ جس حرکت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے وہ ہمزہ کی حرکت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے پس گویا ہمزہ تلفظ میں موجود ہے اور يَوْمَئِذٍ اور حِيْنَئِذٍ میں ذال کی حرکت عارضی ہے کیونکہ یہ اصل کی رو سے يَوْمَئِذْ اور حِيْنَئِذْ تھے پھر جب ان کے آخر میں مضاف الیہ کے عوض میں تنوین آئی تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ذال کو کسرہ دیدیا گیا اور وقفاً" تنوین کے حذف ہو جانے کے سبب دو ساکن جمع نہیں رہتے اس لیے ذال اپنی اصل (سکون) کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اسی لیے اس میں اشارہ درست نہیں اور گو كُلٌّ اور غَوَاشٍ میں بھی تنوین وقفاً" حذف ہو جاتی ہے لیکن ان میں اصل کی رو سے آخری حرف پر حرکت تھی پس ان میں تنوین حرکت پر داخل ہوتی ہے اسی لیے ان میں اشارہ درست ہے۔

فائدہ ۳ (۱) **تانیث کی ھا کی قیود اور ان کے فوائد:** (۱) تانیث کی ھا ہو (۲) وہ اکیلی تانیث کے لیے ہو نہ کہ پورا کلمہ (۳) اس پر وقف بھی ھا سے کیا گیا ہو پہلی قید سے نَفَقَةٌ اور فَوَاكِهُ وغیرہ کی ھا نکل گئی اور دوسری سے هٰذِهٖ کی ھا نکل گئی کیونکہ اس میں صرف ھا کے بجائے پورا کلمہ تانیث کے لیے ہے اور یہ قاعدہ میں داخل نہیں کیونکہ اس سے پہلے فتحہ نہیں ہے نیز یہ وصلاً بھی ثابت رہتی ہے اور اس میں صلہ بھی ہوتا ہے اور تیسری قید سے بَقِيَّتُ اللّٰهِ اور مَرْضَاتِ اللّٰهِ وغیرہ کی تا نکل گئی کیونکہ اس میں تفصیل ہے اور جعبری وغیرہ کی رائے کے موافق یہ ھا التانیث سے نہیں نکلی ہے کیونکہ جس پر تا سے وقف ہوتا ہے وہ بھی تو ھاء تانیث ہی کہلاتی ہے تاء تانیث تو تاء ساکنہ کو کہتے ہیں جو قَالَتْ وغیرہ میں ہے سو یہ شامل ہی نہیں ہے تاکہ اس کے جدا کرنے کی حاجت پیش آتی (۲) اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عارضی حرکت کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو دو ساکنوں کی بناء پر آئی ہو (۲) جو نقل کی وجہ سے آئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو پھر اول کی دو صورتیں ہیں (۱) وہ جس میں ساکن کو حرکت دینے کا سبب وقفاً" بھی باقی رہے اور یہ وہ ساکن ہے جس کو اس سے پہلے ساکن کے سبب حرکت دی گئی ہو جیسے حَیْثُ۔ اَمْسِ وغیرہ یہ لازمی حرکت کے حکم میں ہے اور اسی لیے اس میں روم و اشمام درست ہیں (۲) وہ ساکن جس کو حرکت دینے کا سبب وقفاً" باقی نہ رہے اور یہ وہ ہے جس پر بعد کے ساکن کے سبب حرکت آئی ہو عام ہے کہ وہ دوسرا ساکن متصل ہو جیسے یَوْمَئِذٍ خواہ منفصل جیسے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اس قسم میں اشارہ درست نہیں اور جو عارضی حرکت نقل کی بناء پر آئی ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) وہ جس میں ہمزہ ساکن سے متصل ہو یعنی اسی کلمہ میں ہو جیسے مِلْءُ۔ اَلْمَرْءِ۔ دِفْءٌ اس قسم میں نقل والی حرکت لازم کے حکم میں ہے اسی لیے اس میں ہشام و حمزہ کے لیے اشارہ درست ہے (۲) وہ جس میں نقل کا ہمزہ ساکن سے منفصل (دوسرے کلمہ میں) ہو جیسے وَانْحَرْ اِنَّ۔ قُلْ اُوْحِیَ اس میں اشارہ درست نہیں۔ مکیؒ نے یہ تفصیل نصاً" بیان کی ہے پس گو دانی اور ناظم عارضی حرکت کو بلا قید لائے ہیں لیکن واقع کے اعتبار سے اس میں محض کی قید بھی ہے یعنی ہر اعتبار سے عارضی ہو حقیقتہً" بھی اور حکماً" بھی کیونکہ مطلق سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور اسی قید کے بڑھانے کی غرض سے جعبری نے شعر ۹ کے دوسرے مصرع میں تغیر کیا ہے (۳) شعر ۱۰ و ۱۱ کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کی ھا میں جو تین مذہب ہیں ان میں سے تفصیل والوں کا مذہب افضل ہے۔ پس تینوں کا اثبات یا تینوں کی نفی مقصود نہیں۔ سوال : وَبَعْضُهُمْ یَرٰی الخ زائد اور بے فائدہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ بات تو شعر ۶ کے وَفِعْلُهُمَا فِی الضَّمِّ سے بھی معلوم ہو چکی ہے۔ جواب : اس کو اس لیے بیان کر دیا کہ قَوْمٌ کا مقابل بن جائے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے قاف کے رمز ہونے کا شبہ رفع ہو گیا۔ قاله الجعبری اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر قَوْمٌ کے بجائے بَعْضُ ظاہر تر تھا (۴) چونکہ تنوین اور ضمیر کی ھا کا صلہ دونوں حرکت کے کامل ہو جانے کے بعد آیا کرتے ہیں اور روم حرکت کا کچھ حصہ ادا کرنے کا نام ہے۔ اس لیے روم میں تنوین اور صلہ محذوف رہتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ وقف پوری حرکت پر کیا گیا ہے (۵) وقف کے اجماعی احکام (الف) نصب کی وہ تنوین جو تانیث کی ھا کے علاوہ کسی اور حرف پر ہو الف سے بدل جاتی ہے اور رفع اور جر کی تنوین حذف ہو جاتی ہے اور اَزْدُ ہر حال میں پہلے حرف کی حرکت کے موافق مدہ سے ابدال کے اور ربیعہ تینوں حالتوں میں حذف کے قائل ہیں (ب) اِذًا کا نون اور وَلَیَکُوْنًا (یوسف ع ۴) اور لَنَسْفَعًا (علق) کا نون تاکید خفیفہ بھی الف سے بدل جاتا ہے (ج) اَنَا کے نون کے بعد الف زیادہ کیا جاتا ہے (اور بعض حضرات الف کے بجائے ھا زیادہ کرتے ہیں جو قرآن میں صحیح نہیں) (۶) وقف کے اختلافی احکام (الف) اسم واحد میں تانیث کی تا کا ھا سے ابدال (لیکن طے والے تا ہی رکھتے ہیں) (ب) مِنْهُنَّ۔ عَلَیْهِنَّ جیسی مثالوں میں سکتہ کی ھا کی زیادتی جو یعقوب کی قراءۃ میں ہوتی ہے (ج) غیر قرآن میں آخری حرف کا مشدد کر دینا جبکہ وہ حرکت کے بعد ہو اور ہمزہ اور حرف علت نہ ہو جیسے خَالِدٌ۔ فَرِحٌ اور عاصم سے عصمہ کی قراءۃ بھی اسی کے موافق آئی ہے اور اہوازی نے جو حمزہ سے جُزْءٌ۔ مِلْءُ۔ دِفْءٌ۔ اَلْخَبْءُ میں زا' لام' فا' با کی تشدید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے (د) ایک کلمہ میں نقل چنانچہ ابن مجاہد کی یہ روایت اسی قبیل سے ہے کہ ابو عمرو بِالصَّبۡرِ میں با کو کسی قدر کسرہ کی بو دیتے تھے لیکن دراز نہیں کرتے تھے (ہ) ترنم کی غرض سے روی کے الف کا نون سے ابدال (ے) علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناواقف قراء کی ایک جماعت اَیۡدِیۡهِنَّ۔ اَرۡجُلِهِنَّ جیسی مثالوں میں تشدید اور فتحہ والے حرف پر روم سے وقف کرتی ہے اور علت یہ بتائی ہے کہ اس سے اجتماع ساکنین نہیں رہتا اور تائید و استشہاد میں یہ بات پیش کی ہے کہ ایسے موقعوں میں یعقوب وقفاً" سکتہ کی ھا زیادہ کرتے ہیں اور یہ نقل' علت' استشہاد تینوں غلط ہیں نقل اس لیے کہ ہم نے اس کو شہروں کے اماموں میں سے کسی کی کتاب میں بھی نہیں پایا اور علت اس لیے صحیح نہیں کہ وقف میں تحقیقی اجتماع ساکنین بھی معاف ہے جو مِصَرّ جیسی مثالوں میں ہے پھر تقدیری تو بدرجہ اولیٰ معاف ہونا چاہیے اسلیے کہ مشدد حرف لفظاً" تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن تقدیراً اور حکماً" اس میں دو حرف ہوتے ہیں اور اس پر عربیت کے اماموں کا اجماع ہے اور استشہاد اس لیے درست نہیں کہ یعقوب تو حرکت کے ظاہر کرنے کی غرض سے هُوَهۡ اور هِيَهۡ میں بھی ھا زیادہ کرتے ہیں اس بناء پر کہ ان میں واو اور یا حرف علت اور خفی اور ضمیر میں ہونے کے سبب ضعیف ہیں حالانکہ ان میں دو ساکن بھی نہیں ہیں (۸) اَوۡ اَمَّا هُمَا میں اشارہ ہے کہ حروف علت اصل ہیں اور حرکات فرع ہیں اور اس بارہ میں تین مذہب ہیں (۱) حروف اصل ہیں کیونکہ یہ ذات اور جوہر ہیں اور حرکات فرع ہیں کیونکہ یہ عرض ہیں اور حروف کی صفت کے طور پر ہیں اور ناظم کی رائے پر غالباً یہی مختار ہے (۲) حرکات اصل ہیں کیونکہ انہی کے بڑھانے سے یہ حروف پیدا ہوتے ہیں پس گویا یہ ان حروف کے لیے مادہ ہیں (۳) دونوں دو مستقل اصلیں ہیں۔ اور ناظم کی طرح حصری نے بھی اس شعر میں واو اور یا کو ضمہ اور کسرہ کی مائیں کہا ہے۔

وَاَشۡمِمۡ وَرُمۡ مَالَمۡ تَقِفۡ بَعۡدَ ضَمَّةٍ وَلَا كَسۡرَةٍ اَوۡ بَعۡدَ اُمَّيۡهِمَا فَادۡرِ

فائدہ ۴: (۱) یہاں مشق کے لیے دس مثالیں وجوہ کی تعداد سمیت درج کی جاتی ہیں اور اس کی تعیین طلباء خود کریں کہ وہ وجوہ کیا کیا ہیں۔ پس مِصۡرَ میں ایک مِنَ الۡاَمۡرِ میں دو اور نَعۡبُدُ میں تین اور اَلۡعٰلَمِيۡنَ میں بھی تین اور بِكَلِمٰتٍ میں چار اور نَسۡتَعِيۡنُ میں سات اور قَدِيۡرٌ میں آٹھ وجوہ ہیں اور اس میں آٹھویں ورش کا روم مع الترقیق ہے اور يَسۡـَٔلُوۡنَ میں چھ ہیں تین حمزہ کے لیے اور تین باقی چھ کے لیے اور اِذِا الۡاَغۡلٰلُ میں سب قراء توں کے ملا لینے کی تقدیر پر اکیس ہیں اور خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ میں چوبیس ہیں اور یہ سب قصیدہ کے طریق کے موافق ہیں (۲) دو نظمیں جو چیستاں کے طور پر ہیں جعبری"

يَامَعۡشَرَ الۡقُرَّآءِ حُيِّيۡتُمۡ مِنۡ رَّبِّكُمۡ بِالۡعَفۡوِ وَالۡمَغۡفِرَهۡ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے قراء کی جماعت تمہیں تمہارے رب کی طرف سے معافی اور مغفرت کا تحفہ عطا کیا جائے۔

اِنَّا رَأَيْنَا الرَّوْمَ فِيْ جَرِّهِمْ مُمْتَنِعًا فِيْ كَلِمٍ فَاذْكُرَهْ

یہ ھا سکتہ کی ہے نہ کہ ضمیر کی

ہم نے چند کلمات میں ان کے جر میں بھی روم کو ناجائز پایا ہے۔ پس تو ان کلمات کو یاد کرلے (یعنی بتاؤ وہ کلمات کون سے ہیں جن میں مجرور ہونے کے باوجود بھی روم درست نہیں)

وَقَدْ أُجِيْزَ الرَّوْمُ فِيْ نَصْبِهِمْ مِنْ غَيْرِ مَا خُلْفٍ وَّلَا مَعْذِرَهْ

اور (ایک قسم جمع مونث سالم میں) کسی خلاف اور مجبوری کے بغیر ان کے نصب میں بھی روم جائز بتایا گیا ہے۔

وَالرَّوْمُ وَالْإِشْمَامُ فِيْ رَفْعِهِمْ يَمْنَعُهُ الْكُلُّ فَفَكِّرْ تَرَهْ

اور (دو قسموں یعنی تقدیری اور حرفی اعراب میں) ان کے رفع میں بھی روم و اشمام کو سب ناجائز بتاتے ہیں۔ پس تو (ان قسموں کے متعین کرنے کے لیے) غور کر (انشاء اللہ) تو (ان کو) پالے گا۔

جَوَابُ لَّهٗ : يَاأَيُّهَا الْمُلْغِزُ فِيْ نَظْمِهٖ خُذْ عِشْتَ مِمَّا قُلْتُهٗ مُظْهِرَهْ

اے اس (بیان) کی نظم میں چیستان اور اشکال کا احساس کرنے والے (اللہ کرے) تو عیش سے رہے تو اس چیستاں کا جواب میری اس تشریح سے حاصل کرلے جس کو میں نے واضح کرنے والا بن کر (اس کے بعد کے تین شعروں میں) بیان کیا ہے۔

فَرَوْمُ مَجْرُوْرٍ بِفَتْحٍ امْنَعًا كَالْفَتْحِ فِيْ مَمْنُوْعِ صَرْفٍ فَرَهْ

اس میں رَ یَرٰی سے امر کا صیغہ ہے

پس تو اس مجرور کے روم کو ناجائز بتادے جس کا جر فتحہ سے آتا ہے اور اس جر کی مثال اس فتح کی طرح ہے جو غیر منصرف کی جری حالت میں آتا ہے پس تو اس کو دیکھ لے اور معلوم کرلے۔

وَلَا تُشِرْ تَقْدِيْرَ اِنْ اَوْ مُعْرَبًا بِالْحَرْفِ كَالْإِسْكَانِ لَنْ تُنْكِرَهْ

اور تو تقدیری اور حرفی اعراب والے معرب کے رفع میں روم و اشمام سے اشارہ نہ کر پس یہ دونوں قسمیں اشارہ کے درست نہ ہونے میں اسکان کی طرح ہیں تو اس اشارہ نہ کرنے میں اجنبی نہیں سمجھا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَرَوْمَ مَنْصُوْبٍ بِكَسْرٍ فَاجِزْ　　كَالْكَسْرِ فِيْ سَالِمِ جَمْعِ الْمَرَهْ

اور تو اس منصوب کے روم کو جائز رکھ جس کا نصب کسرہ سے آتا ہے اس کی مثال اس کسرہ کی طرح ہے جو جمع مونث سالم کی نصبی حالت میں آتا ہے۔ اصفہانی

یہ اصل میں المرؤۃ تھا

اَسْاَلُكُمْ يَامَعْشَرَ الْقُرَّآءِ　　مَسْأَلَةً عَجِيْبَةَ الْاِنْشَآءِ

اے قراء کی جماعت! میں آپ حضرات سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں جس کا ظہور عجیب و غریب ہے۔

اِنَّا نَرَى الرَّوْمَ بِنَصْبٍ جَائِزًا　　وَالْجَرِّ مَمْنُوْعًا بِلَا امْتِرَآءِ

بلاشبہ ہم روم کو نصب میں درست اور جر میں ناجائز پاتے ہیں۔

وَالرَّوْمَ وَالْاِشْمَامَ مَمْنُوْعَيْنِ فِيْ　　رَفْعٍ فَمَاذَا شَانُ ذِى الْاَشْيَآءِ

اور رفع میں روم و اشمام دونوں کو ناجائز پاتے ہیں۔ پس ان چیزوں کا کیا حال ہے یعنی یہ قسمیں کون سی ہیں اور ان کی وجہ کیا ہے۔

وَجَوَابُهُ : يَاَيُّهَا الْمُلْغِزُ فِيْ تَسْاٰلِهٖ　　وُقِيْتَ شَرَّ الْخَلْقِ وَالشَّحْنَآءِ

اے سوال میں چیستاں پانے والے تجھے مخلوق کے شر اور ان کی عداوت سے بچایا جائے اس چیستاں کا جواب یہ ہے جو بعد کے تین شعروں میں آرہا ہے۔

اَلرَّوْمُ فِى النَّصْبِ لَدٰى جَمْعِ الْاِنَا　　ثِ سَالِمًا كَمُسْلِمَاتٍ جَآءِ

نصب میں روم جمع مونث سالم میں آتا ہے جو مُسْلِمَاتٍ کی طرح ہے۔

وَامْنَعْهُ فِيْ مَجْرُوْرِ مَالَمْ يَنْصَرِفْ　　كَمِثْلِ اِبْرٰهِيْمَ بَعْدَ الْبَآءِ

اور جر والے غیر منصرف میں روم کو ناجائز رکھ اس کی مثال اس اِبْرٰهِیْمَ کی طرح ہے جو با کے بعد ہو (یعنی بِاِبْرٰهِیْمَ)

وَامْنَعْهُمَا فِى الرَّفْعِ تَقْدِيْرِيًّا　　اَوْ حَرْفًا كَذُوْ يَدْعُوْا يَرٰى وَالْيَآءِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تقدیری یا حرفی رفع میں دونوں کو ناجائز رکھ جس کی مثالیں نُدْوُ۔ یَدْعُوْا۔ یَرٰی اور یائی مضارع (یَرْمِیْ) کی طرح ہیں۔

النحو والعربیہ: ۱/۳۶۵ (۱) مِنْ۔ اِشْتِقَاقُ کے اور عَنْ۔ اَلْوَقْفِ کے متعلق ہے (۲) تَعَزُّلًا ای تَجَرُّدًا یا تو حَرْفٍ کی صفت ہے یا تَحْرِیْکٍ کی اور تَعَزُّلُہٗ اور اِعْتِزَالُہٗ دونوں ہم معنی ہیں اور اَعْزَل بھی اسی سے ہے یعنی وہ شخص جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔ ۲/۳۶۶ (۱) عِنْدَ۔ ثَابِتٌ کا ظرف ہے جو سَمْتٌ کی خبر مقدم ہے اور بِہٖ بھی اسی کے متعلق ہے۔ (۲) مِنَ الرَّوْمِ کَائِنًا کے متعلق ہو کر تَجَمُّلًا کے فاعل سے حال ہے (۳) وَالْاِشْمَامِ کا واو اَوْ تنویعیہ کے معنی میں ہے۔ پس معطوفین کا جمع ہونا بھی درست ہے۔ ۳/۳۶۷ (۱) اَکْثَرُ چونکہ معنیً" جمع اور لفظاً" واحد ہے اسی لیے اس کی خبر یَرٰی ۔ معنی یَخْتَارُ میں ضمیر کو واحد لائے ہیں (۲) اَعْلَام کی تحقیق شعرا تا ۳ کے بعد فائدہ میں نمبر چار کے ذیل میں درج ہو چکی ہے (۳) لِسَائِرٍ کا لام یَرٰی کے متعلق ہے اور سَائِر کے دو معنی ہو سکتے ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں (۴) اَوْلٰی۔ اَحَقُّ کے معنی میں ہے اور یہ مضاف الیہ سے مل کر یَرٰی کا دوسرا مفعول ہے (۵) اَلْعَلَائِق۔ عِلَاقَۃٌ کی جمع ہے جس میں عین کا فتحہ اور کسرہ دونوں درست ہیں اور مَا یُتَعَلَّقُ بِہٖ کے معنی میں ہے اور یَقُوْلُوْنَ لِیْ لَا تَرْکَبَنَّ عَلِیْقَۃً = وَمِنْ لَذَّۃِ الدُّنْیَا رُکُوْبُ الْعَلَائِقِ بھی اسی معنی میں ہے (۶) مَطُوْلًا۔ اَوْلٰی کے فاعل سے تمیز ہے اور یہ لغۃً" رسی کے اور یہاں مجاز کے طور پر سبب کے معنی میں ہے۔ ۴/۳۶۸ (۱) رَوْمُ مصدر ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول مقدر ہے ای وَرَوْمُکَ حَرَکَۃَ الْحَرْفِ اور وَاقِفًا اس کے یا اِسْمَاعُ کے فاعل سے حال ہے (۲) اِسْمَاعُ کا فاعل مقدر ہے اور اَلْمُحَرَّکِ اَیِ الْحَرْفِ الْمُحَرَّکِ لفظاً مصدر کا مضاف الیہ اور معنیً" دوسرا مفعول ہے اور پہلا مفعول کُلَّ دَانٍ ہے اور جعبری اور ابو شامہ عکس کے قائل ہیں لیکن پہلی تقدیر اولیٰ ہے چنانچہ اس کی مثال میں ابو شامہ کا اَسْمَعْتُ زَیْدًا کَلَامًا کہنا بھی اسی پر دال ہے (۳) بِصَوْتٍ کی با اِسْمَاعُ کے متعلق ہے (۴) دَانٍ ای قَرِیْبٍ عام ہے کہ یہ قرب واقعی طور پر ہو یا فرض کے طریق پر (۵) تَنَوُّلًا۔ اَخَذَ اور تَنَاوُلَ کے معنی میں ہے اور یہ نُوْلْتُہٗ ای اَعْطَیْتُہٗ نَوَالًا کا مطاوع ہے اور گویا اس میں اشارہ ہے کہ وہ سن رہا ہو اور خاموش ہو اور قراءۃ کی طرف متوجہ ہو۔ ۵/۳۶۹ (۱) شِفَاہٌ شَفَۃٌ (ہونٹ) کی جمع ہے اور گو یہ دو ہی ہوتے ہیں لیکن اس کا جمع لانا ان تین وجوہ کی بناء پر ہے (۱) تلاوت کرنے والے بہت سے حضرات ہیں اور ان کے دو دو ہونٹ ملکر بہت سے ہو جاتے ہیں (۲) یہ عَرِیْضُ الْحَوَاجِبِ اور عَظِیْمُ الْبُطُوْنِ کے قبیل سے ہے پس یہ جمع مبالغہ کی بناء پر ہے (۳) یہ جمع لانا اس مذہب کی رو سے ہے جس پر جمع کے کم سے کم افراد دو ہیں (۲) بُعَیْدَ کی تصغیر فاصلہ کی کمی بتانے اور اتصال پر دلالت کرنے کے لیے ہے (۳) مَا مصدریہ ہے (۴) یُسَکَّنُ کی ضمیر اَلْمُحَرَّکِ کے لیے ہے (۵) لَا صَوْتٌ میں لَا۔ لَیْسَ کے مشابہ ہے اور صَوْتٌ لَا کا اسم اور ھُنَاکَ ای فِی الْوَقْفِ خبر ہے (۶) فَیُفْصَحَلَا نفی کا جواب بالفاء ہے اور اسی لیے اَنْ مقدرہ کی بناء پر منصوب ہے اور یہ سَمِعَ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور صَحِلَ صَوْتُہٗ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کا گلا گھٹ جائے جس سے آواز بلند نہ ہو سکے۔ پس روم میں جو آواز ضعیف ہو جاتی ہے اس کے ضعف کو آواز کے گھٹنے کی حالت سے تشبیہ دی ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر فَیَصْحَلَا۔ فَیُسْمَعَ ضُعْفُہٗ کے معنی میں ہے یعنی اشمام میں روم کی طرح ضعیف آواز بھی نہیں ہوتی تاکہ اس کا ضعف سنا جا سکے۔ ۶/۷۰ ۳ فِیْ مبتدا اور خبر دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے اور دوسرے مصرع کا عِنْدَ بھی دونوں ہی جزوں کا ظرف بن سکتا ہے۔ ۷/۷۱ ۳ دوسرے مصرع کے عِنْدَ اور فِیْ کا تعلق اُعْمِلَا سے ہے۔ ۸/۷۲ ۳ (۱) نفی اور اثبات حرکات کے تعدد کی وجہ کو ان دو ہی قسموں میں منحصر کرنے کے لیے ہے (۲) اِلَّا کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے ای وَمَا نُوِّعَ التَّحْرِیْکُ لِوَجْہٍ مِّنَ الْوُجُوْہِ (۳) لِلَازِمٍ کا لام نُوِّعَ کے متعلق ہے جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے (۴) بِنَآءً یا تو لَازِمٍ کے فاعل سے تمیز ہے یا مفعول لہ ہے (۵) غَدَا ای صَارَ (۶) مُنْتَقِلًا ای مُتَحَوِّلًا ۹/۷۳ ۳ (۱) فِیْ۔ لَمْ یَکُوْنَا یا لِیَدْخُلَا کے معنی کے متعلق ہے ای لَمْ یَقَعَا فِی الْمَذْکُوْرَاتِ اَوْ لَمْ یَدْخُلَا عَلَیْھَا (۲) قُلْ نِیَۃً مقدم ہے اور باقی سب حصہ اس کا مقولہ ہے (۳) عَارِضِ شَکْلٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ای وَشَکْلٍ عَارِضٍ اور شکل لغت کی رو سے تو قید کے معنی میں ہے اور جاندار کی صورت کو شکل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اس کو مقید اور محدود کر دیتی ہے اور مجازی معنی کے اعتبار سے خط کی اس دلالت کو بھی شکل کہتے ہیں جو حرکات اور سکون پر ہوتی ہے اور کبھی مجاز در مجاز کے طور پر اس سے صرف حرکت بھی مراد لی جاتی ہے چنانچہ اس مقام میں یہی صورت ہے اور یہاں صرف حرکت کے مراد ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ کلام روم و اشمام میں ہو رہا ہے اور وہ حرکت ہی میں ہوا کرتے ہیں نہ کہ سکون میں بھی پس وَعَارِضِ شَکْلٍ وَحَرَکَۃٍ عَارِضَۃٍ کے معنی میں ہے اور یہ حَسَنِ وَجْہٍ کے باب سے ہے اور چونکہ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے اس لیے اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک اور موصوف مقدر مانا جائے یعنی مَرَرْتُ بِحَسَنِ وَجْہٍ اس شرط سے جائز ہے کہ اس کی تقدیر مَرَرْتُ بِشَخْصٍ حَسَنِ وَجْہٍ مانی جائے پس اس لحاظ سے وَعَارِضِ شَکْلٍ کی تقدیر وَفِیْ لَفْظٍ عَارِضِ شَکْلٍ ہے (۴) لِیَدْخُلَا۔ لَمْ یَکُوْنَا کی خبر ہے اور اس میں جو لام ہے وہ جحود کا ہے جو نفی کی تاکید کے لیے آیا کرتا ہے چنانچہ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ (انفال ع ۴) بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۱۰/۷۴ ۳ (۱) فِیْ۔ اَبَوْا کے متعلق ہے جو قَوْمٌ کی خبر ہے (۲) لِلْاِضْمَارِ۔ اَلْکَائِنَۃِ مقدر کی متعلق ہو کر اَلْھَاءِ کی صفت ہے اور اَلْھَاءِ سے حال بھی ہو سکتا ہے (۳) قَوْمٌ چونکہ معنیً جمع ہے اس لیے اس کی خبر اَبَوْا میں جمع کی ضمیر لائے ہیں (۴) جملہ وَمِنْ قَبْلِہٖ ضَمٌّ بھی اَلْھَاءِ سے حال ہے (۵) مُثِّلَا کا الف یا تو اطلاقی ہے اور ضمیر صرف اَلْکَسْرُ کے لیے یا کُلٌّ وَاحِدٍ مِّنَ الْکَسْرِ وَالضَّمِّ کے لیے ہے یا الف تثنیہ کا ہے اور ضمیر دونوں کے لیے ہے اور یہ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا (نساء ع ۲۰) کے قبیل سے ہے کہ اس میں بِھِمَا کی ضمیر غنی اور فقیر دونوں کی جنس کے لیے ہے فرد کے لیے نہیں ورنہ ضمیر کو مفرد لاتے اور یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ ایک دم دونوں حرکتوں کا حکم بتانا مقصود ہے اور واو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے اَو یہ بتانے کے لیے لائے ہیں کہ ھا سے پہلے دونوں حرکتیں ایک دم نہیں آئیں گی بلکہ صرف ایک حرکت آئے گی پس یہ تقریباً جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِیْرِیْنَ کی طرح ہے کیونکہ اس جملہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ ان دونوں حضرات کی صحبت اختیار کرو اور اس میں بھی واو کے بجائے اَوْ یہ بتانے کے لیے لائے ہیں کہ جس طرح تم ایک دم دونوں کی صحبت اختیار کر سکتے ہو اسی طرح ان میں سے کسی ایک کی ہم نشینی بھی اختیار کر لینا درست ہے اور زَیْدٌ اَوْ عَمْرٌو قَائِمٌ میں چونکہ دونوں میں سے صرف ایک کے قیام کی خبر دینا مقصود ہے اس لیے اس میں قَائِمَانِ کہنا درست نہیں ۱۱/۳۷۵ (۱) اَوْ اَمَّا ھُمَا کی تقدیر اَوْ قَبْلَھَا اَمَّا ھُمَا ہے (۲) وَاوٌ وَّیَاءٌ لف و نشر مرتب کے طور پر اُمَّا ھُمَا سے بدل ہے (۳) وَ بَعْضُھُمْ کی ضمیر ناقلین کے لیے ہے (۴) یُرٰی یا کے ضمہ سے مجہول کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر پہلا اور مُحَلِّلًا دوسرا مفعول ہے اور لام وَفِیْ دونوں اسم فاعل کے متعلق ہیں اور شعلہ کی رائے پر یہ بھی جائز ہے کہ یَرٰی یا کے فتحہ سے معروف ہو اس صورت میں مُحَلِّلًا پہلا اور فِیْ کُلِّ حَالٍ دوسرا مفعول ہوگا اور بعض کی رائے پر یہ دونوں شعر ھا کے عموم کی تخصیص کے لیے ہیں اور یہ تخصیص زیادات میں سے ہے۔

بَابُ الْوَقْفِ

عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ

اکیسواں باب رسم الخط کے موافق وقف کرنے کے بیان میں

(اس میں گیارہ شعر ہیں)

شرح: خط کی تعریف ہے کلمہ کو ان حروف ہجا کے موافق لکھنا جو اس پر وقف کرنے اور اس سے ابتدا کرنے کے وقت پائے جاتے ہیں اسی لیے ہمزہ وصل لکھا جاتا ہے اور رفع اور جر کی تنوین محذوف ہوتی ہے اور یہاں اس سے وہ خط مراد ہے جس کے موافق وہ عثمانی مصاحف لکھے گئے ہیں جن پر صحابہؓ کا اجماع ہے یہ خط اگر لفظ کے موافق ہو تو رسم قیاسی ہے اور اگر زیادت و حذف، بدل، فصل و وصل کے ذریعہ تلفظ کے خلاف ہو تو اصطلاحی ہے۔ اور مخالفت حرف کی ذات یا اس کی اصل ظاہر کرنے یا شبہ رفع کرنے کے لیے یا ان کے سوا اور حکمتوں کی غرض سے ہوتی ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ رسم اہل کتاب کے لیے حجاب بن گئی کہ وہ کسی سے سیکھے بغیر قرآن کو صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اور رسم و وصل کی موافقت اور مخالفت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) رسم و وصل دونوں کے موافق اور یہی اکثر ہے اور مثالیں ظاہر ہیں (۲) دونوں کے خلاف جیسے دراز تا پر ھا سے وقف کرنا (۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصل کے خلاف اور رسم کے موافق جیسے لٰکِنَّا۔ اَنَا ان پر وقف الف سے ہوتا ہے حالانکہ یہ الف وصلاً محذوف ہوتا ہے (۴) وصل کے موافق اور رسم کے خلاف جیسے ثَمُوْدَا۔ اَنْ تَبُوْءَا ان پر الف کے بغیر وقف ہوتا ہے حالانکہ رسم میں الف موجود ہے اور ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں (۱) اختیاری جو کسی مجبوری کے بغیر قصداً کیا جائے یہ اس کلام تام پر ہو سکتا ہے جس کے بعد سے ابتدا بہتر ہو اور اس لحاظ سے اس کی چار قسمیں ہیں جو جزری کی شرح الفوائد الرضیہ اور معرفۃ الوقوف اور جامع الوقوف میں پوری تفصیل سے مذکور ہیں (۲) اضطراری جو سانس ٹوٹنے اور کھانسی وغیرہ کی مجبوری سے کیا جائے (۳) اختباری جو وقف کا طریقہ سکھانے کی غرض سے کیا جائے (۴) انتظاری جو کسی کلمہ کی سب قراء تیں پوری کرنے کی غرض سے کیا جائے یہ تینوں وقوف ہر اس کلمہ پر درست ہیں جو رسماً ما بعد سے جدا ہو اور چونکہ ان میں سے نمبر دو کی ضرورت اکثر جگہ پیش آتی ہے اور اس سے باقی قسموں کا حکم بھی نکل آتا ہے اس لیے ناظمؒ نے خصوصیت سے اسی کو بیان کیا ہے اور علماء نے رسم میں بھی بہت سی کتب تصنیف فرمائی ہیں چنانچہ دانی کی مقنع، ناظم کی رائیہ اور ابو العلاء کی لطائف بھی انہی میں سے ہیں اور اس فن پر سب سے بڑی کتاب نثر المرجان ہے جس کا ذکر مقدمہ میں چودھویں صدی میں آچکا ہے۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وقف کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو رسم کی کتب میں سے بھی کسی کتاب سے واقف ہو۔

۱/۳۷۶ وَكُوفِيُّهُمْ وَالْمَازِنِيُّ وَنَافِعٌ ۔۔۔ عُنُوا بِاتِّبَاعِ الْخَطِّ فِي الْوَقْفِ الِابْتِلَا

ترجمہ: اور ان میں کے کوفی اور (ابو عمرو) مازنی اور نافع (پانچوں) نے اختیاری (اور اضطراری) وقف میں (بھی) رسم الخط کی پیروی کرنے کا اہتمام کیا ہے (اور اس کو ضروری سمجھا ہے حالانکہ ان دونوں قسموں میں قاری وقف کے لیے قدرے مجبور بھی ہوتا ہے پس اختیاری اور انتظاری وقف میں رسم کی پابندی اور بھی ضروری ہوگی)

۲/۳۷۷ وَلِابْنِ كَثِيرٍ يُرْتَضَى وَابْنِ عَامِرٍ ۔۔۔ وَمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ حَرٍ اَنْ يُفَصَّلَا

ترجمہ: اور (باقی دو) ابن کثیر اور ابن عامر کے لیے (بھی وقف میں) یہی (رسم کی پیروی) پسند کی جاتی ہے (یعنی اس بارہ میں ان دونوں سے نص تو آئی نہیں لیکن شیوخ نے اپنی رائے سے ان کے لیے بھی رسم کے موافق ہی وقف کرنے کو بہتر سمجھا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے اور اس رسم کی پیروی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اجماعی (۲) اختلافی اور چونکہ قصیدہ کا اصل مقصود اختلافی مسائل ہی کا بیان کرنا ہے اس لیے فرماتے ہیں) اور (رسم کی) وہ (پیروی) جس میں ان (قراء سبعہ) نے اختلاف کیا ہے (کہ بعض نے رسم کے موافق اور بعض نے کسی حکمت کی بناء پر رسم کے خلاف وقف کیا ہے) اس لائق ہے کہ تفصیل سے بیان کر دی جائے (یعنی مناسب یہ ہے کہ وہ سب کلمات بتا دیئے جائیں جن میں بعض نے رسم کے خلاف وقف کیا ہے تاکہ ان کے لیے اسی پر عمل کریں کیونکہ اگر ان میں بھی سب کے لیے رسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موافق وقف کریں گے تو نقل کی مخالفت لازم آئے گی)

شرح: یعنی شیوخ کا عمل یہ ہے کہ جب کسی کلمہ پر وقف کرتے ہیں تو وصل کی طرح نہیں کرتے بلکہ جس طرح وہ کلمہ مصاحف میں لکھا ہوا ہوتا ہے اس کے موافق وقف کرتے ہیں پس قَالُوا الْئٰنَ میں سے قَالُوْا پر وقف کرتے ہوئے واو کو ثابت رکھتے ہیں اور یَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع ۱) میں وقفاً" یَدْعُ پڑھتے ہیں اور واو کو ثابت نہیں رکھتے کیونکہ یہ واو رسم میں نہیں ہے اور یہ رسم کی پابندی وقف اختباری و اضطراری تک میں بھی کرتے ہیں جس میں قدرے مجبوری بھی ہوتی ہے اور اس سے نکل آیا کہ وقف اختیاری اور انتظاری میں رسم کی پابندی اور بھی ضروری ہے کیونکہ ان میں تو کوئی ایسی مجبوری بھی نہیں ہوتی جس کی بناء پر چار و ناچار وقف کرنا ہی پڑے لیکن اتنا فرق ہے کہ نافع' ابو عمرو اور تینوں کوفیین ان پانچ سے تو اس بارہ میں نص بھی آئی ہے کہ یہ حضرات وقف میں رسم کی پابندی کیا کرتے تھے۔ رہے ابن کثیر اور ابن عامر سو ان سے کوئی نص تو آئی نہیں لیکن شیوخ نے ان کے لیے بھی رسم کے موافق ہی وقف کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ رسم کی پابندی اکثر موقعوں میں ہوتی ہے نہ کہ سب جگہ۔ اسی لیے وَمَا اخْتَلَفُوْا الخ میں فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ جن موقعوں میں کسی حکمت کی بناء پر قراء نے رسم کے خلاف وقف کیا ہے ان کو تفصیل سے بتا دیا جائے تاکہ ان میں رسم کے موافق وقف کرنے سے منقول کی مخالفت لازم نہ آئے اور یہ مخالفت ان پانچ میں سے کسی ایک طریق سے ہوتی ہے۔ (۱) ابدال (۲) حذف (۳) فصل و قطع (۴) زیادت (۵) وصل چنانچہ شعر ۳ تا ۱۱ میں سلسلہ وار انہی پانچوں کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ: (۱) اہوازی کے بیان کے موافق (نافع' ابو عمرو اور کوفیین کی طرح) ابن عامر بھی اور خاقانی کی تصریح کی رو سے ساتوں رسم کی پابندی ہی سے وقف کرتے تھے یعنی ان کے قول پر سب سے نص آئی ہے (۲) وقفاً"رسم کی پیروی کا حکم اپنے عموم پر نہیں ہے تاکہ ہر ایک حرف میں خواہ وہ درمیانی ہو اس کی گنجائش نکل آئے اور ہر قسم کے تغیر پر صادق آسکے بلکہ وقفاً" رسم کی پیروی اس تغیر کو کہیں گے۔ جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں۔ (۱) آخری حرف میں ہو (۲) اس حرف میں ابدال وقف ہی کی بناء پر ہوا ہو (۳) نیز اس کا ابدال ہمزہ ہونے کی حیثیت سے نہ ہوا ہو (۴) وہ تغیر حذف و اثبات' فصل و وصل میں سے کسی ایک قسم میں داخل ہو پہلی قید سے نکل آیا کہ اَلصَّلٰوۃ میں وقفاً" واو کا ثابت رکھنا درست نہیں کیونکہ گو اس میں واو لکھا ہوا ہے لیکن وہ کلمہ کے درمیان ہے آخر میں نہیں نیز یہ کہ اَلرَّحْمٰن اور سُلَیْمٰن میں وقف الف کے اثبات ہی سے ہوگا حذف سے قطعاً" نہ ہوگا کیونکہ گو ان کا الف رسم سے محذوف ہے لیکن وہ کلمہ کے درمیان میں ہے نہ کہ آخر میں اور دوسری قید سے تانیث کی تا تو شامل ہو گئی کیونکہ یہ وقفاً" ہی ھا سے بدلتی ہے اور سَعٰی کا الف نکل گیا کیونکہ اسمیں جو ابدال ہے وہ حالین میں ہے پس اس پر یہ صادق نہیں آتا کہ یہ وقفاً" رسم کی پیروی کی بناء پر ہے اور تیسری قید سے نَشٰؤُا اور وَاٰیتَآئِی وغیرہ نکل گئے کیونکہ گو ان میں حمزہ کے لیے آخری حرف کا ابدال وقفاً" ہے لیکن وقف کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمزہ ہونے کی وجہ سے ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی قید سے قَالُوْا وغیرہ میں جو الف کی زیادتی ہے وہ نکل گئی پس ان میں وقفاً الف کا ثابت رکھنا درست نہ ہوگا کیونکہ یہ تغیر ان چار قسموں میں سے نہیں ہے (۳) اگر وقف ایسے موقع پر کر دیں جس کے مابعد سے ابتدا کرنا بہتر نہ ہو اس بناء پر کہ اس سے نامناسب معنی کا وہم ہوتا ہو جیسے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ (توبہ ع ۵) اور مِنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (صٰفّٰت ع ۵) پر وقف کیا جائے تو وہاں اولیٰ یہ ہے کہ ماقبل سے اعادہ کیا جائے ورنہ کفار کے کافرانہ قول سے ابتدا لازم آئے گی گو کفر کی نقل کفر نہیں ہے نیز قرآن میں نہ تو بدون بدعقیدگی کے کوئی وقف واجب ہے اور نہ حرام ہے کیونکہ وقف و وصل معنی پر دلالت نہیں کرتے تاکہ ان کے ترک سے معنی میں خرابی آجائے کیونکہ یہ بات تو اعراب اور صیغہ اور لغت کی تبدیلی سے ہوتی ہے اور وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (بقرہ ع ۲) اور لَهٗ وَلَدٌ (نساع ۲۳) بھی اسی قبیل سے ہیں جن میں وصل سے مراد کے خلاف معنی کا وہم ہو جاتا ہے اور وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور اِنِّيْ كَفَرْتُ اور لَا اِلٰهَ پر وقف کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اور یہ صرف وہم سے بچانے کے لیے ہے ورنہ حقیقتہ" اس میں کوئی خرابی نہیں اس لیے کہ کوئی مسلمان بھی اس معنی کا اعتقاد نہیں کر سکتا اور جو قرآن کے معنی سے واقف ہو وہ تو ایسے فاسد اعتقاد سے بالخصوص نفرت رکھتا ہے اور اسی لیے ابن الانباری نے فرمایا ہے کہ (ان پر وقف کرنے والا) گنہگار نہ ہوگا۔ مکی فرماتے ہیں کہ يَقْضِ (انعام ع ۷) پر وقف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے رسم کی یا اصل کی مخالفت لازم آتی ہے (اس بناء پر کہ یا سے وقف کرنا رسم کے اور یا کے بغیر کرنا کلمہ کی اصل کے خلاف ہے) اور جعبری نے ان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہاں اصل کی مخالفت معاف ہے۔ کیونکہ اس میں رَبِّ کی (با کے کسرہ کی) طرح ضاد کا کسرہ یا پر دلالت کر رہا ہے (۴) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وقف میں رسم کی پابندی کلمات کے صرف آخری حروف کے اعتبار سے ہوتی ہے یعنی ہجاء کرنے میں جو حرف کلمہ کے آخر میں آتا ہو اس کو پڑھا جائے (ترک نہ کیا جائے) اور اس کا پورا ظہور اس صورت میں ہوتا ہے کہ کلمات کو ایک دوسرے سے جدا کرکے کلام کے حصہ بنا دیئے جائیں پس اگر دو کلمہ رسم میں ملا کر لکھے ہوئے ہوں ان میں تو دوسرے ہی پر وقف درست ہے اور اگر جدا جدا لکھے ہوئے ہوں تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر وقف کر سکتے ہیں جیسے عَنْ مَّا کہ یہ قرآن میں جدا بھی لکھا ہوا ہے یعنی عَنْ مَّا اور ملا کر بھی یعنی عَمَّا پس اول میں عَنْ اور مَا دونوں پر اور ثانی میں صرف مَا پر وقف صحیح ہے اور چونکہ وصل میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا (کیونکہ مقطوع اور موصول دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں) اس لیے باب کو وقف کے ساتھ خاص کر دیا (۵) رسم کی اجماعی موافقت کی مثالیں (۱) کلمات کا مقطوع و موصول ہونا جیسے عَنْ مَّا اعراف (ع ۲۱) میں اور اِنْ مَّا رعد (ع ۶) میں مقطوع اور باقی سب جگہ دونوں نون کے بغیر موصول ہیں (۲) مدہ کا اثبات و حذف چنانچہ يَدْعُ اسرا (ع ۲) و قمر (ع ۱) اور سَنَدْعُ علق اور وَيَمْحُ اللّٰهُ شوریٰ (ع ۳) ان چاروں میں لام کلمہ کا واو لکھا ہوا نہیں ہے اس لیے ان میں وقف بھی واو کے بغیر ہی ہوگا اور يَمْحُوا اللّٰهُ (رعد ع ۶) میں واو لکھا ہوا ہے اس لیے اس میں وقفاً" واو ثابت رہے گا۔ اور اجماعی رسم کا بیان نہایت طویل ہے اس کی پوری تفصیل کا محل رسم کی کتاب قصیدۂ رائیہ ہے اور یہاں باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ختم کے بعد فائدہ میں اس کا ذکر بقدر ضرورت کیا جائے گا۔

رسم کی اختلافی موافقت کا بیان

اِبْدَال

۳۷۸ اِذَا كُتِبَتْ بِالتَّاءِ هَاءُ مُؤَنَّثٍ فَبِالْهَاءِ قِفْ حَقًّا رِضًا وَّمُعَوَّلَا

ترجمہ: جب تانیث کی ھا (دراز) تا سے لکھی جائے تو تو (اس پر ابن کثیرؒ ابو عمروؒ کسائی کے لیے) ھا سے (اور باقی چار کے لیے رسم کے موافق تا سے) وقف کر حالانکہ تو (اس عمل میں) درستی (والا نیز) پسندیدگی (والا) اور اعتماد (و اعتبار والا) ہے۔

شرح: رسم کی رو سے تانیث کی تا کی دو صورتیں ہیں (۱) مدورہ گول جو ھا کی شکل میں ہو عام ہے کہ اس پر تنوین ہو جیسے وَرَحْمَةٌ یا نہ ہو جیسے اَلرَّحْمَةَ اس تا پر تو سب کے سب ھا ہی سے وقف کرتے ہیں (۲) مجرورہ یا مربوطہ جو دراز ہو اور تا کی شکل میں ہو اور ایسی تا والے کلمات کی چار صورتیں ہیں اول: وہ جو سب کے لیے واحد ہوں اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں جیسے رَحْمَتُ اللّٰهِ اور ایسے کلمات تیرہ ہیں جو اکتالیس جگہ آئے ہیں (۱) رَحْمَتُ سات جگہ (بقرہ ع ۲۷ و اعراف و ہود ع ۷، مریم ع ۱، روم ع ۵ و زخرف ع ۳ میں دو جگہ) (۲) نِعْمَتَ گیارہ جگہ (بقرہ ع ۲۹، آل عمران ع ۱۱، مائدہ ع ۲ میں دوسرا (نہ کہ پہلا کیونکہ وہ گول تا سے ہے) ابراہیم ع ۵ میں دو اور نحل ع ۱۰ میں دوسرا یعنی وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ نہ کہ پہلا جو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ ہے و نحل ع ۱۱ و ع ۱۵، لقمان ع ۴ و فاطر ع ۱ و طور ع ۲) (۳) اِمْرَاَتُ سات جگہ (آل عمران ع ۴ و یوسف ع ۴ و ع ۷ و قصص ع ۱ و تحریم ع ۲ میں تین جگہ) (۴) لَعْنَتَ دو جگہ (آل عمران ع ۶ و نور ع ۱ میں) (۵) كَلِمَتُ ایک جگہ (اعراف ع ۱۶ میں) (۶) سُنَّتُ پانچ جگہ (انفال ع ۵ و غافر ع ۹ میں ایک ایک اور فاطر ع ۵ میں تین) (۷) بَقِيَّتُ ایک جگہ (ہود ع ۸) (۸) قُرَّتُ (قصص ع ۱) (۹) فِطْرَتَ (روم ع ۴) (۱۰) شَجَرَتَ (دخان ع ۳) (۱۱) وَجَنَّتُ (واقعہ ع ۳) (۱۲) وَمَعْصِيَتِ (مجادلہ ع ۲ میں دو جگہ) (۱۳) اِبْنَتَ (تحریم ع ۲) ان سب میں ابن کثیرؒ ابو عمروؒ کسائی ھا سے اور باقی چار تا سے وقف کرتے ہیں۔ دوم: وہ کلمات جن کو بعض واحد کے اور بعض جمع کے صیغہ سے پڑھتے ہیں اور ایسے سات کلمات ہیں جو بارہ جگہ آئے ہیں (۱) كَلِمَتُ چار جگہ (انعام ع ۱۴ و یونس ع ۴ و ع ۱۰ و غافر ع ۱) (۲) اٰيٰتٌ دو جگہ (یوسف ع ۲ عنکبوت ع ۵) (۳) غَيٰبَتِ (یوسف ع ۲ میں دو جگہ) (۴) اَلْغُرُفٰتِ (سبا ع ۵) (۵) بَيِّنَتٍ (فاطر ع ۵) (۶) ثَمَرٰتٍ (فصلت ع ۶) (۷) جِمٰلَتٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مرسلٰت ع ۱) ان میں جمع کی قراءۃ پر تو تا سے پہلے الف ہے اور وقف سب کے لیے تا ہی سے ہے اور واحد والی قراءۃ پر تا سے پہلے الف نہیں ہے اور یہ حضرات اگر ابن کثیر' ابو عمرو' کسائی میں سے ہوں تو ھا سے اور باقین میں سے ہوں تو تا سے وقف کرتے ہیں۔ سوم: وہ کلمات جو سب قراءتوں پر جمع کے صیغہ سے ہیں جیسے حَسَرٰتٍ لَّاٰیٰتٍ اَلْمُثُلٰتُ ان پر سب حضرات تا ہی سے وقف کرتے ہیں اور ان میں ھا سے وقف کرنا لحن اور قراءۃ اور عربیت دونوں کی رو سے غلط ہے۔ چہارم: وہ کلمات جو ضمیر کی طرف مضاف ہوں واحد ہوں جیسے نِعْمَتَہٗ نِعْمَتِیَ خواہ جمع جیسے وَکَلِمٰتِہٖ اٰیٰتِی ان میں تا کلمہ کے درمیان ہے اس لیے وقف تا سے بعد والے حرف پر ہوتا ہے پس تا تا ہی رہتی ہے۔

فائدہ: (۱) تائے مجرورہ پر ھا سے وقف کرنا گو رسم کے خلاف ہے لیکن اصل کے موافق ہے کیونکہ قریش کا لغت یہی ہے جو فصیح تر ہے۔ پس چونکہ اس لغت کی رو سے تانیث کی ھا وصلاً تا اور وقفاً ھا ہے اس لیے ھا سے وقف کرنے کی صورت میں اس کی دونوں اصلوں پر عمل ہو جاتا ہے اور تا سے وقف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ظاہراً بھی رسم کے موافق ہے اور یہ بنی طے کا لغت ہے چنانچہ نداء یٰٓاَھْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَتْ اور اس کا جواب مَامِنَّا مَنْ یَّحْفَظُ مِنْھَا اٰیَتْ اسی لغت کے موافق ہے (۲) اِذَا کُتِبَتْ بِالتَّآءِ سے خلاف کے محل کی تعیین ہو گئی یعنی اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ ھا تا کی شکل میں ہو اور وقف کی قید سے نکل آیا کہ وصل میں تا ہی پڑھنے پر اجماع ہے (۳) بِالتَّآءِ سے باقی چار کی قراءۃ بھی نکل آئی۔ اب شعر ۴ و ۵ میں تا کے وہ پانچ کلمات بیان فرماتے ہیں جن میں مذکورۂ بالا کلیہ کے خلاف کیا گیا ہے کہ ھا سے وقف کرنے والوں میں سے بھی بعض نے تا سے وقف کیا ہے اور تا سے وقف کرنے والوں میں سے بعض نے ھا سے کیا ہے۔

تائے مجرورہ کے وہ پانچ کلمات جن میں بعض نے اس کلیہ کے خلاف وقف کیا ہے جو ابھی شعر ۳ میں بیان ہوا ہے

۴/۳۴۹ وَفِی اللّٰتَ مَعْ مَرْضَاتِ مَعْ ذَاتَ بَھْجَۃٍ وَلَاتَ رِضًا ھَیْھَاتَ ھَادِیْہِ رُفِّلَا

ترجمہ: اور (تو اس) اَللّٰتَ (نجم ع ۱) میں جو مَرْضَاتِ کے ساتھ ہے (نیز) جو ذَاتَ بَھْجَۃٍ (نمل ع ۵) کے ساتھ ہے اور لَاتَ (صٓ ع ۱) میں (چاروں میں صرف کسائی کے لیے ھا سے وقف کر یہ وقف اماموں کا) پسند کیا ہوا ہے (چنانچہ فراء کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کسائی نے ابو ققعس اسدی سے سوال کیا تو انہوں نے اَللّٰتَ میں اَللّٰہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَاتَ میں لَاہْ اور ذَاتَ میں ذَاہ بتایا) اور ھَیْہَاتَ (مومنون ع ۳ میں دونوں جگہ صرف بزی اور کسائی کے لیے ھا سے وقف کر یعنی ھَیْہَاہْ طالب علم کو) اس (ھَیْہَاتَ پر ھا سے وقف کرنے) کی (طرف) ہدایت کرنے والا باعزت سمجھا گیا ہے (یعنی چونکہ اس پر دو اماموں نے ھا سے وقف کیا ہے اس لیے اس کے قائل کا قول معتبر اور زیادہ باوقعت ہے)

تائے مجرورہ کے جو پانچ کلمات کلیہ کے خلاف ہیں ان میں کا پانچواں کلمہ اور حذف یعنی کسی حرف کا کم کر دینا

۵
۳۸۰ وَقِفْ يَا اَبَهْ كُفُوًا دَنَا وَكَاَيِّنِ الْ ۔ وُقُوْفُ بِنُوْنٍ وَّهُوَ بِالْيَاءِ حُصِّلَا

ترجمہ: اور تو (یَآاَبَتِ میں صرف ابن عامر اور ابن کثیر کے لیے) یَآاَبَہْ (کہنے والا بن کر) وقف کر (یعنی تا کو ھا سے بدل دے) حالانکہ تو (قراءۃ کی توجیہ بیان کرنے میں دوسرے علماء کا ایسا) ہمسر (اور ہم جنس) ہے جو (تواضع کے سبب مخلوق سے یا زہد کے باعث خالق سے) قریب ہو گیا ہے اور کَاَیِّنْ جو ہے (اس میں اوروں کے لیے تو) وقف نون پر ہے (جو رسم کے موافق ہے) اور یہی (وقف اس میں ابو عمرو کے لئے) یا پر ہے (جو اصل کے موافق ہے کیونکہ یہ کلمہ اَیٌّ ہے جس پر تشبیہ کا کاف داخل ہو گیا ہے اور اس میں عام قاعدہ کے خلاف تنوین کو نون کی شکل میں لکھا ہے پس یہ زیر کی تنوین کو وقف کے عام قاعدہ کے موافق اس میں حذف کر دیتے ہیں) حالانکہ یہ (وقف اہل ادا سے اسی طرح) حاصل کیا گیا ہے (یا یہ وقف اس میں یا پر حاصل کیا گیا ہے)

شرح: یعنی شعر ۴ کے پہلے چار کلمات میں صرف کسائی ھا سے وقف کرتے ہیں اور اللّٰہ مَرْضَاہْ اور ذَاتَ بُھْجَۃٍ میں ذَاہْ اور وَلَاتَ حِیْنَ (صٓ ع ۱) میں وَلَاہْ پڑھتے ہیں اور ھَیْہَات میں صرف بزی اور کسائی کے لیے اور یَاَبَتِ میں آٹھوں جگہ صرف ابن کثیر اور ابن عامر کے لیے ھا سے وقف ہے اور جو باقی رہے وہ چھٹوں کلمات میں تا سے وقف کرتے ہیں اور ذَاتَ بُھْجَۃٍ میں اختلاف ذَاتَ کی تا میں ہے نہ کہ بُھْجَۃٍ والی میں کیونکہ اس پر تو سب ہی ھا سے وقف کرتے ہیں اور بُھْجَۃٍ کی قید سے ذَاتَ بَیْنِکُمْ (انفال ع ۱) اور ذَاتَ قَرَارٍ (مومنون ع ۳) وغیرہ نکل گئے کیونکہ ان میں سب کے لیے تا ہی سے وقف ہے۔ اور وَکَاَیِّنْ میں ساتوں جگہ ابو عمرو یا پر اور باقی چھ نون پر وقف کرتے ہیں پس ان کے لیے تو وصل کی طرح وقفاً بھی وَکَاَیِّنْ رہتا ہے اور ابو عمرو کے لیے وَکَاَیّ ہو جاتا ہے۔

فائدہ ۱: (۱) ان کلمات میں ھا سے وقف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں جو تا ہے وہ چونکہ وصلاً متحرک ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتی ہے اس لیے یہ تانیث کی اس تا کے مشابہ ہے جو اسموں میں آیا کرتی ہے پس کسائی پہلے پانچ کلمات میں اپنے عام قاعدہ پر عمل کرتے ہیں تاکہ پورے باب کا حکم یکساں رہے اور پہلے چار میں ابن کثیر اور ابو عمرو کے موافقت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ھا سے وقف کرنے کی تقدیر پر اَللّٰتَ تو لفظ اَللّٰه کے مشابہ ہو جاتا ہے اور مَرْضَاتَ اس مَرْضَاةٌ کے مشابہ ہو جاتا ہے جو مَرِیْضٌ کی جمع ہے جبکہ وہ ضمیر کی ھا کی طرف مضاف ہو اور ذَاتَ۔ ذُوْ کا مونث ہے جو مذکر کے صیغہ کے طریق پر نہیں ہے اس لیے بِنْتٌ اور اُخْتٌ کی طرح اس پر بھی تا ہی سے وقف کرتے ہیں بخلاف اِبْنَتَ کے کہ وہ اپنے مذکر (اِبْنٌ) ہی کے وزن پر ہے صرف آخر میں تانیث کی تا آگئی ہے اس لیے اس میں وقفاً" تا اور ھا دونوں لغت ہیں اور اسی لیے مکی اور بصری بھی اس میں تا کو ھا سے بدلتے ہیں اور وَلَاتَ میں جو تا ہے وہ اس تائے تانیث کی طرح ہے جو افعال کے آخر میں آیا کرتی ہے جس طرح قَامَتْ اور قَعَدَتْ میں ہے اور اس پر حرکت اس لیے آگئی ہے کہ اس میں دو ساکن جمع ہو رہے تھے نیز اس لیے کہ حروف اور افعال والی تائے تانیث میں فرق ہو جائے اور اسی لیے وَلَاتَ کی تا پر وصلاً" ہمیشہ فتحہ ہی رہتا ہے پس یہ تا اس تائے تانیث کی طرح ہے جو کبھی کبھی ثُمَّ اور رُبَّ کے آخر میں آجاتی ہے جس سے ان کی شکل رُبَّتَ اور ثُمَّتَ ہو جاتی ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ ان دونوں میں ساکن کرنا بھی جائز ہے اس بناء پر کہ ان میں دو ساکن جمع نہیں ہوتے اور وَلَاتَ میں ہو جاتے ہیں اس لیے یہ وصلاً" متحرک ہی رہتی ہے پس چونکہ وَلَاتَ کی اور افعال کی تائے تانیث میں یہ فرق ہے کہ اول ہمیشہ متحرک اور ثانی ساکن رہتی ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس پر تا ہی سے وقف کیا جائے۔ ابو شامہ" ابوبکر بن مہران کی کتاب سے جو کتاب سیبویہ کی شرح ہے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَلَاتَ۔ رُبَّتَ۔ ثُمَّتَ تینوں میں تا اور ھا دونوں سے وقف کرنا درست ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ وَلَاتَ حِیْنَ میں تا حِیْنَ کے ساتھ لکھی ہوئی ہے پس اس صورت میں وقف لَا پر ہوگا اور اس کے بعد تَحِیْنَ رہ جائے گا۔ فراء کہتے ہیں کہ اَللّٰتَ اور وَلَاتَ اور ذَاتَ میں بہ نسبت ھا کے تا سے وقف کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور کسائی نے جو نمل کے اور باقی مقامات کے ذَاتَ میں فرق کیا ہے وہ دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے ہے (۲) دانیؒ کی مفردات میں ہے کہ میں نے ابو الحسن سے بزی کے لیے صرف دوسرے هَیْهَاتَ میں ھا سے وقف پڑھا ہے اور اس فرق کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ هَیْهَاتَ کے دونوں کلمہ مرکب بنائی خَمْسَةَ عَشَرَ کے قائم مقام ہیں پس پہلا درمیان میں آگیا ہے اور مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اسی طرح پڑھا ہے اور ابو جعفر کی قراءۃ پر دونوں میں تا کا کسرہ ہے اور ازرق نے ابو عمرو سے دونوں میں سکون نقل کیا ہے۔ اور فراء اور ابو حاتم کے قول پر ذَاتَ کے تمام کلمات میں ھا سے وقف کرنا درست ہے لیکن سخاوی کی تصریح کے موافق یہ قول صحیح نہیں اس بناء پر کہ اعتماد درایت کے بجائے صحیح روایت پر ہے اور وہ معدوم ہے۔ (۳) اَللّٰتَ مونث ہے اور اس کی دلیل اِلَّا اِنٰثًا (نساء ع ۱۸) ہے اور یہ ایک پتھر کا نام ہے جو طائف میں تھا اور یہ اصل میں لَوْهَةٌ تھا چنانچہ شَاةٌ بھی اصل کی رو سے شَوْهَةٌ تھا لام کلمہ کو حذف کر کے عین کو حرکت دیدی گئی پھر وہ واو الف سے بدل گیا اور جمہور کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءۃ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض کے قول پر لَاتَ۔ لَیْسَتْ کے معنی میں ہے ای لَیْسَتْ تِلْکَ الْمُدَّۃُ حِیْنَ مَنَاصٍ ای مَرْجِعٍ وَّخَلَاصٍ یعنی یہ وقت رہائی کا وقت نہیں ہے اور اس فن میں اصل اعتماد روایت ہی پر ہے رہیں توجیہات سو وہ یہ بتانے کے لیے کی جاتی ہیں کہ یہ درایت کی رو سے بھی صحیح ہے (۴) لَاتَ میں ھا اور تا سے وقف کی تفصیل خلیل، سیبویہ، کسائی، ابو عبیدہ کے مذہب کی رو سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں تا لَا کا جزو ہے حِیْنَ کا نہیں اور امام کے سوا باقی سات مصاحف میں بھی لَا ہی سے متصل ہے اور ابو عبید فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وقف لَا پر ہے اور ابتدا تَحِیْنَ سے ہوگی کیونکہ میں نے اس کو مصحف امام میں دیکھا تو تا کو حِیْنَ سے متصل پایا اور عرب زمانہ کے معنی والے اسموں کے شروع میں تا زیادہ کیا کرتے ہیں۔ اور ائمہ نے ابو عبید کے اس مذہب کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی باقی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ رائیہ کی یا جزری کی شرح میں آئے گی (۵) هَیْهَاتَ بُعْدَ کے معنی میں ہے اور اسم ہے اور اسی لیے اس میں تینوں حرکتیں اور تنوین اور اس کا ترک سب وجوہ جاری ہیں اور یہ رباعی ہے اور یہ اصل میں هَیْهَیَۃٌ تھا زَلْزَلَۃٌ کے وزن پر اور کوفیین کے مذہب پر مضاعف ہے۔ بصریین کے قول پر نہیں پس ھا سے وقف کرنے والے تَوْرٰىۃَ کی طرح اس کی تا کو بھی تانیث کی تا کے مشابہ قرار دیتے ہیں گو اس کے لیے مذکر نہیں ہے اور تا سے وقف کرنے والے رسم کی پیروی کرتے ہیں۔ رہا مَنٰوۃَ سو اس پر سب حضرات ھا ہی سے وقف کرتے ہیں۔

فائدہ ۲: (۱) چونکہ یٰاَبَہْ کے بجائے یٰاَبَتِ پڑھنے کی صورت میں بھی وزن درست رہتا ہے اس لیے اس میں مذکور کے لیے ھا تلفظ سے نہیں بلکہ عطف سے نکلی ہے (۲) اس میں جو تا ہے وہ تانیث کی ہے جو اَبُ منادی ہی کے آخر میں اضافت کی یا کے عوض میں آتی ہے اور اسی لیے یہ یا کے ساتھ جمع نہیں ہوتی گو یا کے بدل (الف کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اس بناء پر کہ اس میں قدرے مغایرت ہے چنانچہ یَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاکَا اسی قبیل سے ہے اور اس میں ابن کثیر تو اپنے قاعدہ پر ہیں اور ابو عمرو و کسائی اپنی اصل کے خلاف تا سے وقف کرتے ہیں کیونکہ یہ تا کلمہ کے آخر میں نہیں ہے اس بناء پر کہ اس کے بعد اضافت کی یا مقدر ہے اور ابن کثیر نے اصل کے بجائے تلفظ کا اعتبار کیا ہے ابوبکر بن الانباری کہتے ہیں کہ تا کے کسرہ والوں کے لیے تا ہی سے وقف کرنا چاہیے کیونکہ یہ کسرہ متکلم کی یا پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ یٰقَوْمِ۔ یٰعِبَادِ بھی اسی قبیل سے ہیں اور ان کے لیے ھا سے وقف کرنا درست نہیں یہ ان کی رائے ہے جو ابن کثیر کی صحیح قراءۃ پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ اور ابن عامر کی قراءۃ میں اس تا کا حکم باقی تا آت سے علیحدہ ہے کیونکہ وہ اس کو وصلاً فتحہ سے پڑھتے ہیں پس اسی جداگانہ حکم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اس پر ھا سے وقف کیا ہے اور تا سے وقف کرنے والے پورے باب میں رسم کی پیروی کرتے ہیں (۳) وَکَاَیِّنْ میں زیر کی تنوین کا مرسوم ہونا وصل کے تلفظ کی بناء پر ہے اور اس میں جو واو ہے وہ تلاوت کا نہیں بلکہ عاطفہ ہے تاکہ فَکَاَیِّنْ کو بھی شامل ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل یا قطع

یعنی جو کلمہ رسم میں دوسرے سے متصل ہو اس کو وقفاً" جدا کر دینا

(ص)
۶/۳۸۱ وَمَالِ لَدَی الْفُرْقَانِ وَالْکَھْفِ وَالنِّسَاءِ وَسَالَ عَلٰی مَاحَجَّ وَالْخُلْفُ رُتِّلَا

ترجمہ: اور (وہ) مَالِ جو فرقان (ع ۱) اور کہف (ع ۶) او رنساء (ع ۱۱) اور سَالَ (معارج ع ۲) میں ہے (ان چاروں میں ابو عمرو کے لیے) ما پر (وقف کرنا دلائل کے اعتبار سے) غالب (اور قوی) ہو گیا ہے اور (کسائی کے لیے ما پر وقف کرنے میں) خلاف ظاہر (اور روشن اور خوبصورت) کر دیا گیا ہے (یا یہ خلاف آہستگی اور اطمینان سے نقل کیا گیا ہے پس ان چاروں موقعوں میں ابو عمرو ما پر وقف کرتے ہیں تاکہ اس پر تنبیہہ ہو جائے کہ لام گو رسماً" ما کے ساتھ ہے لیکن معنی کے لحاظ سے اپنے مابعد سے متصل ہے جو اس کا مجرور ہے اورباقی حضرات رسم کی پیروی کے سبب لام پر وقف کرتے ہیں کیونکہ یہ لام ما سے متصل اور اپنے مجرور سے جدا لکھا ہوا ہے اور کسائی دونوں پر عمل کرنے کی غرض سے مَا اور لام دونوں ہی پر وقف کرتے ہیں اور نشر کی رو سے قوی یہ ہے کہ ما پر تو سب کے لیے درست ہے کیونکہ یہ ما موصولہ ہے جو مستقل کلمہ ہے اور لام میں دونوں احتمال ہیں یعنی وقف کے جائز ہونے کا بھی کیونکہ یہ رسماً" مابعد سے جدا ہے اور ناجائز ہونے کا بھی کیونکہ معنی کی رو سے لام اپنے مجرور سے متصل ہے)

شرح: یعنی فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ (نساء ع ۱۱) اور مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ (کہف ع ۶) اور مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ (فرقان ع ۱) اور فَمَالِ الَّذِیْنَ (معارج ع ۲) چاروں میں ابو عمرو ما پر اور کسائی ما اور لام دونوں پر اور باقی پانچ صرف لام پر وقف کرتے ہیں اور ان سب میں اختیاری یا اضطراری ہی وقف ہو سکتا ہے نہ کہ اختباری بھی اور وقف کے بعد مَا اور فَمَا سے لوٹانا ضروری ہو گا۔

فائدہ: (۱) یہاں باقین کی قراءۃ تلفظ سے نکلی ہے (۲) اتحاف البریہ میں صحیح تر مذہب کو اس شعر میں بیان کیا ہے۔

وَمَالِ وَاَیًّا اَوْ بِمَا فِیْھِمَا فَقِفْ لِکُلِّ عَلَی التَّحْقِیْقِ فِیْ وَقْفِ الْاِبْتِلَا

اور مَالِ میں چاروں جگہ اور اَیًّامَّا (اسراع ع ۱۲) میں پانچوں میں سب کے لیے تحقیق قول کی بناء پر دونوں میں اختیاری اور اضطراری وقف مَالِ اور اَیًّا پر کر خواہ مَا پر (۳) مَالِ کے ان چار موقعوں میں یہ اختلاف اس لیے ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان میں لام جارہ اپنے مجرور سے جدا لکھا ہوا ہے تاکہ اس پر تنبیہہ ہو جائے کہ یہ معنی کی رو سے مابعد سے جدا ہے یعنی اس کا جزو نہیں (۴) کسائی کے لیے ما پر وقف اکثر ناقلین نے اور لام پر کم ناقلین نے بیان کیا ہے (۵) لام جارہ میں دو اعتبار ہیں (۱) یہ ایک حرفی کلمہ ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مابعد سے ملا کر لکھا جائے (۲) یہ لام معنی کی رو سے مستقل کلمہ ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے پس دوسرے موقعوں میں اول پر اور ان چار موقعوں میں ثانی پر عمل کیا گیا ہے تاکہ متروک اصل پر تنبیہہ ہو جائے (۶) ان چار موقعوں میں لام کے مابعد سے جدا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ماقبل سے متصل لکھا جائے کیونکہ حقیقت کی رو سے تو یہ مَا سے بھی جدا ہی ہے اور متصل کر دینے سے اس جدائی والے مقصد میں خلل آجائے گا اور جن موقعوں میں مَا موصول ہے جیسے فِيْمَا اور فَأَيْنَمَا وغیرہ وہ ان کے برعکس ہیں کہ ان سے کوئی خلل لازم نہیں آتا اور اس سے نکل آیا کہ ان چار موقعوں میں مَا پر تمام قراء کے لیے وقف جائز ہے۔ **سوال:** جب مَا پر سب کے لیے وقف درست ہے تو ناظم کے اس قول کے کیا معنی ہوگے کہ ابو عمرو مَا پر وقف کرتے ہیں پس تخصیص بے فائدہ ہوگی۔ **جواب:** ان کی خصوصیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ ما ہی پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور باقی قراء ما اور لام دونوں پر کرتے ہیں پس نظم کا مقصود یہ ہے کہ ابو عمرو صرف مَا پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور کسائی ایک قول پر تو انہیں کے موافق ہیں اور دوسرے قول کی رو سے جمہور کی طرح مَا اور لام دونوں پر کرتے ہیں لیکن ظاہر الفاظ سے یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ مَا پر وقف ابو عمرو ہی کے لیے درست ہے باقین کے لیے نہیں۔ اسی لیے علی قاری رحمہ اللہ نے دوسرے مصرع میں اس طرح تغیر کر دیا ہے وَسَالَ عَلٰى مَا حَجَّ لَا اللَّامِ مُحَصِّلَاً اس سے واضح ہوگیا کہ ابو عمرو ما ہی پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور اس کے بعد کسائی اور باقی پانچ کا مذہب بتانے کے لیے اس شعر کا اضافہ کیا ہے۔

وَقَدْ جَوَّزَ الْبَاقُوْنَ وَقْفًا عَلَيْهِمَا وَبِالْخُلْفِ فِي اللَّامِ الْكِسَائِيُّ رَتَّلَا

یعنی باقین نے دونوں پر وقف جائز بتایا ہے اور کسائی نے لام پر خلاف کے ساتھ وقف کیا ہے اور اس کو ترتیل سے پڑھا ہے (۷) قرآن میں ان چاروں موقعوں میں مَا۔ اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے اور مبتدا ہے اور اس کا مابعد خبر ہے (۸) جعبری فرماتے ہیں کہ لام کو مابعد سے جدا کرنے کی صورت میں اَلَّذِیْنَ کے ہمزہ کو ثابت رکھیں گے یہ ارشاد ابتدا کی کیفیت بتانے کے لیے ہے یہ مقصد نہیں کہ مابعد سے ابتدا کرنا درست اور اولیٰ بھی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اختیاری اور اضطراری دونوں طرح کے وقف میں اعادہ اس موقع سے اولیٰ ہوتا ہے جس سے معنی کی عمدگی میں فرق نہ آئے (۹) ابو عمرو نے جو لام پر وقف ناجائز بتایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لام ایک حرفی کلمہ ہے۔ پس با اور تائے جارہ وغیرہ کی طرح لام کا بھی اس کے مجرور سے جدا کرنا درست نہیں اور باقین نے جو دونوں پر جائز بتایا ہے۔ اس کی وجہ رسم کی موافقت اور اصل کی رعایت ہے اور کسائی کے خُلف کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دونوں دلیلوں کا لحاظ کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ھَا پر وقف کرنے کی صورت میں ابو عمرو والی دلیل کا اور دونوں پر کرنے کی صورت میں جمہور والی دلیل کا۔

زیادت یا اثبات

یعنی کلمہ کے آخر میں وقفاً کوئی حرف زیادہ کر دینا

۳۸۲ وَيَا أَيُّهَا فَوْقَ الدُّخَانِ وَأَيُّهَا لَدَى النُّورِ وَالرَّحْمٰنِ رَافَقْنَ حُمَّلَا

ترجمہ: اور یَاَیُّھَا نے دخان کے اوپر (والی سورۂ زخرف ع ۵ میں) اور اَیُّھَا نے نور (ع ۴) اور رحمٰن (ع ۲) میں ان (تینوں) نے (کسائی اور ابو عمرو کے لیے وقفاً ھا کے بعد الف والا ہو کر) ناقلین کی صحبت اختیار کی ہے (اور انہیں سے ہم تک پہنچے ہیں۔ یعنی قراءۃ کے ثبوت کے بارہ میں اصل اعتماد نقل پر ہے گو ان کلمات میں الف والی قراءۃ کی تائید کلمہ کی اصل سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اصل کی رو سے اَیُّھَا الف کے ساتھ ہے)

۳۸۳ وَفِي الْهَا عَلَى الْإِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ لَدَى الْوَصْلِ وَالْمَرْسُومُ فِيهِنَّ أُخْيِلَا

ترجمہ: اور ابن عامر نے وصل میں (ان تینوں کلمات کی) ھا میں (بھی) ایسا ضمہ واقع کیا ہے جو (یا کے ضمہ کی) پیروی (کی بناء) پر ہے (یعنی یا کے ضمہ کی مناسبت سے ھا کو بھی ضمہ دیتے ہیں) اور رسم نے ان (تینوں کلمات) میں (ضمہ کے لغت کو) ظاہر کر دیا ہے (کیونکہ ان تینوں موقعوں میں اَیُّھَا الف کے بغیر لکھا ہوا ہے پس جو اس رسم کو دیکھتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ ان کو بنی اسد کے لغت کے موافق لکھا ہے جس کی رو سے ھا پر ضمہ ہے اور علی قاری فرماتے ہیں کہ رسم ضمہ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ وصل کے تلفظ کی موافقت کی غرض سے الف کے بغیر لکھے گئے ہوں بلکہ ضمہ رسم پر دلالت کرتا ہے اس لیے اگر اَلْمَرْسُوْمُ کے میم پر نصب ہوتا تو یہ معنی صفائی کے ساتھ نکل آتے اور خلاصہ یہ ہو جاتا کہ ضمہ نے یا ضمہ دینے والے نے رسم کو ظاہر کر دیا ہے اور احقر کے خیال میں اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ رسم نے ان تین کلمات میں دوسری قراءۃ کو بھی ظاہر کر دیا ہے کہ وہ وقفاً الف کے حذف سے ہے)

شرح: یعنی یٰاَیُّہَ السّٰحِرُ (زخرف ع ۵) اور اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ (نور ع ۴) اور اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ (رحمٰن ع ۲) تینوں میں ابو عمرو اور کسائی کے لیے وقفاً "یَاَیُّہَا اور اَیُّہَا" ہے یعنی ھا کے بعد الف پڑھتے ہیں جو تلفظ سے سمجھا گیا ہے کیونکہ ان کو شعر میں الف کے بغیر پڑھنے سے وزن درست نہیں رہتا اور گو ان میں رسماً الف نہیں ہے لیکن اصل کی رو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تھا جو وصل میں بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو گیا تھا۔ اور وصلاً" ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور ابن عامر کے لیے وصلاً" یٰٓاَیُّهُ السّٰحِرُ اور اَیُّهُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اَیُّهُ الثَّقَلٰنِ ہے یعنی یا کے ضمہ کی مناسبت سے ھا کا بھی ضمہ پڑھتے ہیں اور وقفاً" یٰٓاَیُّهْ اور اَیُّهْ ہے اور ھا میں سکون' اشمام' روم تینوں درست ہیں اور باقی چار کے لیے وصلاً" ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور یہ فتحہ ضمہ کی ضد سے نکلا ہے اور وقفاً" الف کا حذف اور ھا میں صرف سکون ہے اور ان تین کے سوا باقی مقامات میں اَیُّهَا میں ہر جگہ ھا کے بعد الف لکھا ہوا ہے اور وصلاً" سب کے لیے ھا کا فتحہ اور الف کا حذف ہے اور وقفاً" سب کے لیے یٰٓاَیُّهَا اور اَیُّهَا ہے الف کے اِثبات سے۔

فائدہ: (۱) شعر ۷ میں اَیُّهَا کو الف سے لائے ہیں پس گویا یہ فرمایا ہے کہ ان میں ابو عمرو اور کسائی کے لیے وقفاً" الف کا اثبات ہے اسی بناء پر باقین کے لیے ضد سے حذف نکل آیا (۲) ان تینوں موقعوں میں حالین میں دو قراء تیں ہیں اور باقی مقامات میں صرف ایک ہے (۳) اَیُّهَا کے انہیں تین موقعوں میں اختلاف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں منادیٰ واحد' تثنیہ' جمع تینوں صیغوں سے آرہا ہے۔ (۴) چونکہ اَلْ والا اسم پہلے ہی سے معرفہ ہوتا ہے اور اس پر حرف ندا لانے میں تحصیل حاصل لازم آتی تھی اس لیے عرب نے یا اور اَلْ میں اَیٌّ مبہم سے جدائی کر دی جو منادیٰ پر بھی صادق ہے اور اَیٌّ کو منادیٰ کی طرف مضاف نہیں کیا تاکہ وہ منادیٰ ہونے سے نکل نہ جائے اور اس کے مضاف الیہ کے عوض میں تنبیہہ کی ھا لے آئے اس لیے مناسب یہ تھا کہ اس کے الف کو ہر جگہ ثابت رکھا جائے لیکن ان تین موقعوں میں الف کے بغیر لکھا ہے جس کی دو وجوہ ہیں (۱) تاکہ وقف کا تلفظ بھی وصلی تلفظ کے مطابق ہو جائے (۲) ھا کے ضمہ والے لغت پر تنبیہہ ہو جائے جو بنی اسد کا لغت ہے چنانچہ اَیُّهُ الرَّجُلُ اَقْبِلْ بولتے ہیں پس انہوں نے اس ھا کو ضمیر کی ھا کے مرتبہ میں قرار دیا ہے اور اسی طرح کبھی ضمیر کی ھا کو ھائے سکتہ کے اور سکتہ کی ھا کو ضمیر کی ھا کے مرتبہ میں بھی سمجھ لیتے ہیں چنانچہ ضمیر کی ھا کو ساکن کر دیتے ہیں اور سکتہ کی ھا کو حرکت دیدیتے ہیں (۵) الف کے حذف کی وجہ رسم کی موافقت ہے اور اثبات کی وجوہ دو ہیں (۱) اصل کی طرف رجوع (۲) فصیح تر لغت (فتحہ) کی تصریح۔ اور ابن عامر کا ضمہ یا تو یا کے ضمہ کی پیروی کی بناء پر ہے یا رسم کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہے (۶) چونکہ زخرف میں یٰٓاَیُّهَا اور نور و رحمٰن میں اَیُّهَا ہے اس لیے اَیُّهَا کو دوبارہ لائے ہیں (۷) اَیُّهَا ان تینوں موقعوں میں اصل کے لحاظ کے بغیر وصل کے تلفظ کے موافق الف کے حذف سے لکھا ہوا ہے جیسا کہ وَیَمْحُ اللّٰهُ (شوریٰ ع ۳) بھی اسی بناء پر واو کے بغیر لکھا ہوا ہے اور وقف بھی سب کے لیے واو کے بغیر ہی ہے۔ **سوال**: ناظمؒ نے اَیُّهَا کا تلفظ رسم کے خلاف الف کے اثبات سے کیا ہے اس سے مذکور کی قراءۃ تو نکل آئی لیکن باقین کی قراءۃ کہاں سے نکلتی ہے۔ **جواب**: دو طرح سے (۱) الف سے تلفظ کرنا اس مرتبہ میں ہے کہ مذکور کے لیے الف کا اثبات ہے اور اس کی ضد حذف ہے (۲) شعر ۸ کے ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ سے یعنی ابن عامر نے ھا کو ضمہ دیا ہے اس سے نکل آیا کہ اس کی رسم بھی الف کے بغیر ہی ہے اور باقین کی قراءۃ بھی یہی ہے کیونکہ الف سے پہلے حرف پر ضمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آسکتا (۸) سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اَیُّھَا میں ھا جس طرح لفظاً'' کلمہ کے آخر میں ہے اسی طرح معنیً'' بھی اس کو آخر ہی میں سمجھ لیا اور جس طرح مناویٰ مفرد کے آخری حرف پر ضمہ آتا ہے اسی طرح اس ھا کو بھی ضمہ دیدیا (۹) چونکہ یہ ھا تنبیہ کی ہے جس کا الف بعد کے ساکن کی بناء پر حذف ہو گیا ہے اس لیے فتحہ والی قراءۃ اولیٰ ہے (۱۰) سخاویؒ کے بیان کی رو سے خود ناظمؒ نے ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ اور ضَمُّ ابْنِ عَامِرٍ دونوں وجوہ جائز بتائی ہیں اول فعل و فاعل کی اور ثانی ابتدا کی بناء پر ہے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں ضَمَّ۔ اَوْقَعَ الضَّمَّ کے معنی میں ہے اور یہ یُجْرَحُ فِیْ عَرَاقِیْبِھَا اور نُصَلِّیْ کے باب سے ہے (۱۱) ابراز میں ہے کہ شیخ سخاویؒ کے قول پر وَالْمَرْسُوْمُ فِیْھِنَّ جملہ اسمیہ ہے ای اَلْمَرْسُوْمُ اسْتَقَرَّ فِیْھِنَّ اور اَخْیَلُ یمنی چادر کے معنی میں ہے اور اِسْتَقَرَّ کی ضمیر سے حال ہے اَیِ اسْتَقَرَّا الرَّسْمُ مُشْبِھًا ذٰلِکَ پس رسم کو یمنی چادر سے تشبیہ دی ہے اور اس میں دوسرے شارحین نے بھی ان کی پیروی کی ہے حالانکہ لغت کی رو سے اَخْیَلُ پرندہ کے یا متکبر انسان کے معنی میں ہے رہے یمنی چادر والے معنی سو وہ اہل لغت میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیے اور میں نے اس بارہ میں مشہور کتب کو تلاش کیا تو ان میں سے کسی میں بھی نہیں پایا پھر اگر اس کو صحیح مان بھی لیں تب بھی اس لفظ سے جو معنی نکلتے ہیں ان سے کوئی مفید مطلب برآمد نہیں ہوتا اور میں مدتوں سوچتا رہا کہ کوئی ایسا صحیح مطلب نکل آئے جو اس لفظ سے مراد لیا جا سکے تو میرے ذہن میں یہ آیا کہ اَخْیَلاً خبر ہے اور ماضی کا صیغہ ہے اور مَرْسُوْم۔ مَجْلُوْد اور مَفْتُوْن کی طرح مصدر ہے جو رسم کے معنی میں ہے اور یہ جوہری اور ابن سیدہ کی نقل کے مطابق اَخَالَتِ السَّمَآءُ وَاَخْیَلَتْ سے ہے جس کو اس وقت استعمال کرتے ہیں جب آسمان پر ابر ہو اور بارش کی امید ہو پس ناظم نے یہاں اس کو مجاز کے طور پر استعمال کیا ہے پھر وہی معنی بیان کیے ہیں جو ترجمہ میں درج ہو چکے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے قصیدہ کا ایک صحیح نسخہ ملا جس میں اس مقام میں کنارہ پر حاشیہ تھا جو ابو عبداللہ قرطبیؒ کے نسخہ کے حواشی سے منقول تھا اور وہ یہ تھا یُقَالُ سَحَابٌ مُّخِیْلٌ اَیْ حَقِیْقٌ بِالْمَطَرِ یعنی بدلی بارش کے لائق ہے اور یہی قول مجھے ایک اور نسخہ کے کنارہ پر ملا جو ناظمؒ کے روبرو پڑھا گیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس میں جتنے بھی حواشی تھے وہ ناظمؒ ہی کے کلام سے تھے اور اس میں اتنی عبارت اور زائد تھی فَکَانَ الرَّسْمُ حَقِیْقٌ بِضَمِّ الْھَآءِ اِذَا جَآءَ بِغَیْرِ الْاَلِفِ یعنی جب رسم الف کے بغیر آئی ہے تو وہ ھا کے ضمہ کے لائق (اور اس کے مناسب) ہے اور ایک اور نسخہ جو ناظم کے روبرو کئی بار پڑھا گیا تھا اس کے حاشیہ پر یہ عبارت ملی وَھُوَ مِنْ قَوْلِھِمْ اَخَالَ السَّحَابُ وَاَخْیَلَ اِذَا کَانَ حَقِیْقًا بِالْمَطَرِ وَلَمَّا رُسِمَتْ ھٰذِہِ الْمَوَاضِعُ بِغَیْرِ الْاَلِفِ اِجْمَاعًا کَانَ فِیْہِ حُجَّۃٌ لِّاَبْنِ عَامِرٍ اور یہ عرب کے قول اَخَالَ السَّحَابُ وَاَخْیَلَ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی بدلی بارش کی امید کے لائق ہو اور چونکہ یہ تینوں موقع الف کے بغیر لکھے ہوئے ہیں اس لیے اس رسم میں ابن عامر (کی قراءۃ) کے لیے دلیل (موجود) ہے میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ ناظمؒ کی مراد یہی ہے اور ابو عبداللہ وغیرہ نے اس کو ان سے سنا ہے واللہ اعلم (۱۲) اَیُّھَا کو صرف انہیں تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقعوں میں الف کے بغیر لکھنا اس اشارہ کے لیے ہے کہ ان کا اس طرح لکھنا بھی درست ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں (۱) جمہور کی قراءۃ پر الف کے بجائے فتحہ کو کافی سمجھ لینا (۲) ابن عامر کی قراءۃ والے لغت کی موافقت۔

فصل و قطع ایضاً

۹/۳۸۴ وَقِفْ وَيْكَأَنَّهُ وَيْكَأَنَّ بِرَسْمِهِ ۔۔۔ وَبِالْيَاءِ قِفْ رِفْقًا وَبِالْكَافِ حُلِّلَا

ترجمہ: اور تو (سب کے لیے قصص ع ۸ کے وَيْكَأَنَّهُ میں) وَيْكَأَنَّهُ (اور وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ میں) وَيْكَأَنَّ (پر) اس کی (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کی) رسم کے موافق (پورے کلمہ پر) وقف کر (یعنی اول میں ھا پر اور ثانی میں نون پر اور درمیان میں بالکل نہ کر) اور تو (ان دونوں میں کسائی کے لیے) یا پر (بھی) وقف کر (یعنی وَیْ پر) حالانکہ تو (اس کی توجیہ کی تقریر اور معنی کے سمجھانے میں طلباء پر) نرمی (اور مہربانی کرنے) والا ہو اور (ابو عمرو کے لیے ان دونوں میں) کاف پر (وقف کر یعنی وَیْکَ پڑھ) یہ (وقف معنی کی رو سے) جائز (اور مباح) کر دیا گیا ہے (پس جو اس کے منکر ہیں وہ غلطی پر ہیں)

شرح: یعنی قصص (ع ۸) کے وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ اور وَيْكَأَنَّهُ دونوں میں تمام قراء پورے کلمہ پر وقف کرتے ہیں اور اول میں وَيْكَأَنْ اور ثانی میں وَيْكَأَنَّهْ پڑھتے ہیں اور ھا میں سکون، اشمام، روم تینوں درست ہیں اور چونکہ رسم کی رو سے پورا مجموعہ ایک کلمہ ہے اس بناء پر کہ وَیْ کاف سے اور کاف اَنَّ سے متصل ہے اس لیے نشر و طیبہ کی رو سے سب کے لیے پورے ہی کلمہ پر وقف کرنا اولیٰ ہے۔ اور کسائی کے لیے یا پر وقف کرنا بھی درست ہے کیونکہ ان کی رائے پر یہ معنی کی رو سے دو کلمہ ہیں جن میں سے ایک وَیْ اور دوسرا کَاَنَّ اور کَاَنَّهٗ ہے اور ابو عمرو کے لیے یا پر تو نہیں لیکن کاف پر وقف کرنا درست ہے کیونکہ یہ بھی ان کو دو کلمہ مانتے ہیں جن میں سے ایک وَیْکَ اور دوسرا اَنَّ ہے اور اتحاف میں ہے کہ وَیْ پر وقف کر کے کاف سے اور کاف پر وقف کر کے اَنَّ اور اَنَّهٗ سے ابتدا کرنا درست نہیں بلکہ وَیْ سے لوٹانا چاہیے۔

فائدہ: (۱) اس کلمہ میں یہ تینوں وقف اختباری اور اضطراری ہیں نہ کہ اختیاری اور وَيْكَأَنَّهُ کی ھا میں تینوں وجوہ درست ہیں اور اس کا ساکن لانا ضرورت کی بناء پر ہے۔ نیز یہ بتانے کے لیے کہ اس میں ھا کا تلفظ بھی ضروری ہے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس میں صرف اسکان ہوگا (۲) ابو عمرو اور کسائی کے سوا باقی پانچ کے لیے یا اور کاف پر وقف کرنا صحیح نہیں (۳) خلاصہ یہ کہ ابو العلاء اور ابن الیزیدی کی تصریح کے موافق اختلاف صرف یا اور کاف میں ہے جو درمیانی حروف ہیں رہے نون اور ھا جو آخری حروف ہیں سو ان پر سب کے لیے وقف کرنا درست ہے۔ مکی فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکی فرماتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ کسائی اور ابو عمرو بھی جماعت کی طرح ہیں (۴) جعبری فرماتے ہیں کہ وَیْ ایسا کلمہ ہے جس کو تعجب اور شرمندگی ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا کرتے ہیں اور یہاں کاف تشبیہ کے معنی سے خالی ہے اور اس کو اَنَّ کے ساتھ ملا کر ایک کلمہ بنا دیا ہے اور اسی لیے ہمزہ پر فتحہ آگیا ہے اور حدیث کَاَنَّکَ بِالدُّنْیَا لَمْ تَکُنْ وَبِالْاٰخِرَةِ لَمْ تَزَلْ بھی اسی معنی میں ہے اور امرؤالقیس کا قول کَاَنِّیَ لَمْ اَرْکَبْ جَوَادًا لِّلَذَّةٍ بھی اسی قبیل سے ہے اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وَیْ کے بعد کاف کی توجیہ یہ ہے کہ اس میں یقین حاصل ہو جانے کی بناء پر آئندہ پیش آنے والی حالت کو واقع شدہ حالت سے تشبیہ دی گئی ہے اور یقینی چیز آنکھوں سے دیکھی ہوئی کے مرتبہ میں ہوا کرتی ہے اور ابو عمرو نے وَیْکَ کو ایک کلمہ قرار دیا ہے جس کی اصل وَیْلَکَ تھی پھر اس میں سے لام حذف ہو گیا اور یہ بھی ایک لغت ہے اور شعر

اَلَاوَیْکَ الْمَسَرَّةُ لَا تَدُوْمُ وَلَا یَبْقٰی عَلَی الْبُؤْسِ النَّعِیْمُ

بھی اسی قبیل سے ہے اور اَنَّ کے ہمزہ کا فتحہ اِعْلَمْ یا لام جارہ مقدر کی بناء پر ہے اور جماعت کی قراءة کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی ابو عمرو کی قراءة والے بھی اور کسائی کی قراءة والے بھی چنانچہ ابو الفتح بن جنی کہتے ہیں کہ وَیْکَاَنَّہٗ بھی انہیں مثالوں میں سے ہے۔ جن میں ایک لفظ سے دو معنی لے سکتے ہیں اور سیبویہ اور خلیل کے مذہب کی رو سے وَیْ ایک جدا کلمہ ہے جو اسم فعل ہے اور خبر میں آتا ہے اور تعجب کے معنی دیتا ہے یعنی میں تعجب کرتا ہوں پھر اس کے بعد استیناف کے طور پر فرماتے ہیں کَاَنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ اور ابو علی سیبویہ کے قول کی تائید میں کہتے ہیں کہ کَاَنَّ کبھی زائد کے مرتبہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں عمر رضی اللہ عنہ کا یہ شعر نقل کیا ہے

کَاَنَّنِیْ حِیْنَ اُمْسِیْ لَا یُکَلِّمُنِیْ ذُوْبُغْیَةٍ یَّشْتَھِیْ مَالَیْسَ مَوْجُوْدًا

شام کے وقت جو صاحب حاجت بھی مجھ سے بات کرتا ہے وہ وہی چیز طلب کرتا ہے جو موجود نہیں ہوتی یعنی میں شام کے وقت بالکل خالی ہو جاتا ہوں۔ اور کَاَنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ بھی اسی قبیل سے ہے ای ھُمْ لَا یُفْلِحُوْنَ اور ابو الحسن (اخفش) کی رائے پر وَیْکَ کاف سمیت ایک کلمہ ہے جو اَعْجَبُ کے معنی میں ہے یعنی تعجب ہے کہ انہوں نے کیسی بری حالت کو پسند کیا تھا پس اَنَّ کو فعل کے اس معنی کا معمول قرار دیا ہے جو وَیْکَ میں ہیں اور کاف کو ذٰلِکَ اور ھُنَالِکَ کے کاف کی طرح خطاب کا حرف مانا ہے۔

وصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جو کلمہ رسما" دوسرے سے جدا ہو اس کو وقفا" متصل کر دینا

۳۸۵ وَأَيَّا بِأَيًّا مَّا شَفَا وَسِوَاهُمَا بِمَا وَبِوَادِ النَّمْلِ بِالْيَا سَنَا تَلَا

ترجمہ: اور (حمزہ اور کسائی کے لیے) اَیًّا مَّا (اسراء ع ۱۲) میں اَیًّا (پر وقف کرنا) جو ہے اس نے شفا دی ہے (اس بناء پر کہ اس کی دلیل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ اَیًّا رسما" ما سے جدا ہے) اور ان (دونوں) کے سوا (باقی پانچ) نے (اس میں) ما پر (وقف کیا ہے اَیًّا پر نہیں کیا) اور وَادِالنَّمْلِ (نمل ع ۲) پر (ابو الحارث اور دوری یعنی پورے کسائی کے لیے) یا سے (وقف کرنا) ایسی روشنی ہے جس نے (نقل کی) پیروی کی ہے۔

شرح: یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا (اسراء ع ۱۲) میں حمزہ اور کسائی ضرورت کے وقت اَیًّا پر وقف کرتے ہیں اور قاعدہ کے موافق تنوین کو الف سے بدل لیتے ہیں اور باقی پانچ مَا پر وقف کرتے ہیں اس بناء پر کہ مَا' اَیًّا کا تتمہ ہے اور گویا حکما" کلمہ اسی پر ختم ہوتا ہے۔ یہ وہ ہے جو نظم اور تیسیر اور قراءۃ کی عام کتب میں مذکور ہے اور نشر و طیبہ کی رو سے اولیٰ یہ ہے کہ تمام قراء کے لیے اَیًّا اور مَا دونوں پر وقف درست ہے کیونکہ دونوں رسم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور وَادِالنَّمْلِ (نمل ع ۲) میں کسائی دال کے بعد یا زیادہ کر کے وقف کرتے ہیں اور وَادِیْ پڑھتے ہیں اور باقی چھ رسم کے موافق یا کے بغیر دال پر وقف کرتے ہیں اور وَادْ پڑھتے ہیں۔

فائدہ: (۱) اَیًّا مَّا۔ اَیًّا اور مَا سے مرکب ہے اور یہ حَیْثُ مَا اور کَیْفَ مَا۔ عَنْ مَّا کی طرح ہے۔ سوال: یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ موصول کلمات میں صرف آخری پر اور مقطوع کلمات میں ہر ایک کلمہ پر وقف کرنا درست ہے اور اَیًّا مَّا میں اَیًّا بھی مَا سے جدا لکھا ہوا ہے پس عَنْ مَّا (اعراف ع ۲۱) اور حَیْثُ مَا اور کَیْفَ مَا وغیرہ کی طرح اَیًّا مَّا میں بھی سب کے لیے اَیًّا اور مَا دونوں پر وقف جائز ہونا چاہیے تھا پھر یہ فرق کس لیے ہے کہ حمزہ اور کسائی تو اس میں دونوں پر وقف کرتے ہیں جو اَیًّا پر تو ناظمؒ کے بیان سے معلوم ہوا ہے اور ما پر ظاہر ہے اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ یہ بعد والے کلمہ سے بالکل جدا ہے اور باقی پانچ اَیًّا پر نہیں کرتے صرف مَا پر کرتے ہیں۔

جواب: عَنْ مَّا وغیرہ میں اور اَیًّا مَّا میں فرق یہ ہے کہ عَنْ مَّا کا مقطوع ہونا تو یقینی ہے کیونکہ اس کو متصل بھی لکھ سکتے تھے اور اس پر بھی جدا لکھا ہے اس سے نکل آیا کہ اس میں اتصال منظور ہی نہیں تھا اور اَیًّا مَّا گو ظاہرا" مقطوع ہے لیکن اس میں موصول ہونے کا احتمال ہے کیونکہ اس میں یا کے بعد الف ہے اور الف کے بعد والا حرف خط میں الف سے متصل ہو ہی نہیں سکتا اور ما زائدہ اکثر موقعوں میں ماقبل سے متصل ہی ہو کر آیا ہے جیسے فَاِمَّا اور فَبِمَا وغیرہ میں ہے اس لیے قراء نے اَیًّا مَّا پر بھی موصول ہی کا حکم جاری کر دیا اور اَیًّا پر وقف نہیں کیا اس اندیشہ سے کہ شاید اہل رسم نے کسی تعلق اور حکمت کی بناء پر ما زائدہ کے دوسرے موقعوں کی طرح اس میں بھی ما کو موصول ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنا چاہا ہو اور پھر الف کی وجہ سے اس کو متصل نہ کر سکے ہوں اس لیے اس کا موصول ہی رکھنا مناسب ہے اور اس سوال و جواب کی حاجت صرف اس صورت میں ہے جبکہ نظم و تیسیر کے ظاہر پر عمل کیا جائے اور نشر کی تحقیق پر عمل کرنے کی صورت میں اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ (۲) اَیًّامَّا میں اَیًّا شرطیہ ہے اور اپنے مجزوم (تَدْعُوْا) کا مفعول بہ ہے اور تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای اَیَّ الْاَسْمَآءِ اور مَا زائدہ ہے جو تاکید کے لیے ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا اور وَقَلِیْلٌ مَّاهُمْ کی طرح یا مَهْمَا کی طرح ہے جو اصل میں مَا مَا تھا اور تکرار تاکید کے لیے تھا پھر دونوں میں لفظاً" فرق کر دیا یہ جعبری کی تحقیق ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر مَا عموم کی تاکید کے لیے ہے مَثَلاً مَّا کی طرح اور چونکہ یہاں اَیًّا میں الف ہے اس لیے مَا کا اَیًّا سے متصل لکھنا ممکن نہیں تھا اس لیے اب اس میں دو احتمال ہیں (۱) واقع کے اعتبار سے اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ (قصص ع ۳) کی طرح متصل ہو (۲) حَیْثُ مَا کی طرح منفصل ہو اور چونکہ اس میں تنوین بھی ہے اس لیے منفصل ہونا ظاہر ہے اور اسی لیے اَیًّا پر وقف واضح ہے (۳) اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ میں سب کے لیے وقف ما ہی پر ہے (۴) بِالْیَاءِ رُقِلَا کے بجائے بِالْیَآ سَنَا تَلَا فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ اس میں یا کے اثبات کی وجہ خوب ظاہر ہے (۵) وَادِ النَّمْلِ میں یا کو وصلاً" بعد کے ساکن کے سبب سب حضرات حذف کرتے ہیں اور اس کے مرسوم نہ ہونے کی وجہ بھی وصل کے تلفظ کی موافقت ہے اور وقفاً" حذف رسم کی پیروی کی بناء پر ہے اور اثبات اصل کی طرف اشارہ کرنے اور یہ بتانے کے لیے ہے کہ وصلاً" اس کا حذف کسرہ کے بجائے ساکن کی بناء پر تھا جیسا کہ اٰتِی الرَّحْمٰنِ میں ہے (۶) مناسب یہ تھا کہ جس طرح هَادٍ۔ وَاقٍ۔ وَالٍ۔ بَاقٍ کو رعد میں اور یَوْمَ یُنَادِ کو سورۂ قٓ میں بیان کیا ہے اسی طرح وَادِ النَّمْلِ کو بھی سورۂ نمل میں بیان کرتے کیونکہ ان چھئوں کلموں کی یا کا حکم دوسری یاآت زوائد کی طرح نہیں ہے اس لیے کہ ان میں وصلاً" کسی کے لیے بھی اثبات نہیں ہے۔

اثبات ایضاً

۳۸۶/۱۱ وَفِیمَهْ وَمِمَّهْ قِفْ وَعَمَّهْ لِمَهْ بِمَهْ ۔ بِخُلْفٍ عَنِ الْبَزِّیِّ وَادْفَعْ مُجَهِّلَا

ترجمہ: اور تو بزی کے لیے خلاف کے ساتھ (فِیمَ۔ مِمَّ۔ عَمَّ۔ لِمَ۔ بِمَ میں) فِیمَهْ اور مِمَّهْ اور عَمَّهْ (اور) لِمَهْ (اور) بِمَهْ (کہنے والا بن کر) وقف کر (یعنی ان پانچوں پر بزی دو طرح وقف کرتے ہیں (۱) سکتہ کی ھا زیادہ کر کے (۲) باقین کی طرح ھا کے بغیر) اور تو (ھا والی قراءۃ کو) جہالت کی طرف منسوب کرنے والے (کے اعتراض اور حملہ) کو (دلائل کے ذریعہ) دفع کر دے (اور یہ بتا دے کہ یہ ھا سکتہ کی ہے جو ما استفہامیہ کے آخر میں ان دو وجوہ سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئی ہے (۱) یہ ھا اس الف کا عوض بن جائے جو حرف جر کے داخل ہونے کے سبب ما استفہامیہ کے آخر میں سے حذف ہوگیا ہے (۲) میم اپنے فتحہ پر باقی رہے جو الف پر دلالت کرتا ہے اور وقف کے سبب اس فتحہ کے نہ رہنے سے ما میں جو دو حرفی کلمہ ہے الف کا حذف اور میم کا سکون دو تغیر جمع نہ ہو جائیں)

شرح: یعنی بزی ان پانچ کلمات میں جو فِیمَ اَنْتَ۔ مِمَّ خُلِقَ۔ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ۔ لِمَ اَذِنْتَ۔ بِمَ یَرْجِعُ وغیرہ میں آرہے ہیں دو طرح وقف کرتے ہیں (۱) ناظمؒ کے تلفظ کے موافق سکتہ کی ھا زیادہ کر کے فِیمَہْ مِمَّہْ عَمَّہْ لِمَہْ بِمَہْ پڑھتے ہیں اور تیسیر کافی تبصرہ میں یہی درج ہے (۲) باقین کی طرح ھا کے بغیر اور دانیؒ نے عبدالعزیز فارسی سے ان کے لیے یہی وجہ پڑھی ہے۔ پس یہی طریق کے موافق ہے اور یہ وجہ زیادات میں سے ہے اور اہوازی‘ ابو العلاء وغیرہ اکثر ناقلین اسی پر ہیں اور ناظمؒ نے یہاں خُلف کے لفظ میں دانی کے اس بیان کی پیروی کی ہے جو تیسیر کے علاوہ ان کی دوسری کتابوں میں ہے پس اثبات میں تیسیر کی اور حذف میں طریق کی موافقت ہوگئی۔ یہاں رسم کی اختلافی موافقت کے سب کلمات ختم ہو گئے رہی وہ موافقت جو متفق علیہ ہے سو اس کی کچھ تفصیل فوائد میں درج کی جائے گی۔

فائدہ ا: (۱) قصیدہ کا وہ نسخہ جو ناظمؒ کے روبرو پڑھا گیا تھا اس کے حاشیہ میں ہے کہ جو فی برہان میں کہتے ہیں کہ یہ سکتہ کی ھا کا زیادہ کرنا درست نہیں کیونکہ یہ رسم میں نہیں ہے اس پر ان سے کہا گیا کیا ابن کثیر وغیرہ وقفا" زائد یا آت کو ثابت نہیں رکھتے حالانکہ وہ بھی رسم میں نہیں ہیں اور ایک جماعت نے بہت سے موقعوں میں رسم کے خلاف وقف کیا ہے اور اعتماد صرف صحیح نقل پر ہے (۲) اس ھا کے زیادہ کرنے میں بزی منفرد نہیں ہیں بلکہ یعقوب کی قراءۃ میں بھی یہ صورت ان پانچوں کلمات میں اور ان کے علاوہ اور کئی قسموں میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی تفصیل وجوہ المسفرہ میں درج ہے نیز ان کلمات میں سکتہ کی ھا کا نہ لکھنا وصل کے اور یَتَسَنَّہْ وغیرہ میں لکھنا وقف کے تلفظ کے اعتبار سے ہے پس جس طرح یَتَسَنَّہْ وغیرہ میں بعض کے لیے وصلا" حذف ہے اسی طرح فِیمَ وغیرہ میں بزی کے لیے وقفا" اثبات ہے اگر حذف صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر اثبات کے درست نہ ہونے کے کیا معنی (۳) ان کلمات میں حذف رسم کی موافقت کے لیے ہے اور اثبات ما استفہامیہ اور خبریہ میں فرق کرنے کے لیے ہے (۴) یہ کلمات عاطف کے بعد ہوں جیسے فَبِمَ۔ فَلِمَ تب بھی یہی حکم ہے (۵) استفہامیہ کی قید سے خبریہ نکل گیا جو فِیمَا هُمْ۔ مِمَّا تَجْمَعُوْنَ۔ عَمَّا کَانُوْا۔ لِمَا مَنَعْتَ۔ بِمَا کَانُوْا وغیرہ میں ہے اور جار کے بعد ہونے کی قید سے مَالِیَ لَا وغیرہ نکل گئے۔

رسم کی اجماعی موافقت کا بیان

اس میں دو بحثیں ہیں۔ پہلی بحث وقفا" مدہ کے حذف و اثبات میں۔ جو مدہ وصلا" دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حذف ہو جائے اگر وہ رسم میں موجود ہو جیسے وَقَالَا الْحَمْدُ۔ فِی الْاَرْضِ۔ قَالُوا الْئٰنَ تو وقفاً" ثابت رہتا ہے اور اگر رسم میں بھی نہ ہو جیسے یُؤْتِ اللّٰہُ (نساء ع ۲۱) نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ (یونس ع ۱۰) تو وقفاً" بھی محذوف ہی رہتا ہے۔
اب مدہ کے تینوں حروف کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

الف مدہ کا بیان

الف اسم میں ہو خواہ فعل میں اصلی ہو خواہ یا سے بدلا ہوا اگر یہ وصلاً" بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو جائے (جیسے کَانَتَا اثْنَتَیْنِ۔ ذَاقَا الشَّجَرَۃَ۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ۔ دَعَوَا اللّٰہَ۔ وَقَالَا الْحَمْدُ۔ تِلْکُمَا الشَّجَرَۃِ اور جیسے اَلْقَتْلَی الْحُرُّ۔ مُوْسَی الْکِتٰبَ۔ وَاٰتَی الْمَالَ۔ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وغیرہ) تو وقفاً" ثابت رہتا ہے۔ لیکن اَیُّھَا میں تین جگہ رسماً" اور وصلاً" محذوف ہے اور وقفاً" اختلاف ہے اور ان کی تفصیل اسی باب کے شعر ۷ و ۸ میں درج ہو چکی ہے۔ اور ان پانچ کلمات میں بھی الف وقفاً" سب کے لیے ثابت رہتا ہے (۱) مِصْرًا (بقرہ ع ۷) (۲) وَلَیَکُوْنًا (یوسف ع ۴) (۳) اِذًا تنوین والا ہر جگہ (۴) لٰکِنَّا (کہف ع ۵) (۵) لَنَسْفَعًا (علق) میں اور ان میں وصلاً" کسی کے لیے بھی الف نہیں ہے۔ صرف نمبر چار میں ابن عامر کے لیے ہے۔ اور ان تین کلمات میں رسماً" تو ثابت ہے اور وصلاً" کسی کے لیے بھی نہیں اور وقفاً" اختلاف ہے جو ان کے موقعوں پر آئے گا۔ (۱) ثَمُوْدَا چار جگہ (یعنی ہود ع ۶ اور فرقان و عنکبوت ع ۴ اور نجم ع ۳ میں) (۲) سَلٰسِلَا (۳) قَوَارِیْرَا دو جگہ (دونوں دہر میں)۔ اور ان تین کلمات میں رسماً" ہے اور وصل و وقف میں ثابت رکھنے میں اختلاف ہے جو ان کے موقعوں پر آئے گا۔ (۱) اَلظُّنُوْنَا (۲) اَلرَّسُوْلَا (۳) اَلسَّبِیْلَا (احزاب ع ۲ و ع ۸ میں)۔ اور لُؤْلُؤًا (حج ع ۳ و فاطر ع ۴) میں رسماً" ہے اور وصلاً" کسی کے لیے بھی نہیں اور وقفاً" جر سے پڑھنے والوں کے لیے نہیں اور نصب والوں کے لیے ہے اور دہر والے میں وقفاً" سب کے لیے ہیں اور باقی موقعوں میں کسی کے لیے بھی نہیں اور اَنَا میں رسماً" اور وقفاً" سب کے لیے ہے اور وصلاً" کسی کے لیے بھی نہیں اور جس اَنَا کے بعد ہمزۂ قطعی ہو اس کا حکم بقرہ (ع ۳۵) میں آئے گا۔

تنبیہہ: اس بیان اور مثالوں سے نکل آیا کہ تثنیہ کا الف بھی بعد کے ساکن کے سبب وصلاً" حذف ہو جاتا ہے۔ پس بعض حضرات کا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ (اعراف ع ۲) اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (یوسف ع ۳) اور وَقَالَا الْحَمْدُ (نمل ع ۲) میں وصلاً" تثنیہ کے الف کا باقی رکھنا لحن اور عربیت کے بالکل خلاف ہے اور لطف یہ ہے کہ دَعَوَا اللّٰہَ (اعراف ع ۲۴) میں یہ حضرات بھی الف کے باقی نہ رکھنے پر متفق ہیں حالانکہ یہ الف بھی تثنیہ ہی کا ہے۔ **سوال:**
شیخ القراء مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ فیوض رحمانی میں درج فرمایا ہے کہ ذَاقَا الشَّجَرَۃَ اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ میں تو وصلاً" الف کا حذف ہی ہے لیکن وَقَالَا الْحَمْدُ میں تثنیہ کے الف کا قدرے اظہار شیوخ سے پہنچا ہے۔ پھر ایک علمی اور معقول تقریر کے ذریعہ اس میں اور ذَاقَا الشَّجَرَۃَ اور وَاسْتَبَقَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْبَابُ میں فرق بھی بتایا ہے اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ وَقَالَا الْحَمْدُ میں الف کا قدرے اظہار کیا جائے۔ **جواب:** یہ بات بلاشک صحیح ہے لیکن فن کی کسی اور کتاب سے اس فرق کی تائید نہیں ہوتی بلکہ محقق رحمتہ اللہ اپنی نشر میں وَقَالَا الْحَمْدُ کو بھی انہیں مثالوں میں لائے ہیں۔ جن میں بعد کے ساکن کے سبب مدہ حذف ہو جاتا ہے اس سے نکل آیا کہ موصوف کی رائے پر بھی اس میں اور دوسرے تثنیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یائے مدہ کا بیان

اس کی دو صورتیں ہیں (۱) وہ یاءات جو رسما" ثابت ہیں (۲) وہ جو رسم میں نہیں ہے پھر دونوں قسموں میں یا کے بعد والے حرف پر حرکت بھی ہوتی ہے اور ساکن بھی ہوتا ہے اس لیے کل قسمیں چار ہو جاتی ہیں۔ **اول:** وہ یا آت جو رسم میں ہوں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کے بعد حرکت والا حرف ہو جیسے اِنِّیْ اَعْلَمُ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ یہ سب کے لیے حالین میں ثابت رہتی ہیں صرف فَلَا تَسْئَلْنِیْ (کہف ع ۹) میں ابن ذکوان کے لیے اثبات و حذف دونوں ہیں (۲) وہ یا آت جن کے بعد ساکن ہو جیسے وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ اَوْفِی الْکَیْلَ۔ بِھٰدِی الْعُمْیِ (نمل ع ۶) یہ یا آت وصلا" بعد کے ساکن کے سبب سب کے لیے محذوف ہوتی ہیں اور وقفا" ساکن کے جدا ہو جانے کے سبب ثابت رہتی ہیں۔ **دوم:** وہ یا آت جو رسم میں نہ ہوں ان کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کے بعد حرکت والا حرف ہو جیسے وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ یہ ایک سو بائیس ہیں جن میں سے ساٹھ الوجوہ المسفرہ کے ترجمہ میں یا آت زوائد کے باب میں درج ہیں اور باسٹھ ابھی تیسویں باب میں آئیں گی ان میں صرف بعض کے لیے حالین میں یا فقط وصل میں اثبات ہے جن کی تفصیل تیسیر اور وجوہ المسفرہ میں زوائد کے باب میں موجود ہے (۲) وہ محذوف یا آت جن کے بعد ساکن ہو جیسے یُؤْتِ اللّٰہُ ایسی یا آت گیارہ کلمات میں ہیں جو سترہ جگہ آئے ہیں اور یہ سب الوجوہ المسفرہ میں الوقف علیٰ مرسوم الخط کے آخر میں درج ہیں۔ قراء سبعہ ان سب کو حالین میں حذف کرتے ہیں صرف ان تین کلمات میں بعض کے لیے وقفا" اثبات ہے چنانچہ وَادِ النَّمْلِ میں کسائی کے لیے اور بِھٰدِ الْعُمْیِ (روم ع ۵) میں حمزہ اور کسائی کے لیے اور یُنَادِ الْمُنَادِ (قٓ ع ۳) میں صرف ابن کثیر کے لیے ہے اور اس آخری میں حذف بھی ہے۔

تنبیہہ: ذیل کی دو قسموں میں بھی یا رسم و وصل و وقف تینوں سے محذوف ہے (۱) متکلم کی وہ یا جو منادیٰ مضاف کے آخر میں ہو۔ عام ہے کہ اس پر ندا کا حرف ہو (جیسے یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ یٰعِبَادِ دونوں زمر (ع ۲) میں۔ یٰقَوْمِ۔ یٰبُنَیَّ۔ یٰاَبَتِ) یا نہ ہو (جیسے رَبِّ اَرِنِیْ۔ رَبِّ قَدْ۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ) اس قسم میں جو یا ہے وہ اضافت کی ہے اور مستقل کلمہ ہے اس سے پہلے کسرہ کو کافی تصور کرنے کے سبب اس یا کے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی لیکن اس قسم میں سے صرف ان تین کلمات میں یا لکھی ہوئی ہے۔ ا و ۲ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ (عنکبوت و زمر ع ۶) ان میں تو یا تمام مصاحف میں ہے (۳) یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ (زخرف ع ۷) اس میں صرف مدنی اور شامی قراءتوں میں ہے (۲) وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا آت جو تنوین کے سبب حذف ہوگئی ہیں اور یہ ان تیس کلمات میں ہیں جو سینتالیس جگہ آئے ہیں (۱) بَاغٍ (۲) عَادٍ دونوں تین تین جگہ (یعنی بقرۃ ع ۲۱، انعام ع ۱۸، نحل ع ۱۵ میں) (۳) مُوصٍ (بقرۃ ع ۲۲) (۴) تَرَاضٍ (بقرۃ ع ۳۰ و نساء ع ۵) (۵) حَامٍ (مائدہ ع ۱۴) (۶) لَاٰتٍ (انعام ع ۱۶ و عنکبوت ع ۱) (۷) غَوَاشٍ (۸) اَیْدٍ (اعراف ع ۵ و ع ۲۴) (۹) هَارٍ (توبہ ع ۱۳) (۱۰) لَعَالٍ (یونس ع ۹) (۱۱) نَاجٍ (یوسف ع ۵) (۱۲) هَادٍ پانچ جگہ (رعد ع ۱ و ع ۵ و زمر ع ۳ و ع ۴ و غافر ع ۴) (۱۳) وَاقٍ تین جگہ (رعد ع ۵ میں دو اور غافر ع ۳ میں ایک) (۱۴) مُسْتَخْفٍ (۱۵) وَالٍ (رعد ع ۲) (۱۶) وَادٍ (ابراہیم ع ۶ و شعراء ع ۱۱) (۱۷) بَاقٍ (۱۸) مُفْتَرٍ (نحل ع ۱۳ و ع ۱۴) (۱۹) لَيَالٍ (مریم و حاقہ ع ۱ و فجر) (۲۰) قَاضٍ (طٰہٰ ع ۳) (۲۱) زَانٍ (نور ع ۱) (۲۲) جَازٍ (لقمان ع ۴) (۲۳) بِكَافٍ (زمر ع ۴) (۲۴) مُعْتَدٍ تین جگہ (قٓ ع ۲ و نٓ ع ۱ و تطفیف) (۲۵) فَانٍ (۲۶) اٰنٍ (۲۷) دَانٍ (رحمٰن ع ۲ و ع ۳) (۲۸) مُهْتَدٍ (حدید ع ۴) (۲۹) مُلٰقٍ (حاقہ ع ۱) (۳۰) رَاقٍ (قیٰمۃ ع ۱) لیکن ان میں سے چار کلمات یعنی نمبر بارہ و تیرہ و پندرہ و سترہ میں صرف ابن کثیر کے لیے وقفاً" یا کا اثبات ہے جیسا کہ رعد میں آئے گا۔

واو مدہ کا بیان

جو واو وصلاً" بعد کے ساکن کے سبب حذف ہو جائے عام ہے کہ واحد میں ہو خواہ جمع میں جیسے يَرْجُوا اللّٰهَ يَمْحُوا اللّٰهُ (رعد ع ۶) تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔ نَسُوا اللّٰهَ مُرْسِلُوا النَّاقَةِ وہ وقفاً" سب کے لیے ثابت رہتا ہے لیکن ان چار فعلوں میں ہر لحاظ سے محذوف ہے (۱) وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ (اسراء ع ۲) (۲) وَيَمْحُ اللّٰهُ (شوریٰ ع ۳) (۳) يَدْعُ الدَّاعِ (قمر ع ۱) (۴) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (علق) اور وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (تحریم ع ۱) میں صَالِح ایک قول پر واحد ہے اور اِنَّ الْاِنْسَانَ (عصر) کی طرح اسم جنس ہے اور دوسرے قول پر جمع ہے پہلی صورت میں واو کو محذوف قرار دینے کی حاجت نہیں اور دوسری تقدیر پر یہ بھی انہیں چار کلمات کے ساتھ شامل ہے جن میں واو ہر اعتبار سے محذوف ہے۔

تتمہ: جو مدہ کسی جازم کے سبب حذف ہو جائے (جیسے وَلَا يَاْبَ، وَلْيَخْشَ، وَلَا تَبْغِ، وَاتَّقِ، وَلَا تَقْفُ، وَلْيَدْعُ) وہ بھی ہر اعتبار سے محذوف ہے۔

دوسری بحث مقطوع و موصول کلمات پر وقف کرنے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ ہر کلمہ کو (خواہ وہ دو حرفوں والا ہو یا زیادہ حرفوں والا) اس کے بعد والے کلمہ سے جدا لکھا جائے لیکن ذیل کے تینتیس کلمات اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور بعض حکمتوں کی بناء پر موصول لکھے جاتے ہیں (۱) وہ حرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنوی جو ایک حرفی ہو جیسے بِسْمِ اللّٰہِ۔ وَلِرَسُوْلِہٖ اَبِاللّٰہِ۔ فَلَقَتَلُوْکُمْ۔ لَاَنْتُمْ وغیرہ (۲) اَلْ تعریفی جیسے اَلْاَمْرُ۔ اَلْاَرْضُ وغیرہ چونکہ یہ کثرت سے آتا ہے اس لیے اس کو بعد والے کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں سمجھ کر متصل لکھتے ہیں (۳) ندائی یا اس کا الف نہیں لکھا جاتا جیسے یٰاٰدَمُ یٰابْنَؤُمَّ (۴) تنبیہہ کی ھا اس کو بھی الف کے بغیر لکھتے ہیں جیسے ھٰذَا۔ ھٰؤُلَآءِ (۵) وہ تمام کلمات جن کے آخر میں متصل ضمیر آ رہی ہو ایک حرف والی ہو یا زیادہ حروف والی جیسے رَبِّیْ۔ رَبُّکُمْ۔ رُسُلُکُمْ۔ مَنَاسِکَکُمْ۔ رُسُلُہٗ۔ رَبُّکُمَا (۶) ہجا کے وہ حروف جو بعض سورتوں کے شروع میں ہیں جیسے الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓصٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ لیکن ان میں سے حٰمٓ عٓسٓقٓ میں حٰمٓ کو علیحدہ لکھا ہے پس اس میں حٰمٓ پر بھی وقف درست ہے (۷) وہ تمام کلمات جن کے شروع میں ایسا ہمزہ ہو جو اپنی تخفیف کے اعتبار سے یا کی یا واو کی صورت میں لکھا ہوا ہو جیسے یَوْمَئِذٍ۔ لِئَلَّا۔ حِیْنَئِذٍ۔ اَؤُنَبِّئُکُمْ (۸) وہ مَا استفہامیہ جو فِیْ۔ مِنْ۔ عَنْ لام اور بائے جارہ کے بعد ہو جیسے فِیْمَ۔ مِمَّ۔ عَمَّ۔ لِمَ۔ بِمَ (۹) اَمْ جس کے بعد ما ہو اس کو ایک میم سے لکھتے ہیں جیسے اَمَّا ذَا۔ اَمَّا اشْتَمَلَتْ (۱۰) وہ اِنْ جس کے ہمزہ پر کسرہ ہو اور اس کے بعد لَا ہو اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے اِلَّا تَفْعَلُوْہُ۔ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ (۱۱) کَالُوْھُمْ (۱۲) وَزَنُوْھُمْ دونوں تطفیف میں گو ان دونوں کے آخر میں ضمیر متصل ہے اور اس اعتبار سے یہ نمبر پانچ میں شامل ہیں لیکن ان کو علیحدہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حذف و ایصال کے قبیل سے ہیں یعنی اصل کی رو سے کَالُوْا لَھُمْ اور وَزَنُوْا لَھُمْ تھے پھر لام کو حذف کر کے فعل کو ضمیر سے متصل کر دیا پس یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ چونکہ یہ اصل میں متصل نہیں تھے اس لیے شاید ان کو مقطوع قرار دیا ہو (۱۳) مَھْمَا ہر جگہ (۱۴) کَاَنَّمَا ہر جگہ (۱۵) فَنِعِمَّا (۱۶) نِعِمَّا (۱۷) رُبَمَا یہ سب کلمات قرآن میں ہر جگہ موصول ہیں ان میں صرف دوسرے ہی پر وقف درست ہے اور اعادہ پہلے کلمے سے ہوگا مثلاً یٰاٰدَمُ میں یا پر اور اَلْمَالُ میں اَلْ پر اور ھٰاَنْتُمْ میں ھا پر وقف نہیں کر سکتے اور اٰدَمُ۔ مَالُ۔ اَنْتُمْ سے اعادہ بھی صحیح نہیں (۱۸) اَلَّا ہمزہ کے فتحہ والا ہر جگہ اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے اَلَّا تَزِرُ۔ اَلَّا یَرْجِعُ لیکن دس جگہ مقطوع ہے یعنی ان میں نون لکھا جاتا ہے جو ابھی مقطوع کلمات کے ذیل میں آئیں گے (۱۹) اِنَّمَا ہمزہ کے کسرہ والا ہر جگہ جیسے اِنَّمَا اَنَا۔ اِنَّمَا نَحْنُ لیکن انعام (ع ۱۶) میں مقطوع اور اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰہِ نحل (ع ۱۳) میں ایک قول پر مقطوع اور دوسرے پر موصول ہے اور یہی مشہور تر ہے (۲۰) اَنَّمَا ہمزہ کے فتحہ والا ہر جگہ جیسے اَنَّمَا نُمْلِیْ۔ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ لیکن وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ (حج ع ۸ و لقمان ع ۳) میں مقطوع ہے اور اَنَّمَا غَنِمْتُمْ (انفال ع ۵) میں اختلاف ہے لیکن اکثر مصاحف میں موصول ہے اور بعض نے وَلَوْ اَنَّمَا (لقمان ع ۳) کو بھی مقطوع بتایا ہے لیکن اس پر اعتماد نہیں ہے (۲۱) اِمَّا ہمزہ کے کسرہ والا ہر جگہ اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ لیکن وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ (رعد ع ۶) میں مقطوع ہے یعنی اس کو نون سے لکھتے ہیں (۲۲) اَیْنَمَا (بقرہ ع ۱۳ و نحل ع ۱۰) میں اور نساء (ع ۱۱) اور شعرا (ع ۵) اور احزاب (ع ۸) والا بعض میں موصول اور بعض میں مقطوع ہے لیکن نساء والا اکثر میں مقطوع ہے (۲۳) فَاِلَّمْ (صرف ہود ع ۲ میں) اس کو نون کے بغیر لکھتے ہیں (۲۴) اَلَّنْ دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ یعنی کہف (ع ۶) اور قیامہ (ع ۱) میں اس کو بھی نون کے بغیر لکھا ہے اور اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ (مزمل ع ۲) میں اختلاف ہے لیکن اس کا مقطوع اور نون سے ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی قطع ہی پر ہے (۲۵) عَمَّا ہر جگہ اس کو بھی نون کے بغیر لکھتے ہیں جیسے عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ لیکن عَنْ مَّا نُھُوْا (اعراف ع ۲۱) مقطوع اور نون سے ہے (۲۶) مِمَّا ہر جگہ نون کے بغیر ہے جیسے مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ مِمَّا نَزَّلْنَا لیکن نساء اور روم (ع ۴) میں مقطوع اور نون سے ہے یعنی مِنْ مَّا مَلَکَتْ اور منافقون (ع ۲) والے میں اختلاف ہے (۲۷) مِمَّنْ ہر جگہ نون کے بغیر ہے جیسے مِمَّنْ مَّنَعَ اور مِمَّنِ افْتَرٰی (۲۸) اَمَّنْ ہر جگہ ایک میم سے ہے جیسے اَمَّنْ یَّمْلِکُ۔ اَمَّنْ خَلَقَ لیکن نساء (ع ۱۶) اور توبہ (ع ۱۳) اور صٰفّٰت (ع ۱) اور فصلت (ع ۵) میں ان چار جگہ مقطوع اور دو میموں سے ہے یعنی اَمْ مَّنْ (۲۹) کُلَّمَا ہر جگہ جیسے اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ۔ کُلَّمَا جَآءَھُمْ لیکن مِنْ کُلِّ مَا ابراہیم (ع ۵) تمام مصاحف میں مقطوع ہے اور نساء (ع ۱۲) اعراف (ع ۴) اور مومنون (ع ۳) اور ملک (ع ۱) میں اختلاف ہے مگر آخری تین اکثر میں موصول ہیں (۳۰) بِئْسَمَا یہ نو جگہ آیا ہے ۱ و ۲ بقرہ ع ۱۱ میں (۳) اعراف ع ۱۸ میں (۴) بقرہ ع ۱۲ (۵) آل عمران ع ۱۹ میں ۶ تا ۹ مائدہ ع ۹ و ع ۱۱ میں دو دو جگہ نمبر ایک سب میں موصول ہے اور نمبر دو و تین یعنی بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ اور بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ میں اختلاف ہے لیکن دونوں کا موصول ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی اسی پر ہے اور باقی چھ سب میں مقطوع ہیں (۳۱) فِیْمَا ہر جگہ موصول ہے جیسے فِیْمَا اَخَذْتُمْ لیکن ان دس موقعوں میں اختلاف ہے اور یہ اکثر میں مقطوع اور بعض میں موصول ہیں اور عمل قطع ہی پر ہے (۱) بقرہ (ع ۳۱) (۲) مائدہ (ع ۷) ۳ و ۴ انعام (ع ۱۸ و ع ۲۰) (۵) انبیاء (ع ۷) (۶) نور (ع ۲) (۷) روم (ع ۴) ۸ و ۹ زمر (ع ۱ و ع ۵) (۱۰) واقعہ (ع ۲) میں اور شعراء (ع ۸) والا فِیْ مَا ھٰھُنَا سب میں مقطوع ہے چنانچہ بعض نے اس پر اجماع بھی بتایا ہے (۳۲) لِکَیْلَا چار جگہ آل عمران (ع ۱۶) وحج (ع ۱) و احزاب (ع ۶) و حدید (ع ۳) میں اور ان میں سے آل عمران والے میں اختلاف ہے لیکن موصول ہونا مشہور تر ہے اور باقی تین جگہ یعنی نحل ع ۹ و احزاب ع ۵ و حشر ع ۱ میں مقطوع ہے یعنی کَیْ لَا (۳۳) یَوْمَھُمْ۔ یَوْمِھِمْ ہر جگہ جیسے یَوْمَھُمُ الَّذِیْ (زخرف ع ۷ و طور و معارج ع ۲) اور یَوْمِھِمُ الَّذِیْ (ذاریات ع ۳) میں لیکن یَوْمَ ھُمْ غافر (ع ۲) و ذاریات (ع ۱) ان دو موقعوں میں مقطوع ہے۔ پس موصول کلمات جتنے بھی ہیں خواہ یہ ہوں جو بیان ہوئے یا ان کے علاوہ ہوں سب میں صرف آخری کلمہ پر وقف کرنا چاہیے اور پہلے کلمہ پر صرف ان موقعوں میں درست ہے جن میں روایت سے ثابت ہے۔

اور ذیل کے بیس کلمات بالاتفاق مقطوع ہیں (۱) اَنْ لَّا گیارہ جگہ ان میں لام سے پہلے نون بھی لکھا جاتا ہے ۱ و ۲ اعراف (ع ۱۳ و ع ۲۱) (۳) توبہ (ع ۱۴) ۴ و ۵ ہود (ع ۲ و ع ۳) (۶) انبیاء (ع ۶) ۷ و ۸ حج و یٰسین (ع ۴) ۹ و ۱۰ دخان و نٓ (ع ۱) (۱۱) ممتحنہ (ع ۲) میں ان میں سے انبیاء والے کو بعض نے موصول بھی بتایا ہے لیکن مقطوع ہونا مشہور تر ہے اور عمل بھی اسی پر ہے (۲) اِنَّ مَا صرف ایک جگہ یعنی اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ انعام (ع ۱۶) میں (۳) اَنَّ مَا دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ حج (ع ۸) اور لقمان (ع ۳) میں (۴) اِنْ مَّا صرف ایک جگہ رعد (ع ۶) میں (۵) اَیْنَ مَا مذکورہ بالا پانچ موقعوں کے سوا سب جگہ جیسے اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (۶) اَنْ لَّمْ ہر جگہ اس کو نون سے لکھتے ہیں جیسے اَنْ لَّمْ یَکُنْ۔ اَنْ لَّمْ یَرَهٗ (۷) اَنْ لَّمْ ہمزہ کے کسرہ والا ہود (ع ۲) والے کے سوا باقی سب جگہ جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا (۸) اَنْ لَّنْ کہف (ع ۶) و قیامہ (ع ۱) والے کے سوا ہر جگہ جیسے اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ (۹) اَنْ لَّوْ چار جگہ (۱) اعراف (ع ۱۳) (۲) رعد (ع ۴) (۳) سبا (ع ۲) (۴) جن (ع ۱) میں اور بعض نے جن والے میں اختلاف بتایا ہے لیکن عمل قطع ہی پر ہی (۱۰) عَنْ مَّا صرف ایک جگہ اعراف (ع ۲۱) میں (۱۱) مِنْ مَّا دو جگہ نساء اور روم (ع ۴) میں اور اسی طرح وہ مِنْ بھی مقطوع اور نون سے لکھا جاتا ہے جس کے بعد اسم ظاہر ہو یعنی مَا موصولہ نہ ہو جیسے مِنْ مَّالِ اللّٰہِ مِنْ مَّارِجٍ۔ مِنْ مَّآءٍ مِنْ نَّارٍ (۱۲) اَمْ مَّنْ چار جگہ نساء (ع ۱۶) و توبہ (ع ۱۳) و صٰفّٰت (ع ۱) و فصلت (ع ۵) میں (۱۳) عَنْ مَّنْ دو جگہ نور (ع ۶) و نجم (ع ۲) میں (۱۴) حَیْثُ مَا دو جگہ، بقرہ (ع ۱۷ و ع ۱۸) میں (۱۵) مِنْ کُلِّ مَا صرف ایک جگہ ابراہیم (ع ۵) میں (۱۶) بِئْسَ مَا چھ جگہ بقرہ (ع ۱۲) و آل عمران (ع ۱۹) اور مائدہ (ع ۹ و ع ۱۱) میں دو دو جگہ (۱۷) کَیْ لَا تین جگہ نحل (ع ۹) و احزاب (ع ۵) و حشر (ع ۱) میں (۱۸) یَوْمَ هُمْ دو جگہ غافر (ع ۲) و ذاریات (ع ۱) میں (۱۹) وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ (ع ۱) میں اور بعض نے اس کو موصول بھی بتایا ہے۔ لیکن اعتماد قطع ہی پر ہے۔ (۲۰) اِبْنَ اُمَّ اعراف (ع ۱۸) میں۔ مقطوع کلمات میں سب کے لیے دونوں پر وقف درست ہے۔

تنبیہ: اس باب میں جتنے کلمات بیان ہوئے ہیں ان میں اختیاری وقف کسی پر بھی صحیح نہیں کیونکہ محقق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ان پر نہ وقف تام ہے نہ کافی نہ حسن اور جس میں یہ تینوں نہ ہوں وہ وقف قبیح ہوتا ہے پس ان پر صرف اختباری اور اضطراری وقف ہو سکتا ہے جیسا کہ اسی باب کے فِیْ وَقْفِ الْاِبْتِلَا شعرا میں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ دونوں بحثیں علی ضباعؒ کی ارشاد المرید سے لی گئی ہیں۔

فائدہ ۲ عجیبہ علی قاریؒ کی علمی تحقیقات میں

(۱) تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران ع ۱) پر ابن عباس، ابن عمر، عائشہ رضی اللہ عنہم اور کسائی، اخفش اور اکثر علماء کے قول کی رو سے وقف تام ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ راسخین ماہر علماء بھی متشابہات کی مراد سے واقف نہیں ہیں (پس وَالرّٰسِخُوْنَ کا واو عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے) اور ربیع بن انس اور مجاہد کی رائے پر ماہر علماء بھی واقف ہیں اور ابن عباس کا دوسرا قول بھی یہی ہے اس صورت میں اِلَّا اللّٰهُ کا وصل بھی جائز ہوگا۔ لیکن اس پر وقف اولیٰ ہے ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ پہلے قول پر متشابہات سے مراد حق تعالیٰ کی صفات ہیں (اور ان کی ماہیت اور کنہ سے کوئی بھی واقف نہیں ہے نہ ماہر علماء نہ عوام) اور دوسرے قول پر ان سے (مشکل اور پیچیدہ) مسائل مراد ہیں (اور ان سے ماہر علماء کا واقف ہونا ظاہر ہے)۔ جعبری فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عرفی (اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحی) علماء میں شامل نہیں ہیں (کیونکہ اصطلاح میں تو عالم انہیں کو کہتے ہیں جو درسیات پڑھے ہوئے ہوں اور آپ کے زمانہ میں درسیات کا وجود بھی نہیں تھا پس جب آپ ان میں شامل نہیں ہیں تو آپ متشابہات کی حقیقت سے واقف ہیں اور) اس کی دلیل لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (نحل ع ٦) ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن اس لیے اتارا ہے کہ آپ لوگوں پر وہ احکام ظاہر کر دیں جو ان کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اور کسی چیز کا بیان کرنا اسکے جاننے پر موقوف ہے) موصوف کی یہ بحث تکلف پر مبنی ہے کیونکہ قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ (لغوی معنی کو چھوڑ کر) اس کے الفاظ کے عرفی (اور اصطلاحی) معنی لیے جائیں اور اس کی دلیل وَاُولُوا الْعِلْمِ (آل عمران ع ٢) اور وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ع ٢) ہے (کہ ان میں اہل علم کی تعریف فرمائی ہے پس معلوم ہوا کہ ان سے عرفی علماء مراد نہیں ہیں) دوسرے نبی ﷺ نے ان متشابہات کو بیان بھی نہیں فرمایا جو ذات اور صفات سے متعلق ہیں اور ہمیں اس کا بھی علم نہیں ہوا کہ آیا آپ ان سے واقف تھے یا نہیں ان حالات کی حقیقت کا پورا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے ہاں آپ نے مشتبہ (اور مشکل) احکام کو بلاشک بیان فرمایا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ آیت میں وہ مراد نہیں ہیں اور اس کی دلیل فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ ہے (اس میں متشابہات کی فکر میں لگنے والوں کو گمراہی پھیلانے والے بتایا ہے حالانکہ احکام میں غور کرنا کسی طرح بھی گمراہی نہیں ہے)

(۲) وَمَا يُشْعِرُكُمْ (انعام ع ۱۳) پر ان حضرات کے لیے وقف تام ہے جو اَنَّهَا کے ہمزہ کا کسرہ پڑھتے ہیں اور فتحہ والی قراءة پر اس صورت میں تام ہے کہ اَنَّ کو لَعَلَّ کے معنی میں لیا جائے ورنہ حسن ہے (۳) يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (نحل ع ۱۴) پر بھی وقف تام مانا گیا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ لِسَانُ الَّذِیْ میں جو لِسَان ہے وہ بَشَرٌ سے بدل نہیں ہے اور اسی لیے ان تینوں موقعوں پر ابن کثیر قصداً وقف کرتے تھے۔ سوال: سجاوندی نے اعراف (ع ۹ و ع ۱۰) اور ہود (ع ۵ و ع ۶) میں اَخَاهُمْ هُوْدًا پر طا وقف مطلق کی اور اَخَاهُمْ صٰلِحًا پر میم وقف لازم کی علامت لکھی ہے حالانکہ دونوں کے بعد قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ہے اس لیے ظاہر یہ ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہونا چاہیے تھا فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ سوال میرے ایک یمنی شاگرد نے کیا تھا۔ جواب: سجاوندی کی اصطلاح میں طا اس موقع کے لیے ہے جس میں وصل کرنا بہتر نہ ہو اور میم اس جگہ لکھتے ہیں جس میں وصل سے کسی فاسد معنی کا وہم ہوتا ہو۔ پس چونکہ ہود اصل وضع ہی میں عَلَم ہے اس لیے یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ نہیں ہوتا کہ بعد کا جملہ هُوْدًا کی صفت ہے کیونکہ جملہ نکرہ کی صفت ہوا کرتا ہے نہ کہ معرفہ کی بھی اور صالح اصل وضع میں صفت کا صیغہ ہے پھر وصف سے منقول ہو کر عَلَم بن گیا ہے۔ پس چونکہ اس میں ایک وجہ نکرہ ہونے کی بھی نکلتی ہے اس لیے یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بعد کا جملہ صٰلِحًا کی صفت ہے اور یہ مراد کے خلاف ہے اس وہم سے بچانے کے لیے صٰلِحًا پر وقف لازم قرار دیا ہے۔ سوال: سجاوندی نے وَمَا بَيْنَهُمَا پر شعرا (ع ۲) میں طا اور دخان (ع ۱) میں میم لکھا ہے حالانکہ دونوں ترکیب میں یکساں ہیں اس لیے کہ دونوں کے بعد اِنْ كُنْتُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُؤْقِنِيْنَ ہے اور اسی لیے صاحب خلاصہ نے سجاوندی پر اعتراض کیا ہے اور موصوف نے دونوں پر طا ہی لکھی ہے۔ ان دونوں میں فرق بتایا جائے۔ جواب: دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں کیونکہ شعرا میں موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو فرعون سے ہو رہی ہے پس مخاطب فرعون اور اس کی قوم ہے اور یہاں وصل سے مراد کے خلاف معنی کا وہم نہیں ہوتا اور دخان میں اس وقف سے پہلے مِنْ رَّبِّکَ میں خطاب نبی ﷺ کے لیے ہے پس یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ کے خطاب میں تغلیب و تعمیم کے طور پر اوروں کے ساتھ نبی ﷺ بھی شامل ہیں اور درست سمجھ والے پر اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی یہ جوابی تحقیق بلند مرتبہ شیوخ کی خدمت میں پیش کی جن میں سے مکہ میں شیخ سراج الدین عمر اور مدینہ میں شیخ ابو الحرم بھی تھے جو وہاں کے شیخ القرء تھے تو ان حضرات نے میرے اس جواب کو پسند فرمایا۔ (۴) بعض کلمات ایسے بھی ہیں جو ایک قراءۃ کی رو سے موصول اور دوسری پر مقطوع ہوتے ہیں چنانچہ اَوَاَمِنَ (اعراف ع ۱۲) واو کے سکون والی قراءۃ پر اَوْ۔ اَمِنَ سے جدا ہے اور واو کے فتحہ والی پر اس سے متصل ہے کیونکہ اَوْ پورا حرف عطف ہے اور اَوَ میں ہمزہ استفہامیہ اور واو عاطفہ ہے اور اَوَاٰبَآؤُنَا صٰفّٰت (ع ۱) و واقعہ (ع ۲) بھی اسی قبیل سے ہے (۵) اگر کوئی کلمہ بعض مصاحف میں ایک طرح لکھا ہوا ہو اور بعض میں دوسری طرح تو اس میں ہر قاری کے لیے اس کے شہر کے مصحف پر عمل کرنا چاہیے اور شاذ و نادر موقعوں میں اس کے خلاف بھی ہوا ہے۔

وقف کی اجماعی صورتیں

(۱) دُعَآءً۔ خَطَاً۔ مَلْجَاً جیسے کلمات جن میں ہمزہ پر نصب کی تنوین ہو۔ ان میں سب الف سے وقف کرتے ہیں۔ (۲) یُحْیِ۔ یَسْتَحْیِ وغیرہ وہ کلمات جو ایک یا سے لکھے ہوئے ہیں ان پر سب دو یاؤں سے وقف کرتے ہیں۔ (۳) جن چار موقعوں میں لُؤْلُؤٌ کا ہمزہ واو کی صورت میں ہے ان میں بھی تخفیف نہ کرنے والے سب ہمزہ ہی سے وقف کرتے ہیں اور لُؤْلُؤًا میں نصب والے الف سے اور جر والے تنوین کے حذف سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں واو کے بعد الف سے لکھا ہوا ہے (۴) ثَمُوْدَا پر تنوین والے الف سے اور بلا تنوین پڑھنے والے حذف سے وقف کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں الف سے لکھا ہوا ہے۔

فائدہ ۳: (۱) رسم کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کلمہ کا آخری حرف مدغم ہو اور اس کو دوسرے کلمہ کے ساتھ موصول لکھا گیا ہو تو وہاں مدغم فیہ ہی کو کافی سمجھ کر مدغم کو حذف کر دیتے ہیں عام ہے کہ اس کا ادغام غنہ کے ساتھ ہو جیسے مِمَّا۔ عَمَّا۔ اَمَّنْ اور اَمَّا اشْتَمَلَتْ وغیرہ لیکن وَاَمَّا الْجِدَارُ وغیرہ اس قبیل سے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے ایک کلمہ ہیں یا ادغام بلا غنہ ہو جیسے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ۔

تیقظ اور بیداری پیدا کرنے کی غرض سے علماء کی چند لغزشوں کا ذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ابن مالک کو جلیل القدر امام ہوتے ہوئے بھی یہ وہم ہو گیا کہ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ میں اِلَّا ایک کلمہ ہے اور یہ استثناء کے لیے ہے اور یہ خیال نہیں رہا کہ یہ اِنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے اور نہ یہ سوچا کہ نحوی قاعدہ کی رو سے استثناء کے حرف کے بعد فعل نہیں آیا کرتا اور نہ اس پر غور کیا کہ صرفی قاعدہ کی رو سے نون اعرابی کے حذف کے لیے کسی جازم کی حاجت ہے۔ خلاصہ یہ کہ معنی کی طرف توجہ نہ کرنے کے سبب لفظی غلطی میں مبتلا ہو گئے (۲) وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ (نساء ع ۳) میں رسم کی طرف توجہ نہ کرنے کی بناء پر اخفش کو یہ وہم ہو گیا کہ لام اَلَّذِيْنَ سے متصل ہے اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لام ابتدا کا ہے اور اَلَّذِيْنَ مبتدا اور اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا خبر ہے اور ابو البقا بھی انہیں کے ہم خیال ہیں حالانکہ یہ لَا نافیہ ہے جو پہلی نفی کی تاکید کے لیے ہے اور اسی لیے اس پر (اختیاری اور اضطراری) وقف جائز ہے لیکن لَا نْفَضُّوْا۔ لَا فْتَدَوْا۔ لَا نْتَصَرَ جیسی مثالوں میں الف پر وقف درست نہیں کیونکہ یہ دوسرے کلمہ کا جزو ہے اور لام سے متصل ہے اسی طرح لَا اِلَى اللّٰهِ لَا اِلَى الْجَحِيْمِ۔ وَلَا اَوْضَعُوْا۔ لَا اَذْبَحَنَّهٗ لَا اَنْتُمْ میں بھی لَا پر وقف جائز نہیں کیونکہ الف محض زائدہ ہے اور جو الف لام سے ملا ہوا ہے وہ ہمزہ ہے جو دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ہے اور یہ لام قسمیہ ہے لَا نافیہ نہیں پس یہاں ظاہری رسم پر عمل کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں (۳) اَيُّهُمْ اَشَدُّ (مریم ع ۵) میں ابن طراوہ رسم سے بے خبر ہو کر محض عقل کی بناء پر کہتے ہیں کہ اَیُّ اضافت سے مقطوع ہے اور اسی لیے ضمہ پر مبنی ہے اور هُمْ اَشَدُّ مبتدا اور خبر ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ تمام قرآنوں میں اَيُّهُمْ متصل لکھا ہوا ہے (۴) بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اِنَّ هٰذٰنِ (طٰہٰ ع ۳) میں ها قصہ کی ضمیر ہے اور تقدیر اس طرح ہے اِنَّهَا ذٰنِ اس قول کو ابو حیان نے بیان کیا ہے حالانکہ تمام مصاحف میں هَا۔ ذٰنِ سے متصل ہے (۵) بعض کہتے ہیں کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں ما مصدریہ ہے ای وَمِنْ رَّزْقِنَا اور هُمْ يُنْفِقُوْنَ جملہ اسمیہ ہے حالانکہ یہ تمام قرآنوں میں متصل ہے جس کی علامت یہ ہے کہ نون کے بعد والا الف رسم میں نہیں ہے پس ان میں سے کوئی ترکیب بھی صحیح نہیں۔

فائدہ ۴: مَاذَا میں اہل عربیت کا اختلاف ہے کہ یہ ایک کلمہ ہے یا دو ہیں اور اسی بناء پر اس میں قراءۃ کی رو سے بھی اختلاف نکل آئے گا کہ ایک کلمہ والے قول کی رو سے تو ما پر وقف درست نہ ہو گا اور دو کلموں والے قول کی رو سے صحیح ہو گا۔ (قاری رحمہ اللہ)

النحو والعربیہ: ۳۷۶/۱ (۱) عُتُوًّا اصل میں عَتِيُوْا تھا یا کا ضمہ نقل کر کے نون کو دے دیا اور اس کے کسرہ کو حذف کر دیا پھر یا کو واو سے بدل کر دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ایک واو کو حذف کر دیا اور عین کلمہ (نون) کے ضمہ کی مناسبت سے فا کلمہ (عین) کو بھی ضمہ دیدیا اس لیے عُتُوًّا ہو گیا اَیِ الْتَزَمُوْا بِاِتِّبَاعِ الْخَطِّ پس جعبری کی اس تحقیق کی رو سے یہ معروف کا صیغہ ہے اور معنی سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے اصفہانی کے قول کے مطابق مجہول نہیں ہے (۲) اِلَا بْتِلَا اَلِاخْتِبَارِ کے معنی میں ہے اور آزمائش مصیبت اور راحت دونوں سے ہوتی ہے لیکن اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ استعمال مصیبت ہی سے آزمانے کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی دونوں معنی میں بھی آتا ہے چنانچہ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (انبیاء ع ۳) بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۳۷۷/۲ (۱) حَرٍ۔ خَلِيْقٌ۔ جَدِيْرٌ۔ حَقِيْقٌ ای لَائِقٌ کے معنی میں ہے اور اس میں وزن و معنی کی رو سے را کا کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں لیکن روایۃً کسرہ ہی ہے اور یہ اس صورت میں منقوص ہے جس سے تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی آتے ہیں اور فتحہ کی تقدیر پر مقصور ہے اس سے صرف واحد ہی آتا ہے (۲) اَنْ يُّفَصَّلَا۔ اَنْ کے ذریعہ مصدر ہو کر حَرٍ کا فاعل ہے ای حَقِيْقٌ تَفْصِيْلُهٗ (۳)

۳۷۸/ (۱) قِفْ۔ اِذَا کا جواب ہے (۲) تینوں منصوبات قِفْ کے فاعل سے حال ہیں ای ذَا حَقٍّ وَذَا رِضًى وَّذَا تَعْوِيْلٍ پس مُعَوَّلًا مصدر میمی ہے یا تینوں حُقَّ وَرَضِيَ ذٰلِكَ وَعُوِّلَ عَلَيْهِ مقدر کے مفعول مطلق ہیں۔ ۳۷۹/۴ (۱) فِي اللُّتَ۔ قِفْ مقدر کے متعلق ہے (۲) مَرْضَاتَ میں مناسبت کی بناء پر اور باقی چار الفاظ میں اعراب حکائی کے طور پر تا کا فتحہ ہے اور درایت کی رو سے پانچوں میں اعراب کی بناء پر تا کا کسرہ بھی جائز ہے (۳) پہلا مَعْ۔ اَللُّتَ کی اور دوسرا مرضات کی صفت ہے۔ اَيِ الْكَائِنَةِ مَعْ مَرْضَاتَ الخ یا دونوں اسی ترتیب سے حال ہیں (۴) رِضًى۔ وَذٰلِكَ اَلْوَقْفُ مقدر کی خبر ہے (۵) هَيْهَاتَ واو مقدر کے ذریعہ اللُّتَ پر معطوف ہے یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای كَذٰلِكَ (٦) هَادِيْهِ میں اسم فاعل کی اضافت اس کے دوسرے مفعول کی طرف ہے اور اس پر سے اِلٰى کو حذف کر کے هَادِيْ کو بلا واسطہ متعدی کر دیا۔ ای هَادِي الطَّالِبِ اِلَيْهِ (۷) رُفِّلَا ای عُظِّمَ ۳۸۰/۵ (۱) يَآبَهْ قَائِلًا مقدر کا مفعول بہ ہے جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے یہ ابو شامہ کی تحقیق ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر وقف يَآبَهْ کی تقدیر وَقِفْ عَلٰى يَآبَهْ ہے (۲) اَلْوُقُوْفُ دوسرا مبتدا ہے اور اس کے بعد عَلَيْهِ مقدر ہے جو پہلے مبتدا (كَآيِّنْ) کا عائد ہے (۳) حُصِّلَا اطلاقی الف کے ساتھ بتقدیر قَدْ یا بلا تقدیر هُوَ کی خبر ثَابِتٌ مقدر کے فاعل سے حال ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کو وَهُوَ کی خبر ٹھہرا کر بِالْيَاءِ کو اس کے متعلق کر دیں اور ابو شامہ اور اصفہانی حُصِّلَا کے الف کو تثنیہ کے لیے کہتے ہیں یعنی یہ دونوں وقف جو دونوں کلمات پر ہیں اہل ادا سے حاصل کئے گئے ہیں لیکن اس سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ دونوں وقف ابو عمرو ہی سے ہیں حالانکہ پہلا کاف اور دال والوں کے لیے ہے۔ ابراز میں ہے کہ یہ صورت درست نہیں کہ بِالْيَاءِ کو اس بناء پر وَهُوَ کے متعلق کر دیں کہ اس کا مرجع وقف ہے (پس گویا یہ اَلْوَقْفُ ہی کے متعلق ہے) اور حُصِّلَا کو هُوَ کی خبر قرار دیں کیونکہ اہل عربیت نے مُرُوْرِيْ بِزَيْدٍ حَسَنٌ وَّهُوَ بِعَمْرٍو قَبِيْحٌ کو ناجائز بتایا ہے (اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بِعَمْرٍو کی با کو مُرُوْر کے بجائے اس کی ضمیر کے متعلق کیا گیا ہے) ۳۸۱/٦ (۱) لَدَى الْفُرْقَانِ اپنے معطوفات سے مل کر مَالِ کی صفت ہے یا اس سے حال ہے اور مَالِ پہلا مبتدا ہے (۲) عَلٰى۔ اَلْوُقُوْفُ مقدر کے متعلق ہے جو دوسرا مبتدا ہے اور اس کے بعد فِيْهِ بھی مقدر ہے جو پہلے مبتدا کا عائد ہے (۳) حَجَّ دوسرے مبتدا کی اور جملہ پہلے کی خبر ہے (۴) رُتِّلَا ای حُبِّرَ اَوْ نُقِلَ عَلٰى تَاَنٍّ ۳۸۲/۷ (۱) فَوْقَ اور لَدٰى۔ رَافَقْنَ کے مفعول فیہ ہیں جو يَآيُّهَا کی خبر ہے (۲) اَيُّهَا کو دوبارہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے لائے ہیں کہ یا کے نہ ہونے میں یہ اول کے خلاف ہے اور تیسرا چونکہ دوسرے کے بالکل موافق تھا اس لیے اس کو نہیں لائے اور اس کے بجائے دوسرے ہی کو کافی سمجھ لیا (۳) رَافَقْنَ ای صَحِبْنَ کو جمع اس لیے لائے ہیں کہ اَیُّھَا وقوع کے لحاظ سے تین جگہ ہے گو لفظاً دو ہی آرہے ہیں (۴) حُمَّلاً۔ حَامِلٌ (نَاقِلٌ) کی جمع ہے۔ ۸/۳۸۳ (۱) پہلا فِیْ اور عَلٰی دونوں ضم کے متعلق ہیں اور لَدٰی بھی اسی کا ظرف ہے یا عَلٰی کَائِنًا مقدر کے متعلق ہو کر ضَمَّ کے مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے ای ضَمًّا کَائِنًا عَلَی الْاِتْبَاع (۲) اور جس روایت پر ضَمُّ ابْنِ عَامِرٍ ہے اس کی رو سے فِی الْھَا اسی ضَمَّ کی خبر مقدم ہے (۳) فِیْھِنَّ علی قاری کی رائے پر اَلْمَرْسُوْمُ کے متعلق ہے لیکن اَخْیَلاً کے متعلق کرنا اولیٰ ہے (۴) اَخْیَلاً ای بَیِّنَ ۹/۳۸۴ (۱) وَقِفْ وَیْکَاَنَّہٗ کی تقدیر وَقِفْ عَلٰی وَیْکَاَنَّہٗ ہے یا یہ قَائِلاً مقدر کا مفعول ہے جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور وَیْکَاَنَّہٗ میں ھا کا سکون وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہے (۲) پہلی اور دوسری بارِ قِفْ مذکور کے اور تیسری قِفْ مقدر کے متعلق ہے یا پہلی دونوں مُتَلَبِّسًا مقدر کے متعلق ہیں جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور تیسری حُلِّلاَ کے متعلق ہے (۳) رِفْقًا مصدر ہے ای ذَا رِفْقٍ ۱۰/۳۸۵ (۱) وَاَیًّا کی تقدیر وَالْوَقْفُ عَلٰی اَیًّا ہے پس اَلْوَقْفُ مبتدا ہے اور عَلٰی مقدر اور با اسی کے متعلق ہے اور شَفَا خبر ہے (۲) سِوَاھُمَا اپنے مستثنیٰ منہ مقدر سے مل کر وَقْفُ مقدر کا فاعل ہے اور بِمَا اسی کے متعلق ہے ای وَقَفَ الْکُلُّ سِوٰی حَمْزَۃَ وَالْکِسَائِیِّ عَلٰی مَا پس بَا عَلٰی کے معنی میں ہے اور اگر سِوَاھُمَا کی تقدیر وَوَقْفُ الْکُلِّ سِوَاھُمَا مان لیں تو پھر یہ جملہ اسمیہ ہوگا (۳) تیسری بَا عَلٰی کے معنی میں ہے اور اَلْوَقْفُ مقدر کے متعلق ہے اور چوتھی با مصاحبت کے لیے ہے اور اس کا تعلق بھی اَلْوَقْفُ مقدر ہی سے ہے اور سَنًا اسی مبتدا مقدر کی خبر ہے اور وقف کا صلہ عَلٰی اور بَا دونوں سے آتا ہے ۱۱/۳۸۶ (۱) پانچوں کلمات قرآنیہ جن کے آخر میں ھا ہے ایک دوسرے پر معطوف ہو کر یا تو عَلٰی مقدر کے مجرور ہیں اور عَلٰی۔ قِفْ کے متعلق ہے یا قَائِلاً کے مفعول ہیں جو قِفْ کے فاعل سے حال ہے (۲) با اور عَنْ دونوں قِفْ کے متعلق ہیں یا بِخُلْفٍ۔ قِفْ کے فاعل سے حال ہے اور عَنْ متعلق ہے (۳) مُجْھِلاً۔ رُجُلاً مقدر کی صفت ہو کر موصوفین کا مجموعہ مفعول بہ ہے یا یہ وَادْفَعْ کے فاعل سے حال ہے ای حَالَ کَوْنِکَ مُجْھِلاً مَنْ یَّعْتَرِضُ عَلٰی قِرَاءَۃِ الْھَاءِ

بَابُ مَذَاہِبِھِمْ فِیْ یَا آتِ الْاِضَافَۃِ

بائیسواں باب قراء کے ان قواعد میں جو اضافت کی یا کے (فتحہ اور سکون کے) بارہ میں ہیں

(۳۱، میر، تینتیس شعر ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: اضافت کی یا سے مراد متکلم کی یا ہے جو اکثر جگہ مضاف الیہ ہوا کرتی ہے اور اسی بناء پر اس کو اضافت کی یا کہتے ہیں اور بعض جگہ کسی ناصب حرف کے بعد آنے یا مفعول واقع ہونے کی بناء پر منصوب بھی ہوتی ہے پس اس صورت میں اس کو اضافت کی یا کہنا مجاز کی بناء پر ہے۔

فائدہ: (۱) یَا آتِ الْاِضَافَةِ بعض نسخوں میں تو اسی طرح جمع کے صیغہ سے ہے جو تیسیر کے بھی مطابق ہے اور بعض میں یَاءِ الْاِضَافَةِ ہے واحد کے صیغہ سے اور اس سے جنس مراد ہے (۲) یہ یا اسم سے متصل ہو کر بھی آتی ہے جیسے بِرِسٰلٰتِیْ اور فعل و حرف سے بھی جیسے لَيَحْزُنُنِیْٓ اور لِیْ۔ اِنِّیْ پس اسم کے ساتھ والی کو حقیقت کی اور فعل و حرف کے ساتھ والی کو مجاز کی بناء پر اضافت کی یا کہتے ہیں (۳) اضافت کی یا رسم میں ہوتی ہے اور زائدہ محذوف ہوتی ہے اول میں اختلاف فتحہ اور سکون میں ہوتا ہے اور ثانی میں اثبات و حذف میں (۴) جب اس سے پہلا حرف ساکن ہوتا ہے تو اکثر جگہ اس یا پر فتحہ ہی آتا ہے تاکہ دو ساکن جمع نہ ہو جائیں لیکن اگر مدہ کے بعد ہو تو مد کی جدائی کے سبب بعض جگہ ساکن بھی ہوتی ہے (۵) اضافت کی یا میں فتحہ اور سکون دونوں مشہور اور فصیح لغت ہیں جو قرآن میں بھی مستعمل ہیں اور کلام عرب میں بھی۔ چنانچہ امرؤ القیس کے اس شعر میں یا کے دونوں لغت جمع ہیں۔

فَفَاضَتْ دُمُوْعُ الْعَيْنِ مِنِّیْ صَبَابَةً ۔۔۔ عَلَى النَّحْرِ حَتّٰى بَلَّ دَمْعِیَ مَحْمِلِیْ

اور اسکان اکثر ہے کیونکہ اجماعی یا آت میں سے اکثر ساکن ہی ہیں (۶) فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کے کاف اور ہا کی طرح متکلم کی یا بھی ایک حرفی ضمیر ہے اس لیے کاف اور ھا کی طرح یا کو بھی فتحہ دیدیا اور اس میں دونوں شرطیں بھی موجود ہیں (۱) اس یا پر فتحہ کا آنا منع نہیں (۲) یہ یا نصب اور جر کے موقعوں میں آرہی ہے پہلی شرط اس لیے ہے کہ جس یا سے پہلے کسرہ ہو اس یا پر کلام نثری میں کسرہ اور ضمہ کا آنا منع ہوتا ہے نہ کہ فتحہ کا آنا بھی اور دوسری شرط اِفْعَلِیْ کی یائے مونث کو نکالنے کے لیے ہے کہ اس پر فتحہ نہیں آسکتا اور سکون کی وجہ تخفیف ہے کیونکہ حرف علت پر فتحہ کی حرکت بھی قدرے ثقیل ہی ہے نیز مد حرکت کے قائم مقام ہو جاتا ہے پس مد کے سبب یائے ساکنہ بھی متحرک ہی کے مرتبہ میں ہو جاتی ہے (۷) واحد کی متصل ضمیر منصوب ہو خواہ مجرور متکلم کی یا اور خطاب کا کاف اور غائب کی ھا ان تینوں میں سے ہوتی ہے سو یا میں تو تخفیف سکون سے ہو جاتی ہے اور کاف صحیح حرف ہے اور حرکت والا ہے وہ تخفیف کا محتاج ہی نہیں اور ھا گو صحیح ہے لیکن اس میں قدرے ضعف ہے اس لیے قوی کرنے کی غرض سے اس میں پہلے حرف کی حرکت کے اعتبار سے واو یا یا کے ساتھ صلہ کرتے ہیں (۸) یہ یا قرآن میں فتحہ اور سکون کے اعتبار سے تین طرح آتی ہے (۱) وہ جو سب کے لیے ساکن ہے اور یہی اکثر ہے جیسے فَمَنْ تَبِعَنِیْ۔ مِنِّیْ۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ وغیرہ (۲) وہ جس پر سب کے لیے فتحہ ہے اور یہ وہ اضافت کی یا ہے جو الف کے بعد ہو جیسے هُدَایَ۔ عَصَایَ لیکن ان میں سے وَمَحْیَایَ میں اختلاف ہے نیز وہ یا ہے جس کے بعد الف لام ہو جیسے بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ۔ نِعْمَتِیَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلّٰتِیْ وغیرہ لیکن ان میں سے وہ یا آت بعض کے لیے مستثنیٰ ہیں جو اسی باب کے شعر ۲۱ تا ۲۴ میں آئیں گی اور اضافت کی جو یا یائے ساکنہ کے بعد ہو اس میں پہلی یا کا ادغام ہوتا ہے اور یا پر فتحہ آتا ہے جیسے اِلَیَّ۔ لَدَیَّ وغیرہ اور ان میں سے بِمُصْرِخِیَّ اور یٰبُنَیَّ میں فتحہ اور کسرہ کا اختلاف ہے اور بعض کے لیے یٰبُنَیَّ میں سکون بھی ہے اور ان سب کا ذکر باب الفرش میں ان کے موقعوں پر آئے گا (۳) جس میں بعض کے لیے فتحہ ہے اور بعض کے لیے سکون جیسے اِنِّیْ اَعْلَمُ اس باب میں اسی قسم کا بیان مقصود ہے (۹) ابن مجاہد نے اضافت کی یا آت ہی کے تفصیلی احکام میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے (۱۰) چونکہ یا کئی طرح کی ہوتی ہے اس بناء پر اضافت کی یا کا پہچاننا قدرے مشکل تھا اس لیے باب کے شروع میں اس کی علامت بتاتے ہیں تاکہ جو حضرات عربی کم جانتے ہیں وہ بھی اس کو آسانی سے معلوم کر سکیں۔

اضافت کی یا کی حقیقت

۳۸۷ وَلَيْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ يَاءُ اِضَافَةٍ وَمَا هِيَ مِنْ نَفْسِ الْاُصُوْلِ فَتُشْكِلَا

ترجمہ: اور اضافت کی یا فعل کا لام (کلمہ) نہیں ہے اور نہ وہ (یا کلمات کے) نفس اصول (اصلی حروف) میں سے ہے تاکہ وہ (یا تمہیں) مشکل میں ڈال دے (اور اس کا معلوم کرنا دشوار ہو جائے۔ کیونکہ اگر اضافت کی یا اصلی حروف میں سے بھی ہوتی اور زائد میں سے بھی تو پھر اصلی یا میں بھی یہ تلاش کرنا پڑتا کہ ان میں سے کون سی اضافت کی ہے اور کون سی نہیں ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اضافت کی یا اصلی نہیں ہوا کرتی تو اب اصلی کو دیکھتے ہی سمجھ میں آجائے گا کہ یہ اضافت کی نہیں ہے اس کو تو زائد یا آت ہی میں تلاش کرنا چاہیے)

اضافت کی یا کی علامت

(ص)
۳۸۸ وَلٰكِنَّهَا كَالْهَاءِ وَالْكَافِ كُلُّ مَا تَلِيهِ يُرٰى لِلْهَاءِ وَالْكَافِ مَدْخَلَا

ترجمہ: اور لیکن یہ (اضافت کی یا اس بات میں ضمیر کی) ھا اور (اس کے) کاف کی طرح ہے (کہ) ہر وہ (لفظ) جس سے یہ (یا) متصل ہو کر آتی ہے وہ (ہر ایک لفظ) ھا اور کاف کے لیے داخل ہونے کی جگہ خیال کیا جاتا ہے۔

شرح: یعنی اضافت کی یا نہ تو لام کلمہ ہی ہے اور نہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے ہے بلکہ ہمیشہ زائد ہوا کرتی ہے اس لیے اس کا پہچاننا مشکل نہیں ہے اور اگر یہ یا اصلی حروف میں سے بھی ہوا کرتی تو پھر دیکھنے والے کو دشواری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آتی اور یہ سوچنا پڑتا کہ کون سے اصلی حرف کو اضافت کی یا قرار دے اور کون سے کو نہ قرار دے اور اس یا کی علامت یہ ہے کہ جس لفظ کے ساتھ یہ مل کر آرہی ہو اسکے ساتھ اس یا کے بجائے ضمیر کی ھا اور کاف آسکے پس نَفْسِیْ۔ لِیَبْلُوَنِیْ۔ اِنِّیْ کے بجائے نَفْسَہٗ اور نَفْسُکَ اور لِیَبْلُوَہٗ اور لِیَبْلُوَکَ اور اِنَّہٗ اور اِنَّکَ بھی کہہ سکتے ہیں اور فَاذْکُرُوْنِیْ۔ حَشَرْتَنِیْ اَتَعِدَانِنِیْ میں صرف ھا ہی لا سکتے ہیں نہ کہ کاف بھی کیونکہ اس سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں پس اَلدَّاعِیْ۔ اَتَھْتَدِیْ۔ اَدْرِیْ۔ اَلْقِیَ۔ اُوْحِیَ۔ اَلّٰتِیْ۔ اَلَّذِیْ۔ اَلَّتِیْ کی یا نکل گئی اور اسی طرح مونث کی ضمیر کی اور جمع مذکر سالم کی یا بھی نکل گئی جو ھُزِّیْ وَاشْرَبِیْ۔ عَابِرِیْ وغیرہ میں ہے کیونکہ اگر ان مثالوں میں یا کے بجائے ھا اور کاف لے آئیں تو لفظ بھی عمدہ نہیں رہتا اور معنی بھی بدل جاتے ہیں اور اسی طرح ھِیَ کی یا بھی نکل گئی اس لیے کہ یہ زائد نہیں ہے بلکہ اصلی حروف میں سے ہے۔ گو شعر میں اَلَّذِیْ۔ اَلَّتِیْ۔ اَلّٰتِیْ کی یا میں حذف و تشدید اور ھِیَ کی یا میں سکون اور تشدید جائز ہے۔

فائدہ: (ا) چونکہ کلام عرب میں کلمات دو طرح کے ہیں (ا) وہ جن کا فا' عین' لام کے ذریعہ وزن کیا جاتا ہے اور وہ ماضی مضارع' اسم فاعل اور مصدر وغیرہ ہیں (۲) وہ کلمات جن کا وزن نہیں کیا جاتا اور وہ مبہم اسماء ہیں موصول ہوں جیسے اَلَّتِیْ۔ اَلّٰتِیْ۔ اَلَّذِیْ خواہ ضمیر ہو جیسے ھِیَ اس بناء پر شعر نمبر ا میں ان دونوں قسموں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے دو باتیں بیان فرما دیں (ا) اضافت کی یا موزوں کلمات میں لام کی جگہ نہیں آیا کرتی اس کا ذکر پہلے مصرع میں ہے پس جو یا وزن کرنے میں لام کی جگہ آئے (جیسے اُلْقِیَ۔ یَاْتِیْ۔ اَلزَّانِیْ۔ بِالنَّوَاصِیْ) وہ اضافت کی یا نہ ہوگی اور ایسی یا پر ماضی میں ہمیشہ فتحہ آتا ہے اور مضارع میں رفعی حالت میں سکون اور نصبی میں فتحہ آتا ہے اور جزمی میں حذف ہوجاتی ہے اگر اسم میں ہو تو اس میں اختلاف حذف و اثبات میں ہوتا ہے بعض میں تو سب کے لیے اثبات ہے جیسے اَلزَّانِیْ۔ بِالنَّوَاصِیْ وغیرہ اور بعض میں اختلاف ہے جیسے اَلدَّاعِ۔ اَلْمُتَعَالِ اور ان کا ذکر زوائد کے باب میں آئے گا (۲) جو یا غیر موزوں کلمات (موصول و ضمیر) میں ان کے اصلی حروف کے مقابلہ میں آتی ہے وہ بھی اضافت کی یا نہیں ہوتی اس کو دوسرے مصرع میں بیان کیا ہے۔ اور اگر صرف دوسری بات پر اکتفا کر لیتے تو یہ مقصود کے لیے تو کافی تھی لیکن اس صورت میں کلمات کی مذکورۂ بالا دو قسموں کی طرف اشارہ نہ ہوتا اور ناظمؒ کو کوئی قید مونث کی ضمیر کی یا اور جمع مذکر سالم کی یا کے نکالنے کے لیے بھی بڑھانی چاہیے تھی جو اُقْنُتِیْ۔ وَاسْجُدِیْ۔ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ۔ مُحِلِّی الصَّیْدِ۔ عَابِرِیْ۔ سَبِیْلٍ وغیرہ میں ہے کیونکہ یہ دونوں بھی اضافت کی یا نہیں ہیں اور اگر یہ فرما دیتے کہ اضافت کی یا متکلم کی یا ہوتی ہے تو بالکل کافی ہو جاتا لیکن شرح سے ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ دونوں یائیں کَالْھَاءِ وَالْکَافِ الخ سے نکل گئیں ہیں (ابراز) (۲) علی قاری رحمہ اللہ نے مطلب کی تقریر دوسری طرح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اضافت کی یا اگر موزوں کلمہ میں ہو تب تو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ لام کے مقابلہ میں نہیں ہوا کرتی بلکہ اس کی جگہ یا ہی آتی ہے اور اگر غیر موزوں میں ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ بعض حالات میں حذف ہو جاتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہیں ہے بلکہ زائد ہے اور اس کو وَمَا هِیَ مِنْ نَفْسِ الْأُصُوْلِ کا حاصل بنایا ہے پھر فرماتے ہیں کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اضافت کی یا زائد ہوتی ہے اور چونکہ اس تعریف پر اس یا میں دوسری یا آت بھی شامل تھیں اس بناء پر ان کے نکالنے کے لیے ایک اور ضابطہ بیان کر دیا اور وہ یہ ہے کہ جس کلمہ میں متکلم کی یا آتی ہے اس میں اس یا کی جگہ ضمیر کی ھا اور خطاب کے کاف کا آنا بھی درست ہے (۳) شعر ۲ کے کُلٌّ مَا تَلِیْهِ سے ظاہر ہو گیا کہ ھا اور کاف اس لفظ کے بعد آتے ہیں جس کے بعد یا آرہی تھی نہ کہ صرف یا کی جگہ میں کیونکہ لِیَبْلُوَنِیْ میں ھا اور کاف کا فقط یا کی جگہ لے آنا عمدہ نہیں ہے اس بناء پر کہ اس صورت میں لِیَبْلُوَنِهٖ یا لِیَبْلُوَنَکَ ہو جاتا ہے (۴) نیز کُلٌّ مَا کے عموم سے یہ نکلتا ہے کہ جن کلمات میں بھی یا آتی ہے ان سب میں ھا اور کاف دونوں آسکتے ہیں حالانکہ فَاذْکُرُوْنِیْ اور حَشَرْتَنِیْ میں صرف ھا آسکتی ہے جیسا کہ شرح میں معلوم ہو چکا ہے اس لیے اگر لِلْهَآءِ وَالْکَافِ کے بجائے لِلْهَا اَوِالْکَافِ فرماتے تو یہ اشکال رفع ہو جاتا (۵) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو شعر کہے ہیں جن میں تین چیزیں جمع ہیں (۱) یا کی تعریف (۲) یا کے تینوں طرح کے کلمات سے متصل ہونے کی مثالیں (۳) جن مذکورہ بالا قسموں کو اس یا سے جدا کیا ہے ان کی مثالیں

هِیَ الْیَآءُ فِیْ اِنِّیْ عَلٰی مُتَکَلِّمٍ تَدُلُّ وَضَیْفِیْ فَاذْکُرُوْنِیْ مُمَثِّلَا

وَلَیْسَتْ کَیَأْتِیْ وَهْیَ اُوْحِیَ وَاسْجُدِیْ وَیَاءِ الَّتِیْ وَالْمُهْتَدِیْ حَاضِرِیْ انْجَلَا

یہ یا جار اور ناصب حروف، اسم، ماضی، مضارع، امر چھوں کے ساتھ آتی ہے اور دوسرے شعر میں اصلی یا کی مثالیں ہیں جو متکلم کی نہیں ہے (۶) علی قاری رحمہ اللہ کو ابو شامہ کی ایک تحریر ملی جس میں یہ تھا کہ میں نے دمشق کی جامع کے ایک خطیب سے سنا کہ اس نے منبر پر بھی اور محراب میں بھی یُوْحِیَ اِلَیَّ (سباع ۶) اور یَأْتِیَ اٰمِنًا (فصلت ع ۵) میں یا کا فتحہ پڑھا پس اس نے یہ خیال کر لیا کہ یہ دونوں یا آت اِنِّیْ اَعْلَمُ اور وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ کی یا کی طرح ہیں۔

تعریف اور علامت کے بعد مقصود کا بیان

۳۸۹/۳ وَفِیْ مِائَتَیْ یَاءٍ وَّعَشْرٍ مُّنِیْفَةٍ وَثِنْتَیْنِ خُلْفُ الْقَوْمِ اَحْکِیْهِ مُجْمَلَا

ترجمہ: اور (ان میں سے) دو سو یا آت میں اور (ان) دس میں جو (دو سو پر) زائد ہونے والی ہیں اور دو میں (یعنی دو سو بارہ میں قراء کی) جماعت کا خلاف ہے میں اس (خلاف) کو بیان کروں گا۔ حالانکہ وہ مختصر کیا ہوا ہوگا (یا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں کہ میں مختصر کرنے والا ہوں گا یا ایسا بیان کرنا جو مجمل ہے)

شرح: یعنی اضافت کی یا آت میں سے کل دو سو بارہ میں قراء سبعہ کا اختلاف ہے جو فتحہ اور سکون کی قسم سے ہے یہاں اس کو مختصر طور پر بیان کریں گے اس طرح پر کہ یا آت کی قسمیں بنا کر یہ بتاتے جائیں گے کہ اس قسم کی یا آت میں فلاں کے لیے فتحہ یا سکون ہے اور دوسری وجہ ضد سے نکل آئے گی پس اس قسم کی جو یا آت اس قاعدہ کے موافق ہوں گی ان کو تو بیان نہیں کریں گے اور جو اس کے خلاف ہوں گی ان کو بتا دیں گے پھر باب الفرش میں سورتوں کے آخر میں ان تمام یا آت کو لائیں گے تاکہ ان سب کی تعیین ہو جائے اور طلباء کو شبہ نہ رہے لیکن وہاں حکم نہیں بتائیں گے وہ اس باب ہی سے نکلے گا اور تیسیر میں یا آت الاضافت اور زوائد دونوں کو تاکید اور توضیح کی غرض سے دونوں جگہ یعنی اصول میں بھی اور فروش میں بھی احکام سمیت بیان کیا ہے۔ اور تیسیر میں اضافت کی یا آت دو سو چودہ بتائی ہیں۔ اس بناء پر کہ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ (نمل ع ۳) اور فَبَشِّرۡ عِبَادِ الَّذِيۡنَ (زمر ع ۲) کو بھی انہیں میں شامل کیا ہے پھر سورتوں میں اول کو زوائد میں اور ثانی کو اضافت کی یا آت میں گنا ہے اور چونکہ ان دونوں میں فتحہ اور سکون کا بھی اختلاف ہے اور حذف و اثبات کا بھی اس لیے ان کا دونوں ہی بابوں سے تعلق ہے اور ناظمؒ ان دونوں کو زوائد میں لائے ہیں کیونکہ تمام مصاحف ان کے حذف پر متفق ہیں۔ پھر زوائد ناظم کے بیان پر تو باسٹھ ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی ان میں شامل ہیں اور تیسیر کی رو سے اکسٹھ ہیں انہوں نے ان دونوں کو تو نہیں گنا لیکن یٰعِبَادِ (زخرف ع ۷) کی یا کو اضافت کی یا آت میں بھی شمار کیا ہے اس لیے کہ جن یا آت کے بعد ہمزہ نہیں ہے وہ تیس بتائی ہیں اور ان کے پورا ہونے کی صورت صرف یہی ہے کہ یٰعِبَادِ کو بھی ان میں گنا جائے غرض یا آت الاضافت میں تو اس کا ذکر صرف شمار میں ضمناً کیا ہے۔ خود اس لفظ کو نہیں لائے ہیں اور زوائد میں اس کو لائے بھی ہیں اور اس کا حکم بھی بتایا ہے اور چونکہ اس میں بھی دونوں طرح کا اختلاف ہے اس لیے اس کا بھی دونوں بابوں سے علاقہ ہے۔ اسی لیے سورۂ زخرف میں دانیؒ نے اس کو اضافت کی یا آت میں بیان کیا ہے۔ اور اس باب میں جتنی بھی یا آت ہیں سب میں فتحہ اور سکون ہی کا اختلاف ہے لیکن یٰعِبَادِ زخرف میں یہ بھی ہے اور حذف و اثبات کا بھی ہے اس لیے اس میں دونوں کو بیان کیا ہے اور اسی طرح زوائد کے باب میں اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ اور فَبَشِّرۡ عِبَادِ الَّذِيۡنَ میں بھی ایسا ہی کیا ہے پس یہ تین یا آت ایسی ہیں جو دونوں بابوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ناظمؒ نے یٰعِبَادِ زخرف کو اضافت کی یا آت میں اس لیے شامل کیا ہے کہ اس کی یا مدنی اور شامی مصاحف میں لکھی ہوئی ہے پس اس کے حذف پر اتفاق نہیں ہے۔

فائدہ: (۱) جانبین کے لحاظ سے اس یا کی چار صورتیں ہیں (۱) دونوں طرف ساکن ہو جیسے اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ (۲) دونوں طرف متحرک ہو جیسے بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِيۡنَ (۳) پہلے حرف پر حرکت ہو اور بعد والا ساکن ہو جیسے قُلۡ لِعِبَادِیَ الَّذِيۡنَ (۴) پہلے ساکن ہو بعد میں متحرک جیسے وَمَحۡيَایَ وَمَمَاتِیۡ اور ناظمؒ نے تیسیر کی ترتیب کے موافق بعد کے حرف کے اعتبار سے اس یا کی چھ قسمیں کی ہیں اور یہ ترتیب نہایت نفیس ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا کے بعد یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ہمزہ ہوتا ہے یا کوئی اور حرف پھر ہمزہ قطعی بھی ہوتا ہے جس پر تینوں حرکتیں آتی ہیں اور وصلی بھی ہوتا ہے جو لام کے ساتھ بھی آتا ہے اور لام کے بغیر بھی۔ اس طرح کل چھ قسمیں ہو گئیں۔ پانچ ان یا آت کی جن کے بعد ہمزہ ہو اور ایک ان کی جن کے بعد کوئی اور حرف ہو اور بیان میں ترتیب ذیل اختیار کی ہے (۱) وہ یا آت جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی ہو جیسے اِنِّیۡٓ اَعۡلَمُ یہ ننانوے ہیں اور ان کو سب سے پہلے اسی لیے لائے ہیں کہ یہ شمار میں بھی باقی سب قسموں سے زیادہ ہیں اور ان میں سے اکثر میں فتحہ بھی تین قاریوں کے لیے ہے اور بعض میں تین سے زائد کے لیے بھی ہے گو بعض میں کم بھی ہو جاتے ہیں (۲) وہ یا آت جن کے بعد ہمزۂ قطعی کسرہ والا ہو جیسے اَجۡرِیَ اِلَّا یہ باون ہیں پس یہ شمار میں بھی پہلی قسم سے کم ہیں اور ان میں فتحہ بھی دو ہی قاریوں کے لیے ہے گو بعض میں زائد اور کم کے لیے بھی ہے (۳) وہ جن کے بعد ضمہ والا ہمزہ قطعی ہو جیسے اِنِّیۡٓ اُمِرۡتُ یہ دس ہیں جو شمار میں بھی پہلی دونوں سے کم ہیں اور ان میں فتحہ بھی صرف نافع کے لیے ہے (۴) وہ جن کے بعد بعد ہمزہ وصلی معہ لام ہو جیسے رَبِّیَ الَّذِیۡ یہ چودہ ہیں (۵) وہ جن کے بعد ہمزہ وصلی بلا لام ہو جیسے اَخِی اشۡدُدۡ یہ سات ہیں اور چوتھی قسم کا پانچویں سے پہلے لانا بھی شمار کی زیادتی ہی کی بناء پر ہے (۶) وہ جن کے بعد ہمزہ کے سوا کوئی اور حرف ہو جیسے وَجۡہِیَ لِلّٰہِ یہ تیس ہیں (۲) اضافت کی یا آت میں سکون اکثر ہے چنانچہ پانچ سو چھیاسٹھ میں سب کے لیے سکون ہے اور فتحہ والیوں میں سے زیادہ وہ ہیں جن کے بعد ہمزۂ قطعی ہے تاکہ فتحہ کے ذریعہ مد نہ ہونے کی صورت نکل آئے۔ ابن مجاہد اپنی کتاب میں فراء سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسائی نے فرمایا کہ عرب اَلۡ کے ہمزہ کے سوا سب ہمزوں سے پہلے یا کا فتحہ پسند کرتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں لیکن میں نے اس کے خلاف یہ دیکھا ہے کہ عرب یا کو ساکن رکھ کر عِنۡدِیۡ اَبۡوَاکَ کہتے ہیں اور فتحہ صرف ہمزہ کے حذف کر دینے ہی کی صورت میں دیتے ہیں۔ پس (نقل کے سبب) ہمزہ کا فتحہ یا پر آ جاتا ہے پھر خود ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ لِیَ اَبۡوَانِ اور بِیَ اَخَوَایَ کَفِیۡلَانِ میں یا کو اس لیے فتحہ دیتے ہیں کہ لِیۡ اور بِیۡ میں حروف کم ہیں یعنی حروف کی کمی کی صورت میں فتحہ اولیٰ ہے نہ کہ زیادتی کی تقدیر پر بھی اور جو قول انہوں نے فراء سے نقل کیا ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اکثر عرب یا کے اسکان ہی پر ہیں اور جو فتحہ دیتے ہیں وہ بھی زیادہ تر انہیں یا آت کو دیتے ہیں جن کے بعد ہمزہ قطعی ہو نہ کہ ان کو بھی جن کے بعد ہمزۂ وصلی ہو کیونکہ یا کو ساکن کرنے سے قطعی ہی کی صورت میں مد پیدا ہوتا ہے نہ کہ وصلی کی تقدیر پر بھی (اس لیے کہ وہ تو خود ہی حذف ہو جاتا ہے) لیکن قراء میں سے اکثر اس کے برعکس لام تعریف سے پہلے یا کا فتحہ پسند کرتے ہیں تاکہ یا باقی رہے اور دو ساکن جمع ہو جانے کے سبب حذف نہ ہو جائے اور جن کے بعد ہمزۂ وصلی بلا لام ہو ان میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا ان میں ہے جن کے بعد ہمزہ قطعی ہو اور ممکن ہے کہ وصلی کی دونوں قسموں میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اَلۡ والے ہمزہ پر تو فتحہ ہوتا ہے پس گویا وہی فتحہ نقل ہو کر یا پر آ جاتا ہے اور ہمزۂ وصلی بلا لام پر کسرہ یا ضمہ ہوتا ہے (پس اس تقدیر پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ یا کا فتحہ نقل کی بنا پر ہے) چنانچہ ابو عبیدؒ نے سورۂ صف (کے مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗ) میں تقریباً یہی فرق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشارہ کے طور پر بیان کیا ہے (۳) اس یامیں جو اختلاف ہے وہ فتحہ اور سکون میں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں پس اضافت کی یا آت میں دوسری قراءۃ ضد کے بجائے نظم کی دلالت سے نکلتی ہے کیونکہ بعض یا آت میں فتحہ والوں کو بیان کرتے ہیں اور بعض میں سکون والوں کو اس سے فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس کا اختلاف انہیں دونوں میں دائر ہے پس فتحہ کے ذکر سے دوسروں کے لیے سکون اور سکون کے ذکر سے دوسروں کے لیے فتحہ خود نکال لے گا۔

تنبیہہ: اضافت کی یا آت میں باقین کی قراءۃ شرح میں ہر جگہ نہیں بتائی جائے گی بلکہ ناظرین کو خود نکالنی ہوگی جو فتحہ بیان کرنے کی صورت میں سکون سے اور سکون بیان کرنے کی تقدیر پر فتحہ سے ہوگی۔

پہلی قسم وہ ننانوے یا آت جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی ہو

(ص)
۴/۳۹۰ فَتِسْعُوْنَ مَعْ هَمْزٍ بِفَتْحٍ وَّتِسْعُهَا ۔۔۔ سَمَا فَتْحُهَا اِلَّا مَوَاضِعَ هُمَّلَا

ترجمہ: پس (ان دو سو بارہ یا آت میں سے) نوے اور ان (یا آت) میں کی نو (یعنی ننانوے) تو ایسی ہیں جو اس ہمزہ (قطعی) کے ساتھ ہیں جو فتحہ کے ساتھ ہو (یعنی ننانوے یا آت تو فتحہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے ہیں) ان (سب یا آت) کا فتحہ (نافع، ابن کثیر، ابو عمرو کے لیے) بلند ہو گیا ہے۔ سوائے (ان یا آت کے چند) ایسے موقعوں کے جو متروک ہیں (اور اس قاعدہ سے جدا کر دیئے گئے ہیں)

شرح: یعنی دو سو بارہ یا آت میں سے ننانوے تو ایسی ہیں جن کے بعد فتحہ والا ہمزۂ قطعی آرہا ہے ان سب میں نافع، ابن کثیر، ابو عمرو ہی کے لیے فتحہ ہے لیکن ان میں سے پینتیس یا آت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں ان تینوں میں سے بھی بعض نے فتحہ کے بجائے سکون پڑھا ہے اور وہ چوبیس ہیں جو شعر ۶ تا ۱۱ میں مذکور ہیں ۲ وہ جن کے فتحہ میں ان تینوں کے ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہو گئے ہیں اور وہ دس ہیں جو شعر ۱۲ کے چار کلمات میں ہیں (۳) وہ ایک یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں: اور وہ عِنْدِیْ اَوَلَمْ (قصص ع ۸) کی یا ہے رہیں باقی چونسٹھ یا آت سو وہ قاعدہ کے موافق ہیں پس ان میں سَمَا کے لیے فتحہ اور باقی چار کے لیے سکون ہے۔

فائدہ: شامی کی قراءۃ پر اس قسم کی یا آت ننانوے کے بجائے سو ہیں کیونکہ وہ اَخِیْ اَشْدُدْ (طٰہٰ ع ۲) میں بھی وصلی کے بجائے ہمزۂ قطعی پڑھتے ہیں۔

وہ چار یا آت جن میں سب کے لیے سکون ہے اور یہ ان ننانوے کے علاوہ ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵/۳۹۱ فَاَرْنِیْ وَتَفْتِنِّیْ اتَّبِعْنِیْ سُكُوْنُهَا　　بِكُلٍّ وَّتَرْحَمْنِیْ اَكُنْ وَّلَقَدْ جَلَا

ترجمہ: پس اَرِنِیْ (اَنْظُرْ اعراف ع ۱۷) اور تَفْتِنِّیْ (اَلَا توبہ ع ۷ اور) فَاتَّبِعْنِیْ (اَهْدِكَ مریم ع ۳) اور تَرْحَمْنِیْ اَكُنْ (ہود ع ۴) ان (چار یاآت) کا سکون تمام (قراء) کے لیے ہے (پس ان میں فتحہ کسی کے لیے بھی نہیں ہے) اور اس (مذکور یا ناظمؒ یا ان یاآت کے سکون) نے (اختلافی یاآت کو) ظاہر کر دیا ہے (یعنی چونکہ ان میں سب کے لیے سکون ہے اس لیے اس سے نکل آیا کہ جن ننانوے یاآت میں اختلاف ہے وہ ان کے علاوہ ہیں اور ان چار کے بیان کر دینے سے یہ دو فائدہ ہوئے (۱) یہ معلوم ہو گیا کہ اضافت کی یاآت میں فتحہ کا مقابل سکون ہے (۲) اختلافی یاآت اجماعی سے جدا اور ممتاز ہو گئیں کہ ان چار کے علاوہ جتنی بھی یاآت ہیں سب اختلافی ہیں پس ان کے شمار کرانے کی حاجت نہیں رہی اور یہ چار جس طرح ننانوے میں شامل نہیں ہیں اسی طرح کل مجموعہ یعنی دو سو بارہ میں بھی شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ اختلافی ہیں اور یہ چار اجماعی ہیں)

فائدہ: (۱) جعبری فرماتے ہیں کہ مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو فَتِسْعُوْنَ الخ سے پہلے لاتے کیونکہ اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ چار یاآت اختلافی یاآت کے علاوہ ہیں نیز اِلَّا مَوَاضِعُ هُمَّلَا بھی ذَرُوْنِیْ سے متصل ہو جاتا کیونکہ ذَرُوْنِیْ سے مَوَاضِعَ کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ لیکن علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ کے پیش نظر یہ ہے کہ جس طرح دوسری قسموں کی اجماعی یاآت کا ذکر ان قسموں ہی میں آیا ہے۔ اسی طرح اس نوع کی اجماعی یاآت بھی نوع ہی میں آجائیں (اس لیے ان کو پہلے نہیں لائے) ہاں اولیٰ یہی تھا کہ ان چار یاآت کو اس قسم کی اختلافی یاآت کے ختم ہونے کے بعد بیان کرتے چنانچہ دوسری اور تیسری قسم میں بھی ایسا ہی کیا ہے مگر جب تصریح کر دی کہ ان میں سب کے لیے سکون ہے تو پھر ان چار یاآت کے فتحہ والی یاآت میں شامل ہونے کا وہم نہیں رہا (۲) چونکہ ان چار یاآت کے بعد بھی فتحہ والا ہمزہ قطعی ہے اس لیے اگر ان میں سب کے لیے سکون نہ بتاتے تو یہ شبہ رہتا کہ ان میں بھی سما کے لیے فتحہ ہوگا اور کسرہ اور ضمہ والے ہمزہ سے پہلی یاآت میں بھی ایسا ہی کیا ہے کہ ان میں بھی شبہ رفع کرنے کی غرض سے ان یاآت کو بیان کر دیا ہے جن میں سب کے لیے سکون ہے (۳) جَلَا کی ضمیر کو سکون کے لیے ماننے کی تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ ان یاآت کے اجماعی سکون نے سکون والے لغت کی فصاحت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور جن یاآت کے بعد کسرہ اور ضمہ والا ہمزہ ہے ان میں بھی یہی صورت ہے کہ کسرہ کی تقدیر پر نو اور ضمہ کی صورت میں دو یاآت میں سب کے لیے سکون ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اضافت کی یا میں سکون اکثر ہے اور ان دو قسموں میں اجماعاً فتحہ ہے تاکہ دو ساکن جمع نہ ہو جائیں (۱) وہ یاآت جن سے پہلے مدغم ہو جیسے اِلَیَّ۔ لَدَیَّ (۲) وہ جو الف کے بعد ہوں جیسے هُدَایَ اور اٰلَ سے پہلی یاآت میں اکثر کے لیے فتحہ ہے تاکہ یا باقی رہ کر کلمہ خوبصورت رہے (۴) بعض کے قول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ان چار یا آت میں سکون کی وجہ ان کے قریب والی یا آت کی مناسبت ہے چنانچہ اَرِنِیْ کے بعد دو جگہ تَرٰىنِیْ میں اور تَفْتِنِّیْ سے پہلے اِیْذَنْ لِّیْ میں اور تَرْحَمْنِیْ سے پہلے اِنَّ ابْنِیْ میں اور فَاتَّبِعْنِیْ سے پہلے جَآءَنِیْ میں یا ساکن ہے۔

پہلی قسم میں سے وہ چوبیس یا آت جن کو سما والوں میں سے بھی بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف ساکن پڑھا ہے

٦/٣٩٢ ذَرُوْنِیْ وَادْعُوْنِیْ اذْكُرُوْنِیْ فَتْحُهَا ۔۔۔ دَوَاءٌ وَّاَوْزِعْنِیْ مَعًا جَادَ هُطَّلَا
د ج ھ

ترجمہ: ذَرُوْنِیْ (اَقْتُلْ) اور اُدْعُوْنِیْ (اَسْتَجِبْ غافر ع ٣ و ع ٦ اور) فَاذْكُرُوْنِیْ (اَذْكُرْكُمْ بقرہ ع ١٨) جو ہیں ان (تینوں کی یا آت) کا فتحہ (عجیب) دواء ہے (جس سے قاری کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے یعنی ان تینوں میں ابن کثیرہی کے لیے فتحہ ہے) اور اَوْزِعْنِیْ (اَنْ) جو دو جگہ ہے۔ وہ (یعنی اس کا فتحہ) عمدہ ہو گیا ہے (یا زیادہ ہو گیا ہے یا اس نے سخاوت کی ہے اور ثواب دلایا ہے) حالانکہ وہ (فتحہ ثواب کا نفع دلانے میں) لگاتار برسنے والی بارشوں سے تشبیہ دیا گیا ہے (یعنی اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نمل و احقاف ع ٢ میں ورش و بزی ہی کے لیے فتحہ ہے)

٧/٣٩٣ لِیَبْلُوْنِیْ مَعَهٗ سَبِیْلِیْ لِنَافِعٍ ۔۔۔ وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِیْ ثَمَانٍ تُنُخِّلَا

ترجمہ: لِیَبْلُوْنِیْ (ءَاَشْكُرُ نمل ع ٣) جو ہے حالانکہ اس کے ساتھ سَبِیْلِیْ (اَدْعُوْا یوسف ع ١٢ بھی) ہے (ان دونوں کا فتحہ فقط) نافع کے لیے ہے اور ان (نافع) سے اور بصری سے (ایسی) آٹھ (یا آت) ہیں (جن میں سے) ہر ایک (فتحہ دینے کے لیے) چن لی گئی ہے۔

٨/٣٩٤ بِیُوْسُفَ اِنِّیْ الْاَوَّلَانِ وَلِیْ بِهَا ۔۔۔ وَضَیْفِیْ وَیَسِّرْ لِیْ وَدُوْنِیْ تَمَثَّلَا

ترجمہ: (ان آٹھ یا آت میں سے پہلی اور دوسری) یوسف (ع ٥) میں (اس) اِنِّیْ (اِنِّیْ کی یا) ہے جو پہلے ہیں (یعنی اِنِّیْ اَرٰىنِیْ ع ٥ میں دو جگہ پس اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ ع ٦ اور اِنِّیْ اَنَا ع ٩ اور اِنِّیْ اَعْلَمُ ع ١١ کی یا نکل گئی کیونکہ ان تینوں میں قاعدہ کے موافق سما والے تینوں کے لیے فتحہ ہے) اور (تیسری) اسی (یوسف ع ١٠) میں لِیْ (اَبِیْ کی یا) ہے اور (چوتھی) ضَیْفِیْ (اَلَیْسَ ہود ع ٧ کی یا) ہے اور (پانچویں وَ) یَسِّرْ لِیْ (اَمْرِیْ طٰہٰ ع ٢ کی یا) ہے اور (چھٹی مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دُوْنِیَ (اَوْلِیَآءَ کہف ع ۱۲ کی یا) ہے (ان پانچ کلمات کے ذریعہ) یہ (چھ یا آت کا مجموع) معین (اور ظاہر) ہو گیا ہے۔

۹/۳۹۵ وَیاءَانِ فِیْ اجْعَلْ لِّیْ وَاَرْبَعٌ اِذْحَمَتْ هُدَاهَا وَلٰکِنِّیْ بِهَا اثْنَانِ وُکِّلَا

ترجمہ: اور (ساتویں اور آٹھویں) دو یائیں اِجْعَلْ لِّیْ (آیَةً آل عمران ع ۴ و مریم ع ۱) میں ہیں (پس ان آٹھوں میں نافع اور ابو عمرو ہی کے لیے فتحہ ہے) اور چار (یا آت نافع اور ابو عمرو و بزی ہی کے لیے فتحہ دی گئی ہیں) اس لیے کہ ان (یا آت) نے اپنے (فتحہ کی طرف) ہدایت کرنے والوں (یا ہدایت پانے والوں) کی حفاظت کی ہے (یعنی فتحہ کے صحیح ہونے کے سبب کسی کو ناقلین پر اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیا اور) وَلٰکِنِّیْ (اَرٰکُمْ جو ہے) اس میں (ان چار میں سے ایسی) دو (یائیں) ہیں جو (ہود و احقاف ع ۳ ہی میں) مقرر کی گئی ہیں (چنانچہ یہ لفظ کسی اور صورت میں نہیں آیا یا وَلٰکِنِّیْ ایسے دو ہیں جو اسی تلفظ سے مقرر کئے گئے ہیں)

۱۰/۳۹۶ وَتَحْتِیْ وَقُلْ فِیْ هُوْدَ اِنِّیْ اَرَاکُمُ وَقُلْ فَطَرَنْ فِیْ هُوْدَ هَادِیْهِ اَوْصَلَا

ترجمہ: اور (ان چار میں سے تیسری) تَحْتِیَ (اَفَلَا زخرف ع ۵ کی یا) ہے اور تو کہہ دے کہ (ان میں سے چوتھی) ہود (ع ۸) میں اِنِّیَ اَرٰکُمْ (کی یا) ہے اور تو کہہ دے کہ (انہیں چوبیس مستثنیٰ یا آت میں سے) ہود (ع ۵) میں فَطَرَنِیَ (اَفَلَا کی یا) ہے (اس میں بزی اور نافع ہی کے لیے فتحہ ہے) اس (یا کے فتحہ) کی (طرف) ہدایت کرنے والے (نقل کرنے والے) نے (اس کو ہم تک) پہنچایا ہے۔

۱۱/۳۹۷ وَیَحْزُنُنِیْ حِرْمِیُّهُمْ تَعِدَانِنِیْ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی تَاْمُرُوْنِیْ وَصَّلَا

ترجمہ: اور ان (قراء) میں کے حِرْمِیُّ (نافع' ابن کثیر دونوں) نے (یا ان میں سے ہر ایک نے) لَیَحْزُنُنِیَ (اَنْ یوسف ع ۲ اور) اَتَعِدَانِنِیَ (اَنْ احقاف ع ۲ اور) حَشَرْتَنِیَ اَعْمٰی (طٰهٰ ع ۷ اور) تَاْمُرُوْنِیَ (اَعْبُدُ زمر ع ۷ ان چار یا آت کے فتحہ) کو (ہم تک) پہنچایا ہے (پس ان چاروں میں نافع' ابن کثیر ہی کے لیے فتحہ ہے۔)

شرح: یعنی شعر ۶ کے پہلے تین کلمات میں صرف ابن کثیر کے لیے اور چوتھے میں جو دو جگہ ہے ورش و بزی ہی کے لیے فتحہ ہے اور شعر ۷ کے پہلے دو کلمات میں صرف نافع کے لیے فتحہ ہے اور شعر ۸ کے اِنِّیَ الْاَوَّلَانِ سے شعر ۹ کے اِجْعَلْ لِّیْ تک کے چھ کلمات کی آٹھ یا آت میں نافع ابو عمرو ہی کے لیے فتحہ ہے اور شعر ۹ کے وَلٰکِنِّیْ سے شعر ۱۰ کے اِنِّیْ اَرٰکُمْ تک کے تین کلمات کی چار یا آت میں نافع' ابو عمرو اور بزی ہی کے لیے فتحہ ہے اور شعر ۱۰ ہی کے فَطَرَنِیْ اَفَلَا میں نافع اور بزی ہی کے لیے فتحہ ہے اور شعر ۱۱ کے چاروں کلمات میں صرف نافع اور ابن کثیر کے لیے فتحہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ: (۱) سوال دیباچہ شعر نمبر ۴۶ میں اصطلاح بتائی ہے کہ مفرد رمزیں جب اکیلی ہوں گی تو ہر جگہ کلمہ قرآنی کے بعد آئیں گی اور یہاں شعر ۹ کے اِذْ جَمَعْتُ ھُدَاھَا میں رموز پہلے آرہی ہیں اور کلمات اس کے بعد ہیں جو وَلٰكِنِّىْ سے اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ تک ہیں۔ جواب: کیونکہ ان رموز سے پہلے لفظ وَاَرْبَعٌ آرہا ہے اور اس سے یہی چار یا آت مراد ہیں لیکن چونکہ وہ مجمل تھا اس لیے وَلٰكِنِّىْ سے اس کی تفصیل کر دی پس رموز یہاں بھی کلمہ قرآنی کے بعد ہی آرہی ہیں۔ (۲) وَاَرْبَعٌ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے وَلٰكِنِّىْ کے دونوں موقعوں کے مستثنیٰ یا آت میں شامل ہونے کی تصریح ہوگئی اور یہ احتمال نہیں رہا کہ گو یہ دو جگہ ہے لیکن شاید مستثنیٰ ایک ہی ہو (۳) فَطَرَنْ میں یا کا حذف اور نون کا اسکان ضرورت کی بناء پر ہے کیونکہ بحر طویل میں فَطَرَنِىْ سے وزن درست نہیں رہتا اس بناء پر کہ اس میں لگاتار تین ہی حرکتوں کا جمع ہونا درست ہے چار کا نہیں (۴) شعر ۱۱ میں ضرورت کے سبب دو یا آت کو ساکن اور دو کو فتحہ سے لائے ہیں اور حَشَرْتَنِىَ میں جو یا کا فتحہ ہے اس میں دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ اضافت کی یا کی حرکت ہو اور ضرورت کے سبب اَعْمٰى کے ہمزہ کو وصلی بنا دیا ہو (۲) یہ کہ نقل کی بناء پر ہو اور یہی اولیٰ ہے (۵) اس قسم میں سے جو یا آت مستثنیٰ ہیں ان کی دو نوعیں ہیں (۱) نوع الاخراج جن میں سما والوں میں سے بھی بعض نے فتحہ کے بجائے سکون پڑھا ہے اور ان کی دو صورتیں ہیں (۱) وہ جن میں سما والوں میں سے فتحہ کم کے لیے ہے اور سکون زیادہ کے لیے (۲) وہ جن میں سکون زیادہ کے لیے ہے اور فتحہ کم کے لیے اور ان دونوں صورتوں کی یا آت کل چوبیس ہیں جو بیان ہو چکی ہیں (۲) نوع الادخال یہ وہ دس یا آت ہیں جن کے فتحہ میں سما والوں کے ساتھ اور حضرات بھی شامل ہو گئے ہیں یہ شعر ۱۲ میں آرہی ہیں۔

پہلی قسم میں سے وہ دس یا آت جن کے فتحہ میں سما والوں کے ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہیں اور گیارہویں وہ یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کے لیے دونوں وجوہ ہیں

۱۲/۳۹۸ اَرَهْطِىْ سَمَا مَوْلًى وَّمَا لِىْ سَمَا لَوًى ‏ لَعَلِّىْ سَمَا كُفْؤًا مَّعِىْ نَفَرُ الْعُلَا

۱۳/۳۹۹ عِمَادٌ وَّتَحْتَ النَّمْلِ عِنْدِىْ حُسْنُهٗ ‏ اِلٰى دُرِّهٖ بِالْخُلْفِ وَافَقَ مُوْهَلَا

ترجمہ: (۱۲) اَرَهْطِىَ (اَعَزُّ ہود ع ۸ کی یا کا فتحہ) بلند ہو گیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ) سردار (اور باعزت) ہے (یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے قاریوں کا مددگار ہے پس اس میں سما اور ابن ذکوان کے لیے فتحہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں ہشام کے لیے بھی فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ لیکن فتحہ مشہور تر اور طریق کے موافق ہے گو ناظمؒ نے تیسیر کی پیروی کرتے ہوئے اس کو بیان نہیں کیا اور باقی تین کوفیین کے لیے صرف سکون ہے) اور مَالِیَ (اَدْعُوْكُمْ غافر ع ۵ کی یا کا فتحہ بھی) بلند ہوگیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ) جھنڈے والا ہے (یعنی خوب مشہور ہے پس اس میں سما اور ہشام کے لیے فتحہ اور ابن ذکوان اور کوفیین کے لیے سکون ہے اور) لَعَلِّیَ (کی یا کا فتحہ بھی) بلند ہوگیا ہے حالانکہ یہ (فتحہ صحیح اور فصیح ہونے میں اضافت کی دوسری یا آت کے فتحہ کا) ہمسر (اور ہم مثل) ہے (پس لَعَلِّیَ میں سب جگہ سما اور ابن عامر کے لیے فتحہ ہے اور یہ چھ جگہ آیا ہے یعنی یوسف ع ۶ اور طٰهٰ ع ۱ اور مومنون ع ۶ و غافر ع ۴ میں ایک ایک جگہ اور قصص ع ۴ میں دو جگہ اور کوفیین کے لیے اس میں چھوں جگہ سکون ہے اور) مَعِیَ (کی یا کا فتحہ) بلند دلیلوں والی جماعت کی قراءۃ ہے (پس اس میں ابن کثیرؒ ابو عمروؒ ابن عامرؒ نافعؒ حفص کے لیے فتحہ ہے اور یہ دو جگہ آیا ہے مَعِیَ اَبَدًا توبہ ع ۱۱ مَعِیَ اَوْرَحِمَنَا ملک ع ۲ میں اور باقی اڑھائی ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے ان دونوں میں سکون اور مد ہے) (۱۳) (یہ نَفَرُ الْعُلَا عِمَادُ والے سب حضرات اس یا کے فتحہ کے بارہ میں) اعتماد کے لائق (اور معتبر) ہیں اور نمل کے نیچے (سورۂ قصص ع ۸ میں) عِنْدِیَ (اَوَلَمْ کی یا کا فتحہ) ہے (جو نافع اور ابو عمرو کے لیے بلاخلاف ہے اور ابن کثیر کے لیے خلاف کے ساتھ ہے پس ان کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں لیکن طریق کے موافق بزی کے لیے صرف سکون اور قنبل کے لیے صرف فتحہ ہے کیونکہ سکون ابو ربیعہ سے ہے اسی بناء پر قنبل کے لیے طریق کے خلاف ہے) اس (فتحہ) کی خوبی اس کی چمک کی طرف (ملا دی گئی) ہے (یعنی عِنْدِیَ کا فتحہ فصاحت اور شہرت دونوں ہی سے متصف ہے) حالانکہ یہ (فتحہ دال والے کے) خلاف کے ساتھ ہے اس (فتحہ) نے (اپنے قاری کی) موافقت (اور مدد) کی ہے حالانکہ یہ (فتحہ موافقت کے لیے) لائق بنایا گیا ہے (کیونکہ یہ دلائل سے موید ہے یا اس فتحہ نے لائق بنائے ہوئے نیک عالم کی موافقت کی ہے)

شرح: یعنی اَرْهِطِیَ میں سما اور ابن ذکوان کے لیے فتحہ اور ہشام کے لیے فتحہ اور سکون دونوں اور کوفیین کے لیے صرف سکون ہے اور مَالِیَ اَدْعُوْكُمْ میں سما اور ہشام ہی کے لیے فتحہ ہے اور لَعَلِّیَ میں چھوں جگہ سما اور ابن عامر ہی کے لیے فتحہ ہے اور مَعِیَ اَبَدًا اور مَعِیَ اَوْ دونوں میں ابوبکرؒ حمزہ اور کسائی کے لیے سکون اور مد اور باقی ساڑھے چار کے لیے فتحہ ہے اور عِنْدِیَ اَوَلَمْ (قصص ع ۸) میں نافع اور ابو عمرو کے لیے صرف فتحہ اور ابن کثیر کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور چونکہ سکون کی صورت میں یہ بھی مستثنیٰ یا آت میں شامل ہو جاتا ہے اس لیے اس کو بیان کیا ہے ورنہ فتحہ کی رو سے تو یہ قاعدہ کے موافق ہے اور یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ اس میں بزی کے لیے فتحہ اور قنبل کے لیے سکون طریق کے خلاف ہے اور اس پر پہنچ کر وہ ننانوے اختلافی یا آت پوری ہو گئیں جو فتحہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے ہیں ان میں سے جن پینتیس میں فتحہ اور سکون والوں میں سے بعض نے اپنی اصل کے خلاف کیا ہے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو تو شعر ۶ تا ۱۴ میں بیان کر دیا۔ رہیں باقی چونسٹھ سو ان میں قاعدہ کے موافق سما والوں کے لیے فتحہ اور ابن عامر اور کوفیین کے لیے سکون اور مد ہے۔

فائدہ : (۱) عِنْدِیْ اَوَلَمْ کو ابن کثیر کے خلاف ہی کی وجہ سے بیان کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کو بھی مستثنیات میں شامل کرنا چاہتے ہیں (۲) خُلف سے یہ نکلتا ہے کہ عِنْدِیْ کی یا میں بزی اور قنبل دونوں کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں۔ پس خلاف مطلق ہے اور دانی غیر تیسیر میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ربیعہ کی روایت میں اسکان پڑھا ہے اور یہ بزی کی روایت ہے اور ابن مجاہدؒ کے طریق سے فتحہ پڑھا ہے اور یہ قنبل کی روایت ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ یہ خلاف مرتب ہے یعنی بزی کے لیے سکون قنبل کے لیے فتح ہے اور ابو العلا کی عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے اور تیسیر میں یہ ہے کہ ابو ربیعہ نے قنبل اور بزی دونوں سے اسکان روایت کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حضرات نے دونوں سے فتحہ نقل کیا ہے چنانچہ قنبل سے ابن مجاہد اور بزی سے لھبی اسی پر ہیں یہ ناظمؒ کے بیان کے موافق ہے چنانچہ اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ یہ خلاف مطلق ہے لیکن اس سے طرق میں خلط ضرور ہو جاتا ہے اور طرق کی چھان بین کریں گے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ طریق کے موافق وہی وجہ ہے جو دانی نے غیر تیسیر میں بیان کی ہے اور اس صورت میں بزی کے لیے فتحہ کی اور قنبل کے لیے سکون کی وجہ روایت کی رو سے زیادات میں سے ہوگی اور ابن شریح نے ابن کثیر کے لیے صرف فتحہ بیان کیا ہے اور اہوازی کہتے ہیں کہ ابن کثیر سے اختلاف ہے اور یہ مطلق بھی ہو سکتا ہے اور مرتب بھی نتیجہ یہ کہ دونوں راویوں کے لیے دونوں وجوہ صحیح ہیں (۳) سکون والوں کا بعض یا آت میں فتحہ پڑھنا دونوں لغتوں کے جمع کرنے کے لیے ہے۔

النحو والعربیہ : بَابُ مَذَاهِبِهِمْ کی تقدیر بَابُ بَیَانِ مَذَاهِبِهِمْ ہے ۱/۳۸۷ (۱) بِلَازِمِ الْفِعْلِ ای بِلَازِمٍ مُوْزُوْنِ الْفِعْلِ لَیْسَتْ کی خبر ہے اور اس میں با زائد ہے جو نفی کی تاکید کے لیے ہے اور یہ بائے زائدہ نفی کی خبر میں اس کثرت سے آتی ہے کہ بعض جگہ یہ مذکور نہیں ہوتی لیکن اس پر بھی اس کو مقدر سمجھ کر اس کے محل پر عطف کر دیتے ہیں اور معطوف کو مجرور لے آتے ہیں چنانچہ یہ شعر اسی قبیل سے ہے۔

بَدَالِیَ اَنِّیْ لَسْتُ مُدْرِكَ مَامَضٰی　　　وَلَاسَابِقٍ شَیْئًا اِذَا كَانَ جَائِیَا

مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ میں گذرے ہوئے وقت کو نہیں پا سکتا اور جو چیز پیش آنے والی ہے میں اس سے سبقت بھی نہیں کر سکتا (۲) نَفْسِ الْاُصُوْلِ اصل کی رو سے اَلْاُصُوْلِ نَفْسِهَا تھا یعنی لفظ نَفْس الْاُصُوْلِ کی تاکید تھا پھر قلب کر دیا چنانچہ عَیْنُ الشَّیْءِ بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ بھی اصل میں اَلشَّیْءُ عَیْنُهٗ تھا اور دونوں میں اضافت صرف لفظی مغایرت کی وجہ سے ہے (۳) فَتُشْكِلَا ی فَتُصْعِبَ یہ نفی کا جواب ہے اور اَنْ مقدرہ کی بنا پر منصوب ہے اور گو یہاں صرف دوسرا مصرع کافی تھا لیکن مقصود یہ ہے کہ دونوں قسموں پر تنبیہ ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸۸/۲ (۱) کَالْھَاءِ وَالْکَافِ کی تقدیر کَھَاءِ الضَّمِیْرِ وَکَافِہٖ ہے پس اَلْ مضاف الیہ کے عوض میں ہے (۲) کُلَّ مَا مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور ایک روایت پر لام کا فتحہ بھی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ یہ غیر متمکن کی طرف مضاف ہے اور ایسے اسم میں اعراب اور اس کا فتحہ پر مبنی ہونا دونوں درست ہیں پس یہ مِثْلَ مَا اَنَّکُمْ (ذاریات ع ۱) کے قبیل سے ہے اور بعض اس کو منصوب کہتے ہیں اور اس کو کُلَّمَا اُلْقِیَ کی طرح سمجھتے ہیں اور یہ صحیح نہیں کیونکہ وہاں تو کُلَّمَا شرطیہ ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اس کے ساتھ جو ما ہے یہ یا تو موصولہ ہے یا موصوفہ اور چونکہ ما مضاف الیہ ہے اس لیے یہاں کُلَّ کو ما سے جدا لکھنا چاہیے لیکن ابو شامہ فرماتے ہیں کہ قصیدہ کے نسخوں میں یہ تم کو متصل ہی ملے گا (۳) تَلِیْہِ تَصِلُہٗ وَتُقْرِبُہٗ ای تَدْخُلُ عَلَیْہِ اور یہ یا تو وَلِیَ بمعنی تَبِعَ سے ہے ای اَتٰی بَعْدَہٗ یا ولایت سے ہے جو حکومت کے معنی میں ہے یعنی یہ یا جس لفظ پر بھی حاکم بنتی ہے اور اس میں حلول کرتی ہے اس میں ضمیر کی ھا اور کاف بھی اسی طرح کا تصرف کر سکتے ہیں ۳۸۹/۳ (۱) مُنِیْفَۃٍ ای زَائِدَۃٍ اور یہ اَنَافَ عَلٰی کَذَا ای اَشْرَفَ عَلَیْہِ سے ہے۔ اور اَنَافَتِ الدَّرَاھِمُ عَلٰی مِائَۃٍ کے معنی یہ لیتے ہیں کہ درہم سو سے زائد ہو گئے اور نَافَ نَصَرَ سے ہے جو طَالَ اور اِرْتَفَعَ کے معنی میں ہے (۲) اَحْکِیْہِ مستانفہ ہے (۳) مُجْمِلًا میں میم کا فتحہ اور کسرہ دونوں ہیں فتحہ کی صورت میں مفعول سے اور کسرہ کی تقدیر پر فاعل سے حال ہے اور مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے جو فعل کے مادہ سے تو نہیں ہے لیکن اس کا ہم معنی ضرور ہے کیونکہ اَحْکِیْہِ اَذْکُرُہٗ کے معنی میں ہے ای اَذْکُرُہٗ ذِکْرًا جَمِیْلًا سَھْلًا اور اجمال کے تین معنی ہیں اور یہاں سب درست ہو سکتے ہیں (۱) کسی چیز کو تفصیل کے بغیر بیان کرنا (۲) اجمال العدد سے یعنی متفرق اعداد کو جمع کر دینا (۳) عمدہ کام کرنا اور یہ تینوں معنی تینوں ترکیبوں پر چسپاں ہو سکتے ہیں ۳۹۰/۴ (۱) تِسْعُوْنَ اور اس کا معطوف وَتِسْعُھَا مبتدا موصوف ہے اور مَعْ۔ کَائِنَۃٌ کا ظرف ہو کر اس کی صفت کی اور بِفَتْحٍ۔ ھَمْزٍ کی صفت ہے اور اس کی خبر مقدر ہے ای فَمِنَ الْمِائَتَیْنِ وَاثْنَتَیْ عَشْرَۃَ تِسْعُوْنَ یَآءً الخ اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر پہلا مصرع تمام کا تمام مبتدا ہے اور سما خبر ہے (۲) مَوَاضِعَ مستثنٰی ہے اور موصوف ہے اور ان کی تفصیل فَارْزُنِیْ کو بھی کہہ سکتے ہیں اور ذَرُوْنِیَ الخ کو بھی پہلی صورت میں مستثنٰی منقطع ہے کیونکہ اَرِنِیْ الخ کی چار یا آت میں صرف سکون ہے پس وہ فتحہ والی یا آت میں داخل نہیں ہیں اور دوسری تقدیر پر مستثنٰی متصل ہوگا کیونکہ ذَرُوْنِیَ الخ بھی فتحہ والی یا آت میں داخل ہیں (۳) ھُمَّلًا۔ مَوَاضِعَ کی صفت ہے اور یہ ھَامِلٌ ای مَتْرُوْکٌ کی جمع ہے اور مُھْمَلٌ بھی اسی مادہ سے ہے اور ھَامِل اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا گیا ہو ۳۹۱/۵ (۱) اِتَّبِعْنِیْ سے پہلے واو عاطفہ مقدر ہے (۲) تَرْحَمْنِیْ اَکُنْ کو اگر سُکُوْنُھَا لِکُلٍّ سے نیتہ" مقدم مان لیں تو عطف مفرد کے قبیل سے ہے اور اگر اس کی خبر کَذٰلِکَ مقدر مانی جائے تو عطف الجملہ علی الجملہ کی قسم سے ہوگا (۳) وَلَقَدْ جَلَا مستانفہ ہے ۳۹۲/۶ (۱) اَوْزِعْنِی کی تقدیر یا تو فَتْحُ یَآءِ کَلِمَتَیْ اَوْزِعْنِیْ ہے یا فَتْحُ یَآءِ اَوْزِعْنِیْ اَوْزِعْنِیْ ہے (۲) مَعًا کی تحقیق ص ۳۴۲ پر النحو و العربیہ میں گذر چکی ہے (۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَادَ تین معنی میں آتا ہے (۱) حَسُنَ (۲) کَثُرَ الْمَطَرُ وَ غَزُرَ (۳) سَمَحَ بِمَالِهٖ یعنی اس نے سخاوت کی (۴) هُطَّلاً۔ هَاطِلٌ کی جمع ہے اور هَطْلٌ لگاتار بارش ہونے کے معنی میں ہے اور یہ یا تو حال ہے ای سَحَائِبَ هُطَّلاً یا تمیز ہے جو تَفَقَّأَ زَیْدٌ شَحْمًا کے قبیل سے ہے ای جَادَ هُطَّلُهٗ اور جَادَ اپنے پہلے معنی پر جَوْدَةً سے ہے ۳۹۳/۷ (۱) وَعَنْهُ وَلِلْبَصْرِیْ خبر مقدم ہے اور لِلْبَصْرِیْ میں جار کے اعادہ سے عطف کرنا بصریین کے مذہب کی بناء پر ہے اور جعبری کی رائے پر عَنْ کے بجائے لام وزن کی بناء پر لائے ہیں اور علی قاریؒ مغنی اللبیب سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لام عَنْ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ہاں گنجائش اس کی بھی تھی کہ وَعَنْهُ وَعَنْ بِصْرٍ کہہ دیتے (۲) ثَمَانٍ ای ثَمَانِ یَاأتٍ اور اس میں نون کا کسرہ یا کے منوی ماننے کی بناء پر ہے اور یہ جَوَارٍ کی طرح ہے جس کی رفعی اور جری حالت تقدیری ہوتی ہے اور بعض اس یا کا اعتبار نہیں کرتے اور وہ نون پر اعراب جاری کرتے ہیں اور شعر

لَهَا ثَنَایَا اَرْبَعٌ حِسَانٌ　　　وَاَرْبَعٌ فَکُلُّهَا ثَمَانٌ

بھی اسی قبیل سے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر اس کی تقدیر فَتْحُ ثَمَانِ یَاأتٍ ہے (۳) تُنُخِّلاَ اطلاقی الف سے ثَمَانِ کی صفت ہے اور اسکی ضمیر کُلٌّ وَاحِدٍ کی تاویل سے ثَمَانٍ کے لیے ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر یہ فَتْحُ مقدر کی صفت ہے اس تقدیر پر تاویل کی حاجت نہیں اور جعبری اور ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو مجہول کے بجائے معروف کے صیغہ سے لاتے یعنی تَنَخَّلاَ کہتے تو اس کا الف تثنیہ کے لیے ہو جاتا اور اس صورت میں بلا تکلف ثَمَانِ کی صفت بن جاتا یعنی ایسی آٹھ یاآت ہیں جن کو ان دونوں نے فتحہ دینے کے لیے چن لیا ہے ۳۹۴/۸ (۱) پانچوں کلمات قرآنی مبتدا ہیں اور ہر ایک سے پہلے اس کی خبر مقدر ہے جو ثَابِتَانِ اور ثَابِتٌ ہے اور ہر ایک سے پہلے مِنْهَا بھی مقدر ہے (۲) بِیُوْسُفَ ثَابِتٌ کے متعلق ہے (۳) اِنِّیْ کی تقدیر شعر ۶ کے اَوْزِعْنِیْ کی طرح ہے یعنی یَاءُ کَلِمَتَیْ اِنِّیْ یا یَآءُ اِنِّیْ اِنِّیْ لیکن کلام کی دلالت کے سبب ایک اِنِّیْ کو حذف کردیا (۴) اَلْاَوَّلاَنِ۔ اِنِّیْ کی صفت ہے (۵) تَمَثَّلاَ مستانفہ ہے اور ترجمہ میں ان پانچوں کلمات کو اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ وَالْخَامِسُ وَالسَّادِسُ کی خبر بنایا ہے اور اس سے آسان صورت یہ ہے کہ ان پانچوں کلمات کو شعر ۷ کے ثَمَانٍ سے بدل کہہ دیا جائے اس تقدیر پر ترجمہ اس طرح ہوگا یعنی یوسف میں اِنِّیْ اِنِّیْ ہے جو پہلے ہیں اور اسی میں لِیْ ہے اور ضَیْفِیْ ہے الخ ۳۹۵/۹ (۱) اَرْبَعٌ ای اَرْبَعُ یَاأتٍ۔ فُتِحَتْ مقدر کا فاعل ہے (۲) اِذْ اسی مقدر کا ظرف ہے (۳) هُدَاهَا ای ذَوِی الْهُدٰی اَوِ الْمُهْتَدِیْنَ۔ حَمَتْ کا مفعول ہے (۴) وَلٰكِنِّیْ ای اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَلٰكِنِّیْ یا وَمِنْهَا یَآءُ وَلٰكِنِّیْ اسمیہ ہے اور اس کا واو تلاوتی ہے (۵) بِهَا اثْنَانِ دوسرا اسمیہ ہے (۶) وَکِلاَ اِثْنَانِ کی صفت ہے یا وَلٰكِنِّیْ مبتدا ہے اور اسمیہ خبر ہے یا بِهَا۔ وَکِلاَ کے متعلق ہے ای وَلٰكِنِّیْ اِثْنَانِ وَکِلاَ بِهٰذَا اللَّفْظِ ۳۹۶/۱۰ (۱) قرآن کے تینوں کلمات سے پہلے جملہ کا ایک جزو مقدر ہے جو اول کے دو میں مبتدا اور تیسرے میں خبر ہے اور یہ ترجمہ سے ظاہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (۲) جعبری فرماتے ہیں کہ دوسری جگہ وزن کے سبب فِیہَا کے بجائے فِی ھُوْدَ لائے ہیں اور اس میں وضع الظاہر موضع المضمر ہے اور یہ لَا اَرَی الْمَوْتَ یَسْبِقُ الْمَوْتَ شَیْءٌ کے قبیل سے ہے علی قاری فرماتے ہیں چونکہ دوسرا فِی ھُوْدَ الگ اور مستقل جملہ میں ہے جو دوسرے قُلْ کا مقولہ ہے اس بناء پر یہ لَا اَرَی الْمَوْتَ الخ کے قبیل سے نہیں ہے ۱۱/۳۹۷ (۱) قرآن کے چاروں کلمات عطف کے ذریعہ ایک ہو کر وَصَّلاً کے مفعول ہیں اور علی قاری کی رائے پر یہ چاروں مل کر پہلا اور حِرْمِیُّهُمْ دوسرا مبتدا ہے اور اول کا عائد محذوف ہے ای وَصَّلاَ ھَا (۲) چونکہ حِرْمِیٌّ لفظاً" مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہے اس لیے وَصَّلاَ کا الف پہلی صورت میں اطلاق اور دوسری تقدیر پر تثنیہ کے لیے ہے (۳) وَیَحْزُنُنِیْ کے بجائے لَیَحْزُنُنِیْ اولیٰ تھا تاکہ بلا ضرورت رسم کی مخالفت لازم نہ آتی (۴) حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی میں ہمزہ کا حذف نقل کی بناء پر لغتہ" ہے نہ کہ شعلہ کے قول کے مطابق ضرورت کی بنا پر اور اصفہانی نے اس میں یا کا حذف بھی جائز بتایا ہے لیکن یہ رسم کے موافق نہ ہونے کے سبب روایت ودرایت دونوں ہی کے خلاف ہے ۱۲/۳۹۸ (۱) اس شعر میں چار اسمیہ ہیں (۲) لِوًی میں ضرورتاً" اور اَلْعُلَا میں وقفاً" قصر ہے (۳) نصب والے تینوں اسم یا تو حال ہیں یا تمیز (۴) نَفَرُ الْعُلَا اَیْ ذُوْنَفَرِ الْاَدِلَّةِ الْعُلَا۔ مَعِیَ کی خبر ہے یا یہ دوسرا مبتدا ہے اور شعر ۱۳ کا عِمَادٌ اس کی اور جملہ مَعِیَ کی خبر ہے ۱۳/۳۹۹ (۱) عِمَادٌ۔ ھُمْ مقدر کی خبر ہے (۲) تَحْتَ النَّمْلِ۔ ثَابِتٌ مقدر کا ظرف ہے جو عِنْدِیْ کی خبر ہے (۳) اِلٰی۔ مَضْمُوْمٌ مقدر کے متعلق ہے جو حُسْنُهٗ کی خبر ہے (۴) دُرِّہٖ ای تَلَأْلُؤِہٖ (۵) بِالْخُلْفِ۔ مَضْمُوْمٌ مقدر کی ضمیر سے حال ہے (۶) وَافَقَ علی قاری کی رائے پر قَدْ کی تقدیر سے یا بلاتقدیر حال ہے لیکن مستانفہ قرار دینا اولیٰ اور معناً" نفیس ہے (۷) مُوْھَلاَ۔ اَھَلَکَ اللّٰہُ لِکَذَا ای جَعَلَکَ لَهٗ اَھْلاً سے ہے پس مُوْھَلاً کے معنی یہ ہوئے مَجْعُوْلاً اَھْلاً لِلْمُوَافَقَةِ اور یہ یا تو وَافَقَ کی ضمیر سے حال ہے یا عَالِمًا مقدر کی صفت ہو کر وَافَقَ کا مفعول بہ ہے اور ابو شامہ کی رائے پر وَافَقَ۔ حُسْنُهٗ کی خبر ہے یعنی اس فتحہ کی وہ خوبی جو اس کی چمک کی طرف ملا دی گئی ہے اس نے قاری کی موافقت کی ہے۔

دوسری قسم وہ باون یا آت جن کے بعد کسرہ والا ہمزۂ قطعی ہو

۱۴/۴۰۰ وَثِنْتَانِ مَعْ خَمْسِیْنَ مَعْ کَسْرِ هَمْزَةٍ ۔۔۔ بِفَتْحِ اُولِیْ حُکْمٍ سِوٰی مَا تَعَزَّلَا

ترجمہ: اور (وہ) دو جو پچاس کے ساتھ ہیں (یعنی باون یا آت) ہمزۂ (قطعی) کے کسرہ کے ساتھ ہیں (یہ سب یا آت نافع اور ابو عمرو ہی کے لیے) انصاف والوں کے فتحہ کے ساتھ ہیں سوائے (ان باون میں سے) اس (مجموع) کے جو (اس قاعدہ سے) جدا ہو گیا ہے (اور وہ چھبیس یا آت ہیں جن میں سے پچیس تو یہاں شعر ۱۵ تا ۱۸ میں مذکور ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک حٰمٓ السجدہ کے آخر میں آئے گی اور ان چھبیس یا آت کی تین صورتیں ہو جاتی ہیں جو ابھی شرح میں آئیں گی۔)

شرح: یعنی دو سو بارہ میں سے باون اختلافی یا آت ایسی ہیں جن کے بعد کسرہ والا ہمزۂ قطعی ہے ان میں صرف نافع اور ابو عمرو کے لیے فتحہ ہے لیکن ان میں سے کچھ یا آت اس قاعدہ سے مستثنیٰ بھی ہیں اور ان سب کے شامل کر لینے کے بعد اس قسم کی کل یا آت کی تین نوعیں ہو جاتی ہیں اول: وہ جو نہ تو یہاں مذکور ہیں اور نہ قصیدہ میں ان کے لیے اس کے سوا کوئی اور حکم بتایا ہے کہ ان میں نافع اور ابو عمرو کے لیے فتحہ ہے اور ایسی یا آت چھبیس ہیں جیسے مِنِّیۤ اِنَّکَ (آل عمران ع ۴) اور رَبِّیۤ اِنَّهٗ (مریم ع ۳) ان چھبیس میں تو قاعدہ کے موافق صرف نافع اور ابو عمرو کے لیے بلاخلاف فتحہ ہے دوم: وہ جو یہاں شعر ۱۵ سے شعر ۱۸ کے تَوْفِیْقِیْۤ تک مذکور ہیں اور یہ پچیس ہیں اور چھبیسویں رَبِّیۤ اِنَّ لِیْ ہے جو فصلت کے آخر میں آئے گی اور ان چھبیس کی تین صورتیں ہیں (۱) وہ جن کو نافع اور ابو عمرو میں سے بھی بعض فتحہ کے بجائے سکون سے پڑھتے ہیں اور یہ نو ہیں جن میں سے آٹھ تو شعر ۱۵ میں ہیں اور ایک شعر ۱۶ کی پہلی ہے (۲) وہ جن کے فتحہ میں نافع اور ابو عمرو کے ساتھ بعض دوسرے حضرات بھی شریک ہو گئے ہیں اور یہ پندرہ ہیں جن میں سے ایک شعر ۱۶ کی دوسری یا ہے اور بارہ شعر ۱۷ کی ہیں اور دو شعر ۱۸ کی پہلی ہیں (۳) وہ جن میں فتحہ پڑھنے والے تو دو ہی ہیں کم و بیش نہیں لیکن اس پر بھی وہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) وَرُسُلِیۤ اِنَّ اللّٰهَ (مجادلہ ع ۳) ایں میں نافع اور ابن عامر ہی کے لیے فتحہ ہے پس اس میں عام قاعدہ کے خلاف ابو عمرو سکون والوں میں اور ابن عامر فتحہ والوں میں شامل ہو گئے ہیں (۲) رَبِّیۤ اِنَّ لِیْ (فصلت ع ۶) اس میں فتحہ تو نافع اور ابو عمرو ہی کے لیے ہے لیکن قالون کے لیے اس میں فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور اس کا ذکر فصلت کے شعر ۳ میں آئے گا۔ پس یہ پہلی قسم کے عِنْدِیۤ اَوَلَمْ کی طرح ہے جو ابھی شعر ۱۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ سوم: وہ جن میں سب کے لیے سکون ہے اور یہ نو ہیں جو شعر ۱۸ کے یُصَدِّقُنِیۤ سے شعر ۱۹ کے خِطَابُهٗ تک مذکور ہیں اور ان کے شامل کر لینے سے اس قسم کی کل یا آت اکسٹھ ہو جاتی ہیں اور اس اجمال کی تفصیل ابھی شعر ۱۵ تا ۱۹ میں آتی ہے۔

باون میں سے وہ پچیّس یا آت جو نافع اور ابو عمرو کے فتحہ کے عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اول وہ آٹھ جن میں صرف نافع کے لئے فتحہ ہے

۱۵/۴۰۱ بَنَاتِیۤ وَاَنْصَارِیۤ عِبَادِیۤ وَلَعْنَتِیۤ ۔ وَمَا بَعْدَهٗ اِنْ شَآءَ بِالْفَتْحِ اُهْمِلَا

ترجمہ: بَنٰتِیۤ (اِنْ کُنْتُمْ حجر ع ۵) اور اَنْصَارِیۤ (اِلَی اللّٰهِ آل عمران ع ۵ و صف ع ۲ اور) بِعِبَادِیۤ (اِنَّکُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعراء ع ۴) اور لَعَنَنِیَ (اِلیٰ صٓ ع ۵) اور وہ (سَتَجِدُنِیَ) جس کے بعد اِنْ شَآءَ (اللّٰہُ) ہے (جو کہف ع ۹ و قصص و صٰفّٰت ع ۳ میں ہے یہ آٹھوں نافع ہی کے لیے یا کے) فتحہ کے ساتھ ہیں یہ (آٹھ یا آت کا مجموع مذکورۂ بالا قاعدہ سے) علیحدہ چھوڑ دیا گیا ہے (چنانچہ ان آٹھوں میں ابو عمرو کے لیے فتحہ کے بجائے سکون ہے)

۴۰۲/۱۶ وَفِیْ اِخْوَتِیْ وَرْشٌ یَدِیْ عَنْ اُولِیْ حِمیً وَفِیْ رُسُلِیْ اَصْلٌ کَسَا وَافِیَ الْمُلَا

ترجمہ: اور اِخْوَتِیَ (ان یوسف ع ۱۱ کی یا) میں ورش (ہی کا فتحہ) ہے (اور) یَدِیَ (اِلَیکَ مائدہ ع ۵ کی یا کا فتحہ حفص، نافع، ابو عمرو ہی کے لیے قراءۃ کی) حفاظت والوں سے (منقول) ہے (پس اس میں حفص ان دونوں کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں) اور (نافع، ابن عامر ہی کے لیے وَ) رُسُلِیَ (اِنَّ اللّٰہَ مجادلہ ع ۳ کی یا کے فتحہ) میں ایسی اصل (صحیح نقل کا حصول) ہے جس نے (فتحہ کو) کامل (اور) سفید چادریں پہنا دی ہیں (اور اعتراضات سے محفوظ کر دیا ہے یا اس اصل نے فتحہ کو لباس پہنایا ہے حالانکہ یہ اصل کامل اور سفید چادروں والی ہے یعنی گو اس کلمہ میں عام قاعدہ کے خلاف ابو عمرو نے سکون اور ابن عامر نے فتحہ پڑھا ہے لیکن چونکہ یہ ان سے صحیح سند کے ذریعہ ثابت ہے اس لیے اعتراض سے اسی طرح محفوظ ہے جس طرح چادر اوڑھ لینے والا گرمی اور سردی سے امن میں ہو جاتا ہے)

۴۰۳/۱۷ وَاُمِّیْ وَاَجْرِیْ سُکِّنَا دِیْنُ صُحْبَۃٍ دُعَائِیْ وَاٰبَائِیْ لِکُوْفٍ تَجَمَّلَا

ترجمہ: اور (وَ) اُمِّیَ (اِلٰھَیْنِ مائدہ ع ۱۶) اور اَجْرِیَ (اِلَّا سب ۹ جگہ) دونوں (ابن کثیر، ابوبکر، حمزہ اور کسائی ہی کے لیے یا کے) سکون سے پڑھے گئے ہیں (اضافت کی یا میں) ایک جماعت کے عادت بنا لینے کی طرح (ان حضرات نے بھی یا کے اسکان کو اپنا طریق بنا لیا ہے اور ان میں سے اَجْرِیَ اِلَّا نو جگہ آیا ہے یعنی یونس ع ۸ و ہود ع ۳ و ع ۵ میں اور شعراء ع ۶ تا ع ۱۰ میں اور سبا ع ۶ میں اور ایک یا وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ کی ہے ان دس کی دس یا آت میں ابن کثیر اور صحبہ کے لیے سکون ہے اور ابن کثیر یا کو قصر سے اور صحبہ والے مد سے پڑھتے ہیں اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے تین نافع، ابو عمرو، ابن عامر، حفص کے لیے ان دونوں کلمات میں دس کی دس جگہ یا کا فتحہ ہے پس ان میں ابن عامر اور حفص فتحہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور) دُعَآءِیَ (اِلَّا نوح ع ۱) اور اٰبَآءِیَ (اِبْرٰھِیْمَ یوسف ع ۵ کی یا کا سکون) کوفیین (ہی) کے لیے خوبصورت ہو گیا ہے (یا یہ دونوں کلمات کوفیین کے لیے یا کے سکون کے ساتھ خوبصورت ہو گئے ہیں۔ پس باقی چار سا اور ابن عامر کے لیے ان دونوں میں یا کا فتحہ ہے اور ان میں ابن کثیر اور ابن عامر فتحہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں)

وہ نو یا آت جن میں سب کے لیے سکون ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸/۴۰۴ وَحُزْنِیْ وَتَوْفِیْقِیْ ظِلَالٌ وَكُلُّهُمْ ۔ یُصَدِّقُنِیْ اَنْظِرْنِیْ وَاَخَّرْتَنِیْ اِلٰی

تیسری قسم وہ دس یا آت جن کے بعد ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو

۱۹/۴۰۵ وَذُرِّیَّتِیْ یَدْعُوْنَنِیْ وَخِطَابُهُ ۔ وَعَشْرٌ یَّلِیْهَا الْهَمْزُ بِالضَّمِّ مُشْكَلَا

ترجمہ: اور (ابن کثیر اور کوفیین ہی کے لیے وَ) حُزْنِیْٓ (اِلَی اللّٰهِ یوسف ع ۱۰) اور (وَمَا) تَوْفِیْقِیْٓ (اِلَّا ہود ع ۸ کی یا کا سکون حق تعالیٰ کی حفاظت کے) سایوں والا ہے (اور باقی تین نافع، ابو عمرو اور ابن عامر کے لیے دونوں میں یا کا فتحہ ہے پس اس میں ابن عامر فتحہ والوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں) اور تمام (قراء) یُصَدِّقُنِیْٓ (اِنِّیْٓ قصص ع ۴ کی پہلی اور) اَنْظِرْنِیْٓ (اِلٰی اعراف ع ۲ و حجر ع ۳ و صٓ ع ۵) اور اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰی (منافقون ع ۲) اور ذُرِّیَّتِیْٓ (اِنِّیْ احقاف ع ۲ اور) یَدْعُوْنَنِیْٓ (اِلَیْهِ یوسف ع ۴ کی یا) کو (ساکن پڑھتے ہیں) اور اس (یَدْعُوْنَنِیْ) کا خطاب (والا صیغہ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ اور تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ غافر ع ۵ بھی غائب والے کی طرح ہے کہ اس میں بھی سب کے لیے سکون ہے) اور (اختلافی یا آت میں سے وہ) دس (یا آت بھی) ہیں جن سے ہمزہ ضمہ کے ساتھ حرکت دیا ہوا ہونے کی حالت میں ملتا ہے (یعنی ضمہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے اختلافی یا آت دس آئی ہیں)

۲۰/۴۰۶ فَعَنْ نَافِعٍ فَافْتَحْ وَاَسْكِنْ لِكُلِّهِمْ ۔ (ص) بِعَهْدِیْ وَاٰتُوْنِیْ لِتَفْتَحَ مُقْفَلَا

ترجمہ: پس تو (ان دس کی دس یا آت کو) نافع (ہی) کے لیے فتحہ دے (اور اس قسم کی مثال اِنِّیْٓ اُمِرْتُ کی طرح ہے) اور بِعَهْدِیْٓ (اُوْفِ بقرہ ع ۵) اور اٰتُوْنِیْٓ (اُفْرِغْ کہف ع ۱۱ کی یا) کو تمام (قراء) کے لیے ساکن کر دے (اور ان دونوں یا آت کو بھی یاد کر لے) تاکہ تو قفل سے بند کیے ہوئے (دروازہ) کو کھول لے (یعنی چونکہ تیسیر میں ان دونوں کو بیان نہیں کیا ہے اس لیے یہ مقفل شے کی طرح تھیں جو میرے بیان سے ظاہر ہو گئی ہیں۔)

شرح: شعر ۱۵ سے شعر ۲۰ تک کے چھ شعروں میں چھیالیس یا آت بیان ہوئی ہیں ان میں سے ۱ تا ۸ میں صرف نافع کے لیے اور ۹ میں صرف ورش کے لیے اور نمبر ۱۰ میں نافع ابو عمرو، حفص کے لیے اور ۱۱ میں نافع اور ابن عامر کے لیے فتحہ ہے اور ۱۲ تا ۲۱ میں جو اُمِّیَ اور اَجْرِیَ میں ہیں ابن کثیر اور صحبہ کے لیے سکون اور باقی ساڑھے تین کے لیے فتحہ ہے اور ۲۲ و ۲۳ میں کوفیین کے لیے سکون اور باقی چار کے لیے فتحہ ہے اور ۲۴ و ۲۵ میں ابن کثیر اور کوفیین کے لیے سکون اور باقی تین کے لیے فتحہ ہے اور یُصَدِّقُنِیْ سے تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ تک کی نو میں سب کے لیے سکون ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَدْعُوْنَنِیْ کی دونوں یا آت کی طرف خِطَابُہٗ سے اشارہ کیا ہے اور جن یا آت سے پہلے ضمہ والا ہمزۂ قطعی ہو جیسے اِنِّیْ اُرِیْدُ وہ کل بارہ آئی ہیں ان میں سے بِعَھْدِیْ اور اٰتُوْنِیْ میں سب کے لیے سکون ہے اور باقی دس میں صرف نافع کے لیے فتحہ اور باقی چھ کے لیے سکون ہے۔

فائدہ: (۱) عِبَادِیْ میں یا کا حذف ضرورت کی بناء پر ہے اور چونکہ اس کے بعد کسرہ والا ہمزہ صرف ایک ہی جگہ آیا ہے اس لیے حذف کرنے میں شبہ کا اندیشہ نہیں تھا (۲) سَتَجِدُنِیْ کو یہاں وَمَا بَعْدَہٗ اِنْ شَآءَ سے اور کہف کے آخر میں وَمَا قَبْلَ اِنْ شَآءَ سے اور قصص اور صٓفّٰت کے آخر میں وَذُو الثُّنْیَا ای ذُوالاِسْتِثْنَاءِ سے بیان کیا ہے اور خود اس کلمہ کو نہیں لائے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں پانچ حرکتیں لگاتار جمع ہیں جن کو شعر کا وزن برداشت نہیں کرتا (۳) نظم کی گنجائش کے موافق ایک ہی باب میں دونوں ضدوں سے کام لیتے ہیں کچھ حصہ میں ایک سے اور بعض میں دوسری سے چنانچہ چودھویں باب میں اول کے چار اشعار میں ادغام والوں کو بیان کیا ہے اور باقی پانچ میں اظہار والوں کو اور اسی طرح اس باب کے شروع سے شعر۱۶ تک فتحہ والوں کو بیان کیا ہے اور شعر۱۷ سے شعر۱۹ تک یعنی دوسری قسم کے ختم تک اسکان والوں کو بیان کیا ہے اور آئندہ بھی یہی دونوں صورتیں حسب موقع آئیں گی اور اس باب میں فتحہ کے بجائے اسکان سے بیان کرنا اولیٰ تھا کیونکہ ضد سے دوسروں کے لیے فتحہ کی حرکت نکل آتی رہا فتحہ سو اصطلاح کی رو سے اس کی ضد کسرہ ہے اور اگر حَرِّکْ بِالْفَتْحِ کہتے تو یہ بھی صحیح تھا چنانچہ دوسرے موقعوں میں بھی تحریک کے ساتھ تینوں حرکتوں کی قید لگا کر لاتے رہتے ہیں اس صورت میں بھی تحریک سے اسکان نکل آتا (۴) وَحُزْنِیْ وَتَوْفِیْقِیْ ظِلَالٌ سے ایک نفیس معنی نکلتے ہیں کہ میرا رنج اور میری توفیق دونوں سایوں والے ہیں یعنی اگر مجھے گذشتہ کوتاہیوں پر رنج اور ان سے توبہ اور آئندہ کے لیے حق تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی توفیق ہو جائے تو ان کے ذریعہ مجھے اس روز عرش کا سایہ ملے گا جس روز حدیث کی رو سے عرش کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ کسی جگہ بھی نہ ہوگا اور انجام کار دوزخ سے بھی ابتداء" ہی نجات نصیب ہو جائے گی اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (۵) یُصَدِّقْنِیْ اَنْظِرْنِیْ کو ضرورت کے سبب تین طرح پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) یُصَدِّقْنِیَ اَنْظِرْنِیْ جمہور کی قراءۃ کے موافق قاف کے جزم سے اور یا کا فتحہ یا تو نقل کی بناء پر ہے اور یہ عرب کے لغت (اِبْتَغِیَ اَمْرَہٗ) کے موافق ہے پس گویا یا تقدیراً ساکن ہے کیونکہ فتحہ نقل کی بناء پر آیا ہے اور یہ وہ فتحہ نہیں جو اضافت کی یا پر آیا کرتا ہے یا فتحہ اس لیے ہے کہ ہمزہ کو وصلی قرار دے کر حذف کر دیا پھر یا کو فتحہ دے دیا اور اول اولیٰ ہے (۲) یُصَدِّقُنِی اَنْظِرْنِیْ عاصم اور حمزہ کی قراءۃ کے موافق قاف کے پیش سے اور ہمزہ کا حذف اس کو وصلی ماننے کی اور یا کا حذف دو ساکن جمع ہو جانے کی بناء پر ہے (۳) یُصَدِّقْنِ اَنْظِرْنِیْ قاف کے جزم نون کے کسرہ اور یا کے حذف اور ہمزہ کے فتح سے اور جب شعر۱۰ کے فَطَرَنْ میں یا کا حذف اور نون کا سکون دونوں جائز تھے تو یہاں یا کا حذف بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس میں تو ایک ہی تغیر ہے اور یہ تینوں وجوہ محض ضرورت کی بناء پر درست ہیں قراءۃ کی موافقت کی بناء پر نہیں کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی کوئی قراءۃ بھی ان وجوہ کے موافق نہیں ہے اور چونکہ نمبر ایک میں تغیر کم ہے اور لغت کے بھی موافق ہے اور اس میں یا کا بھی اثبات ہے اس لیے وہ اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور روایت سے بھی یہی ثابت ہے (٦) اَخَّرْتَنِیٓ سے منافقون والا مراد ہے نہ کہ اسرا (ع ٧) والا اور اس کی دو وجوہ ہیں (١) اسرا والے کو اس کے بعد باب الزوائد میں بیان کیا ہے (٢) یہ باب یا آت الاضافت کا ہے اور ان کا کتابت میں ہونا ضروری ہے اور یہ شرط منافقوں والے ہی میں پائی جاتی ہے (٧) تیسری قسم کی دس اختلافی یا آت یہ ہیں (١) وَاِنِّیٓ اُعِیْذُھَا (آل عمران ع ٤) ٢ و (٣) اِنِّیٓ اُرِیْدُ (مائدہ ع ٥ و قصص ع ٣) (٤) فَاِنِّیٓ اُعَذِّبُہٗ (مائدہ ع ١٥) ٥ و (٦) اِنِّیٓ اُمِرْتُ (انعام و زمر ع ٢) (٧) عَذَابِیٓ اُصِیْبُ (اعراف ع ١٩) (٨) اِنِّیٓ اُشْھِدُ اللّٰہَ (ہود ع ٥) (٩) اَنِّیٓ اُوْفِی الْکَیْلَ (یوسف ع ٨) (١٠) اِنِّیٓ اُلْقِیَ (نمل ع ٢) (٨) تیسیر میں تینوں قسموں میں سے کسی میں بھی اجماعی سکون والی یا آت کو بیان نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام اختلافی یا آت کو سورتوں کے آخر میں ان کے حکم سمیت بتا دیا ہے اس سے نکل آیا کہ بقیہ میں سکون پر اتفاق ہے ورنہ ان کو بھی بیان کرتے (٩) چونکہ شعر ٢٠ میں نافع کا صریح اسم آرہا ہے اس لیے لِتَفْتَحَ کا لام رمز نہیں ہو سکتا ہاں اگر کوئی غلطی سے وَاٰتُوْنِیْ کے واو کو فاصل سمجھ لے تو پھر وہم ہو سکتا ہے اور اسی لیے علی قاریؒ کی رائے پر لِتَفْتَحَ کے بجائے وَتَفْتَحُ اولیٰ تھا۔

چوتھی قسم وہ چودہ یا آت جن کے بعد ہمزۂ وصلی مع لام ہے

٢١/٤٠٧ وَفِی اللَّامِ لِلتَّعْرِیْفِ اَرْبَعَ عَشْرَۃً ۔۔۔ فَاِسْکَانُھَا فَاشٍ وَّعَھْدِیْ فِیْ عُلاً
ف ۔ ف ع

ترجمہ: اور (اس) لام میں جو تعریف کے لیے ہے (یعنی اَلْ سے پہلے اختلافی یا آت میں سے) چودہ (یا آت) ہیں پس ان (سب) کا سکون (و حذف حمزہ ہی کے لیے) شائع (اور مشہور) ہے اور عَھْدِی (الظّٰلِمِیْنَ) بقرہ ع ١٥ کی یا کا سکون (حمزہ اور حفص ہی کے لیے) بلند ہونے والی (نقلوں اور دلیلوں) میں ہے (یعنی عالیشان نقل اور دلیلوں سے ثابت ہے)

٢٢/٤٠٨ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ کَانَ شَرْعاً وَّفِی النِّدَا ۔۔۔ حِمًی شَاعَ اٰیَاتِیْ کَمَا فَاحَ مَنْزِلاً
ک ش ۔ ح ش ک ف

ترجمہ: اور قُلْ لِّعِبَادِیَ (الَّذِیْنَ) ابراہیم ع ٥ کی یا کا سکون ابن عامر، حمزہ اور کسائی ہی کے لیے) طریق (والا) ہے (یعنی عمدہ طریق سے ثابت ہے اور علی قاریؒ سخاویؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قُلْ لِّعِبَادِیَ کی یا کا اسکان شریعت والا تھا اس بناء پر کہ قُلْ میں نبی ﷺ کو تبلیغ کا حکم تھا جو آپ کی وفات سے ختم ہو گیا اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظمؒ نے تھا فرمایا ہے لیکن احقر کے ذوق میں یہ معنی اس مقام میں چسپاں نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس کو صحیح مان بھی لیں تو اس میں امر شریعت والا تھا نہ کہ اسکان) اور (یہی اسکان) ندا (کے بعد والی یا یعنی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ عنکبوت و زمر ع ۶) میں (ابو عمرو، حمزہ اور کسائی ہی کے لیے) حفاظت کے اعتبار سے مشہور ہوگیا ہے (کہ قراء اس کی حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اور) اٰیٰتِیَ (الَّذِیْنَ اعراف ع ۱۷ کی یا کا سکون ابن عامر اور حمزہ ہی کے لیے اسی طرح ثابت اور صحیح ہو گیا ہے) جیساکہ یہ (اٰیٰتِیْ سکون کے ساتھ) منزل کے اعتبار سے مہک گیا ہے (یعنی جس طرح اپنی ذات میں عمدہ اور رونق دار ہے اسی طرح نقلاً" بھی ثابت و صحیح ہے اور چونکہ الْ سے پہلے کل یا آت بتیس ہیں اور اختلاف چودہ ہی میں ہے اور باقی میں ساتوں کے لیے فتحہ ہے اس لیے آئندہ دو شعروں میں ان چودہ یا آت کو شمار کراتے ہیں تاکہ اختلافی یا آت اجماعی سے ممتاز ہو جائیں۔)

اس قسم میں سے جن یا آت میں اختلاف ہے ان کا شمار

۲۳/۴۰۹ فَخَمْسَ عِبَادِیْ اعْدُدْ وَعَہْدِیْ اَرَادَنِیْ وَرَبِّیَ الَّذِیْ اٰتَانِ اٰیَاتِیَ الْحُلَا

ترجمہ: پس تو عِبَادِیَ کے پانچ (کلمات کی یا) کو (جو (۱) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ ابراہیم ع ۵ (۲) عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ انبیاء ع ۷ (۳) عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ سبا ع ۲ (۴ و ۵) یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ عنکبوت و زمر ع ۶ میں ہیں) اور (۶) عَہْدِی (الظّٰلِمِیْنَ بقرہ ع ۱۵) اور (۷) اَرَادَنِیَ (اللّٰہُ زمر ع ۴) اور (۸) رَبِّیَ الَّذِیْ (بقرہ ع ۳۵) اور (۹) اٰتٰنِیَ (الْکِتٰبَ مریم ع ۲) اور (۱۰) اٰیٰتِیَ (الَّذِیْنَ اعراف ع ۱۷ ان سب ایسے کلمات کی یا آت) کو شمار کر لے جو زیوروں والے ہیں۔

۲۴/۴۱۰ وَاَھْلَکَنِیْ مِنْھَا وَفِیْ صَادَ مَسَّنِیْ مَعَ الْاَنْبِیَا رَبِّیْ فِی الْاَعْرَافِ کَمَّلَا

ترجمہ: اور (۱۱) اَھْلَکَنِیَ (اللّٰہُ ملک ع ۲ بھی) انہیں (چودہ یا آت) میں سے ہے اور صٓ (ع ۴) میں (۱۲) مَسَّنِیَ (الشَّیْطٰنُ بھی انہیں میں سے) ہے حالانکہ یہ انبیاء (ع ۶ والے (۱۳) مَسَّنِیَ الضُّرُّ) کے ساتھ ہے (اور ۱۴) رَبِّیَ (الْفَوَاحِشَ جو اعراف (ع ۳) میں ہے اس نے (ان چودہ یا آت کے شمار کو) کامل کر دیا ہے۔

شرح: اس قسم کی اختلافی یا آت چودہ ہیں جو شعر ۲۳ و ۲۴ میں مذکور ہیں حمزہ کے لیے ان سب میں وصلاً" سکون اور حذف ہے اور پانچ یا آت میں دوسرے حضرات بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں چنانچہ نمبر ایک میں ابن عامر اور کسائی نے اور نمبر چار و پانچ میں ابو عمرو اور کسائی نے اور نمبر چھ میں حفص نے اور نمبر دس میں صرف ابن عامر نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی موافقت کی ہے نتیجہ یہ کہ حرمی اور ابوبکر کے لیے ان سب یا آت میں فتحہ ہے اور حمزہ کے لیے سب میں سکون اور حذف ہے اور ابو عمرو کے لیے صرف یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ عنکبوت و زمر میں سکون و حذف اور باقی بارہ میں فتحہ ہے اور ابن عامر کے لیے اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ اعراف (ع ۱۷) اور قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ ابراہیم (ع ۵) میں سکون و حذف اور باقی بارہ میں فتحہ ہے اور حفص کے لیے عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ میں سکون و حذف اور باقی تیرہ میں فتحہ ہے اور کسائی کے لیے قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں اور دونوں جگہ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ ان تین میں سکون اور حذف اور باقی گیارہ میں یا کا فتحہ ہے اور وقفاً" سب کے لیے سب میں یا کا اثبات اور سکون ہے اور وصلاً" سکون والوں کے لیے یا کا حذف بعد کے ساکن کی بناء پر ہے۔

فائدہ: (۱) اس قسم کی باقی اٹھارہ یا آت جن میں ساتوں کے لیے فتحہ ہے یہ ہیں (۱ تا ۳) نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ (بقرہ ع ۵ و ع ۶ و ع ۱۵) (۴ و ۵) حَسْبِیَ اللّٰہُ (توبہ ع ۱۶ و زمر ع ۴) (۶ تا ۹) شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ (نحل ع ۴ و کہف ع ۷ میں ایک ایک اور قصص ع ۷ میں دو) (۱۰) بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ (آل عمران ع ۴) (۱۱) بِیَ الْاَعْدَآءَ (۱۲) مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (۱۳) وَلِیِّ یَ اللّٰہُ (اعراف ع ۱۸ و ع ۲۳ و ع ۲۴) (۱۴) مَسَّنِیَ الْکِبَرُ (حجر ع ۴) (۱۵) اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ (سبا ع ۳) (۱۶) رَبِّیَ اللّٰہُ (۱۷) جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ (غافر ع ۴ و ع ۷) (۱۸) نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ (تحریم ع ۱) رہا اٰتٰنِ ےَ اللّٰہُ (نمل ع ۳) اور فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ (زمر ع ۲) سو ان کا ذکر تیئسویں باب میں آئے گا کیونکہ ان میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے نیز ان میں اختلاف حذف و اثبات کا بھی ہے (۲) فَاَسْکَانُھَا فاش میں اشارہ ہے کہ کسائی نے جو عرب سے اس کا ترک نقل کیا ہے وہ مضر نہیں جیسا کہ اوپر اسی باب کے شعر ۳ کے فائدہ میں بھی گذر چکا ہے (۳) ندا والے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ سے عنکبوت و زمر (ع ۶) والا ہی مراد ہے نہ کہ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ زمر (ع ۲) والا بھی کیونکہ یہ ندا کے بعد تو ہے لیکن اس میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے پس فتحہ اور سکون کے خلاف کا محل ہی نہیں ہے (۴) مَسَّنِیَ کے ساتھ صٓ اور انبیاء کی قید مَسَّنِیَ السُّوْٓءِ اور مَسَّنِیَ الْکِبَرُ کے نکالنے کے لیے ہے (۵) چونکہ اس قسم میں اجماعی یا آت زیادہ تھیں اس لیے اختلافی کے تمام مواقع بتا دیے اور پہلی تین قسموں میں اجماعی یا آت میں سکون تھا اور یہاں ان میں فتحہ ہے (۶) موافقت والوں میں حمزہ کا اعادہ تصریح کے لیے ہے تاکہ خصوصیت کا شبہ پیدا نہ ہو سکے (۷) لِلتَّعْرِیْفِ کی قید سے ہمزہ کا وصلی ہونا ظاہر ہو گیا اور اسی لیے مجاز کی بناء پر اللہ کے لام کو اصل کے اور اَلَّذِیْ کے لام کو صورت کے اعتبار سے تعریفی قرار دیا ہے اور ہمزہ کے ساتھ لام کی قید پانچویں قسم کے نکالنے کے لیے ہے (۸) نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ میں عاصم کے لیے مفضل سے اور بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ میں دوری کے لیے حلوانی سے سکون ہے (۹) وَفِی النِّدَا کی قید سے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ نکل گیا اور یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ (زمر ع ۲) میں شبہ انہیں کو ہوتا ہے جو رسم سے واقف نہیں ہیں اس لیے کہ اس باب میں اس یا کا ذکر ہے۔ جو رسماً" ثابت ہے (۱۰) چونکہ رَبِّیَ کے بعد اَلَّذِیْ بقرہ ہی میں آیا ہے اس لیے اس کی تعیین اسی سے ہو گئی اور رَبِّیَ کے ساتھ اعراف کی قید رَبِّیَ اللّٰہُ کے نکالنے کے لیے ہے (۱۱) مَنْزِلًا کا میم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنا" مکرر ہے۔

پانچویں قسم ان سات یا آت میں جن کے بعد ہمزۂ وصلی بلا لام ہے

۲۵/۴۱۱ وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَّفَتْحُهُمْ ۔۔۔ أَخِي مَعَ إِنِّي حَقُّهُ لَيْتَنِي حَلَا

ترجمہ: اور (دو سو بارہ میں سے) سات (یا آت) ہمزۂ وصلی کے ساتھ ہیں (یعنی اس سے پہلے ہیں) حالانکہ وہ (ہمزہ لام سے) اکیلا ہو (یعنی یا کے بعد ہمزۂ وصلی تو ہو لیکن اس کے بعد لام نہ ہو) اور (اس قسم میں سے) ان (قراء) کا (ابن کثیر اور ابو عمرو ہی کے لیے) اَخِیَ (اشْدُدْ طٰهٰ ع ۲ کی یا) کو اِنِّیَ (اصْطَفَيْتُكَ اعراف ع ۱۷) سمیت فتحہ دینا جو ہے اس (فتحہ) کا حق (مشہور ہو گیا ہے اور) يٰلَيْتَنِيَ (اتَّخَذْتُ فرقان ع ۳ کی یا کا فتحہ ابو عمرو ہی کے لیے) شیریں ہو گیا ہے۔

۲۶/۴۱۲ وَنَفْسِي سَمَا ذِكْرِي سَمَا قَوْمِي الرِّضَا ۔۔۔ حَمِيدُ هُدًى بَعْدِي سَمَا صَفْوُهُ وِلَا

ترجمہ: اور لِنَفْسِیَ (اذْهَبْ طٰهٰ ع ۲ کی یا کا فتحہ سما والوں ہی کے لیے) بلند ہو گیا ہے (اور) ذِكْرِیَ (اذْهَبَا طٰهٰ ع ۲ کی یا کا فتحہ بھی سما والوں ہی کے لیے) بلند ہو گیا ہے (اور) قَوْمِیَ (اتَّخَذُوا فرقان ع ۳ کی یا کا فتحہ نافع، ابو عمرو اور بزی ہی کے لیے) پسندیدگی والا ہے (یہ فتحہ) ہدایت (والے قاری) کا پسند کیا ہوا ہے (یا ہدایت کی رو سے خوبی والا ہے اور) بَعْدِیَ (اسْمُهُ صف ع ۱ کی یا کا فتحہ) جو ہے اس کی صفائی (سما اور ابوبکر ہی کے لیے) موافقت کے اعتبار سے بلند ہو گئی ہے (یعنی چونکہ اس کا فتحہ صحیح نقل سے ثابت ہے اس لیے اس کی موافقت اور عمدگی بلند اور مشہور ہے)

شرح: ان دو شعروں میں سات یائیں مذکور ہیں ان میں سے نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں ابن کثیر اور ابو عمرو ہی کے لیے اور نمبر ۳ میں صرف ابو عمرو کے لیے اور نمبر ۴ و ۵ میں سما والے تینوں کے لیے اور نمبر ۶ میں نافع، بزی، ابو عمرو کے لیے اور نمبر ۷ میں سما اور ابوبکر کے لیے فتحہ ہے اور ہر ایک یا میں جو باقی رہے ان کے لیے یا کا سکون اور بعد کے ساکن کی بناء پر اس کا حذف ہے اور اس سے نکل آیا کہ طٰہٰ میں حفص کے لیے بھی وصلاً "لِنَفْسِي اذْهَبْ اور ذِكْرِي اذْهَبَا" ہے۔

فائدہ: (ا) اس قسم میں پہلی چار قسموں کی طرح عمل نہیں کیا یعنی کلیہ قاعدہ کے طور پر کسی کے لیے بھی فتحہ نہیں بتایا بلکہ ساتوں یا آت کو الگ الگ بیان کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے صرف دو یائیں رمز میں پہلی یا کے موافق تھیں یعنی نمبر ۲ نمبر ۱ کے اور نمبر ۵ نمبر ۴ کے موافق تھیں اور انکے سوا سب کی رمزیں جدا جدا تھیں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دو کو اکٹھا اور باقی کو الگ الگ بیان کیا ہے (۲) جعبری فرماتے ہیں کہ ابو عمرو کے لیے ان ساتوں یا آت میں فتحہ ہے لیکن چونکہ یہ صرف ایک ہی یا میں اوروں سے علیحدہ تھے اس لیے ان کا اصل ہونا ضعیف ہو گیا۔ پھر شعر ۲۵ میں تغیر کر کے فرماتے ہیں کہ اگر اس شعر کو اس طرح لے آتے تو اس قسم میں بھی پہلی چار قسموں والے قاعدہ پر عمل ہو جاتا یعنی ابو عمرو اصل ہوتے اور فتحہ والے باقی حضرات ان کے تابع ہو کر شریک ہو جاتے اور اصلاح اس طرح کی ہے۔

وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَّفَتْحُهَا حَقِيقٌ وَّاِنِّيْ مَعَ اَخِيْ دَائِمًا حَلَا
ح ح د ح

لیکن علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں دوسرے قاعدہ پر عمل کیا ہے یعنی جس میں اکثر کے لیے فتحہ تھا اس کو پہلے اور جس میں کم کے لیے تھا اس کو بعد میں لائے ہیں اور وہ لَيْتَنِيْ کی یا ہے (۳) شعر ۲۶ میں سما کا دو بار لانا محض ضرورت کی بناء پر ہے اور اگر جعبری کی رائے کے موافق وَنَفْسِيْ مَعْ ذِكْرِيْ سما فرماتے تو تکرار کی حاجت نہ ہوتی۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ مَعْ سے یہ شبہ ہو جاتا کہ نَفْسِيْ تلاوت میں ذِكْرِيْ کے ساتھ ہے کیونکہ اس کے بعد ہی کی آیت میں آرہا ہے (یعنی حکم میں شرکت نہ نکلتی) نیز جو تکرار توضیح کے لیے ہو وہ مضر نہیں (۴) ابو عمرو کے لیے اس قسم کی ساتوں یا آت میں فتحہ ہے اور ابن عامر اور کوفیین کے لیے سب میں سکون اور حذف ہے لیکن ابن عامر کی قراءۃ پر اس قسم کی یا آت چھ ہی ہیں اس بناء پر کہ وہ اَخِيَ اَشْدُدْ پڑھتے ہیں پس ان کے لیے یہ یا وصلی کے بجائے قطعی سے پہلے ہے اور بزی کے لیے يٰلَيْتَنِيْ کے سوا باقی چھ میں اور قنبل کے لیے يٰلَيْتَنِيْ اور قَوْمِيْ کے سوا باقی پانچ میں اور نافع کے لیے ۱ تا ۳ کے سوا باقی چار میں فتحہ ہے۔

النحو و العربیہ : ۱۴/۴۰۰ (۱) پہلا مَعَ۔ ثِنْتَانِ کی صفت ہے اور دوسرا كَائِنَاتٌ کا ظرف ہو کر هُنَّ مقدر کی اور جملہ ثِنْتَانِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر دوسرا مَعَ۔ خَمْسِيْنَ کی صفت ہے لیکن اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ پچاس یا آت جو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہیں حالانکہ یہ بات باون کی باون میں پائی جاتی ہے (۲) سِوٰی کا مستثنٰی منہ مقدر ہے ای فِيْ جَمِيْعِ يَاآتِ هٰذَا الْقِسْمِ (۳) تَعَزَّلَا اَيِ انْفَرَدَ ۱۵/۴۰۱ قرآن کے تمام کلمات مبتدا ہیں اور عِبَادِيْ سے پہلے واو عاطفہ مقدر ہے اور بِالْفَتْحِ۔ كَائِنَةٌ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور اُهْمِلَا ای تُرِكَ عَنْ اَصْلِهِ الْمُقَرَّرِ فِيْمَا تَقَدَّمَ مستانفہ ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر یہ خبر ہے اور بِالْفَتْحِ حال ہے ۱۶/۴۰۲ (۱) حِمًى مقصور اور منون ہے اور حفاظت اور احاطہ کے معنی میں ہے اور حدیث اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَّاَنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ بھی اسی قبیل سے ہے (۲) اَصْلٌ ای حُصُوْلُ اَصْلٍ (۳) وَافِيْ الْمُلَا یا تو كَسَا کے فاعل سے حال ہے یا اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مقدر ہے یعنی اَلْفَتْحَ اور مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے اور وَافِيْ کامل کے معنی میں ہے (۴) مُلَا بالمد مُلَاءَةٌ کی جمع ہے جو سفید چادر کے معنی میں ہے اور اس کی تحقیق دیباچہ کے صفحہ پر فائدہ کے ذیل میں گذر چکی ہے ۱۷/۴۰۳ (۱) دِيْنُ صُحْبَةٍ میں دِيْنُ کا نصب یا تو اس بناء پر ہے کہ یہ دَانَ کا مصدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موکد ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ اور کِتٰبَ اللّٰهِ کی طرح اور دَانَ۔ اِعْتَادَ کے معنی میں ہے یعنی یہ صحبہ والوں کی اس عادت کی طرح ہے جس کو وہ اضافت کی یا آت اور قرآن کی قراءۃ میں اختیار کرتے ہیں اور اپنا طریق بناتے ہیں یا یہ سُکِّنَا کے معنی سے حال ہے ای اُوْقِعَ الْاِسْکَانُ فِیْہِمَا حَالَ کَوْنِہٖ دِیْنَ صُحْبَۃٍ (۲) لِکُوْفٍ کا لام فعل کے متعلق ہے جو خبر ہے اور اس میں الف اطلاقی بھی ہو سکتا ہے اور تثنیہ کے لیے بھی اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ یہ کوفیین کو اسکان کے ساتھ خوبصورت معلوم ہوئے اس لیے انہوں نے ان دونوں میں اسکان کو اختیار کر لیا ۱۸/ ۴۰۴ (۱) ظِلَالٌ ای ذُوْ ظِلَالٍ (۲) یُصَدِّقْنِیْ سے شعر ۱۹ کے یَدْعُوْنَنِیْ تک کے پانچوں کلمات اَسْکَنَ یا یُسْکِنُ مقدر کے مفعول ہیں جو کُلُّھُمْ کی خبر ہے ۱۹/۴۰۵ (۱) وَخِطَابُہٗ کی خبر مقدر ہے ای کَغَیْبِہٖ اور اس کی ضمیر یَدْعُوْنَنِیْ کے لیے ہے (۲) عَشْرٌ کی خبر مقدر ہے ای وَمِنَ الْمُخْتَلَفِ فِیْھَا عَشْرٌ (۳) مُشْکَلًا۔ شَکَلْتُ الْکِتَابَ اور اَشْکَلْتُہٗ ای اَعْرَبْتُہٗ سے ہے اور اس کی تحقیق آٹھویں باب کے آخر میں گذر چکی ہے اور یہ فاعل سے حال ہے ۲۰/۴۰۶ (۱) پہلی فا تعقیبیہ ہے اور دوسری زائد ہے فَاِذَا ھَلَکْتُ فَعِنْدَ ذٰلِکِ فَاجْزَعِیْ کی طرح (۲) بِعَھْدِیْ کی با احقر کے خیال میں تلاوت کی ہے اور تقدیر یَآءُ بِعَھْدِیْ ہے اور علی قاری رحمہ اللہ اس کو ظرف کہتے ہیں پس اس تقدیر پر با تلاوت کی نہیں بلکہ فِیْ کے معنی میں ہے (۳) مُقْفَلًا ای مُغْلَقًا ۲۱/۴۰۷ (۱) وَفِی اللَّامِ کی تقدیر وَفِیْ قَبْلَ اللَّامِ ہے اور اگر اس طرح لاتے تب بھی اس سے پہلے موصول محذوف ہوتا ای وَفِی اللَّفْظِ الَّذِیْ قَبْلَ اللَّامِ اور لغت میں ان دونوں کے نظائر موجود ہیں کہ صرف ظرف یا ظرف و موصول دونوں کو حذف کر دیتے ہیں (۲) لِلتَّعْرِیْفِ۔ اَللَّامِ کی صفت ہے ای وَفِی اللَّامِ الَّتِیْ لِلتَّعْرِیْفِ اور یہ اَرْبَعَ عُشْرَۃً کی خبر مقدم ہے اور مرکب بنائی کے دونوں جزو فتحہ پر مبنی ہوتے ہیں پس یہاں عَشْرَۃً کی تنوین ضرورت کی بناء پر ہے چنانچہ عرجی کہتے ہیں فَجَاءَتْ تَقُوْلُ النَّاسُ فِیْ تِسْعَ عَشْرَۃً اور فراء کی رائے پر شعر میں پہلے جزو کی اضافت اور دوسرے میں تنوین بھی جائز ہے۔ اسی لیے ابو شامہ کی رائے پر یہاں اَرْبَعُ عَشْرَۃٍ بھی درست ہے یعنی پہلے جزو کے رفع اور دوسرے کے جر اور تنوین سے (۳) فَاِسْکَانُھَا کی ھا یا تو اَرْبَعَ عَشْرَۃً کے لیے ہے یا اس یا کے لیے ہے جو اس کی تمیز ہے اور مقدر ہے (۴) عُلًا۔ عُلْیَا کی جمع ہے اور اس کا موصوف مقدر ہے ای فِیْ اَدِلَّۃٍ عَالِیَۃٍ ۲۲/۴۰۸ (۱) وَفِی النِّدَا کی تقدیر وَاِسْکَانُ الْیَآءِ فِیْمَا بَعْدَ الْمُنَادٰی ہے پس فِیْ اِسْکَانُ مقدر کے متعلق ہے اور ندا میں قصر وقفا" ہے نہ کہ ضرورتا" (۲) کَمَا میں ما مصدریہ ہے اور کاف کَائِنًا کے متعلق ہے جو ثُبُوْتًا مقدر کی صفت ہے اور وہ ثَابِتٌ مقدر کا مفعول مطلق ہے اور وہ اٰیٰتِیْ کی خبر ہے ای ثَابِتٌ ثُبُوْتًا کَائِنًا کَفُوْحِہٖ (۳) مَنْزِلًا۔ فَاحَ کے فاعل سے تمیز ہے۔ ۲۳/۴۰۹ (۱) چونکہ یہاں خَمْسَ کا معدود کلمات ہے اس لیے اس کو تا کے بغیر لائے ہیں (۲) اٰتٰنِ میں یا کا حذف وزن کی بناء پر ہے نقل کے طریق پر اٰتٰنِیَ اٰیٰتِیَ الْحُلَا بھی درست تھا اور اسی طرح حَشَرْتَنِیَ اَعْمٰی شعر!! میں بھی یہی دونوں وجوہ درست تھیں غرض یہ کہ دونوں ایک قبیل سے ہیں علی قاری فرماتے ہیں کہ اگر اٰتٰنِ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حذف سے نہ ہوتی تو نقل اولیٰ تھی (۳) اَلْحُلاَ - حِلْيَةٌ کی جمع ہے اور یہ چھئوں کلمات کی صفت ہے۔ ۲۴/۴۱۰ (ا) مَسْنِيُّ۔ کے بعد مِنْهَا مقدر ہے اور یہ مِنْ مقدر اور فِیْ صَادَ كَافِیْ دونوں ثَابِتٌ کے متعلق ہیں جو مَسْنِيُّ کی خبر ہے (۲) مَعَ یا تو اَلْكَآئِنُ کا ظرف ہے یا كَآئِنًا کا پہلی صورت میں مَسْنِيُّ کی صفت ہے اور دوسری تقدیر پر اس سے حال ہے۔ ۲۵/۴۱۱ (ا) بِهَمْزِ الْوَصْلِ۔ سَبْعٌ کی خبر ہے اور علی قاریؒ کی رائے پر صفت ہے (۲) حَقُّهٗ فعل مقدر کا فاعل ہے اَيِ اشْتَهَرَ حَقُّهٗ اور یہ بلا تقدیر بھی خبر بن سکتا ہے ۲۶/۴۱۲ (ا) اَلرِّضٰی ای ذُو الرِّضٰی۔ قَوْمِیْ کی خبر ہے (۲) حَمِيْدُ هُدًی ای مَحْمُوْدُ هُدًی یا تو قَوْمِیْ کی دوسری خبر ہے یا هو مقدر کی خبر ہے اور حَمِيْدُ کے متعلق یہ فیصلہ نہیں ہوسکا کہ اس کی دال پر تنوین ہے یا نہیں اس لیے ترجمہ دونوں طرح کیا ہے تنوین کی صورت میں هُدًی تمیز ہے اور ترک کی تقدیر پر مضاف الیہ ہے (۳) سَمَا صَفْوُهٗ وِلاَ ای سَمَتْ مُتَابَعَةُ صَفْوِهٖ

چھٹی قسم وہ تیں یاآت جن کے بعد ہمزہ کے سوا دوسرے حروف آرہے ہیں

۲۷/۴۱۳ وَمَعْ غَيْرِ هَمْزٍ فِيْ ثَلاَثِيْنَ خُلْفُهُمْ ۝ وَمَحْيَايَ جِيْ بِالْخُلْفِ وَالْفَتْحُ خُوِّلاَ

ترجمہ: اور ہمزہ کے سوا (دوسرے حروف) کے ساتھ تیں (یاآت کے فتحہ اور سکون) میں ان (قراء) کا خلاف ہے اور وَمَحْيَايَ (انعام ع ۲۰ کی یا) جو ہے تو (اس میں ورش ہی کے لیے) خلاف کو لے آ (یعنی چونکہ اس میں ان کے لیے سکون و فتحہ دونوں صحیح نقلوں سے ثابت ہیں اس لیے منکرین کا رد کرنے کے لیے ان نقلوں کو پیش کر دیا اس میں ان کے لیے خلاف لایا گیا ہے اور پیش کیا گیا ہے) اور (نافع کے سوا باقی چھ کے لیے اس یا کو) فتحہ دیا گیا ہے (اور یا کو اس کا مالک بنایا گیا ہے رہے غیر مذکور جو قالون ہیں سو ان کے لیے صرف سکون نکل آیا پس اس میں قالون کے لیے دونوں حالتوں میں صرف سکون اور اس سے پہلے الف میں طویل مد ہے اور ورش کے لیے سکون اور فتحہ دونوں ہیں اور باقی چھ کے لیے صرف فتحہ ہے اور فتحہ والوں کے لیے اس میں وصلاً" قصر اور وقفاً" تینوں وجوہ ہیں اور سکون والوں کے لیے حالین میں فقط طول ہے)

۲۸/۴۱۴ وَعَمَّ عُلاً وَّجْهِيْ وَبَيْتِيْ بِنُوْحٍ عَنْ ۝ لِوًا وَّسِوَاهُ عُدَّ اَصْلاً لِّيُحْفَلاَ

ترجمہ: اور وَجْهِيَ (آل عمران ع ۲ و انعام ع ۹ کی یا کا فتحہ نافع، ابن عامر اور حفص ہی کے لیے) بلندی کے اعتبار سے عام ہو گیا ہے (یعنی اس کی بلندی اور قوت مشہور و معلوم ہے) اور (اس) بَيْتِيَ (مؤمنًا کی یا کا فتحہ) جو نوح (ع ۲) میں ہے (حفص اور ہشام ہی کے لیے) جھنڈے والے (مشہور قاری) سے (منقول) ہے اور اس (نوح والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَیْتِیَ) کے سوا (بقرہ ع ۱۵ و حج ع ۴ کا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ) جو ہے وہ (یعنی اس کی یا کا فتحہ حفص' نافع' ہشام ہی کے لیے) اصل شمار کیا گیا ہے (یا تو اس فتحہ کو اصل شمار کر لے یعنی چونکہ اضافت کی یا میں فتحہ بھی اصل ہے اس لیے اس میں تینوں جگہ فتحہ پڑھنے والے بھی حق پر ہیں) تاکہ یہ (فتحہ) ظاہر کیا جائے (اور اس کا اہتمام کیا جائے اور اس کو محفوظ کر لیا جائے پس ہشام و حفص کے لیے بَیْتِیَ میں تینوں جگہ فتحہ ہے اور نافع کے لیے نوح والے میں سکون اور باقی دو میں فتحہ ہے اور باقی پانچ کے لیے تینوں میں سکون ہے یعنی بَیْتِیْ)

۲۹/۴۱۵ وَمَعْ شُرَكَائِيْ مِنْ وَّرَآئِيْ دَوَّنُوْا وَلِيْ دِيْنِ عَنْ هَادٍ بِخُلْفٍ لَّهُ الْحُلَا

ترجمہ: اور ان (قراء) نے مِنْ وَّرَآءِیَ (مریم ع ۱ کی یا کے فتحہ) کو ثابت (اور جمع) کیا ہے حالانکہ یہ شُرَکَآءِیَ (فصلت ع ۶ کی یا کے فتحہ) کے ساتھ ہے (پس ان دونوں میں ابن کثیر ہی کے لیے فتحہ ہے اور) وَلِیَ دِیْنِ (کافرون کی یا کا فتحہ حفص' ہشام' نافع کے لیے بلاخلاف اور بزی کے لیے) ہدایت کرنے والے (قاری) سے ایسے خُلف کے ساتھ ہے جس کے لیے (دلائل کے) زیور ہیں (پس وَلِیَ دِیْنِ میں نافع' ہشام' حفص کے لیے صرف فتحہ اور بزی کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں لیکن مشہور اور طریق کے موافق سکون ہی ہے کیونکہ فتحہ فارسی کے بجائے ابو الفتح اور ابو الحسن سے ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے صرف سکون وَلِیْ دِیْنِ ہے اور چونکہ لِیْ میں اس قسم کی اختلافی یا آت آٹھ آئی ہیں اس لیے ان کو ممتاز کرنے کی غرض سے چھ کے ساتھ ان کے قریب والے الفاظ بڑھا دیئے اور دو کے ساتھ سورۃ کی قید لگا دی)

۳۰/۴۱۶ مَمَاتِيْ اَتَى اَرْضِيْ صِرَاطِيْ ابْنُ عَامِرٍ وَفِي النَّمْلِ مَالِيْ دُمْ لِمَنْ رَّاقَ نَوْفَلَا

ترجمہ: (وَ) مَمَاتِیَ (انعام ع ۲۰ کی یا کا فتحہ نافع ہی کے لیے) آیا ہے (اور) اَرْضِیَ (وَاسِعَةٌ عنکبوت ع ۶ اور صِرَاطِیَ (مُسْتَقِیْمًا انعام ع ۱۹ کی یا کا فتحہ) ابن عامر (ہی کی قراءۃ) ہے اور نمل (ع ۲) میں مَالِیَ (لَا کی یا کا فتحہ ابن کثیر' ہشام' کسائی' عاصم ہی کے لیے) ہے (اور باقی ساڑھے تین نافع' ابو عمرو' ابن ذکوان' حمزہ کے لیے سکون (مَالِیْ) ہے) تو ہمیشہ اس (طالب علم) کے لیے سخی (اور علم کی دولت کا خوب تقسیم کرنے والا) رہ۔ جو (ظاہر و باطن کے اعتبار سے) صاف (اور خوشنما) ہو گیا ہے (یا اس نے تعجب میں ڈالا ہے یا یہ فتحہ اس کے لیے ہے جو خوشنما ہو گیا ہے۔ حالانکہ وہ سخی ہے اللہ کرے تو ہمیشہ پسندیدہ عیش سے رہے)

۳۱/۴۱۷ وَلِيْ نَعْجَةٌ مَا كَانَ لِيْ اثْنَيْنِ مَعْ مَعِيْ ثَمَانٍ عَلاً وَّالظُّلَّةُ الثَّانِ عَنْ جِلَا

ترجمہ: (اور) وَلِیَ نَعْجَةٌ (صٓ ع ۲ اور) مَا کَانَ لِیَ حالانکہ یہ دو (کو پہنچنے والا) ہے (یا مکرر ہے یعنی ابراہیم ع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ و صٓ ع ۵ میں ہے) حالانکہ یہ (دونوں) مَعِیَ کے ساتھ ہیں (اور وہ مَعِیَ) آٹھ ہیں (جو اعراف ع ۱۳ و توبہ ع ۱۱ اور کہف ع ۹ و انبیاء ع ۲ و شعراء و قصص ع ۴ میں ایک ایک اور کہف ع ۱۰ میں دو ہیں ان گیارہ یا آت کا فتحہ حفص ہی کے لیے) بلندیوں والا ہے اور (سورہ) ظُلّہ (شعرا یعنی اس کا) دوسرا (مَعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جو ع ۶ میں ہے اس کا فتحہ حفص و ورش ہی کے لیے) ظہور (اور شہرت والے قاری) سے ہے۔

۳۲ ۴۱۸ وَمَعْ تُؤْمِنُوا لِي يُؤْمِنُوا بِي جَا وَيَا عِبَادِي صِفْ وَالْحَذْفُ عَنْ شَاكِرٍ دَلَا

ترجمہ: اور (ورش ہی کے لیے) وَلْيُؤْمِنُوا بِيْ (بقرہ ع ۲۳ کی یا کا فتحہ) آیا ہے حالانکہ یہ تُؤْمِنُوا لِيْ (دخان ع ۱ کی یا کے فتحہ) کے ساتھ ہے اور تو (ابوبکر ہی کے لیے) يٰعِبَادِيَ (زخرف ع ۷ کی یا کے فتحہ) کو بیان کر دے (یا يٰعِبَادِيَ جو ہے تو اس کی یا کے فتحہ کو بیان کر دے پس اس میں ان کے لیے وصلاً" یا کا اثبات اور اس کا فتحہ ہے اور وقفاً" يٰعِبَادِيْ ہے یا کے سکون سے) اور (اس میں حالین میں یا کا) حذف (حفص، حمزہ، کسائی، ابن کثیر ہی کے لیے اس) شکر گزار (قاری) سے ہے جس نے (اپنا) ڈول بھر کر نکالا ہے (یعنی وہ قراءۃ کے علم میں خوب ماہر اور پورا کامیاب ہے اور حذف اور فتحہ کی ضد سے نکل آیا کہ باقی تین نافع، ابو عمرو، ابن عامر کے لیے حالین میں يٰعِبَادِيْ ہے یا کے اثبات اور سکون سے نیز دَلَا میں حذف والی قراءۃ کی قوت کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ منادیٰ کے آخر میں سے یا کا حذف، اثبات سے اولیٰ ہے اور بعض مصاحف کی رسم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے)

۳۳ ۴۱۹ وَفَتْحُ وَلِيْ فِيْهَا لِوَرْشٍ وَحَفْصِهِمْ وَمَا لِيَ فِيْ يٰسٓ سَكِّنْ فَتُكْمِلَا

ترجمہ: اور وَلِيَ فِيْهَا (طٰهٰ ع ۱ کی یا) کا فتحہ ورش اور ان میں کے حفص ہی کے لیے ہے اور تو يٰسٓ (ع ۲) میں (وَ) مَالِيَ (لَا کی یا) کو (حمزہ ہی کے لیے) ساکن کر دے تاکہ تو (اس کے ذریعہ تیں یا آت کے شمار کو) کامل کر دے (یا تاکہ ان یا آت کی معرفت کامل ہو جائے اس آخری کلمہ میں قسم کے پورا ہونے کے ساتھ باب کے ختم ہونے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا فَلِلّٰهِ دَرُّهٗ)

شرح: اس باب میں فتحہ کی ضد سے دوسروں کے لیے سکون اور سکون کی ضد سے باقین کے لیے فتحہ خود سمجھ لینا چاہیے اور وَجْهِيَ سے يٰعِبَادِيَ تک کی تمام یا آت کا فتحہ وَالْفَتْحُ خُوِّلَا کے تحت میں داخل ہونے سے نکلا ہے اور ان سات اشعار میں تیں یا آت ہیں ان میں سے نمبر ایک وَمَحْيَايَ میں ورش کے لیے سکون و فتحہ دونوں ہیں دانیؒ نے ان کے لیے سکون ابن خاقان اور ابو الحسن طاہر سے پڑھا ہے اور طریق بھی ابن خاقان ہی سے ہے اور فتحہ ابو الفتح سے پڑھا ہے اس میں ورش نے نافع سے تو سکون ہی روایت کیا ہے رہا فتحہ سو اس کو نقلاً" صحیح اور عربیت میں قوی ہونے کی بناء پر خود اختیار کر لیا تھا خلاصہ یہ کہ دونوں وجوہ صحیح ہیں اور سکون روایت کی اور فتح اختیار کی بناء پر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشر- اور قالون کے لیے اس میں صرف سکون اور مد ہے اور باقی چھ کے لیے صرف فتحہ ہے اور نمبر دو و تین یعنی وَجْهِيَ میں نافع، ابن عامر، حفص ہی کے لیے فتحہ ہے اور بَيْتِيَ میں نوح میں ہشام و حفص کے لیے اور بقرہ و حج میں نافع، ہشام، حفص کے لے فتحہ ہے چھ یا آت تو یہ ہو گئیں اور نمبر سات و آٹھ میں صرف ابن کثیر کے لیے فتحہ ہے اور نمبر۹ میں نافع، ہشام، حفص کے لیے فتحہ ہے اور بزی کے لیے فتحہ اور سکون دونوں ہیں اور سکون مشہور تر اور طریق کے موافق ہے اور باقی ساڑھے چار کے لیے صرف سکون ہے اور نمبر دس میں صرف نافع کے لیے اور نمبر گیارہ و بارہ میں ابن عامر ہی کے لیے فتحہ ہے اور نمبر تیرہ مَالِيَ لَا (نمل) میں ابن کثیر، ہشام، عاصم، کسائی ہی کے لیے فتحہ ہے اور نمبر چودہ تا چوبیس تک کی گیارہ میں جو لِيَ کے تین اور مَعِيَ کے آٹھ کلمات میں ہیں ان میں صرف حفص کے لیے فتحہ ہے اور نمبر پچیس وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (شعراع ٦) میں جو اس صورت کا دوسرا مَعِيَ ہے ورش اور حفص ہی کے لیے فتحہ ہے پس غیر ہمزہ سے پہلے مَعِيَ نو جگہ آیا ہے- جن میں سے آٹھ میں فقط حفص کے لیے اور نویں یعنی شعراء کے دوسرے مَعِيَ میں ورش و حفص کے لیے فتحہ ہے اور نمبر چھبیس و ستائیس میں صرف ورش کے لیے فتحہ ہے اور نمبر اٹھائیس لِعِبَادِيَ میں ابوبکر کے لیے وصلاً فتحہ اور وقفاً سکون اور نافع، ابو عمرو، ابن عامر کے لیے دونوں حالتوں میں اثبات اور سکون ہے کیونکہ یہ یا مدنی اور شامی مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور باقی ساڑھے تین کے لیے حالین میں حذف ہے کیونکہ ان کے مصاحف میں مرسوم نہیں ہے اور نمبر انتیس وَلِيَ فِيْهَا (طٰهٰ) میں ورش و حفص ہی کے لیے فتحہ ہے اور نمبر تیس وَمَالِيَ لَا (یٰسین ع ۲) میں حمزہ کے لیے سکون اور باقی چھ کے لیے فتحہ ہے-

فائدہ ا: (ا) ورش کے لیے وَمَحْيَايَ میں جو خلاف ہے وہ ازرق کے شاگردوں سے ہے چنانچہ اسکان ابن ہلال سے ہے جس کو انہوں نے نحاس کے ذریعہ ازرق سے پڑھا ہے اور فتحہ ابن عون سے ہے جس کو انہوں نے ازرق سے اور انہوں نے ورش سے پڑھا ہے اہوازی کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیف سے اور انہوں نے ازرق سے اور ازرق نے ورش سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور ابن شریح اور ابو العلاء نے صرف اسکان بیان کیا ہے اور تیسیر میں ہے کہ مجھے ابن خاقان نے اپنے شیوخ سے (پڑھ کر) اسکان ہی پڑھایا ہے اور میں اسی کو اختیار کرتا ہوں اور دانی ایجاز میں فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں پسندیدہ تر اور صحت سے قریب اسکان ہے اور جُلِّيَ بِالْخُلْفِ میں انہیں صحیح نقلوں کی طرف اشارہ ہے (۲) اس میں فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ دو ساکن جمع نہ ہونے پائیں اور سکون اس لیے ہے کہ مد سے دو ساکنوں میں جدائی ہو رہی ہے اور یہ سکون سَبَأْ کی طرح وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہے اور بعض جاہلوں نے سکون کی قراءۃ پر اعتراض کیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ نحاۃ کے قول پر حرف علت (ساکن) کے بعد متکلم کی یا پر فتحہ ہی آیا کرتا ہے اور یہ یا بھی الف کے بعد ہے لیکن چونکہ ممانعت کی وجہ اجتماع ساکنین ہے اور یہاں مد کے ذریعہ دو ساکنوں میں جدائی ہو رہی ہے اس لیے یہ دلیل صحیح نہیں اور اجتماع ساکنین کے درست اور نادرست ہونے کی تفصیلی بحث ص ۲۵۹ پر شرح اور فائدہ کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ورش نے خود نافع سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پہلے اسکان پھر فتحہ روایت کیا ہے رہا بعض کا یہ قول کہ نافع نے سکون سے رجوع کر لیا تھا سو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کو بالکل ترک کر دیا تھا کیونکہ قالون کی روایت میں تو اس میں بلا خلاف سکون ہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سکون کے ساتھ ساتھ فتحہ کو بھی اختیار کر لیا تھا یا معنی یہ ہیں کہ درایتہً" فتحہ کو اختیار کر لیا تھا اس بناء پر کہ یہ عربیت کی رو سے قوی ہے اور اس سے روایتہً" سکون کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا اور ابو شامہ بھی اس بارہ میں راہ صواب سے نکل گئے ہیں اور جعبری نے پورے اہتمام سے ان کے اعتراض کا عمدہ جواب لکھا ہے جس کے ذکر سے اس کتاب میں درازی ہو جائے گی (۳) نشر میں ہے رہی یہ روایت کہ نافع نے سکون سے فتحہ کی طرف رجوع کر لیا تھا سو حافظ ابو عمرو دانیؒ نے جو اس کی حقیقت سے سب سے زیادہ واقف ہیں اس کا رد کیا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے چنانچہ جامع البیان میں فرماتے ہیں کہ یہ خبر باطل ہے نہ تو یہ نافع سے ثابت ہے اور نہ صحیح ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں **اول**: یہ کہ یہ خبر منفرد اور شاذ ہے اور مذکورہٴ بالا ان خبروں کے خلاف ہے جن کو ان حضرات نے نقل کیا ہے جو معتبر بھی ہیں اور اس لائق بھی ہیں کہ ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے پس یہ خبر اس لائق نہیں کہ تواتر کے معارض ہو سکے اور اس کی بناء پر جمہور کے قول کو ترک کیا جا سکے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر نافع سکون کو ترک کر کے فتحہ کو اختیار کرتے تو اس کا علم ان حضرات کو تو ہونا چاہیے تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور جنھوں نے آپ کی قراءۃ کو روایت کیا ہے اور آپ کی وجوہ کو جمع کیا ہے پھر یہ حضرات اس رجوع کو آپ سے روایت بھی کرتے اور اگر سب نہیں تو بعض تو ضرور ہی روایت کرتے چنانچہ اسحاق بن محمد مسیبی' اسماعیل بن جعفر انصاری اور عیسی بن میناء (قالون) وغیرہ جیسے حضرات کی تو شان یہ تھی کہ جب سے امام نافع قراءۃ کی مسند پر متمکن ہوئے اس وقت سے آپ کی وفات کے زمانہ تک آپ کے ساتھ رہے اور مجلس میں حاضر رہے پس ان حالات میں یہ امر محال ہے کہ امام اپنی قراءۃ میں سے کسی وجہ میں تبدیلی کرتے اور اس کو ترک کرتے اور ان حضرات کے مجلس میں ہوتے ہوئے بھی ان کو اطلاع نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ پہلے تو میں نے اسکان اختیار کر رکھا تھا اور اب اس کے بجائے فتحہ اختیار کر لیا ہے پس میری جانب سے اس کو لکھ لو اور جس سکون کو میں نے ترک کر دیا ہے اس کو فتحہ سے بدل دو۔ حالانکہ آپ کے تمام شاگردوں کا نصاً" اور اداً" اسکان ہی کے نقل کرنے پر اجماع ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ جو روایت حمرادی نے ورش سے نقل کی ہے وہ غلط ہے اور اس کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں پس اس کا ساقط کر دینا واجب ہے اور اسکان کی وجہ جو اس کی مخالف اور معارض ہے اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے انتہی خلاصہ یہ کہ وَمَحۡيَایَ کی یا میں ورش کے لیے دونوں وجوہ ثابت ہیں اور اکثر کتب میں اسکان اور بعض میں فتحہ ہے اور جمہور اسکان ہی پر ہیں (قاری رحمہ اللہ)

فائدہ ۲: (۱) ابو شامہ کی رائے پر وَالۡفَتۡحُ خُوِّلَا ای مُلِّکَ میں اشارہ ہے کہ عربیت میں فتحہ قیاس سے موافق تر ہے اور اسکان اجتماع ساکنین کی بناء پر ضعیف ہے اور قرآن کی فصاحت کے مناسب فتحہ ہی ہے دیکھو مَثۡوَایَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُدَایَ میں فتحہ پر اجماع ہے حالانکہ یہ دونوں بھی وَمَحْیَایَ کی طرح ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعض عرب نے نافع کے اس امر کو پسند نہیں کیا اور اس پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ موصوف نے وَمَحْیَایَ میں سکون اور وَمَمَاتِیَ میں فتحہ پڑھا ہے حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ اس کا عکس کرتے یا دونوں کا فتحہ پڑھتے اور گمان یہ ہے کہ انہوں نے دونوں کا فتحہ ہی پڑھا ہو گا اور یہی ان کے راوی ورش کی دو وجوہ میں سے ایک وجہ ہے اور یہی صحیح روایت ہے۔ چنانچہ ابوبکر بن مجاہد نے کتاب الیاآت میں احمد بن صالح سے اور انہوں نے ورش سے اور ورش نے نافع سے نقل کیا ہے کہ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیَ میں دونوں یاؤں کا فتحہ ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ ورش فرماتے ہیں کہ نافع پہلے تو وَمَحْیَایَ میں یا کو ساکن پڑھتے تھے پھر اس کو فتحہ کی حرکت دینے کی طرف رجوع کر لیا تھا اسکو نقل کر کے ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایات پر حاکم ہے کیونکہ اس سے دونوں وجوہ معلوم ہوتی ہیں اور اتنی بات اور زائد ہے کہ اس سے سکون سے حرکت کی طرف رجوع کر لینے کا بھی پتہ چلتا ہے اور چونکہ اس میں اسکان کا بھی اعتراف ہے اور اس سے رجوع کرنے کا بھی اس لیے اسکان کی روایت اس کے معارض نہیں ہو سکتی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ امام نافع کے اعلیٰ ترین شاگرد اسماعیل بن جعفر کی روایت سے بھی اس فتحہ ہی کی تائید ہوتی ہے جو اس میں مختار ہے چنانچہ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ محمد بن جہم نے ہاشم سے اور انہوں نے اسمٰعیل بن جعفر سے اور انہوں نے ابو جعفر شیبہ' نافع سے نقل کر کے مجھ سے بیان کیا کہ یہ تینوں وَمَحْیَایَ میں یا کو فتحہ دیتے تھے پھر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چار یائیں ہیں جن میں سے پہلی دو ان مشہور طرق کی رو سے بالاتفاق ساکن ہیں پس نافع نے دو کو سکون سے اور دو کو فتحہ سے پڑھا ہے اور جب ایک امام سے دو روایتیں منقول ہوں جن میں سے ایک دلیل کی رو سے اولیٰ ہو تو عقل مند کے لیے لائق یہی ہے کہ اس امام کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس نے ضعیف سے قوی کی طرف رجوع کر لیا ہو گا اور دانیؒ کے اس کلام سے دھوکہ نہ کھانا جو ان کی کتاب ایجاز میں ہے کہ ان کی رائے پر سکون پسندیدہ ہے اور عربیت کی رو سے اس کی دلیل بھی بیان کی ہے کیونکہ ان کا انتہائی استدلال بعض عرب کے اس قول سے ہے اِلْتَقَتْ حَلْقَتَا الْبِطَانِ وَلَهُ ثُلُثَا الْمَالِ کہ ان دونوں میں الف کا اثبات ہے اور یہ ضعیف اور شاذ ہے جس کی تائید کسی قراءۃ سے بھی نہیں ہوتی دیکھو اس قسم کی مثالوں میں الف کے حذف پر اجماع ہے چنانچہ اُدْخُلَا النَّارَ اور خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بھی انہیں مثالوں میں سے ہیں نیز دانیؒ نے اَلنَّبِیُّ میں ابو عمرو کی سکون والی قراءۃ سے بھی استدلال کیا ہے سو اس کا ذکر سورۂ احزاب میں آئے گا اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو وَمَحْیَایَ کا ہے (۲) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ شعر ۳۰ مَمَاتِیَ الخ کو شعر ۲۷ کے بعد لانا اولیٰ تھا اس سے وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیَ دونوں کا بیان یکجا ہو جاتا (۳) سورۂ شعراء کو ظُلَّهٗ فرمانا اس بناء پر ہے کہ اس میں یَوْمِ الظُّلَّةِ ہے (۴) یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (زمرع ۲) کی یا تمام مصاحف سے محذوف ہے اور چونکہ ندا میں یا کا حذف لغت کی رو سے بھی فصیح تر ہے اس لیے اس سے بھی اس کی تائید ہو گئی اسی لیے اس کے حذف پر سبعہ کا اجماع ہے (۵) وَلِیَ دِیْنِ میں تیسیر کی رو سے بزی کے لیے اسکان مشہور ہے اور جعبری کی شرح میں تیسیر کی عبارت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح لکھی ہے وَفِی التَّیْسِیْرِ بِخِلَافٍ عَنْہُ وَالْمَشْھُوْرُ ھُوَ الْفَتْحُ پس یہاں ھُوَ الْاِسْکَانُ کے بجائے ھُوَ الْفَتْحُ قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے (۶) علی قاری فرماتے ہیں کہ وَالظُّلَّۃُ الثَّانِ عَنْ جِلَا میں ورش کے ساتھ حفص کا اعادہ تاکید کے لیے ہے لیکن معمولی سے غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ واقع میں ایسا نہیں کیونکہ شعراء کے دوسرے مَعِیَ کا ذکر اس سے پہلے بالکل نہیں آیا اس بناء پر کہ یہ تو مَعِیَ کا نواں کلمہ ہے اور جن میں صرف حفص کے لیے فتحہ بتایا ہے وہ آٹھ ہیں جو اس کے بغیر ہی پورے ہو جاتے ہیں۔ (۷) اِنِّیْ رَاَیْتُ (یوسف ع ۱) میں عمیری کے لیے اور لِعِبَادِیَ یَقُوْلُوا الَّتِیْ (اسراء ع ۶) میں ابن مجاہد کی روایت سے ابوبکر کے لیے یا کا فتحہ ہے۔

النحو و العربیہ : ۲۷/۴۱۳ (۱) فِیْ۔ ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہے جو خُلْفُھُمْ کی خبر ہے (۲) جَنٰی بِالْخُلْفِ بتقدیر رَفِیْھَا۔ مَقُوْلٌ فِیْ حَقِّہٖ مقدر کا مقولہ ہو کر وَمَحْیَایَ کی خبر ہے اور شعلہ کے قول پر جِنٰی ماضی مجہول ہے اور ہمزہ کا حذف ضرورت کی بناء پر ہے (۳) خُوِّلَا ای اُعْطِیَ وَمُلِّکَ ۲۸/۴۱۴ (۱) وَعَمَّ عُلًا وَّجْھِیَ ظاہراً فعلیہ ہے لیکن علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر عَمَّ خبر مقدم ہے اور وَجْھِیَ مبتدا ہے ای فَتْحُ یَاءِ وَجْھِیَ عَمَّ عُلَاہُ اور غالباً یہ اس لیے کیا ہے کہ یہ جملہ بھی اسمیہ ہو کر باقی جملوں کے ساتھ متحد ہو جائے۔ (۲) بِنُوْحٍ میں جعبری کے قول پر تنوین کا حذف وزن کے سبب سے ہے نہ کہ منع صرف کی بناء پر کیونکہ حا پر کسرہ آرہا ہے جو غیر منصرف کے حکم کے خلاف ہے پس موصوف کی رائے کی رو سے اس میں حا کا کسرہ پڑھنا چاہیے اور علی قاری کی رائے پر اس کو غیر منصرف قرار دے کر فتحہ دینا بھی درست ہے کیونکہ یہاں یہ سورۃ کا عَلَم ہے (پس منع صرف تانیث اور عَلَمیت کی بناء پر ہے) اور فرماتے ہیں کہ یہ شعلہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ ثلاثی اور ساکن الاوسط ہونے کے باوجود اس کا غیر منصرف قرار دینا یا تو ضرورت کے سبب سے ہے یا ضعیف لغت کی بناء پر کیونکہ یہاں یہ نبی کا عَلَم نہیں ہے (تاکہ شعلہ کی یہ تقریر جاری ہو سکے) (۳) لِوًی میں ضرورت کی بناء پر قصر ہے اور حدیث لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ میں بھی لِوٰی اسی معنی میں ہے (۴) وَسِوَاہُ ای فَتْحُ یَاءٍ سِوٰی مَوْضِعِ نُوْحٍ عُدَّ کبریٰ ہے (۵) عُدَّیَا تو ماضی مجہول ہے یا امر اور دوسری صورت میں اس کی تقدیر عُدَّہٗ ہے (۶) لِیُحْفَلَا ای لِیُھْتَمَّ یا تو حَفَلْتُہٗ ای کَشَفْتُہٗ سے ہے یا حَفَلْتُ بِکَذَا ای بَالَیْتُ بِہٖ سے ہے یعنی میں نے اس کی پرواہ کی اور خیال رکھا اور فُلَانٌ مُّحَافِلٌ بِحَسَبِہٖ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اپنی ذاتی خوبی کو محفوظ رکھے ۲۹/۴۱۵ (۱) پہلا مصرع فعلیہ بھی ہو سکتا ہے اور اسمیہ بھی (۲) وَلِیَ کا واو یا تو عاطفہ ہے یا تلاوت کا (۳) عَنْ اور با دونوں مَنْقُوْلٌ یا ثَابِتٌ مقدر کے متعلق ہیں جو وَلِیَ دِیْنِ کی خبر ہے اور علی قاری کی رائے پر بِخُلْفٍ حال ہے (۴) ھَادٍ۔ قَارِئٌ مقدر کی صفت ہے ۳۰/۴۱۶ (۱) لِمَنْ کے لام میں دو احتمال ہیں (الف) نَوْفَلَا کے متعلق ہو اور اس صورت میں نَوْفَلَا یا تو دُمْ کی خبر ہے جبکہ اس کو کُنْ کے معنی میں کہا جائے یا دُمْ کے فاعل سے حال ہے (ب) یہ کہ لام ثَابِتٌ کے متعلق ہو جو مَالِیَ کی خبر ہے اور اس صورت میں نَوْفَلَا۔ رَاقَ کے فاعل سے حال ہوگا اور دُمْ معترضہ ہوگا ای عِشْتَ عِیْشَۃً مَّرْضِیَّۃً (۲) رَاقَ ای صَفَا اَوْ اَعْجَبَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) نَوْفَلاً فَوْعَلاً کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اَلسَّیِّدُ الْمُعْطِیْ کے معنی میں ہے ۴۱۷/۳۱ (۱) وَلِیْ نَعْجَۃٌ کے واو میں بھی دونوں احتمال ہیں اور یہ اپنے معطوف مَاکَانَ لِیْ سے مل کر مبتدا ہے (۲) اِثْنَیْنِ یا تو بَالِغًا مقدر کا مفعول ہے جو مَا کَانَ لِیْ سے حال ہے یا اِثْنَیْنِ خود ہی مُکَرَّرًا کے معنی میں ہو کر حال ہے (۳) مَعْ۔ کَاِثْنَیْنِ کا ظرف ہے جو پہلے دونوں کلمات سے حال ہے (۴) ثَمَانٍ شعلہؔ کی رائے پر ھُوَ مقدر کی خبر ہے جو مَعِیْ کی طرف راجع ہے اور علی قاری کی رائے پر مَعِیْ سے حال ہے اور یا کا حذف لَعَلِّیْ اَرٰی بَاقٍ والے لغت کی بناء پر ہے جس کی رو سے منقوص کا نصب بھی جر کی طرح تقدیری ہوتا ہے۔ اِثْنَیْنِ کی تذکیر اس لیے ہے کہ لِیْ سے لفظ مراد ہے اور ثَمَانٍ کی تانیث اس لیے ہے کہ مَعِیْ کلمات کے مرتبہ میں ہے (۵) عُلًّی ای ذُوْعُلًّی۔ فَتْحُھَا مقدر کی اور جملہ وَلِیْ نَعْجَۃٌ کی خبر ہے (۶) اَلثَّانِ میں یا کا حذف کسرہ کی دلالت کی بناء پر ہے اور یہ اَلظُّلَّۃُ سے بدل البعض ہے (۷) عَنْ جِلاَءٍ ای عَنْ ذِیْ ظُھُوْرٍ ۴۱۸/۳۲ (۱) یٰعِبَادِیْ کو مبتدا قرار دینے کی نسبت صِفْ کا مفعول ٹھہرانا اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں عائد کی تقدیر کی حاجت نہیں ہوتی (۲) دَلاَ اور اَدْلٰی دونوں اَخْرَجَ دَلْوَہٗ مَلاٰی کے معنی میں مستعمل ہیں ۴۱۹/۳۳ (۱) سَکِّنْ میں فتحہ سے سکون کی طرف انتقال کیا ہے (۲) فَتُکْمِلاَ۔ اِکْمَال سے بھی ہو سکتا ہے اور کَمَال سے بھی دوسری صورت میں اس میں تا کا فتحہ اور میم کا ضمہ ہوگا۔

بَابُ مَذَاہِبِھِمْ فِی الْیَاءَاتِ الزَّوَائِدِ

تیئیسواں باب قراء کے ان قواعد میں جو یا آت زوائد کے اثبات و حذف کے بارہ میں ہیں

(اس میں پچیس شعر ہیں)

شرح: یہ عنوان متن و شروح کے نسخوں میں کئی طرح درج ہے (۱) وہ جو یہاں لکھا گیا ہے (۲) بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِی الزَّوَائِدِ (۳) بَابُ یَاءَاتِ الزَّوَائِدِ (۴) بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِیْ یَاءَاتِ الزَّوَائِدِ یا آت زوائد ان یا آت کو کہتے ہیں جو قرآنوں میں لکھی ہوئی نہیں ہیں ان میں جو اختلاف ہے وہ اثبات و حذف میں ہے کہ بعض ان کو پڑھتے ہیں اور اس میں اصل کی موافقت ہے اور بعض حذف کرتے ہیں جو رسم کے مطابق ہے یہ یا آت کلمہ کے آخر میں ہوتی ہیں اسم میں بھی جیسے بِالْوَادِ۔ اَلتَّنَادِ۔ وَالْبَادِ اور فعل میں بھی جیسے نَرْتَعِ۔ نَبْغِ۔ یَاتِ اور لام کلمہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ ان مثالوں میں ہے اور اضافت کے لیے بھی جو مجرور بھی ہوتی ہے جیسے دُعَآءِ اور منصوب بھی جیسے اَخَّرْتَنِ اور ان کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو آیت کے آخر میں ہیں جیسے اَلْمُتَعَالِ (۲) وہ جو آیت کے درمیان ہیں جیسے وَخَافُوْنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے جو یا آت رسماً" ثابت ہیں ان میں تو سب کے لیے صرف اثبات ہے اور جو رسم میں نہیں ہیں ان کی دو صورتیں ہیں (۱) وہ جن میں سب کے لیے حذف ہے اور یہ اکثر ہے (۲) وہ جن میں اختلاف ہے ان میں سے اکثر کا ذکر تو اس باب میں آئے گا اور بعض کا سورۂ رعد اور سورۂ قٓ میں اور جو اس باب میں آئیں گی ان میں تو اثبات و حذف کا اختلاف صرف وصل میں یا وصل و وقف دونوں میں ہوتا ہے جو سورتوں میں آئیں گی ان میں وصلاً" تو سب کے لیے حذف ہے اور وقفاً" بعض کے لیے اثبات اور بعض کے لیے حذف ہے۔ اور اکیسویں باب میں گذر چکا ہے کہ وَادِالنَّمْلِ بھی اسی دوسری قسم میں سے ہے اس لیے اس کا ذکر سورۃ میں آنا چاہیے تھا۔

فائدہ: (۱) جو یا دو یاؤں کے جمع ہونے کی بناء پر رسم سے حذف ہو جائے جیسے یُحْیِی۔ یَسْتَحْیِي وغیرہ میں ہے اس کو زائد نہیں کہتے اسی لیے وہ یا حالین میں بالاتفاق ثابت رہتی ہے (۲) زائد چار معنی میں آتا ہے (۱) جو کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو یہ اہل صرف کی اصطلاح ہے (۲) جو کسی عامل سے متعلق نہ ہو جیسے بِحَسْبِکَ زَیْدٌ اور وَکَفٰی بِاللّٰہِ کی با (۳) جس کا دخول اور خروج یکساں ہو یعنی اس کے نہ لانے سے بھی معنی میں فرق نہ آتا ہو جیسے نفی میں با اور مِنْ کی زیادتی جیسے مَازَیْدٌ بِقَائِمٍ اور مَا جَآءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ اور یہ دونوں اصطلاحیں نحاۃ کی ہیں (۴) جو قرآن میں لکھا ہوا نہ ہو اور قراءۃ کے فن میں یہی مراد ہوتا ہے پس چونکہ اس کے کئی معنی تھے اس لیے بتاتے ہیں کہ اس فن میں اس سے یہی آخری معنی مراد ہیں۔

$\frac{1}{420}$ وَدُوْنَكَ يَاءَاتٍ تُسَمّٰى زَوَائِدًا　لِاَنْ كُنَّ عَنْ خَطِّ الْمَصَاحِفِ مَعْزِلَا

ترجمہ: اور تو ان یا آت کو لے لے (اور یاد کر لے) جو اس لیے زوائد نام رکھی جاتی ہیں (یا نام پاتی ہیں) کہ وہ (یا آت عثمانی) قرآنوں کی کتابت سے علیحدگی والی ہیں (یعنی ان کو زائد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مصاحف میں لکھی ہوئی نہیں ہیں)

وہ قراء جو ان یا آت کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں

(ص)

$\frac{2}{421}$ وَتَثْبُتُ فِي الْحَالَيْنِ دُرًّا لَوَامِعًا　بِخُلْفٍ وَّاُولَى النَّمْلِ حَمْزَةُ كَمَّلَا

ترجمہ: اور یہ (یا آت ابن کثیر کے لیے بلا خلاف اور ہشام کے لیے) خلاف کے ساتھ ہونے کی حالت میں (وقف و وصل) دونوں حالتوں میں ثابت رہتی ہیں (یا ثابت رکھی جاتی ہیں) حالانکہ یہ (یا آت صفائی اور ظہور میں) چمکنے والے موتی (سے تشبیہ دی گئی) ہیں (کیونکہ اثبات اصل کے موافق ہے اس بناء پر کہ یہ یا یا تو لام کلمہ ہوتی ہے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متکلم کی ضمیر اور ان دونوں یا آت میں اصل اثبات ہے رہا کسرہ پر اکتفا کرتے ہوئے حذف سو وہ فرع ہے اور ابن قتیبہ کی روایت پر اثبات حجازی لغت ہے اور اہل عربیت کی رائے پر جو یا فعل کا لام کلمہ ہو جیسے نَبْغِ۔ یَأْتِ اس میں اثبات اولیٰ ہے اور جو اَلْ والے اسموں میں لام کلمہ ہو جیسے اَلدَّاعِ۔ اَلْجَوَارِ ان میں بھی اثبات ہی اولیٰ ہے لیکن فواصل و قوافی میں حذف خوب تر ہے) اور حمزہ نمل (ع ۳) کی پہلی (ہی یا) کو (جو اَتُمِدُّوْنَنِیْ ع ۳ میں ہے دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں رہی نمل کی دوسری یا جو فَمَا اٰتٰنِۦَ اللّٰہُ میں ہے سو اس میں ان کے لیے حذف ہی ہے) ان (حمزہ) نے (حالین میں ثابت رکھنے والوں کے شمار کو) کامل کر دیا ہے (یعنی حمزہ پر وہ قراء ختم ہو گئے جو ان یا آت کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں یا حمزہ نے اس اَتُمِدُّوْنَنِیْ میں یا کے اثبات کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ اثبات حالین میں ہو)

وہ چار قراء جو ان یا آت کو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں

۳/۴۲۲ وَفِی الْوَصْلِ حَمَّادٌ شَکُوْرٌ اِمَامُہٗ ‏ وَجُمْلَتُہَا سِتُّوْنَ وَاثْنَانِ فَاعْقِلَا

ترجمہ: اور (صرف) وصل میں (ابو عمرو، حمزہ اور کسائی، نافع کے لیے وہ) زیادہ تعریف کرنے والا (قاری ان یا آت کو ثابت رکھتا ہے) جس کا امام (یعنی شیخ حق تعالیٰ کا) بڑا شکر گزار ہے (اور جب شیخ کا یہ حال ہے تو اس کے فیوض سے شاگرد بھی صفت شکر کے کمال سے متصف ہو گا پس یہ حمد و شکر دونوں کا جامع ہے ان دونوں صفتوں میں اس مذہب کی قوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کی قراءۃ میں اصل و رسم دونوں کی رعایت ہے اور حذف کو وقف کے ساتھ خاص کرنا اس بناء پر ہے کہ وہ تخفیف کا محل ہے چنانچہ ہمزہ میں امام حمزہ بھی وقفاً" ہی تخفیف کرتے ہیں) اور ان (یا آت زوائد) کا مجموعہ باسٹھ ہے پس تو (اس اصطلاح کو اور ان یا آت کو) خوب سمجھ لے (اور یاد کر لے)

شرح: یعنی یا آت زوائد میں سے جن میں قراء سبعہ کا اختلاف ہے وہ کل باسٹھ ہیں ناظمؒ نے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی بیان کے لیے نہایت عمدہ طریق اختیار کیا ہے کیونکہ ان یا آت کی چار صورتیں ہیں (۱) وقف و وصل دونوں حالتوں میں اثبات (۲) حالین میں حذف (۳) وصل میں اثبات اور وقف میں حذف (۴) نمبر تین کا عکس اور یہ صورت صرف سات کلمات میں پائی جاتی ہے جن میں سے ایک کلمہ اکیسویں باب کے شعر ۱۰ میں بیان ہو چکا ہے اور باقی رعد، نمل، قاف میں آئیں گے۔ پس چونکہ شعر میں اس کی گنجائش نہیں تھی کہ ہر جگہ یہ بتاتے کہ ان کے لیے صرف وصل میں اثبات ہے اور ان کے لیے حالین میں ہے اس لیے یہاں شعر ۲ و ۳ میں اپنی اصطلاح بتا دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان یا آت میں قراء کے چار گروہ ہو جاتے ہیں (۱) ہشام، ابن کثیر پورے ہوں یا ان کا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی ہو یہ ان باسٹھ میں سے جن یا آت کو ثابت رکھتے ہیں ان کو وصل و وقف دونوں میں پڑھتے ہیں (۲) حمزہ ان کے لیے نمل کی پہلی یا میں تو حالین میں اثبات ہے اور یہ اَتُمِدُّوْنَنِیْ میں ہے اور اس کے علاوہ جس یا میں ان کے لیے اثبات ہے اس میں صرف وصلاً ہے کیونکہ ان کا ذکر حالین والوں میں بھی آیا ہے جو شعر ۲ میں ہے اور صرف وصل والوں میں بھی جو شعر ۳ میں ہیں (۳) نافع، ابو عمرو، کسائی ان کے لیے جن یا آت میں اثبات ہے ان میں صرف وصلاً" ہے عام ہے کہ یہ امام پورے ہوں یا ان کے کوئی راوی ہوں مثلاً قالون یا ورش ہوں (۴) باقی ڈیڑھ ابن ذکوان، عاصم ہیں ان کے لیے سب یا آت میں حالین میں حذف ہے صرف حفص کے لیے نمل کے اٰتٰنِ ءَ اللّٰہُ میں اثبات ہے جیسا کہ شعر ۱۰ میں آئے گا اور ان کا یہ مذہب بیان نہ کرنے سے اور ضد سے نکلا ہے جو ظاہر ہے خلاصہ یہ کہ ایسے تو کوئی امام بھی نہیں جن کے لیے اس باب کی تمام یا آت میں اثبات ہو ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ کسی کے لیے کم یا آت میں ہے اور کسی کے لیے زیادہ یا آت میں پس جس قاری کے لیے کسی یا میں وصل و وقف کی قید کے بغیر اثبات بتایا جائے اگر وہ ہشام اور ابن کثیر میں سے ہوں یا ان کے راویوں میں سے ہوں تو ان کے لیے تو حالین میں اثبات سمجھ لینا اور اگر وہ قاری حمزہ ہوں تو ان کے لیے ایک یا میں حالین میں اور باقی میں صرف وصلا" سمجھ لینا اور اگر نافع، ابو عمرو، کسائی میں سے ہوں یا ان کے کوئی راوی ہوں تو ان کے لیے ہر جگہ صرف وصلاً اثبات سمجھ لینا۔

فائدہ ۱: (۱) ہشام کے لیے صرف ایک یا ثُمَّ کِیْدُوْنِ (اعراف ع ۲۴) میں حالین میں اثبات ہے اور گو ناظمؒ ان کے لیے بِخُلْفٍ لائے ہیں جس سے حالین میں حذف و اثبات دونوں وجوہ نکلتی ہیں لیکن حق یہ ہے کہ نظم و تیسیر کے طرق سے ان کے لیے حالین میں اثبات ہی ہے رہا حذف سو وہ وصلا" تو کسی طریق سے بھی صحیح نہیں صرف وقفاً ہے اور وہ بھی نشر کے طرق سے ہے۔ بزی کے لیے باسٹھ میں سے پچیس یا آت میں اثبات ہے جن میں انیس تو شعر ۴ تا ۹ میں ہیں اور دو شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۳ میں اور تین شعر ۱۶ میں ہیں اور تیسیر میں چھبیس بتائی ہیں لیکن چھبیسویں تلاش کے باوجود بھی نہیں مل سکی۔ (چھبیسویں یا یُنَادِ (ق ع ۲) ہے۔ البدور الزاہرہ) اور قنبل کے لیے صرف تیئس میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ شعر ۴ و ۵ میں اور ایک شعر ۶ میں اور دو شعر ۷ میں اور ایک شعر ۸ میں اور دو شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۳ میں اور ایک شعر ۱۵ میں اور تین شعر ۱۶ میں اور ایک شعر ۲۲ میں مذکور ہیں۔ ان تینوں ہشام، بزی، قنبل کے لیے تو حالین میں اثبات ہے۔ اور حمزہ کے لیے صرف دو یا آت میں ہے (۱) اَتُمِدُّوْنَنِیْ (نمل ع ۳) میں حالین میں (۲) وَتَقَبَّلْ دُعَآءِیْ (ابراہیم ع ۶) میں صرف وصلا" ہے۔ اور قالون کے لیے بائیس یا آت میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ شعر ۴ و ۵ میں اور ایک شعر ۶ میں اور دو شعر ۷ میں اور دو شعر ۹ میں اور ایک شعر ۱۰ میں اور دو شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۲ میں اور دو شعر ۱۷ میں ہیں لیکن آخری دو میں دونوں وجوہ ہیں اور صحیح بھی ہیں اور حذف مشہور تر ہے اور اسی لیے تیسیر میں انکو قالون کے لیے بیان نہیں کیا اور گو ان کے لیے اَلتَّلَاقِ۔ اَلتَّنَادِ (غافر ع ۲ و ع ۴) میں بھی دونوں وجوہ بتائی ہیں جو شعر ۱۶ میں مذکور ہیں لیکن ان دونوں میں ان کے لیے اثبات ضعیف اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متروک ہے۔ اور ورش کے لیے سینتالیس یا آت میں اثبات ہے جن میں سے گیارہ شعر ۴ و ۵ میں اور ایک شعر ۶ میں اور دو شعر ۷ میں اور ایک شعر ۸ میں اور دو شعر ۹ میں اور ایک شعر ۱۰ میں اور چار شعر ۱۱ میں اور ایک شعر ۱۳ میں اور دو شعر ۱۶ میں اور دو شعر ۱۷ میں اور انیس شعر ۱۸ و ۱۹ میں ہیں۔ اور ابو عمرو کے دوری کے لیے چونتیس یا آت میں اثبات ہے جن میں سے سولہ شعر ۴ تا ۷ میں اور ایک شعر ۱۰ میں اور چودہ شعر ۱۱ تا ۱۵ میں اور دو شعر ۱۷ میں اور ایک شعر ۲۰ میں ہے۔ اور سوسی کے لیے پینتیس میں ہے اور تفصیل وہی ہے جو دوری کے لیے ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے لیے شعر ۲۰ کی ایک کے بجائے دونوں میں اثبات ہے اور پہلی میں وقفا“ بھی ہے۔ کسائی کے لیے صرف دو یا آت میں اثبات ہے (۱) یَاْتِیْ (ہود ع ۹) (۲) نَبْغِیْ (کہف ع ۹) میں اور قالون سے کسائی تک کے تینوں اماموں کے لیے صرف وصلا“ اثبات ہے۔ اور حفص کے لیے صرف اٰتٰنِ نمل میں اثبات ہے جو شعر ۱۰ میں آئے گا۔ اور ابن ذکوان اور ابوبکر کے لیے باشھ کی باشھ میں حالین میں حذف ہے۔ سوال: قنبل کے لیے بِالْوَادِیْ فجر میں اور قالون‘ ابو عمرو‘ حفص کے لیے اٰتٰنِ نمل میں وقفا“ دونوں وجوہ ہیں پس مناسب یہ تھا کہ ان کے لیے بھی کوئی اصطلاح بیان کرتے۔ جواب: یہاں اصطلاح صرف ان کے لیے بتائی ہے جن کا ذکر آئندہ اشعار میں اجمالا“ آئے گا۔ یعنی ان کے ساتھ وصل و وقف کی قید مذکور نہیں ہوگی۔ رہے قنبل و حفص وغیرہ سو ان کا ذکر ان دونوں یا آت میں تفصیلا“ یعنی وقف کی قید سمیت آئے گا اس بناء پر ان کے لیے اصطلاح بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی (۲) یعقوب کے لیے منادیٰ کے آخر کی یا کے سوا تمام یا آت زوائد میں اثبات ہے جس کی تفصیل الوجوہ المسفرہ میں ملے گی (۳) حمزہ کے لیے نمل کی پہلی کہنے سے دوسری نکل گئی جو اٰتٰنِیَ میں ہے اس میں ان کے لیے حالین میں حذف ہے (۴) اَتُمِدُّوْنَنِیْ کو نمل کی پہلی یا کہنا قراء سبعہ کی قراءۃ کے اعتبار سے ہے کہ ان کا اختلاف اس صورت کی دو ہی یا آت میں ہے اور یہ ان میں سے پہلی ہے باقی یعقوب کی قراءۃ کے اعتبار سے تو یہ یا نمل کی دوسری ہے اور ان کے لیے پہلی حَتّٰی تَشْهَدُوْنِیْ میں ہے (۵) جب یہ کہا جائے کہ فلاں کے لیے وصل میں اثبات ہے تو اس سے یہ نکلے گا کہ ان کے لیے وقفا“ حذف ہے اور غیر مذکور کے لیے حالین میں حذف ان کی قراءت سے نکلا ہے جن کے لیے حالین میں اثبات ہے کیونکہ اس کی ضد حالین میں حذف ہی ہے (۶) حالین میں اثبات اصل کی موافقت کی بناء پر ہے کیونکہ یہ یا تو لام کلمہ ہوتی ہے یا متکلم کی ضمیر اور دونوں میں اصل اثبات ہی ہے اور یہ حجازی لغت ہے اور تقدیرا“ رسم کے بھی موافق ہے کیونکہ جو حرف کسی عارض کے سبب حذف ہو گیا ہو وہ موجود کے حکم میں ہے چنانچہ اَلرَّحْمٰن۔ یٰاِبْرٰهِیْمُ کا الف اور دَاوٗدَ کا واو بھی اسی قبیل سے ہے اور حالین میں حذف کسرہ کی دلالت کو کافی سمجھ لینے کے سبب تخفیف کی بناء پر ہے اور یہ ہذیل کا لغت ہے کسائی فرماتے ہیں کہ عرب اَلْوَالِ۔ اَلْقَاضِ بھی کہتے ہیں اور اَلْوَالِیْ اور اَلْقَاضِیْ بھی اور فراء کہتے ہیں کہ میں نے عرب سے لَااَدْرِ اور لَعَمْرِ بھی سنا ہے چنانچہ اس یا کا مرسوم نہ ہونا اسی لغت کی بناء پر ہے اور وصلا“ اثبات اور وقفا“ حذف میں اصلی و رسم دونوں کی رعایت ہے اور اس سے دونوں لغت بھی جمع ہو جاتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور وصل کے بجائے وقفاً" ہی حذف کرنا اس لیے ہے کہ وقف تغیر اور تخفیف کا محل ہے (۷) شرح کی اور فائدہ میں نمبر ایک کی تقریر سے واضح ہوگیا کہ جو اصطلاح شعر ۲ و ۳ میں بیان کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حالین والوں کے لیے حالین میں اور وصل والوں کے لیے وصلاً باسٹھ کی باسٹھ یا آت میں اثبات ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جن یا آت میں کسی کے لیے اثبات بتایا جائے ان میں اس اصطلاح سے کام لینا چاہیے پس اگر وہ قاری یا راوی حالین میں اثبات والوں میں سے ہوں تو حالین میں اثبات کریں اور اگر وصل والوں میں سے ہوں تو صرف وصلاً" کریں رہے غیر مذکور سو ان کے لیے حالین میں حذف تصور کریں۔

فائدہ ۲: (۱) چونکہ رمز و صریح کو ایک حکم میں جمع نہیں کیا کرتے اس لیے یہاں کَمَّلاَ کا کاف رمز نہیں ہے (۲) تیسیر میں یا آت زوائد اکسٹھ بتائی ہیں اور اٰتٰنِ نمل اور فَبَشِّرْ عِبَادِیْ زمر کو اس باب میں بیان نہیں کیا اور جب یہ دو کم ہوگئیں تو زوائد ساٹھ رہ گئیں پھر چونکہ یٰعِبَادِیَ زخرف کو اس باب میں شامل کیا ہے اس لیے اکسٹھ ہو گئیں۔

ان باسٹھ یا آت کی تفصیل

(ص)

۴/۴۲۳ فَیَسْرِیْ اِلَی الدَّاعِ الْجَوَارِ الْمُنَادِیَہْ ۔۔۔ دِیَنْ یُؤْتِیَنْ مَعْ اَنْ تُعَلِّمَنِیْ وِلاَ

۵/۴۲۴ وَاَخَّرْتَنِی الْاِسْرَا وَتَتَّبِعَنْ سَمَا ۔۔۔ وَفِی الْکَھْفِ نَبْغِیْ یَأْتِ فِیْ ھُوْدَ رُفِّلاَ

۶/۴۲۵ سَمَا وَدُعَاءِیْ فِیْ جَنَا حُلْوِ ھَدْیِہٖ ۔۔۔ وَفِی اتَّبِعُوْنِیْ اَھْدِکُمْ حَقُّہٗ بَلاَ

۷/۴۲۶ وَاِنْ تَرَنِیْ عَنْھُمْ تُمِدُّوْنَنِیْ سَمَا ۔۔۔ فَرِیْقًا وَّیَدْعُ الدَّاعِ ھَاکَ جَنًا حَلاَ

ترجمہ: (۴) پس (اِذَا) یَسْرِیْ (فجر اور مُھْطِعِیْنَ) اِلَی الدَّاعِیْ (قمر ع ۱ نہ کہ یَدْعُ الدَّاعِ قمر ع ۱ اور دَعْوَۃَ الدَّاعِ بقرہ ع ۲۳ کیونکہ ان میں سے اول شعر ۷ میں اور ثانی شعر ۱۷ میں آئے گا اور اَلدَّاعِ انہیں تین موقعوں میں آیا ہے اور اٰیٰتِہٖ) اَلْجَوَارِیْ (شوریٰ ع ۴ کیونکہ وصلاً" یا کا اثبات اسی میں ہو سکتا ہے نہ کہ رحمٰن اور تکویر والے میں بھی اس لیے کہ ان میں را کے بعد لام ساکن آرہا ہے رہا کسائی کے دوری کا امالہ سو وہ ان تینوں ہی میں ہے اور حالین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے اس بناء پر کہ اس کے لیے کوئی مانع نہیں ہے اور) اَلْمُنَادِیْ (مِنْ مَّکَانٍ قٓ ع ۳ اور عَسٰی اَنْ یَّھْدِیَنِیْ (کہف ع ۴ نہ کہ قصص ع ۳ والا کیونکہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے نیز اس میں سب کے لیے اثبات ہے جیسا کہ شعر ۲۲ میں آئے گا اور وہ اَنْ) یُّؤْتِیَنِیْ (جو) اَنْ تُعَلِّمَنِیْ کے ساتھ ہے حالانکہ یہ (تینوں کلمات) اتصال والے ہیں (چنانچہ اسی ترتیب سے کہف ع ۴ و ع ۵ و ع ۹ میں لگاتار آرہے ہیں (ابراز) اور جعبری کی رائے پر اَنْ یَّھْدِیَنِیْ قصص لفظ وِلَا سے نکل گیا کیونکہ وہ یُؤْتِیَنِیْ اور اَنْ تُعَلِّمَنِیْ سے متصل نہیں ہے لیکن علی قاری کی رائے پر یہ دلالت ظاہر نہیں ہے) (۵) اور اسرا (ع ۷) کا (لَئِنْ) اَخَّرْتَنِیْ (اِلٰی نہ کہ منافقون والا جو بائیسویں باب کے شعر ۱۸ میں بیان ہو چکا ہے اس لیے کہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے نیز اس میں سب کے لیے اثبات ہے۔ پس یہاں اسرا کی قید سے واضح ہو گیا کہ وہاں منافقون والا مراد ہے) اور (اَلَّا) تَتَّبِعَنِیْ (طٰہٰ ع ۵ ان نو کلمات کی یا کا اثبات سما والوں کے لیے) بلند ہو گیا ہے (پس ان سب میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کے لیے وصلا'' یا کا اثبات ہے) اور (مَاکُنَّا) نَبْغِیْ جو کہف (ع ۹) میں ہے (پس مَا نَبْغِیْ یوسف ع ۸ نکل گیا کیونکہ اس میں سب کے لیے یا ہے اور یَوْمَ) یَاْتِیْ جو ہود (ع ۹) میں ہے (پس بقرہ ع ۳۵ و انعام ع ۲۰ و فصلت ع ۵ وغیرہ کا یَاْتِیْ نکل گیا) یہ (ان دونوں میں سے ہر ایک کی یا کا اثبات کسائی اور سما والوں کے لیے) باعزت سمجھا گیا ہے (یا یہ دونوں لفظ اثبات کے ساتھ باعزت سمجھے گئے) (۶) (ان دونوں میں) یہ (اثبات) بلند (بھی) ہو گیا ہے۔ (یعنی عمدہ بھی ہے اور مشہور بھی پس ان دونوں میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور نافع' ابو عمرو' کسائی کے لیے وصلا'' اثبات ہے) اور (حمزہ اور ورش اور ابو عمرو کے لیے وصلا'' اور بزی کے لیے حالین میں وَتَقَبَّلْ) دُعَآءِیْ (ابراہیم ع ۶ کی یا کا اثبات) اپنی شیریں عادت کا میوہ چننے میں (مشغول) ہے (یعنی اس قدر لذیذ ہے کہ اپنی لذت سے خود بھی بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس حالت میں دوسروں کو عمدہ اور پسندیدہ معلوم ہونا ظاہر ہے رہا دُعَآءِیْ اِلَّا نوح ع ۱ سو یہاں اس کا مراد نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس میں یا لکھی ہوئی ہے اور اجماعا'' ثابت ہے اور بائیسویں باب کے شعر ۱۷ میں اس کا ذکر تصریحا'' بھی آچکا ہے) اور (ابن کثیر کے لیے حالین میں اور قالون اور ابو عمرو کے لیے وصلا'' یٰقَوْمِ) اتَّبِعُوْنِیْ اَھْدِکُمْ (غافر ع ۵) میں (یا کا اثبات جو ہے) اس کے حق نے (اس اثبات کو) آزمایا ہے (یعنی خود حق و صحت نے بھی تحقیق کی تو میرے بیان کے موافق اس میں اثبات ہی کو صحیح پایا نہ کہ حذف کو اور اَھْدِکُمْ کی قید سے فَاتَّبِعُوْنِیْ آل عمران ع ۴ و طٰہٰ ع ۵ نکل گیا کیونکہ ان میں سب کے لیے یا ہے اور زخرف ع ۶ والا بھی نکل گیا جس کا ذکر شعر ۲۰ میں آئے گا اور چونکہ اِتَّبِعُوْنِیْ اَھْدِکُمْ میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے اس لیے اس کو اصطلاحا'' اضافت کی یا نہیں کہہ سکتے) (۷) اور اِنْ تَرَنِیْ (اَنَا کہف ع ۵ کی یا کا اثبات بھی) انہیں (حق والوں اور قالون) سے ہے (اور تفصیل بھی وہی ہے جو ابھی اِتَّبِعُوْنِیْ کے شروع میں گذری اور ابن کثیر اور حمزہ کے لیے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کے لیے وصلا'') اَتُمِدُّوْنَنِیْ (نمل ع ۳ کی یا کا اثبات) جماعت کے اعتبار سے بلند ہو گیا ہے (یعنی اس کے ناقلین نہایت باعزت ہیں) اور (بزی کے لیے حالین میں اور ورش و ابو عمرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے وصلا") یَدۡعُ الدَّاعِیۡ (قمر ع ا کی یا کا اثبات) جو ہے تو (اس کے ذریعہ) اس میوہ (نظم) کو لیلے جو شیریں ہو گیا ہے۔ (یعنی اس کی نظم نہایت نفیس اور عمدہ ہے۔)

شرح: ان چار شعروں میں سولہ یا آت مذکور ہیں ان میں سے نمبر ایک تا نو میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے اور نمبر دس و گیارہ میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو اور کسائی کے لیے وصلا" اثبات ہے اور کسائی باسٹھ یا آت میں سے صرف انہیں دو کو ثابت رکھتے ہیں اور نمبر بارہ وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِیۡ میں ورش' ابوعمرو' حمزہ کے لیے وصلا" اور بزی کے لیے حالین میں اثبات ہے اور نمبر تیرہ اور چودہ اِتَّبِعُوۡنِیۡ اَهۡدِکُمۡ اور اِنۡ تَرَنِیۡ میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور قالون و ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے اور نمبر پندرہ اَتُمِدُّوۡنَنِیۡ (نمل ع ۳) میں ابن کثیر اور حمزہ کے لیے حالین میں اور نافع اور ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے اور نمبر سولہ یَدۡعُ الدَّاعِیۡ (قمر) میں بزی کے لیے حالین میں اور ورش و ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے۔

تنبیہ: اوپر شعر ۲ و ۳ میں ناظم کی اصطلاح سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ابن کثیر پورے یا ان کے دونوں راویوں میں سے جو بھی ہو اور ہشام یہ تو ان میں سے ہیں جن کے لیے حالین میں اثبات ہے اور چار قراء وہ ہیں جن کے لیے صرف وصلا" ہے اور یہاں شعر ۴ تا ۷ میں بھی حالین اور وصل کی قید کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے آئندہ ان قیدوں کو ناظرین خود متعین کریں اب شاید انہیں ظاہر نہ کیا جائے۔

فائدہ: (ا) یَهۡدِیَنِیۡ صرف دو جگہ آیا ہے یعنی کہف ع ۴ و قصص ع ۳ میں اور چونکہ ثانی کا ذکر آگے شعر ۲۲ میں آئے گا اس لیے واضح ہو گیا کہ شعر ۴ میں کہف والا ہی مراد ہے اور علی قاریؒ نے اس کو واضح کرنے کے لیے شعر میں تغیر کیا ہے۔ یعنی یُؤۡتِیَنۡ مَعۡ اَنۡ تُعَلِّمَنِیۡ کے بجائے یُؤۡتِیَنۡ کَهۡفٍ تُعَلِّمَنِیۡ فرمایا ہے (۲) وزن کے سبب شعر ۴ کی سات یا آت میں سے پہلی اور ساتویں میں اثبات اور باقی پانچ میں حذف ہے اور پانچویں اور چھٹے کلمہ میں نون کا اسکان بھی وزن ہی کی بناء پر ہے اور ہر کلمہ کو وزن ہی کی رعایت سے لکھا گیا ہے یعنی کسی کو یا کے حذف سے اور کسی کو اثبات سے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسا ہی کیا جائے گا اور شعر ۵ کے نَبۡغِیۡ میں روا یتہ" تو اثبات ہے لیکن قبض کے طور پر وزن حذف سے بھی درست رہتا ہے اور شعر ۶ کی دونوں یا آت میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اثبات سے وزن کامل رہتا ہے اور حذف قبض کے طور پر درست ہے (۳) شعر ۶ کا سَمَا۔ نَبۡغِیۡ اور یَأۡتِیۡ کی رمز کا تمہ ہے (۴) علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِتَّبِعُوۡنِیۡ اَهۡدِکُمۡ میں ورش کے لیے اصبہانی کے طریق سے اثبات ہے ازرق سے نہیں اور تیسیر کا طریق انہیں سے ہے پس یہاں اثبات زیادات میں سے ہے انتہی احقر عرض کرتا ہے کہ جب ناظم نے اس میں ورش کے لیے اثبات بیان ہی نہیں کیا تو پھر اس کو زیادات میں سے شمار کرنے کے کیا معنیٰ (۵) سخاوی کی شرح میں ہے کہ اَتُمِدُّوۡنَنِیۡ میں حمزہ کے لیے حالین میں حذف اور صرف وقفا" حذف بھی منقول ہے لیکن اعتماد حالین میں اثبات ہی پر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸/۴۲۷ وَفِي الْفَجْرِ بِالْوَادِي دَنَا جَرَيَانُهُ وَفِي الْوَقْفِ بِالْوَجْهَيْنِ وَافَقَ قُنْبُلَا

ترجمہ: اور (وہ) بِالْوَادِي (جو) فجر میں (ہے کیونکہ وصلاً" یا کا اثبات اسی میں ممکن ہے رہا طٰہٰ اور نازعات ع ۱ والا سو اس میں دال کے بعد لام ساکن ہے اس لیے وہ باب کی یا آت میں شامل نہیں) اس کا (ابن کثیر اور ورش کے لیے یا کے اثبات کے ساتھ ناقلین میں) جاری (و مستعمل) ہونا ہم سے قریب ہوگیا ہے اور وقف میں اس (بِالْوَادِي) نے دو وجوہ کے ساتھ ہو کر قنبل کی موافقت کی ہے (یعنی وقفاً" قنبل کے لیے اثبات و حذف دونوں ہیں اور دونوں ہی کسی تنگی کے بغیر آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں پس اس میں ورش کے لیے وصلاً" اور بزی کے لیے حالین میں اثبات ہے اور قنبل کے لیے وصلاً" صرف اثبات اور وقفاً" اثبات و حذف دونوں ہیں اور نشر میں ہے کہ اس میں قنبل کے لیے وقفاً" دونوں وجوہ نصاً" بھی صحیح ہیں اور اداً" بھی اور میں نے دونوں ہی پڑھی ہیں اور دونوں ہی کو اختیار کرتا ہوں انتہی لیکن چونکہ اثبات دانی کے شیخ فارس سے ہے اور حذف ابو الحسن سے اس لیے طریق کے موافق اثبات ہی ہے)

فائدہ: (۱) بِالْوَادِي کے ساتھ فجر کی قید جعبری کی رائے پر احترازی ہے جس سے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ نکل گیا اور علی قاری کی رائے پر توضیح کے لیے ہے اس بناء پر کہ یا کے اثبات کے لیے بعد کے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے اور وہ فجر ہی والے میں ہے اس لیے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ پہلے ہی سے خارج ہے پس یہ اَلْجَوَارِ (شوریٰ) کی طرح ہے (۲) هَمٰى کے بجائے دَنَا فرمانا اس بناء پر ہے کہ قنبل کے لیے وصلاً" اثبات کی وجہ نکل آئے اور بِالْوَجْهَيْنِ کے ساتھ وقف کی قید وصل کو نکالنے کے لیے ہے (۳) قنبل کے لیے بِالْوَادِي میں دو طریق نکل آئے (۱) حالین میں اثبات (۲) وصلاً" اثبات وقفاً" حذف اور ورش و ابن کثیر کے سوا باقی ساڑھے پانچ کے لیے حالین میں حذف ہے (۴) بِالْوَادِي کے بعد جَرَيَان کا ذکر عجیب لطف رکھتا ہے۔

۹/۴۲۸ وَأَكْرَمَنِي مَعَهُ أَهَانَنِ إِذْ هُدَى وَحَذْفُهُمَا لِلْمَازِنِي عُدَّ أَعْدَلَا

ترجمہ: اور (نافع کے لیے وصلاً" اور بزی کے لیے حالین میں) أَكْرَمَنِي (فجر کی یا کا اثبات نقل کیا گیا ہے) حالانکہ اس (أَكْرَمَنِي) کے ساتھ (اسی حکم میں) أَهَانَنِي (بھی شامل) ہے (ان دونوں میں یہ اثبات) اس لیے (نقل کیا گیا ہے) کہ اس نے (اپنے قاری کو ثواب کی راہ کی طرف) ہدایت کی ہے اور (ابو عمرو) مازنی کے لیے (وصلاً" ان دونوں (یا آت) کا حذف (اثبات سے) بہتر شمار کیا گیا ہے (یعنی ان کے لیے وصلاً" حذف و اثبات دونوں صحیح ہیں لیکن حذف اولیٰ ہے پس ان دونوں کلمات میں نافع کے لیے وصلاً" اور بزی کے لیے حالین میں اثبات ہے اور ابو عمرو کے لیے وقفاً" حذف اور وصلاً" دونوں وجوہ ہیں اور نشر کی رو سے اس میں تخییر اکثر ہے۔ اور حذف مشہور تر ہے اور تخییر کا مطلب یہ ہے کہ ابو عمرو حذف و اثبات دونوں کی اجازت دیتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں آزادی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں میں سے جون سی وجہ چاہتا ہوں پڑھ لیتا ہوں اور باقی ساڑھے چار کے لیے حالین میں حذف ہے)

فائدہ: (ا) بزی کے لیے حالین میں اثبات ابن مجاہد کی روایت سے ہے اور ناظمؒ اور دانیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۲) اَکۡرَمَنِیۡ اور اَھَانَنِیۡ میں ابو عمرو کے لیے حذف کے مشہور تر ہونے سے یہ نکلتا ہے کہ حذف اولیٰ ہے اور تخییر سے یہ نکلتا ہے کہ دونوں وجوہ مساوی ہیں اور ناظمؒ کے قول اَعۡدَلَا میں بھی دونوں معنی کی گنجائش ہے (ا) حذف عمدہ ہے کیونکہ یہ ان سے مشہور تر بھی ہے اور ابو عمرو کے اس مذہب کے بھی موافق ہے کہ فواصل کی اکثر یا آت میں ان کے لیے حذف ہی ہے (۲) حذف برابری والا ہے یعنی حذف و اثبات دونوں مساوی ہیں پہلی صورت میں اَعۡدَلَا عَدَالَت سے اور دوسری تقدیر پر عَدۡلٌ سے ہوگا جو برابر کرنے کے معنی میں ہے۔

۴۲۹ وَفِی النَّمۡلِ اٰتٰنِیۡ وَیُفۡتَحُ عَنۡ اُولِیۡ حِمًی وَّخِلَافُ الۡوَقۡفِ بَیۡنَ حُلًی عَلَا

ترجمہ: اور نمل (ع ۳) میں اٰتٰنِیَ (اللّٰہ کی یا کا اثبات حفص' نافع' ابو عمرو کے لیے) ہے اور (اثبات کے بعد یہ (یا ان کے لیے وصلاً") فتحہ سے پڑھی جاتی ہے حالانکہ یہ (یا قراءۃ کی) حفاظت والوں سے (منقول) ہے اور (ان میں سے قالون' ابو عمرو حفص کے لیے اس یا میں) وقف کا خلاف زیوروں (اور زینتوں) کے درمیان (ہو کر) بلند ہو گیا ہے (یعنی نہایت شاندار ہے پس اس یا میں ورش کے لیے تو وصلاً" فتحہ اور وقفاً" حذف ہے کیونکہ وقف میں ان کا ذکر نہیں آیا اور قالون' ابو عمرو' حفص کے لیے وصلاً" یا کا اثبات اور اس کا فتحہ ہے اور وقفاً" اثبات اور حذف دونوں ہیں اور قیاس یہ چاہتا تھا کہ وقفاً" ورش کی طرح ان کے لیے بھی حذف ہی ہوتا کیونکہ یہ ان میں سے نہیں ہیں جن کے لیے زوائد میں حالین میں اثبات ہے لیکن چونکہ فتحہ کے سبب یہ یا اضافت کی یا کے مرتبہ میں ہو گئی اس لیے ان حضرات نے اثبات کی صورت میں اس کو اسی یا کا حکم دیدیا اور سوسی کی قراءۃ پر فَبَشِّرۡ عِبَادِیَ زمر (ع ۲) بھی اسی قبیل سے ہے اور ورش اپنے عام قاعدہ پر ہیں اسی لیے وقفاً" حذف کرتے ہیں اور باقی ساڑھے چار کے لیے رسم کے موافق حالین میں حذف ہے)

تنبیہہ: نظم و تیسیر میں تو اس یا میں قالون' ابو عمرو' حفص تینوں ہی کے لیے وقفاً" دونوں وجوہ بتائی ہیں لیکن دانی کی کتاب مفردات سے یہ نکلتا ہے کہ اس میں وقفاً" قالون ابو عمرو کے لیے تو صرف اثبات ہے اور حفص کے لیے دونوں وجوہ ہیں اثبات دانی کے شیخ ابو الحسن سے ہے اور طریق بھی انہیں سے ہے اور حذف ابو الفتح سے ہے (ارشاد المرید)

فائدہ: (ا) ابو العلاء نے اٰتٰنِیَ میں قالون و ابو عمرو و حفص کے لیے صرف حذف اور عبدالباقی نے فقط اثبات بیان کیا ہے (۲) ابن مجاہد سے منقول ہے کہ جن کے لیے اس یا میں وصلاً" فتحہ ہے ان کے لیے وقفاً" اثبات ہے۔ دانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے فارس بن احمد نے نافع کے شاگردوں سے پڑھ کر بیان کیا کہ وہ اس میں اپنے تمام طرق سے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر وقف کرتے ہیں (۳) قالون و ابو عمرو کے لیے آئمہ کی کتب میں اس میں اثبات ہی ہے اور اوپر کے بیان سے قالون کے لیے حذف بھی معلوم ہو چکا ہے (۴) ورش کے لیے وقفاً" حذف شعر ۲ و ۳ کی اصطلاح سے نکلا ہے اور یہاں جو وقفاً" خلاف ہے وہ ظاہر کے موافق فتحہ اور اسکان میں نہیں بلکہ حذف و اثبات میں ہے کیونکہ وقفاً" فتحہ کا باقی رکھنا ادا کے خلاف ہے اور باقین کے لیے حذف بھی اسی اصطلاح سے نکلا ہے (۵) اس یا میں اثبات کے بعد فتحہ دینا اس لیے ضروری ہو گیا کہ اگر ساکن رکھتے تو اجتماع ساکنین کی بناء پر حذف ہو جاتی۔

۱۱/۴۳۰ وَمَعْ كَالْجَوَابِ الْبَادِ حَقٌّ جَنَاهُمَا ۔۔۔ وَفِي الْمُهْتَدِي الْاِسْرَا وَتَحْتُ اَخُو حُلَا

۱۲/۴۳۱ وَفِي اتَّبَعَنْ فِي اٰلِ عِمْرَانَ عَنْهُمَا ۔۔۔ وَكِيدُونِ فِي الْاَعْرَافِ حَجَّ لِيُحْمَلَا

۱۳/۴۳۲ بِخُلْفٍ وَّتُؤْتُونِي بِيُوسُفَ حَقُّهُ ۔۔۔ وَفِي هُودَ تَسْأَلْنِي حَوَارِيهِ جَمَّلَا

ترجمہ ۱۱: اور (وہ فِيْهِ وَ) الْبَادِیْ (حج ع ۳ جو) كَالْجَوَابِیْ (سبا ع ۲) کے ساتھ ہے۔ ان دونوں (کی یا کے اثبات) کا چنا ہوا میوہ حق (اور درست) ہے (پس ان دونوں میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور ورش و ابو عمرو کے لیے وصلاً" اثبات ہے) اور اسرا (ع ۱۱) کے اور (اس کے) نیچے (کہف ع ۲) کے (فَهُوَ) الْمُهْتَدِیْ میں (یا کا اثبات) زیوروں والا ہے۔ (۱۲) اور (اس وَمَنِ) اتَّبَعَنِیْ میں (بھی جو) آل عمران (ع ۲) میں (ہے وصلاً" یا کا اثبات) انہیں دونوں (نافع اور ابو عمرو) سے ہے (پس الْمُهْتَدِیْ اسرا اور کہف اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ آل عمران تینوں میں نافع اور ابو عمرو ہی کے لیے وصلاً" یا کا اثبات ہے اور سورتوں کی قید سے الْمُهْتَدِیْ اعراف ع ۲۲ اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ یوسف ع ۱۲ نکل گیا کیونکہ ان دونوں میں یا لکھی ہوئی ہونے کے سبب سب کے لیے ثابت ہے) اور (ثُمَّ) كِيْدُوْنِیْ (جو) اعراف (ع ۲۴) میں (ہے) وہ (یعنی اسکی یا کا اثبات دلائل کے اعتبار سے) غالب (اور قوی) ہو گیا ہے تاکہ وہ (اثبات لام والے کے) خلاف کے ساتھ نقل کر دیا جائے (پس ثُمَّ كِيْدُوْنِیْ اعراف میں ابو عمرو کے لیے وصلاً" اثبات ہے اور ہشام کے لیے حالین میں اثبات و حذف دونوں ہیں جو شعر ۱۳ کے شروع کے بِخُلْفٍ سے نکلے ہیں اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہشام کے لیے اس میں حالین میں اثبات ہی صحیح ہے رہا حذف سو وہ وصلاً" تو نہ نظم و تیسیر کے طرق سے صحیح ہے نہ نشر کے طرق سے اور وقفاً" صرف نشر کے طرق سے صحیح ہے اور اعراف کی قید سے فَكِيْدُوْنِیْ ہود ع ۵ اور فَكِيْدُوْنِ مرسلات ع ۱ نکل گیا کیونکہ اول میں سب کے لیے یا ہے اور ثانی میں قراء سبعہ کے لیے محذوف ہے) (۱۳) (بِخُلْفٍ پہلے شعر میں گذر چکا ہے) اور (حَتّٰی) تُؤْتُوْنِیْ جو یوسف (ع ۸) میں ہے اس (کی یا کے اثبات) کا حق (مشہور ہو گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے پس اس میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور ابو عمرو کے لیے وصلاً" اثبات ہے) اور ہود (ع ۴) میں (ورش و ابو عمرو کے لیے وصلاً" فَلَا) تَسْئَلْنِي (کی یا کا اثبات) ہے اس (اثبات) کے دوست رکھنے والے (مدد کرنے والے) نے (اس کو دلائل کے ذریعہ) خوبصورت بنا دیا ہے (اور اس کلمہ میں پانچ قراء تیں ہیں (سورۃ ہود کے اس کلمہ کی پانچ قراءات یہ ہیں (۱) فَلَا تَسْئَلْنِ: قالون و ابن عامر (۲) فَلَا تَسْئَلْنِے وصلاً" اور وقفاً" فَلَا تَسْئَلْنّ: ورش (۳) فَلَا تَسْئَلْنّ: ابن کثیر (۴) وصلاً" فَلَا تَسْئَلْنِے اور وقفاً" فَلَا تَسْئَلْن: ابو عمرو بصری (۵) فَلَا تَسْئَلْنِ کوفیین کے لیے۔ امانیہ شرح شاطبیہ) اور ھود کی قید سے کہف والا نکل گیا اس کا بیان شعر نمبر ۲۱ میں آئے گا)

۱۴/۴۳۳ وَتُخْزُونِ فِيهَا حَجَّ اَشْرَكْتُمُونِ قَدْ (۲۹، ۳۰) هَدَانِ اتَّقُونِ يَا أُولِي اخْشَوْنِ مَعْ وَلَا (۳۱، ۳۲، ۳۳)

۱۵/۴۳۴ وَعَنْهُ وَخَافُونِي وَمَنْ يَتَّقِي زَكَا (۳۴، ۳۵) بِيُوسُفَ وَافِي كَالصَّحِيحِ مُعَلَّلًا

ترجمہ (۱۴): اور اسی (ہود ع ۷) میں (وَلَا) تُخْزُونِي (کی یا کا اثبات بھی ابو عمرو ہی کے لیے) غالب (اور قوی) ہو گیا ہے (کیونکہ یہ اصل کے موافق ہے اور ہو دکی قید سے حجر ع ۵ والا نکل گیا کیونکہ اس میں ساتوں کے لیے حذف ہے اور بِمَا) اَشْرَكْتُمُونِي (ابراہیم ع ۴ اور وَ) قَدْ هَدٰنِي (انعام ع ۹ اور وَ) اتَّقُونِي يَاُولِي (الْاَلْبَابِ بقرہ ع ۲۵ اور اس وَ) اخْشَوْنِي (مائدہ ع ۷ کی یا کا اثبات بھی انہیں ابو عمرو کے لیے ہے جو) وَلَا (تَشْتَرُوْا) کے ساتھ (ہے اور وَلَا کی قید سے بقرہ ع ۱۸ اور مائدہ ع ۱ والا نکل گیا کیونکہ اول میں سب کے لیے یا ہے اور ثانی میں ساتوں کے لیے حذف ہے) (۱۵) اور وَخَافُونِي (آل عمران ع ۱۸ کی یا کا اثبات بھی) ان (ابو عمرو) ہی سے ہے (پس وَلَا تُخْزُونِي سے وَخَافُونِي تک کی چھوں یا آت میں ابو عمرو ہی کے لیے وصلاً" اثبات ہے) اور یوسف (ع ۱۰) میں (قنبل کے لیے حالین میں) مَنْ يَتَّقِي (کی یا کا اثبات قوت میں) بڑھ گیا ہے (کیونکہ یہ بھی لغت کے موافق ہے یا یہ اثبات معترض کے اعتراض سے پاک ہو گیا ہے اور) یہ (مَنْ يَتَّقِي) معتل اللام ہوتے ہوئے بھی صحیح کی طرح آیا ہے (یعنی اس میں بعض لغات کے موافق جزم کو یا پر جاری کیا گیا ہے اور باقین کی طرح ان کی قراءۃ پر اس کا جزم یا کے حذف سے نہیں آیا اور یہ بھی فصیح لغت ہے یا یہ لفظ صحیح کی طرح آیا ہے حالانکہ یہ قنبل کے لیے شیریں دلیل سے سیراب کیا ہوا ہے یعنی صحیح دلیل سے موید ہے اور یہ دوسرے معنی خود ناظم نے اپنے حاشیہ میں بیان کیے ہیں اور اس تقدیر پر مُعَلَّلًا۔ عَلَلٌ" سے ہوگا جو سیراب کرنے کے معنی میں ہے اور ظاہر ہے کہ صاحب قصیدہ اس کے مطالب سے واقف تر ہیں)

شرح: ان پانچ اشعار میں پندرہ یا آت مذکور ہیں جن پر ۲۱ تا ۳۵ نمبر لگے ہوئے ہیں ان میں سے ۲۱ و ۲۲ میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور ورش و ابو عمرو کے لئے وصلاً" اثبات ہے اور ۲۳ تا ۲۵ میں نافع اور ابو عمرو ہی کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصلا" اثبات ہے اور ۲۶ ثُمَّ كِيدُونِيْ میں ابو عمرو کے لیے وصلا" اور ہشام کے لیے حالین میں اثبات ہے پس اس میں ان کے لیے بِخُلُفٍ کے لفظ کو زائد سمجھنا چاہیے اور ۲۷ میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے اور ۲۸ میں ورش و ابو عمرو ہی کے لیے وصلا" اثبات ہے اور ۲۹ تا ۳۴ میں صرف ابو عمرو کے لیے وصلا" اثبات ہے اور ۳۵ مَنْ يَّتَّقِيْ میں صرف قنبل کے لیے حالین میں اثبات ہے۔

فائدہ: (۱) كِيدُونِيْ میں ہشام کے لیے خُلُف کا ذکر اسی باب کے شعر ۲ میں بھی آچکا ہے اور یہاں اس کا دوبارہ لانا جعبری اور صاحب انشاد کی رائے پر تاکید کے لیے ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس میں ان کے لیے صرف اثبات ہے جیسا کہ وَامْدُدْلِوَا حَافِظٍ بَلَا (رعد شعر نمبر ۷) میں خُلف کے نہ لانے سے یہ وہم ہو گیا ہے کہ ہشام کے لیے استفہام مکرر میں صرف ادخال ہے حالانکہ اس میں نشر کی رو سے عدم ادخال بھی صحیح ہے گو قوی تر ادخال ہی ہے نیز اس لیے بھی دوبارہ لائے ہیں کہ فن کی اکثر کتب اس خُلف کے ذکر سے خالی ہیں لیکن علی قاری رحمہ اللہ اس علت کو پسند نہیں فرماتے اس بناء پر کہ اہل فن کے بیان کی رو سے اعتماد اسی پر ہے کہ استفہام مکرر ساتویں باب کے شعر ۱۴ کے وَقَبْلَ الْكَسْرِ خُلْفٌ لَّهٗ سے مستثنیٰ ہے اور اسی باب کے شعر ۱۵ کے وَفِيْ سَبْعَةٍ لَّا خُلْفَ عَنْهُ میں داخل ہے چنانچہ ابو شامہ نے یہی بیان کیا ہے اور جعبری بھی اسی کو مختار بتاتے ہیں اور تیسیر و مکی کی تصریح سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ناقلین کا اتفاق ہے اور بعض کے قول پر دوبارہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گمان نہ ہو کہ پہلی جگہ جو خُلف ہے وہ وقف کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ گمان بے سند ہے (۲) دانی تیسیر کے علاوہ دوسری کتابوں میں فرماتے ہیں کہ جو قراءۃ میں نے ابو الحسن سے پڑھی ہے اس کی رو سے ہشام اس یا کو حالین میں ثابت رکھتے ہیں اور میں نے ابو الفتح سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں۔ حلوانی کہتے ہیں کہ میں ابن ذکوان کی وفات کے بعد تین مرتبہ سفر کرکے ہشام کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جب میں حلوان لوٹ آیا تو میرے پاس ہشام کا خط آیا جس میں یہ تھا کہ میں نے تمہیں كِيدُوْنِ میں وصلا" ہی یا بتائی تھی حالانکہ اس میں حالین میں یا ہے۔ جعبری کہتے ہیں کہ ابو الکرم اور ابو العلاء نے بھی حالین میں اثبات ہی بیان کیا ہے اور عبدالباقی نے صرف حذف بتایا ہے اور ہشام کے خط کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اثبات کسی دوسرے مخصوص طریق سے ہے اور ایک روایت پر ابن ذکوان سے بھی ہشام کی طرح ہے۔ اور ہشام یہ فرماتے تھے کہ یہ میری کتاب میں یا سے اور میرے حافظہ میں یا کے بغیر ہے اور نشر میں ہے کہ اس میں وقفا" تو دونوں وجوہ نصا" بھی صحیح ہیں اور ادا" بھی لیکن وصلا" ہم اپنی کتاب کے طرق سے اثبات کے سوا کسی اور وجہ کو اختیار نہیں کرتے (۳) تَسْئَلْنِيْ میں ہود کی قید تاکیدی بھی ہو سکتی ہے اور احترازی بھی (۴) هَدٰىنِيْ میں قَدْ کی قید سے انعام (ع ۲۰) اور زمر (ع ۶) والا نکل گیا کیونکہ ان میں سب کے لیے یا ہے (۵) وَاتَّقُوْنِ میں يٰٓاُولِي کی قید سے فَاتَّقُوْنِ بقرہ (ع ۵) و زمر (ع ۲) وغیرہ نکل گئے کیونکہ ان میں ساتوں کے لیے حذف ہے اور وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ (مائدہ ع ۱) میں حذف رسم کی پیروی کی بناء پر بھی ہے اور اس لیے بھی کہ وصلا" تو دو ساکن جمع ہو جانے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء پر اثبات نہیں ہو سکتا تھا پھر وقف کو بھی وصل ہی کا حکم دے دیا (٦) مَنْ يَتَّقِ میں یوسف کی قید سے زمر (ع ٣) والا نکل گیا کیونکہ اس میں سب کے لیے یا ہے (٧) مَنْ يَتَّقِ میں حذف کی وجہ ظاہر ہے کہ اس پر مَنْ شرطیہ آرہا ہے اور یہ معتل اللام ہے پس قاعدہ یہی چاہتا ہے کہ جزم کے سبب یا کو حذف کر دیا جائے اور رسم بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اثبات کی وجوہ تین ہیں (١) بعض عرب معتل کو صحیح کی طرح استعمال کرتے ہیں چنانچہ اس کے آخری حرف کو حذف نہیں کرتے بلکہ جازم کے سبب اس کے ساکن کر دینے ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یا کے ضمہ کو ثقیل ہونے کے سبب جازم کے آنے سے پہلے ہی حذف کر دیا تھا پھر جازم آیا ہے اب یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں جزم تقدیری ہے اور یہ بھی کہ ضمہ پھر لوٹ آیا اور جازم کے سبب حذف ہو گیا اور یہ لغت قلیل ہے (٢) اس میں یا کسرہ کے اشباع سے پیدا ہو گئی ہے اور اشباع لغت میں بہت سے موقعوں میں آیا ہے (٣) ابو علی کہتے ہیں کہ مَنْ يَتَّقِي میں مَنْ۔ اَلَّذِي کے معنی میں ہے اور يَتَّقِي اس کا صلہ ہونے کے سبب مرفوع ہے اور وَيَصْبِرْ کا جزم اس بناء پر ہے کہ یہ اس معنی پر معطوف ہے جو عموم اور ابہام میں شرط کے مشابہ ہیں اور اسی لیے خبر میں فا آگئی جو شرط کے جواب میں آیا کرتی ہے پس گویا يَتَّقِي جزم کے محل میں ہے اور يَصْبِرْ اسی پر معطوف ہے (چنانچہ وَنُكَفِّرْ بقرہ ع ٣٧ اور وَيَذَرْهُمْ اعراف ع ٢٣ اور وَاَكُنْ منافقون ع ٢ بھی اسی قبیل سے ہیں) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں وجوہ ثابت تو ہیں لیکن فصیح لغت کی رو سے ضعیف ہیں اور ناظمؒ نے ان میں سے پہلی وجہ کو پسند کیا ہے اور بعض کی رائے پر يَتَّقِي میں یا کے اثبات کی تقدیر پر وَيَصْبِرْ میں را کا سکون تخفیف کی یا وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہے۔

١٦ ٤٣٥ وَفِي الْمُتَعَالِي دُرُّهُ وَالتَّلَاقِ وَالْـ ٣٦ ٣٧ تَنَادِ دَرٰى بَاغِيهِ بِالْخُلْفِ جُهَّلَا ٣٨
د د ب ج

ترجمہ: اور (اَلْكَبِيرُ) الْمُتَعَالِي (رعد ع ٢ کی یا کے اثبات) میں اس کا موتی (یعنی اس اثبات کی روشنی) ہے (اور واضح دلیل سے ثابت ہے پس اس میں ابن کثیر ہی کے لیے حالین میں اثبات ہے) اور اَلتَّلَاقِي اور اَلتَّنَادِي (غافر ع ٢ و ع ٤ کی یا کا اثبات) جو ہے اس (اثبات) کے طالب (اور قاری قالون) نے (اپنے) خُلف کے سبب (اس پر سے) جاہلوں (کے اعتراض) کو دفع کر دیا ہے (یعنی چونکہ اثبات و حذف دونوں فصیح لغت ہیں اس لیے قالون نے ان دونوں یا آت میں دونوں ہی کو اختیار کر لیا تاکہ ہر فریق خوش ہو جائے اور کسی کے لیے یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اَلتَّلَاقِ اور اَلتَّنَادِ دونوں رؤس آیات ہیں اس لیے ان میں اثبات ضعیف ہے کیونکہ اس سے یہ دونوں آیتیں اپنے آس پاس کی آیتوں کی ہم شکل نہیں رہتیں۔ پس قالون کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اگر اثبات والی قراءۃ پر ہم شکل نہیں رہتیں تو حذف والی پر تو رہتی ہیں خلاصہ یہ کہ اَلتَّلَاقِي اور اَلتَّنَادِي دونوں میں ابن کثیر کے لیے حالین میں اور ورش کے لیے صرف وصلاً" اثبات ہے اور قالون کے لیے وقفاً" صرف حذف اور وصلاً" اثبات و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حذف دونوں ہیں لیکن چونکہ ان کے لیے اثبات بیان کرنے میں فارس بن احمد منفرد ہیں جس کو انہوں نے عبدالباقی سے اور انہوں نے اپنے شیوخ کے ذریعہ قالون سے پڑھا ہے اور دانیؒ نے اس کے بیان کرنے میں اپنے شیخ فارس ہی کی پیروی کی ہے اس بناء پر ان کے لیے وصلاً" بھی حذف ہی صحیح ہے اور باقی پانچ کے لیے حالین میں حذف ہے)

۱۷/۴۳۶ وَمَعْ دَعْوَةَ الدَّاعِیْ دَعَانِ حَلَا جَنَیٰ ۞ وَلَیْسَا لِقَالُوْنٍ عَنِ الْغُرِّ سُبَّلَا

ترجمہ: اور (اِذَا) دَعَانِجِ (بقرہ ع ۲۳ کی یا) دَعْوَةَ الدَّاعِجِ (کی یا) کے ساتھ ہے (یعنی اس کے متصل ہی واقع ہے یا حکم میں اس کے ساتھ شریک ہے کیونکہ دونوں میں ورش و ابو عمرو کے لیے صرف وصلاً" اثبات ہے اور قالون کے لیے وقفاً" تو حذف ہی ہے اور وصلاً" دونوں وجوہ ہیں لیکن حذف مشہور تر ہے اور ان کے لیے اثبات کی وجہ زیادات میں سے ہے) یہ (اثبات) میوہ کے اعتبار سے شیریں ہو گیا ہے (یعنی اپنے قاری کو ثواب کی شیریں ترین دولت سے مالا مال کر دیتا ہے) اور یہ دونوں (یا آت) قالون کے لیے مشہور (قراء) سے نہیں ہیں حالانکہ وہ (قراء) طرق میں مختلف (اور متردد اور غور کرنے والے اور باخبر) ہوں (یعنی ان دونوں یا آت میں قالون کے لیے اثبات کی وجہ صحیح تو ہے لیکن غیر مشہور ناقلین سے ہے یا قالون کے لیے یہ دونوں یا آت ان قراء سے نہیں ہیں جو طرق کے اعتبار سے مشہور ہیں)

فائدہ: (۱) قالون کے لیے نشر کی رو سے ان دونوں یا آت میں حذف ہی مشہور تر ہے اور تیسیر میں بھی ان دونوں کو بیان نہیں کیا اس لیے اس سے بھی حذف ہی نکلتا ہے (۲) صقلی نے ابو نشیط کے ذریعہ قالون سے اَلدَّاعِجِ میں اثبات اور دَعَانِ میں حذف نقل کیا ہے اور یہ غریب ہے۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ قالون سے ابو مروان کے ذریعہ دونوں کا اثبات اور حلوانی کے ذریعہ دونوں کا حذف بھی منقول ہے اور اول کا حذف اور ثانی کا اثبات اور اس کا عکس بھی آیا ہے لیکن یہ چاروں قصیدہ کے طرق سے نہیں ہیں۔ پس جس خلاف کی طرف ناظمؒ نے اشارہ کیا ہے اس سے ان چار وجوہ کا مراد لینا مناسب نہیں۔ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں بحث ہے جو ظاہر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ناظمؒ کا مقصد یہ ہو کہ جو وجوہ نظم کے طرق سے نہیں ہیں وہ ضعیف ہیں پس تم ان کے لیے صحیح وجہ کو اختیار کر لو اور ضعیف کو ترک کر دو۔

باسٹھ میں سے وہ انیس یا آت جن میں صرف ورش کے لیے وصلاً" اثبات ہے

۱۸/۴۳۷ نَذِیْرِیْ لِوَرْشٍ ثُمَّ تُرْدِیْنِ تَرْجُمُوْ ۞ نِ فَاعْتَزِلُوْنِ سِتَّةٌ نُذُرِیْ حَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (کَیۡفَ) نَذِیۡرِیۡ (ملک ع ۲) پھر لَتُرۡدِیۡنِیۡ (صفت ع ۲ اور اَنۡ) تَرۡجُمُوۡنِیۡ (اور) فَاعۡتَزِلُوۡنِیۡ (دخان ع ۱ اور) چھ (الفاظ یعنی وَ) نُذُرِیۡ (قمر ع ۱ و ع ۲ کی یا کا اثبات) ورش کے لیے ہے ان (ورش) نے (وصلا" اثبات کے ذریعہ ان وس یا آت کو) ظاہر کر دیا ہے (یا اس بات کے ذریعہ ان یا آت کا اختلاف واضح ہو گیا ہے)

۱۹/۴۳۸ وَعِیۡدِیۡ ثَلٰثٌ یُنۡقِذُوۡنِ یُکَذِّبُوۡ نِ قَالَ نَکِیۡرِیۡ اَرۡبَعٌ عَنۡہُ وُصِّلَا

ترجمہ: وَعِیۡدِیۡ (اور یہ) تین ہیں (جو ابراہیم ع ۳ و قٓ ع ۱ و ع ۳ میں ہیں اور وَلَا) یُنۡقِذُوۡنِ (یٰسین ع ۲ اور اَنۡ) یُّکَذِّبُوۡنِ قَالَ (سَنَشُدُّ قصص ع ۴ اور قال کی قید سے اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ وَیَضِیۡقُ شعراء ۲ نکل گیا کیونکہ اس میں ساتوں کے لیے حذف ہے اور کَانَ) نَکِیۡرِیۡ (کی یا کا اثبات بھی ورش ہی کے لیے ہے اور یہ نَکِیۡرِیۡ) چار ہیں (جو حج ع ۶ و سبا ع ۵ و فاطر ع ۳ و ملک ع ۲ میں ہیں) یہ (انیس کی انیس یا آت کا اثبات یا مذکور وصلا") ان (ورش) ہی سے نقل کیا گیا ہے۔

فائدہ: (۱) مِنۡ نَّکِیۡرٍ (شوریٰ ع ۵) اس قبیل سے نہیں ہے کیونکہ یہ نکرہ ہے جو اضافت سے خالی ہے (۲) شعر ۱۴ کے وَاتَّقُوۡنِ میں یا کا اثبات حذف سے اولیٰ ہے اور شعر ۱۶ کے اَلۡمُتَعَالِیۡ میں زحاف یعنی مفاعیلن میں قبض کے طور پر حذف بھی جائز ہے لیکن روایت کی رو سے اثبات ہی ہے اور شعر ۱۷ کے دَعَانِیۡ میں روایتہ" اثبات ہے اور وزنا" حذف بھی درست ہے اور شعر ۱۸ میں پہلی یا میں اثبات اور دوسری اور تیسری میں حذف واجب ہے اور روایتہ" نمبر ایک و چار و پانچ میں اثبات ہے گو وزن کی رو سے بعض کا حذف بھی صحیح ہے اور اس کا پہلا مصرع تَرۡجُمُوۡنِ کے واو پر ختم ہوتا ہے اور اس کو تنصیف الادراج کہتے ہیں اور شعر ۱۹ میں نمبر ایک اور چار میں روایتہ" اثبات ہے اور اصفہانیؒ کے قول پر ان میں وزنا" حذف و اثبات دونوں درست ہیں لیکن اول کا حذف اور چہارم کا اثبات فصیح تر ہے۔

(ص)

۲۰/۴۳۹ فَبَشِّرۡ عِبَادِ افۡتَحۡ وَقِفۡ سَاکِنًا یَدًا وَوَاتَّبِعُوۡنِ جَۗ فِی الزُّخۡرُفِ الۡعُلَا

ترجمہ: (اور) تو (سوسی ہی کے لیے) فَبَشِّرۡ عِبَادِیَ (اَلَّذِیۡنَ کی یا) کو (ثابت رکھ کر وصلا") فتحہ دے اور تو (اس یا پر) وقف اس حالت میں کر کہ یہ (یا) ساکن ہو حالانکہ تو (اس عمل میں) قوی ہے (یعنی گو اس میں سوسی کے لیے اور اقوال بھی ہیں لیکن میرا یہ بیان اس بناء پر قوی ہے کہ یہ تیسیر اور ابو العلاء کی تصریح کے موافق ہے پس تو اس میں قوت اور مضبوطی پر ہے (قاری) یا تو اس یا پر وقف کر حالانکہ تو ہاتھ کے اعتبار سے ٹھہرنے والا ہو اور یہ اعتراض نہ کرے کہ اٰتٰنِۦَ اللّٰہُ (نمل ع ۳) اور فَبَشِّرۡ عِبَادِیَ الَّذِیۡنَ (زمر ع ۲) میں اختلاف تو ایک ہی طرح کا ہے کہ دونوں میں وصلا" یا کا فتحہ اور وقفا" سکون ہے پھر یہ فرق کس لیے ہے کہ اول میں پورے ابو عمرو کے لیے اثبات ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ثانی میں صرف سوسی کے لیے ہے اور یہ اعتراض اس لیے بجا نہیں کہ یہ فرق صحیح نقل سے ثابت ہے اور چونکہ عادت ہے کہ اعراض کرتے وقت متکلم ہاتھ ہلایا کرتا ہے اس لیے سَارِکْنًا یَدًا میں ہاتھ کے ٹھہرنے سے مجازاً اعتراض نہ کرنا مراد لے لیا (ابراز نقلاً" عن السخاوی) پس فَبُشْرٰ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ میں صرف سوسی کے لیے اثبات ہے اور وصلاً" اس یا کو فتحہ سے اور وقفاً" سکون سے پڑھتے ہیں اور فَبَشِّرْ عِبَادِی الَّذِیْنَ میں سوسی کے لیے تین وجوہ یہ ہیں (۱) حالین میں اثبات (۲) حالین میں حذف (۳) وصلاً" اثبات اور وقفاً" حذف تنویر شرح تیسیر) اور وَاتَّبِعُوْنِیْ (ھٰذَا کی یا کا اثبات) بلندی والی زخرف (کے چھٹے رکوع) میں غالب (اور قوی) ہو گیا ہے (پس اس یا میں صرف ابو عمرو کے لیے وصلاً" اثبات ہے)

فائدہ: (۱) ابو شامہ فرماتے ہیں کہ یہاں سَارِکْنًا یَدًا میں دو اشکال ہیں (۱) سین میں ابو الحارث کی رمز ہونے کا شبہ (۲) اس سے سوسی کی قراءت بھی ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو وقف کر حالانکہ تو ہاتھ کے اعتبار سے ٹھہرنے والا ہو- پس سکون یا کے بجائے ہاتھ پر صادق آرہا ہے- ہاں اگر تقدیر اس طرح مان لیں وَقِفْ عَلٰی ھٰذَا الْیَآءِ حَالَ کَوْنِہٖ سَارِکْنًا تو پھر یا سے حال بن کر قراءت نکل سکتی ہے (۲) یَدًا ہاتھ کے معنی میں بھی ہے اور مجازاً قوت بھی مراد لی گئی ہے اور دونوں تقدیروں پر جو مطلب نکلتا ہے وہ ترجمہ میں درج ہو چکا ہے (۳) چونکہ زخرف سونے کو کہتے ہیں جو دونوں نقدوں میں اعلیٰ ہے اس لیے اس کو بلندی والا فرمایا ہے (قاری) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ صفت قرآن کی سورت کا نام ہونے کی بناء پر ہے چنانچہ دوسرے موقعوں میں بھی اس قسم کے الفاظ لاتے رہتے ہیں (۴) یہاں اَلْعُلَا کے ہمزہ میں نافع کی رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے اسی لیے ابو شامہؒ و علی قاریؒ نے اس شعر کے دوسرے مصرع میں تغیر کیا ہے اور تفصیل رسالہ تغیرات میں ملے گی (۵) جس مقدر اعتراض کی تقریر ترجمہ میں کی گئی ہے وہ قیاس کی رو سے وارد ہوتا ہے اور سَارِکْنًا یَدًا کا یہ مطلب لینے کی صورت میں کلام کی تقدیر وَقِفْ عَلٰی ھٰذَا الْیَآءِ بِالسُّکُوْنِ ہوگی تاکہ سکون کے لفظ سے قراءت نکل آئے کیونکہ اس صورت میں سَارِکْنًا اعتراض سے روکنے کے معنی میں ہے اس لیے اس سے قراءۃ ظاہر نہیں ہوتی (۶) وَوَاتَّبِعُوْنِیْ میں واو عاطفہ اس شوق میں لائے ہیں کہ کلمہ قرآنی کسی تغیر کے بغیر پورا آجائے- اور بَدَأْتُ بِبِسْمِ اللّٰہِ بھی اسی قبیل سے ہے (۷) فِی الزُّخْرُفِ کی قید آل عمران (ع ۴) اور طٰہٰ (ع ۵) و غافر (ع ۵) والے کے نکالنے کے لیے ہے اور گو اس کے لیے واو بھی کافی تھا لیکن یہ زیادہ واضح نہیں تھا (۸) ناظمؒ اٰتٰنِ نمل اور فَبَشِّرْ عِبَادِ زمر کو اس باب میں اسی لیے لائے ہیں کہ ان میں یا لکھی ہوئی نہیں ہے-

۲۱/۴۴۰ وَفِی الْکَهْفِ تَسْأَلْنِیْ عَنِ الْکُلِّ یَاءُہٗ عَلٰی رَسْمِہٖ وَالْحَذْفُ بِالْخُلْفِ مُثِّلَا

ترجمہ: اور (وہ فلا) تَسْـَٔلْنِیْ جو کہف (ع ۹) میں ہے اس کی یا (کا اثبات) تمام (قراء) سے ہے حالانکہ یہ (یا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اثبات میں) اپنی رسم کے موافق ہے (کیونکہ یہ یا رسم میں موجود ہے اسی لیے اس کو تمام قراء حالین میں ثابت رکھتے ہیں) اور (ابن ذکوان کے لیے اس یا میں) حذف (بھی) مشکل (اور معین) کیا گیا ہے حالانکہ یہ (حذف ان کے) خلاف کے ساتھ ہے (یعنی ابن ذکوان کے لیے اس میں حالین میں حذف و اثبات دونوں ہیں۔ دانیؒ نے ان کے لیے ابو الحسن سے دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور فارس بن احمد اور عبدالعزیز فارسی سے صرف اثبات پڑھا ہے اس لیے اثبات ہی طریق کے موافق ہے)

فائدہ: (۱) چونکہ یہ یا مصاحف میں موجود ہے اس لیے یہ ان زوائد میں شامل نہیں جن کا اس باب میں بیان کرنا مقصود ہے اور اسی لیے اس پر نمبر شمار نہیں لگایا گیا پس اس میں جو تمام قراء کے لیے اثبات ہے وہ دوسری ثابت یا آت کی طرح حالین میں ہے اور چونکہ اولاً تمام قراء کے لیے اثبات بیان کیا ہے پھر ابن ذکوان کے لیے دونوں وجوہ بتائی ہیں اس لیے اس میں اشارہ ہے کہ ابن ذکوان کے لیے بھی اثبات ہی اولیٰ ہے چنانچہ ابن شریح نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور چونکہ تمام قراء کے لیے اثبات حالین میں ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اثبات کو مطلق لائے ہیں جس سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے اور وہ حالین کا اثبات ہے اس لیے اس سے نکل آیا کہ ابن ذکوان کے لیے حذف بھی حالین ہی میں ہے کیونکہ حذف کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) صرف وصلاً" حذف یہ تو یا آت میں کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ نیز اگر یہ صورت مراد ہوتی تو اپنی اصطلاح کے موافق اس کو سورۂ کہف میں بیان کرتے (۲) صرف وقفاً" حذف جو یا آت زوائد میں نافع، ابو عمرو، حمزہ اور کسائی کا مذہب ہے۔ اور ابن ذکوان ان میں شامل نہیں ہیں (۳) حالین میں حذف پس جب پہلی دونوں صورتیں نہیں رہیں تو یہ تیسری متعین ہو گئی اور ناظمؒ نے حالین کی قید اس اعتماد کی بناء پر ظاہر نہیں کی کہ ذہین حضرات خود سمجھ لیں گے (۲) ابن ذکوان کے لیے اثبات تو رسم کے موافق ہے اور حذف یہ بتانے کے لیے ہے کہ جو یا آت رسماً" ثابت ہیں قراءۃ کی رو سے ان میں سے بعض کو حذف بھی کر سکتے ہیں اور یا جو لکھی ہوئی ہے اس کو زائد قرار دیا گیا ہے جیسا کہ تنوین نہ پڑھنے والوں کی قراءۃ پر ثَمُوْدَا میں اور الف کے حذف والی قراءۃ پر اَلظُّنُوْنَا۔ اَلرَّسُوْلَا۔ اَلسَّبِیْلَا میں الف زائد ہے اور اس کو رسم کی مخالفت نہیں کہتے اور اس کی تفصیل مقدمہ کے صفحہ ۲۶ تا ۳۲ میں درج ہو چکی ہے (۳) بعض نے اس میں ابن ذکوان کے لیے اثبات ہی بیان کیا ہے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن سے اس میں حالین میں حذف و اثبات دونوں وجوہ پڑھی ہیں اور میں رسم کے سبب اثبات کو پسند کرتا ہوں (۴) چونکہ تَسْئَلْنِیْ ہود کی یا رسم سے محذوف ہے اور کہف والے کی ثابت ہے۔ اس لیے اول ہی زوائد کے شمار میں شامل ہے نہ کہ ثانی بھی۔

۲۲ / ۴۴۱ وَفِیْ نَرْتَعِیْ خُلْفٌ زَکَا وَجَمِیْعُهُمْ (۹۳) بِالْاِثْبَاتِ تَحْتَ النَّمْلِ یَهْدِیَنِیْ تَلَا

ترجمہ: اور (قنبل کے لیے حالین میں) نَرْتَعِیْ (یوسف ع ۲ کی یا کے اثبات) میں ایسا خلاف ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اعتراضات سے) پاک ہو گیا ہے (یا قوت میں بڑھ گیا ہے کیونکہ یہ مَنْ یَّتَّقِیْ کی طرح ہے۔ پس اس میں جزم کے باوجود یا کا اثبات یا تو اس لیے ہے کہ اس کو صحیح کے مرتبہ میں سمجھ کر جزم کو لفظاً" یا تقدیراً یا پر واقع کیا ہے یا یہ یا کسرہ کے اشباع سے پیدا ہو گئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس میں صرف قنبل کے لیے حالین میں حذف و اثبات دونوں ہیں لیکن نشر کی رو سے اثبات ابن مجاہد کے بجائے ابن شنبوذ سے ہے) اور ان (قراء میں) کے تمام نے نمل کے نیچے (قصص ع ۳ میں اَنْ یَّهْدِیَنِیْ (کی یا) کو (حالین میں) اثبات سے پڑھا ہے۔

فائدہ: (۱) چونکہ نَرْتَعِ میں یا اور نون کا اور عین کے سکون اور کسرہ کا اختلاف بھی ہے اس لیے اس میں چار قراء تیں ہو جاتی ہیں جو یہ ہیں (۱) یَرْتَعِ نافع (۲) نَرْتَعِ ابن کثیر (۳) نَرْتَعْ ابو عمرو اور ابن عامر (۴) یَرْتَعْ کوفیین اور اگر قنبل کی یا کے اثبات والی قراءۃ بھی ملا لی جائے جو طریق کے خلاف ہے تو پھر پانچ قراء تیں ہو جاتی ہیں (۲) تَسْئَلْنِیْ کہف اور یَهْدِیَنِیْ قصص کی یا زوائد میں سے نہیں ہے۔ اول کو ابن ذکوان کا خلاف بتانے کے لیے بیان کیا ہے اور ثانی کو یہ ظاہر کرنے کے لیے لائے ہیں کہ اس باب کے شعر ۴ میں جو یَهْدِیَنِ تھا وہ قصص والا نہیں بلکہ کہف والا ہے اور یہ یا کے نصب سے دو ہی جگہ آیا ہے (۳) چونکہ اثبات کی ضد حذف ہے اس لیے اس باب میں باقین کے لیے ہر جگہ حذف خود نکال لینا چاہیے۔ (۴) مناسب یہ تھا کہ اس شعر کو شعر ۱۵ کے بعد لاتے اس سے یَتَّقِیْ اور نَرْتَعِیْ جن میں قنبل ہی کے لیے اثبات ہے یکجا ہو جاتے نیز یہ دونوں ایک ہی سورت میں واقع ہیں یا شعر ۲۰ کے بعد لے آتے اس سے شمار والی سب یا آت متصل ہو جاتیں پھر تَسْئَلْنِیْ اور یَهْدِیَنِیْ کی یا آجاتی جو شمار سے خارج ہیں (۵) نَرْتَعِ میں یا کے اثبات کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حال کے موقع میں ہونے کے سبب مرفوع ہے اور اس صورت میں وَنَلْعَبْ کی با کا سکون تخفیف کی بناء پر ہو گا (۶) جن یا آت میں سب کے لیے اثبات ہے ان کو سخاوی رحمہ اللہ نے چند اشعار میں جمع کر دیا ہے اور ان میں جو اشکال تھے ان کو بھی حل کیا ہے اور چونکہ ناظمؒ نے اختلاف والی باسٹھ کی باسٹھ یا آت کو بیان کر دیا ہے جس سے شبہ کا اندیشہ نہیں رہا اس لیے اجماعی اثبات والی یا آت میں سے قصص والی کے سوا کسی اور کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور یا آت الاضافت میں چونکہ سب یا آت کو بیان نہیں کیا تھا جس سے شبہ کا اندیشہ تھا اس لیے وہاں ہر نوع میں اجماعی سکون والی تمام یا آت کو بتا دیا اور جس طرح وہاں ان اجماعی سکون یا فتحہ والی یا آت کو بیان نہیں کیا جن میں شبہ کا اندیشہ نہیں تھا اسی طرح یہاں بھی ایسی ہی اجماعی حذف یا اثبات والی یا آت کو بیان نہیں کیا۔

$\frac{۲۳}{۴۴۲}$ فَهٰذِیْ اُصُوْلُ الْقَوْمِ حَالَ اطِّرَادِهَا اَجَابَتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ فَانْتَظَمَتْ حُلٰی

ترجمہ: پس یہ (تیئس کے تیئس ابواب کے مضامین ان قراء کی) جماعت کے قواعد ہیں ان (قواعد) نے اپنے کلیہ (اور ہر جگہ ایک طریقہ پر جاری ہونے والے) ہونے کی حالت میں اللہ کی مدد کے سبب (میری دعوت کو) قبول کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا (اور میری اطاعت کی یعنی جب میں نے ان کو بیان کرنا چاہا تو سب میرے ذہن میں آ گئے) پھر وہ (سب قواعد قصیدہ میں) جمع ہو گئے۔ حالانکہ وہ زیوروں والے (اور خوبصورت) ہیں (یا زیوروں سے تشبیہ دیئے گئے ہیں۔ یا زیوروں کے اعتبار سے یعنی ان کے زیور جمع ہو گئے ہیں)

۲۴/۴۴۳ وَإِنِّي لَأَرْجُوهُ لِنَظْمِ حُرُوفِهِمْ نَفَائِسَ أَعْلَاقٍ تُنَفِّسُ عُطَّلَا

ترجمہ: اور بلاشک میں اس (اللہ یا اس کی مدد) ہی سے ان (قراء) کے (اختلافی فرشی) الفاظ (یا رموز) کے نظم کرا دینے کی (بھی) امید رکھتا ہوں۔ حالانکہ وہ (حروف) ایسے نہایت نفیس (ہاروں سے تشبیہ دیئے گئے) ہیں جو زیوروں سے خالی گردنوں کو (بھی) خوبصورت (اور باعزت) بنا دیتے ہیں (یعنی جو ان مضامین کو یاد کر لیتا ہے وہ نہایت باکمال اور بلند مرتبہ والا شمار ہونے لگتا ہے)

۲۵/۴۴۴ سَأَمْضِي عَلَى شَرْطِي وَبِاللَّهِ أَكْتَفِي وَمَا خَابَ ذُو جِدٍّ إِذَا هُوَ حَسْبَلَا

ترجمہ: میں (فرشی اختلافات کے بیان میں بھی) اپنی (اسی) شرط (اصطلاح) پر چلوں گا (جو میں نے دیباچہ میں بیان کی ہے) اور میں اللہ (ہی کی مدد) پر کفایت کرتا ہوں اور کوئی (مفید) مقصد والا (بھی) بے مراد نہیں ہوا جبکہ اس نے (اپنے مقصد کے شروع میں) حَسْبِيَ اللّٰهُ کہا ہو (یعنی جو کوئی بھی اپنے مقصد کو حَسْبِيَ اللّٰهُ کہہ کر شروع کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کی عنایت سے اس میں کامیاب ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی اپنی مراد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ کیونکہ میں نے بھی وَبِاللّٰهِ أَكْتَفِي کے ذریعہ حَسْبِيَ اللّٰهُ کہہ لیا ہے)

شرح: یعنی یہاں پہنچ کر قراء کے اصولی اختلافات وہ کلیہ قاعدہ ختم ہو گئے جو اپنی تمام جزئیات میں جاری ہیں اور یہ حق تعالیٰ کے انتہائی لطف و کرم کا نتیجہ ہے جس سے یہ سب مضامین میرے ذہن میں بھی آ گئے اور اشعار میں بھی نہایت نفیس عبارت کے ذریعہ بیان ہو گئے اب فرشی اختلافات باقی ہیں جن کے لیے کلیہ قاعدہ نہیں بن سکتے سو ان کی بابت بھی مجھے حق تعالیٰ ہی سے قوی امید ہے کہ اسی طرح ان کو بھی حسن و خوبی کے ساتھ پورا کرا دیں گے۔ اور یہ اختلافی الفاظ ایسے بابرکت اور بارونق ہیں کہ جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ خوبیوں کا جامع اور خلق و خالق سب کی نظروں میں باعزت اور بلند مرتبہ والا ہو جاتا ہے واقعی یہ ایسی لازوال عزت ہے جس پر فانی دنیا کی لاکھوں عزتیں اور سلطنتیں قربان ہیں حق تعالیٰ سب کو اس کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ میں فرشی اختلافات کے بیان میں بھی اپنی اسی شرط پر عمل کروں گا جو دیباچہ میں گذر چکی ہے چنانچہ رمزیں بھی وہی لاؤں گا جو پہلے بتا چکا ہوں اور اصطلاحات بھی وہی استعمال کروں گا اور جو وجہ ضد والی ہوگی اس کی ضد کو بیان نہیں کروں گا اور میرا اعتماد گذشتہ کی طرح آئندہ مضامین میں بھی حق تعالیٰ ہی کی مدد پر ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کے لطف و کرم کو اپنے تمام مقاصد کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جو بھی اپنے مقصد کو حَسْبِیَ اللّٰہُ کہہ کر شروع کرتا ہے وہ کبھی محروم و بے مراد نہیں رہتا اس لیے میں بھی اسی کلمہ کو زبان پر جاری کرتے ہوئے اپنے مقصد کو شروع کرتا ہوں۔

فائدہ: (۱) ابو شامہ نَفَائِسَ اَعْلَاقِ الخ کے بارہ میں سخاوی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ناظمؒ نے ان اختلافات کو نظم تو کر ہی دیا ہے اب اگر کوئی ناواقف بھی اس نظم کو یاد کر لے گا تو وہ بھی اس شخص کے مشابہ ہو جائے گا جس کی گردن نفیس ہاروں سے مزین ہو (۲) اُصُوْل اَصْل کی جمع ہے جو بنیاد اور جڑ کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے کلیہ قاعدہ مراد ہیں جو ایک قسم کے تمام الفاظ میں جاری ہوں (۳) چونکہ ناظم رحمہ اللہ نے وَبِاللّٰہِ اَکْتَفِیْ کے ذریعہ حَسْبِیَ اللّٰہ کہا تھا اس لیے حق تعالیٰ نے انکو بھی اعلیٰ ترین کامیابی عطا فرمائی (۴) اصول کے ابواب میں سے ہر ایک باب میں کوئی نہ کوئی کلیہ قاعدہ ضرور پایا جاتا ہے جو ان تمام موقعوں میں جاری ہے جن میں اس قاعدہ کی شرط موجود ہو لیکن یہ امر یا آت الاضافۃ میں خفی اور زوائد میں خفی تر ہے چنانچہ اضافت کی یا آت میں یہ تو کلیہ ہے کہ فتحہ والے ہمزۂ قطعی سے پہلے سما کے لیے اور کسرہ والے سے پہلے نافع اور بصری کے لیے اور تیسری قسم میں صرف نافع کے لیے فتحہ ہے اور اسی طرح زوائد میں یہ کلیہ ہے کہ ابن کثیر و ہشام کے لیے حالین میں اور نافع، ابو عمرو، حمزہ اور کسائی کے لیے وصلاً اثبات ہے اور دونوں بابوں کے باقی مضامین اصول کے بجائے فرش سے مشابہ تر ہیں اور اس کی نظیر باب الفرش میں بزی کی تشدید والی تا آت ہیں جو تقریباً زوائد کے مرتبہ میں ہیں۔

النحو و العربیہ: ۱/۴۲۰ (۱) دُوْنَکَ اغراء ہے یعنی کسی کو فعل پر آمادہ کرنا اسی بناء پر یہ اَلْزِمْ کے معنی میں ہے (۲) تُسَمّٰی میں روایتہ" تا کا ضمہ ہے اور معنا" فتحہ بھی درست ہے اس صورت میں اس میں سے ایک تا محذوف ہو گی اور ضمہ کی صورت میں دو مفعولوں کو چاہتا ہے جن میں سے پہلا یا آت کی ضمیر ہے اور نائب فاعل ہے اور فتحہ کی تقدیر پر ایک ہی کو چاہتا ہے (۳) زَوَائِدًا اور آئندہ شعر کا لَوَامِعًا تخییر کی بناء پر منصرف ہے ضرورتا" نہیں اور اس کی تحقیق صفحہ ۱۷۰ پر فَوَائِدٍ کے ضمن میں گذر چکی ہے (۴) لِاَنْ کا لام جارہ تُسَمّٰی کے متعلق ہے (۵) عَنْ۔ مَعْزِلًا کے متعلق ہے جو کُنَّ کی خبر ہے اور مصدر میمی ہے ای ذَوَاتِ عَزْلٍ یعنی خَارِجَۃً ۲/۴۲۱ (۱) جعبری کی رائے پر تُثْبَتُ مجہول کے صیغہ سے ہے اور اکثر نسخوں کی رو سے تَثْبُتُ ہے معروف کے صیغہ سے (۲) دُرًّا ای لُؤْلُؤًا کَبِیْرًا اسم جنس ہونے کے سبب جمع کے معنی میں ہے اور یہ اس مُشَبَّھَۃً مقدر کا مفعول ہے جو تَثْبُتُ کی ضمیر سے پہلا حال ہے اور لَوَامِعًا دوسرا اور بِخُلْفٍ تیسرا حال ہے (جعبری) اور لَوَامِعًا کو دُرًّا کی صفت بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳) اُوْلَی النَّمْلِ۔ یُثْبِتُ مقدر کا مفعول ہے اور حَمْزَۃُ اس کا فاعل ہے اور کَمَّلَا مستانفہ ہے یا اُوْلَی النَّمْلِ پہلا اور حَمْزَۃُ دوسرا مبتدا ہے اور کَمَّلَا ثانی کی اور جملہ اسمیہ اول کی خبر ہے ای کَمَّلَھَا اور اُوْلَی النَّمْلِ کو کَمَّلَا کا مفعول بھی کہہ سکتے ہیں ۳/۴۲۲ (۱) فِیْ۔ یُثْبِتُ مقدر کے متعلق ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) حَمَّادٌ۔ قَارِئٌ مقدر کی پہلی اور شَکُوْرٌ دوسری صفت ہے اور اِمَامُہٗ شَکُوْرٌ کا فاعل ہے پس یہ اپنے فاعل سے مل کر صفت بنے گا یا اِمَامُہٗ شَکُوْرٌ کا مبتدا موخر ہے اس صورت میں اِمَامُہٗ شَکُوْرٌ جملہ اسمیہ ہو کر قَارِئٌ مقدر کی دوسری صفت واقع ہوگا اور موصوفین کا مجموعہ یُثْبِتُ مقدر کا فاعل ہے (۳) یہاں وَاثْنَانِ میں عدد کو مذکر اور اسی باب کے شعر ۱۹ میں اور یا آت الاضافت شعر نمبر ۳، ۴، ۷، ۹، ۱۴، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵ و ۳۱ میں مونث لانا یا تو اس بناء پر ہے کہ معدود یا ہے اور حروف میں دونوں وجوہ جائز ہیں یا تفنن کی بناء پر ہے (۴) فَاعْقِلَا کا الف نون خفیفہ سے بدلا ہوا ہے۔ ۴/۴۲۳ (۱) اس شعر کے پہلے چھ اور شعر ۵ کے پہلے دو یہ آٹھ قرآنی کلمات مبتدا ہیں اور شعر ۵ کا سَمَا خبر ہے (۲) مَعْ۔ اَلْکَائِنْ یا کَائِنًا کے متعلق ہو کر صفت یا حال ہے یا تو صرف یُؤْتِیَنْ کے لیے یا پہلے پانچوں کلمات کے لیے (۳) وِلَا ای ذَوَاتِ وِلَاءٍ وَّ مُتَابَعَةٍ یا تو آخری تین کلمات سے حال ہے یا چھوں کلمات سے اور اس شعر کی پہلی اور آخری یا میں روایتہ " تو اثبات ہے اور وزن کی رو سے علی قاری کی رائے پر فَیُسْرِ میں حذف بھی درست ہے ۵/۴۲۴ (۱) یہاں اَخَرْتَنِ سے لفظ مراد ہے نہ کہ فعل اسی لیے اس کا اسراکی طرف مضاف کرنا درست ہو گیا (۲) رُفِّلَا کا الف یا تو اطلاقی ہے یا تثنیہ کے لیے لیکن اول اولیٰ ہے اس بناء پر کہ اس صورت میں آئندہ شعر کے سَمَا سے موافقت رہتی ہے ۶/۴۲۵ سَمَا یا تو مستانفہ ہے یا واو مقدر کے ذریعہ شعر ۵ کے رُفِّلَا پر معطوف ہے ۷/۴۲۶ جَنًا۔ هَاکَ بمعنی خُذْ کا مفعول ہے اور علی قاری رحمہ اللہ کی رائے پر حال ہے اس صورت میں مفعول کی ضمیر مقدر ہوگی اور وہی ذوالحال ہے ای هَاکَہٗ ۸/۴۲۷ (۱) جَرَیَانُہٗ کا متعلق مقدر ہے ای بِاِثْبَاتِ الْیَاءِ اور علی قاری کی رائے پر بِالْوَادِیْ کی تقدیر اِثْبَاتُ یَاءِ بِالْوَادِیْ ہے (۲) بِالْوَجْهَیْنِ۔ کَائِنًا کے متعلق ہے جو وَافَقَ کے فاعل سے حال ہے اور وَافَقَ قُنْبُلًا اصل کی رو سے وَافَقَ قُنْبُلٌ اِثْبَاتَ بِالْوَادِ تھا پھر قلب کر لیا ۹/۴۲۸ (۱) ترجمہ میں جملہ مَعْهُ اَهَانَنِیْ کو نَقِلَ مقدر کے فاعل سے حال بنایا ہے اور اس جملہ کو اَکْرَمَنِیْ کی خبر بھی کہہ سکتے ہیں یعنی اَهَانَنِیْ کے ساتھ اَکْرَمَنِیْ بھی حکم میں شامل ہے چنانچہ جن اماموں کے لیے اَکْرَمَنِیْ میں اثبات ہے انہیں کے لیے اَهَانَنِیْ میں ہے (۲) اِذْ۔ نَقِلَ مقدر کا ظرف ہے اور اسی کی تعلیل ہے (۳) لِلْمَازِنِیْ کا لام حذف کے یا عُدَّ کے یا اُعْدِلَا کے متعلق ہے (۴) مَازِنِیْ میں یا کی تخفیف لغت کی رو سے ہے ۱۰/۴۲۹ (۱) عَنْ یا تو مَنْقُوْلًا کے متعلق ہے جو یُفَتِّحُ کی ضمیر سے حال ہے یا خود یُفَتِّحُ کے متعلق ہے (۲) خِلَافُ الْوَقْفِ عَلَا جملہ اسمیہ کبریٰ ہے (۳) بَیْنَ یا تو کَائِنًا کا ظرف ہے جو عَلَا کے فاعل سے حال ہے یا خود عَلَا کا ظرف ہے ۱۱/۴۳۰ (۱) مَعْ۔ اَلْکَائِنِ یا کَائِنًا کا ظرف ہے جو اَلْبَادِ کی صفت یا اس سے حال ہے اور اَلْبَادِ مبتدا ہے اور حَقٌّ جَنَا هُمَا میں جَنَا هُمَا۔ حَقٌّ کا فاعل ہے اور یہ اپنے فاعل سے مل کر اَلْبَادِ کی خبر ہے اور یہ ترکیب جس میں حال ذوالحال پر مقدم ہے عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ السَّلَامُ والی ترکیب سے اولیٰ ہے کیونکہ اس میں بھی معطوف اپنے معطوف علیہ (اَلسَّلَامُ) سے پہلے آرہا ہے اور اولیٰ ہونے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ عَلَیْکَ الخ میں معطوف کے لیے کوئی ضمیر نہیں ہے اور یہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَنَاهُمَا میں تثنیہ کی ضمیر ہے جو حال اور ذوالحال دونوں کے لیے ہے (۲) وَفِی الْمُهْتَدِ الْاِسْرَا وَتَحْتُ کی تقدیر وَاثْبَاتُ الْیَاءِ فِی الْمُهْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَسُوْرَةِ الْکَهْفِ الَّتِیْ هِیَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ ہے پس فِیْ اِثْبَاتُ مقدر کے متعلق ہے اور اَلْمُهْتَدِیْ۔ اَلْاِسْرَآءِ وَالْکَهْفِ کی طرف مضاف ہے اور چونکہ اَلْمُهْتَدِ سے مراد لفظ ہے اس لیے آلْ کے ہوتے ہوئے بھی اضافت درست ہوگئی اور اس میں تَحْتُ مقطوع الاضافت ہونے کے سبب ضمہ پر مبنی ہے اور یہ سب عبارت مبتدا ہے اور اَخُوْحُلًا اس کی خبر ہے اور عبارت کی تقدیر اس طرح بھی ممکن ہے وَفِیْ یَآءِ الْمُهْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَالْکَهْفِ الَّذِیْ هُوَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ اِثْبَاتُ اَخِیْ حُلًا اور اس شعر کی آسان ترکیب یہ ہے کہ مَعْ کو ثَابِتٌ کا ظرف مان کر اَلْبَادِ کی خبر قرار دیں یعنی اَلْبَادِ اور کَالْجَوَابِ دونوں حکم میں شریک ہیں چنانچہ جن اماموں کے لیے اول میں اثبات ہے انہیں کے لیے ثانی میں ہے اور جَنَاهُمَا۔ حَقٌّ کا مبتدا موخر ہوگا اس صورت میں جملہ جَنَا هُمَا حَقٌّ پہلے دونوں کلمات کا بیان ہوگا یعنی شرکت والوں کی رموز یہ ہیں اور فِی الْمُهْتَدِ الْاِسْرَآءِ کی تقدیر وَاشْتُرِکَ فِی الْمُهْتَدِ الْاِسْرَآءِ وَالْکَهْفِ الَّذِیْ هُوَ تَحْتَ الْاِسْرَآءِ ہے یعنی اسرا اور کہف کے اَلْمُهْتَدِ میں بھی شرکت واقع کی گئی ہے خلاصہ یہ کہ انکا حال بھی پہلے دونوں کلمات کی طرح ہے کہ ان میں بھی جن اماموں کے لیے اول میں اثبات ہے انہیں کے لیے ثانی میں ہے اور اس صورت میں اَخُوْحُلًا۔ هُوَ مقدر کی خبر ہوگا ۴۳۱/۱۲ (۱) فِیْ اٰلِ عِمْرٰنَ۔ اَلْکَآئِنُ یا کَآئِنًا کے متعلق ہے جو اِتَّبَعَنْ کی صفت یا اس سے حال ہے (۲) فِی الْاَعْرَافِ کا فِیْ یا تو اَلْکَآئِنُ کے متعلق ہے جو کِیْدُوْنِ کی صفت ہے یا کَآئِنًا کے متعلق ہو کر اسی سے حال ہے یا عبارت کی تقدیر وَاثْبَاتُ یَآءِ کِیْدُوْنِ فِی الْاَعْرَافِ ہے اور فِیْ۔ اِثْبَات مقدر کے متعلق ہے اور شعر ۵ کے فِی الْکَهْفِ اور فِیْ هُوْدَ اور شعر ۸ کے فِی الْفَجْرِ میں بھی یہی دونوں ترکیبیں جاری ہو سکتی ہیں ۴۳۲/۱۳ (۱) بِخُلْفٍ کی با جعبری کی رائے پر شعر ۱۲ کے حَجَّ کے متعلق ہے اور علی قاری کی رائے پر اسی شعر کے لِیُحْمَلَا کے متعلق ہے کیونکہ معنی لفظ کی فرع ہیں پس چونکہ معنا" اس کا تعلق لِیُحْمَلَا کے لام سے ہے اس لیے لفظا" بھی اسی فعل سے متعلق ہونا چاہیے (۲) حَقُّهٗ یا تو اِشْتَهَرَ مقدر کا فاعل ہے اور جملہ تُؤْتُوْنِیْ کی خبر ہے اور اس صورت میں بِیُوْسُفَ کی با اَلْکَآئِنُ کے متعلق ہوگی اور وہ تُؤْتُوْنِیْ کی صفت بنے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عبارت کی تقدیر وَاثْبَاتُ یَآءِ تُؤْتُوْنِیْ بِیُوْسُفَ حَقُّهٗ ہو اور با اثبات مقدر کے متعلق ہو اور حَقُّهٗ اثبات کی خبر ہو یعنی یوسف میں تُؤْتُوْنِیْ کی یا کا اثبات اس کا حق ہے اس بناء پر کہ وہ نقلا" صحیح ہے (۳) ترجمہ میں دوسرے مصرع کو دو اسمیوں سے مرکب قرار دیا ہے اور علی قاری کی رائے پر اس میں ایک ہی اسمیہ ہے پس فِیْ۔ اِثْبَاتُ مقدر کے متعلق ہے نہ کہ ثَابِتٌ کے یعنی هود میں تَسْئَلْنِیْ کی یا کا اثبات جو ہے اس کے مدد گار نے اسے خوبصورت بنا دیا ہے (۴) حَوَارِیّ میں یا کی تخفیف لغت اور قراءت کی رو سے ہے ضرورت کی بناء پر نہیں اور اس کی تحقیق دیباچہ شعر ۹ میں گذر چکی ہے ۴۳۳/۱۴ (۱) اَشْرَکْتُمُوْنِ اور اس کے تینوں معطوفات کی خبر مقدر ہے جو جعبری کی رائے پر مِثْلُهٗ یا لَهٗ ہے اور علی قاری کی رائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر عَنْهُ ہے تاکہ شعر ۱۵ والے عَنْهُ کے مناسب رہے (۲) مَعْ وَلَا۔ اِخْشَوْنِ کی صفت یا اس سے حال ہے اور وَلَا۔ اِخْشَوْنِ کی قید ہے اور یہ واو اور لَا نافیہ سے مرکب ہے وَلَاءٍ نہیں ہے ۴۳۴/۱۵ بِیُوْسُفَ کی بااِثْبَاتُ کے متعلق ہے جو مَنْ یَّتَّقِیْ سے پہلے مقدر ہے ۴۳۵/۱۶ (۱) دَرَا اصل میں دَرَأَ تھا جو دَفَعَ کے معنی میں ہے وصل بہ نیت وقف کی بناء پر ہمزہ کو ساکن کرکے یَاْمُرُ کے قاعدہ سے الف سے بدل لیا (۲) بِالْخُلْفِ کی بااِبراز کی رو سے دَرَا کے متعلق معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور علی قاری کی رائے پر کَآئِنًا کے متعلق ہے جو دَرَا کے فاعل سے حال ہے ۴۳۶/۱۷ (۱) مَعْ۔ کَآئِنٌ کا ظرف ہے جو دَعَانِیْ کی خبر ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر کَآئِنًا کا ظرف ہے اور وہ دَعَانِیْ سے حال ہے اور دَعْوَةَ کا نصب حکائی ہے (۲) قَالُوْن کا منصرف لانا لغت کی بناء پر ہے ضرورتاً" نہیں اور اس کی تحقیق دیباچہ صفحہ ۱۷ پر گذر چکی ہے (۳) اَلْغُرًّا غَرٌّ بمعنی مشہور کی جمع ہے (۴) سُبَّلًا۔ سَابِلَةٌ کی جمع ہے اور اَلْغُرَّ سے حال ہے ای مُخْتَلِفِیْنَ فِی الطُّرُقِ مُتَرَدِّدِیْنَ فِیْهَا ابو شامہ فرماتے ہیں کہ وَلَیْسَا الخ سے ناظمؒ کا مقصد یہ ہے کہ قالون کے لیے ان دونوں یا آت کا اثبات ان ناقلین سے نہیں ہے جنہوں نے روایات کی خوب تحقیق کی ہے اور باخبر ہونے کی حالت میں ان کو قبول کیا ہے خلاصہ یہ کہ غیر مشہور ناقلین سے ہے گو صحیح ہے پھر فرماتے ہیں کہ اگر سُبَّلًا کو سَبِیْلٌ کی جمع کہنا درست ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ اِس کا نصب اَلْغُرَّ سے تمیز ہونے کی بناء پر ہے یعنی یہ دونوں یا آت ان سے نہیں ہیں جن کے طرق مشہور ہیں ۴۳۷/۱۸ (۱) لِوَرْشٍ نِیَّتُہٗ" موخر ہے اور نَذِیْرِیْ اور اس کے چاروں معطوفات سب کی خبر ہے یا صرف نَذِیْرِیْ کی خبر ہے اور باقی چار کی خبر مقدر ہے اور وہ بھی لِوَرْشٍ ہے اور جَلَا مستانفہ ہے یا یہی نَذِیْرِیْ کے سوا باقی کلمات کی خبر ہے (۲) نُذُرِیْ۔ سِتَّةٌ کا بدل الکل ہے اور شعلہ نے ان الفاظ کی ترکیب میں چار عجیب و غریب باتیں فرمائی ہیں (۱) سِتَّةٌ ھِیَ مقدر کی خبر ہے حالانکہ اس میں اضمار قبل الذکر ہے (۲) یہ حال ہے حالانکہ روایتہ" نصب ثابت نہیں (۳) سب اعداد اپنے ماقبل کی خبر ہیں اس تقدیر پر مطلب یہ نکلتا ہے کہ فَاعْتَزِلُوْنِ چھ ہیں اور یہ واقع کے خلاف ہے (۴) یا یہ مابعد کی خبر ہیں حالانکہ اَرْبَعٌ کے بعد کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو اس کا مبتدا بن سکے ۴۳۸/۱۹ (۱) وَعِیْدِیْ اور اس کے تینوں معطوفات کا مجموعہ مبتدا ہے اور خبریا تو ثَابِتٌ مقدر ہے اور عَنْهُ اسی کے متعلق ہے اور وُصِّلَا مستانفہ ہے یا وُصِّلَا خبر ہے اور عَنْهُ اس کے متعلق ہے اور ثَلَاثٌ اور اَرْبَعٌ دونوں بتقدیر اَلْفَاظٌ ثَلَاثٌ وَّالْفَاظٌ اَرْبَعٌ۔ ھُوَ مقدر کی خبریں ہیں اور یہ دونوں اسمیہ معترضہ ہیں ۴۳۹/۲۰ (۱) ترجمہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ سَاکِنًا یا تو عَلٰی هٰذَا الْیَآءِ مقدر سے حال ہے یا قِفْ کے فاعل سے (۲) یَدًا یا تو قِفْ کے فاعل کا دوسرا حال ہے یا تمیز ہے ای قَوِیًّا اَوْ قُوَّةً (۳) فِیْ۔ اِثْبَاتُ کے متعلق ہے جو وَاتَّبِعُوْنِیْ سے پہلے مقدر ہے (۴) اَلْعُلَا ای ذِی الْعُلَا۔ اَلزُّخْرُفِ کی صفت ہے اور ابو شامہ اس کو حَجَّ کا مفعول قرار دیتے ہیں یعنی اس یا کا اثبات بلندی پر بھی چھا گیا ہے ۴۴۰/۲۱ (۱) عَنِ الْکُلِّ یَآ وُہٗ کی اصل یَآوُہٗ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْکُلِّ ہے (۲) عَلٰی رَسْمِہٖ مُوَافِقًا مقدر کی متعلق ہو کر خبر کے فاعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حال ہے ۴۴۱/۲۲ (۱) بِالْاِثْبَاتِ۔ تَلَا کے متعلق ہے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یَهْدِیْنِیْ سے حال ہے (۲) تَحْتَ النَّمْلِ کی تقدیر فِیْ سُوْرَةٍ کَائِنَةٍ تَحْتَ النَّمْلِ ہے پس تَحْتَ۔ کَائِنَةٍ کا ظرف ہے اور فِیْ تَلَا کے متعلق ہے (۳) تَلَا کا واحد لانا جَمِیْعُ کے لفظ کے اعتبار سے ہے ۴۴۲/۲۳ (۱) فَهٰذِیْ میں فا تعقیبیہ ہے اور هٰذِیْ اسم اشارہ ہے جو واحد مونث کے لیے ہے اور اُصُوْلُ الْقَوْمِ اس کی خبر ہے اور یہ اَیًّامًا مَّعْدُوْدَةً کے قبیل سے ہے (۲) حَالَ اطِّرَادِهَا یا تو حال ہے یا ظرف ہے اور عامل اسم اشارہ کے معنی ہیں وَهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا (ہود ع ۷) کی طرح یا یہ اَجَابَتْ کا ظرف ہے (۳) مطرد اس قاعدہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو اپنی تمام جزائیات میں یکساں طور پر جاری ہو (۴) حُلًا یا تو اِنْتَظَمَتْ کی ضمیر سے حال ہے ای ذَوَاتِ حُلًا اَوْ مُشَبَّهَةً حُلًا یا تمیز ہے ای فَانْتَظَمَتْ حُلَاهَا ۴۴۳/۲۴ (۱) اِنِّیْ کی ہمزہ کا کسرہ اس لیے ہے کہ یہ ابتدا میں ہے (۲) رَجَاء اس چیز کی امید کرنا جو حاصل ہو سکتی ہو اور تمنا کے معنی ہیں کسی شے کی امید کرنا عام ہے کہ وہ حاصل ہو سکے یا نہ ہو سکے (۳) لِنَظْمِ حُرُوْفِهِمْ میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے ای لِنَظْمِیْ حُرُوْفَهُمْ اور حروف سے اختلافی الفاظ اور رموز دونوں مراد لے سکتے ہیں لیکن اول اولیٰ ہے اس بناء پر کہ ثانی تابع ہے پس اگر فُرُوْعِهِمْ لے آتے تو مراد بالکل واضح ہو جاتی (۴) نَفَائِسُ۔ نَفِیْسٌ کی جمع ہے جو عَظِیْمٌ اور جَیِّدٌ کے معنی میں ہے اور اَعْلَاقٍ۔ عِلْقٌ کی جمع ہے اور یہ بھی نفیس ہی کے معنی میں ہے پس اضافت مبالغہ کے لیے ہے اَجْوَدُ الْجَیِّدِ اور خِیَارُ الْخِیَارِ کی طرح اور نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ یا تو حروف سے حال ہے یا نظم کا دوسرا مفعول ہے (۵) تُنَفِّسُ ای تُعَظِّمُ وَ تُحَلِّیْ (۶) عُطَّلًا۔ عَاطِلٌ کی جمع ہے (۷) نَفَائِسَ اور تُنَفِّسُ میں تجنیس اور حُلًا اور عُطَّلًا میں طباق ہے اور نَفَائِسَ اَعْلَاقٍ۔ قَلَائِدَ مقدر کی صفت ہے ۴۴۴/۲۵ (۱) اِذَا شرطیہ ہے اور اس کا ماقبل اس کو جواب سے بے نیاز کر رہا ہے (۲) هُوَ فعل مقدر حَسْبَلَا کا فاعل ہے اور عامل کے محذوف ہونے ہی کے سبب ضمیر کو منفصل لائے ہیں اور حَسْبَلَا اس کا مفسر ہے اور یہ جعبری کی رائے پر منحوت ہے مرکب نہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ منحوت وہ ہے جس کو دو کلموں سے ان کے کچھ کچھ حروف لے کر بنایا گیا ہو اور مرکب وہ ہے جس میں دو کلمہ پورے ہوں اور تیسرے کا بھی کوئی حرف شامل ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ حق سبحانہ و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں پہنچ کر ان کے بے شمار لطف و کرم کی بناء پر شرح کی پہلی جلد ختم ہو گئی اور دوسری جلد کے کامل کرا دینے کی بھی انہیں سے امید ہے آخر میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہے کہ میری استعداد ہر اعتبار سے نہایت ناقص ہے پس شرح کے مضامین میں جو عیوب نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئیں ان کو ناظرین احقر کی طرف منسوب کریں اور جو خوبیاں معلوم ہوں ان کو علی قاریؒ، ابو شامہؒ علی ضبلعؒ وغیرہ شارحین کے علمی کمالات کا نتیجہ تصور کریں میری حیثیت محض مترجم کی ہے نہ اس فن میں اس کی گنجائش کہ کوئی اپنی طرف سے کچھ لکھے اور نہ مجھ میں اتنی قابلیت کہ کوئی علمی مضمون خود مرتب کر سکوں حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ کی شرح کے لیے جن علوم کی از بس ضرورت ہے ان کا ایک ذرہ بھی میرے پاس نہیں ہے اس اظہار کے بعد بھی اگر کوئی دوست مجھے صاحب علم سمجھیں تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ عَلٰی قَوْلِیْ ھٰذَا فَعُدَّنِیْ بَرِیْئًا مِّنْہُ وَلَا تُؤَاخِذْنِیْ عَلَیْہِ اور چونکہ میرے معذور اور ناقص الاستعداد ہونے کے باوجود حق تعالیٰ شانہ نے یہ کام اپنے فضل و کرم سے کرا دیا ہے جو ان کا بہت بڑا انعام ہے اس لیے ان کے شکر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اس لیے بھی کہ شکر پر نعمتوں میں ترقی دینے کا انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُرُکَ عَلٰی مَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ شُکْرًا لَّا مُنْتَھٰی لَہٗ دُوْنَ مَشِیَّتِکَ فَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَاجْعَلْنِیْ شَاکِرًا لِّنَعْمَآئِکَ قَابِلَھَا وَ مُثْنِیًا عَلَیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَکَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسْبِیْ وَاَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ یَارَبِّ افْتَحْ لِیْ بِخَیْرٍ وَّاخْتِمْ لِیْ بِخَیْرٍ وَّقِنِیْ السَّیِّئَاتِ

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ یوم یک شنبہ
دن کے چار بج کر ۳۲ منٹ

احقر فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ کتاب

میری دلی خواہش ہے کہ کتاب کی ابتداء کی طرح اس کا اختتام بھی ایک بابرکت اور مفید مضمون پر ہو اس لیے یہاں چند اشعار ترجمہ اور شرح سمیت درج کیے جاتے ہیں- حق سبحانہ و تعالیٰ کتاب کے اس خاتمہ کی طرح مجھے اور میرے تمام دوستوں اور بزرگوں کو بھی حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال فرمائے آمین یارب العالمین-

فائدہ جلیلہ کَلاَّ پر وقف کرنے کے حکم میں

یہ لفظ قرآن مجید میں تینتیس جگہ آیا ہے جن میں سے پانچ پر وقف تام ہے اور نو پر وقف و وصل میں اختیار ہے- اور انیس پر وقف نہیں ہے- قرآن کے کسی عاشق نے ان سب کو ان نو اشعار میں نظم کر دیا ہے-

ثَلاثُوْنَ كَلَّا قَدْاَتَتْ وَثَلَاثَةٌ فَخَمْسٌ عَلَيْهَا الْوَقْفُ تَمَّ لِمَنْ قَرَا

ترجمہ: (قرآن مجید میں) کَلاَّ تیس اور تین (یعنی تینتیس) آئے ہیں- سو پانچ تو ایسے ہیں کہ جن پر وقف تام ہے اس شخص کے لیے جو (ان کو) پڑھے-

فَفِي الشُّعَرَا مَعْ مَرْيَمٍ اَرْبَعٌ فَخُذْ وَفِي سَبَإٍ فَاحْفَظْ وَكُنْ مُتَدَبِّرَا

ترجمہ: پس (ان پانچ میں سے) شعراء (ع ۲ و ع ۴) اور مریم (ع ۵) میں (دو جگہ ان دونوں سورتوں میں) چار ہیں پس تو (ان کو) لے لے (اور یاد کر لے) اور (پانچواں) سبا (ع ۳) میں ہے سو تو (ان سب کو) یاد بھی کر لے اور غور کرنے والا بن جا (یعنی سوچ لے کہ ابھی تینتیس میں سے کل پانچ آئے ہیں)

وَتِسْعٌ اَتٰى فِي الْوَقْفِ وَجْهَانِ اِنْ تَشَا عَلَيْهِنَّ قِفْ اَوْ دُوْنَهُنَّ مُخَيَّرَا

ترجمہ: اور (ان تینتیس میں سے) نو (ایسے) ہیں (جن میں) وقف کرنے کی صورت میں دو وجوہ آئی ہیں (یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تو چاہے تو (خود کَلَّا کے) ان (کلمات) پر وقف کرلے یا ان سے ورے (اور پہلے) کرلے (پس تو ان دونوں باتوں میں) اختیار دیا ہوا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ حَرْفٌ ثُمَّ حَرْفَانِ فِیْ سَأَلَ وَمُدَّثِّرْ حَرْفَانِ فِیْهَا تَقَرَّرَا

ترجمہ: قَدْ اَفْلَحَ (اَلْمُؤْمِنُوْنَ ع ٦) جو ہے (اس میں کَلَّا کا) ایک کلمہ ہے پھر سَأَلَ (سَآئِلٌ ع ١ و ٢) میں (ایک ایک جگہ) دو کلمہ ہیں اور مدثر جو ہے اس میں (بھی ایسے) دو لفظ ہیں جو (ع ١ و ع ٢ میں) ثابت ہو گئے ہیں (اور یہ اس سورۃ کا پہلا اور تیسرا کَلَّا ہے پس دوسرے اور چوتھے پر وقف درست نہیں جیسا کہ آئندہ شعر میں تفصیل فرماتے ہیں۔)

فَاَوَّلُهَا حَرْفٌ کَذَا ثَالِثٌ بِهَا وَاَوَّلُ حَرْفٍ فِی الْقِیَامَةِ حُرِّرَا

ترجمہ: پس (مدثر کے جن دو پر وقف و وصل دونوں درست ہیں ان میں سے) ایک لفظ (تو) اس (سورۃ) کے شروع میں (یعنی اَزِیْدَ کَلَّا میں) ہے اسی طرح اس (سورۃ) میں تیسرا (کَلَّا) ہے (جس کے بعد بَلْ لَّا ہے) اور پہلا لفظ (کَلَّا سورۃ) قیامہ میں (بھی انہی نو میں سے) لکھا گیا ہے (جن میں اختیار ہے اور یہ وہ ہے جس کے بعد لَا وَزَرَ ہے)

وَثَانِیْ تَطْفِیْفٍ وَاَوَّلَ فَجْرِهَا وَفِیْ عَمَدٍ حَرْفٌ اَتَاكَ مُؤَثِّرَا

ترجمہ: اور (انہی نو میں سے) تطفیف کے دوسرے اور فجر کے پہلے (کَلَّا) کو (بھی لے لے اور یہ وہ ہیں جن کے بعد بَلْ رَانَ اور بَلْ لَّا ہے) اور (سورۃ) عمد (هُمَزَہ) میں (بھی ان میں کا) ایک (ایسا) لفظ (کَلَّا) ہے جو تیرے پاس (دل میں) اثر ڈالنے والا بن کر آیا ہے (کیونکہ وہ مال کو ہمیشہ باقی رہنے والا سمجھ لینے اور اس سے دھوکا کھانے سے روکنے کے لیے ہے۔)

وَعِشْرُوْنَ اِلَّا وَاحِدًا لَّسْتَ وَاقِفًا عَلَیْهَا اَیَا مَنْ سَادَ بِالْعِلْمِ فِی الْوَرٰی

ترجمہ: اور ایک کم بیس (یعنی انیس) ایسے ہیں جن پر تو وقف کرنے والا نہیں ہے اے وہ شخص جو علم کے سبب مخلوق میں سردار بن گیا ہے (تو میری معروض کو غور سے سن۔)

وَمَجْمُوْعُهَا فِیْ خَمْسَ عَشْرَةَ سُوْرَةً فَمَا کَانَ مَذْکُوْرًا فَلَسْتُ مُکَرِّرَا

ترجمہ: اور ان (انیس کلمات کا مجموع پندرہ سورتوں میں ہے پس جو (ان میں سے) ذکر کیا جا چکا ہے سو میں (اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو) دوسری بار لانے والا نہیں ہوں (بلکہ تم خود اپنی کوشش سے نکال لینا اور شمار پورا کر لینا اور یہ سب انہیں سورتوں میں سے نکل آئیں گے جن کے نام اوپر آچکے ہیں۔)

مَعَ النَّبَأِ الْاَعْمٰى كَذَاكَ انْفِطَارُ هَا وَاِقْرَأْ وَاَلْهٰكُمْ فَخُذْهُ بِلَا امْتِرَآ

ترجمہ : (سورۃ) نبا (اور) اعمی (یعنی عبس اور) اسی طرح ان (سورتوں) میں کی انفطار بھی ہے اور اقراء (یعنی علق) اور اَلْهٰكُمُ (اَلتَّكَاثُرُ) ان پانچ سورتوں میں كَلَّا کے گیارہ کلمات پائے جاتے ہیں وہ انہی انیس میں سے ہیں جن کا ذکر شعر نمبرے میں آیا ہے۔) پس تو (ان نو شعروں کے) اس (مضمون) کو شک کے بغیر لے لے۔

فائدہ : كَلَّا کے یہ تینتیس کلمات قرآن کی انہی سورتوں میں موجود ہیں جن کے نام اشعار میں آئے ہیں اور جس سورۃ میں کئی جگہ ہے اس پر کئی نمبر اکٹھے لگا دیئے ہیں اور غور کرنے سے اس کی تعیین بھی ہو جائے گی کہ اوپر جو تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کون سا کلمہ کس قسم میں داخل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنایات رحمانی

جلد اول

فہرست مضامین

۱	تمہید	۷
۲	قصیدہ شاطبیہ کی چند خوبیاں	۸
۳	شرح شاطبیہ کی ضرورت	۹
۴	وہ کتابیں جن سے شرح میں مدد لی گئی	۱۰
۵	شرح کی خصوصیات اور اصطلاحات	۱۰
۶	امید و آرزو	۱۲
۷	مقدمہ اس کے دو حصہ ہیں	۱۳
۸	معلم کے آداب	۱۴
۹	شاگرد کے آداب	۱۶
۱۰	پہلی فصل: ان چند امور میں جن کا معلوم کر لینا' فائدہ سے خالی نہیں	۱۸
۱۱	قراء ات و روایات و طرق کا فرق	۱۸
۱۲	اختلاف واجب اور جائز کا فرق	۱۸
۱۳	دوسری فصل: افراد و جمع قراء ات میں	۱۸
۱۴	جمع کی کیفیت میں تین مذہب ہیں	۲۰
۱۵	تیسری فصل: قرآن اور اس کے خادموں کے فضائل میں	۲۱
۱۶	چوتھی فصل: قراءت کا مدار نقل پر ہے	۲۲
۱۷	پانچویں فصل: صاحب اختیار ائمہ	۲۴
۱۸	چھٹی فصل: ضابطہ قراء ات یعنی صحیح اور شاذ قراءۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ	۲۵
۱۹	ضابطہ کے تینوں رکنوں کی مزید توضیح پہلا رکن' نحوی وجہ کی موافقت	۲۶
۲۰	دوسرا رکن' رسم کی موافقت	۲۷
۲۱	صحابہ کی تعریف کے بارہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام	۲۸
۲۲	اسی رسم کے بارہ میں تین عجیب و غریب فوائد	۲۸
۲۳	رسم کے جملہ تغیرات ان چھ چیزوں میں منحصر ہیں	۳۲
۲۴	تیسرا رکن قراءۃ کا صحیح اور متصل سند سے ثابت ہونا	۳۲
۲۵	ساتویں فصل خلط روایات و طرق یعنی ایک قراءۃ پڑھتے ہوئے دوسری کے پڑھ دینے کا حکم	۳۶
۲۶	آٹھویں فصل: قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حدیث اور اس میں دس بحثیں ہیں۔	۳۷
۲۷	اول' سات حروف پر نازل ہونے کا سبب امت کو آسانی اور وسعت دینا ہے۔	۳۸
۲۸	دوم' حروف کے معنی	۴۰
۲۹	سوم' سات حروف کا مقصد	۴۱
۳۰	چہارم' اس کی وجہ کہ سات ہی حروف پر کیوں نازل ہوا کم یا زیادہ پر کیوں نہیں ہوا۔	۴۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۱	پنجم' آیا سات حروف کے اختلاف سے کچھ احکام اور علمی فوائد بھی نکلتے ہیں۔	۴۳
۳۲	ششم' سات حروف کے کتنے معنی ہیں	۴۵
۳۳	ہفتم' آیا یہ ساتوں حروف قرآن میں متفرق اور پھیلے ہوئے ہیں	۴۵
۳۴	ہشتم' آیا عثمانی مصاحف میں ساتوں حروف ہیں	۴۵
۳۵	نہم' جو قراء ات اس وقت پڑھی جاتی ہیں آیا وہ سات حروف کا کل ہیں یا بعض۔	۴۶
۳۶	دہم' قراء ات کے اختلاف کی حقیقت اور اس کے فوائد	۴۸
۳۷	مصداق کے متحد رہنے اور بدل جانے کے لحاظ سے اختلاف کی قسمیں	۴۸
۳۸	نویں فصل: سات احرف سے قراءات سبعہ مراد نہیں	۵۲
۳۹	دسویں فصل: سبعہ کے بعد کی تین قراء تیں شاذ نہیں	۵۴
۴۰	گیارویں فصل: قراء ات سبعہ تیسیر و شاطبیہ اور تبصرہ و عنوان وغیرہ میں منحصر نہیں ہیں۔	۵۵
۴۱	بارہویں فصل: فن قراء ات کے مصنفین اور ان کی تصنیفات	۵۸
۴۲	تیسری صدی' اس میں سات کتابیں لکھی گئیں	۵۸
۴۳	چوتھی صدی' اس میں پچیس کتابیں لکھی گئیں	۵۸
۴۴	پانچویں صدی' اس میں چون کتابیں لکھی گئیں	۵۹
۴۵	چھٹی صدی' اس میں تیس کتابیں لکھی گئیں	۶۱
۴۶	ساتویں صدی' اس میں تیس کتابیں لکھی گئیں	۶۲
۴۷	آٹھویں صدی' اس میں اکیاون کتابیں لکھی گئیں	۶۳
۴۸	نویں صدی' اس میں چھتیس کتابیں لکھی گئیں	۶۵
۴۹	دسویں صدی' اس میں مصر کے علماء نے پندرہ کتابیں لکھیں۔	۶۶
۵۰	گیارہویں صدی' اس میں دو کتابیں لکھی گئیں	۶۶
۵۱	بارہویں صدی' اس میں صرف دو لیکن معتبر اور محققانہ کتابیں تصنیف ہوئیں۔	۶۷
۵۲	تیرہویں صدی' اس میں تین کتابیں تصنیف ہوئیں	۶۷
۵۳	چودہویں صدی' اس میں ایک سو چھیالیس کتابیں تصنیف ہوئیں	۶۷
۵۴	تتمہ ان فقہی مسائل میں جو تجوید و قراء ات سے متعلق ہیں	۸۲
۵۵	ناظم یعنی علامہ شاطبی کے مختصر حالات	۸۳
۵۶	قصیدہ لامیہ یعنی شاطبیہ کا دیباچہ	۸۶
۵۷	بسم اللہ' درود' حمد	۸۶
۵۸	مصیبت کا علاج	۸۸
۵۹	حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید اور قراء کے فضائل	۹۱
۶۰	قاری کے فضائل اور اس کے لئے بشارت	۹۴
۶۱	قرآن مجید کے فضائل کی طرف رجوع	۹۷
۶۲	قبر کے ہول ناک منظر میں قرآن مجید کی روشنی	۱۰۰
۶۳	فضائل قرآن پر تفریع	۱۰۳
۶۴	قراء ت کے علماء کی تعریف اور محسن شناسی اور شکر گزاری کے طور پر ان کے لئے دعا۔	۱۰۸
۶۵	سات قاریوں اور ان کے چودہ راویوں کا بیان جن کی مجموعی تعداد اکیس ہے۔	۱۱۵
۶۶	قراء کے عربی یا عجمی النسل ہونے کا بیان	۱۳۰
۶۷	ان چودہ راویوں کے طرق کا اجمالی بیان	۱۳۱
۶۸	وہ رموز و اصطلاحات جو قصیدہ میں استعمال کی گئی ہیں	۱۳۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر	عنوان	صفحہ
۶۹	رموز کے استعمال کے متعلق مفید ترین فوائد	۱۳۶
۷۰	اضداد کا بیان	۱۴۸
۷۱	ضدوں کی مثالیں	۱۴۸
۷۲	تحریک کے متعلق ابو شامہ کی مفید اور عجیب تحقیق	۱۵۶
۷۳	اس اصطلاح کے فائدہ کی مزید وضاحت	۱۵۹
۷۴	نہایت مفید و ضروری تنبیہات	۱۶۰
۷۵	باب اطلاق یا ایک بلیغ اور نہایت مختصر اصطلاح	۱۶۳
۷۶	قصیدہ کی تعریف	۱۶۸
۷۷	طلباء اور سالکین کی اصلاح اور ان کے لئے عمدہ اور مفید نصیحتیں	۱۷۶
۷۸	پہلا باب: اعوذ پڑھنے کے بیان میں	۱۹۱
۷۹	دوسرا باب: بسم اللہ کے بیان میں	۲۰۰
۸۰	سورۃ ام القرآن، یعنی سورہ فاتحہ	۲۱۲
۸۱	اس میم جمع کا حکم جس کے بعد ساکن ہو	۲۱۹
۸۲	تیسرا باب: ادغام کبیر کے بیان میں	۲۲۱
۸۳	ایک کلمہ کے مثلین کا ادغام	۲۲۴
۸۴	دو کلموں کے مثلین کا ادغام	۲۲۶
۸۵	ادغام کے چار موانع	۲۲۶
۸۶	آکُ کی تعلیل کا بیان	۲۳۲
۸۷	مذکورہ بالا علت پر نقض	۲۳۴
۸۸	چوتھا باب، ان دو حرفوں کے ادغام کے بیان میں جو مخرج اور صفت کے اعتبار سے قریب ہوں اور یہ ایک کلمہ میں بھی ہوتے ہیں اور دو کلموں میں بھی۔	۲۳۸
۸۹	ایک کلمہ کے متقاربین کا بیان	۲۳۸
۹۰	دو کلموں کے متقاربین کا بیان	۲۴۱
۹۱	ادغام متقاربین کے چار موانع	۲۴۳
۹۲	ان حروف کی تفصیل جن جن میں ان سولہ حرفوں کا ادغام ہوتا ہے۔	۲۴۴
۹۳	پہلی تنبیہہ	۲۵۶
۹۴	دوسری تنبیہہ	۲۵۷
۹۵	تیسری تنبیہہ	۲۵۹
۹۶	پانچواں باب: واحد مذکر غائب کی ضمیر کے صلہ اور عدم صلہ اور سکون کے بیان میں۔	۲۶۲
۹۷	چھٹا باب: مد اور قصر کے بیان میں	۲۷۵
۹۸	پہلے سبب یعنی ہمزہ متصل کا بیان	۲۷۶
۹۹	دوسرے سبب یعنی ہمزہ منفصل کا بیان	۲۷۶
۱۰۰	مد متصل و منفصل کی مثالیں	۲۷۷
۱۰۱	تیسرے سبب ہمزہ مقدم یعنی مد بدل کا بیان	۲۸۰
۱۰۲	مد کے چوتھے اور پانچویں سبب سکون لازم و سکون عارض کا بیان۔	۲۸۸
۱۰۳	مقطعات کا مد	۲۸۹
۱۰۴	مد حروف لین	۲۹۴
۱۰۵	ساتواں باب: ان دو ہمزوں کے احکام کے بیان میں جو ایک کلمہ میں جمع ہو رہے ہوں	۳۰۰
۱۰۶	دوسرے ہمزہ کی تسہیل	۳۰۲
۱۰۷	دوسرے ہمزہ کا الف سے ابدال	۳۰۲
۱۰۸	مفتوحتین کے وہ پانچ کلمات جن کو اپنی اصل کے خلاف بعض نے ایک ہمزہ سے پڑھا ہے اور دو ہمزوں والوں میں سے تحقیق والوں نے بھی تسہیل کی ہے۔	۳۰۵
۱۰۹	دو متحرک ہمزوں کی دوسری قسم جس میں پہلا استفہامی اور دوسرا وصلی ہو۔	۳۱۱
۱۱۰	دو قطعی ہمزوں کے جمع ہونے کی تین قسمیں	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	اور ان کی مثالیں اور یہ ادخال کے مسئلہ کی تمہید ہے۔	۳۱۴
۱۱۱	تیسری قسم فتحہ اور ضمہ والی دو ہمزوں کے درمیان ادخال کا بیان۔	۳۱۵
۱۱۲	ادخال و تسہیل اور قراء ات کی تفصیل	۳۱۸
۱۱۳	آٹھواں باب: دو کلموں کے دو ہمزوں کے بیان میں	۳۲۱
۱۱۴	پہلی صورت، یکساں حرکت والی ہمزوں کی تین قسمیں پہلے ہمزہ کی تخفیف	۳۲۲
۱۱۵	یکساں حرکت والے ہمزوں کی تینوں قسموں میں دوسرے ہمزہ کی تخفیف۔	۳۲۵
۱۱۶	دوسری صورت مختلفتین دو طرح کی حرکت والے دو ہمزوں کی پانچ قسمیں اور پانچوں میں دوسرے کی تخفیف۔	۳۲۹
۱۱۷	ابدال و تسہیل کی تعریف	۳۳۲
۱۱۸	نواں باب: اس اکیلے ہمزہ کے بیان میں جس کے ساتھ دوسرا ہمزہ نہ ہو۔	۳۳۵
۱۱۹	ابدال کے بارہ میں سوسی کا قاعدہ	۳۳۷
۱۲۰	دسواں باب: ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے ساکن کی طرف نقل کرنے اور اس ساکن پر سکتہ کرنے کے بیان میں۔	۳۴۵
۱۲۱	لام تعریف کی طرف نقل کرنے کی صورت میں ہمزہ وصل یا لام سے ابتداء کرنے کا بیان۔	۳۵۴
۱۲۲	گیارواں باب، ہشام اور حمزہ کے اس مذہب کے بیان میں جو ہمزہ پر وقف کرنے کے بارہ میں ہے۔	۳۵۹
۱۲۳	پہلی قسم، ہمزہ ساکنہ اور اس کی چھ شاخیں ہیں	۳۶۲
۱۲۴	دوسری قسم، ہمزہ متحرکہ جس سے پہلا حرف ساکن ہو اور اس کی بارہ شاخیں ہیں۔	۳۶۵
۱۲۵	تیسری قسم، وہ ہمزہ جو خود بھی متحرک ہو اور اس سے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو اور اس کی نو شاخیں ہیں۔	۳۷۱
۱۲۶	تخفیف قیاسی متفق علیہ کی ساتوں صورتوں سے فارغ ہونے کے بعد اس کے متعلق دو تنبیہیں اور رسمی تخفیف اور تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی ایک صورت۔	۳۷۷
۱۲۷	رسمی تخفیف کی کیفیت اور تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی پہلی قسم	۳۷۸
۱۲۸	رسمی تخفیف	۳۷۹
۱۲۹	فائدہ نمبر۱: فَفِي الْيَا يَلِي والے شعر کے متعلق چند ضروری وضاحتیں	۳۸۰
۱۳۰	فائدہ نمبر۲: جلیلہ ہمزہ کی رسم کے قواعد میں	۳۸۲
۱۳۱	فائدہ نمبر۳: ہمزہ ساکنہ کے بیان میں	۳۸۳
۱۳۲	فائدہ نمبر۴: اس ہمزہ کے بیان میں جو للف کے سواء کسی اور ساکن کے بعد ہو۔	۳۸۴
۱۳۳	فائدہ نمبر۵: الف کے بعد ہمزہ متوسطہ بنفسہ کے بیان میں۔	۳۸۵
۱۳۴	فائدہ نمبر۶: الف کے بعد متطرفہ کے بیان میں	۳۸۶
۱۳۵	فائدہ نمبر۷: اس ہمزہ متطرفہ میں جو زبر کے بعد حرکت والا ہو۔	۳۸۶
۱۳۶	فائدہ نمبر۸: اس ہمزہ متوسطہ میں جو حرکت کے بعد حرکت والا ہو۔	۳۸۶
۱۳۷	متوسط بزائدہ	۳۸۹
۱۳۸	ان زائد حروف کی مثالیں جن کی بناء پر ہمزہ متوسطہ بزائدہ بن جاتا ہے۔	۳۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۹	فائدہ نمبر۱: متوسطہ بزائدہ بھی چند کلمات میں قیاس کے خلاف لکھا ہوا ہے۔	۳۹۰
۱۴۰	اشمام و روم و نفی کے جائز و ناجائز ہونے کے موقعوں کا بیان۔	۳۹۵
۱۴۱	تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی دوسری قسم یعنی واوٗ یائے زائدہ کی طرح اصلیہ کے بعد کے ہمزہ میں بھی ابدال و ادغام۔	۳۹۶
۱۴۲	تخفیف قیاسی مختلف فیہ کی تیسری قسم تسہیل مع الروم	۳۹۷
۱۴۳	تتمہ' تسہیل مع الروم کے بارہ میں دو مذہبوں کا رد جن میں سے اول پر تینوں حرکتوں میں ناجائز اور دوم پر تینوں میں جائز ہے۔	۳۹۷
۱۴۴	بارھواں باب: اظہار اور ادغام صغیر کے بیان میں۔	۴۰۸
۱۴۵	ایک نئی اصطلاح کا بیان	۴۰۹
۱۴۶	اِذْ کی ذال کا بیان	۴۱۲
۱۴۷	قَدْ کی دال کا بیان	۴۱۵
۱۴۸	تانیث کی تا کا بیان	۴۱۹
۱۴۹	ھَلْ اور بَلْ کے لام کا بیان	۴۲۳
۱۵۰	تیرہواں باب: اِذْ اور قَدْ اور تانیث کی تا اور ھَلْ اور بَلْ کے لام کے اس ادغام کے بیان میں جس پر سب کا اتفاق ہے۔	۴۲۷
۱۵۱	چودہواں باب: ان حروف کے ادغام کے بیان میں جن کے مخرج قریب' قریب ہیں۔	۴۳۲
۱۵۲	ادغام کا بیان جس کی ضد اظہار ہے۔	۴۳۳
۱۵۳	اظہار کا بیان جس کی ضد ادغام ہے۔	۴۳۷
۱۵۴	پندرھواں باب: نون ساکن اور تنوین کے احکام کے بیان میں۔	۴۴۴
۱۵۵	سولھواں باب: فتح اور امالہ محضہ اور امالہ بین' بین کے بیان میں	۴۵۰
۱۵۶	فائدہ نمبر۱ فتح و امالہ سے متعلق چند بنیادی معلومات	۴۵۱
۱۵۷	فائدہ نمبر۲ امالہ کے بارہ اسباب میں	۴۵۲
۱۵۸	ان بارہ اسباب میں سے نمبر ایک اور نمبر دو اور پانچ کی مزید تفصیل۔	۴۵۳
۱۵۹	فائدہ نمبر۳ امالہ کی وجوہ میں	۴۵۴
۱۶۰	امالہ بوجہ یا۔ حمزہ اور کسائی دونوں کے امالہ کا بیان	۴۵۵
۱۶۱	کلمہ کے یائی اور واوی ہونے کی پہچان	۴۵۶
۱۶۲	ذوات الیاء کی مثالیں	۴۵۶
۱۶۳	صرف نہ جاننے والوں کی رعایت سے تانیث کے الف کے موقعوں کی توضیح۔	۴۵۶
۱۶۴	وہ سولہ کلمات جن میں صرف کسائی کیلئے امالہ ہے حمزہ کے لئے نہیں۔	۴۶۵
۱۶۵	وہ پانچ واوی کلمات جن میں حمزہ اور کسائی دونوں کے لئے امالہ ہے۔	۴۷۱
۱۶۶	وہ پانچ کلمات جن میں کسائی کے دوری ہی کیلئے امالہ ہے۔ حمزہ اور ابو الحارث کیلئے نہیں۔	۴۷۲
۱۶۷	وہ گیارہ سورتیں جن کی آیات کے آخری الفات میں حمزہ اور کسائی دونوں کیلئے امالہ ہے۔	۴۷۳
۱۶۸	وہ کلمات جن میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے۔	۴۷۷
۱۶۹	وہ قسم جس کے امالہ میں حمزہ اور کسائی کے ساتھ ابو عمرو نے بھی شرکت کی ہے۔	۴۸۰
۱۷۰	ورش کی تقلیل کا قاعدہ	۴۸۶
۱۷۱	ابو عمرو کی تقلیل کا قاعدہ	۴۹۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۲	وہ چار کلمات جن میں ابو عمرو کے دوری ہی کے لئے تقلیل ہے۔	۴۹۸
۱۷۳	ثلاثی مجرد کے دس افعال جن میں حمزہ نے اور بعض میں ان کے ساتھ اوروں نے بھی امالہ کیا ہے۔	۴۹۹
۱۷۴	امالہ بوجہ کسرہ یہ الف کے بعد ہوتا ہے را پر ہو خواہ کسی اور حرف پر اور یہ امالہ کا دوسرا سبب ہے۔	۵۰۳
۱۷۵	فائدہ نمبر۱۔ اس قسم میں سے مختلف کلمات کے متعلق مفید معلومات	۵۰۴
۱۷۶	فائدہ نمبر۲۔ علی قاری کی شرح سے اس قاعدہ کی گیارہ شرطیں اور ان کے فوائد	۵۰۵
۱۷۷	ان دونوں کلمات کے امالہ کی چھ شرطیں اور ان کے فوائد	۵۰۷
۱۷۸	اس الف کا امالہ جو دو راؤں کے درمیان ہو۔	۵۰۹
۱۷۹	وہ بارہ کلمات جن میں صرف کسائی کے دوری کے لیے امالہ محضہ ہے	۵۱۱
۱۸۰	وہ چھ کلمات جن میں ابن ذکوان کیلئے امالہ ہے۔	۵۱۴
۱۸۱	پہلی تنبیہہ	۵۱۷
۱۸۲	دوسری تنبیہہ	۵۱۹
۱۸۳	ساکن منفصل کے بعد ساکن متصل کے نحوی علم میں	۵۲۱
۱۸۴	سترھواں باب: تانیث کی ھا میں "وقفاً" امالہ کرنے کے بارہ میں کسائی کے مذہب کے بیان میں	۵۲۷
۱۸۵	اٹھارھواں باب: قراء کے ان قواعد کے بیان میں جو راءات کے پر اور باریک پڑھنے کے بارہ میں ہیں	۵۳۸
۱۸۶	ورش کے قواعد	۵۴۰
۱۸۷	فعلا کے وزن والی وہ قسم جس کی را میں تفخیم و ترقیق دونوں ہیں اور پر پڑھنا اولیٰ ہے	۵۴۱
۱۸۸	مذکورہ بالا قاعدہ کی شرطیں اور اس کے فوائد	۵۴۴
۱۸۹	یا کی سات شرطیں اور ان کے فوائد	۵۴۴
۱۹۰	کسرہ کی شرطیں اور ان کے فوائد	۵۴۵
۱۹۱	تین اجماعی قواعد۔ پہلا قاعدہ	۵۵۳
۱۹۲	دوسرا قاعدہ	۵۵۳
۱۹۳	تیسرا قاعدہ	۵۵۴
۱۹۴	جو قاعدہ ائمہ سے منقول ہو اس پر قیاس کر کے محض رائے سے دوسرا کلیہ قاعدہ بنا لینے کا رد	۵۵۹
۱۹۵	وقف والی را کے باریک اور پر پڑھنے کا قاعدہ	۵۶۳
۱۹۶	انیسواں باب: لام کے پر اور باریک پڑھنے کے بیان میں	۵۶۹
۱۹۷	ان تینوں حروف کی شرطیں	۵۷۰
۱۹۸	وہ چار صورتیں جن میں لام میں دونوں وجوہ ہیں اور پہلی تین میں دونوں مساوی اور چوتھی میں ترقیق افضل بلکہ صرف وہی صحیح ہے۔	۵۷۰
۱۹۹	بیسواں باب: کلمات کے آخر پر سکون و روم و اشمام سے وقف کرنے کے بیان میں	۵۷۸
۲۰۰	روم کی تعریف	۵۸۲
۲۰۱	اشمام کی تعریف	۵۸۲
۲۰۲	روم کی قیود کے فوائد	۵۸۵
۲۰۳	اشمام کی قیود کے فوائد	۵۸۵
۲۰۴	وہ پانچ صورتیں جن میں روم و اشمام بالاتفاق ناجائز ہیں	۵۸۷
۲۰۵	ضمیر کی ھا کی وہ چار صورتیں جن میں اکثر کے قول پر روم و اشمام منع اور بعض کے قول	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

	پر جائز ہیں	۵۸۸
۲۰۶	تانیث کی ھا کی قیود اور ان کے فوائد	۵۹۴
۲۰۷	وقف کے اجماعی احکام	۵۹۵
۲۰۸	وقف کے اختلافی احکام	۵۹۶
۲۰۹	اکیسواں باب: رسم الخط کے موافق وقف کرنے کے بیان میں	۶۰۱
۲۱۰	رسم کی اختلافی موافقت کا بیان	۶۰۵
۲۱۱	ابدال	۶۰۵
۲۱۲	تائے مجرورہ کے وہ پانچ کلمات جن میں بعض نے اس کلیہ کے خلاف وقف کیا ہے جو ابھی شعر نمبر۳ میں بیان ہوا ہے۔	۶۰۶
۲۱۳	تائے مجرورہ کے جو پانچ کلمات کلیہ کے خلاف ہیں ان میں کا پانچواں کلمہ اور حذف یعنی کسی حرف کا کم کر دینا	۶۰۷
۲۱۴	فصل یا قطع یعنی جو کلمہ رسم میں دوسرے سے متصل ہو اس کو وقفاً" جدا کر دینا	۶۱۰
۲۱۵	زیادت یا اثبات یعنی کلمہ کے آخر میں وقفاً" کوئی حرف زیادہ کر دینا۔	۶۱۲
۲۱۶	فصل و قطع ایضاً	۶۱۵
۲۱۷	وصل یعنی جو کلمہ رسماً" دوسرے سے جدا ہو اس کو وقفاً" متصل کر دینا۔	۶۱۶
۲۱۸	اثبات ایضاً	۶۱۸
۲۱۹	رسم کی اجماعی موافقت کا بیان	۶۱۹
۲۲۰	الف مدہ کا بیان	۶۲۰
۲۲۱	یائے مدہ کا بیان	۶۲۱
۲۲۲	واؤ مدہ کا بیان	۶۲۲
۲۲۳	دوسری بحث مقطوع و موصول کلمات پر وقف کرنے کے بیان میں	۶۲۲
۲۲۴	فائدہ نمبر۲ عجیبہ علی قاری کی علمی تحقیقات میں	۶۲۵
۲۲۵	وقف کی اجماعی صورتیں	۶۲۷
۲۲۶	تیقظ اور بیداری پیدا کرنے کی غرض سے علماء کی چند لغزشوں کا ذکر	۶۲۷
۲۲۷	بائیسواں باب قراء کے ان قواعد میں جو اضافت کی یا کے (فتحہ اور سکون کے) بارہ میں ہیں	۶۳۰
۲۲۸	اضافت کی یا کی حقیقت	۶۳۲
۲۲۹	اضافت کی یا کی علامت	۶۳۲
۲۳۰	تعریف اور علامت کے بعد مقصود کا بیان	۶۳۴
۲۳۱	پہلی قسم وہ ننانوے یا آت جن کے بعد فتحہ والا ہمزہ قطعی ہو	۶۳۷
۲۳۲	وہ چار یا آت جن میں سب کے لیے سکون ہے اور یہ ان ننانوے کے علاوہ ہیں۔	۶۳۷
۲۳۳	پہلی قسم وہ چوبیس یا آت جن کو سما والوں میں سے بھی بعض نے اپنے قاعدہ کے خلاف ساکن پڑھا ہے۔	۶۳۹
۲۳۴	پہلی قسم وہ دس یا آت جن کے فتحہ میں سما والوں کے ساتھ دوسرے بعض حضرات بھی شامل ہیں اور گیارھویں وہ یا جس میں ان تینوں میں سے ابن کثیر کے لیے دونوں وجوہ ہیں۔	۶۴۱
۲۳۵	دوسری قسم وہ باون یا آت جن کے بعد کسرہ والا ہمزہ قطعی ہو۔	۶۴۵
۲۳۶	باون میں سے وہ پچیس یا آت جو نافع اور ابو عمرو کے فتحہ کے عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اول وہ آٹھ یا آت جن میں صرف نافع	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	کے لیے فتحہ ہے۔	۶۴۷			
۲۳۷	وہ نو یا آت جن میں سب کے لیے سکون ہے۔	۶۴۸			
۲۳۸	تیسری قسم وہ دس یا آت جن کے بعد ضمہ والا ہمزہ قطعی ہو۔	۶۴۹			
۲۳۹	چوتھی قسم وہ چودہ یا آت جن کے بعد ہمزہ وصلی مع لام ہے۔	۶۵۱			
۲۴۰	اس قسم میں سے جن یا آت میں اختلاف ہے ان کا شمار۔	۶۵۲			
۲۴۱	پانچویں قسم ان سات یا آت میں جن کے بعد ہمزہ وصلی بلا لام ہے۔	۶۵۴			
۲۴۲	چھٹی قسم وہ تیس یا آت جن کے بعد ہمزہ کے سوا دوسرے حروف آرہے ہیں۔	۶۵۷			
۲۴۳	تیسواں باب: قراء کے ان قواعد میں جو یا آت زوائد کے اثبات و حذف کے بارہ میں ہیں۔	۶۶۴			
۲۴۴	وہ قراء جو ان یا آت کو وصل و وقف دونوں حالتوں میں ثابت رکھتے ہیں۔	۶۶۵			
۲۴۵	وہ چار قراء جو ان یا آت کو صرف وصل میں ثابت رکھتے ہیں۔	۶۶۶			
۲۴۶	ان باسٹھ یا آت کی تفصیل	۶۶۹			
۲۴۷	باسٹھ میں سے وہ انیس یا آت جن میں صرف ورش کے لیے وصلاً" اثبات ہے۔	۶۷۸			
۲۴۸	آخری خطبہ از مولف	۶۸۸			
۲۴۹	خاتمہ کتاب	۶۹۰			
۲۵۰	فہرست مضامین	۶۹۳			

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قواعد تجوید کے اجراء میں بہترین کتاب

الاجراء

فی

قواعد التجوید

تالیف: قاری نجم الصبیح التھانوی

قواعد تجوید کے اجراء کے لیے طلباء کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت آسان اور عام فہم انداز میں اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے جس سے طلباء کو بآسانی قواعد تجوید ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔
خوبصورت کمپوزنگ اور بہترین طباعت کا شاہکار۔ دیدہ زیب سرورق۔

قرأت اکیڈمی ®
28- الفضل مارکیٹ 17- اُردو بازار لاہور
Ph.: 042 - 7122423

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوانح
شیخ القراء

"فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانویؒ کا مفصل سوانحی خاکہ بچپن، ابتدائی تعلیم، مظاہر العلوم کے روز و شب، پاکستان کی ہجرت، امام القراء حضرۃ مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے تلمذ دار العلوم اسلامیہ، جامع مسجد چینیانوالی، مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے تدریسی حالات و واقعات، ہم عصروں کی آراء، ساتھیوں کے نہایت معلوماتی مضامین اور حضرتؒ کے چیدہ چیدہ شاگردان کرام کے اپنے استاذ مکرم سے متعلق مضامین، اہم اور اجل علماء اور قراء دنیائے اسلام کی حضرتؒ کے متعلق آراء، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب مدنیؒ کے نصیحت آموز خطوط کی نقول جو انہوں نے شیخ القراء کو تحریر فرمائے نیز مظاہر العلوم کے اجل اساتذہ کرام کے خطوط نیز حضرت شیخ القراء کے اساتذہ کے حالات زندگی اور حضرت شیخ القراء کے بعض خطوط اور غیر مطبوعہ معلوماتی مضامین تمام خزانہ علمی کو جلو میں لیے"

قِرَاءَۃ اکیڈمی

۲۸۔ الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اُردو بازار لاہور ۲۰

المکتبہ
۹۹
16849

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل کا شافی حل، اشکالات کے جامع جواب-علوم کا بیش بہا خزانہ

المرشد

فی

مسائل التجوید و الوقف

مؤلفہ: استاد القراء والمجودین القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ

علم تجوید اور علم الوقف کے تمام مشکل مقامات کا آسان انداز میں حل-تاریخ جمع و تدوین قرآن-وجوب تجوید-اہمیت تجوید و علم وقف-سوالاً جواباً مرتب کردہ یہ کتاب جو تجوید و علم الوقف کے تمام ضروری مسائل کا احاطہ کرے گی-جا بجا اہم مواقع پر جدولیں جو مسائل کی آسان تفہیم میں معاون و مددگار ہوں گی-انداز بیان نہایت آسان سہل اور مشفقانہ-کتاب نہیں بلکہ زندگی بھر کی مددگار اور دوست-

قرآءت اکیڈمی

28-الفضل مارکیٹ 17-اُردو بازار لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآءت اکیڈمی کی مطبوعات درج ذیل مقامات پر بھی دستیاب ہیں

کراچی	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
لاہور	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
	مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
بہاولپور	پاکستان بک کمپنی شاہی بازار بہاولپور
	مکتبہ صدیقیہ نورمحل روڈ بہاولپور
کوئٹہ	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
	مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ
پشاور	کتب خانہ اکرمیہ محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور
صوابی	المکتبۃ الاظہاریہ اندرون جامعہ رحیمیہ ترکئی ضلع صوابی
راولپنڈی	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
گوجرانوالہ	مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
منگورہ	مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ منگورہ
	مکتبہ القرآن والحدیث نیو روڈ منگورہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ